مظاہرِ حق

شرح (اردو)

مشکوٰۃ شریف

جلد چہارم

از افادات

علامہ نواب محمد قطب الدین خان دہلوی

رحمۃ اللہ علیہ

مکتبۃ العلم

اردو بازار - لاہور

(042) 37231788

مظاہرِ حق جدید (کمپیوٹر)

شرح (اردو)

مشکوٰۃ شریف

جلد چہارم

از افادات علامہ نواب محمد قطب الدین خان دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب مولانا شمس الدین صاحب

ناشر

مکتبۃ العلم

اردو بازار۔ لاہور۔ پاکستان

(042) 37211788 — 37211788

نام کتاب .... مظاہر حق (کمپیوٹر)
از افادات .... علامہ نواب محمد قطب الدین خاں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
ترتیب .... مولانا شمس الدین صاحب
طابع .... خالد مقبول
مطبع .... آر آر پرنٹرز

مصححین

★ مولانا فرید بالاکوٹی صاحب ★ مولانا عبد المنان صاحب ★ مولانا محمد حسین صاحب

ملنے کے پتے

مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور 37224228
مکتبہ علوم اسلامیہ اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور 37221395
مکتبہ جویریہ ۱۸۔ اردو بازار۔ لاہور۔ پاکستان 37211788

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انسان طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔
بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ کرم مطلع فرمادیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندی کے لئے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔ ادارہ

فہرست

شکار اور مذبوحہ جانوروں کا بیان

صید مصدر ہے بمعنی شکار کرنا۔ کبھی یہ مفعول کے معنی میں بھی آتا ہے یعنی وہ جانور جن کا شکار کیا گیا اور اس باب میں صید اسی دوسرے معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی صید بمعنی شکار کیا ہوا جانور۔ ذبائح ذبیحہ کی جمع ہے اور یہاں فعیل بمعنی مفعول ہے یعنی ذبح کیا ہوا جانور جیسا کہ جریح بمعنی مجروح استعمال ہوتا ہے، بمعنی زخمی۔

حرم کے علاوہ شکار کرنا اس آدمی کے لئے جو غیر محرم ہو حلال اور مباح ہے اس میں کتاب وسنت کی نصوص اور اجماع امت ہے۔

ابن ابی زید نے اس سلسلے میں امام مالک کا یہ قول نقل کیا ہے کہ لہو ولعب کے لئے شکار کرنا مکروہ ہے البتہ بلا لہو ولعب کے مباح ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود شکار کرنا ثابت نہیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کی تصدیق کرنا اور اس کو کھانا ثابت ہے۔ (ح ع)

الفصل الاول:

معلم کتے کا شکار

۱/۳۹۸۱ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرْسَلْتَ كَلْبَكَ فَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ فَاِنْ اَمْسَكَ عَلَيْكَ فَأَدْرَكْتَهٗ حَيًّا فَاذْبَحْهُ وَاِنْ اَدْرَكْتَهٗ قَدْ قَتَلَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْهُ فَكُلْهُ وَاِنْ اَكَلَ فَلَا تَاْكُلْ فَاِنَّمَا اَمْسَكَ عَلٰى نَفْسِهٖ فَاِنْ وَجَدْتَّ مَعَ كَلْبِكَ كَلْبًا غَيْرَهٗ وَقَدْ قَتَلَ فَلَا تَاْكُلْ فَاِنَّكَ لَا تَدْرِیْ اَيُّهُمَا قَتَلَهٗ وَاِذَا رَمَيْتَ بِسَهْمِكَ فَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ فَاِنْ غَابَ عَنْكَ يَوْمًا فَلَمْ تَجِدْ فِيْهِ اِلَّا اَثَرَ سَهْمِكَ فَكُلْ اِنْ شِئْتَ وَاِنْ وَجَدْتَهٗ غَرِيْقًا فِی الْمَاءِ فَلَا تَاْكُلْ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحيحه ۹ / ۶۱۰ كتاب الوضوء' باب الماء الذی يغسل به شعر الانسان' و كتاب الذبائح والصيد' باب اذا اكل الكلب' ح ٥٤٨٤ و مسلم فی ٣ / ٥٣١' الحديث رقم (٦/١٩٢٩) والترمذی فی السنن ٤ / ٥٦ الحديث رقم ١٤٧٠' والنسائی فی ٧ / ١٨٢' الحديث رقم ٤٢٦٩' والدارمی فی ٢ / ١٢٣' الحديث رقم ٢٠٠٢ وأحمد فی المسند ٤ / ٤٥٦

ترجمہ: حضرت عدی بن حاتمؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا جب تم اپنے کتے کو چھوڑو (یعنی چھوڑنے کا ارادہ کرو) اس کتے کو جو سکھایا ہوا ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کا نام لو پھر اگر کتے نے شکار کو تیرے لئے پکڑ کر باقی رکھا اور تم نے اسے زندہ پایا تو اسے ذبح کر لو۔ (یعنی اگر ایسی حالت میں جان بوجھ کر ذبح نہ کرو گے تو وہ مردار اور حرام ہے) اور اگر تم شکار کو کتے کے پاس مرا ہوا پاؤ اور اس نے اس میں سے نہ کھایا ہو تو اس شکار کا کھانا حلال ہے اور اگر کتے نے اس میں سے کھا لیا تو پھر وہ شکار کتے نے اپنے لئے کیا ہے (اس کا کھانا حلال نہ ہوگا) اور اگر اپنے کتے کے ساتھ دوسرے کا کتا بھی پاؤ اور (ان میں سے ایک) نے شکار کو مار ڈالا ہے تو اسے مت کھاؤ کیونکہ تمہیں تحقیق سے معلوم نہیں ہے کہ ان میں سے کس نے اس کو مارا ہے (اگر دوسرے کتے نے مارا تو ممکن ہے کہ وہ سکھایا ہوا نہ ہو یا اس کو چھوڑتے وقت بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو) اور جب تم شکار کی طرف اپنا تیر پھینکو تو اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لو۔ اگر شکار تم سے ایک دن غائب رہا پھر اس میں تمہارے تیر کے علاوہ اور کسی تیر کا نشان نہ تھا تو اسے کھا لو اگر تم چاہو۔ اور اگر اسے پانی میں ڈوبا ہوا پاؤ (یعنی اگرچہ تیر کا نشان موجود ہو) تو اسے مت کھاؤ کیونکہ یہ احتمال ہے کہ پانی میں ڈوب کر مرا ہو۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ فَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ : یہ بسم اللہ اسی طرح ہے جیسا کہ ذبح کے وقت پڑھتے ہیں۔ کیونکہ کتے کو چھوڑنا یہ چھری چلانے کی طرح ہے۔ بسم اللہ کہنا ضروری ہے۔

① اگر وہ بسم اللہ بھول کر ترک کرے تو حلال ہے۔
② اور اگر کتے کو چھوڑتے وقت قصداً چھوڑ دی پھر کتے کو ڈانٹا اور وہ ٹھہر رہا اور ٹھہرنے کے بعد بسم اللہ کہی اور اس نے شکار کو پکڑ کر مار ڈالا تو وہ حلال نہیں۔ (کذا فی فتاویٰ قاضی خان)
③ مسلمان یا کتابی کے لئے کتے کو شکار کی طرف چھوڑنا شرط ہے اور اگر کتا خود جائے اور زخمی کرے تو حلال نہیں ہے۔
④ اگر چھوڑتے وقت بسم اللہ نہ کہے مگر زندہ پائے اور ذبح کرے تو وہ شکار کے حکم میں داخل نہ ہوگا اور حلال نہیں ہے۔

فَاِنْ اَمْسَكَ : اس لئے کہ یہ علامت عدم تعلیم کی ہے اور شکار تو سکھائے ہوئے کتے کا درست اور حلال ہے اور ذی ناب کی علامت تعلیم یعنی کتے وغیرہ میں یہ ہے تین بار شکار کو پکڑ پکڑ کر چھوڑ دے اور کھائے نہیں۔

ذی مخلب یعنی پنجے والے میں یہ ہے کہ وہ واپس لوٹ آئے جب اس کو بلایا جائے پس اگر باز وغیرہ شکار میں سے کھالے تو اس کا شکار کھانا درست ہے اور اگر کتا وغیرہ کھالے تو نہ کھایا جائے اور اگر تین بار چھوڑ دینے کے بعد ایک بار بھی کھالے تو وہ غیر معلم ہے یہاں تک کہ دوبارہ سکھایا جائے۔ جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ اور اگر دوسرے کا کتا کہ جسے چھوڑا نہ گیا ہو یا چھوڑا مگر قصداً بسم اللہ نہ پڑھی یا اس شخص نے چھوڑا کہ جس کا ذبیحہ حلال نہیں' اس کا شکار حلال نہیں ہے۔

فَاِنْ غَابَ عَنْكَ : ہمارے علماء کہتے ہیں حلال ہونے کی شرط یہ ہے کہ تیر پھینکتے وقت بسم اللہ کہے اور اس سے شکار زخمی ہو جائے' اگر شکار غائب ہو جائے تو اس کی تلاش سے بیٹھا نہ رہے۔ جبکہ تیر شکار کو لگا ہو۔ کیونکہ مصنف ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے ابو رزین سے روایت کی ہے انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے بسلسلہ شکار نقل کیا جو کہ شکاری سے غائب ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "لعل هو ام الارض قتلته" الحدیث اور مصنف عبدالرزاق نے حضرت عائشہؓ سے اسی طرح کی روایت کی ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا جو شخص شکار پر کتا چھوڑے پھر وہ کتا اس شکار کو مار ڈالے تو وہ حلال ہے۔ اور اسی طرح تمام سکھائے ہوئے جوارح یعنی چیتا' باز وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ زخمی کرنے والا جانور سکھایا ہوا ہو اور بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا گیا ہو اور چھوڑنے والا مسلمان یا اہل کتاب ہو' غیر معلم کا مارا ہوا شکار حلال نہیں۔ (ح۔ع)

شکاری کتے کے متعلق ہدایات

۲/۳۹۸۲ وَعَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نُرْسِلُ الْكِلَابَ الْمُعَلَّمَةَ قَالَ كُلْ مَا اَمْسَكْنَ عَلَيْكَ قُلْتُ وَاِنْ قَتَلْنَ قَالَ وَاِنْ قَتَلْنَ قُلْتُ اِنَّا نَرْمِیْ بِالْمِعْرَاضِ قَالَ كُلْ مَاخَزَقَ وَمَا اَصَابَ بِعَرْضِهٖ فَقَتَلَ فَاِنَّهٗ وَقِيْذٌ فَلَا تَاْكُلْ ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۹ / ۶۰۴' الحدیث رقم ۵۴۷۷' و مسلم فی ۳ / ۱۵۲۹ کتاب الصید والذبائح' باب الصید بالکلاب المعلمه' الحدیث زقم (۱ ـ ۱۹۲۹) و أبو داود فی السنن ۳ / ۲۶۸' الحدیث رقم ۲۸۴۷' والنسائی فی ۷ / ۱۹۴ الحدیث رقم ۴۲۰۵' وابن ماجه فی ۲ / ۱۰۷۲' الحدیث رقم ۳۲۱۴ و أحمد فی المسند ۴ / ۳۸۰

ترجمہ: حضرت عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سکھائے ہوئے (تربیت یافتہ) کتے (شکار پر) چھوڑتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس شکار کو کھاؤ جو کتا تمہارے لئے پکڑ رکھے۔ میں نے عرض کیا حضرت اگر وہ مار ڈالیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگرچہ وہ مار ڈالیں۔ میں نے عرض کیا ہم تیر پھینکتے ہیں جس کے پر نہیں ہوتے۔ آپ نے فرمایا وہ شکار کھاؤ جس کو تیر زخمی کر دے (یعنی جس شکار کو) وہ تیر سیدھا بھال کی طرف سے جا لگے اور وہ جانور کو مار ڈالے وہ حلال ہے اس کو کھالو۔ اور وہ تیر جو اپنی چوڑائی میں لگے (یعنی اس طرح لگے کہ شکار زخمی نہ ہو مگر) جانور مر جائے (یعنی اس کی ضرب سے) پس وہ یقیناً ضرب سے مرا ہوا ہے اس کو مت کھاؤ۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❀ معراض: وہ تیر جو پر نہیں رکھتا اور چوڑائی میں جاتا ہے اور چوڑائی میں شکار کو لگتا ہے۔

وقیذ اور موقوذ: یہ اس جانور کو کہتے ہیں جو تیر کے علاوہ لکڑی' پتھر وغیرہ سے مارا جائے۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جب معراض تیر سے شکار کیا جائے اور وہ اپنی تیزی کی وجہ سے اگر شکار کو قتل کر دے تو وہ حلال ہے اور اگر وہ اپنی چوڑائی سے قتل کرے تو وہ جائز نہیں۔ علماء فرماتے ہیں ایسا شکار بھی حلال نہیں جس کو گولی یا غلیل وغیرہ سے مارا جائے جیسا کہ حدیث معراض اس کو ثابت کر رہی ہے کیونکہ معراض کے لئے شرط زخمی کرنا ہے۔ تاکہ ذبح کا معنی ثابت ہو۔ اور معراض کی چوڑائی زخمی نہیں کرتی۔ اسی لئے اگر بندقہ ثقیلہ جو تیز ہو یعنی بڑی گولی۔ اس کو قتل کرے تو شکار حرام ہوتا ہے کیونکہ گولی سے ہڈی ٹوٹتی ہے زخم نہیں ہوتا پس وہ معراض کی طرح ہوگئی اگر گولی ہلکی تیز ہو تو پھر شکار حرام نہ ہوگا کیونکہ زخم کی وجہ سے موت واقع ہوئی ہے اگر شکار پر چھری [illegible] پھینکی اور وہ دھار والے رخ سے لگی تو شکار کھایا جائے ورنہ نہیں اگر شکار کو پتھر پھینکے جائیں تو پھر اگر بھاری پتھر ہے تو شکار [illegible] جائے گا۔ خواہ وہ زخمی کرے کیونکہ اس میں قوی احتمال یہ ہے کہ اس نے اپنے ثقل سے جانور کو قتل کر دیا اور اگر وہ پتھر ہلکا ہو اور تیز ہو اور اس سے جانور زخمی ہو جائے تو اس کو کھایا جائے کیونکہ موت کے متعلق یقین ہے کہ وہ زخم کی وجہ سے ہوئی اور اس میں اصل یہ ہے کہ اگر موت زخم سے آئی ہو اور اس پر یقین بھی ہو تو اس شکار کو کھایا جائے۔ اور اگر ثقل کے ساتھ حاصل ہو یا اس میں شبہ ہو تو

وجو باً یا احتیاطاً اسے نہ کھایا جائے۔

اس بات کا یقین یا ظن غالب ہو کہ شکار کی موت اس شکاری کے تیر وغیرہ کی وجہ سے ہوئی ہے اگر تردد ہو کہ اس کی موت شکاری کے تیر وغیرہ سے ہوئی ہے یا کسی اور وجہ سے تو اس کا کھانا حلال نہیں ہے۔

لہٰذا اگر تیر چلانے کے بعد شکار گم ہو گیا اور شکاری اس کی تلاش میں لگا رہا ایک دن کی تلاش کے بعد ایسی حالت میں ملا کہ اس پر شکاری کے تیر کے علاوہ کسی اور سبب سے موت کا نشان نہیں ہے اور اگر تیر لگنے کے بعد شکار پانی میں گر گیا تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے' اس لئے کہ اب تردد ہے کہ اس کی موت تیر کے لگنے سے ہوئی ہے یا پانی میں ڈوبنے کی وجہ سے۔

نیز شکار غائب ہونے کے بعد ملے تو اس کے حلال ہونے کی یہ بھی شرط ہے کہ شکاری اس کے پانے تک اس کی تلاش میں لگا رہے' اگر اس نے تلاش چھوڑ دی اس کے بعد شکار ملا تو اس کا کھانا جائز نہیں۔ تلاش خواہ خود کرے یا کسی اور کو بھیجے۔

اہل کتاب کے برتنوں کا حکم

۳/۳۹۸۳ وَعَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِیِّ قَالَ قُلْتُ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ اِنَّ بِاَرْضِ قَوْمٍ اَهْلِ الْكِتٰبِ اَفَنَاْكُلُ فِیْ اٰنِیَتِهِمْ وَبِاَرْضِ صَیْدٍ اَصِیْدُ بِقَوْسِیْ وَبِكَلْبِی الَّذِیْ لَیْسَ بِمُعَلَّمٍ وَبِكَلْبِی الْمُعَلَّمِ فَمَا یَصْلُحُ لِیْ قَالَ اَمَّا مَاذَكَرْتَ مِنْ اٰنِیَةِ اَهْلِ الْكِتٰبِ فَاِنْ وَجَدْتُّمْ غَیْرَهَا فَلَا تَاْكُلُوْا فِیْهَا وَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاغْسِلُوْهَا وَكُلُوْا فِیْهَا وَمَا صِدْتَّ بِقَوْسِكَ فَذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ فَكُلْ وَمَا صِدْتَّ بِكَلْبِكَ الْمُعَلَّمِ فَذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ فَكُلْ وَمَا صِدْتَّ بِكَلْبِكَ غَیْرَ مُعَلَّمٍ فَاَدْرَكْتَ ذَكَاتَهٗ فَكُلْ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۹ / ۶۰۴' کتاب الذبائح والصید' باب ۳' الحدیث رقم ۵۴۷۸' و مسلم فی ۳ / ۱۵۳۲ کتاب الصید والذبائح' باب (۱) الصید بالکلاب الملعمه' الحدیث رقم (۸۔۱۹۳۰) وأبو داود فی السنن ۳ / ۲۷۴' الحدیث رقم ۲۸۵۵' والنسائی فی ۷ / ۱۸۱ الحدیث رقم ۴۲۶۶

ترجمہ: حضرت ابوثعلبہ خشنی ؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا نبی اللہ ﷺ! ہم اہل کتاب کے علاقہ میں رہتے ہیں کیا ہم ان کے برتنوں میں کھا سکتے ہیں اور ہم شکار کے علاقہ میں ہیں (یعنی وہاں کثرت سے شکار میسر ہے) میں اپنی کمان سے شکار کرتا ہوں (یعنی تیر سے) اور کتے کے ذریعہ بھی شکار کرتا ہوں جو کہ سدھایا ہوا نہیں ہے۔ اور اس کتے سے بھی شکار کرتا ہوں جو سدھایا ہوا ہے۔ آپ فرمائیں کیا یہ میرے لئے درست ہے آپ ﷺ نے فرمایا تم نے اہل کتاب کے برتنوں کا ذکر کیا تو اگر تمہیں ان کے علاوہ برتن مل جائیں تو ان کے برتنوں میں مت کھاؤ۔ اور ان کے برتنوں کے علاوہ برتن نہ ملیں تو ان کو دھولو پھر ان میں کھاؤ۔ نمبر۲: جو شکار تم نے اپنی کمان سے کیا اگر تم نے اللہ تعالیٰ کا نام تیر پھینکتے وقت لیا تو وہ کھاؤ۔ نمبر۳: اگر تم نے اپنے سدھائے ہوئے کتے کے ساتھ شکار کیا اور تم نے بسم اللہ پڑھ کر کتے کو چھوڑا تو اس شکار کو کھالو۔ نمبر۴: اگر اپنے اس کتے کے ساتھ شکار کیا جو سدھایا ہوا نہ ہو۔ اور وہ جانور زندہ پا کر تم نے ذبح کر لیا تو اسے کھالو۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **لَا تَاْكُلُ**: ان کے برتنوں میں احتیاطاً نہ کھاؤ جیسے فرمایا: "دع ما یریبك الی مالا یریبك" ان کے مستعمل

برتنوں سے احتراز کا حکم فرمایا گیا اگرچہ دھونے کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔ اور کفار کے میل جول سے بچنے کے لئے آپ ﷺ نے ان کے برتن استعمال کرنے سے منع فرمایا' یہ تقویٰ ہے اور اس کے مابعد فتویٰ کا حکم ہے۔

نمبر۲۔ **فَاغْسِلُوْهَا** :یہ امر وجوب کے لئے ہے جبکہ ظن غالب ہو کہ وہ نجس ہوں گے اور امر اس وقت استحباب کے لئے ہوگا جب ظن غالب نہ ہو۔

ابن ملک ؒ: آپ ﷺ نے ان کے برتنوں کو دھونے کا حکم دیا اور یہ ان برتنوں سے متعلق ہے جن کے نجس ہونے کا یقین ہوا گر یقین نہ ہو تو بغیر دھونے کے ان کو استعمال کرنے میں کراہت تنزیہی ہے۔

برماویؒ: کہتے ہیں کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ان کے برتنوں کے علاوہ برتن پائے جائیں تو ان کے برتن دھو کر بھی استعمال نہ کرے۔ مگر فقہاء نے لکھا ہے کہ ان کے برتنوں کو دھونے کے بعد استعمال کرنا جائز ہے۔ اور اس میں کراہت نہیں خواہ اور برتن موجود ہوں یا نہ۔

تطبیق: اس ارشاد نبوت میں کراہت کو اس بات پر محمول کریں کہ اس سے وہ برتن مراد ہیں جن میں وہ سور کا گوشت کھاتے اور شراب پیتے ہیں اور نجاست کے کاموں کے لئے مقرر ہیں پس یہ برتن مکروہ ہیں کیونکہ دینی لحاظ سے یہ نہایت گندے ہیں۔ اگرچہ دھو لئے جائیں اور فقہاء نے جن برتنوں کا ذکر کیا ان سے وہ برتن مراد ہیں جو نجاسات میں مستعمل نہ ہوں اس کو ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔(ع)

اپنے تیر کا شکار حلال ہے

۴/۳۹۸۴ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَمَيْتَ بِسَهْمِكَ فَغَابَ عَنْكَ فَأَدْرَكْتَهُ فَكُلْ مَا لَمْ يُنْتِنْ ۔

اخرجه مسلم فی صحيحه ۳ / ۱۵۳۲ ' کتاب الصيد والذبائح' باب (۲) اذ غاب عنه الصيد ثم وحده' الحديث رقم (۹ ـ ۱۴۳۱) وأبو داود فی السنن ۳ / ۲۷۸ الحديث رقم ۲۸۶۱' وأحمد فی المسند ٤ / ۱۹٤

ترجمہ :حضرت ابو ثعلبہ خشنی ؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم اپنا تیر پھینکو اور وہ شکار تم سے غائب ہو اور پھر وہ شکار مل جائے یعنی اس شکار میں تیرے تیر کا اثر موجود ہو تو اس کو کھا سکتے ہیں جب تک کہ متغیر نہ ہو یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ہمارے علماء لکھتے ہیں کہ یہ بطور استحباب ہے ورنہ گوشت کا بو والا ہو جانا اس کے حرام ہونے کا باعث نہیں ایک روایت میں وارد ہے کہ آپ ﷺ نے بو کیا ہوا گوشت کھایا ہے۔

نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

بدبودار گوشت کا نہ کھانا ممانعت تنزیہی پر محمول ہے مکروہ تحریمی نہیں۔ اسی طرح بدبودار کھانے کا بھی یہی حکم ہے مگر جبکہ ضرر کا خوف ہو۔(ع)

اپنا شکار تین دن بعد بھی حلال

۵/۳۹۸۵ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ فِي الَّذِيْ يُدْرِكُ صَيْدَهٗ بَعْدَ ثَلَاثٍ فَكُلْهُ مَا لَمْ يُنْتِنْ ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۳ / ۱۵۳۲ کتاب الذبائح' باب ۲' الحدیث رقم (۱۰ ۔ ۱۹۳۱) والنسائی فی ۷ / ۱۹۴' الحدیث رقم ۳٤۰٤

ترجمہ: حضرت ابوثعلبہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم اپنے شکار کو تین دن بعد پاؤ تو اسے کھاؤ جب تک کہ بو نہ کرے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھانے کا معاملہ

۶/۳۹۸۶ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ هُنَا اَقْوَامًا حَدِيْثٌ عَهْدُهُمْ بِشِرْكٍ يَأْتُوْنَنَا بِلُحْمَانٍ لَانَدْرِيْ اَيَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اَمْ لَا قَالَ اُذْكُرُوْا اَنْتُمْ اِسْمَ اللّٰهِ وَكُلُوْا۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۹ / ٦٣٤' کتاب البیوع' باب من یرالوساوس ونحوها من الشبهات' ح ۵۰۰۷ وأبو داود فی السنن ۳ / ۲۵٤' الحدیث رقم ۲۸۲۹' والنسائی فی ۷ / ۲۳۷' الحدیث رقم ٤٤۳٦' وابن ماجه فی ۲ / ۱۰۵۹' الحدیث رقم ۳۱۷٤' و مالك فی المؤطا ۲ / ٤۸۸' الحدیث رقم ۱ ' من کتاب الذبائح۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہاں بہت سے لوگ ہیں کہ جن کا زمانہ شرک قریب ہے یعنی نئے مسلمان ہوئے ہیں اور ابھی اسلام کے احکام انہوں نے پورے طور پر نہیں سیکھے۔ وہ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں ہم نہیں جانتے کہ آیا وہ ان کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھتے ہیں یا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ یہ بخاری کی روایت ہے۔

❁ اس حدیث کا یہ معنی نہیں کہ اب بسم اللہ کہنا یہ ذبح کرنے والے کے بسم اللہ کہنے کے قائم مقام ہو گیا بلکہ اس طرح کہ بسم اللہ کھانا کھانے کے وقت کہنا مستحب ہے اور تمہیں معلوم نہیں کہ آیا انہوں نے بسم اللہ پڑھی یا نہیں تو اس جانور کا کھانا درست ہے بشرطیکہ ذبح کرنے والا ان لوگوں سے ہو جن کا ذبیحہ حلال ہے ان کی حالت کو مسلمانی پر محمول کیا جائے گا اور اس پر نیک گمان کرنا چاہئے (ع۔ح)

احکام میں کسی کا اختصاص نہیں

۷/۳۹۸۷ وَعَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ سُئِلَ عَلِيٌّ هَلْ خَصَّكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِشَيْءٍ فَقَالَ مَا خَصَّنَا بِشَيْءٍ لَمْ يَعُمَّ بِهِ النَّاسَ اِلَّا مَا فِيْ قِرَابِ سَيْفِيْ هٰذَا فَاَخْرَجَ صَحِيْفَةً فِيْهَا لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ

وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ سَرَقَ مَنَارَ الْاَرْضِ وَفِيْ رِوَايَةٍ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الْاَرْضِ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَهٗ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ اٰوٰى مُحْدِثًا۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۳ / ۱۵۶۷، کتاب الاضاحی، باب تحریم الذبائح لغیر اللّٰه تعالٰی ولعن فاعله، الحدیث رقم (۴۵ ـ ۱۹۷۸) والنسائی فی السنن ۷ / ۲۳۲، الحدیث رقم ۴۴۲۲

ترجمہ: حضرت ابوالطفیلؒ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ سے دریافت کیا گیا کیا تم اہل بیت کو پیغمبر خدا ﷺ نے کسی چیز کے ساتھ مخصوص اور ممتاز کیا ہے یعنی احکام کے سلسلے میں کہ اوروں کو تو نہ فرمائے اور آپ کو فرمائے ہوں۔ تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہمیں آپ ﷺ نے کسی ایسی چیز سے خاص نہیں فرمایا جو اوروں کو نہ فرمائی ہو۔ سوائے اس چیز کے جو تلوار کے غلاف میں ہے یعنی ان کے متعلق میں نہیں جانتا کہ آیا وہ ہمارے ساتھ خاص ہیں یا سب کے لئے عام ہیں۔ پھر حضرت علیؓ نے ایک کاغذ نکالا جس میں یہ احکام تھے۔ نمبر ۱: غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ نمبر ۲: جو زمین میں لگے نشان (پیمائش کے لئے) چرائے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ نمبر ۱: جو شخص زمین کے نشانات میں تغیر و تبدل کرے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ نمبر ۲: جو شخص اپنے باپ پر لعنت کرے اس پر بھی لعنت ہو۔ نمبر ۳ بدعتی کو ٹھکانا دینے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ مَنَارَ الْاَرْضِ :اس سے مراد حد بندی کے پتھر ہیں ان نشانات کو تبدیل کرنے کا مقصد ہمسایہ کی زمین زبردستی چرانا ہوتا ہے۔

لَعَنَ وَالِدَهٗ : والد کو صریحا لعنت کرے یا کسی کے باپ کو لعنت کرے اور وہ اس کے باپ پر لعنت کرے تو یہ اپنے باپ کی لعنت کا ذریعہ اور سبب بنا تو گویا اسی نے خود لعنت کی۔

اٰوٰى مُحْدِثًا :جس نے بدعتی کو ٹھکانا دیا اور بدعتی کی حمایت کی جو کہ دین میں بے اصل اور خلاف سنت بات نکالنے والا ہے تو یہ گویا دین کو گرانے والا بنا۔ (ح)

ہڈی و دانت سے ذبیحہ کی ممانعت

۸/۳۹۸۸ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا لَاقُوا الْعَدُوِّ غَدًا وَلَيْسَتْ مَعَنَا مُدًى اَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ قَالَ مَا اَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ فَكُلْ لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ وَسَاُحَدِّثُكَ عَنْهُ اَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ وَاَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشِ وَاَصَبْنَا نَهْبَ اِبِلٍ وَغَنَمٍ فَنَدَّمِنْهَا بَعِيْرٌ فَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِهٰذِهِ الْاِبِلِ اَوَابِدُ كَاَوَابِدِ الْوَحْشِ فَاِذَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا شَيْءٌ فَافْعَلُوْا بِهٖ هٰكَذَا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۹ / ۶۳۸، کتاب الشرکة، باب ۳ قسمة الغنم، الحدیث رقم (۲۴۸۸ ۵۵۰۹) و مسلم فی ۳ / ۱۵۵۸، الحدیث رقم (۲۰ ـ ۱۹۶۸) وأبو داود فی السنن ۳ / ۲۴۷، الحدیث رقم ۲۸۲۱

والترمذی فی ٤ / ٦٩ الحدیث رقم ١٤٩٢ والنسائی فی ٧ / ١٩١ الحدیث رقم ٤٢٩٧ وابن ماجه فی ٢ / ١٠٦٢ الحدیث رقم ٣١٨٣ والدارمی فی ٢ / ١١٤ الحدیث رقم ١٩٧٧ وأحمد فی المسند ٣ / ٤٦٣

ترجمہ: رافع بن خدیجؓ سے روایت ہے انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کل دشمن سے ہمارا مقابلہ ہے اور ہمارے پاس ذبح کے لئے چھریاں موجود نہیں تو کیا میں بانس کی کھپچی سے ذبح کر سکتا ہوں آپ نے فرمایا جو چیز خون کو بہادے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا جائے تو اس ذبیحہ کا کھانا جائز ہے خواہ جس سے خون بہایا گیا ہے لوہا ہو یا کچھ اور۔ مگر دانت ہڈی اور ناخن نہ ہو میں عنقریب ان کے بارے میں تمہیں بتلاؤں گا ناخن تو حبشیوں کی چھری ہے اور دانت ہڈی ہے یعنی ان سے جائز نہیں اس پر سب علماء کا اتفاق ہے۔ چنانچہ ہمیں غنیمت اونٹوں اور بکریوں کی صورت میں ملی جن میں ایک اونٹ بھاگ نکلا تو اس کو ایک شخص نے تیر مارا پس اس کو روک دیا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان اونٹوں میں بھاگنے اور نفرت کرنے والے بھی ہیں۔ جس طرح کہ جنگلی جانور انسانوں سے بھاگتے اور نفرت کرتے ہیں جب اونٹوں میں کوئی اس طرح تم پر غلبہ پالے تم اس کے ساتھ اسی طرح کرو۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **السِّنُّ فَعَظْمٌ**: یعنی دانت ہڈی ہے اور ہڈی سے ذبح جائز نہیں شیخ ابن صلاح فرماتے ہیں مجھے بحث وکرید کے باوجود آج تک اس کی عقلی وجہ معلوم نہیں ہو سکی کہ ہڈی سے ذبح کرنا کیوں منع کیا گیا شیخ عبدالسلام کا بھی یہی قول ہے۔

علامہ نوویؒ کا قول: علامہ نوویؒ فرماتے ہیں اس کی علت یہ ہے کہ جب ذبح کیا جائے تو ہڈی جانور کے خون سے نجس ہو جاتی ہے اور ہڈی کو نجاست میں ملوث کرنے کی ممانعت آئی ہے کیونکہ یہ جنات کی خوراک ہے۔

امام زفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ناخن سے ذبح کرنے میں حبشیوں کے ساتھ (جو کہ کفار ہیں) ان کے فعل شنیع میں مشابہت لازم آتی ہے اور ہمیں کفار کی مشابہت سے روکا گیا ہے۔

اہم بات: آئمہ ثلاثہ کے نزدیک دانت اور ناخن سے ذبح کی ممانعت مطلق ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مقید ہے کہ ایسے دانت اور ناخن جو اپنی جگہ منہ اور ہاتھ میں موجود ہوں البتہ اکھاڑے ہوئے ناخن اور دانت سے ذبح کرنے میں مضائقہ نہیں اگرچہ یہ ذبیحہ جائز ہے لیکن مکروہ ہے اور شاخ کا بھی یہی حکم ہے دیگر ائمہ کی دلیل تو یہی روایت ہے مگر ہماری دلیل آپ ﷺ کا یہ قول ہے: "انهر الدم بما شئت وافر الاوداج" یعنی جس سے چاہے خون بہادے اور رگوں کو کاٹ دے اور یہ روایت اس ناخن پر محمول ہے جو جسم سے الگ نہ کیا گیا ہو کیونکہ یہ حبشیوں کے ساتھ مشابہت ہے۔

فَافْعَلُوْا بِهٖ: اس کے ساتھ اسی طرح کرو یعنی اگر گھر کا پلا ہوا جانور اونٹ گائے بکری وغیرہ بھاگ جائے تو ذبح کے سلسلے میں اس کا حکم وحشی جانوروں جیسا ہے یعنی بسم اللہ پڑھ کر اس پر تیر چلایا جائے اور وہ اس جانور کو لگ جائے تو وہ ذبیحہ کے حکم میں ہوگا اسی طرح پالتو جانور جو جنگلی کی طرح بن جائے تو اس کے بھی سارے اعضاء ذبح کے مقامات ہیں اس کا گوشت حلال ہو جائے گا اور یہی حکم اونٹ بیل وغیرہ کے کنویں میں گر جانے کا ہے اونٹ کا تذکرہ اس لئے ہے کہ اس میں وحشیت دوسرے جانوروں کی بنسبت زیادہ پائی جاتی ہے ذبح اختیاری کی شکل تو یہی ہے کہ تیز دھار آلے چھری وغیرہ سے گلے میں پائی جانے والی رگوں کو کاٹا جائے اور اگر اونٹ ہو تو اس کے سینے میں خنجر مارا جائے اور اضطراری حالت یہ ہے کہ جانور کے جسم کے کسی بھی حصے کو زخمی کر کے اسے مارا جائے۔

لونڈی کا تیز پتھر سے ذبیحہ

۹/۳۹۸۹ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ كَانَ لَهٗ غَنَمٌ تَرْعٰى بِسَلْعٍ فَاَبْصَرَتْ جَارِيَةٌ لَنَا بِشَاةٍ مِنْ غَنَمِنَا مَوْتًا فَكَسَرَتْ حَجَرًا فَذَبَحَتْهَا بِهٖ فَسَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهٗ بِاَكْلِهَا۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤ / ٤٨٢ کتاب الوکالة' باب اذا ابصر الراعی او الوکیل شاة تموت' الحدیث رقم ٢٣٠٤ وابن ماجه فی ٢ / ١٠٦٢' الحدیث رقم ٣١٨٢

ترجمہ: حضرت کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ میرے پاس ایک ریوڑ تھا جو جبل سلع پر چرا کرتا تھا ایک دن ہماری ایک لونڈی نے ایک بکری کو دیکھا کہ وہ مرنے والی ہے اس نے پتھر کا ایک ٹکڑا توڑ کر اس سے اس کو ذبح کر دیا پھر کعب نبی ﷺ کی خدمت میں مسئلہ دریافت کرنے آئے تو آپ ﷺ نے اس بکری کا گوشت کھانے کا حکم دیا۔

ذبح میں احسان

۱۰/۳۹۹۰ وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كَتَبَ الْاِحْسَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ فَاِذَا قَتَلْتُمْ فَاَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ وَاِذَا ذَبَحْتُمْ فَاَحْسِنُوا الذَّبْحَ وَلْيُحِدَّ اَحَدُكُمْ شَفْرَتَهٗ وَلْيُرِحْ ذَبِيْحَتَهٗ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ٣ / ١٥٤٨ کتاب الصید والذبائح' باب الامر باحسان الذبح والقتل' الحدیث رقم (٥٧ ـ ١٩٥٥) وأبو داود فی السنن ٣ / ٢٤٤ الحدیث رقم ٢٨١٥' والترمذی فی ٤ / ١٦' الحدیث رقم ١٤٠٩' والنسائی فی ٧ / ٢٢٩' الحدیث رقم ٤٤١٢' وابن ماجه فی ٢ / ١١٥٠٨ الحدیث رقم ٣١٧٠' والدارمی فی ٢ / ١١٢ الحدیث رقم ١٩٧٠' وأحمد فی المسند ٤ / ١٢٣

ترجمہ: حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کا حکم دیا یعنی ہر کام کو حسن و خوبی اور نرمی سے انجام دینے کا حکم دیا فرمایا جب تم قتل کرو یعنی قصاص یا حد میں تو خوبی کے ساتھ قتل کرو یعنی ایذا نہ دو بلکہ تیز تلوار کے ساتھ قتل کرو اور جب کسی جانور کو ذبح کرو تو خوبی سے ذبح کرو اور تم میں سے ذبح کرنے والا اپنی چھری کو خوب تیز کرلے اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچائے۔

تشریح ❁ وَلْيُرِحْ ذَبِيْحَتَهٗ: آرام پہنچانے کا مطلب یہ ہے کہ ذبح کے بعد اس کو تھوڑی دیر چھوڑ دے تاکہ خون نکل جائے اور وہ جانور ٹھنڈا ہو جائے یہ جملہ درحقیقت ماقبل کی وضاحت ہے علمائے احناف کے ہاں جانور کی کھال اتارنا اس وقت تک مکروہ ہے جب تک وہ ٹھنڈا نہ ہو اور یہ بھی بہتر ہے ذبح کرنے والے جانور کے سامنے چھری کو تیز نہ کیا جائے اور ایک سے زائد جانور ذبح کرنے ہوں تو ایک دوسرے کے سامنے نہ ذبح کیا جائے اور نہ ہی ٹانگوں سے کھینچ کر ان کو مذبح کی طرف لے جایا جائے۔

چوپائے کو باندھ کر نشانہ کی ممانعت

۳۹۹۱/۱۱ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَنْهٰى اَنْ تُصْبَرَ بَهِيْمَةٌ اَوْغَيْرُهَا لِلْقَتْلِ۔

(متفق عليه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۹ / ٦٤٢' الحدیث رقم ٥٥١٤' وأحمد فی المسند ۲ / ۹٤ و مسلم' کتاب الذبائح والصید' باب ما یکره من الثلثة والمصبورة والمجثمة' الحدیث رقم ٥٥١٤۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ اس بات سے منع فرماتے تھے کہ کسی چوپائے وغیرہ کو باندھ کر اس پر نشانہ لگایا جائے یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس روایت کا ایک مطلب یہ ہے کہ کسی جانور کو باندھ کر پھر اس کو تیروں پتھروں گولیوں سے مارنا ممنوع ہے۔ نمبر۲ یہ مطلب ہے کہ کسی جانور کو باندھ کر بغیر کھلائے پلائے مار ڈالنا ممنوع ہے۔

باندھ کر نشانہ لگانے والے پر لعنت

۳۹۹۲/۱۲ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ مَنِ اتَّخَذَ شَيْئًا فِيْهِ الرُّوْحُ غَرَضًا۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۹ / ٦٤٣' الحدیث رقم ٥٥١٥' و مسلم' کتاب الصید والذبائح' باب النهی عن اصبر البهائم' الحدیث رقم (٥٩ ـ ١٩٥٨) والنسائی فی السنن ۷ / ۲۳۸' الحدیث رقم ٤٤١' وأحمد فی المسند ۲ / ۸٦

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو کسی جاندار چیز کو باندھ کر اس پر نشانہ لگائے یہ مسلم کی روایت ہے۔

باندھ کر نشانہ کی ممانعت

۳۹۹۳/۱۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاتَتَّخِذُوْا شَيْئًا فِيْهِ الرُّوْحُ غَرَضًا۔

(رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۳ / ١٥٤٩ کتاب الصید والذبائح' باب ١٢' الحدیث رقم (٥٨ ـ ٩٥٧) والنسائی فی السنن ۷ / ۲۳۸' الحدیث رقم ٤٤٤٣' وابن ماجه فی ۲ / ۱۰٦۳' الحدیث رقم ٣١٨٧' وأحمد فی المسند ۱ / ۲۱٦

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کسی جاندار چیز کو باندھ کر نشانہ نہ بناؤ۔

تشریح ۞ یہ ممانعت بطور تحریم ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے جس شخص نے ایسا کیا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس فعل کے ذریعہ ایک ذی روح کو ہی اذیت نہیں پہنچائی جاتی بلکہ یہ ضیاع مال بھی ہے۔

منہ پر داغنے کی ممانعت

۱۴/۳۹۹۴ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الضَّرْبِ فِي الْوَجْهِ وَعَنِ الْوَسْمِ فِي الْوَجْهِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ٣ / ١٦٧٣ كتاب اللباس والزينته' باب النهى عن ضرب الحيوان فى وجهه ووسمه فيه' الحديث رقم (١٠٦ ـ ٢١١٦) وأخرجه الترمذي في السنن ٤ / ١٨٣' الحديث رقم ١٧١٠' وأحمد في المسند ٣ / ٣١٨

ترجمہ: حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے منہ پر داغنے اور منہ پر مارنے سے منع فرمایا ہے یعنی کسی جانور یا آدمی کے منہ پر طمانچہ یا کوڑا نہ مارا جائے اور نہ کسی کے منہ پر داغ دیا جائے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

منہ پر داغ دینے والا ملعون

۱۵/۳۹۹۵ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَيْهِ حِمَارٌ وَقَدْ وُسِمَ فِيْ وَجْهِهٖ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الَّذِيْ وَسَمَهٗ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ٣ / ١٦٧٣ كتاب اللباس والزينته' باب النهى عن ضرب الحيوان فى وجهه ووسمه فيه' الحديث رقم (١٠٧ ـ ٢١١٧) وأبو داود في السنن ٣ / ٥٧ الحديث رقم ٢٥٦٤' وأحمد في المسند ٣ / ٢٩٧

ترجمہ: حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ ایک دن جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے ایک گدھا گزرا جس پر داغ دیا گیا تھا آپ ﷺ نے اس کو دیکھ کر فرمایا اس شخص پر لعنت ہو جس نے اس کو داغ دیا ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞

سوال: اگر یہاں یہ سوال پیدا ہو کہ آپ ﷺ نے اس گدھے کے منہ پر داغنے والے پر لعنت فرمائی حالانکہ مسلمانوں پر لعنت کی ممانعت ہے؟

جواب: ممکن ہے کہ داغنے والا مسلمان نہ رہا ہو۔ نمبر۲ منافقین سے ہو۔ نمبر۳ ممکن ہے کہ آپ کا لعنت کرنا بددعا کے طور پر نہ ہو بلکہ اخبار بالغیب کے طور پر ہو۔ یعنی آپ ﷺ نے اس جملے سے یہ اطلاع دی ہے کہ وہ شخص اس لعنت کا حقدار بن گیا ہے۔

اہم تنبیہ:

تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ جاندار کے منہ پر داغ دینا ممنوع ہے خواہ انسان ہو یا حیوان۔ جانور کے منہ کے علاوہ جسم کے کسی حصہ پر داغ کا مسئلہ یہ ہے کہ امتیاز و فرق کے لئے زکوٰۃ و جزیہ کے جانوروں کو بعض علماء نے مستحب قرار دیا ہے اور ان کے علاوہ دوسرے جانوروں کو بھی داغنا جائز ہے جہاں تک انسانوں کو داغ دینے کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں صحابہ کرامؓ کے مختلف اقوال و اخبار قولاً اور فعلاً منقول ہیں۔

بعض تو اسے اچھا نہیں گردانتے اور دیگر اقوال ترک مدح پر دال ہیں۔ اور بعض اقوال سے صریح طور پر ممانعت ثابت

ہوتی ہے جبکہ آپ ﷺ کا یہ عمل جواز پر دلالت کرتا ہے آپ نے ایک طبیب کو حضرت ابیؓ کے پاس بھیجا جس نے ان کی فصد کھولی اور داغا۔ نمبر۲ اسی طرح حضرت سعد بن معاذؓ زخمی ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کو داغ دینے کی اجازت دی جبکہ ورم ہونے پر انہیں اور داغ دیا گیا۔ نیز حضرت جابرؓ اور حضرت ابوزرارہؓ کے جسم پر بھی داغ دینا روایات میں وارد ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ جن اقوال میں انسانی جسم کو داغنے کی ممانعت مذکور ہے ان کا تعلق قصداً اور بلاضرورت اور امتیازی طور پر داغنے سے ہے۔ البتہ مرض کے سلسلہ میں داغنا بلاشبہ جائز ہے۔

علماء کا قول یہ ہے کہ علاج کی نیت سے انسانی جسم کے کسی حصہ کو داغنا اسباب وہمیہ میں سے ہے کیونکہ اسے اختیار کرنا جذبہ توکل اور اعتماد علی اللہ کے اعتبار سے مناسب نہیں ہے جبکہ دیگر علاجات اسباب ظنیہ میں سے ہونے کی بناء پر توکل کے منافی نہیں ہیں۔ البتہ اگر ظن غالب ہو کہ داغنا اس مرض کے لئے ایک سود مند علاج ہوگا تو اس صورت میں اس کو اختیار کرنا غیر مناسب نہ ہوگا چنانچہ اہل افتاء نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ کہ داغنا بذاتہ مکروہ تحریمی ہے۔ مگر ظن غالب حاصل ہونے کی صورت میں اس طرح کہ ماہر طبیب یہ کہہ دے کہ اس مرض کا دفعیہ صرف داغنے پر ہے اور اس کے سواء دوسرا علاج نہیں تو داغنا مکروہ تحریمی نہ ہوگا۔

دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ داغنے کی ممانعت اس بناء پر ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کا پختہ عقیدہ تھا کہ داغنا دفعیہ مرض کا ایک قطعی علاج ہے۔ ظاہر ہے کہ اسلامی نظریہ کے لحاظ سے یہ ایک باطل اعتقاد تھا۔ اس لئے مسلمانوں کو اس سے روک دیا گیا تاکہ وہ اس کو اختیار کرنے سے شرک خفی کے جال میں نہ پھنس جائیں۔

اُونٹ کو داغ دینے کا ثبوت

۳۹۹۶/۱۶وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ غَدَوْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِعَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَۃَ لِیُحَنِّکَہٗ فَوَافَیْتُہٗ فِیْ یَدِہِ الْمِیْسَمَ یَسِمُ اِبِلَ الصَّدَقَۃِ۔ (متفق علیہ)

اخرجہ البخاری فی صحیحہ ۳ / ۳۶۶ کتاب الزکوۃ' باب وسم الامام اهل الصدقة بیدہ' الحدیث رقم ۱۵۰۲' و مسلم فی ۳ / ۱۶۷۴' الحدیث رقم (۱۰۹ ـ ۲۱۱۹)

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک دن میں صبح کے وقت عبداللہ بن ابوطلحہ کو جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گیا تاکہ کھجور چبا کر اس کے تالو میں لگا دیں تو اس وقت میں نے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ کے دست مبارک میں داغنے کا آلہ تھا جس کے ذریعہ آپ زکوٰۃ کے اونٹوں کو داغ رہے تھے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ عبداللہ بن ابوطلحہؓ ماں کی طرف سے حضرت انسؓ کے حقیقی بھائی ہیں اور باپ کی طرف سے سوتیلے بھائی تھے حضرت ابوطلحہ یہ ام سلیم کے خاوند ہیں جو انس کی والدہ ہیں۔ عبداللہ انہی کے ہاں پیدا ہوئے تحنیک سنت ہے۔ آپ ﷺ کا اونٹوں کو داغنا کسی خلجان کا باعث نہ ہونا چاہئے کہ آپ ﷺ منہ کے علاوہ جسم کے دوسرے حصوں پر داغ دے رہے تھے اور داغنے کی ممانعت کا تعلق خصوصاً منہ سے ہے یا بلاضرورت داغنے کی ممانعت ہے اور زکوٰۃ کے اونٹوں کو ایک ضرورت سے داغا جا رہا تھا۔ تاکہ ان میں اور دوسرے اونٹوں میں واضح فرق ہو۔

بکریوں کو داغ دینے کا ثبوت

۳۹۹۷/۱۷ وَعَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ مِرْبَدٍ فَرَاَيْتُهُ يَسِمُ شَاءً حَسِبْتُهُ قَالَ فِيْ اٰذَانِهَا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۹ / ۶۵۳، کتاب الذبائح والصید، باب الوسم والعلم فی الصورة، الحدیث رقم ۵۵۴۲ و مسلم فی ۳ / ۱۶۷۴، الحدیث رقم (۱۱۱ ـ ۲۱۱۹) و أبو داود فی السنن ۳ / ۵۷ الحدیث رقم ۲۵۶۳

ترجمہ: ہشام بن زید نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بتلایا کہ میں ایک دن جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ جانوروں کے باڑے میں تھے میں نے دیکھا کہ آپ بکریوں وغیرہ کے کسی عضو پر داغ دے رہے تھے۔ ہشام کہتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ حضرت انسؓ نے یہ بیان کیا تھا کہ آپ ان بکریوں وغیرہ کے کان پر داغ دے رہے تھے۔ بخاری و مسلم۔

تشریح ۞ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ منہ میں کان شامل نہیں ہیں کیونکہ چہرہ پر داغ کی ممانعت ہے اگر کان کا تعلق بھی چہرہ سے ہوتا تو آپ کان پر داغ نہ دیتے۔

الفصل الثانی:

تیز دھار والی چیز کا ذبیحہ

۳۹۹۸/۱۸ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتَ اَحَدُنَا اَصَابَ صَيْدًا وَلَيْسَ مَعَهُ سِكِّيْنٌ اَيَذْبَحُ بِالْمَرْوَةِ وَشِقَّةِ الْعَصَا فَقَالَ اَمْرِرِ الدَّمَ بِمَ شِئْتَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ۔

(رواه ابو داود والنسائی)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۲۴۹ کتاب الاضاحی، باب فی الذبیحة بالمروة، الحدیث رقم ۲۸۲۴ والنسائی فی ۷ / ۱۹۴، الحدیث رقم ۴۴۰۴، وابن ماجه ۲ / ۱۰۶۰، الحدیث رقم ۳۱۷۷، وأحمد فی المسند ۴ / ۲۵۶

ترجمہ: حضرت عدیؓ بن حاتم سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے بتلائیں کہ اگر ہم میں سے کوئی شخص جانور کا شکار پکڑے اور اس وقت اس کے پاس چھری نہ ہو تو کیا وہ کسی پتھر کے ٹکڑے اور لکڑی کی کھپچ سے اس شکار کو ذبح کر سکتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا جس چیز سے چاہو بسم اللہ پڑھ کر خون بہا دو۔ (ابوداؤد ونسائی)

شرعی ذبیحہ اور اضطراری ذبیحہ

۳۹۹۹/۱۹ وَعَنْ اَبِي الْعُشَرَاءِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا تَكُوْنُ الذَّكَاةُ اِلَّا فِي الْحَلْقِ وَاللَّبَّةِ فَقَالَ لَوْ طَعَنْتَ فِيْ فَخِذِهَا لَاَجْزَاَ عَنْكَ۔ (رواه الترمذی و ابو داود والنسائی و ابن

ماجة والدارمی وقال ابوداود هذا ذكاة المتردی وقال الترمذی هذا فی الضرورة)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۲۵۰، الحديث رقم ۲۸۲۵، والترمذی فی ٤ / ٦٢ كتاب الاطعمة، باب ما جاء فی الزكاة فی الحلق واللبة، الحديث رقم ۱٤۸۱ والنسائی فی ۷ / ۲۲۸ الحديث رقم ٤٤٠٨، وابن ماجه فی ۲ / ۱۰٦۳ الحديث رقم ۳۱۸٤، والدارمی فی ۲ / ۱۱۳ الحديث رقم ۲ / ۱۱۳ الحديث رقم ۱۹۷۲، وأحمد فی المسند ٤ / ۲۳٤

ترجمہ: حضرت ابوالعشراءؒ اپنے والد محترم سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا شرعی ذبح کا تعلق حلق اور سینہ کے درمیانی حصہ سے ہے یعنی کیا شرعی ذبح اسی کو بولیں گے کہ جانور کے حلق اور سینہ کے مابین حصہ سے جراحت کے ساتھ خون بہائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا اگر تم شکار کے ران میں بھی زخم پہنچا دو گے تو تمہارے لئے کافی ہو گا۔ یہ ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ دارمی کی روایت ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اس قسم کے ذبیحہ کی اجازت کا تعلق اس جانور سے ہے جو کنویں میں گر پڑا ہو۔ یعنی یہ ذبح اضطراری ہے امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حالت ضرورت کا حکم ہے۔

تشریح ❁ امام ترمذیؒ نے ابوداؤد کی وضاحت کو مزید توسع سے ذکر کر دیا تا کہ اس ذبح میں بھاگے ہوئے اونٹ کو ذبح کرنے کی صورت بھی آ جائے۔

سدھائے ہوئے کتے کا شکار کیونکر حلال ہے

۴۰۰۰/۲۰ وَعَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا عَلَّمْتَ مِنْ كَلْبٍ اَوْبَازٍ ثُمَّ اَرْسَلْتَهٗ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ فَكُلْ مِمَّا اَمْسَكَ عَلَيْكَ قُلْتُ وَاِنْ قَتَلَ قَالَ اِذَا قَتَلَهٗ وَلَمْ يَاْكُلْ مِنْهُ شَيْئًا فَاِنَّمَا اَمْسَكَهٗ عَلَيْكَ ۔ (رواه ابوداود)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۲۷۱ كتاب الصيد، باب فی الصيد، الحديث رقم ۲۸۵۱۔

ترجمہ: حضرت عدی بن حاتمؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس جانور کو تم نے سکھلایا خواہ وہ کتا ہو یا باز اور پھر تم نے ان میں سے کسی کو شکار پر چھوڑا اور چھوڑتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا نام لیا تو تم اس جانور کو کھالو جس کو اس کتے اور باز نے تمہارے لئے پکڑا ہے میں نے عرض کیا اگرچہ اس نے شکار کو مار ڈالا ہو۔ آپ نے فرمایا جب وہ کتا اور باز شکار کو مار ڈالے اور خود اس میں سے کچھ نہ کھائے تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ اس نے اس شکار کو تمہاری خاطر پکڑا ہے۔ (ابوداؤد)

اپنے تیر کا شکار حلال ہے

۴۰۰۱/۲۱ وَعَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرْمِی الصَّيْدَ فَاَجِدُفِيْهِ مِنَ الْغَدِ سَهْمِیْ قَالَ اِذَا عَلِمْتَ اَنَّ سَهْمَكَ قَتَلَهٗ وَلَمْ تَرَفِيْهِ اَثَرَسَبُعٍ فَكُلْ۔ (رواه ابوداود)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤ / ٥٥، كتاب الصيد، باب ما جاء فی الرجل يرمی الصيد فيغيب عنه، الحديث رقم

١٤٦٨ والنسائی فی ٧ / ١٩٣' الحدیث رقم ٤٣٠٠

ترجمہ: حضرت عدیؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں شکار پر اپنا تیر چلاتا ہوں پھر اگلے دن وہ شکار پڑا ملتا ہے تو اس میں میں اپنا تیر پاتا ہوں کیا وہ شکار میں کھا سکتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس صورت میں اگر تم یہ جانو کہ اس شکار کو تمہارے تیر نے مار ڈالا ہے۔ اور اس شکار میں کسی درندے کا نشان نہ پاؤ۔ تو اس کو کھا سکتے ہو اور اگر اس شکار میں کسی درندے کے پنجے اور دانت کا نشان پاؤ یا کسی دوسرے کے تیر کی علامت پاؤ تو اس صورت میں اسے مت کھاؤ۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

مجوسی کا شکار ممنوع ہے

۲۲/۴۰۰۲ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نُهِيْنَا عَنْ صَيْدِ كَلْبِ الْمَجُوْسِ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن' ٤ / ٣٤٠' کتاب الصید' باب ما جاء فی صید کلب المحوس' الحدیث رقم ١٤٦٦ وابن ماجه فی ٢ / ١٠٧٠' الحدیث رقم ٣٢٠٩

ترجمہ: حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ ہمیں مجوس کے کتے کا پکڑا ہوا شکار کھانے کی ممانعت کی گئی ہے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ مطلب یہ ہے کہ جس شکار کو مجوسی اپنے کتے یا مسلمان کے کتے کے ذریعہ پکڑے اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔ البتہ:

① اگر وہ شکار زندہ مل جائے اور اسے ذبح کر لیا جائے تو اس کا کھانا جائز ہوگا۔ اسی طرح

② اگر کسی مسلمان نے کسی مجوسی کے کتے کے ذریعہ شکار مارا ہے تو اس کو کھانا بھی جائز ہوگا۔

③ اگر کتے چھوڑنے اور تیر چلانے میں مسلمان اور مجوسی دونوں شریک ہوں اور وہ شکار مارے تو وہ شکار حلال نہ ہوگا یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ غیر مسلم جو اہل کتاب نہ ہو اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال نہیں ہے اور اگر وہ کتے وغیرہ کے ذریعہ شکار مارے تو وہ بھی حلال نہ ہوگا۔

کفار کے برتنوں کا برتنا کیسا؟

۲۳/۴۰۰۳ وَعَنْ اَبِىْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِىِّ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا اَهْلُ سَفَرٍ نَمُرُّ بِالْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى وَالْمَجُوْسِ فَلَا نَجِدُ غَيْرَ اٰنِيَتِهِمْ قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا غَيْرَهَا فَاغْسِلُوْهَا بِالْمَاءِ ثُمَّ كُلُوْا فِيْهَا وَاشْرَبُوْا۔

(رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤ / ٥٣ کتاب الصید' باب ما جاء ما یو کل من صید الکلب ومالا یؤ کل' حد ١٤٦٤ وأحمد فی المسند ٤ / ١٩٣

ترجمہ: حضرت ابوثعلبہ خشنیؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اکثر سفر کرنے والے لوگوں سے ہیں ہم یہودیوں' عیسائیوں اور مجوسیوں کی آبادیوں سے گزرتے ہیں اس وقت ان کے برتنوں کے علاوہ اور برتن ہمارے پاس نہیں

ہوتے کیا ہم ان کے برتنوں میں کھاپی سکتے ہیں آپ نے فرمایا اگر تمہیں ان کے برتنوں کے علاوہ برتن دستیاب نہ ہوں تو ان کے برتنوں کو اچھی طرح دھو کر استعمال کرلو۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ غیر مسلم کے برتنوں میں کھانے پینے کے سلسلہ میں فصل اول میں روایت گزری ہے اور اس موقع پر اس کی تفصیل کر دی گئی ہے۔

حلال میں شک وشبہ کی ممانعت

۲۴/۴۰۰۴ وَعَنْ قَبِیْصَةَ بْنِ هُلْبٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ طَعَامِ النَّصَارٰی وَفِیْ رِوَایَةٍ سَاَلَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ مِنَ الطَّعَامِ طَعَامًا اَتَحَرَّجُ مِنْهُ فَقَالَ لَا یَتَخَلَّجَنَّ فِیْ صَدْرِكَ شَیْءٌ ضَارَعْتَ فِیْهِ النَّصْرَانِیَّةَ ۔ (رواه الترمذی و ابوداود)

اخرجه أبو داود فی السنن ٤ / ١٨٧ كتاب الاطعمة' باب فی كراهية التقذر للطعام' الحديث رقم ٣٧٨٤ والترمذی فی ٤ / ١١٣' الحديث رقم ١٥٦٥ وابن ماجه ٢ / ٩٤٤ الحديث رقم ٢٨٣٠

ترجمہ: حضرت قبیصہ بن ہلب ؒ نے اپنے والد سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نصاریٰ کے کھانے کے سلسلہ میں دریافت کیا کہ اس کو کھایا جائے یا نہیں اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے دریافت کیا اس نے کہا کھانوں میں سے ایک کھانا یہود ونصاریٰ کا کھانا ہے میں اس سے پرہیز کرتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے دل میں کوئی شک وشبہ نہ آنا چاہئے تم نے اپنے اس طرز سے نصرانیوں کے عمل کی مشابہت اختیار کرلی ہے۔ یہ ترمذی وابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ضَارَعْتَ یعنی اپنے اس فعل سے تو نصرانیوں کے مشابہ ہوا وہ اس چیز سے پرہیز کرتے ہیں جس کے متعلق ان کے دل میں آتا ہے کہ یہ حرام ہے یا مکروہ ہے اور یہ قلیل کے معنی میں ہے مطلب یہ ہے کہ تم پرہیز مت کرو اور بلا دلیل شک میں مبتلا نہ ہو اور ملت حنفیہ کے مطابق ظاہر پر عمل کر۔ اگر تو پرہیز کرے گا تو نصرانیوں کے مشابہ ہوگا اس لئے کہ یہ عیسائیوں کی عادات سے ہے۔ انہوں نے اپنے دین میں بلا وجہ کی پابندیاں لگا رکھی ہیں اور نصرانیوں کی قید اس لئے لگائی کیونکہ سوال کرنے والے عدی بن حاتم تھے جو پہلے نصرانی رہ چکے تھے۔ (ع)

مجثمہ کی ممانعت

۲۵/۴۰۰۵ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْلِ الْمُجَثَّمَةِ وَهِیَ الَّتِیْ تُصْبَرُ بِالنَّبْلِ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤ / ٥٩ كتاب الاطعمة' باب ما جاء فی كراهية اكل المصبورة ' الحديث رقم ١٤٧٣ ـ

ترجمہ: حضرت ابودرداء ؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجثمہ جانور کے کھانے سے منع فرمایا مجثمہ وہ جانور

ہے جس کو کھڑا کر کے تیروں کے نشانہ سے مارا جائے یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ مُجَثَّمَة: کی تفسیر کسی راوی کی ہے اس سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہ قتل ذبح نہیں ہے اس لئے اس فعل کی ممانعت ہے اور اس جانور کا گوشت حرام ہے۔ (ع)

چھ اقسام محرمات

۴۰۰۶/۲۶ وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ كُلِّ ذِىْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَعَنْ كُلِّ ذِىْ مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ وَعَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ وَعَنِ الْمُجَثَّمَةِ وَعَنِ الْخَلِيْسَةِ وَاَنْ تُوْطَاَ الْحُبَالٰى حَتّٰى يَضَعْنَ مَافِىْ بُطُوْنِهِنَّ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى سُئِلَ اَبُوْعَاصِمٍ عَنِ الْمُجَثَّمَةِ فَقَالَ اَنْ يُّنْصَبَ الطَّيْرُ اَوِالشَّىْءُ فَيُرْمٰى وَسُئِلَ عَنِ الْخَلِيْسَةِ فَقَالَ الذِّئْبُ اَوِالسَّبُعُ يُدْرِكُهُ الرَّجُلُ فَيَاْخُذُ مِنْهُ فَيَمُوْتُ فِىْ يَدِهٖ قَبْلَ اَنْ يُذَكِّيَهَا۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤ / ٥٩ کتاب الاطعمة' باب ' الحديث رقم ١٤٧٣۔

ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ہر کچلی والے جانور کے کھانے سے منع فرمایا یعنی وہ درندہ جو اپنی کچلیوں سے پھاڑتا ہو مثلاً شیر' بھیڑیا' چیتا' ریچھ' بندر' سور وغیرہ اسی طرح کے جانور۔ اور آپ ﷺ نے ذومخلب یعنی پنجے والے پرندوں کے کھانے سے منع فرمایا یعنی ایسا پرندہ جو دوسروں کا شکار کرتا ہے مثلاً باز' چیل وغیرہ اور آپ نے پالتو گدھے کے گوشت سے منع فرمایا۔ پہلے ان کا کھانا حلال تھا۔ اور مجثمہ سے منع فرمایا اور درندے سے چھینا ہوا جانور جو ذبح سے پہلے مر جائے اور جہاد میں آنے والی حاملہ لونڈیوں کے ساتھ صحبت سے منع فرمایا جب تک کہ وہ حمل وضع نہ ہو جائے (اور استبراء نہ ہو) محمد بن یحییٰ کہتے ہیں کہ ابو عاصم سے مجثمہ کا معنی دریافت کیا گیا تو انہوں نے بتلایا ایک پرندے یا چرندے کو باندھ دیا جائے پھر اسے تیروں سے نشانہ بنایا جائے ابو عاصم سے خلیسہ کا معنی دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا بھیڑئیے یا اور کسی درندے نے کسی جانور کو پکڑا اور کسی نے اس سے چھڑا لیا پھر وہ جانور اس کے ہاتھوں میں مر جائے اس سے پہلے کہ وہ ذبح کرتا۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

شریطہ شیطان

۴۰۰۷/۲۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ شَرِيْطَةِ الشَّيْطَانِ زَادَ ابْنُ عِيْسٰى هِىَ الذَّبِيْحَةُ يُقْطَعُ مِنْهَا الْجِلْدُ وَلَا تُفْرَى الْاَوْدَاجُ ثُمَّ تُتْرَكُ حَتّٰى تَمُوْتَ۔

(رواه ابوداود)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤ / ٥٩' الحديث رقم ١٤٧٤' وأحمد فی المسند ٤ / ١٢٧ و سنن ابوادود' کتاب الاضاحی' باب فی المبالغة فی الذبح' ح ٢٨٢٦۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے شریطہ شیطان سے منع فرمایا ابن عیسیٰ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ جانور کا چمڑہ اتار لیا جائے اور اس کی گردن کی رگیں نہ کاٹی جائیں پھر اسے چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائے یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ زمانہ جاہلیت میں بعض لوگ جانور کے حلق سے تھوڑا سا چمڑہ کاٹتے پھر اسے چھوڑ دیتے یہاں تک کہ وہ جانور مر جاتا۔ اس کو شریطہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ شرط کا معنی چھیلنا اور نشتر مارنا ہے۔ یہ شرط الحجام سے لیا گیا ہے۔ کہ شرط علامت کے معنی میں ہے۔ اور شیطان کی طرف اضافت کی وجہ یہ ہے کہ اس کی انگیخت پر یہ عمل کیا گیا اور وہ اس پر خوش ہوا۔ (ح)

پیٹ کے بچہ کی حلت ماں کے ذبح پر ہے

۴۰۰۸/۲۸ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَکٰوۃُ الْجَنِیْنِ ذَکٰوۃُ اُمِّہٖ۔

(رواہ ابوداود والدارمی' ورواہ الترمذی عن ابی سعید)

اخرجہ أبوداود فی السنن ۳ / ۲۵۱ کتاب الاضاحي' باب ۱۷' الحدیث رقم ۲۸۲٦ والدارمی فی ۲ / ۱۱۵ الحدیث رقم ۱۹۷۹ اخرجہ الترمذی فی السنن ٤ / ٦۰ الحدیث رقم ۱٤۸٦

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بچے کا ماں کے پیٹ میں ذبح کرنا اس کی ماں کے ذبح کرنے سے ہوتا ہے یہ ابوداؤد کی روایت ہے دارمی نے بھی روایت کی ہے ترمذی نے اسے ابوسعید سے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ ذَکٰوۃُ الْجَنِیْنِ: پیٹ کے بچہ کی حلت کے لئے اس کی ماں کا ذبح کیا جانا کافی ہے مثلاً بکری ذبح کی گئی اور اس کے پیٹ میں بچہ مر گیا تو اس کا گوشت حلال ہے ائمہ ثلاثہ اسی بات کے قائل ہیں مگر امام شافعیؒ کے ہاں اس وقت بھی حلال ہے خواہ بال نکلے ہوں یا نہ نکلے ہوں اور امام مالکؒ کے ہاں اس کی خلقت تمام ہو اور بال نکلے ہوں تو تب حلال ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: اس جنین کا کھانا اس وقت درست ہے جبکہ زندہ نکلے اور اسے ذبح کر لیا جائے زفر و حسن بن زیاد کا بھی یہی قول ہے۔

دلیل: ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر شکار کا جانور پانی میں گر کر مر جائے تو اس کا کھانا حلال نہیں ہے کیونکہ اس میں احتمال ہے کہ پانی میں گر کر مرا ہو تو شک کے موقع پر کھانا حرام کیا گیا کیونکہ جان نکلنے کا سبب مشکوک ہو گیا اور اس بچہ میں یہ چیز بدرجہ اولیٰ موجود ہے۔ اس کی ماں کو ذبح کرنے سے مرا یا دم گھٹ کر اس کی موت واقع ہوئی اگر بچہ زندہ نکلے تو اس کا ذبح کرنا واجب ہے اس میں سب کا اتفاق ہے یہ روایت متکلم فیہ ہے۔ واللہ اعلم۔ (ح)

ذکاۃ جنین

۴۰۰۹/۲۹ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قُلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَنْحَرُ النَّاقَۃَ وَنَذْبَحُ الْبَقَرَۃَ وَالشَّاۃَ فَنَجِدُ فِیْ بَطْنِھَا الْجَنِیْنَ اَنُلْقِیْہِ اَمْ نَاْکُلُہٗ قَالَ کُلُوْہُ اِنْ شِئْتُمْ فَاِنَّ ذَکَاتَہٗ ذَکَاۃُ اُمِّہٖ۔

(رواہ ابوداود وابن ماجۃ)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۲۵۲ کتاب الاضاحی' باب ما جاء فی زکاة الجنین' الحدیث رقم ۲۸۲۷ وابن ماجه فی ۲ / ۱۰۶۷' الحدیث رقم ۳۱۹۹' وأحمد فی المسند ۳ / ۳۱

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم اونٹنی کو نحر کرتے اور گایوں اور بکریوں کو ذبح کرتے ہیں پھر اس کے پیٹ میں بچہ پاتے ہیں یعنی مردہ بچہ کیا اسے پھینک دیں یا کھائیں آپ نے فرمایا اس کو پسند کرو تو کھاؤ۔ اس کی ماں کا ذبح کرنا اس کے ذبح کے قائم مقام ہے یہ ابوداؤد اور ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ❁ نحر: اونٹ کے سینہ میں نیزہ مارنا یہ اونٹ کے لئے سنت طریقہ ہے اگرچہ ذبح بھی درست ہے اور بکری' گائے وغیرہ میں سنت ذبح یعنی رگہائے حلق کا کاٹنا ہے۔ (ح)

چھوٹے حلال پرند کا ناحق قتل

۴۰۱۰/۳۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِوابْنِ الْعَاصِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَتَلَ عُصْفُوْرًا فَمَا فَوْقَهَا بِغَيْرِ حَقِّهَا سَاَلَهُ اللّٰهُ عَنْ قَتْلِهٖ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا حَقُّهَا قَالَ اَنْ يَّذْبَحَهَا فَيَاْكُلَهَا وَلَا يَقْطَعَ رَاْسَهَا فَيَرْمِيَ بِهَا۔ (رواه احمد والنسائی والدارمی)

اخرجه النسائی فی السنن ۷ / ۲۳۹' کتاب الضحایا' باب من قتل عصفوراً بغیر حقها الحدیث رقم ۴۴۴۵' والدارمی فی ۲ / ٤' الحدیث رقم ۱۹۷۸' وأحمد فی المسند ۲ / ۱۶۶!

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے چڑیا یا اس سے چھوٹے یا بڑے جانور کو ناحق قتل کیا یعنی ذبح کر کے کھانے کے لئے نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے قتل سے متعلق سوال کریں گے عذاب و عتاب فرمائیں گے یعنی قیامت کے دن۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ان کا حق کیا ہے یارسول اللہ ﷺ۔ آپ نے فرمایا اسے ذبح کرے اور کھائے یعنی بلاوجہ پتھر وغیرہ سے نہ مارے۔ اور نہ کاٹے اس کا سر اور پھر اسے پھینک دے یعنی یہ ناحق مارنا ہے۔ یہ احمد' نسائی' دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ❁ **فَيَاْكُلَهَا** : یعنی اس سے فائدہ اٹھائے اور اسے پھینک کر ضائع مت کرے۔

ابن الملک: کہتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس حیوان کو کھانا نہ ہو اسے ذبح کر کے ضائع مت کرے۔ انتہی۔

بہتر قول: یہ ہے کہ ان کا بلاوجہ مارنا مکروہ تحریمی ہے اسی وجہ سے جناب رسول اللہ ﷺ نے حیوانات کے [illegible] نے سے منع فرمایا جو کھائے نہیں جاتے جیسا کہ روایت آرہی ہے۔

علامہ طیبی کا قول: حقها: یہ انتفاع اور فائدہ اٹھانے کی تعبیر ہے جیسا کہ سر کاٹنا اور پھینکنا' یہ ضیاع کی تعبیر ہے پس آپ کا ارشاد: " وَلَا يَقْطَعَ رَاْسَهَا فَيَرْمِيَ بِهَا " یہ سابقہ عبارت کی تاکید ہے۔ (ع)

زندہ جانور کا عضو کاٹنے کی ممانعت

۴۰۱۱/۳۱ وَعَنْ اَبِيْ وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَهُمْ يُحِبُّوْنَ اَسْنِمَةَ

الْاِبِلِ وَيَقْطَعُوْنَ اَلْيَاتِ الْغَنَمِ فَقَالَ مَا يُقْطَعُ مِنَ الْبَهِيْمَةِ وَهِيَ حَيَّةٌ فَهِيَ مَيْتَةٌ لَا تُؤْكَلُ۔

(رواہ الترمذی وابوداود)

اخرجه أبوداود في السنن ٣ / ٢٧٧ الحديث رقم ٢٨٥٨ والترمذي في ٤ / ٦٢ كتاب الاطعمة باب ما قطع من الحي فهو ميت الحديث رقم ١٤٨٠ والدارمي في ٢ / ١٢٨ الحديث رقم ٢٠١٨ وأحمد في المسند ٥ / ٢١٨

ترجمہ: حضرت ابوواقد لیثیؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے اس وقت مدینہ منورہ میں اونٹ کے کوہان کاٹ لینے کا رواج تھا اسی طرح دنبوں کی چکیاں کاٹ لی جاتیں اور ان کو وہ (بلاتکلف) اپنے کھانے کے لئے استعمال کرتے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا زندہ جانور کی جو چیز کاٹی جائے یعنی کوہان' چکی' دم وغیرہ۔ وہ مردار ہے اس کو مت کھایا جائے۔ یہ ترمذی اور ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح: مایقطع: زندہ جانور کا جو عضو کاٹ لیا جائے۔ پس وہ مردار کے حکم میں ہے اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ (ع۔مولانا)

الفصل الثالث:

اضطراری ذبح کی کیفیت

۳۲/۴۰۱۲ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِيْ حَارِثَةَ اَنَّهٗ كَانَ يَرْعٰى لِقْحَةً بِشِعْبٍ مِنْ شِعَابِ اُحُدٍ فَرَاٰى بِهَا الْمَوْتَ فَلَمْ يَجِدْ مَا يَنْحَرُهَا بِهٖ فَاَخَذَ وَتَدًا فَوَجَأَ بِهٖ فِيْ لَبَّتِهَا حَتّٰى اَهْرَاقَ دَمَهَا ثُمَّ اَخْبَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاَمَرَهٗ بِاَكْلِهَا۔ (رواہ ابوداود ومالک وفی روایته قَالَ فَذَكَّاهَا بِشِظَاظٍ)

اخرجه أبوداود في السنن ٣ / ٢٤٩ كتاب الاضاحي باب في الذبيحة بالمروة الحديث رقم ٢٨٢٣ و مالك في الموطا ٢ / ٤٨٩ الحديث رقم ٣ من كتاب الذبائح وأحمد في المسند ٥ / ٤٣٠

ترجمہ: حضرت عطاء بن یسارؒ سے روایت ہے انہوں نے قبیلہ بنی حارثہ کے ایک شخص سے نقل کیا جو کہ گابھن اونٹنی احد کے درہ کے پاس چرا رہا تھا اس نے اونٹنی میں موت کے آثار محسوس کئے یعنی اس نے اندازہ لگایا کہ وہ اونٹنی مر رہی ہے۔ اس نے اس کو نحر کرنے کے لئے کوئی چیز نہ پائی اس کو ایک کیل مل گئی جس کی نوک اس نے اونٹنی کے سینہ میں گھونپ دی جس سے اس کا خون بہا دیا پھر اس نے اس واقعہ کو جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ذکر کیا تو آپ ﷺ نے اس کو کھانے کا حکم فرمایا۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آخر کار اس نے ایک دھار دار لکڑی سے اسے ذبح کر ڈالا۔ یہ ابوداؤد و مالک کی روایت ہے۔

دریائی جانوروں کا تزکیہ

۳۳/۴۰۱۳ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْبَحْرِ اِلَّا وَقَدْ ذَكَّاهَا اللّٰهُ لِبَنِيْ اٰدَمَ۔ (رواہ الدارقطنی)

اخرجه الدارقطني في السنن ٤ / ٢٦٧ الحديث رقم ٤ في كتاب الصيد والذبائح

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دریا کا جو جانور بھی ہے اللہ تعالیٰ نے اسے بنی آدم کے لئے حلال کیا ہے یہ دارقطنی کی روایت ہے۔

تشریح ❁ **ذَکَّاھَا اللّٰہُ** یعنی وہ بغیر ذبح کے حلال ہے اس کا شکار اور دریا سے نکالنا یہ ذبح کا حکم رکھتا ہے۔

نمبر۲: اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام دریائی جانور حلال ہیں۔ خواہ وہ خود مر جائیں یا انکو شکار کیا جائے اور مچھلی تمام کے ہاں بالاتفاق حلال ہے۔ دیگر جانوروں میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے ہاں دریائی جانوروں میں صرف مچھلی حلال ہے اور وہ مچھلی جو پانی میں مر کر خود تیر آئے وہ حرام ہے البتہ سردی' گرمی کے اثر سے مر کر تیرے تو وہ حلال ہے۔

بَابُ ذِكْرِ الْكَلْبِ

کتے سے متعلقہ بیان

اس باب میں کتوں کا حکم ذکر کیا گیا ہے کہ کس کتے کو پالنا درست ہے اور کس کو پالنا درست نہیں۔ اور کس کتے کو مارنا درست ہے اور کس کو مارنا درست نہیں۔ (ح)

الفصل الاول:

شوقیہ کتے کے سبب دو قیراط ثواب کا گھٹنا

۴۰۱۴/ا عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَنٰى كَلْبًا اِلَّا كَلْبَ مَا شِيَةٍ اَوْضَارٍ نُقِصَ مِنْ عَمَلِهٖ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطَانِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاري في صحيحه ٦٠٧٩ كتاب الذبائح والصيد باب من اقتنى كلبًا ليس بكلب الصيد وما شية الحديث رقم ٥٤٨٠ و مسلم في ٣ / ١٢٠١ الحديث رقم (٥٠ ـ ١٥٧٤) والترمذي في السنن ٤ / ٦٧ الحديث رقم ١٤٨٧ والنسائي في ٧ / ١٨٨ الحديث رقم ٣٢٨٦ والدارمي في ٢ / ١٢٤ الحديث رقم ٢٠٠٤ و مالك في الموطا ٢ / ٩٦٩ الحديث رقم ١٣ من كتاب الاستيذان وأحمد في المسند ٢ / ٨

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کتا پالے سوائے اس کتے کے جو مویشیوں کے لئے ہو یا شکار کے لئے اس کے عمل میں سے دو قیراط کی مقدار ثواب کم کیا جاتا ہے۔ یہ بخاری' مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ قیراط: قیراط آدھے دانگ کے برابر ہوتا ہے۔ مگر یہاں زرگروں کا یہ قیراط مراد نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک وزن معلوم ہے۔ جس کو قیراط کہتے ہیں۔

اختلافِ علماء:

اس بارے میں اختلاف ہے کہ عمل میں ثواب کے کم ہونے کی کیا وجہ ہے۔ نمبر۱ ملائکہ رحمت گھر میں داخل نہیں ہوتے۔ نمبر۲ لوگوں کوایذا دینے کی وجہ سے ثواب کم ہوتا ہے۔ نمبر۳ کتے برتنوں میں حالت غفلت میں منہ ڈالتے ہیں اور لوگ ان کونہیں دھوتے (نجس استعمال کرتے ہیں) (ح۔ع)

شوقیہ کتا رکھنے سے ایک قیراط ثواب کی کمی

۲/۴۰۱۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اتَّخَذَ کَلْبًا اِلَّا کَلْبَ مَاشِیَةٍ اَوْصَیْدٍاَوْزَرْعٍ اِنْتَقَصَ مِنْ اَجْرِهٖ کُلَّ یَوْمٍ قِیْرَاطٌ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵ / ۵ کتاب الحرث والمزارعة' باب اقتناء الکلب للحرث' الحدیث رقم ۲۳۲۲ و مسلم فی ۳ / ۱۲۰۳ الحدیث رقم (۵۸ ـ ۱۵۷۵) والنسائی فی السنن ۷ / ۱۸۹' الحدیث رقم ۴۲۸۹' وابن ماجه فی ۲ / ۱۰۶۹' الحدیث رقم ۳۲۰۴' وأحمد فی المسند ۲ / ۲۶۷

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جوشخص شکار اور کھیتی اور مویشیوں کی حفاظت کے علاوہ کتا پالے اس کا ثواب ہرروز ایک قیراط کے برابر کم ہوجاتا ہے۔ یہ بخاری' مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یہ روایت گزشتہ روایت کی طرح ہے۔ مگر اس میں کھیتی کا کتا زائد ہے یعنی جو کھیتی کی حفاظت کے لئے کتا پالے۔

قیراط: گزشتہ روایت میں دو قیراط اور اس روایت میں ایک قیراط ثواب کم کئے جانے کا ذکر ہے۔ نمبر۱ یہ تفاوت کتوں کی انواع کے اعتبار سے ہے کہ بعض انواع ان میں بہت موذی ہوتی ہیں ان سے نقصان دو قیراط کی مقدار ہوتا ہے اور بعض ایذاء میں ان سے کم تر ہیں تو ان سے ایک قیراط کی مقدار ثواب کم ہوتا ہے۔ نمبر۲ پھر مکانات ومقامات کے اعتبار سے ثواب کم ہوتا ہے بعض مکانات میں کتا پالنے کی وجہ سے دو قیراط ثواب کم ہوتا ہے مثلاً مکہ ومدینہ میں کیونکہ وہ عظمت والے مقامات ہیں اور ان کے علاوہ مقامات میں ایک قیراط کی مقدار کمی ہوتی ہے۔ نمبر۳ دو قیراط شہروں اور قصبہ جات میں اور ایک قیراط جنگلوں میں۔ نمبر۴ زمانہ کے اعتبار سے ثواب میں کمی ہوتی ہے پہلے ایک قیراط کے نقصان کا حکم کیا اور لوگوں میں کتوں کی مخالطت اور الفت زیادہ ہوئی تو زجر وتشدید زیادہ ہوئی اور دو قیراط کے برابر نقصان کا حکم فرمایا۔ (ح)

کتوں کے قتل کا حکم

۳/۴۰۱۶ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْکِلَابِ حَتّٰی اِنَّ الْمَرْاَةَ تَقْدَمُ مِنَ الْبَادِیَةِ بِکَلْبِهَا فَنَقْتُلُهٗ ثُمَّ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِهَا وَقَالَ عَلَیْکُمْ بِالْاَسْوَدِ الْبَهِیْمِ ذِی النُّقْطَتَیْنِ فَاِنَّهٗ شَیْطَانٌ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۳۰ / ۱۲۰۰ کتاب المساقاة' باب ۱۰' الحدیث رقم (۴۷ ـ ۱۵۸۲) والترمذی فی

السنن ٤ / ٦٦ الحديث رقم ١٤٨٦

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا کہ کتوں کو قتل کر دو۔ یہاں تک کہ جنگل سے جو عورت مدینہ میں اپنے کتے کے ساتھ آتی تو اس کے کتے کو بھی ہم قتل کرتے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے ان کے قتل سے منع فرمایا۔ اور فرمایا تم پر سیاہ رنگ کے دو نشان والے کتے کا قتل لازم ہے' کہ وہ شیطان ہے یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ علماء نے تحریر کیا ہے کہ کتوں کا قتل یہ مدینہ منورہ کے ساتھ خاص تھا۔ کیونکہ یہ وحی اور ملائکہ کے کثرت سے اترنے کی جگہ تھی پس اس جگہ کو کتوں سے پاک کرنا چاہئے کیونکہ یہ فرشتوں کے دخول سے مانع ہیں۔

نمبر۲...... اِنَّ الْمَرْاَةَ: عورت کی تخصیص اس وجہ سے ہے کہ جو عورتیں جنگل میں مقیم ہوتی ہیں ان کو کتوں کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے پس عورت کی قید اتفاقی ہے۔ واللہ اعلم۔

نمبر۳...... ذِی النُّقْطَتَیْنِ: دو نقطوں والا یعنی جس کی آنکھوں کے اوپر دو سفید نکتے ہوتے ہیں۔ اسے شیطان شدت خباثت کی وجہ سے کہا۔ اور وہ دوسروں کی بنسبت موذی بھی زیادہ ہوتا ہے مگر نگہبانی میں بدتر ہوتا ہے۔ اور شکار سے بہت دور ہوتا ہے یہاں تک کہ امام احمدؒ اور امام اسحاق نے کہہ دیا کہ سیاہ شکاری کتے کا شکار بھی حلال نہیں۔ کیونکہ وہ شیطان ہے۔

علامہ نوویؒ کا قول: علماء کا اتفاق ہے کہ کلب عقور کو قتل کرنا چاہئے۔ یعنی کٹ کھنے کو خواہ اس کا رنگ سیاہ نہ ہو۔ اور اس کتے کے متعلق اختلاف ہے جو نقصان دہ نہ ہو۔ امام حرمین کا قول یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے تمام کتوں کے قتل کا حکم فرمایا پھر اس کو منسوخ کر کے صرف سیاہ کتے تک محدود کر دیا پھر شریعت میں تمام کتوں کے قتل کی ممانعت کر دی گئی جو ضرر رساں نہ ہوں۔ یہاں تک کہ سیاہ رنگ کا کتا بھی جو عقور نہ ہو تو اس کا حکم بھی یہی ہے۔ انتہی۔ (ح۔ع)

تین اقسام کے علاوہ تمام کتوں کے قتل کا حکم

۴/۴۰۱۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَمَرَ بِقَتْلِ الْکِلَابِ اِلَّا کَلْبَ صَیْدٍ اَوْ کَلْبَ غَنَمٍ اَوْ مَاشِیَةٍ۔

(متفق علیه)

اخرجه مسلم فی صحیحه ٣ / ١٢٠٠ کتاب المساقاة' باب ١٠' الحدیث رقم (٤٦ ـ ١٥٧١)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کتوں (یعنی مدینہ کے یا تمام ہی) کو قتل کرنے کا حکم کیا لیکن شکاری کتے اور بکریوں کی حفاظت کی خاطر اور مویشیوں کی رکھوالی والے کتے اس حکم سے باہر تھے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ اَوْ مَاشِیَةٍ: یہ عموم کے بعد تخصیص ہے اس صورت میں اَوْ تنویع کیلئے ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلی عبارت میں ہے۔

نمبر۲: او شک راوی کے لئے ہے کہ آیا غَنَمٍ کا لفظ فرمایا یا مَاشِیَةٍ۔ واللہ اعلم۔ (ح)

الفصل الثانی:

کتوں سے متعلق تشدیدی حکم

۵/۴۰۱۸ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا اِنَّ الْكِلَابَ اُمَّةٌ مِنَ الْاُمَمِ لَاَمَرْتُ بِقَتْلِهَا كُلِّهَا فَاقْتُلُوْا مِنْهَا كُلَّ اَسْوَدَ بَهِيْمٍ (رواه ابوداود والدارمي وزاد الترمذي والنسائي) وَمَا مِنْ اَهْلِ بَيْتٍ يَرْتَبِطُوْنَ كَلْبًا اِلَّا نُقِصَ مِنْ عَمَلِهِمْ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطٌ اِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ اَوْ كَلْبَ حَرْثٍ اَوْ كَلْبَ غَنَمٍ۔

اخرجه أبوداود في السنن ۳ / ۲٦۷، كتاب الصيد، باب في اتخاذ الكلب الصيد وغيره، الحديث رقم ۲۸٤۵ والترمذي في ٤ / ٦۷، الحديث رقم ۱٤۸۹، والنسائي في ۷ / ۱۸۵ الحديث رقم ٤۲۸۰، وابن ماجه في ۲ / ۱۰٦۹ الحديث رقم ۳۲۰۵، والدارمي في ۲ / ۱۲۰، الحديث رقم ۲۰۰۸، وأحمد في المسند ۵ / ٥٤

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مغفلؓ سے روایت ہے۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ کتے جماعتوں میں سے ایک جماعت ہیں۔ تو میں تمام کتوں کے قتل کا حکم کرتا۔ پس تم ہر خالص سیاہ کتے کو قتل کرو۔ یہ روایت ابو داؤد اور دارمی نے نقل کی ہے۔ اور ترمذی اور نسائی میں یہ عبارت زائد ہے۔ کوئی گھر والا ایسا نہیں جو کتے کو پالے مگر اس کے ثواب عمل میں سے ایک معین مقدار ثواب کم کی جاتی ہے۔ البتہ شکاری کتا، کھیتی کا کتا اس میں شامل نہیں۔

تشریح ۞ **اُمَّةٌ**: یعنی ایک جماعت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف اشارہ ہے: ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طَآئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّا اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ......﴾۔

فَاقْتُلُوْا: یہ شرط محذوف کا جواب ہے گویا اس طرح فرمایا۔ جب تمام کے قتل کی راہ سبب مذکور کی وجہ سے نہ رہی تو بس قتل کرو سیاہ کو۔

حاصل کلام یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی جماعتوں سے ایک جماعت کا فناء کرنا ناپسند کیا کیونکہ مخلوق کی ہر قسم میں ایک طرح کی حکمت تکوینی ہے۔ اور مصلحت ہے۔ (اور فناء میں وہ مصلحت فوت ہوتی ہے پس) جب تمام کے مارنے کی کوئی صورت نہیں تو ان کے علاوہ سیاہ رنگ والے کو قتل کرو اور باقی کو رہنے دو۔ تاکہ ان کی حفاظت سے فائدہ حاصل کر سکو۔

چوپایوں کا لڑانا ممنوع ہے

۶/۴۰۱۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّحْرِيْشِ بَيْنَ الْبَهَائِمِ۔

(رواه الترمذي وابوداود)

اخرجه أبوداود في السنن ۳ / ۵٦، الحديث رقم ۲۵٦۲، والترمذي، كتاب الجهاد، باب ما جاء في كراهية التحريش بين البهائم، الحديث رقم ۱۷۰۸

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوپایوں کو باہمی لڑانے سے منع فرمایا یہ ترمذی اور ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اَلْبَهَائِم :مینڈھوں ہاتھیوں بیلوں کو لڑانا ممنوع ہے اسی طرح پرندوں مرغ بٹیر لال تیتر وغیرہ کو لڑانا بھی ممنوع ہے جب جانوروں کو لڑانا ممنوع ہے تو انسانوں کو لڑانا بدرجہ اولیٰ ممنوع ہے۔ بعض علاقوں میں حیوانات کا لڑانا کثرت سے مروج ہے۔

بَابُ مَایَحِلُّ اَکْلُهٗ وَمَا یَحْرُمُ

جن کا گوشت حلال اور جن کا حرام ہے

جن چیزوں کی حرمت کتاب اللہ سے ثابت ہوئی ہے وہ مردار دم مسفوح اور سور کا گوشت اور ان جانوروں کا گوشت ہے جنہیں غیر اللہ کی نیاز کے طور پر ذبح کیا جائے۔ چنانچہ آیت:

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَا اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّکُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ۔ (سورۃ الانعام)

اس کے بعد سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور چیزوں کا اضافہ کیا مثلاً ذی ناب ذی مخلب پالتو گدھے ان کے علاوہ بعض تو متفق علیہ ہیں چونکہ ان کے سلسلہ میں قطعی روایات ہیں اور ان میں سے بعض ائمہ کے درمیان مختلف فیہ ہیں کیونکہ ان کے متعلق روایات بھی مختلف ہیں نیز اس آیت سے بھی اختلاف ہوا۔ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ ......۔ اس آیت کو ہمارے علماء نے مچھلی کے علاوہ دریائی جانوروں کی حرمت کی دلیل بنایا ہے۔

صاحب ہدایہ کا قول: کہ امام مالکؒ اور اہل علم کی ایک جماعت نے دریا کے تمام جانوروں کو حلال قرار دیا۔ اور بعض نے اس میں سے دریائی سور کتا انسان کو مستثنیٰ کیا ہے۔ امام شافعیؒ کے ہاں بھی دریا کے تمام جانور مطلقاً حلال ہیں۔ انکی دلیل یہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿اُحِلَّ لَكُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ﴾ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: ((ھو الطھور ماء ہ والحل میتته......)) احناف کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: ﴿وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ ......﴾ اس لئے مچھلی کے علاوہ دریا کا ہر جانور خبیث ہے۔ اور خبیث کی مراد یہ ہے کہ طبیعت سلیمہ اسے ناپسند کرتی ہو۔ بخلاف طیب کے۔ مچھلی کے علاوہ جو چیز بھی ہے طبیعت سلیمہ اسے خبیث سمجھتی ہے۔ (ح)

الفصل الاول:

درندوں کی حرمت

۴۰۲۰/۱ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کُلُّ ذِیْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ فَاَکْلُهٗ حَرَامٌ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحيحه ۳ / ۱۵۳٤، كتاب الصيد والذبائح، باب تحريم اكل كل ذی ناب من السباع، الحديث رقم (۱۵ ـ ۱۹۳۳) والترمذی فی السنن٤ / ٦١ الحديث رقم ۱٤۷۹، والنسائی فی ۷ / ۲۰۰ الحديث رقم ٤۳۲٤، وابن ماجه فی ۲ / ۱۰۷۷ الحديث رقم ۳۲۳۳، و مالك فی الموطا ۲ / ٤۹۱، الحديث رقم ١٤، من كتاب الصيد، وأحمد فی المسند ۲ / ٤۱۸

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا درندوں میں جو جانور کچلی والا (دانتوں سے شکار کرنے والا ہے جیسے شیر اور بھیڑیا) ہے اس کا کھانا حرام ہے۔ (مسلم)

ذی مخلب پرندے کی حرمت

۲/۴۰۲۱ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كُلِّ ذِیْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَكُلِّ ذِیْ مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحيحه ۳ / ۱۵۳٤، كتاب الصيد والذبائح، باب تحريم اكل كل ذی ناب، الحديث رقم (١٦ ، ۱۹۳٤) وأبو داود فی السنن ٤ / ۱۵۹ الحديث رقم ۳۸۰۳، وابن ماجه فی ۱۰۷۲، الحديث رقم ۳۲۳٤، وأحمد فی المسند ۱ / ۳۷۳

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ہر کچلی والے درندے کے کھانے سے اور پرندوں میں سے پنجے سے شکار کرنے والے پرندے سے مثلاً باز وغیرہ سے منع فرمایا ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

پالتو گدھے کے گوشت کی حرمت

۳/۴۰۲۲ وَعَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ قَالَ حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لُحُوْمَ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاری فی صحيحه ۹ / ٦۵۳، كتاب الذبائح والصيد، باب لحوم الحمر الانسية، الحديث رقم ۵۵۲۷ و مسلم فی ۳ / ۱۵۳۸، الحديث رقم (۲۳ ـ ۱۹۳٦)

ترجمہ: حضرت ابوثعلبہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے پالتو گدھے کا گوشت حرام فرمایا۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ جنگلی گدھے جن کو گورخر کہا جاتا ہے وہ بالاتفاق حلال ہیں۔ (ع)

گھوڑے کے گوشت کی اباحت

۴/۴۰۲۳ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ وَاَذِنَ فِیْ لُحُوْمِ الْخَيْلِ. (متفق عليه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۹ / ۶۵۳، الحدیث رقم ۵۵۲۴، ومسلم فی ۳ / ۱۵۴۱ کتاب الصید والذبائح، باب فی اکل لحوم الخیل، الحدیث رقم (۳۶ ـ ۱۹۴۱) و أبو داود فی السنن ٤ / ۱۶۱ الحدیث رقم ۳۸۰۸ والنسائی فی ۷ / ۲۰۵، الحدیث رقم ٤۳٤۳

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے روز پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا اور گھوڑے کا گوشت کھانے کی اجازت دی۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ گھوڑے کا گوشت مباح ہے البتہ امام ابوحنیفہؒ اور مالکؒ اس کو مکروہ تحریمی یا تنزیہی قرار دیتے ہیں یہ حضرت شیخ نے لکھا ہے اور پھر کراہت کی بہت سی روایات بھی امام صاحب سے نقل کی ہیں۔ مگر کفایت المنتہی سے نقل کیا ہے کہ بعض کا قول یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے گھوڑے کے گوشت کی حرمت والے قول سے اپنی وفات سے پہلے رجوع کیا ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔

صاحبِ درِ مختار کا قول:

امام صاحب کے ہاں گھوڑے کا گوشت حلال نہیں البتہ صاحبین اور امام شافعی رحمہم اللہ کے ہاں حلال ہے۔ بعض نے کہا امام صاحب نے اس کی حرمت سے وفات سے تین روز پہلے رجوع کر لیا تھا۔ علیه الفتوٰی انتھٰی۔

شاہ اسحاق کا قول: میرے استاذ بھی اسی روایت کو اختیار کرتے تھے۔

گورخر کی حلت

۵/۴۰۲۴ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ اَنَّهٗ رَاٰی حِمَارًا وَحْشِیًّا فَعَقَرَهٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مَعَکُمْ مِنْ لَحْمِهٖ شَیْءٌ قَالَ مَعَنَا رِجْلُهٗ فَاَخَذَهَا فَاَکَلَهَا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۹ / ۶۱۳ کتاب جزاء الصید، باب فراصاد الحلال ناهدی للمحرم الصید اکله، الحدیث رقم (۱۸۲۱ ـ ۵٤۹۰) و مسلم فی ۲ / ۸۵۵ الحدیث رقم (۶۳ ـ ۱۱۹۶) وأخرجه النسائی فی السنن ۷ / ۲۰۵ الحدیث رقم ٤۳٤۵، وأحمد فی المسند ۵ / ۳۰۸

ترجمہ: حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ میں نے گورخر دیکھا اور اس کا شکار کیا اور اس کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آیا اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ کیا اس کا کچھ گوشت تمہارے پاس موجود ہے۔ ابوقتادہؓ کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا ایک پاؤں ہمارے پاس موجود ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے لے کر اس کو استعمال فرمایا یہ بخاری، مسلم کی روایت ہے۔

خرگوش کی حلت

۶/۴۰۲۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اَنْفَجْنَا اَرْنَبًا بِمَرِّ الظَّهْرَانِ فَاَخَذْتُهَا فَاَتَیْتُ بِهَا اَبَا طَلْحَةَ فَذَبَحَهَا وَبَعَثَ اِلٰی

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِوَرِکِہَا وَفَخِذَیْہَا فَقَبِلَہٗ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٥ / ٢٠٢ کتاب الهبة ' باب قبول هدیة الصید' الحدیث رقم ٢٥٧٢ و مسلم فی ٣ / ١٥٤٧ الحدیث رقم (٥٣ ـ ١٩٥٣) والترمذی فی السنن ٤ / ٢٢١' الحدیث رقم ١٧٨٩ والنسائی فی ٧ / ١٩٧ الحدیث رقم ٤٣١٢' وابن ماجه فی ٢ / ١٠٨٠' الحدیث رقم ٣٢٤٣' والدارمی فی ٢ / ٦٢٧ الحدیث رقم ٢٠١٣' وأحمد فی المسند ٣ / ١٧١

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ہم نے شکار کے لئے خرگوش کو بھگایا وادی مرظہران میں (یہ مکہ کے قریب وادی ہے) میں نے اسے پکڑلیا پھر میں اسے حضرت ابوطلحہؓ کے پاس لایا اور اس کو ذبح کیا اور اس کی سرین اور دونوں رانیں آپ کی خدمت میں بھیج دیں تو آپ ﷺ نے اسے قبول فرمایا۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اگر اس کا کھانا ناجائز ہوتا تو آپ اسے قبول نہ فرماتے بلکہ اس سے منع فرمادیتے۔ قبول کرنے سے اسکی حلت معلوم ہوئی۔

کتاب الرحمة فی اختلاف الائمة میں تحریر کیا گیا ہے کہ خرگوش بالاتفاق حلال ہے۔

گوہ کا حکم

۴۰۲۶/۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلضَّبُّ لَسْتُ اٰکُلُہٗ وَلَا اُحَرِّمُہٗ۔

(متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه' ٩ / ٦٦٢' الحدیث رقم ٥٥٣٦' و مسلم فی ٣ / ١٥٤٢ ' کتاب الصید' باب اباحة الضب' الحدیث رقم ١٥٤٢ الحدیث رقم (٤٠ ـ ١٩٤٣) والترمذی ٤ / ٢٢١) الحدیث رقم ١٧٩٠' وابن ماجه فی ٢ / ١٠٨٠' الحدیث رقم ٣٢٤٢' والدارمی فی ٢ / ١٢٧' الحدیث رقم ٢٠١٥' و مالك فی ٢ / ٩٦٨' الحدیث رقم ١١ من کتاب الاستیذان۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا گوہ کو نہ کھاتا ہوں اور نہ حرام کرتا ہوں۔ یہ بخاری، مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ گوہ کی عمر سات سو سال تک ہوسکتی ہے یہ پانی نہیں پیتی بلکہ ہوا پر کفایت کرتی ہے اور چالیس روز میں ایک قطرہ پیشاب کرتی ہے اس کے دانت نہیں ٹوٹتے اور بعض کا کہنا ہے کہ گوہ کا استعمال نہ کرنا کراہت طبع کی وجہ سے تھا۔ اور نہ حرام کرنا اس وجہ سے تھا کہ اس کے متعلق وحی سے کوئی حکم نہ آیا تھا۔ اور وہ روایت بھی وارد ہے جو اس کی حرمت پر دلالت کرتی ہے اس حدیث کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کے ہاں اس کا کھانا حرام ہے۔ امام احمد وشافعیؒ کے ہاں اس کے کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ جیسا کہ اس روایت کی دلالت ہے۔ (ح۔ع)

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا گوہ کو استعمال کرنا

۸/۴۰۲۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مَيْمُوْنَةَ وَهِيَ خَالَتُهُ وَخَالَةُ ابْنِ عَبَّاسٍ فَوَجَدَ عِنْدَهَا ضَبًّا مَحْنُوْذًا فَقَدَّمَتِ الضَّبَّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَنِ الضَّبِّ فَقَالَ خَالِدٌ اَحَرَامٌ الضَّبُّ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَاوَلٰكِنْ لَمْ يَكُنْ بِاَرْضِ قَوْمِيْ فَاَجِدُنِيْ اَعَافُهُ قَالَ خَالِدٌ فَاجْتَرَرْتُهُ فَاَكَلْتُهُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ اِلَيَّ۔ (متفق علیه)۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ۹ / ٦٦٣) الحدیث رقم ٥٣٧٧' و مسلم فی ۳ / ١٥٤٢' الحدیث رقم (٤٤ ـ ١٩٤٦) والنسائی فی السنن ۷ / ١٩٨ الحدیث رقم ٤٣١٧' و مالك فی الدارمی ۲ / ١٢٨' الحدیث رقم ٢٠١٧

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ خالد بن ولیدؓ نے ان کو بتلایا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر حضرت میمونہؓ کے ہاں گیا یہ میمونہ حضرت خالد اور ابن عباسؓ کی خالہ تھیں تو میں نے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میمونہ کے پاس بھنی ہوئی گوہ پائی میمونہؓ نے وہ گوہ آپ کو پیش کی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ سے ہاتھ ہٹالیا۔تو میں (خالد) نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ حرام ہے۔آپ نے فرمایا۔نہیں۔لیکن یہ ہمارے علاقہ میں نہیں ہوتی اس لئے مجھے اس سے کراہت ہے۔یعنی اس سے طبعی کراہت ہے تو خالدؓ کہنے لگے میں نے اسے اپنی طرف کھینچا اور اس کو کھالیا اس حال میں کہ آپ میری طرف دیکھ رہے تھے۔یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ گوہ کے کھانے سے جو نہی وارد ہے یہ اس سے پہلے کا واقعہ ہے۔پس یہ حدیث منسوخ ہے۔واللہ اعلم۔(ح)

مرغ کا گوشت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا

۹/۴۰۲۸ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْكُلُ لَحْمَ الدَّجَاجِ۔

(متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۹ / ٦٤٥ کتاب الذبائح والصید' باب لحم الدجاج' الحدیث رقم ٥٥١٧ و مسلم فی ۳ / ١٢٧٠' الحدیث رقم ۹ / ١٦٤٩ والترمذی فی السنن ٤ / ٢٣٩ الحدیث رقم ١٨٢٧' والنسائی فی ۷ / ٢٠٦ الحدیث رقم ٤٣٤٨' والدارمی فی ۲ / ١٤٠' الحدیث رقم ٢٠٥٥' وأحمد فی المسند ٤ / ٣٩٤

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے مرغ کا گوشت کھاتے دیکھا۔یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

ٹڈی دَل کے استعمال کی اجازت

۴۰۲۹/۱۰ وعَنِ ابْنِ اَبِی اَوْفٰی قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ كُنَّا نَأْكُلُ مَعَهُ الْجَرَادَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۹ / ۶۲۰ کتاب الذبائح والصید' باب اکل الجراد' الحدیث رقم ۵۴۹۵ و مسلم فی ۳ / ۱۵۴۶' الحدیث رقم (۵۲ ـ ۱۹۵۲) و أبو داود فی السنن ٤ / ١٦٤' الحدیث رقم ۳۸۱۲ والترمذی۹ فی السنن ٤ / ۲۳٦' الحدیث رقم ۱۸۲۲ والنسائی فی ۷ / ۲۱۰' الحدیث رقم ۲۳۵٦' والدارمی فی ۲ / ۱۲٦' الحدیث رقم ۲۰۱۰' وأحمد فی المسند ٤ / ۳۸۰

ترجمہ: حضرت ابن ابی اوفیؓ سے روایت ہے کہ ہم نے جناب رسول اللہ ﷺ کی معیت میں سات غزوات میں شمولیت کی۔ ہم ٹڈی کھاتے تھے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ نَأْكُلُ مَعَهُ الْجَرَادَ: معہ کا لفظ مسلم و ترمذی میں نہیں ہے اکثر روایات میں یہ اضافہ موجود نہیں۔ اور جنہوں نے اس اضافہ کو تسلیم کیا تو انہوں نے اس طرح معنی بیان کیا کہ ہم کھاتے تھے اور حضرت کی معیت میں تھے اور آپ ﷺ ہم پر انکار نہیں کرتے تھے۔ یہ مطلب نہیں کہ آپ ﷺ ساتھ مل کر کھاتے تھے۔ یہ تاویل ظاہر کے خلاف ہے لیکن یہ بات ثابت شدہ ہے کہ آپ نے ٹڈی نہیں کھائی۔ اور فرمایا میں نہ کھاتا ہوں اور نہ حرام کرتا ہوں۔ (ح)

عنبر مچھلی کا قصہ

۴۰۳۰/۱۱ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ غَزَوْتُ جَيْشَ الْخَبَطِ وَاُمِّرَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ فَجُعْنَا جُوْعًا شَدِيْدًا فَاَلْقَى الْبَحْرُ حُوْتًا مَيِّتًا لَمْ نَرَمِثْلَهٗ يُقَالُ لَهُ الْعَنْبَرُ فَاَكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ فَاَخَذَ اَبُوْعُبَيْدَةَ عَظْمًا مِنْ عِظَامِهٖ فَمَرَّ الرَّاكِبُ تَحْتَهٗ فَلَمَّا قَدِمْنَا ذَكَرْنَا لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ كُلُوْا رِزْقًا اَخْرَجَهُ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ وَاَطْعِمُوْنَا اِنْ كَانَ مَعَكُمْ قَالَ فَاَرْسَلْنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ فَاَكَلَهٗ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۸ / ۷۸ الحدیث رقم ٤٣٦٢' و مسلم فی ۳ / ۱۵۳٦ کتاب الصید والذبائح' باب اباحة میتات البحر' الحدیث رقم (۱۷ ـ ۱۹۳۵) وأبو داود فی السنن ٤ / ۱۷۸ الحدیث رقم ۳۸٤۰' والنسائی فی ۷ / ۲۰۷' الحدیث رقم ٤٣٥٢' وابن ماجه فی ۲ / ۱۳۹۲' الحدیث رقم ٤١٥٩' و مالك فی المؤطا ۲ / ۹۳۰ الحدیث رقم ۲٤' من کتاب صفة النبی صلی الله علیه وسلم و أحمد فی المسند ۳ / ۳۷۸

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ میں لشکر خبط میں شامل جہاد تھا۔ اس کی امارت حضرت ابوعبیدہؓ کے سپرد تھی۔ ہمیں سخت بھوک نے آلیا۔ تو سمندر نے ایک مری ہوئی مچھلی پھینک دی یعنی سمندر کے کنارے پر۔ اتنی بڑی مچھلی ہم نے آج تک نہیں دیکھی تھی۔ اس قسم کی مچھلی کا نام عنبر تھا۔ ہم نے نصف ماہ تک اس مچھلی کا گوشت کھایا پھر حضرت ابوعبیدہ نے اس کی

ایک ہڈی لی یعنی پہلو کی ہڈی کھڑی کی تو اونٹ کا سوار اس کے نیچے سے گزر گیا۔ پھر جب ہم اس جہاد سے واپس لوٹے تو ہم نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس کا واقعہ ذکر فرمایا تو آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا رزق کھاؤ۔ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے نکالا۔ یعنی تم نے اچھا کیا کہ اس کو کھایا۔ اگر اس کا کچھ حصہ باقی ہو تو اسے کھاؤ یا اس جنس سے اور رزق پاؤ تو وہ خود بھی کھاؤ اور ہمیں بھی کھلاؤ اگر تمہارے ساتھ ہو۔ یعنی اگر اس میں سے کچھ بچ رہا ہو تو ہمیں بھی کھلاؤ۔ یہ بات آپ نے ان کی طیب خاطر کے لئے کہی۔ اور اس کے حلال ہونے کے لئے بطور تاکید فرمایا۔ تاکہ یہ نہ سمجھ لیں کہ یہ بطور اضطرار حلال تھی۔ جابر کہتے ہیں ہم نے اس میں سے (ایک ٹکڑا) آپ کی خدمت اقدس میں پیش کیا تو آپ ﷺ نے اس میں سے استعمال فرمایا یہ بخاری اور مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ خَبَط: درخت کے پتے جو لاٹھی سے جھاڑے جاتے ہیں۔ اس نام کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام ؓ کو بھوک کی وجہ سے درختوں کے پتے کھانے پڑے۔ یہاں تک کہ ان کے منہ اور ہونٹ زخمی ہو گئے اور اونٹوں کے منہ کی طرح ہو گئے تھے۔ یہ جہاد ۶ھ میں صلح حدیبیہ سے پہلے پیش آیا۔ قاموس میں لکھا ہے عنبر جو کہ خوشبو ہے۔ یہ ایک دریائی جانور کا گوبر ہے یا ایک چشمہ سے نکلتا ہے جو کہ دریا میں ہے اور عنبر ایک دریائی مچھلی کا بھی نام ہے اس کے چمڑے کی ڈھال بنتی ہے۔ اس جہاد کی مدت نصف ماہ اور بعض روایات میں ایک ماہ آئی ہے۔ بعض روایات میں لشکر کا اس مچھلی سے اٹھارہ دن کھانا منقول ہے۔ ان روایات میں تطبیق اس طرح ہے۔ آدھ ماہ تک تو تمام لشکر نے کھایا اور اٹھارہ دن تک لشکر کے بعض آدمیوں نے کھایا۔ اور بعض افراد مکمل ماہ کھاتے رہے۔ (واللہ اعلم۔ ع)

مکھی کے کھانے میں گرنے کا حکم

۱۲/۴۰۳۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِیْ اِنَاءِ اَحَدِكُمْ فَلْیَغْمِسْهُ كُلَّهٗ ثُمَّ لِیَطْرَحْهُ فَاِنَّ فِیْ اَحَدِ جَنَاحَیْهِ شِفَاءً وَفِی الْاٰخِرِ دَاءً۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰ / ۲۵۰' کتاب الطب' باب اذا وقع الذباب فی الاناء' الحدیث رقم ۵۷۸۲ وأبو داود فی السنن ٤ / ۱۸۲ الحدیث رقم ۳۸٤٤' وابن ماجه فی ۲ / ۱۱۵۹ الحدیث رقم ۳۵۰۵' وأحمد فی المسند ۲ / ۲۲۹

تَرْجَمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تمہارے برتن میں مکھی گر پڑے خواہ وہ پانی کا برتن ہو یا کھانے کا پس اس کو غوطہ دے پھر اس کو نکال دے اس لئے کہ اس کے ایک پر میں شفاء اور دوسرے میں بیماری ہے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ دوسری فصل کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ مکھی بیماری والے پر کو پہلے ڈالتی ہے پس غوطہ دو تاکہ علاج والا پر بھی ڈوب جائے اور بیماری دور ہو کر ضرر سے محفوظ رہے۔

چوہا گھی میں گرنے کا حکم

۱۳/۴۰۳۲ وَعَنْ مَيْمُوْنَةَ اَنَّ فَارَةً وَقَعَتْ فِیْ سَمَنٍ فَمَا تَتْ فَسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهَا فَقَالَ اَلْقُوْهَا وَمَا حَوْلَهَا وَكُلُوْهُ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۹ / ۶۶۷' کتاب الذبائح و الصید' باب اذا وقعت الفارة فی السمن الجامد و الذائب' الحدیث رقم ۵۵۳۸' و أبو داود فی السنن ٤ / ۱۸۰ الحدیث رقم ۳۸٤۱' والترمذی فی ٤ / ۲۲۵ الحدیث رقم ٦ / ۳۲۹' والنسائی فی ۷ / ۱۷۸' الحدیث رقم ۳۲۵۸' وأحمد فی المسند ٦ / ۳۲۹

ترجمہ: حضرت میمونہؓ سے روایت ہے کہ ایک چوہا گھی میں گر کر مر گیا تو جناب رسول اللہ ﷺ سے اس سلسلہ میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا اس چوہے کو پھینک دو اور اس کے اردگرد کے گھی کو اور اس گھی کو استعمال کرو۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ❁ یعنی باقی گھی کو کھاؤ۔ یہ اس گھی کا حکم ہے جو جما ہوا ہو پگھلا ہوا گھی تمام نجس ہو جاتا ہے۔ اس کا بالاتفاق استعمال جائز نہیں اور اس کی فروخت بھی اکثر ائمہ کے ہاں ناجائز ہے۔

ہاں امام ابوحنیفہؒ نے اس کو جائز قرار دیا ہے اس مال سے نفع اٹھانے میں اختلاف ہے بعض نے جائز کہا جبکہ دوسروں نے ناجائز قرار دیا ہے۔ یعنی اس کو چراغ میں جلا سکتے ہیں اور کشتیوں پر ملا جا سکتا ہے وغیرہ۔ اسی طرح کے کاموں میں صرف ہو سکتا ہے۔ اور یہ قول امام ابوحنیفہ کا ہے اور امام شافعیؒ کے دونوں اقوال میں سے زیادہ ظاہر قول یہی ہے۔ اور امام مالکؒ اور امام احمدؒ سے دو روایتیں ہیں۔ امام مالکؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ اس کو مسجد کے چراغ میں جلانا جائز نہیں۔ (ح۔ع)

سانپوں کا حکم

۱۴/۴۰۳۳ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اقْتُلُوا الْحَيَّاتِ وَاقْتُلُوْا ذَاالطُّفْيَتَيْنِ وَالْاَبْتَرَ فَاِنَّهُمَا يَطْمِسَانِ الْبَصَرَ وَيَسْتَسْقِطَانِ الْحَبَلَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَبَيْنَا اَنَا اُطَارِدُ حَيَّةً اَقْتُلُهَا نَادَانِیْ اَبُوْ لُبَابَةَ لَاتَقْتُلْهَا فَقُلْتُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِقَتْلِ الْحَيَّاتِ فَقَالَ اِنَّهٗ نَهٰى بَعْدَ ذٰلِكَ عَنْ ذَوَاتِ الْبُيُوْتِ وَهُنَّ الْعَوَامِرُ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦ / ۳٤۷' صحیح البخاری' کتاب بدو الخلق' باب ١٤' ح ۳۲۹۷ ، مسلم فی ٤ / ۱۷۵۲' الحدیث رقم (۱۲۸ ـ ۲۲۳۳) وأبو داود فی السنن ٥ / ٤۱۱' الحدیث رقم ۵۲۵۲' والترمذی ٤ / ٦٤' الحدیث رقم ۱٤۸۳' وابن ماجه فی ۲ / ۱۱٦۹' الحدیث رقم ۳۵۳۵' وأحمد فی المسند ۲ / ۱۲۱

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ سانپوں کو قتل کرو۔ اور اس سانپ کو قتل کرو کہ جس کی پشت پر دو سیاہ خط ہیں اور اس سانپ کو قتل کرو جس کا نام ابتر ہے (ابتر کا معنی ہے دُم کٹا اس کی دُم

چھوٹی ہونے کی وجہ سے کٹی ہوئی معلوم ہوتی ہے) یقیناً یہ دونوں قسم کے سانپ اندھا کر دیتے ہیں یعنی ان کو صرف دیکھنے سے آدمی اندھا ہو جاتا ہے ان کی زہر اس قدر شدید ہے کہ جس سے حمل گر جاتا ہے یعنی اگر حاملہ عورت اسے دیکھ لے تو اس کا حمل گر پڑتا ہے یعنی اس کے خوف یا اس کے زہر کی خاصیت سے۔ عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں ایک سانپ کو مارنے کے لئے اس پر حملہ کر رہا تھا کہ مجھے ابولبابہ انصاریؓ کہنے لگے اسے مت مارو۔ میں نے کہا مجھے پیغمبر ﷺ نے تمام سانپوں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ ابولبابہ کہنے لگے کہ آپ ﷺ نے گھر کے سانپ کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ وہ آباد کرنے والے ہیں یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **هُنَّ الْعَوَامِرُ** : گھروں کو آباد کرنے والے کا مطلب گھر کو آباد کرنا ہے یہ نام ان کی طوالت عمر کی وجہ سے رکھا گیا ہے ان کو بھومیا کہا جاتا ہے۔ کذا فی النہایہ۔

تورپشتی کا قول: گھروں کے آباد کرنے والے جن ہیں جو کہ گھروں میں رہنے والے ہیں۔ طبرانی نے ابن عباسؓ سے مرفوعاً روایت نقل کی ہے کہ: "اقتلوا الحية والعقرب وان كنتم في الصلوة" نماز میں بھی ہو تو سانپ، بچھو کو قتل کر دو۔ نیز ابوداؤد و نسائی نے ابن مسعود سے اور طبرانی نے جریر عن عثمان بن ابی العاصؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ: **اقتلوا الحيات كلهن فمن خاف ثارهن فليس مني**" تم تمام سانپوں کو قتل کرو جو ان کے حملہ سے ڈرا وہ ہم سے نہیں۔ ملا علی کہتے ہیں تمام سانپوں کو مارنا درست ہے مگر پہلے ان کو خبردار کر دینا چاہئے۔

تطبیق: یہ ظاہر ہے کہ روایات مطلقہ گھر کے علاوہ سانپوں سے متعلق ہیں کیونکہ گزشتہ روایت میں ان کو مارنے کی ممانعت کی گئی ہے (ع)

جن سانپ کی صورت میں

۴۰۳۴/۱۵ وَعَنْ اَبِی السَّائِبِ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰی اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ فَبَیْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ اِذَا سَمِعْنَا تَحْتَ سَرِیْرِہٖ حَرَکَةً فَنَظَرْنَا فَاِذَا فِیْهِ حَیَّةٌ فَوَثَبْتُ لِاَقْتُلَهَا وَاَبُوْسَعِیْدٍ یُصَلِّیْ فَاَشَارَ اِلَیَّ اَنْ اَجْلِسَ فَجَلَسْتُ فَلَمَّا انْصَرَفَ اَشَارَ اِلٰی بَیْتٍ فِی الدَّارِ فَقَالَ اَتَرٰی هٰذَا الْبَیْتَ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ کَانَ فِیْهِ فَتًی مِنَّا حَدِیْثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ قَالَ فَخَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَی الْخَنْدَقِ فَکَانَ ذٰلِكَ الْفَتٰی یَسْتَاْذِنُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِاَنْصَافِ النَّهَارِ فَیَرْجِعُ اِلٰی اَهْلِهٖ فَاسْتَاْذَنَهٗ یَوْمًا فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خُذْ عَلَیْكَ سَلَاحَكَ فَاِنِّیْ اَخْشٰی عَلَیْكَ قُرَیْظَةَ فَاَخَذَ الرَّجُلُ سَلَاحَهٗ ثُمَّ رَجَعَ فَاِذَا امْرَاَتُهٗ بَیْنَ الْبَابَیْنِ قَائِمَةٌ فَاَهْوٰی اِلَیْهَا بِالرُّمْحِ لِیَطْعَنَهَا بِهٖ وَاَصَابَتْهُ غَیْرَةٌ فَقَالَتْ لَهٗ اُکْفُفْ عَلَیْكَ رُمْحَكَ وَادْخُلِ الْبَیْتَ حَتّٰی تَنْظُرَ مَا الَّذِیْ اَخْرَجَنِیْ فَدَخَلَ فَاِذَا بِحَیَّةٍ عَظِیْمَةٍ مُنْطَوِیَةٍ عَلَی الْفِرَاشِ فَاَهْوٰی اِلَیْهَا بِالرُّمْحِ فَانْتَظَمَهَا بِهٖ ثُمَّ خَرَجَ فَرَکَزَهٗ فِی الدَّارِ فَاضْطَرَبَتْ عَلَیْهِ فَمَا یُدْرٰی اَیُّهُمَا کَانَ اَسْرَعَ مَوْتًا اَلْحَیَّةُ اَمِ الْفَتٰی قَالَ فَجِئْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَذَکَرْنَا ذٰلِكَ لَهٗ وَقُلْنَا اُدْعُ اللّٰهَ

يُحْيِيْهِ لَنَا فَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِصَاحِبِكُمْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ لِهٰذِهِ الْبُيُوْتِ عَوَامِرَ فَاِذَا رَأَيْتُمْ مِنْهُمْ شَيْئًا فَحَرِّجُوْا عَلَيْهَا ثَلَاثًا فَاِنْ ذَهَبَ وَاِلَّا فَاقْتُلُوْهُ فَاِنَّهُ كَافِرٌ وَقَالَ لَهُمْ اذْهَبُوْا فَادْفِنُوْا صَاحِبَكُمْ وَفِىْ رِوَايَةٍ قَالَ اِنَّ بِالْمَدِيْنَةِ جِنًّا قَدْ اَسْلَمُوْا فَاِذَا رَأَيْتُمْ مِنْهُمْ شَيْئًا فَاٰذِنُوْهُ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَاِنْ بَدَا لَكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاقْتُلُوْهُ فَاِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحيحه ٤ / ١٧٥٦' كتاب السلام' باب قتل الحيات وغيرها' الحديث رقم (١٤٠ ـ ٢٢٣٦) والترمذی فی السنن ٤ / ٦٥' الحديث رقم ١٤٨٤

ترجمہ: حضرت ابوسائب کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابوسعید خدریؓ کی خدمت میں گئے اچانک ان کے تخت کے نیچے ایک حرکت ہوئی تو میں نے اچانک نگاہ ڈالی تو ایک سانپ کو دیکھا میں اسے قتل کرنے کے لئے اٹھا۔ ابوسعید خدریؓ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے میری طرف اشارہ کیا تو میں بیٹھ گیا جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے گھر کے ایک حجرے کی طرف اشارہ کیا پھر کہنے لگے تم یہ حجرہ دیکھ رہے ہو میں نے کہا جی ہاں۔ ابوسعید کہنے لگے اس حجرے میں ایک نوجوان رہتا تھا۔ جس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی ہم اس نوجوان سمیت جناب رسول اللہ ﷺ کی معیت میں غزوہ خندق میں شریک ہوئے وہ نوجوان دوپہر کے وقت آپ سے اجازت لے کر رات کو گھر آ جاتا اس لئے کہ اسے اپنے اہل سے بہت محبت تھی رات گزار کر صبح کو خندق کے کام میں شرکت کرتا پھر آپ سے اجازت لے کر گھر آ جاتا۔ اس نے ایک دن آپ ﷺ سے اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا تم اپنے ہتھیار بھی پہن کر جاؤ۔ مجھے تیرے متعلق یہود بنی قریظہ کا خطرہ ہے یہ وہ قبیلہ یہود ہے جس نے قریش کے ساتھ غزوہ خندق میں ساز باز کر لی تھی۔ چنانچہ اس نوجوان نے ہتھیار لئے اور اپنے اہل کی طرف لوٹ آیا اچانک اس نے دیکھا کہ اس کی بیوی دروازے کے درمیان کھڑی ہے۔ یعنی اندر اور باہر کے دروازہ کے درمیان۔ نوجوان نے اپنی بیوی کے متعلق غیرت کرتے ہوئے نیزہ لیا تاکہ اس عورت کو قتل کرے کہ وہ باہر کیوں کھڑی ہے۔ عورت نے کہا اس نیزے کو روک اور گھر کے اندر داخل ہو کر دیکھو کہ میں کیوں کر نکلی ہوں وہ نوجوان اندر گیا تو اس نے دیکھا کہ ایک بڑا سانپ کنڈلی مارے بچھونے پر پڑا ہے نوجوان نیزہ لے کر اس کی طرف بڑھا اور اس کو نیزے میں پرو کر باہر نکلا اور نیزے کو صحن میں گاڑ دیا سانپ نے تڑپ کر اس پر حملہ کیا پھر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ان دونوں میں سے پہلے کون مرا۔ نوجوان یا سانپ یعنی ساتھ ساتھ مر گئے کہ کسی کے پہلے مرنے کا علم نہ ہو سکا۔ حضرت ابوسعید کہتے ہیں کہ پھر ہم نے یہ سارا واقعہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا آپ ﷺ سے گزارش کی کہ آپ اس کے لئے دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اسے ہمارے لئے زندہ کر دے۔ تو آپ نے فرمایا تم اپنے دوست کے لئے استغفار کرو۔ پھر فرمایا ان گھروں میں آباد کرنے والے ہیں یعنی جنات رہتے ہیں ان میں مؤمن و کافر ہر دو ہیں۔ پس جب تم ان میں سے کسی کو دیکھو یعنی سانپ کی صورت میں تو تین دن ان پر تنگی کرو۔ تین بار یا تین روز پس اگر وہ چلا جائے تو مناسب ہے ورنہ اسے قتل کر دو۔ کیونکہ وہ یقیناً کافر ہے یعنی جنات سے۔ اور آپ نے انصار کو فرمایا جاؤ اور اپنے ساتھی کو دفن کر آؤ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا بلاشبہ مدینہ میں جن ہیں یعنی ایک جماعت جو کہ مسلمان ہو گئی تھی۔ پس ان میں سے کسی کو دیکھو تو اس کو خبردار کرو تین دن تک۔ پھر اسکے بعد اگر وہ تمہارے سامنے ظاہر ہو۔ تو پھر اسے قتل کر دو اسلئے کہ وہ

شیطان ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اُدْعُ اللهَ: علماء نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام کا یہ طرزِ عمل نہ تھا کہ آپ سے کسی نشانی کا مطالبہ کریں گویا ان کے خیال و گمان میں یہ تھا کہ اس کی حقیقۃً موت واقع نہیں ہوئی بلکہ زہر کے اثرات سے بے ہوشی ہے۔

اِسْتَغْفِرُوْا: آپ ﷺ نے فرمایا زندہ کرنے کی دعا کیا چاہتے ہو اس کی بخشش چاہو جو کہ اس کے لئے ہمیشہ کے لئے مفید ہے وہ اپنے راستے پر چلا گیا۔

فَحَرِّجُوْا عَلَيْهَا: اس پر تنگی کرو یعنی اسے کہو کہ تو تنگی میں ہے (یہاں سے وسعت والی جگہ میں چلے جاؤ) اگر پھر نکلے گا تو ہم مار ڈالیں گے (اب تو جان اور تیرا کام) ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ فرماتے:

انشد کم بالعهد الذی اخذ علیکم سلیمان بن داوٗد علیهما السلام لا تاذونا ولا تظهروا لنا۔

هُوَ شَيْطَانٌ: یعنی وہ شیطان ہے وہ مسلمان جن نہیں ہے پھر وہ یا تو کافر جن ہے یا سانپ ہے یا ابلیس کا بیٹا۔ شیطان تو اس کی سرکشی کی وجہ سے قرار دیا۔ کیونکہ آگاہی کے باوجود وہ نہیں گیا اور جو بھی انس و جن و حیوانات میں سرکشی اختیار کرے اسے شیطان کہا جاتا ہے۔ (ح۔ع)

گرگٹ کو مار ڈالو

۴۰۳۵/۱۶ وَعَنْ اُمِّ شَرِيْكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِقَتْلِ الْوَزَغِ وَقَالَ كَانَ يَنْفَخُ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦ / ٣٨٩' کتاب الانبیاء' باب٨' الحدیث رقم ٣٣٥٩ و مسلم فی ٤ / ١٧٥٧' الحدیث رقم (١٤٢ ـ ٢٢٣٧) والنسائی فی السنن ٥ / ٢٠٩' الحدیث رقم ٢٨٨٥' وابن ماجه فی ٢ / ١٠٧٦' الحدیث رقم ٣٢٢٨' والدارمی فی ٢ / ١٢١ الحدیث رقم ٣٠٠٠ وأحمد فی المسند ٦ / ٤٢١

ترجمہ: حضرت ام شریکؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے گرگٹ کو قتل کرنے کا حکم فرمایا کیونکہ وہ ابراہیم علیہ السلام پر آگ کو پھونکتا تھا۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس سے اس کی خباثت کو بیان کیا کہ وہ زہریلا اور موذی ہے اور لوگوں کے کھانے پینے میں اس کا ضرر بہت زیادہ ہے۔ تجربہ اس بات کا شاہد ہے۔ (ح)

چھوٹا فاسق قتل کرو

۴۰۳۶/۱۷ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِىْ وَقَّاصٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِقَتْلِ الْوَزَغِ وَسَمَّاهُ فُوَيْسِقًا۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ٤ / ١٧٥٨' کتاب السلام' باب استحباب قتل الوزغ' الحدیث رقم (١٤٤ ـ ٢٢٣٨)

وأبو داود فی السنن ٥ / ٤١٦ الحدیث رقم ٥٢٦٢، وابن ماجه فی ٢ / ١٠٧٦، الحدیث رقم ٣٢٣٠، وأحمد فی المسند ١ / ١٧٦

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ اور اس کو فویسق کے نام سے تعبیر فرمایا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ **فُوَیْسِق**: یہ فاسق کی تصغیر ہے اس کا معنی چھوٹا فاسق ہے یعنی یہ بھی ان فواسق خمسہ کی طرح ہے جو حل وحرم میں مارے جاتے ہیں۔ لغت میں فسق خروج کو کہا جاتا ہے اور شرع میں حدود شریعت اور طریق حق سے نکلنے والے کو کہا جاتا ہے۔

ایک ضرب ایک گرگٹ' سونیکیاں

٤٠٣٧/١٨ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَتَلَ وَزَغًا فِیْ اَوَّلِ ضَرْبَةٍ كُتِبَتْ لَهٗ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَفِی الثَّانِیَةِ دُوْنَ ذٰلِكَ وَفِی الثَّالِثَةِ دُوْنَ ذٰلِكَ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ٤ / ١٧٥٨ کتاب السلام، باب استحباب قتل الوزغ، الحدیث رقم (١٤٧ ـ ٢٢٤٠) وأبو داود فی السنن ٥ / ٤١٦ الحدیث رقم ٥٢٦٣، والترمذی فی ٤ / ٦٤، الحدیث رقم ١٤٨٢ وابن ماجه فی ٢ / ١٠٧٦ الحدیث رقم ٣٢٢٩، وأحمد فی المسند ٢ / ٣٥٥

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص گرگٹ کو پہلی ضرب میں قتل کرے اس کے لئے سونیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جو دو ضربوں میں مارے اس کی اس سے کم اور جو تین ضربات میں مارے اس کی نیکیاں اس سے کم لکھی جاتی ہیں۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ اس روایت میں درجہ بدرجہ ضربات کا ذکر کر کے جلد مارنے کی ترغیب دلائی ہے۔ (ع)

تسبیح والی ایک جماعت

٤٠٣٨/١٩ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَرَصَتْ نَمْلَةٌ نَبِیًّا مِنَ الْاَنْبِیَاءِ فَاَمَرَ بِقَرْیَةِ النَّمْلِ فَاُحْرِقَتْ فَاَوْحَی اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَیْهِ اَنْ قَرَصَتْكَ نَمْلَةٌ اَحْرَقْتَ اُمَّةً مِنَ الْاُمَمِ تُسَبِّحُ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦ / ١٥٤ صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب ١٥٣، الحدیث رقم ٣٠١٩ و مسلم فی ٤ / ١٧٥٩، الحدیث رقم (١٤٨ ـ ٢٢٤١) و أبو داود فی السنن ٥ / ٤١٨ الحدیث رقم ٥٢٦٦، ٥٢٦٦ والنسائی فی السنن ٧ / ٢١٠، الحدیث رقم ٤٣٥٨، وابن ماجه فی ٢ / ١٠٧٥، الحدیث رقم ٣٢٢٥، وأحمد فی المسند ٢ / ٤٠٢

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی پیغمبر کو ایک چیونٹی نے کاٹا تو انہوں نے ان کے بل کو جلانے کا حکم دیا تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ تم نے تسبیح کرنے والی ایک جماعت کو ہلاک کر دیا۔ حالانکہ کاٹا تو ان میں سے ایک نے تھا۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ نمبرا: بعض نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے اس درخت کو جلانے کا حکم فرمایا جس میں چیونٹیاں تھیں اور اس کا سبب یہ ہوا کہ انہوں نے عرض کیا اے میرے رب! آپ تمام بستی والوں کو عذاب دیتے ہیں حالانکہ ان میں مطیع بھی ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے عبرت کے لئے ان کو دکھا دیا اور ان پر گرمی کو مسلط کر دیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے مجبور ہو کر ایک سایہ میں پناہ لی پھر ان پر نیند کا غلبہ ہوا نیند کے دوران ان کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا تو انہوں نے تمام چیونٹیوں کو جلانے کا حکم دیا یا اس وجہ سے سب کو جلایا کہ کاٹنے والی چیونٹی کا تو علم نہ تھا موذی کی ایذاء پر اس کا قتل درست ہے اور جنس موذی کا قتل بھی درست ہے حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے ہر جاندار کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔ مگر جب کہ وہ ایذاء پہنچائے۔ **کذا ذکر علی القاری۔**

اور حضرت شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قریہ نمل سے مراد چیونٹیوں کا بل ہے۔

نمبر۲ فَاَوْحَى اللّٰهُ: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پیغمبر پر عتاب ہے۔ علماء نے اس بات پر محمول کیا کہ ان کی شرع میں چیونٹی کا مارنا اور جلانا جائز تھا۔ باقی وجہ عتاب یہ ہے کہ ایک سے زیادہ چیونٹیوں کو جلایا۔ لیکن اس شریعت میں حیوان کو جلانا درست نہیں خواہ جوئیں اور کھٹمل ہی کیوں نہ ہوں۔

نمبر۳: مطالب المؤمنین میں محمد بن مسلمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ اگر چیونٹی ایذاء دے تو مارو ورنہ نہیں۔ فقیہ نے کہا کہ ہم اس پر فتویٰ دیتے ہیں اور چیونٹی کو پانی میں ڈالنا مکروہ ہے اور چیونٹیوں کے گھر نہ جلائے جائیں ایک چیونٹی کے ایذاء دینے کی وجہ سے۔ **کذا فی جامع الفقه انتهٰی۔**

الفصل الثّانی:

چوہا گھی میں گرنے کا حکم

۲۰/۴۰۳۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَقَعَتِ الْفَارَةُ فِى السَّمَنِ فَاِنْ كَانَ جَامِدًا فَالْقُوْهَا وَمَا حَوْلَهَا وَاِنْ كَانَ مَائِعًا فَلَا تَقْرَبُوْهُ۔

(رواه احمد و ابوداود و رواه الدارمی عن ابن عباس)

اخرجه أبوداود فی السنن ٤ / ١٨١ الحدیث رقم ٣٨٤٢، وأحمد فی المسند ٢ / ٣٢ ۔ اخرجه أبوداود الدارمی فی السنن ٢ / ١٤٩، الحدیث رقم ٢٠٩٥

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب گھی میں چوہا گر پڑے یعنی وہ مر جائے پس اگر گھی جما ہوا ہو تو چوہے اور اس کے ارد گرد کے گھی کو پھینک دیا جائے یعنی اور کو استعمال کر لیا جائے اور اگر پگھلا ہوا ہو تو اس کے نزدیک بھی مت جاؤ۔ یعنی اس کو مت کھاؤ۔ یہ روایت احمد اور ابو داؤد نے نقل کی ہے اور دارمی نے اسے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے۔

حباریٰ حلال ہے

۲۱/۴۰۴۰ عَنْ سَفِيْنَةَ قَالَ اَكَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَحْمَ حُبَارٰى۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه أبوداود في السنن ٤ / ١٥٥، الحديث رقم ٣٧٩٧، والترمذي في ٤ / ٢٣٩، الحديث رقم ١٨٢٨

ترجمہ: حضرت سفینہؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حباری پرندے کا گوشت کھایا یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح: یہ وہ پرندہ ہے جس کی حماقت میں مثال بیان کی جاتی ہے۔ (ع) اور مولانا۔

نجاست خور جانور کے گوشت کی حرمت

۲۲/۴۰۴۱ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْلِ الْجَلاَّلَةِ وَاَلْبَانِهَا (رواہ الترمذی (وفی روایۃ ابی داود) قَالَ نَهٰى عَنْ رُكُوْبِ الْجَلاَّلَةِ۔

اخرجه أبوداود في السنن ٤ / ١٨٤ كتاب الاطعمة، باب في اكل لحم الحباري، الحديث رقم ٣٧٨٥ والترمذي في ٤ / ٢٣٨، الحديث رقم ١٨٢٤، وابن ماجه في ٢ / ١٠٦٤ الحديث رقم ٣١٨٩

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاست خور جانور کا گوشت کھانے اور دودھ پینے کی ممانعت فرمائی۔ یہ ترمذی کی روایت ہے اور ابوداؤد کی روایت میں یہ ہے کہ آپ نے اس پر سواری سے بھی منع فرمایا۔

تشریح: جلالہ اس جانور کو کہا جاتا ہے کہ جو جانور خود تو حلال ہو مگر نجس کھانے کا عادی بن جائے۔ خواہ وہ اونٹ ہو یا گائے وغیرہ اور جو جانور کبھی نجاست کھائے مثلاً مرغی تو اس کا گوشت حرام نہیں اور اگر وہ بھی نجاست کو خوراک بنالے اور اسکے گوشت میں سے بدبو آنے لگے تو اس کا گوشت حلال نہیں ہوگا۔ مگر جبکہ اس کو بند کر دیا جائے اور اس کو ایسی چیزیں کھلائی جائیں جو نجس نہ ہوں یہاں تک کہ اس کے گوشت میں سے بدبو ختم ہو جائے تو اس کے گوشت اور دودھ کو استعمال کرنا حلال ہوگا۔ یہ ائمہ ثلاثہ کا مسلک ہے اور امام مالکؒ کے ہاں اس کے بعد بھی اس کو مبالغہ سے دھونا ضروری ہے۔

صاحب فتاویٰ کبریٰ نے لکھا ہے کہ مرغی مخلات کو تین دن اور جلالہ جانور کو دس روز تک بند کیا جائے تو تب ان کا گوشت حلال ہے اور سوار ہونے کی ممانعت اس سبب سے فرمائی کہ ان کا پسینہ ان کے گندے گوشت سے پیدا ہونے والا ہے اور وہ بھی گندا ہے۔ (ع اور ح)

گوہ کا گوشت منع فرمایا

۲۳/۴۰۴۲ وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ شِبْلٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ اَكْلِ لَحْمِ الضَّبِّ۔

(رواہ ابوداود)

اخرجه أبوداود في السنن ٤ / ١٥٥، الحديث رقم ٣٧٩٦ والترمذي، كتاب الاطعمة، باب ما جاء في اكل لحوم

الجلالة و البهانها' الحديث رقم ١٨٢٤ـ

ترجمہ: عبدالرحمان بن شبلؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے گوہ کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یہ روایت گوہ کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے۔ اور شاید کہ یہ نہی سابقہ اباحت کو منسوخ کرنے والی ہے۔ (ع۔ح)

بلی کا گوشت حرام ہے

۲۴/۴۰۴۳ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ اَكْلِ الْهِرَّةِ وَاَكْلِ ثَمَنِهَا۔

(رواه ابوداود والترمذی)

اخرجه أبوداود فی السنن ٤ / ١٦١' كتاب الاطعمه' باب فی اكل الضب' الحديث رقم ٣٧٩٦ـ

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے بلی کا گوشت کھانے اور اس کی قیمت کھانے کی ممانعت فرمائی۔ یہ روایت ابوداؤد اور ترمذی کی ہے۔

تشریح ۞ بلی کا گوشت بالاتفاق حرام ہے البتہ اس کی فروخت اور اس کی قیمت کا کھانا حرام نہیں بلکہ مکروہ ہے۔ (ع)

چار حرام گوشت جانور

۲۵/۴۰۴۴ وَعَنْهُ قَالَ حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعْنِیْ یَوْمَ خَیْبَرَ الْحُمُرَ الْاِنْسِیَّةَ وَلُحُوْمَ الْبِغَالِ وَكُلَّ ذِیْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَكُلَّ ذِیْ مِخْلَبٍ مِنَ الطَّیْرِ۔

(رواه الترمذی وقال هذا حديث غريب)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤ / ٦١ كتاب الاطعمة' باب ما جاء فی كراهية كل ذی ناب و ذی مخلب' ح ١٤٧٨ـ

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن پالتو گدھوں اور خچروں اور ہر کچلی والے درندوں اور پنجے سے شکار کرنے والے پرندوں کے گوشت کو حرام فرمایا۔ یہ ترمذی کی روایت ہے اور انہوں نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

گھوڑے کے متعلق ایک روایت

۲۶/۴۰۴۵ وَعَنْ خَالِدِبْنِ الْوَلِیْدِاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ اَكْلِ لُحُوْمِ الْخَیْلِ وَالْبِغَالِ وَالْحَمِیْرِ۔ (رواه ابوداود)

اخرجه أبوداود فی السنن ٤ / ١٥١' كتاب الاطعمة' باب فی اكل لحوم الخيل' الحديث رقم ٣٧٩٠ والنسائی فی

۷ / ۲۰۲، الحدیث رقم ۴۳۳۱، وابن ماجه فی ۲ / ۱۰۶۶، الحدیث رقم ۳۱۹۸، وأحمد فی المسند ٤ / ۸۹

ترجمہ: حضرت خالد بن ولیدؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے گھوڑوں کے گوشت اور خچروں اور پالتو گدھوں کے گوشت کی ممانعت فرمائی۔ یہ ابوداؤد اور نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یہ حدیث حدیث جابر کے معارض ہے جس میں گھوڑے کے گوشت کی اباحت مذکور ہے یہ روایت اس کے مقابلے میں کمزور ہے اکثر علماء کے نزدیک اس روایت کا حکم گھوڑے کے گوشت کے سلسلے میں منسوخ ہے۔

بغیر حق ذمی کا مال حرام ہے

۴۰۴۶/۲۷ وَعَنْهُ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَفَأَتَتِ الْيَهُوْدُ فَشَكَوْا اَنَّ النَّاسَ قَدْ اَسْرَعُوْا اِلٰى خَصَائِرِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلَا لَا يَحِلُّ اَمْوَالُ الْمُعَاهِدِيْنَ اِلَّا بِحَقِّهَا۔

(رواه ابوداود)

اخرجه أبوداود فی السنن ٤ / ۱٦۱، کتاب الاطعمة، باب النهی عن اکل السباع، الحدیث رقم ۳۸۰٦ وأحمد فی المسند ٤ / ۸۹

ترجمہ: حضرت خالدؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ خیبر میں شرکت کی یہود نے جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں شکایت کی کہ لوگوں نے جلدی سے ہماری کھجوریں توڑ لی ہیں یعنی کھجور کے درختوں پر سے میوہ توڑ لیا حالانکہ ہم عہد میں داخل ہیں۔ آپ ﷺ نے (اعلان) فرمایا کہ سنو! عہد میں داخل ہونے والے کا مال حق کے علاوہ حلال نہیں۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ جس سے معاہدہ ہے اگر وہ ذمی ہے تو اس پر صرف جزیہ کا حق ہے اور اگر وہ تجارت کے لئے امن نامہ حاصل کر کے آیا ہے تو اس کے مال میں حق صرف عشر کا ہے۔ (ع)

دو مردار اور دو خون حلال ہیں

۴۰۴۷/۲۸ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ اَلْمَيْتَتَانِ الْحُوْتُ وَالْجَرَادُ وَالدَّمَانِ الْكَبِدُ وَالطِّحَالُ۔ (رواه احمد وابن ماجة والدارقطنی)

اخرجه ابن ماجه فی السنن ٤ / ۱٦٥، الحدیث رقم ۳۸۱٥ وابن ماجه فی ۲ / ۱۰۸۲، الحدیث رقم ۳۲٤۷

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے بغیر ذبح کے دو مردے حلال کئے ہیں اور دو خون حلال کئے یعنی کلیجی اور تلی جو کہ جمے ہوئے خون ہیں۔ اور دو مردے مچھلی اور ٹڈی ہیں۔ یہ روایت احمد، ابن ماجہ، دارقطنی نے نقل کی ہے۔

دریا میں مر کر تیرنے والی مچھلی مت کھاؤ

۲۹/۴۰۴۸ وَعَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَلْقَاہُ الْبَحْرُ وَجَزَرَعَنْہُ الْمَاءُ فَکُلُوْہُ وَمَا مَاتَ فِیْہِ وَطَفَا فَلَا تَاْکُلُوْہُ (رواہ ابوداود وابن ماجۃ وقال محی السنۃ) اَلْاَکْثَرُوْنَ عَلٰی اَنَّہٗ مَوْقُوْفٌ عَلٰی جَابِرٍ۔

اخرجه أبوداود فی السنن ٤ / ١٦٥ کتاب الاطعمة' باب فی اکل الطافی من السمك' الحدیث رقم ٣٨١٣ وابن ماجه فی ١٠٧٣ الحدیث رقم ٣٢١٩

ترجمہ: حضرت ابوزبیرؒ نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس مچھلی کو دریا نے کنارے پر پھینک دیا یا پانی خشک ہوگیا یا پانی واپس مڑ گیا تو اس کو کھاؤ اور جو مچھلی دریا میں مر کر پانی پر تیرنے لگے اسے مت کھاؤ۔ یہ ابوداؤد اور ابن ماجہ کی روایت ہے۔ صاحب محی السنہ کہتے ہیں کہ یہ روایت جابر پر موقوف ہے۔ یعنی جابرؓ کا قول ہے۔ ارشاد نبوت نہیں۔

تشریح ۞ یہ روایت مچھلی طافی کی حرمت پر امام ابوحنیفہؒ کی دلیل ہے۔ اور صحابہ کرام کی ایک جماعت کا بھی یہ قول ہے۔

البتہ امام مالک و شافعی رحمہم اللہ کے ہاں مضائقہ نہیں کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان: ''احل لکم میتتان'' مطلق ہے میتہ بحر کی صفت حلت سے کی گئی ہے۔

جواب: میتہ بحر سے مراد وہ ہے کہ جس کو سمندر ڈال دے اور اس کے مرنے کی نسبت سمندر کی طرف ہو باقی جو خود مر کر بعد آفت تیرے وہ اس کی طرف منسوب نہیں اور نہ شامل ہے۔ (ح)

ٹڈی کا حکم

۳۰/۴۰۴۹ وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَرَادِ فَقَالَ اَکْثَرُ جُنُوْدِ اللّٰہِ لَآ اٰکُلُہٗ وَلَآ اُحَرِّمُہٗ۔ (رواہ ابوداود وقال محی السنۃ ضعیف)

اخرجه أبوداود فی السنن ٤ / ١٦٥ کتاب الإطعمة' باب فی اکل الجراد' الحدیث رقم ٣٨١٣ وابن ماجه فی ١٠٧٣' الحدیث رقم ٣٢١٩

ترجمہ: حضرت سلمانؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ ٹڈی کے پیدا کرنے کی کیا حکمت ہے اور کیا حکم ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں کثرت والی ہیں۔ میں نہ ان کو کھاتا ہوں یعنی طبعاً ناپسند کرتا ہوں اور نہ ان کو حرام کرتا ہوں یعنی شرعاً دوسروں پر حرام نہیں کرتا کیونکہ یہ بتلایا جا چکا ''احلت لنا المیتتان......'' یہ ابوداؤد کی روایت ہے محی السنۃ نے کہا یہ روایت ضعیف ہے۔

تشریح ۞ اَکْثَرُ جُنُوْدِ اللّٰہِ: یہ اڑنے والے اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں بڑا لشکر ہے جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر ناراض ہوتے ہیں

تو ان کی کھیتی اور درختوں کی تباہی کے لئے اس کو مسلط کر دیتے ہیں۔ تاکہ ان میں قحط پڑے یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے کو کھانے لگتے ہیں۔ یہاں تک کہ تمام ہلاک ہو جاتے ہیں۔ ٹڈی کھانا حلال ہے کیونکہ بہت سی روایات اس سلسلہ میں وارد ہیں۔ چاروں ائمہ ان کی حلت کے قائل ہیں خواہ یہ اپنی موت مرجائیں یا ذبح سے یا شکار سے۔ اس کا شکار خواہ مجوسی نے کیا ہو یا مسلمان نے ہر دو حلال ہے۔ (ع)

مرغ نماز کے لئے جگاتا ہے

۴۰۵۰/۳۱ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ سَبِّ الدِّيْكِ وَقَالَ اِنَّهٗ يُؤَذِّنُ لِلصَّلٰوةِ۔ (رواه فی شرح السنة)

اخرجه البغوی فی شرح السنة ۱۲ / ۱۹۹' الحديث رقم ۳۲۷۰' وأحمد فی المسند ۵ / ۱۹۲

ترجمہ: حضرت زید بن خالدؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرغ کو برا کہنے سے منع فرمایا کیونکہ وہ نماز کے لئے خبردار کرتا ہے۔ یہ شرح السنہ کی روایت ہے۔

① نماز سے مراد نماز تہجد ہے حدیث میں وارد ہے کہ جب مرغ بانگ دیتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد کے لئے اٹھتے۔

② اس میں فجر کی نماز کا بھی احتمال ہے وہ اپنی بانگ سے مطلع کرتا ہے کہ نماز صبح کا وقت قریب آ گیا بار بار آواز کرتا ہے تنبیہ کے لئے اس سے معلوم ہوا کہ بعض حیوانات کی بعض اچھی خصلتیں ان کے برا کہنے سے مانع ہیں تو مؤمن کو برا کہنے کا کیا حال ہوگا۔ (ع)

مرغ کو برامت کہو

۴۰۵۱/۳۲ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَسُبُّوا الدِّيْكَ فَاِنَّهٗ يُوْقِظُ لِلصَّلٰوةِ۔ (رواه ابو داود)

اخرجه أبو داود فی السنن ۵ / ۳۳۱' الحديث رقم ۵ / ۱۹۲' أحمد فی المسند ۵ / ۱۹۳

ترجمہ: حضرت زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مرغ کو برامت کہو۔ اس وجہ سے کہ وہ نماز کے لئے جگاتا ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

گھر میں سانپ نکل آنے کا حکم

۴۰۵۲/۳۳ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِىْ لَيْلٰى قَالَ قَالَ اَبُوْلَيْلٰى قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا ظَهَرَتِ الْحَيَّةُ فِى الْمَسْكَنِ فَقُوْلُوْا لَهَا اِنَّانَسْئَلُكَ بِعَهْدِ نُوْحٍ وَبِعَهْدِ سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوٗدَ اَنْ لَّا تُؤْذِيْنَا فَاِنْ عَادَتْ فَاقْتُلُوْهَا۔ (رواه الترمذی وابو داود)

اخرجه أبوداود فی السنن ٥ / ٤١٥ کتاب الادب' باب فی قتل الحیات' الحدیث رقم ٥٢٦٠ والترمذی فی ٤ / ٦٦' الحدیث رقم ١٤٨٥

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابولیلیٰؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب سانپ گھر میں ظاہر ہو تو اسے کہو۔ ہم تجھے نوح علیہ السلام اور سلیمان بن داؤد علیہ السلام کا عہد یاد دلاتے ہیں کہ تم ہمیں ایذاء نہ دو۔ پھر اس کے باوجود اگر نکلے تو اسے مار دو۔ اس روایت کو ترمذی اور ابوداؤد نے نقل کیا۔

تشریح ۞ حضرت نوح علیہ السلام نے عہد لیا تھا جبکہ حیوانات کو کشتی میں داخل کیا۔

بدلے کے ڈر سے سانپ کا قتل مت چھوڑو

۴۰۵۳/۳۴ وَعَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَا اَعْلَمُهُ اِلَّا رَفَعَ الْحَدِيْثَ اِنَّهٗ كَانَ يَاْمُرُ بِقَتْلِ الْحَيَّاتِ وَقَالَ مَنْ تَرَكَهُنَّ خَشْيَةَ ثَائِرٍ فَلَيْسَ مِنَّا۔ (رواہ فی شرح السنة)

اخرجه احمد فی المسند ١ / ٣٤٨

ترجمہ: حضرت عکرمہ نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا کہ آپ ﷺ حکم فرماتے تھے کہ سانپ کو قتل کر دو اور فرماتے جو ان کا قتل چھوڑ دے اس خوف سے کہ یہ بدلہ لیں گے وہ ہم سے نہیں یعنی ہماری راہ پر نہیں۔ کیونکہ اس نے موذی کو نہ مارا اور اللہ تعالیٰ کی قضاء پر توکل نہ کرنے کی وجہ سے۔ یہ شرح السنہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ بدلے کا خوف: مطلب یہ ہے کہ جو شخص اس خطرہ کے پیش نظر نہ مارے کہ شاید اس کا جوڑا مجھ سے بدلہ لے۔ اور کبھی کبھی یہ واقعہ ہوتا ہے کہ ایک نے سانپ کو مارا۔ اس کے جوڑے نے آ کر اسے کاٹ لیا اور بدلہ چکا لیا۔ اگر نر ہے تو اس کی مادہ آتی ہے اور اگر مادہ ہے تو نر آتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں یہ عادت تھی کہ لوگ کہتے سانپ کو مت مارو۔ اگر مارو گے تو اس کا جوڑا بدلہ لے گا۔ تو آپ ﷺ نے ایسا کہنے سے منع فرمایا۔

سانپوں سے ہم نے صلح نہیں کی

۴۰۵۴/۳۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا سَالَمْنَاهُمْ مُنْذُ حَارَبْنَاهُمْ وَمَنْ تَرَكَ شَيْئًا مِنْهُمْ خِيْفَةً فَلَيْسَ مِنَّا۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه أبوداود فی السنن ٥ / ٤٠٩' الحدیث رقم الادب' باب فی قتل الحیات' ح ٥٢٤٨ والنسائی فی ٦ / ٥١ الحدیث رقم ٣١٩٣

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم نے سانپوں سے جب سے لڑائی کی اس وقت سے صلح نہیں کی۔ جو شخص کسی سانپ کو خوف سے چھوڑ دے یعنی سانپ کے ضرر یا جوڑے کے ضرر کے خوف سے وہ ہم سے نہیں یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ بعض روایات میں منذ حاربنا کی بجائے منذ عادیناهم وارد ہوا ہے یعنی ہم نے سانپوں کے ساتھ لڑائی کے بعد

صلح نہیں کی اور نہ دشمنی کے بعد صلح کی ہے۔ مراد یہ ہے کہ سانپ وانسان کی دشمنی چلی آ رہی ہے۔ کہ ہر ایک دوسرے کو مارتا ہے بعض نے کہا کہ اس سے مراد وہ عداوت ہے جو سانپ اور آدم علیہ السلام کے درمیان ہوگی جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ ابلیس نے جنت میں جانا چاہا تو اسے جنت کے دربانوں نے منع کیا۔ سانپ نے اپنے منہ میں لے کر اس کو داخل کیا اور ابلیس نے وسوسہ ڈالا۔ یہاں تک کہ آدم وحوا نے ممنوعہ درخت کا پھل کھالیا۔ اس کی وجہ سے ان کو جنت سے نکال دیا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اهبطوا بعضكم لبعض عدو......" اس میں خطاب آدم علیہ السلام وحواء علیہا السلام اور ابلیس اور سانپ کو کیا گیا ہے۔ سانپ خوبصورت تھا اس کی خوبصورتی مسخ کر دی گئی۔ پس مناسب تھا کہ یہ عداوت ہمیشہ رہے اور ضمیر عقلاء کی سانپوں اور اضافت صلح کے لئے لائی گئی ہے کیونکہ یہ افعال عقلاء میں سے ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے: "والشمس والقمر رايتهم لی ساجدين......" اس طرح قاعدہ کے مطابق آنا چاہئے تھا: "ماسالمناهن منذحاربنا هن"۔

سانپوں کو قتل کرو

۳۶/۴۰۵۵ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُقْتُلُوا الْحَيَّاتِ كُلَّهُنَّ فَمَنْ خَافَ ثَارَهُنَّ فَلَيْسَ مِنِّىْ۔ (رواہ ابوداود والنسائی)

اخرجه أبوداود في السنن ٥ / ٤٠٩، كتاب الادب، باب ١٧٤، ح ٥٢٤٩، والنسائي في ٦ /٥١ الحديث رقم ٣١٩٣

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سانپوں کو قتل کرو جوان کے بدلے کا خوف کرے وہ مجھ سے نہیں۔ یہ ابوداؤد اور نسائی کی روایت ہے۔

تشریح: اس حدیث سے ظاہراً معلوم ہو رہا ہے کہ تمام اقسام کے سانپوں کو قتل کرنا چاہئے مگر اس میں سے عوامر البیوت گھر کے سانپوں کو مستثنیٰ کیا جائے گا۔ یا پھر اس سے مراد قتل ہے جو کہ اعلان کے بعد کیا جائے۔ جیسا کہ ابوسائب والی روایت میں مذکور ہوا۔

صفائی زمزم میں سانپوں کے قتل کا حکم

۳۷/۴۰۵۶ وَعَنِ الْعَبَّاسِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا نُرِيْدُ اَنْ نَكْنَسَ زَمْزَمَ وَاِنَّ فِيْهَا مِنْ هٰذِهِ الْجِنَانِ يَعْنِى الْحَيَّاتِ الصِّغَارَ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِهِنَّ۔

(رواہ ابوداود)

اخرجه أبوداود في السنن ٥ / ٤١٠ كتاب الادب، باب في قتل الحيات، الحديث رقم ٥٢٥١.

ترجمہ: حضرت عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہمارا ارادہ یہ ہے کہ چاہ زمزم کو صاف کیا جائے۔ اس میں سانپ ہیں جو چھوٹے چھوٹے ہیں آپ ﷺ نے ان کے قتل کا حکم دیا۔ اس کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔

تشریح: الحَيَّاتِ الصِّغَارَ: اس روایت میں تمام چھوٹے سانپوں کے قتل کا حکم دیا۔ بعد والی روایت میں ان میں سے ایک

قسم کو مارنے سے منع فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زمزم کی صفائی تمام سانپوں کو قتل کئے بغیر ممکن نہ تھی اس کے باوجود بعض کا استثناء ممکن ہے۔

جان کے قتل سے ممانعت

۴۰۵۷/۳۸ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُقْتُلُوا الْحَيَّاتِ كُلَّهَا اِلاَّ الْجَانَّ الْاَبْيَضَ الَّذِیْ كَاَنَّهٗ قَضِيْبُ فِضَّةٍ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه أبوداود فی السنن ٥ / ٤١٥ كتاب الادب' باب فی قتل الحیات' الحدیث رقم ٥٢٦١۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام قسم کے سانپوں کو قتل کرو۔ مگر جان یعنی سفید سانپ جو چاندی کی چھڑی کی طرح ہوں۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس سانپ کو مارنے سے شاید ممانعت کی وجہ یہ ہو کہ وہ ضرر نہیں پہنچاتا۔

مکھی کے کھانے میں گرنے کا معاملہ

۴۰۵۸/۳۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِیْ اِنَاءِ اَحَدِكُمْ فَامْقُلُوْهُ فَاِنَّ فِیْ اَحَدِ جَنَاحَيْهِ دَآءً وَفِی الْاٰخَرِ شِفَآءً فَاِنَّهٗ يَتَّقِیْ بِجَنَاحِهِ الَّذِیْ فِيْهِ الدَّآءُ فَلْيَغْمِسْهُ كُلَّهٗ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه أبوداود فی السنن ٤ / ١٨٢' كتاب الاطعمة' باب فی الذباب یقع فی الطعام' الحدیث رقم ٣٨٤٤ وأحمد فی المسند ٢ / ٣٤٠

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے برتن میں مکھی گر پڑے تو اسے غوطہ دو اس لئے کہ اس کے ایک بازو میں بیماری اور دوسرے میں شفاء ہے مکھی اپنے اس بازو کو ڈالتی ہے جس میں بیماری ہے۔ پس مناسب یہ ہے کہ ساری مکھی کو غوطہ دو تا کہ بیماری کے بازو کا شفاء والے بازو سے دفاع ہو جائے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

مکھی کا ایک بازو زہر والا ہے

۴۰۵۹/۴۰ وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِی الطَّعَامِ فَامْقُلُوْهُ فَاِنَّ فِیْ اَحَدِ جَنَاحَيْهِ سَمًّا وَفِی الْاٰخَرِ شِفَاءً فَاِنَّهٗ يُقَدِّمُ السَّمَّ وَيُؤَخِّرُ الشِّفَاءَ۔

(رواه فی شرح السنة)

اخرجه أبوداود ابن ماجه السنن ٢ / ١١٥٩' الحدیث رقم ٣٠٥٤ وأحمد فی المسند ٣ / ٦٧ والبغوی' شرح

السنة' ۱۱/ ۲۶۱ کتاب الصید' باب الذباب یقع فی الشراب' الحدیث رقم ۲۸۱۵۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب مکھی کھانے میں گر جائے۔ تو اسے غوطہ دو اس لئے کہ اس کے ایک بازو میں زہر ہے اور دوسرے میں شفاء ہے وہ اپنے زہر والے بازو کو ڈالتی ہے اور شفاء والے بازو کو پیچھے ڈالتی ہے۔ یہ شرح السنہ کی روایت ہے۔

چار جانور مت مارو

۴۰۶۰/۴۱ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ اَرْبَعٍ مِنَ الدَّوَابِّ النَّمْلَةِ وَالنَّحْلَةِ وَالْهُدْ هُدِ وَالصُّرَدِ۔ (رواه ابوداود والدارمی)

اخرجه أبوداود فی السنن ٥ / ٤١٨ کتاب الادب' باب فی قتل الذر' الحدیث رقم ٥٢٦٧ وابن ماجه فی ٢ / ١٠٧٤' الحدیث رقم ٣٢٢٤' والدارمی فی ٢ / ١٢١' الحدیث رقم ١٩٩٩' وأحمد فی المسند ١ / ٣٢٢

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے چار جانوروں کے قتل سے منع فرمایا۔ چیونٹی' شہد کی مکھی' ہدہد' کالی چڑی۔ یہ ابوداؤد اور دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ چیونٹی کے مارنے کی ممانعت اس طور پر ہے کہ کاٹنے سے پہلے نہ مارے۔ البتہ کاٹنے کے بعد اس کا مارنا جائز ہے۔ نمبر۲: بعض نے کہا اس چیونٹی سے بڑی چیونٹی مراد ہے جس کے پاؤں دراز ہوتے ہیں کیونکہ اس کے کاٹنے کا ضرر کم ہوتا ہے۔ شہد کی مکھی کو مارنے کی ممانعت اس لئے فرمائی کیونکہ وہ فائدہ پہنچاتی ہے۔ شہد و موم پیدا ہوتا ہے۔

ہدہد: یہ سیاہ سفید مختلف رنگوں کا جانور ہے بعض نے کہا وہ چڑیوں کا شکار کرتا ہے ان دونوں جانوروں کو مارنے سے منع فرمایا کیونکہ ان کا گوشت حرام ہے۔ اس جانور کو مارنے کی ممانعت جو کھایا نہ جاتا ہو۔ بعض نے کہا کہ ہدہد میں بدبو ہوتی ہے اس اعتبار سے یہ جلالہ کا حکم رکھتا ہے۔

صرد: کی آواز سے عرب لوگ بدفالی لیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس کے قتل سے منع فرمایا تاکہ اس کی نحوست کا اعتقاد لوگوں کے دل سے نکل جائے۔ (ع۔ ح)

الفصل الثالث:

حلال و حرام اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے

۴۰۶۱/۴۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَاْكُلُوْنَ اَشْيَاءَ وَيَتْرُكُوْنَ اَشْيَاءَ تَقَذُّرًا فَبَعَثَ اللّٰهُ نَبِيَّهٗ وَاَنْزَلَ كِتَابَهٗ وَاَحَلَّ حَلَالَهٗ وَحَرَّمَ حَرَامَهٗ فَمَا اَحَلَّ فَهُوَ حَلَالٌ وَمَا حَرَّمَ فَهُوَ حَرَامٌ وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ عَفْوٌ وَتَلَا قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْمَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْدَمًا اَلْاٰيَةَ۔

(رواه ابوداود)

اخرجه أبو داود فی السنن ٤ / ١٥٧ السنن' کتاب الاطعمه' باب ما لم یذکر تحریمه' الحدیث رقم ٣٨٠٠۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ کئی چیزوں کو تقاضائے خواہش سے کھاتے اور کئی چیزوں کو بسبب نفرت طبع چھوڑتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور ان پر کتاب نازل فرمائی اور امت پر اپنے حلال کو حلال اور حرام کو حرام کیا۔ یعنی واضح بیان کر دیا کہ یہ اشیاء حلال و حرام ہیں پس جو چیز اللہ تعالیٰ نے حلال کی وہ حلال اور جو اس نے حرام کی وہ حرام ہے۔ اور جس سے سکوت اختیار فرمایا۔ یعنی اس کی حلت و حرمت بیان نہ کی وہ درجہ عفو میں ہے۔ پس اس پر مواخذہ نہیں پھر ابن عباسؓ نے یہ آیت پڑھی: قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْمَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ ...... آپ کہہ دیں میں اس وحی میں ان چیزوں کو حرام پاتا ہوں جو کہ مردار یا دم مسفوح یا خنزیر کا گوشت یا غیر اللہ کے لئے نامزد کیا جانے والا جانور۔ آخر آیت تک۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ حلالہ: اس لفظ میں مصدر لائے جو مفعول کے قائم مقام ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور نزول کتاب سے حلال کو حلال کیا اور پھر انہوں نے یہ آیت آخر تک پڑھی یعنی اہل جاہلیت کی تردید فرمائی کہ حلال وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے حلال کی اور حرام وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حرام کی۔ یہ نہیں کہ حلت و حرمت خواہش نفس کے موافق ہو۔

اوحی: وحی کی گئی یعنی قرآن مجید میں یا مطلق میری طرف وحی ہوئی اس میں خبردار کر دیا کہ حرمت وحی سے معلوم ہوتی ہے خواہش نفس سے معلوم نہیں ہوتی۔ بقیہ آیت اس طرح ہے:

﴿قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾ (الانعام: ١٤٥)

کتاب میں یہی چیزیں حرام کی گئی ہیں ان کے علاوہ چیزوں کی حرمت سنت سے ثابت ہوتی ہے۔ مگر ابن عباسؓ نے آیت پڑھی اور سنت میں بیان کردہ چیزوں کا ذکر نہ کیا اس لئے کہ وہ تعداد میں بہت زیادہ ہیں۔ (ح۔ ع)

گدھوں کے گوشت کی حرمت کا اعلان

٤٠٦٢/٤٣ وَعَنْ زَاهِرِ الْاَسْلَمِیِّ قَالَ اِنِّیْ لَاُوْقِدُ تَحْتَ الْقُدُوْرِ بِلُحُوْمِ الْحُمُرِ اِذْ نَادٰی مُنَادِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَنْهَاكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ۔

(رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٧ / ٤٥١' کتاب المغازی الحدیث رقم ٤١٧٣

ترجمہ: حضرت زاہر اسلمیؓ سے روایت ہے کہ میں ہنڈیا کے نیچے آگ جلا رہا تھا اور گدھوں کا گوشت پکا رہا تھا اچانک آپ کے منادی نے آواز دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گدھوں کے گوشت سے تمہیں منع فرماتے ہیں یہ بخاری کی روایت ہے۔

جنات کی تین اقسام

۴۴/۴۰۶۳ وَعَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِیِّ یَرْفَعُهُ اَلْجِنُّ ثَلَاثَةُ اَصْنَافٍ صِنْفٌ لَهُمْ اَجْنِحَةٌ یَطِیْرُوْنَ فِی الْهَوَاءِ وَصِنْفٌ حَیَّاتٌ وَکِلَابٌ وَّصِنْفٌ یَحُلُّوْنَ وَیَظْعَنُوْنَ۔ (رواہ فی شرح السنة)

الطحاوی فی المسند۔

ترجمہ: حضرت ابوثعلبہ خشنیؓ سے روایت ہے کہ مرفوع روایت بیان کرتے تھے کہ جنات تین قسم کے ہیں۔ نمبرا: ایک وہ قسم ہے جو ہوا میں اڑتے ہیں اوران کے پر ہیں۔ نمبر۲: ایک قسم ان کی سانپ اور کتے (کی شکل والے) نمبر۳: ایک قسم وہ ہے جو مکان میں اترتے اور کوچ کرتے ہیں۔ یہ شرح السنہ کی روایت ہے۔

عقیقہ کا بیان

عقیقہ یہ عق سے مشتق ہے اور عق کا معنی پھاڑنا ہے اور یہاں ان بالوں کو کہا جاتا ہے جو پیدائش کے وقت لڑکے کے سر پر ہوتے ہیں اور اس کو عقیقہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ساتویں دن ان بالوں کو مونڈا جاتا ہے اور اسی وجہ سے وہ بکری جو سر مونڈ نے کے وقت ذبح کی جاتی ہے اسے بھی عقیقہ کہتے ہیں تینوں ائمہ کے نزدیک یہ سنت ہے اور اکثر احادیث سے اس کا سنت ہونا معلوم ہوتا ہے اور امام احمدؒ کی روایت میں یہ وارد ہے اس میں وہ تمام شرائط واحکام معتبر ہیں جو قربانی کے سلسلے میں معتبر ہیں ہمارے نزدیک عقیقہ سنت نہیں امام محمد نے موطا میں لکھا ہے کہ دراصل عقیقہ رسوم جاہلیت میں سے تھا شروع اسلام میں اس پر عمل کیا جاتا تھا اس کے بعد قربانی نے اپنے ماقبل کے ہر ذبح کو منسوخ کر دیا۔ جس طرح کہ رمضان المبارک کے روزے نے اپنے سے پہلے والے ہر روزے کو منسوخ کر دیا اور غسل جنابت نے اس سے پہلے والے ہر غسل کو منسوخ کر دیا اور زکوۃ نے اپنے سے پہلے ہر صدقہ کو منسوخ کر دیا۔ (ح)

الفصل الاول:

عقیقہ کا حکم

۱/۴۰۶۴ عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرِ الضَّبِّیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَعَ الْغُلَامِ عَقِیْقَةٌ فَاَهْرِیْقُوْا عَنْهُ دَمًا وَاَمِیْطُوْا عَنْهُ الْاَذٰی۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۹ / ۵۹۰، کتاب العقیقه، باب اماطة الاذای عن الصبی، الحدیث رقم ۵۴۷۱ وأبو داوٗد فی السنن ۳ / ۲۶۱، الحدیث رقم ۲۸۳۹، والترمذی فی ۴ / ۸۲ الحدیث رقم ۱۵۱۵، والنسائی فی ۷ / ۱۱۴، الحدیث رقم ۲۴۱۴، والدارمی فی ۲ / ۱۱۱، الحدیث رقم ۱۹۶۷

ترجمہ: حضرت سلمان بن عامر ضبی سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لڑکے کی پیدائش پر عقیقہ

(سنت) ہے تم ان کی طرف سے جانور ذبح کرو اور اس سے ایذاء کو دور کرو یعنی سر کے بال اور میل کچیل وغیرہ یہ بخاری کی روایت ہے۔

۴۰۶۵/۲ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُؤْتٰى بِالصِّبْيَانِ فَيُبَرِّكُ عَلَيْهِمْ وَيُحَنِّكُهُمْ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیح ۱ / ۲۳۷، الحدیث رقم (۱۰۱ ـ ۲۸٦) وأخرجه أبو داود فی السنن ٥ / ۳۳۳، الحدیث رقم ٥۰۱٦ و صحیح البخاری، کتاب العقیقه، باب تسمیة المولود، الحدیث رقم ٥٤٦٨۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیدائش کے بعد بچوں کو لایا جاتا آپ ان کے لئے برکت کی دعا فرماتے یعنی: "بارك الله عليك" کہتے اور تحنیک کرتے تھے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ تحنیك یہ ہے کہ کھجور یا کوئی میٹھی چیز چبا کر لڑکے کے تالو میں لگائی جائے یہ سنت ہے نیک بخت کو تحنیك کرنی چاہئے۔ (ح)

مہاجرین کا پہلا بچہ

۴۰٦٦/۳ وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِىْ بَكْرٍ اَنَّهَا حَمَلَتْ بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ قَالَتْ فَوَلَدْتُ بِقُبَاءٍ ثُمَّ اَتَيْتُ بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْتُهٗ فِىْ حِجْرِهٖ ثُمَّ دَعَا بِتَمْرَةٍ فَمَضَغَهَا ثُمَّ تَفَلَ فِىْ فِيْهِ ثُمَّ حَنَّكَهٗ ثُمَّ دَعَالَهٗ وَبَرَّكَ عَلَيْهِ وَكَانَ اَوَّلَ مَوْلُوْدٍ وُلِدَ فِى الْاِسْلَامِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۹ / ٥۸۷، کتاب مناقب الانصار، باب هجرة النبی ﷺ الحدیث رقم (۳۹۰۹ ـ ٥٤٦۹) و مسلم فی ۳ / ۱٦۹۱ الحدیث رقم (٢٦ ـ ٢١٤٦) وأحمد فی المسند ٦ / ۳٤۷

ترجمہ: اسماء بنت ابی بکر کہتی ہیں کہ میں عبداللہ بن زبیر کے ساتھ مکہ میں حاملہ تھی مدینہ پہنچنے کے بعد قباء میں عبداللہ کی ولادت ہوئی پھر میں آپ ﷺ کی خدمت میں لائی اور آپ کی گود میں اسے رکھ دیا آپ ﷺ نے کھجور منگوا کر اسے چبایا پھر اس کے لعاب کو اس کے منہ میں ڈالا یعنی وہ کھجور جو آپ کے لعاب مبارک سے ملی ہوئی تھی وہ عبداللہ کے منہ میں لگائی گئی پھر آپ نے اس کے لئے برکت کی دعا کی۔ یعنی بارك الله عليك فرمایا عبداللہ بن زبیر پہلے بچے تھے جو اسلام میں پیدا ہوئے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ قباء مدینہ کے قریب ایک مکان ہے آپ ﷺ ہجرت کے بعد وہیں قیام پذیر ہوئے آپ نے تین روز وہاں قیام فرمایا اور وہاں ایک مسجد کی بنیاد رکھی جو اب بھی مسجد قباء کے نام سے معروف ہے۔

اول مولود: یعنی مہاجرین کے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد مہاجرین کے ہاں یہ پہلے بچے ہیں ورنہ آپ کے ہجرت کرنے کے بعد سب سے پہلا بچہ نعمان بن بشیر انصاری ہے۔ (ح۔ع)

الفصل الثانی:

لڑکے کی طرف سے دو لڑکی کی طرف سے ایک بکری

۴/۴۰۶۷ عَنْ اُمِّ کُرْزٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَقِرُّوا الطَّيْرَ عَلٰی مَكِنَاتِهَا قَالَتْ وَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ وَلَا يَضُرُّكُمْ ذُكْرَانًا كُنَّ اَوْ اِنَاثًا۔

(رواہ ابوداود والترمذی والنساء من قولہ یقول عن الغلام الی اخرہ وقال الترمذی ھذا صحیح)

اخرجه أبو داود في السنن ۳ / ۲۲۷ كتاب الضحايا' باب في العقيقه' الحديث رقم ۲۸۳۵' والترمذی فی ٤ / ۸۳ الحديث رقم ۱۵۱٦' والنسائي في ۷ / ۱٦٥ الحديث رقم ٤۲۱۷' وابن ماجه في ۲ / ۱۰۵٦' الحديث رقم ۳۱٦۲' والدارمي في ۲ / ۱۱۱ الحديث رقم ۱۹٦٦' وأحمد في المسند ٦ / ۲۸۱

ترجمہ: حضرت ام کرزؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پرندوں کو ان کے گھونسلوں میں برقرار رکھو اور انہوں نے فرمایا میں نے یہ بھی بات سنی کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔ یعنی بطور عقیقہ کے دو۔ اور نر اور مادہ میں کوئی فرق نہیں۔ اس روایت کو ابوداؤد نے نقل کیا اور ترمذی اور نسائی نے "یقول عن الغلام" سے آخر تک نقل کیا اور ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح ۞ اَقِرُّوْا ...... الی اخرہ: **مکنات**۔ یہ مکنۃ کی جمع ہے گھونسلہ اور مکان کے معنی میں آتا ہے یعنی پرندوں کو ان کے گھونسلوں سے مت اڑاؤ۔ بعض نے کہا یہ لفظ مکناۃ ہے میم کے فتحہ کے ساتھ۔ جس کا معنی گوہ کا انڈا ہے مگر یہاں مطلق انڈے مراد ہیں۔ یعنی پرندوں کو ان کے انڈوں سے مت اڑاؤ۔ یعنی ان کو ایذا نہ دو۔ یا اس میں پرندے کو اڑا کر برا فال لینے کی ممانعت ہے جیسا کہ عربوں کا رواج تھا کہ جب کوئی کسی کام کا ارادہ کرتا تو پرندے کے گھونسلے کے پاس جاتے اور اس کو اڑا کر دیکھتے کہ وہ دائیں طرف سے گزرا ہے یا بائیں طرف سے۔ دائیں طرف سے گزرتا تو اس کو مبارک سمجھتے اور کام کے لئے روانہ ہو جاتے اور اگر بائیں جانب سے پرندہ اڑ کر جاتا تو اس کو منحوس سمجھتے۔ اور اس کام کے لئے نہ جاتے تو فال لینے کی ممانعت فرمائی۔ (ع)

ساتویں دن نام رکھا جائے اور عقیقہ کیا جائے

۵/۴۰۶۸ وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْغُلَامُ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيْقَتِهٖ يُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ وَيُسَمّٰی وَيُحْلَقُ رَاْسُهٗ (رواہ احمد والترمذی وابوداود والنسائی لکن فی روایتھما) رَهِيْنَةٌ بَدَلَ مُرْتَهَنٌ (وفی روایۃ لاحمد وابی داود) وَيُدَمّٰی مَكَانَ يُسَمّٰی وَقَالَ اَبُوْدَاوُدَ وَيُسَمّٰی اَصَحُّ۔

اخرجه أبوداود الترمذی فی السنن ۳ / ۲۵۹ كتاب الضحايا' باب في العقيقه' الحديث رقم ۲۸۳۸و ۲۷۳۸ والترمذي في ٤ / ۸٥ الحديث رقم ۱۵۲۲ والنسائي في ۷ / ۱٦٦' الحديث رقم ٤۲۲۰' وابن ماجه في ۲ /

۱۰۵۷' الحدیث رقم ۳۱٦۵' والدارمی ۲ / ۱۱۱ الحدیث رقم ۱۹٦۹ وأحمد فی المسند ۵ / ۷

ترجمہ: حضرت حسن بصری نے حضرت سمرہؓ سے نقل کیا ہے لڑکا اپنے عقیقہ کے سبب رہن رکھا ہوا ہے اس کی طرف سے ساتویں دن ذبح کیا جائے اور اس کا نام رکھا جائے اور اس کے بال مونڈے جائیں۔ یہ احمدؒ ترمذی' ابوداؤد اور نسائی کی روایت ہے اور نسائی اور ابوداؤد کی روایت میں "مرتهن" کی بجائے "رهينة" کا لفظ ہے۔ "ویسمٰی" کی بجائے "ویدمٰی" کا لفظ ہے اور ابوداؤد نے یُسَمّٰی کو زیادہ صحیح قرار دیا۔

تشریح ۞ "رَهِيْنَةٌ" کا لفظ مبالغہ کے لئے ہے یا بتاویل نفس ہے گروی ہونے کا مفہوم۔ عقیقہ کے بدلے لڑکے کے گروی ہونے کا کیا مطلب ہے حالانکہ نہ وہ مکلف ہے کہ اس کو سزا ملے یا عقیقہ چھوڑنے کی وجہ سے قابل مواخذہ ہو۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ جب تک والدین بچے کا عقیقہ نہ کریں تو اس وقت تک کے لئے یہ لڑکا والدین کے حق میں شفاعت کرنے سے روکا اور منع کیا ہوا ہے۔

نمبر۲: بعض نے کہا کہ یہ لڑکا بھلائیوں سے روکا ہوا اور آفات سے حفاظت سے روکا ہوا ہے اور جب تک عقیقہ نہ کریں تو زیادہ نشوونما نہ پائے گا۔ اور یہ گرفت حقیقتاً ترک عقیقہ کی والدین پر ہی ہے۔

نمبر۳: ایذاء اور پلیدی کے گروی ہے کیونکہ حدیث میں وارد ہوا: "فامیطوا عند الاذی" یعنی بچے سے اذی یعنی بال اور میل کچیل اور خون وغیرہ کو دور کردو۔

"یُدَمّٰی" یہ خون آلود ہونے کے معنی میں ہے اور ایک جگہ اس کی بجائے "یسمٰی" کا لفظ واقع ہوا ہے اور ابوداؤد نے اس کو زیادہ صحیح قرار دیا۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

قتادہ کہتے ہیں کہ اس کی تفسیر یہ ہے کہ جب بکری کو ذبح کر دیا جائے تو اس کے چند بال لے کر خون والی رگوں کے سامنے رکھیں تا کہ ذبح کی جگہ سے نکلنے والا خون ان بالوں کے ساتھ لگ جائے پھر ان کو لڑکے کے تالو پر رکھ دیں تا کہ ایک خط کی طرح خون وہاں سے جاری ہو جائے اس کے بعد سر کو دھوڈالنے اور مونڈ دیں۔

صاحب سفر السعادت کا قول:

یہ خون لگانے کی ضرورت نہیں کیونکہ "یدمٰی" یہ راوی کی تعریف ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ کیا اور یہ فعل نہیں کیا نیز یہ فعل جاہلیت کے معاملات کے بہت مشابہہ ہے۔ جیسا کہ فصل ثالث میں ابھی آئے گا۔ واللہ اعلم۔ انتہی۔

علماء کا قول:

علماء نے کہا کہ ابوداؤد کی یہ روایت جس میں "یدمٰی" کا لفظ ہے یہ ہمام راوی کا وہم ہے اور قتادہ کی تفسیر منسوخ ہے۔

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

یہ کیسے ممکن ہے کہ خون تر جو کہ نجس ہے اس سے سر کو آلودہ کیا جائے حالانکہ اس سے ایذاء اور خشک نجاست کے بدن سے دور کرنے کا حکم دیا گیا ہے البتہ سر پر خلوق اور زعفران ملا جائے گا جیسا کہ بعض علماء نے تجویز کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

ایک بکری عقیقہ میں

۶/۴۰۶۹ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ عَقَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحَسَنِ بِشَاةٍ وَقَالَ يَا فَاطِمَةُ اَحْلِقِىْ رَاْسَهٗ وَتَصَدَّقِىْ بِزِنَةِ شَعْرِهٖ فِضَّةً فَوَزَنَّاهُ فَكَانَ وَزْنُهٗ دِرْهَمًا اَوْ بَعْضَ دِرْهَمٍ۔ (رواه الترمذى وقال هذا حديث حسن غريب واسناده لَيْس بِمُتَّصِلٍ لِاَنَّ مُحَمَّدَبْنَ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ لَمْ يُدْرِكْ عَلِيَّ بْنَ اَبِىْ طَالِبٍؓ)

اخرجه الترمذى فى السنن فى ٤ / ٨٤ كتاب الاضاحى' باب العقيقة بشاة' الحديث رقم ١٥١٩۔

ترجمہ: حضرت امام محمد باقرؒ نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ کی طرف سے ایک بکری کے ساتھ عقیقہ کیا اور فرمایا اے فاطمہ! اس کا سر مونڈھ دو اور بالوں کے ہم وزن چاندی خیرات کردو۔ ہم نے بالوں کا وزن کیا تو ایک درہم یا اس سے کم وزن پایا۔ ترمذی کی روایت ہے یہ روایت حسن غریب ہے یہ منقطع روایت ہے کیونکہ محمد بن علی کا سماع حضرت علیؓ سے ثابت نہیں۔

تشریح ❁ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکے کا عقیقہ ایک بکری سے بھی ہوسکتا ہے۔ ابوداؤد نے ابن عباسؓ سے نقل کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن وحسین کا عقیقہ ایک ایک دنبہ سے کیا۔ جیسا کہ آئندہ روایت میں مذکور ہے نسائی نے ابن عباسؓ سے دو دو دنبہ کی روایت نقل کی ہے اور بریدہؓ کی روایت میں مطلق عقیقے کا تذکرہ ہے۔

صاحب سفر السعادت کا قول:

یہ ایک بکری والی روایت اگرچہ صحیح ہے مگر "عن الغلام شاتان" والی روایت زیادہ قوی وصحیح ہے۔ کیونکہ اسے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت سے نقل کیا گیا ہے۔

نمبر۲: دوسری وجہ ترجیح یہ ہے کہ قول فعل سے اقوی اور اتم ہے کیونکہ فعل میں تخصیص کا احتمال موجود ہے۔

نمبر۳: فعل کی دلالت جواز پر ہے اور قول استحباب کو ظاہر کرتا ہے۔

ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اس باب میں حضرت علی، عائشہ، ام کرز، بریدہ، سمرہ اور ابوہریرہ، ابن عمر، انس، سلمان بن عامر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایات وارد ہوئی ہیں۔ (کذا قال الشیخ)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

① عین ممکن ہے کہ لڑکے کے متعلق استحباب کا اقل درجہ ایک بکری ہے اور کمال استحباب دو بکریاں ہیں اور اس روایت میں ایک کا ذکر بیان جواز کے لئے ہے اور اقل پر اکتفاء کیا گیا ہے۔

② یہ روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ دو بکریوں کا ذبح کرنا ساتویں دن لازم نہیں پس ممکن ہے کہ آپ نے ان کی طرف سے ایک دُنبہ پیدائش کے دن اور ایک دنبہ ساتویں دن ذبح کیا ہو اس طرح روایات میں تطبیق پیدا ہو جاتی ہے۔

③ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دنبہ عقیقہ کیا اور پھر آپ نے فاطمہؓ یا حضرت علیؓ کو دوسرا دنبہ ذبح کرنے کا حکم فرمایا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت ایک دنبہ عقیقہ کی نسبت حقیقی ہے اور دو دنبوں کی نسبت مجازی ہے۔ واللہ اعلم۔

اَحْلِقِيْ: اور اس کا سر خود مونڈھ حقیقت میں یا کسی کو مونڈنے کا کہو کہ وہ سر مونڈ دے۔ یہ امر استحباب کے لئے ہے اسی طرح بالوں کا وزن کرنے کا امر بھی استحبابی ہے۔

ایک ایک دُنبہ کا ذبح کرنا

۴۰۷۰/۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ كَبْشًا كَبْشًا (رواہ ابو داود وعند النسائی) كَبْشَيْنِ كَبْشَيْنِ.

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۲٦۱ كتاب الضحايا باب فی العقيقة ح ۲۸٤۱ والنسائی فی ۷ / ۱٦٦ الحديث رقم ٤۲۱۹

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیقہ کیا حضرت حسن وحسینؓ کی طرف سے ایک ایک دنبہ۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے اور نسائی میں دو دو دنبے کا ذکر ہے۔

دو بکریاں عقیقہ میں

۴۰۷۱/۸ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَقِيْقَةِ فَقَالَ لَا يُحِبُّ الْعُقُوْقَ كَاَنَّهٗ كَرِهَ الْاِسْمَ وَقَالَ مَنْ وُلِدَ لَهٗ وَلَدٌ فَاَحَبَّ اَنْ يَّنْسُكَ عَنْهُ فَلْيَنْسُكْ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَيْنِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةً. (رواہ ابو داود والنسائی)

اخرجه أبو داود فی السنن ۳ / ۲٦۲ كتاب الاضاحی باب فی العقيقة الحديث رقم ۲۸٤۲ والنسائی فی السنن ۷ / ۱٦۲ الحديث رقم ٤۲۱۲ وأحمد فی المسند ۲ / ۱۸۲

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ عقوق کو پسند نہیں کرتا۔ گویا عقیقہ کے لفظ کو ناپسند فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا۔ جس کے ہاں لڑکا ہو تو وہ اس کی طرف سے دو بکریاں ذبح کرے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔ یہ ابوداؤد ونسائی

کی روایت ہے۔

تشریح لَا يُحِبُّ الْعُقُوقَ :اللہ تعالیٰ عقوق کو ناپسند کرتے ہیں جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کا لڑکا اس کا نافرمان نہ ہو تو چاہیے کہ وہ چھوٹی عمر میں اس کی طرف سے عقیقہ کرے کیونکہ عقوق والدین کا سبب عقوق فرزند یعنی عقیقہ نہ کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ عقوق کو پسند نہیں کرتا یہ ارشاد نبوت: "من ولد له" کی تمہید ہے تو گویا کہ اس کو مکروہ رکھا۔ یہ کسی راوی کا کلام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیقہ کا نام عقیقہ رکھنا پسند نہ فرمایا تا کہ یہ گمان نہ کیا جائے کہ وہ عقوق سے مشتق (نکلا) ہے۔ اور اس کا بہتر نام رکھنے کو پسند کیا۔ مثلاً ذبیحہ اور نسیکہ وغیرہ کذافی النہایہ۔

علامہ تورپشتی رحمہ اللہ: یہ کلام بے ربط ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی احادیث میں عقیقہ کا خود ذکر فرمایا ہے اگر یہ نام برا ہوتا تو پھر استعمال نہ کیا جاتا۔ البتہ اس طرح کہنا بہتر ہے کہ سائل نے گمان کیا کہ عقیقہ کا عقوق کے ساتھ اشتقاق اس بات کو چاہتا ہے کہ یہ حکم زیادہ مضبوط نہ ہو۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ بات اس کے الٹ ہے (کہ اشتقاق کا ایک ہونا ضعف کی علامت نہیں) اس کے علاوہ بھی احتمالات صاحب مرقات نے ذکر کئے ہیں: من شاء فلیراجع الیہ۔ شیخ عبدالحق کا قول: انہوں نے نہایہ کے کلام کو نقل کرنے کے بعد لکھا کہ بعض روایات میں جو عقیقہ کا ذکر وارد ہے وہ کراہت سے پہلے کا ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے کان میں اذان

۹/۴۰۷۲ وَعَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَذَّنَ فِیْ اُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ حِیْنَ وَلَدَتْهُ فَاطِمَةُ بِالصَّلٰوةِ۔ (رواه الترمذی و ابوداود وقال الترمذی هذا حدیث حسن صحیح)

اخرجه أبوداود فی السنن ٥ / ٣٣٣، کتاب الادب، باب فی الصبی یولد فیوذن فی اذنه، الحدیث رقم ٥١٠٥ والترمذی فی ٤ / ٨٢ الحدیث رقم ١٥١٤، وأحمد فی المسند ٦ / ٩

ترجمہ: حضرت ابو رافع سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ کے کان میں اذان دی۔ جبکہ وہ حضرت فاطمہؓ کے ہاں پیدا ہوئے وہ اذان نماز والی اذان کی طرح تھی۔ یہ ترمذی وابوداؤد کی روایت ہے۔ ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا۔

تشریح اس سے معلوم ہوا کہ لڑکے کے کان میں پیدائش کے بعد اذان دینا سنت ہے مسند ابویعلیٰ موصلی میں حضرت حسینؓ سے مرفوعاً منقول ہے کہ جس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اور وہ اس کے دائیں کان میں اذان دے اور بائیں میں تکبیر کہے تو اس بچے کو ام الصبیان نہ ہوگی۔ کذا فی الجامع الصغیر للسیوطی۔

نوویؒ کہتے ہیں: لڑکے کے کان میں اس طرح کہنا مستحب ہے۔ انی اعیذھابك وذریتها من الشیطان الرجیم ...... (کتاب الروضہ)

الفصل الثالث:

ذبح کے بعد سر مونڈنا

۱۰/۴۰۷۳ عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا وُلِدَ لِاَحَدِنَا غُلَامٌ ذَبَحَ شَاةً وَلَطَخَ رَأْسَهُ بِدَمِهَا فَلَمَّا جَآءَ الْإِسْلَامُ كُنَّا نَذْبَحُ الشَّاةَ يَوْمَ السَّابِعِ وَنَحْلِقُ رَأْسَهُ وَنَلْطَخُهُ بِزَعْفَرَانٍ۔ (رواه ابوداود وزاد رزين) وَنُسَمِّيْهِ۔

اخرجه أبو داود في السنن ٣ / ٢٦٣ ' كتاب الاضاحى ' باب فى العقيقه ' الحديث رقم ٢٨٤٣۔

ترجمہ: حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جب ہمارے کسی کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا تو وہ بکری ذبح کرتا اور اس کے سر کو اس کا خون لگاتا۔ جب اسلام آیا تو ہم ساتویں دن بکری ذبح کرتے تھے اور اس کا سر مونڈ کر اس پر زعفران لگاتے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔ اور رزین کے یہ الفاظ زائد ہیں کہ ہم ساتویں دن نام رکھتے تھے۔

تشریح ۞ اکثر احادیث کے مطابق عقیقہ ساتویں دن ہے اور شافعیؒ اور احمدؒ کے ہاں ساتویں دن میسر نہ ہو تو چودھویں دن کرے اور چودھویں نہ ہو تو اکیسویں دن، اٹھائیسویں دن اور پینتیسویں دن۔ علی ہذا القیاس۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ظہور نبوت کے بعد اپنا عقیقہ کیا۔ اس لئے کہ یہ معلوم نہ تھا کہ پیدائش کے دن عقیقہ ہوا تھا یا نہیں۔ مگر اس روایت کی سند میں ضعف ہے اور بعد سے خالی نہیں۔ واللہ اعلم۔ امام شافعیؒ کے ہاں عقیقہ کی ہڈیاں توڑے اور مالکؒ کے ہاں نہ توڑے شوافعؒ کی کتب میں مذکور ہے۔ عقیقہ کا گوشت پکا کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینا بہتر ہے اور اگر شیریں پکائے تو بہتر ہے۔ تفاول کے ساتھ حلاوت یعنی لڑکے کے اخلاق اچھے ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔

کھانے کا بیان

یعنی اس میں کھانے کی اقسام مذکور ہیں کہ آپ ﷺ نے کیا کیا کھانے کھائے ہیں اور کیا کیا نہیں اور کھانے کے احکام و آداب مذکور ہیں۔

الفصل الاول:

سامنے سے اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ

۴۰۷۴/۱ عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِیْ سَلَمَةَ قَالَ كُنْتُ غُلَامًا فِیْ حَجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَكَانَتْ يَدِیْ تَطِيْشُ فِی الصَّحْفَةِ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَمِّ اللّٰهَ وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ۔ (متفق علیه)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۵۹۷/۳ الحدیث رقم (۱۰۲-۲۰۱۷)' وأبو داوٗد فی السنن ۱۳۹/۴ الحدیث رقم ۳۷۶۶' وأحمد فی المسند ۳۸۳/۵۔

ترجمہ: حضرت عمر بن ابوسلمہؓ سے روایت ہے کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کی پرورش میں چھوٹا بچہ تھا۔ برتن میں میرا ہاتھ گھومتا تھا۔ یعنی بچوں کی عادات کی طرح برتن میں ہر طرف ہاتھ ڈالتا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ بسم اللہ کہو اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اور اپنے سے متصل جانب سے کھاؤ۔ یہ روایت بخاری و مسلم نے نقل کی۔

تشریح ۞ جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ تینوں امور اس ارشاد میں استحباب کے لئے ہے۔

بعض نے کہا کہ دائیں ہاتھ سے کھانے کا امر وجوب کے لئے۔ جمہور کے نزدیک یہ بھی ہے کہ اگر کئی آدمی کھانا کھائیں تو تمام بسم اللہ پڑھیں۔ بعض علماء کے نزدیک امام شافعیؒ بھی انہی میں سے ہیں کہ جماعت میں ایک آدمی کی بسم اللہ کافی ہے۔

اسی طرح دوائی اور پانی پینے کے لئے بھی کھانے کی طرح بسم اللہ ہے۔

بسم اللہ والا کھانا شیطان کے لئے حلال نہیں

۲/۴۰۷۵ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ اَنْ لَّا يُذْكَرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۳/۱۵۹۷ الحدیث رقم (۱۰۲۔۲۰۱۷)' وأبو داؤد فی السنن ٤/۱۳۹ الحدیث رقم ۳۷٦٦' وأحمد فی المسند ٥/۳۸۳۔

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کھانے پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے تو شیطان وہ کھانا اپنے لئے حلال سمجھتا ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ يَسْتَحِلُّ: یعنی اس کھانے کو کھا سکتا ہے یہ ظاہر پر محمول ہے۔ بعض نے یہ تاویل کی ہے کہ وہ کھانے کی برکت لے جاتا ہے گویا وہ شیطان کھا گیا۔

نمبر۲: اس کو اللہ تعالیٰ کی ناپسند جگہ میں صرف کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی یاد سے خالی گھر شیطان کی رہائش گاہ

۳/۴۰۷٦ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهٗ فَذَكَرَ اللّٰهَ عِنْدَ دُخُوْلِهٖ وَعِنْدَ طَعَامِهٖ قَالَ الشَّيْطَانُ لَا مَبِيْتَ لَكُمْ وَلَا عَشَاءَ وَاِذَا دَخَلَ فَلَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ عِنْدَ دُخُوْلِهٖ قَالَ الشَّيْطٰنُ اَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ وَاِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ عِنْدَ طَعَامِهٖ قَالَ اَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ وَالْعَشَاءَ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۳/۱۵۹۸ الحدیث رقم (۱۰۳۔۲۰۱۸)' وأبو داؤد فی السنن ٤/۱۳۸ الحدیث رقم ۳۷٦٥' وابن ماجه فی السنن ۲/۱۲۷۹ الحدیث رقم ۳۸۸۷' وأحمد فی المسند ۳/۳۸۳۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہو یعنی رہائش گاہ میں تو داخلے کے وقت اور کھانے کے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرے تو شیطان اپنے تابعداروں سے کہتا ہے کہ اس گھر میں نہ تمہاری جگہ ہے اور نہ کھانا۔ اور جب داخلہ کے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد نہ کرے تو شیطان اپنے پیروکاروں سے کہتا ہے کہ تمہارے لئے رہائش مل گئی۔ اور جب کھانے کے وقت بھی اللہ تعالیٰ کو یاد نہ کرے تو شیطان کہتا ہے کہ تمہیں کھانا اور جگہ دونوں مل گئے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

دائیں ہاتھ سے کھاؤ پیو

۴/۴۰۷۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَاْكُلْ بِيَمِيْنِهٖ وَاِذَا شَرِبَ فَلْيَشْرَبْ بِيَمِيْنِهٖ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۳/٥۹۸ الحدیث رقم (۱۰٥۔۲۰۲۰) وابوداود فی السنن ٤/۱٤٤ الحدیث رقم

۳۷۷٦ والترمذی فی ٤/۲۲۷ الحدیث رقم ۱۸۰۰ والدارمی فی ۲/۱۳۲ الحدیث ۲۰۳۰، وأحمد فی المسند ۲/۳٤۹۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم کھاؤ تو دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور جب پیو تو دائیں ہاتھ سے پیو۔ یعنی پانی والا برتن دائیں ہاتھ میں پکڑو۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ امر اس میں وجوب کے لئے معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس میں وعید بھی موجود ہے جیسا کہ اس کی طرف بعض علماء گئے ہیں وعید والی روایت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھا تو آپ نے فرمایا۔ اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے کہا میں طاقت نہیں رکھتا تو آپ نے فرمایا۔ خدا کرے طاقت نہ ہو۔ تو اس کے بعد اس کا وہ ہاتھ منہ کی طرف نہ اٹھ سکا۔

طبرانی کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے سبیعہ اسلمیہ کو ایک دن بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھا تو آپ ﷺ نے اس کے لئے بددعا کی تو وہ طاعون میں مبتلا ہو کر مر گئی۔ جمہور نے اس روایت کو زجر وسیاست پر محمول کیا ہے۔

بائیں ہاتھ سے کھانا شیطانی عمل

۵/۴۰۷۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا یَاْکُلَنَّ اَحَدُکُمْ بِشِمَالِهٖ وَلَا یَشْرَبَنَّ بِهَا ۔فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ یَاْکُلُ بِشِمَالِهٖ وَیَشْرَبُ بِهَا۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۳/۱۵۹۸ الحدیث رقم (۱۰٦۔۲۰۲۰)، وأبو داوٗد فی السنن ٤/۱٤٤ الحدیث رقم ۳۷۷٦، والترمذی فی السنن ٤/۲۲٦ الحدیث رقم ۱۷۹۹ ومالك فی الموطأ ۲/۹۲۲ الحدیث رقم ٦ من کتاب صفة النبی ﷺ وأحمد فی المسند ۲/۳۳۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ تم بائیں ہاتھ سے مت کھاؤ اور نہ پیو۔ اس لئے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ تورپشتی کا قول: اس کا مطلب یہ ہے کہ شیطان اپنے دوستوں کو اس کام پر برانگیختہ کرتا ہے۔

علامہ طیبی کا قول: اس حدیث کو ظاہر پر محمول کریں گے۔ حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں سند حسن سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں جب تم کھاؤ یا پیو تو دائیں سے کھاؤ پیو اور (کوئی چیز) لو یا دو وہ بھی دائیں ہاتھ سے کرو کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا، پیتا اور (چیزیں) لیتا دیتا ہے۔

تین اُنگلیوں سے کھانا اور چاٹنا

٦/۴۰۷۹ وَعَنْ کَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَاْکُلُ بِثَلَاثَةِ اَصَابِعَ وَیَلْعَقُ یَدَهٗ قَبْلَ اَنْ یَّمْسَحَهَا ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۳/۱٦۰۵ الحدیث رقم (۱۳۱۔۲۰۳۲)، وأحمد فی المسند ۳/٤٥٤۔

ترجمہ: حضرت کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ تین انگلیوں سے کھاتے یعنی انگوٹھے، شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی سے اور اپنا ہاتھ چاٹ لیتے یعنی کھانے سے فراغت کے بعد چاٹ لیتے اس سے قبل کہ رومال سے صاف کریں۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

تین انگلیوں سے کھانا سنت ہے ان کے ساتھ چوتھی اور پانچویں کو بلاضرورت نہ ملائے۔

یَلْعَقُ: اپنا ہاتھ یعنی درمیانی انگلی پھر اس کے پاس والی پھر انگوٹھا چاٹتے۔ طبرانی نے عمرو بن ربیعہؒ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ تین انگلیوں سے کھاتے اور چوتھی سے معاونت کرتے اور مرسل روایت میں اس طرح ہے کہ آپ ﷺ پانچ انگلیوں سے کھاتے تھے۔ شاید کہ اس روایت کی مراد پتلی چیز کے کھاتے وقت کا معمول ہے یا بیان جواز کے لئے بھی اس طرح کھایا ہو۔ اور آپ ﷺ کی اکثر عادت مبارکہ تین انگلیوں سے کھانے کی تھی بعض روایات میں "یمسحها" کا لفظ بھی وارد ہوا ہے اور یہ اضافہ بھی موجود ہے "ثم یغسلها" یعنی اولاً ہاتھ چاٹتے پھر دھوتے تھے۔ (ع۔ح)

کونسا نوالہ برکت والا

۴۰۸۰/۷ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَمَرَ بِلَعْقِ الْاَصَابِعِ وَالصَّحْفَةِ وَقَالَ اِنَّکُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِیْ اَیَّةِ الْبَرَکَةُ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۶۰۶/۳ الحدیث رقم (۱۳۳۔۲۰۳۳)۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے رکابی اور انگلیوں کے چاٹنے کا حکم دیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ تمہیں نہیں معلوم کہ کونسا نوالہ برکت والا ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ وَالصَّحْفَةِ: واؤ مطلقاً جمع کے لئے ہے۔ پس برتن پہلے چاٹیں پھر انگلی۔

اَیَّةِ: یہ مؤنث کی علامت کے ساتھ ہے۔ اسی کا ترجمہ تحریر کیا گیا ہے مگر بعض نسخوں میں یہ ہا ضمیر کے ساتھ ہے یعنی کس کھانے میں برکت ہے۔ آیا کھائے جانے والے کھانے یا چاٹے جانے والے کھانے میں۔ اس کی تائید آئندہ روایت سے ملتی ہے۔

فانه لایدری: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل تو انگلیوں کا چاٹنا سنت ہے اور وہ چیز اتارنا جو انگلی پر لگی ہے اور مبالغہ کے طور پر انگلیوں کا منہ میں داخل کرنا مراد نہیں۔ (ع۔ح)

ہاتھ چاٹ لو یا چٹوا دو

۴۰۸۱/۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمْ فَلَا یَمْسَحْ یَدَهٗ حَتّٰی یَلْعَقَهَا اَوْ یُلْعِقَهَا۔

(متفق علیه)

اخرجه البخاري في صحيحه ۹/۵۷۷ الحديث رقم ۵۴۵۶' ومسلم في ۳/۱۶۰۵ الحديث رقم (۱۲۹-۲۰۳۱ وأبو داوٗد في السنن ۴/۱۸۵ الحديث رقم ۳۸۴۷' وابن ماجه في ۲/۱۰۸۸ الحديث رقم ۳۲۶۹' والدارمي في ۲/۱۳۱ الحديث رقم ۲۰۲۶' وأحمد في المسند ۱/۲۲۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو وہ اس وقت تک اپنا ہاتھ کسی چیز سے صاف نہ کرے جب تک وہ خود ہاتھ نہ چاٹ لے یا چٹوا دے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ چٹوائے! مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کو چٹوا دے جن کو گھن نہ آتی ہو مثلاً بیوی' لونڈی' خادم وغیرہ کو کیونکہ ان کو اس سے لذت حاصل ہوتی ہے۔ اور شاگردوں کا بھی یہی حکم ہے۔ وہ تو اس کو تبرک سمجھیں گے۔ (ع)

گرے لقمہ کو صاف کر کے کھا لو

۹/۴۰۸۲ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَحْضُرُ اَحَدَكُمْ عِنْدَ كُلِّ شَيْءٍ مِنْ شَأْنِهٖ حَتّٰى يَحْضُرَهٗ عِنْدَ طَعَامِهٖ فَاِذَا سَقَطَتْ مِنْ اَحَدِكُمُ اللُّقْمَةُ فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مَا اَذًى ثُمَّ لِيَاْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ فَاِذَا فَرَغَ فَلْيَلْعَقْ اَصَابِعَهٗ فَاِنَّهٗ لَا يَدْرِيْ فِيْ اَيِّ طَعَامِهٖ يَكُوْنُ الْبَرَكَةُ ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ۳/۱۶۰۷ الحديث رقم (۱۳۵-۲۰۳۳)۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا شیطان تم میں سے ہر ایک کے پاس حاضر ہوتا ہے اس کے تمام کاموں کے موقع پر یہاں تک کہ وہ اس کے کھانے میں حاضر ہوتا ہے۔ پس جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اس کو جو مٹی وغیرہ لگی ہے اسے دور کر دے اور کھا لے شیطان کے لئے نہ چھوڑے جب کھانے سے فارغ ہو تو اپنی انگلیاں چاٹ لے۔ وہ یقینی طور نہیں جانتا کہ اس کے کس کھانے میں برکت ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **فَلْيُمِطْ**: اگر کسی نجس چیز پر پڑے تو دھو ڈالے اگر اس کا دھونا ممکن ہو ورنہ کسی جانور کو کھلا دے۔

وَلَا يَدَعْهَا: شیطان کے لئے چھوڑنا یا تو حقیقت پر محمول ہے کہ وہ بھی کھاتا ہے اور یا کنایہ ہے کہ لقمہ کو ضائع نہ کرے اور حقیر نہ جانے اور متکبروں کی عادت یہ ہے کہ گرے ہوئے لقمے کو اٹھانا عیب سمجھتے ہیں اور یہ شیطانی حرکت ہے اس لئے تکبر کو دفع کرنے اور تواضع پیدا کرنے کے لئے یہ بات فرمائی کہ جب وہ فارغ ہو تو اپنی انگلیاں چاٹ لے۔ (ح)

تکیہ لگا کر مت کھاؤ

۱۰/۴۰۸۳ وَعَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا اٰكُلُ مُتَّكِئًا ۔ (رواه البخاري)

اخرجه البخاري في صحيحه ۹/۵۴۰ الحديث رقم ۵۳۹۹' وأبو داوٗد في السنن ۴/۱۴۰ الحديث رقم ۳۷۶۹' وابن ماجه في ۲/۱۰۸۶ الحديث رقم ۳۲۶۲' والدارمي في ۲/۱۴۵ الحديث رقم ۲۰۷۱

ترجمہ: حضرت ابو جحیفہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تکیہ لگا کر نہیں کھاتا یہ بخاری کی

روایت ہے۔

تشریح: صاحب سفر السعادت نے لکھا ہے کہ تکیہ لگانے کی تین قسمیں ہیں۔ نمبرا پہلو زمین پر رکھے۔ نمبر۲ چہار زانوں بیٹھے۔ نمبر۳ ایک ہاتھ زمین پر ٹیک کر بیٹھے اور دوسرے ہاتھ سے کھانا کھائے یہ تینوں قسمیں قابل مذمت ہیں بعض نے ایک چوتھی قسم بھی بیان کی ہے کہ تکیہ یا دیوار یا اسی طرح کی کسی چیز سے ٹیک لگا کر بیٹھے عام شارحین نے مُتَّکِئًا کی تفسیر جھک کر دونوں جانبوں میں سے کسی ایک جانب بیٹھنے سے کی ہے کیونکہ اس طرح کھانا رگوں میں سہولت سے نہیں پہنچتا اور ضرر دیتا ہے اور جلدی ہضم نہیں ہوتا علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ نہ تکیہ لگا کر کھائے اور نہ منہ کے بل لیٹ کر نہ کھڑے ہو کر بلکہ دوزانو بیٹھ کر یا بصورت اقعاء یعنی سرین کو زمین پر ٹیک کر اور دونوں زانوں کھڑے کر کے جیسے عموماً کتا بیٹھتا ہے یا دونوں پاؤں اکڑوں بیٹھ کر یا دائیاں زانوں کھڑا رکھ کر اور بیٹھے بائیں زانوں پر یہ درست ہے۔ (ح۔ع) (كتاب عمل اليوم والليلة للسيوطي)

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دسترخوان پر روٹی کھاتے

۱۱/۴۰۸۴ وَعَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَا اَكَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى خِوَانٍ وَلَا فِيْ سُكُرُّجَةٍ وَلَا خُبِزَ لَهٗ مُرَقَّقٌ قِيْلَ لِقَتَادَةَ عَلٰى مَا يَاْكُلُوْنَ قَالَ عَلَى السُّفَرِ۔ (رواه البخاري)

أخرجه مسلم في صحيحه ۱۶۲۳/۳ الحديث رقم (۱۷۰۔۲۰۵۳)، والترمذي في السنن ۲۳۰/٤ الحديث رقم ۱۸۰۷، وأحمد في المسند ۱۰۳/۵۔

ترجمہ: حضرت قتادہ نے حضرت انسؓ سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے نہ تو چوکی پر کھایا اور نہ طشتری میں کھایا نہ آپ نے میدے کی روٹی کھائی حضرت قتادہ سے پوچھا گیا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کس چیز پر کھاتے تھے تو انہوں نے کہا کہ آپ دسترخوان پر روٹی کھاتے تھے یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح: اور خوان پر کھانا کھانا یہ چین والوں کا طریقہ ہے اور متکبروں کا طرز عمل ہے تاکہ جھکنا نہ پڑے۔

سُكُرُّجَةٍ: بعض نے اس کو راء کے زیر کے ساتھ پڑھا ہے اس کا معنی طشتری یا پیالی ہے اس میں چٹنی یا اچار رکھا جاتا ہے۔

السُّفَرِ: دسترخوان۔ دسترخوان پر اس لئے کھانا کھایا کیونکہ یہ کھانا جلدی ہضم ہونے والا ہوتا ہے حضرت انسؓ نے بتایا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے دسترخوان پر اس طرح کی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی جو متکبرین اور فراغت والے اور چین والوں کے دسترخوان پر ہوتی ہے بلکہ سادہ کھانا ہوتا تھا۔

وَلَا خُبِزَ: اور حضرت کے لئے چپاتی وغیرہ نہیں پکائی گئی اور نہ آپ نے کھائی یا آپ کے علاوہ دوسروں کے لئے پکائی گئی ہو جیسا کہ اور روایات میں آیا لیکن آپ نے چپاتی نہیں کھائی۔ خوان پر کھانے کی نفی سے سوال ہوتا تھا کہ آپ نے کس چیز پر رکھ کر کھانا کھایا کہ آیا اور بھی کوئی چیز رکھنے والی تھی یا نہیں اس کا جواب دے دیا گیا البتہ طشتری وغیرہ کہ مطلقاً اس کی نفی ہے۔

قِيْلَ لِقَتَادَةَ: حضرت قتادہ سے کہا گیا کہ وہ کس چیز پر کھاتے تھے یعنی صحابہ کرامؓ تو آپ کے پیروکار تھے اور سنت پر چلنے والے تھے تو وہ کس چیز پر کھاتے تھے صحابہ کے احوال کے بارے میں دریافت کرنا درحقیقت آپ کے احوال کو ہی دریافت

کرنا تھا اس لئے یا کلون کی ضمیر جمع لائی گئی یا یا کلون کی ضمیر حضرت اور صحابہ دونوں کی طرف راجع ہو اس سے معلوم ہوا کہ دستر خوان پر کھانا کھانا سنت ہے اور خوان وغیرہ پر بدعت ہے۔ اور اگر تکبر کی نیت سے نہ ہو تو پھر جائز ہے۔ (ع۔ح)

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے چپاتی نہیں کھائی

۱۲/۴۰۸۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ مَا اَعْلَمُ النَّبِیَّ ﷺ رَاٰی رَغِیْفًا مُرَقَّقًا حَتّٰی لَحِقَ بِاللّٰہِ وَلَارَاٰی شَاۃً سَمِیْطًا بِعَیْنِہٖ قَطُّ۔ (رواہ البخاری)

أخرجه البخاري في صحيحه ٩/ ٥٣٠ الحديث رقم ٥٣٨٥، وابن ماجه في السنن ٢/ ١١٠٠ الحديث رقم ٣٣٠٩، وأحمد في المسند ٣/ ١٢٨۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پتلی روٹی یعنی چپاتی دیکھی بھی ہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جاملے اور نہ ہی آپ نے دم سے پکی ہوئی بکری کبھی دیکھی یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ سَمِیْطًا: سمیط اس بکری کو کہا جاتا ہے کہ جس کی کھال کے بال گرم پانی سے دور کر کے اسی کھال میں اس کے گوشت کو بھونا جائے یہ چین والوں کی عادت ہے اس لئے اس کو بیان فرمایا۔

اور روایت کے اندر بعینہ کا لفظ تاکید کے لئے وارد ہوا ہے جیسا کہ عرب لوگ کہتے ہیں: "كتبه بيده ومشى برجله"۔ (ح)

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بے چھنا آٹا استعمال فرمایا

۱۳/۴۰۸۶ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ مَارَاٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ النَّقِیَّ مِنْ حِیْنَ انْبَعَثَهُ اللّٰہُ حَتّٰی قَبَضَهُ اللّٰہُ وَقَالَ مَا رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مُنْخُلًا مِنْ حِیْنَ ابْتَعَثَهُ اللّٰہُ حَتّٰی قَبَضَهُ اللّٰہُ قِیْلَ کَیْفَ کُنْتُمْ تَاْکُلُوْنَ الشَّعِیْرَ غَیْرَ مَنْخُوْلٍ قَالَ کُنَّا نَطْحَنُهٗ وَنَنْفُخُهٗ فَیَطِیْرُ مَاطَارَ وَمَا بَقِیَ ثَرَّیْنَا فَاَکَلْنَاهُ۔

(رواہ البخاری)

أخرجه البخاري في صحيحه ٩/ ٥٤٩ الحديث رقم ٥٤١٣، وابن ماجه في ٢/ ١١٠٧ الحديث رقم ٣٣٣٥، وأحمد في المسند ٥/ ٣٣٢۔

ترجمہ: حضرت سہل بن سعدؓ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب سے آپ کو پیغمبر بنا کر بھیجا وفات تک آپ نے میدے کو نہیں دیکھا اور سہل کہتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے وفات تک چھلنی نہیں دیکھی۔ سہل سے پوچھا گیا پھر تم کس طرح کھاتے تھے یعنی بے چھنے آٹے کی روٹی کس طرح کھاتے تھے تو وہ کہنے لگے پیسنے کے بعد ہم اس میں پھونک مارتے۔ چنانچہ جو بھوسی پھونک سے اُڑ جاتی۔ سو اُڑ جاتی اور جو باقی رہتی تو اس کو اس آٹے میں گوندھ کر اسی کی روٹی پکا کر کھاتے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ انْبَعَثَهُ اللّٰہُ: علامہ عسقلانی فرماتے ہیں کہ سہل نے یہ کہہ کر اس بات سے احتراز کیا کہ نبوت سے قبل آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دو مرتبہ تجارت کے سلسلے میں شام تشریف لے گئے اور بحیرہ راہب کے ہاں بھی ضیافت کھائی اور شام میں تو یہ چیز عام ہے تو ظاہر

ہے کہ آپ نے یہ چیز دیکھی اور کھائی بھی ہوگی اور ظہور نبوت کے بعد تنگی معاش کا زمانہ مشہور ہے اس وقت میں ایسی چیزوں کا استعمال نہیں ہوا۔ اس روایت میں آپ ﷺ کے ترک تکلف اور کھانے کا خصوصی اہتمام نہ کرنا بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ ان چیزوں کی طرف عام طور پر غافل و احمق لوگ متوجہ ہوتے ہیں۔ (ع)

کھانے کا عیب مت چنو

۴۰۸۷/۱۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ مَا عَابَ النَّبِیُّ ﷺ طَعَامًا قَطُّ اِنِ اشْتَهَاهُ اَکَلَهٗ وَاِنْ کَرِهَهٗ تَرَکَهٗ۔

(متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۹/۵۴۷ الحدیث رقم ۵۴۰۹، ومسلم فی ۳/۱۶۳۲ الحدیث رقم (۱۸۷۔۲۰۶۴) وأبو داؤد فی السنن ۴/۱۳۷ الحدیث رقم ۳۷۶۳، والترمذی فی ۴/۳۳۱ الحدیث رقم ۲۰۳۱، وابن ماجه فی ۲/۱۰۸۵ الحدیث رقم ۳۲۵۹، وأحمد فی المسند ۲/۴۲۷۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے کسی کھانے میں کبھی عیب نہیں نکالا۔ اگر رغبت ہوتی تو کھا لیتے اور پسند نہ ہوتا تو آپ چھوڑ دیتے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

مؤمن ایک اور کافر سات انتڑیوں سے کھاتا ہے

۴۰۸۸/۱۵ وَعَنْهُ اَنَّ رَجُلًا کَانَ یَاْکُلُ اَکْلًا کَثِیْرًا فَاَسْلَمَ وَکَانَ یَاْکُلُ قَلِیْلًا فَذُکِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ یَاْکُلُ فِیْ مِعًا وَاحِدٍ وَاِنَّ الْکَافِرَ یَاْکُلُ فِیْ سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ (رواه البخاری وروی مسلم) عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی وَابْنِ عُمَرَ الْمُسْنَدَ مِنْهُ فَقَطْ وَفِیْ اُخْرٰی لَهٗ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ضَافَهٗ ضَیْفٌ وَهُوَ کَافِرٌ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِشَاةٍ فَحُلِبَتْ فَشَرِبَ حِلَابَهَا ثُمَّ اُخْرٰی فَشَرِبَهٗ ثُمَّ اُخْرٰی فَشَرِبَهٗ حَتّٰی شَرِبَ حِلَابَ سَبْعِ شِیَاهٍ ثُمَّ اِنَّهٗ اَصْبَحَ فَاَسْلَمَ فَاَمَرَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِشَاةٍ فَحُلِبَتْ فَشَرِبَ حِلَابَهَا ثُمَّ اَمَرَ بِاُخْرٰی فَلَمْ یَسْتَتِمَّهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمُؤْمِنُ یَشْرَبُ فِیْ مِعًا وَاحِدٍ وَالْکَافِرُ یَشْرَبُ فِیْ سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ۔

أخرجه البخاری فی صحیحه ۹/۲۳۶ الحدیث رقم ۳۵۹۶، وأخرجه ابن ماجه فی ۲/۱۰۸۴ الحدیث رقم ۳۲۵۶، والدارمی فی ۲/۳۶۱ الحدیث رقم ۲۰۴۳۔ اخرجه مسلم فی صحیحه ۳/۱۶۳۲ الحدیث رقم (۱۸۴۔۲۰۶۱) والترمذی فی السنن ۴/۲۳۴ الحدیث رقم ۱۸۱۸۔ اخرجه مسلم فی صحیحه ۳/۱۶۳۲ الحدیث رقم (۱۸۵۔۲۰۶۲) وابن ماجه فی السنن ۲/۱۰۸۴ الحدیث رقم ۳۲۵۸۔ اخرجه مسلم فی صحیحه ۳/۱۶۳۲ الحدیث رقم (۱۸۶۔۲۰۶۳)، والترمذی فی السنن ۴/۲۳۵ الحدیث رقم ۱۸۱۹۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی بہت کھانا کھاتا تھا پھر وہ مسلمان ہوگیا تو کم کھانے لگا۔ آپ ﷺ

کی خدمت میں یہ بات ذکر کی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا مؤمن ایک انتڑی اور کافر سات انتڑیوں سے کھاتا ہے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔ اور مسلم نے حضرت ابوموسیٰ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فقط آپ کا ارشاد "ان المؤمن" الحدیث روایت کی ہے۔ اس میں قصہ مذکور نہیں ہے اور مسلم کی وہ روایت جس کو ابو ہریرہؓ نے روایت کیا ہے وہ اس طرح ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک مہمان آیا جو کہ کافر تھا آپ ﷺ نے ایک بکری کو دوہنے کا حکم فرمایا وہ دوہا گیا پس اس نے پی لیا یہاں تک کہ سات بکریاں دوہی گئیں وہ سب کا دودھ پی گیا۔ پھر صبح ہوئی وہ مسلمان ہو گیا تو آپ ﷺ نے ایک بکری کو دوہنے کا حکم فرمایا۔ وہ دوہی گئی اس نے اس کا دودھ پی لیا۔ آپ ﷺ نے ایک اور بکری کے دوہنے کا حکم فرمایا۔ تو وہ تمام نہ پی سکا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن ایک انتڑی سے پیتا ہے اور کافر سات انتڑیوں سے پیتا ہے۔

تشریح ۞ کہا جاتا ہے کہ آدمی کے پیٹ میں سات انتڑیاں ہیں۔ یہاں ایک انتڑی سے قلت حرص اور سات سے کثرت حرص مراد ہے یعنی مسلمان کھانے میں زیادہ حریص نہیں ہوتا اس کے بالمقابل کافر زیادہ حریص ہوتا ہے یہ بات اکثر واغلب کے اعتبار سے ہے۔

نمبر۲: وہ خاص شخص مراد ہے جو کفر میں زیادہ کھاتا تھا اسلام لا کر کم کھانے لگا۔

نمبر۳: کامل الایمان مؤمن مراد ہے جو ذکر الٰہی اور نور معرفت الٰہی سے سیر ہوتا ہے اور اسے زیادہ کھانے اور اس کے اہتمام کی طرف زیادہ دھیان نہیں ہوتا (کہ ہر وقت اسی میں مشغول ہو) اس کے بالمقابل کافر وہ ہر وقت کھانے پینے کے اہتمام میں لگا رہتا ہے۔

نمبر۴: درحقیقت اس میں متنبہ کیا گیا کہ مؤمن کی شان یہ ہے کہ وہ صبر و قناعت اور زہد و ریاضت کو اختیار کرے اور ضرورت کی حد تک کھانے کو استعمال کرے اور معدے کو خالی رکھے کیونکہ وہ دل کی نورانیت، صفائی باطن اور شب بیداری کا باعث ہے۔ روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک فقیر آیا اور اس نے بہت کھانا کھایا آپ نے فرمایا اس کو بار دیگر میرے پاس نہ لانا۔ علماء نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ وہ اس صفت میں کفار کے مشابہ بن گیا۔ جو کفار سے مشابہت رکھتا ہو اس سے تعلق نہ رکھنا چاہئے۔ کم کھانا عقلاء اور اصحاب ہمت کے ہاں اور اہل معنی کے نزدیک ہمیشہ سے قابل تعریف رہا ہے۔ اور اس کے خلاف قابل مذمت رہا ہے۔

البتہ ایسی بھوک جو حد افراط کو پہنچ جائے اور بدن کی کمزوری کا باعث ہو۔ اور اس کی وجہ سے قوائے بدنیہ میں اختلال پیدا ہو اور ضروری کاموں سے باز کر دے وہ ممنوع اور حکمت اسلام کے منافی ہے۔ (ع)

دو کا کھانا تین کے لئے کفایت کرنے والا ہے

۱۶/۴۰۸۹ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ طَعَامُ الْاِثْنَيْنِ كَافِي الثَّلَاثَةِ وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ كَافِي الْاَرْبَعَةِ۔

(متفق علیه)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۹/۵۳٦، الحدیث رقم۵۳۹۲، ومسلم۳/۱٦۳۰ الحدیث رقم(۱۷۸-۲۰۵۸)، والترمذی فی السنن ٤/۲۳٦ الحدیث رقم ۱۸۲۰، والدارمی فی ۲/۱۳٦ الحدیث ۲۰٤٤، ومالك فی الموطأ

۹۲۸/۲ الحدیث رقم ۲۰ من کتاب صفة النبی ﷺ وأحمد فی المسند ۲/ ۲٤٤۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو کا کھانا تین کے لئے کافی ہے اور تین کا کھانا چار کے لئے کفایت کرنے والا ہے۔ یہ بخاری اور مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ طَعَامُ الْاِثْنَیْنِ: یعنی جس طعام سے دو آدمی سیر ہو جائیں وہ بطور قناعت تین کے لئے کفایت کرنے والا ہے اور انکو طاعت پر قوت دینے والا ہے اور ان سے ضعف کو دور کرتا ہے۔ یہ نہیں کہ وہ تین کو سیر کر دیتا ہے اور اسی طرح مابعد جملے تین کا کھانا چار کے لئے کافی ہے کو سمجھ لینا چاہئے۔ غرض و مقصود یہ ہے کہ آدمی پیٹ بھرنے سے کم پر قناعت کرے اور زائد کو محتاج پر خرچ کرے۔ (ع)

کھانے میں کفایت کا تذکرہ

۴۰۹۰/۱۷ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الْاِثْنَيْنِ وَطَعَامُ الْاِثْنَيْنِ يَكْفِي الْاَرْبَعَةَ وَطَعَامُ الْاَرْبَعَةِ يَكْفِي الثَّمَانِيَةَ ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۳/ ۱٦۳۰ الحدیث رقم (۱۷۹۔۲۰۵۹)' والترمذی فی السنن ٤/ ۲۳٦ الحدیث رقم ۱۸۲۰' وابن ماجه فی السنن ۲/ ۱۰۸٤ الحدیث رقم ۳۲۵٤' وأحمد فی المسند ۳/ ۳۰۱۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ ایک کا کھانا دو کے لئے کفایت کرنے والا اور دو کا چار کے لئے کفایت کرنے والا ہے اور چار کا آٹھ کو کفایت کرنے والا ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس میں بھی وہی تاویل ہے جو اوپر والی روایت میں مذکور ہوئی مگر اوپر والی روایت میں بحساب ثلث وربع کے فرمایا اور اس میں دوگنا کے حساب سے بتلایا اور یہ اختلاف حالات واشخاص کے لحاظ سے ہے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے قحط سالی میں فرمایا میں نے قصد کیا ہے کہ ہر گھر والوں پر ان کی تعداد کے مطابق آدمی مہمان بھیج دوں تا کہ وہ ان کے طعام میں شریک ہوں۔ کیونکہ آدھ پیٹ کھانے میں ہلاک نہیں ہوتا۔ بہر تقدیر اس روایت میں غرباء کی خبر گیری کی رغبت دلائی گئی ہے اور قدر کفایت پر قناعت کا حکم فرمایا گیا ہے۔ (ع)

بیمار کے لئے راحت رساں کھانا

۴۰۹۱/۱۸ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اَلتَّلْبِيْنَةُ مُجِمَّةٌ لِفُوَادِ الْمَرِيْضِ تَذْهَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه۹/ ۵۵ الحدیث رقم۵٤۱۷'ومسلم فی ٤/ ۱۷۳٦ الحدیث رقم (۹۰/ ۲۲۱٦)' وأحمد فی المسند ٦/ ۸۰۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو میں نے فرماتے سنا کہ تلبینہ بیمار کے دل کو راحت دیتا ہے اور اس کے کچھ غم کا ازالہ کرتا ہے یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ التلبینة: تلبینہ آٹے اور دودھ سے بنتا ہے جو حریرہ کی طرح ہوتا ہے کبھی اس میں شہد بھی ڈالتے ہیں دودھ کی طرح سفید ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اس کو تلبینہ کہتے ہیں۔ یہ لبن سے مشتق ہے۔ (ع۔ح)

کدو کا سالن آپ کو پسند تھا

۱۹/۴۰۹۲ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ خَيَّاطًا دَعَا النَّبِيَّ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ فَذَهَبْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَرَّبَ خُبْزَ شَعِيْرٍ وَمَرَقًا فِيْهِ دُبَّاءٌ وَقَدِيْدٌ فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوَالِي الْقَصْعَةِ فَلَمْ اَزَلْ اُحِبُّ الدُّبَّاءَ بَعْدَ يَوْمِئِذٍ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۵۲٤/۹ الحدیث رقم ۵۳۷۹ ومسلم فی ۱٦۱۵/۳ الحدیث رقم (۱٤٤۔۲۰٤۱)، وأبو داوٗد فی السنن ۱٤٦/٤ الحدیث رقم ۳۷۸۲، والترمذی فی ۲۵۰/٤ الحدیث رقم ۱۸۵۰، والدارمی فی ۱۳۸/۲ الحدیث رقم ۲۰۵۰۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک درزی نے جناب رسول اللہ ﷺ کو کھانے پر بلایا میں بھی آپ کے ساتھ گیا اس نے جو کی روٹی اور شوربا حاضر کیا جس میں کدو اور خشک گوشت پکایا گیا تھا۔ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ کدو کو پیالے کے کنارے سے تلاش کر رہے تھے۔ اس دن سے مجھے کدو سے پیار ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کو پسند تھا۔ یہ بخاری، مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ انسؓ آپ ﷺ کے ساتھ اس لئے گئے یا تو ان کی بھی دعوت تھی یا اس وجہ سے کہ آپ ﷺ کے خادم تھے۔ آپ کی معیت میں اجازت عرفی سمجھ کر گئے۔

نمبر۱: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہاتھ کا پیالے کی اطراف میں دراز کرنا جائز ہے جبکہ کھانا مختلف طرح کا ہو۔ اور ساتھ والا بھی ناپسند نہ کرتا ہو۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کمزوروں کی دعوت بھی قبول کرنا چاہئے اسی طرح محنت مزدوری کرنے والوں کی۔ اور اس چیز کی طرف رغبت کرے جو لا کر کھانے کے لئے رکھی جائے۔

نمبر۳: خادم کو بھی ساتھ کھلایا جائے۔

نمبر۴: کدو کو پسند کرنا مسنون ہے اور اسی طرح اس کو بھی پسند کرنا چاہئے جس کو آپ پسند کرتے تھے۔ (ح۔ع)

بکری کے شانے کا گوشت

۲۰/۴۰۹۳ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ اُمَيَّةَ اَنَّهُ رَاَى النَّبِيَّ ﷺ يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فِيْ يَدِهٖ فَدُعِيَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاَلْقَاهَا وَالسِّكِّيْنَ الَّتِيْ يَحْتَزُّ بِهَا ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّاْ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۵۸٤/۹ الحدیث رقم ۵٤٦۲، ومسلم فی ۲۷٤/۱ الحدیث رقم (۹۳۔۳۵۵) والترمذی فی السنن ۲٤۳/٤ الحدیث رقم ۱۸۳٦، وأخرجه الدارمی فی ۱٤٦/۵ الحدیث رقم ۷۲۷ وأحمد فی المسند ۲۸۸/۵۔

ترجمہ: حضرت عمر بن امیہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ بکری کے کندھے سے گوشت کاٹتے تھے جو کہ آپ کے ہاتھ میں تھا پھر آپ کو نماز کی طرف بلایا گیا تو آپ نے شانہ کو رکھ دیا۔ اور گوشت والی چھری کو بھی رکھ دیا پھر آپ نے کھڑے ہو کر نماز ادا کی اور وضو نہ کیا (کیونکہ پہلے سے وضو تھا) یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ اس روایت سے معلوم ہوا کہ گوشت کا چھری سے کاٹنا درست ہے جبکہ اس سے کاٹنے کی ضرورت ہو اور اگر گوشت گلا ہوا ہو۔ کہ کاٹنے کی ضرورت نہ رکھتا ہو تو اس کا چھری سے کاٹنا مکروہ ہے۔ اور تکلفاتِ عجمیہ ہونے کی وجہ سے مناسب نہیں۔ جیسا کہ دوسری فصل میں آئے گا۔

نمبر۲: اس روایت سے معلوم ہوا کہ حق کی طرف بلانے والے کی بات کو قبول کرے۔ اور نماز میں طعام کی حاضری کے باوجود حاضر ہو یہ اس صورت میں ہے جبکہ کھانے کے ضائع ہونے کا خدشہ نہ ہو۔ اور اس کی طرف لوگوں کو زیادہ محتاجی بھی نہ ہو۔ اور اس کے بعد طعام کے نہ پائے جانے کا خوف بھی نہ ہو۔

نمبر۳: یہ بھی معلوم ہوا کہ پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو لازم نہیں آتا۔ (ح)

شہد کی پسندیدگی

۴۰۹۴/۲۱ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُحِبُّ الْحَلْوٰٓاءَ وَالْعَسَلَ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۸۴/۹ الحدیث رقم ۵۴۶۲، ومسلم فی ۲۷۴/۱ الحدیث رقم (۲۱۔۱۴۷۴)، وأبو داوٗد فی السنن ۱۰۶/۴ الحدیث رقم ۳۳۲۳، والدارمی فی ۲۴۱/۴ الحدیث رقم ۲۰۷۵، وأحمد فی المسند ۵۹/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ شہد اور میٹھی چیز کو پسند فرماتے تھے یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ❁ حلواء: وہ چیز جو چکنائی اور مٹھاس سے بنائی جائے (کذا فی مجمع البحار) بعض نے کہا مطلق میٹھی چیز کو حلواء کہتے ہیں۔ پس اس صورت میں العسل یہ تعمیم کے بعد تخصیص ہے۔

خطابی کا قول: آپ ﷺ کو حلواء کی محبت خواہش نفس کی وجہ سے نہ تھی بلکہ جب آپ کے سامنے آتا تو اس طرح رغبت سے تناول فرماتے گویا یوں معلوم ہوتا کہ حضرت کو مرغوب ہے۔ (ح۔ع)

سرکہ بہترین سالن

۴۰۹۵/۲۲ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ سَاَلَ اَهْلَهُ الْاُدُمَ فَقَالُوْا مَا عِنْدَنَا اِلَّا خَلٌّ فَدَعَابِهٖ فَجَعَلَ يَاْكُلُ بِهٖ وَيَقُوْلُ نِعْمَ الْاِدَامُ الْخَلُّ نِعْمَ الْاِدَامُ الْخَلُّ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ۱۶۲۲/۳ الحدیث رقم (۱۶۶۔۲۰۵۲)، وأبو داوٗد فی السنن ۱۹۹/۴ الحدیث رقم ۳۸۲۰، والترمذی فی ۲۴۵/۴ الحدیث رقم ۱۸۳۹، والدارمی فی ۱۳۷/۲ الحدیث رقم ۲۰۴۵، وأحمد فی

المسند ٤/ ٤٠٠۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آپ نے گھر والوں سے سالن مانگا تو انہوں نے کہا ہمارے پاس تو سرکہ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منگوایا اور اس کے ساتھ روٹی کو کھانا شروع کیا اور ساتھ فرماتے جاتے: نِعْمَ الْاِدَامُ ۔ سرکہ خوب سالن ہے۔ سرکہ خوب سالن ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ **نِعْمَ الْاِدَامُ**: یہ بار بار اس لئے فرمایا تا کہ سرکہ کی خوب تعریف ہوجائے اس سے ثابت ہوا کہ نفس کو لذائذ سے باز رکھنا اور میانہ روی اختیار کرنا اچھی بات ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اگر کوئی یہ قسم کھائے کہ میں سالن سے روٹی نہ کھاؤں گا اور سرکہ سے روٹی کھالی ۔ تو وہ حانث ہوجائے گا اور ایک روایت میں ہے کہ سرکہ انبیاء علیہم السلام کا سالن ہے۔ سرکہ کے منافع کتب طب میں بہت مذکور ہیں۔ (ع۔ح)

کھنبی من وسلویٰ کی قسم سے ہے

۲۳/۴۰۹۶ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَلْكَمْاَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ (متفق عليه وفي رواية لمسلم) **مِنَ الْمَنِّ الَّذِیْ اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی مُوْسٰی عَلَيْهِ السَّلَامُ۔**

أخرجه البخاري في صحيحه ١٠/١٦٣ الحديث رقم ٥٧٠٨، ومسلم في ٣/١٦١٩ الحديث رقم (١٥٧-٢٠٤٩)، والترمذي في ٤/ ٣٥٠، الحديث رقم ٢٠٦٧، وابن ماجه في ٢/١١٤٢ الحديث رقم ٣٤٥٣، وأحمد في المسند ١/١٨٨۔

ترجمہ: حضرت سعید بن زیدؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کھنبی من کی قسم سے ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لئے شفاء ہے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے مسلم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ کھنبی اس من سے ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا۔

تشریح ❁ **اَلْكَمْاَةُ**: یہ رحمۃ کے وزن پر کمأۃ ہے وہ سفید رنگ کی چیز ہے۔ اس کو شحم الارض (زمین کی چربی) بھی کہا جاتا ہے یہاں اس کو کھنبی کہتے ہیں وہ بہر حال حلال ہے اگرچہ لوگ اس کو ناپسند کریں کیونکہ استعمال کی عادت نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ من وسلویٰ کی قسم سے ہے جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر اتاری گئی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا: "وانزلنا علیکم المن والسلوٰی" جملہ من سے فرمانے کی وجہ یہ ہے تو اس سے مشابہت ہے کہ جس طرح بلا مشقت آسمان سے اترتی تھی اسی طرح یہ بھی بلا مشقت زمین سے نکلتی ہے۔

نمبر۲: منفعت میں اس کے مشابہہ ہے ورنہ بنی اسرائیل کا من تو وہ ایک چیز تھی جو ترنجبین کے مشابہہ تھی اور آسمان سے اترتی تھی یہ ویسی نہیں اس کا پانی آنکھ کے لئے مفردات کے طور پر شفاء ہے بعض نے کہا دیگر ادویات سمیت شفاء ہے اس کے پانی کا اکیلے ہی شفاء ہونا ظاہر حدیث کے ساتھ زیادہ مطابقت رکھنے والا ہے۔ اس کی تفصیل کتاب الطب والرقی میں آئے گی۔ (ع۔ح)

۲۴/۴۰۹۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَاْكُلُ الرُّطَبَ بِالْقِثَّاءِ۔ (متفق عليه)

أخرجه البخاری فی ٥٦٤/٩ الحدیث رقم ٥٤٤٠ ومسلم فی ١٦١٦/٣ الحدیث رقم(١٤٧-٢٠٤٣) وأبو داؤد فی السنن ١٧٦/٤ الحدیث رقم ٣٨٣٥ وابن ماجه فی ١١٠٤/٢ الحدیث رقم ٣٣٢٥ والدارمی ١٤٠/٢ الحدیث رقم ٢٠٥٨ وأحمد فی المسند ٢٠٣/١۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ تازہ کھجور ککڑی کے ساتھ کھاتے تھے یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح: یعنی دونوں کو ملا کر منہ میں رکھ لیتے اور نوش فرماتے اس لئے کہ کھجور میں حرارت اور ککڑی میں برودت ہے دونوں مل کر معتدل ہو جائیں۔ اور اعتدال مرکبات بڑی اصل ہے۔ اس سے مزاج میں اعتدال پیدا ہوتا ہے۔ اور فائدہ زیادہ ہوتا ہے۔
نمبر ۲: اس روایت میں دلیل ہے کہ دو چیزوں کو ملا کر کھانا جائز ہے اور کھانوں میں وسعت میں حرج نہیں۔ علماء کا اس کے جواز میں اختلاف نہیں۔ بعض علماء سے اس کی کراہت عادت بنا لینے پر محمول ہے دینی مصلحت کے بغیر توسع و تنعم کراہت سے خالی نہیں۔ (طیبی) (ع۔ح)

بکریاں چرانا اور پیلو کا پھل

۴۰۹۸/۲۵ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِمَرِّ الظَّهْرَانِ نَجْنِی الْكَبَاثَ فَقَالَ عَلَيْكُمْ بِالْاَسْوَدِ مِنْهُ فَاِنَّهٗ اَطْيَبُ فَقِيْلَ اَكُنْتَ تَرْعَی الْغَنَمَ قَالَ نَعَمْ وَهَلْ مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا رَعَاهَا۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ٥٧٥/٩ الحدیث رقم ٥٤٥٣ ومسلم فی ١٦٢١/٣ الحدیث رقم (١٦٣-١٢٠٥٠) ومالك فی الموطأ ٩٧١/٢ الحدیث رقم ١٨ من کتاب الاستئذان۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مر الظہران میں تھے یہ مکہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے اور پیلو کے پختہ پھل توڑ رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے سیاہ پھل کا قصد کرو اس لئے وہ بہتر ہوتا ہے یعنی لذیذ و فائدہ مند ہوتا ہے تو ہم نے پوچھا کیا آپ نے بکریاں چرائی ہیں تو آپ نے فرمایا جی ہاں اور پھر فرمایا کوئی نبی ایسا نہیں جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح: پیلو کا پھل بکریاں چرانے والوں اور جنگل کے رہنے والے لوگوں کی خوراک ہے اس کا اچھا برا ہونا وہی لوگ جانتے ہیں اور اسی وجہ سے یہ آپ سے سوال کیا گیا۔

وَهَلْ مِنْ نَبِيٍّ : مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت کا منصب دنیا داروں بادشاہوں اور متکبروں کو نہیں دیا بلکہ بکریاں چرانے والوں اور اہل فقر و خرقہ اور متواضع لوگوں کو عنایت فرمایا۔ جیسے حضرت ایوب علیہ السلام خیاطت کا کام کرتے تھے اور زکریا علیہ السلام نے بڑھئی کا کام کیا اور موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب کے ہاں اجرت کے ساتھ بکریاں چرائیں دراصل اس میں حکمت یہ تھی کہ غذا حلال کھائیں اور عمل صالح کریں پھر بکریاں چرانے میں ایک فائدہ اور زائد تھا کہ لوگوں سے تنہائی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلوت حاصل ہوتی اور رعایا کی پرورش اور غرباء اور ضعفاء پر مہربانی کا ڈھنگ آتا ہے۔ چنانچہ روایات میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اے موسیٰ کیا تم جانتے ہو کہ ہم نے تجھے نبوت کیوں دی موسیٰ علیہ السلام نے

عرض کیا اے میرے پروردگار آپ ہی اس بات کو خوب جانتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تمہیں یاد ہے کہ ایک دن تو وادی ایمن میں بکریاں چرا رہا تھا کہ ایک بکری بھاگ نکلی اور تم اس کے پیچھے دوڑے اور خوب مشقت اٹھانی پڑی جب تم نے اس بکری کو پالیا تو تم نے نہ اس کو مارا نہ اس پر غصہ کیا بلکہ شفقت کرتے ہوئے تم نے یہ کہا کہ اے بے چاری تو نے اپنے آپ کو اور مجھے تکلیف میں ڈالا۔ پس جب ہم نے تم میں یہ رحمت وشفقت پائی جو تم نے اس حیوان پر کی تو تم پر رحمت کرتے ہو تمہیں نبوت سے نواز دیا اور نبوت کے لئے چن لیا۔ (ع۔ ح)

کو لہے زمین پر رکھ کر بیٹھنا

۴۰۹۹/۲۶ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ مُقْعِیًا یَاْکُلُ تَمْرًا وَفِیْ رِوَایَةٍ یَاْکُلُ مِنْهُ اَکْلًا ذَرِیْعًا۔

(رواہ مسلم)

مسلم فی صحیحه ۳/۱۶۱۶ الحدیث رقم (۱۴۸۔۲۰۴۴) و ۱۴۹۔۲۰۴۴، وأحمد فی المسند ۳/۲۰۳۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو حالت اقعاء کے اندر بیٹھے کھجوریں کھاتے پایا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ جلدی کھجوریں کھا رہے تھے یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اقعاء سے یہاں مراد یہ ہے کہ کولہے زمین پر رکھ کر اور زانو کھڑے کر کے آپ بیٹھے تھے اور جلدی اس لئے کھا رہے تھے کہ کوئی اہم کام کا سامنا تھا تا کہ جلدی کھا کر اس میں مشغول ہو سکیں۔ (ح)

بلا اجازت دو کھجوریں ملا کر نہ کھاؤ

۴۱۰۰/۲۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ یُّقْرِنَ الرَّجُلُ بَیْنَ التَّمْرَتَیْنِ حَتّٰی یَسْتَاْذِنَ اَصْحَابَهٗ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۵/۱۳۱، الحدیث رقم ۲۳۸۹، ومسلم فی ۳/۱۹۱۷ الحدیث رقمو (۱۵۱۔۲۰۴۵)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے شریک مجلس کی اجازت کے بغیر دو کھجوریں ملا کر کھانے سے منع فرمایا یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ سیوطی کا قول: تنگی معاش اور اوقات فقر میں دو کھجوروں کو ساتھ ملا کر کھانے کی ممانعت فرمائی پھر یہ منسوخ ہو گئی اس روایت کا مضمون یہ تھا کہ میں تمہیں دو کھجوریں ملا کر کھانے کی ممانعت کرتا تھا اللہ تعالیٰ نے تمہیں فراخی و وسعت دی پس تم جمع کرو یعنی اگر جمع کرو تو یہ مکروہ یا حرام نہ ہوگا۔

قول صواب: زیادہ درست بات یہ ہے کہ ساتھ والا شریک خرچ کرنے میں راضی نہ ہو مگر اتنی مقدار خرچ پر تو اس صورت میں ملا کر کھانا حرام ہے اور اپنے حق سے تجاوز کر کے اس کا حق لینا ہے اس کے علاوہ مروت کے خلاف ہے۔ البتہ اگر صریح اجازت یا دلالت اذن ہو سابقہ ممانعت فقر و شراکت دونوں صورتوں کو شامل ہوگی اور اباحت و استثناء وہ شرکت کے علاوہ

سے متعلق ہے۔(ح)

کھجور والا گھر بھوکا نہیں

۴۱۰۱/۲۸ وَعَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لَایَجُوْعُ اَھْلُ بَیْتٍ عِنْدَھُمُ التَّمْرُوَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ یَا عَآئِشَةُ بَیْتٌ لَاتَمْرَ فِیْهِ جِیَاعٌ اَھْلُهٗ قَالَھَا مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلَاثًا۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ۱۶۱۸/۳ الحدیث رقم (۱۵۳ـ۲۰۴۶) وأبو داؤد فی السنن ۱۰۴/۴ الحدیث رقم ۳۸۳۱' والترمذی فی ۲۳۳/۴ الحدیث رقم ۱۸۱۵ وابن ماجه فی ۱۱۰۴/۲ الحدیث رقم ۳۳۲۷ والدارمی فی ۱۴۲/۲ الحدیث رقم ۲۰۶۰۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس گھر کے لوگ بھوکے نہیں رہتے جن کے ہاں کھجوریں ہوں اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس گھر میں کھجور نہ ہو اس کے گھر والے بھوکے ہیں۔ یہ کلمہ آپ نے دو بار یا تین بار فرمایا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ بعض نے کہا کہ اہل سے مراد فقط اہل مدینہ ہیں کیونکہ ان کی اکثر خوراک کھجور ہے مگر نوویؒ نے ایک دوسرا راستہ اپنایا ہے کہ اس روایت میں کھجور کی فضیلت کا ذکر ہے اور گھروں میں اس کے ذخیرہ کرنے کے جواز کا تذکرہ اور اس کی طرف رغبت دلائی گئی ہے۔

عجوہ زہر کا علاج

۴۱۰۲/۲۹ وَعَنْ سَعِیْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ مَنْ تَصَبَّحَ بِسَبْعِ تَمْرَاتٍ عَجْوَةٍ لَمْ یَضُرَّهٗ ذٰلِكَ الْیَوْمَ سَمٌّ وَلَاسِحْرٌ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۵۶۹/۹ الحدیث رقم ۵۴۴۵' ومسلم فی ۱۶۱۸/۳ الحدیث رقم (۱۵۵ـ۲۰۴۷) وأبو داؤد فی السنن ۲۰۸/۴ الحدیث رقم ۳۸۷۶' وأحمد فی المسند ۱۸۱/۱۔

ترجمہ: حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ میں نے پیغمبر ﷺ کو فرماتے سنا جو شخص صبح کے وقت سات عجوہ کھجوریں کھائے تو اس دن وہ زہر وسحر سے محفوظ کر دیا جاتا ہے یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ عجوہ: مدینہ منورہ کی کھجوروں میں سے سیاہ رنگ کی ایک کھجور ہے جو نہایت افضل کھجور ہے اور اس کی اصل یہ ہے کہ اس کو جناب رسول اللہ ﷺ نے بویا تھا۔

سم: اس زہر سے معروف زہر قاتل مراد ہے یا یہ سانپ' بچھو اور اسی قسم کے دیگر جانوروں کے زہروں کو بھی شامل ہے اور یہ خاصیت اس کھجور میں طبعی وفطری طور پر رکھی گئی ہے جیسا کہ اور کئی نباتات ہیں اور آپ ﷺ کو یہ بات وحی سے معلوم ہوئی۔ نمبر۲: آپ کی دعا سے یہ خاصیت ودیعت کر دی گئی اور سات کی تعداد کو خاص کرنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں اور اس کا علم آپ ﷺ سے سننے پر موقوف ہے۔ جیسا کہ عدد رکعات نماز (ع۔ح)

مقام عالیہ کی عجوہ شفاء والی ہے

۴۱۰۳/۳۰ وَعَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِنَّ فِیْ عَجْوَةِ الْعَالِيَةِ شِفَاءٌ وَاِنَّهَا تِرْيَاقٌ اَوَّلَ الْبُكْرَةِ۔

(رواه مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ۱۶۱۹/۳ الحدیث رقم (۱۵۶ـ۲۰۴۸) وأحمد فی المسند ۱۰۵/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ عجوہ عالیہ میں شفاء ہے اور یہ نہار منہ صبح کو کھائی جائے تو ازالہ زہر کے لئے تریاق ہے یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **اَلْعَالِيَةِ** : یہ مدینہ منورہ کے ایک مقام کا نام ہے یہ مسجد قباء والی جانب ہے اس اطراف کے دیہات کو عالیہ کہا جاتا ہے کیونکہ یہ سرزمین نجد کی جانب ہیں اور اس کے مقابل دوسری جانب کو سافلہ کہا جاتا ہے اور اس جانب تہامہ ہے۔اور عالیہ کا قریبی حصہ مدینہ سے تین میل (ایک کوس) اور عالیہ کا اعلیٰ آٹھ کوس یعنی چوبیس میل ہے۔

شفاء: مدینہ کی کھجور میں اور جگہ کی عجوہ کھجور کے مقابلے میں شفاء زیادہ ہے۔

نمبر۲: اوپر مطلق عجوہ کا ذکر کیا تھا تو اس کی تقیید عالیہ سے کی گئی ہے یعنی یہ عالیہ کی عجوہ کو خصوصیت حاصل ہے۔

تریاق: زہر کا علاج جس مرکب دوائی سے کیا جاتا ہے اسے تریاق کہتے ہیں۔(ع۔ح)

ایک ایک ماہ تک کھجور و پانی پر گزارا

۴۱۰۴/۳۱ وَعَنْهَا قَالَتْ يَاْتِیْ عَلَيْنَا الشَّهْرُ مَانُوْقِدُ فِيْهِ نَارًا اِنَّمَا هُوَالتَّمْرُوَالْمَآءُ اِلَّا اَنْ يُّؤْتٰی بِاللُّحَيْمِ۔

(متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۲۸۲/۱۱ الحدیث رقم ۶۴۵۸ ومسلم فی ۲۲۸۲/۴ الحدیث رقم (۲۶ـ۲۹۷۲)، والترمذی فی السنن ۵۵۶/۴ الحدیث رقم ۲۴۷۱ وابن ماجه فی ۱۳۸۸/۲ الحدیث رقم ۴۱۴۴، وأحمد فی المسند ۱۰۸/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم پر مہینہ گزر جاتا اور ہم آگ نہ جلاتے کھجور اور پانی عمومی خوراک ہوتی بعض اوقات معمولی گوشت لایا جاتا یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **اِلَّا اَنْ** : ہماری غذا کھجور اور پانی ہوتی مگر یہ کہ کوئی گوشت بھیج دیتا تو ہم کھا لیتے یا مطلب یہ ہے کہ ہم پکانے کے لئے آگ نہ جلاتے تھے مگر یہ کہ کچھ گوشت کہیں سے آجاتا تو اس کے پکانے کیلئے آگ جلاتے۔(ع۔ح)

مسلسل دو دن بھی گندم کی روٹی نہ کھائی

۴۱۰۵/۳۲ وَعَنْهَا قَالَتْ مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ يَوْمَيْنِ مِنْ خُبْزِ بُرٍّ اِلَّا وَاَحَدُهُمَا تَمْرٌ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۲۸۲/۱۱ الحدیث رقم ۶۴۵۵، وابن ماجه فی السنن ۱۱۱۰/۲ الحدیث رقم

۳۳۴۴، وأحمد فی المسند ۱۵۶/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کے گھر والے دو دن (مسلسل) گندم کی روٹی سے سیر نہ ہوئے مگر ایک ان دونوں میں سے کھجور ہوتی۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ یعنی گندم کی روٹی دو دن مسلسل نہیں کھائی۔ گندم کی قید شاید اس لئے لگائی ہو کہ جو کی روٹی میسر ہوتی ہو (ع)

دو سیاہ چیزیں

۳۳/۴۱۰٦ وَعَنْهَا قَالَتْ تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَمَا شَبِعْنَا مِنَ الْاَسْوَدَیْنِ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۵۲۷/۹ الحدیث رقم ۵۳۸۳، ومسلم فی ۲۲۸٤/٤ الحدیث رقم (۲۱-۲۹۷۵) وأحمد فی المسند ۱۵۸/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی اور ہم نے دو سیاہ چیزوں یعنی کھجور اور پانی سے پیٹ نہیں بھرا۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ **اَلْاَسْوَدَیْنِ**: کھجور تو سیاہ ہے مگر پانی کو محاورہ کی وجہ سے سیاہ کہا اور محاورہ عرب میں اس کی بہت امثلہ ہیں مثلاً ابوین، قمرین اور اس کو تغلیب کہا جاتا ہے اور مقصود کھجور ہے پانی کو تابع اور طفیلی حیثیت سے ذکر کیا پانی سے سیر ہونا مقصود نہیں اس میں تو کمی نہ تھی۔ اس سے معلوم ہوا کھجور کی خوراک بھی سیر ہو کر نہ ملتی تھی۔ (ح)

تعیش آپ ﷺ کو پسند نہ تھا

۳۴/۴۱۰۷ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ قَالَ اَلَسْتُمْ فِیْ طَعَامٍ وَّشَرَابٍ مَا شِئْتُمْ لَقَدْ رَاَیْتُ نَبِیَّکُمْ ﷺ وَمَا یَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا یَمْلَأُ بَطْنَهٗ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ۲۲۸٤/٤ الحدیث رقم (۳٤-۲۹۷۷) والترمذی فی السنن ۵۰٦/٤ الحدیث رقم ۲۳۷۲، وابن ماجه فی ۱۳۸۸/۲ الحدیث رقم ٤١٤٦، وأحمد فی المسند ۲٦۸/٤۔

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے وہ کہنے لگے تم ایک کھانے اور پینے پر نہیں رکتے بلکہ اس میں جس طرح چاہتے ہو وسعت کرتے ہو۔ میں نے تمہارے پیغمبر ﷺ کو دیکھا کہ آپ ناکارہ کھجور بھی اس قدر نہ پاتے جو پیٹ بھر دے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ **اَلَسْتُمْ**: یہ تابعین یا صحابہ کرام کو زمانہ نبوت کے بعد خطاب کیا۔ علیکم یہ الزام دینے کے لئے ہے کہ تم نے دنیا سے اعراض میں اور اس کی لذات سے بے رخی میں وہ راستہ اختیار نہیں کیا۔ گزشتہ روایت میں گزرا کہ بعض دنوں میں فقط کھجور کھانے کی جگہ ہوتی اور اس روایت میں تو یہ فرمایا کہ ناکارہ کھجور بھی جن کو فقراء ہی استعمال کرتے ہیں پیٹ بھر کر میسر نہ ہوتی تھی۔

چونکہ آپ ﷺ نے فقر و تجرید اپنی مرضی سے اختیار کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس پر قائم و ثابت قدم رکھا اور درحقیقت یہ قلت اور نہ ہونے کی بناء پر نہ تھا بلکہ سخاوت، ایثار، زہد، تقویٰ اور قناعت اور تعلیم و تربیت امت کی خاطر تھا۔ (ع۔ح)

لہسن والے کھانے کی واپسی

۴۱۰۸/۳۵ وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا اُتِیَ بِطَعَامٍ اَکَلَ مِنْهُ وَبَعَثَ بِفَضْلِهٖ اِلَیَّ وَاِنَّهٗ بَعَثَ اِلَیَّ یَوْمًا بِقَصْعَةٍ لَمْ یَاْکُلْ مِنْهَا لِاَنَّ فِیْهَا ثَوْمًا فَسَاَلْتُهٗ اَحَرَامٌ هُوَ قَالَ لَا وَلٰکِنْ اَکْرَهُهٗ مِنْ اَجْلِ رِیْحِهٖ قَالَ فَاِنِّیْ اَکْرَهُ مَاکَرِهْتَ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوایوبؓ سے روایت ہے کہ جب آپ کے پاس کھانا لایا جاتا تو آپ اس میں سے تناول فرماتے اور بچا ہوا کھانا میرے پاس بھیج دیتے تھے ایک دن آپ ﷺ نے ایک بڑا پیالہ کھانے کا جس میں لہسن تھا میری طرف بھیجا اس میں سے کچھ بھی آپ نے تناول نہ فرمایا تھا۔ میں نے پوچھا کہ کیا لہسن حرام ہے یعنی آپ پر۔ ورنہ اگر مطلقاً حرام ہوتا تو آپ کے پاس بھیجے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا یہ حرام نہیں لیکن اس کی بو کی وجہ سے میں اسے ناپسند کرتا ہوں۔ ابوایوب کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ میں بھی اس چیز کو ناپسند کرتا ہوں جس کو آپ ناپسند کرتے ہیں۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت کے بعد سب سے پہلے ابوایوب انصاریؓ کے ہاں قیام فرمایا۔ اور شاید یہ کھانا بھیجنے کا تذکرہ انہی ایام کا ہے۔

فَاِنِّیْ اَکْرَهُ: یہاں کھانے کا عیب نکالنا نہیں بلکہ تصور مسجد اور خطاب ملائکہ سے مانع کا ذکر مقصود ہے۔

نوویؒ کا قول: اس میں لہسن کے مباح ہونے کی صراحت ہے لیکن اس کے لئے ناپسند ہے جو حضور جماعت کا ارادہ کرے۔ آپ ﷺ لہسن کو ہمیشہ ترک فرماتے کیونکہ ہر گھڑی وحی کی توقع ہوتی تھی۔

اختلاف علماء: لہسن، پیاز اور گندنے کے متعلق اختلاف ہے کہ آپ ﷺ پر یہ چیزیں حرام نہ تھیں اور صحیح تر یہ ہے کہ علماء کے ہاں یہ آپ کے لئے مکروہ تنزیہی کے درجہ میں تھیں۔

نمبر۲: اس روایت سے معلوم ہوا کہ کھانے یا پینے والے کے لئے مستحب ہے کہ وہ اس چیز میں سے کچھ باقی چھوڑے۔ اور اس کو محتاج ہمسایوں کو تقسیم کردے۔

فانی اکرہ: میں بھی ناپسند کرتا ہوں جس کو آپ نے ناپسند کیا۔ یہ کمال متابعت کی طرف اشارہ ہے۔ یا ممکن ہے وہ جماعت میں حاضری کا ارادہ رکھتے ہوں۔ (ع۔ح)

کچے پیاز و لہسن کے استعمال کا پسند نہ فرمانا

۴۱۰۹/۳۶ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ مَنْ اَکَلَ ثَوْمًا اَوْبَصَلًا فَلْیَعْتَزِلْنَا اَوْقَالَ فَلْیَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا اَوْلِیَقْعُدْ فِیْ بَیْتِهٖ وَاَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اُتِیَ بِقِدْرٍ فِیْهِ خَضِرَاتٌ مِنْ بُقُوْلٍ فَوَجَدَ لَهَارِیْحًا فَقَالَ قَرِّبُوْهَا اِلٰی بَعْضِ اَصْحَابِهٖ وَقَالَ کُلْ فَاِنِّیْ اُنَاجِیْ مَنْ لَّا تُنَاجِیْ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۲/۳۳۹ الحدیث رقم ۸۵۵، ومسلم فی ۱/۳۹٤ الحدیث رقم (۷۳۔۵٦٤)، وأبو داوٗد فی السنن ٤/۱۷۰ الحدیث رقم ۳۸۲۲ والترمذی فی ٤/۲۲۹ الحدیث رقم ۱۸۰٦۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص لہسن و پیاز یعنی کچا کھائے وہ ہم سے ایک طرف رہے۔ وہ ہماری مجلس میں نہ آئے یا اس طرح فرمایا وہ ہماری مسجد سے ایک طرف رہے یا فرمایا وہ اپنے گھر میں بیٹھا رہے۔ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک ہنڈیا لائی گئی اس میں ترکاریوں کی ہریاول تھی یعنی لہسن و پیاز پڑا تھا آپ ﷺ نے اس میں (ان کی) بو پائی تو بعض خدام کو فرمایا اسے فلاں شخص کے پاس لے جاؤ اور اپنے صحابہ کرام میں سے ایک کی طرف اشارہ فرمایا جو کہ موجود تھا اور پھر اس شخص کو مخاطب کر کے فرمایا مجھے اس سے کلام کرنا ہوتا ہے جس سے تجھے کلام نہیں کرنا ہوتا۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم مسجد نبوی کے لئے ہے جیسا کہ مفرد لانا ظاہر کرتا ہے اور مسجدنا تعظیم کے لئے ہے۔ لیکن علت مشترک ہے جو دوسری مساجد اور محافل علماء میں بھی پائی جاتی ہے۔ پس ان کا حکم اسی طرح ہوگا۔

یہ احتمال ہے کہ مراد اس سے جنس ہو اور بعض روایات جن میں مساجدنا جمع کا لفظ وارد ہوا وہ اس کی مؤید ہیں۔ اور تمام مساجد کے سلسلہ میں شمول حکم کے لئے صریح ہے۔

اَوْلِيَقْعُدْ: او اگر شک راوی کا ہو تو مراد یہ ہے کہ آپ نے فلیعتزل فرمایا یا فلیعتزل مسجدنا فرمایا یا آپ نے فرمایا: من اکل ثوما او بصلا فلیقعد فی بیتہ یعنی اسے اپنے گھر میں بیٹھنا چاہئے کسی کے پاس نہ بیٹھے خواہ مسجد ہو یا غیر مسجد۔

نمبر۲: یہ بھی احتمال ہے کہ او تنویع کا ہو یا تقسیم کا ہو۔ اور اس کا تعلق دوسرے فلیعتزل سے ہو۔ یعنی فلیعتزل مسجدنا کے ساتھ ہو۔ اور اس کا معنی اس طرح ہو کہ ان کے کھانے کے بعد مسجد میں آنا مکروہ ہے۔ کیونکہ وہاں حضور ملائکہ اور جناب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام موجود ہیں۔ لیکن عام لوگوں سے صحبت مباح ہے یا یہ بھی نہ کرے بلکہ گھر کے کونے میں بیٹھے اور مطلق صحبت ترک کرے کیونکہ یہ سب سے بہتر ہے۔

اِنِّیْ اُنَاجِیْ: یعنی جبرائیل اور فرشتوں سے بات کرتا ہوں مطلب یہ ہے کہ میں ان سے کلام کرتا ہوں اور تم ان سے ہم کلام نہیں ہوتے۔ پس تیرے لئے وہ چیز جائز ہے جو میرے لئے جائز نہیں اس میں اشارہ ہے کہ آدمی اپنے ساتھی کی حالت کا خیال رکھے۔ (ح۔ع)

کیل میں برکت

۴۱۱۰/۳۷ وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ كِيْلُوْا طَعَامَكُمْ يُبَارَكْ لَكُمْ فِيْهِ۔

(رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحیحه ٤/۳٤٥ الحدیث رقم ۲۱۲۸ وابن ماجه فی السنن ۲/۷۵۱ الحدیث رقم ۲۲۳۲، وأحمد فی المسند ٤/۱۳۱۔

ترجمہ: حضرت مقدام بن معدیکربؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیل کیا کرو یعنی اپنے طعام کو

ناپ تول لیا کرو۔اس میں اللہ تعالیٰ تمہارے لئے برکت پیدا فرما دیں گے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح: جو چیز ماپ کے ذریعہ ماپی جاتی ہے مثلاً غلہ جات وغیرہ اس کو قرض دیتے ہوئے اور لیتے اور خریدتے وقت اور پکانے کے وقت ناپ تول کر کے دیا کرو تا کہ اس کا اندازہ معلوم ہو اور افراط وتفریط سے بچ جاؤ۔اور تول کو شارع کے حکم کے مطابق برکت میں خصوصی دخل ہے۔ جبکہ آپ کے حکم کی رعایت اور سنت کی بجا آوری ہو۔ کذا ذکرہ الشیخ۔

ملاعلی قاریؒ کا قول: ملاعلی قاریؒ نے اسی طرح کی بات مظہرؒ سے نقل کی ہے کہ اگر کسی کے ذہن میں ہو کہ اس روایت اور حضرت عائشہؓ کی روایت میں کیسے تطبیق ہے۔ کہ وہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا۔تو میرے پاس سوائے تھوڑے سے جو کے کوئی چیز کھانے والی موجود نہ تھی اور وہ جو ایک بخاری میں پڑے تھے میں ایک مدت تک اس میں سے کھاتی رہی پھر ایک دن میں نے نکال کر ماپ دیئے تو برکت جاتی رہی۔

جواب: خرید وفروخت کے وقت ماپنا یہ قیام عدل کے لئے ہے اور اس میں خیر وبرکت ہوتی ہے۔اور خرچ کرنے کے وقت حساب کر کے رکھنا ہے جو کہ ممنوع ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلال خرچ کرو اور عرش والے سے کمی کا خطرہ مت رکھو۔

کھانے کی دُعا

۴۱۱۱/۳۸ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ اِذَا رُفِعَ مَائِدَتُہٗ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبٰرَکًا فِیْہِ غَیْرَ مَکْفِیٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًی عَنْہُ رَبَّنَا۔ (رواہ البخاری)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۵۸۰/۹ الحدیث رقم ۵۴۵۸ وأبو داؤد فی السنن ۱۸۶/۴ الحدیث رقم ۳۸۴۹ والترمذی فی ۴۷۳/۵ الحدیث رقم ۳۴۵۶ وابن ماجه فی ۱۰۹۲/۲ الحدیث رقم ۳۲۸۴۔

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانا کھا چکتے تو یہ دعا پڑھتے :"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبٰرَکًا فِیْہِ غَیْرَ مَکْفِیٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًی عَنْہُ رَبَّنَا " اللہ تعالیٰ کے لئے تمام پاکیزگی ہے۔اسی میں برکت ہے یعنی بابرکت حمد جس میں انقطاع نہ ہو نہ کفایت کی گئی اور نہ متروک ہوئی اور نہ اس سے بے نیازی ہوا ہے ہمارے رب۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح: غَیْرَ مَکْفِیٍّ : کئی طرح پر اس کی تصحیح کی ہے اور اس کا معنی بیان کیا ہے تمام کو بیان نہیں کیا جا سکتا ہے مختصر یہ ہے کہ غیر اور ربنا کو مرفوع پڑھا ہے یا منصوب یا ایک کو مرفوع اور دوسرے کو منصوب حاصل معنی یہ ہے کہ یہ احوال وصفات یا تو حمد کی ہیں یعنی ایسی حمد جس سے کفایت نہ کی جائے اور جو نہ متروک ہو اور نہ اس سے دواماً استغناء ہو کیونکہ انعامات تو متواتر ہیں۔

نمبر۲: یہ طعام کی صفات ہیں کیونکہ اس سے بھی ترک وکفایت اور استغناء ممکن نہیں ہے۔

نمبر۳: یہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں کہ کسی چیز کے ساتھ اس کی ذات سے استغناء نہیں کر سکتا۔ (ح)

شکر گزار اللہ تعالیٰ کو پسند

۴۱۱۲/۳۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَیَرْضٰی عَنِ الْعَبْدِ اَنْ یَّاْکُلَ الْاَکْلَۃَ

فَيَحْمَدَهٗ عَلَيْهَا اَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَهٗ عَلَيْهَا (رواه مسلم وسنذكر حديثي عائشة وابي هريرة) مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ وَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الدُّنْيَا فِيْ بَابِ فَضْلِ الْفُقَرَآءِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

أخرجه مسلم في صحيحه ٤/ ٢٠٩٥ الحديث رقم (٨٩-٢٧٤٣)۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بندے سے اس بات پر راضی ہوتے ہیں کہ لقمہ کھا کر اس کی تعریف کرے یا پانی پی کر اس کی تعریف بیان کرے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ أكلة:فعلة کا وزن ہے یعنی ایک بار کا کھانا یہاں تک کہ اس سے سیر ہو۔ اکلة ہو تو لقمہ کا معنی ہوگا۔ (ع)

حضرت عائشہؓ اور ابو ہریرہؓ کی دو روایات باب فضل الفقراء میں مذکور ہوں گی اور مصابیح کتاب الاطعمہ میں یہ دونوں روایات مذکور ہو چکیں۔

الفصل الثانی:

بسم اللہ سے کھانے میں برکت اور نہ پڑھنے سے بے برکتی

۴۱۱۳/۴۰ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقُرِّبَ اِلَيْهِ طَعَامٌ فَلَمْ اَرَ طَعَامًا كَانَ اَعْظَمَ بَرَكَةً مِّنْهُ اَوَّلَ مَا اَكَلْنَا وَلَا اَقَلَّ بَرَكَةً فِيْ اٰخِرِهٖ فَقُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ هٰذَا قَالَ اِنَّا ذَكَرْنَا اسْمَ اللّٰهِ حِيْنَ اَكَلْنَا ثُمَّ قَعَدَ مَنْ اَكَلَ وَلَمْ يُسَمِّ اللّٰهَ فَاَكَلَ مَعَهُ الشَّيْطَانُ.

أخرجه البغوي في شرح السنه ١١/ ٢٧٥ الحديث رقم ٢٨٤٤۔

ترجمہ: حضرت ابو ایوبؓ سے روایت ہے کہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے قریب تھے آپ کے قریب کھانا لایا گیا تو شروع میں میں نے اس سے زیادہ برکت والا کھانا نہیں دیکھا اور آخر میں میں نے اس سے زیادہ کم برکت والا کھانا نہیں دیکھا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کھانے کا حال کیوں ایسا تھا! کہ شروع میں اتنی برکت والا اور آخر میں اتنا بے برکت۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہم نے اللہ تعالیٰ کا نام کھانا شروع کرتے وقت لیا۔ پھر آخر میں ایسا شخص بیٹھا کہ جس نے کھایا اور اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا پس اس کے ساتھ شیطان نے کھایا یعنی اللہ تعالیٰ کا نام ترک کرنے کی وجہ سے۔ اس وجہ سے آخر میں بے برکتی ہوئی۔ یہ شرح السنۃ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اِنَّا ذَكَرْنَا : ہم نے اللہ تعالیٰ کا نام ابتداء کھانے میں لیا اس میں اشارہ کر دیا کہ صرف بسم اللہ کہنے سے ہی سنت حاصل ہو جاتی ہے لیکن الرحمان الرحیم کا اضافہ افضل ہے۔ اور حائض ونفساء جنابت والے تمام کو بسم اللہ کہنا شروع کھانے میں مستحب ہے۔ جبکہ تلاوت کا قصد نہ ہو۔ ورنہ حرام ہے۔

نمبر۲: حرام اور مکروہ کھانے کے دوران بسم اللہ مستحب نہیں ہے۔ بلکہ شراب پیتے وقت بسم اللہ پڑھنے والا کافر ہو جاتا ہے۔

فَاَكَلَ مَعَهُ : شیطان کا کھانا حقیقت پر محمول ہے اس پر جمہور علماء متقدمین ومتاخرین کا اتفاق ہے۔ بعض علماء نے کہا

ہے کہ جماعت میں سے ایک فرد کی بسم اللہ کفایت کرنے والی ہے۔ ہر ایک کا بسم اللہ کہنا شرط نہیں۔ یہ روایت ان کے خلاف حجت ہے۔ (یعنی ہر ایک پر بسم اللہ کو مسنون بتلا رہی ہے ورنہ برکت نہ اترتی) (ع۔ح)

بھولنے والا بسم اللہ اولہ وآخرہ کہے

۴۱۱۴/۴۱ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ فَنَسِيَ اَنْ يَّذْكُرَاللّٰهَ عَلٰى طَعَامِهٖ فَلْيَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ۔ (رواہ الترمذی وابوداود)

أخرجه أبو داوٗد في السنن ٤/١٣٩ الحديث رقم ٣٧٦٧، والترمذي في ٤/٢٥٤ الحديث رقم ١٨٥٨، والدارمي في ٢/١٢٩ الحديث رقم ٢٠٢٠ وأحمد في المسند ٦/٢٠٨۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے اور وہ بسم اللہ بھول جائے یعنی ابتداء میں بھول جائے پھر درمیان میں یاد آئے تو اسے اس طرح کہنا چاہئے بسم اللہ اولہ وآخرہ۔ یہ ترمذی وابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اَنْ يَّذْكُرَاللّٰهَ: اس سے معلوم ہوا کہ ابتداء طعام میں اللہ تعالیٰ کا مطلقاً ذکر کافی ہے۔ لیکن بسم اللہ افضل ہے۔

صاحب محیط کا قول: اگر کوئی لا الہ الا اللہ کہے یا الحمد للہ کہے یا اشہد ان لا الہ الا اللہ ابتداء وضو میں کہہ لے تو وہ سنت کا ادا کرنے والا شمار ہوگا اور کھانے میں بھی یہی حکم ہے۔ اسی طرح ابتداء وضو میں بسم اللہ بھول گیا پھر درمیان وضو میں کہے تو سنت اداء نہ ہوگی البتہ کھانے کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ (ع)

اللہ تعالیٰ کے نام سے شیطان کا قے کر دینا

۴۱۱۵/۴۲ وَعَنْ اُمَيَّةَ بْنِ مَخْشِيٍّ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يَّاْكُلُ فَلَمْ يُسَمِّ حَتّٰى لَمْ يَبْقَ مِنْ طَعَامِهٖ اِلَّا لُقْمَةٌ فَلَمَّا رَفَعَهَا اِلٰى فِيْهِ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ قَالَ مَازَالَ الشَّيْطَانُ يَاْكُلُ مَعَهٗ فَلَمَّا ذَكَرَاسْمَ اللّٰهِ اسْتَقَآءَ مَا فِيْ بَطْنِهٖ۔ (رواہ ابوداود)

أخرجه أبو داوٗد في السنن ٤/١٤٠ الحديث رقم ٣٧٦٨، وأحمد في المسند ٤/٣٣٦۔

ترجمہ: حضرت امیہ بن مخشیؓ سے روایت ہے ایک شخص نے کھانا شروع کیا مگر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جب ایک لقمہ باقی رہ گیا تو اسے منہ کی طرف اٹھاتے ہوئے کہنے لگا بسم اللہ اولہ وآخرہ تو آپ ﷺ کو اس کی اس بات پر ہنسی آ گئی پھر آپ نے فرمایا۔ شیطان اس کے ساتھ کھاتا رہا جب اس نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا تو شیطان نے جو کچھ اس کے پیٹ میں تھا وہ قے کر دی۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اسْتَقَآءَ: یہ حقیقت پر محمول ہے یا اس سے مراد برکت کا ختم ہونا ہے جو کہ ترک بسم اللہ کی وجہ سے ہوئی جب بسم اللہ کہی تو گویا وہ اس کے پیٹ میں امانت تھی جو واپس آ گئی۔ (ع)

کھانے کے اختتام کی دُعا

۴۱۱۶/۴۳ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَامِہٖ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ۔ (رواہ الترمذی و ابوداود و ابن ماجۃ)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/١٨٧ الحديث رقم ٣٨٥٠، والترمذی فی ٥/٤٧٤ الحديث رقم ٣٤٥٧، وابن ماجه فی ٢/١٠٩٢ الحديث رقم ٣٢٨٣، وأحمد فی المسند ٣/٣٢۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانے سے فارغ ہوتے تو اس طرح دعا فرماتے الحمدللہ...... تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا۔ یہ ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ کی روایت ہے۔

شکرگزار کا مرتبہ صابر کے برابر

۴۱۱۷/۴۴ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلطَّاعِمُ الشَّاکِرُ کَالصَّائِمِ الصَّابِرِ۔

(رواہ الترمذی و رواہ ابن ماجۃ والدارمی عن سنان بن سنۃ عن ابیہ)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٥٦٣ الحديث رقم ٢٤٨٦، وأحمد فی المسند ٢/٢٨٣۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھانا کھا کر شکرگزاری کرنے والا صبر کرنے والے روزہ دار کی طرح ہے یہ ترمذی کی روایت ہے اور اس کو ابن ماجہ اور دارمی نے سنان بن سنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے اپنے والد سے۔

تشریح ۞ شکر کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ کھانے کی ابتداء بسم اللہ سے اور انتہاء حمد پر ہو اور صبر کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ مفسدات صوم سے اپنے کو محفوظ رکھے۔

کَالصَّائِمِ: یہ اصل ثواب میں تشبیہ ہے کہ دونوں اصل ثواب میں شریک ہیں مقدار میں مشابہت مقصود نہیں۔ یہ اسی طرح ہے جیسا کہتے ہیں زید کعمرو مطلب یہ ہے کہ زید عمرو کے مشابہہ ہے یعنی اس کی بعض خصلتیں اس جیسی ہیں یہ نہیں کہ تمام خصلتیں ایک جیسی ہیں اس میں اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ صابر فقیر غنی شاکر سے زیادہ فضیلت والا ہے۔ کیونکہ عموماً مشبہ بہ مشبہ سے قوی تر ہوتا ہے۔ (ع)

پانی پینے کی دعا

۴۱۱۸/۴۵ وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا اَکَلَ اَوْ شَرِبَ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَ وَسَقٰی وَسَوَّغَہٗ وَجَعَلَ لَہٗ مَخْرَجًا۔ (رواہ ابوداود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/١٨٧ الحديث رقم ٣٨٥١۔

ترجمہ: حضرت ابوایوبؓ کہتے ہیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھاتے یا پانی پیتے تو یہ دعا پڑھتے۔ الحمدللہ...... تمام تعریفوں کا حقدار وہی ہے جس نے کھلایا اور پلایا اور حلق سے سہولت کے ساتھ اتارا اور اسکے نکلنے کا راستہ بنایا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

وضو سے کھانے میں برکت

۴۱۱۹/۴۶ وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَرَأْتُ فِي التَّوْرَاةِ إِنَّ بَرَكَةَ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ بَعْدَهٗ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَرَكَةُ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ قَبْلَهٗ وَالْوُضُوْءُ بَعْدَهٗ۔ (رواه الترمذی وابوداود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/١٣٦ الحديث رقم ٣٨٥١ والترمذی فی ٤/٢٤٨ الحديث رقم ١٨٤٦، وأحمد فی المسند ٥/٤٤١۔

ترجمہ: حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ میں نے تورات میں پڑھا کہ وضو کرنا کھانے میں برکت کا باعث ہے پھر میں نے یہی مضمون آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کھانے کی برکت وضو میں ہے جو اس سے قبل اور بعد کیا جائے یہ ترمذی وابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ وضو سے مراد کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا اور کھانے کے بعد ہاتھ منہ دھونا ہے اور وضو کی وجہ سے کھانے کی برکت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے کھانے کو زیادہ کر دیتے ہیں اور کھانے کے بعد برکت یہ ہے کہ اس کی وجہ سے سکون ہوتا ہے۔ اور وہ وضو طاعات وعبادات میں تقویت اور اخلاق وافعال حسنہ میں عمدگی پیدا کرتا ہے۔ (ع)

وجوب وضو حدث کے بعد

۴۱۲۰/۴۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ فَقُدِّمَ إِلَيْهِ طَعَامٌ فَقَالُوْا اَلَا نَأْتِيْكَ بِوَضُوْءٍ قَالَ إِنَّمَا اُمِرْتُ بِالْوُضُوْءِ إِذَا قُمْتُ إِلَى الصَّلٰوةِ۔

(رواه الترمذی وابوداود والنسائی ورواه ابن ماجة عن ابی هريرة)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/١٣٦ الحديث رقم ٣٧٦٠ والترمذی فی ٤/٢٤٨ الحديث رقم ١٨٤٧، والنسائی فی ١/٨٥ الحديث رقم ١٣٢، وأحمد فی المسند ١/٢٨٢۔ أخرجه ابن ماجه فی السنن ٢/١٠٨٥ الحديث رقم ٣٢٦١۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے باہر تشریف لائے تو آپ کے لئے کھانا لایا گیا بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کیا آپ کے لئے وضو کا پانی نہ لائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے وجوب کے ساتھ وضو کا حکم اس صورت میں ہے جبکہ میرا نماز پڑھنے کا ارادہ ہو یہ ترمذی کی روایت ہے۔ اور ابوداؤد نسائی نے ابن عباسؓ سے اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے۔

تشریح ۞ اِذَا قُمْتُ: یعنی جب میں نماز کے لئے کھڑے ہونے کا ارادہ کروں یہ غالب حالت کے لحاظ سے ہے ورنہ طواف اور قرآن مجید کو چھونے کے لئے بھی وضو واجب ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس فرمایا کہ کھانے سے پہلے وضو کا مطلب شرعی وضو لیا

ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نہایت شاندار انداز سے نفی فرمائی۔ یعنی کلمہ حصر لائے اور یہ نہ سمجھا جائے کہ وضو جائز ہی نہیں۔ بلکہ یہ بات جواز واستحباب کے منافی نہیں۔

پس یہاں وضو سے مراد وضو نماز ہے وضو طعام مراد نہیں اور سیاق حدیث کی دلالت بھی اسی پر ہے اور ظاہر بھی یہی ہے۔

نمبر۲: اور اگر اَلَا نَاْتِیْكَ سے وضو طعام مراد لیں۔

اِنَّمَا اُمِرْتُ بِالْوُضُوْءِ: سے وضو نماز مراد لیں تو یہ بھی درست ہے کیونکہ کھانے کے شروع میں ہاتھوں کا دھونا سنن و آداب طعام سے ہے۔ واجب نہیں ہے۔ اس کو اس لئے ترک کیا تا کہ جواز امت کے لئے بحال رہے۔ (وضو کا معنی حسن و لطافت ہے کھانے سے پہلے پاکیزگی مقصود ہے)

حاصل معنی: کھانے کے شروع میں تو وضو یعنی ہاتھ دھونے کی درخواست کرتے ہو وہ واجب اور مامور نہیں۔ اگر میں نہ کروں تو کچھ نقصان نہیں البتہ وضو صلاۃ تو وہ نماز کے لئے واجب ہے۔ (ع۔ح)

درمیان میں برکت اترتی ہے

۴۱۲۱/۴۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ اُتِیَ بِقَصْعَةٍ مِنْ ثَرِيْدٍ فَقَالَ كُلُوْا مِنْ جَوَانِبِهَا وَلَاتَاْكُلُوْا مِنْ وَسْطِهَا فَاِنَّ الْبَرَكَةَ تَنْزِلُ فِیْ وَسْطِهَا (رواه الترمذی وابن ماجة والدارمي وقال الترمذی هذا حديث حسن صحيح وفی رواية ابی داود) قَالَ اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلَا يَاْكُلْ مِنْ اَعْلَى الصَّحْفَةِ وَلٰكِنْ يَاْكُلْ مِنْ اَسْفَلِهَا فَاِنَّ الْبَرَكَةَ تَنْزِلُ مِنْ اَعْلَاهَا.

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ۱۴۲/۴ الحديث رقم ۳۷۷۲ والترمذی فی ۲۲۹/۴ الحديث رقم ۱۸۰۵ وابن ماجه فی ۱۰۹۰/۲ الحديث رقم ۳۲۷۷ والدارمی فی ۱۳۷/۲ الحديث رقم ۲۰۴۶ وأحمد فی المسند ۳۴۳/۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ثرید کا بڑا پیالہ لایا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا اس کے کناروں سے کھاؤ اور درمیان سے مت کھاؤ کیونکہ درمیان میں برکت اترتی ہے۔ یہ ترمذی ابن ماجہ اور دارمی کی روایت ہے۔ ترمذی نے روایت کو حسن کہا۔ اور ابوداؤد کی روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو وہ پیالے کے اوپر سے مت کھائے بلکہ نیچے سے کھائے اس لئے کہ اوپر (درمیان) والے حصہ میں برکت اترتی ہے۔

تشریح ❁ ثرید: روٹی کے ٹکڑے توڑ کر شوربے میں ڈال دیئے جائیں۔ (یہ افضل ترین کھانا ہے)

نمبر۲ مِنْ جَوَانِبِهَا: اس میں جمع کے بالمقابل جمع لائے یعنی ہر ایک شخص اپنی اپنی جانب سے کھائے۔

نمبر۳ اَلْبَرَكَةَ: درمیان میں برکت اترتی ہے وہ افضل جگہ ہے پس خیر و برکت اترنے کے وہی مقام مناسب ہے جب کھانے کے درمیان والا برکت کا مقام ہے تو کھانے کے اختتام تک اس کا باقی رکھنا مناسب ہے تا کہ آخر تک برکت باقی رہے اور اسے فناء کرنا مناسب نہیں۔ اوپر سے مراد یہاں درمیان ہے اور نیچے سے مراد کنارہ ہے یعنی اپنے سامنے سے کھائے۔

تکیہ لگا کر مت کھاؤ

۴۹/۴۱۲۲ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ مَارُؤِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَاْکُلُ مُتَّکِئًا قَطُّ وَلَا یَطَأُ عَقِبَهٗ رَجُلَانِ.

(رواه ابو داود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/١٤١ الحدیث رقم ٣٧٧٠، وابن ماجه فی ٨٩/١ الحدیث رقم ٢٤٤، وأحمد فی المسند ١٦٥/٢۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو کبھی تکیہ لگا کر کھاتے نہیں دیکھا گیا اور نہ یہ دیکھا گیا کہ آپ کے پیچھے دو آدمی چلے ہوں۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ تکیہ لگا کر کھانے کے متعلق پہلے وضاحت کی جا چکی ہے۔

وَلَا یَطَأُ عَقِبَهٗ: جب دو بھی آپ کے پیچھے نہیں چلے تو زیادہ کا سوال خود ختم ہو گیا یعنی تواضع کی وجہ سے آپ ﷺ صحابہ کرام سے آگے نہ چلتے جیسا کہ متکبر سرداروں اور بادشاہوں کی عادت ہوتی ہے آپ کی عادت مبارکہ درمیان میں چلنے یا پیچھے چلنے کی تھی بلکہ آپ پیچھے چلتے جیسا کہ روایت میں: ویسوق اصحابه وارد ہوا ہے۔

رَجُلَانِ: دو کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایک آدھ جیسے خدام پیچھے ہوں تو اس کی نفی نہیں اور یہ ضرورت کے لئے تھا جو تواضع کے منافی نہیں۔ (ح۔ع)

آگ سے پکی چیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا

۵۰/۴۱۲۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ قَالَ اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِخُبْزٍ وَلَحْمٍ وَهُوَ فِی الْمَسْجِدِ فَاَکَلَ وَاَکَلْنَا مَعَهٗ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰی وَصَلَّیْنَا مَعَهٗ وَلَمْ نَزِدْ عَلٰی اَنْ مَسَحْنَا اَیْدِیَنَا بِالْحَصْبَاءِ۔

(رواه ابن ماجة)

أخرجه ابن ماجه فی ١٠٩٧/٢ الحدیث رقم ٣٣٠٠۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء سے روایت ہے آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے آپ کے لئے روٹی اور گوشت لایا گیا آپ نے کھایا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ کھایا پھر آپ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور نماز ادا فرمائی اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز ادا کی ہم نے کھانے کے بعد صرف کنکریوں سے ہاتھ صاف کئے (چکناہٹ اتاری) یہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یعنی ہم نے کھانے کے بعد پانی سے ہاتھ نہ دھوئے۔ اس وجہ سے کہ کھانے میں چکنائی نہ تھی۔ نماز کے لئے جلدی تھی یا رخصت پر عمل کیا اور تکلف کو ترک کر دیا کیونکہ غیر واجب میں رخصت پر عمل یہ بھی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے جیسا کہ اکثر اوقات عزیمت پر عمل اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔

صاحب احیاء العلوم: کہتے ہیں کہ بعض صحابہ کرام سے نقل کیا گیا ہے کہ کھانے کے بعد ہمارے رومال پاؤں کی ایڑیاں

ہوتی تھیں یعنی ہاتھ ان سے پونچھ لیتے تھے۔ جیسا رومال سے صاف کئے جاتے ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ لم نزد اور مسحنا جمع متکلم کے صیغے آپ ﷺ اور صحابہ کرام سب کو شامل ہیں واللہ اعلم۔

نمبر۲: اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں کھانا کھانا جائز ہے۔ اور بہت سی روایات میں یہ وارد ہے۔ خاص طور پر کھجوروں کا کھانا۔

قول علماء: فرماتے ہیں کہ مسجد میں کھانا کھانے کی شرط یہ ہے کہ مسجد آلودہ نہ ہو ورنہ حرام و مکروہ ہے۔

کتب فقہ میں مذکور ہے کہ غیر معتکف مسجد میں نہ کھائے نہ پئے نہ سوئے اور نہ خرید و فروخت کرے کیونکہ یہ افعال اس کے لئے مکروہ ہیں۔ البتہ وہ مسافر جو اور جگہ ٹھکانا رکھتا ہو اس کے لئے جائز ہے۔

نمبر۲: آدمی کو چاہئے کہ مسجد میں داخلہ کے وقت نیت اعتکاف کرے تا کہ یہ اس کے لئے نہ صرف مباح ہوں بلکہ وہ ثواب کا مستحق قرار پائے۔ (کذا قال الشیخ)

ملا علی قاری کا قول: اکل اور اکلنا معہ کے تحت لکھا ہے کہ شاید کہ حضرت معتکف ہوں گے یا مہمانوں کے ساتھ کھایا یا بیان جواز کے لئے اس طرح کیا کیونکہ مسجد کے آلودہ نہ ہونے کی صورت میں مسجد میں کھانا مباح ہے۔ (اس سے روایات اور قول فقہاء میں تطبیق ہو جاتی ہے)۔ (ح۔ع)

دستی کی پسندیدگی

۵۱/۴۱۲۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِلَحْمٍ فَرُفِعَ اِلَیْهِ الذِّرَاعُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ فَنَهَسَ مِنْهَا ۔ (رواه الترمذی وابن ماجة)

أخرجه البخاری فی صحیحه ٨/٣٩٥ الحدیث رقم ٤٧١٢ من حدیث طویل' وكذلك مسلم فی ١/١٨٤ الحدیث رقم (٣٢٧٠-١٩٤)' وأخرجه الترمذی فی السنن ٤/٢٤٤ الحدیث رقم ١٨٣٧' وابن ماجه فی ٢/١٠٩٩ الحدیث رقم ٣٣٠٧۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گوشت لایا گیا آپ کو دستی اٹھا کر دی گئی آپ کو دستی کا گوشت پسند تھا۔ آپ نے دانتوں سے توڑ کر گوشت کو کھایا یہ ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ دانتوں سے توڑ کر کھانا تواضع اور بے تکلفی کو ظاہر کرتا ہے۔ اس طرح کھانا مستحب ہے۔

طیبی کا قول: آپ ﷺ دستی کا گوشت اس لئے پسند فرماتے کہ یہ جلد گلتا اور زود ہضم ہے اور لذیذ بھی زیادہ ہوتا ہے۔ یہ نجاست کی جگہوں سے دور ہوتا ہے۔ شمائل ترمذی میں حضرت عائشہؓ سے منقول ہے۔ کہ گوشت دستی کا آپ کو محبوب تر نہ تھا لیکن چونکہ مدت کے بعد گوشت میسر آتا اور گلنے میں یہ گوشت سب سے نرم ہے اس لئے آپ اسے پسند فرماتے۔ ایک روایت میں اس طرح وارد ہے کہ لذیذ ترین اور خوش ذائقہ گوشتوں میں پشت کا گوشت ہے۔ (ح۔ع)

گوشت چھری سے کاٹ کر کھانا عجمی تہذیب

۵۲/۴۱۲۵ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَقْطَعُوا اللَّحْمَ بِالسِّكِّيْنِ فَإِنَّهُ مِنْ صُنْعِ الْأَعَاجِمِ وَانْهَسُوْهُ فَإِنَّهُ اَهْنَأُ وَاَمْرَأُ۔ (رواه ابوداؤد والبيهقي في شعب الايمان وقالا ليس هو بالقوى)

أخرجه أبو داوٗد في السنن ٤/١٤٥ الحديث رقم ٣٧٧٨' والبيهقي في شعب الايمان ٥/٩١ الحديث رقم ٥٨٩٨۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گوشت کو چھری سے مت کاٹو یعنی چھری سے کاٹ کر نہ کھاؤ۔ کیونکہ یہ اعاجم کا فعل ہے۔ دانتوں سے توڑ کر کھایا کرو۔ کیونکہ دانتوں سے کھانا لذیذ تر اور زود ہضم ہوتا ہے یہ ابوداؤد اور بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے اور یہ کہا کہ سند کے لحاظ سے یہ حدیث قوی نہیں بلکہ ضعیف ہے۔

تشریح ۞ عجمی: عرب کے علاوہ کو کہا جاتا ہے یہاں اہل فارس مراد ہیں۔ وہ تکبر کی وجہ سے چھریوں سے کاٹ کر کھاتے تھے بعض مواقع میں آپ سے بھی چھری کے ساتھ کاٹ کر کھانا ثابت ہے ان میں تطبیق یہ ہے کہ اگر گوشت نرم اور پختہ ہو تو دانتوں سے چبائے چھری سے کاٹ کر نہ کھائے۔ اور اگر سخت ہو تو چھری سے کاٹ کر کھانا درست ہے اور ممانعت سے نہی تنزیہی مراد ہے۔

چقندر کا حریرہ

۵۳/۴۱۲۶ وَعَنْ اُمِّ الْمُنْذِرِ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَمَعَهُ عَلِيٌّ وَلَنَادَوَالٍ مُعَلَّقَةٌ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَأْكُلُ وَعَلِيٌّ مَعَهُ يَأْكُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِعَلِيٍّ مَهْ يَا عَلِيُّ فَإِنَّكَ نَاقِهٌ قَالَتْ فَجَعَلْتُ لَهُمْ سِلْقًا وَشَعِيْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَا عَلِيُّ مِنْ هٰذَا فَأَصِبْ فَإِنَّهُ اَوْفَقُ لَكَ۔

(رواه احمد والترمذي وابن ماجة)

أخرجه أبو داوٗد في السنن ٤/١٩٣ الحديث رقم ٣٨٥٦' والترمذي في ٤/٣٣٥ الحديث رقم ٢٠٣٧' وابن ماجه في ٢/١١٣٩ الحديث رقم ٣٤٤٢' وأحمد في المسند ٦/٣٦٤۔

ترجمہ: حضرت ام المنذر انصاریہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ میرے ہاں تشریف لائے اس وقت علیؓ بھی ساتھ تھے ہمارے گھر میں کھجور کے خوشے لٹکے تھے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اس میں سے کھانا شروع کیا اور حضرت علیؓ بھی آپ کے ساتھ کھانے لگے تو آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو فرمایا اے علی ان کو مت کھاؤ کیونکہ تم کمزور ہو یعنی ابھی بیماری سے اٹھے ہو اور کمزور کو ضرور پرہیز کرنا چاہئے۔ ام منذر کہتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ اور آپ کے احباب کے لئے چقندر اور جو تیار کئے تو آپ ﷺ نے فرمایا اے علی! اس میں سے کھاؤ کیونکہ یہ تمہارے لئے موافق ہے۔ یہ احمد' ترمذی' ابن ماجہ نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ اس سے معلوم ہوا کہ بیمار اور نقاہت والے کو پرہیز لازم ہے بلکہ بعض اطباء کا قول یہ ہے نقاہت والے کو پرہیز نہایت مفید ہے اور تندرست کو مضر ہے۔ (ع)

کھرچن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھی

۵۴/۴۱۲۷ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُعْجِبُہُ الثُّفْلُ۔ (رواہ الترمذی والبیہقی فی شعب الایمان)

أخرجه أحمد في المسند ۳/۲۲۰ والبيهقي في الشعب۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیچے کا کھانا پسند تھا یعنی دیگ کی تہہ میں لگنے والا۔ یہ ترمذی وشعب الایمان بیہقی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق مبارک یہ تھا کہ دیگر کی حاجات کو اپنی حاجات پر مقدم رکھتے تھے پہلے اہل وعیال اور مہمانوں اور محتاجوں کو اوپر والا کھانا تقسیم فرما دیتے اور جو نیچے کا کھانا بچتا وہ اپنے لئے رکھتے۔ یہ صبر وتواضع تھی اس روایت میں اغنیاء و متکبرین کی تردید ہے جو کہ نیچے والے کھانے کو عار سمجھتے اور پھینک دیتے ہیں اور کھانا گوارا نہیں کرتے (ع)

پیالے کا استغفار

۵۵/۴۱۲۸ وَعَنْ نُبَیْشَۃَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قَالَ مَنْ اَکَلَ فِیْ قَصْعَۃٍ فَلَحِسَھَا اسْتَغْفَرَتْ لَہُ الْقَصْعَۃُ۔

(رواہ احمد والترمذی وابن ماجۃ والداریم وقال الترمذی ھذاحدیث غریب)

أخرجه الترمذي في السنن ۴/۲۲۸ الحديث رقم ۱۸۰۴، وابن ماجه في ۲/۱۰۸۹ الحديث رقم ۳۲۷۱، والدارمي ۲/۱۳۱ الحديث رقم ۲۰۲۷۔

ترجمہ: حضرت نبیشہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص پیالہ میں کھائے پھر اسے چاٹ لے تو پیالہ اس کے لئے استغفار کرتا ہے یہ احمد، ترمذی اور ابن ماجہ اور دارمی کی روایت ہے۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ۞ نمبر۱: ظاہر یہی ہے کہ پیالہ حقیقت میں استغفار کرتا ہے۔

نمبر۲: علماء لکھتے ہیں چاٹنا تواضع سے براءت کی علامت ہے اور گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ ہے اور پیالے کی طرف استغفار کی نسبت اس لئے کی گئی کیونکہ وہ استغفار کا باعث ہے۔ (ح)

کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کی تاکید

۵۶/۴۱۲۹ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ بَاتَ وَفِیْ یَدِہٖ غَمْرٌ لَّمْ یَغْسِلْہُ فَاَصَابَہٗ شَیْءٌ فَلَا یَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَہٗ۔ (رواہ الترمذی وابوداود وابن ماجۃ)

أخرجه أبو داود في السنن ۴/۱۸۸ الحديث رقم ۳۸۵۲، والترمذي في السنن ۴/۲۵۵ الحديث رقم ۱۸۶۰، وابن ماجه في ۲/۱۰۶۶ الحديث رقم ۳۲۹۷ والدارمي في ۲/۱۴۲ الحديث رقم ۲۰۶۳، وأحمد في المسند ۲/۲۶۳۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رات کو اپنے ہاتھوں سے چکنائی

دھوئے بغیر سوئے اور پھر اسے کوئی ایذاء والا جانور کاٹ لے تو وہ اپنے آپ کو ملامت کرے کیونکہ کھانے اور چکنائی کی بو پر کیڑے مکوڑے آتے ہیں یعنی ہاتھ نہ دھونے کی وجہ سے اپنے آپ کو ایذاء پہنچنے کا ذریعہ بنا۔ یہ ترمذی' ابوداؤد اور ابن ماجہ کی روایت ہے۔

ثرید وحیس کی پسندیدگی

۵۷/۴۱۳۰ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ اَحَبُّ الطَّعَامِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَلثَّرِيْدُ مِنَ الْخُبْزِ وَالثَّرِيْدُ مِنَ الْحَيْسِ ۔ (رواه ابوداود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/١٤٧ الحديث رقم ٣٧٨٣۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ کو روٹی کا ثرید اور حیس کا ثرید (حلوے کی قسم) پسند تھا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ثرید: شوربے میں روٹی کے ٹکڑے بھگونا۔
حیس: کھجور اور روغن' آٹے یا پنیر سے بنتا ہے جیسا مالیدہ۔

روغن زیتون ایک مبارک روغن

۵۸/۴۱۳۱ وَعَنْ اَبِیْ اُسَيْدٍ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كُلُوا الزَّيْتَ وَادَّهِنُوْا بِهٖ فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ ۔ (رواه الترمذی وابن ماجة والدارمی)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٢٥١ الحديث رقم ١٨٥٢' والدارمی فی ٢/١٣٩ الحديث رقم ٢٠٥٢' وأحمد فی المسند ٣/٤٩٧۔

ترجمہ: حضرت ابواسید انصاریؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ زیتون کا روغن کھاؤ اور اس کی مالش کرو کیونکہ یہ روغن مبارک درخت سے ہے یہ ترمذی' ابن ماجہ دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ زیتون کے درخت کو بابرکت فرمایا۔ اس میں خیروبرکت اور منافع بے شمار ہیں قرآن مجید میں اللہ نور السمٰوٰت...... میں درخت سے یہی مراد ہے سب سے اعلیٰ سرزمین شام میں ہوتا ہے۔ سورۃ التین میں اسی کی قسم کھائی گئی ہے۔ اہل شام اس کے شیریں کو کھاتے اور تلخ کو چراغ میں جلاتے ہیں۔ اور اس کے تیل کی مالش بدن کے لئے بہت مفید ہے۔ (ح)

خشک روٹی اور سرکے کا استعمال

۵۹/۴۱۳۲ وَعَنْ اُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ دَخَلَ عَلَیَّ النَّبِیُّ ﷺ فَقَالَ اَعِنْدَكِ شَیْءٌ قُلْتُ لَا اِلَّا خُبْزٌ يَابِسٌ وَخَلٌّ فَقَالَ هَاتِیْ مَا اَقْفَرَ بَيْتٌ مِنْ اُدُمٍ فِيْهِ خَلٌّ ۔ (رواه الترمذی وقال هذا حديث غريب)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٢٤٦ الحدیث رقم ١٨٤١۔

ترجمہ: حضرت ام ہانیؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے اور فرمایا کیا تمہارے پاس کچھ (یعنی کھانا) موجود ہے میں نے کہا میرے پاس کھانے کو کچھ نہیں سوائے خشک روٹی اور سرکہ کے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لے آؤ۔ پھر فرمایا جس گھر میں سرکہ ہے وہ سالن سے خالی نہیں۔ یہ ترمذی کی روایت ہے اور انہوں نے اسے حسن غریب قرار دیا۔

تشریح ۞ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام ہانیؓ سے یہ مذکورہ طعام طلب فرمایا تا کہ ان کا دل خوش ہو۔ اور اس سے یہ بھی بتلایا کہ جو کم درجہ چیز موجود ہو اس پر قناعت کرنا چاہئے۔ (ح)

جو کی روٹی کھجور سے تناول فرمائی

۶۰/۴۱۳۳ وَعَنْ يُوْسُفَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ اَخَذَ كِسْرَةً مِّنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ فَوَضَعَ عَلَيْهَا تَمْرَةً فَقَالَ هٰذِهٖ اِدَامُ هٰذِهٖ وَاَكَلَ۔ (رواہ ابوداود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/١٧٣ الحدیث رقم ٣٨٣٠۔

ترجمہ: حضرت یوسف بن عبداللہ بن سلامؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے جو کی روٹی کا ٹکڑا لیا اور اس پر کھجور رکھ کر فرمایا۔ یہ کھجور روٹی کے اس ٹکڑے کا سالن ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

دِل کی بیماری کا آسان علاج

۶۱/۴۱۳۴ وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ مَرِضْتُ مَرَضًا اَتَانِي النَّبِيُّ ﷺ يَعُوْدُنِيْ فَوَضَعَ يَدَهٗ بَيْنَ ثَدْيَيَّ حَتّٰى وَجَدْتُّ بَرْدَهَا عَلٰى فُؤَادِيْ وَقَالَ اِنَّكَ رَجُلٌ مَفْؤُوْدٌ اِئْتِ الْحَارِثَ بْنَ كَلَدَةَ اَخَا ثَقِيْفٍ فَاِنَّهٗ رَجُلٌ يَتَطَبَّبُ فَلْيَاْخُذْ سَبْعَ تَمَرَاتٍ مِّنْ عَجْوَةِ الْمَدِيْنَةِ فَلْيَجَاْهُنَّ بِنَوَاهُنَّ ثُمَّ لِيَلُدَّكَ بِهِنَّ۔ (رواہ ابوداود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٢٠٧ الحدیث رقم ٣٨٧٥۔

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ میں شدید مرض میں مبتلا ہو گیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لئے تشریف لائے آپ نے اپنا دست اقدس میرے سینہ پر رکھا یہاں تک کہ آپ کے دست اقدس کی ٹھنڈک مجھے دل میں محسوس ہوئی اور فرمایا۔ تو ایسا شخص ہے جو دِل کے درد میں مبتلا ہے۔ تم حارث بن کلدہ کے پاس جاؤ جو کلدہ قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ وہ طب جانتا ہے اور اسے چاہئے کہ مدینہ منورہ کی سات کھجور لے جو مدینہ کی افضل ترین قسم ہے پھر ان کو گٹھلیوں سمیت کوٹے پھر اسے تیرے منہ میں رکھنا چاہئے یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

سوال: آپ نے ان کو طبیب کے پاس جانے کا کیوں حکم دیا اور علاج خود تجویز فرمایا اور دوائی بنانے کے لئے حکیم کے سپرد کیا؟

جواب: شروع میں آپ نے طبیب کا حوالہ دیا تا کہ وہ علاج کرے پھر آپ کو اس سے آسان تر علاج یاد آیا کہ اس میں فائدہ جلد ہے اور اس کو شفقت کے طور پر بیان فرمایا اور اس بات پر نہ چھوڑا کہ ممکن ہے طبیب ان کو طول طویل علاج میں ڈالے اور اس کا

بنانا طبیب کے لئے آسان تر تھا اس لئے اس کا حوالہ دیا۔

علماء کا قول: اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ کافر طبیب کی طرف رجوع برائے علاج جائز ہے کیونکہ حارث ابن کلدہ ابتداء اسلام میں مرا اور اس کا اسلام لانا ثابت نہیں (سعدؓ کی یہ بیماری ۹ھ کی بات ہے فتدبر)

تربوز و کھجور کا استعمال

۶۲/۴۱۳۵ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَاْکُلُ الْبِطِّیْخَ بِالرُّطَبِ۔ (رواہ الترمذی وزاد ابوداود ویقول) یُکْسَرُ حَرُّ هٰذَا بِبَرْدِ هٰذَا وَبَرْدُ هٰذَا بِحَرِّ هٰذَا ۔ (وقال الترمذی هذحدیث حسن غریب)

أخرجه أبو داود فی السنن ٤/١٧٦ الحدیث رقم ٣٨٣٦' والترمذی فی ٤/٢٤٦ الحدیث رقم ١٨٤٣۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ تربوز کو تازہ کھجور کے ساتھ کھاتے تھے یہ ترمذی کی روایت ہے ابوداؤد نے اس میں اضافہ کیا کہ کھجور کی گرمی کو تربوز کی سردی سے توڑا جاتا ہے تربوز کی سردی کا ازالہ کھجور سے کیا جاتا ہے۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح ۞ طیبی فرماتے ہیں: شاید تربوز سے کچا مراد ہو وہ طب میں بارد شمار ہوتا ہے ورنہ پختہ گرم ہے لیکن باوجود اس کے بمقابلہ کھجور سرد ہے۔

جمہور کا قول: بطیخ سے مراد تربوز ہے اس کا مزاج ٹھنڈا ہے۔ (ع۔ح)

کیڑے سے کھجور نجس نہیں ہوتی

۶۳/۴۱۳۶ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ ﷺ بِتَمْرٍ عَتِیْقٍ فَجَعَلَ یُفَتِّشُهٗ وَیُخْرِجُ السُّوْسَ مِنْهُ ۔

(رواہ ابوداود)

أخرجه أبو داود فی السنن ٤/١٧٤ الحدیث رقم ٣٨٣٢' وابن ماجه فی ٢/١١٠٦ الحدیث رقم ٣٣٣٣۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پرانی کھجور لائی گئی اس میں کیڑے پڑے ہوئے تھے آپ ﷺ نے اس کو چیر کر کیڑے نکالنے شروع کئے یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ طبرانی نے اسناد حسن کے ساتھ ابن عمرؓ سے مرفوع روایت بیان کی کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے کھجور کو چیرنے سے منع فرمایا۔

تطبیق: ممانعت کا تعلق نئی کھجور سے ہے یا دفعہ وسوسہ کے لئے یا بیان جواز کے لئے آپ نے ایسا کیا اور نہی تنزیہی ہے۔

طیبی کا قول: یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ کیڑا پڑنے سے کھانا نجس نہیں ہوتا۔ انتہی۔

صاحب مطالب المؤمنین کا قول: اگر سیب یا بیر میں کیڑا پڑ گیا ہو تو وہ حلال ہے۔ اس سے بچنا ممکن نہیں مگر جب اسے نکال دیا گیا تو اس کا حکم مکھی بھڑ، مچھر جیسا ہے۔ اور ہر اس جاندار کی طرح ہے جس میں بہنے والا خون نہیں ہے ان کا کھانا حرام اور اگر پانی اور کھانے میں پڑ جائیں تو پانی پلید نہ ہوگا۔ (ع۔ح)

چھری سے پنیر کاٹنا درست ہے

۶۴/۴۱۳۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ ﷺ بِجُبْنَةٍ فِی تَبُوْكٍ فَدَعَا بِالسِّكِّیْنِ فَسَمّٰی وَقَطَعَ۔

(رواہ ابو داؤد)

أخرجه أبو داؤد في السنن ٤/١٦٩ الحديث رقم ٣٨١٩۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پنیر کا ایک ٹکڑا لایا گیا یہ غزوہ تبوک کا موقع تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری منگوائی اور بسم اللہ پڑھ کر اسے کاٹا یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یہ اسی طرح ہے جیسے کھانے کے شروع میں بسم اللہ کہی جاتی ہے اس طرح نہیں جیسا ذبح کے وقت تکبیر پڑھتے ہیں جیسا کہ بعض عوام الناس کدو کو چیرتے وقت کرتے ہیں۔

مظہر کا قول:

اس میں دلیل ہے کہ چستہ پاک ہے اگر وہ پلید ہوتا تو پنیر بھی ناپاک شمار ہوتا کیونکہ اس کے بغیر پنیر نہیں بنتا تھا۔

تین اشیاء کا حکم

۶۵/۴۱۳۹ وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ السَّمْنِ وَالْجُبْنِ وَالْفِرَآءِ فَقَالَ الْحَلَالُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ فِیْ كِتَابِهٖ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فِیْ كِتَابِهٖ وَمَاسَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عَفَاعَنْهُ۔

(رواہ ابن ماجة والترمذی وقال هذا حديث غريب وموقوف على الاصح)

أخرجه الترمذي في السنن ٤/١٩٢ الحديث رقم ١٧٢٦' وابن ماجه في السنن ٢/١١١٧ الحديث رقم ٣٣٩٧۔

ترجمہ: حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پنیر' گھی' پوستین یا گورخر کے متعلق دریافت کیا گیا آپ نے فرمایا حلال وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال کی۔ یعنی اس کی حلت قرآن مجید میں بیان کی۔ اور حرام وہ ہے جس کی حرمت قرآن مجید میں بیان کردی اور جس چیز سے خاموشی اختیار کی گئی یعنی نہ حلال کہا نہ حرام۔ پس وہ ایسی قسم ہے جس کی معافی دی گئی یعنی اس کا کھانا مباح کیا یہ ترمذی وابن ماجہ کی روایت ہے انہوں نے اس کو غریب قرار دیا صحیح تر قول یہ ہے کہ یہ روایت موقوف ہے۔

تشریح ۞ یعنی تین اشیاء کے متعلق دریافت کیا کہ کیا حکم ہے ان میں سے ایک گھی ہے۔ ممکن ہے کہ ابتداء اسلام میں اس کی حلت کے متعلق شبہ ہو۔ اس لئے دریافت کیا۔ پنیر کے متعلق پوچھا کہ اس میں گمان عدم حلت کا ہوتا ہے کیونکہ وہ چستہ سے بنتا ہے۔ فراء کے متعلق پوچھا اکثر شارحین نے اس کو فریٰ کی جمع قرار دیا ہے جس کا معنی گورخر ہے بعض نے فرو کی جمع کہا جس کا معنی پوستین ہے۔ اسی وجہ سے ترمذی نے اس روایت کو باب اللباس میں ذکر کیا ہے۔ اس سوال کا مقصد یہ تھا کہ کفار کے افعال سے ہمیں بچنا چاہئے کیونکہ وہ مردار کی کھال سے پوستین بناتے تھے اس کھال میں دباغت نہیں ہوتی تھی۔

فی کتابہ: اپنی کتاب میں اس چیز کو یا تو صراحۃ بیان کیا یا اپنے ارشاد سے مجمل بیان فرمایا۔"وما اتاکم الرسول......تا کہ ان اکثر اشیاء کی وجہ سے اشکال لازم نہ آئے کہ جن کی حرمت حدیث سے ثابت ہو اور وہ کتاب اللہ میں صریح نہیں۔

حدیث کا آخری جملہ اس بات کی دلیل ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ یہ روایت موقوف ہے یعنی سلمان ؓ کا قول ہے حدیث نبوی نہیں ہے بلکہ موقوف ہے۔

موقوف: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول و فعل کو موقوف کہتے ہیں۔ جیسا کہ مرفوع قول و فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہیں۔ (ح۔ع)

گھی کی چُوری کی خواہش

۴۱۳۹/۲۶ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَدِدْتُ اَنَّ عِنْدِیْ خُبْزَةً بَيْضَاءَ مِنْ بُرَّةٍ سَمْرَاءَ مُلَبَّقَةً بِسَمْنٍ وَّلَبَنٍ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَاتَّخَذَهُ فَجَاءَ بِهٖ فَقَالَ فِیْ اَیِّ شَیْءٍ كَانَ هٰذَا قَالَ فِیْ عُكَّةِ ضَبٍّ قَالَ ارْفَعْهُ۔ (رواه ابوداود وابن ماجة وقال ابوداود وهذا حديث منكر)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ۴/۱۶۸ الحدیث رقم ۳۸۱۸ ابن ماجه فی السنن ۲/۱۱۰۹ الحدیث رقم ۳۳۴۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پسند کرتا ہوں کہ میرے پاس سفید گندمی گیہوں کی گھی اور دودھ سے نرم کی ہوئی روٹی ہو۔ صحابہ کرام میں سے ایک شخص اٹھ کر گیا اور ایسی روٹی تیار کر کے لایا آپ نے دریافت فرمایا گھی کس برتن میں تھا اس نے عرض کیا گوہ کے چمڑے سے بنی ہوئی کپی میں تھا آپ نے فرمایا اس کو میرے سامنے سے اٹھالو۔ یہ ابوداؤد وابن ماجہ کی روایت ہے۔ ابوداؤد نے کہا یہ روایت منکر ہے۔

تشریح ۞ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ سے تنفر طبع کی بناء پر اس روٹی کے اٹھانے کا حکم دیا۔ اس لئے کہ وہ آپ کے علاقہ میں نہ تھی۔ اس پر خالد بن ولیدؓ والی روایت دلالت کرتی ہے۔ اس وجہ سے نہیں کہ گوہ کا چمڑہ ناپاک ہوتا ہے ورنہ اس کو پھینکنے کا حکم فرماتے اور اس کے کھانے سے منع فرماتے۔ کذا قال الطیبی۔

علامہ طیبی فرماتے ہیں: اس روٹی کی طلب اور تمنا عادت شریفہ کے خلاف تھی اور طبعی خواہش سے تھی اسی وجہ سے ابو داؤد نے اس کو منکر قرار دیا۔

ایک تاویل: اگر روایت سنداً درست ثابت ہو جائے تو اس کی توجیہ ممکن ہے کہ یہ طبعی خواہش امت کے لئے اس کے بیان جواز کے لئے فرمائی ہو۔ (ع۔ح)

کچے لہسن کی ممانعت

۴۱۴۰/۲۷ وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ اَكْلِ الثَّوْمِ اِلَّا مَطْبُوْخًا۔ (رواه الترمذی و ابوداود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ۴/۱۷۳ الحدیث رقم ۳۸۲۸، والترمذی فی ۴/۲۳۰ الحدیث رقم ۱۸۰۸۔

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پکے ہوئے لہسن کے علاوہ لہسن (کچے) سے منع فرمایا۔ یہ ترمذی ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ⁂ پکنے سے اس کی بو ختم ہو جاتی ہے پیاز اور گندنا وغیرہ بھی یہی حکم رکھتے ہیں یہ نہی تنزیہی ہے۔ (ع)

پکی ہوئی پیاز کا حکم

۶۸/۴۱۴۱ وَعَنْ اَبِیْ زِیَادٍ قَالَ سُئِلَتْ عَائِشَةُ عَنِ الْبَصَلِ فَقَالَتْ اِنَّ اٰخِرَ طَعَامٍ اَکَلَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ طَعَامٌ فِیْهِ بَصَلٌ۔ (رواه ابوداود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/١٧٣ الحديث رقم ٣٨٢٩، واحمد فی المسند ٦/٥٩ وابن ماجه فی ٢/١١٠٦ الحديث رقم ٣٣٣٤۔

ترجمہ: ابوالزیاد کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ سے سوال کیا گیا کہ پیاز کھانے کا کیا حکم ہے یعنی پکی ہوئی پیاز کا حکم دریافت کیا گیا کہ آیا حلال ہے یا حرام تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا سب سے آخری کھانا جو آپ نے تناول فرمایا اس میں پیاز تھی۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ⁂ طَعَامٌ فِیْهِ بَصَلٌ : پکی پیاز تھی اس کی تفصیل احادیث میں اس طرح ہے آپ نے پیاز و لہسن نہیں کھایا مگر اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کھانے میں پکا ہوا استعمال فرمایا اور دوسری روایات سے کھانے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔

تاویل نمبر ۱: ممانعت کا تعلق کچے سے ہے پکے سے نہیں (روایت ابو ایوب اس کے خلاف ہے)

نمبر ۲: صحیح تر قول یہ ہے کہ کچے پیاز کی نہی بھی تنزیہی ہے تحریمی نہیں اور نہ حرام ہے آپ ﷺ کی ذات گرامی پر اور نہ امت پر۔

علامہ طحاویؒ نے شرح معانی الآثار میں کئی روایات ذکر کی ہیں جو پیاز، لہسن، گندنے وغیرہ کے پختہ اور خام استعمال کرنے پر دلالت کرتی ہے کہ ان چیزوں کو کھائے تو گھر میں بیٹھے اور بو کے زوال تک مسجد میں نہ جائے کیونکہ یہ مکروہ ہے کہ بدبو کے ساتھ جائے ہمارے ہاں یہی قول مختار اور ائمہ احنافؒ نے اسی کو اختیار کیا۔

ابن ملک کا قول: آپ ﷺ کے آخری کھانے میں پیاز وغیرہ کا استعمال جواز کی تعلیم کے لئے ہے تاکہ کراہت تنزیہی ہونا ثابت ہو نہ کہ تحریمی واللہ اعلم (ع۔ ح)

کھجور و مکھن کا استعمال

۶۹/۴۱۴۲ وَعَنِ ابْنَیْ بُسْرِ السُّلَمِیَّیْنِ قَالَا دَخَلَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَدَّمْنَا زُبْدًا وَّ تَمْرًا وَکَانَ یُحِبُّ الزُّبْدَ وَالتَّمْرَ ۔ (رواه ابوداود)

أخرجه ابوداوٗد فی السنن ٤/١٧٦ الحديث رقم ١٨٤٧ وابن ماجه فی ٢/١١٠٦ الحديث رقم ٣٣٣١

ترجمہ: بسر سلمیہ کے دو بیٹوں سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے تو ہم نے مکھن اور کھجور آپ کی خدمت میں پیش کی (آپ ﷺ نے انہیں استعمال فرمایا) آپ ﷺ مکھن اور کھجور پسند فرماتے تھے۔ یہ ابو

داؤد کی روایت ہے۔

مختلف قسم کے کھانے ہر جانب سے کھا سکتے ہیں

۴۱۴۳/۷۰ وَعَنْ عِكْرَاشِ بْنِ ذُؤَيْبٍ قَالَ أُتِيْنَا بِجَفْنَةٍ كَثِيْرَةِ الثَّرِيْدِ وَالْوَذْرِ فَخَبَطْتُ بِيَدِيْ فِيْ نَوَاحِيْهَا وَاَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ فَقَبَضَ بِيَدِهِ الْيُسْرٰى عَلٰى يَدِيَ الْيُمْنٰى ثُمَّ قَالَ يَاعِكْرَاشُ كُلْ مِنْ مَوْضِعٍ وَاحِدٍ فَاِنَّهٗ طَعَامٌ وَاحِدٌ ثُمَّ اُتِيْنَا بِطَبَقٍ فِيْهِ اَلْوَانُ التَّمْرِ فَجَعَلْتُ اٰكُلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَجَالَتْ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي الطَّبَقِ فَقَالَ يَا عِكْرَاشُ كُلْ مِنْ حَيْثُ شِئْتَ فَاِنَّهٗ غَيْرُ لَوْنٍ وَاحِدٍ ثُمَّ اُتِيْنَا بِمَآءٍ فَغَسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَيْهِ وَمَسَحَ بِبَلَلِ كَفَّيْهِ وَجْهَهٗ وَذِرَاعَيْهِ وَرَاْسَهٗ وَقَالَ يَا عِكْرَاشُ هٰذَا الْوُضُوْءُ مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ٤/ ٢٤٩ الحديث رقم ١٨٤٨ وابن ماجه في ٢/ ١٠٨٩۔الحديث رقم ٣٢٧٤

ترجمہ: حضرت عکراش بن ذویب سے روایت ہے کہ ہمارے لئے ثرید کا ایک بڑا پیالہ لایا گیا جس میں خوب بوٹیاں تھیں تو میں نے اپنا ہاتھ پیالے میں گھمایا۔ میں نے پیغمبر ﷺ کے سامنے سے کھایا تو آپ ﷺ نے اپنے بائیں ہاتھ سے میرا ہاتھ پکڑلیا پھر ارشاد فرمایا اے عکراش! ایک جگہ سے کھا یعنی اپنے آگے سے کھاؤ اس لئے کہ یقینا یہ ایک طرح کا کھانا ہے پھر ہمارے سامنے ایک طباق کھجوروں کا لایا گیا جس میں قسما قسم کی کھوریں تھیں میں نے اس میں سے اپنے آگے سے کھانا شروع کیا تو جناب رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ پورے طباق میں گھومنے لگا یعنی ہر جانب سے آپ کھاتے تھے جدھر طبیعت کا میلان ہوتا اور اس سے لوگوں پر اس بات کو بھی ظاہر کرنا مقصود تھا کہ وہ کھجوریں ہر طرف سے کھا سکتے ہیں تو قول سے جس طرح تعلیم دی فعل سے بھی اسی طرح تعلیم دی پھر آپ نے فرمایا اے عکراش! اس میں سے جہاں سے چاہو کھاؤ۔ اس لئے کہ یہ ایک رنگ کی نہیں پھر ہمارے پاس پانی لایا گیا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست اقدس دھوئے اور اپنے تر ہاتھوں کو اپنے چہرہ مبارک سر اور کہنیوں پر پھیرلیا اور فرمایا اے عکراش! یہ کھانے کا وضو ہے جس کو آگ نے متغیر کیا یعنی یہ عرفی وضو اس وجہ سے ہے کہ کھانے کو آگ سے پکایا گیا ہے یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ◌ **طَعَامٌ وَاحِدٌ** :یہ ایک کھانا ہے اس کو کھاتے ہوئے ہر طرف ہاتھ لے جانا حرص وطمع کی علامت ہے یعنی اگر کھانا کئی قسم کا ہوتا یا کھانا ایک قسم کا ہوتا مگر مختلف رنگوں کا ہوتا تو طبیعت کے میلان سے جدھر سے چاہیں استعمال کر سکتے ہیں جب کھانا ایک ہی رنگ کا ہو تو ہر جانب ہاتھ دوڑانا معیوب اور ناپسندیدہ حرکت ہے۔

غَيْرُ لَوْنٍ : کئی رنگ کا ہے جہاں سے چاہو کھاؤ۔ درمیان والی جگہ یا تو مستثنٰی ہے کیونکہ وہ برکت کے اترنے کی جگہ ہے۔

نمبر۲: درمیان سے نہ کھانا ایک رنگ کے کھانے سے مخصوص ہے اور یہ ایک رنگ نہیں۔

ابن ملک کا قول: اس سے یہ بات سمجھائی گئی کہ اگر میوہ بھی ایک رنگ ہو تو پھر تمام اطراف میں ہاتھ دوڑانا مناسب نہیں جیسا کہ کھانے میں حکم ہے۔

نمبر۲: اگر طعام کئی قسم کا ہو تو ہر جانب سے کھایا جا سکتا ہے۔ (ع۔ح)

حساء غمزدہ دِل کا علاج

۴۱۴۴/۷۱ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اَخَذَ اَهْلَهُ الْوَعْكُ اَمَرَ بِالْحَسَاءِ فَصُنِعَ ثُمَّ اَمَرَهُمْ فَحَسَوْا مِنْهُ وَكَانَ يَقُوْلُ اِنَّهُ لَيَرْتُوْ فُؤَادَ الْحَزِيْنِ وَيَسْرُوْ عَنْ فُؤَادِ السَّقِيْمِ كَمَا تَسْرُوْ اِحْدَاكُنَّ الْوَسْخَ بِالْمَآءِ عَنْ وَجْهِهَا۔ (رواه الترمذى وقال هذا حديث حسن صحيح)

أخرجه الترمذى فى السنن ٤/٣٣٦ الحديث رقم ٢٠٣٩، وابن ماجه فى ٢/١١٤٠ الحديث رقم ٣٤٤٥، وأحمد فى المسند ٦/٣٢۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب آپ کے گھر والوں کو بخار ہوتا تو آپ حساء پکانے کا حکم فرماتے وہ تیار کیا جاتا پھر گھر والوں کو پینے کا حکم فرماتے اور خود بھی نوش فرماتے اور ارشاد فرماتے حساء کھانا غمگین دل کو تقویت دیتا ہے اور بیمار دل سے رنج و بیماری کا ازالہ کرتا ہے جیسا کہ تمہاری یعنی عورتوں کی جماعت منہ سے میل کو پانی کے ذریعہ صاف کرتی ہے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ حساء: یہ ایک کھانے کی قسم ہے جو آٹے، پانی، روغن اور شیرینی سے تیار ہوتا ہے اہل مکہ اسے حریرہ کہتے ہیں اور فصل اول میں تلبینہ اسی کو کہا گیا ہے آپ ﷺ نے آخری جملہ میں عورتوں کو خصوصاً مخاطب کر کے فرمایا کیونکہ وہ منہ سے میل کے دور کرنے میں مبالغہ کی حد تک جاتی ہیں یا جس وقت یہ ارشاد فرمایا تو اس وقت وہاں عورتیں بھی موجود تھیں (تاکہ وہ سمجھیں یہ خطابات ہمیں بھی ہیں)) ح)

کھجور کی افضل ترین قسم عجوہ

۴۱۴۵/۷۲ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْعَجْوَةُ مِنَ الْجَنَّةِ وَفِيْهَا شِفَاءٌ مِنَ السَّمِّ وَالْكَمْاَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاءُ هَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ۔ (رواه الترمذى)

أخرجه الترمذى السنن ٤/٣٥٠ الحديث رقم ٢٠٦٦، وابن ماجه فى ٢/١١٤٣ الحديث رقم ٣٤٥٥، [illegible] فى ٢/٤٣٦ الحديث رقم ٢٨٤٠، وأحمد فى المسند ٢/٣٠١۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عجوہ کھجور کی افضل قسم ہے یہ جنت کی کھجور ہے اور اس میں زہر کی شفاء ہے اور کھنبی یہ من کی قسم سے ہے۔ اس کا پانی آنکھ کے لئے شفاء ہے یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ مِنَ الْجَنَّةِ: یعنی عجوہ کی اصل جنت سے آئی ہے۔ عجوہ جنت میں ہوگی۔ ایسی راحت بخش اور فائدہ مند ہے گویا جنت سے ہے۔ پہلا معنی زیادہ ظاہر ہے باقی روایت کی وضاحت پہلے کی جا چکی۔

الفصل الثالث:

بھنا گوشت استعمال فرمانا

۷۳/۴۱۴۶ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ ضِفْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَاَمَرَ بِجَنْبٍ فَشُوِيَ ثُمَّ اَخَذَ الشَّفْرَةَ فَجَعَلَ يَحُزُّ لِيْ بِهَا مِنْهُ فَجَآءَ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ فَاَلْقَى الشَّفْرَةَ فَقَالَ مَالَهُ تَرِبَتْ يَدَاهُ قَالَ وَكَانَ شَارِبُهُ وَفَاءً فَقَالَ لِيْ اُقُصُّهُ عَلٰى سِوَاكٍ اَوْ قُصَّهُ عَلٰى سِوَاكٍ ۔ (رواه الترمذی)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ۱/۱۳۱ الحدیث رقم ۱۸۸ والترمذی فی الشمائل الحدیث رقم ۱۶۷ وأحمد فی المسند ٤/۲٥۲۔

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک رات مہمان بنا یعنی آپ ﷺ اور میں کسی کے ہاں مہمان تھے اس نے ایک بکری ذبح کی تو آپ ﷺ نے اس کا ایک پہلو بھوننے کا حکم فرمایا وہ بھونا گیا پھر آپ ﷺ نے چھری لی اور میرے لئے اس پہلو سے گوشت کاٹنے لگے۔ حضرت بلالؓ آئے اور آپ کو نماز کی اطلاع دی پھر آپ نے چھری ڈال دی اور فرمایا یعنی بطور تعجب فرمایا بلال کو کیا ہوا اس کے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں۔ مغیرہ کہتے ہیں میری لبیں بڑھی ہوئیں تھیں تو آپ نے فرمایا میں تیری لبیں مسواک پر کتر دوں یا تم لبیں مسواک پر کاٹ لو۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **تَرِبَتْ يَدَاهُ** : یہ خواری اور فقر سے کنایہ ہے جس کو عموماً عرب بددعا کے لئے بولتے تھے اور ملامت کے لئے آتا ہے یہاں اس سے مراد حقیقت میں اس چیز کا وقوع نہیں بلکہ بطور عادت عامہ کے استعمال کیا گیا ہے یہاں صرف ملامت مراد ہے اور سرزنش مقصود ہے۔ گویا آپ کو بلال کا اس وقت نماز سے آگاہ کرنا ناگوار ہوا کیونکہ کھانے میں مشغولیت تھی اور وقت میں وسعت و گنجائش تھی۔

نمبر۲: ممکن ہے کہ میزبان کی حالت کا لحاظ کر کے یہ فرمایا۔

شاربہ: ان کی لبیں تھیں۔ اس عبارت کا ترجمہ کئی طرح کیا گیا ہے۔

نمبر۱: ہ ضمیر کا مرجع مغیرہ ہوں اور ظاہر میں شاربی ہونا چاہئے تھا اور اس کی بجائے غائب کی ضمیر تفنن کلام کے لئے لائے اس کو معانی کی اصطلاح میں تجرید والتفات کہا جاتا ہے تو حاصل یہ ہے کہ میری لبیں دراز تھیں آپ نے مسواک کو نیچے رکھ کر چھری سے لبوں کو کاٹنے کا حکم فرمایا یہ نہیں فرمایا کہ میں کاٹ ڈالوں۔

نمبر۲: ہ کی ضمیر آپ ﷺ کی طرف راجع ہو کہ آپ کی لبیں دراز تھیں تو آپ نے مجھ سے فرمایا میں ان کو تیرے لئے کتر دوں یعنی تیرے لئے وہ بال بطور تبرک ہوں۔

نمبر۳: مغیرہ کو کہا کہ میری لبوں کے بالوں کو کاٹ دو۔ (ح)

شیطان کی چال

۴/۴۱۴۷ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا اِذَا حَضَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ طَعَامًا لَمْ نَضَعْ اَيْدِيَنَا حَتّٰى يَبْدَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَيَضَعُ يَدَهٗ وَاِنَّا حَضَرْنَا مَعَهٗ مَرَّةً طَعَامًا فَجَاءَتْ جَارِيَةٌ كَاَنَّهَا تُدْفَعُ فَذَهَبَتْ لِتَضَعَ يَدَ هَا فِي الطَّعَامِ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِهَا ثُمَّ جَآءَ اَعْرَابِيٌّ كَاَنَّمَا يُدْفَعُ فَاَخَذَ بِيَدِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ اَنْ لَّايُذْكَرَاسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ جَآءَ بِهٰذِهِ الْجَارِيَةِ لِيَسْتَحِلَّ بِهَا فَاَخَذْتُ بِيَدِ هَا فَجَآءَ بِهٰذَا الْاَعْرَابِيِّ لِيَسْتَحِلَّ بِهٖ فَاَخَذْتُ بِيَدِهٖ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّ يَدَهٗ فِيْ يَدِيْ مَعَ يَدِهَا زَادَفِيْ رِوَايَةٍ ثُمَّ ذَكَرَاسْمَ اللّٰهِ وَاَكَلَ ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ٣/١٥٩٧ الحديث رقم (١٠٢-٢٠١٧) وأبو داوٗد في السنن ٤/١٣٩ الحديث رقم ٣٧٦٦، وأحمد في المسند ٥/٣٨٣۔

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ جب ہم آپ ﷺ کے ساتھ کسی کھانے میں حاضر ہوتے تو ہم اس وقت تک کھانے میں ہاتھ نہ رکھتے جب تک آپ شروع نہ فرماتے یعنی آپ کے کھانا شروع کرنے کے بعد شروع کرتے۔ اور ہم جلد بازی نہ کرتے ایک مرتبہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ ایک کھانے میں حاضر ہوئے۔ پس ایک لڑکی آئی جو اس طرح محسوس ہوتی تھی کہ پیچھے سے دھکیلی جارہی ہے یعنی گویا کوئی اس کو کھانے پر گرار ہا ہے یعنی بھوک سے بے اختیار کھانے پر پل پڑی وہ اپنا ہاتھ کھانے میں ڈالنا چاہتی تھی یعنی اللہ تعالیٰ کا نام لئے بغیر تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر ایک دیہاتی آیا وہ بھی (اس زور سے آیا) گویا دھکیلا جارہا ہے یعنی اس نے بھی اپنا ہاتھ کھانے میں ڈالنا چاہا تو آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا پھر آپ نے ارشاد فرمایا شیطان اپنے لئے کھانے کو حلال کرتا اور اللہ تعالیٰ کا نام نہ لینے کے سبب اس کھانے پر قدرت پاتا ہے شیطان پہلے اس لڑکی کو لایا اور اس کے ذریعہ اس نے اپنے لئے کھانا حلال کرنا چاہا اس طرح کہ لڑکی اللہ تعالیٰ کا نام لئے بغیر اس کھانے میں سے کھالے۔ تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر شیطان اس بدو کو لایا تا کہ اپنے لئے اس کے سبب کھانے کو حلال کرے پس میں نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا مجھے اس ذات کی قسم ہے کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ شیطان کا ہاتھ بھی میرے ہاتھ میں اس لڑکی کے ہاتھوں کے ساتھ پکڑا ہوا ہے۔

ایک روایت میں حذیفہؓ یا مسلم نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں پھر آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا اور کھانا کھایا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ایک روایت میں مع یدھا کی بجائے مع یدیھا کے لفظ بھی ہیں یہ روایت ظاہر ہے اور یہ روایت لڑکی کے ساتھ خاص ہے اس روایت کے یہ مخالف نہیں کیونکہ لڑکی پہلے آئی تھی اس لئے اس کے ہاتھ کا تذکرہ کر دیا اور بعد میں آنے والے کا تذکرہ چھوڑ دیا اور ممکن ہے کہ اعرابی کا ہاتھ بھی ہو۔ کیونکہ روایت میں اس کے ہاتھ کا پکڑنا مذکور ہے۔ کیونکہ اول لڑکی آئی تھی۔ اس لئے اس کا خصوصاً ذکر کر دیا۔ (ح)

زیادہ کھانا بے برکتی کا باعث ہے

۴۱۴۸/۷۵ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَرَادَاَنْ يَّشْتَرِىَ غُلَاماً فَاَلْقٰى بَيْنَ يَدَيْهِ تَمَرًا فَاَكَلَ الْغُلَامُ فَاَكْثَرَفَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ كَثْرَةَ الْاَكْلِ شُؤْمٌ وَاَمَرَبِرَدِّهٖ ۔ (رواه البيهقى فى شعب الايمان)

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ۳۱/۵ الحديث رقم ۵۶۶۱

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک غلام خریدنے کا ارادہ کیا پس اس کے سامنے کھجوریں ڈالی گئیں غلام نے بہت کھجوریں کھائیں تو جناب پیغمبر ﷺ نے فرمایا۔ زیادہ کھانا بے برکتی کا سبب ہے۔ چنانچہ اس کے واپس کر دینے کا حکم فرمایا۔ یہ بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

نمک بہترین سالن

۴۱۴۹/۷۶ وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَيِّدُ اِدَامِكُمُ الْمِلْحُ ۔ (رواه ابن ماجة)

أخرجه ابن ماجه في السنن ۱۱۰۲/۲ الحديث رقم ۳۳۱۵۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارا بہترین سالن نمک ہے یہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ کیونکہ یہ مشقت میں کم اور قناعت کے قریب تر ہے بہت سارے عارفین نے اس پر قناعت کی ہے اور آپ ﷺ کا یہ ارشاد اس کے منافی نہیں۔ سيد الادام فى الدنيا والاخرة اللحم ۔ (ع)

جوتے نکال کر کھانا کھاؤ

۴۱۵۰/۷۷ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا وُضِعَ الطَّعَامُ فَاخْلَعُوْا نِعَالَكُمْ فَاِنَّهٗ اَرْوَحُ لِاَقْدَامِكُمْ۔

أخرجه الدارمي في السنن ۱۴۸/۲ الحديث رقم ۲۰۸۰۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تمہارے سامنے کھانا رکھا جائے تو جوتے نکال ڈالو کیونکہ جوتوں کا نکالنا راحت ہے قدموں کے لئے۔

حرارت کا جوش کم ہونے پر کھانا کھاؤ

۴۱۵۱/۷۸ وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِىْ بَكْرٍ اَنَّهَا كَانَتْ اِذَا اُتِيَتْ بِثَرِيْدٍ اَمَرَتْ بِهٖ فَغُطِّىَ حَتّٰى تَذْهَبَ فَوْرَةُ دُخَانِهٖ وَتَقُوْلُ اِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ هُوَ اَعْظَمُ لِلْبَرَكَةِ ۔ (رواهما الدارمى)

أخرجه الدارمي في السنن ۱۳۷/۲ الحديث رقم ۲۰۴۷۔

ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت ہے کہ جب ان کے پاس ثرید لایا جاتا تو اس کو ڈھانپ دینے کا حکم دیتیں

اوراس وقت تک ڈھانپے رکھتیں یہاں تک کہ جوش اور حرارت ختم ہو جاتی اور پھر فرماتیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کھانے میں سے گرمی کے جوش کا دور ہو جانا کثرت برکت کا سبب ہے۔ ان دونوں روایتوں کو دارمی نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ ثرید کا تذکرہ اس میں اتفاقاً کر دیا گیا کیونکہ یہ کثرت سے کھایا جاتا تھا دوسرے کھانوں کا بھی یہی حکم ہے۔ جامع الصغیر میں روایت کو اس طرح نقل کیا گیا ہے۔ **ابردوا بالطعام فان الحار لا برکة فیه** اور بیہقی کی مرسل روایت اس طرح ہے: **نهی عن الطعام الحار حتی یبرد**۔ گرم کھانے سے ٹھنڈا ہونے تک (کھانے سے) منع فرمایا کھانے کو ٹھنڈا کرو گرم کھانے میں برکت نہیں (ح۔ع)

پیالہ دُعا گو

۷۹/۴۱۵۲ وَعَنْ نُبَيْشَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ اَكَلَ فِىْ قَصْعَةٍ ثُمَّ لَحِسَهَا تَقُوْلُ لَهُ الْقَصْعَةُ اَعْتَقَكَ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ كَمَا اَعْتَقْتَنِىْ مِنَ الشَّيْطَانِ.

رواہ رزین۔

ترجمہ: حضرت نبیشہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص پیالے میں کھا کر پھر اس کو چاٹ لے تو پیالہ اس کے لئے اس طرح دعا کرتا: اَعْتَقَكَ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ...... یعنی اللہ تم کو آگ سے اسی طرح آزاد کرے جس طرح تم نے مجھے شیطان سے آزاد کیا یعنی یہ پیالہ زبان حال سے کہتا ہے مگر ظاہر یہ ہے کہ زبان قال سے کہتا ہے اس روایت کو رزین نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ ترمذی، احمد، ابن ماجہ اور دارمی کی روایت میں اس طرح ہے: **استغفرت له القصعة** یعنی پیالہ اس کے لئے استغفار کرتا ہے اور طبرانی نے عرباضؓ سے اس طرح نقل کیا: **من لعق الصحفة ولعق اصابعه اشبعه الله فی الدنیا والاخرة**۔ جس نے پیالے کو چاٹا اور اپنی انگلیوں کو چاٹا یعنی کھانے کے بعد (اللہ تعالیٰ اس کو دنیا اور آخرت میں سیر کر دیں گے)۔(ع)

بَابُ الضِّيَافَةِ

مہمانی کا بیان

ضیف کا معنی مہمان اور ضاف کا معنی مہمانی کرنا مضیف مہمانی کرنے والا جمہور کے نزدیک مختار یہ ہے۔ ضیافت والا حق مکارم اخلاق سے ہے جیسا کہ اکثر احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں بعض کے ہاں ایک روز کی مہمانی واجب ہے اور اس کے بعد مستحب ہے۔

ضیافت کی آٹھ قسمیں ہیں ان کا بیان باب الولیمہ کی ابتداء میں ہے۔

الفصل الاول:

اکرام مہمان علامت ایمان

۱/۴۱۵۳ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهٗ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْلِيَصْمُتْ (وفی روایۃ) بَدَلَ الْجَارِ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ. (متفق علیہ)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/۴۴۵ الحدیث رقم ۶۰۸۹، ومسلم فی ۱/۶۸الحدیث رقم (۷۵-۴۷)، والترمذی فی السنن ۴/۵۶۹ الحدیث رقم ۲۵۰۰، وأحمد فی المسند ۲/۲۶۷۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو اسے اپنے مہمان کا اکرام کرنا چاہئے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے ہمسائے کو ایذاء نہ دے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کو بھلی بات کہنی چاہئے یا وہ خاموش رہے اور ایک روایت میں جار کے بدلے فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ کے الفاظ وارد ہیں یعنی وہ صلہ رحمی کرے۔ یہ روایت بخاری و مسلم نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ **يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ**: اس سے مراد یہ نہیں کہ ایمان ان افعال پر موقوف ہے بلکہ یہ مبالغہ ہے کہ یہ افعال ضرور انجام دینے چاہئیں جیسا کہ بیٹے کو رغبت کے لئے کہیں کہ اگر تو میرا بیٹا ہے تو میری اطاعت کر۔

نمبر۲: مراد یہ ہے جو کامل الایمان ہو اس کو یہ افعال انجام دینے چاہئیں۔

فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ: اکرام ضیف یہ ہے کہ کھلے چہرے کے ساتھ اس کو ملے اور گفتگو بھی نرم کرے اور تین روز تک کھانا کھلائے پہلے روز حسب مقدرت سے کچھ تکلف سے کھلائے البتہ ضیاع حقوق نہ ہو۔ بقیہ ایام میں جو بلا تکلف میسر آئے تاکہ دونوں پر گراں نہ گزرے اور تین دنوں کے بعد صدقہ ہے خواہ کھلائے یا نہ کھلائے۔

فَلَا يُؤْذِ جَارَهٗ: ہمسایہ کو ایذاء نہ دے اس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اسے دکھ نہ دے۔ بخاری و مسلم کی روایت میں **فلیکرم جارہ** اور ایک اور روایت میں **فلیحسن جارہ** ہے یعنی اس کی اس چیز میں اعانت کر جس کی اسے حاجت ہو اور اس سے دکھ تکلیف کا ازالہ کرو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہمسایہ کا حق کیا ہے اگر وہ تم سے مدد چاہے تو تم اس کی مدد کرو اور اگر وہ قرض مانگے تو اس کو قرض دو اور محتاج ہو تو اس کو کچھ دو اگر بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو۔ اگر مر جائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ جاؤ اور اس کو خوشی ملے تو اسے مبارک دو اور مصیبت کا شکار ہو تو اس سے ہمدردی کا اظہار کرے اور تسلی دے اور اس کے مکان کے پاس اونچا مکان نہ بنا کہ اس کی ہوا بند ہو البتہ اگر وہ بلند کرنے کی اجازت دے تو درست ہے۔ اگر تم میوہ خریدو! تو اس کی طرف بطور تحفہ بھیجو اور اگر یہ تم نہ کرو تو اس کو مخفی طور پر لاؤ (یعنی پھل کو) اور اس کو تمہارا بیٹا باہر نکل نہ کر کھائے تاکہ اس کی اولاد کو دکھ نہ پہنچے اور اس کو ہانڈی کے دھوئیں سے ایذا نہ دو۔ البتہ اس میں سے کچھ اس کی طرف بھی بھیج دو۔ تمہیں کیا معلوم کہ ہمسایہ کا کیا حق ہے مجھے اللہ کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے ہمسایہ کا حق وہی پہچانتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ رحم

کرتا ہے۔ (اربعین غزالی)

فَلْيَقُلْ خَيْرًا : بھلی بات کہے یعنی جب کلام کا ارادہ کرے تو اسے خیر کا کلام کرنا چاہئے خواہ وہ واجب ہو یا مستحب۔ اگر اس کی بھلائی معلوم نہ ہو خواہ وہ حرام یا مکروہ یا مباح کی قسم سے ہو تو اس سے باز رہے اور مباح کلام کو چھوڑ دے کہ کہیں وہ حرام کی طرف لے جانے والی نہ ہو۔

فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ : رشتہ داری کا لحاظ کرے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ قطع رحمی کرنے والے کا گویا اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان نہیں کیونکہ وہ قطع رحمی کرنے والے کو ملنے والے شدید عذاب سے نہ ڈرا۔

مہمان بلا استدعا تین دن سے زیادہ نہ ٹھہرے

۲/۴۱۵۴ وَعَنْ اَبِىْ شُرَيْحٍ الْكَعْبِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ جَائِزَتُهٗ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ وَالضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ فَمَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ وَلَا يَحِلُّ لَهٗ اَنْ يَثْوِىَ عِنْدَهٗ حَتّٰى يُحْرِجَهٗ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيح ١٠/٤٤٥ الحديث رقم ٦٠١٩، ومسلم في ٣/١٣٥٣ الحديث رقم (١٥/٤٨)، وأبو داوٗد في السنن ٤/١٢٧ الحديث رقم ٣٧٤٨ والترمذي في ٤/٣٠٤ الحديث رقم ١٩٦٧، وابن ماجه في ٢/١٢١٢ الحديث رقم ٣٦٧٥، والدارمي في ٢/١٣٤ الحديث رقم ٢٠٣٥، مالك في الموطأ ٢-٩٢٩ الحديث رقم ٢٢، ومن كتاب الأدب، وأحمد في المسند ٦/٣٨٥۔

ترجمہ: حضرت ابوشریح کعبیؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے اپنے مہمانوں کی تعظیم کرنی چاہئے اور مہمان سے تکلیف و احسان کا زمانہ ایک دن اور مہمانداری کا زمانہ تین دن رات ہے اس کے بعد جو دیا جائے وہ خیرات ہے مہمان کو مناسب نہیں کہ وہ میزبان کے ہاں تین دن سے زیادہ ٹھہرے البتہ اس کی استدعاء پر ٹھہر سکتا ہے تاکہ کہیں وہ تنگی میں مبتلا نہ ہو۔ یہ بخاری مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ النہایہ جزریہ میں حدیث کا معنی یہ لکھا ہے کہ تین روز مہمانی کرے پہلے دن اپنی ہمت کے مطابق تکلف کرے دوسرے اور تیسرے دن جو میسر آئے وہ مہمان کی خدمت میں بلا تکلف پیش کرے اس کے بعد اس قدر دے کہ جس کی بناء پر وہ ایک دن رات کا سفر کر سکے اور جائزہ کی مراد یہی ہے جائزہ کا لغوی معنی بخشش و تحفہ ولطف ہے۔ مگر یہاں ایک دن کی خوراک مراد ہے اور اس کی معاونت سے وہ منزل مقصود تک پہنچ جائے جائزہ کے بعد دیا جانے والا صدقہ و احسان ہے اس معنی کے لحاظ سے جائزہ ضیافت سے متاخر ہے اور زائد ہے۔

نمبر۲: ممکن ہے کہ جائزہ عطاء ولطف کا بیان ہو جو کہ پہلے دن کیا جاتا ہے اور انہی مہمانی کے تین دنوں میں دخل ہو کذا قال الشیخ ابوداؤد کی عبارت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جائزہ مہمان کا وہ اکرام ہے جو پہلے دن کیا جاتا ہے۔

مولانا شاہ اسحاقؒ نے فرمایا ہمارے نزدیک بھی جائزہ کا یہی معنی ہے۔

وَلَا يَحِلُّ لَهٗ : درست نہیں علماء کہتے ہیں کہ اگر مسافر کسی عذر کی وجہ سے تین روز سے زائد ٹھہرے تو اپنے پاس سے

کھائے گھر والے کو تنگ نہ کرے۔

مہمان کا حق میزبان پر

۳/۴۱۵۵ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ اِنَّكَ تَبْعَثُنَا فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ لَا يَقْرُوْنَنَا فَمَا تَرٰى فَقَالَ لَنَا اِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَاَمَرُوْا لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِيْ لِلضَّيْفِ فَاقْبَلُوْا فَاِنْ لَّمْ يَفْعَلُوْا فَخُذُوْا مِنْهُ حَقَّ الضَّيْفِ الَّذِيْ يَنْبَغِيْ لَهُمْ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ١٠٧/٥ الحديث رقم ٢٤٦١' ومسلم في ١٣٥٣/٣ الحديث رقم (١٧_١٧٢٧) وأبو داوٗد في السنن ١٣٠/٤ الحديث رقم ٣٧٥٢' والترمذي في ٢٥/٤ الحديث رقم ١٥٨٩'وابن ماجه في ١٢١٢/٢ الحديث رقم ٣٦٧٦ وأحمد في المسند ١٤٩/٤۔

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ہمیں جہاد اور دیگر کاموں کے بھیجتے ہیں ہم بعض لوگوں کے ہاں ٹھہرتے ہیں تو وہ ہماری مہمانی نہیں کرتے۔ اس کے متعلق کیا حکم ہے کہ زور وقوت کے ساتھ مہمانی لی جاسکتی ہے یا نہیں تو آپ نے فرمایا اگر تم ایسی قوم پر اترو۔ وہ مناسب چیزیں دیں جو مہمان کے لئے مناسب ہے تو ان کو قبول کرو۔ اگر وہ یہ نہ کریں یعنی مہمانی نہ کریں تو ان سے مہمان کا حق لو یعنی زبردستی۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ ضیافت واجب ہے اگر وہ نہ دیں تو زور سے لی جائے یہ ان لوگوں کی دلیل ہے جو مہمانی کو واجب قرار دیتے ہیں مگر جمہور اس کی کئی طرح سے تاویل کرتے ہیں۔ نمبر۱: یہ اضطراری حالت پر محمول ہے اس صورت میں ضیافت واجب ہے اگر وہ نہ دیں تو جبراً بھی جائز ہوگا۔ نمبر۲ شروع اسلام میں یہ حکم تھا فقراء اور محتاجوں کی خبر گیری واجب تھی جب مسلمانوں کو وسعت ملی تو یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ نمبر۳ اہل ذمہ کے ہاں اترنے کی صورت میں لازم تھا کیونکہ ذمیوں کے ساتھ شرائط میں یہ بات طے تھی کہ اگر مسلمان ان کے ہاں اتریں تو ایک دن کی مہمانی لازم ہوگی۔

نمبر۴: اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ معاوضہ اور بدلے کے طریقہ سے نہ دیں اور مہمانوں کے پاس ضرورت کی وہ چیز موجود نہیں تو مہمان زور کے ساتھ خرید کر ان سے حاصل کریں۔

حضرت ﷺ ابوالہیثم کے باغ میں

۴/۴۱۵۶ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ اَوْ لَيْلَةٍ فَاِذَا هُوَ بِاَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ فَقَالَ مَا اَخْرَجَكُمَا مِنْ بُيُوْتِكُمَا هٰذِهِ السَّاعَةَ قَالَا الْجُوْعُ قَالَ وَاَنَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَاَخْرَجَنِيَ الَّذِيْ اَخْرَجَكُمَا قُوْمُوْا فَقَامُوْا مَعَهٗ فَاَتٰى رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ فَاِذَا هُوَ لَيْسَ فِيْ بَيْتِهٖ فَلَمَّا رَاَتْهُ الْمَرْاَةُ قَالَتْ مَرْحَبًا وَاَهْلًا فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَيْنَ فُلَانٌ قَالَتْ ذَهَبَ يَسْتَعْذِبُ لَنَا مِنَ الْمَاءِ اِذْ جَاءَ

اَلْاَنْصَارِیُّ فَنَظَرَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَصَاحِبَیْہِ ثُمَّ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مَا اَحَدٌ اَلْیَوْمَ اَکْرَمُ اَضْیَافًا مِنِّیْ قَالَ فَانْطَلَقَ فَجَآءَ ھُمْ بِعِذْقٍ فِیْہِ بُسْرٌ وَتَمْرٌ وَرُطَبٌ فَقَالَ کُلُوْا مِنْ ھٰذِہٖ وَاَخَذَ الْمُدْیَۃَ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِیَّاکَ وَالْحَلُوْبَ فَذَبَحَ لَھُمْ فَاَکَلُوْا مِنَ الشَّاۃِ وَمِنْ ذٰلِکَ الْعِذْقِ وَشَرِبُوْا فَلَمَّا اَنْ شَبِعُوْا وَرَوَوْا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لِاَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَتُسْاَلُنَّ عَنْ ھٰذَا النَّعِیْمِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَخْرَجَکُمْ مِنْ بُیُوْتِکُمُ الْجُوْعُ ثُمَّ لَمْ تَرْجِعُوْا حَتّٰی اَصَابَکُمْ ھٰذَا النَّعِیْمُ ۔

(رواہ مسلم وذکر حدیث ابی مسعود کان رجل من الانصار فی باب الولیمۃ)

أخرجه مسلم فی صحیحه ۱۶۰۹/۳ الحدیث رقم (۱۴۰۔۲۰۳۸) وابن ماجه فی السنن ۱۰۶۲/۲ الحدیث رقم ۳۱۸۱۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک دن یا ایک رات اپنے گھر سے نکلے پس اچانک ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو ملے پھر فرمایا تمہیں کس چیز نے نکالا ہے یعنی تمہارے گھروں سے نکلنے کا باعث کون سی چیز بنی حالانکہ اس وقت گھر سے نکلنے کی عادت نہ تھی۔ تو وہ کہنے لگے بھوک کی وجہ سے نکلے ہیں یعنی شدت بھوک نے نکالا ہے آپ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے مجھے بھی اس چیز نے نکالا ہے جس چیز نے تمہیں نکالا یعنی بھوک۔ اٹھو! پس وہ آپ کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔ پس آپ ﷺ ایک انصاری کے ہاں آئے۔ جن کا نام ابوالہیثم تھا۔ اچانک ان کو گھر میں نہ پایا جب آپ ﷺ کو ان کی بیوی نے دیکھا تو اس نے آپ کو مرحباً واہلاً وسہلاً کہا۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا۔ تمہارا خاوند کہاں ہے۔ اس نے بتلایا کہ وہ ہمارے لئے میٹھا پانی لینے گئے ہیں۔ اچانک وہ انصاری آپہنچا۔ اس نے جناب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دونوں صحابہ ابوبکر وعمر کو دیکھا پھر کہنے لگا الحمد للہ۔ آج سب سے زیادہ معزز مہمانوں والا میں ہوں یعنی میرے مہمان بڑی شان والے ہیں تمام دوسروں کے مہمانوں سے۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ شخص باغ میں گیا یعنی ان کو اپنے باغ میں لے گیا اور ان کے لئے بچھونا بچھا دیا۔ پھر اپنی کھجور کے درختوں کے پاس گیا۔ اور ان کے پاس کھجوروں کا خوشہ لے کر آیا۔ اس میں خشک اور نیم پختہ کھجوریں تھیں اور تر کھجوریں بھی۔ پھر وہ کہنے لگا اس میں سے کھاؤ۔ پھر وہ چھری لے کر چلا آیا یعنی بکری ذبح کرنے کے لئے آپ ﷺ نے فرمایا دودھ والی بکری ذبح نہ کرنا۔ پس اس نے آپ کے لئے اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے لئے بکری ذبح کردی۔ بکری پکائی اور اس (کے گوشت) میں سے کھایا اور خوشہ سے اور پانی پیا جب پانی اور کھانے سے پیٹ بھر گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر وعمر! مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم ضرور اس قسم کی نعمتوں کے متعلق قیامت کے دن سوال کئے جاؤ گے۔ تمہیں بھوک نے گھروں سے نکالا پھر اللہ تعالیٰ نے خالی واپس نہیں کیا بلکہ یہ نعمت عنایت فرمادی۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اَخْرَجَکُمُ الْجُوْعُ: اس سے معلوم ہوا کہ دکھ ورنج کا اظہار مخلص دوستوں سے کیا جا سکتا ہے جبکہ بطور شکوہ الٰہی نہ ہو اور نہ ہی عدم رضا اور اظہار جزع وفزع کے لئے نہ ہو۔ جب زور کی بھوک ہو اور وہ عبادت میں نشاط سے اور کمال کے ساتھ عبادت سے مانع ہو دل کی مشغولی کا باعث ہو۔ تو نکلنا اور اس کے ازالہ کے لئے علاج کرنا کسی مباح سبب سے اور اس کے دفع کے لئے دوڑ دھوپ کرنا نہ صرف جائز بلکہ لازم ہوتا ہے اور نزدیک دوستوں کے ہاں جانا اور کھانے کو طلب کرنا جبکہ وہ یقینی ہو تو

ان کے قبول کرنے کے ساتھ تو بے تکلف مباح ہوتا ہے بلکہ محبت کے اضافے کا سبب ہے روایات میں ہے کہ جب صحابہ کرام بھوکے ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کے جمال باکمال کو دیکھتے تو ان کا رنج وغم اور بھوک جاتی رہتی اور نورانیت کے مشاہدے سے سیر ہو جاتے کھانے کی ضرورت نہ رہتی۔

قوموا: جمع سے خطاب کیا یہ مجاز ہے یعنی اکثر کو اٹھنے کا حکم دیا۔ اقل تعداد جمع دو ہے۔ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اجنبی کا کلام عورت کو ضرورۃً سننا جائز ہے۔ اسی طرح ضرورۃً کلام بھی درست ہے اور مہمان کو داخلہ کی اجازت دینا جبکہ ہر قسم کی آفت سے امن ہو تو جائز ہے اور اس بات کا یقین ہونا بھی ضروری ہے کہ خاوند اس کے آنے سے خوش ہوگا۔

الحمد للہ: اس سے معلوم ہوا کہ ظہور نعمت کے وقت شکر کرنا چاہئے اور مہمان کے سامنے اس کی آمد پر اظہار خوشی درست ہے۔ نمبر ایہ بھی معلوم ہوا کہ کھانے سے پہلے میوہ لانا بہت ہے تا کہ مہمان اسے استعمال کرے اور اس کا پیٹ بھرے۔

نووی کا قول: اس سے معلوم ہوا کہ پیٹ بھر کر کھانا آپ کے زمانہ میں بھی تھا۔ اور وہ اب بھی درست ہے اور اس کی کراہت کے بارے میں جو کچھ روایات وارد ہیں وہ اس بات پر محمول ہیں کہ اس کی عادت نہ ڈالو اور اس پر مداومت اختیار نہ کرو کیونکہ یہ سنگدلی اور محتاجوں کو بھلا دینے کا سبب بنتا ہے۔

لتسئلن ......: یعنی پوچھے جاؤ گے بعضوں سے یہ سوال تو توبیخ اور سرزنش کے لئے ہوگا اور بعضوں سے احسان جتلانے اور اظہار نعمت اور ان کی کرامت و اعزاز کے لئے ہوگا بہر صورت ہر نعمت پر سوال ہوگا کہ اس کا کس قدر شکر یہ ادا کیا ہے۔ نسئل اللہ العافیۃ...... حضرت ابن مسعود انصاری کی روایت باب الولیمہ کتاب النکاح میں گزر چکی جس کی ابتداء ان الفاظ سے ہے کان رجل من الانصار۔

وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَبِىْ مَسْعُوْدٍ كَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فِىْ بَابِ الْوَلِيْمَةِ۔

الفصل الثانی:

مہمان کی مہمانی میزبان پر حق

۵/۴۱۵۷ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ اَيُّمَا مُسْلِمٍ ضَافَ قَوْمًا فَاَصْبَحَ الضَّيْفُ مَحْرُوْمًا كَانَ حَقًّا عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ نَصْرُهٗ حَتّٰى يَاْخُذَلَهٗ بِقِرَاهُ مِنْ مَالِهٖ وَزَرْعِهٖ (رواه الدارمي وابوداود وفي رواية له) وَاَيُّمَا رَجُلٍ ضَافَ قَوْمًا فَلَمْ يَقْرُوْهُ كَانَ لَهٗ اَنْ يُّعَقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُ۔

أخرجه أبو داوٗد في السنن ٤/١٢٩ الحديث رقم ٣٧٥١ والدارمي في ٢/٦٣٤ الحديث رقم ٢٠٣٧ وأحمد في المسند ٤/١٣١

ترجمہ: حضرت مقدام بن معدیکرب سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے فرماتے سنا کہ جو شخص کسی کے ہاں مہمان ہوا اور وہ محرومی کی حالت میں صبح کرے یعنی رات کو اس کی مہمانی نہیں کی گئی تو ہر مسلمان پر یہ لازم ہے کہ اس کی اس حد تک معاونت کرے کہ وہ اس کے مال اور کھیتی باڑی میں سے مہمانی کی مقدار حاصل کرے اور اس کو یہ حق پہنچتا ہے

کہ ان کا پیچھا کر کے اپنی مہمانداری کی مقدار وصول کرے اس روایت کو دارمی اور ابوداؤد نے نقل کیا ہے اور ابوداؤد کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ جو شخص کسی کے ہاں مہمان ہو اور انہوں نے اس کی مہمانی نہ کی تو اس کو حق پہنچتا ہے کہ وہ ان کا پیچھا کرے اور ان کے اموال میں سے مہمانی کی مقدار پوری کرے۔

تشریح: اس روایت سے بھی ضیافت کا وجوب ثابت ہو رہا ہے اس کی تاویل وہی ہے جس کو ہم حدیث عقبہ بن عامر کے فوائد میں نقل کر چکے ہیں۔

مہمانی نہ کرنے والے کا حکم

۴۱۵۸/۶ وَعَنْ اَبِی الْاَحْوَصِ الْجُشَمِیِّ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَیْتَ اِنْ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ فَلَمْ یَقْرِنِیْ وَلَمْ یُضِفْنِیْ ثُمَّ مَرَّبِیْ بَعْدَ ذٰلِكَ اَقْرِیْهِ اَمْ اَجْزِیْهِ قَالَ بَلِ اقْرِهٖ۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/ ٣٢٠، الحدیث رقم ٢٠٠٦، وأحمد فی المسند ٣/ ٤٧٣۔

ترجمہ: حضرت ابوالاحوص جشمی اپنے والد مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے ایک دن عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اگر میرا گزر کسی شخص کے پاس سے ہو اور وہ میری مہمانی نہ کرے اور نہ میری مہمانی کا حق ادا کرے پھر بعد میں اسی شخص کا میرے پاس سے گزر ہو تو کیا میں اس کی مہمان داری کروں یا اس سے بدلہ چکاؤں یعنی اسی طرح کا معاملہ کروں جس طرح اس نے میرے ساتھ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم مہمانی کرو۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح: یعنی برائی کے بدلے میں برائی نہ کرنی چاہئے بلکہ نیکی کرنی چاہئے جیسے مقولہ ہے۔

بدی را بدی سہل باشد جزاء ☆ اگر مردی احسن الی من اساء

سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا والہانہ عمل

۴۱۵۹/۷ وَعَنْ اَنَسٍ اَوْغَیْرِهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِسْتَاْذَنَ عَلٰی سَعْدِبْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَقَالَ سَعْدٌ وَعَلَیْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَلَمْ یُسْمِعِ النَّبِیَّ ﷺ حَتّٰی سَلَّمَ ثَلَاثًا وَرَدَّ عَلَیْهِ سَعْدٌ ثَلَاثًا وَلَمْ یُسْمِعْهُ فَرَجَعَ النَّبِیُّ ﷺ فَاتَّبَعَهٗ سَعْدٌ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ مَا سَلَّمْتَ تَسْلِیْمَةً اِلَّا وَهِیَ بِاُذُنَیَّ وَلَقَدْ رَدَدْتُ عَلَیْكَ وَلَمْ اُسْمِعْكَ اَحْبَبْتُ اَنْ اَسْتَكْثِرَ مِنْ سَلَامِكَ وَمِنَ الْبَرَكَةِ ثُمَّ دَخَلُوا الْبَیْتَ فَقَرَّبَ لَهٗ زَبِیْبًا فَاَكَلَ نَبِیُّ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ اَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَیْكُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَاَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ۔ (رواہ فی شرح السنة)

أخرجه أحمد فی المسند ٣/ ١٣٨

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یا ان کے علاوہ اور کسی صحابی سے یہ روایت ہے کہ ایک دن جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہؓ کے ہاں اذن چاہا یعنی گھر میں داخلے کی اجازت طلب کی چنانچہ آپ ﷺ نے دروازے پر کھڑے ہو

کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا یعنی کیا میں گھر میں داخل ہو سکتا ہوں۔ سعدؓ نے وعلیکم اسلام ورحمۃ اللہ کہا لیکن زور سے نہ کہا جو آپ کو سنائی دیتا تو آپ نے تین بار سلام کیا اور سعدؓ نے تینوں باران کا جواب دیا مگر آپ ﷺ کو سنا کر نہ کیا یعنی اتنے زور سے نہ کیا کہ آپ کو جواب سن جائے پس جناب رسول اللہ ﷺ اپنے گھر کی طرف واپس مڑے تو حضرت سعد بھی آپ کے پیچھے پیچھے آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں آپ ﷺ کا سلام سنتا رہا اور میں نے جواب بھی دیا مگر میں نے وہ جواب آپ کو نہ سنایا میں یہ پسند کرتا تھا کہ آپ کا سلام اور برکتیں زیادہ سے زیادہ حاصل کروں یعنی آپ کے سلام اور رحمت کی دعا سے پھر آپ ﷺ اور سعدؓ واپس لوٹے حضرت سعدؓ نے آپ کی خدمت میں خشک انگور پیش کئے جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کو کھایا جب فارغ ہوئے تو ان کے لئے یہ دعا فرمائی: "اَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلٰئِکَۃُ وَاَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّائِمُوْنَ" کہ تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں اور فرشتے تمہارے لئے دعا کریں اور روزہ دار تمہارے ہاں اپنے روزے افطار کریں یہ شرح السنۃ نے نقل کی ہے۔

یہ کھانا کھانے کے بعد آپ ﷺ نے ان کے حق میں دعا فرمائی۔ (ح)

مؤمن کی عجیب مثال

۸/۴۱۶۰ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ وَمَثَلُ الْاِیْمَانِ کَمَثَلِ الْفَرَسِ فِیْ اٰخِیَّتِہٖ یَجُوْلُ ثُمَّ یَرْجِعُ اِلٰی اٰخِیَّتِہٖ وَاِنَّ الْمُؤْمِنَ یَسْھُوْ ثُمَّ یَرْجِعُ اِلَی الْاِیْمَانِ فَاَطْعِمُوْا طَعَامَکُمُ الْاَتْقِیَاءَ وَاَوْلُوْا مَعْرُوْفَکُمُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (رواہ البیھقی فی شعب الایمان وابو نعیم فی الحلیۃ)

أخرجه احمد في المسند ٣/٥٥ والبيهقي في الشعب ٧/٤٠٢ الحديث رقم ١٠٩٦٤ وابو نعيم في الحلية ٨/١٧٩.

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مؤمن اور مؤمن کے ایمان کی مثال اس گھوڑے جیسی ہے جو اپنی رسی کے ساتھ بندھا ہوا اور چکر لگا کر اپنی رسی کی طرف لوٹ جاتا ہے یعنی واقعہ یہ ہے کہ مؤمن غفلت کرتا ہے اور پھر ایمان کی طرف لوٹ جاتا ہے پس تم اپنا کھانا متقی لوگوں کو کھلاؤ اور اپنا عطیہ ایمان والوں کو دو۔ اس روایت کو بیہقی نے شعب الایمان اور ابو نعیم نے حلیہ میں نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ **اخیّۃ**: اس لکڑی کو کہا جاتا ہے کہ جس کے دونوں سرے دیوار میں مضبوطی سے گاڑ دیئے جائیں اور پھر اس میں رسی ڈال کر گھوڑے کو باندھ دیا جائے اور اس کے آس پاس گھاس ڈال دی جائے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن کی حالت ایمان کے ساتھ مضبوطی سے بندھے ہوئے اس گھوڑے جیسی ہے جو آخیۃ سے بندھا ہوا ہے اور ادھر ادھر چکر لگا کر پھر اپنے آخیۃ کے پاس آ کھڑا ہوتا ہے اسی طرح مؤمن طبعی میلان کے تحت بعض اوقات گناہ میں گرفتار ہو جاتا ہے لیکن پھر شرمندہ ہو کر اور استغفار کر کے اپنی فوت شدہ عبادت کا تدارک کر لیتا ہے اور اپنے کمال ایمان کو پا لیتا ہے اور یہی اس عبارت کا مطلب ہے۔ ان المؤمن یسحو ......

اَطْعِمُوْا طَعَامَکُمْ: یہ شرط محذوف کی جزاء ہے یعنی جب ایمان کا حکم آخیۃ جیسا ہے تو تمہیں ان چیزوں کو کہ جو

تمہارے اور یمان کے درمیان وسائل کی حیثیت رکھتی ہیں انہیں خوب مضبوط رکھنا چاہئے انہیں میں ایک کھانا کھلانا ہے کھانا کھلانے میں یہاں متقین کی تخصیص کی گئی اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کھانا کھا کر عبادت کریں گے اور اس عبادت کا بھی تمہیں ثواب ملے گا اسی طرح وہ دعا کریں گے جو تمہارے حق میں قبول ہوگی اسی وجہ سے متقین کو کھانا کھلانے کے ساتھ خاص کیا گیا باقی مطلق احسان واعانت کا معاملہ تو سبھی ایمان والوں کے ساتھ کرنا چاہئے جیسا کہ حدیث کا آخری جملہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔ (ح)

غراء پیالے کا تذکرہ

۹/۴۱۶۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ قَالَ كَانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ قَصْعَةٌ يَحْمِلُهَا اَرْبَعَةُ رِجَالٍ يُقَالُ لَهَا الْغَرَّاءُ فَلَمَّا اَضْحُوْا وَسَجَدُوا الضُّحٰى اُتِيَ بِتِلْكَ الْقَصْعَةِ وَقَدْ ثُرِدَ فِيْهَا فَالْتَفُّوْا عَلَيْهَا فَلَمَّا كَثُرُوْا جَثٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اَعْرَابِيٌّ مَا هٰذِهِ الْجِلْسَةُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَنِيْ عَبْدًا كَرِيْمًا وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا عَنِيْدًا ثُمَّ قَالَ كُلُوْا مِنْ جَوَانِبِهَا وَدَعُوْا ذِرْوَتَهَا يُبَارَكْ فِيْهَا ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه ابی داود فی المسنن ۱۴۳/۴ الحدیث رقم ۳۷۷۳ و ابن ماجه فی ۱۰۸۶/۲ الحدیث رقم ۳۲۶۳۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن بسرؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کا ایک بڑا پیالہ تھا جس کو چار آدمی اٹھاتے تھے یعنی جب اس میں کھانا ڈال لیا جاتا تو اس قدر بھاری ہو جاتا کہ چار آدمیوں کے بغیر نہ اٹھایا جا سکتا یا پھر بڑا ہونے کی وجہ سے خالی ہی وہ اتنا بھاری تھا کہ جس کو چار آدمی اٹھا سکتے تھے اس کا نام غراء تھا۔ جب چاشت کا وقت ہوتا اور چاشت کی نماز پڑھ چکتے تو اس پیالے کو لایا جاتا اور اس میں ثرید تیار کیا جاتا پھر اس کے گرد جمع ہو کر لوگ بیٹھ جاتے جب لوگوں کی تعداد زیادہ ہو جاتی تو آپ ﷺ گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتے یعنی جگہ کی تنگی کی وجہ سے تو ایک بدو کہنے لگا کیا اس طرح بیٹھتے ہیں (آپ کے رتبہ کے لائق نہیں کہ آپ اس طرح بیٹھیں) تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تواضع والا بندہ بنایا ہے یعنی اس طرح بیٹھنا تواضع کے قریب تر ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے سرکش وضدی نہیں بنایا۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کے کنارے سے کھاؤ اور اس کی درمیانی بلندی کو چھوڑ دو (یعنی درمیان والا کھانا) اس میں برکت دی جائے گی یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **غرآء**: غراء کا لغوی معنی تو روشن ہے اور یہ اس لئے کہا گیا کہ وہ کھلا اور بڑا ہونے کی وجہ سے ظاہر اور کشادہ تھا۔

یبارك......: یعنی تمہیں برکت دی جائے گی یعنی اس طرح جبکہ درمیان کا حصہ چھوڑ دیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ کثرت سے برکت دیں گے کیونکہ برکت کھانے کے درمیان میں اُترتی ہے اور درمیان سے کھا لینے سے برکت منقطع ہو جاتی ہے یعنی اس کے نچلے حصے میں برکت نہیں رہتی۔ (ح۔ع)

مل کر کھانے کی برکت

۱۰/۴۱۶۲ وَعَنْ وَحْشِيِّ بْنِ حَرْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنَّا نَاْكُلُ وَلَا نَشْبَعُ قَالَ فَلَعَلَّكُمْ تَفْتَرِقُوْنَ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ فَاجْتَمِعُوْا عَلٰى طَعَامِكُمْ وَاذْكُرُوْا

اسْمَ اللّٰهِ يُبَارَكْ لَكُمْ فِيْهِ۔ (رواه ابو داود)

أخرجه ابي داوٗد في السنن ٤/١٣٨ الحديث رقم ٣٧٦٤؛ وابن ماجه في ٢/١٠٩٣ الحديث رقم ٣٢٨٦؛ وأحمد في المسند ٣/٥٠١۔

ترجمہ: وحشی بن حرب نے اپنے والد اور انہوں نے اپنے دادا سے نقل کیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے ایک دن عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کہ ہم کھاتے ہیں مگر پیٹ نہیں بھرتا یعنی ہم ارادہ کرتے ہیں قناعت کا اور طاعت پر قوت کا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ شاید تم الگ الگ کھاتے ہوگے انہوں نے عرض کیا جی ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنا کھانا مل کر کھایا کرو اور اس پر اللہ کا نام لو تمہیں برکت دی جائے گی اس روایت کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ وحشی کے دادا کا نام بھی وحشی بن حرب تھا جنہوں نے سید الشہداء حضرت حمزہؓ کو احد کے دن شہید کیا جبکہ وہ حالت کفر میں تھے۔ پھر غزوۂ طائف کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو دولت ایمان سے نواز دیا۔ اور مسیلمہ کذاب کا قتل انہیں کے ہاتھوں پیش آیا۔

فَاجْتَمِعُوْا ...... کھانے پر جمع ہو جاؤ کھانا مل کر کھانا اور اللہ کا نام لینا یہ دونوں باعث برکت ہیں۔ رہا آیت کے اندر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ﴾ تو اس سے مراد رخصت ہے یا اس آدمی سے حرج کا دور کرنا مقصود ہے جو اکیلا ہو۔

الفصل الثالث:

اس قسم کی نعمتوں کا سوال ہوگا

١١/٤١٦٣ عَنْ اَبِىْ عَسِيْبٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْلاً فَمَرَّ بِىْ فَدَعَانِىْ فَخَرَجْتُ اِلَيْهِ ثُمَّ مَرَّ بِاَبِىْ بَكْرٍ فَدَعَاهُ فَخَرَجَ اِلَيْهِ ثُمَّ مَرَّ بِعُمَرَ فَدَعَاهُ فَخَرَجَ اِلَيْهِ فَانْطَلَقَ حَتّٰى دَخَلَ حَائِطًا لِبَعْضِ الْاَنْصَارِ فَقَالَ لِصَاحِبِ الْحَائِطِ اَطْعِمْنَا بُسْرًا فَجَاءَ بِعِذْقٍ فَوَضَعَهُ فَاَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَصْحَابُهُ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ بَارِدٍ فَشَرِبَ فَقَالَ لَتُسْأَلُنَّ عَنْ هٰذَا النَّعِيْمِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ فَاَخَذَ عُمَرُ الْعِذْقَ فَضَرَبَ بِهِ الْاَرْضَ حَتّٰى تَنَاثَرَ الْبُسْرُ قِبَلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا لَمَسْئُوْلُوْنَ عَنْ هٰذَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ نَعَمْ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ خِرْقَةٍ لَفَّ بِهَا الرَّجُلُ عَوْرَتَهٗ اَوْ كِسْرَةٍ سَدَّبِهَا جُوْعَتَهٗ اَوْ حُجْرٍ يَتَدَخَّلُ فِيْهِ مِنَ الْحَرِّ وَالْقَرِّ۔ (رواه احمد والبيهقي في شعب الايمان)

أخرجه أحمد في المسند ٥/٨١ والبيهقي في شعب الايمان ٤/١٤٣ الحديث رقم ٤٦٠١۔

ترجمہ: حضرت ابوعسیب سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک رات اپنے گھر سے باہر تشریف لائے اور آپ کا میرے پاس سے گزر ہوا آپ ﷺ نے مجھے بلایا میں نکل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا پھر ہمارا گزر ابوبکر صدیقؓ کے پاس سے ہوا تو ان کو بھی آپ ﷺ نے بلایا اور وہ نکل کر آپ ﷺ کی خدمت میں آ گئے پھر آپ کا گزر عمرؓ کے پاس سے ہوا تو آپ نے ان کو بھی بلایا وہ گھر سے نکل کر آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے آپ ﷺ چلتے ہوئے ایک انصاری کے باغ میں

پہنچے اور اس کو فرمایا کہ ہم کو کھجوریں کھلاؤ وہ کھجوروں کا خوشہ لایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رکھ دیا اس میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے صحابہؓ نے کھجوریں کھائیں پھر ٹھنڈا پانی منگوایا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہؓ نے پیا پھر ارشاد فرمایا قیامت کے دن تم سے اس نعمت کے متعلق سوال ہوگا راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت عمرؓ نے کھجور کا خوشہ لے کر اس کو زمین پر مارا یہاں تک کہ اس کی کچی کھجوریں بکھر کر آپ کی طرف گئیں پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا واقعی اس قسم کی نعمتوں کے بارے میں قیامت کے دن سوال کیا جائے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جی ہاں۔ یعنی ہر قلیل و کثیر نعمت کے بارے میں سوال ہوگا البتہ تین چیزوں کا سوال نہ ہوگا ایک وہ کپڑا جس سے اپنے ستر کو ڈھانپے اور دوسرا وہ روٹی کا ٹکڑا جو اس کی بھوک کا ازالہ کرے اور تیسرا وہ سوراخ جس سے سردی اور گرمی سے بچا جائے اس روایت کو احمد اور بیہقی نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ **بَعْضِ الْاَنْصَارِ** : اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ وہ ابوالہیثم ہیں جن کا واقعہ پیچھے گزرا اور ممکن ہے اور کوئی انصاری ہو۔

فَضَرَبَ بِهٖ ...... : یعنی اس کو زمین پر مارا اور یہ چیز حضرت عمرؓ سے کمال خوف اور ہیبت کی وجہ سے واقع ہوئی کہ ایسے جزوی معاملات کے اندر بھی سوال ہوگا۔

حجر : حجر کا معنی تو حجرا ہے اور مشکوٰۃ کے صحیح نسخہ میں جو ہر کا لفظ آیا ہے جس کا معنی سوارخ ہے یعنی معمولی مکان جو چاہے کے سوارخ کی طرح ہو کہ جس میں گرمی اور سردی کے سبب تکلف سے داخل ہو سکے۔ (ع)

دستر خوان کا ادب

۱۲/۴۱۶۴ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا وُضِعَتِ الْمَائِدَةُ فَلَا يَقُوْمُ رَجُلٌ حَتّٰى تُرْفَعَ الْمَائِدَةُ وَلَا يَرْفَعُ يَدَهٗ وَاِنْ شَبِعَ حَتّٰى يَفْرُغَ الْقَوْمُ وَلْيُعْذِرْ فَاِنَّ ذٰلِكَ يُخْجِلُ جَلِيْسَهٗ فَيَقْبِضُ يَدَهٗ وَعَسٰى اَنْ يَكُوْنَ لَهٗ فِي الطَّعَامِ حَاجَةٌ۔ (رواه ابن ماجة والبيهقي في شعب الايمان)

أخرجه ابن ماجه في السنن ۲/ ۱۰۹۶ الحديث رقم ۳۲۹۵ والبيهقي في الشعب ۵/ ۸۳ الحديث رقم ۵۸۶۴۔

ترجمہ : حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب دستر خوان بچھا دیا جائے تو اس وقت تک کوئی شخص نہ اٹھے جب تک دستر خوان نہ اٹھایا جائے اور کھانے سے ہاتھ نہ اٹھائے خواہ اس کا پیٹ بھر چکا ہو جب تک کہ لوگ فارغ نہ ہو جائیں اور چاہئے کہ عذر کرے یعنی اگر ہاتھ پہلے کھینچ لے یا پہلے اٹھ کھڑا ہو تو اپنا عذر ظاہر کرے کیونکہ اس کے اٹھ جانے سے اس کا ہمنشیں بھی شرمندہ ہو کر ہاتھ سمیٹ لے گا اور شاید اس کو کھانے کی ابھی حاجت ہو یہ ابن ماجہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کی ہے۔

تشریح ۞ **لَا يَرْفَعُ يَدَهٗ** : یعنی اپنے ساتھیوں سے پہلے اپنا ہاتھ کھانے سے نہ کھینچے اگر اس کے ہاتھ کھینچ لینے پر وہ شرمندہ ہوں تو یہ ان کے سامنے معذرت کرے اگر تھوڑا کھانے والا ہے تو آہستہ آہستہ کھا کر آخر تک ان کی موافقت کرے۔

لوگوں کے ساتھ کھانے میں شرکت

۱۳/۴۱۶۵ وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اَكَلَ مَعَ قَوْمٍ كَانَ اٰخِرَهُمْ

اَکْلاً۔(رواہ البیہقی فی شعب الایمان مرسلا)

أخرجه البیهقی فی شعب الایمان ۵/۱۲۲ الحدیث رقم ۶۰۳۷۔

ترجمہ: امام جعفر بن محمدؒ نے اپنے والد محمد باقرؒ سے نقل کیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب لوگوں کے ساتھ کھانا کھاتے تو آپ ﷺ سب سے آخر تک کھانے والے ہوتے یہ بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کی ہے صحیح روایات میں یہ اور قابل اعتماد نسخوں میں مرسل کا لفظ بھی مذکور ہے کیونکہ محمد باقر تابعی ہیں اور ان کا سماع زین العابدین اور جابر بن عبداللہ سے ہے خود صحابی نہیں اس لئے یہ روایت مرسل ہے۔ اٰخِرَھُمْ اَکْلاً یعنی آپ کھانے سے لوگوں سے پہلے ہاتھ نہ کھینچتے تھے یا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ شروع میں نہ کھاتے بلکہ آخر میں کھاتے یا یہ ہے کہ آپ ﷺ کم کھاتے اور آخر میں شروع فرماتے تاکہ لوگ شرمندہ نہ ہوں اور کھانے سے ہاتھ نہ کھینچ لیں۔(ح۔ع)

جھوٹ و بھوک جمع نہ کرو

۴۱۶۶/۱۴وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ یَزِیْدَ قَالَتْ اُتِیَ النَّبِیُّ ﷺ بِطَعَامٍ فَعُرِضَ عَلَیْنَا فَقُلْنَا لاَ تَشْتَھِیْهِ قَالَ لَاتَجْتَمِعْنَ جُوْعًا وَکِذْبًا۔ (رواہ ابن ماجة)

أخرجه ابن ماجه فی السنن ۲/۱۰۹۷ الحدیث رقم ۳۲۹۸۔

ترجمہ: اسماء بنت یزید کہتی ہیں کہ ایک دن آپ ﷺ کی خدمت میں کھانا لایا گیا اور پھر وہ کھانا ہمارے سامنے رکھا گیا تو ہم نے کہا کہ ہم کھانا نہیں چاہتے یعنی بھوک تو تھی لیکن عادت کے طور پر ہم نے اس طرح کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بھوک اور جھوٹ جمع نہ کرو یہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ لاتجتمعی......: یعنی بھوک تو ہو لیکن تکلف سے کہہ رہی ہو کہ مجھے بھوک نہیں تو اس سے ایک طرف دنیا کا رنج کہ وہ بھوک ہے اور دوسری طرف دین کا نقصان کہ وہ جھوٹ ہے دونوں حاصل کررہی ہو۔(ع۔ح)

۴۱۶۷/۱۵وَعَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ کُلُوْا جَمِیْعًاوَلَا تَفَرَّقُوْا فَاِنَّ الْبَرَکَةَ مَعَ الْجَمَاعَةِ۔ (رواہ ابن ماجة)

أخرجه ابن ماجه فی السنن ۲/۱۰۹۳ الحدیث رقم ۳۲۸۷۔

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اکٹھے ہو کر کھاؤ اور جدا جدا مت کھاؤ اس لئے کہ برکت جماعت کے ساتھ ہے۔ یہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔

مہمان کے ساتھ مشایعت

۴۱۶۸/۱۶وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ السُّنَّةِ اَنْ یَّخْرُجَ الرَّجُلُ مَعَ ضَیْفِهٖ اِلٰی بَابِ الدَّارِ۔ (رواہ ابن ماجة ورواہ البیہقی فی شعب الایمان عنه وعن ابن عباس وقال فی اسنادہ ضعف)

أخرجه ابن ماجه في السنن ۲/۱۱۱٤ الحديث رقم ۳۳۵۸_البيهقي في شعب الايمان /الحديث رقم

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سنت یہ ہے کہ آدمی اپنے مہمان کے ساتھ گھر کے دروازے تک نکلے یعنی مہمان کے اکرام کے لئے یہ ابن ماجہ کی روایت ہے اور بیہقی نے اس کو حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے اور اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

تشریح ۞ مِنَ السُّنَّةِ ...... یعنی فطرت سلیم اور عادت قدیم ہے یا یہ میری سنت اور طریقہ ہے اگر چہ اس روایت کی سند میں ضعف ہے لیکن دیگر روایات اس کی مؤید ہیں۔ نیز فضائل اعمال میں ضعیف حدیث بھی مقبول ہوتی ہے۔

میزبان کے گھر میں برکت کا جلد نزول

۱۷/۴۱۶۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْخَيْرُ اَسْرَعُ اِلَى الْبَيْتِ الَّذِىْ يُؤْكَلُ فِيْهِ مِنَ الشَّفْرَةِ اِلٰى سَنَامِ الْبَعِيْرِ۔ (رواه ابن ماجة)

أخرجه ابن ماجه في السنن ۲/۱۱۱٤ الحديث رقم ۳۳۵۷۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس گھر میں خیر و برکت اور بھلائی اس تیزی سے آتی ہے جتنی تیزی سے چھری کوہان میں گھستی ہے جہاں مہمانوں کو کھانا کھلایا جاتا ہو۔ (ح)

بابٌ (فی اکل المضطر)

یہ باب پہلے باب سے متعلق ہے اور بعض نسخوں میں باب اکل فی المضطر بھی لکھا ہے اس باب میں فصل اول نہیں ہے بعض نسخوں میں فصل اول کے ساتھ الثالث کا لفظ بھی ہے کہ تیسری فصل بھی نہیں۔ مگر پہلا نسخہ زیادہ صحیح ہے۔ کیونکہ مصنف تو مصابیح سے نقل کر رہا ہے اور انہوں نے اپنی کتاب میں فصل اول نہیں رکھی بقیہ تیسری فصل کا لانا تو مصنف کے اپنے اختیار میں ہے اس کے کہنے کی ضرورت نہیں اور اس کو کسی باب میں لائے اور کسی میں نہیں لائے مگر وہاں یہ نہیں ذکر کیا کہ میں نے اس باب میں تیسری فصل ذکر نہیں کی مثلاً باب تغطیة الاوانی ۔ (ح)

الفصل الثانی:

مردار کھانا کب درست ہوتا ہے

۱/۴۱۷۰ عَنِ الْفُجَيْعِ الْعَامِرِيِّ اَنَّهٗ اَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ مَا يَحِلُّ لَنَا مِنَ الْمَيْتَةِ قَالَ مَا طَعَامُكُمْ قُلْنَا نَغْتَبِقُ وَنَصْطَبِحُ قَالَ اَبُوْنَعِيْمٍ فَسَّرَهٗ لِىْ عُقْبَةُ قَدْحٌ غُدْوَةً وَقَدْحٌ عَشِيَّةً قَالَ ذَاكَ وَاَبِى الْجُوْعُ فَاَحَلَّ لَهُمُ الْمَيْتَةَ عَلٰى هٰذِهِ الْحَالِ۔ (رواه ابوداود)

أخرجه أبو داوٗد في السنن ٤/١٦٧ الحديث رقم ٣٨١٧۔

ترجمہ: فجیع العامریؓ سے روایت ہے کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ ہمارے لئے مردار میں سے کیا چیز حلال ہے آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری کھانے کی مقدار کیا ہے انہوں نے کہا کہ ہم ایک شام کو دودھ کا پیالہ پیتے ہیں اور ایک صبح کو دودھ کا پیالہ پیتے ہیں۔ ابونعیم کہتے ہیں کہ مجھے عقبہ راوی نے اس طرح تشریح کی کہ ایک پیالہ صبح کے وقت اور ایک پیالہ شام کو تو پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا اس قدر رکھانا جس کا ذکر کیا گیا مجھے اپنے باپ کی قسم ہے یہ بھوک کا موجب ہے۔ پس آپ ﷺ نے ان کے لئے اس حالت میں مردار کے استعمال کو جائز قرار دیا۔ یہ روایت ابوداؤد نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ **مَا یَحِلُّ لَنَا** : اس سے مقصود اضطراری حالت کا دریافت کرنا ہے کہ جس میں مردار اور جو کچھ کہ حرام ہے اس کا استعمال جائز ہو جاتا ہے یعنی سوال کرنے کا مطلب یہ تھا کہ اضطراری حالت کی حد کیا ہے اور بھوک کی وہ کتنی مقدار ہے جس میں حرام مباح ہو جاتا ہے اگرچہ ظاہری عبارت یہ ہے کہ مردار میں سے کتنی مقدار حلال ہے مگر مقصود یہ نہیں اور نہ ہی اس کا جواب ہے بلکہ مقصود وہی ہے جو ذکر کر دیا گیا یہ ابوداؤد کے الفاظ ہیں۔ اور طبرانی کی روایت میں ما یحل لنا المیتة یعنی یاء کے ضم کے ساتھ ہے یعنی کون سی حالت ایسی ہے جو مردار کو حلال کر دیتی ہے چنانچہ مقصود پر دلالت کرنے کے لئے یہ عبارت زیادہ واضح ہے اور تورپشتی نے یہی بات کی ہے۔

مَا طَعَامُکُمْ ...... یعنی تم کتنی مقدار طعام پاتے ہو یعنی مقدار طعام بیان کرو تا کہ تمہاری بھوک کے معاملے میں معلوم ہو جائے کہ وہ اضطراری حالت کو پہنچی ہے یا نہیں مخاطب جماعت کو کیا اگرچہ سائل فجیع عامری تھے تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ حکم سب کے لئے ہے اور اسی لئے فجیع نے بھی جواب میں جمع کے صیغے استعمال کئے صبوح صبح کے کھانے اور غبوق شام کے کھانے کو کہا جاتا ہے روایت میں اس کی تشریح دودھ کے پیالے سے کی گئی۔

قَالَ اَبُوْنُعَیْمٍ : راوی نے یہ تفسیر خود کی ہو یا سن کر کی گئی ہو بہرصورت معتبر ہے۔

وَاَبِیْ ...... : یعنی مجھے باپ کی قسم یہ ممانعت سے پہلے کی بات ہے جبکہ غیر اللہ کی قسم اٹھانے کی ممانعت نازل نہ ہوئی تھی۔ بلاقصد زبان سے عادت کے مطابق نکل گئی۔

فَاَحَلَّ لَھُمْ : یعنی مردار کو حلال کیا اس حالت میں کہ ایک پیالہ صبح وشام دودھ کا کیا کفایت کرے گا یعنی تم سب بھوکے رہتے ہوگے یہ حالت اضطراری ہے اس لئے اس میں مراد درست ہے۔ (ح)

اضطرار کی حالت

۲/۴۱۷ وَعَنْ اَبِیْ وَاقِدٍ اللَّیْثِیِّ اَنَّ رَجُلاً قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اِنَّا نَکُوْنُ بِاَرْضٍ فَتُصِیْبُنَا بِھَا الْمَخْمَصَةُ فَمَتٰی یَحِلُّ لَنَا الْمَیْتَةُ قَالَ مَالَمْ تَصْطَبِحُوْا اَوْ تَغْتَبِقُوْا اَوْ تَحْتَفِؤُوْا بِھَا بَقْلاً فَشَانُکُمْ بِھَا مَعْنَاہُ اِذَا لَمْ تَجِدُوْا صَبُوْحًا اَوْ غَبُوْقًا وَلَمْ تَجِدُوْا بَقْلَةً تَاْکُلُوْنَھَا حَلَّتْ لَکُمُ الْمَیْتَةُ۔ (رواہ الدارمی)

أخرجه الدارمي في السنن ۲/ ۱۲۰ الحدیث رقم ۱۹۹۶ وأحمد في المسند ۵/ ۲۱۱۔

ترجمہ: حضرت ابوواقد لیثیؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم بعض اوقات ایسی زمین میں

پہنچتے ہیں کہ جہاں کچھ کھانے کی قسم میں سے نہیں ملتا۔ تو اس حالت میں ہمیں شدید بھوک پیش آجاتی ہے تو کس حالت میں ہمارے لئے مردار جائز ہوگا تو آپ نے فرمایا جبکہ تم صبح تک یا شام تک کھانے کی کوئی چیز نہ پاؤ یعنی کھانے پینے کی کوئی چیز نہ ملے یا اس زمین میں جہاں تم ہو تو ترکاری کی قسم میں سے کوئی چیز میسر نہ ہو تو یہ تمہاری حالت اضطراری ہے کہ جس میں مردار کھانے کی اجازت ہے اس کے بعد راوی نے حدیث کے مفہوم کو اس طرح بیان کیا ہے کہ جب تم دن بھر اور رات بھر کھانے پینے کی کوئی چیز نہ پاؤ اور نہ ترکاری کی اور اسی کی مانند جو گھاس اور درختوں کے پتے ہیں وہ بھی میسر نہ ہو تو مردار کی اتنی مقدار جس سے جان بچ جائے اس کا استعمال درست ہوگا یہ دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ تعارض روایات: ان دو روایتوں میں ظاہری طور پر تعارض ہے پہلی روایت میں یہ ہے کہ صبح وشام دودھ پر قدرت کے باوجود بھوک کی حالت کو مخمصہ قرار دیا گیا اور مردار کو اس کے لئے مباح کیا گیا اور دوسری روایت میں صبح وشام کے وقت بالکل کسی چیز کا نہ ملنا بلکہ کھانے والی کوئی تر چیز گھاس اور پتے وغیرہ کا بھی نہ ہونا اس کو مخمصہ قرار دیا گیا اور ایسی حالت میں مردار کو مباح کیا گیا چنانچہ ان دونوں روایات کے اختلاف کی وجہ سے فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ مردار سے اس وقت کھانا حلال ہے جبکہ ہلاکت کا خوف ہو اور اتنی مقدار میں صرف کھانا درست ہے کہ جس سے جان بچ سکے اور امام شافعیؒ کا ایک قول بھی اسی طرح ہے اس قول میں اگرچہ تنگی ہے مگر یہ احتیاط اور تقویٰ کے قریب تر ہے۔

امام مالکؒ اور احمدؒ: جب اتنی مقدار نہ پائے کہ جس سے سیر ہو سکے اور جو حاجت نفس کا تقاضا ہے تو اس کے لئے مردار کا استعمال اس حد تک روا ہے کہ نفس کی حاجت پوری ہو جائے اور امام شافعیؒ کا بھی دوسرا قول یہی ہے اس میں سہولت ورخصت کا دائرہ وسیع ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سد رمق کا اعتبار ہے اور دوسرے ائمہ کے ہاں قوت کا اعتبار ہے ان کی دلیل وہ پہلی روایت ہے کہ جس میں دودھ کے صبح وشام کے دو پیالوں کا تذکرہ ہے۔ تو اس اعتبار سے سد رمق اور قیام نفس تو اس سے حاصل ہو جاتا ہے اگرچہ پوری قوت اور سیری حاصل نہیں ہوتی تو ایسی حالت میں مردار کے حلال ہونے کا معنی یہ ہے کہ حد اضطرار کہ جس کی وجہ سے مردار مباح ہو جاتا ہے یہ ہے کہ جب پیٹ بھر کر میسر نہ ہو۔ اس صورت میں مردار کا بقدر قوت کے کھانا درست ہے۔

دلیل ابوحنیفہؒ: دوسری روایت ان کی دلیل ہے جیسا کہ روایت کی تقریر میں لکھا جا چکا البتہ حدیث اول کا جواب یہ ہے کہ دودھ کا صبح وشام کا پیالہ قوم کے لئے بطور اشتراک کے ہے۔ ہر ہر ایک کے لئے دودھ کا پیالہ مراد نہیں ہے اس لئے صیغے طعامکم جمع کے لائے گئے اور سوال تو حضرت عامریؒ کا اپنے بارے میں تھا مگر وہ اپنی قوم کی جانب سے بحیثیت نمائندہ کے یہ سوال کر رہے تھے اسی لئے انہوں نے مایحل لنا کہا اب اس بات میں کوئی شبہ نہ رہا کہ ایک پیالہ بڑی جماعت کے لئے کیا کفایت کرتا اور کیا سد رمق کرتا وہ تو بھوک کے لئے ذرا بھی دفع کرنے والا نہ بنے گا۔ البتہ ایک پیالہ ایک آدمی کے لئے کفایت کرنے والا ہے۔ کذا قال تورپشتی (ح۔ع)

بَابُ الْاَشْرِبَةِ

مشروبات کا بیان

الفصل الاول:

تین سانس سے پانی پیا جائے

۱/۴۱۷۲ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَتَنَفَّسُ فِي الشَّرَابِ ثَلاَثًا (متفق علیه وزاد مسلم فی روایة) وَيَقُوْلُ ﷺ اِنَّهٗ اَرْوٰى وَاَبْرَاُ وَاَمْرَاُ۔

أخرجه فی البخاری فی صحیحه ۹۲/۱۰ الحدیث رقم ۵۶۲۱ ومسلم فی ۱۶۰۱/۳ الحدیث رقم (۱۲۳۔۲۰۲۸) وأبو داوٗد فی السنن ۱۱٤/٤ الحدیث رقم ۳۸۲۷' والترمذی فی ۲٦۷/٤ الحدیث رقم ۱۸۸٤' وأحمد فی المسند ۲۱۱/۳۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ پانی پینے کے دوران تین سانس لیتے تھے یہ بخاری' مسلم کی روایت ایک روایت میں مسلم نے یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ ﷺ فرماتے اس طرح پینا یعنی سانس لے کر خوب سیراب کرتا اور پیاس کو دور کرتا ہے اور بدن کو خوب صحت بخشتا اور زود ہضم ہوتا ہے اور بہت جلد معدے میں پہنچتا ہے۔

تشریح ۞ يَتَنَفَّسُ : یعنی تین سانس لیتے اور یہ اکثری عادت مبارکہ تھی کیونکہ بعض روایات میں دو سانس لے کر پینا بھی مذکور ہے۔اور ہر سانس کے وقت منہ مبارک کو برتن سے جدا کر لیتے۔(ع)

مشک سے مُنہ لگا کر مت پیو

۲/۴۱۷۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ فِي السِّقَاءِ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۹۰/۱۰ الحدیث رقم ۵٦۲۹' وأبو داوٗد فی السنن ۱۰۹/٤ الحدیث رقم ۳۷۱۹' والنسائی فی ۲٦۰/۷ الحدیث رقم ٤٤٤۸' وابن ماجه فی ۱۱۳۲ الحدیث رقم ۳٤۲۱' والدارمی فی ۱٦۰/۲ الحدیث رقم ۲۱۱۷' وأحمد فی المسند ۲۲٦/۱۔

ترجمہ: جناب رسول اللہ ﷺ نے مشک سے منہ لگا کر پانی پینے سے منع فرمایا۔ یہ بخاری مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ مشک کے منہ سے پینے کی ممانعت اس وجہ سے ہے کہ پانی کپڑوں پر گرتا ہے اور دفعۃً پینا معدے کے لئے مضر ہوتا ہے اور طریق سنت کے خلاف ہے۔(ع)

مشک کے مُنہ سے پینے کی ممانعت

۳/۴۱۷۴ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنْ اِخْتِنَاثِ الْاَسْقِیَۃِ وَزَادَفِیْ رِوَایَۃٍ وَاخْتِنَاثُھَا اَنْ یُّقْلَبَ رَأْسُھَا ثُمَّ یُشْرَبَ مِنْہُ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۸۹/۱۰ الحدیث رقم ۵۶۲۵‘ ومسلم فی ۱۶۰۰/۳ الحدیث رقم (۱۱۱/۲۰۲۳) وأبو فی السنن ۱۱۰/٤ الحدیث رقم ۳۷۲۰‘ والترمذی فی ۲۶۹/٤ الحدیث رقم ۱۸۹۰‘ وابن ماجه فی ۱۱۳۱/۲ الحدیث رقم ٤۳۱۸‘والدارمی فی ۱۶۰/۲ الحدیث رقم ٥۱۹ وأحمد فی المسند ۶۷/۳۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مشک کا منہ موڑ کر پانی پینے سے منع فرمایا ایک روایت میں یہ ہے کہ مشک کا منہ موڑنا یہ ہے کہ اس کا سرالٹے اور پھراس سے پانی پئے یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ایک اورروایت میں وارد ہے کہ آپ ﷺ نے مشک کے دھانے سے پیا۔ وہ روایت فصل ثانی میں آئے گی اس سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے اسی وجہ سے بعض نے کہا کہ ممانعت بڑی فراخ دھانے والی مشک سے ہے۔ اور پینا چھوٹی مشک پر محمول ہے۔

نمبر۲: ممانعت اس بات سے ہے کہ اس کو عادت بنایا جائے اور کبھی کبھی ممنوع نہیں عادت بنانے سے مشک کے منہ سے بدبو آنے لگے گی۔

نمبر۳: اباحت کا تعلق احتیاج وضرورت سے ہے اور نہی کا تعلق عدم احتیاج سے ہے تاکہ کہیں مشک میں کوئی موذی جانور نہ ہو۔ جیسا کہ ایک روایت میں وارد ہے کہ کسی شخص نے مشک کے منہ سے پانی پیا تو اس کے اندر سے ایک سانپ نکل آیا۔
نمبر۴: نہی اباحت کو منسوخ کرنے والی ہے۔ واللہ اعلم (ح)

کھڑے ہو کر نہ پیو

۴/۴۱۷۵ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّہٗ نَھٰی اَنْ یَّشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ۱۶۰۰/۳ الحدیث رقم (۱۱۳۔۲۰۲٤) وأبو داوٗد فی السنن ۱۰۸/٤ الحدیث رقم ۳۷۱۷‘ والترمذی فی ۲۱۵/٤ الحدیث رقم ۱۸۷۹‘ وابن ماجه فی ۱۱۳۲/۲ الحدیث رقم ۳۴۲۴‘ والدارمی فی ۱۶۲/۲ الحدیث رقم ۲۱۲۷‘ وأحمد فی المسند ۱۹۹/۳۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہؐ نے کھڑے ہو کر پینے کی ممانعت فرمائی یہ مسلم کی روایت ہے۔

کھڑا ہو کر پینے والے پر زجر

۵/۴۱۷۶ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا یَشْرَبَنَّ اَحَدٌ مِّنْکُمْ قَائِمًا فَمَنْ نَسِیَ مِنْکُمْ

فَلْيَسْتَقِئْ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ۳/۱۶۰۱ الحديث رقم (۱۱۶۔۲۰۲۶)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی کھڑا ہو کر نہ پیئے جو پی لے وہ قے کرے یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح: یہ امر استحباب کے لئے ہے اور کھڑے ہو کر پینے والے کو قے کر دینا مستحب ہے جیسا کہ اس حدیث صریح میں ہے۔ قاضی کہتے ہیں کہ یہاں نہی تادیب کے لئے ہے، نہی تحریمی نہیں ہے۔

فلہٰذا وہ روایت اس کے معارض نہیں ہے جس میں کھڑے ہو کر پینا منقول ہے۔ (ع)

زمزم کھڑے ہو کر پیا

۶/۴۱۷۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِدَلْوٍ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ۔ (متفق عليه)

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۰/۸۱ الحديث رقم ۵۶۱۷، ومسلم في ۳/۱۶۰۲ الحديث رقم (۱۲۰۔۲۰۲۷) والترمذي في السنن ۴/۲۶۶ الحديث رقم ۱۸۸۲، وابن ماجه في ۲/۱۱۳۲ الحديث رقم ۳۴۲۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں زمزم کا ایک ڈول لایا آپ نے کھڑے ہونے کی حالت میں نوش فرمایا۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

وضو کا بچا پانی کھڑے ہو کر پینا

۷/۴۱۷۸ وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّهُ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ قَعَدَ فِي حَوَائِجِ النَّاسِ فِي رَحْبَةِ الْكُوْفَةِ حَتّٰى حَضَرَتْ صَلٰوةُ الْعَصْرِ ثُمَّ اُتِيَ بِمَاءٍ فَشَرِبَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ وَذَكَرَ رَاْسَهُ وَرِجْلَيْهِ ثُمَّ قَامَ فَشَرِبَ فَضْلَهُ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اُنَاسًا يَكْرَهُوْنَ الشُّرْبَ قَائِمًا وَاِنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُ۔

(رواه البخاري)

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۰/۸۱ الحديث رقم ۵۶۱۶۔

ترجمہ: حضرت علیؓ کے متعلق منقول ہے کہ انہوں نے نماز ظہر ادا کی اور پھر آپ لوگوں کے خصومات کا فیصلہ کرنے کے لئے کوفہ کے چبوترہ پر بیٹھے یہاں تک کہ نماز عصر کا وقت آ گیا پھر آپ کے پاس پانی لایا گیا آپ نے اس پانی میں سے پیا یعنی ازالۂ پیاس کیا اور پھر منہ ہاتھ دھوئے اور راوی کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے سر اور پاؤں دھوئے پھر آپ کھڑے ہوئے اور وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے کھڑے پیا اور فرمایا کہ بعض لوگ کھڑے ہو کر پینے کو مکروہ خیال کرتے ہیں۔ بے شک پیغمبر ﷺ نے اسی طرح کیا جیسا کہ میں نے کیا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح: علامہ طیبی کا قول: نیچے کا راوی ان دو چیزوں یعنی سر اور پاؤں کا تذکرہ چھوڑ گیا جس کو اوپر کے راوی نے ذکر کیا تھا

حاصل کلام یہ ہے کہ نیچے والا راوی ان تفصیلات کو بھول گیا جو اس کو یاد آئیں وہ ذکر کر دیں۔

ظاہر یہی ہے کہ اوپر کے راوی نے سر کا مسح اور پاؤں دھونے کا بھی ذکر کیا ہوگا جیسا کہ ان سے ایک دوسری روایت میں وارد ہے کہ حضرت علیؓ نے سر کا مسح کیا اور اپنے پاؤں کا' پاؤں کے مسح سے مراد پاؤں کا خفیف دھونا ہے یا آپ نے موزے پہن رکھے تھے ان پر مسح کیا۔

وَهُوَ قَائِمٌ : یہ تاکید ہے جس سے اس وہم کا ازالہ مقصود ہے کہ ممکن ہے کہ کھڑے ہونے کے بعد پانی بیٹھ کر پیا ہو تو بتلایا کہ آپ نے اسی طرح کھڑے کھڑے وضو کا پانی پیا۔ جاننا چاہئے کہ بعض احادیث میں کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت وارد ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا عمل اس کے خلاف ثابت ہو رہا ہے۔

صاحب مواہب لدنیہ کا قول: حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑے ہو کر پانی پیتے دیکھا۔

امام مالکؒ کا قول: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عمر' علی' عثمان رضی اللہ عنہم نے کھڑے ہو کر پانی پیا۔

ازالہ تعارض: نہی تنزیہی ہے۔ کھڑے ہو کر پینے کی عادت بنا لینے پر نہی محمول کی گئی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل بیان جواز کے لئے ہے اور زمزم کا پانی اور وضو کا بچا ہوا پانی اس نہی سے مستثنیٰ ہے۔ ان کو کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے بعض فقہی روایات میں ہے کہ صرف زمزم اور وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پئیں۔ (ع)

ابوالہیثم کے ہاں مہمانی

۸/۴۱۷۹ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلٰى رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ وَمَعَهٗ صَاحِبٌ لَّهٗ فَسَلَّمَ فَرَدَّ الرَّجُلُ وَهُوَ يُحَوِّلُ الْمَآءَ فِيْ حَائِطٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِنْ كَانَ عِنْدَكَ مَآءٌ بَاتَ فِيْ شَنَّةٍ وَاِلَّا كَرَعْنَا فَقَالَ عِنْدِيْ مَآءٌ بَاتَ فِيْ شَنٍّ فَانْطَلَقَ اِلَى الْعَرِيْشِ فَسَكَبَ فِيْ قَدَحٍ مَآءً ثُمَّ حَلَبَ عَلَيْهِ مِنْ دَاجِنٍ فَشَرِبَ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ اَعَادَ فَشَرِبَ الرَّجُلُ الَّذِيْ جَآءَ مَعَهٗ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاري في صحيحه ۷۵/۱۰ الحديث رقم ۵٦۱۳' وأبو داؤد في السنن ۱۱۲/٤ الحديث رقم ۳۷۲٤' والدارمي في ۱٦۱/۲ الحديث رقم ۲۱۲۳' وأحمد في المسند ۳۲۵/۳۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے ہاں تشریف لے گئے یعنی ابوالہیثم کے پاس اور اس وقت آپ کے ساتھ ابوبکر صدیقؓ بھی تھے آپ نے اس کو سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا وہ اس وقت اپنے باغ کو پانی لگا رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تیرے پاس پرانی مشک میں پانی ہو تو لے آ تا کہ اسے ہم پئیں اور اگر نہ ہو تو ہم ندی یا نہر سے منہ لگا کر پانی پی لیں گے وہ کہنے لگا کہ میرے پاس مشک میں باسی پانی ہے وہ باغ کے چھپر کی طرف گیا اور پیالے میں پانی ڈالا اور اس میں اپنی بکری کا دودھ دوہا (اور لایا) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا پھر وہ ایک اور پیالہ پہلے کی طرح لایا اس شخص نے پیا جو آپ کے ساتھ آیا تھا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ کرعنا: یہ کرع سے ہے اس کا معنی پینا ہے کرع اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں بارش کا پانی جمع ہو یا چھوٹی نہر۔ یعنی نہر

سے ہم منہ لگا پانی پی لیں گے۔

نمبر۲: کرع نہر سے منہ لگا کر پانی پینے کو کہا جاتا ہے۔ جیسا چوپائے پیتے ہیں اور اپنے اکارع یعنی ہاتھ پاؤں پانی میں ڈالتے ہیں۔

سیوطی کا قول: روایت ابن ماجہ میں کرع کی نفی وارد ہوئی ہے پس وہ نہی تنزیہی ہے اور اس طرح آپ کا پینا بیان جواز کے لئے تھا۔ (ع)

چاندی کے برتن میں پینے والا آگ پیتا ہے

۹/۴۱۸۰ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ الَّذِیْ یَشْرَبُ فِیْ اٰنِیَةِ الْفِضَّةِ اِنَّمَا یُجَرْجِرُ فِیْ بَطْنِهٖ نَارَ جَهَنَّمَ (متفق علیه وفی روایة لمسلم) اِنَّ الَّذِیْ یَاْکُلُ وَیَشْرَبُ فِیْ اٰنِیَةِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ۔

أخرجه البخاری فی صحیحه ۹۶/۲۰ الحدیث رقم ۵٦۳٤' ومسلم فی ١٦٣٤/٤ الحدیث رقم (١-٢٠٦٥' وابن ماجه فی السنن ١١٣٠/٢ الحدیث رقم ٣٤١٣' والدارمی فی ١٦٣/٢ الحدیث رقم الحدیث رقم ٢١٢٩' ومالك فی الموطأ ٩٢٤/٢ الحدیث رقم ١١ من کتاب صفة النبی ﷺ 'وأحمد فی المسند ٣٠٦/٦۔

ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ داخل کرتا ہے یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے مسلم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ جو سونے چاندی کے برتن میں کھائے اور پیئے یعنی اس کا حال بھی یہی ہوتا ہے۔

تشریح ۞ تمام ائمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ مرد اور عورت کو سونے چاندی کے برتن میں کھانا پینا حرام ہے اسی طرح ان کو وضو وغیرہ کے لئے بھی استعمال میں لانا حرام ہے۔ اسی طرح ان کا عطر دان اور حقہ بھی جائز نہیں۔

اگر چاندی کے برتن میں کھانے کی چیز ہو تو اسے دوسرے برتن میں نکال کر رکھ لے اور پھر استعمال میں لائے اسی طرح عطر وغیرہ ہو تو بائیں ہاتھ پر نکال کر دائیں ہاتھ سے لگائے اور اگر چاندی کے برتن ہی سے ہتھیلی پر ڈال کر مل لیا تو یہ جائز نہ ہوگا۔

صاحب ہدایہ کا قول: جس برتن کے ساتھ چاندی لگی ہو اس میں پانی پینا درست ہے بشرطیکہ منہ لگانے کی جگہ چاندی نہ ہو۔ اسی طرح سونے اور چاندی کے مذہب برتن کا بھی حکم ہے کیونکہ زباب برابر کرنے کے لئے ہوتا ہے زینت کے لئے نہیں ہوتا۔ (ح۔ع)

ریشم اور سونے و چاندی کے برتن کی ممانعت

۱۰/۴۱۸۱ وَعَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ لَا تَلْبَسُوا الْحَرِیْرَ وَلَا الدِّیْبَاجَ وَلَا تَشْرَبُوْا فِیْ اٰنِیَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَا تَاْکُلُوْا فِیْ صِحَافِهَا فَاِنَّهَا لَهُمْ فِی الدُّنْیَا وَهِیَ لَکُمْ فِیْ

الآخِرَةِ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/۹٦ الحدیث رقم ۵٦۳۳ ومسلم فی ۳/۱٦۳۷ الحدیث رقم (۴۔۲۰٦۷) وأبو داوٗد فی السنن ۴/۱۱۲ الحدیث رقم ۳۷۲۳' والترمذی ۴/۲٦۴ الحدیث رقم ۱۸۷۸' وابن ماجه فی ۲/۱۱۳۰ الحدیث رقم ۳۴۱۴' وأحمد فی المسند ۵/۴۰۸۔

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ ریشمی کپڑا اور دیباج مت پہنو یہ ریشمی کپڑے کی قسم ہے اور سونے چاندی کے برتن میں مت پیو۔ اور سونے چاندی کی رکابیوں میں مت کھاؤ۔ کیونکہ یہ چیزیں دنیا میں کافروں کے لئے ہیں اور تمہارے لئے آخرت میں ہیں۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيْرَ** : چار انگشت کی پٹی اور کناری اس سے مستثنیٰ ہے جس کو لحاف وغیرہ میں لگا سکتے ہیں۔ اور جس کپڑے کے تانے اور بانے میں سوت ہو۔ تو اس کا پہننا جائز ہے اور اگر سوت تانے میں اور ریشم بانے میں تو صرف لڑائی میں جائز ہے ورنہ نہیں۔ اسی طرح ریشمی کپڑا جوؤں کی کثرت اور خارش میں مباح ہے۔ (ع)

دودھ میں ٹھنڈا پانی ڈال کر نوش فرمایا

۴۱۸۲/۱۱ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ حُلِبَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ شَاةٌ دَاجِنٌ وَشِيْبَ لَبَنُهَا بِمَآءٍ مِنَ الْبِئْرِ الَّتِیْ فِیْ دَارِ اَنَسٍ فَاُعْطِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْقَدَحَ فَشَرِبَ وَعَلٰی يَسَارِهٖ اَبُوْبَكْرٍ وَعَنْ يَمِيْنِهٖ اَعْرَابِیٌّ فَقَالَ عُمَرُ اَعْطِ اَبَابَكْرٍ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَعْطَی الْاَعْرَابِیَّ الَّذِیْ عَلٰی يَمِيْنِهٖ ثُمَّ قَالَ الْاَيْمَنُ فَالْاَيْمَنُ وَفِیْ رِوَايَةِ الْاَيْمَنُوْنَ الْاَيْمَنُوْنَ اَلَا فَيَمِّنُوْا۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۵/۳۰ الحدیث رقم ۲۳۵۲' ومسلم فی ۳/۱٦۰۳ الحدیث رقم (۱۲۵۔۲۰۲۹) وأبو داوٗد فی السنن ۴/۱۱۳ الحدیث رقم ۳۷۵٦' والترمذی فی ۴/۲۷۱ الحدیث رقم ۱۸۹۳' وابن ماجه فی ۲/۱۱۳۳ الحدیث رقم ۳۴۲۵' والدارمی فی ۲/۱٦۰ الحدیث رقم ۲۱۱٦' ومالك فی الموطأ ۲/۹۲٦ الحدیث رقم ۱۷ فی کتاب صفة النبی ﷺ وأحمد فی المسند ۳/۱۱۰۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے لئے دودھ دوہا گیا جو کہ پالتو بکری کا تھا۔ اور اس کے ساتھ کنوئیں کا پانی ملایا گیا جو انسؓ کے گھر میں تھا۔ پھر وہ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے اس میں سے کچھ نوش فرمایا (اس وقت) آپ کے بائیں جانب ابوبکرؓ تھے اور دائیں طرف ایک بدو بیٹھا تھا۔ حضرت عمرؓ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ یہ بچا ہوا دودھ ابوبکر کو دیں۔ تو آپ ﷺ نے اس گنوار کو دیا جو آپ کے دائیں جانب تھا۔ پھر فرمایا دایاں پھر دایاں مقدم ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ دائیں طرف والے احق ہیں پس دائیں طرف والوں کو دیا کرو۔ یعنی جب تم جانتے ہو کہ دائیں طرف والے زیادہ حقدار ہیں تو تم بھی ان کی رعایت کیا کرو۔ کہ ابتداء انہیں سے کرو یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **فی بیت انس**: یہ کہنا بھی درست تھا ہمارے گھر میں مگر تفنن عبارت کے لئے اس طرح فرمایا۔ اس کو **وضع المظهر موضع المضمر** کہتے ہیں۔ وہ بکری بھی انسؓ کے گھر میں تھی۔ کیونکہ آپ وہاں تشریف لے گئے تھے۔

الایمن : دونوں نون کے پیش کے ساتھ ہیں یعنی دایاں مقدم ہے پھر دایاں۔ یعنی پہلے دائیں والے کو دیں پھر اس کے پہلو والے کو اسی ترتیب سے دیتا جائے یہاں تک کہ بائیں طرف والے کو سب سے آخر میں پہنچے۔ ایک نسخہ الایمن نون کے زبر سے ہے۔ یعنی میں دائیں پھر دائیں کو دوں گا۔ اور اس کی موید ایمن فالایمن والی روایت ہے اس سے معلوم ہے کہ کسی چیز کے دینے میں دائیں طرف کی رعایت مستحب ہے خواہ دائیں طرف والا بائیں طرف والے سے رتبہ میں کم ہو۔ کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر پر اعرابی کو مقدم کیا اس لئے کہ وہ دائیں جانب تھا۔

ایک دلیل: اس میں آپ کے کمال عدل اور حق شناسی کی واضح دلیل ہے کہ ابوبکرؓ کے قرب وفضل اور شفاعت عمر کے باوجود آپ نے اعرابی کے حق کی رعایت ونگہبانی ترک نہ فرمائی۔ اور حضرت عمرؓ نے یاددہانی کے لئے عرض کیا کہ شاید آپ کو ابو بکرؓ کا موجود ہونا یاد نہ رہا ہو۔ (ح۔ع)

دائیں جانب والے کا حق مقدم

(۱۲/۴۱۸۳) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ ﷺ بِقَدَحٍ فَشَرِبَ مِنْهُ وَعَنْ یَمِیْنِهٖ غُلَامٌ اَصْغَرُالْقَوْمِ وَالْاَ شْیَاخُ عَنْ یَسَارِهٖ فَقَالَ یَا غُلَامُ اَتَاْذَنُ اَنْ اُعْطِیَهُ الْاَشْیَاخَ فَقَالَ مَاکُنْتُ لِاُوْثِرَبِفَضْلٍ مِنْكَ اَحَدًا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَعْطَاهُ اِیَّاهُ۔

(متفق علیه و حدیث ابی قتادة سنذکر فی باب المعجزات ان شآء اللّٰه تعالٰی)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۳۴/۵ الحدیث رقم ۲۳۵۸' ومسلم فی ۱۶۰۴/۳ الحدیث رقم (۱۲۷-۲۰۳۰) ومالك فی الموطأ ۹۲۶/۲ الحدیث رقم ۱۸ من کتاب صفة النبی ﷺ' وأحمد فی المسند ۳۳۸/۵۔

ترجمہ: حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ آپ کی خدمت میں ایک پیالہ لایا گیا (دودھ کا تھا یا پانی کا) اس میں سے آپ نے نوش فرمایا۔ آپ کے دائیں طرف ایک چھوٹا لڑکا تھا یعنی ابن عباسؓ اور بوڑھے حضرات آپ کی بائیں طرف تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اے لڑکے! کیا تو اجازت دیتا ہے کہ میں بوڑھوں کو دے دوں۔ وہ لڑکا کہنے لگا میں آپ کے پسماندہ کے لئے اپنے اوپر کسی کو ترجیح نہیں دیتا۔ تو آپ ﷺ نے اپنا بچا ہوا اس لڑکے کو عنایت فرمایا۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ دائیں طرف والے سے ابتداء کرنا اولیٰ ہے اور وہ ابتداء کا زیادہ حقدار ہے خواہ وہ کم عمر ہو۔ اور اگر مصلحت ہو تو دائیں طرف والے سے اجازت طلب کی جائے اگر وہ اجازت دے تو بائیں طرف والے کو دے۔ ورنہ نہیں۔

ان دونوں روایات میں اعرابی اور ابن عباسؓ میں سے ابن عباسؓ سے اذن طلب کیا گیا اور اوپر والی روایت میں اذن نہ طلب کرنا مذکور ہے کیونکہ ابن عباسؓ کے ساتھ اس بوڑھے قریشی کی قرابتداری تھی آپ نے گمان کیا کہ اس کو دینا ابن عباسؓ کو ناگوار نہ ہوگا اور اس کی تالیف قلب ہو جائے گی اور ابوبکرؓ کی محبت واخلاص لوگوں کے دلوں میں راسخ تھی اور اعرابی سے اگر اذن چاہتے تو شاید وہ متوحش ہو جاتا کیونکہ وہ نیا نیا مسلمان ہوا تھا۔ اس کی تالیف قلب اس کو پانی عنایت کرنے میں تھی۔ اذن چاہنے میں نہ تھی۔

فقہاء کا قول: فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ طاعت میں ایثار جائز نہیں۔ مگر ظاہر یہ ہے کہ اگر ایثار واجبات میں ہو تو حرام ہے اور فضائل و مستحبات میں مکروہ ہے۔ مثلاً ایک شخص کے پاس وضو کا پانی تھا اس نے ایثار کیا اور خود تیمّم سے نماز ادا کی یا وہ کپڑا جس سے ستر پوشی کرتا وہ اور کو دے دیا اور ننگے نماز ادا کی تو یہ حرام ہے۔

نمبر۲: اگر صف اول میں امام کے قریب بیٹھا تھا اپنی جگہ دوسرے کو دی اور خود پچھلی صف میں نماز ادا کی تو یہ مکروہ ہے۔

ایثار محمود: امور دنیویہ میں ایثار محمود ہے اور صوفیا سے طاعات میں ایثار کی جو روایات ہیں وہ ممکن ہے غلبہ حال کی وجہ سے ہو۔ واللہ اعلم۔ (ح)

ابو قتادہ کی روایت باب المعجزات میں آئے گی۔

الفصل الثانی:

کھڑے ہو کر ضرورۃً پی سکتے ہیں

۱۳/۴۱۸۴ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ کُنَّانَاکُلُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَنَحْنُ نَمْشِیْ وَنَشْرَبُ وَنَحْنُ قِیَامٌ۔ (رواه الترمذی و ابن ماجة والدارمی وقال الترمذی هذا حدیث حسن صحیح غریب)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٢١٥ الحدیث رقم ١٨٨٠' ابن ماجه فی السنن ٢/١٠٩٨ الحدیث رقم ١-٣٣' والدارمی فی ٢/١٦٢ الحدیث رقم ٢١٢٥' وأحمد فی المسند ٢/١٢۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کھاتے اس حال میں کہ چلتے ہوتے اور کھڑے ہوئے پی لیتے تھے۔ یہ ترمذی' ابن ماجہ اور دارمی کی روایت ہے ترمذی نے اسے حسن صحیح غریب قرار دیا ہے۔

تشریح ۞ علماء فرماتے ہیں چلتے ہوئے کھانا اور کھڑے ہو کر پینا اصلاً تو جائز ہے البتہ مختار اور اولیٰ یہ ہے کہ چلتے ہوئے کھانا خلاف ادب ہے اور اسی طرح پینے کا حکم ہے۔ جیسا کہ گزرا۔ (ح)

کھڑے بیٹھے پینے کی اباحت

۱۴/۴۱۸۵ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَشْرَبُ قَائِمًا وَقَاعِدًا۔ (رواه الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٢٢٦ الحدیث رقم ١٨٨٣' وأحمد فی المسند ٢/١٧٤۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو کھڑے اور بیٹھے ہونے کی حالت میں پیتے دیکھا یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ کھڑے ہو کر ایک یا دو بار پینا یہ بیان جواز کے لئے ہے۔ نمبر۲ ضرورت کی بناء پر ہے۔ البتہ بیٹھ کر پینا تمام اوقات کے لئے ہے۔ (ع)

پانی میں پھونک کی ممانعت

۴۱۸۶/۱۵ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يَّتَنَفَّسَ فِى الْاِنَآءِ اَوْ يُنْفَخَ فِيْهِ۔

(رواه ابوداود وابن ماجة)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ۴/ ۱۱۴ الحديث رقم ۳۷۲۸، والترمذی فی ۴/ ۲۶۹ الحديث رقم ۱۸۸۸، وابن ماجه فی ۲/ ۱۱۳۳ الحديث رقم ۳۴۲۸، وأحمد فی المسند ۱/ ۲۲۰۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے پیالے میں سانس لینے اور اس میں پھونک مارنے سے منع فرمایا۔ یہ ابوداؤد اور ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ تاکہ تھوک پانی میں نہ گرے۔ اور دوسرا اس سے کراہت نہ کرے اور بعض اوقات منہ بدبودار ہوتا ہے۔ کہیں وہ پانی کو بدبودار نہ کردے۔ نمبر۲ اور اس لئے بھی کہ پانی میں سانس لینا چوپایوں کا فعل ہے۔ نمبر۳ بعض نے کہا اگر ٹھنڈا کرنے کے لئے پھونکنا ہو تو صبر کرے یہاں تک کہ خود ٹھنڈا ہو جائے۔ پھونک نہ مارے۔ تنکا ہو تو اسے تنکے سے نکالے۔ انگلی اور پھونک سے نہ نکالے کیونکہ طبیعت اس سے تنفر ہوتی ہے۔ (ع)

پانی دو تین سانس میں پیو

۴۱۸۷/۱۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَشْرَبُوْا وَاحِدًا كَشُرْبِ الْبَعِيْرِ وَلٰكِنِ اشْرَبُوْا مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَسَمُّوْا اِذَا اَنْتُمْ شَرِبْتُمْ وَاحْمَدُوْا اِذَا اَنْتُمْ رَفَعْتُمْ۔ (رواه الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ۴/ ۲۶۷ الحديث رقم ۱۸۸۵۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم ایک سانس میں پانی نہ پیو جس طرح اونٹ پیتا ہے لیکن دو سانس سے پیو یا تین سانس سے پیو اور پیتے وقت بسم اللہ کہو۔ اور برتن کو منہ سے ہٹاتے وقت الحمد للہ کہو۔ یعنی ہر مرتبہ یا آخر میں۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ نمبر۱: ادنیٰ درجہ دو سانسوں میں پینا ہے تاکہ اونٹ کے ساتھ مشابہت سے نکل جائے۔ لیکن تین سانس میں پینا زود ہضم اور بہتر ہے جیسا کہ گزر چکا اور اکثر اوقات آپ کی عادت مبارکہ بھی یہی تھی۔

وَاحْمَدُوْا : حمد کرو۔ احیاء العلوم میں امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ اول سانس میں الحمد للہ کہے اور دوسرے سانس میں رب العالمین کا اضافہ کرے۔ اور تیسرے سانس میں الرحمان الرحیم کا اضافہ کرے۔ اور یہ دعا بھی منقول ہے۔

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِىْ جَعَلَهٗ عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِهٖ وَلَمْ يَجْعَلْهُ مِلْحًا اُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا۔ (ح)

پانی میں پھونک کی ممانعت

۴۱۸۸/۱۷ وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِىِّ اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ نَهٰى عَنِ النَّفْخِ فِى الشَّرَابِ فَقَالَ رَجُلُ الْقَذَاةَ

اَرَاهَا فِي الْإِنَاءِ قَالَ اَهْرِقْهَا قَالَ فَإِنِّيْ لَا اَرْوٰى مِنْ نَفْسٍ وَاحِدٍ قَالَ فَاَبِنِ الْقَدَحَ عَنْ فِيْكَ ثُمَّ تَنَفَّسْ۔

(رواہ الترمذی والدارمی)

أخرجه الترمذي في السنن ٤/٢٦٨ الحديث رقم ١٨٨٧، والدارمي في ٢/١٦١ الحديث رقم ٢١٢١، ومالك في الموطأ ٢/٢١٥ الحديث رقم ١٢ من كتاب صفة النبي ﷺ وأحمد في المسند ٣/٢٦۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے پانی میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ایک شخص کہنے لگا اگر تنکا وغیرہ پڑا ہوتو پھر پھونک نہ ماروں تو کیا کروں۔ وہ کیسے نکلیں گے۔ آپ نے فرمایا تم اس کو پھینک دے۔ یعنی تھوڑا سا پانی گرا دو تا کہ وہ تمام نکل جائیں۔ اس شخص نے پھونکنے کی ممانعت سے سانس لینے کی بھی ممانعت خیال کر لی۔ اس سے لازم آیا کہ پانی ایک سانس میں پی لے۔ اس نے سوال کیا میں تو ایک سانس میں سیر نہیں ہوتا تو آپ نے فرمایا سانس کے وقت اپنے منہ سے پیالے کو ہٹا دو۔ پھر سانس لو جو برتن سے باہر ہو پھر (دوبارہ) پیو۔ یہ ترمذی و دارمی کی روایت ہے۔

پیالے کے سوراخ سے پانی پینے اور پھونک کی ممانعت

۴۱۸۹/۱۸ وَعَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ ثُلْمَةِ الْقَدَحِ وَاَنْ يَّنْفُخَ فِي الشَّرَابِ۔

(رواہ ابوداود)

أخرجه أبو داوٗد في السنن ٤/١١١، الحديث رقم ٣٧٢٢، وأحمد في المسند ٣/٨٠۔

ترجمہ: حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے پیالے کے سوراخ سے پانی پینے اور پھونک مارنے سے منع فرمایا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ سوراخ: سے مراد برتن کا ٹوٹا ہوا مقام ہے۔ اور اس سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ ہونٹ اس کی اچھی طرح گرفت نہیں کرتے اور پانی کپڑوں اور بدن پر گرتا ہے اور برتن دھوتے وقت وہ جگہ اچھی طرح صاف نہیں ہوتی۔ اس پر مٹی و میل لگی رہتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ سوراخ سے مراد برتن کی ٹونٹی نہیں بلکہ ٹوٹی ہوئی جگہ مراد ہے۔ (ح)

لٹکی مشک سے آپ کا پانی پینا

۴۱۹۰/۱۹) وَعَنْ كَبْشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَشَرِبَ مِنْ فِيْ قِرْبَةٍ مُعَلَّقَةٍ قَائِمًا فَقُمْتُ اِلٰى فِيْهَا فَقَطَعْتُهٗ۔ (رواہ الترمذی وابن ماجة وقال الترمذی هذا حديث حسن غريب صحيح)

أخرجه الترمذي في السنن ٤/٢٧٠ الحديث رقم ١٨٩٢، وابن ماجه في ٢/١١٣٢ الحديث رقم ٣٤٢٣، وأحمد في المسند ٦/٤٣٤۔

ترجمہ: حضرت کبشہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ میرے ہاں تشریف لائے آپ نے لٹکی ہوئی مشک کے منہ سے کھڑے کھڑے پانی پیا۔ میں مشک کے منہ کی طرف اٹھی اور اس مشک کے اس مقام کو کاٹ لیا۔ (جہاں آپ ﷺ

نے منہ لگا کر پانی پیا تھا) یہ ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت ہے ترمذی نے اسے حسن غریب صحیح کہا ہے۔

تشریح ۞ فَقَطَعْتُهٗ: یعنی مشک کے منہ کا وہ حصہ جہاں آپ کا دہن مبارک لگا تھا وہ کاٹ لیا تا کہ تبرک ہو یا اس حفاظت کے لئے کہ کسی کا منہ اس کو نہ لگے۔ جیسا کہ ام سلیمؓ کی روایت میں اس جیسی صورت واضح منقول ہے۔ کہ میں نے مشک کا وہ مقام کاٹ لیا تا کہ اس جگہ سے اور کوئی نہ پیئے۔ (ح)

ٹھنڈی میٹھی چیز کی پسندیدگی

۲۰/۴۱۹۱ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ اَحَبُّ الشَّرَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْحُلْوُ الْبَارِدُ۔ (رواه الترمذی وقال والصحیح ماروی عن الزهری عن النبی ﷺ مرسلا)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٢٧٢ الحدیث رقم ١٨٩٥، وأحمد فی المسند ٦/٣٨۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کو پینے میں ٹھنڈی میٹھی چیز نہایت پسند تھی۔ یہ ترمذی کی روایت ہے مگر اس میں صحیح روایت زہری کی ہے جو مرسل ہے۔

تشریح ۞ میٹھی چیز یہاں عام ہے خواہ پانی ہو یا دودھ یا شہد وغیرہ کا شربت۔ اس طرح روایت ابن عباسؓ میں ہے: کان احب الشراب الیه اللبن...... اور کان احب الشراب الیه العسل"۔

والصحیح: اس روایت کو زہری نے دو طرق سے روایت کیا ایک مرفوع دوسری مرسل مگر مرسل روایت کی سند مرفوع سے قوی ہے۔ (ع۔ح)

کھانے کی دُعا

۲۱/۴۱۹۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَاَطْعِمْنَا خَيْرًا مِنْهُ وَاِذَا سُقِيَ لَبَنًا فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ فَاِنَّهٗ لَيْسَ شَيْءٌ يُجْزِئُ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ اِلَّا اللَّبَنُ۔ (رواه الترمذی وابوداود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/١١٦ الحدیث رقم ٣٧٣٠ والترمذی فی ٥/٤٧٢ الحدیث رقم ٣٤٥٥، وابن ماجه فی ٢/١١٠٣ الحدیث رقم ٣٣٢٢، وأحمد فی المسند ١/٢٢٥۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو اس طرح دعا کرے اَللّٰهُمَّ بَارِكْ ...... اے اللہ ہمارے کھانے میں برکت عنایت فرما اور اس سے بہتر کھلا۔ اور تم میں سے کسی کو دودھ پلایا جائے۔ تو وہ اس طرح دعا کرے اللهم بارك لنا فيه ...... اے اللہ ہمارے اس دودھ میں برکت دے اور ہمیں اس سے زیادہ پہنچا یعنی اس طرح نہ کہے کہ اس سے بہتر پہنچا اس لئے کہ دودھ سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ کیونکہ کھانے پینے کی جگہ دودھ کفایت کرنے والا ہے۔ یہ سیر اور سیراب کرتا ہے یہ ترمذی کی روایت ہے اور ابوداؤد نے بھی نقل کی ہے۔

سقیاء کا پانی نوش فرمانا

۲۲/۴۱۹۳ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ ﷺ يُسْتَعْذَبُ لَهُ الْمَآءُ مِنَ السُّقْيَا قِيْلَ هِيَ عَيْنٌ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْمَدِيْنَةِ يَوْمَانِ ۔ (رواه ابوداود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/١١٩ الحديث رقم ٣٧٣٥، وأحمد فی المسند ٦/١٠٠

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ کے لئے سقیاء سے میٹھا پانی لایا جاتا۔ یہ مدینہ منورہ سے دو منزل پر واقع ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

الفصل الثالث:

سونے کے برتن میں پینے والا پیٹ میں آگ بھرنے والا

۲۳/۴۱۹۴ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ مَنْ شَرِبَ فِیْ اِنَاءِ ذَهَبٍ اَوْفِضَّةٍ اَوْاِنَاءٍ فِيْهِ شَیْءٌ مِنْ ذٰلِكَ فَاِنَّمَا يُجَرْجِرُفِیْ بَطْنِهٖ نَارَجَهَنَّمَ ۔ (رواه الدارقطنی)

أخرجه الدارقطنی فی السنن ١/٤٠ الحديث رقم ١ من كتاب الطهارة۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جو شخص سونے اور چاندی کے برتن میں یا جو برتن کچھ سونا چاندی ہو اس سے پانی پیئے گا وہ اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ پیتا ہے۔ یہ دارقطنی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ فِيْهِ شَیْءٌ : کچھ کا مطلب یہ ہے کہ میخیں یا کنارے وغیرہ سونے چاندی سے ہوں۔

طیبی کا قول: طیبی نے نوویؒ سے نقل کیا کہ اگر معمولی میخوں کو لگایا جائے اور بقدر حاجت ہوں (بغرض زینت نہ ہوں) تو حرام و مکروہ نہیں۔ اور اگر بڑی اور چوڑی ہوں تو جائز نہیں۔

امام ابوحنیفہؒ: جس برتن میں سونے چاندی کی میخیں ہوں اس میں پانی پینا جائز ہے۔ بشرطیکہ منہ والی جگہ چاندی اور سونا نہ ہو۔ اور تفصیل پیچھے گزر چکی۔ ملاحظہ کرلیں۔ (ع)

بَابُ النَّقِيْعِ وَالْاَنْبِذَةِ

نقیع و نبیذ کا بیان

آپ ﷺ نے جن چیزوں کو پینے کے لئے استعمال فرمایا ان میں سے ایک نقیع ہے اور دوسرا نبیذ ہے۔

نقیع: انگور یا کھجور کو پانی میں بغیر پکانے کے ڈال دیا جائے یہاں تک کہ ان کی شیرینی پانی میں منتقل ہو جائے یعنی شربت بن جائے یہ نہایت لذیذ ہوتا ہے اور بدن کے لئے نفع بخش ہے خاص طور پر کھجور کا نقیع کھانے کے ہضم کے لئے نہایت

نفع بخش ہے اور نقیع انگور فضول حرارت کو زائل کرنے کے لئے بے حد مفید ہے۔

نبیذ: نبیذ بھی کھجوروں کو بھگو کر بنتا ہے لیکن اس کو چھوڑ دیا جاتا ہے یہاں تک کہ اس میں کچھ تیزی آ جائے اور اس میں کچھ تبدیلی پیدا ہو جائے لیکن ایسی تبدیلی نہ ہو جو حد نشہ تک پہنچانے والی ہو اسی لئے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین دن کے بعد استعمال نہ فرماتے تھے جیسا کہ روایت میں آ جائے گا یہ نبیذ بھی بدن کے لئے انتہائی مفید اور حفظ صحت کے لئے اور اضافہ قوت کے لئے فائدہ مند ہے اگر یہ حد نشہ کو پہنچ جائے تو یہ حرام ہے انگور اور کھجور کے علاوہ نبیذ اور چیزوں سے بھی بنتی ہے چنانچہ صاحب نہایہ نے لکھا ہے کہ نبیذ، کھجور، انگور، شہد، گیہوں، جو وغیرہ سے بھی بنتی ہے اسی لئے مصنف نے انبذہ جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے جو کہ تعدد انواع پر دلالت کر رہا ہے۔ (ح)

الفصل الاوّل:

پانی، شہد، نبیذ اور دودھ کا استعمال

۱/۴۱۹۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ لَقَدْ سَقَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِقَدَحِيْ هٰذَا الشَّرَابَ كُلَّهُ الْعَسَلَ وَالنَّبِيْذَ وَالْمَآءَ وَاللَّبَنَ ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم فى صحيحه ۳/ ۱۵۹۱ الحديث رقم (۸۹۔ ۲۰۰۰)، وأحمد فى المسند ۳/ ۲۴۷۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بلاشبہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اس پیالہ کے ساتھ شہد، نبیذ، پانی اور دودھ پلایا ہے یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پیالہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا نضر بن انس نے اس کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی میراث سے آٹھ لاکھ درہم میں خریدا اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس پیالے کو بصرہ میں دیکھا اور ان کی خوش نصیبی یہ ہوئی کہ ان کو بھی اس پیالے میں پانی پینے کا موقع ملا۔

مشک میں نبیذ بنانا

۲/۴۱۹۶ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنَّا نَنْبِذُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ سِقَاءٍ يُوْكَأُ اَعْلَاهُ وَلَهٗ عَزْلَاهُ نَنْبِذُهٗ غُدْوَةً فَيَشْرَبُهٗ عِشَآءً وَنَنْبِذُهٗ عِشَاءً فَيَشْرَبُهٗ غُدْوَةً ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم فى صحيحه ۳/ ۱۵۹۰ الحديث رقم (۸۵۔ ۲۰۰۵)، وأبو داوٗد فى السنن ۴/ ۱۰۴، الحديث رقم ۳۷۱۱، والترمذى فى ۴/ ۲۶۱ الحديث رقم ۱۸۷۱ وابن ماجه فى ۲/ ۱۱۲۶ الحديث رقم ۳۳۹۸۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک مشک میں نبیذ بناتے تھے کہ اس کی اوپر والی جانب بند کر دیتے اس کی نچلی جانب بھی ایک منہ تھا جس سے اس میں کھجوریں ڈالی جاتی تھیں ہم صبح کو کھجوریں ڈالتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو رات کے وقت استعمال فرماتے اور اگر رات کے وقت ڈالتے تو آپ صبح کے وقت استعمال فرماتے یہ

مسلم نے روایت نقل کی ہے۔

تشریح ۞ عَزْلَاهُ : توشہ دان کے دھانہ کو کہا جاتا ہے اور یہاں مراد یہ ہے کہ اس مشک میں نچلی جانب بھی دھانہ پایا جاتا تھا جیسے کہ میں ہوتا ہے یعنی مشک کے منہ کو باندھنے اور نچلے دھانے کو پینے کے لئے استعمال کرتے تھے۔اس طرح کی نبیذ گرم موسم میں ہوگی کیونکہ اس میں تغیر کا احتمال بہت جلد ہوتا ہے۔اور کبھی ایک دن رات سے زیادہ بلکہ تین دن رات کا تذکرہ بھی روایات میں وارد ہے اور وہ موسم سرما میں ہوگا جس میں کئی روز تک چیز خراب نہیں ہوتی۔(ح)

نبیذ کا استعمال تین دن سے پہلے پہلے

۴۱۹۷/۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُنْبَذُلَهُ اَوَّلَ اللَّيْلِ فَيَشْرَبُهُ اِذَا اَصْبَحَ يَوْمَهُ ذٰلِكَ اللَّيْلَةَ الَّتِىْ تَجِيْءُ وَالْغَدَ وَاللَّيْلَةَ الْاُخْرٰى وَالْغَدَاِلَى الْعَصْرِفَاِنْ بَقِىَ شَىْءٌ سَقَاهُ الْخَادِمَ اَوْاَمَرَبِهٖ فَصُبَّ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی ۱۵۸۹/۳ الحدیث رقم (۷۹۔۲۰۰٤) وأحمد فی المسند ۲٤۰/۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے لئے نبیذ بنائی جاتی۔اگر رات کے شروع میں ڈالتے تو آپ اس دن صبح کو نوش فرماتے اور آئندہ رات اور اگلا دن اور اگلی رات اور اس کے بعد اگلے دن عصر تک استعمال فرماتے اگر کچھ باقی ہوتی تو خادم کو پلاتے یا اسے پھینک دینے کا حکم فرماتے یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ او: یہ تنویع کے لئے ہے شک کے لئے نہیں ہے جب کچھ بچ جاتی تو خادم کو پلاتے اور تلچھٹ کو پھینکوا دیتے اور اگر حد نشہ کو پہنچتی تو پھینکوا دیتے۔

مظہر کہتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آقا کے لئے جائز ہے کہ خود اوپر کا کھانا کھالے اور نیچے والا خادم کو کھلائے۔(ع)

پتھر کے برتن میں نبیذ

۴۱۹۸/۴ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ يُنْبَذُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِىْ سِقَاءٍ فَاِذَا لَمْ يَجِدُوْا سِقَاءً يُنْبَذُ لَهٗ فِىْ تَوْرٍ مِنْ حِجَارَةٍ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ۱۵۸٤/۳ الحدیث رقم (٦۲۔۱۹۹۹)' وأبو داوٗد فی السنن ۹۹/٤ الحدیث رقم ۳۷۰۲' والنسائی فی ۳۰۹/۸ الحدیث رقم ۵٦٤۸' وابن ماجه فی ۱۱۲٦/۲ الحدیث رقم ۳٤۰۰' والدارمی فی ۱۵۷/۲ الحدیث رقم ۲۱۰۷' وأحمد فی المسند ۳۰٤/۳۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے لئے مشک میں نبیذ بنائی جاتی اور اگر مشک نہ ہوتی تو پتھر کے برتن میں بنائی جاتی۔یہ مسلم کی روایت ہے۔

چار ممنوعہ برتن

۴۱۹۹/۵ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ وَالنَّقِيْرِ وَاَمَرَ اَنْ يُّنْبَذَ فِيْ اَسْقِيَةِ الْاَدَمِ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحيحه ۳/ ۱۵۸۰ الحديث رقم (۴۶-۱۹۹۷)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ان برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا۔ کدو کا کھوکھلا بنا ہوا برتن' رال سے روغن شدہ برتن' لکڑی کا برتن۔ بلکہ مشک میں نبیذ بنانے کا حکم فرمایا۔

تشریح ان برتنوں سے حرمت شراب کے بعد شروع شروع میں ممانعت فرمائی گئی۔ جب حرمت شراب طبائع میں رچ گئی تو اجازت دی گئی۔ وجہ یہ تھی کہیں جلد نشہ لائے اور اس کا حال معلوم نہ ہو اور اس کا استعمال کر لیا جائے آئندہ روایت میں اباحت ثابت ہو رہی ہے۔ (ع)

حلت وحرمت کا دارومدار برتن پر نہیں

۴۲۰۰/۶ وَعَنْ بُرَيْدَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ نَهَيْتُكُمْ عَنِ الظُّرُوْفِ فَاِنَّ ظَرْفًا لَايُحِلُّ شَيْئًا وَلَا يُحَرِّمُهٗ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ نَهَيْتُكُمْ عَنِ الْاَشْرِبَةِ اِلَّا فِيْ ظُرُوْفِ الْاَدَمِ فَاشْرَبُوْا فِيْ كُلِّ وِعَاءٍ غَيْرَ اَنْ لَا تَشْرَبُوْا مُسْكِرًا۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحيحه ۳/ ۱۵۸۵ الحديث رقم (۶۵-۹۷۷)' والترمذی فی السنن ۴/ ۲۶۰ الحديث رقم ۱۸۶۹' وأحمد فی المسند ۵/ ۳۵۹۔

ترجمہ: حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میں نے ان ظروف میں نبیذ بنانے کی ممانعت کی تھی (تم نے خیال کر لیا کہ حلت وحرمت کا دارومدار برتنوں پر ہے۔ حالانکہ اس طرح نہیں) کوئی برتن اس چیز کو حلال نہیں کرتا جس کو حرام کر دیا گیا۔ اور جو حلال ہے اس کو حرام نہیں کرتا۔ حکم یہ ہے کہ جو چیز نشہ لائے وہ حرام ہے یعنی جس برتن میں بھی اس کو پیا جائے اور جو چیز نشہ نہ لائے وہ جس ظرف میں بھی ہو وہ حلال ہے اور ایک روایت میں اس طرح وارد ہے جناب رسول اللہؐ نے فرمایا میں نے تم کو پینے کی چیزوں سے منع کیا تھا۔ یعنی مذکورہ ظروف سے مگر چمڑے کے برتن۔ اب میں نے اس حکم کو منسوخ کیا اور تمام ظروف میں پینا مباح کیا ہے ہر برتن میں پیو مگر نشہ والی چیز نہ پیو۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

الفصل الثانی:

شراب کو اور نام سے پینے والے

۴۲۰۱/۷ وَعَنْ اَبِيْ مَالِكِ الْاَشْعَرِيِّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لَيَشْرَبَنَّ نَاسٌ مِنْ اُمَّتِيْ

الْخَمْرَ يُسَمُّوْنَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا۔ (رواه ابو داود وابن ماجة)

أخرجه أبو داوٗد في السنن ٤/ ٩١ الحديث رقم ٣٦٨٨' وابن ماجه في ٢/ ١٣٣٣ الحديث رقم ٤٠٢٠' وأحمد في المسند ٥/ ٣٤٢۔

ترجمہ: حضرت ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا میری امت کے کئی لوگ شراب پئیں گے اور اس کا نام اور رکھیں گے۔ یہ ابوداؤد ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ لَيَشْرَبَنَّ : اور نام سے پینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کے لئے حیلے بہانے کریں گے مثلاً اس کا نام نبیذ اور شربت رکھ کر پئیں گے اور گمان کریں گے کہ یہ حلال ہے حرام نہیں کیونکہ یہ نہ کھجور کی ہے اور نہ انگور کی مگر یہ نام اباحت کے لئے چنداں مفید نہ ہوگا کیونکہ حکم یہ ہے کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے خواہ وہ کسی چیز سے بنی ہو کذا فی الشرح۔ ظاہری عبارت یہ ہے کہ شراب پئیں گے مگر اس کا نام دوسرا رکھ لیں گے۔ اس کو شراب نہ کہیں گے تا کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ یہ شرابی ہیں۔ یہ نام رکھنا ان کے لئے کچھ فائدہ نہ دے گا کیونکہ اسم معتبر نہیں مسمّیٰ معتبر ہے۔ (ح)

الفصل الثالث:

نفرت دلانے کے لئے روغنی گھڑے میں نبیذ کی ممانعت

۴۲۰۲/۸ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ نَبِيْذِ الْجَرِّ الْاَخْضَرِ قُلْتُ اَنَشْرَبُ فِی الْاَبْيَضِ قَالَ لَا۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاري في صحيحه ١٠/ ٥٨ الحديث رقم ٥٥٩٦' وأحمد في المسند ٤/ ٣٥٣۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے سبز گھڑے کی نبیذ سے منع فرمایا۔ میں عرض کیا کیا ہم سفید گھڑے کی پی لیں فرمایا نہیں۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ سبز گھڑے کا نام حنتم ہے۔ عبداللہ بن اوفیٰ نے سبز کی قید کو واقعی سمجھ کر سوال کیا کہ سفید سے پی لیں تو فرمایا کہ نہیں یعنی سبز کی قید تو اتفاقی ہے اور سبز سفید کا حکم یکساں ہے۔ یہ روایت بھی منسوخ ہے۔ جیسا کہ بریدہ کی روایت میں مذکور ہے۔ (ح)

بَابُ تَغْطِيَةِ الْاَوَانِیْ وَغَيْرِهَا

برتن وغیرہ کو ڈھانپنا

اس باب میں رات سونے کے وقت برتنوں کو ڈھانپنے اور اس کے علاوہ گھر کا دروازہ بند کرنے' چراغ بجھانے وغیرہ کا حکم ہے۔ (ح)

الفصل الاول:

رات کو اللہ کا نام لے کر برتنوں کو ڈھانک دو

۴۲۰۳/۱ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا کَانَ جُنْحُ اللَّیْلِ اَوْاَمْسَیْتُمْ فَکُفُّوْا صِبْیَانَکُمْ فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْتَشِرُ حِیْنَئِذٍ فَاِذَا ذَھَبَ سَاعَۃٌ مِّنَ اللَّیْلِ فَخَلُّوْھُمْ وَاَغْلِقُوا الْاَبْوَابَ وَاذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ لَا یَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا وَاَوْکُوْا قِرَبَکُمْ وَاذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ وَخَمِّرُوْا اٰنِیَتَکُمْ وَاذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ وَلَوْاَنْ تَعْرِضُوْا عَلَیْہِ شَیْئًا وَاطْفِؤُا مَصَابِیْحَکُمْ (متفق علیہ وفی روایۃ للبخاری) قَالَ خَمِّرُوا الْاٰنِیَۃَ وَاَوْکُوا الْاَسْقِیَۃَ وَاَجِیْفُوا الْاَبْوَابَ وَاکْفِتُوْا صِبْیَانَکُمْ عِنْدَ الْمَسَاءِ فَاِنَّ لِلْجِنِّ اِنْتِشَارًا وَخَطْفَۃً وَاطْفِؤُا الْمَصَابِیْحَ عِنْدَ الرُّقَادِ فَاِنَّ الْفُوَیْسِقَۃَ رُبَّمَا اجْتَرَّتِ الْفَتِیْلَۃَ فَاَحْرَقَتْ اَھْلَ الْبَیْتِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ غَطُّوا الْاِنَاءَ وَاَوْکُوا السِّقَاءَ وَاَغْلِقُوا الْاَبْوَابَ وَاطْفِؤُا السِّرَاجَ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَحِلُّ سِقَاءً وَلَا یَفْتَحُ بَابًا وَلَا یَکْشِفُ اِنَاءً فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ اَحَدُکُمْ اِلَّا اَنْ یَّعْرِضَ عَلٰی اِنَائِہٖ عُوْدًا وَیَذْکُرُوااسْمَ اللّٰہِ فَلْیَفْعَلْ فَاِنَّ الْفُوَیْسِقَۃَ تُضْرِمُ عَلٰی اَھْلِ الْبَیْتِ بَیْتَھُمْ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَہٗ قَالَ لَا تُرْسِلُوْا فَوَاشِیَکُمْ وَصِبْیَانَکُمْ اِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ حَتّٰی تَذْھَبَ فَحْمَۃُ الْعِشَاءِ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یُبْعَثُ اِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ حَتّٰی تَذْھَبَ فَحْمَۃُ الْعِشَاءِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَہٗ قَالَ غَطُّوا الْاِنَاءَ وَاَوْکُوا السِّقَاءَ فَاِنَّ فِی السَّنَۃِ لَیْلَۃً یَنْزِلُ فِیْھَا وَبَاءٌ لَا یَمُرُّ بِاِنَاءٍ لَیْسَ عَلَیْہِ غِطَاءٌ اَوْسِقَاءٌ لَیْسَ عَلَیْہِ وِکَاءٌ اِلَّا نَزَلَ فِیْہِ مِنْ ذٰلِکَ الْوَبَاءِ۔

أخرجه البخاری فی صحیح ٦/٣٣٦ الحدیث رقم ٣٢٨٠' ومسلم فی ٣/١٥٩٥ الحدیث رقم (٩٧-٢٠١٢) وأبو داوٗد فی السنن ٤/١١٧ الحدیث رقم وأحمد فی المسند ٣/٣٠٦۔ أخرجه البخاری فی صحیحه ٦/٣٥٥ الحدیث رقم ٣٣١٦' وأبو داوٗد فی السنن ٤/١١٨ الحدیث رقم ٣٧٣٣' والترمذی فی ٥/١٣١ الحدیث رقم ٢٨٥٧' وأحمد فی المسند ٣/٣٨٨۔ أخرجه مسلم فی صحیحه ٣/١٥٩٤ الحدیث رقم (٩٦-٢٠١٢)' وأحمد فی المسند ٣/٣٨٦۔أخرجه مسلم فی صحیحه ٣/١٥٩٥ الحدیث رقم (٩٨-٢٠١٣)' وأحمد فی المسند ٣/٣٩٥۔أخرجه مسلم فی صحیحه ٣/١٥٩٦ الحدیث رقم (٢٠١٤/٩٩)۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جب رات کی ابتداء ہو یا شام ہو تو تم اپنے بچوں کو بند رکھو یعنی ان کو گھروں سے باہر گلی کوچوں میں مت پھرنے دو۔ اس لئے کہ شیطان یعنی اس وقت جنات منتشر ہوتے ہیں پس جب رات کی ایک گھڑی گزر جائے اور مناسب ہو تو لڑکوں کو چھوڑ دو اور گھر کے دروازوں کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر بند کر دو۔ کیونکہ شیطان بند دروازے کو نہیں کھولتا یعنی جس کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر بند کیا جائے۔ یعنی اگر چہ شیاطین دروازوں اور دیواروں میں بیٹھنے

کی قدرت رکھتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے ذکر کی وجہ سے بیٹھنے کی مجال نہیں رکھتے۔ اور اپنی مشکوں کے منہ باندھ دو یعنی جن میں پانی ہوتا کہ ان میں کوئی کیڑا مکوڑہ وغیرہ نہ گھسے اور اللہ تعالیٰ کا نام لو یعنی باندھتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لو۔ اور اپنے برتن ڈھانپ دو اور اللہ تعالیٰ کا نام لو یعنی ان پر ڈھکنا رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا نام لو۔ اگر چہ عرض میں کوئی چیز رکھو یعنی اگر ڈھانپنے کی کوئی چیز نہ ہو تو لکڑی چوڑائی میں رکھ دینا بھی کفایت کر جائے گا اور اس سے کراہت دور ہو جائے گی اور وہ ضرر ختم ہو جائے گا جو کہ نہ ڈھانکنے کی صورت میں ہوتا ہے مثلاً شیاطین کا تصرف وغیرہ۔ اور اپنے چراغوں کو بجھا دو یعنی سوتے وقت یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔ یعنی یہ الفاظ ان کے مشترک ہیں اور ہر ایک کی روایت میں یہ مضمون مختلف الفاظ کے ساتھ وارد ہوا ہے جیسا کہ کہا اور بخاری کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے برتنوں کو ڈھانکو اور مشکوں کے منہ بند کر دو اور دروازے بند رکھو اور شام کے وقت اپنے بچوں کو اپنے پاس بٹھا کر رکھو یعنی ادھر ادھر مت جانے دو۔ اس لئے کہ اس وقت جنات پھیلتے ہیں اور اُچکتے ہیں اور سوتے وقت چراغ بجھا دو۔ اس لئے کہ چوہا اکثر یا بعض اوقات بتی کو کھینچ لے جاتا ہے اور گھر کے لوگوں کو جلا دیتا ہے اور مسلم کی روایت میں اس طرح ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا برتنوں کو ڈھانپو اور مشک کو بند رکھو اور دروازوں کو بند کرو اور چراغوں کو گل کر دو کیونکہ شیطان بند مشک اور بند دروازوں کو نہیں کھولتا یعنی اس وجہ سے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے اگر تم میں سے کسی کو ڈھانکنے کی کوئی چیز میسر نہ ہو تو برتن کی چوڑائی میں لکڑی رکھ دے اور اس برتن پر اللہ تعالیٰ کا نام لے۔ یعنی جس وقت کہ لکڑی رکھے پس اس طرح کرنا چاہئے یعنی اللہ تعالیٰ کا نام لے کر بند کرے۔ (چراغ بجھا دیا کرو) اس لئے کہ چوہا بسا اوقات گھر کو آگ لگا کر گھر کے لوگوں پر آگ بھڑکا دیتا ہے۔ اور مسلم کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ اپنے مویشی اور لڑکوں کو غروب آفتاب کے وقت مت چھوڑو۔ یہاں تک کہ رات کی اول تاریکی جاتی رہے یعنی رات کی کچھ تاریکی جاتی رہے کیونکہ غروب کے وقت شیاطین منتشر کئے جاتے ہیں یہاں تک کہ رات کا اول وقت جاتا رہے۔ مسلم کی ایک روایت اس طرح ہے۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا برتنوں کو ڈھانک دو اور مشک کو بند رکھو اس لئے کہ سال میں ایک ایسی رات آتی ہے جس میں وبائیں اترتی ہیں وہ وبا جس کسی ننگے منہ والے برتن اور وہ مشک جس کا منہ بند نہ کیا ہو اس پر سے گزرتی ہے تو اس میں اتر پڑتی ہے۔

تشریح ❀ **بخاری کا لفظ عندالمساء:** اس میں احتمال ہے کہ یہ تمام افعال سے متعلق ہو تو اس سے طویل وقت مراد ہوگا یعنی ابتدائے شام سے عشاء تک کا وقت ہے کہ جس میں برتن ڈھانکنے اور دروازے بند کرنے کا حکم ہے۔

نمبر ا کفتوا: اگر صرف اکفوا سے متعلق ہو تو پھر حاصل معنی یہ ہوگا کہ رات میں یہ سب کام کرو۔ لڑکوں کو شروع رات میں نکلنے نہ دو جو کہ جنات کے پھیلنے کا وقت ہے اور ایک ساعت گزرنے پر لڑکوں کو چھوڑ دو اور یہ کام کرو جو مذکور ہیں اس توجیہ سے یہ روایت متفق علیہ روایت کے موافق ہو جاتی ہے اور یہ سیاق حدیث کے زیادہ مناسب ہے۔

خطفة: یہ بات واقع ہوئی ہے اگر چہ قلیل الوقوع ہے۔

نمبر ۲: لڑکوں کی عقل و ہوش کو دور کرنا اور ان کو کھیل کود میں مصروف کرنا مراد ہے۔

جنات: جنات اور شیاطین ایک چیز ہیں جو ان میں فاسق اور سرکش ہیں ان کو شیاطین کہا جاتا ہے۔ کذا ذکر البعض۔

قرطبی کا قول: اس باب کے تمام اوامر ارشاد کی قسم سے تعلق رکھتے ہیں اور اس میں انسانوں کی بھلائی ہے اور ممکن ہے

کہ استحباب کے لئے ہوں۔

فحمة: وہ تاریکی جو مغرب وعشاء کے درمیان ہو۔

عسعس: صبح اور عشاء کے وقت پائی جانے والی تاریکی جیسا فرمایا واللیل اذا عسعس اس میں اسی وقت کی طرف اشارہ ہے۔

نوویؒ کا قول: اس روایت میں خیر کی کثیر انواع کا ذکر کیا اور جامع آداب مذکور ہیں اور سب سے افضل یہ ہے کہ ہر حرکت وسکون میں اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے۔ اس سے دنیا وآخرت کی سلامتی حاصل ہوتی ہے۔ (ح۔ع)

ڈھانک کر دودھ لاتے

۲/۴۲۰۴ وَعَنْهُ قَالَ جَآءَ اَبُوْ حُمَيْدٍ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ مِنَ النَّقِيْعِ بِاِنَآءٍ مِنْ لَبَنٍ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَلَّا خَمَّرْتَهُ وَلَوْاَنْ تَعْرِضَ عَلَيْهِ عُوْدًا۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۰/۷۰ الحديث رقم ۵۶۰۵' ومسلم في ۱۵۹۳/۳ الحديث رقم (۹۵۔۲۰۱۱) وأبو داوٗد في السنن ۱۱۸/٤ الحديث رقم ۳۷۳٤' والدارمي في ۱٦۳/۲ الحديث رقم ۲۱۳۱' وأحمد في المسند ۳۱٤/۳۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے ابوحمید انصاریؓ مقام نقیع سے جناب رسول اللہ ﷺ کے لئے کھلے برتن میں دودھ لایا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم اسے ڈھانپ کر کیوں نہ لائے۔ اگر اس پر اتنا ڈھانکنا ہوتا کہ تو عرض میں ایک لکڑی رکھ دیتا تو وہ بھی کفایت کرتا۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

آگ کے متعلق خبردار فرمانا

۳/۴۲۰۵ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا تَتْرُكُوا النَّارَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ حِيْنَ تَنَامُوْنَ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ۸۵/۱۱ الحديث رقم ۱۲۹۳' ومسلم في ۱۵۹٦/۳ الحديث رقم (۱۰۰۔۲۰۱۵)' وأبو داوٗد في السنن ٤۰۸/۵ الحديث رقم ۵۲٤٦' والترمذي في ۲۳۲/٤ الحديث رقم ۱۸۱۳' وابن ماجه في ۱۲۳۹/۲ الحديث رقم ۳۷٦۹' وأحمد في المسند ۷۰/۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم آگ کو گھروں میں مت جلتا چھوڑو۔ یعنی جب آگ سے جلنے کا خطرہ ہو۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ آگ چراغ اور اس کے علاوہ کو شامل ہے اگر قنادیل لٹکے ہوئے ہوں اور جلنے کا خوف نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ وہ اس ممانعت میں داخل نہ ہوں گے۔ کیونکہ علت منتفی تو حکم منتفی ہو۔ کذا قال النووی۔

مولانا عبدالحق: یہ بندہ عرض گزار ہے کہ اگر آگ گھر میں محفوظ رکھی جائے کہ جلنے کا خطرہ نہ ہو تو ممنوع نہ ہوگی مثلاً کسی مصلحت کے لئے سردی میں جلائے۔ (ع)

آگ تمہاری دشمن ہے

۴/۴۲۰۶ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ احْتَرَقَ بَیْتٌ بِالْمَدِیْنَةِ عَلٰی اَهْلِهٖ مِنَ اللَّیْلِ فَحُدِّثَ بِشَاْنِهِ النَّبِیُّ ﷺ قَالَ اِنَّ هٰذِهِ النَّارُ اِنَّمَا هِیَ عَدُوٌّ لَّكُمْ فَاِذَا نِمْتُمْ فَاَطْفِئُوْهَا عَنْكُمْ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۸۵/۱۱ الحدیث رقم ۶۲۹۴' ومسلم فی ۱۵۹۶/۳ الحدیث رقم (۱۰۱-۲۰۱۶)' وابن ماجه فی ۱۲۳۹/۲ الحدیث رقم ۳۷۷۰' وأحمد فی المسند ۳۹۹/۴۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک رات ایک گھر گھر والوں سمیت جل گیا آپ ﷺ سے یہ واقعہ ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ آگ تمہاری دشمن ہے جو تمہارے مال وجان کو نقصان دیتی ہے۔ جب تم سونے لگو تو اس کا ضرر دور کرو۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

الفصل الثانی:

کتوں' گدھوں کی آواز پر اعوذ باللہ پڑھو

۵/۴۲۰۷ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ اِذَا سَمِعْتُمْ نُبَاحَ الْكِلَابِ وَنَهِیْقَ الْحَمِیْرِ مِنَ اللَّیْلِ فَتَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ فَاِنَّهُنَّ یَرَیْنَ مَالَا تَرَوْنَ وَاَقِلُّوا الْخُرُوْجَ اِذَا اَهْدَاتِ الْاَرْجُلُ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یَبُثُّ مِنْ خَلْقِهٖ فِیْ لَیْلَتِهٖ مَا یَشَاءُ وَاَجِیْفُوا الْاَبْوَابَ وَاذْكُرُوْا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهِ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَفْتَحُ بَابًا اِذَا اُجِیْفَ وَذُكِرَاسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَغَطُّوا الْجِرَارَ وَاكْفِئُوا الْاٰنِیَةَ وَاَوْكُوا الْقِرَبَ۔ (رواه فی شرح السنة)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ۳۳۲/۵ الحدیث رقم ۵۱۰۳' وأحمد فی المسند ۳۰۶/۳ والبغوی فی شرح السنة ۳۹۲/۱۱ الحدیث رقم ۳۰۶۰۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم کتوں اور گدھوں کی آواز رات کو سنو تو اس وقت شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو اس لئے کہ کتے اور گدھے اس چیز کو دیکھتے ہیں جس کو تم نہیں دیکھتے۔ یعنی شیاطین اور اس کے لشکر کو دیکھتے ہیں۔ اور اس وقت گھر سے نکلنا کم کرو جب چلنے پھرنے والے پاؤں رک جائیں۔ یعنی لوگوں کی آمد ورفت بند ہو جائے اور رات گئے کم نکلا کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ عزت وجلال والے اپنی مخلوقات کو منتشر کرتا اور پھیلاتا ہے جس کو چاہتا ہے جنات وشیاطین اور موذی جانوروں وغیرہ سے رات کے وقت اور دروازوں کو بند کرو اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لو۔ کیونکہ شیطان اس بند دروازے کو نہیں کھولتا جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو۔ اور ان برتنوں کو ڈھانپ دو جن میں پانی ہو اور برتن الٹ کر رکھو یعنی جبکہ وہ خالی ہوں اور مشکوں کا منہ باندھ دو یہ روایت محی السنہ نے شرح السنہ میں نقل کی ہے۔

چوہے کی شیطنت

۶/۴۲۰۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَآءَ تْ فَارَةٌ تَجُرُّ الْفَتِيْلَةَ فَأَلْقَتْهَا بَيْنَ يَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَلَی الْخُمْرَةِ الَّتِیْ كَانَ قَاعِدًا عَلَيْهَا فَأَحْرَقَتْ مِنْهَا مِثْلَ مَوْضِعِ الدِّرْهَمِ فَقَالَ إِذَا نِمْتُمْ فَأَطْفِئُوْا سُرُجَكُمْ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدُلُّ مِثْلَ هٰذِهٖ عَلٰی هٰذِهٖ فَيُحْرِقُكُمْ۔ (رواہ ابوداود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٥/٤٠٨ الحديث رقم ٣٠٦٠۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ چوہا ایک بتی کو کھینچ لایا اور آپ کے سامنے اس بوریئے پر ڈال دی جس پر آپ تشریف فرما تھے اس کی وجہ سے اس بوریئے سے درہم کی مقدار جل گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا جب تم سوؤ تو چراغ کو گل کر دو اس لئے کہ شیطان اس چوہے جیسے موذی کو ایسے فعل کی راہ دکھلاتا ہے اور جلا دیتا ہے اور اسی حیلہ سے وہ تمہارے جلنے کا باعث بن جاتا ہے ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس باب میں مصنف نے تیسری فصل نہیں لکھی اور اس باب کو فصل ثالث سے خالی رہنے دیا۔ اس کی وجہ اوپر مذکور ہوئی۔

لباس کا بیان

فوائد الباب: لباس مصدر ہے اور یہ ملبوس کے معنی میں ہے جیسے کتاب بمعنی مکتوب یہ علم یعلم سے ہے۔ مصدر لُبس ہے۔ لَبس ہوتو التباس وخلط ملط کے معنی میں آتا ہے اوراس کا باب ضرب ہے۔

الفصل الاول:

حبرہ کی پسندیدگی

۴۲۰۹/۱ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ اَحَبُّ الثِّيَابِ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ اَنْ يَّلْبَسَهَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِبَرَةَ۔

(متفق عليه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/۲۷٦ الحدیث رقم ۵۸۱۳، ومسلم فی صحیحه ۳/۱٦٤۸ الحدیث رقم (۳۲ ـ ۲۰۷۹) وأبو داوٗد فی السنن ٤/۳۳۱ الحدیث رقم ٤۰٦۰ والترمذی فی ٤/۲۱۹ الحدیث رقم ۱۷۸۷، والنسائی فی ۸/۲۰۳ الحدیث رقم ۵۳۱۵، وأحمد فی المسند ۳/۱۳٤۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کپڑوں میں پہننے کے لئے حبرہ بہت پسند تھی۔ یعنی یہ چادر صرف آپ پہنتے تھے۔ یہ بچھانے اور کسی کو دینے کے لئے استعمال نہ ہوتی تھی۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ **اَلْحِبَرَةَ**: یہ زغبۃ کے وزن پر ہے یہ چادر کی افضل اقسام سے ہے۔ اس پر سرخ خطوط ہوتے ہیں اور کبھی یہ سبز خطوط اور سوت کی بنی جاتی ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اسی وجہ سے آپ اسے پسند فرماتے تھے۔ بعض نے کہا کہ اس کو سبز ہونے کی وجہ سے پسند کرتے تھے۔ کیونکہ سبز کپڑا اہل جنت کے لباس سے ہے اور دوسری روایت میں وارد ہوا ہے کہ: **انه كان احب الألوان اليه الخضرة طبرانی الاوسط۔ وابن السنی و ابو نعیم فی الطب ۔**

بعض نے کہا اس کو اس وجہ سے پسند کرتے تھے کہ اس میں سرخ خطوط تھے اور وہ میل کو جلد ظاہر کرنے والا نہیں ہوتا۔

تنگ آستین والے جبے کا استعمال

۳/۴۲۱۲ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَبِسَ جُبَّةً رُوْمِيَّةً ضَيِّقَةَ الْكُمَّيْنِ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱/۴۷۳ الحدیث رقم ۳۶۳' ومسلم فی ۱/۲۲۹ الحدیث رقم (۷۷۔۲۷۴) والترمذی فی السنن ۴/۲۱۰ الحدیث رقم ۱۷۷/۸' وأحمد فی المسند ۴/۲۵۵۔

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے تنگ آستین والا رومی جبہ پہنا۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ایک اور روایت میں آیا ہے۔ کہ آستین ایسی تنگ تھیں کہ جب آپ وضو کرنے لگے تو آستین اوپر نہ چڑھ سکیں بلکہ آپ نے ہاتھ دھونے کے لئے آستین کے نیچے سے نکالے اور یہ بھی وارد ہے کہ یہ سفر کا واقعہ ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں تنگ آستین بنانا مستحب ہے۔ حضر میں نہیں۔ کیونکہ صحابہ کرام کی آستینیں فراخ تھیں۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

ائمہ کا قول یہ ہے کہ آستینوں کا زیادہ فراخ کرنا بدعات مذمومہ کی قسم سے ہے۔ انتہیٰ۔

مگر ممکن ہے کہ ائمہ کے فراخی والے قول کو افراط پر محمول کیا جائے۔ یعنی حد سے زائد کھلا رکھنے پر محمول کیا جائے اور صحابہ کرامؓ سے آستینوں کا کھلا رکھنا وہ فراخی غیر مفرط پر محمول ہے کیونکہ ملتقی میں ذکر کیا گیا کہ آستین کو ایک بالشت فراخ کرنا مستحب ہے۔ یہ ائمہ ہی کی ایک کتاب ہے۔ (ع)

وفات کے وقت پیوند والی چادر

۴/۴۲۱۱ وَعَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ قَالَ اَخْرَجَتْ اِلَيْنَا عَائِشَةُ كِسَاءً مُلَبَّدًا وَاِزَارًا غَلِيْظًا فَقَالَتْ قُبِضَ رُوْحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ هٰذَيْنِ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی ۶/۲۱۲' الحدیث رقم ۳۱۰۸ ومسلم فی ۳/۱۶۴۸ الحدیث رقم (۳۴۔۲۰۸۰)' والترمذی فی السنن ۴/۱۹۶ الحدیث رقم ۱۷۳۳' وأحمد فی المسند ۶/۳۲۔

ترجمہ: حضرت ابو بردہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ایک پیوند والی چادر نکال کر ہمیں دکھائی اور ایک موٹا تہہ بند اور فرمانے لگیں جناب رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک ان دو کپڑوں میں قبض کی گئی۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ آپ ﷺ نے جو دعا کی تھی: اللهم احيني مسكينا و امتني مسكينا...... یہ اسی کا اثر تھا اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو دنیا سے بے رغبتی اور اس کی ٹھاٹھ باٹھ سے نفرت تھی۔ امت کو چاہئے کہ وہ آپ کی ہر خصلت کی اتباع کرے۔ (ع)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چمڑے والا بچھونا

۵/۴۲۱۳ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الَّذِىْ يَنَامُ عَلَيْهِ اَدَمٌ حَشْوُهٗ لِيْفٌ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ٢٨٢/١١ الحديث رقم ٦٤٥٦، ومسلم في ١٦٥٠/٣ الحديث رقم (٣٨-٢٠٨٢)، وأبو داؤد في السنن ٣٨١/٤ الحديث رقم ٤١٤٧، وابن ماجه في ١٣٩٠/٢ الحديث رقم ٤١٥١، وأحمد في المسند ٢٠٧/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچھونا جس پر آپ آرام فرماتے وہ چمڑے کا تھا اور روئی کی جگہ اس میں کھجور کا چھلکا بھرا تھا۔ یہ مسلم و بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ شمائل ترمذی میں وارد ہے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کا بچھونا ٹاٹ کا تھا۔ (ع)

چمڑے کا تکیہ

۶/۴۲۱۳ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ وِسَادُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الَّذِىْ يَتَّكِئُ عَلَيْهِ مِنْ اَدَمٍ حَشْوُهٗ لِيْفٌ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيح ١٦٥٠/٣ الحديث رقم (٣٧-٢٠٨٢)وأبو داؤد في السنن ٣٨١/٤ الحديث رقم ٤١٤٦، والترمذي في ٥٥٥/٤ الحديث رقم ٢٤٦٩۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تکیہ جس پر آپ ٹیک لگاتے وہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کا چھلکا بھرا تھا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **يَتَّكِئُ**: تکیہ لینے کا مطلب بیٹھتے وقت تکیہ لگاتے یا سوتے وقت سر کے نیچے رکھتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سونے اور ٹیک لگانے کے لئے تکیہ بنانا مستحب ہے لیکن آدمی اس میں اسراف نہ کرے اور نہ تنعم و عیش پرستی میں مبتلا ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگاتے اور اس کو پسند کرتے تھے اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر تمہیں کوئی تحفہ میں تکیہ اور خوشبو دے تو رد نہ کرو اور ان احادیث اور اسی طرح کی روایات سے معلوم ہوا کہ آپ کو متاع دنیا سے بے رغبتی تھی اور دنیا میں زہد اختیار فرمانے والے تھے۔ چنانچہ لباس بھی موٹا جھوٹا پہنتے اور پیوند والا استعمال فرماتے اور روایات میں ہے کہ آپ جیسا لباس میسر ہوتا پہنتے اور تکلف نہ فرماتے اور کبھی بیان جواز کے لئے نفیس کپڑے بھی استعمال فرماتے مگر اس کو عادت نہیں بنایا۔ اس لئے تکلف کرنا اور اس کی عادت بنانا خلاف سنت ہے۔ اگرچہ اصل کے لحاظ سے مباح ہے اور اگر کوئی شخص موٹا کپڑا اس لئے پہنے تاکہ اس کا زاہد ہونا ظاہر ہو یا لوگ اس کو سائل سمجھ کر دیں یا ریا و سمعہ کے لئے پہنے تو یہ درست نہیں۔ اکثر اہل خیر و دیانت نے اچھے کپڑے پہن کر اپنے کو لوگوں سے چھپایا ہے اور اپنی عفت و پاک دامنی کو بھی ظاہر نہیں ہونے دیا۔

حاصل: اگر تکبر و اسراف کے طور پر نہ ہو تو کچھ حرج نہیں اور میانہ روی ہر جگہ پسندیدہ ہے۔ (ع۔ ح)

دوپہر کو ابوبکر کے گھر میں آمد

۴۲۱۴/۷ وَعَنْهَا قَالَتْ بَيْنَا نَحْنُ جُلُوْسٌ فِیْ حَرِّ الظَّهِيْرَةِ قَالَ قَائِلٌ لِاَبِیْ بَكْرٍ هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُقْبِلًا مُتَقَنِّعًا۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/۲۷۳ الحدیث رقم ۵۸۰۷، وأبو داوٗد فی السنن ۴/۳۴۳ الحدیث رقم ۴۰۸۳، وأحمد فی المسند ۶/۱۹۸۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم اپنے گھر میں بیٹھے تھے اور دوپہر کا وقت تھا کہ کسی کہنے والے نے کہا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہ یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو چادر کے ایک کنارے سے سر کو ڈھانکے ہوئے تشریف لا رہے ہیں۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ مُتَقَنِّعًا: سر مبارک کو چادر سے دھوپ کی بناء پر ڈھانک رکھا تھا یا تا کہ آپ کو پہچانا نہ جا سکے۔ یہ روایت حدیث ہجرت کا ایک حصہ ہے اور بیعت عقبہ کے بعد کا واقعہ ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مکہ سے حکم ہجرت کے حکم کے منتظر تھے اور حضرت ابوبکرؓ نے آپ سے رفاقت سفر کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ہجرت کا حکم ہوا تو تو میرے ساتھ چلے گا۔ پس اسی طرح ہوا اور اچانک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لے گئے اور اطلاع دی کہ ہجرت کا حکم ہو چکا ہے اور یہ حکم بھی ہوا ہے کہ میں ہجرت کروں تو تمہیں ساتھ لے جاؤں۔ پس آپ رات کو ابوبکرؓ کے گھر کی اس کھڑکی سے نکل کر روانہ ہوئے جو جبل ثور کی طرف کھلتی تھی یہ جبل ثور اسفل مکہ کی جانب واقع ہے۔ غار ثور میں تین دن قیام رہا۔ الی آخر القصھة ۔(ع)

تین بستر کفایت کرنے والے ہیں

۴۲۱۶/۸ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَهٗ فِرَاشٌ لِلرَّجُلِ وَفِرَاشٌ لِامْرَاَتِهٖ الثَّالِثُ لِلضَّيْفِ وَالرَّابِعُ لِلشَّيْطَانِ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ۳/۱۶۵۱ الحدیث رقم (۴۱۔۲۰۸۴)، وأبو داوٗد فی السنن ۴/۲۷۹، الحدیث رقم ۴۱۴۲، والنسائی فی ۶/۱۳۵ الحدیث رقم ۳۳۸۵، وأحمد فی ۳/۲۹۳۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک بچھونا مرد اور دوسرا عورت کے لئے اور تیسرا مہمان کے لئے اور چوتھا شیطان کے لئے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ آدمی کو تین بچھونے چاہئیں ایک اپنے اور ایک بیوی کے لئے شاید کہ اسے کسی مرض کی وجہ سے یا عذر کی بناء پر الگ سونا پڑے ورنہ بیوی کے ساتھ سونا طریقہ سنت کے موافق تر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کے ساتھ سوتے تھے۔ اگر کوئی مہمان آئے تو تیسرا بچھونا اس کو دیا جائے گویا یہ تین کفایت کرنے والے ہیں اور ان سے زیادہ اسراف ہے جیسا کہ فرمایا شیطان کے

لئے۔شیطان کی طرف نسبت کی وجہ اس کا قدر ضرورت سے زائد ہونا ہے اور مفاخرت کا محل ہے اور مفاخرت دینا شیطان کا فعل ہے اس لئے اس کی طرف نسبت کی۔ چونکہ وہ زائد از حاجت ہے تو اس پر شیطان رات گزارتا ہے اور اگر کسی کی عادت سخاوت کی ہو اور اس کے ہاں مہمانوں کی آمد ہو تو بستر زیادہ ہونا مذموم نہیں۔ مذموم وہ ہے جو مفاخرت کی غرض سے ہو۔(ح)

ازار دراز نظر رحمت سے محروم

۹/۴۲۱۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا یَنْظُرُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِلٰی مَنْ جَرَّ اِزَارَهٗ بَطَرًا۔

(متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۲۵۷/۱۰ الحدیث رقم ۵۷۸۸، ومسلم ۱۶۵۳/۳ الحدیث رقم (۴۸، ۲۰۱۸) وابن ماجه فی ۱۱۸۲/۲ الحدیث رقم ۳۵۷۱ و مالك فی المؤطا ۹۱۴/٤ الحدیث رقم ۱۰ من کتاب اللباس وأحمد فی المسند ۴۷۹/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کی طرف نہیں دیکھے گا یعنی نظر رحمت نہ فرمائے گا جو شخص اپنی ازار دراز کرے۔ یعنی ٹخنے سے ازار نیچی رکھے اور اس کا مقصد تکبر اور اترانا ہو۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ تکبر کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر اس نیت کے بغیر اپنے ازار کو دراز کرے تو وہ حرام نہیں مگر کراہت تنزیہی سے وہ بھی خالی نہیں اور اگر کسی مرض و سردی کے عذر سے دراز کرے تو وہ مکروہ بھی نہیں۔(ح)

تکبر سے چادر گھسیٹنے والا رحمت سے محروم

۱۰/۴۲۱۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُیَلَاءَ لَمْ یَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَیْهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔

(متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۲۵۴/۱۰ الحدیث رقم ۵۷۸۴، ومسلم فی ۱۶۵۲/۳ الحدیث رقم (۴۴ـ۲۰۸۵)، وأبو داوٗد فی السنن ۳۴۵/٤ الحدیث رقم ۴۰۸۵، والنسائی فی ۲۰۶/۸ الحدیث رقم ۵۳۲۸، وابن ماجه فی ۱۱۸۱/۲ الحدیث رقم ۳۵۶۹، ومالك فی الموطأ ۹۱۴/۲ الحدیث رقم ۱۱ من کتاب اللباس، وأحمد فی المسند ۱۰۰/۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص تکبر کی بنا پر اپنی چادر گھسیٹے گا اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر نہ فرمائیں گے یعنی نظر رحمت نہ فرمائیں گے یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ثَوْبَهٗ: یہاں کپڑا عام ہے خواہ چادر، قمیص، پائجامہ، انگرکھا، قباء، فرغل، دوپٹہ وغیرہ تمام ممانعت میں داخل ہیں۔(ع)

متکبر کی فوری پکڑ

۱۱/۴۲۱۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَجُرُّ اِزَارَهٗ مِنَ الْخُيَلَاءِ خُسِفَ بِهٖ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِي الْاَرْضِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحيحه ٥١٥/٦ الحديث رقم ٣٤٨٥، والنسائی فی ٢٠٦/٨ الحديث رقم ٥٣٢٦، وأحمد فی المسند ٦٦/٢۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص تکبر کی وجہ سے اپنے ازار کو گھسیٹتا جا رہا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا وہ قیامت تک دھنستا جائے گا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

① یہ گزشتہ امتوں میں سے کسی شخص کے اس عذاب میں مبتلا ہونے کی خبر دی یہی قول زیادہ صحیح ہے۔
② ممکن ہے اس امت میں کسی کے ساتھ یہ معاملہ ہوگا یقینی وقوع کی وجہ سے ماضی سے خبر دی گئی ہے۔ امام بخاری نے اس روایت کو حالات بنی اسرائیل میں ذکر کر کے قول اول کی توثیق کی ہے۔
③ بعض نے قارون مراد لیا ہے (ح)

آگ میں جلنے والے ٹخنے

۱۲/۴۲۱۹ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِي النَّارِ۔

(رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحيحه ٢٥٦/١٠ الحديث رقم ٥٧٨٧، والنسائی فی ٢٠٧/٨ الحديث رقم ٥٣٣٠، وابن ماجه فی ١١٨٣/٢ الحديث رقم ٣٥٧٣، وأحمد فی المسند ٤٦١/٢۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چیز ٹخنوں سے ازار کی قسم سے نیچی ہوگی وہ آگ میں جائے گی۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ❁ فِي النَّارِ: ٹخنے سے نیچے جتنے حصے قدم پر ازار لٹکتی ہوگی وہ آگ میں ڈالے جائیں گے۔

نمبر۲: یہ مذموم فعل ہے اور دوزخ والوں کی عادات میں داخل ہے درازی ازار کے سلسلہ میں شدید وعید وارد ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ ایک نیچے پائینچے والا نماز ادا کر رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نماز و وضو کے اعادہ کا حکم فرمایا شروع کتاب میں یہ روایت مذکور ہے اور ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ شعبان کی پندرہویں رات تین آدمیوں کے سوا تمام کی بخشش کر دی جاتی ہے ان میں ایک (ماں و باپ کا) عاق، شراب کا عادی، ازار کو لٹکانے والا ہیں۔

تحقیقی قول:

درازی کا حکم تمام کپڑوں پر لاگو ہوتا ہے یعنی جو کپڑا بھی ضرورت کی مقدار سے زائد اور سنت کے خلاف ہوگا وہ ممنوع درازی میں شامل ہے ازار کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ چیز عموماً اسی میں واقع ہوتی ہے۔ زمانہ نبوت میں لوگوں کا لباس چادر و ازار تھے۔ دوسری فصل میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت الاسبال فی الازار والقمیص والعمامة من جر منها شیئا خیلاء...... اسی طرح اس فصل میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت بھی گزری ہے اس میں بھی صرف کپڑا مذکور ہے۔ ازار میں عزیمت یہ ہے کہ نصف پنڈلی تک ہو اور آپ کی ازار اسی طرح تھی اور رخصت کا درجہ ٹخنوں کے اوپر تک ہے اور دامن اور پیراہن قباء کا بھی یہی حکم ہے۔

آستین میں سنت ہاتھ کے بند تک ہے اور عمامہ میں اسبال یہ ہے کہ شملہ عادت سے زائد غرض میں چھوڑا جائے اور اس کی انتہاء نصف پشت تک ہے اور اس سے زائد بدعت اور ممنوعہ درازی میں داخل ہے اور بعض عرب کے شہروں میں بڑے بڑے عمامے اور لمبی لمبی آستینیں خلاف سنت ہیں۔ ان میں جو درازی بطور تکبر ہو وہ تو حرام ہے اور جو عرف عادت کے طور ہو وہ مکروہ ہے اور عورتوں کے لئے بھی دراز کپڑے حرام ہیں مگر ان کے لئے ایک بالشت یا دو بالشت کی مقدار جائز ہے جو مردوں سے زائد ہوتا ہے کہ اس سے ستر پوشی کا قصد ہو تو باعث ثواب ہے۔ حضرت ام سلمہؓ کی روایت جو دوسری فصل میں آئے گی اس میں اسی طرح ہے۔

ایک اہم تنبیہ:

حضرت شیخ عبدالحق اور شاہ اسحاق رحمہم اللہ نے ترجمہ کے وقت طوالت کو ترک کرتے ہوئے سند کا ترجمہ نہیں کیا اور حوالے کا بھی ترجمہ نہیں کیا بلکہ عموماً صحابی یا تابعی کا نام لکھنے اور کتاب کا حوالہ دینے پر اکتفا کیا ہے۔ ہم نے بھی یہی راستہ اپنایا ہے۔ البتہ مشکل سند کو کھول دیا گیا ہے۔ تھوڑی عقل والا بھی سمجھ جائے گا۔

بائیں ہاتھ سے بلا مجبوری کھانے کی ممانعت

۴۲۲۰/۱۳ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يَّاْكُلَ الرَّجُلُ بِشِمَالِهٖ اَوْ يَمْشِيَ فِيْ نَعْلٍ وَّاحِدَةٍ وَاَنْ يَّشْتَمِلَ الصَّمَّاءَ اَوْ يَحْتَبِيَ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ كَاشِفًا عَنْ فَرْجِهٖ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ۱۶۶۱/۳ الحديث رقم (۷۰-۲۰۹۹) ومالك في الموطأ ۹۲۲/۲ الحديث رقم ۵ من كتاب صفة النبي ﷺ وأحمد في المسند ۲۹۳/۳۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کو بائیں ہاتھ سے نہ کھانا چاہئے اسی طرح ایک جوتے میں چلنے سے منع فرمایا اور جسم پر کپڑے کو اس طرح لپٹنے سے منع فرمایا کہ ہاتھ بھی اندر لپٹ جائیں یا ایک کپڑے میں گوٹھ مار کر بیٹھنے سے منع فرمایا جبکہ ستر کھلا ہو۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **اَنْ یَّاْکُلَ** : بائیں ہاتھ کے ساتھ کھانے کی ممانعت تنزیہی ہے اور بعض نے کہا کہ تحریمی ہے اور ایک جوتے سے چلنا خلاف وقار ہے اور جوتا اونچا ہو تو گرنے اور ٹھوکر کا باعث بنے گا۔

یَّشْتَمِلَ الصَّمَّآءَ : کپڑے کو بدن پر اس طرح لپیٹ لے کہ تمام بدن ڈھک جائے اور کپڑے کی کوئی طرف نہ اٹھائی جاسکے کہ جس سے ہاتھ نکل سکیں۔ اس طرح پہننے والا طوق پہننے والے کی طرح ہو جاتا ہے۔ عرب اس کو اشتمال الصماء کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ تمام راستوں کو اسی طرح بند کرتا ہے جس طرح سخت پتھر بند کرتا ہے۔ صماء وہ سخت پتھر جس میں کوئی شگاف اور پھٹن نہ ہو۔

علامہ ابن ہمام نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ اشتمال صماء نماز میں مکروہ ہے اور وہ ایک کپڑے میں اپنے سر سمیت تمام بدن کو لپیٹنا ہے جس میں ہاتھوں کے نکلنے کی جگہ بھی نہ چھوڑی جائے۔

امام محمد رحمۃ اللہ کا قول:

ان کے ہاں شرط یہ ہے کہ اس نے ازار نہ پہن رکھی ہو دیگر علماء کے ہاں یہ شرط نہیں۔

نووی رحمۃ اللہ کا قول: فقہاء کے ہاں اشتمال صماء یہ ہے کہ بدن پر ایک کپڑا اور پھر اس کے اوپر دوسرا کپڑا اور پھر اس کی ایک جانب کندھے پر اٹھا کر رکھ لے۔ یہ حرام ہے۔ اس لئے کہ اس سے ستر کھل جاتا ہے۔ انتہیٰ۔

حَاصِل کلام یہ ہے: اگر اس سے ستر کا کھلنا یقینی ہو تو یہ حرام ہے اگر کھلنے کا احتمال ہو تو مکروہ ہے۔

یَحْتَبِیَ : گوٹھ مار کر بیٹھنا یہ ہے کہ دونوں چوتڑوں پر بیٹھے اور پنڈلیاں کھڑی کرے اور دونوں ہاتھ ان پر لپیٹ لے یا کپڑا دونوں ہاتھوں اور پنڈلیوں پر لپیٹ لے۔ اس طرح بیٹھنا تب ممنوع ہے جبکہ اس کے پاس فقط چادر ہو۔ کہ اس طرح کرنے سے ستر کھل جائے گا۔ ورنہ جائز بلکہ مستحب ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی حالت کے علاوہ کعبہ کے سامنے چادر اور ہاتھوں سے گوٹھ مار کر بیٹھتے تھے۔ اسی لئے اگر بڑی چادر ہو کہ ستر نہ کھلے تو جائز ہے۔

ریشم پہننے والا آخرت کے ریشم سے محروم

۱۴/۴۲۲۱ وَعَنْ عُمَرَ وَاَنَسٍ وَابْنِ الزُّبَیْرِ وَاَبِیْ اُمَامَۃَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ مَنْ لَبِسَ الْحَرِیْرَ فِی الدُّنْیَا لَمْ یَلْبَسْہُ فِی الْاٰخِرَۃِ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/۲۸٤ الحدیث رقم ۵۸۳۲ عن انس و ۵۸۳۳ عن ابن ازبیر و ۵۸۳٤ عن عمر ومسلم فی ۱٦٤۵/۳ الحدیث رقم (۲۱-۲۰۷۳) عن انس و فی ۱٦٤۱/۳ الحدیث رقم (۱۱-۲۰٦۹) عن عمر، وفی ۱٦٤٦/۳ الحدیث رقم (۲۲-۲۰۷٤) عن أبی أمامة-وابن ماجه عن انس فی السنن ۱۱۷۸/۲ الحدیث رقم ۳۵۸۸، وأحمد فی المسند ٤/۵ عن ابن ازبیر۔

تَرْجَمہ: حضرت عمر، انس، ابن زبیر، ابوامامہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے دُنیا میں ریشم

پہنا وہ آخرت میں نہ پہنے گا۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یہ روایت حلال سمجھ کر استعمال کرنے والے پر محمول ہے یا پھر زجر و تہدید پر یا ایک مدت تک یعنی جنت میں اولی داخلہ نہ ہوگا کیونکہ اہل جنت کا لباس جنت میں حریر ہوگا۔

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اکثر کے ہاں اس کی تاویل یہ ہے کہ وہ شخص سابقین و فائزین اولین میں داخل نہ ہوگا۔ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس کو حضرت جویریہؓ سے احمد رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے من لبس الحرير في الدنيا البسه الله يوم القيامة ثوبا من النار۔ کہ جس نے دنیا میں ریشم پہنا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے آگ کا کپڑا پہنائیں گے۔

دُنیا میں ریشم والا آخرت کے ریشم سے محروم

۴۲۲۲/۱۵ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّمَا يَلْبَسُ الْحَرِيْرَ فِى الدُّنْيَا مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ۔ (متفق عليه)

أخرجه البخاري في صحيحه ۲۸۵/۱۰ الحديث رقم ۵۸۳۵، ومسلم في ۱۶۳۹/۳ الحديث رقم (۷۔۲۰۶۸)
أبو داؤد في السنن ۱۴۹/۱ الحديث رقم ۱۰۷۶۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے دنیا میں ریشم پہنا اس کا آخرت میں حصہ نہیں۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ لَا خَلَاقَ : یعنی اس کا آخرت پر اعتقاد میں حصہ نہیں۔ نمبر۲ ریشم پہننے سے آخرت میں ریشم کا حصہ نہیں۔ جیسا کہ اوپر والی روایت میں ہے۔ لايلبسه في الآخرة تو یہ جنت میں داخل نہ ہونے سے کنایہ ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا: ”ولباسهم فيها حرير“ (القرآن) پس اس صورت میں یہ روایت کافر سے متعلق ہوگی البتہ مومن کے حق میں تغلیظ و تشدید اظہار کے لئے ہے۔ نمبر۲ ابتداء میں اس کا داخلہ نہ ہوگا اور آگ کے کپڑے کا عذاب سہنے کے بغیر جنت میں نہ جائے گا۔

ریشم و سونے چاندی کے برتنوں کی ممانعت

۴۲۲۳/۱۶ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ نَشْرَبَ فِىْ اٰنِيَةِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ وَاَنْ نَّاْكُلَ فِيْهَا وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ وَاَنْ نَّجْلِسَ عَلَيْهِ۔ (متفق عليه)

أخرجه البخاري في صحيحه ۲۹۱/۱۰ الحديث رقم ۵۸۳۷، ومسلم في ۱۶۳۷/۳ الحديث رقم (۲۰۶۷/۴)، وأبو داؤد في السنن ۱۱۲/۴ الحديث رقم ۳۷۲۷، والترمذي في ۲۶۴/۴ الحديث رقم ۱۸۷۸، وابن ماجه في ۱۱۳۰/۲ الحديث رقم ۳۴۱۴، وأحمد في المسند ۳۹۷/۵۔

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ان باتوں سے منع فرمایا۔ نمبر۱ چاندی وسونے کے برتنوں میں پینے اور کھانے سے۔ نمبر۲ ریشم پہننے سے خواہ وہ موٹا ہو یا باریک۔ نمبر۳ ریشم (کے گدے) پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ⊛ 'اٰنِیَۃ الفِضَّۃِ : سونے' چاندی کے برتنوں سے متعلق اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔

فتاویٰ قاضی خان کا اقتباس:

جس طرح ریشم کا استعمال بالغ کو حرام ہے۔ اسی طرح لڑکوں کو بھی اس کا پہننا ناجائز وحرام ہے اور اس کا گناہ پہنانے والے کو ہوتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ریشم کے کپڑے کو بچھا کر سونے میں اور بچھانے میں حرج نہیں۔ اسی طرح تکیہ اور پردہ حریر میں بھی حرج نہیں۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ سب مکروہ ہے۔

حاصل یہ ہے: کہ اس روایت کی نہی صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں تحریم پر دلالت کرتی ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں یہ نہی تنزیہی ہے جیسا کہ لباس کے قول میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا۔ کیونکہ پرہیزگار وہ شخص ہے جو مالا بأس فیہ سے اپنے کو بچائے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس میں حرج ہو اور اس روایت کا یہی مطلب ہے۔ دع مایریبك الی مالا یریبك ...... پس امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی حرمت پر قطعی دلیل نہ ملی تو انہوں نے نہی تنزیہی قرار دی اور جن نصوص میں ریشم کی تحریم وارد ہے۔ ان کا اطلاق بیٹھنے پر نہیں ہوتا بلکہ پہننے پر ہے اس لئے تنزیہی کا حکم دیا۔

ریشمی کپڑا عورتوں کے لئے درست ہے

۴۲۲۴/۱۷ وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ اُهْدِیَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حُلَّةٌ سِیَرَاءُ فَبَعَثَ بِهَا اِلَیَّ فَلَبِسْتُهَا فَعَرَفْتُ الْغَضَبَ فِیْ وَجْهِهٖ فَقَالَ اِنِّیْ لَمْ اَبْعَثْ بِهَا اِلَیْكَ لِتَلْبَسَهَا اِنَّمَا بَعَثْتُ بِهَا اِلَیْكَ لِتُشَقِّقَهَا خُمُرًا بَیْنَ النِّسَآءِ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۲۲۹/۵ الحدیث رقم ۲۶۱۴' ومسلم فی ۱۶۴۴/۳ الحدیث رقم (۱۰۷۔۲۰۷۱)' والنسائی فی ۱۹۷/۸ الحدیث رقم ۵۲۹۸' وابن ماجه فی ۱۱۸۹ الحدیث رقم ۳۵۹۶۔

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے لئے ایک جوڑا بھیجا گیا جس میں تہہ بند اور خطوط والی ریشمی تھی چادر تو آپ ﷺ نے اسے میری طرف بھیج دیا تو میں نے اسے پہن لیا تو میں نے آپ ﷺ کے چہرہ پر غصہ کے آثار پائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے یہ اس لئے تیری طرف نہ بھیجا تھا کہ تو اسے پہن لے میں نے اس لئے بھیجا تھا کہ عورتوں کے درمیان اس کو پھاڑ کر اوڑھنی کے لئے تقسیم کردو۔

تشریح ⊛ حضرت علیؓ نے یہ سمجھا کہ یہ ریشم آپ نے پہننے کو بھیجا ہے۔ اگر اس کا پہننا مطلقاً ناجائز ہوتا تو آپ ﷺ ان کی

طرف نہ بھیجتے اور آپ اس لئے ناراض ہوئے کیونکہ اس میں اکثریا تمام ریشم تھا یا اس لئے ناراض ہوئے کہ انہیں سوچنا چاہئے تھا کہ یہ متقین کا لباس نہیں ہے۔ اگرچہ اس میں ریشم کی اتنی مقدار تھی کہ جس کا پہننا جائز تھا مگر یہ ان کی شان وعظمت کے لائق نہ تھا کہ وہ اس کو پہنتے۔

مرد کے لئے ریشمی پٹی کی اجازت

۱۸/۴۲۲۵ وَعَنْ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَھٰی عَنْ لُبْسِ الْحَرِیْرِ اِلَّا ھٰکَذَا وَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِصْبَعَیْہِ الْوُسْطٰی وَالسَّبَّابَۃَ وَضَمَّھُمَا (متفق علیہ) وفی روایۃ لمسلم) اَنَّہٗ خَطَبَ بِالْجَابِیَۃِ فَقَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنْ لُبْسِ الْحَرِیْرِ اِلَّا مَوْضِعَ اِصْبَعَیْنِ اَوْ ثَلَاثٍ اَوْ اَرْبَعٍ.

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/۲۸۴ الحدیث رقم ۵۸۲۹' ومسلم فی ۳/۱٦٤۲ الحدیث رقم (۱۲۔۲۰٦۹) ۔ أخرجه فی صحیحه ۳/۱٦٤۳ الحدیث رقم (۱۵۔۲۰٦۹)' وأبو داوٗد فی السنن ٤/۳۰۲۱ الحدیث رقم ٤۰٤۲' والترمذی فی ٤/۱۹۰ الحدیث رقم ۱۷۲۱۔

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ریشم پہننے سے منع فرمایا مگر اتنی مقدار جو دو انگشت کی مقدار ہو۔ آپ نے (اس کی وضاحت کے لئے) دو انگلیاں وسطی وسبابہ اٹھائیں اور ان دونوں کو ملایا کہ اتنی مقدار لباس میں ہو تو مباح ہے۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے جابیہ (شام کا شہر) میں خطبہ دیا اور فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے ریشم پہننے سے منع فرمایا مگر دو انگلیوں یا تین یا چار انگشت کی مقدار۔

تشریح ۞ پہلی روایت سے دو انگشت کی مقدار ریشم کا پہننا مباح معلوم ہوا تھا مگر دوسری روایت سے چار انگشت کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ جمہور علماء کا یہی مذہب ہے۔

طیلسانی وکسروانی جبہ کا استعمال

۱۹/۴۲۲٦ وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ اَنَّھَا اَخْرَجَتْ جُبَّۃَ طَیَالِسَۃٍ کِسْرَوَانِیَّۃً لَھَا لِبْنَۃُ دِیْبَاجٍ وَفُرْجَیْھَا مَکْفُوْفَیْنِ بِالدِّیْبَاجِ وَقَالَتْ ھٰذِہٖ جُبَّۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ کَانَتْ عِنْدَ عَائِشَۃَ فَلَمَّا قُبِضَتْ قَبَضْتُھَا کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَلْبَسُھَا وَنَحْنُ نَغْسِلُھَا لِلْمَرْضٰی نَسْتَشْفِیْ بِھَا۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ۳/۱٦۳۱ الحدیث رقم (۱۰ ۲۰٦۹) وأبو داوٗد فی ۳/۳۲۸ الحدیث رقم ٤۰۵٤۔

ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک طیلسانی کسروانی جبہ نکالا اس میں ریشمی ٹکڑا گریبان پر سلا ہوا تھا یعنی بطور سنجاف سلا تھا اور میں نے دونوں کشادگیوں کو دیکھا کہ ان کے ساتھ بھی ریشمی کپڑا سلا تھا۔ حضرت اسماءؓ کہنے لگیں یہ جناب رسول اللہ ﷺ کا وہ جبہ ہے جو عائشہ ؓ کے پاس تھا ان کی وفات پر میں نے ان سے لیا یعنی یہ مجھے میراث میں ملا ہے۔ کیونکہ یہ حضرت عائشہ ؓ کی بہن تھیں۔ آپ ﷺ اس کو کبھی کبھی پہنتے تھے۔ ہم اس کو پانی میں دھو کر

بیماروں کوامراض کے لئے اس کا پانی پلاتے ہیں۔یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ طیالس: یہ طیلسان کی جمع ہے یہ طالسان کا معرب ہے وہ چادر جو سیاہ اون سے بنتی ہے۔

کسروانی: یہ کسری کی طرف نسبت ہے یہ خسرو کا معرب ہے۔جوایران کے بادشاہ کا لقب ہے۔

فرجیھا: دونوں کشادگیوں سے مراد اگلی اور پچھلی جانب کی کشادگی جیسا کہ بعض جبوں میں معلوم ہے کہ اگلی اور پچھلی جانب دامن میں چاک بنے ہوتے ہیں۔راوی کہتا ہے کہ میں نے دونوں چاکوں کو دیکھا کہ ان پر ریشم کی سنجاف لگی تھی حضرت اسماءؓ کے اس جبہ کو دکھانے کی غرض یہ تھی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے جو برکات کا باعث ہے اور یہ بیان کرنے کا مطلب کہ اگر اس طرح کی سنجاف ریشمی جبہ پر لگی ہو تو جائز ہے۔کہ اس کو استعمال کریں چنانچہ آپ ﷺ نے اسے پہنا ہے۔

سوال: دوسری فصل میں عمران بن حصینؓ کی روایت وارد ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ریشمی سنجاف والی قمیص نہیں پہنتا۔یہ روایت اس روایت کے خلاف ہے۔

جواب: حضرت عمران والی روایت اس پر محمول ہے کہ سنجاف ریشمی چار انگشت ہونی چاہئے اور اس روایت میں اس کم کو بیان کیا گیا۔

نمبر۲: روایت عمران کا تعلق تقویٰ وورع سے ہے اور روایت اسماءؓ اصل جواز کو ثابت کرتی ہے۔

نمبر۳: بعض کہتے ہیں کہ قمیص میں تجمل جبہ کی بنسبت زیادہ ہوتا ہے جیسا کہ معمول ہے۔

نَغْسِلُهَا: یعنی اس کو دھو کر اس کا پانی مریضوں کو پلاتے ہیں تاکہ وہ بیماری صحت یاب ہوں شفاء اس پانی کے ذریعہ یا جبہ کے ذریعہ طلب کرتے ہیں۔کہ اسے مریض کے سر آنکھوں پر رکھ دیا جائے تاکہ اس کو شفاء ہو جائے یا ہاتھ لگا کر یا بوسہ دے کر برکت حاصل کرتے ہیں۔واللہ اعلم

مریض کے لئے ریشم کی اجازت

۴۲۲۷/۲۰وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِلزُّبَيْرِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فِيْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ لِحِكَّةٍ بِهِمَا (متفق عليه وفى رواية لمسلم) **قَالَ اِنَّهُمَا شَكَوَا الْقُمْلَ فَرَخَّصَ لَهُمَا فِيْ قُمُصِ الْحَرِيْرِ۔**

أخرجه البخارى فى صحيحه ۲۹۵/۱۰ الحديث رقم ۵۸۳۹، ومسلم فى۱٦٤٦/۳ الحديث رقم (۲۵-۲۰۷٦)، وأبو داؤد فى السنن ۳۲۹/٤ الحديث رقم ٤۰۵٦، والترمذى فى ۱۹۰/٤ الحديث رقم ۱۷۲۲، والنسائى فى ۲۰۲/۸ الحديث رقم ۵۳۱۰، وابن ماجه فى ۱۱۸۸/۲ الحديث رقم ۳۵۹۲، وأحمد فى المسند ۱۲۲/۳۔

تَرْجَمہ: حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ حضرت زبیر اور عبدالرحمان بن عوفؓ کو ریشم پہننے کی اجازت دی کیونکہ ان کو خارش تھی جو جوؤں کی وجہ سے تھی جیسا کہ اگلی روایت میں ہے۔اس کو بخاری ومسلم نے نقل کیا ہے۔ مسلم کی ایک روایت اس طرح ہے کہ حضرت انس ؓ کہتے ہیں کہ ان دونوں حضرات نے جوؤں کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے ان کو ریشم کی قمیص پہننے کی اجازت دی۔

تشریح ۞ موجز: میں تحریر کیا گیا ہے کہ ریشم گرم اور مفرح ہے اور اس کا پہننا جوؤں کو دفع کرتا ہے۔

کسم سے رنگے کپڑے مردوں کو جائز نہیں

۴۲۲۸/۲۱ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ قَالَ رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَلَیَّ ثَوْبَیْنِ مُعَصْفَرَیْنِ فَقَالَ اِنَّ ھٰذِہٖ مِنْ ثِیَابِ الْکُفَّارِ فَلَا تَلْبَسْھُمَا وَفِیْ رِوَایَۃٍ قُلْتُ اَغْسِلُھُمَا قَالَ بَلْ اَحْرِقْھُمَا رواہ مسلم وسنذکر حدیث عائشۃ خرج النبی ﷺ ذات غداۃ فی باب منا قب اھل بیت النبی ﷺ۔

أخرجه مسلم فی صحیحه ۱۶۴۷/۳ الحدیث رقم (۲۷۔۲۰۷۷)' والنسائی فی السنن ۲۰۳/۸ الحدیث رقم ۵۳۱۶' وأحمد فی المسند ۱۶۲/۲۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو ابن عاصؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے کسم سے رنگے ہوئے کپڑوں میں ملبوس دیکھا تو آپ نے ارشاد فرمایا یہ کفار کے کپڑوں میں سے ہے جو حلال وحرام میں تمیز نہیں کرتے اور نہ ہی مردوں عورتوں کے لباس میں تمیز کرتے ہیں ان کو مت پہنو میں نے کہا کیا میں ان کو دھوڈالوں آپ نے فرمایا ان کو جلا دو یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ جلانے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے ان کے اتار دینے کے سلسلے میں مبالغہ فرمایا کہ ان کو اپنی ملکیت سے خارج کردو خواہ بیع کردو یا ہبہ غرضیکہ اپنے پاس مت رکھو اور دھونے کا حکم اس وجہ سے نہ فرمایا کہ کسم کا رنگا ہوا کپڑا اگرچہ مردوں کو حرام ہے اور مکروہ ہے مگر عورتوں کے لئے مکروہ نہیں تو دھونے میں مال کا ضیاع لازم آتا ہے بس یا تو اپنی عورتوں کو دے دو یا بیچ ڈالو یا دوسری عورتوں کو دے دو تا کہ وہ اس سے فائدہ اٹھائیں اور ایک روایت میں وارد ہے کہ عبداللہ بن عمرو کو آپ ﷺ نے ان کپڑوں کو جلا دینے کا حکم فرمایا جب وہ دوسرے دن حاضر ہوئے اور حقیقت حال کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا تم نے وہ کپڑے اپنی عورتوں کو کیوں نہ پہنا دیئے کیونکہ عورتوں کو ان کا پہننا جائز ہے اس روایت کے قرینہ کی وجہ سے شارحین حدیث نے جلانے کے لفظ کو ظاہر کے خلاف پر محمول کیا ہے۔

نمبر۲: بعض لوگوں نے جلانے کو اس کے اثر کو زائل کرنے سے مبالغہ قرار دیا ہے مگر یہ روایت و درایت کے خلاف ہے۔

ایک اہم تنبیہ:

کسم کو پہننے کے سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے بعض اس کو مطلق حرام مانتے ہیں اور بعض مباح قرار دیتے ہیں۔ نمبر۲ بعض کہتے ہیں کہ بننے کے بعد رنگا ہو تو حرام ہے اور دوسروں کا قول یہ ہے کہ رنگنے کے بعد بنا ہو تو مباح ہے۔ نمبر۳ بعض کہتے ہیں کہ اگر بو اس کی زائل ہو جائے تو مباح ہے ورنہ حرام ہے۔ نمبر۴ بعض کہتے ہیں کہ اس کا مجالس میں پہننا مکروہ ہے گھر میں درست ہے۔ نمبر۵ احناف کا مختار قول یہ ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے اور اس میں نماز بھی مکروہ ہے۔ نمبر۶ سرخ رنگ کے متعلق جو کسم کے علاوہ ہو اس میں بھی اختلاف ہے چنانچہ علامہ قسطلانی کے استاد شیخ قاسم حنفی جو متاخرین میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں انہوں نے

سرخ رنگ کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے پس ہر سرخ رنگ حرام و مکروہ ہے۔ واللہ اعلم (ح)

ہم عنقریب حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت مناقب اہل بیت کے اندر ذکر کریں جس کی ابتداء اس طرح ہے۔ خرج النبی ﷺ......

الفصل الثانی:

قمیص کی پسندیدگی

۲۲/۴۲۲۹ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ کَانَ اَحَبُّ الثِّیَابِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْقَمِیْصَ۔

(رواہ الترمذی وابوداود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٣١٢ الحدیث رقم ٤٠٢٥، والترمذی فی ٤/٢٠٨ الحدیث رقم ١٧٦٢۔

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں میں سے قمیص بہت محبوب تھا۔ یہ ترمذی اور ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ مرغوب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے اعضاء خوب چھپتے ہیں اور بدن پر ہلکا پھلکا رہتا ہے اور پہننے والے کے مزاج میں تواضع کو ظاہر کرتا ہے اور ظاہر بات ہے کہ جو چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب اور مرغوب ہوگی اس میں اسرار و انوار ہوں گے جو دوسرے میں نہیں ہوں گے جیسا کہ تمام مستحبات کا حکم ہے۔ (ح)

آستین گٹے تک

۲۳/۴۲۳۰ وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ یَزِیْدَ قَالَتْ کَانَ کُمُّ قَمِیْصِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِلَی الرُّصْغِ۔

(رواہ الترمذی وابوداود وقال الترمذی ھذحدیث حسن غریب)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٣١٣ الحدیث رقم ٤٠٢٥، والترمذی فی ٤/٢٠٩ الحدیث رقم ١٧٦٥۔

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزیدؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص مبارک کی آستین ہاتھ کے گٹے تک تھی یہ ترمذی اور ابوداؤد کی روایت ہے۔ ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح ۞ بعض روایات میں آپ کے آستین کا انگلیوں کے سروں تک ہونا بھی معلوم ہوتا ہے اور آپ کے کرتے کی لمبائی ٹخنوں سے اوپر تک تھی۔ (ح۔ ع)

دائیں طرف سے پہننے کی ابتدا

۲۴/۴۲۳۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا لَبِسَ قَمِیْصًا بَدَاَ بِمَیَامِنِهٖ۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٣٧٩ الحدیث رقم ٤١٤١' والترمذی فی ٤/٢٠٩ الحدیث رقم ١٧٦٦' وابن ماجه فی ١/١٤١ الحدیث رقم ٤٠٢۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قمیص پہننا شروع فرماتے تو دائیں جانب سے ابتداء فرماتے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ میامن یہ میمنة کی جمع ہے یعنی جانب یمین اور جمع کا لفظ اس لئے لایا گیا تا کہ قمیص اور دائیں جاجب جسم کی سب اس میں شامل ہو جائیں یعنی گلہ بازو وغیرہ وغیرہ۔ (ح)

نصف پنڈلی تک تہبند

۴۲۳۲/۲۵ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِالْخُدْرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ اِزْرَةُ الْمُؤْمِنِ اِلٰی اَنْصَافِ سَاقَیْهِ لَا جُنَاحَ عَلَیْهِ فِیْمَا بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْکَعْبَیْنِ وَمَا اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ فَفِی النَّارِ قَالَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَلَا یَنْظُرُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِلٰی مَنْ جَرَّ اِزَارَهٗ بَطَرًا۔ (رواه ابوداود وابن ماجة)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٣٥٣ الحدیث رقم ٤٠٩٣' وابن ماجه فی ٣/١١٨٣ الحدیث رقم ٣٥٧٣' ومالك فی الموطأ ٢/٩١٤ الحدیث رقم ١٢ من کتاب اللباس' أحمد فی المسند ٣/٩٧۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ مومن کی پسندیدہ حالت تہہ بند کے سلسلے میں یہ ہے کہ وہ آدھی پنڈلیوں تک باندھے۔ یعنی اولیٰ تو یہ ہے۔ البتہ مومن کامل کو اس میں بھی کچھ گناہ نہیں کہ وہ اپنے تہہ بند کو نصف پنڈلی اور ٹخنے کے درمیان باندھے اور جو اس سے نیچے ہوگی پس وہ آگ میں ہے اور یہ تین بار آپ نے فرمایا اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کی طرف نہ دیکھیں گے جو اپنے تہہ بند کو تکبر کی وجہ سے زمین پر کھینچے۔ یہ ابو داؤد اور ابن ماجہ کی روایت ہے۔

ہر کپڑے میں درازی منع ہے

۴۲۳۳/۲۶ وَعَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ الْاِسْبَالُ فِی الْاِزَارِ وَالْقَمِیْصِ وَالْعِمَامَةِ مَنْ جَرَّ مِنْهَا شَیْئًا خُیَلَاءَ لَمْ یَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَیْهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔ (رواه ابوداود والنسائی وابن ماجة)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٣٢٥ الحدیث رقم ٤٠٨٥' والسنائی فی ٨/٢٠٨ الحدیث رقم ٥٣٣٤' وابن ماجه فی ٢/١١٨٤ الحدیث رقم ٣٥٧٦۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تہہ بند، قمیص اور پگڑی میں درازی ہے مگر جو شخص ان میں سے کسی چیز کو بھی تکبر کی بنا پر لٹکا کر کھینچے گا اللہ تعالیٰ اس کی طرف قیامت کے دن نظر نہیں فرمائے گا۔ یہ ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ درازی صرف تہبند کے اندر ہی نہیں جیسا کہ عام مشہور ہے بلکہ قمیص اور عمامہ میں بھی ہوتی ہے جیسا کہ ہم روایت ابو ہریرہؓ فصل اول میں بیان کر آئے ہیں۔

سر سے ملی ہوئی ٹوپی کا استعمال

۴۲۳۴/۲۷ وَعَنْ اَبِیْ کَبْشَةَ قَالَ کَانَ کِمَامُ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بُطْحًا۔

(رواہ الترمذی وقال هذا حدیث منکر)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٢١٦ الحدیث رقم ١٧٨٢۔

ترجمہ: حضرت ابو کبشہؓ سے روایت ہے کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ کی ٹوپیاں سر سے لگی ہوئی تھیں بلند نہ تھیں یہ ترمذی کی روایت ہے اور انہوں نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے۔

تشریح ۞ نمبر ۱: اکثر شارحین نے کہا ہے کہ کمام جمع کمة کی جیسے قباب جمع قبة کی ہے گول ٹوپی کذا فی القاموس اور بطحا سنگریزوں والی زمین کو کہا جاتا ہے۔ گویا جس طرح سنگریزوں والی زمین برابر ہوتی ہے اس طرح وہ ٹوپیاں سر سے لگی ہوئی تھیں ہوا میں بلند نہ تھیں۔

نمبر ۲: بعض نے کہا کمام جمع کمة کی ہے بمعنی آستین جیسے کفاف جمع کف کی اس کا معنی بلند زمین اور اس صورت میں بطحاء کا معنی کشادہ اور فراخ زمین یعنی ان کی آستینیں ہندی اور رومی نہ تھیں۔ جو جسم سے ملی ہوں بلکہ ایک بالشت کی مقدار چوڑی تھیں۔

عورت کو ازار کی درازی میں مبالغہ نہ کرنا چاہئے

۴۲۳۵/۲۸ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حِیْنَ ذَکَرَ الْاِزَارَ فَالْمَرْاَۃُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ تُرْخِیْ شِبْرًا فَقَالَتْ اِذًا تَنْکَشِفُ عَنْهَا قَالَ فَذِرَاعًا لَا تَزِیْدُ عَلَیْهِ (رواہ مالك وابوداود والنسائی وابن ماجة وفی روایة الترمذی والنسائی) عَنِ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَتْ اِذًا تَنْکَشِفُ اَقْدَامُهُنَّ قَالَ فَیُرْخِیْنَ ذِرَاعًا لَا یَزِدْنَ عَلَیْهِ۔

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٣٦٤ الحدیث رقم ٤١٧، والترمذی فی ٤/١٩٥ الحدیث رقم ١٧٣١، والنسائی فی ٨/٢٠٩ الحدیث رقم ٥٣٣٦، وابن ماجه فی ٢/١١٨٥ الحدیث رقم ٣٥٨٠، ومالك فی الموطأ ٢/٩١٥ الحدیث رقم ١٣ من کتاب اللباس، وأحمد فی المسند ٦/٣٠٩۔ أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٣٦٥ الحدیث رقم ٤١١٩ والترمذی فی ٤/١٩٥ الحدیث رقم ١٧٣١، والنسائی فی ٨/٢٠٩ الحدیث رقم ٥٣٣٦۔

ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ نے یہ حکم فرمایا کہ ازار میں درازی نہ کرنی چاہئے تو میں نے استفسار کیا کہ عورت کو پھر کیا کرنا چاہئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ عورت اپنی ازار کو ایک بالشت دراز کرے یعنی آدھی پنڈلیوں سے اور لٹکائے اور بعض نے کہا کہ ٹخنوں سے نیچے ایک بالشت۔ تو اس وقت میں نے کہا کہ اگر ایسا بھی کرے تب

بھی کھلا رہے گا یعنی بالشت بھر میں بھی ستر کے کھلنے کا احتمال ہے۔ پس اگر پنڈلی کی درازی کی وجہ سے مثلاً فرمایا ستر کھلا رہے تو ایک گز دراز کرے یعنی شرعی گز اور دراز کا معنی یہ ہے کہ پہنچے ایک بالشت یا ایک شرعی گز (ہاتھ) دراز کرے تا آنکہ یہ مقدار زمین تک پہنچے اور قدم ڈھکے رہیں پھر ممانعت میں مبالغہ کرتے ہوئے فرمایا کہ عورت ایک گز سے زیادہ نہ کرے۔ یہ مالک ابوداؤد نسائی ابن ماجہ نے نقل کی ہے اور ترمذی اور نسائی کی ایک روایت میں جو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے وارد ہے۔ ام سلمہؓ کہنے لگیں پھر ان کے قدم کھلے رہیں گے تو آپ نے فرمایا ایک ہاتھ کی مقدار لٹکا لیں اور اس سے زائد نہ کریں۔

گھنڈی دار قمیص کا استعمال

۲۹/۴۲۳۶ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِيْ رَهْطٍ مِنْ مُزَيْنَةَ فَبَايَعُوْهُ وَاِنَّهٗ لَمُطْلَقُ الْاِزَارِ فَاَدْخَلْتُ يَدِيْ فِيْ جَيْبِ قَمِيْصِهٖ فَمَسِسْتُ الْخَاتَمَ۔ (رواہ ابوداود)

أخرجه أبو داوٗد في السنن ٤/٣٤٢ الحديث رقم ٤٠٨٢' وابن ماجه في ٢/١١٨٤ الحديث رقم ٣٥٧٨ وأحمد في المسند ٤/١٩۔

ترجمہ: حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ مزینہ کی ایک جماعت اسلام لانے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی انہوں نے اس حالت میں بیعت کی کہ آپ ﷺ کے قمیص مبارک کی گھنڈیاں کھلی تھیں تو میں نے اپنا ہاتھ آپ کے قمیص مبارک میں داخل کیا اور میں نے مہر نبوت پر ہاتھ پھیرا یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ آپ ﷺ کے قمیص کا گریبان آپ کے سینہ مبارک پر تھا اور بہت سی روایات اس پر دلالت کرتی ہیں علامہ سیوطی فرماتے ہیں بعض لوگ سنت کا علم نہ ہونے کی وجہ سے یہ گمان کرتے ہیں کہ قمیص کا گریبان سینہ پر رکھنا درست نہیں بلکہ بدعت ہے۔ حالانکہ ان کا یہ قول باطل ہے۔

سفید کپڑے کی محبوبیت

۳۰/۴۲۳۷ وَعَنْ سَمُرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ اَلْبَسُوا الثِّيَابَ الْبِيْضَ فَاِنَّهَا اَطْهَرُ وَاَطْيَبُ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ۔ (رواه احمد والترمذي والنسائي وابن ماجة)

أخرجه الترمذي في السنن ٥/١٠٩ الحديث رقم ٢٨١٠' والنسائي في ٤/٣٤ الحديث رقم ١٨٩٦' وابن ماجه في ٢/١١٨١ الحديث رقم ٣٥٦٧' وأحمد في المسند ٥/١٣۔

ترجمہ: حضرت سمرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ سفید کپڑے پہنو کہ وہ بہت پاکیزہ اور خوشتہ ہوتے ہیں اور اپنے اموات کو سفید کپڑوں کا کفن دو۔ یہ احمد ترمذی نسائی ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اَطْهَرُ : بہت پاک کا مطلب یہ ہے کہ وہ جلدی میلے ہونے کی وجہ سے جلد دھوئے جاتے ہیں۔ رنگین کپڑے میل خورے ہونے کی وجہ سے دیر سے دھوئے جاتے ہیں اور اس لئے بھی پاکیزہ ہے کہ کسی رنگ کی ملاوٹ نہیں ہے اور خوشتر اس لئے

کہ سلیم الطبع لوگ ان کی طرف میلان رکھتے ہیں اور جہاں کسی ضرورت کی وجہ سے مثلاً صوفیاء نے نیلا رنگ وغیرہ اختیار کیا وہ اس سے خارج و مستثنیٰ ہے۔

ایک اہم بات:

کفن سفید افضل ہے کیونکہ میت اور ملائکہ کے سامنے پیش ہوگا اور جس طرح خود پہننا افضل ہے تاکہ مجالس میں حاضر ہو مثلاً مسجد' جمعہ' جماعت' علماء کی ملاقات' بزرگوں کی زیارت وغیرہ مگر بعض نے کہا کہ عید کے موقع پر اظہار نعمت کے لئے زیادہ قیمتی کپڑا افضل ہے جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرخ چادر اوڑھتے تھے یعنی سرخ خطوط والی جبکہ عیدین کا موقع ہوتا یا جمعہ وغیرہ میں (ح۔ع)

پگڑی کا شملہ مونڈھوں کے مابین

۴۲۳۸/۳۱ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اعْتَمَّ سَدَلَ عِمَامَتَهٗ بَيْنَ كَتِفَيْهِ۔

(رواه الترمذی وقال هذ حديث حسن غريب)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/١٩٧ الحديث رقم ١٧٣٦۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب شملہ باندھتے تو پگڑی کا شملہ دونوں مونڈھوں کے درمیان چھوڑتے یہ ترمذی کی روایت ہے یہ روایت حسن غریب ہے۔

دو شملے کا استعمال

۴۲۳۹/۳۲ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ عَمَّمَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَسَدَلَهَا بَيْنَ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِيْ۔

(رواه ابو داود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٣٤١ الحديث رقم ٤٠٧٩۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پگڑی بندھوائی اور اس کا ایک شملہ اگلی جانب اور ایک پچھلی جانب چھوڑ دیا یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یعنی دونوں طرف شملہ چھوڑا سینے اور پیٹھ کی جانب۔ عمامہ باندھنا سنت ہے اور اس کی فضیلت میں بہت سی روایات وارد ہیں اور عمامہ کے ساتھ دو رکعت بلا عمامہ ستر رکعات سے افضل ہے اور عمامہ کا شملہ چھوڑنا افضل ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی شملہ چھوڑتے اور کبھی نہ چھوڑتے یہ دائمی عمل نہ تھا اور بعض اوقات دستار کا سرا دستار میں اٹکا دیتے اور دوسرا سرا چھوڑتے اور اکثر آپ کا شملہ مبارک پیٹھ کے پیچھے ہوتا تھا اور کبھی دائیں جانب اور کبھی دو شملے ہوتے جو دو مونڈھوں کے درمیان ہوتے بائیں طرف شملہ چھوڑنا بدعت ہے۔ کذا قیل۔

اور شملہ کی ادنیٰ مقدار چار انگشت اور اکثر ہاتھ بھر ہوتی اور اس سے زیادہ دراز کرنا بدعت ہے اور یہ اسبال و اسراف میں داخل اور ممنوع ہے اور اگر بطور تکبر ہو تو حرام ہے ورنہ مکروہ اور خلاف سنت ہے اور شملہ چھوڑنے کی تخصیص نماز سے موافق بے سنت نہیں ہے بلکہ ثواب یہ ہے کہ شملہ کا چھوڑنا مستحب ہے اور سنن زوائد سے ہے جو کہ سنن ہدی کے مقابل ہے اس کے ترک میں گناہ اور برائی نہیں اگر چہ اس کے فعل میں فضیلت و ثواب ہے اور جن لوگوں نے سنت موکدہ کہا وہ خلاف تحقیق ہے اور کنز میں لکھا ہے کہ سیاہ عمامہ کا پہننا مستحب اور شملہ کا مونڈھوں کے درمیان چھوڑنا بھی مستحب ہے۔ **كذا في كتب الفقه للحنفية** ۔(ح)

پگڑی کے نیچے ٹوپی

۳۳/۴۲۴۰ وَعَنْ رُكَانَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ فَرْقُ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُشْرِكِيْنَ الْعَمَائِمُ عَلَى الْقَلَانِسِ .

(رواه الترمذی وقال هذا حديث غريب واسناده ليس بالقائم)

أخرجه أبو داؤد في السنن ٤/ ٣٤٠ الحديث رقم ٤٠٧٨' والترمذي في ٤/٢١٧ الحديث رقم ١٧٨٤ ـ

ترجمہ: حضرت رکانہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق یہ ہے کہ ہم ٹوپی پر پگڑی باندھتے ہیں یہ ترمذی کی روایت ہے اور انہوں نے کہا یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند درست نہیں۔

تشریح ۞ یہ روایت ابوداؤد نے نقل کی ہے اور اس پر سکوت کیا شاید کہ اسکی سند درست ہو یا دونوں کی وجہ سے درستی ہو جائے۔

روایت کا مطلب:

نمبر ۱ ہم ٹوپی پر دستار باندھتے اور وہ صرف دستار باندھتے ہیں۔ نمبر ۲ ہم ٹوپی پر دستار باندھتے ہیں اور وہ فقط ٹوپی پہنتے ہیں جو بلا عمامہ ہوتی ہے۔ شارحین حدیث نے اول معنی مراد لیا ہے اس لئے کہ مشرکین کا دستار باندھنا مشاہدات سے ثابت ہے اور نری ٹوپی کا پہننا واقعی بات نہیں ہے۔(ح)

مردوں کے لئے ریشم وسونے کی حرمت

۳۴/۴۲۴۱ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ اُحِلَّ الذَّهَبُ وَالْحَرِيْرُ لِلْاِنَاثِ مِنْ اُمَّتِيْ وَحُرِّمَ عَلٰى ذُكُوْرِهَا ۔

أخرجه الترمذي في السنن ٤/١٨٩ الحديث رقم ١٧٢٠ الحديث رقم ٨/١٦١ الحديث رقم ٥١٤٨' وأحمد في المسند ٤/٣٩٢ـ

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت کے مردوں پر ریشم اور سونا حرام کیا اور میری امت کی عورتوں کے لئے ان کو حلال کیا۔ یہ ترمذی اور نسائی کی روایت ہے۔ ترمذی نے اس

کو حسن صحیح کہا۔

تشریح ۞ ذُكُوْرِهَا : کا لفظ مردوں اور بچوں کو بھی شامل ہے۔ کیونکہ وہ مکلّف نہیں اس لئے ان کو پہنانے کا گناہ پہنانے والوں کے ذمہ ہوگا اور سونے سے مراد زیور ہے ورنہ چاندی و سونے کے برتن تو مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے حلال ہیں۔ اسی طرح چاندی کا زیور عورتوں کے ساتھ خاص ہے۔ البتہ مردوں کے لئے چاندی کی انگوٹھی مستثنٰی ہے(ح)

کپڑا پہننے کی دعا

۴۲۴۲/۳۵ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا سَمَّاهُ بِاسْمِهٖ عِمَامَةً اَوْ قَمِيْصًا اَوْ رِدَآءً ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا كَسَوْتَنِيْهِ اَسْاَلُكَ خَيْرَهٗ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهٗ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّمَا صُنِعَ لَهٗ۔ (رواہ الترمذی وابوداود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٣٠٩ الحديث رقم ٤٠٢٠، والترمذی فی ٤/٢٠٠ الحديث رقم ١٧٦٧، وأحمد فی المسند ٣/٣٠۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب کوئی کپڑا پہنتے تو اس کپڑے کا نام لے کر مثلاً عمامہ، قمیص پھر یہ دعا فرماتے اللھم لك الحمد کما...... اے میرے اللہ تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں کہ آپ نے مجھے یہ قمیص پہنایا۔ میں آپ سے اس کپڑے کی بھلائی اور بدن کی عافیت مانگتا ہوں اور اس کی بھلائی مانگتا ہوں کہ جس کے لئے بنایا گیا ہے یعنی پہن کر طاعت کی توفیق دے اور اس کی برائی سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس کی برائی سے جس کے لئے بنایا گیا یعنی اس کو پہن کر گناہ نہ کروں۔ یہ ترمذی وابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ابن حبان، بغوی اور خطیب کی روایت میں یہ دعا نئے کپڑے کے لئے لکھی ہے اور جب آپ نیا کپڑا پہننے کا ارادہ فرماتے تو جمعہ کے دن پہنتے۔

سَمَّاهُ بِاسْمِهٖ : یعنی اس کپڑے کا نام لیتے خواہ وہ پگڑی ہوتی یا قمیص یا چادر یا اور کپڑا۔ مقصود اس سے تعمیم ہے کہ یہ دعا عام ہے یہ تخصیص بطور مثال ہے اور اس طرح نام لیتے۔ رزقنی اللّٰه او اعطانی او کسانی هذه العمامة اوالقمیص او الرداء یا کہتے قمیص او رداء او عمامة اور پہلا ظاہر تر ہے۔(ع)

کھانا کھانے کی دعا

۴۲۴۳/۳۶ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ اَكَلَ طَعَامًا ثُمَّ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ هٰذَا الطَّعَامَ وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِحَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (رواہ الترمذی وزادابوداود) وَمَنْ لَبِسَ ثَوْبًا فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَسَانِیْ هٰذَا وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَاقُوَّةٍ

غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَأَخَّرَ۔

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٣١٠ الحدیث رقم ٤٠٢٣، والترمذی فی ٥/٤٧٤ الحدیث رقم ٣٤٥٨، وابن ماجه فی ٢/١٠٩٣ الحدیث رقم ٣٢٨٥، وأحمد فی المسند ٣/٤٣٩۔

ترجمہ: حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کھانا کھائے وہ اس طرح دعا کرے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ ...... تمام تعریف اس اللہ تعالیٰ کی جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور یہ کھانا بغیر میرے حیلہ اور قوت کے پہنچایا۔ (جب یہ دعا پڑھتا ہے) تو اس کے پہلے گناہ یعنی صغیرہ بخشے جاتے ہیں یہ ترمذی کی روایت ہے۔ ابوداؤد میں یہ الفاظ زائد ہیں۔ کہ جو کپڑا پہنے وہ اس طرح کہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَسَانِیْ هٰذَا وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ۔ تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے یہ کپڑا پہنایا اور میرے حیلہ اور قوت کے بغیر عنایت فرمایا۔ (یہ کہنے سے) اس کے اگلے پچھلے گناہ بخشے جاتے ہیں۔

مسافر کے توشہ پر دنیا میں اکتفاء

۴۲۴۴/۳۷ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَا عَائِشَةُ اِنْ اَرَدْتِ اللُّحُوْقَ بِیْ فَلْیَكْفِكِ مِنَ الدُّنْیَا كَزَادِ الرَّاكِبِ وَاِیَّاكِ وَمُجَالَسَةَ الْاَغْنِیَاءِ وَلَا تَسْتَخْلِقِیْ ثَوْبًا حَتّٰی تُرَقِّعِیْهِ۔ (رواہ الترمذی وقال هذا حدیث غریب لا نعرفه الا من حدیث صالح بن حسان وقال محمد بن اسماعیل صالح بن حسان منکر الحدیث)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٢١٥ الحدیث رقم ١٧٨٠۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا! اگر تو میرے ساتھ ملنا چاہتی ہے یعنی دنیا و آخرت میں اتصال و پیوستگی چاہتی ہے تو تجھے دنیا سے اسی پر اکتفاء کرنا ہوگا جو توشہ کہ مسافر سوار لیتا ہے اور دولت مندوں کی ہم نشینی سے بچتی رہ اور کپڑے کو پرانے ہونے پر پرانا شمار نہ کر اور نہ اس کو پھینک یہاں تک کہ اس پر پیوند لگائے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے اور اس نے کہا یہ حدیث غریب ہے یہ صرف صالح بن حسان کی سند سے معروف ہے۔ امام بخاری نے صالح کو منکر الحدیث قرار دیا ہے یعنی اس کی روایت منکر ہے۔

تشریح ❁ كَزَادِ الرَّاكِبِ: یہ مثال دے کر آپ نے حقیر دنیا پر قناعت کی رغبت دلائی اور سوار کی تخصیص ممکن ہے کہ اس وجہ سے ہو کہ وہ منزل کی طرف جانے کے لئے جلدی کرتا ہے اور اس کو تھوڑا سا توشہ کفایت کرتا ہے۔ البتہ پیدل جانے والا آہستہ چلتا ہے اس لئے اسے زیادہ توشے کی ضرورت ہوتی ہے۔

وایاك...... اس لئے کہ امیروں کی ہم نشینی شہوات و لذات کا باعث ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا لاتمدن عینیك ...... اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موتی کی ہم نشینی سے بچو! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا وہ موتی کون ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے فرمایا وہ مالدار ہیں۔

حَتّٰی تُرَقِّعِیْهِ: اور پیوند کرے پھر اسے ایک بار پہنے اس میں حقیر کپڑے پر کفایت کرنے کی رغبت دلائی چنانچہ

حضرت عمرؓ کے متعلق منقول ہے کہ ایام خلافت میں ایک روز خطبہ دے رہے تھا اور اس وقت انہوں نے جو تہہ بند باندھ رکھا تھا اس کو بارہ پیوند لگے تھے۔ (ع۔ح)

کپڑے کی بوسیدگی اور ترک دنیا علامت ایمان

۴۲۴۵/۳۸ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اِیَاسِ بْنِ ثَعْلَبَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلَا تَسْمَعُوْنَ اَلَا تَسْمَعُوْنَ اَنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِیْمَانِ اَنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِیْمَانِ۔ (رواہ ابوداود)

أخرجه أبو داؤد فی السنن ٤/٣٩٣ الحدیث رقم ٤١٦١، وابن ماجه فی ٢/١٣٧٩ الحدیث رقم ٤١١٨۔

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے ان کا نام ایاس بن ثعلبہؓ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم نہیں سنتے! یعنی غور سے سنو! کہ کپڑے کی کہنگی اور ترک دنیا اور اس کی زینت کو چھوڑنا ایمان کے اخلاق میں سے ہے تحقیق کپڑوں کی کہنگی اور ترک زینت ایمان کے اخلاق سے ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یعنی لباس میں تواضع اور دنیا کی زینت سے بچنا اہل ایمان کی صفات سے ہے۔

اَنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِیْمَانِ: یعنی ایمان کے اخلاق کا مطلب یہ ہے کہ آخرت پر ایمان کا نتیجہ ہے اور آخرت کی زینت کی رغبت اس کا باعث ہے۔ (ع۔)

شہرت کے کپڑے کی مذمت

۴۲۴۶/۳۹ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ فِی الدُّنْیَا اَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ مُذَلَّةٍ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔ (رواہ احمد وابوداود وابن ماجة)

أخرجه أبو داؤد فی السنن ٤/٣١٤ الحدیث رقم ٤٠٢٩، وابن ماجه فی ٢/١١٩٢ الحدیث رقم ٣٦٠٦، وأحمد فی المسند ٢/١٣٩۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص شہرت کا کپڑا دنیا میں پہنے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے ذلت کا کپڑا پہنائے گا۔ یہ احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **ثَوْبَ شُهْرَةٍ**: نمبرا جس نے نفیس کپڑا پہنا اور اس کا مقصد اظہار تکبر وعزت تھا تا کہ اس سے اپنے کو معزز گردانے تو ایسے کو اللہ تعالیٰ ذلیل وبرا کپڑا پہنائے گا جس سے قیامت میں وہ لوگوں میں ذلیل وخوار ہوگا اس سے یہ سمجھا گیا کہ جو تواضع اور خاکساری والا کپڑا اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے دنیا میں اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں عزت کا کپڑا پہنائیں گے۔ نمبر۲ بعض نے کہا شہرت کے کپڑوں سے حرام کپڑے مراد ہیں کیونکہ ان کا پہننا جائز نہیں۔ نمبر۳ وہ کپڑا مراد ہے جو تکبر اور فقراء کی حقارت کے لئے پہنے تا کہ ان کے دل شکستہ ہوں۔ نمبر۴ وہ کپڑا مراد ہے جو تمسخر اور مذاق اڑانے کے لئے پہنے یا لوگوں پر زہد و پارسائی دکھانے کے لیے پہنے جائیں۔ نمبر۵ بعض نے کپڑوں کی تاویل نفس اعمال سے کی ہے کہ وہ ریا کاری کے

لئے اعمال کرے اور اپنے آپ کو اچھا مشہور کرے۔ بلاشبہ پہلی تاویل ظاہر ہے اور سیاق حدیث کے موافق ہے۔ (ع۔ح)

غیروں سے مشابہت کی ممانعت

۴۲۴۷/۴۰ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔ (رواہ ابو داود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٣١٤ الحديث رقم ٤٠٣١، وأحمد فی المسند ٢/٥٠۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی قوم سے مشابہت کرے وہ ان میں سے ہے۔ یہ احمد، ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ تَشَبَّهَ : یعنی جو اپنے کو کفار کے ساتھ مشابہ کرے مثلاً لباس وغیرہ فساق و فجار کے مشابہ بنائے یا اہل تصوف وصلحاء سے مشابہت کرے وہ ان ہی میں سے ہے۔ یعنی ان جیسے اعمال لکھے جاتے ہیں۔ یہ کلمہ بہت سی باتوں کو جامع ہے مشابہت عام ہے خواہ افعال میں کی جائے یا لباس یا کھانا، پینا وغیرہ اسی طرح رہنے، بولنے، مکان بنانے وغیرہ میں۔ (ع)

تواضع کے تقاضے

۴۲۴۸/۴۱ وَعَنْ سُوَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ رَّجُلٍ مِنْ اَبْنَاءِ اَصْحٰبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ تَرَكَ لُبْسَ ثَوْبِ جَمَالٍ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ وَفِیْ رِوَايَةٍ تَوَاضُعًا كَسَاهُ اللّٰهُ حُلَّةَ الْكَرَامَةِ وَمَنْ تَزَوَّجَ لِلّٰهِ تَوَّجَهُ اللّٰهُ تَاجَ الْمُلْكِ۔

(رواہ ابو داود وروی الترمذی منه عن معاذ بن انس حديث اللباس)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٥/١٣٨ الحديث رقم ٤٧٧٨۔ أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٥٦١ الحديث رقم ٢٤٨١۔

ترجمہ: حضرت سوید بن وہبؒ سے روایت ہے انہوں نے صحابہ کرام کی اولاد میں سے ایک سے نقل کیا ہے کہ اس نے اپنے والد سے نقل کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی قدرت کے باوجود زینت والا کپڑا چھوڑ دے اور ایک روایت میں تواضعاً کا لفظ زائد ہے یعنی کہ تواضع سے چھوڑ دے۔ تو اس کو اللہ تعالیٰ بزرگی کا جوڑا یعنی جنت کا جوڑا پہنائے گا۔ جو باعث رفعت و بزرگی ہوگا یا اس کو بزرگی عنایت فرمائیں گے دنیا اور آخرت میں جیسا کہ روایت ہے: من تواضع لله رفعه الله...... اور جو اللہ تعالیٰ کی خاطر نکاح کرے گا اللہ تعالیٰ اسے بادشاہت کا تاج پہنائے گا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے اور ترمذی نے مکمل طور پر معاذ بن انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کی ہے جو باب اللباس میں ہے۔

تشریح ۞ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ : اس کو وہ کپڑا پہننے کی وسعت ہو اور وہ اسے صرف اللہ تعالیٰ کے خوف سے ترک کرنے والا ہو۔ یا اس لئے ترک کرے کہ اسے امید ہو کہ اسے آخرت میں اس کا صلہ و مرتبہ ملے گا یا اس لئے ترک کرے کہ دنیا ایک حقیر چیز ہے۔

وَمَنْ تَزَوَّجَ لِلّٰهِ : اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نکاح کرے یعنی ایسی عورت سے نکاح کرے جو کفو میں اس کے برابر نہ

ہواور نہ عقل وغناء میں برابر ہو فقط رضائے الٰہی کے لئے نکاح کرے یا نفس کو فتنہ سے محفوظ رکھنے کے لئے نکاح کرے اور تا کہ اس کا دین محفوظ رہے اور اس کی نسل چلے۔

تَاجَ الْمُلْكِ : یعنی جنت میں بادشاہی کا تاج عنایت فرمائیں گے یا اس کی دنیا و آخرت میں عزت ہوگی اور حدیث لباس یہ ہے: **من لبس لباس الجمال......** اور اس سے حدیث تزوج مراد نہیں ہے۔ (ع۔ح)

نعمتوں کا اثر لباس میں نظر آنا چاہئے

۴۲/۴۲۴۹ وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يُّرٰى اَثَرَ نِعْمَتِهٖ عَلٰى عَبْدِهٖ۔ (رواه الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ۵/۱۱۴ الحدیث رقم ۲۸۱۹، وأحمد فی المسند ۲/۱۸۲۔

تَرْجَمَہ : حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے باپ انہوں نے اپنے دادا سے نقل کی کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ یہ پسند فرماتے ہیں کہ اس کی نعمت کا اثر اس کے بندے پر نظر آئے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ❁ یری ......: یعنی جب اللہ تعالیٰ بندے کو نعمت دے تو اس کو ظاہر کرے یعنی اسراف مبالغہ چھوڑ کر وہ کپڑے پہنے جو اس کی حالت کے مناسب ہوں اس کا مقصود اظہار نعمت اور شکر گزاری ہو۔ تا کہ صدقات وعطیات کے لئے لوگ اس کی طرف آئیں تکبر کی بناء پر نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نعمت کا چھپانا جائز نہیں گویا یہ کفران نعمت ہے اور اس طرح جو نعمت اللہ تعالیٰ بندہ کو دے مثلاً علم وفضل تو اسے بھی ظاہر کرنا چاہئے تا کہ لوگ اس سے فائدہ حاصل کریں۔

سوال : روایت بالا میں تو ترک زینت کی رغبت ہے اور اس میں زینت اختیار کرنے کی طرف رغبت دلائی گئی۔ یہ تعارض ہے۔

جواب : زینت کی طرف رغبت اس لئے دلائی تا کہ ضرورت کے موقع پر اسے استعمال کریں اور کپڑوں کے لئے تکلف نہ کریں۔ جیسا کہ لوگوں میں عادت ہے اور علماء وصوفیاء میں بھی یہ بات پائی جاتی ہے۔ پس جو ترک زینت کو قدرت کے باوجود عادت بنا لے تو یہ خساست ہے جو مناسب نہیں۔ (ع۔ح)

میلے کپڑے اور پراگندہ حالت کی ناپسندیدگی

۴۳/۴۲۵۰ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرًا فَرَاٰى رَجُلًا شَعِثًا قَدْ تَفَرَّقَ شَعْرُهٗ فَقَالَ مَاكَانَ يَجِدُ هٰذَا مَا يُسَكِّنُ بِهٖ رَاْسَهٗ وَرَاٰى رَجُلًا عَلَيْهِ ثِيَابٌ وَسِخَةٌ فَقَالَ مَاكَانَ يَجِدُ هٰذَا مَا يَغْسِلُ بِهٖ ثَوْبَهٗ۔ (رواه احمد والنسائی)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ۴/۳۳۲ الحدیث رقم ۴۰۶۲، والنسائی فی ۸/۱۸۳ الحدیث رقم ۵۲۳۶، وأحمد فی المسند ۳/۳۵۷۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں ملاقات کے لئے تشریف لائے آپ نے ایک آدمی کو پراگندہ حالت میں دیکھا اس کے بال بکھرے تھے آپ نے فرمایا کیا اس آدمی کو ایسی چیز میسر نہیں جس سے یہ اپنے سر کے بال سمیٹے۔ اسی طرح آپ نے ایک اور شخص کو دیکھا جس کے بدن پر میلے کپڑے تھے آپ نے فرمایا کیا اس کو وہ چیز میسر نہیں جس سے یہ اپنے کپڑے صاف کرے یہ احمد و نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **قَدْ تَفَرَّقَ شَعْرُهٗ** : یعنی صابون اور پانی اس کو میسر نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بدن اور کپڑوں کی صفائی و ستھرائی آپ کو نہایت محبوب تھی اور اس کے خلاف کو آپ ناپسند کرتے تھے اور بعض روایات میں ہے البذاذة من الایمان الحدیث اس کا مطلب موٹے جھوٹے کپڑے پر قناعت ہے۔ پس وہ روایت نظافت کے منافی نہیں ہے جس کے متعلق انها من الدین...... فرمایا ہے۔ نیز بذاذت سے یہ لازم نہیں آتا کہ آدمی میلا کچیلا رہے۔ (واللہ اعلم۔ ع)

مال و نعمت کا اثر جسم پر نظر آنا چاہئے

۴۴/۴۲۵۱ وَعَنْ اَبِی الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَیَّ ثَوْبٌ دُوْنٌ فَقَالَ لِیْ اَلَکَ مَالٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ مِنْ اَیِّ الْمَالِ قُلْتُ مِنْ کُلِّ الْمَالِ قَدْ اَعْطَانِیَ اللّٰهُ مِنَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَالْخَیْلِ وَالرَّقِیْقِ قَالَ فَاِذَا اٰتَاکَ اللّٰهُ مَالاً فَلْیُرَ اَثَرُ نِعْمَةِ اللّٰهِ عَلَیْکَ وَکَرَامَتِهٖ۔

(رواه احمد والنسائی وفی شرح السنة بلفظ المصابیح)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ۴/۳۳۳ الحدیث رقم ۴۰۶۳، والترمذی ۴/۳۲۰ الحدیث رقم ۲۰۰۶، والنسائی فی ۸/۱۹۶ الحدیث رقم ۵۲۹۴۔

ترجمہ: حضرت ابو الاحوصؒ نے اپنے والد سے نقل کیا کہ میں جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اور میرے بدن پر ناکارہ کپڑے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہارے پاس مال ہے میں نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا کس قسم کا مال ہے۔ میں نے کہا ہر قسم کا مال اللہ تعالیٰ نے مجھے عنایت کیا ہے۔ اونٹ، گائے، بکری، گھوڑا، غلام۔ آپ نے فرمایا جب تمہیں مال دیا گیا ہے تو تم پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اثر نظر آنا چاہئے اور اس کا اثر بھی معلوم ہو کہ اس نے یہ نعمت عنایت کی ہے۔ یہ نسائی کی روایت ہے شرح السنۃ میں دیگر الفاظ سے نقل کی گئی ہے جو مصابیح سے مختلف ہیں۔ یعنی عبارت الگ مضمون ایک ہے۔

تشریح ۞ **فلیری**: یعنی اچھا کپڑا پہنو تا کہ لوگ سمجھیں کہ تو غنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے نعمتیں دی ہیں۔

شرح السنہ میں ہے کہ یہ چیز نئے ستھرے کپڑے پہننے سے حاصل ہوتی ہے جس قدر وسعت ہو بغیر اس بات کے کہ نفاست میں مبالغہ آمیزی سے کام لے اور باریک کپڑے پہننے لگ جائے آپ ﷺ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ دو شہرتوں سے منع فرماتے۔ نمبر ۱ باریک کپڑا نمبر ۲ موٹا کپڑا اسی طرح نرم سے اور سخت سے اور دراز اور کوتاہ سے۔ بلکہ اس کے درمیان ہونا چاہئے۔ کذا ذکر علی۔

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ کپڑوں کی کہنگی اچھی اور افعال ایمانیہ سے ہے بشرطیکہ یہ تواضع و انکسار اور زہد عن الدنیا کے

لئے ہو اور بخل و خست کی وجہ سے ہو تو قبیح اور قابل مذمت ہے۔

سرخ کپڑے کی ناپسندیدگی

۴۲۵۲/۴۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ مَرَّ رَجُلٌ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ اَحْمَرَانِ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ۔ (رواه الترمذی وابو داود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٣٣٦ الحديث رقم ٤٠٦٩' والترمذی فی ٥/١٠٧ الحديث رقم ٢٨٠٧۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص گزرا جس نے دو کپڑے سرخ رنگ کے اوڑھ رکھے تھے اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے علیک سلیک کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سلام کا جواب نہ دیا یہ ترمذی اور ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یہ حدیث صراحۃً دلالت کرتی ہے کہ سرخ کپڑا پہننا مرد کو حرام ہے۔ نمبر۲: اور اس پر دلالت کرتی ہے جو سلام کے وقت ممنوع چیز میں مبتلا ہو وہ اکرام اور جواب کا مستحق نہیں۔ نمبر۳: ریشمی کپڑے پر بیٹھنا بھی ممنوع ہے یہ ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کا مسلک ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں جائز ہے اور ریشمی لحاف بھی مکروہ ہے مگر اس پر تکیہ اور سونا جائز ہے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں درست ہے۔ صاحبین اس کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔ (ح۔ع)

سرخ زین اور کسم کے رنگے کپڑے کی مذمت

۴۲۵۳/۴۶ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا اَرْكَبُ الْاُرْجُوَانَ وَلَا اَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ وَلَا اَلْبَسُ الْقَمِيْصَ الْمُكَفَّفَ بِالْحَرِيْرِ وَقَالَ اَلَا وَطِيْبُ الرِّجَالِ رِيْحٌ لَا لَوْنَ لَهٗ وَطِيْبُ النِّسَاءِ لَوْنٌ لَا رِيْحَ لَهٗ۔ (رواه ابو داود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٣٢٤ الحديث رقم ٤٠٤٨' وأحمد فی المسند ٤/٤٤٢۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سرخ رنگ کے زین پوش پر سوار نہیں ہوتا اور نہ کسم کا رنگا کپڑا پہنتا ہوں اور نہ وہ قمیص بھی نہیں پہنتا جس کا سنجاف ریشمی ہو اور فرمایا خبردار ہو مردوں کو وہ خوشبو لگانی چاہئے جو بو رکھتی ہو مگر اس کا رنگ نہ ہو یعنی گلاب وعطر وغیرہ تا کہ زینت لازم ہو اور عورتوں کو خوشبو رنگدار ہو مگر مہک نہ رکھتی ہو مثلاً زعفران اور مہندی وغیرہ تا کہ اس کی خوشبو باہر نہ پھیلے اور مردوں کے فتنہ کا باعث نہ ہو۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ الْاُرْجُوَانَ: سرخ زین پوش۔ مطلب یہ ہوا کہ میں ایسے زین پوش پر سوار نہیں ہوتا جو سرخ ہو۔ کذا قال بعض الشراح من علمائنا۔

صاحب نہایہ لکھتے ہیں کہ یہ ارغوان کا معرب ہے اور وہ سرخ پھولوں والا درخت ہے اور جو رنگ اس کے مشابہ ہو اس کو ارجوان یہ سرخ رنگ ہے۔ صاحب قاموس کہتے ہیں کہ ارجوان سرخ کو کہا جاتا ہے۔

بندہ عرض گزار ہے کہ حدیث میں ارجوان سے مراد سرخ ہے خواہ ریشمی ہو یا سوتی' اونی۔ اس میں مبالغہ کے طور پر سرخ رنگ سے پرہیز کی دلالت ملتی ہے کیونکہ سوار ہونے پر پہننے کا اطلاق نہیں آتا جب آپ اس سے بچتے تھے تو پہننے سے بطریق اولیٰ بچتے تھے۔

وَلَا اَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ : جس قمیص میں چار انگشت سے زائد سنجاف ہو میں اس کو نہیں پہنتا۔ نمبر۲ یہ ورع وتقویٰ پر محمول ہے۔

لَوْنٌ لَا رِيْحَ : عورتوں کو ایسی چیز لگانا جائز نہیں ہے جس میں عمدہ خوشبو ہو جبکہ وہ گھر سے باہر جائیں اور جب گھر میں ہوں تو جائز ہے۔ یہ روایت خبر بمعنی امر ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ مردوں کی خوشبو بلا رنگ اور عورتوں کی خوشبو رنگ والی ہو خوشبو نہ رکھتی ہو۔ شمائل میں اس طرح ہے کہ مردوں کی خوشبو یہ ہے کہ جس کا رنگ پوشیدہ اور خوشبو ظاہر ہو اور عورتوں کی خوشبو یہ ہے کہ رنگ ظاہر اور خوشبو پوشیدہ ہو اور اس روایت میں بھی یہی مراد ہے کیونکہ طیب بلا خوشبو نہ ہوگی پس اس کے لئے خوشبو کا اثبات بے فائدہ ہے اور اس کی نفی اس سے درست نہیں۔ (ع۔ح)

دس ممنوعات

۴۲۵۴/۴۷ **وَعَنْ اَبِیْ رَيْحَانَةَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَشْرٍ عَنِ الْوَشْرِ وَالْوَشْمِ وَالنَّتْفِ وَعَنْ مُكَامَعَةِ الرَّجُلِ الرَّجُلَ بِغَيْرِ شِعَارٍ وَمُكَامَعَةِ الْمَرْاَةِ الْمَرْاَةَ بِغَيْرِ شِعَارٍ وَاَنْ يَّجْعَلَ الرَّجُلُ اَسْفَلَ ثِيَابِهٖ حَرِيْرًا مِثْلَ الْاَعَاجِمِ اَوْ يَجْعَلَ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ حَرِيْرًا مِثْلَ الْاَعَاجِمِ وَعَنِ النُّهْبٰى وَعَنْ رُكُوْبِ النُّمُوْرِ وَلُبُوْسِ الْخَاتَمِ اِلَّا لِذِیْ سُلْطَانٍ۔** (رواہ ابو داود والنسائی)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ۴/۳۲۵ الحدیث رقم ۴۰۴۹' والنسائی فی ۸/۱۴۳ الحدیث رقم ۵۰۹۱' وأحمد فی المسند ۴/۱۳۴۔

ترجمہ: حضرت ابو ریحانہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے دس چیزوں سے منع فرمایا۔ نمبر۱ دانتوں کو تیز کرنے۔ نمبر۲ گودنے۔ نمبر۳ بال اکھاڑنے۔ نمبر۴ مرد کو مرد کے ساتھ سونے سے بغیر کسی کپڑے کے درمیان میں حائل ہونے کے۔ نمبر۵ عورت کو عورت کے ساتھ کپڑے کے حائل ہونے کے بغیر سونے سے منع فرمایا۔ نمبر۶ مرد کو عجم کی طرح ریشم کا استر لگانے سے منع فرمایا۔ نمبر۷ عجم کی طرح مونڈھوں پر ریشمی کپڑا لگانے کی ممانعت فرمائی۔ نمبر۸ لوٹ مار سے۔ نمبر۹ چیتے کے چمڑے کی زین پر لیٹنے اور سوار ہونے۔ نمبر۱۰ انگوٹھی پہننے کی ممانعت فرمائی البتہ حاکم مہر کے لئے پہن سکتا ہے یہ ابوداؤد اور نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **عَنِ الْوَشْرِ وَالْوَشْمِ** : عرب میں بوڑھی عورتیں دانتوں کے سرے تیز کرتیں تاکہ جوانوں سے مشابہ معلوم ہوں اس سے منع فرمایا گیا۔ سوئی کے ساتھ بدن گود کر نیل وغیرہ بھرنے سے منع فرمایا۔

وَالنَّتْفِ : بال اکھاڑنے سے منع فرمایا یعنی سفید بال داڑھی اور سر کے اکھاڑے تاکہ جوان معلوم ہو۔ اسی طرح

زینت کے لئے بھویں کاٹنے سے ممانعت کی گئی۔ نمبر۲ وہ عورتیں جو پیشانی کے بال اکھاڑیں یا چنیں اس کی بھی ممانعت اسی میں شامل ہے۔ ان کی ممانعت کا سبب یہ ہے کہ اس سے خلقت الٰہی میں تبدیلی لازم آتی ہے اور یہ قابل مذمت تکلف ہے۔ اگرچہ عورتوں کو زینت جائز وحلال ہے۔ مگر ان تکلفات کی ممانعت کی گئی ہے۔ نمبر۳ بعض نے بال اکھاڑنے سے مراد سر اور داڑھی کے بال لئے ہیں کہ مصیبت کے وقت جذبات میں ان کو نوچنا شروع کرے۔ یہ بھی ممنوع ہے۔

وَعَنْ مُكَامَعَةِ : مرد کا مرد سے ہم خواب ہونا بلا حائل ممنوع ہے یہ ظاہری اطلاق ہے اور احتمال یہ بھی ہے کہ نہی اس احتمال سے مقید ہو کر دونوں ستر ڈھانپے ہوئے نہ ہوں اور عورتوں کے حق میں بھی یہ دونوں احتمال ہیں اگر اس سے خوف فتنہ وفساد ہو تو وہ ظاہر ہے اور اس کے علاوہ ترک ادب اور بے حیائی ہے۔

۱ وَاَنْ يَّجْعَلَ الرَّجُلُ اَسْفَلَ : یعنی ریشمی کپڑا مردوں کو بہر حال حرام ہے خواہ ابرہ ریشمی ہو خواہ استر ریشم کا ہو۔ صحیح روایت یہی ہے۔

عَلٰى مَنْكِبَيْهِ : کندھوں پر ریشمی کپڑے سے مراد ریشم کی سنجاف وغیرہ ہے جو چار انگشت سے زائد ہو ممکن ہے کہ اس سے مراد کندھے پر ریشمی پٹکا وغیرہ ڈالنا ہو جو متکبر لوگ کرتے ہیں۔

رُكُوْبِ النُّمُوْرِ : اس پر سوار ہونے سے اس لئے ممانعت فرمائی کیونکہ یہ متکبر لوگوں سے مشابہت ہے اور بعض مشائخ نے لکھا کہ چوپایوں اور درندوں کے چمڑوں پر بیٹھنے سے تفرقہ اور وحشت پیدا ہوتی ہے۔

اَلْخَاتَمِ : انگوٹھی حاکم کو مناسب ہے محض زینت کے لئے انگوٹھی کا استعمال مکروہ تنزیہی ہے اور بعض نے اس روایت کے نسخ کا دعویٰ کیا اس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام نے جناب رسول اللہ ﷺ اور خلفاء کے زمانہ میں انگوٹھیاں پہنی ہیں اور کسی نے انکار نہیں کیا۔ (ع۔ح)

سونے کی انگوٹھی کی ممانعت

۴۲۵۵/۴۸ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهَانِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ وَعَنْ لُبْسِ الْقَسِّيِّ وَالْمَيَاثِرِ۔ (رواه الترمذی وابوداود والنسائی وابن ماجة وفی رواية لابی داود قال نَهٰى عَنْ مَيَاثِرِ الْاُرْجُوَانِ)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٣٢٧ الحديث رقم ٤٠٥١‘ والترمذی فی ٤/١٩٨ الحديث رقم ١٧٣٧‘ والنسائی فی ٨/١٦٦ الحديث رقم ٥١٦٦‘ وابن ماجه فی ٢/١٢٠٥ الحديث رقم ٣٦٥٤‘ وأحمد فی المسند ١٠/١٢٧۔

تَرْجَمہ : حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے سونے کی انگوٹھی سے منع فرمایا۔ قسی کے پہننے اور میاثر کے استعمال سے منع فرمایا یہ ترمذی ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ کی روایت ہے ابوداؤد کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے کہا آپ ﷺ نے سرخ رنگ کے میاثر سے منع فرمایا ہے۔

تشریح ائمہ اربعہ کے ہاں سونے کی انگوٹھی حرام ہے۔ بعض صحابہ کرام مثلاً سعد‘ طلحہ‘ صہیب رضی اللہ عنہم کے متعلق پہننے کی روایات وارد ہیں وہ ممانعت سے پہلے کی ہیں۔

قسی: یہ قس کا اسم منصوب ہے یہ مصر کا ایک شہر ہے وہاں کے بنے ہوئے کپڑے قسی کہتے ہیں بعض شارحین نے کہا یہ خطوط والا ریشمی کپڑا ہے انتہی۔ پس اس سے ممانعت تنزیہی ہے اور تقویٰ کا تقاضا ہے کہ نہ پہنے۔

ابن ملک کہتے ہیں کہ اس کی ممانعت ریشمی ہونے کی صورت میں ہے۔ خواہ تمام ریشمی ہو یا بانا ریشمی ہو۔ پس اس میں ممانعت تحریمی ہو جائے گی۔

طیبی کا قول: یہ کتان کے کپڑے کو کہا جاتا ہے جس کی ریشم کے ساتھ ملاوٹ ہو۔

میاثر: جمع مئیر۔ سرخ زین پوش کو کہا جاتا ہے اور وہ اکثر ریشمی ہوتا ہے اور اس کی ممانعت بھی ریشمی ہونے کی صورت میں ہے۔ کذا قال بعض الشراح من علمائنا۔

نمبر۲: ممکن ہے کہ سوتی ہونے کی صورت میں بھی ممانعت ہو اس صورت میں نہی تنزیہی ہوگی کیونکہ یہ عجم کے متکبرین سے مشابہت اور عیش پرستی کی علامت ہے۔ (ح۔ع)

ریشمی زین پوش اور چیتے کے چمڑے پر سواری کی ممانعت

۴۲۵۶/۴۹ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَرْكَبُوا الْخَزَّوَلَا النِّمَارَ.

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٣٧٢/٤ الحديث رقم ٤١٢٩، وابن ماجه فی ١٢٠٥/٢ الحديث رقم ٣٦٥٦، وأحمد فی المسند ٩٣/٤۔

ترجمہ: حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ تم ریشمی زین پوش پر سوار مت ہو اور چیتے کے چمڑے سے بنے ہوئے زین پوش پر سواری مت کرو۔ یہ ابوداؤد اور نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ خز: یہ پرانے زمانے میں ایک کپڑا تھا جو اون اور ریشم سے بنتا تھا یہ مباح ہے صحابہ اور تابعین سے اس کا پہننا منقول ہے اس کی ممانعت کی صرف وجہ یہ ہے کہ عجمی متکبر لوگ اس کو اپنے زین پر ڈالتے تھے ان کے ساتھ مشابہت سے بچانے کے لئے ممانعت فرمائی گئی اور اگر خز سے وہی مراد ہے جو آج کل مشہور ہے وہ مکمل طور پر ریشم کا ہوتا ہے وہ مطلقاً حرام ہے اور اس معنی پر وہ دوسری روایت بھی محمول ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو خز اور حریر کو حلال قرار دیں گے۔ چنانچہ یہ روایت بھی اسی روایت کے معنی پر محمول ہے علماء نے لکھا ہے کہ یہ قسم زمانہ نبوت میں نہ تھی پس اس کے متعلق خبر دینا یہ آپ کا معجزہ ہے۔ کما قال الشیخ۔

ملا علی قاریؒ کا قول:

ہمارے بعض شارحین نے کہا ہے کہ خز سے وہ مراد ہے جو تمام یا اکثر ریشم ہو۔

سرخ زین پوش سے منع فرمایا

۴۲۵۷/۵۰ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنِ الْمِیْثَرَۃِ الْحَمْرَاءِ۔

(رواہ فی شرح السنۃ)

رواہ فی شرح السنۃ۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے سرخ زین پوش سے منع فرمایا اس کو بغوی نے شرح السنۃ میں نقل کیا ہے۔

۴۲۵۸/۵۱ وَعَنْ اَبِیْ رِمْثَۃَ التَّیْمِیِّ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْہِ ثَوْبَانِ اَخْضَرَانِ وَلَہٗ شَعْرٌ قَدْ عَلَاہُ الشَّیْبُ وَشَیْبُہٗ اَحْمَرُ (رواہ الترمذی وفی روایۃ لابی داود) ھُوَ ذُوْ وَفْرَۃٍ وَبِھَا رَدْعٌ مِنْ حِنَّاءٍ۔

أخرجہ أبو داوٗد فی السنن ٤/٤١٦ الحدیث رقم ٤٢٠٦، والترمذی فی ٥/١١٠ الحدیث رقم ٢٨١٢، والنسائی فی ٨/٢٠٤ الحدیث رقم ٥٣١٩، وأحمد فی المسند ٢/٢٢٦۔

ترجمہ: حضرت ابو رمثہ تیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ ﷺ دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے اور آپ ﷺ کے سر اور داڑھی مبارک میں چند بال ایسے تھے کہ جن پر بڑھاپا غالب آیا تھا اور سفید بالوں پر سرخی تھی۔ یہ ترمذی و ابوداؤد کی روایت ہے اور آپ ﷺ صاحب وفرہ تھے اور ان بالوں میں مہندی کا اثر تھا۔

تشریح ❁ **اَخْضَرَانِ**: سبز تھے یعنی خالص سبز تھے یا اس میں سبز دھاریاں تھیں، اس کے متعلق اور سفید بالوں کی تعداد سے متعلق کئی روایات وارد ہیں:

① حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی داڑھی مبارک اور سر مبارک میں میں نے سفید بالوں کو گنا وہ چودہ تھے۔
② حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے سفید بالوں کی تعداد بیس تھی۔
③ ایک روایت میں ستر کی تعداد بھی منقول ہے۔

وَفْرَۃٍ: کانوں کی لو تک بال وفرہ کہلاتے ہیں۔

شَیْبُہٗ اَحْمَرُ: علاوہ چند بال جو کہ سفید تھے وہ مہندی کی وجہ سے سرخ تھے۔ ۲۔ یہ سرخی بڑھاپے کی وجہ سے تھی یعنی خالص سفید نہ تھے بلکہ مائل بسرخی تھے جیسا کہ بڑھاپے کے شروع میں بالوں کا رنگ بھورا ہوتا ہے اور پھر سفید ہو جاتے ہیں۔

مسئلہ خضاب:

اس سلسلہ میں محدثین کے مابین اختلاف ہے کہ آیا آپ ﷺ نے خضاب کیا ہے یا نہیں؟ اکثر محدثین خضاب نہ کرنے کے قائل ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ خضاب کرنے والا بڑھاپا آپ ﷺ پر نہیں آیا۔ جیسا کہ روایت میں وارد ہے کہ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم سر پر تیل ڈالتے تو سفید بال چھپ جاتے ورنہ نظر آتے۔ ۲۔ فقہاء کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بال تھے اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان چند سفید بالوں کو خضاب کرتے تھے اور یہ بھی احتمال ہے کہ قصداً ان کو خضاب نہ کرتے ہوں بلکہ کبھی کبھی دھونے اور صاف کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر پر مہندی ڈالتے ہوں اور اس کی وجہ سے یہ بال رنگین ہو جاتے ہوں۔

باقی یہ جو روایت حدیث میں وارد ہوا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس موئے مبارک تھا۔ وہ خضاب کیا ہوا دیکھا گیا۔ جواب یہ ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب نہ کیا تھا بلکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ تبرک وادب کی وجہ سے اس کو خوشبو میں رکھتے تھے وہ چمک کی وجہ سے خضاب کیا ہوا معلوم ہوتا تھا یا تقویت کے لئے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسے خضاب کیا ہو واللہ اعلم۔

البتہ وہ روایت جن میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سرخ و زرد خضاب کرتے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ داڑھی مبارک کو مہندی اور زعفران سے دھوتے تا کہ خوب صاف ہو جائیں گرد وغبار کا اثر مکمل طور پر ختم ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک سیاہ تھے۔ اس طرح دھونے سے رنگین ہو جاتے۔ (ع۔ ح)

۵۲/۴۲۵۹ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَاکِیًا فَخَرَجَ یَتَوَکَّأُ عَلٰی اُسَامَةَ وَعَلَیْهِ ثَوْبُ قِطْرٍ قَدْ تَوَشَّحَ بِهٖ فَصَلّٰی بِهِمْ۔ (رواه فی شرح السنة

أحمد فی المسند ۲۱۲/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار تھے۔ بیماری کی حالت میں اُسامہ کے سہارے آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قطری کپڑا بطور بدھی اوپر ڈال رکھا تھا اور آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی۔ یہ شرح السنہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **ثَوْبُ قِطْرٍ** : سرخ کھردری خط والی چادر۔ بعض نے کہا کہ قطر بحرین کی ایک بستی ہے وہاں وہ کپڑا بنتا تھا اور یہ مرض الوفات کی بات ہے۔ یہ آخری نماز تھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امامت کروا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرۂ مبارک سے نکل کر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ کر امامت کروائی۔ باب الامامت میں اس کا تفصیلی بیان مذکور ہے۔ (ح)

قطری کپڑے بدن پر بھاری تھے

۵۳/۴۲۶۰ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کَانَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبَانِ قِطْرِیَّانِ غَلِیْظَانِ وَکَانَ اِذَا قَعَدَ فَعَرِقَ ثَقُلَا عَلَیْهِ فَقَدِمَ بَزٌّ مِنَ الشَّامِ لِفُلَانِ الْیَهُوْدِیِّ فَقُلْتُ لَوْ بَعَثْتَ اِلَیْهِ فَاشْتَرَیْتَ مِنْهُ ثَوْبَیْنِ اِلَی الْمَیْسَرَةِ فَاَرْسَلَ اِلَیْهِ فَقَالَ قَدْ عَلِمْتُ مَا تُرِیْدُ اِنَّمَا تُرِیْدُ اَنْ تَذْهَبَ بِمَالِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَذَبَ قَدْ عَلِمَ اَنِّیْ مِنْ اَتْقَاهُمْ وَآدَاهُمْ لِلْاَمَانَةِ۔ (رواه الترمذی والنسائی)

أخرجه الترمذی فی السنن ۵۱۸/۳ الحديث رقم ۱۲۱۳، والنسائی فی ۲۹۴/۷ الحديث رقم ۴۶۲۸، وأحمد فی المسند ۱۴۷/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر دو قطری کپڑے تھے جو کہ

موٹے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیر تک بیٹھنے سے پسینہ آتا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن پر بھاری ہو جاتے جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی۔ بالآخر فلاں یہودی کے پاس شام سے کپڑا آیا تو میں نے عرض کیا کہ اگر فلاں یہودی کی طرف کسی کو بھیجتے اور اس وعدہ پر اس سے دو کپڑے خریدتے کہ جب کہیں سے کچھ آئے گا تو قیمت دے دیں گے تو اس وعدہ پر اس سے لے لیں تاکہ ان کپڑوں کی ایذاء سے بچت ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اس یہودی کی طرف کپڑا خریدنے کے لئے بھیجا تاکہ وہ اس وعدہ پر کپڑا لائے۔ اس نے اس یہودی سے اس وعدہ پر کپڑا مانگا تو یہودی کہنے لگا تم یہ چاہتے ہو کہ اس میں تم میرا مال لے جاؤ اور پھر بعد میں قیمت سے انکار کر دو۔ یہودی نے بظاہر اس کو مخاطب کیا جو خریدنے گیا تھا اور حقیقت میں یہودی کا خطاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا۔ جب وہ شخص واپس لوٹا اور اس یہودی کا جواب بتلایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس یہودی نے جھوٹ بولا ہے یعنی وہ خود بھی جانتا ہے کہ اس نے جھوٹ کہا ہے کیونکہ وہ تورات کے حوالے سے جانتا ہے کہ میں سب سے زیادہ متقی ہوں اور تمام لوگوں میں امانت کو زیادہ ادا کرنے والا ہوں۔ یہ ترمذی اور نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موٹا جھوٹا کپڑا پہنا اور اس سے مزاجِ مبارک کو ایذاء پہنچی۔ ۲۔ استراحت کے لئے اچھے کپڑے کو خریدنے کا قصد فرمایا۔ ۳۔ یہودی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا متقی ہونا معلوم تھا لیکن پھر بھی جھوٹ بول کر الزام تراشی کر رہا تھا۔

۴۲۶۱/۵۴ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ قَالَ رَاٰنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَعَلَیَّ ثَوْبٌ مَصْبُوْغٌ بِعُصْفُرٍ مُوَرَّدًا فَقَالَ مَا هٰذَا فَعَرَفْتُ مَاکَرِهَ فَانْطَلَقْتُ فَاَحْرَقْتُهٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا صَنَعْتَ بِثَوْبِكَ قُلْتُ اَحْرَقْتُهٗ قَالَ اَفَلَا کَسَوْتَهٗ بَعْضَ اَهْلِكَ فَاِنَّهٗ لَا بَاْسَ بِهٖ لِلنِّسَاءِ۔ (رواه ابوداود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٣٣٥ الحديث رقم ٤٠٦٨، وابن ماجه فی ٢/١١٩١ الحديث رقم ٣٦٠٣، وأحمد فی المسند ٢/١٩٦۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس حالت میں دیکھا کہ کسم کا گلابی رنگ والا کپڑا مجھ پر تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیا ہے؟ میں نے اس بات سے اندازہ لگایا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہیں۔ میں نے جا کر اس کپڑے کو جلا ڈالا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا تم نے اپنے کپڑے کا کیا کیا؟ میں نے عرض کیا اسے جلا ڈالا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اپنی کسی عورت کو کیوں نہ پہنا دیا۔ اس لئے کہ عورتوں کو ایسا کپڑا پہننے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس سے معلوم ہوا کہ کسم سے رنگا ہوا کپڑا امرد کو حرام ہے۔

خچر پر خطبہ

۴۲۶۲/۵۵ وَعَنْ هِلَالِ بْنِ عَامِرٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَتْ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًی یَخْطُبُ عَلٰی بَغْلَةٍ وَعَلَیْهِ بُرْدٌ اَحْمَرُ وَعَلِیٌّ اَمَامَهٗ یُعَبِّرُ عَنْهُ۔ (رواه ابوداود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/ ٣٣٨ الحدیث رقم ٤٠٧٣' وأحمد فی المسند ٣/ ٤٧٧۔

ترجمہ: ہلال بن عامر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میرے والد نے بیان کیا کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خچر پر خطبہ دیتے دیکھا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ چادر یعنی دھاری دار پہن رکھی تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام لوگوں کو بیان فرماتے جا رہے تھے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے

تشریح ۞ مجمع کی کثرت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز دور والوں کو نہ پہنچتی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بلند آواز سے کلام مبارک سمجھاتے جاتے تھے۔ (ح)

۴۲۶۳/۵۶ وَعَنْ عَآئِشَةَ ؓ قَالَتْ صُنِعَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُرْدَةٌ سَوْدَاءُ فَلَبِسَهَا فَلَمَّا عَرِقَ فِيْهَا وَجَدَ رِيْحَ الصُّوْفِ فَقَذَفَهَا۔ (رواه ابوداود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/ ٣٣٩ الحدیث رقم ٤٠٧٤' وأحمد فی المسند ٦/ ٢١٩۔

ترجمہ: حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سیاہ چادر تیار کی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پہنا۔ پھر جب اس میں پسینہ آیا تو اس میں اون کی بو محسوس فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پھینک دیا' یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

۴۲۶۴/۵۷ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْتَبٍ بِشَمْلَةٍ قَدْ وَقَعَ هُدْبُهَا عَلٰى قَدَمَيْهِ۔ (رواه ابوداود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/ ٣٣٩ الحدیث رقم ٤٠٧٥' وأحمد فی المسند ٥/ ٦٣۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چادر کے ساتھ گوٹ مار کر بیٹھے تھے اور اس کے ڈورے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر پڑے ہوئے تھے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ گوٹ مارنا اس طرح ہے کہ سرین کو زمین پر ٹیک کر دونوں گھٹنوں کو کھڑا کر دیتے ہیں اور دونوں ہاتھ یا کوئی کپڑا سہارے کے لئے گھٹنوں کے گرد لپیٹ لیتے۔ (ح)

قبطی کپڑا عورتوں کے استعمال کے لئے

۴۲۶۵/۵۸ وَعَنْ دِحْيَةَ بْنِ خَلِيْفَةَ قَالَ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبَاطِيَ فَاَعْطَانِيْ مِنْهَا قُبْطِيَّةً فَقَالَ اصْدَعْهَا صَدْعَيْنِ فَاقْطَعْ اَحَدَهُمَا قَمِيْصًا وَاَعْطِ الْاٰخَرَ امْرَأَتَكَ تَخْتَمِرْ بِهٖ فَلَمَّا اَدْبَرَ قَالَ وَاْمُرِ امْرَأَتَكَ اَنْ تَجْعَلَ تَحْتَهٗ ثَوْبًا لَا يَصِفُهَا۔ (رواه ابوداود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/ ٣٦٣ الحدیث رقم ٤١١٦' وأحمد فی السمند ٥/ ٢٠٥۔

ترجمہ: حضرت دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبطی کپڑے لائے گئے آپ نے اس میں سے ایک قبطی کپڑا عنایت فرمایا اور فرمایا اس کو دو ٹکڑے کرو اور ایک کا قمیص بناؤ اور دوسرا اپنی بیوی کو دو تا کہ وہ اوڑھنی بنا لے۔ جب دحیہ پیٹھ پھیر کر چل دیئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی بیوی کو کہو کہ اس کے نیچے ایک کپڑا لگائے تا کہ

اس سے اس کے بدن اور بال ظاہر نہ ہوں کیونکہ وہ کپڑا باریک ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ❂ **قباطی** : یہ قبطی کی جمع ہے۔ وہ مصر کا ایک باریک وسفید کپڑا ہے۔ (ع)

اوڑھنی کے استعمال کا طریقہ

۵۹/۴۲۶۶ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَیْهَا وَهِیَ تَخْتَمِرُ فَقَالَ لَیَّةً لَا لَیَّتَیْنِ۔ (رواہ ابوداود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٣٦٣ الحديث رقم ٤١١٥، وأحمد فی المسند ٦/٢٩٦۔

ترجمہ : حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس اس حالت میں آئے کہ وہ اوڑھنی اوڑھنے والی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو ایک پیچ سر پر دو نہ کہ دو پیچ۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ❂ یعنی سر پر گلے کے نیچے ایک پیچ دو نہ کہ دو پیچ تاکہ مردوں سے مشابہت نہ ہو۔ کذا قال الطیبی۔

نمبر۲ مگر ظاہر مراد یہ ہے کہ سر پر کپڑا لپیٹنا۔ یہ عربی عورتوں کی عادت ہے۔ وہ سر کو کپڑے سے اس طرح باندھتی ہیں جیسے زچہ والی عورت۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ پٹی کی طرح باندھنے کی ضرورت نہیں ایک پیچ کافی ہے۔ تاکہ اسراف نہ ہو اور مردوں کے عمامہ کی مشابہت بھی نہ ہو۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو مردوں کے ساتھ لباس میں مشابہت درست نہیں اور نہ ان جیسا لباس پہننا چاہیے جیسا کہ مردوں کو عورتوں جیسا لباس پہننا جائز نہیں۔ (ع)

الفصل الثالث:

حکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کی شاندار مثال

۶۰/۴۲۶۷ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَرَرْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَفِیْ اِزَارِیْ اِسْتِرْخَاءٌ فَقَالَ یَا عَبْدَ اللّٰهِ اِرْفَعْ اِزَارَكَ فَرَفَعْتُهٗ ثُمَّ قَالَ زِدْ فَزِدْتُّ فَمَا زِلْتُ اَتَحَرَّاهَا بَعْدُ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ اِلٰی اَیْنَ قَالَ اِلٰی اَنْصَافِ السَّاقَیْنِ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحيحه ٣/١٦٥٣ الحديث رقم (٤٧-٢٠٨٦)

ترجمہ : حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا۔ اس وقت میرا تہبند لٹک رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عبداللہ! تو اپنے تہبند کو بلند کر۔ میں نے بلند کیا تو فرمایا اس کو اور بلند کرو۔ پس میں ہمیشہ کوشش وقصد سے یہ کام کرتا ہوں۔ بعض لوگوں نے کہا آپ کہاں تک اٹھاتے ہیں تو فرمایا۔ آدھی پنڈلیوں تک یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❂ **اَتَحَرَّاهَا** : اس کی ضمیر فعلہ کی طرف لوٹتی ہے اور اوپر ترجمہ میں اس کا لحاظ ہے۔ نمبر۲ مگر زیادہ ظاہر یہ ہے کہ ضمیر

رفع اخیرہ کی طرف پھرتی ہے۔یعنی میں ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتا ہوں کہ میرے ازار کی بلندی جناب رسول اللہ ﷺ کے اندازہ کے موافق ہو۔(ع)

قدرتی طور پر چادر لٹک جائے تو گناہ نہیں

۴۲۶۸/۶۱ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِزَارِيْ يَسْتَرْخِيْ اِلَّا اَنْ اَتَعَاهَدَهٗ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ لَسْتَ مِمَّنْ يَفْعَلُهٗ خُيَلَاءَ۔ (رواہ البخاری)

أخرجه البخاري في صحيحه ١٩/٧ الحديث رقم ٣٦٦٥، وأبو داؤد في السنن ٣٤٥/٤ الحديث رقم ٤٠٨٥، والنسائي في ٢٠٨/٨ الحديث رقم ٥٣٣٥۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص تکبر کی وجہ سے اپنے ازار کو ٹخنوں سے نیچے کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر نظر رحمت نہ فرمائے گا۔اس پر حضرت ابوبکرؓ کہنے لگے یا رسول اللہ! میری چادر تو لٹکی رہتی ہے یعنی میرے اختیار کے بغیر لٹک جاتی ہے۔اور بعض اوقات ٹخنے اور قدم تک بھی پہنچ جاتی ہے۔البتہ میں ہر وقت اس بات کا خیال رکھتا ہوں یعنی اکثر و بیشتر خیال نہیں بھی رہتا خواہ کوئی سبب پیش آتا ہے یا شرعی رکاوٹ بن جاتی ہے یا عرفی وجہ پیدا ہو جاتی ہے۔پس اس بارے میں میرے حق میں کیا حکم ہے۔تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے ابوبکر! تو ان میں سے نہیں ہے جو تکبر کی وجہ سے ازار کو لٹکاتے ہیں۔(ع)

اتباع کا نمونہ

۴۲۶۹/۶۲ وَعَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ رَاَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَأْتَزِرُ فَيَضَعُ حَاشِيَةَ اِزَارِهٖ مِنْ مُقَدَّمِهٖ عَلٰى ظَهْرِ قَدَمِهٖ وَيَرْفَعُ مِنْ مُؤَخَّرِهٖ قُلْتُ لِمَ تَأْتَزِرُ هٰذِهِ الْاِزْرَةَ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتَزِرُهَا۔

(رواہ ابو داؤد)

أخرجه أبو داؤد في السنن ٣٥٤/٤ الحديث رقم ٤٠٩٦۔

ترجمہ: عکرمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ اپنا تہبند باندھتے تو اس کا کنارہ اگلی جانب اپنے قدم کی پشت پر رکھتے اور پچھلی جانب سے بلند رکھتے۔میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا تم اس طرح کبھی کبھی تہبند کیوں باندھتے ہو تو وہ فرمانے لگے۔جناب رسول اللہ ﷺ کبھی کبھی اس طرح باندھا کرتے تھے۔یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس سے معلوم ہوا کہ پچھلی جانب سے تہبند کا اونچا ہونا عدم اسبال کیلئے کافی ہے۔(ع)

پگڑیاں فرشتوں کا لباس

۴۲۷۰/۶۳ وَعَنْ عُبَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالْعَمَائِمِ فَإِنَّهَا سِيْمَاءُ الْمَلَائِكَةِ وَاَرْخُوْهَا خَلْفَ ظُهُوْرِكُمْ ۔ (رواه البيهقى فى شعب الايمان)

أخرجه البيهقى فى شعب الايمان ٥/١٧٦ الحديث رقم ٦٢٦٢۔

ترجمہ: حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پگڑیاں باندھنا لازم پکڑو کیوں کہ پگڑیاں فرشتوں کا لباس ہے۔(یعنی وہ فرشتے یوم بدر کو دستار باندھے آئے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ الٰافٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ﴾ اپنی پشتوں کے پیچھے شملے چھوڑو) اس لئے کہ ملائکہ کی آمد بھی اسی کیفیت سے تھی۔ بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کی ہے۔

باریک کپڑے سے نفرت

۴۲۷۱/۶۴ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اَسْمَآءَ بِنْتَ اَبِىْ بَكْرٍ دَخَلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهَا ثِيَابٌ رِقَاقٌ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَقَالَ يَا اَسْمَاءُ اِنَّ الْمَرْاَةَ اِذَا بَلَغَتِ الْمَحِيْضَ لَنْ يُّصْلِحَ اَنْ يُّرٰى مِنْهَا اِلَّا هٰذَا وَهٰذَا وَاَشَارَ اِلٰى وَجْهِهٖ وَكَفَّيْهِ ۔ (رواه ابو داؤد)

أخرجه أبو داوٗد فى السنن ٤/٣٧٥ الحديث رقم ٤١٠٤۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور انہوں نے باریک کپڑے پہن رکھے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا جب عورت ایام حیض کو پہنچ جائے یعنی بالغ ہو تو اس کے جسم کا کوئی عضو بھی سوائے ان کے اور ان کے ظاہر نہ ہونا چاہیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرے اور ہاتھوں کی طرف اشارہ کیا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یہ ستر عورت ہے۔ باقی حجاب یہ ہے کہ عورت لوگوں کے سامنے بدن ڈھانپنے کے باوجود نہ نکلے۔ اور یہ ازواج مطہرات کے خواص میں سے ہے نمبر۲ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب عورت کا بدن باریک کپڑے سے نظر آئے تو اس حکم ننگے جسم جیسا ہے۔ (ح)

کپڑا پہننے کی دُعا

۴۲۷۲/۶۵ وَعَنْ اَبِىْ مَطَرٍ قَالَ اِنَّ عَلِيًّا اشْتَرٰى ثَوْبًا بِثَلَاثَةِ دَرَاهِمَ فَلَمَّا لَبِسَهٗ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَزَقَنِىْ مِنَ الرِّيَاشِ مَا اَتَجَمَّلُ بِهٖ فِى النَّاسِ وَاُوَارِىْ بِهٖ عَوْرَتِىْ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ .(رواه احمد)

أحمد في المسند ١/١٥٧۔

ترجمہ: ابومطر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت علی اللہ عنہ نے ایک دن ایک کپڑا تین درہم کا خرید فرمایا۔ جب اس کو پہنا تو کہنے لگے الحمدللہ...... تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں ۔جس نے زینت والا کپڑا عنایت فرمایا اور وہ کپڑا ہمارے ستر کو چھپانے کا ذریعہ ہے۔ پھر کہنے لگے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا یعنی کپڑے پہننے کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔ یہ احمد کی روایت ہے۔

ایک اور دُعا اور پرانے کپڑے کا حکم

۶۶/۴۲۷۳ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ لَبِسَ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ ثَوْبًا جَدِيْدًا فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَانِيْ مَا اُوَارِيْ بِهٖ عَوْرَتِيْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِيْ حَيَاتِيْ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ لَبِسَ ثَوْبًا جَدِيْدًا فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَانِيْ مَا اُوَارِيْ بِهٖ عَوْرَتِيْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِيْ حَيَاتِيْ ثُمَّ عَمِدَ اِلَى الثَّوْبِ الَّذِيْ اَخْلَقَ فَتَصَدَّقَ بِهٖ كَانَ فِيْ كَنَفِ اللّٰهِ وَفِيْ حِفْظِ اللّٰهِ وَفِيْ سَتْرِ اللّٰهِ حَيًّا وَمَيِّتًا .

(رواه احمد والترمذی وابن ماجة وقال الترمذی هذا حديث غريب)

أخرجه الترمذي في السنن ٤/٥٢١ الحديث رقم ٣٥٦٠، وابن ماجه في ٢/١١٧٨ الحديث رقم ٣٥٥٧، وأحمد في المسند ١/٤٤۔

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا کپڑا پہنا اور پھر یہ دعا پڑھی: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ...... تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کو لائق ہیں جس نے مجھے ستر چھپانے والا کپڑا عنایت فرمایا۔ اور اس کے ساتھ اپنی زندگی میں زینت کرتا ہوں۔'' پھر کہنے لگے میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ جو شخص نیا کپڑا پہنے پھر وہ یہ دعا پڑھے۔ پھر پرانا کپڑا خیرات کردے تو وہ شخص اللہ تعالیٰ کی پناہ اور عفو و مغفرت کے پردہ میں رہے گا جب تک زندہ رہے یا مرے یعنی دنیا و آخرت میں۔ یہ روایت امام احمد' ترمذی' ابن ماجہ نے نقل کی ترمذی نے اسے غریب کہا۔

باریک اوڑھنی کا پھاڑ ڈالنا

۶۷/۴۲۷۴ وَعَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ اَبِيْ عَلْقَمَةَ عَنْ اُمِّهٖ قَالَتْ دَخَلَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَلٰى عَائِشَةَ وَعَلَيْهَا خِمَارٌ رَقِيْقٌ فَشَقَّتْهُ عَائِشَةُ وَكَسَتْهَا خِمَارًا كَثِيْفًا۔ (رواه مالك)

أخرجه مالك في الموطأ ٢/٩١٣ الحديث رقم ٦ من كتاب اللباس۔

ترجمہ: حضرت علقمہ بن ابی علقمہ سے روایت ہے انہوں نے اپنی والدہ سے نقل کیا کہ جناب حفصہ عبدالرحمان بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آئی۔ وہ اس وقت باریک اوڑھنی پہنے ہوئے تھیں۔ حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہ اوڑھنی پھاڑ ڈالی اور اسے موٹی اوڑھنی پہنا دی۔ یہ امام کی روایت ہے۔

تشریح ۞ حفصہ: یہ حفصہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بھتیجی تھیں۔ وہ باریک اوڑھنی دیکھ کر ناراض ہوگئیں اور تادیب کیلئے ان کی اوڑھنی کو دو ٹکڑے کر دیا اور موٹی اوڑھنی پہنا دی۔ (ع)

قطری کرتہ کا استعمال

۴۲۷۵/۶۸ وَعَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ اَيْمَنَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ وَعَلَيْهَا دِرْعٌ قِطْرِيٌّ ثَمَنُهٗ خَمْسَةُ دَرَاهِمَ فَقَالَتْ اِرْفَعْ بَصَرَكَ اِلٰى جَارِيَتِيْ اُنْظُرْ اِلَيْهَا فَاِنَّهَا تُزْهٰى اَنْ تَلْبَسَهٗ فِي الْبَيْتِ وَقَدْ كَانَ لِيْ مِنْهَا دِرْعٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا كَانَتِ امْرَاَةٌ تُقَيَّنُ بِالْمَدِيْنَةِ اِلَّا اَرْسَلَتْ اِلَيَّ تَسْتَعِيْرُهٗ. (رواہ البخاری)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۵/۲۸٦ الحدیث رقم ۲٦۲۸۔

ترجمہ: عبدالوحد بن ایمن نے اپنے والد سے نقل کیا کہ ایک دن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے قطری لباس پہن رکھا تھا۔ یعنی مصری کرتہ جس کی قیمت پانچ درہم سے زائد نہ تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں۔ تم میری لونڈی کو دیکھو۔ یہ گھر میں یہ کپڑا پہننے سے تکبر کرتی ہے۔ (چہ جائیکہ کہ اس کو پہن کر باہر نکالا جائے) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں میرا ایک کپڑا اس طرح کا تھا۔ مدینہ منورہ کی جو عورت زینت کرنا چاہتی تو وہ پیغام بھیج کر یہ کرتہ منگواتی اور پہنتی تھی۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے زہد' تنگدستی اور فقر کا حال بیان کیا جو آپ کے زمانہ میں تھا۔ (ح)

ناپسندیدہ کپڑے بیچنے کا حکم

۴۲۷٦/٦۹ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ لَبِسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا قَبَاءَ دِيْبَاجٍ اُهْدِيَ لَهٗ ثُمَّ اَوْشَكَ اَنْ نَزَعَهٗ فَاَرْسَلَ بِهٖ اِلٰى عُمَرَ فَقِيْلَ قَدْ اَوْشَكَ مَا انْتَزَعْتَهٗ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ نَهَانِيْ عَنْهُ جِبْرِيْلُ فَجَآءَ عُمَرُ يَبْكِيْ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَرِهْتَ اَمْرًا وَاَعْطَيْتَنِيْهِ فَمَالِيْ فَقَالَ اِنِّيْ لَمْ اُعْطِكَهٗ تَلْبَسُهٗ اِنَّمَا اَعْطَيْتُكَهٗ تَبِيْعُهٗ فَبَاعَهٗ بِاَلْفَيْ دِرْهَمٍ. (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ۳/۱٦٤٤ الحدیث رقم (۱٦۔۲۰۷۰)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ریشمی قبا زیب تن فرمائی۔ جو کہ آپ کی طرف تحفہ میں بھیجی گئی تھی۔ پھر جلدی سے اسے اتار ڈالا اور اس کو عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا۔ تو صحابہ (موجودین) نے کہا۔ کہ آپ نے جلد اسے اتار ڈالا تو فرمایا مجھے اس کے پہننے سے جبرئیل نے منع کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ قصہ سن کر روتے ہوئے آئے اور کہنے لگے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے اسے پسند نہ کیا یعنی اس کے زیب تن کرنے کو۔ اور میری طرف بھیجی تاکہ

میں اسے پہن لوں۔ تو میرا کیا حال ہوگا۔ آپ نے فرمایا یہ میں نے تجھے پہننے کیلئے نہیں دی بلکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تو اسے فروخت کر دے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دو ہزار درہم میں فروخت کر دیا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

خالص ریشمی کپڑا ممنوع ہے

۴۲۷۷/۰۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّمَا نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الثَّوْبِ الْمُصْمِتِ مِنَ الْحَرِيْرِ فَاَمَّا الْعَلَمُ وَسَدَى الثَّوْبِ فَلَا بَأْسَ بِهٖ۔ (رواہ ابوداود)

أخرجه أبو داوٗد فى السنن ٤/٣٢٩ الحديث رقم ٤٠٥٥، وأحمد فى المسند ١/٢١٨۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ یقیناً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کپڑے کو پہننے سے منع فرمایا۔ جو خالص ریشم کا ہو۔ البتہ ریشم کی گوٹ یا بیل جو چار انگشت کی مقدار ہو وہ جائز ہے۔ یہ ابوداؤد نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ ایک کپڑے کا تانا بانا ریشم سے ہو تو۔ اس کا استعمال حرام ہے۔ صاحبین اس کو لڑائی میں حاج قرار دیتے ہیں۔ نمبر۲: تانا ریشمی اور بانا سوت ہو تو وہ بالاتفاق جائز ہے۔ اور اس کا عکس مکروہ ہے مگر لڑائی میں جائز ہے لڑائی میں جب صاحبین کے ہاں خالص ریشم بھی مباح ہے۔ تو یہ طریق اول مباح ہوگا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں تانا سوت اور بانا ریشم ہو تو وہ حرام ہے اور جس میں تانا ریشم اور بانا اور کسی چیز کا ہو وہ مطلقاً جائز ہے۔

خز کی شال کا استعمال

۴۲۷۸/۱۷ وَعَنْ اَبِىْ رَجَاءٍ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ وَعَلَيْهِ مُطَرَّفٌ مِنْ خَزٍّ وَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ نِعْمَةً فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يُّرٰى اَثَرُ نِعْمَتِهٖ عَلٰى عَبْدِهٖ۔ (رواہ احمد)

أحمد فى المسند ٤/٤٣٨۔

ترجمہ: حضرت ابورجاء رحمہ اللہ سے روایت ہے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ہمارے ہاں تشریف لائے تو انہوں نے خز کی شال پہن رکھی تھی۔ وہ کہنے لگے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس کو اللہ تعالیٰ کوئی نعمت عنایت کرے تو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے کہ اس کی نعمت کا اثر اس پر دیکھا جائے۔ یہ احمد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ مُطَرَّفٌ :یہ ایسا کپڑا ہے جس کے دونوں طرف کنارہ بنا ہوتا ہے۔ قاموس۔ میں کہا گیا ہے کہ مطرف کا وزن مکرم ہے۔ ریشم کی دھاری دار چادر کو کہتے ہیں۔ خز تاکید کیلئے ہیں۔ خز۔ خالص ریشمی کپڑے کو کہتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ وہ کپڑا ریشم واون سے بنایا جاتا ہے اور وہ جائز ہے اور وہی مراد ہے۔ (ع)

اسراف وتکبر سے بچو

۷/۴۲۷۹/۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُلْ مَاشِئْتَ وَالْبَسْ مَاشِئْتَ مَا اَخْطَاَتْكَ اثْنَتَانِ سَرَفٌ وَمَخِيْلَةٌ۔

(رواه البخاری)

البخاری تعلیقًا ۱۰/۲۵۲ باب قول الله تعالی ﴿قل من زینة...﴾ كتاب اللباس۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جائز اور مباح چیزوں میں سے جس کو چاہو کھاؤ اور پہنو۔ بشرطیکہ دو چیزوں سے پرہیز رہے اسراف اور تکبر یعنی ان کے دو وجوہات سے چیزوں میں کراہت پیدا ہوتی ہے۔ یہ بخاری نے ترجمۃ الباب میں روایت نقل کی ہے۔

تشریح ۞ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے کہ اسراف یہ ہے کہ ہر پسندیدہ چیز تم کھاؤ۔ تو قیاس اس پر ہے کہ ہر وہ چیز جس کو دل چاہے اس کو پہننا یا کھانا شروع کر دیا جائے۔ (ع)

ضرورت کا کھاؤ اور پہنو

۷/۴۲۸۰/۳ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَتَصَدَّقُوْا اَوِ الْبَسُوْا مَالَمْ يُخَالِطْ اِسْرَافٌ وَلَا مَخِيْلَةٌ۔ (رواه احمد والنسائی وابن ماجة)

أخرجه النسائي في السنن ۵/۷۹ الحديث رقم ۲۵۵۹، وابن ماجه في ۲/۱۱۹۲ الحديث رقم ۳۱۰۵، وأحمد في المسند ۲/۱۸۱۔

ترجمہ: عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے نقل کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھاؤ پیو بقدر ضرورت اور ضرورت سے زائد کو راہ خدا میں دو اور پہنو بشرطیکہ اس میں اسراف اور تکبر نہ ہو یہ نسائی، احمد اور ابن ماجہ کی روایت ہے۔

سفید کپڑا ملاقاتِ الٰہی کا لباس

۷/۴۲۸۱/۴ وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحْسَنَ مَازُرْتُمُ اللّٰهَ فِيْ قُبُوْرِكُمْ وَمَسَاجِدِكُمُ الْبَيَاضُ۔ (رواه ابن ماجة)

أخرجه ابن ماجه في السنن ۲/۱۱۸۱ الحديث رقم ۳۵۶۸۔

ترجمہ: حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بہترین کپڑا سفید کپڑا ہے کہ جسے پہن کر تم اپنے قبروں اور مسجد میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرو۔

تشریح ۞ مَازُرْتُمُ اللّٰهَ: مسجدیں چونکہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں وہاں عبادت کے لیے جانا یہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہے پس وہاں

سفید کپڑا پہن کر جانا بہتر ہے اور مرنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتا ہے۔ پس وہاں بھی سفید کپڑا کفن میں ہونا چاہیے۔ (ع)

بَابُ الْخَاتَمِ

انگوٹھی کے احکامات

الفصل الاول:

سونے کی انگوٹھی کا پھینکنا

۱/۴۲۸۲ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اتَّخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَجَعَلَهُ فِيْ يَدِهِ الْيُمْنٰى ثُمَّ اَلْقَاهُ ثُمَّ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ وَّرِقٍ نُقِشَ فِيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَقَالَ لَا يَنْقُشَنَّ اَحَدٌ عَلٰى نَقْشِ خَاتَمِيْ هٰذَا وَكَانَ اِذَا لَبِسَهُ جَعَلَ فَصَّهُ مِمَّا يَلِيْ بَطْنَ كَفِّهِ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۳۲۸/۱۰ الحدیث رقم ۵۸۷۹' ومسلم فی ۱٦۵۵/۳ الحدیث رقم (۵۳-۲۰۹۱) والنسائی فی السنن ۱۹۲/۸ الحدیث رقم ۵۲۷٦' وابن ماجه فی ۱۲۰۱/۲ الحدیث رقم ۳٦۳۹۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سونے کی انگوٹھی بنوائی اور ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ اس کو پہنا دائیں ہاتھ میں پھر اسے پھینک دیا۔ پھر چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس پر "محمد رسول اللہ کندہ کروایا اور فرمایا اس طرح کی کوئی انگوٹھی نہ بنوائے۔ آپ جب اسے پہنتے تو اس کا نقش اپنی ہتھیلی کی طرف کرتے یہ بخاری ،مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ✿ یہ حرمت سے پہلے کی بات ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ کہتے ہیں مرد کو سونے لوہے۔ کانسی وغیرہ کی انگوٹھی جائز نہیں۔ البتہ مرد کو چاندی کی انگوٹھی درست ہے۔

نمبر۲ عورتوں کیلئے جائز ہے کہ وہ سونے کی انگوٹھی پہن سکتی ہیں۔ بلکہ علماء فرماتے ہیں عورتوں کو چاندی کی انگوٹھی مکروہ ہے۔ کیونکہ وہ مردوں کیلئے ہے اور عورتوں کو مشابہت رجال کی وجہ سے مکروہ ہے اگر عورت چاندی کی انگوٹھی پہننا چاہے تو اس کا رنگ ملمع وغیرہ سے تبدیل کروائے۔

۳ صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

انگوٹھی میں حلقے کا اعتبار ہے نگینے کا اعتبار نہیں۔

④ والقاہ :

یعنی جب تحریم کی وحی نازل ہوئی تو اسے پھینک دیا۔

⑤ سیوطی کا قول:

انگوٹھی کو دائیں اور بائیں ہاتھ پہننے کی ہر دو روایت وارد ہیں۔ اور بائیں ہاتھ میں پہننے پر عمل ہے۔ دائیں ہاتھ والی منسوخ ہیں۔ ابن عدی نے ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ اول آپ ﷺ دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے پھر بائیں ہاتھ میں پہننے لگے۔

⑥ صاحب سفر السعادت کا قول:

دائیں، بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کی ہر دو قسم کی روایات درست ہیں۔ ظاہر مفہوم یہ ہے کہ کبھی دائیں اور کبھی بائیں میں استعمال فرماتے۔

⑦ امام نووی کا قول:

اس پر اجماع ہے کہ انگوٹھی دائیں بائیں ہاتھ دونوں میں استعمال کر سکتے ہیں۔

⑧ مسلک احناف:

ہمارے ہاں دائیں ہاتھ میں شرف وفضیلت کی وجہ سے پہنیں گے وہ اکرام وزینت کا زیادہ حقدار ہے۔

لَا یَنْقُشَنَّ : صحابہ کرام اتباع نبوع میں شدید حریص تھے۔ تو اس خطرے کے پیش نظر کہ وہ اسی طرح کی انگوٹھیاں بنوالیں آپ نے منع فرمایا۔ ممانعت کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی انگوٹھی بیرونی بادشاہوں کی طرف خطوط میں بطور مہر استعمال ہوتی تھی۔ اگر اور بھی بنوائیں گے تو اس سے بگاڑ پیدا ہوگا (کہ کوئی منافق جعلی خطوط نہ لکھ ڈالے)

⑨ فتاویٰ قاضی خان:

میں لکھتے ہیں کہ چاندی کی مہر مباح ہے۔ کیونکہ قاضی کو بھی مہر کی ضرورت پڑتی ہے۔ بلا ضرورت ترک افضل ہے۔ پہنتے وقت اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف کرے (ع۔ح)

قرآن رکوع میں نہ پڑھا جائے

۲/۴۲۸۳ وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لُبْسِ الْقِسِّیِّ وَالْمُعَصْفَرِ وَعَنْ تَخَتُّمِ الذَّهَبِ وَعَنْ قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ فِی الرُّكُوْعِ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ۱٦٤٨/۳ الحدیث رقم (۲۹۔۲۰۷۸) وأبو داوٗد فی السنن ۳۲۲/٤ الحدیث رقم

٤٠٤٤ والترمذی فی السنن ٤/١٩٨ الحدیث رقم ١٧٣٧، والنسائی فی ٨/١٩١ الحدیث رقم ٥٢٦٧، وأحمد فی المسند ١/١١٤۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسی اور کسم کے کپڑے پہننے اور سونے کی انگوٹھی استعمال کرنے کی ممانعت فرمائی یعنی مردوں کیلئے اور رکوع میں قرآن مجید کی تلاوت سے منع فرمایا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ قسی کی تحقیق کتاب اللباس فصل دوم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کے ذیل میں گزری ہے۔

قراۃ القران۔ نمبر ۱ تسبیح کی بجائے رکوع وسجدہ میں قرآن مجید پڑھنا منع ہے۔ نمبر ۲ قرآن کی تکمیل کرنے کی بجائے رکوع میں جلدی کرتا ہو جائے اور بقیہ قراءت کا حصہ رکوع میں جا کر پڑھے یہ بھی جلد بازی کی وجہ سے ممنوع ہے۔ (ح)

سونے کی انگوٹھی پہننے والا آگ کی انگشتری پہنتا ہے

۳/۴۲۸۴ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فِيْ يَدِ رَجُلٍ فَنَزَعَهٗ فَطَرَحَهٗ فَقَالَ يَعْمِدُ اَحَدُكُمْ اِلٰى جَمْرَةٍ مِّنْ نَارٍ فَيَجْعَلُهَا فِيْ يَدِهٖ فَقِيْلَ لِلرَّجُلِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْ خَاتَمَكَ انْتَفِعْ بِهٖ قَالَ لَا وَاللّٰهِ لَا اٰخُذُهٗ اَبَدًا وَقَدْ طَرَحَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ٣/١٦٥٥ الحدیث رقم (٥٢۔٢٠٩٠)۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی ایک انگوٹھی ایک شخص کے ہاتھ میں دیکھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انگوٹھی کو نکال کر پھینک دیا اور فرمایا تم آگ کے انگارے کا قصد کر کے اسے اپنے ہاتھ میں پہنتے ہو۔ یعنی سونا پہننے سے وہ ہاتھ دوزخ میں جلایا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد کہا گیا۔ کہ تم اس انگوٹھی سے فائدہ اٹھاؤ یعنی فروخت کرو یا کسی عورت کو دے دو۔ تو وہ کہنے لگا میں اس چیز کو ہرگز نہ لوں گا جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھینک دیا ہو۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ اس روایت سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی منکر چیز کو ہاتھ سے بدل سکتا ہو تو وہ اسے ہاتھ سے بدل ڈالے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اِذَا رَاٰى اَحَدٌ مِّنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ)) یعنی جب تم میں سے کوئی شخص کسی خلاف شرع چیز کو دیکھے تو وہ اس کو اپنے ہاتھ سے بگاڑ ڈالے"۔

انگوٹھی برائے مہر استعمال کرنے کا جواز

۴/۴۲۸۵ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَادَ اَنْ يَّكْتُبَ اِلٰى كِسْرٰى وَقَيْصَرَ وَالنَّجَاشِيِّ فَقِيْلَ اِنَّهُمْ لَا يَقْبَلُوْنَ كِتَابًا اِلَّا بِخَاتَمٍ فَصَاغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا حَلْقَةً فِضَّةٍ

نُقِشَ فِيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (رواه مسلم وفی رواية للبخاری) كَانَ نَقْشُ الْخَاتَمِ ثَلَاثَةَ اَسْطُرٍ مُحَمَّدٌ سَطْرٌ وَرَسُوْلٌ سَطْرٌ وَاللّٰهِ سَطْرٌ۔

أخرجه البخاری فی صحيحه ۳۲٤/۱۰ الحديث رقم ۵۸۷۵' ومسلم فی ۱٦۵۷/۳ الحديث رقم (۵۸-۲۰۹۲) وأبو داوٗد فی السنن ٤۲۳/٤ الحديث رقم ٤۲۱٤' والترمذی فی ۲۱۲/٤ الحديث رقم ۱۷٤۸۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فارس کے بادشاہ کسریٰ اور روم کے بادشاہ قیصر اور حبشہ کے بادشاہ کی طرف خط لکھنے کا ارادہ کیا۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ بادشاہ خطوط کو مہر کے بغیر قبول نہیں کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی جس کا نقش محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ انگوٹھی کا نقش تین سطور میں تھا۔ نیچے کی سطر میں آپ کا اسم گرامی ایک سطر میں رسول اور اوپر کی سطر میں اسم پاک باری تعالیٰ تھا۔ محمد رسول اللہ۔

تشریح ۞ اس میں انگوٹھی کے نگینے کا تذکرہ نہیں ہے۔ کیونکہ ہاتھ میں حلقہ پہنا جاتا ہے۔ اور جواز کے لیے اس کو بیان کرنا محل استبعاد ہے بعض روایت میں وارد ہے۔ کہ نگینہ بھی چاندی کا تھا۔ اور بعض میں حبشی بتلایا گیا ہے عنقریب اس کا تذکرہ آئے گا۔

۲ علامہ نووی کا بیان:

کہ پہلی سطر میں اللہ اور دوسری میں رسول اور تیسری میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم (اللہ رسول محمد) تھا۔

یہ مہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی اور بعد میں حضرت عمر فاروق کے ہاتھ میں رہی۔ اور حضرت عثمان غنی کے ہاتھ میں شروع خلافت میں رہی آخری دور میں ان کے خادم معیقیب کے ہاتھ سے بیر عریس میں گر پڑی بہت زیادہ تلاش کے باوجود نہ مل سکی۔ بعض علماء نے کہا ہے۔ کہ ان کے عہد کے آخر میں اختلاف وفتنہ کا باعث اس مہر کی گمشدگی تھی۔ کیونکہ اس کی برکت سے باہمی انتظام والتیام تھا۔ جیسا کہ مہر سلیمانی۔ واللہ اعلم (ع)

نگینہ وانگوٹھی دونوں چاندی سے تھے

۵/۴۲۸۶ وَعَنْهُ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ خَاتَمُهٗ مِنْ فِضَّةٍ وَكَانَ فَصُّهٗ مِنْهُ۔

(رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحيحه ۳۲۲/۱۰ الحديث رقم ۵۸۷۰' وأبو داوٗد فی السنن ٤۲٤/٤ الحديث رقم ٤۲۱۷' والترمذی فی ۱۹۹/٤ الحديث رقم ۱۷٤۰' والنسائی فی ۱۷۳/۸ الحديث رقم ۵۱۹۸' وأحمد فی المسند ۲٦٦/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی اور اس کا نگینہ دونوں چاندی کے تھے یہ بخاری کی روایت ہے۔

۶/۴۲۸۷ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبِسَ خَاتَمَ فِضَّةٍ فِيْ يَمِيْنِهٖ فِيْهِ فَصٌّ حَبَشِيٌّ

كَانَ يَجْعَلُ فَصَّهٗ مِمَّا يَلِيْ كَفَّهٗ . (متفق عليه)

أخرجه مسلم في صحيحه ٣/١٦٥٨ الحديث رقم (٦٢-٢٠٩٤)' وأبو داوٗد في السنن ٤/٤٢٤ الحديث رقم ٤٢١٦' والترمذي في السنن ٤/١٩٩ الحديث رقم ١٧٣٩' والنسائي في ٨/١٧٢ الحديث رقم ٥١٩٦' وابن ماجه في ٢/١٢٠١ الحديث رقم ٣٦٤١' وأحمد في المسند ٣/٢٠٩۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی اپنے دائیں ہاتھ میں پہنی جس کا نگینہ حبشی تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی کا نگینہ ہتھیلی کی طرف رکھتے تھے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگوٹھی کو اس طرح پہنتے کہ اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف ہوتا (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ حبشی یہ حبشہ کی طرف منسوب ہے اس کا مطلب عقیق ہے کیونکہ اس کی کان یمن اور حبشہ میں تھی اور اس قسم کا نگینہ حبشہ میں ہوتا ہے۔ یا اس کا رنگ سیاہ تھا جو حبشیوں کے مشابہ ہوتا ہے یا وہ حبشہ میں بنی تھی یا اس کا بنانے والا حبشی تھا۔ اور اس میں اور اس میں کوئی منافات نہیں۔ کہ وہ چاندی کا تھا۔ بعض لوگوں نے متعدد انگوٹھیاں قرار دیں کہ ایک کا نگینہ چاندی اور دوسرے کا نگینہ حبشی تھا/ ع

انگوٹھی بائیں چھنگلیاں میں

۴۲۸۸/۷ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ خَاتَمُ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ هٰذِهٖ وَاَشَارَ اِلَى الْخِنْصَرِ مِنْ يَدِهِ الْيُسْرٰى ۔

(رواه مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ٣/١٦٥٩ الحديث رقم (٦٣-٢٠٩٥)۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی بائیں ہاتھ کی چھنگلیاں میں تھی۔ یہ کہہ کر انہوں نے چھنگلیاں کی طرف اشارہ کیا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

درمیانی اُنگلی میں انگوٹھی نہ پہنی جائے

۴۲۸۹/۸ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَتَخَتَّمَ فِيْ اِصْبَعِيْ هٰذِهٖ اَوْهٰذِهٖ قَالَ فَاَوْمَاَ اِلَى الْوُسْطٰى وَالَّتِيْ تَلِيْهَا۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ٣/١٦٥٩ الحديث رقم (٦٥-٢٠٧٨)' والنسائي في ٨/١٧٧ الحديث رقم ٥٢١٠' وابن ماجه في ٢/١٤٠٣ الحديث رقم ٣٦٤٨' وأحمد في المسند ١/١٢٤۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس بات سے منع فرمایا کہ اپنی اس انگلی میں یا اس انگلی میں انگوٹھی پہنوں۔ راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے یہ کہہ کر اپنی درمیانی انگلی اور اس کے قریب شہادت والی انگلی کی طرف اشارہ کیا۔

تشریح ❁ انگوٹھے اور چھنگلیاں کے پاس انگلی میں انگوٹھی کا پہننا ثابت نہیں نہ جناب رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سے نہ صحابہ اور نہ تابعین سے کسی سے بھی ثابت نہیں۔ مردوں کے متعلق شوافع اور احناف کے ہاں چھنگلیاں میں انگوٹھی پہننے کا استحباب ہوتا ہے عورتوں کے لیے تمام انگلیوں میں پہننی مباح ہے۔

نووی فرماتے ہیں کہ مرد کے لیے درمیانی اور شہادت والی انگلی میں انگوٹھی پہننا مکروہ تنزیہی ہے۔

الفصل الثانی:

آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی ہے

۹/۴۲۹۰ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَتَّمُ فِيْ يَمِيْنِهٖ۔

(رواہ ابن ماجۃ ورواہ ابوداود والنسائی عن علی)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٢٠٠ الحديث رقم ١٧٤٤، والنسائی فی ١٧٥/٨ الحديث رقم ٥٢٠٤، وابن ماجه فی ١٢٠٣/٢ الحديث رقم ٣٦٤٧۔ أخرجه أبو داؤد فی السنن ٤٣١/٤ الحديث رقم ٤٢٢٦، والنسائی فی ١٧٤/٨ الحديث رقم ٥٢٠٣۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اس روایت کو ابن ماجہ اور ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔ اور نسائی نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے۔

دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا

۱۰/۴۲۹۱ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَتَّمُ فِيْ يَسَارِهٖ۔ (رواہ ابوداود)

أخرجه أبو داود فی السنن ٤٣١/٤ الحديث رقم ٤٢٢٧۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اپنی انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

مردوں پر سونا وریشم حرام ہے

۱۱/۴۲۹۲ وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ حَرِيْرًا فَجَعَلَهٗ فِيْ يَمِيْنِهٖ وَاَخَذَ ذَهَبًا فَجَعَلَهٗ فِيْ شِمَالِهٖ ثُمَّ قَالَ اِنَّ هٰذَيْنِ حَرَامٌ عَلٰى ذُكُوْرِ اُمَّتِيْ۔ (رواہ احمد وابوداود والنسائی)

أخرجه أبو داؤد فی السنن ٣٣٠/٤ الحديث رقم ٤٠٥٧، والنسائی فی ١٦٠/٨ الحديث رقم ٥١٤٤، وابن ماجه فی ١١٨٩/٢ الحديث رقم ٣٥٩٥، وأحمد فی المسند ٩٦/١۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشمی کپڑا لیا اور اسے اپنے دائیں ہاتھ میں تھاما اور سونا لیکر اس کو اپنے بائیں ہاتھ میں تھاما اور فرمایا کہ یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں اس روایت کو احمد اور ابوداؤد اور نسائی نے نقل کیا۔

چیتے کی کھال اور سونے کے استعمال کی ممانعت

۱۲/۴۲۹۳ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ رُكُوْبِ النُّمُوْرِ وَعَنْ لُبْسِ الذَّهَبِ اِلَّا مُقَطَّعًا ۔ (رواه ابو داود والنسائي)

أخرجه أبو داود في السنن ٤/ ٣٧٠ الحديث رقم ٤٢٣٩ والنسائي في ٨/ ١٦١ الحديث رقم ٥١٥٠ وأحمد في المسند ٤/ ٩٣۔

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چیتے کے چمڑے پر سوار ہونے اور سونا پہننے سے منع فرمایا۔ مگر یہ کہ بہت قلیل مقدار ہو۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس سے تھوڑے سے سونے کی جو اباحت معلوم ہو رہی ہے وہ بھی منسوخ ہوئی ہے مولانا قطب الدین صاحب فرماتے ہیں کہ تھوڑے سے سونے کے جواز کو احناف کے علماء نے یا نگینہ میں سونے کی میخ لگانے یا دھاری کو سنہری بنانے یا کپڑوں پر پٹی لگوانے پر محمول کیا ہے اور یہ ان کے ہاں مردوں کے لیے بھی جائز ہے۔

پیتل کے علاوہ تمام انگوٹھیوں کی ممانعت

۱۳/۴۲۹۴ وَعَنْ بُرَيْدَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ عَلَيْهِ خَاتَمٌ مِنْ شَبَهٍ مَالِيْ اَجِدُ مِنْكَ رِيْحَ الْاَصْنَامِ فَطَرَحَهُ ثُمَّ جَاءَ وَعَلَيْهِ خَاتَمٌ مِنْ حَدِيْدٍ فَقَالَ مَالِيْ اَرٰى عَلَيْكَ حِلْيَةَ اَهْلِ النَّارِ فَطَرَحَهُ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ اَتَّخِذُهُ قَالَ مِنْ وَرِقٍ وَلَا تُتِمَّهُ مِثْقَالًا (رواه الترمذي وابوداود والنسائي وقال محي السنة وقد صح) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ فِي الصَّدَاقِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ اِلْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيْدٍ ۔

أخرجه أبو داود في السنن ٤/ ٤٢٨ الحديث رقم ٤٢٢٣ والترمذي في ٤/ ٢١٨ الحديث رقم ١٧٨٥ والنسائي في ٨/ ١٧٢ الحديث رقم ٥١٩٥۔

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی پیتل کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تجھ سے بتوں کی بدبو آرہی ہے اور یہ اس لیے فرمایا کہ بت عموماً پیتل کے بنائے جاتے تھے اس نے اسے پھینک دیا اور پھر ایسی حالت میں واپس لوٹا کہ وہ لوہے کی انگوٹھی پہننے والا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تجھ پر دوزخیوں کا زیور دیکھ رہا ہوں تو اس نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو پھر میں کسی چیز کی انگوٹھی بنواؤں تو فرمایا کہ چاندی کی۔ اور اس کو وزن مثقال کے برابر

مت کرو۔ یہ ترمذی ابوداؤد اور نسائی نے روایت کی۔

محی السنہ کہتے ہیں کہ یہ بات صحیح حدیث میں وارد ہے جو حضرت سہل ابن سعد سے مروی ہے کہ ایک آدمی نکاح کا ارادہ کرتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے لئے کوئی مال تلاش کر کے لا جو اس کو مہر کی شکل میں دیا جائے اگر چہ لوہے کی انگوٹھی کیوں نہ ہو۔

تشریح ۞ **حِلْيَةَ اَهْلِ النَّارِ** :اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض کافر تو اسے دنیا میں پہنتے ہیں یا دوزخ میں کفار کو طوق اور زنجیر لوہے کے پہنائے جائینگے۔

وَلَا تُتِمَّهُ مِثْقَالاً :یہ ممانعت ورع اور اولویت کے لیے ہے بہتر یہ ہے کہ انگشتری یا انگوٹھی مثقال سے کم ہو کیونکہ سونے اور چاندی میں اصل کراہت ہے اور ضرورت کی حد تک ہونی چاہیئے ۔اسی لیے دو انگوٹھیوں کا اور اس سے زیادہ کا پہننا مکروہ ہے۔لیکن انگشتریوں کا ایک سے زیادہ بنانا یہ مکروہ نہیں ہے اگر باری باری ان کو پہنا جائے۔

نمبر۲ قاضی خان کہتے ہیں لوہے پیتل کی انگوٹھی مکروہ ہے محی السنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ مال تلاش کرو اگر چہ لوہے کی انگوٹھی ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نبی کریم کے لیے نہیں۔اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہوتی تو آپ لوہے کی انگوٹھی تلاش کرنے کا حکم نہ فرماتے۔

صاحب مطالب المؤمنین نے ہدایہ اور کافی سے نقل کیا ہے کہ درحقیقت یہ مہر کے متعلق مال خرچ کرنے میں میں مبالغہ ہے یہ اسی طرح ہے جیسے کہا جائے کہ مجھے دو اگر چہ ایک مٹھی خاک ہو اور اس سے تھوڑی سی چیز مراد ہوتی ہے۔لوہے کی انگوٹھی اگر چہ پہننا مکروہ ہے۔لیکن اشیاء متقومہ میں شامل ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ لوہے کی انگوٹھی کی ممانعت حدیث سہل کے بعد ہو۔اور یہ روایت سہل احکام کے استقرار سے پہلے ہو اور بریدہ والی روایت اس کے بعد ہو پس وہ روایت منسوخ ہوگئی حدیث سہل باب المہر کی فصل میں گزر چکی ہے۔ (ع ح)

دس ناپسندیدہ اشیاء

۴۲۹۵/۱۴ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ عَشْرَ خِلَالٍ الصُّفْرَةَ يَعْنِي الْخَلُوْقَ وَ تَغْيِيْرَ الشَّيْبِ وَجَرَّ الْإِزَارِ وَالتَّخَتُّمَ بِالذَّهَبِ وَالتَّبَرُّجَ بِالزِّيْنَةِ لِغَيْرِ مَحِلِّهَا وَالضَّرْبَ بِالْكِعَابِ وَالرُّقٰى اِلَّا بِالْمُعَوِّذَاتِ وَعَقْدَ التَّمَائِمِ وَعَزْلَ الْمَاءِ لِغَيْرِ مَحَلِّهٖ وَفَسَادَ الصَّبِيِّ غَيْرَ مُحَرِّمِهٖ۔

(رواه ابوداود والنسائی)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٤٢٨ الحديث رقم ٤٢٢٢، والنسائي في ٨/١٤١ الحديث رقم ٥٠٨٨، وأحمد في المسند ١/٣٨٠۔

ترجمہ:حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دس چیزیں ناپسند تھیں۔① خلوق کا استعمال یعنی زرد رنگ ② بڑھاپے کو متغیر کرنا یعنی خضاب کرنا۔③ تہبند کو لٹکا کر کھینچتے ہوئے چلنا یعنی جب ٹخنوں سے نیچے ہو۔

۴ سونے کی انگوٹھی کو پہننا یعنی مردوں کے لیے ۵ عورت کا بے محل زینت کو ظاہر کرنا ۶ نرد کھیلنا یعنی چوسر ۷ معوذات کے علاوہ منتر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناپسند کرتے تھے ۸ منکے اور کوڑیاں باندھنا ۹ عورت سے بے موقع عزل کرنا ۱۰ بچے کو خراب کرنا۔ آپ اس کو حرام قرار دینے والے نہ تھے یہ ابوداؤد و نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ خلوق۔ یہ ایک مرکب خوشبو ہے جو زعفران سے بنتی ہے مردوں کو لگانا درست نہیں عورتوں کے لیے درست ہے۔ بعض روایات سے اس کا مباح ہونا ثابت ہوتا ہے اور بعض سے ممانعت نکلتی ہے۔ ممانعت کی روایات زیادہ ہیں۔ جو کہ اس کی اباحت کو منسوخ کرنے والی ہیں۔ مردوں کو اس لیے منع کیا گیا کہ یہ خاص عورتوں کی خوشبو ہے۔

نمبر۲ تَغْيِيرَ الشَّيْبِ ۔ ایک تو یہ ہے کہ سفید بالوں کو اکھاڑا جائے دوسرا سیاہ خضاب کیا جائے اور مہندی کا خضاب جائز ہے اس کے جواز پر اتفاق ہے کیونکہ بہت ساری احادیث میں وارد ہے اور سفید بالوں کے اکھاڑنے کے سلسلے میں حرمت و کراہت کا قول مختار ہے۔

نمبر۳ التَّبَرُّجَ بِالزِّيْنَةِ: بے محل اظہار زینت کا مطلب یہ ہے کہ جہاں عورت کو زینت کا ظاہر کرنا جائز نہیں یعنی زوج اور محارم کے علاوہ جیسا قرآن مجید میں فرمایا: ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ ...... ﴾۔

نمبر۴ الضَّرْبِ بِالْكِعَابِ : یہ کعب کی جمع ہے نعت کے مہرے۔ یہ قرعہ کی طرح پھینکے جاتے ہیں اور ان کی ممانعت سے مراد نرد کی ممانعت ہے جو کہ حرام ہے اکثر اہل علم اور صحابہ کے ہاں شطرنج مکروہ تحریمی ہے۔ احناف کا مسلک بھی یہی ہے۔

نمبر۵ الرقی۔ یہ رقیت کی جمع ہے ٹونہ۔ اور معوذات سے مراد سورہ فلق اور ناس ہے۔ اور احادیث کے معوذات بھی اسی حکم میں ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ معوذات سے قرآن مجید کی وہ تمام ایات ہیں جن میں استعاذہ کا مفہوم ہے خواہ ان سورتوں کے علاوہ ہوں۔ قرآن مجید: ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ ...... ﴾ اور اسماء باری تعالیٰ سے رقیہ جائز ہے ان کے علاوہ سے حرام ہے خاص طور پر وہ الفاظ جن کا معنی معلوم نہ ہو وہاں تو کفر کا خطرہ ہے۔

نمبر۶ التمائم: جمع تمیمۃ کی۔ اس کا معنی منکے اور ہڈیاں ہیں جن کو نظر کے دور کرنے کے لیے لڑکوں کے گلے میں ڈالے جاتے ہیں یہ زمانہ جاہلیت میں تھا اسلام نے اس کو روک دیا۔ نمبر۲ تمائم سے مراد جاہلیت کے تمام منتر ہیں۔ نمبر۳ قرآن آیات دعائیں اور اسماء الٰہیہ لکھ ڈالنا جائز ہے جیسا کہ عبداللہ ابن عمرو کی روایت حصن حصین میں مذکور ہے۔

نمبر۷ عَزْلَ الْمَاءِ ۔ عزل غیر محل میں مکروہ ہے یعنی حرہ عورت کی رضا مندی کے بغیر منی کو باہر گرانا جائز نہیں البتہ لونڈی وہ محل عزل ہے اس میں کراہت نہیں۔

نمبر۸ فَسَادَ الصَّبِيِّ ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جس عورت کی گود میں بچہ ہو اس سے صحبت کرنے کو درست نہیں سمجھا جاتا تھا کیونکہ عورت حاملہ ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ سے دودھ فاسد ہو جاتا ہے اور لڑکے کے لیے ضعف کا باعث بنتا ہے۔ اور اس کو جاہلیت میں غیل کہا جاتا تھا۔ اس کو مکروہ سمجھا جاتا تھا لیکن حرام نہیں کہا جاتا تھا۔ اس لیے کہ منکوحہ عورت سے وطی حلال ہے احتمال حمل سے اس کو حرام نہیں کہا جا سکتا۔ باب المباشرت میں اس کا تذکرہ گزر چکا ہے/ ع۔ ح

گھنگرو شیطان کی جرس (گھنٹی) ہے

۴۲۹۶/۱۵ وَعَنِ ابْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ مَوْلَاةً لَهُمْ ذَهَبَتْ بِابْنَةِ الزُّبَيْرِ اِلٰى عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ وَفِىْ رِجْلِهَا اَجْرَاسٌ فَقَطَعَهَا عُمَرُ وَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَعَ كُلِّ جَرَسٍ شَيْطَانٌ۔

(رواہ ابو داود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٤٣٢ الحدیث رقم ٤٢٣٠۔

ترجمہ: حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی ایک لونڈی حضرت زبیر کی بیٹی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئی لڑکی کے پاؤں میں گھنگرو تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو کاٹ ڈالا اور فرمایا ہر گھنٹی کے ساتھ شیطان ہے یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح: یعنی شیطان اس کو گھر والوں کے لیے مزین کرتا ہے اور یہ شیطان کا باجہ ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے: **الجرس مزامیر الشیطٰن**۔ (ع، ح)

چھوٹے بچوں کے لئے بھی گھنگرو کا استعمال درست نہیں

۴۲۹۷/۱۶ وَعَنْ بُنَانَةَ مَوْلَاةِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَيَّانَ الْاَنْصَارِىِّ كَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ اِذْ دُخِلَتْ عَلَيْهَا بِجَارِيَةٍ وَعَلَيْهَا جَلَاجِلُ يُصَوِّتْنَ فَقَالَتْ لَا تُدْخِلْنَهَا عَلَىَّ اِلَّا اَنْ تَقْطَعْنَ جَلَاجِلَهَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَدْخُلُ الْمَلٰٓئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ جَرَسٌ۔ (رواہ ابو داود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٤٣٣ الحدیث رقم ٤٢٣١، وأحمد فی المسند ٦/٢٤٢۔

ترجمہ: حضرت بنانہ جو کہ حضرت عبدالرحمٰن بن حیان کی آزاد کردہ لونڈی تھی وہ حضرت عائشہ کے پاس تھیں۔ ایک چھوٹی لڑکی لائی گئی جس نے گھنگرو پہن رکھے تھے جو آواز کرتے تھے پس حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس لانے والی عورت سے فرمایا اس لڑکی کو میرے گھر مت لانا مگر یہ کہ اس کے گھنگرو تم کاٹ ڈالو۔ کیونکہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے میں نے سنا کہ جس گھر میں جرس ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

سونے کی مصنوعی ناک درست ہے

۴۲۹۸/۱۷ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ طَرَفَةَ اَنَّ جَدَّهٗ عَرْفَجَةَ بْنَ اَسْعَدَ قُطِعَ اَنْفُهٗ يَوْمَ الْكُلَابِ فَاتَّخَذَ اَنْفًا مِنْ وَرِقٍ فَاَنْتَنَ عَلَيْهِ فَاَمَرَهُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّتَّخِذَ اَنْفًا مِنْ ذَهَبٍ۔

(رواہ الترمذی و ابو داود و النسائی)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٤٣٤ الحدیث رقم ٤٢٣٢، والترمذی فی ٤/٢١١ الحدیث رقم ١٧٧٠، والنسائی

فی ۸/۱۶۳ الحدیث رقم ۵۱۶۱' وأحمد فی المسند ۵/۲۳۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن طرفہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے دادا عرفجہ بن اسد کی ناک حرب فجار میں کاٹی گئی انہوں نے چاندی کی ناک بنوائی جس نے چند دن میں تعفن پیدا کیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی ناک بنانے کی اجازت دی یہ ترمذی ابوداؤد اور نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ کلاب ایک جگہ کا نام ہے جہاں یہ لڑائی واقع ہوئی عرفجہ اس لڑائی میں شریک تھے ان کی ناک کٹ گئی۔ روایت کی وجہ سے علماء نے سونے کی ناک کا بنوانا اور چاندی کی تاروں سے دانتوں کا باندھنا جائز قرار دیا امام محمد کے نزدیک سونے کی تاروں سے بھی باندھنا جائز ہے۔ (ع)

آگ کا کنگن

۱۸/۴۲۹۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّحَلِّقَ حَبِیْبَهٗ حَلْقَةً مِنْ نَّارٍ فَلْیُحَلِّقْهُ حَلْقَةً مِنْ ذَهَبٍ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّطَوِّقَ حَبِیْبَهٗ طَوْقًا مِنْ نَارٍ فَلْیُطَوِّقْهُ طَوْقًا مِّنْ ذَهَبٍ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّسَوِّرَ حَبِیْبَهٗ سِوَارًا مِنْ نَارٍ فَلْیُسَوِّرْهُ سِوَارًا مِنْ ذَهَبٍ وَلٰكِنَّ عَلَیْكُمْ بِالْفِضَّةِ فَالْعَبُوْا بِهَا۔ (رواہ ابوداود)

أخرجه أبو داؤد فی السنن ٤/٤٣٦ الحدیث رقم ٤٢٣٧' وأحمد فی المسند ٢/٣٣٤۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ پسند کرے کہ وہ اپنے دوست کو آگ کا حلقہ پہنائے تو وہ اسے سونے کا حلقہ پہنادے اور جس کو یہ پسند ہو کہ اپنے دوست کے گلے میں آگ کا طوق ڈالے تو وہ اس کے گلے میں سونے کا طوق ڈال دے۔ اور جو شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ اپنے دوست کو آگ کا کنگن پہنائے تو وہ اسے سونے کا کنگن پہنادے۔ لیکن تم چاندی کو استعمال کرو اور اس کے ساتھ تصرف کرو۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **فَالْعَبُوْا بِهَا** : یعنی چاندی کے ساتھ لہو ولعب کرو اس کا مطلب یہ ہے کہ چاندی کا زیور پہناؤ۔ زیب وزینت اور زیور اگرچہ مباح ہو یہ لعب میں داخل ہے یا مطلب یہ ہے کہ زیور والی عورت کے ساتھ لعب بازی کرے تو یہ زیور کے ساتھ لہو ولعب ہے۔ اور بقول ابن ملک کے لعب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز میں تصرف کرنا تو مطلب یہ ہوا کہ زیور کی جس قسم میں چاہو چاندی کو عورتوں کے لیے استعمال کر سکتے ہو۔ مردوں کے لیے صرف مہر اور تلوار کو مزین کرنے اور لڑائی کے ہتھیاروں کے لیے درست ہے۔ (ع/ح)

آگ کا ہار اور بالی

۱۹/۴۳۰۰ وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ یَزِیْدَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَیُّمَا امْرَاَةٍ تَقَلَّدَتْ قِلَادَةً مِنْ ذَهَبٍ قُلِّدَتْ فِیْ عُنُقِهَا مِثْلَهَا مِنَ النَّارِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَاَیُّمَا امْرَاَةٍ جَعَلَتْ فِیْ اُذُنِهَا خُرْصًا مِنْ

ذَهَبٍ جَعَلَ اللّٰهُ فِيْ اُذُنِهَا مِثْلَهٗ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (رواه ابو داود والنسائی)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٤٣٧ الحدیث رقم ٤٦٠/٦ والنسائی فی ١٥٧/٨ الحدیث رقم ٥١٣٩، وأحمد فی المسند ٤٦٠/٦۔

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت سونے کا ہار پہنے تو اس کو قیامت کے دن اسی طرح کا آگ کا ہار پہنایا جائے گا اور جو عورت اپنے کان میں سونے کی بالی ڈالے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے کان میں اسی طرح کی آگ کی بالی ڈالیں گے۔ یہ ابوداؤد ونسائی کی روایت ہے۔

چاندی پر قناعت کرو

۲۰/۴۳۰ وَعَنْ اُخْتٍ لِحُذَيْفَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ اَمَا لَكُنَّ فِي الْفِضَّةِ مَا تُحَلِّيْنَ بِهٖ اَمَا اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْكُنَّ امْرَاَةٌ تُحَلِّيْ ذَهَبًا تُظْهِرُهٗ اِلَّا عُذِّبَتْ بِهٖ۔

(رواه ابو داود والنسائی)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤٣٦/٤ الحدیث رقم ٤٢٣٧، والنسائی فی ١٥٧/٨ الحدیث رقم ٥١٣٧، وأحمد فی المسند ٣٥٧/٦۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بہن روایت کرتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عورتوں کی جماعت! کیا تمہارے لئے چاندی میں وہ چیز نہیں کہ تم اس سے اپنا زیور بناؤ (یعنی چاندی کا زیور کفایت کرنے والا ہے) خبردار! جو عورت تم میں سے بے محل سونے کے زیور کو ظاہر کرے تو اسے عذاب میں مبتلا ہونا پڑے گا۔ یہ روایت ابوداؤد ونسائی نے نقل کی ہے۔

تشریح ✿ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو بھی خالص سونا منع ہے اور وعید کا سبب ہے۔ البتہ چاندی ان کیلئے مباح ہے۔ حالانکہ عورتوں کیلئے دونوں مباح ہیں۔ ان روایات کی کئی توجیہات کی گئی ہیں۔

توجیہات:

نمبر۱ یہ پہلے حکم تھا پھر منسوخ ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ والی روایت ناسخ ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خز اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام ہے۔ اس روایت سے ان دونوں کی اباحت عورتوں کیلئے سمجھی گئی۔

نمبر۲ اس روایت میں ان عورتوں کیلئے وعید ہے جو اس میں سے زکوٰۃ ادا نہ کرنے والی ہوں۔

نمبر۳ اس عورت کے حق میں وعید ہے جو سونا پہن کر اجنبی مرد کے سامنے ظاہر کرنے والی ہو۔ (ح۔ع)

الفصل الثالث:

آخرت کا زیور چاہتے ہو تو دُنیا میں مت پہنو

۲۱/۴۳۰۲ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْنَعُ اَهْلَ الْحِلْيَةِ وَالْحَرِيْرِ وَيَقُوْلُ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ حِلْيَةَ الْجَنَّةِ وَحَرِيْرَهَا فَلَا تَلْبَسُوْهَا فِي الدُّنْيَا۔ (رواه النسائی)

أخرجه النسائی فی السنن ۸/۱۵٦ الحدیث رقم ۵۱۳٦۔

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیور و حریر پہننے والوں کو فرماتے کہ اگر آخرت کا زیور و حریر پہننا چاہتے ہو تو یہاں دنیا میں مت پہنو! یہ نسائی کی روایت ہے۔

انگوٹھی کا پھینکنا

۲۲/۴۳۰۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّخَذَ خَاتَمًا فَلَبِسَهٗ قَالَ شَغَلَنِيْ هٰذَا عَنْكُمْ مُنْذُ الْيَوْمِ اِلَيْهِ نَظْرَةٌ وَاِلَيْكُمْ نَظْرَةٌ ثُمَّ اَلْقَاهُ۔ (رواه النسائی)

أخرجه النسائی فی السنن ۸/۱۹٤ الحدیث رقم ۵۲۸۹۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن آپ نے ایک انگوٹھی پہنی اور پھر اس کو نکال کر پھینک دیا اور فرمایا۔ اس انگوٹھی کی طرف دیکھنے نے مجھے تم سے غافل کر دیا۔ یہ نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ❁ ظاہر روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ انگوٹھی سونے کی تھی۔ (مولانا)

سونے کا زیور لڑکے کو مکروہ تحریمی ہے

۲۳/۴۳۰۴ وَعَنْ مَالِكٍ قَالَ اَنَا اَكْرَهُ اَنْ يَلْبَسَ الْغِلْمَانُ شَيْئًا مِنَ الذَّهَبِ لِاَنَّهٗ بَلَغَنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ التَّخَتُّمِ بِالذَّهَبِ فَاَنَا اَكْرَهُهٗ لِلرِّجَالِ الْكَبِيْرِ مِنْهُمْ وَالصَّغِيْرِ۔

(رواه فی الموطا)

أخرجه مالك فی الموطأ ۲/۹۱۱ الحدیث رقم ٤ منك تاب اللباس۔

ترجمہ: امام مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں لڑکے کے لئے سونے کے زیور پہننے کو مکروہ خیال کرتا ہوں کیونکہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی کی ممانعت فرمائی یعنی جب انگوٹھی ممنوع ہے تو دوسرا کوئی زیور بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوا۔ پس میرے ہاں مردوں کیلئے خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے سونا پہننا منع ہے۔ یہ روایت امام مالک نے موطا میں نقل کی ہے۔

تشریح: لڑکوں کیلئے سونے کی کوئی چیز درست نہیں اور چاندی بھی مہر کے سواء درست نہیں اور حریر وریشم بھی اسی حکم میں ہیں۔ (ع)

پاپوش کے احکام

نعال یہ نعل کی جمع ہے۔ نعل ہر اس چیز پر بولا جاتا ہے جس کے ذریعہ پاؤں کو زمین سے بچایا او محفوظ کیا جائے۔ ہر قوم کا عرف اس سلسلہ میں مختلف ہے۔ یہاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاپوش کا بیان کرنا مقصود ہے۔ دیار عرب میں جو پاپوش متعارف ہیں اس کی کئی اقسام ہیں اسی وجہ سے جمع کا صیغہ لائے۔ (ح)

الفصل الاول:

پاپوش بغیر بالوں کے تھا

۱/۴۳۰۵ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِيْ لَيْسَ فِيْهَا شَعْرٌ۔

(رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۳۰۸/۱۰ الحدیث رقم ۵۸۵۱' ومسلم فی ۸٤٤/۲ الحدیث رقم (۲۵-۱۱۸۷)' ومالك فی الموطأ ۳۳۳/۱ الحدیث رقم ۳۱ من كتاب الحج وأحمد فی المسند ٦٦/۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا پاپوش پہنتے دیکھا کہ جس میں بال نہ تھے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

پاپوش کے دو تسمے

۲/۴۳۰٦ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ نَعْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَهَا قِبَالَانِ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۳۱۲/۱۰ الحدیث رقم ۵۸۵۷' وأبو داؤد فی السنن ۳۷۵/٤ الحدیث رقم ٤۱۳٤' والترمذی فی ۲۱۲/٤ الحدیث رقم ۱۷۷۱' والنسائی فی ۲۱۷/۸ الحدیث رقم ۵۳٦۷' وابن ماجة فی ۱۱۹٤/۲ الحدیث رقم ۳٦۱۵۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاپوش کے دو تسمے تھے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح: قبال: پاپوش کا تسمہ۔ وہ تسمہ جو دو انگلیوں کے درمیان میں ہوتا ہے۔ پس آپ کے پاپوش میں دو تسمے تھے۔ ایک تسمہ انگوٹھے اور پاس والی انگلی (دونوں) کیلئے تھا اور ایک درمیانی اور اس کے متصل انگلی کیلئے تھا۔ جس کو بنصر کہا جاتا ہے۔ یہ پاپوش عرب میں چپل کی ہم شکل ہوتا ہے۔ جس کو یہاں پہن کر مسجد میں جاتے ہیں (ح)

مرد پاپوش کے ساتھ سوار کی طرح ہے

۳/۴۳۰۷ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا يَقُوْلُ اسْتَكْثِرُوْا مِنَ النِّعَالِ فَإِنَّ الرَّجُلَ لَايَزَالُ رَاكِبًا مَا انْتَعَلَ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في ۳/ ۱۶۶۰ الحديث رقم (۶۶۔۲۰۹۶)' وأبو داوٗد في السنن ٤/ ۳۷۵ الحديث رقم ٤۱۳۳۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جہاد کے لئے (روانگی کے موقع پر) فرمایا تم بہت سے پاپوش لے لو۔ کیونکہ مرد پاپوش کے ساتھ سوار کی طرح ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ **لَايَزَالُ رَاكِبًا : جلدی چلنے میں جوتا پیدل کیلئے سواری کا سا کام دیتا ہے۔ اور اس سے پاؤں آفات سے محفوظ رہتے ہیں۔ نمبر۲ اس میں سکھایا کہ سفر میں ایسے اسباب ساتھ ہونے چاہئیں جن کی ضرورت پڑسکتی ہے۔ (ح)**

دایاں پاؤں پہننے میں پہلے اور اُتارنے میں آخر میں ہو

۴/۴۳۰۸ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْتَعَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيُمْنٰى وَإِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ لِتَكُنِ الْيُمْنٰى أَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ وَآخِرَهُمَا تُنْزَعُ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۰/ ۳۱۱ الحديث رقم ۵۸۵۶' ومسلم في ۳/ ۱۶۶۰ الحديث رقم (۶۷۔۲۰۹۷)' وأبو داوٗد في السنن ٤/ ۳۷۷ الحديث رقم ٤۱۳۹' والترمذي في ٤/ ۲۱۵ الحديث رقم ۱۷۷۹' ابن ماجه في ۲/ ۱۱۹۵ الحديث رقم ۳۶۱۶' وأحمد في المسند ۲/ ۲۳۳۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جب تم پاپوش پہنو تو دائیں پاؤں سے ابتداء کرو۔ یعنی دایاں اور پھر بایاں اور جب اتارو تو بائیں طرف شروع کرو۔ پہلے بایاں نکالو پھر دایاں۔ مناسب یہ ہے کہ دائیں پہننے میں اول اور اتارنے میں آخری ہو۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ نمبر۱: ضابطہ یہ ہے کہ جس کام میں افضل یہ ہے کہ دائیں سے شروع کیا جائے۔ اس میں یہ طریق مستحب ہے۔ اور جو اس طرح نہ ہو اس میں بائیں سے ابتداء ہوگی۔

نمبر۲: جوتا پہننا مسجد میں داخلے کا ذریعہ ہے اور اتارنا ایسا نہیں۔ مسجد میں داخلہ کے وقت بھی دایاں پاؤں رکھنا چاہیے اور جب نکلے تو بایاں نکالے۔ بیت الخلاء میں بایاں پہلے رکھا جائے اور نکلتے وقت دایاں نکالے۔ (ح)

نمبر۳: دائیں کو عظمت حاصل ہے جو بائیں کو نہیں۔ پس اس کا اکرام کیا جائے جو یہ ہے کہ پہنتے ہوئے اسے مقدم کرے اور نکالتے ہوئے بعد میں نکالے تاکہ وہ جوتے میں زیادہ دیر رہے۔ یہ اس کی حرمت کا تقاضا ہے اسی طرح مسجد سے نکلنے اور جانے میں سمجھ لیا جائے۔ (مولانا)

ایک جوتے کے ساتھ چلنے کی ممانعت

۵/۴۳۰۹ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَمْشِيْ اَحَدُكُمْ فِيْ نَعْلٍ وَاحِدَةٍ لِيُحْفِهِمَا جَمِيْعًا اَوْلِيُنْعِلْهُمَا جَمِيْعًا ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۳۰۰۹/۱۰ الحدیث رقم ۵۸۵۵' ومسلم فی ۱٦٦۰/۳ الحدیث رقم (٦٨-۲۰۹۷)' وأبو داوٗد فیا لسنن ۳۷٦/٤ الحدیث رقم ٤۱۳٦' ولاترمذی فی ۲۱۳/٤ الحدیث رقم ۱۷۷٤' وابن ماجه فی ۱۱۹٥/۲ الحدیث رقم ۳٦۱٦' ومالك فی الموطأ ۹۱٦/۲ الحدیث رقم ۱٤ من کتاب اللباس' وأحمد فی المسند ۲٤٥/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ایک جوتا پہن کر مت چلو دوسرے پاؤں سے بھی اتار لو یا دونوں میں پہنو۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ نمبرا اگر پہنے تو دونوں میں پہنے اور اتارے تو دونوں سے اتارے ایک میں پہننا اور دوسرا ننگا رکھنا کراہت تنزیہی رکھتا ہے۔ کیونکہ یہ مروت وادب کے خلاف ہے اور ممکن ہے کہ پاؤں لڑکھڑا جائے۔خصوصاً جب کہ پاپوش بلند اور زمین ناہموار ہو۔بعض علماء نے آستین سے ایک ہاتھ نکالنے کو بھی اسی میں شمار کیا ہے۔اسی طرح ایک پاؤں میں جوتا اور دوسرے میں موزہ پہننا یہی حکم رکھتا ہے۔(ح۔ع)

ایک موزہ میں نہ چلا جائے

۶/۴۳۱۰ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِذَا انْقَطَعَ شِسْعُ نَعْلِهِ فَلَا يَمْشِيْ فِيْ نَعْلٍ وَاحِدَةٍ حَتّٰى يُصْلِحَ شِسْعَهُ وَلَا يَمْشِيْ فِيْ خُفٍّ وَاحِدٍ وَلَا يَاْكُلْ بِشِمَالِهِ وَلَا يَحْتَبِيْ بِالثَّوْبِ الْوَاحِدِ وَلَا يَلْتَحِفُ الصَّمَّآءَ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ۱٦٦۱/۳ الحدیث رقم (۷۱-۲۰۹۹)' وأبو داوٗد فی السنن ۳۷۷/٤ الحدیث رقم ٤۱۳۷' وأحمد فی المسند ۳۲۷/۳۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔جس کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے۔اس کو ایک جوتا پہن کر نہ چلنا چاہیے۔یہاں تک کہ اس کا تسمہ درست کرے۔اور ایک موزہ پہن کر بھی نہ چلے اور بائیں ہاتھ سے بھی نہ کھائے۔اور ایک کپڑے میں لپٹے ہونے کی حالت میں گوٹ مار کر نہ بیٹھے جب کہ ستر پر کوئی چیز نہ ہو اور بدن کو اس طرح کپڑے میں نہ لپیٹے کہ ہاتھ بھی اندر لپٹ جائیں اور ہاتھ کے نکالنے سے ستر کھل جائے۔یہ مسلم کی روایت ہے۔

الفصل الثانی:

دو تسموں والا پاپوش

۴۳۱۱/۷ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ لِنَعْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَالَانِ مُثَنًّى شِرَاكُهُمَا۔

(رواه الترمذی)

أخرجه ابن ماجه فی السنن ۲/۱۱۹٤ الحديث رقم ۳٦۱٤۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاپوش دو تسمے والے تھے۔ انگلیوں میں پہنا جانے والا حصہ دوہرا تھا۔ تاکہ وہ پاؤں کو نہ چبھے بلکہ استوار ہو۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

کھڑا ہو کر جوتا نہ پہنو

۴۳۱۲/۸ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَنْتَعِلَ الرَّجُلُ قَائِمًا۔

(رواه ابوداود و رواه الترمذی و ابن ماجة عن ابی هريرة)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/۳۷٦ الحديث رقم ٤۱۳٥۔ أخرجه الترمذی فی السنن ٤/۲۱۳ الحديث رقم ۱۷۷٥' وابن ماجه فی ۲/۱۱۹٥ الحديث رقم ۳٦۱۸۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ آدمی کھڑے ہو کر جوتا پہنے۔ یہ ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

تشریح ❁ یہ اس صورت میں ہے کہ جب کھڑے ہو کر پہننے میں مشقت ہو اور ایسا جوتا ہو جو پہننے میں ہاتھ کا محتاج ہو۔ مطلق جوتے کا یہ حکم نہیں ہے۔

نادر احوال میں ایک جوتے کا استعمال

۴۳۱۳/۹ وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رُبَّمَا مَشَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نَعْلٍ وَّاحِدَةٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِنَّمَا مَشَتْ بِنَعْلٍ وَاحِدَةٍ۔ (رواه الترمذی وقال هذا اصح)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/۲۱٤ الحديث رقم ۱۷۷۷۔۱۷۷۸۔

ترجمہ: حضرت قاسم بن محمد رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات ایک جوتے میں چلتے تھے۔ اور ایک روایت اس طرح ہے کہ بے شک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک جوتے میں چلیں۔ ترمذی کی روایت ہے۔ اور انہوں نے اسے اصح کہا ہے۔ یعنی اس کی سند یا معنی صحیح تر ہے۔

تشریح: نمبرا: جن روایات میں ایک جوتا پہننے کی ممانعت وارد ہے۔ یہ روایت ان روایات کے خلاف ہے۔ اس حدیث کی صحت میں علماء نے کلام کیا ہے اور علماء نے لکھا ہے کہ اگر یہ درست ثابت ہو جائے تو یہ نادر احوال پر محمول ہوگی۔ اور صحن تو گھر میں تھا۔ گویا گھر کی بات ہے' باہر کی نہیں۔

نمبر۲ بیان جواز کیلئے کیا تا کہ حرام قرار نہ دیا جائے۔

نمبر۳ بیان ضرورت کیلئے ایسا کیا جو کہ ایسے موقع پر درست ہے۔

نمبر۴ اس سے یہ ثابت ہوا کہ ہر وہ چیز جو مکروہ تنزیہی ہے جناب رسول اللہ ﷺ سے اس کا ثبوت بیان جواز کیلئے ہے۔ اور فعل شارع کی نسبت کے لحاظ سے مکروہ نہیں ہوتا کیونکہ ان پر لازم ہے کہ وہ اس کے جواز کا بیان کر دیں۔ چنانچہ مواہب لدنیہ میں کھڑے ہو کر پانی پینے کے سلسلہ میں یہ نکتہ ذکر کیا گیا ہے۔ (ح)

پاپوش نکال کر بائیں جانب رکھے

۱۰/۴۳۱۴ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ اِذَا جَلَسَ الرَّجُلُ اَنْ يَخْلَعَ نَعْلَيْهِ فَيَضَعَهُمَا بِجَنْبِهٖ۔

(رواہ ابو داود)

أخرجه أبو داؤد في السنن ٤ /٣٧٧ الحديث رقم ٤١٣٨۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ جب آدمی بیٹھے تو پاپوش کو پاؤں سے نکال کر پہلو کی طرف رکھ دے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح: نمبرا: جوتے سمیت نہ بیٹھے بلکہ اتار کر بیٹھے ادب کا یہی تقاضا ہے۔ اور اسے بائیں طرف رکھے کیونکہ دائیں جانب عظمت والی ہے۔ اور سامنے بھی نہ رکھے کیونکہ قبلہ کی تعظیم اسی کی متقاضی ہے۔

نمبر۲ پیچھے بھی نہ رکھے تاکہ چوروں کا خطرہ دل میں نہ ہو۔ (ع)

سیاہ موزے کا استعمال

۱۱/۴۳۱۵ وَعَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّجَاشِيَّ اَهْدٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُفَّيْنِ اَسْوَدَيْنِ سَاذِجَيْنِ فَلَبِسَهُمَا۔

(رواه ابن ماجة وزاد الترمذي عن ابن بريدة عن ابيه ثم توضأ ومسح عليهما)

أخرجه الترمذي في السنن ٥/١١٤ الحديث رقم ٢٨٢٠' وابن ماجه في ١/١٥٢ الحديث رقم ٥٤٩' وأحمد في المسند ٥/ ٣٥٢۔

ترجمہ: حضرت ابن بریدہ ؓ سے روایت ہے جو انہوں نے اپنے والد سے نقل کی کہ نجاشی نے دو سادہ سیاہ موزے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تحفۃً بھیجے۔ جن پر نقش نہ تھا۔ آپ ﷺ نے (طہارت کی حالت میں) ان کو پہنا یہ

ابن ماجہ کی روایت ہے' ترمذی نے بھی ابن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے۔ کہ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو ان پر مسح فرمایا۔

تشریح ۞ نجاشی ۔ یہ شاہ حبشہ کا لقب ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان موزوں کو بلا کسی تفتیش کے استعمال فرمایا کہ آیا اس کا چمڑہ دباغت دیا گیا تھا یا نہیں آیا چمڑا مردار کا ہے یا مذبوح کا۔ اس کی جانچ و پڑتال نہ کی بلکہ ظاہر حال پر عمل کیا۔ اس سے کورے کپڑے اور بوریوں' شطرنجی اور فرش وفروش کا اور اسی طرح دیگر اشیاء کا حکم معلوم ہو گیا کہ اگر ان پر نجاست معلوم نہ ہو تو طہارت کا حکم ہوگا۔ (من الشروح۔ مولانا)

بَابُ التَّرَجُّلِ

کنگھی کے احکام

ترجل : کنگھی کرنا۔ خواہ ڈاڑھی میں ہو یا سر میں۔ مگر سر کی کنگھی میں اس کا استعمال زیادہ تر ہے اور ڈاڑھی کیلئے تسریح کا لفظ آتا ہے۔

الفصل الاول:

سر کے بالوں میں کنگھی کا استعمال

۴۳۱۶/۱ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أُرَجِّلُ رَأْسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا حَائِضٌ۔

(متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ٦٨١/١٠ ٣ الحديث رقم ٥٩٢٥ ومسلم في ٢٤٤/١ الحديث رقم (٩-٢٩٧) وأبو داوٗد في السنن ٨٣٤/٢ الحديث رقم ٢٤٦٩ وابن ماجه في ٢٠٨/١ الحديث رقم ٦٣٣ والدارمي في ٢٦٢/١ الحديث رقم ١٠٥٨ ومالك في الموطأ ٦٠/١ الحديث رقم ١٠٢ من كتاب الطهارة وأحمد في المسند ١٠٠/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں حالت حیض میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کو کنگھی کر دیا کرتی تھی۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس سے معلوم ہوا کہ حائضہ کا جسم پاک ہے (البتہ حکماً ناپاک ہے) اور اس سے مخالطت جائز ہے۔ (ع)

پانچ امورِ فطریہ

۲/۴۳۱۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْفِطْرَةُ خَمْسٌ اَلْخِتَانُ وَالْاِسْتِحْدَادُ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَتَقْلِیْمُ الْاَظْفَارِ وَنَتْفُ الْاِبِطِ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۰/۳۴۹ الحديث رقم ۵۸۹۱' ومسلم في ۱/۲۲۲ الحديث رقم (۵۰-۲۵۷)' وأبو داؤد فيا لسنن ٤/٤١٢ الحديث رقم ٤١٩٨' والترمذي في ٥/٨٥ الحديث رقم ٢٧٥٦' والنسئي في ۸/۱۸۱ الحديث رقم ٥٢٢٥' وابن ماجه في ۱/۱۰۷ الحديث رقم ۲۹۲' ومالك في الموطأ ۲/۹۲۱ الحديث رقم ۳ من كتاب صفة النبي ﷺ وأحمد في المسند ۲/٤١٠۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پانچ چیزیں فطرت سے ہیں: ① ختنہ کرنا۔ ② زیر ناف کیلئے لوہے (استرہ' بلیڈ) کا استعمال۔ ③ مونچھیں کاٹنا۔ ④ ناخن ترشوانا۔ ⑤ بغل کے بال اکھاڑنا۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **من الفطرة**: یعنی یہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جو تمام انبیاء ؑ کی شریعتوں میں ثابت چلی آ رہی ہیں۔ اور فطرت کی یہ روایت باب السواک میں گزر چکی ہے۔ وہاں دس چیزوں کا تذکرہ ہے۔

سوال ایک روایت میں آتا ہے کہ دس چیزیں فطرت سے ہیں اور یہاں فرمایا پانچ چیزیں فطرت سے ہیں۔

جواب ہر دو جگہ حصر مقصود نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ جملہ دس چیزیں فطرت ہیں۔ جس میں پانچ اس روایت میں ذکر کر دیں اور دوسری روایت میں تمام کی تفصیل کر دی۔ **فانظر هناك** ۔(ح)

ڈاڑھی بڑھاؤ مونچھیں کٹاؤ

۳/۴۳۱۸ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَالِفُوا الْمُشْرِكِیْنَ اَوْفِرُوا اللُّحٰی وَاَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَفِیْ رِوَایَةٍ اَنْهِكُوا الشَّوَارِبَ وَاَعْفُوا اللُّحٰی۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۰/۳۵۱ الحديث رقم ۵۸۹۳' ومسلم في ۱/۲۲۲ الحديث رقم (۵۲-۲۵۹)' وأبو داؤد في السنن ٤/٤١٣ الحديث رقم ٤١٩٩' والترمذي في السنن ٥/٨٨ الحديث رقم ٣٧٦٣' والنسائي في ۸/۱۸۱ الحديث رقم ٥٢٢٦' وأحمد في المسند ۲/٥٢۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مشرکین کی مخالفت کرو۔ وہ مونچھیں بڑھاتے اور ڈاڑھی کترواتے ہیں تم مونچھیں کترواؤ اور ڈاڑھی بڑھاؤ اور ایک روایت میں ہے کہ لبوں کو خوب پست کرو اور ڈاڑھیوں کو چھوڑ دو۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

چالیس دن کے اندر اندر چار کام کو انجام دو

۴/۴۳۱۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ وَقَّتَ لَنَا فِیْ قَصِّ الشَّارِبِ وَتَقْلِیْمِ الْاَظْفَارِ وَنَتْفِ الْاِبْطِ وَحَلْقِ الْعَانَةِ اَنْ لَا نَتْرُكَ مِنْ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ۱/۲۲۲ الحدیث رقم (۵۱۔۲۵۸)، والترمذی فی السنن ۵/۸۶ الحدیث رقم ۲۷۵۹، والنسائی فی ۱/۱۵ الحدیث رقم ۱۴، ابن ماجه فی ۱/۱۰۸ الحدیث رقم ۲۹۵، وأحمد فی المسند ۳/۲۰۵۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے زیادہ سے زیادہ چالیس دن مونچھیں کٹوانے' ناخن ترشوانے' بغل کے بال دور کرنے اور زیر ناف کیلئے مقرر فرمائے۔ یعنی چالیس سے زیادہ دن ان کو نہ چھوڑا جائے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ نمبر۱: حضرت ابو عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جمعہ اپنے ناخن اور لبیں لیتے تھے اور زیر ناف کو بیس روز کے بعد مونڈتے اور بغل کے بال چالیس روز بعد اکھاڑتے تھے۔

نمبر۲: صاحب قنیہ کا قول: افضل یہ ہے۔ کہ ناخن اور لبیں کتروائے اور زیر ناف بال مونڈے اور اپنے بدن کو ہر ہفتہ میں ایک بار صاف کرے۔ اگر نہ کر سکے تو ہر پندرہ روز کے بعد اور چالیس سے زیادہ روز ترک کرنے میں کوئی عذر قابل قبول نہیں۔ پس ہفتہ افضل اور پندرہ روز اوسط اور چالیس آخری حد ہے۔ اس کے بعد عذر نہیں ترک کرنے پر وعید کا حقدار ہے۔ (قنیہ)

نمبر۳ مظہر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ ابو عمر اور ابو عبد اللہ الاغر نے بیان کیا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر جمعہ اپنے ناخن اور لبیں کٹواتے تھے اور یہ کٹوانا جمعہ کی طرف تشریف لانے سے قبل تھا بعض نے کہا کہ چالیس دن کے دوران بغلوں کے بال اکھاڑتے اور زیر ناف بال مونڈتے تھے۔ اور بعض نے کہا۔ ایک ماہ میں ایسا کرتے تھے اور یہ معتدل ترین قول ہے۔ (ع)

سیاہ رنگ کے علاوہ خضاب کرو

۵/۴۳۲۰ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اِنَّ الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی لَا یَصْبِغُوْنَ فَخَالِفُوْهُمْ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/۳۵۴ الحدیث رقم ۵۸۹۹، ومسلم فی ۳/۱۶۶۳ الحدیث رقم (۸۰۔۲۱۰۳)، وأبو داؤد فی السنن ۴/۴۱۵، الحدیث رقم ۴۲۰۳، والنسائی فی ۸/۱۳۷ الحدیث رقم ۵۰۷۲، وابن ماجه فی ۲/۱۹۶ الحدیث رقم ۳۶۲۱، وأحمد فی المسند ۲/۲۴۰۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہود و نصاریٰ بیشک خضاب نہیں کرتے تم یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو۔

یہ بخاری، مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **فَخَالِفُوْهُمْ**: مخالفت کا مطلب یہاں یہ ہے کہ تم خضاب کرو اور خضاب سے یہاں سیاہ کے علاوہ مراد ہے کیونکہ سیاہ خضاب حرام ہے۔ اس کے متعلق بحث آئے گی۔

نمبر۲ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سرخ مہندی سے خضاب کرتے تھے اور بعض اوقات زرد بھی کرتے تھے۔ مہندی کے خضاب میں کئی احادیث وارد ہیں۔

نمبر۳ علماء کہتے ہیں کہ مہندی کا خضاب علاماتِ مؤمنین میں سے ہے اور تمام علماء کے ہاں یہ جائز ہے۔ بعض فقہاء نے اس کو مستحب کہا ہے۔ خواہ مرد ہوں یا عورتیں اور اس کی فضیلت میں انہوں نے احادیث بھی ذکر کی ہیں۔

نمبر۴ محدثین کے نزدیک اس سے متعلقہ روایات مطعون اور ضعیف ہیں۔

صاحب مجمع البحار کا قول: خضاب کا حکم فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ اگر بال کبوتر کی طرح سفید ہوں۔ اور جب سیاہ و سفید ملے جلے ہوں تو ان کے لئے خضاب کا حکم نہیں۔ اور علماء سلف میں اختلاف ہے نمبر۱ بعض نے کہا اس کا دارومدار مختلف شہروں کی عادات کے لحاظ سے ہے۔ کیونکہ اہل شہر کی عادات سے نکلنا یہ شہرت کا باعث اور مکروہ ہے۔ نمبر۲ جس کا بڑھاپا پاکیزہ نورانی اور خوشنما ہو اور اس میں خضاب کی نسبت زینت زیادہ ہو تو اسے خضاب نہ کرنا چاہیے اور یہ اولیٰ اور احسن ہے اور جس کا بڑھاپا بدنما ہو تو اسے خضاب کر کے عیب کو چھپانا اولیٰ ہے۔ (ح)

سیاہ رنگ کے خضاب سے بچو

۶/۴۳۳۱ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اُتِیَ بِاَبِیْ قُحَافَةَ یَوْمَ فَتْحِ مَکَّةَ وَرَاْسُهٗ وَلِحْیَتُهٗ کَالثَّغَامَةِ بَیَاضًا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غَیِّرُوْا هٰذَا بِشَیْءٍ وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ۳/۱۶۶۳ الحدیث رقم (۷۹-۲۱۰۲)' وأبو داوٗد فی السنن ۴/۴۱۵ الحدیث رقم ۴۲۰۳' والنسائی فی ۸/۱۸۵ الحدیث رقم ۵۲۴۲' وابن ماجه فی ۲/۱۱۹۷ الحدیث رقم ۳۶۲۴۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ابوقحافہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسلام کے لئے فتح مکہ کے دن لائے گئے۔ انہوں نے اسی دن اسلام قبول کیا۔ اس وقت ان کی ڈاڑھی اور سر ثغامہ کی طرح سفید تھے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ان کی سفیدی کو کسی چیز سے بدل ڈالو۔ البتہ سیاہ رنگ سے بچو یعنی سیاہ رنگ نہ کرنا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **ثغامہ**: نمبر۱ یہ ایک گھاس کا نام ہے جس کے پھل اور شگوفے سفید ہوتے ہیں۔

نمبر۲: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سیاہ خضاب مکروہ اور حرام ہے۔

نمبر۳: صاحب مطالب کا قول: بعض علماء کہتے ہیں کہ غازی اگر سیاہ خضاب کفار پر رعب اور ہیبت کیلئے لگائے تو درست ہے اور جو شخص سیاہ خضاب عورتوں کی پسندیدگی اور نفسانی زینت کیلئے کرے یہ اکثر مشائخ کے ہاں مکروہ (تحریمی) ہے۔

نمبر۴: یہ بات درست سند سے ثابت ہے کہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مہندی اور وسمہ سے اپنی ڈاڑھی کا خضاب کرتے تھے۔ مگر اس کا رنگ سیاہ نہ ہوتا تھا بلکہ سرخی مائل بسیاہی ہوتا تھا۔ اور بعض صحابہ کرام سے جو کچھ اس سلسلہ میں منقول ہے وہ اسی پر محمول ہے۔

نمبر۵: سیاہ خضاب کے سلسلہ میں شدید وعیدیں وارد ہیں۔ چنانچہ دوسری فصل میں روایات آ رہی ہیں۔

حاصل کلام ❁ یہ ہے کہ مہندی کا خضاب تو بالاتفاق جائز ہے اور سیاہ خضاب میں مختار قول حرمت و کراہت (تحریمی) کا ہے۔

وحی سے قبل اہل کتاب کی موافقت

۴۳۲۲/۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ مُوَافَقَةَ اَهْلِ الْكِتَابِ فِيْمَا لَمْ يُؤْمَرْ فِيْهِ وَكَانَ اَهْلُ الْكِتَابِ يَسْدُلُوْنَ اَشْعَارَهُمْ وَكَانَ الْمُشْرِكُوْنَ يَفْرُقُوْنَ رُءُ وْسَهُمْ فَسَدَلَ النَّبِيُّ ﷺ نَاصِيَتَهٗ ثُمَّ فَرَّقَ بَعْدُ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ١٠/ ٣٦١ الحديث رقم ٥٩١٧، ومسلم في ٤/ ١٨١٧ الحديث رقم (٩٠-٢٣٣٦)، وأبو داوٗد فيا لسنن ٤/ ٤٠٧ الحديث رقم ٤١٨٨، والنسائي في ٨/ ١٨٤ الحديث رقم ٥٢٣٨، وابن ماجه في ٢/ ١١٩٩ الحديث رقم ٣٦٣٢، وأحمد في المسند ١/ ٢٨٧۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب کی موافقت کو پسند کرتے ایسی چیزوں میں جس کے متعلق ابھی حکم نہ اترا ہوتا تھا۔ اور اہل کتاب اپنے بالوں کو مانگ کے بغیر چھوڑتے اور مشرک مانگ نکالتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیشانی کے بالوں کو چھوڑ دیتے بطور موافقت اہل کتاب کے مگر بعد میں آپ نے مانگ نکالنا شروع کر دی۔ یہ بخاری، مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ سدل۔ سر کے بالوں کا سر کے گرد چھوڑنا اور ان کی اطراف کو جمع نہ کرنا۔

فرق: نصف بال ایک طرف اور نصف دوسری طرف جمع کر لیے جائیں۔

صاحب قاموس کہتے ہیں کہ فرق بالوں کی دونوں جانبوں میں راستہ یعنی مانگ کو کہا جاتا ہے۔

نمبر۲: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں رونق افروز ہوئے تو اس وقت آپ موافقت اہل کتاب میں سدل کرتے تھے۔ سدل یہ ہے کہ بالوں کو سر کے گرد چھوڑ دیا جائے اور اس میں پیشانی کی تخصیص نہیں ہے۔ البتہ فرق اور سدل میں فرق تو پیشانی سے ظاہر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے تخصیص کی گئی ہے۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول: سدل سے یہاں مراد بالوں کا پیشانی پر چھوڑنا ہے۔

نمبر۳: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی عادت مبارکہ شروع میں سدل کی تھی بعد میں آپ نے فرق کو اختیار فرمایا۔ اس لئے بعض نے سدل کو منسوخ قرار دیا ہے۔ کیونکہ فرق کی طرف انتقال بذریعہ وحی تھا۔ اس لئے کہ آپ کو اہل کتاب کی موافقت کا حکم تھا۔ ان چیزوں میں جن میں ابھی حکم نہ اترا ہوتا تھا۔ پس ان کی مخالفت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے حکم

کی وجہ سے ہوئی۔

نمبر۴: بعض علماء اصول نے اس روایت سے دلیل لی ہے کہ انبیاء علیہم اسلام کی سابق شریعت ہماری شریعت ہے جب تک کہ اس کے مخالف امر کا حکم نہ دیا جائے۔ مگر یہ اس چیز سے متعلق ہے جس میں ان کا تحریف کرنا معلوم نہ ہو۔ اور روایت کی ظاہر عبارت یُحِبُّ مُوَافَقَةَ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ کو اختیار تھا۔ اور اگر شرعی حکم ہوتا تو وہ لازم و واجب ہوتا۔

نمبر۵: بعض روایات میں وارد ہے کہ اگر جناب رسول اللہ ﷺ کے بال بکھرے ہوتے تو مانگ نکالتے ورنہ ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیتے یعنی سدل یا فرق کیلئے تکلیف نہ فرماتے۔ بلکہ اسی طرح رہنے دیتے گویا سدل و فرق ہر دو جائز ہیں۔ مگر فرق یعنی مانگ افضل ہے واللہ اعلم (ع۔ح)

قزع کی ممانعت

۴۳۲۳/۸ وَعَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنِ الْقَزَعِ قِيْلَ لِنَافِعٍ مَا الْقَزَعُ قَالَ يُحْلَقُ بَعْضُ رَأْسِ الصَّبِيِّ وَيُتْرَكُ الْبَعْضُ۔

(متفق علیه و الحق بعضهم التفسیر بالحدیث)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۳۶۳/۱۰ الحدیث رقم ۵۹۲۰، ومسلم فی ۱۶۷۵.۳ الحدیث رقم ۲۱۲۰/۱۱۳، وأبو داوٗد فی السنن ۴۱۰/۴ الحدیث رقم ۴۱۹۳، والنسائی فی ۱۸۲/۸ الحدیث رقم ۵۲۲۹، وابن ماجه فی ۱۲۰۱/۲ الحدیث رقم ۳۶۳۷، وأحمد فی المسند ۴/۲۔

ترجمہ: حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ آپ قزع سے منع فرماتے تھے نافع سے پوچھا گیا کہ قزع کیا چیز ہے۔ انہوں نے کہا کہ سر کا کچھ حصہ مونڈا جائے اور کچھ حصہ چھوڑا جائے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔ بعض رواۃ نے تفسیر کو روایت سے ملایا اور کہا کہ قزع کا یہ معنیٰ جناب رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ہے

تشریح ۞ **یحلق** : علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ قزع یہ ہے کہ بعض سر کو مطلقاً مونڈ دیا جائے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ کیونکہ یہی معنیٰ راوی نے بیان کئے ہیں اور وہ ظاہر کے خلاف نہیں ہیں۔ پس اس پر عمل لازم ہے۔ نمبر۲: لڑکے کی تخصیص اس لئے ہے کہ عادت معروفہ یہی ہے۔ ورنہ بچے اور بڑے سب کے لئے مکروہ ہے۔ چنانچہ فقہاء نے اس کو مطلق ذکر کیا ہے۔ اور اس کی کراہت اس لئے ہے کہ یہ کفار کی مشابہت اور بدہیئتی بنتی ہے۔ (ع۔ح)

قزع کا جو معنی نووی نے بیان کیا اور راوی نے روایت میں جس معنیٰ کا تذکرہ کیا اور اس کو اصح کہا اس میں پٹے، زلفیں، چوٹیاں وغیرہ شامل ہیں۔ یعنی جو طرزِ مسنون کے خلاف ہو۔

تمام سر مونڈو یا تمام چھوڑو

۹/۴۳۲۴ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی صَبِیًّا قَدْ حُلِقَ بَعْضُ رَاْسِہٖ وَتُرِکَ بَعْضُہٗ فَنَہَاھُمْ عَنْ ذٰلِکَ وَقَالَ احْلِقُوْا کُلَّہٗ اَوِاتْرُکُوْا کُلَّہٗ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٤١١ الحديث رقم ٤١٩٥' والنسائی فی ٨/١٣٠ الحديث رقم ٥٠٤٨۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ایک لڑکے کو دیکھا کہ اسکا کچھ سر مونڈا گیا تھا اور بعض حصہ چھوڑ دیا گیا تھا۔ آپ نے لڑکے کی پرورش کرنے والوں کو اس سے منع کیا اور فرمایا تمام سر مونڈ دو یا تمام چھوڑ دو۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس میں یہ اشارہ ہے کہ سر منڈوانا حج وعمرہ کے علاوہ جائز ہے۔ اور مرد کو سر پر بال رکھنے اور مونڈوانے کا اختیار حاصل ہے۔ مگر افضل یہ ہے کہ حج وعمرہ کے علاوہ نہ منڈوایا جائے۔ جیسا کہ آپ ﷺ کا معمول اور صحابہ کرام ؓ کا معمول تھا۔ البتہ حضرت علی ؓ سر منڈواتے تھے باب الجنابت میں اس کا بیان گزرا ہے۔ (ع)

مخنثوں پر آپ ﷺ نے لعنت فرمائی

۱۰/۴۳۲۵ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَعَنَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُخَنَّثِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَقَالَ اَخْرِجُوْھُمْ مِنْ بُیُوْتِکُمْ۔ (رواہ البخاری)

أخرجه البخاری فی صحيحه ١٠/٣٣٣ الحديث رقم ٥٨٨٦' والترمذی فی السنن ٥/٩٨ الحديث رقم ٢٧٨٥' والدارمی فی ٢/٣٦٤ الحديث رقم ٢٦٤٩' وأحمد فی المسند ١/٢٢٥۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مردوں میں سے مخنثوں پر لعنت فرمائی۔ اور ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو دوسروں سے مشابہت اختیار کرنے والی ہوں۔ اور فرمایا کہ مخنثوں کو اپنے گھروں سے نکال باہر کرو۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **مخنث**۔ وہ مرد جو عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرے خواہ لباس وچال ڈھال میں ہو یا ہاتھوں کو مہندی کے ساتھ رنگین کرنے میں مشابہت ہو۔ اسی طرح آواز' کلام' حرکات وسکنات وغیرہ میں مشابہت ہو۔

لغوی معنی: اس کا لغوی معنی نرمی اور شکستگی ہے۔ مُخَنَّثْ یا مُخَنِثْ (زیادہ صحیح مُخَنَّثْ ہی ہے) اصل اس کی "خنث" ہے۔

اقسام مخنث: نمبر ا خلقی اور جبلی طور پر مخنث ہو اور ان کے اعضاء اور چال ڈھال عورتوں جیسی ہو۔

نمبر ۲ جو بتکلف اپنی شکل اور معاملات کو عورتوں کی طرح کرتا ہو۔ اور لعنت ومذمت کا تعلق اسی سے ہے۔ پہلی قسم سے نہیں۔ کیونکہ وہ فطری اعتبار سے معذور ہے۔ اور آپ ﷺ نے ان عورتوں پر بھی لعنت کی ہے جو وضع اور لباس اور دیگر امور میں مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی ہیں۔

صاحب شرعۃ الاسلام کہتے ہیں کہ مردوں کو مہندی لگانا بلا عذر مکروہ ہے اور عورتوں کیلئے سنت ہے۔'' اس سے یہ بھی سمجھا گیا کہ عورت کو مہندی سے بالکل خالی رہنا مکروہ ہے۔ کیونکہ اس میں مردوں سے مشابہت ہوتی ہے۔ (ح۔ع)

مردوں سے مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت

۱۱/۴۳۲۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللّٰهُ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَآءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَآءِ بِالرِّجَالِ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۳۳۲/۱۰ الحدیث رقم ۵۸۸۵' والترمذی فی السنن ۹۸/۵ الحدیث رقم ۲۷۸٤۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان مردوں پر لعنت کرے جو عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے والے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت اختیار کرنے والی ہوں۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

بال ملانے اور ملوانے والی عورتیں لعنت کی حقدار ہیں

۱۲/۴۳۲۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۳۷٤/۱۰ الحدیث رقم ۵۹۳۷' ومسلم فی ۱٦۷۷/۳ الحدیث رقم ۱۱۹۔۲۱۲٤' وأبو داوٗد فی السنن ۳۹۷/٤ الحدیث رقم ٤۱٦۸' والترمذی فی ۲۰۷/٤' الحدیث رقم ۱۷۵۹' وابن ماجه فی ٦۳۹/۲ الحدیث رقم ۱۹۸۷' وأحمد فی المسند ۲۱/۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس عورت پر لعنت فرمائی جو اپنے بالوں کے ساتھ دوسری عورتوں کے بال ملائے۔ (یعنی بالوں کو لمبا ظاہر کرنے کیلئے) اور اس عورت پر لعنت کی جو اپنے بالوں کے ساتھ دوسری عورت کے بال ملوائے اور اس عورت پر لعنت کی جو بالوں کو گودنے والی اور گدوانے والی ہو۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

احادیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مطلق طور پر بالوں کا ملانا حرام ہے۔ اور یہی ظاہر و مختار ہے۔

نمبر۲ احناف اس قدر تفصیل کرتے ہیں کہ اگر عورت کسی انسان کے بال ملائے تو حرام ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں کیونکہ آدمی کے بالوں سے نفع اٹھانا حرام ہے اور دیگر اعضاء سے بھی احترام کی بناء پر نفع اٹھانا حرام ہے۔ البتہ اگر جانور کے پاک بال ہوں تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر عورت کا خاوند یا آقا نہ ہو تو ان بالوں کا ملانا بھی حرام ہے اور اگر اس کا خاوند یا آقا ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں زیادہ صحیح یہ ہے کہ اگر وہ خاوند یا آقا کی اجازت سے ملائے تو جائز ہے۔

نمبر۳: امام مالک کا قول: طبری' مالک رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ بالوں کے ساتھ ہر چیز کا ملانا ممنوع ہے بال ہو یا اون یا چیتھڑے یا ان کے علاوہ کوئی اور چیز۔

نمبر۴ لیث کا قول: ممانعت بالوں کے ساتھ خاص ہے۔ اس لئے اون' پشم کے ملانے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ اور بالوں کو سرخ ڈورے سے باندھنا تا کہ وہ بالوں سے مشابہت نہ رکھیں یہ بلا کراہت جائز ہے۔ کذا فی مجمع البحار۔

نمبر۵ گودنا۔ سوئیوں وغیرہ کو جلد میں چبھو کر اس میں سرمہ یا نیل بھر دیا جاتا ہے۔

نووی کا قول: گودنا اور گدوانا فاعل ومفعول بہا وبہ دونوں پر حرام ہے۔ جو جگہ گودی جاتی ہے وہ نجس ہو جاتی ہے۔ اگر اس کا ازالہ علاج سے ممکن ہو تو واجب ہے کہ ازالہ کیا جائے۔ اور اگر بلا حرج ممکن نہ ہو۔ تو پھر دیکھا جائے کہ عضو کے تلف ہونے کا خدشہ ہے یا عضو کی منفعت کے فوت ہونے کا خطرہ ہے یا عیب فاحش کا خوف ہے تو توبہ کے بعد ازالہ اس پر لازم نہیں اور اس پر گناہ بھی باقی نہ رہے گا۔ اور اگر کسی چیز کا خوف نہ ہو تو پھر اس کا ازالہ لازم ہے اور اس کو مؤخر کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہوگا۔

(ح۔ع)

زبانِ نبوت سے چار ملعون عورتیں

۱۳/۴۳۲۸ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ فَجَاءَ تْهُ امْرَاَةٌ فَقَالَتْ اِنَّهٗ بَلَغَنِیْ اِنَّكَ لَعَنْتَ كَيْتَ وَكَيْتَ فَقَالَ مَالِیْ لَا اَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ هُوَ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ فَقَالَتْ لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ فَمَا وَجَدْتُّ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ قَالَ لَئِنْ كُنْتِ قَرَأْتِيْهِ لَقَدْ وَجَدْتِّيْهِ مَا قَرَأْتِ مَآ اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا قَالَتْ بَلٰى قَالَ فَاِنَّهٗ قَدْ نَهٰى عَنْهُ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۶۲۹/۸ الحدیث رقم ۴۸۸۶' ومسلم فی ۱۶۷۸/۳ الحدیث رقم (۲۱۲۵۰۲۰)' وأبو داوٗد فی السنن ۳۹۷/۴ الحدیث رقم ۴۱۶۹' وابن ماجه فی ۶۴۰/۱ الحدیث رقم ۱۹۸۹' والدارمی فی ۳۶۳/۲ الحدیث رقم الحدیث رقم ۲۶۴۷' وأحمد فی المسند ۴۱۵/۱۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گودنے والیوں اور گودوانے والیوں پر لعنت فرمائی۔ اسی طرح ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو اپنے منہ پر سے بالوں کو اکھڑوا دیں۔ اور ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو حسن کیلئے دانتوں کو تیز کرانے والی ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی فطرت کو بدلنے والی ہیں۔ پس آپ کی خدمت میں ایک عورت آ کر کہنے لگی مجھے یہ معلوم ہوا کہ تم ایسی عورتوں پر لعنت کرتے ہو۔ تو ابن مسعود فرمانے لگے کیا میں ان پر لعنت نہ کروں جن پر جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ اور اس کو جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ملعون قرار دیا ہو۔ تو وہ عورت کہنے لگی میں نے اس قرآن کو پڑھا ہے جو دو جلدوں کے درمیان ہے (یعنی مکمل قرآن پڑھا ہے) مگر میں نے اس میں یہ بات نہیں پائی جو تم نے کہی ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تو پڑھتی تو اس میں یہ پالیتی یعنی اگر غور وفکر سے پڑھتی تو پالیتی۔ کیا تو نے آیت

پڑھی کہ: مَآ اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ...... یعنی جو تم کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیں اس پر عمل کرو اور جس بات سے منع کریں اس سے باز رہو۔ اس پر وہ عورت کہنے لگی ہاں یہ آیت تو میں نے پڑھی ہے۔ تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ یہ بخاری، مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ: بال چنوانے والیاں۔ عورت کا اپنے چہرے وغیرہ کے بال چننا مکروہ ہے مگر جب ڈاڑھی یا مونچھیں نکل آئیں تو اس کا منڈوانا مکروہ نہیں بلکہ مستحب ہے۔ اس روایت میں نامصہ کی بجائے متنمصہ ہے اور فصل دوم کی روایت ۴۳۶۳/ ۴۸ میں نامصہ کا لفظ وارد ہے۔

نمبر۲: اَلْمُتَفَلِّجَاتِ: دانتوں میں بتکلف فاصلہ کروانے والی عورتیں۔ اہل عرب کے ہاں دانتوں میں فاصلہ ایک پسندیدہ حسن کا حصہ تھا۔ اور اکثر نوعمر لڑکیوں کے دانت اس طرح ہوتے ہیں جب بوڑھی ہو کر دانت بڑھ جاتے ہیں تو یہ فرق باقی نہیں رہتا تو کئی عورتیں اظہار حسن کیلئے اور اپنے کو جوان ظاہر کرنے کیلئے اور جوان عورتوں سے مشابہت کی خاطر ریتی سے دانت باریک اور ان میں فاصلہ کرواتی ہیں۔ ایسی عورتوں پر لعنت کی گئی۔

اَلْمُغَيِّرَاتِ: یہ جملہ لعنت کیلئے بمنزلہ علت ہے۔ اَلْمُغَيِّرَاتِ ماقبل تمام عورتوں کی صفت ہے اور خلق اللّٰہ اس کا مفعول ہے۔ گویا مطلب یہ ہوا کہ یہ لعنت کی حقدار اس وجہ سے ہیں کہ یہ تخلیق الٰہی میں تبدیلی کرنے والی ہیں اور مثلہ اور ڈاڑھی منڈوانے میں حرمت کی بھی یہی علت ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر تغیر حرام ہے۔ کیونکہ یہ علت مستقل نہیں۔ اصل علت تو شارع کی نہی ہے۔ اور یہ نہی کی حکمت ہے۔

حاصل کلام ۞ یہ ہے کہ شارع نے بعض تغیرات کو مباح قرار دیا اور بعض کو حرام قرار دیا۔

فَمَا وَجَدْتُّ فِيْهِ۔ عورت کی بات کا مطلب یہ تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کی لعنت ان عورتوں پر کرتے ہو یا خود ان پر لعنت کرتے ہو حالانکہ ان کی لعنت کا تذکرہ قرآن مجید میں مذکور نہیں ہے۔ اور تمہیں ان پر لعنت کرنا جائز نہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت نہ کی ہو۔ جب ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حدیث وقرآن سے دلیل پیش کی۔ حدیث میں اس کے پائے جانے سے متعلق شبہ نہ تھا۔ اس عورت کو قرآن مجید میں بعید معلوم ہوا۔

مَآ اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ: اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب مسلمان کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز سے منع کریں اس سے رک جائیں۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں کو مذکورہ اشیاء سے منع کیا جیسا کہ روایت میں ہے۔ تو گویا تمام ممنوعات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے مطابق قرآن مجید میں مذکور ہوئیں۔

علامہ طیبی کا قول:

اس میں اس طرف اشارہ کر دیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعنت کرنا وہ اللہ تعالیٰ کے لعنت کرنے کی طرح ہے۔ پس اس پر عمل کرنا لازم ہے۔ (ح۔ع)

نظر لگنا برحق ہے

۱۴/۴۳۲۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَيْنُ حَقٌّ وَنَهٰى عَنِ الْوَشْمِ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحيحه ۲۰۳/۱۰ الحديث رقم ۵۷۴۰' ومسلم فی ۱۷۱۹/٤ الحديث رقم (٤١-٢١٨٧)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔نظر کی تاثیر برحق ہے۔اور آپ نے گودنے سے منع فرمایا۔یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ حق: یعنی یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں یہ خاصیت رکھی ہے۔کہ نظر سحر کی طرح آدمی پر اثر انداز ہوتی ہے۔ (ح)

سفر میں بالوں کی حفاظت کیلئے تلبید جائز ہے

۱۵/۴۳۳۰ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُلَبِّدًا۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحيحه ۳٦۰/۱۰ الحديث رقم ۵۹۱٤' ومسلم فی ۸٤۲/۲ الحديث رقم (۲۱-۱۱۸٤' والنسائی فی ۱۳٦/۵ الحديث رقم ۲٦۸۳' وأحمد فی المسند ۱۲۱/۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ تلبید کرنے والے ہیں۔یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ملبد نمبرا: سر کے بالوں کو گوند سے جمانا تاکہ ان میں جوئیں نہ پڑیں اور غبار سے بچت رہے۔
نمبر۲: حالت احرام میں اس طرح اکثر کرتے ہیں۔یہ حالت احرام یا سفر کے موقع کا تذکرہ ہے۔(ح)

مرد کو جسم پر زعفران ملنا جائز نہیں

۱٦/۴۳۳۱ وَعَنْ اَنَسٍؓ قَالَ نَهَى النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّتَزَعْفَرَ الرَّجُلُ۔ (متفق عليه)

أخرجه البخاری فی صحيحه ۳۰٤/۱۰ الحديث رقم ۵۸٤٦' ومسلم فی ۱٦٦۳/۳ الحديث رقم (۷۷-۲۱۰۱)' وأبو داوٗد فی المسند ٤۰٤/٤ الحديث رقم ٤۱۷۹' والترمذيفی ۱۱۱/۵ الحديث رقم ۲۸۱۵' والنسائی فی ۱۸۹/۸ الحديث رقم ۵۲۵٦۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ مرد اپنے کپڑے یا بدن پر زعفران ملے۔یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ نمبرا اس لئے کہ یہ عورتوں کی عادت ہے۔
نمبر۲ بعض صحابہ کرام سے خلوق کا استعمال منقول ہے۔ یہ خلوق زعفران سے مرکب خوشبو ہے۔ صحابہ کرام کا وہ عمل ممانعت سے قبل پر محمول ہے۔(ع۔ح)

ڈاڑھی اور سر میں خوشبو کی چمک

۴۳۳۲/۱۷ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اُطَيِّبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَطْيَبِ مَانَجِدُ حَتّٰى اَجِدَ وَبِيْصَ الطِّيْبِ فِيْ رَاْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ١٠/٣٦٦ الحديث رقم ٥٩٢٣، ومسلم في ٢/٨٤٧ الحديث رقم (٣٨-١١٨٩) وأبو داؤد في السنن ٢/٣٥٨ الحديث رقم ١٧٤٥، والترمذي في ٣/٢٥٩ الحديث رقم ٩١٧، والنسائي في ٥/١٣٨ الحديث رقم ٢٦٩٠، وابن ماجه في ٢/٩٧٩ الحديث رقم ٢٩٢٦، والدارمي في ٢/٥١ الحديث رقم ١٨٠٢ ومالك في الموطأ ٢/٣٢٨ الحديث رقم ١٧ من كتاب الحج، وأحمد في المسند ٦/١٨٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہترین خوشبو لگایا کرتی تھی۔ یہاں تک کہ میں آپ کی ڈاڑھی مبارک اور سر میں خوشبو کی چمک پاتی تھی۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ایک اشکال۔ مردوں کی خوشبو وہ چیز ہے جس کا رنگ پوشیدہ ہو اور وہ مہکنے والی ہو جیسا کہ روایت میں ہے اور اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ کی خوشبو میں رنگ ہوتا تھا جبھی تو اس میں چمک تھی۔
الجواب: یہاں رنگ سے وہ رنگ مراد ہے جس کے ظہور میں زینت اور جمال ہو جیسا کہ زرد رنگ۔ اور جو رنگ ایسا نہ ہو۔ جیسا کہ مشک وعنبر کا رنگ تو وہ جائز ہے۔ کذا قال الطیبی اس سے ثابت ہوا کہ صندل کا رنگ بھی جائز ہے۔(ح)

اگر اور کافور کی دھونی

۴۳۳۳/۱۸ وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا اسْتَجْمَرَ بِاَلُوَّةٍ غَيْرَ مُطَرَّاةٍ وَبِكَافُوْرٍ يَطْرَحُهٗ مَعَ الْاَلُوَّةِ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا كَانَ يَسْتَجْمِرُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ٤/١٧٦٦ الحديث رقم (٢١-٢٢٥٤)، والنسائي في ٨/١٥٦ الحديث رقم ٥١٣٥۔

ترجمہ: حضرت نافع روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ جب خوشبو کی دھونی لیتے تو اگر میں مشک ملانے کے بغیر دھونی لیتے تھے یعنی کبھی صرف اگر کی دھونی لیتے اور کبھی کافور سمیت لیتے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح دھونی لیتے کبھی صرف اگر اور کبھی اس کے ساتھ کافور ملا کر دھونی لیتے تھے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

الفصل الثانی:

سب سے پہلے لبیں کترنے والے خلیل اللہ علیہ السلام ہیں

۱۹/۴۳۳۴ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُصُّ اَوْ يَاْخُذُ مِنْ شَارِبِهٖ وَكَانَ اِبْرَاهِيْمُ خَلِيْلُ الرَّحْمٰنِ (صَلَوَاتُ الرَّحْمٰنِ عَلَيْهِ) يَفْعَلُهٗ۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذی فی سننه ٥/٨٦ الحدیث رقم ٢٧٦٠' وأحمد فی المسند ١/٣٠١۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لبیں کترتے یا لیتے اور ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام یہ عمل کیا کرتے تھے یعنی وہ بھی لبیں کترتے تھے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ❁ نمبرا لبوں کا کترنا یہ سنت قدیمہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی لبیں کترتے تھے۔ اور دیگر انبیاء علیہم السلام بھی کترتے تھے۔ جیسا کہ فطرت کی تشریح میں ہم لکھ آئے

نمبرا ابراہیم علیہ السلام کی تخصیص ان کی عظمت کی وجہ سے کی گئی ہے۔

نمبر۲: اس شریعت کی ابتداء حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہے۔ اس لئے ان کے عمل کا تذکرہ کر دیا۔ تیسری فصل کی ایک روایت اس پر دلالت کرتی ہے۔ (ح)

لبیں کٹوانا ضروری ہے

۲۰/۴۳۳۵ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَّمْ يَاْخُذْ مِنْ شَارِبِهٖ فَلَيْسَ مِنَّا۔ (رواہ احمد والترمذی والنسائی)

أخرجه الترمذی فی السنن ٥/٨٧ الحدیث رقم ٢٧٦١' والنسائی فی ١/١٥ الحدیث رقم ١٣' وأحمد فی المسند ٤/٣٦٦۔

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو اپنی لبیں نہ کٹوائے وہ ہم میں سے نہیں۔ یہ احمد' ترمذی' نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ❁ یعنی وہ شخص ہمارے طریقہ پر نہیں۔ اور ظاہر بات یہ ہے کہ وہ ہمارے طریقہ پر پورے طور پر چلنے والا نہیں۔ نمبر۲ تارک سنت کو تہدید کی گئی ہے نمبر۳ اس کو خبردار کیا کہ اس کی موت اس ملت پر نہ آئے گی۔ (ح۔ع)

ڈاڑھی کو طول و عرض سے لینا

۲۱/۴۳۳۶ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْخُذُ مِنْ

لِحْيَتِهٖ مِنْ عَرْضِهَا وَطُوْلِهَا۔ (رواه الترمذی وقال هذا حديث غريب)

أخرجه الترمذی فی السنن ٥/٨٧ الحديث رقم ٢٧٦٢۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے باپ سے انہوں نے اپنے دادا سے نقل کیا کہ بیشک جناب رسول اللہ ﷺ اپنی ڈاڑھی کے طول وعرض میں سے لیتے تھے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔ اور انہوں نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: رسول اللہ ﷺ ڈاڑھی مبارک کے ہر طرف سے بڑھے ہوئے بال کتر کر برابر کرتے تھے۔ اور یہ اعفا اور توفیر کے منافی نہیں ہے۔ جس کا حکم احادیث میں وارد ہوا ہے۔ کیونکہ ممانعت تو اس بات کی ہے کہ اہل عجم کی طرح ڈاڑھی کو چھوٹا مت کرو اور طول وعرض سے زیادہ لمبے بالوں کا آگے سے کاٹ دینا اس کے منافی نہیں کیونکہ یہ اصلاح کیلئے ہے اور یہ آپ ﷺ سے منقول ہے۔

نمبر۲ ابن مالک رحمہ اللہ کا قول: ڈاڑھی کے بالوں کو برابر کرنا سنت ہے۔

نمبر۳ احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ علماء کا اس سلسلہ میں اختلاف ہے کہ ڈاڑھی میں کس قدر طول ہونا چاہیے۔ نمبر ا بعض نے کہا کہ مٹھی میں پکڑ کر اس کے نیچے سے کتروانے میں مضائقہ نہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے۔

نمبر۲ تابعین کی ایک جماعت کا قول بھی یہی ہے۔ اسی کو شعبی نے اختیار کیا ہے اور ابن سیرین نے اس کی توثیق کی ہے۔ البتہ حسن بصری اور قتادہ نے اس کو ناپسند کیا اور ان کے شاگردوں کا قول بھی اسی طرح ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے قول کے مطابق اس کو چھوڑنا اچھا ہے۔ اعفوا اللحی ...... انتہی قولہٗ (ع۔ح)

خلوق مرد کیلئے درست نہیں ہے

۲۲/۴۳۳۷ وَعَنْ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى عَلَيْهِ خَلُوْقًا فَقَالَ اَلَكَ امْرَاَةٌ قَالَ لَا قَالَ فَاغْسِلْهُ ثُمَّ اغْسِلْهُ ثُمَّ اغْسِلْهُ ثُمَّ لَا تَعُدْ۔ (رواه الترمذی والنسائی)

أخرجه الترمذی فی السنن ٥/١١٢ الحديث رقم ٢٨١٦، والنسائی فی ٨/١٥٢ الحديث رقم ٥١٢١، وأحمد فی المسند ٤/١٧١۔

ترجمہ: حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے یعلیٰ پر خلوق کا اثر دیکھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کیا تمہاری بیوی ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس خلوق کو دھو ڈال پھر دھو اور پھر دھو ڈال۔ آئندہ اسے استعمال نہ کرنا۔ یہ ترمذی اور نسائی کی روایت ہے۔

تشریح: هل لك زوجة: بیوی سے متعلق اس لئے سوال فرمایا۔ کہ اگر بیوی ہو اور اس نے خلوق ملی ہو اور اس کے بدن یا کپڑے سے مرد کے بدن یا کپڑے کو لگ گئی تو اس صورت میں معذور شمار ہوگا۔ اگر قصداً استعمال کی ہے تو پھر معذور نہ ہوگا۔ اور مرد کو یہ جائز نہیں اس کو دھو ڈالنا چاہیے۔ جیسا کہ آپ نے اسے حکم فرمایا۔ شارحین نے سوال کی یہی وجہ بیان کی ہے۔ یہ وجہ نہیں کہ عورت کی خاطر ملے تو معذور ہے۔ جیسا کہ ظاہر روایت سے وہم پیدا ہوتا ہے۔

فَاغْسِلْهُ: تین بار دھونے کا حکم فرمایا۔ یہ مبالغہ کیلئے فرمایا ظاہر یہ ہے کہ تین بار دھونے کا حکم اس وجہ سے فرمایا کیونکہ اس کا رنگ تین بار دھونے کے بغیر نہیں اترتا۔ (ح۔ع)

خلوق لگانے والے کی نماز قبول نہیں

۲۳/۴۳۳۸ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ صَلَاۃَ رَجُلٍ فِیْ جَسَدِہٖ شَیْءٌ مِنْ خَلُوْقٍ۔ (رواہ ابو داود)

أخرجه البخاري في السنن ٤/٤٠٣ الحديث رقم ٤١٧٨، وأحمد في المسند ٤/٤٠٣۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس آدمی کی نماز قبول نہیں کرتا۔ جس کے بدن پر کچھ خلوق لگا ہو۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ سید کہتے ہیں کہ اس سے کمال کی نفی مراد ہے۔ کیونکہ خلوق لگانے میں عورتوں سے مشابہت ہو جاتی ہے۔

ابن مالک کا قول:

اس میں درحقیقت استعمال خلوق سے زجر مقصود ہے۔ ع۔

حکم شرع کی خلاف ورزی پر سلام کا جواب نہ دیا

۲۴/۴۳۳۹ وَعَنْ عَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ قَالَ قَدِمْتُ عَلٰی اَھْلِیْ مِنْ سَفَرٍ وَقَدْ تَشَقَّقَتْ یَدَایَ فَخَلَّقُوْنِیْ بِزَعْفَرَانٍ فَغَدَوْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَیْہِ فَلَمْ یَرُدَّ عَلَیَّ وَقَالَ اِذْھَبْ فَاغْسِلْ ھٰذَا عَنْکَ۔ (رواہ ابو داود)

أخرجه أبو داوٗد في السنن ٤/٤٠٢ الحديث رقم ٤١٨٦، وأحمد في المسند ٤/٣٢٠۔

ترجمہ: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں سفر سے گھر لوٹا۔ میرے دونوں ہاتھ پھٹ گئے تھے۔ گھر والوں نے میرے ہاتھوں پر خوشبو کا لیپ کیا جس میں زعفران ملا ہوا تھا۔ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو سلام کیا تو آپ نے مجھے جواب مرحمت نہ فرمایا اور فرمایا جاؤ اور اسے اپنے بدن سے دھو ڈالو۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ نمبر۱ یہ ناراضی ان کے عذر کے نہ جاننے کی وجہ سے تھی۔ نمبر۲ آپ کو یہ پسند نہ آیا کہ وہ اس خوشبو کو لگا کر نکلیں۔

مرد کی خوشبو

۲۵/۴۳۴۰ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طِیْبُ الرِّجَالِ مَاظَھَرَ رِیْحُہٗ

وَخَفِيَ لَوْنُهُ وَطِيْبُ النِّسَاءِ مَاظَهَرَ لَوْنُهُ وَخَفِيَ رِيْحُهُ۔ (رواہ الترمذی والنسائی)

أخرجه الترمذي في السنن ٥/٩٩ الحديث رقم ٢٧٨٧، والنسائي في ٨/١٥١ الحديث رقم ٥١١٧، وأحمد في المسند ٢/٥٤١۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مرد کی خوشبو یہ ہے کہ خوشبو ظاہر اور رنگ پوشیدہ ہو جیسا کہ مشک، عنبر وغیرہ اور عورت کی خوشبو یہ ہے کہ جس کا رنگ ظاہر اور خوشبو پوشیدہ ہو مثلاً مہندی، زعفران۔ یہ ترمذی ونسائی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ نمبرا: اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ اس سے مراد وہ رنگ ہے جس میں جمال وزینت ہو۔ جیسا کہ سرخ وزرد نمبر۲ علماء نے لکھا ہے کہ یہ اس عورت سے متعلق ہے۔ جو گھر سے باہر نکلے اور اگر اپنے خاوند کے پاس استعمال کرے تو خوشبو جس طرح کی بھی ہو جائز ہے۔ (ح)

مرکب خوشبو کا استعمال جائز ہے

۲۶/۴۳۴۱ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُكَّةٌ يَتَطَيَّبُ مِنْهَا۔

(رواہ ابوداود)

أخرجه أبو داوٗد في السنن ٤/٣٩٤ الحديث رقم ٤١٦٢۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے سکہ نامی خوشبو تھی یہ ایک مرکب خوشبو کا نام ہے۔ آپ اس سے خوشبو استعمال فرماتے تھے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

کثرت سے تیل کا استعمال

۲۷/۴۳۴۲ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ دُهْنَ رَاْسِهٖ وَ تَسْرِيْحَ لِحْيَتِهٖ وَيُكْثِرُ الْقِنَاعَ كَانَ ثَوْبُهٗ ثَوْبَ زَيَّاتٍ۔ (رواہ فی شرح السنة)

أخرجه البغوي في شرح السنة ١٢/١٨٢ الحديث رقم ٣١٦٤۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک پر تیل کا استعمال کثرت سے فرماتے تھے اور ڈاڑھی مبارک کو بہت کنگھی کرتے تھے۔ اور سر پر جو کپڑا کثرت سے رکھتے وہ تیل کی وجہ سے تیلی کے کپڑے کی طرح تھا۔ یہ شرح السنہ میں نقل کی گئی ہے۔

تشریح ۞ تَسْرِيْحَ لِحْيَتِهٖ :ڈاڑھی مبارک میں کنگھی کرتے تھے۔ روایت میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر روز کی کنگھی کرنے سے منع فرمایا۔ وہ نہی تنزیہی ہے۔ تحریمی نہیں اور کثرت سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر روز کرتے ہوں۔ بلکہ کثرت کا لفظ تو کبھی اس پر بھی بول دیا جاتا ہے جو ضرورت کے مطابق کرے اور کنگھی کرنا سنت ہے۔ مگر جو لوگ ہر وضو کے موقع پر کنگھی اٹھائے

پھرتے ہیں وہ سنت صحیحہ سے ثابت نہیں۔

اَلْقِنَاعَ : اس سے مراد وہ کپڑا ہے جو تیل لگانے کے بعد آپ سر پر ڈالتے تھے تا کہ عمامہ مبارک کو تیل نہ لگے۔ پس وہ کپڑا تیل کے جذب کرنے کی وجہ سے تیلی کے کپڑے کی طرح ہو جاتا تھا۔ یہ مطلب نہیں کہ اور کپڑے تیلی جیسے ہوتے تھے۔ کیونکہ یہ مفہوم نظافت سے بعید ہے۔ اور آپ کے طبعی مزاج میں نہایت نظافت و نفاست پائی جاتی تھی۔ اور آپ تو کپڑے بھی سفید رنگ کے پہنتے تھے۔ (ع۔ح)

چار گیسوئے مبارک

۴۳۴۳/۲۸ وَعَنْ اُمِّ هَانِيٍ قَالَتْ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَيْنَا بِمَكَّةَ قَدْمَةً وَلَهٗ اَرْبَعُ غَدَائِرَ ۔

(رواه احمد و ابوداود و الترمذی و ابن ماجة)

أخرجه أبو داوٗد في السنن ٤/٤٠٩ الحديث رقم ٤١٩١، والترمذی فی ٤/٢١٦ الحديث رقم ١٧٨١، وابن ماجه فی ٢/١١٩٩ الحديث رقم ٣٦٣١، وأحمد فی المسند ٦/٣٤١۔

ترجمہ: حضرت ام ہانی سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن جناب رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے تو آپ کے چار گندھے ہوئے گیسو تھے۔ (دو دائیں طرف اور دو بائیں طرف) یہ ترمذی احمد ابوداؤد اور ابن ماجہ کی روایت ہے۔

سر کی چوٹی پر مانگ

۴۳۴۴/۲۹ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِذَا فَرَقْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهٗ صَدَعْتُ فَرْقَهٗ عَنْ يَأْفُوْخِهٖ وَاَرْسَلْتُ نَاصِيَتَهٗ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ۔ (رواه ابو داود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٤٠٨ الحديث رقم ٤١٨٩، وابن ماجه فی ٢/١١٩٩ الحديث رقم ٣٦٣٣۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب میں جناب رسول اللہ ﷺ کے بالوں میں مانگ نکالتی تو تالو کے اوپر سے مانگ بناتی اور بالوں کو آپ کی پیشانی پر دونوں آنکھوں کے درمیان چھوڑتی۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ صَدَعْتُ فَرْقَهٗ عَنْ يَأْفُوْخِهٖ : یافوخ سر کے درمیان کو اور اس جگہ کو کہتے ہیں جو ہر وقت پھڑکتی رہتی ہے مراد تالو ہے۔ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ ایک طرف کی مانگ تالو کے نزدیک ہوتی اور دوسری طرف کی عین پیشانی کے درمیان ہوتی تھی جو دونوں آنکھوں کی محاذات میں ہے۔ جیسا کہ روایت میں کہا گیا۔

وَاَرْسَلْتُ ۔ یعنی میں مانگ اس طرف کو کرتی جو طرف پیشانی کی جانب دونوں آنکھوں کے درمیان محاذات میں ہے۔ اس طرح کہ ناصیہ کے نصف بال دائیں اور نصف بائیں پیشانی کی طرف ہوتے تھے۔ علامہ طیبی نے یہی معنی بیان کیا ہے۔

ایک دن چھوڑ کر کنگھی کرنا

۳۰/۴۳۴۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّرَجُّلِ اِلَّا غِبًّا۔
(رواه الترمذی وابوداود والنسائی)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٣٩٢ الحديث رقم ٤١٥٩، والترمذی فی ٤/٢٠٥ الحديث رقم ١٨٥٦، والنسائی فی ٨/١٣٢ الحديث رقم ٥٠٥٥، وأحمد فی المسند ٤/٨٦۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن درمیان میں چھوڑے بغیر کنگھی کرنے سے منع فرمایا۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ❁ نمبرا قاضی کہتے ہیں۔ غِبًّا۔ کا معنیٰ ایک دن کرنا اور ایک دن ترک کرنا ہے۔ روایت میں ممانعت سے مراد یہ ہے کہ کنگھی میں مواظبت نہ کی جائے۔ کیونکہ اس طرح زینت کرنے میں مبالغہ اور تکلف لازم آتا ہے۔ نمبر۲ اور ملاقات میں اس کا استعمال اس معنی میں ہے کہ زیادہ دن تک ملنا چھوڑنا۔ **زر غبا تزدد حبا** کا مطلب ہفتہ میں ایک مرتبہ آنا ہے۔ نمبر۳ اور بخار کیلئے اس کے استعمال کا مطلب یہ ہے کہ ایک دن چھوڑ کر بخار آئے۔ اسی طرح عیادت مریض اور گوشت میں بھی یہی مطلب ہے۔ نمبر۴ یہ روایت ہر روز سر اور ڈاڑھی کو کنگھی کرنے کی ممانعت پر مشتمل ہے۔ پس جو لوگ ہر روز کنگھی کرتے ہیں وہ سنت کے موافق نہیں۔

اشکال: غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا کہ آپ دن میں ہر روز دوبار کنگھی کرتے تھے۔ [احیاء العلوم]

الجواب: یہ روایت بے سند ہے۔ یہ غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اور کسی نے شمائل میں ذکر نہیں کی۔ احیاء میں کئی روایات ایسی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں (موضوع ہیں)۔ (کذا نقل عن شیخ ولی الدین عراقی)

پھر ظاہر یہ ہے کہ ہر روز کنگھی کی ممانعت صرف مردوں سے متعلق ہے۔ عورتوں کے لئے یہ حکم نہیں کیونکہ ان کو تجمل وتزین مکروہ نہیں نمبر۲ بعض نے اس ممانعت کو عام مانا اور عورتوں کو بھی شامل کیا۔ غرض یہ ہے کہ عورتوں کیلئے ممانعت میں تخفیف ہے کیونکہ تزیین کا باب ان کے لئے بہت وسیع ہے۔ بہرصورت اس میں کراہت تنزیہی ہے۔ تحریمی نہیں (ح)۔

کبھی ننگے پاؤں بھی چلنا چاہیے

۳۱/۴۳۴۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِفَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ مَالِيْ اَرَاكَ شَعِثًا قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْهَانَا عَنْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاِرْفَاهِ قَالَ مَالِيْ لَا اَرٰى عَلَيْكَ حِذَآءً قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُنَا اَنْ نَحْتَفِيَ اَحْيَانًا۔ (رواه ابوداود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٣٩٢ الحديث رقم ٤١٦٠، وأحمد فی المسند ٦/٢٢۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے فضالہ بن عبید کو کہا کہ میں تمہیں پراگندہ بالوں کی

حالت میں دیکھتا ہوں وہ فرمانے لگے جناب رسول اللہ ﷺ ہمیں زیادہ حسین اور عیش کی باتوں سے منع فرماتے تھے۔ کنگھی اور تیل کی کثرت اسی میں داخل ہے۔ وہ کہنے لگا۔ اے فضالہ! کیا وجہ ہے کہ تیرے پاؤں میں جوتا نہیں۔ فضالہ کہنے لگے۔ جناب رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم فرماتے کہ ہم کبھی ننگے پاؤں پھرا کریں۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ❁ اَنْ نَحْتَفِیَ: نمبر ا تواضع اور کسر نفس کیلئے اور ریاضت کیلئے ایسا کرتے تھے تاکہ اضطرار کے وقت ننگے پاؤں چل سکیں۔ نمبر ۲ اس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ آپ تیل لگاتے' کنگھی کرتے اور اس کو اچھا جانتے تھے۔ اور اس کا حکم دیتے اور ترغیب دلاتے تھے مگر بعض اہل زہد و ریاضت کو اس کے خلاف بھی رکھتے اور اگر وہ آپ کے سامنے ترک کرتے تو اس کی تقریر فرماتے اور اس پر عمل پیرا رکھتے۔

حاصل کلام ❁ کراہت عیش پرستی اور تنعم میں مبالغہ کرنے اور حد سے آگے بڑھ جانے میں ہے کہ ہر وقت آدمی کنگھی پٹی میں مصروف رہے۔ یہی مکروہ ہے۔ جیسا کہ اہل عجم اور عیش پرست لوگوں کی عادت مالوفہ ہے۔ بلکہ آپ نے اس میں میانہ روی اور توسط کا حکم فرمایا۔ اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ طہارت و نظافت ضرور یہ کو چھوڑ دیا جائے۔ کیونکہ نظافت تو دین کا شعبہ ہے جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد آئندہ روایت میں موجود ہے۔ (ح)

بالوں کا اکرام کرو

۳۲/۴۳۴۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ کَانَ لَهٗ شَعْرٌ فَلْیُکْرِمْهُ.

(رواہ ابوداود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٣٩٤ الحدیث رقم ٤١٦٣۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس شخص کے بال ہوں اسے ان کا اکرام کرنا چاہیے یعنی ان کو دھوئے اور تیل لگایا کرے اور ان کی کنگھی کیا کرے اور ان کو پراگندہ نہ رکھے کیونکہ ستھرائی اور خوش ہیئتی محبوب و پسندیدہ ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

مہندی و وسمہ بڑھاپے کو متغیر کرنے والا ہے

۳۳/۴۳۴۸ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحْسَنَ مَا غُیِّرَبِهِ الشَّیْبُ الْحِنَّاءُ وَالْکَتَمُ۔ (رواہ الترمذی وابوداود والنسائی)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٤١٦ الحدیث رقم ٤٢٠٥' والترمذی فی ٤/٢٠٤ الحدیث رقم ١٧٥٣' والنسائی فی ٨/١٣٩ الحدیث رقم ٥٠٧٧' وأحمد فی المسند ٥/١٤٧۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ چیزیں جو بڑھاپے کو بہترین انداز سے متغیر کرنے والی ہیں وہ مہندی اور وسمہ ہے۔ یہ ترمذی' ابوداؤد اور نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ کتم۔ یہ وسمہ کے ساتھ ملا کر استعمال ہونے والی گھاس ہے۔ اس سے بالوں کو رنگ کیا جاتا ہے۔
نمبر۲ بعض نے کہا کہ کتم وسمہ کو کہتے ہیں۔ اور انہوں نے حدیث سے مہندی‘ کتم ملا کر خضاب لگانا مراد لیا ہے۔ یا ان میں سے ہر ایک کے الگ الگ خضاب کرنا مراد ہے۔
صاحب نہایہ کا قول: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کتم کا استعمال مہندی سے الگ ہے کیونکہ ان دونوں کو ملایا جائے تو خضاب کا رنگ سیاہ بن جاتا ہے۔ اور صحیح روایات سے سیاہ خضاب کی ممانعت ثابت ہے۔ اور شاید کہ حدیث اس طرح ہے۔ ''بالحناء او الکتم۔'' أو کا لفظ ہے جو تخییر کے لئے آتا ہے۔ مگر متعدد طریق سے جو روایات ثابت ہیں ان میں واؤ آتا ہے۔ أو وارد نہیں ہوا۔ البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ واو او کے معنیٰ میں آیا ہو۔ واللہ اعلم۔
بعض حواشی میں مذکور ہے کہ خضاب خالص مہندی کا سرخ اور خالص کتم کا سبز ہوتا ہے۔
بعض کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ خالص کتم کا خضاب خالص سیاہ ہوتا ہے اور کتم مہندی میں ملا کر کرنے سے سرخ مائل بسیاہی ہو جاتا ہے۔ خالص سیاہ نہیں ہوتا۔ پس ممکن ہے کہ مہندی اور کتم کو ملا کر خضاب کا حکم فرمایا ہو۔ کذا قیل۔
ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت جو ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے بعد آتی ہے۔ اس سے صراحۃً یہی بات معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔ کذا قال الشیخ۔
ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول: ظاہر یہ ہے کہ ملاوٹ مختلف قسم کی ہے۔
نمبرا اگر کتم غالب یا برابر ہو تو پھر خضاب سیاہ ہوتا ہے۔
نمبر۲ اگر مہندی غالب ہو تو سرخ ہوتا ہے۔ (مرقات)

سیاہ خضاب والوں کی سزا

۳۴/۴۳۴۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَكُوْنُ قَوْمٌ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ يَخْضِبُوْنَ بِهٰذَا السَّوَادِ كَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ لَايَجِدُوْنَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ۔ (رواہ ابوداود والنسائی)

أخرجه أبو داؤد فی السنن ٤/٤١٨ الحديث رقم ٤٢١٢‘ والنسائی فی ٨/١٣٨ الحديث رقم ٥٠٧٥‘ وأحمد فی المسند ١/٢٧٣۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخری زمانہ میں کچھ لوگ ہوں گے۔ جو اس سیاہی کے ساتھ خضاب کریں گے جو کبوتر کے پوٹوں کی طرح ہوتا ہے (کہ جس طرح بعض کبوتروں کا پوٹا خالص سیاہ ہوتا ہے) یہ لوگ جنت کی خوشبو نہ پائیں گے۔ یہ ابوداؤد اور نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **بِهٰذَا السَّوَادِ** : یعنی خالص سیاہی سے۔ یہ اس لئے فرمایا تا کہ سیاہ مائل بسرخی اس سے خارج ہو جائے جو کتم و مہندی سے مل کر بنتا ہے۔

لَایَجِدُوْنَ :خوشبو نہ پانا۔ یہ سیاہ خضاب کے سلسلہ میں زجر وتوبیخ میں مبالغہ ہے۔
نمبر۲اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے اس کو حلال سمجھ کر لگایا۔
نمبر۳بعض حواشی میں مذکور ہے کہ یہ لوگ اگرچہ جنت میں جائیں گے مگر اس کی خوشبو سے بہرہ مند نہ ہوں گے۔
نمبر۴بعض کہتے ہیں کہ جنت کی وہ خوشبو جو موقف حساب میں آئے گی۔ اور مسلمان محظوظ ومسرور ہوں اس سے یہ خضاب لگانے والے محروم ہوں گے۔ اس سے ثابت ہوا کہ سیاہ خضاب حرام ہے۔ (ع۔ح)

ڈاڑھی پر ورس کی زردی لگانا

۳۵/۴۳۵۰ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِیَّۃَ وَیُصَفِّرُ لِحْیَتَہٗ بِالْوَرْسِ وَالزَّعْفَرَانِ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ یَفْعَلُ ذٰلِکَ۔ (رواہ النسائی)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٤١٧ الحدیث رقم ٤٢١٠، والنسائی فی ٨/١٨٦ الحدیث رقم ٥٢٤٣، وحمد فی المسند ٢/١٤٤۔

ترجمہ :حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دباغت کیے ہوئے بے بال چمڑے کا پاپوش پہنتے اور اپنی ڈاڑھی مبارک کو ورس سے زرد رنگ دیتے۔ ورس ایک گھاس ہے جو یمن میں پائی جاتی ہے۔ اور زعفران سے بھی رنگتے تھے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے یعنی اسی طرح کے جوتے پہنتے اور اسی طرح کا خضاب لگاتے۔ یہ نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ❁ نمبر۱اس روایت سے آپ کا ڈاڑھی کو خضاب کرنا معلوم ہوا اور حدیث انس رضی اللہ عنہ جو کتاب اللباس میں گزری اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خضاب نہ کرنا ثابت ہوتا ہے۔ ان میں تطبیق کی صورت وہاں ذکر کردی گئی ہے۔ فلیراجع الیہ۔

زرد خضاب والا سب سے اچھا

۳۶/۴۳۵۱ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ قَدْ خَضَبَ بِالْحِنَّاءِ فَقَالَ مَا اَحْسَنُ ھٰذَا قَالَ فَمَرَّ اٰخَرُ وَقَدْ خَضَبَ بِالْحِنَّاءِ وَالْکَتَمِ فَقَالَ ھٰذَا اَحْسَنُ مِنْ ھٰذَا ثُمَّ مَرَّ اٰخَرُ قَدْ خَضَبَ بِالصُّفْرَۃِ فَقَالَ ھٰذَا اَحْسَنُ مِنْ ھٰذَا کُلِّہٖ۔ (رواہ ابوداود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٤١٧ الحدیث رقم ٤٢١١، وابن ماجه فی ٢/١١٩٨ الحدیث رقم ٣٦٢٧۔

ترجمہ :حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک آدمی گزرا جس نے مہندی کا خضاب کر رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ کیا خوب ہے۔ پھر ایک شخص گزرا جس نے مہندی اور وسمہ کا خضاب کر رکھا تھا۔ یعنی خالص سیاہ نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ پہلے سے بہت اچھا ہے۔ پھر ایک اور شخص گزرا جس نے زرد خضاب کر رکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ان تمام سے زیادہ اچھا ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

خضاب لگا کر یہود کی مخالفت

۴۳۵۲/۳۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيِّرُوا الشَّيْبَ وَلَا تَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ۔ (رواہ الترمذی ورواہ النسائی عن ابن عمرو الزبیر)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٢٠٣ الحدیث رقم ١٧٥٢' وأحمد فی المسند ٢/٤٩٩۔ أخرجه النسائی فی السنن ٨/١٣٧ الحدیث رقم ٥٠٧٣۔أخرجه النسائی فی السنن ٨/١٣٧ الحدیث رقم ٥٠٧٤' وأحمد فی المسند ١/١٦٥۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بڑھاپے کو خضاب سے تبدیل کرو اور یہود کی مشابہت مت کرو۔ (کیونکہ یہود خضاب نہیں کرتے) یہ ترمذی کی روایت ہے۔ نسائی نے اس کو ابن عمر اور زبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے بعض نسخوں میں زبیر رضی اللہ عنہ ہے۔

تشریح ۞ نمبرا ممکن ہے کہ یہ حکم خصوصی طور پر غزاۃ ومجاہدین کیلئے ہوتا کہ دشمن خوفزدہ رہیں۔ (ع)

بڑھاپا نورانیت کا باعث ہے

۴۳۵۳/۳۸ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنْتِفُوا الشَّيْبَ فَاِنَّهٗ نُوْرُ الْمُسْلِمِ مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِی الْاِسْلَامِ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِهَا حَسَنَةً وَكَفَّرَ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةً وَرَفَعَهٗ بِهَا دَرَجَةً۔ (رواہ ابوداود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٤١٤ الحدیث رقم ٤٢٠٢' والترمذی فی ٥/١١٥ الحدیث رقم ٤٢٠٢' والنسائی فی ٨/١٣٦ الحدیث رقم ٥٠٦٨' وابن ماجه فی ٢/١٢٢٦ الحدیث رقم ٣٧٢١ وأحمد فی المسند ٤/٢١٦۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے نقل کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفید بالوں کو مت چنو۔ کیونکہ بڑھاپا مسلمان کیلئے نورانیت کا سبب ہے۔ جس کا ایک بال اسلام میں سفید ہوا اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کی وجہ سے ایک نیکی لکھتا ہے اور اس سے ایک غلطی دور کرتا ہے۔ اور اس کی وجہ سے اس کا درجہ بلند کرتا ہے۔

تشریح ۞ نُوْرُ الْمُسْلِمِ ۔مسلمان کیلئے سفید بال نور ہیں کیونکہ بڑھاپا وقار ہے۔ جیسا کہ تیسری فصل میں آیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سفید بال آئے۔ جب ڈاڑھی میں سفید بال دیکھے تو عرض کیا۔ اے میرے رب یہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا۔ یہ وقار ہے! عرض کیا۔ اے میرے اللہ! میرے وقار میں اضافہ فرما۔ وقار فسق ومعاصی سے رکاوٹ ہے اور توبہ واطاعت کا باعث بنتا ہے اور یہ چیز نور کا سبب ہے۔ جو کہ حشر کے اندھیروں میں مؤمن کے آگے آگے دوڑے گا۔ جیسا کہ اس ارشاد الٰہی میں موجود ہے:

نورھم یسعٰی بین اید یھم ...... پس اس تاویل کے مطابق نور سے قیامت کا نور مراد ہوگا۔ جیسا کہ ایک روایت

میں صراحت سے وارد ہوا ہے۔

نمبر۲: اگر نورانیت سے باطنی صفائی اور جمال صورت اور نیک سیرتی ہو جو بوڑھوں کو اس دُنیا میں حاصل ہوتی ہے تو بعید نہیں۔

نمبر۳: اس روایت کے مطابق سفید بالوں کو چننا مکروہ ہے۔ عند اکثر العلماء۔ (ح۔ع)

اسلام میں بوڑھا ہونے والے کیلئے بڑھاپا نور

۳۹/۴۳۵۴ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي الْإِسْلَامِ كَانَتْ لَهُ نُوْرًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (رواه الترمذی والنسائی)

أخرجه الترمذی فی السنن ١٤٧/٤ الحديث رقم ١٦٣٤' والنسائی فی ٢٦/٦ الحديث رقم ٣١٤٢' وأحمد فی المسند ٢٣٦/٤۔

ترجمہ: حضرت کعب بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص اسلام میں بوڑھا ہو تو اس کا بڑھاپا قیامت کے دن اس کے لئے نور ہوگا۔ یہ ترمذی اور نسائی کی روایت ہے۔

سوال: جب بڑھاپا دنیا و آخرت میں نورانیت کا سبب ہے۔ تو اس کا خضاب سے متغیر کرنا کیونکر مشروع کیا گیا؟

جواب: خضاب کی مشروعیت تو کسی دینی مصلحت کی بناء پر ہے۔ وہ دشمنان اسلام کے سامنے قوت کا مظاہرہ ہے۔ تاکہ وہ مسلمانوں کے خلاف دلیر نہ ہوں اور ان کو کمزور نہ جانیں۔

اور ایک سوال۔ بالوں کو اکھاڑنا کیوں کر اس مصلحت کیلئے جائز نہ کیا گیا؟

الجواب۔ بال چننے میں سفید بالوں کو جڑ سے اکھاڑا جاتا ہے اور آخر میں یہ بدصورتی کا باعث ہوتا ہے۔ اور خضاب تو صورت میں جمال و قوت کا فائدہ دیتا ہے۔ پس دونوں میں فرق ہے۔ (ح)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال جمہ سے اُوپر تھے

۴۰/۴۳۵۵ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَاحِدٍ كَانَ لَهُ شَعْرٌ فَوْقَ الْجُمَّةِ وَدُوْنَ الْوَفْرَةِ۔ (رواه الترمذی)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤٠٧/٤ الحديث رقم ٤١٨٧' والترمذی فی ٢٠٥/٤ الحديث رقم ١٧٥٥' وابن ماجه فی ١٢٠٠/٢ الحديث رقم ٣٦٣٥' وأحمد فی المسند ١١٨/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے نہایا کرتے تھے (یعنی وہ برتن میرے اور آپ کے درمیان میں رکھا ہوتا تھا) اور آپ کے بال مبارک جمہ سے اوپر اور وفرہ سے نیچے تھے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے بالوں کے تین نام ہیں: (۱) جمہ۔ (۲) وفرہ۔ (۳) لمہ۔

نمبر ا جمہ۔ جو بال کندھوں تک ہوں نمبر ۲ وفرہ جو لو تک ہوں نمبر ۳ لمہ کندھوں اور کانوں کے درمیان، یعنی کانوں سے نیچے اور کندھوں سے اوپر۔

نمبر ۲ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرما رہی ہیں کہ آپ کے بال مبارک اس وقت جمہ سے اوپر اور وفرہ سے نیچے تھے یعنی لمہ تھے۔ اور بعض اوقات جمہ مطلق بالوں کیلئے بھی آتا ہے جیسا کہ شمائل میں وارد ہے۔

كانت جمة تضرب شحمة اذنيه ۔ الحديث ۔(ح)

خریم رضی اللہ عنہ کا جذبۂ اتباع

۴۱/۴۳۵۶ وَعَنِ ابْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الرَّجُلُ خُرَيْمٌ الْاَسَدِيُّ لَوْلَا طُوْلُ جُمَّتِهِ وَاِسْبَالُ اِزَارِهٖ فَبَلَغَ ذٰلِكَ خُرَيْمًا فَاَخَذَ شَفْرَةً فَقَطَعَ بِهَا جُمَّتَهٗ اِلٰى اُذُنَيْهِ وَرَفَعَ اِزَارَهٗ اِلٰى اَنْصَافِ سَاقَيْهِ۔ (رواہ ابو داود)

أخرجه أبو داوٗد في السنن ٤ /٣٤٨ الحديث رقم ٤٠٨٩، وأحمد في المسند ٤ /١٨٠۔

ترجمہ: حضرت ابن حنظلیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ یہ صحابی ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خریم اسدی رضی اللہ عنہ اچھا آدمی ہے۔ اگر اس کے لمبے بال اور تہبند کی درازی نہ ہوتی۔ یہ اطلاع حضرت خریم رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے اُسترا لے کر اپنے بال کانوں تک کاٹ ڈالے اور تہبند کو نصف پنڈلی تک بلند کیا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ خریم اسدی رضی اللہ عنہ قبیلہ بنو اسد سے تعلق رکھتے تھے۔ بالوں کا لمبا کرنا اگرچہ مذموم و مکروہ نہیں لیکن بالوں کی درازی کی وجہ سے آپ نے ان میں تبختر محسوس کیا ہوگا۔ اس وجہ سے اس انداز سے شکایت فرمائی۔

نمبر ۲ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی مسلمان بھائی میں خلاف شرع بات پائی جاتی ہو اور اس کا تذکرہ غائبانہ کرے تو وہ جائز ہے۔ جب کہ وہ اس کی اصلاح کی نیت سے ہو۔ (ع)

انس رضی اللہ عنہ کے بالوں کا پیار سے پکڑنا

۴۲/۴۳۵۷ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَتْ لِيْ ذُؤَابَةٌ فَقَالَتْ لِيْ اُمِّيْ لَا اَجُزُّهَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُدُّهَا وَيَاْخُذُهَا۔ (رواہ ابو داود)

أخرجه أبو داوٗد في السنن ٤ /٤١١ الحديث رقم ٤١٩٦۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے گیسو تھے۔ میری والدہ نے مجھے کہا کہ میں ان کو نہ کاٹوں گی کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو (پیار سے) پکڑتے اور کھینچتے تھے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یَمُدُّھَا: آپ شفقت و پیار سے ان کے بالوں کو پکڑتے اور کھینچتے تھے۔ تو ام سلیم تبرک و یمن کی وجہ سے ان کو نہ کاٹتی تھیں اور بالوں کی درازی کی کراہت اس سبب سے تھی جو یہاں مفقود تھا پس ان میں کچھ کراہت نہ تھی اور نہ یہ روایت اس کے خلاف ہے۔ (ح)

سر کے تمام بال مونڈنا

۴۳/۴۳۵۸ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمْهَلَ اٰلَ جَعْفَرٍ ثَلَاثًا ثُمَّ اَتَاهُمْ فَقَالَ لَا تَبْكُوْا عَلٰی اَخِیْ بَعْدَ الْیَوْمِ ثُمَّ قَالَ ادْعُوْا لِیْ بَنِیْ اَخِیْ فَجِیْءَ بِنَا كَاَنَّنَا اَفْرَاخٌ فَقَالَ ادْعُوْا اِلَیَّ الْحَلَّاقَ فَاَمَرَهٗ فَحَلَقَ رُؤُسَنَا۔ (رواہ ابوداود والنسائی)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٤٠٩ الحديث رقم ٤١٩٢، والنسائی فی ٨/٩٢ الحديث رقم ٥٢٢٧، وأحمد فی المسند ١/٢٠٤۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہ بے شک جناب رسول اللہ ﷺ نے اولاد جعفر کو تین دن تک (سوگ کی) اجازت دی۔ یہ اجازت ان کی شہادت کی اطلاع پہنچنے کے بعد تھی کہ وہ حضرت جعفر ؓ پر روتے تھے اور ان پر عرض کرتے تھے۔ ان دنوں میں آپ تشریف لائے یعنی دلاسہ دینے کیلئے اور ارشاد فرمایا تم آج کے دن کے بعد میرے بھائی پر مت روؤ۔ پھر فرمایا میرے پاس میرے بھتیجوں کو بلاؤ یعنی عبداللہ، عون اور محمد کو جو کہ جعفر رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔ ہمیں آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا گویا کہ ہم چوزے تھے یعنی چھوٹے چھوٹے تھے۔ پھر فرمایا کہ نائی کو بلاؤ (چنانچہ اسے بلایا گیا) پھر آپ نے اسے سر مونڈنے کا حکم دیا۔ تو اس نے سر مونڈ دیے۔ یہ ابوداؤد اور نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ جعفرؓ: یہ خواجہ ابوطالب کے بیٹے ہیں اور حضرت علی ؓ کے بڑے بھائی ہیں یہ آپ ﷺ کے چچازاد بھائی تھے۔

نمبر۲ امہل۔ اس میں اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ میت پر نوحہ کے بغیر رونا اور غم کرنا درست ہے اور آج کے دن کے بعد کا مطلب یہ ہے کہ سوگ کے تین دن ہیں جو ختم ہو گئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ میت پر تین دن سے زیادہ غم اور ماتم داری نہ کرنی چاہیے اور تعزیت بھی نہ کرنی چاہیے۔

فَاَمَرَهٗ: آپ نے بچوں کے سر مونڈنے کا حکم فرمایا باوجود یہ کہ بالوں کا رکھنا افضل ہے البتہ حج و عمرہ میں مونڈنا افضل ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی والدہ اسماء بنت عمیس ؓ مصیبت میں مشغول تھیں اور وہ اس حالت میں بچوں کے بالوں کو سنوار نہ سکتی ہوں گی کہ کنگھی کریں اور دھوئیں۔ اور بالوں میں میل وغیرہ کی وجہ سے جوئیں پڑ جاتیں اس لیے آپ ﷺ نے انہیں منڈوا دیا۔ (ع)

ختنہ میں مبالغہ نہ کرو

۴۴/۴۳۵۹ وَعَنْ اُمِّ عَطِیَّةَ الْاَنْصَارِیَّةِ اَنَّ امْرَاَةً كَانَتْ تَخْتِنُ بِالْمَدِیْنَةِ فَقَالَ لَهَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

وَسَلَّمَ لَا تَنْهِكِيْ فَإِنَّ ذٰلِكَ اَحْظٰى لِلْمَرْاَةِ وَاَحَبُّ اِلَى الْبَعْلِ۔

(رواہ ابوداود وقال ھذا الحدیث ضعیف وراویہ مجھول)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٥/٤٢١ الحدیث رقم ٥٢٧١۔

ترجمہ: حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک عورت (عورتوں کا) ختنہ کرتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم چمڑے کو کاٹنے میں مبالغہ نہ کیا کرو۔ اس لئے کہ اس میں مبالغہ نہ کرنا عورت کیلئے باعث لذت ہے اور خاوند کیلئے لذیذ تر ہے یعنی اگر اس جگہ کو کاٹنے میں مبالغہ کیا جائے تو خاوند و بیوی لذت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔ اور یہ روایت ضعیف اور اس کے روات مجہول ہیں۔

تشریح ۞ احتمال یہ ہے کہ راوی سے مراد یہاں جنس راوی ہیں۔ یعنی تمام راوی ضعیف ہیں اس کی تائید ان الفاظ سے ہوتی ہے جو صحیح نسخہ میں وارد ہیں: ورواته مجھولة کہ اس کے تمام راوی مجہول ہیں۔

نمبر۲ یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد احد رواته مجھول ہو کہ اس کا ایک راوی مجہول ہے۔ ایک دوسرے نسخہ میں ان الفاظ سے اسکی تائید ہوتی ہے۔ وفی رواته مجھول مگر طبرانی نے اس کو سند صحیح سے روایت کیا ہے اور حاکم نے مستدرک میں ضحاک بن قیس سے نقل کیا ہے۔ اسکے الفاظ اس طرح ہیں۔ اخفضی و لا تنھکی فانه انضر للزوجة واحظی عند الزوج۔

میرے محبوب مہندی کی بُو ناپسند فرماتے

۴۳۶۰/۴۵ وَعَنْ كَرِيْمَةَ بِنْتِ هَمَّامٍ اَنَّ امْرَاَةً سَاَلَتْ عَائِشَةَ عَنْ خِضَابِ الْحِنَّاءِ فَقَالَتْ لَابَاْسَ وَلٰكِنِّيْ اَكْرَهُهٗ كَانَ حَبِيْبِيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ رِيْحَهٗ۔ (رواہ ابوداود والنسائی)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٣٩٥ الحدیث رقم ٤١٦٤، والنسائی فی ٨/١٤٢ الحدیث رقم ٥٠٩٠، وأحمد فی المسند ٦/٢١٠۔

ترجمہ: کریمہ بنت ہمام روایت کرتی ہیں کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے (سر پر) مہندی کے خضاب سے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا اس میں کچھ حرج نہیں مگر میرے ہاں یہ ناپسند ہے میرے محبوب اس کی بو کو ناپسند فرماتے تھے۔ یہ ابوداؤد اور نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ نمبر ا ظاہر یہ ہے کہ آپ کا ناپسند فرمانا صرف بالوں کیلئے تھا۔ کیونکہ اگلی روایت میں وارد ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہند سے اس لئے بیعت نہ لی کہ ان کے ہاتھ مہندی سے خالی تھے۔ (ع)

عورت کو مہندی ضروری ہے

۴۳۶۱/۴۶ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ هِنْدًا بِنْتَ عُتْبَةَ قَالَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ بَايِعْنِيْ فَقَالَ لَا اُبَايِعُكِ حَتّٰى تُغَيِّرِيْ كَفَّيْكِ فَكَاَنَّهُمَا كَفَّا سَبُعٍ۔ (رواہ ابوداود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٣٩٥ الحديث رقم ٤١٦٥۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بیشک ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ! مجھ سے بیعت لیں۔ آپ نے فرمایا میں تجھ سے بیعت نہیں لیتا (یعنی زبان کے ساتھ) یہاں تک کہ تو اپنے ہاتھوں کو مہندی سے متغیر کرے یعنی مہندی لگائے۔ گویا تیرے ہاتھ درندے کے ہاتھ ہیں۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا۔ یہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ یہ فتح مکہ کے دن اسلام لائیں اور ظاہر یہ ہے کہ یہ بیعت اس کے علاوہ ہے۔

نمبر۲ اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو ہاتھوں پر مہندی لگانا مستحب ہے۔ اور اس کا ترک مکروہ ہے۔ اور اس کے ترک میں کراہت مردوں کی مشابہت کی وجہ سے ہے۔ (ح)

عورت کے ہاتھ کی علامت مہندی ہے

۴۳۶۲/۴۷ وَعَنْهَا قَالَتْ اَوْ مَاَتْ اِمْرَاَةٌ مِنْ وَرَاءِ سِتْرٍ بِيَدِهَا كِتَابٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ فَقَالَ مَا اَدْرِيْ اَيَدُرَجُلٍ اَمْ يَدُامْرَاَةٍ قَالَتْ بَلْ يَدُ امْرَاَةٍ قَالَ لَوْ كُنْتِ امْرَاَةً لَغَيَّرْتِ اَظْفَارَكِ يَعْنِيْ بِالْحِنَّاءِ۔ (رواه ابوداود والنسائی)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٣٩٦ الحديث رقم ٤١٦٦، والنسائی فی ٨/١٤٢ الحديث رقم ٥٠٨٩، وأحمد فی المسند ٦/٢٦٢۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے پردہ کے پیچھے سے اشارہ کیا اس کے ہاتھ میں ایک خط تھا جو کہ کسی نے جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا تھا۔ آپ ﷺ نے اپنا دست اقدس کھینچ لیا اور وہ خط وصول نہ فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا میں نہیں جانتا کہ یہ ہاتھ آیا مرد کا ہے یا عورت کا۔ وہ عورت کہنے لگی یہ ہاتھ عورت کا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو عورت ہوتی یعنی عورتوں کے شعار کا لحاظ کرنے والی ہوتی تو اپنے ناخنوں کو مہندی سے متغیر کرتی۔ یہ ابوداؤد اور نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ نمبر۱: اس میں تاکید ہے کہ عورتوں کو مہندی لگانا مستحب ہے۔
نمبر۲: اس میں آداب کی شاندار تعلیم دی گئی ہے (ع)

تین ملعون عورتیں

۴۳۶۳/۴۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لُعِنَتِ الْوَاصِلَةُ وَالْمُسْتَوْصِلَةُ وَالنَّامِصَةُ وَالْمُتَنَمِّصَةُ وَالْوَاشِمَةُ وَالْمُسْتَوْشِمَةُ مِنْ غَيْرِ دَاءٍ۔ (رواه ابوداود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٣٩٩ الحديث رقم ٤١٧٠، وأحمد فی المسند ١/٢٥١۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان عورتوں پر لعنت کی گئی۔ ملانے والی اور ملوانے والی' بالوں کو چننے والی اور چنوانے والی اور گودنے والی اور گودوانے والی بلا مرض کے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح: ان الفاظ کی شرح فصل اول میں گزری ہے وہاں ملاحظہ کریں۔ بلا مرض کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مرض کی وجہ سے گودنا ضروری ہوتو جائز ہے۔ اگرچہ نشان باقی رہے۔ (ع)

مردوں کا لباس پہننے والی عورت پر لعنت

۴۹/۴۳۶۴ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْاَةِ وَالْمَرْاَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ۔ (رواه ابوداود)

أخرجه أبو داؤد في السنن ۳۹۹ الحديث رقم ۴۱۷۰' وأحمد في المسند ۱/ ۲۵۱۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت فرمائی۔ جو عورت جیسا لباس پہنے اور اس عورت پر لعنت فرمائی جو مردوں جیسا لباس پہنے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

مردوں سے مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت ہے

۵۰/۴۳۶۵ وَعَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَيْكَةَ قَالَ قِيْلَ لِعَائِشَةَ اِنَّ امْرَاَةً تَلْبَسُ النَّعْلَ قَالَتْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَةَ مِنَ النِّسَآءِ (رواه ابوداود)

ابوداود' كتاب اللباس' باب ۳۱' ح ۴۰۹۹۔

ترجمہ: حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ ایک عورت مردوں جیسا جوتا پہنتی ہے۔ تو آپ نے فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت پر اللہ تعالیٰ کی لعنت فرمائی ہے۔ جو مردوں جیسی مشابہت اختیار کرنے والیاں ہیں۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح: نمبرا: عورت کی مرد کے ساتھ لباس وکلام میں مشابہت حرام ہے۔ البتہ علم وعقل میں مشابہت غیر مذموم ہے۔ چنانچہ روایات میں وارد ہے: كانت عائشة رضى الله عنها رجلة الرأى کہ حضرت عائشہ رائے وعقل میں مردوں کی طرح تھیں۔ (ع)

کپڑے کا زائد پردہ لٹکانے پر ناراضی

۵۱/۴۳۶۶ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَافَرَ كَانَ اٰخِرُ عَهْدِهٖ بِاِنْسَانٍ مِنْ اَهْلِهٖ فَاطِمَةَ وَاَوَّلُ مَنْ يَّدْخُلُ عَلَيْهَا فَاطِمَةَ فَقَدِمَ مِنْ غَزَاةٍ وَقَدْ عَلَّقَتْ مِسْحًا اَوْسِتْرًا عَلٰى بَابِهَا

وَحَلَّتِ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ قُلْبَيْنِ مِنْ فِضَّةٍ فَقَدِمَ فَلَمْ يَدْخُلْ فَظَنَّتْ اَنَّ مَامَنَعَهُ اَنْ يَّدْخُلَ مَارَاٰى فَهَتَكَتِ السِّتْرَ وَفَكَّتِ الْقُلْبَيْنِ عَنِ الصَّبِيَّيْنِ وَقَطَعَتْهُ مِنْهُمَا فَانْطَلَقَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْكِيَانِ فَاَخَذَهُ مِنْهُمَا فَقَالَ يَا ثَوْبَانُ اِذْهَبْ بِهٰذَا اِلٰى اٰلِ فُلَانٍ اَنَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلِيْ اَكْرَهُ اَنْ يَاكُلُوْا طَيِّبَاتِهِمْ فِيْ حَيَاتِهِمُ الدُّنْيَا يَا ثَوْبَانُ اشْتَرِ لِفَاطِمَةَ قِلَادَةً مِنْ عَصَبٍ وَسِوَارَيْنِ مِنْ عَاجٍ۔

(رواہ احمد وابوداود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٣٥٥ الحديث رقم ٤٠٩٩۔أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٤١٩ الحديث رقم ٤٢١٣، وأحمد فی المسند ٥/٢٧٥۔

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل وعیال میں سب سے آخر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملتے یعنی آخری کلام وگفتگو ان سے فرماتے اور جو وصیت کرنا ہوتی ان کو فرماتے اور رخصت کرتے۔اور جب سفر سے واپس لوٹتے تو اپنے اہل میں سب سے پہلے ان کے ہاں تشریف لاتے۔چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہاد سے واپس تشریف لائے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے دروازہ پر ایک ٹاٹ اور پردہ لٹکا ہوا تھا (یعنی زینت کیلئے) کیونکہ اگر پردہ کیلئے ہوتا تو وہ آپ کو ناگوار نہ ہوتا۔اور حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو چاندی کے دوکڑے پہنائے ہوئے تھے۔(یعنی ہر صاحبزادے کو ایک ایک کڑا پہنایا تھا یا دو دوکڑے پہنائے تھے) پس آپ سفر سے تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل نہ ہوئے۔تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے گمان کیا کہ کون سی چیز نے آپ کو ان کے ہاں داخلہ سے منع کیا ہے۔وہ چیز پردہ کا لٹکانا اور حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو کڑے پہنانا ہے۔تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وہ پردہ پھاڑ ڈالا اور دونوں کڑے ہاتھوں سے اتار کر توڑ ڈالے۔پھر دونوں صاحبزادے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روتے ہوئے گئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے زیور کو لیا اور فرمایا۔اے ثوبان! اس زیور کو آل فلاں کے پاس لے جا! آپ نے اپنے قرابت والوں کا نام لیا جو کہ مستحق تھے۔اس لئے کہ یہ میرے اہل بیت ہیں میں ناپسند کرتا ہوں کہ یہ اپنے لذائذ دنیا کی زندگی میں کھائیں یعنی اچھے کھانوں سے لذت حاصل کریں اور نفیس لباس پہنیں گویا طیبات کا کھانا یہ لذت حاصل کرنے اور سکون لینے سے کنایہ ہے بلکہ میں ان کے لئے فقر وریاضت کو اختیار کرتا ہوں تا کہ ان کے درجات بلند ہوں اور وہ ان لوگوں کے مشابہ نہ ہوں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اذهبتم طيباتكم فی حياتكم الدنيا...... ۔آپ نے اس سے ایک گونہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شکستہ دلی خیال فرمائی۔تو ارشاد فرمایا۔اے ثوبان تم فاطمہ کیلئے ایک ہار عصب کا خرید لاؤ (عصب یہ سمندری جانور کا دانت ہے جس سے ہار بنتے ہیں) اور دوکڑے ہاتھی دانت کے خریدو' دونوں صاحبزادوں کیلئے۔یہ احمد وابوداؤد کی روایت ہے۔

اصفہانی سرمہ آنکھوں کی صحت کا باعث ہے

۵۲/۴۳۶۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اكْتَحِلُوْا بِالْاِثْمِدِ فَاِنَّهٗ يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ وَزَعَمَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ لَهٗ مُكْحُلَةٌ يَكْتَحِلُ بِهَا كُلَّ لَيْلَةٍ ثَلَاثَةً فِیْ

هٰذِهٖ وَثَلَاثَةً فِیْ هٰذِهٖ۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٣٣٢ الحديث رقم ٤٠٦١، والترمذی فی ٤/٢٠٦ الحديث رقم ١٧٥٣، والنسائی فی ١٤٩/٨ الحديث رقم ٥١١٣، وأحمد فی المسند ١/٢٣١۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیشک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اصفہانی سرمہ لگاؤ۔ یعنی ہمیشہ لگاؤ۔ پس وہ آنکھوں کو روشن کرتا ہے اور بالوں (پلکوں) کو اگاتا ہے۔ جو کہ باعث زینت اور آنکھوں کی صحت کی علامت ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سرمہ دانی تھی۔ جس سے آپ ہر رات میں تین مرتبہ سرمہ لگاتے تھے۔ تین بار پے در پے دائیں اور تین بار بائیں آنکھ میں۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ نمبرا بعض نے کہا۔ کہ اثمد اسی سرمہ کو کہتے ہیں۔ مگر زیادہ ظاہر بات یہ ہے کہ اثمد سرمہ کی ایک خاص قسم ہے۔ نمبر۲ بعض نے کہا وہ اصفہانی سرمہ ہے جو آنکھوں کے آنسوؤں کو خشک کرتا ہے اور زخموں کو اور بوڑھوں کی آنکھوں کے پٹھوں کو مضبوط کرتا ہے۔ ایک روایت میں وارد ہے۔ **بالاثمد المروح**...... اور وہ ایسا سرمہ ہے جس میں خالص مشک ملایا جائے اور سونے سے پہلے ہر شب میں استعمال کیا جائے جیسا کہ ایک روایت میں الفاظ ہیں: **وعند النوم** ...... اس وقت لگانے میں حکمت یہ ہے۔ کہ سرمہ آنکھوں میں رہتا اور آنکھوں کے طبقات میں خوب سرایت کرتا ہے۔ (ح)

دوائی میں چار چیزیں بہترین

۵۳/۴۳۶۸ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَكْتَحِلُ قَبْلَ اَنْ یَّنَامَ بِالْاِثْمِدِ ثَلَاثًا فِیْ كُلِّ عَیْنٍ قَالَ وَقَالَ اِنَّ خَیْرَمَا تَدَاوَیْتُمْ بِهِ اللَّدُوْدُ وَالسَّعُوْطُ وَالْحِجَامَةُ وَالْمَشِیُّ وَخَیْرَ مَااكْتَحَلْتُمْ بِهِ الْاِثْمِدِ فَاِنَّهٗ یَجْلُوْالْبَصَرَوَیُنْبِتُ الشَّعْرَوَاِنَّ خَیْرَ مَا تَحْتَجِمُوْنَ فِیْهِ یَوْمُ سَبْعَ عَشْرَةَ وَیَوْمُ تِسْعَ عَشْرَةَ وَیَوْمُ اِحْدٰی وَعِشْرِیْنَ وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَیْثُ عُرِجَ بِهٖ مَامَرَّعَلٰی مَلَاٍ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ اِلَّا قَالُوْا عَلَیْكَ بِالْحِجَامَةِ۔ (رواہ الترمذی وقال هذا حديث حسن غريب)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٣٤٠ الحديث رقم ٢٠٤٨۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے قبل تین تین مرتبہ ہر آنکھ میں سرمہ اصفہانی لگاتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ دوائی میں چار چیزیں بہترین ہیں نمبرا الدود نمبر۲ سعوط نمبر۳ حجامت نمبر۴ مشی اور جس چیز سے سرمہ لگاؤ ان میں بہترین اصفہانی سرمہ ہے۔ یقیناً وہ بینائی کو روشن کرتا ہے۔ اور بالوں کو اُگاتا ہے اور سینگی بھر کر کھینچوانے کے بہترین دن سترہ انیس اور اکیس کے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معراج ہوئی۔ تو آپ کا گزر فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے ہوا انہوں نے یہی کہا تمہیں بھری ہوئی سینگی کھنچوانا لازم ہے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔ اور انہوں نے اس روایت کو حسن غریب کہا ہے۔

تشریح ۞ لدود۔ وہ دوائی جو باچھ کی طرف سے مریض کے منہ میں ٹپکائی جائے۔

نمبر۲: سعوط۔ ناک میں ٹپکائی جانے والی ادویہ۔

نمبر۳: حجامت۔ سینگی بھر کر کھینچنا۔

نمبر۴ مشی ایسی دوائی جو قبض کا ازالہ کرے۔ یہ مشی سے مشتق ہے جس کا معنیٰ چلنا ہے۔ اور اس سے مریض کو بار بار پاخانہ کیلئے چلنا پڑتا ہے اس وجہ سے اس کا نام مشی رکھ دیا گیا۔

خَیْرَ مَا تَحْتَجِمُوْنَ :خون اور دیگر رطوبات ابتداء ماہ سے نصف ماہ تک جوش میں ہوتے ہیں اور مہینہ کے آخر میں سردی اور عدم جوشی میں ہوتے ہیں۔ پس مہینہ کے درمیانی دن مناسب ہیں کیونکہ ان ایام میں طبائع کے اندر اعتدال ہوتا ہے۔ خاص طور پر یہ تین مذکورہ دن۔ اور حجامت کے احکام کی تفصیل کتاب الطب والرقی میں آئے گی۔ انشاء اللہ (ح)

عورتیں حمامات میں داخل نہ ہوں

۵۴/۴۳۶۹ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَھَی الرِّجَالَ وَالنِّسَاءَ عَنْ دُخُوْلِ الْحَمَّامَاتِ ثُمَّ رَخَّصَ لِلرِّجَالِ اَنْ یَدْخُلُوْا بِالْمَیَازِرِ۔ (رواہ الترمذی وابوداود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ۳۰۰/٤ الحديث رقم ٤٠٠٩، والترمذی فی ١٠٥/٥ الحديث رقم ٢٨٠٢، وابن ماجه فی ١٢٣٤/٢ الحديث رقم ٣٧٤٩، وأحمد فی المسند ١٣٢/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں اور عورتوں کو حمامات میں داخلے سے منع فرمایا۔ پھر مردوں کو تو رخصت عنایت فرمائی کہ وہ تہبند کے ساتھ جا سکتے ہیں (مگر عورتوں کو نہیں دی) یہ ترمذی وابوداوٗد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ مظہر کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو حمام میں جانے کی اجازت نہ فرمائی۔ کیونکہ ان کے تمام اعضاء ستر ہیں اور ان کا جانا جائز نہیں مگر شدید ضرورت کے وقت۔ مثلاً بیمار ہو تو علاج کیلئے داخل ہو یا نفاس کے انقطاع کے وقت طہارت کیلئے یا وہ جو جنابت کی حالت میں ہو اور شدید سردی کا موقع ہو اور پانی گرم کرنے کی قدرت نہ ہو اور ٹھنڈے پانی کے استعمال سے ضرر کا احتمال ہو تو ایسی صورت میں حمام میں داخلہ جائز ہے۔ البتہ مردوں کو گھٹنے تک تہبند کے بغیر جانے کی اجازت نہیں۔ الخ

۲۔ ظاہر کلام سے ممانعت کے حکم میں مردوں اور عورتوں کے درمیان کچھ بھی فرق محسوس نہیں ہو رہا کیونکہ عورتیں عورتوں کے ساتھ ننگے جسم میں مردوں کی طرح ہیں۔ جیسے مرد دوسرے مردوں کیلئے۔ ممکن ہے کہ عورتوں کے منع کرنے کی وجہ یہ ہو کہ عورتیں ایک دوسرے کے سامنے ستر کھولنے میں ذرا حیا نہیں کرتیں اور ایک دوسری کو بلا حجاب دیکھتی ہیں بلکہ بعض عورتیں تو اجنبیوں سے بھی پردہ نہیں کرتیں چہ جائیکہ ماں بیٹی سے یا بیٹی ماں سے اس میں تو ان کے ہاں پردہ ہی نہیں۔ وہ گھر میں بھی اس کا اہتمام نہیں کرتیں تو حمام میں کیا کریں گی اور وہ تہبند بھی نہیں باندھتیں مگر بہت کم و بیش اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نور نبوت سے اس چیز کو پہچانتے ہوئے خصوصی طور پر عورتوں کے لئے اس دروازے کو بند کر دیا۔ واللہ اعلم بالصواب (ح)

حجاب کو شق کرنے والی عورت

۴۳۷۰/۵۵ وَعَنْ اَبِی الْمَلِیْحِ قَالَ قَدِمَ عَلٰی عَائِشَةَ نِسْوَةٌ مِنْ اَھْلِ حِمْصَ فَقَالَتْ مِنْ اَیْنَ اَنْتُنَّ قُلْنَ مِنَ الشَّامِ قَالَتْ فَلَعَلَّکُنَّ مِنَ الْکُوْرَةِ الَّتِیْ تَدْخُلُ نِسَآئُھَا الْحَمَّامَاتِ قُلْنَ بَلٰی قَالَتْ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تَخْلَعُ امْرَاَةٌ ثِیَابَھَا فِیْ غَیْرِ بَیْتِ زَوْجِھَا اِلَّا ھَتَکَتِ السِّتْرَ بَیْنَھَا وَبَیْنَ رَبِّھَا وَفِیْ رِوَایَةٍ فِیْ غَیْرِ بَیْتِھَا اِلَّا ھَتَکَتْ سِتْرَھَا فِیْمَا بَیْنَھَا وَبَیْنَ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ۔

(رواہ الترمذی وابوداود)

أخرجه أبو داوٗد في السنن ٤/٣٠١ الحديث رقم ٤٠١٠، والترمذي في ٥/١٠٥ الحديث رقم ٢٨٠٣، وابن ماجه في ٢/٢٣٤ الحديث رقم ٣٧٥١، والدارمي في ٢/٣٦٥ الحديث رقم ٢٦٥١، وأحمد في المسند ٦/٢١٧۔

ترجمہ: ابوالملیح کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس شام کے مشہور شہر حمص کی کئی عورتیں آئیں آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم کہاں کی رہنے والی ہو انہوں نے بتلایا کہ ہم شام کی رہنے والی ہیں تو آپؓ نے فرمایا کہ شاید کہ تمہارا تعلق اسی بستی سے ہے جہاں کی عورتیں حماموں میں داخل ہوتی ہیں۔ انہوں نے عرض کیا جی ہاں تو حضرت عائشہؓ فرمانے لگیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جس عورت نے اپنے خاوند کے گھر کے علاوہ اور کسی گھر میں اپنے کپڑے اتارے تو اس نے اپنے اور اللہ کے درمیان حجاب کو پھاڑ ڈالا اور ایک اور روایت کے اندر یہ اس طرح ہے کہ اپنے گھر کے علاوہ جگہ میں اس نے اپنے پردے کو پھاڑ دیا جو اس کے اور عزت اور بزرگی والے اللہ ﷺ کے درمیان تھا یعنی ان دو روایتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی روایت میں في غير بيت زوجها کے الفاظ ہیں۔ اور دوسری میں في غير بيتها کے الفاظ ہیں بقیہ الفاظ اسی طرح ہیں یہ ترمذی اور ابوداوٗد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ عورت کو چونکہ پردے کا حکم ہے تاکہ وہ اجنبی کے دیکھنے سے اپنے آپ کو محفوظ کر سکے یہاں تک کہ اسے اپنے ستر کو بھی خلوت میں کھولنا جائز نہیں سوائے اسکے کہ وہ خاوند کے پاس ہو تو جب عورت نے حمام میں بلاضرورت اپنے ستر کو کھول ڈالا تو اس نے اللہ تعالیٰ کے اس پردے والے حکم کو پھاڑ ڈالا۔

۲۔ علامہ طیبیؒ کا قول یہ ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لباس کو اس کے ستر ڈھانپنے کیلئے مقرر فرمایا ہے۔ پس اس نے اللہ سے تقوی اختیار نہ کیا اور اپنے ستر کو کھول دیا تو اس نے اپنے اور اللہ کے درمیان پردے کو پھاڑ ڈالا۔ (ع)

حمام میں بغیر تہبند مت داخل ہو

۴۳۷۱/۵۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ سَتُفْتَحُ لَکُمْ اَرْضُ الْعَجَمِ وَسَتَجِدُوْنَ فِیْھَا بُیُوْتًا یُقَالُ لَھَا الْحَمَّامَاتُ فَلَا یَدْخُلَنَّھَا الرِّجَالُ اِلَّا بِالْاُزُرِ وَامْنَعُوْھَا النِّسَاءَ

اِلَّا مَرِیْضَةً اَوْ نُفَسَاءَ۔ (رواہ ابوداود)

أخرجه أبو داوٗد فى السنن ٤/ ٣٠١ الحديث رقم ٤٠١١ وابن ماجه فى ٢/ ١٢٣٣ الحديث رقم ٣٧٤٨۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمروؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ سرزمین عجم کو تمہارے لئے فتح فرمائیں گے اور تم وہاں ایسے مقام پاؤ گے جن کو حمام کہا جاتا ہے ان میں تم بغیر تہبند کے داخل نہ ہونا اور بیمار اور نفاس والی عورت کے علاوہ اپنی عورتوں کو وہاں داخلے سے منع کردو یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اِمْنَعُوْهَا یعنی اپنی عورتوں کو منع کرو یعنی عورتوں کو مطلقاً وہاں جانے سے منع کرو خواہ تہبند باندھے ہوئے ہوں یا اس کے بغیر ہوں اس لئے کہ عورت سر سے لے کر پاؤں تک ستر ہے اور مردوں کا ستر ناف سے لے کر زانوں تک ہے اس لئے ان کو حمام میں جانے کی اجازت ہے مگر عورتیں جب کہ بیمار ہوں تو علاج کے لئے تنہا اور تہبند باندھ کر یا نفاس کے فرضی غسل کے لئے یا اور کسی شدید عذر کے پیش نظر جا سکتی ہیں بلا عذر ان کا حمام میں داخلہ ناجائز ہے۔ (ح۔ع)

مؤمن اپنی عورت کو حمام میں داخل نہ ہونے دے

۴۳۷۲/۵۷ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یَدْخُلِ الْحَمَّامَ بِغَیْرِ اِزَارٍ وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یُدْخِلْ حَلِیْلَتَهُ الْحَمَّامَ وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یَجْلِسْ عَلٰی مَائِدَةٍ تُدَارُ عَلَیْهَا الْخَمْرُ۔ (رواہ الترمذی والنسائی)

أخرجه الترمذى فى السنن ٥/ ١٠٤ الحديث رقم ٢٨٠١ والنسائى فى ١/ ١٩٨ الحديث رقم ٤٠١، وأحمد فى المسند ٣/ ٣٣٩۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی اللہ ﷺ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ بلا تہبند حمام میں داخل نہ ہو اور جو شخص آخرت پر اور اللہ پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنی عورت کو حمام میں داخل نہ کرے اور جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اس دستر خوان پر مت بیٹھے جہاں شراب کا دور چلتا ہو۔ یہ ترمذی اور نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ فَلَا یُدْخِلْ ...... یعنی اپنی بیوی کو حمام میں جانے کی اجازت نہ دے ماں، بیٹی، بہن کا بھی یہی حکم ہے۔ مرد کیلئے حمام میں داخل ہونے والی عورت سے اجرت لینا بھی مکروہ ہے کیونکہ وہ اس کے داخل ہونے میں معاون و مددگار بنا۔ آپ ﷺ کے متعلق بعض فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ حمام میں داخل ہوئے لیکن محدثین کے ہاں ایسی روایات موضوع ہیں کیونکہ صحیح روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نہ حمام میں داخل ہوئے اور نہ ان کو دیکھا اور مکہ مکرمہ میں جو حمام النبیؐ کے نام سے مشہور ہے اس میں ایک مرتبہ آپ ﷺ نے غسل فرمایا تو اس کو حمام النبی کا نام دیکر مشہور کر دیا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ آپ ﷺ کی پیدائش کی جگہ کے قرب وجوار میں واقع ہے۔ واللہ اعلم۔ البتہ حمام کا تذکرہ احادیث میں موجود ہے۔

فَلَا یَجْلِسْ .... یعنی ایسا دستر خوان جہاں شراب خور شراب پیتے ہیں وہاں نہ بیٹھے اور نہ شراب پیئے اگر وہ ان

کے ساتھ بیٹھا اور منع نہ کیا اور نہ ان سے اعراض کیا نہ ان سے ناراض ہوا تو وہ کامل مؤمن نہیں۔ (ع)

الفصل الثالث:

آپ ﷺ نے خضاب (سیاہ) نہیں کیا

۵۸/۴۳۷۳ وَعَنْ ثَابِتٍ قَالَ سُئِلَ اَنَسٌ عَنْ خِضَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْشِئْتُ اَنْ اُعَدَّ شَمَطَاتٍ كُنَّ فِيْ رَأْسِهٖ فَعَلْتُ قَالَ وَلَمْ يَخْتَضِبْ وَزَادَ فِيْ رِوَايَةٍ وَقَدِ اخْتَضَبَ اَبُوْبَكْرٍ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ وَاخْتَضَبَ عُمَرُ بِالْحِنَّاءِ بَحْتًا۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۰/۳۵۱ الحديث رقم ۵۸۹۵ ومسلم في ۴/۱۸۲۱ الحديث رقم (۱۰۰-۲۳۴۱)' والنسائي في السنن ۸/۱۴۰ الحديث رقم ۵۰۸۶' وابن ماجه في ۲/۱۹۸ الحديث رقم ۳۶۲۹۔

ترجمہ: ثابت کہتے ہیں کہ انس بن مالکؓ سے جناب رسول اللہ ﷺ کے خضاب کے متعلق دریافت کیا گیا تو انس کہنے لگے اگر میں چاہتا تو آپ کی ڈاڑھی مبارک اور سر کے سفید بالوں کو شمار کر سکتا تھا پھر آپ ﷺ خضاب کیوں کرتے آپ ﷺ نے خضاب نہیں کیا اور انس یا ثابت نے ایک روایت میں یہ زائد بات بھی کہی ہے کہ ابوبکر صدیقؓ نے مہندی اور کتم کا خضاب کیا اور عمرؓ نے صرف مہندی کا خضاب کیا۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ لَمْ يَخْتَضِبْ ......یعنی خضاب نہیں کیا یعنی سر مبارک میں خضاب نہیں کیا یہ لفظ ڈاڑھی میں خضاب کے منافی نہیں جیسا کہ ابن عمر ؓ کی روایت مہندی کے خضاب اور کتم کے خضاب کے متعلق سابقہ صفحات میں گزر چکی (ع)

ڈاڑھی پر زردی کے چھینٹے ڈالنا

۵۹/۴۳۷۴ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يُصَفِّرُ لِحْيَتَهٗ بِالصُّفْرَةِ حَتّٰى يَمْتَلِئَ ثِيَابَهٗ مِنَ الصُّفْرَةِ فَقِيْلَ لَهٗ لِمَ تَصْبَغُ بِالصُّفْرَةِ قَالَ اِنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْبَغُ بِهَا وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْهَا وَقَدْ كَانَ يَصْبَغُ بِهَا ثِيَابَهٗ كُلَّهَا حَتّٰى عِمَامَتَهٗ۔ (رواه ابو داود والنسائی)

أخرجه أبو داوٗد في السنن ۴/۳۳۳ الحديث رقم ۴۰۶۴' والنسائي في ۸/۱۴۰ الحديث رقم ۵۰۸۵۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ وہ اپنی ڈاڑھی کو زردی کے ساتھ رنگتے یہاں تک کہ اس کے چھینٹے ان کے کپڑوں پر بھی پڑ جاتے تو کسی نے کہا کہ تم زردی سے اپنی ڈاڑھی کو کیوں رنگتے ہو تو وہ کہنے لگے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو زردی کے ساتھ اپنی ڈاڑھی رنگتے دیکھا اور آپ ﷺ کو ڈاڑھی کے خضاب کے لئے اس سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہ تھی اور آپؐ زردی سے اپنے تمام کپڑے یہاں تک کہ عمامہ بھی رنگتے تھے۔ یہ ابوداؤد اور نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ تَصْبَغُ بِالصُّفْرَةِ ....یعنی ورس نامی گھاس جو زعفران کی طرح ہے اس سے آپ ﷺ اپنی ڈاڑھی کو رنگتے

تھے اور بعض اوقات اس میں زعفران بھی ملائی جاتی تھی۔ ابن عمرؓ کا مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنی داڑھی پر زردی لگاتے۔

علامہ سیوطی کا قول: کہ بعضوں نے یہ کہا کہ اس روایت سے بالوں کا رنگنا مراد ہے اور دوسروں نے کہا ہے کہ اس سے کپڑوں کا رنگنا مراد ہے علامہ سیوطیؒ کہتے ہیں کہ یہ بات مشتبہ ہے کیونکہ آپ ﷺ سے بالوں کا رنگنا منقول نہیں۔ مگر یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ ﷺ نے کسم اور زعفران سے رنگے ہوئے کپڑوں کو پہننے سے منع فرمایا پھر کیونکر کپڑے رنگنے پر محمول کیا جا سکتا ہے صحیح بات وہ ہے جو صاحب نہایہ نے ذکر کی ہے۔

صاحب نہایہ کا قول:

مختار قول یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے بال رنگے مگر کبھی کبھی اور اکثر آپ ﷺ نے ترک فرمایا جس نے جو کچھ دیکھا وہ نقل کیا وہ اپنے نقل میں سچا ہے۔ احادیث کے مابین تطبیق کے لئے ہے یہ بات تطبیق تعین کی طرح ہے۔ انتھی۔ اور یہ نہایت عمدہ بات ہے۔

كَانَ يَصْبِغُ .... رنگنے کا مطلب یہ ہے کہ ڈاڑھی پر زردی لگاتے ہوئے اس کے چھینٹے کپڑوں پر پڑ جاتے تھے یہ نہیں کہ کپڑے زرد رنگ میں رنگ کر پہنتے تھے کیونکہ اس کی ممانعت صراحۃً وارد ہے۔ واللہ اعلم۔ (ع)

رنگین بال مبارک

۶۰/۴۳۷۵ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى اُمِّ سَلَمَةَ فَاَخْرَجَتْ اِلَيْنَا شَعْرًا مِّنْ شَعْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَخْضُوْبًا۔ (رواه البخاري)

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۰/۳۵۲ الحديث رقم ۵۸۹۷۔

ترجمہ: عثمان بن عبداللہؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت ام سلمہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے آپ ﷺ کا ایک بال جو کہ رنگین تھا وہ ہمیں نکال کر دکھایا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ میرک کہتے ہیں کہ ابن ماجہ اور احمد نے مہندی اور وسمہ کے لفظ ذکر کیے ہیں اور یہ بھی بخاری کی روایت ہے اور ترمذی نے شمائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ میں نے آپ ﷺ کا ایک رنگین بال دیکھا اور اوپر حضرت انسؓ کی یہ روایت بھی گزری کہ آپ ﷺ نے خضاب نہیں کیا۔

صورتِ تطبیق:

شاید کہ نفی سے مراد آپ ﷺ کے اکثر احوال کی نفی ہو یعنی اکثر احوال میں آپ ﷺ نے خضاب نہیں کیا اور اس بات سے مراد بعض احوال ہوں اور یہ بھی جائز ہے کہ ان دونوں میں سے ایک کو حقیقت پر اور دوسرے کو مجاز پر محمول کیا جائے یعنی بال کے رنگ میں تبدیلی وتغیر تھا کہ آپ ﷺ نے سر پر کسی موقع پر دردِ سر کے لئے مہندی لگائی یا کثرت خوشبو کی وجہ سے اس کی تبدیلی

رنگت سے اس کو رنگین کہہ دیا۔

۲۔ میرے نزدیک زیادہ ظاہر بات یہ ہے کہ خضاب کی نفی کو سر پر خضاب لگانے پر محمول کیا جائے کہ بڑھاپے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر پر خضاب نہیں کیا اور خضاب کے اثبات کو داڑھی کے بالوں کے لئے مانا جائے کہ جن میں سفیدی کا اثر تھا واللہ اعلم پھر میرے سامنے بخاری کی وہ روایت آئی جس میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال میرے پاس تھا جس میں مہندی اور وسمہ کا اثر تھا پس جو روایت مطلق وارد ہوئی ہے اس کو اسی پر محمول کیا جائے جیسا کہ شمائل میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا تو انہوں نے کہا جی ہاں (ع)

مخنث کا مدینہ سے اخراج

۶۱/۴۳۷۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمُخَنَّثٍ قَدْ خَضَبَ يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ بِالْحِنَّاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَابَالُ هٰذَا قَالُوْا يَتَشَبَّهُ بِالنِّسَاءِ فَاَمَرَبِهٖ فَنُفِیَ اِلَى النَّقِيْعِ فَقِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا نَقْتُلُهٗ فَقَالَ اِنِّیْ نُهِيْتُ عَنْ قَتْلِ الْمُصَلِّيْنَ۔ (رواہ ابو داود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ۵/۲۲٤ الحدیث رقم ٤۹۲۸۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مخنث لایا گیا جس نے اپنے ہاتھ پاؤں مہندی سے رنگے ہوئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا کیا معاملہ ہے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ عورتوں کے ساتھ مشابہت کرتا ہے یعنی قول اور فعل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مدینہ منورہ سے نکال دینے کا حکم دیا چنانچہ اسے مدینہ سے مقام نقیع کی طرف جلاوطن کر دیا گیا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم اس کو قتل کر دیں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں تو ہم اس کو قتل کر ڈالیں کیونکہ یہ فسق و فجور کا سبب ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے نمازیوں کے قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ ابو داوٗد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ قَتْلِ الْمُصَلِّيْنَ ...... یہ بظاہر اسلام سے کنایہ ہے اس وجہ سے کہ مسلمان اگر نماز نہ پڑھے تو وہ واجب القتل ہے اس کو ظاہر پر محمول کیا گیا ہے۔ (ح)

خلوق کی وجہ سے سر پر ہاتھ نہ پھیرا

۶۲/۴۳۷۷ وَعَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ عُقْبَةَ قَالَ لَمَّا فَتَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ جَعَلَ اَهْلُ مَكَّةَ يَاْتُوْنَهٗ بِصِبْيَانِهِمْ فَيَدْعُوْا لَهُمْ بِالْبَرَكَةِ وَيَمْسَحُ رُءُوْسَهُمْ فَجِیْءَ بِیْ اِلَيْهِ وَاَنَا مُخَلَّقٌ فَلَمْ يَمَسَّنِیْ مِنْ اَجْلِ الْخَلُوْقِ۔ (رواہ ابو داود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٤٠٤ الحدیث رقم ٤١٨١، وأحمد فی المسند ٤/٣٢۔

ترجمہ: حضرت ولید بن عقبہؓ سے روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کر لیا تو مکہ والے اپنے لڑکوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس لانے لگے آپ ﷺ ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے اور ان کے لئے برکت کی دعا فرماتے یعنی شفقت کے طور پر سر پر ہاتھ پھیرتے مجھے بھی آپ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا میں خلوق سے آلودہ تھا تو آپ ﷺ نے خلوق سے آلودہ ہونے کی بناء پر مجھے ہاتھ نہ لگایا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ❁ **خلوق**......زعفران سے مرکب ایک خوشبو ہے جو عورتوں سے مخصوص ہے اور مردوں کو لگانا ممنوع ہے کیونکہ عورتوں سے مشابہت لازم آتی ہے (ع)

بالوں کا احترام کرو

۶۳/۴۳۷۸ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ اَنَّهٗ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِیْ جُمَّةً اَفَاُرَجِّلُهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ وَاَكْرِمْهَا قَالَ فَكَانَ اَبُوْقَتَادَةَ رُبَّمَا دَهَنَهَا فِی الْيَوْمِ مَرَّتَيْنِ مِنْ اَجْلِ قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ وَاَكْرِمْهَا۔ (رواہ مالك)

أخرجه مالك فی الموطأ ۲/۹۴۹ الحدیث رقم ٦ من كتاب الشعر۔

ترجمہ: حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے جمہ بال ہیں (یعنی مونڈھوں تک بال ہیں) کیا میں ان میں کنگھی کروں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کا احترام کرو۔ یعنی تیل کنگھی وغیرہ کیا کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابوقتادہ بالوں کی تعظیم کے ارشاد کے بعد بعض اوقات دن میں دو مرتبہ بالوں کو تیل لگاتے تھے۔ یہ مؤطا کی روایت ہے۔

تشریح ❁ کنگھی اور تیل کا ناپسند ہونا اس وقت ہے جب ان میں مبالغہ کیا جائے اور آدمی اس کی تزئین میں تکلف اختیار کرے اور آپ ﷺ کے حکم کے لحاظ سے یہ پسندیدہ ہے۔ جیسا کہ حضرت انسؓ کے گیسو اس لئے دراز تھے کہ آپ پیار سے ان کو پکڑتے اور کھینچتے تھے۔ (ع)

دو گیسو جائز ہیں

۶۴/۴۳۷۹ وَعَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ حَسَّانٍ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰی اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَحَدَّثَتْنِیْ اُخْتِیَ الْمُغِيْرَةُ قَالَتْ وَاَنْتَ يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ وَلَكَ قَرْنَانِ اَوْ قُصَّتَانِ فَمَسَحَ رَاْسَكَ وَبَرَّكَ عَلَيْكَ وَقَالَ احْلِقُوْا هٰذَيْنِ اَوْقُصُّوْهُمَا فَاِنَّ هٰذَا زِیُّ الْيَهُوْدِ۔ (رواہ ابوداود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٤١٢ الحدیث رقم ٤١٩٧۔

ترجمہ: حضرت حجاج بن حسان کہتے ہیں کہ میں اپنے اہل سمیت حضرت انسؓ بن مالک کی خدمت میں گیا میری بہن مغیرہ نے روایت بیان کی وہ کہنے لگی کہ تم اس وقت چھوٹے بچے تھے اور تمہارے دو گوندھے گیسو تھے یا یہ کہا: لك قصتان اور حضرت انسؓ نے تمہارے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا دی اور یہ فرمایا کہ ان کو کتر واڈالو یا منڈ وادو کہ یہود کی جیسی

ہیئت ہے یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ قُصَّتَانِ ....ان بالوں کو کہا جاتا ہے جو سر کے اگلی جانب ہوتے ہیں۔راوی کو اس میں شک ہے کہ قَرْنَانِ کا لفظ بولا یا قُصَّتَانِ کا۔ (ع)

عورت کا سر منڈوانا ناجائز ہے

۶۵/۴۳۸۰ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهٰى رَسُوْ لُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَحْلِقَ الْمَرْاَةُ رَاْسَهَا۔

(رواه النسائی)

أخرجه الترمذی فی السنن ۳/۲۵۷ الحدیث رقم ۹۱۴، والنسائی فی ۸/۱۳۰ الحدیث رقم ۵۰۴۹۔

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے عورت کو سر منڈوانے سے منع فرمایا یہ نسائی کی روایت ہے۔

عورت کے سر کے بالوں کا حکم مرد کی ڈاڑھی جیسا ہے جیسے مرد کو ڈاڑھی منڈوانا حرام ہے اسی طرح عورت کو سر کے بال منڈوانا حرام ہے۔(ع)

سر کے بالوں کو شیطان کی طرح پراگندہ مت کرو

۶۶/۴۳۸۱ وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ رَجُلٌ ثَائِرُ الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ فَاَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ كَاَنَّهٗ يَاْمُرُهٗ بِاِصْلَاحِ شَعْرِهٖ وَلِحْيَتِهٖ فَفَعَلَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَيْسَ هٰذَا خَيْرًا مِنْ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدُكُمْ وَهُوَ ثَائِرُ الرَّأْسِ كَاَنَّهٗ شَيْطَانٌ۔ (رواه مالك)

أخرجه مالك فی الموطأ ۲/۹۴۹ الحدیث رقم ۷ من كتاب الشعر

ترجمہ: حضرت عطاء بن یسارؒ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا جس کے سر اور ڈاڑھی کے بال پراگندہ تھے آپ ﷺ نے اس کی طرف اپنے دست مبارک سے اشارہ فرمایا یعنی اس طرح اشارہ کیا کہ جس سے وہ ڈاڑھی اور سر کے بارے میں کچھ سمجھ جاتا کہ گویا آپ ﷺ اس کو سر اور ڈاڑھی کے بالوں کو سنوارنے کا حکم دے رہے ہیں چنانچہ اس نے اپنے بالوں کو سنوارا اور پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا یہ حالت بہتر نہیں اس سے کہ تم میں سے کوئی شخص سر کے بالوں کو شیطان کی طرح پراگندہ کر کے آنے والا ہو یعنی یہ بدہیئتی گویا شیطان کی مثل ہے۔ یہ حدیث امام مالکؒ نے نقل کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کو پاکیزگی پسند ہے

۴۳۸۲/۶۷ وَعَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ سَمِعَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ يُحِبُّ الطِّيْبَ نَظِيْفٌ يُحِبُّ النَّظَافَةَ كَرِيْمٌ يُحِبُّ الْكَرَمَ جَوَّادٌ يُحِبُّ الْجَوْدَ فَنَظِّفُوْا اُرَاهُ قَالَ اَفْنِيَتَكُمْ وَلَا تَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ قَالَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِمُهَاجِرِبْنِ مِسْمَارٍ فَقَالَ حَدَّثَنِيْهِ عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ اِلَّا اَنَّهٗ قَالَ نَظِّفُوْا اَفْنِيَتَكُمْ۔ (رواه الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ۱۰۳/۵ الحدیث رقم ۲۷۹۹۔

ترجمہ: ابن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بات سنی کہ اللہ تعالیٰ پاکیزگی کو دوست رکھتے ہیں اور خود بھی پاک ہیں اور سخاوت اور کرم کو پسند کرنے والے ہیں اور خود بھی کریم اور بخشش کرنے والے ہیں۔ پس تم صاف رکھو۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ ابن مسیبؒ نے یہ کہا کہ تم اپنے صحنوں کو صاف رکھو اور تم یہود کی مشابہت مت اختیار کرو کیونکہ ان کے صحن کوڑے کرکٹ سے ناپاک اور خراب ہوتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے یہ قول مہاجر بن مسمار سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ عامر بن سعد نے اپنے باپ سے یہ روایت نقل کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح بات فرمائی جیسے سعید ابن مسیبؒ نے کہی ہے۔ صرف فرق اس بات میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھر کے صحنوں کو صاف ستھرا رکھو یعنی اس روایت میں افنیتکم کا لفظ صراحۃً مذکور ہے۔ سعید ابن مسیب کے قول کی طرح شک کے ساتھ نہیں۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ ...... یعنی نقصانوں اور عیبوں سے پاک ہے اور لفظ **یحب الطیب** کا معنی یہ ہے کہ اللہ! خوشحالی اور خوش مقالی کو پسند فرماتے ہیں یا خوشبو کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں کہ اس کے بندے اس کو استعمال کریں اور اس پر اللہ راضی ہوتے ہیں اور ایک نسخے میں طیّب ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس آدمی کی پاکیزہ عقائد' اقوال' اخلاق' افعال و احوال کے ساتھ تعریف کی جائے۔

نظافت: طہارت ظاہرہ اور باطنہ۔ علامہ طیبی کہتے ہیں کہ گھر کے صحن کو صاف ستھرا رکھنا یہ جود و کرم سے کنایہ ہے کیونکہ جب گھر کا صحن صاف ستھرا ہو تو مہمانوں اور لوگوں کو وہاں اترنے کی رغبت بہت ہوتی ہے۔ (ع)

بڑھاپا وقار ہے

۴۳۸۳/۶۸ وَعَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ سَعِيْدَبْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ كَانَ اِبْرَاهِيْمُ خَلِيْلُ الرَّحْمٰنِ اَوَّلَ النَّاسِ ضَيَّفَ الضَّيْفَ وَاَوَّلَ النَّاسِ اخْتَتَنَ وَاَوَّلَ النَّاسِ قَصَّ شَارِبَهٗ وَاَوَّلَ النَّاسِ رَاَى الشَّيْبَ فَقَالَ يَارَبِّ مَا هٰذَا قَالَ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَقَارٌ يَا اِبْرَاهِيْمُ قَالَ رَبِّ زِدْنِيْ وَقَارًا۔ (رواه مالك)

أخرجه مالك فی الموطأ ۹۲۲/۲ الحدیث رقم ٤ من كتاب صفة النبی ﷺ۔

ترجمہ: یحیٰ بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے سعید ابن میسبؒ کو کہتے سنا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے شخص ہیں جنہوں نے مہمان کی مہمانی کی ان سے یہ سلسلہ شروع ہوا اور وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ختنہ کیا اور وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے لبیں کاٹیں اور وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سفید بال اپنی ڈاڑھی اور سر میں دیکھے تو عرض کیا پروردگار یہ کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ وقار ہے یعنی بڑھاپا حلم اور وقار پیدا کرتا ہے اور لہو ولعب اور ارتکاب معاصی سے روکتا ہے۔ تو ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے اللہ میرے اس وقار میں اضافہ فرما۔ اس روایت کو امام مالک نے نقل کیا ہے۔

تشریح: علامہ سیوطیؒ نے حاشیہ مؤطا میں ذکر کیا کہ جن چیزوں کی ابتداء ابراہیم علیہ السلام سے ہوئیں وہ یہ ہیں:
① ناخن کاٹنا ② مانگ نکالنا ③ استرا استعمال کرنا ④ پاجامہ کا استعمال ⑤ مہندی اور وسمہ کا خضاب کرنا ⑥ منبر پر خطبہ پڑھنا ⑦ راہ خدا میں جہاد کرنا ⑧ لشکر کو مرتب کرنا یعنی جنگ میں میمنہ، میسرہ، مقدمہ اور قلب مقرر کرنا ⑨ معانقہ کرنا ⑩ ثرید تیار کرنا۔ (ع)

بَابُ التَّصَاوِيْرِ

تصاویر کے احکام

تصاویر تصویر کی جمع ہے جس کا معنی صورت بنانا ہے یہاں جانداروں کی وہ صورتیں مراد ہیں جو پردوں اور فرش پر گڑھی ہوئی ہوں۔

الفصل الاول:

فرشتوں کی برکات سے محروم رکھنے والے "کتا اور تصویر"

۴۳۸۴/۱ عَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَاتَدْخُلُ الْمَلٰئِکَةُ بَیْتًا فِیْهِ کَلْبٌ وَّلَا تَصَاوِیْرُ۔

(متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۰/۳۸۰ الحديث رقم ۵۹۴۹ ومسلم فى ۳/۱۶۶۵ الحديث رقم (۸۳-۲۱۰۶)، وأبو داؤد فى السنن ۴/۳۸۴ الحديث رقم ۴۱۵۳، والترمذى فى ۵/۱۰۶ الحديث رقم ۲۸۰۴، والنسائى فى ۸/۲۱۲ الحديث رقم ۵۳۴۷، وابن ماجه فى ۲/۱۲۰۳ الحديث رقم ۳۶۴۹، وأحمد فى المسند ۴/۲۹۔

ترجمہ: حضرت ابوطلحہؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس گھر میں کتا اور تصاویر ہوں وہاں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح: علماء نے لکھا ہے کہ اس سے مراد وہ کتا اور تصویر ہیں جن کا رکھنا حرام ہے۔ اور رہا وہ کتا جس کو زراعت کے لئے،

شکار کے لئے' مویشیوں کی حفاظت کے لئے رکھا جائے وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔اسی طرح وہ تصاویر جن کو پاؤں کے نیچے روندا جائے جیسے بچھونوں وغیرہ کی تصاویر تو وہ دخول ملائکہ سے مانع نہیں اور یہ تصویر کے استعمال کا حکم ہے۔البتہ جاندار کی تصویر بنانا یہ مطلقاً حرام ہے خواہ اس کو بچھونے پر بنائیں یا درہم و دینار پر یا اور کسی چیز پر۔جاندار کی تصویر بنانا گناہ کبیرہ ہے۔البتہ درخت' پہاڑ' اور وہ چیزیں جو جاندار نہیں ان کی تصویر بنانا درست ہے۔

۲۔بعض نے یہ کہا کہ یہ حکم عام ہے کتے اور جاندار کی تصویر کے سلسلہ میں کہ وہ گھر میں ملائکہ رحمت کے دخول سے مانع ہے اور اس حکم میں وہ تصاویر بھی شامل ہیں کہ جن کا رکھنا حرام نہیں اس سے مراد کراماً کاتبین یا حفاظتی فرشتے نہیں کیونکہ وہ کسی حالت میں بھی انسان سے جدا نہیں ہوتے۔(ح)

جبرئیل علیہ السلام کے گھر میں نہ آنے کا باعث کتا اور تصویر

۲/۴۳۸۵ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْبَحَ يَوْمًا وَاجِمًا وَقَالَ اِنَّ جِبْرَئِيْلَ كَانَ وَعَدَنِيْ اَنْ يَلْقَانِي اللَّيْلَةَ فَلَمْ يَلْقَنِيْ اَمَا وَاللّٰهِ مَا اَخْلَفَنِيْ ثُمَّ وَقَعَ فِيْ نَفْسِهِ جِرْوُ كَلْبٍ تَحْتَ فُسْطَاطٍ لَهُ فَاَمَرَبِهِ فَاُخْرِجَ ثُمَّ اَخَذَ بِيَدِهِ مَاءً فَنَضَحَ مَكَانَهُ فَلَمَّا اَمْسٰى لَقِيَهُ جِبْرَئِيْلُ فَقَالَ لَقَدْ كُنْتَ وَعَدْتَنِيْ اَنْ تَلْقَانِي الْبَارِحَةَ قَالَ اَجَلْ وَلٰكِنَّا لَانَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَلَا صُوْرَةٌ فَاَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ فَاَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ حَتّٰى اِنَّهُ يَاْمُرُ بِقَتْلِ كَلْبِ الْحَائِطِ الصَّغِيْرِ وَيَتْرُكُ كَلْبَ الْحَائِطِ الْكَبِيْرِ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ١٦٦٤/٣ الحديث رقم (٨٢۔٢١٠٥)' وأبو داوٗد في السنن ٣٨٧/٤ الحديث رقم ٤١٥٧۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت میمونہ کہتی ہیں کہ ایک صبح کو رسول اللہ ﷺ کو خاموش اور غمگین پایا گیا تو آپ ﷺ نے غمگین ہونے کا یہ سبب حضرت میمونہؓ یا کسی اور زوجہ محترمہ سے یا بطور تعجب اور حیرانی کے فرمایا کہ آپ ﷺ کے دل میں یہ بات آئی کہ آج رات جبرائیل نے مجھ سے ملاقات کا وعدہ کیا تھا مگر اس نے ملاقات نہیں کی اللہ کی قسم جبرائیل علیہ السلام اپنے وعدے کی خلاف ورزی مجھ سے نہیں کرتے پھر آپ ﷺ کے دل میں خیال آیا کہ کتے کا بچہ جو آپ ﷺ کے خیمہ کے نیچے پڑا تھا جبرائیل علیہ السلام اس کی وجہ سے نہیں آئے آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ اس کتے کے بچے کو نکال دیا جائے اسے نکال دیا گیا پھر آپ ﷺ نے تھوڑا سا پانی لے کر اپنی جگہ پر چھڑکا تو پھر جب شام ہوئی تو جبرائیل علیہ السلام کی آپ ﷺ سے ملاقات ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے مجھ سے گزشتہ رات ملنے کا وعدہ کیا تھا۔انہوں نے کہا جی ہاں مگر ہم ان گھروں میں داخل نہیں ہوتے جہاں کتا یا تصویر ہو پس جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے چھوٹے باغوں کے کتوں کو بھی مارنے کا حکم دیا کیونکہ ان میں حفاظت کی ضرورت نہیں ہوتی اور بڑے باغات کے کتوں کو چھوڑ دیا کیونکہ ان میں حفاظت کی ضرورت ہوتی ہے۔یہ مسلم کی روایت ہے۔

تصویر والی چیز کا توڑنا

۳/۴۳۸۶ وَعَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَكُنْ يَتْرُكُ فِيْ بَيْتِهٖ شَيْئًا فِيْهِ تَصَالِيْبُ اِلَّا نَقَضَهٗ۔

(رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۳۸۵/۱۰ الحدیث رقم ۵۹۵۲، وأبو داوٗد فی السنن ۳۸۳/٤ الحدیث رقم ٤۱۵۱، وأحمد فی المسند ۲۳۷/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ اپنے گھر میں کوئی تصویر والی چیز دیکھتے تو اس کو توڑ ڈالتے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ تَصَالِيْبُ ...... یہ تصلیب کی جمع ہے جس کا معنی ہے تصویر بنانا۔ بقول نصاریٰ یہ وہ تصویر ہے جس پر عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی گئی جس کو عیسائی اسی گمان سے پوجتے ہیں کہ وہ ایسی ہی کیفیت کی تھی۔ روایت میں تصالیب سے مراد مطلق تصویریں ہیں (ع)

تصویر کی وجہ سے چہرہ مبارک پر ناراضی

۴/۴۳۸۷ وَعَنْهَا اَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيْهَا تَصَاوِيْرُ فَلَمَّا رَاٰهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْ فَعَرَفْتُ فِيْ وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ قَالَتْ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى رَسُوْلِهٖ مَاذَا اَذْنَبْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَابَالُ هٰذِهِ النُّمْرُقَةِ قَالَتْ قُلْتُ اشْتَرَيْتُهَا لَكَ لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيُقَالُ لَهُمْ اَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ وَقَالَ اِنَّ الْبَيْتَ الَّذِيْ فِيْهِ الصُّوْرَةُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۳۹۳/۱۰ الحدیث رقم ۵۹٦۱، ومسلم فی ۱٦٦۹/۳ الحدیث رقم (۹٦۔۲۱۰۷)، وأحمد فی المسند ۲٤٦/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک تکیہ خریدا جس پر تصاویر تھیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے جب اس کو دیکھا تو آپ ﷺ دروازے پر ٹھہرے رہے گھر میں تشریف نہ لائے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر ناراضگی کے آثار پائے جس کی وجہ تصویر دار تکیہ تھا۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگی یا رسول اللہؐ! میں اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت سے اللہ کی رضا کی طرف رجوع کرتی ہوں۔ میں نے کیا غلطی کی ہے کہ آپ ﷺ گھر میں تشریف نہیں لاتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس تکیے کا کیا معاملہ ہے اور تم اسے کہاں سے لائی ہو۔ حضرت عائشہؓ عرض کرنے لگیں کہ اس کو میں نے آپ ﷺ کے لئے خریدا ہے تا کہ آپ ﷺ اس پر بیٹھیں اور تکیہ لگائیں یعنی جس طرح پسند

ہو۔ تو فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تصویر بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور ان سے یہ کہا جائے گا اس چیز کو زندہ کریں جس کو تم نے بنایا تھا اور ارشاد فرمایا یقیناً وہ گھر جس میں تصویر ہو اس میں فرشتے نہیں داخل ہوتے (یعنی اور نہ ہی انبیاء و اولیاء کے لیے ایسے گھر میں داخل ہونا مناسب ہے) یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تصویر والے پردے کو پھاڑ دیا

۵/۴۳۸۸ وَعَنْهَا اَنَّهَا كَانَتْ قَدِ اتَّخَذَتْ عَلٰى سَهْوَةٍ لَهَا سِتْرًا فِيْهِ تَمَاثِيْلُ فَهَتَكَهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاتَّخَذَتْ مِنْهُ نُمْرُقَتَيْنِ فَكَانَتَا فِی الْبَيْتِ يَجْلِسُ عَلَيْهِمَا۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۲۳/۵ الحدیث رقم ۲۴۷۹، ومسلم فی ۱۶۶۸/۳ الحدیث رقم (۹۴۔۲۱۰۷)، والنسائی فی السنن ۲۱۴/۸، الحدیث رقم ۵۳۵۵، وأحمد فی المسند ۱۰۳/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ میں نے اپنی خاص بیٹھنے کی جگہ پر پردہ لٹکایا جس پر تصاویر تھیں تو آپ ﷺ نے اس پردے کو پھاڑ ڈالا پھر حضرت عائشہؓ نے اس کے دو تکیے بنا لئے وہ دونوں گھر میں تھے آپ ﷺ ان پر بیٹھتے تھے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ یہ روایت بظاہر پہلی روایت کے خلاف ہے پہلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تکیہ کی تصاویر بھی ملائکہ کے داخلے سے مانع ہیں اگرچہ حرام نہ ہو اور اس روایت سے ایسے تکیوں کا استعمال کرنا ثابت ہو رہا ہے جن پر تصاویر تھیں۔

الجواب: یہ تصویر جاندار کی نہ تھیں اور پردے کو پھاڑ دینے کی وجہ وہ ہے جو اگلی روایت میں آ رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پتھر اور مٹی کو کپڑا پہنانے کا حکم نہیں دیا اگر بالفرض وہ حرام تصاویر تھیں تو تکیہ بنانے میں ان کے سر کٹ جانے کی وجہ سے تصاویر نہ رہی تھیں۔

۲۔ بعض نے یہ کہا کہ ہتک کے لفظ کا معنیٰ پھاڑنا نہیں بلکہ قطع کرنا ہے اور ان تصاویر کا مٹا ڈالنا ہے اس سے مزید تاویل کی حاجت نہیں رہتی (ح)

پتھر و مٹی کو کپڑے نہ پہناؤ

۶/۴۳۸۹ وَعَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِیْ غَزَاةٍ فَاَخَذْتُ نَمَطًا فَسَتَرْتُهُ عَلَى الْبَابِ فَلَمَّا قَدِمَ فَرَاَى النَّمَطَ فَجَذَبَهُ حَتّٰى هَتَكَهُ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَاْمُرْنَا اَنْ نَكْسُوَ الْحِجَارَةَ وَالطِّيْنَ۔

(متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۳۸۶/۱۰ الحدیث رقم ۵۹۵۴، ومسلم فی ۱۶۶۶/۳ الحدیث زقم (۹۲۔۲۱۰۷)، وأبو داوٗد فی السنن ۳۸۴/۴ الحدیث رقم ۴۱۵۳۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے جناب رسول اللہ ﷺ ایک غزوہ کیلئے تشریف لے گئے۔ میں نے آپ کے بعد ایک کپڑا خریدا اور اس کو بطور پردہ دروازہ پر لگا دیا۔ جب آپ تشریف لائے تو آپ نے اس پردے کو ملاحظہ

فرمایا۔ تو آپ نے اس کو کھینچ کر پھاڑ ڈالا پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پتھر اور مٹی کو کپڑے پہنانے کا حکم نہیں فرمایا۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **نمط** ۔ ریشم کے تاروں والا لطیف فرش اس کو ہودج پر بھی ڈالا جاتا ہے۔ اور اس کا پردہ بھی بنایا جاتا ہے۔ شاید کہ یہ نمد کا معرب بنایا گیا ہے اور شاید کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو زینت کیلئے لگایا تھا نہ کہ پردہ کیلئے اس لئے عتاب فرمایا اور اسے پھاڑ ڈالا۔

نمبر۲ بعض نے لکھا ہے کہ اس نمط پر گھوڑوں کی تصاویر تھیں آپ نے ان تصاویر کو تلف کیا مگر سیاق حدیث یہ چاہتا ہے کہ منع کرنا اور پھاڑنا تصاویر کی بناء پر نہ تھا بلکہ در و دیوار کو کپڑے سے ڈھانپنے کی وجہ سے تھا۔ جیسا کہ کہا در و دیوار کپڑے پہنانے کیلئے نہیں۔

نمبر۳ **علامہ طیبی کا قول**: یہ کراہت تنزیہی ہے' تحریمی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم نہ تھا پس نہی پر دلالت نہیں کرتا۔ اور آپ کا اسے پھاڑنا اور ناراضگی کا اظہار فرمانا اس لئے تھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی شان کے یہ مناسب نہ تھا۔ اور ان کے ورع و تقویٰ کے خلاف تھا۔

نمبر۴ اس روایت میں دلالت مل گئی کہ دیواروں کو نہ ڈھانپا جائے اور یہ بھی اشارہ مل گیا کہ جس خلاف شرع چیز کو دیکھا جائے اگر ہاتھ سے بدلنے کی طاقت ہو تو ہاتھ سے بدل ڈالا جائے (ع۔ح)

تخلیق الٰہی سے مشابہت کرنے والوں پر عذاب

۴۳۹۰/۷ وَعَنْهَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الَّذِيْنَ يُضَاهِئُوْنَ بِخَلْقِ اللّٰهِ ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/۳۸٦ الحدیث رقم ٤٩٥٤' ومسلم فی ۳/۱٦٦٨ الحدیث رقم (۹۲۔۲۱۰۷)' والنسائی فی السنن ۸/۲۱٤ الحدیث رقم ٥۳٥٦' وأحمد فی المسند ٦/۳٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ان پر سخت عذاب ہو گا۔ جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے مشابہت اختیار کرنے والے ہیں۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ نمبر۱ یعنی ایسے افعال کرتے ہیں جو صورت میں فعل الٰہی کے مشابہہ ہیں اور وہ تصویر بنانا ہے۔

نمبر۲ تقدیر کلام یہ ہے کہ وہ ایسی چیز بناتے ہیں جو مخلوق الٰہی کے مشابہہ ہے یعنی تصویر۔

ابن ملک کا قول: اگر کوئی شخص اس بات کا اعتقاد کرے (کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی طرح تخلیق کرتا ہے) تو وہ کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو کفر کی وجہ سے زیادہ عذاب دیتے ہیں۔ ورنہ اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ یہ تہدید و زجر ہے۔ (ع)

تصویر بنانے والا بڑا ظالم ہے

۴۳۹۱/۸ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَنْ

اَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي فَلْيَخْلُقُوْا ذَرَّةً اَوْلِيَخْلُقُوْا حَبَّةً اَوْشَعِيْرَةً۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۰/۳۸۵ الحديث رقم ۵۹۵۳' ومسلم في ۳/۱٦۷۱ الحديث رقم (۱۰۱ـ۲۱۱۱)' وأحمد في المسند ۲/۲۳۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وہ شخص سب سے بڑا ظالم ہے جو میری تخلیق کی طرح تخلیق کرتا ہے یعنی میں نے جس طرح صورت بنائی اسی طرح کی صورت بنائے۔ یہ درحقیقت پیدا کرنا تو نہیں جس مواد سے اللہ تعالیٰ نے بنایا۔ یہ صورت بنا کر یہ گمان کرتا ہے کہ میں نے بنایا ہے۔ اگر یہاں دعویٰ پیدا کرنے کا رکھے تو اسے چاہیے کہ وہ ایک چیونٹی یا دانہ یا جو پیدا کرے۔ یعنی یہ تخصیص بعد التعمیم ہے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

سب سے بڑھ کر عذاب کے حقدار

۹/۴۳۹۲ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰهِ الْمُصَوِّرُوْنَ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۰/۳۸۲ الحديث رقم ۵۹۵۰' ومسلم في ۳/۱٦۷۰ الحديث رقم (۹۸ـ۲۱۰۹)' والنسائي في السنن ۸/۲۱٦ الحديث رقم ۵۳٦٤' وأحمد في المسند ۱/٤۲٦۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ہاں جن کو سب سے سخت عذاب دیا جائے گا وہ تصویر بنانے والے ہیں۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ نمبرا یعنی ایسے لوگ جن پر سخت عذاب ہوگا۔ منجملہ ان کے یہ بھی ہیں۔

نمبر۲ بعض علماء کہتے ہیں یہ وعید ان سے متعلق ہے۔ جو بتوں کی صورتیں بناتے ہیں تا کہ ان کو پوجا جائے اور ایسے لوگ کافر ہیں۔ پس عذاب سخت اسی وجہ سے ہے۔

نمبر۳ بعض نے کہا جو اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی تصویر کے ساتھ مشابہت کی خاطر بنائے وہ بھی کافر ہے اور اسے بھی سخت عذاب ہو گا۔ اور جس کا یہ قصد نہ ہو وہ فاسق ہے۔ کافر نہیں۔ اور اس کا حکم وہی ہے جو کسی بھی کبیرہ گناہ والے کا ہے۔ اس پر اتفاق ہے کہ اس سے مراد حیوانات کی تصاویر ہیں۔ درختوں وغیرہ کی نہیں۔

نمبر۴ عرف میں مصور کا اطلاق اول پر کیا جاتا ہے دوسرے کو نقاش کہتے ہیں۔

نمبر۵ مجاہد نے پھل دار درخت کی تصویر کو بھی مکروہ قرار دیا ہے۔ علماء محققین کے ہاں یہ تمام کراہت سے خالی نہیں اور لہو ولعب اور لایعنی میں داخل ہے۔ (ح)

تصویر کش دوزخ میں

۱۰/۴۳۹۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ يُجْعَلُ لَهُ بِكُلِّ صُوْرَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسٌ فَيُعَذِّبُهُ فِي جَهَنَّمَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَإِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلاً فَاصْنَعِ الشَّجَرَ وَمَالَا رُوْحَ فِيْهِ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ٤/٤١٦ الحدیث رقم ٢٢٢٥، ومسلم فی ٣/١٦٧٠ الحدیث رقم (٩٩۔٢١١٠)، وأحمد فی المسند ١/٣٠٨)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر تصویر کش دوزخ میں جائے گا۔ اس کی ہر صورت کے بدلے ایک شخص بنایا جائے گا جس کو اس نے بنایا اور وہ شخص اس مصور کو دوزخ میں عذاب دے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہنے لگے۔ اگر تم نے تصویر بنانا ہو تو درختوں اور غیر ذی روح کی بناؤ۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ نمبر۱ لڑکیوں کے لئے گڑیا بنانے کی رخصت ہے۔ مگر امام مالک نے مردوں کو ان کی خریداری مکروہ قرار دی ہے۔ نمبر۲ بعض نے اس کی اباحت کو منسوخ مانا ہے۔ (ح)

جھوٹے خواب بیان کرنے کی سزا

۱۱/۴۳۹۴ وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلْمٍ لَمْ يَرَهُ كُلِّفَ اَنْ يَعْقِدَ بَيْنَ شَعِيْرَتَيْنِ وَلَنْ يَّفْعَلَ وَمَنِ اسْتَمَعَ اِلٰى حَدِيْثِ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُوْنَ اَوْ يَفِرُّوْنَ مِنْهُ صُبَّ فِيْ اُذُنَيْهِ الْاٰنُكُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً عُذِّبَ وَكُلِّفَ اَنْ يَنْفُخَ فِيْهَا وَلَيْسَ بِنَافِخٍ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحیحه ١٢/٤٢٧ الحدیث رقم ٣٩١٦ وأبو داوٗد فی السنن ٤/٢٨٥ الحدیث رقم ٥٠٢٤، والترمذی فی السنن ٤/٢٠٣ الحدیث رقم ١٧٥١، وابن ماجه ٢/١٢٨٩ الحدیث رقم ٣٩١٦، وأحمد فی المسند ١/٣٥٩۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ جو آدمی ایسے خواب کا دعویٰ کرے جو اس نے نہیں دیکھا یعنی جھوٹا خواب بنالے۔ اس کو اس بات پر مجبور کیا جائے گا کہ وہ دو جو کے دانوں میں گرہ لگائے۔ وہ اس طرح ہرگز نہ کر سکے گا۔ اور جو دوسرے لوگوں کی بات پر کان لگائے جو اس کے بات سننے کو ناپسند کرتے اور اس سے دور ہوتے ہوں۔ اس کے کان میں قیامت کے دن سیسہ ڈالا جائے گا۔ اور جو کوئی تصویر بنائے تو وہ عذاب دیا جائے گا اور اسے اس بات پر مجبور کیا جائے گا کہ وہ اس میں روح ڈالے۔ وہ ڈال نہ سکے گا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ❁ لَنْ يَّفْعَلَ: وہ ہرگز نہ کر سکے گا یعنی اس کو عذاب دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ دو جو آپس میں ملا کر ایک کر دو مگر وہ نہ کر سکے گا تو اسے عذاب دیا جائے گا پس وہ اسی طرح عذاب میں مبتلا رہے گا۔

نمبر۲: جو کے ساتھ مناسبت: جس طرح اس نے خواب کی باتیں جوڑی ہیں اسی طرح یہ جو بھی جوڑے۔ جھوٹا خواب بنانا اگرچہ ایک قسم کا جھوٹ ہے مگر اس پر سخت عذاب کی وجہ یہ ہے کہ وہ عام خواب سے متعلق ہے اور خواب کا تعلق عالم الغیب سے ہے اور سچا خواب اجزاء نبوت کا ایک جزء ہے۔ اور وحی کا حکم رکھتا ہے۔ پس یہ شخص گویا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والا ہے اور اس میں کلام نہیں کہ اللہ تعالیٰ پر بہتان جھوٹ کی شدید ترین قسم ہے۔

نمبر۲ یہ وعید اس شخص کیلئے ہے جو نبوت وولایت کا دعویٰ کرے۔ جیسا کہ بعض جھوٹے مدعی کرتے ہیں مثلاً کہے کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی بنایا ہے۔ اور مجھے اس نے بتایا کہ فلاں ملعون یا مغفور ہے۔ وغیر ذلک۔

نمبر۳ اس طرح کہنے لگے کہ مجھے جناب رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم فرمایا ہے۔ حالانکہ اس نے کچھ بھی نہ دیکھا تھا۔

صُبَّ فِیْ اُذُنَیْهِ ‘...... یہ اس شخص کیلئے وعید ہے۔ جس نے چغل خوری یا فساد کیلئے کسی کی بات سنی اگر کسی نے کسی کی بات اس لئے سنی کہ وہ اسے فساد سے منع کرے یا ان کے شر سے محفوظ رہے۔ (تو یہ گناہ گار نہ ہوگا) (ح۔ع)

چوسر باز سوئر کے خون میں ہاتھ ڈبونے والا ہے

۱۲/۴۳۹۵ وَعَنْ بُرَیْدَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِشِیْرِ فَکَاَنَّمَا صَبَغَ یَدَهٗ فِیْ لَحْمِ خِنْزِیْرٍ وَدَمِهٖ ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ۱۷۷۰/٤ الحدیث رقم (۱۰ـ۲۲٦۰)، وأبو داوٗد فی السنن ۲۳۰/٥ الحدیث رقم ۲۹۳۹، وأحمد فی المسند ۳٦۱/٥۔

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص چوسر سے کھیلے۔ اس نے اپنا ہاتھ سور کے گوشت ولہو میں ڈبویا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ نردشیر چوسر کو کہا جاتا ہے۔ جس کو شاہ پور شیر بن اردشیر مابک نے ایجاد کیا تھا۔ وہ ایران بادشاہ تھا۔

صبغ ۔ یہ دونوں نجس ترین چیزیں ہیں ان کا تذکرہ شدید نفرت دلانے کیلئے کیا گیا ہے۔ مطلقاً چوسر سے کھیلنا تمام علماء کے نزدیک حرام ہے۔ (ع)

الفصل الثانی:

تصاویر کے سر کاٹ ڈالو

۱۳/۴۳۹٦ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَتَانِیْ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ اَتَیْتُكَ الْبَارِحَةَ فَلَمْ یَمْنَعْنِیْ اَنْ اَکُوْنَ دَخَلْتُ اِلَّا اَنَّهٗ کَانَ عَلَی الْبَابِ تَمَاثِیْلُ وَکَانَ فِی الْبَیْتِ قِرَامٌ سِتْرٌ فِیْهِ تَمَاثِیْلُ وَکَانَ فِی الْبَیْتِ کَلْبٌ فَمُرْ بِرَاْسِ التِّمْثَالِ الَّذِیْ عَلٰی بَابِ الْبَیْتِ فَیُقْطَعُ

فَيَصِيْرُ كَهَيْئَةِ الشَّجَرَةِ وَمُرْ بِالسِّتْرِ فَلْيُقْطَعْ فَلْيُجْعَلْ وَسَادَتَيْنِ مَنْبُوْذَتَيْنِ تُوْطَآنِ وَمُرْ بِالْكَلْبِ فَلْيُخْرَجْ فَفَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (رواه الترمذی وابوداود)

أخرجه أبو داوٗد السنن ٤/٣٨٨ الحديث رقم ٤١٥٨، والترمذی فی السنن ٢٨٠٦، وأحمد فی المسند ٢/٣٠٥۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہنے لگے گزشتہ رات بھی تمہارے ہاں آیا۔ مجھے گھر میں داخلہ سے دروازہ کی تصاویر نے منع کر دیا اور گھر میں تصویر والا رنگین منقش پردہ تھا جس کو لٹکایا گیا تھا اور گھر میں کتا تھا۔ پس آپ ان تصاویر کے سر کاٹنے کا حکم فرمائیں جو دروازے پر لگی ہوں یعنی پردے کی تصاویر کے سر کاٹ دیئے جائیں جس سے وہ درخت کی شکل بن جائیں ان کی ہیئت تصاویر والی باقی نہ رہے اور آپ یہ حکم دیں کہ پردے کو کاٹ کر دو تکیے بنالیے جائیں۔ تاکہ وہ روندنے میں آئیں اور گھر سے کتا نکالنے کا حکم دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی کیا جو جبرائیل علیہ السلام نے کہا تھا۔ یہ ترمذی' ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کہ اس حالت میں نماز مکروہ ہے جب کہ نمازی کے مصلیٰ کے آگے یا اوپر یا دائیں یا بائیں یا پاؤں کے نیچے تصاویر ہوں اس سلسلہ میں دو روایات ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ بچھونے پر اس وقت تک مکروہ نہیں جب تک تصاویر پر سجدہ نہ کرے اور یہ اس صورت میں ہے کہ جب کہ تصاویر ایسی ہوں جو دیکھنے والوں کو بلا تکلف نظر آتی ہوں۔ جب تصویر چھوٹی یا اس کا سر مٹا ہو تو کچھ حرج نہیں۔ (ع)

آگ کی گردن تین آدمیوں کیلئے

۱۴/۴۳۹۷ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ عُنُقٌ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَهَا عَيْنَانِ تُبْصِرَانِ وَاُذُنَانِ تَسْمَعَانِ وَلِسَانٌ يَنْطِقُ يَقُوْلُ اِنِّیْ وُكِّلْتُ بِثَلٰثَةٍ بِكُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ وَكُلِّ مَنْ دَعَا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَبِالْمُصَوِّرِيْنَ۔

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٦٠٤ الحديث رقم ٢٥٧٤، وأحمد فی المسند ٢/٣٣٦۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ سے ایک گردن قیامت کے دن نکلے گی۔ یعنی آگ کا ایک ٹکڑا گردن کی صورت میں نمایاں ہوگا جس کی دو آنکھیں اور دو کان اور زبان ہوگی۔ وہ آنکھوں سے دیکھے اور کانوں سے سنے اور زبان سے بولے گی اور کہے گی۔ مجھے تین آدمیوں کیلئے متعین کیا گیا ہے۔ یعنی اللہ نے مجھ پر پابندی لگائی ہے۔ کہ ان کو میں دوزخ میں داخل کروں۔ اور ان کو رسوائی کا عذاب لوگوں کے سامنے دوں۔ یہ عذاب ان لوگوں کیلئے ہے جو حق سے تکبر اور عناد کرنے والے ہیں اور حق کو قبول نہیں کرتے اور دوسرا ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اوروں کو شریک کرے اور تیسرا تصویر کھینچے والوں کیلئے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

ڈھول، شراب اور جوا حرام ہیں

۱۵/۴۳۹۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی حَرَّمَ الْخَمْرَ وَالْمَیْسِرَ وَالْکُوْبَۃَ وَقَالَ کُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ قِیْلَ الْکُوْبَۃُ الطَّبْلُ۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٩٦ الحدیث رقم ٣٦٩٦، وأحمد فی ١/٢٨٩، والبیهقی فی الشعب ٥/٢٨٢ الحدیث رقم ٥١١٦۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبانی شراب، جوا اور کوبہ یعنی اس کا بجانا حرام کیا۔ اور فرمایا کہ جو نشہ کی چیز ہے وہ حرام ہے۔ کوبہ کے متعلق کہا گیا کہ وہ ڈھول ہے۔ یہ روایت بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کی ہے۔

تشریح ❁ کوبہ: کے متعلق تین قول ہیں نمبرا نرد نمبر۲ بربط نمبر۳ ڈھول۔ جیسا کہ مصنف نے بعض رواۃ حدیث سے نقل کیا ہے اور طبل یعنی ڈھول یہ ڈھولکی اور ڈھولک کی طرح دو رخا ہوتا ہے۔ اور لہو ولعب کیلئے ہوتا ہے۔ غازیانِ اسلام والا طبل مراد نہیں۔

غبیراء شراب حرام ہے

۱۶/۴۳۹۹ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَالْکُوْبَۃِ وَالْغُبَیْرَاءِ وَالْغُبَیْرَاءُ شَرَابٌ تَعْمَلُہُ الْحَبَشَۃُ مِنَ الذُّرَۃِ وَیُقَالُ لَھَا السُّکُرْکَۃُ۔ (رواہ ابوداود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٨٩ الحدیث رقم ٣٦٨٥، وأحمد فی المسند ٢/١٥٨۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب، جوا، کوبہ، غبیراء۔ (غبیراء یہ شراب کی قسم ہے) سے منع فرمایا ہے۔ حبشی اسکو چنے سے بناتے ہیں اسے سکرکہ کہا جاتا ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ❁ یُقَالُ لَھَا: یہ تفسیر ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے یا کسی اور راوی کی ہے۔ (ع)

۱۷/۴۴۰۰ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔ (رواہ احمد وابوداود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٥/٢٣٠ الحدیث رقم ٤٩٣٨، وابن ماجه فی ٢/٢٣٧ الحدیث رقم ٣٧٦٢، ومالك فی الموطأ ٢/٩٥٨ الحدیث رقم ٦ من كتاب الرؤیا۔

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو نرد سے کھیلے اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ یہ احمد، ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ❁ نرد سے کھیلنا قمار و جوا ہے۔ حقیقۃً یا صورۃً۔ اوپر یہ بات گزری کہ نرد سے کھیلنا حرام ہے۔ (ع)

کبوتر باز شیطان ہے

۱۸/۴۴۰۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا يَتَّبِعُ حَمَامَةً فَقَالَ شَيْطَانٌ يَتْبَعُ شَيْطَانَةً ۔ (رواه احمد وابوداود وابن ماجة والبيهقى فى شعب الايمان)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ۵/۲۳۱ الحدیث رقم ۴۹۴۰، وابن ماجه فی ۲/۱۲۳۸ الحدیث رقم ۳۷۶۵، وأحمد فی المسند ۲/۳۴۵۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کبوتروں کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ان کے کھیل اوران کو اڑانے میں مشغول ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔شیطان شیطان کے پیچھے ہے۔یہ روایت احمد ابوداؤد ابن ماجہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کی ہے۔

تشریح ❁ نمبرا:اس شخص کو شیطان کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ حق سے دور ہے اور لایعنی بری بات میں مشغول ہے کبوتر کو شیطان اس لئے فرمایا کیونکہ وہ بازی اور لہو ولعب کا باعث ہیں اور یادالٰہی سے باز رکھنے کا سبب ہیں اس سے معلوم ہوا کہ کبوتر بازی حرام ہے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول۔کبوتر کو اگر انڈوں اور بچوں کیلئے رکھا جائے۔اوران سے دل بہلانے کا کام لیا جائے یا پیغام رسانی کا ذریعہ بنایا جائے تو درست ہے۔اس میں کچھ کراہت نہیں اوران کا اڑانا مکروہ ہے۔(ح۔ع)

الفصل الثالث:

جاندار کی تصویر کا کاروبار حرام ہے

۱۹/۴۴۰۲ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِی الْحَسَنِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ اِذْجَاءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ يَاابْنَ عَبَّاسٍ اِنِّیْ رَجُلٌ اِنَّمَا مَعِيْشَتِیْ مِنْ صَنْعَةِ يَدِیْ وَاِنِّیْ اَصْنَعُ هٰذِهِ التَّصَاوِيْرَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا اُحَدِّثُكَ اِلَّا مَا سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ مَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً فَاِنَّ اللّٰهَ مُعَذِّبُهٗ حَتّٰى يَنْفُخَ فِيْهِ الرُّوْحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ فِيْهَا اَبَدًا فَرَبَا الرَّجُلُ رَبْوَةً شَدِيْدَةً وَاصْفَرَّ وَجْهُهٗ فَقَالَ وَيْحَكَ اِنْ اَبَيْتَ اِلَّا اَنْ تَصْنَعَ فَعَلَيْكَ بِهٰذَا الشَّجَرِ وَكُلِّ شَیْءٍ لَّيْسَ فِيْهِ رُوْحٌ۔ (رواه البخارى)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۴/۴۱۶ الحدیث رقم ۲۲۲۵ وأحمد فی المسند ۱/۳۶۰۔

ترجمہ: حضرت ابوالحسن تابعیؒ سے روایت ہے کہ میں ابن عباس رضی اللہ کی خدمت میں بیٹھا تھا ان کے پاس اچانک ایک شخص آیا اور کہنے لگا۔اے ابن عباس رضی اللہ عنہ میں اپنا گزر اوقات اپنے دستکاری سے کرتا ہوں۔میں یہ تصاویر بناتا ہوں۔میں کیا کروں شارع علیہ السلام نے اس پیشہ کو حرام کیا اور میں اس کے سوا کوئی پیشہ نہیں جانتا۔کیا مجھے یہ پیشہ ضرورت کے طور پر

جائز ہے یا نہیں۔تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ اس کا تعلق اس کام سے سخت ہے۔اور شاید ممانعت سے باز نہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا۔اور فرمانے لگے میں تم سے وہ بات بیان کروں گا جو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ آپ نے فرمایا۔جو شخص تصویر بنائے پس بیشک اللہ تعالیٰ اسے عذاب کرنے والا ہے۔یہاں تک کہ اس میں روح پھونکے اور وہ اس میں ہرگز روح نہ پھونک سکے گا۔اس آدمی نے لمبا سانس لیا اور اس کا چہرہ زرد ہو گیا۔یعنی وعید سن کر اس کا یہ حال ہوا۔ابن عباس رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔تم پر بڑا افسوس ہے کہ اگر تو تمام پیشوں سے انکار کرنے اور صرف مصوری کا پیشہ اختیار کرنے والا ہے۔تمہارے لئے لازم ہے کہ تم درختوں اور ان چیزوں کی تصویر بناؤ جن میں روح نہیں۔یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ❁ لَیْسَ بِنَافِخٍ :نمبر ا:پس لازم ہوا کہ اسے ہمیشہ عذاب ہو۔یہ شدید وعید پر محمول ہے۔
نمبر ۲:اس کو حلال سمجھ کر کیا تو ہمیشہ کا عذاب ہے۔
نمبر ۳:ویح کا لفظ رحم کرنے کے طور پر اس شخص کیلئے بولتے ہیں جو ہلاکت میں گرفتار ہو اور وہ اس کا مستحق نہ ہو۔جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **ویح عمارًا تقتله الفئة الباغية**......۔نمبر ۴:البتہ ویل کا لفظ اس کیلئے بولتے ہیں جو ہلاکت کا حقدار ہو۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔**ویل للمطففین** ...... ۔ (ع)

نیکوں کی تصاویر لگانے والے بدترین خلق

۲۰/۴۴۰۳ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ بَعْضُ نِسَائِهِ كَنِيسَةً يُقَالُ لَهَا مَارِيَةُ وَكَانَتْ اُمُّ سَلَمَةَ وَاُمُّ حَبِيبَةَ اَتَتَا اَرْضَ الْحَبَشَةِ فَذَكَرَتَا مِنْ حُسْنِهَا وَتَصَاوِيرَ فِيهَا فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ اُولٰئِكَ اِذَا مَاتَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا ثُمَّ صَوَّرُوْا فِيهِ تِلْكَ الصُّوَرَ اُولٰئِكَ شِرَارُ خَلْقِ اللّٰهِ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۸۷/۷ الحديث رقم ۳۸۷۳' ومسلم في ۳۷۵/۱ الحديث رقم (۱۶-۵۲۸) وأحمد في المسند ۵۱/۶۔

ترجمہ:حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے آپ کی بعض ازواج نے گرجے کا ذکر کیا اس گرجا کا عربی نام "ماریہ" تھا۔آپ کی ازواج بیماری کے ایام میں مشغول خاطر کیلئے باتیں کرتی تھیں۔بعض ازواجِ مطہرات یعنی ام سلمہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کنیسہ کا ذکر کیا جس کو سرزمین حبشہ میں انہوں نے ملاحظہ کیا تھا۔اور یہ دونوں سرزمین حبشہ میں گئی تھیں یعنی وہاں کے لوگ نصرانیت پر قائم تھے۔ان دونوں نے گرجے کے حالات ذکر کیے کہ اس میں تصاویر تھیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر اپنا سر اٹھایا اور فرمایا نصاریٰ یا اہل حبشہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں سے کوئی نیک صالح آدمی مرجاتا ہے۔اس کی قبر پر مسجد بناتے ہیں۔یعنی اس کی قبر کے پاس عبادت خانہ بناتے ہیں جس کو گرجا اور کنیسہ کہتے ہیں پھر اس مسجد میں تصاویر بناتے ہیں۔یہ تصاویر صلحاء کی ہوتی ہے۔وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں بدترین ہیں۔یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اُولٰئِكَ شِرَارُ یعنی مسجد کو قبر پر بنانے اور تصاویر بنانے اور قبر کی طرف نماز پڑھنے کی وجہ سے مخلوق میں بدترین ہیں جیسا کہ دیگر روایات میں وارد ہوا ہے۔

شدید عذاب کے مستحق پانچ افراد

۲۱/۴۴۰۴ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَنْ قَتَلَ نَبِيًّا اَوْ قَتَلَهٗ نَبِيٌّ اَوْقَتَلَ اَحَدَوَالِدَيْهِ وَالْمُصَوِّرُوْنَ وَعَالِمٌ لَمْ يَنْتَفِعْ بِعِلْمِهٖ۔

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٦/١٩٧ الحديث رقم ٧٨٨٨۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ لوگ قیامت کے دن سخت ترین عذاب میں مبتلا ہوں گے جس نے کسی پیغمبر کو قتل کیا۔ نمبر۲: پیغمبر کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ نمبر۳ اپنے ماں باپ میں سے کسی کا قاتل۔ نمبر۴ مصور۔ نمبر۵ وہ عالم جو اپنے علم سے فائدہ نہ اٹھائے یعنی اس کے مطابق عمل نہ کرے۔

تشریح ۞ پیغمبر کے ہاتھوں سے قتل ہو۔ یعنی جہاد میں ان کے ہاتھ سے مارا جائے جیسا کہ ایک روایت میں صراحۃً وارد ہے ۔اشتد غضب الله على رجل يقتله رسول الله في سبيل الله...... ۔کیونکہ اس کا ارادہ پیغمبر علیہ السلام کو قتل کا تھا۔ فی سبیل اللہ کی قید اس لئے لگائی تا کہ حدود وقصاص کا قتل اس سے نکل جائے۔ (ع)

شطرنج جوا ہے

۲۲/۴۴۰۵ وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ الشَّطْرَنْجُ هُوَ مَيْسِرُ الْاَعَاجِمِ۔

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٥/٢٤١' الحديث رقم ٦٥١٨۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ یقیناً شطرنج عجمیوں کا جوا ہے۔

تشریح ۞ حقیقت میں جوا ہے یا صورت جوے کی ہے اور عجم کے ساتھ تشبیہ حرام وممنوع ہے۔

شطرنج کھیلنے والا خطا کار

۲۳/۴۴۰۶ وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ اَبَا مُوْسَى الْاَشْعَرِيَّ قَالَ لَا يَلْعَبُ بِالشَّطْرَنْجِ اِلَّا خَاطِئٌ۔

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٥/٢٤١ الحديث رقم ٦٥١٨۔

ترجمہ: حضرت ابن شہاب سے روایت ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ شطرنج سے خطا کار کھیلتا ہے۔

شطرنج باطل کھیل

۲۴/۴۴۰۷ وَعَنْهُ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ لَعِبِ الشَّطْرَنْجِ فَقَالَ هِيَ مِنَ الْبَاطِلِ وَلَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْبَاطِلَ۔

(رواہ البیہقی الاحادیث الاربعۃ فی شعب الایمان)

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٢٤١/٥ الحديث رقم ٦٥١٨۔

ترجمہ: حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ سے روایت ہے ان سے دریافت کیا گیا کہ شطرنج کے کھیل کا کیا حکم ہے۔ تو انہوں نے فرمایا یہ باطل کھیل ہے اور اللہ تعالیٰ باطل کو پسند نہیں فرماتے۔ یہ چاروں روایات بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کی ہیں۔

صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

نردو شطرنج کا کھیلنا مکروہ تحریمی ہے۔ اسلئے کہ آپ نے فرمایا جو شطرنج یا نردشیر کھیلے اس نے گویا اپنا ہاتھ سور کے لہو میں ڈبو یا......۔ جامع صغیر میں روایت نقل کی گئی ہے کہ وہ شخص ملعون ہے جو شطرنج کھیلے اور جو شخص دیکھتا ہے وہ گویا سور کا گوشت کھاتا ہے۔ نمبر۲: بعض کتب میں امام شافعی رحمہ اللہ سے کئی شرائط کے ساتھ شطرنج کا جواز منقول ہے۔ امام غزالی نے نصاب الاحتساب میں نقل کیا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی یہ مکروہ (تحریمی) ہے۔ معلوم ہوا کہ امام شافعی رحمہ اللہ سے جواز کا قول پہلا ہے پھر رجوع کر کے کراہت کا فتویٰ دیا۔ نمبر۳ صاحب درمختار کہتے ہیں کہ تمام کھیل مکروہ ہیں۔ (مؤلف)

بلی درندہ ہے

۲۵/۴۴۰۸ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَأْتِيْ دَارَ قَوْمٍ مِنَ الْاَنْصَارِ وَدُوْنَهُمْ دَارٌ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَأْتِيْ دَارَ فُلَانٍ وَلَا تَأْتِيْ دَارَنَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِاَنَّ فِيْ دَارِكُمْ كَلْبًا قَالُوْا اِنَّ فِيْ دَارِهِمْ سِنَّوْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السِّنَّوْرُ سَبُعٌ۔ (رواہ الدارقطنی)

أخرجه الدارقطني في السنن ٦٣/١ الحديث رقم ٥ من كتاب الطهارة۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے ایک گھر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ حالانکہ اس سے نزدیک تر دیگر انصار کے مکانات تھے مگر وہاں نہ جاتے۔ پس ان لوگوں پر یہ بات گراں گزری کہ ان کے گھر تشریف لے جاتے ہیں اور ہمارے گھر میں نہیں آتے۔ پس انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ فلاں گھر تشریف لے جاتے ہیں اور ہمارے گھر نہیں آتے یعنی ہماری کیا کوتاہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں تمہارے گھر اس وجہ سے نہیں آتا کہ تمہارے گھر میں کتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا ان کے گھر میں بلی ہے اور وہ بھی کتے کی طرح درندہ ہے۔ ان میں کیا فرق ہے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلی درندہ ہے۔ یہ دارقطنی نے نقل کی۔

تشریح ۞ اَلسِّنَّوْرُ سَبُعٌ: یعنی بلی درندہ ہے مگر نجاست و شیطنت نہیں رکھتی جو کہ فرشتوں کی آمد سے مانع ہو۔ اسکے بالمقابل کتا نجس ہے اور اس میں شیطنت ہے کہ وہ صفاتِ ملائکہ کی ضد ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام ملائکہ جیسی طبائع رکھتے ہیں۔

دواؤں اور دُعاؤں کا بیان

طب یطب ۔علاج کرنے کے معنی میں آتا ہے طبیب معالج اور ماہر فن کو کہا جاتا ہے۔ یہ طاء کے کسرہ سے جادو کے معنی میں بھی آتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں: ① جسمانی۔ ② نفسانی و روحانی۔ ظاہر بدن کے علاج کو طب جسمانی کہتے ہیں اور نفس کے مہلک اخلاق کے معالجہ کرنے کو طب نفسانی و روحانی کہتے ہیں۔

الرقی یہ رقیہ کی جمع ہے اسے جھاڑ پھونک یا افسوں کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید اور اسماء باری تعالیٰ سے دم بالاتفاق جائز ہے۔ شرکیہ کلمات سے یا جن الفاظ کے معانی معلوم نہ ہوں ان سے دَم جائز نہیں ہے۔ اس کے لئے اوقات، کی تعیین اور بخورات و رنگوں کے استعمال کو علماء نے شدید مکروہ قرار دیا ہے۔ (اشعہ)

ادویات کی بھی دو قسمیں ہیں: ① جسمیہ طبعیہ مفردہ۔ ② مرکبہ معجون وغیرہ۔ روحانیہ زبانیہ جیسا کہ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کے کلمات۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ہر دو طرح سے امت کا علاج فرمایا جیسا کہ باب کی روایات اس کی شہادت دیں گی۔

الفصل الاول:

ہر مرض کا علاج ہے

۴۴۰۹/۱ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى دَاءً اِلَّا اَنْزَلَ لَهٗ شِفَاءً۔ (رواہ البخاری)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/۱۳۴ الحدیث رقم ۵۶۷۸، وابن ماجه فی السنن ۲/۱۱۳۸ الحدیث رقم ۳۴۳۱۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری اُتاری ہے اس کا علاج بھی پیدا فرمایا ہے۔ (اس کو بخاری نے روایت کیا ہے)

تشریح ۞ ما انزل: یہ ما اصاب کے معنی میں ہے کہ جس کو بیماری پہنچ جائے اللہ تعالیٰ اس کے لئے علاج مقدر فرما دیتے ہیں۔(طیبی)

ہر بیماری کا علاج ہے

۲/۴۴۱۰وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ فَاِذَ اُصِيْبَ دَوَاءٌ الدَّاءَ بَرَءَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ٤/١٧٢٩ الحديث رقم (٦٩ـ٢٢٠٤)، وأحمد في المسند ٣/٣٣٥۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر بیماری کا کوئی نہ کوئی علاج ہے جب علاج بیماری کے موافق بیٹھتا ہے تو مریض اللہ کے حکم سے صحت یاب ہو جاتا ہے۔(یہ مسلم کی روایت ہے)

تشریح ۞ برء باذن الله: اذن اللہ کی قید کے دو فائدے ہیں: ① اللہ تعالیٰ علاج کو آسان کرنے والے ہیں۔ ② دوا اذن الٰہی کے بغیر مؤثر بالذات نہیں ہے اور ایک تیسرے فائدے کی طرف اشارہ کیا کہ دوائی لینا مستحب ہے جیسا کہ جمہور علماء اسلام کا مسلک ہے۔(طیبی)

باذن اللہ کی قید اس لئے لگائی تا کہ دوا کو مؤثر بالذات نہ سمجھا جائے۔اس کی وضاحت حمیدی سے نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کا علاج بنایا۔جب کوئی بیمار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے اس کے ساتھ ایک پردہ ہوتا ہے وہ اس پردے کو بیماری اور دواء کے درمیان حائل کر دیتا ہے۔پس جو دوا مریض استعمال کرتا ہے وہ بیماری پر اثر نہیں کرتی پھر جب اللہ تعالیٰ اس کی صحت کا ارادہ فرماتے ہیں تو فرشتے کو پردہ اٹھانے کا حکم دیتا ہے۔پس دوا اثر کرنا شروع کرتی ہے۔اس میں اشارہ ہے کہ دواء مستحب ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہی مذہب ہے۔

اس حدیث سے ان صوفیاء کی تردید ہوتی ہے جو یہ کہہ کر علاج کا انکار کرتے ہیں کہ ہم قضاوقدر پر بھروسہ کرنے والے ہیں دواء کی ضرورت نہیں جمہور کی دلیل یہ احادیث ہیں جیسا کہ ہم نے طیبی سے نقل کیا ہے۔اس میں اعتقاد چاہیے کہ فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔اور دواء بھی تقدیر الٰہی سے ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسا دعا کا حکم دیا گیا ہے اور کافر سے لڑائی کا حکم دیا حالانکہ اللہ ان کو ویسے بھی مغلوب کر سکتے ہیں حاصل یہ ہے کہ اسباب کی رعایت کرنا توکل کے خلاف نہیں جیسا کہ کھانے سے بھوک دور ہوتی ہے۔ آپ سید المتوکلین بھی علاج کرتے تھے۔

تین اسباب شفاء

۳/۴۴۱۱عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلشِّفَاءُ فِيْ ثَلٰثٍ فِيْ شَرْطَةِ مِحْجَمٍ اَوْ شَرْبَةِ عَسَلٍ اَوْ كَيَّةٍ بِنَارٍ وَاَنَا اَنْهٰى اُمَّتِيْ عَنِ الْكَيِّ۔ (رواہ البخاری)

أخرجه البخاري في صحيحه ١٠/١٣٦ الحديث رقم ٥٦٨٠، وابن ماجه في السنن ١/١١٥٥ الحديث رقم،

وأحمد فی المسند ۱/۲٤٦۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزوں میں شفاء ہے:
① پچھنے والی سینگی لگانے میں۔ ② شہد کے استعمال میں (خواہ شہد پانی میں ملا کر پیا جائے یا پانی کے بغیر استعمال کیا جائے)۔ ③ آگ سے داغ دینے میں۔ مگر میں اپنی امت کو داغ سے منع کرتا ہوں۔ (اس کو بخاری سے روایت کیا ہے)

تشریح ۞ **شرطة**۔ اس سے مراد پچھنے لگانے کا آلہ ہے یعنی استرہ وغیرہ۔ سینگی لگوانے کی فضیلت پر روایت آئندہ سطور میں مذکور ہیں وہاں اس سے متعلق ذکر کریں گے۔

شربة۔ شہد کو قرآن میں شفاء فرمایا اور بہت سی احادیث اس کی فضیلت میں وارد ہیں۔ یہ جنت میں سے آنے والی نعمت ہے۔

کیة۔ آگ میں لوہا تپا کر زخم کو داغنا۔ امراض مادیہ میں داغ اس موذی خلط کے مواد کو ختم کرتا ہے۔ اس لئے مؤثر ہے۔ **(سفر السعادت)** داغ لگانے سے متعلق دو قسم کی روایات ہیں: ① ممانعت، ② ثبوت۔

نمبر۱: جن مواقع میں ممانعت ہے۔ اس سے جاہلیت کے اعتقاد کہ وہ اسے شفاء کی علت مؤثرہ سمجھتے تھے تردید مقصود ہے اور جہاں ثبوت ہے تو اس سے اس کا من جملہ اسباب علاج سے ہونا ثابت ہوتا ہے۔ (ملخصا اللمعات) نمبر۲: ثبوت اصل جواز کو ظاہر کرتا ہے۔ ممانعت کی یہ صورتیں ہیں: ① اس کا باعث مرض نہ ہو بلکہ اختیاری طور پر اپنائے۔ ② ازالہ مرض کے لیے دیگر علاج بھی میسر ہو۔ ③ شرک خفی میں ابتلاء کا خطرہ ہو۔

حاصل یہ ہوا کہ اگر ماہر طبیب اس کے علاج کو ضروری قرار دے تو جائز ہے۔ (اشعہ)

صاحب سفر السعادۃ فرماتے ہیں: علماء نے کہا کہ اس حدیث میں مادی امراض کے علاج کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کیونکہ مادی امراض کی چار قسمیں ہیں: ۱: دموی۔ ۲: صفراوی۔ ۳: بلغمی۔ ۴: سوداوی۔

اگر دموی ہوں تو اس کا علاج اخراج خون سے ہے اور بقیہ تینوں اقسام کا معالجہ اسہال سے ہے۔ اسی لئے شہد سے علاج بتلا کر مسہلات کی طرف متوجہ کیا اور داغنے سے اسی طرف اشارہ کیا کہ اگر علاج سے عاجزی ہو تو آخری علاج یہ ہے۔ کیونکہ جو خلیط سرکشی اختیار کر جائے وہ داغنے سے ختم ہو جاتی ہے۔ اور اس کا مادہ سڑ کر منقطع ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اس کو آخر الدواء قرار دیا۔ باقی جن روایات میں داغنے کی ممانعت فرمائی گئی ان کا مطلب یہ ہے کہ اور معالجات کے ہوتے ہوئے اس سے علاج کرنا منع ہے۔ اور اہل عرب اس کو بہت بڑا علاج قرار دیتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ وہ بیماری کے مادہ کو یقینی طور پر منقطع کر دیتا ہے اور نہ داغنے کی صورت میں وہ انسان یا حیوان مرجاتا ہے اور یہ بات بھی ان کے ہاں پائی جاتی تھی کہ آخری دواء داغنا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا تا کہ شرک خفی کا شکار نہ ہو جائیں اور یہ ممانعت تنزیہی ہے۔

ورنہ اگر اللہ تعالیٰ سے شفاء کا امیدوار بن کر داغا جائے تو داغنا درست ہے۔

بعض نے کہا کہ یہ ممانعت اس وقت ہے جبکہ تردد ہو اور دل میں شک وشبہ رکھتا ہو۔ جہاں داغنے میں ہلاکت کا خطرہ ہو فائدے کا یقین نہ ہو وہاں ممنوع ہے۔

تفصیل یہ ہے: کہ داغنے کے سلسلہ میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں۔

بعض روایات سے جواز ظاہر ہوتا ہے اور دوسری ممانعت کو ثابت کرتی ہیں۔ جیسا کہ یہ روایت ہے اور دیگر روایات۔

بعض روایات میں اس طرح وارد ہے کہ میں داغنا پسند نہیں کرتا اور بعض روایات میں داغنے کو چھوڑ دینے والے کی تعریف فرمائی۔

تطبیق روایات:

آپ ﷺ کا فعل اصل جواز کو ثابت کرتا ہے اور پسند نہ فرمانا ممانعت کی دلیل نہیں اور تعریف وثناء اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ اس کا ترک اولیٰ ہے۔

اور ممانعت کو اس بات پر محمول کیا گیا بلا سبب کہ داغنے کو اختیار کر لیا جائے یا اس وقت داغنا شروع کر دے جبکہ اس کی چنداں ضرورت نہ ہو۔ اور دیگر معالجہ سے مرض کا ازالہ ہو سکتا ہو۔ یا اس کی ممانعت اس لئے فرمائی تا کہ شرک خفی میں مبتلا نہ ہوں۔

اور بعض نے یہ کہا ہے کہ آپ ﷺ سے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس لئے داغا کہ زخم انتہائی شدت اختیار کر چکا تھا یا عضو کٹا ہوا تھا جس کا مؤثر علاج جو صحت کا باعث ہو وہ داغنا ہی تھا۔

حاصل کلام ❁ یہ ہے کہ عضو کا داغنا اور جلانا مکروہ ہے۔ مگر جب کہ شدید حاجت ہو اور فقط اسی سے علاج کرنے کا دارومدار طبیب حاذق پر ہے۔ واللہ اعلم (سفر السعادۃ)

داغنے سے معالجہ

۴/۴۴۱۲ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ رُمِیَ اُبَیٌّ یَوْمَ الْاَحْزَابِ عَلٰی اَکْحَلِهٖ فَکَوَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

(رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ٤/ ١٧٣٠ الحدیث رقم (٧٤-٢٢٠٧)، وأحمد فی المسند ٣/٣٠٣۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ غزوہ خندق کے موقع پر حضرت ابیؓ کی اکحل نامی رگ میں تیر جا لگا جس سے خون بہنے لگا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اس تیر کے زخم کو داغ دیا یعنی آپ ﷺ نے خود داغا ہو یا کسی کو حکم فرما دیا ہو اس داغ دینے کا مقصد یہ تھا کہ رگ سے جاری خون بند ہو جائے (اس کو مسلم نے روایت کیا ہے)

تشریح ❁ ① اکحل۔ بازو میں ایک رگ کا یہ نام ہے اسے عرق حیات یا رگ ہفت اندام بھی کہتے ہیں۔ ② ران میں اس کا نام نساء ہے۔ ③ پشت میں اسے ابہر کہتے ہیں۔

یوم الاحزاب:۔ اسے غزوہ خندق اور احزاب کا نام دیا گیا۔ ۵ھ میں پیش آیا کفار مکہ نے جزیرہ عرب کے بہت گروہوں کو جمع کر کے مدینہ منورہ پر حملہ کیا مگر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی حفاظت فرمائی اور کافر نا کام لوٹے۔ سورۂ احزاب میں اسی کا تذکرہ

ہے۔(تاریخ اسلام ملخصاً)

رگ ہفت اندام کوداغ دینا

۴۴۱۳/۵ وَعَنْهُ قَالَ رُمِیَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فِیْ اَکْحَلِهٖ فَحَسَمَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِیَدِهٖ بِمَشْقَصٍ ثُمَّ وَرِمَتْ فَحَسَمَهُ الثَّانِیَةَ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ٤/١٧٣١ الحدیث رقم (٧٥-٢٢٠٨)، والترمذی فی السنن ٤/١٢٢ الحدیث رقم ١٥٨٢، والدارمی فی ٢/٣١١ الحدیث رقم ٢٥٠٩، وأحمد فی المسند ٣/٣٨٦۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے ہی روایت ہے کہ حضرت سعد بن معاذؓ کو غزوہ احزاب کے دن اکحل نامی رگ میں تیر آلگا جس کی وجہ سے رگ کا خون جاری ہوگیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے تیر کے پیکان کو گرم کر کے اپنے دست اقدس سے داغ دیا پھر جب اس کے ہاتھ میں ورم پیدا ہوگیا تو آپ ﷺ نے دوبارہ اس کو داغ دیا۔

تشریح ۞ سعد بن معاذ: یہ اوس کے سردار ہیں ان کو غزوہ احزاب میں تیر لگا اور غزوہ قریظہ کے بعد وفات پائی ان کے جنازہ میں ستر ہزار فرشتوں نے شرکت کی ان کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا: ((اهتز العرش بموت سعد))۔(ص ط)

زخم کوداغنا

۴۴۱۴/۶ وَعَنْهُ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ طَبِیْبًا فَقَطَعَ مِنْهُ عِرْقًا ثُمَّ کَوَاهُ عَلَیْهِ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیح ٤/١٧٣٠ الحدیث رقم (٧٣-٧-٢٢)، وأبو داؤد فی السنن ٤/١٩٧ الحدیث رقم ٣٨٦٤، وابن ماجه فی ٢/١١٥٦ الحدیث رقم ٣٤٩٣، وأحمد فی المسند ٣/٣١٥۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ابی بن کعب کی طرف طبیب بھیجا جس نے ان کی ایک رگ کاٹ دی پھر زخم کو داغ دیا۔(اس کو مسلم نے روایت کیا ہے)

تشریح ۞ گزشتہ روایت میں آپ ﷺ کا خود داغ دینا مذکور ہے اور اس میں طبیب سے داغ دلوانا مذکور ہے۔ اس میں تطبیق اس طرح ہے: ۱: پہلی روایت میں ممکن ہے کہ نسبت مجازی ہو اور بنی الامیر المدینه کی طرح ہو کیونکہ آپ ﷺ نے ہی طبیب کو حکم فرمایا تھا جیسا کہ دوسری روایت میں تصریح ہے۔ ۲: ممکن ہے پہلے آپ ﷺ نے خود داغ دیا لیکن پھر زخم کی حالت بگڑتی نظر آئی تو طبیب کو بلا کر علاج کروایا۔ دونوں روایات میں غور سے یہ بات بخوبی سمجھ آرہی ہے۔(خلاصہ الرواح) ۲: ابی بن کعبؓ وہ جلیل القدر انصاری صحابی ہیں جس کو آپ ﷺ نے فرمایا: ((اقرأهم ابی بن کعب))۔

کلونجی باعثِ شفا ہے

۴۴۱۵/۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِي الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ اِلَّا السَّامَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ السَّامُ الْمَوْتُ وَالْحَبَّةُ السَّوْدَاءُ الشُّوْنِيْزُ ـ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحيحه ۱۰/۱۴۳ الحديث رقم (۵۶۸۸)' ومسلم فی ۴/۱۷۳۵' الحديث رقم ۳۴۴۷' وأحمد فی المسند ۲/۲۴۱ـ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سیاہ دانہ یعنی کلونجی میں سام کے علاوہ تمام بیماریوں کی شفاء ہے۔ابن شہابؒ فرماتے ہیں کہ سام سے مراد موت اور سیاہ دانے سے مراد کلونجی ہے۔(یہ بخاری مسلم کی روایت ہے)

تشریح ۞ ۱: **الحبة السوداء**:اس کو شونیز اور کلونجی کہا جاتا ہے۔علامہ طیبی فرماتے ہیں اگرچہ روایت کے الفاظ من کل داء عام ہیں مگر اس سے مراد رطوبت وبلغم سے پیدا ہونے والی بیماریاں ہیں (ط)۔۲: موت کا استثناء عموم شفاء کو متعین کرتا ہے (کرمانی) ۳: حسن اعتقاد ہو تو ہر مرض کے لئے شفاء ہے جیسا کہ بعض اکابرین کا معمول پایا گیا۔(سفر السعادت)

شہد شفاء ہے

۴۴۱۶/۸ وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اَخِيْ اسْتَطْلَقَ بَطْنُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْقِهٖ عَسَلاً فَسَقَاهُ ثُمَّ جَآءَ فَقَالَ سَقَيْتُهٗ فَلَمْ يَزِدْهُ اِلَّا اسْتِطْلَاقًا فَقَالَ لَهٗ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ جَآءَ الرَّابِعَةَ فَقَالَ اسْقِهٖ عَسَلاً فَقَالَ لَقَدْ سَقَيْتُهٗ فَلَمْ يَزِدْهُ اِلَّا اسْتِطْلَاقًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ اللّٰهُ وَكَذَبَ بَطْنُ اَخِيْكَ فَسَقَاهُ فَبَرَاَ۔

(متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحيحه ۱۰/۱۳۹ الحديث رقم ۶۷۸۴' ومسلم فی ۴/۱۷۳۶ الحديث رقم (۹۱ـ۲۲۱۷)' والترمذی فی السنن ۴/۳۵۶ الحديث رقم ۲۰۵۲' وأحمد فی المسند ۳/۱۹ـ

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ میرے بھائی کو استطلاق بطن یعنی دست واسہال کی بیماری ہے۔جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جاؤ اس کو شہد پلاؤ (تھوڑی دیر کے بعد) وہ شخص دوبارہ لوٹ کر آیا تو کہنے لگا میں نے اس کو شہد تو پلا دیا مگر اس شہد نے اس کے دستوں میں (کمی کی بجائے) اضافہ کر دیا یعنی شہد پلانے کے بعد اسہال میں تیزی آگئی آپ ﷺ نے اس کو یہی حکم تین مرتبہ دیا یعنی شہد پلانے کا حکم دیا یعنی آپ ﷺ فرماتے رہے اس کو شہد پلاؤ وہ پلا کر بار بار لوٹتا اور شکایت کرتا رہا پھر جب چوتھی مرتبہ آیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کو شہد پلاؤ تو اس نے عرض کیا کہ میں نے اس کو شہد پلایا ہے مگر اس کے اسہال میں

اضافہ ہوا ہے۔اس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے بالآخر اس نے اپنے بھائی کو شہد پلایا تو وہ شفایاب ہو گیا۔(بخاری و مسلم)

تشریح ۞ ۱: **استطلق** ۔استطلاق یا فاشتکی دونوں الفاظ کا معنی پیٹ کا اسہال میں مبتلا ہونا ہے۔۲: ہر مرتبہ شہد کا حکم فرمایا کیونکہ اس کی شفاء وحی سے شہد میں بتلائی گئی تھی۔یہ سب سے بہتر توجیہ ہے۔(اشعۃ اللمعات) ۳: کذب۔خطا کی جگہ کذب کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔امام رازی فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو اس کے پیٹ کی شفا شہد میں معلوم ہو چکی تھی جب فائدہ فوری ظاہر نہ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا پیٹ والے کو فائدہ نہیں ہوا تو اس نے جھوٹ کہا اس لحاظ سے اس پر جھوٹ کا اطلاق کیا گیا۔پیٹ کے جھوٹ کا مطلب فاسد مادے کا زیادہ ہونا ہے۔طب نبوی ﷺ کے ساتھ طب یونانی کو کیا نسبت ہے۔وہ مشکوٰۃ نبوت کی کرن ہے اور یہ ظن وتخمین کا مجموعہ ہے۔اس کے ساتھ خلوص اعتقاد بھی لازم ہے (سفر السعادۃ)۔حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب کوئی بیمار ہو تو وہ اپنی بیوی سے مہر کی رقم میں سے مانگے پھر اس سے شہد خریدے اور بارش کے پانی میں ملا کر استعمال کرے تو اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿فیه شفاء للناس﴾ کی برکت سے شفا پائے گا۔آپ کو وحی سے بتلایا گیا کہ اس کی شفاء شہد ہے۔کذب: یہ خطاء کے معنی میں ہے کہ شفاء کو قبول نہ کر کے اس نے غلطی کی ہے عرب کہتے ہیں **کذب سمعہ** یعنی کان نے غلط سنا۔بعض لوگوں کو دستوں کے مریض کو شہد کا حکم دینے میں اشکال ہوا کیونکہ یہ تو خود مسہل ہے۔اسی لئے اس کا مرض بڑھا۔**جواب**: شفاء تو معجزہ سے ہوئی تھی۔دیگر مواد کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔اگرچہ یہ اہل کے لئے اچھا طرز ہے۔یہ اصول طب کے عین موافق ہے دست کا سبب مادہ فاسدہ کا امتلاء ہے اور شہد اس کا مخرج ہے۔طب نبوی ﷺ کو صدق وصفا اعتقاد سے استعمال کرنے والا شفاء سے ان شاء اللہ محروم نہ ہو گا۔اس میں اخلاص شرط ہے۔روایت میں کذب بطن کو عدم خلوص نیت و اعتقاد پر محمول کیا گیا ہے۔فافہم وباللہ التوفیق۔

بہترین ادویہ سینگی وقسط

۹/۴۴۱۷ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَمْثَلَ مَا تَدَاوَیْتُمْ بِہِ الْحِجَامَۃُ وَالْقُسْطُ الْبَحْرِیُّ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/۱۵۰ الحدیث رقم ۵۶۹۶' ومسلم فی ۳/۱۲۰۴ الحدیث رقم (۶۳۔۱۵۷۷)' وأحمد فی المسند ۳/۱۰۷۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جن چیزوں کو تم بطور دوا کے استعمال کرتے ہو ان میں بہترین سینگی لگوانا اور قسط بحری کا استعمال ہے۔(یہ بخاری اور مسلم کی روایت ہے)

تشریح ۞ **قسط**۔یہ ایک نباتی دوائی ہے جو اور ادحیض، زہر، پیٹ کے کیڑوں اور مہاسوں کے لئے نہایت مفید ہے گلے کے امراض کے لئے مؤثر علاج ہے۔اس کی دو قسمیں ہیں: ۱: قسط بحری یا عربی۔اس کا رنگ سفید ہوتا ہے۔۲: قسط ہندی۔اسے بعض شارحین نے عود کہا ہے۔**(اللمعات)**

نفاس والی عورتوں کے لئے مفید ہے۔ یہ زہر کو دفع کرتا ہے اور شہوت جماع کے لیے محرک ہے۔ دن کے بخار کو بھی دفع کرتا ہے دھونی سے زکام وباء میں فائدہ ہوتا ہے۔ کتب طب میں فائدے دیکھ لیے جائیں۔

گلے کا آجانا

۴۴۱۸/۱۰ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُعَذِّبُوْا صِبْيَانَكُمْ بِالْغَمْزِ مِنَ الْعُذْرَةِ وَعَلَيْكُمْ بِالْقُسْطِ۔ (متفق عليه)

أخرجه البخاري في صحيح ١٥٠/١٠ الحديث رقم ٥٦٩٦، ومسلم في ١٢٠٤/٣ الحديث رقم ٦٣-١٥٧٧، وأحمد في المسند ١٠٧/٣۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے بچوں کی عزرہ کی بیماری کی صورت میں حلق کو ہاتھ یا کپڑے سے دبا کر مت ایذاء دو بلکہ قسط کا استعمال کرو۔ (یہ بخاری اور مسلم کی روایت ہے)

تشریح ۞ عذرہ۔ یہ گلے کی بیماری ہے جس میں تالو نیچے لٹک جاتا ہے۔ اس کا علاج قسط کے محلول کا سعوط ہے۔ جس سے گلا خود درست ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اس ارشاد میں دوسرے علاج کو ایذاء فرمایا گیا ہے سعوط کا علاج مسند احمد کی روایت میں موجود ہے (اللمعات) ۲ ممکن ہے کہ قسط سے یہ گلے کا علاج معجزہ نبوت سے ہو۔ (ح)

ذات الجنب کا نبوی علاج

۴۴۱۹/۱۱ وَعَنْ اُمِّ قَيْسٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مَا تَدْغَرْنَ اَوْلَادَكُنَّ بِهٰذَا الْعِلَاقِ عَلَيْكُنَّ بِهٰذَا الْعُوْدِ الْهِنْدِيِّ فَاِنَّ فِيْهِ سَبْعَةَ اَشْفِيَةٍ مِنْهَا ذَاتُ الْجَنْبِ يُسْعَطُ مِنَ الْعُذْرَةِ وَيُلَدُّ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ۔ (متفق عليه)

أخرجه البخاري في صحيحه ١٦٦/١٠ الحديث رقم ٥٧١٣، ومسلم في ١٧٣٤/٤ الحديث رقم (٨٦-٢٢١٤)، وأحمد في المسند ٣٥٥/٦۔

ترجمہ: حضرت ام قیسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنی انگلی کے ساتھ اپنی اولاد کے گلے کیوں دباتی ہو تمہیں عود ہندی کو استعمال میں لانا چاہیے کیونکہ اس میں سات بیماریوں کی شفاء ہے۔ اس میں سے ایک نمونیا ہے۔ گلے کی تکلیف ہو جانے کی صورت میں اسے ناک میں ٹپکایا جائے اور ذات الجنب کی تکلیف میں منہ میں ٹپکائی جائے۔

تشریح ۞ گزشتہ روایت میں تالو دبانے کی ممانعت فرمائی۔ اور اس روایت میں بھی ناپسندیدگی کے انداز سے فرمایا کہ لڑکوں کے گلوں کو کیوں دباتے ہو۔ علاق و دغر کا معنی ایک ہیں بعض نے اعلاق بھی نقل کیا ہے۔ یہ روایت بقول علماء زیادہ بہتر ہے۔ اعلاق کا معنی مذکورہ علاج ہے۔

حاصل کلام ۞ یہ ہے کہ گلے کی تکلیف کے وقت بچوں کے گلے نہ دباؤ۔ عود ہندی اور قسط ایک چیز ہے۔ ممکن ہے اسی کو قسط کہا

ہو جیسا کہ بعض نے یہ تفسیر کی ہے۔اور فائدہ سے دونوں خالی نہیں مگر قسط بحری زیادہ مفید ہے۔ذات الجنب سینے کے اطراف میں گرم سوج کو کہتے ہیں۔اور وہ شدید امراض سے ہے۔یہاں ذات الجنب سے ریاح غلیظہ مراد ہیں جو پہلو کے اطراف میں جمع ہو جاتی ہیں کیونکہ خود عود ہندی ریاح کی دوا ہے۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات بیماریوں میں سے دو کا ذکر کیا کیونکہ اس وقت اس کی تفصیل کی چنداں ضرورت نہ تھی یا ممکن ہے کہ بقیہ عرب میں معروف ہونے کی بناء پر ذکر نہ کیں۔اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ قسط سات امراض سے زیادہ میں مفید نہیں بلکہ یہ بہت سے امراض میں مفید ہے۔بعض کا تذکرہ اوپر ہوا ممکن ہے سات میں خصوصی فائدہ مند ہونے کی بنا پر دو کا ذکر کیا گیا۔بعض نے سات سے کثرت مراد لی ہے عدد مخصوص مراد نہیں یہ ستر کی طرح کثرت کے لئے آتا ہے۔

صفراوی بخار کا علاج

۴۴۲۰/۱۲وَعَنْ عَآئِشَةَ وَرَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَابْرِدُوْهَا بِالْمَآءِ۔ (متفق عليه)

أخرجه البخاري في صحيحه ٦/ ٣٣٠ الحديث رقم ٣٢٦٣، ومسلم في ٤/ ١٧٣٢ الحديث رقم (٨١۔ ٢٢١٠)، والترمذي في السنن ٤/ ٣٥٣ الحديث رقم ٢٠٧٤، وابن ماجه في ٢/ ١١٤٩ الحديث رقم ٣٤٧١، والدارمي في ٢/ ٤٠٧ الحديث رقم ٢٧٦٩، وأحمد في المسند ٦/ ٥٠۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ اور رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخار جہنم کی بھڑاس ہے پس اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

تشریح ۞ **فیح جھنم**: بخار کی حرارت کو دوزخ کی آگ سے تشبیہ دینا مقصود ہے۔۲: حقیقت پر محمول ہے اور اس روایت کے مطابق جس میں جہنم کو دو سانس کی اجازت ملی ممکن ہے یہ بھی اسی کا اثر ہو۔(اللمعات)

۳: **فابردوھا**۔صفراوی بخاروں میں ٹھنڈا پانی پلانا اور برف کی پٹی درست ہے تو غسل کرنا کیوں درست نہیں جس کا صراحت کے ساتھ حدیث میں ذکر ہے۔(اللمعات) ممکن ہے کہ بخار کی حرارت جہنم کی بھڑک کا اثر ہو۔اس روایت میں اہل حجاز کو خصوصی خطاب ہے۔کیونکہ ان کے ہاں اکثر بخار حرارت شمس یا غضب یا حرکت کے باعث ہوتا ہے۔اس کے لئے پانی سے ٹھنڈک پہنچانا فائدہ مند ہے۔بدن پر پانی کے ڈالنے سے فائدہ ہوتا ہے یا اس سے مراد سرد دویہ کو پانی سے ملا کر استعمال کرنا ہے۔یا اللہ تعالیٰ کی خاطر پانی پلائے اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے بخار کو دور فرما دیں گے۔

تین چیزوں کا دَم سے علاج

۴۴۲۱/۱۳وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي الرُّقْيَةِ مِنَ الْعَيْنِ وَالْحُمَةِ وَالنَّمْلَةِ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ٤/ ١٧٢٥ الحديث رقم (٥٨۔٢١٩٦)، والترمذي في ٣/ ٣٢٤ الحديث رقم ٢٠٥٦،

وابن ماجه فی ۲/۱۱۶۲ الحدیث رقم ۳۵۱۶' وأحمد فی المسند ۳/۱۱۸۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے دم کے ذریعہ نظر بد اور ڈسنے اور پھوڑے پھنسیوں کے علاج کی اجازت رحمت فرمائی ہے۔ (مسلم)

تشریح ✿ **فی الرقیة**۔ جھاڑ پھونک سے یہاں مراد وہ دعائیں اور آیات قرآنی ہیں جو حصول شفاء کے لئے استعمال کی جاتی ہیں شروع کتاب میں نظر بد کی دعائیں ذکر کی جا چکی ہیں اور **الحمة** بچھو کے ڈنگ کو کہا جاتا ہے سانپ کے کاٹنے کا بھی یہی حکم ہے **النملة** چیونٹی کو کہا جاتا ہے اور یہاں مراد جسم کے تمام حصوں پر نکلنے والے چھوٹے چھوٹے دانے ہیں جن کو جسم پر منتشر ہونے کی وجہ سے **النملة** سے تعبیر کیا گیا اس کو چھپا کی بھی کہتے ہیں دم تمام بیماریوں میں مفید ہے ان تینوں کا تذکرہ اس لئے فرمایا کہ ان میں دَم زیادہ فائدہ کرتا ہے۔ بعض روایات میں دَم کو ان تین چیزوں میں محصور کیا گیا ہے اور اس میں بھی یہی تاویل ہے۔ یا شروع زمانہ میں جاہلیت کے دموں کی وجہ سے ممانعت فرمائی پھر رخصت عنایت فرما دی اور ان تین چیزوں کا تذکرہ ضرورت عامہ کی وجہ سے فرمادیا تا کہ لوگوں کو کامل نفع پہنچ سکے۔

نظرِ بد کا دم

۱۴/۴۴۲۲ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَسْتَرْقِیَ مِنَ الْعَیْنِ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/۱۹۹ الحدیث رقم ۵۷۳۸' ومسلم فی ٤/۱۷۱۵ الحدیث رقم (۵۹۔۲۱۹۵)' وابن ماجه فی ۲/۱۱۶۱ الحدیث رقم ۳۵۱۲' وأحمد فی المسند ٦/٦۳۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے نظر بد کے لئے ہمیں دم کرنے کا حکم فرمایا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ✿ **اَنْ نَسْتَرْقِیَ** ۔ یہ معروف و مجہول دونوں طرح پڑھا گیا ہے اس کا معنی دم کرنا اور کرانا ہے اس میں امر اباحت کے لئے ہے نظر بد کا اثر جس طرح تیزی سے ہوتا ہے اس کا ازالہ بھی تیزی سے ہونا چاہیے اور وہ دم سے ممکن ہے۔ (ت)

اثرات نظر کا علاج

۱۵/۴۴۲۳ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی فِیْ بَیْتِهَا جَارِیَةً فِیْ وَجْهِهَا سَفْعَةٌ تَعْنِیْ صُفْرَةً فَقَالَ اسْتَرْقُوْا لَهَا فَاِنَّ بِهَا النَّظْرَةَ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/۱۹۹ الحدیث رقم ۵۷۳۹' ومسلم فی ٤/۱۷۲۵ الحدیث رقم (۵۹۔۲۱۹۷)۔

ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے میرے گھر میں ایک لونڈی

دیکھی جس کے چہرے پر زردی تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے دم کراؤ اس لئے کہ اسے نظر لگی ہوئی ہے۔

(بخاری، مسلم)

تشریح ❁ استرقوا : دَم کروانا۔روایت کے الفاظ تو مطلق نظر کو ثابت کررہے ہیں مگر شارحین نے اس سے جنات کی نظر مراد لی ہے اور ایک اور روایت میں لونڈی کی بجائے غلام کا تذکرہ وارد ہے۔سفعة۔اس کے کئی معانی ہیں علامت۔نظر بد۔چہرے کا جھلسنا وغیرہ راوی نے یہاں علامت کو پیش نظر رکھ کر زردی سے اس کی تفسیر کی ہے۔(ت)

جائز دَم کی اجازت

۱۶/۴۴۲۴ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرُّقٰى فَجَآءَ اٰلُ عَمْرِوبْنِ حَزْمٍ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ كَانَتْ عِنْدَنَا رُقْيَةٌ نَرْقِىْ بِهَا مِنَ الْعَقْرَبِ وَاَنْتَ نَهَيْتَ عَنِ الرُّقٰى فَعَرَضُوْهَا عَلَيْهِ فَقَالَ مَا اَرٰى بِهَا بَاْسًا مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَّنْفَعَ اَخَاهُ فَلْيَنْفَعْهُ۔

(رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحيحه ٤/١٧٢٦ الحديث رقم ٦٣۔٢١٩٩)، وأحمد فی المسند ٣/٣٠٢۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعویذات سے ممانعت فرمائی تو آلِ عمرو بن حزم جو دم وغیرہ کرتے تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے پاس ایک دم ہے۔جس کو بچھو کے ڈسے ہوئے پر ہم پڑھتے ہیں اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دم جھاڑنے سے منع فرمادیا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دَم پڑھ کر سناؤ۔تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں اس میں کوئی حرج خیال نہیں کرتا۔تم میں سے جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہو وہ ضرور نفع پہنچائے۔

(مسلم)

درست کلمات سے دَم کی اجازت

۱۷/۴۴۲۵ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكِ الْاَشْجَعِيِّ قَالَ كُنَّا نَرْقِىْ فِى الْجَاهِلِيَّةِ فَقُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ تَرٰى فِىْ ذٰلِكَ فَقَالَ اعْرِضُوْا عَلَىَّ رُقَاكُمْ لَا بَاْسَ بِالرُّقٰى مَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ شِرْكٌ۔

(رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحيحه ٤/١٧٢٧ الحديث رقم (٦٤۔٢٢٠٠)، وأبو داوٗد فی السنن ٤/٢١٤ الحديث رقم ٣٨٨٦۔

ترجمہ: حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ سے مروی ہے کہ ہم زمانہ جاہلیت میں ایک دم کیا کرتے تھے۔پس ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔دم، جھاڑ کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرماتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس دم

کو میرے سامنے پڑھو ایسے دم کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں جس میں شرک نہ ہو۔

تشریح ۞ كُنَّا نَرْقِيْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ : علماء امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید اور اسماء وصفات باری تعالیٰ سے دم بلا کراہت درست ہے پہلے نمبر پر قرآن مجید پھر حدیث صحیحہ جیسا کہ یہ دعا ہے: ما شاء الله لا قوة الابالله۔ ایسے کلمات جن میں جن وشیاطین کے اسماء ہوں اور اس سے کفر وشرک لازم آتا ہو وہ بالاتفاق ممنوع ہیں۔ جن الفاظ کے معانی معلوم نہ ہوں جن سے دم اس وقت درست ہے جبکہ وہ صحیح نقل شارع سے منقول ہوں اسی طرح نیک شخصیات کے بعض آیات کے متعلق تجربات جو معمول بہا چلے آرہے ہیں ان سے بھی دم مباح ہے۔ (ت)

تو جنات کو طبعی طور پر انسان سے عداوت اور شیاطین سے دوستی ہے پس جب دم پڑھا جاتا ہے اور شیاطین کے نام ذکر کئے جاتے ہیں تو جنات اس کی تو موافقت کرتے ہوئے نکل جاتے ہیں اسی طرح بعض اوقات سانپ کا ڈسنا بھی جن کا اثر ہوتا ہے اور وہ جن سانپ کی صورت میں آکر کاٹتا ہے تو شیاطین کے ناموں والے دم سے وہ زہر کا مواد بدن انسانی سے دفع ہو جاتا ہے اور جیسا کہ اوپر ذکر کیا اس قسم کا دم ممنوع ہے۔ قرآن مجید، معوذتین، آیت الکرسی اور آپ ﷺ کی معوذات والی دعائیں بغیر کسی اختلاف کے دم کے لئے ان کا استعمال جائز ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

انہوں نے ایک خوبصورت لڑکے کو دیکھا تو ارشاد فرمایا اس کی ٹھوڑی کے گڑھے کو سیاہ کر دو تا کہ نظر بد سے محفوظ رہے۔

علامہ قشیری کا واقعہ:

میرا بیٹا بہت زیادہ بیمار ہوا یہاں تک کہ ہلاکت کا خطرہ ہوا۔ میں نے رات کو رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا اور آپ ﷺ کی خدمت میں بیٹے کی بیماری کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا تو آیات شفا سے کس قدر دور ہے چنانچہ میں بیدار ہوا اور میں نے قرآن مجید میں آیات شفا کو تلاش کیا وہ یہ چھ آیات تھیں۔

① ويشف صدور قوم مومنين

② شفاء لما فى الصدور

③ يخرج من بطونها شراب مختلف الوانها فيه شفاء للناس

④ وننزل من القرآن ماهوشفاء ورحمة للمومنين

⑤ واذا مرضت فهو يشفين

⑥ قل هو للذين امنو هدًى وشفاء

چنانچہ میں نے ان آیات کو لکھا اور دھو کر پلایا تو اسی وقت ہی صحت یاب ہو گیا جیسا کہ پاؤں میں پڑے ہوئے بند کو کھول دیا گیا ہو۔ (المواهب اللدنيه)

چلپی نے قشیری کی اس حکایت کو اس طرح نقل کیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا اور یہ آیات شفاء بتائی گئیں ان آیات کو بیمار پر پڑھا تو وہ شفایاب ہو گیا ان آیات کا چینی کے برتن میں لکھنا اور دھو کر پلانا بھی منقول ہے۔علامہ اسکی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بہت سارے مشائخ کو دیکھا کہ وہ ان آیات کو بیماریوں کے لئے لکھتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

منظور کا علاج وضو کے پانی سے

۱۸/۴۴۲۶وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَيْنُ حَقٌّ فَلَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابَقَ الْقَدْرَ سَبَقَتْهُ الْعَيْنُ وَاِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوْا۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ٤/١٧١٦ الحديث رقم (٤٢۔٢١٨٨)، والترمذي في السنن ٤/٣٤٧ الحديث رقم ٢٠٦٢۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نظر حق ہے اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت کرنے والی ہوتی تو وہ نظر ہوتی۔ جب تم سے اعضاء کے دھونے کا مطالبہ کیا جائے تو دھو دیا کرو۔ (مسلم)

تشریح ۞ لَوْ كَانَ شَيْءٌ : اس میں نظر کی سرعت وشدت کو مبالغہ کے انداز سے بیان کیا گیا اور سبقت کا معنی یہاں تبدیل کرنا ہے نظر برحق ہے اور اس کا اثر آدمی اور ہر چیز پر جس کو اچھا سمجھ کر نظر ڈالی جائے واقع اور ثابت ہو جاتا ہے اور یہ تقدیر الٰہی سے ہی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس میں یہ خاصیت رکھی ہے وہ اپنی عادت کریمہ کے مطابق اس میں یہ اثر پیدا فرما دیتے ہیں۔ (ت) یہ سحر کی طرح سبب ضرر اور اس چیز کے لئے ہلاکت کا باعث بن جاتی ہے۔

اِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ ۔لوگوں کے ہاں نظر کے معالجے کے لئے ہاتھ پاؤں اور ازار کے نیچے والے اعضاء کو دھونا چلا آرہا تھا اور پھر وہی پانی نظر لگنے والے کے لئے غسل کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا اور اس کو لوگ سبب شفا سمجھتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی رخصت دی اور سب سے کم تر فائدہ اس کا یہ ہے کہ وہم چلا جاتا ہے اور دھونے کا طریقہ فصل ثانی کے آخر میں مذکور ہوگا۔ جمہور اہل حق اس بات پر متفق ہیں کہ نظر کا اثر نفوس واموال میں ثابت ہے بعض معتزلہ اس بات کے منکر ہیں جس طرح وہ دعا اور صدقہ کی تاثیر میں کہتے ہیں کہ جو چیز تقدیر میں ہونے والی ہوتی ہے اس میں اور کسی چیز کا دخل نہیں ہوتا اور وہ یہ نہیں سمجھتے کہ تقدیر عالم اسباب کے منافی نہیں اور نظر کا اثر اور سببیت نظر اس وجہ سے ہے کہ یہ خاصیت اللہ نے اس میں رکھی ہے اور نظر کو اس کا سبب بنایا ہے اور یہ روایت اہل حق کی دلیل ہے اہل حق کی اطلاع سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس کا اعتقاد رکھنا واجب ہے۔

کیفیت نظر۔کیفیت نظر میں علماء نے کلام کیا ہے کہ کس وجہ سے لگتی اور ضرر پہنچاتی ہے۔ ا: بعض نظر لگانے والوں سے منقول ہے کہ جب ہم کسی چیز کو اچھا سمجھ کر دیکھتے ہیں تو ہم محسوس کرتے ہیں کہ ایک حرارت ہماری آنکھ سے نکلتی ہے۔ ۲: دوسروں نے یہ بتلایا کہ نظر لگانے والے کی آنکھ سے قوت سمّیہ پھوٹتی ہے اور ہوا میں وہ اثر انداز ہو کر منظور الیہ کو پہنچتی ہے اور وہی اس کے فساد و ہلاکت کا باعث بن جاتی ہے جیسا کہ نفس سے نکلنے والا زہر۔ بعض نفس ایسے ہیں کہ جن کے فقط دیکھنے سے ہی منظور الیہ کو زہر پہنچ کر ہلاک کر دیتا ہے۔

حاصل کلام ❁ یہ ہے کہ تیر کی طرح کوئی چیز نظر لگانے والے کی طرف سے روانہ ہو کر منظور الیہ کو لگتی ہے اگر درمیان میں کوئی رکاوٹ ہو تو وہ شخص اس سے محفوظ رہتا ہے ورنہ اس تک پہنچ کر تیر کی طرح اس کو گھائل کر دیتی ہے اور مانع سے مراد یہاں وہ تعویذ' علاج اور دعا ہے۔ اگر علاج قوی ہو تو واپس لوٹ کر الٹے لوٹ آنے والے تیر کی طرح نظر لگانے والے کو نقصان پہنچاتی ہے جس طرح بعض نظر لگانے والوں میں قوت و خاصیت نظر لگانے کی پائی جاتی ہے تو اسی طرح ونفوس کاملہ میں اس کے دفعیہ کی قوت بھی اسی طرح پائی جاتی ہے۔

الفصل الثانی:

بڑھاپے کے علاوہ ہر بیماری کا علاج

۴۴۲۷/۱۹ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ شَرِيْكٍ قَالَ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَنَتَدَاوٰى قَالَ نَعَمْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ تَدَاوَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَضَعْ دَاءً اِلَّا وَضَعَ لَهٗ شِفَاءً غَيْرَ دَاءٍ وَاحِدٍ الْهَرَمِ۔

(رواه احمد والترمذی وابوداؤد)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ۱۹۲/٤ الحدیث رقم ۳۸۵۵' والترمذی فی السنن ۳۳۵/٤ الحدیث رقم ۲۰۳۸' وابن ماجه فی ۱۱۳۷/۲ الحدیث رقم ۳٤۳٦' وأحمد فی المسند ۲۷۸/٤۔

حضرت اسامہ بن شریک ؓ سے روایت ہے کہ بعض اصحاب ؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم علاج کے لئے ادویہ استعمال میں لائیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے اللہ کے بندو! علاج معالجہ کرو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری پیدا نہیں فرمائی کہ جس کا علاج نہ بنایا گیا ہو مگر بڑھاپا (کہ اس کا کوئی علاج نہیں)۔

تشریح ❁ حضرت اسامہ بن شریک ؓ یہ بھی انہی صحابہ کرام ؓ سے ہیں جنہوں نے کوفہ میں اقامت اختیار کر لی تھی (اللمعات)۲ اس روایت میں ادویہ سے علاج کی ترغیب دی گئی ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ شفاء مرض کے من جملہ اسباب سے ایک سبب علاج بھی ہے صرف بڑھاپے کو لاعلاج قرار دیا گیا ہے کیونکہ تمام قویٰ اس میں اپنی میعاد کو پہنچ جاتے ہیں۔

یا عباداللہ۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ دعا اور علاج توکل وعبودیت کے منافی نہیں مگر دوا کو محض سبب شفا سمجھا جائے اور شافی حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات کو جانا اور مانا جائے۔ (ع)

مریض کو اللہ تعالیٰ کھلاتے ہیں

۴۴۲۸/۲۰ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُكْرِهُوْا مَرْضٰكُمْ عَلَى الطَّعَامِ فَاِنَّ اللّٰهَ يُطْعِمُهُمْ وَيَسْقِيْهِمْ۔ (رواه الترمذی وابن ماجة وقال الترمذی هذا حدیث غریب)

أخرجه الترمذی فی السنن ۳۳٦/٤ الحدیث رقم ۲۰٤۰' وابن ماجه فی ۱۱٤۰/۲ الحدیث رقم ۳٤٤٤۔

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے مریضوں کو کھانا کھلانے میں زبردستی مت کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس کو کھلاتا پلاتا ہے۔

تشریح ۞ **لاتکرھوا مرضٰکُم**۔یعنی اپنے بیماروں کو کھانا کھلانے اور پانی پلانے وغیرہ پر مجبور مت کیا کرو۔روایت کا آخری جملہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو قوت بخشتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتے ہیں اور ایسی خوراک سے اس کو فائدہ پہنچاتے ہیں جو کہ کھانے پینے اور زندہ رہنے کے لئے ضروری ہے گویا یہ قوت محض قدرت الٰہی سے ہوتی ہے کھانے پینے کے ساتھ نہیں۔

سرخ بادہ میں داغنا

۴۴۲۹/۲۱وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَوٰی اَسْعَدَ بْنَ زُرَارَۃَ مِنَ الشَّوْکَۃِ۔

(رواہ الترمذی وقال هذا حدیث غریب)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/ ٣٤١ الحدیث رقم ٢٠٥٠۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسعد بن زرارہؓ کو سرخ بادہ کی بیماری میں داغ دیا۔ترمذی نے اسے غریب کہا ہے۔

تشریح ۞ **الشوکة** ۔اس بیماری میں تمام جسم پر سرخی چھا جاتی ہے اس کا داغ سے علاج تو کیا گیا مگر یہ معلوم نہیں کہ داغ کس مقام پر دیا گیا۔(ع)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے دست اقدس سے داغ دیا یا کسی اور کو داغنے کا حکم فرمایا اس کی وضاحت موجود نہیں۔

زیت وقسط نمونیا کا علاج

۴۴۳۰/۲۲وَعَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ نَتَدَاوٰی مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ بِالْقِسْطِ الْبَحْرِیِّ وَالزَّیْتِ (رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/ ٣٥٥ الحدیث رقم ٢٠٧٩' وأحمد فی المسند ٤/ ٣٦٩۔

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ذات الجنب میں قسط اور روغن زیتون سے علاج کریں۔(ترمذی)

تشریح ۞ **ذات الجنب** ۔نمونیا۔اس روایت میں قسط بحری اور زیتون کو نمونیے کا علاج فرمایا گیا۔سعوط کے ذریعے یا مالش کے ذریعے جس طرح فائدہ کرے اس طرح علاج کرے۔ واللہ اعلم

زیتون وورس سے نمونیا کا علاج

۲۳/۴۴۳۱ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْعَتُ الزَّيْتَ وَالْوَرْسَ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ۔

(رواه الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٣٥٥ الحديث رقم ٢٠٧٨' وابن ماجه فی ٢/١١٤٨ الحديث رقم ٣٤٦٧' وأحمد فی المسند ٤/٣٧٢۔

ترجمہ: حضرت زید بن ارقمؓ سے ہی روایت ہے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ذات الجنب کے علاج کے لیے روغن زیتون اور ورس کی تعریف فرماتے تھے۔

تشریح ۞ الزیت والورس۔ ورس وزیتون سے نمونیے کا علاج کھلانے سے ہونا ظاہر ہے (ع) اور ذات الجنب کا علاج منہ میں ٹپکانے یا ناک میں ٹپکانے سے ہوگا۔ (ح)

سناء کا مسہل مفید ہے

۲۴/۴۴۳۲ وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلَهَا بِمَا تَسْتَمْشِيْنَ قَالَتْ بِالشُّبْرُمِ قَالَ حَارٌّ جَارٌّ قَالَتْ ثُمَّ اسْتَمْشَيْتُ بِالسَّنَاءِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ شَيْئًا كَانَ فِيْهِ الشِّفَآءُ مِنَ الْمَوْتِ لَكَانَ فِی السَّنَاءِ۔

(رواه الترمذی وابن ماجة وقال الترمذی هذا حديث حسن غريب)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٣٥٦ الحديث رقم ٢٠٨١' وابن ماجه فی ٢/١١٤٥ الحديث رقم ٣٤٦١' وأحمد فی المسند ٦/٣٦٩۔

ترجمہ: حضرت اسماء بنت عمیسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا تم کس چیز سے مسہل (جلاب) لیتی ہو۔ تو انہوں نے عرض کیا شبرم سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تو گرم ہے اور خوب کھینچنے والا ہے۔ اسماء کہتی ہیں کہ پھر میں نے سناء سے جلاب لیا تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر کوئی چیز موت سے شفاء دے سکتی تو وہ سناء ہوتی۔ یہ ترمذی وابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ الشبرم۔ ا: حضرت اسماء بنت عمیسؓ یہ جلیل القدر فاضلہ مہاجرات صحابیاتؓ میں سے ہیں۔ یہ بالترتیب حضرت جعفر، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کی زوجہ رہی ہیں۔ اور تینوں سے ہی ان کی اولاد ہوئی۔

۲ شبرم ۔ یہ ایک نبات ہے جو جلاب آور ہے مگر شدید گرم ہے۔ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک کرنے کا ارشاد فرمایا۔

۳ سناء ۔ سرزمین حجاز کی نبات ہے۔ یہ عمدہ قسم کی جلاب آور دواء ہے۔ دل کو تقویت دیتی اور سوداوی امراض کے لئے خصوصاً مفید ہے۔ اس کی تعریف مبالغہ کی حد تک فرمائی۔ ان شاء اللہ فائدہ بھی مبالغہ کی حد تک ہوگا۔ (ع) سناء کا فائدہ جہاں صفراء سوداء

اور بلغمی امراض میں ہے تو دوسری طرف سوداء سے پیدا ہونے والے وساوس میں بھی مفید ہے۔

حرام سے علاج مت کرو

۴۴۳۳/۲۵ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ الدَّآءَ وَالدَّوَاءَ وَجَعَلَ لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءً فَتَدَاوَوْا وَلَا تَدَاوَوْا بِحَرَامٍ۔ (رواہ ابوداود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٢٠٦ الحديث رقم ٣٨٧٤۔

ترجمہ: حضرت ابوالدارداؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مرض وشفاء اتارے ہیں۔ اور ہر مرض کے لئے دواء مقرر فرمائی ہے۔ پس تم دوائی کرو مگر حرام سے علاج نہ کرو۔

تشریح ۞ تداووا۔ تمہارا کام دواء کرنا ہے' شفاء اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

۲ بحرام ۔ مطلق حرام اشیاء اور خصوصاً شراب سے علاج کی ممانعت میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں روایت ابن مسعودؓ میں ہے کہ حرام میں شفاء نہیں اور روایت ابوداؤد میں شراب کو بیماری فرمایا گیا ہے۔ پس حرام سے تداوی درست نہیں (ع) بعض فقہاء نے حاذق اطباء کے اتفاق پر کہ جب اس بیماری کا کوئی اور علاج نہ ہو تو اس سے علاج کی اجازت دی ہے مگر ایسے حاذق نایاب ہیں۔

خبیث دواء کی ممانعت

۴۴۳۴/۲۶ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّوَآءِ الْخَبِیْثِ۔

(رواہ احمد وابوداود والترمذی وابن ماجۃ)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٢٣٦ الحديث رقم ٣٨٧٠' والترمذی فی السنن ٤/٣٣٩ الحديث رقم ٢٠٤٥' وابن ماجه فی ٢/١١٤٥ الحديث رقم ٣٤٥٩' وأحمد فی المسند ٢/٣٠٥۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے خبیث دواء سے منع فرمایا ہے۔

(ابوداؤد، ترمذی، احمد)

تشریح ۞ اس کے دو معنی ہیں: ۱: پلید وحرام۔ اس معنی کے لحاظ سے ایسی دوا کا استعمال مکروہ تحریمی ہے۔ ۲: بدبودار، بدذائقہ جس سے طبیعت کو گھن آئے اور جب دوا سے طبیعت کو گھن آئے اس سے فائدہ بھی نہایت کم ہوگا۔ اس لحاظ سے یہ مکروہ تنزیہی ہے (ع)

دموی سر درد کا علاج

۴۴۳۵/۲۷ وَعَنْ سَلْمٰی خَادِمَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ مَا كَانَ اَحَدٌ یَشْتَكِیْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَجْعًا فِیْ رَأْسِهٖ اِلَّا قَالَ احْتَجِمْ وَلَا وَجْعًا فِیْ رِجْلَیْهِ اِلَّا قَالَ اخْتَضِبْهُمَا۔

(رواہ ابوداود)

أخرجه أبو داؤد فی السنن ٤/١٩٤ الحديث رقم ٣٨٥٨' وأحمد فی المسند ٦/٤٦٢۔

ترجمہ: جناب رسول اللہ ﷺ کی خادمہ سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب بھی آپ ﷺ سے کوئی سر درد کی شکایت کرتا تو آپ ﷺ اسے سینگی لگوانے کا حکم فرماتے اور جو شخص پاؤں کے درد کی شکایت کرتا تو آپ ﷺ اسے مہندی لگانے کا حکم فرماتے، یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ سلمی: ۱: حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا جلیل القدر صحابیہ ہیں یہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ لونڈی اور آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کی زوجہ اور اولادِ فاطمہؓ اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی دایہ ہیں۔(ع) ۲: پاؤں کے درد کی وجہ سے مردوں کے لئے پاؤں کے نچلے حصہ پر مہندی لگانے کی اباحت ثابت ہو رہی ہے۔ البتہ عورتوں کی مشابہت سے بچنا ضروری ہے۔ یہ روایت اپنے اطلاق کے ساتھ مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے البتہ مردوں کو عورتوں کی مہندی والے مقامات سے حتی الامکان احتراز کرنا ضروری ہے۔(ع)

زخم پر مہندی لگاؤ

۴۴۳۶/۲۸ وَعَنْهَا قَالَتْ مَا كَانَ یَكُوْنُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَرْحَةٌ وَلَا نَكْبَةٌ اِلَّا اَمَرَنِیْ اَنْ اَضَعَ عَلَیْهَا الْحِنَّاءَ۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٣٤٣ الحديث رقم ٢٠٥٤' وابن ماجه فی ٢/١١٥٨ الحديث رقم ٣٥٠٢۔

ترجمہ: حضرت سلمیٰ سے ہی روایت ہے کہ جب کبھی جناب رسول اللہ ﷺ کو کوئی زخم یا خراش پہنچتی تو آپ ﷺ حکم فرماتے کہ میں اس پر مہندی رکھ دوں۔ (ترمذی)

تشریح ۞ قرحة: پھوڑا، پھنسی، نکبت، ضرب یا کاٹنے سے بننے والا زخم۔ ان دونوں بیماریوں کے لئے آپ ﷺ کا معمول مہندی کا لیپ تھا۔ مہندی کی برودت سے جسم کی حرارت اور زخم کی ٹیس سے جو تکلیف ہو وہ دور ہو جاتی ہے۔(ع)

کندھوں کے درمیان سینگی لگوانا

۴۴۳۷/۲۹ وَعَنْ اَبِیْ كَبْشَةَ الْاَنْمَارِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَحْتَجِمُ عَلٰی هَامَتِهٖ

وَبَیْنَ کَتِفَیْهِ وَهُوَ یَقُوْلُ مَنْ اَهْرَقَ مِنْ هٰذِهِ الدِّمَآءِ فَلَا یَضُرُّهٗ اَنْ لَّا یَتَدَاوٰی بِشَیْءٍ۔

(رواه ابو داود و ابن ماجة)

أخرجه أبو داؤد فی السنن ٤/١٩٥ الحديث رقم ٣٨٥٩، وابن ماجه فی ٢/١١٥٢ الحديث رقم ٣٤٨٤۔

ترجمہ: حضرت ابو کبشہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ اپنے سر کی مانگ پر اور کندھوں کے درمیان سینگی لگواتے تھے۔ اور فرماتے تھے جو شخص ان خونوں میں سے کچھ نکلوالے تو اگر وہ کسی بیماری کا علاج نہ کروائے تو اسے دوسری بیماری سے نقصان نہیں پہنچے گا۔

تشریح: ۱: هامته: کھوپڑی۔ کتفیه: دونوں کندھے۔ ۲: ابو کبشہؓ، یہ شام میں مستقل اقامت پذیر صحابہ کرامؓ سے ہیں۔ ۳: هذه الدماء: بظاہر تو دونوں اعضاء سے خون نکلوانا مراد ہے بعض نے مطلق مراد لے کر تمام اعضاء سے خون لینا قرار دیا ہے۔ (ع) ۴: سینگی کی افادیت کو ظاہر کرنے کے لئے تمام امراض کا علاج قرار دیا۔ فاسد خون تمام امراض کا منبع ہے۔ سر اور کندھوں کے درمیان سینگی لگوانا ثابت ہے۔

موچ کا علاج سینگی سے

۴۴۳۸/۳۰ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ عَلٰی وَرِکِهٖ مِنْ وَثْاٍ کَانَ بِهٖ۔

(رواه ابو داود)

أخرجه أبو داؤد فی السنن ٤/١٩٧ الحديث رقم ٣٨٦٣، والنسائی فی ٥/١٩٣ الحديث رقم ٢٨٤٨، وابن ماجه فی ٢/١١٥٣ الحديث رقم ٣٤٨٥۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے اپنی ران کے بالائی حصہ پر سینگی لگوائی۔ اس موچ کی وجہ سے جو آپ ﷺ کو پہنچی تھی۔ (ابوداؤد)

تشریح: وثا: عضو کے ٹوٹنے کے بغیر اس سے پہنچنے والی تکلیف موچ، ٹھوکر، گوشت کا اندرونی زخم۔ (مرقات، طیبی) روایت میں اندرونی زخم کا معنی زیادہ منا ب معلوم ہوتا ہے۔

فرشتوں کا قول سینگی لگواؤ

۴۴۳۹/۳۱ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ حَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لَیْلَةٍ اُسْرِیَ بِهٖ اَنَّهٗ لَمْ یَمُرَّ عَلٰی مَلَاٍ مِنَ الْمَلٰٓئِکَةِ اِلَّا اَمَرُوْهُ مُرْ اُمَّتَكَ بِالْحِجَامَةِ۔

(رواه الترمذی وابن ماجه وقال الترمذی هذا حديث حسن غريب)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٣٤٢ الحديث رقم ٢٠٥٢۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے لیلۃ المعراج کے متعلق بیان کرتے ہوئے فرمایا

کہ میرا گزر فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے ہوا انہوں نے یہی کہا کہ آپ ﷺ اپنی امت کو سینگی لگوانے کا حکم فرمائیں۔ یہ روایت ابن ماجہ اور ترمذی نے نقل کی اور اس کو حسن غریب کہا جاتا ہے۔

تشریح ❁ **الحجامة**: سینگی سے خون نکلوانا، اس روایت سے سینگی کی افادیت ظاہر ہو رہی ہے کیونکہ سینگی جلد کے تمام اطراف سے خون نکالتی ہے۔ گرم علاقوں میں خصوصاً یہ انتہائی مفید ہے۔ ۲: **مر امتك**: فرشتوں نے سینگی کے سلسلہ میں مبالغہ کیا اس کی ایک وجہ تو اوپر مذکور ہوئی، دوسری علامہ طیبی نے لکھی ہے کہ خون فوائد حیوانیہ کا منبع ہے اور فوائد حیوانیہ مکاشفاتِ غیبیہ میں آڑ ہیں تو جب فصد سے خون میں کمی آجائیگی تو مکاشفاتِ غیبیہ کا باب کھل جائے گا۔ (ط۔ع)

مینڈک کو دوا میں استعمال کرنے ممانعت

۳۲/۴۴۴۰ وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عُثْمَانَ اَنَّ طَبِيْبًا سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ضِفْدَعٍ يَجْعَلُهَا فِيْ دَوَاءٍ فَنَهَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِهٖ۔ (رواه ابوداود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٢٠٣، الحدیث رقم ٣٨٧١، والسنائی فی ٧/٢١٠ الحدیث رقم ٤٣٥٥، وأحمد فی المسند ٣/٤٥٣۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمان بن عثمان ؓ سے روایت ہے کہ ایک طبیب نے جناب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا مینڈک کو دواء میں استعمال کرلیا جائے تو آپ ﷺ نے اس کے مارنے سے منع فرمایا۔ (ابوداؤد)

تشریح ❁ **عبدالرحمان**: یہ حضرت طلحہ کے بھتیجے ہیں۔ بیعت رضوان یا فتح مکہ کے روز اسلام لائے۔ ابن زبیر ؓ کے ساتھ شہادت پائی۔

ضفدع: ممانعت قتل سے مراد یہاں دواء میں استعمال کی حرمت بیان کرنا ہے۔ (ع) ۲: قاضی کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مینڈک کے قتل سے شاید اس لئے منع فرمایا کہ اس سے علاج کرنا مناسب نہیں کہ نجس اور حرام ہے۔ اور حرام سے علاج جائز نہیں یا کراہت طبع کی وجہ سے منع فرمایا۔ (ع)

سینگی کی خاص تواریخ

۳۳/۴۴۴۱ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَجِمُ فِي الْاَخْدَعَيْنِ وَالْكَاهِلِ (رواه ابوداود وزاد الترمذی وابن ماجه) وَكَانَ يَحْتَجِمُ لِسَبْعَ عَشَرَةَ وَتِسْعَ عَشَرَةَ وَاِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ۔

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/١٩٥ الحدیث رقم ٣٨٦٠، والترمذی فی ٤/٣٤١ الحدیث رقم ٢٠٥١، وابن ماجه فی ٢/١١٥٢ الحدیث رقم ٣٤٨٣، وأحمد فی المسند ٣/١١٩۔

ترجمہ: حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے دونوں رگوں اور دونوں کندھوں کے مابین سینگی لگواتے۔ یہ ابوداؤد اور ترمذی کی روایت ہے۔ اور ابن ماجہ نے یہ اضافہ نقل کیا ہے۔ کہ آپ ﷺ ان تواریخ، سترہ، انیس

اور اکیس میں (عموماً) سینگی لگواتے۔

تشریح ۞ ۱: اس روایت اور بعد والی دو روایات میں سینگی کے متعلق طاق تواریخ کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ طاق کی رعایت مناسب ہے۔ نیز ان تواریخ میں خون کا جوش اعتدال پر ہونے کی بناء پر جسم کو زیادہ فائدہ ہوگا۔ (ع)

تین میں سے ایک تاریخ کو لگواؤ

۳۴/۴۴۴۲ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَسْتَحِبُّ الْحِجَامَةَ لِسَبْعَ عَشْرَةَ وَتِسْعَ عَشْرَةَ وَاِحْدٰی وَعِشْرِیْنَ۔ (رواه فی شرح السنة)

أخرجه البغوی فی شرح السنة ۱۲/ ۱۵۰ الحدیث رقم ۳۲۲۵۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سترہ، انیس اور اکیس تواریخ میں سینگی لگوانا پسند تھا۔ یہ شرح السنہ کی روایت ہے۔

ہر مرض سے حفاظت کا نسخہ

۳۵/۴۴۴۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ احْتَجَمَ لِسَبْعَ عَشْرَةَ وَتِسْعَ عَشْرَةَ وَاِحْدٰی وَعِشْرِیْنَ کَانَ شِفَآءً مِنْ کُلِّ دَآءٍ۔ (رواه ابوداود)

أخرجه أبو داؤد فی السنن ٤/ ١٩٦ الحدیث رقم ٣٨٦١۔

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی سترہویں، انیسویں اور اکیسویں تاریخ کو بھری ہوئی سینگی کھچوائے اس کو ہر بیماری سے شفاء حاصل ہوتی ہے''۔

منگل کے دن سینگی کی ممانعت

۳۶/۴۴۴۴ وَعَنْ کَبْشَةَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرَةَ اَنَّ اَبَاهَا کَانَ یَنْهٰی اَهْلَهٗ عَنِ الْحِجَامَةِ یَوْمَ الثُّلَثَاءِ وَیَزْعَمُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ یَوْمَ الثُّلَثَاءِ یَوْمُ الدَّمِ وَفِیْهِ سَاعَةٌ لَا یَرْقَأُ۔ (رواه ابوداود)

أخرجه أبو داؤد فی السنن ٤/ ١٩٦ الحدیث رقم ٣٨٦٢۔

ترجمہ: حضرت کبشہ بنت ابی بکرہ سے روایت ہے کہ میرے والد اپنے گھر والوں کو منگل کے روز سینگی لگوانے سے منع فرماتے اور وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق گمان کرتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منگل کو (گردش) خون کا دن قرار دیا اور فرمایا اس میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ جس میں خون نہیں رکتا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

بدھ اور ہفتہ کے دن سینگی کی ممانعت

۴۴۴۵/۳۷وَعَنِ الزُّهْرِيِّ مُرْسَلاً عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ احْتَجَمَ يَوْمَ الْاَرْبِعَاءِ اَوْ يَوْمَ السَّبْتِ فَاَصَابَهُ وَضَحٌ فَلَا يَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهُ۔ (رواہ احمد وابوداود وقال وقداسند ولایصح)

البغوی فی شرح السنة تعلیق ۱۲/۱۵۱۔

ترجمہ :امام زہری سے مرسل روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بدھ یا ہفتہ کوسینگی لگوائی پھر وہ برص کا شکار ہوجائے تو اسے اپنے آپ کو ملامت کرنی چاہیے۔ یہ احمد، ابوداؤد کی روایت ہے اس کی سند درست نہیں۔

تشریح ❁ ہمارے نزدیک مرسل حجت ہے اور تمام ناقدین کے ہاں بھی اور مرسل کے ہم معنی اگر کوئی متابع روایت آجائے تو اس سے مرسل کو قوت حاصل ہوجاتی ہے۔(ع)

ہر مرض کا عادی سبب

۴۴۴۶/۳۸وَعَنْهُ مُرْسَلاً قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ احْتَجَمَ اَوِاطَّلٰى يَوْمَ السَّبْتِ اَوِالْاَرْبِعَاءِ فَلَا يَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهُ فِي الْوَضَحِ۔ (رواہ فی شرح السنة)

أخرجه البغوی فی شرح السنة ۱۲/۱۵۱ الحدیث رقم ۳۲۳۵۔

ترجمہ :امام زہری سے مرسلاً نقل کیا گیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے ہفتہ یا بدھ کے روز سینگی لگوائی یا بدن کے کسی عضو پر لیپ کیا اور وہ برص کا شکار ہوجائے تو اسے اپنے نفس ہی کو ملامت کرنی چاہیے۔ یہ شرح السنہ کی روایت ہے۔

تشریح ❁ بعض نسخوں میں سینگی کی روایات مرسل ہیں، متابع روایات سے عموم ثابت ہے۔ پس کسی سے متعلق ممانعت کی کوئی چیز شرعاً ثابت نہ ہوئی۔ (سفرالسعادت)

بہتی آنکھ کا دم

۳۹/۴۴۴۷ وَعَنْ زَيْنَبَ امْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ رَاٰى فِيْ عُنُقِيْ خَيْطًا فَقَالَ مَاهٰذَا فَقُلْتُ خَيْطٌ رُقِيَ لِيْ فِيْهِ قَالَتْ فَاَخَذَهُ فَقَطَعَهُ ثُمَّ قَالَ اَنْتُمْ اٰلُ عَبْدِ اللّٰهِ لَاَغْنِيَاءُ عَنِ الشِّرْكِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الرُّقٰى وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ فَقُلْتُ لِمَ تَقُوْلُ هٰكَذَا لَقَدْ كَانَتْ عَيْنِيْ تَقْذِفُ وَكُنْتُ اَخْتَلِفُ اِلٰى فُلَانِ الْيَهُوْدِيِّ فَاِذَا رَقَاهَا سَكَنَتْ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اِنَّمَا ذٰلِكَ عَمَلُ الشَّيْطَانِ كَانَ يَنْخَسُهَا بِيَدِهٖ فَاِذَا رُقِيَ كَفَّ عَنْهَا اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكِ اَنْ تَقُوْلِيْ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَذْھِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُ کَ شِفَآءً لَایُغَادِرُ سَقَمًا۔ (رواہ ابو داود)

أخرجه أبو داؤد في السنن ٤/٢١٢ الحديث رقم ٣٨٨٣' وابن ماجه في ٢/١١٦٦ الحديث رقم ١/٣٨١۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ کی زوجہ محترمہ حضرت زینبؓ سے روایت ہے کہ عبداللہ نے میری گردن میں ایک دھاگہ دیکھا تو انہوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ میں نے کہا یہ دم کیا ہوا دھاگہ ہے۔تو عبداللہ نے اسے لے کر ٹکڑے کر دیا پھر فرمایا تم آل عبداللہ! شرک سے بے نیاز ہو۔میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ بلاشبہ دم،تعویذات اور جادو کے ٹوٹکے شرک ہیں۔میں نے کہا آپ یہ بات کس طرح کہہ رہے ہیں؟ میری آنکھ بہتی تھی اور میں یہودی کے پاس جایا کرتی تھی پس جب اس نے دم کیا تو آنکھ کو آرام حاصل ہوا۔تو اس پر عبداللہ کہنے لگے یہ شیطان کی شرارت تھی شیطان اسے اپنے ہاتھ سے چوک لگاتا تھا (تو وہ دکھتی تھی) جب دم کیا گیا تو وہ اس سے باز آیا۔کیا تمہارے لئے یہ کافی نہ تھا جو جناب رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے:''اے لوگوں کے رب تو اس تکلیف کا ازالہ فرما' تو شفاء دے کیونکہ شفاء تو ہی ہے۔تیری شفاء کے سوا کوئی شفاء نہیں ایسی شفاء عنایت ہو جو بیماری کو ملیا میٹ کر دے'' (ابوداؤد)

تشریح ۞ **تمائم**: تمائم جمع تمیمة ،منکا،زمانہ جاہلیت میں بچوں کے گلے میں نظر بد سے اس کی حفاظت کے لئے گلے میں لٹکایا جاتا تھا۔اب تعویذ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔جس تعویذ میں پاکیزہ کلمات ہوں بعض علماء اس کو نادرست کہتے ہیں مگر روایت عبداللہ بن عمروؓ سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔(ع)

۲ **التولة**: یہ جادو کی ایک قسم ہے جس کو مشرکین کرتے تھے۔یہ ڈوری یا کاغذ میں سحر کی ایک قسم ہے جو مرد وعورت کی محبت کے لئے کی جاتی تھی۔(م)

۳ **تقذف**: مجہول کے صیغہ سے ہو تو مطلب ہوگا کہ آنکھ شدت درد سے گویا باہر نکلتی معلوم ہوتی تھی۔اگر معروف کا صیغہ ہو تو آنکھ آنسو اور میل کو پھینکتی تھی۔

۴ **عمل الشیطان**: آنکھ کے دکھنے اور یہودی کے دم سے آرام کو عمل شیطان سے تعبیر فرمایا۔پھر آنکھ کی درد کے لئے انہوں نے ایک دعا سکھائی۔

۵ **ینخسھا**: (ا) دفع کرنا،حرکت کرنا: **کف** ۔ رکنا اور روکنا۔یعنی اپنی شرارت کو شیطان روک لیتا یا وہاں سے ہٹ جاتا۔

۶ **سقم وسقام** ۔ بیماری۔(ع)

۷ اس روایت میں کافر کے شرکیہ تعویذ گنڈوں سے بچنے اور اس کے بچاؤ کے لئے دعائیں پڑھنے کی تلقین کی گئی ہے۔

نشرہ شیطانی حرکت ہے

۴۴۴۸/۴۰ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سُئِلَ النَّبِیُّ ﷺ عَنِ النُّشْرَةِ فَقَالَ ھُوَ مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ۔ (رواہ ابوداود)

أخرجه أبو داوٗد في المسند ٤/ ٢٠١ الحديث رقم ٣٨٦٨' وأحمد في المسند ٣/ ٢٩٤۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے "نشرہ" کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ شیطانی حرکت ہے۔

تشریح النشرة :دم کرنا، وہ دم جس میں شرکیہ کلمات ہوں اسی وجہ سے اسے عمل شیطان کہا گیا۔اس سے وہ رقیہ مراد ہے جو جاہلیت میں بتوں اور شیاطین کے اسماء پر مشتمل ہوتا تھا فارسی زبان میں ہو یا کسی اور زبان میں ہو جس کا معنی سمجھ میں نہ آتا ہو' یہ مجنون اور مریض اور آسیب زدہ کے لئے استعمال کیا جاتا تھا اس سے روک دیا گیا۔

حرام و مشتبہ سے بچا جائے

۴۴۴۹/۴۱ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا اُبَالِيْ مَا اَتَيْتُ اَنْ اَنَا شَرِبْتُ تِرْيَاقًا اَوْ تَعَلَّقْتُ تَمِيْمَةً اَوْقُلْتُ الشِّعْرَ مِنْ قِبَلِ نَفْسِيْ۔ (رواہ ابو داود)

أخرجه أبو داوٗد في السنن ٤/ ٢٠١ الحديث رقم ٣٨٦٩' وأحمد في المسند ٢/ ١٦٧۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو فرماتے سنا کہ اگر میں تریاق کا استعمال کروں یا تعویذ لٹکاؤں یا شعر کہوں تو ان لوگوں میں شامل ہو جاؤں گا (جو حلال و حرام کی تمیز کیے بغیر ہر کام کر گزرتے ہیں) یعنی میں ہرگز یہ کام نہ کروں گا۔

تشریح ما ابالي :یعنی مجھے پرواہ نہیں۔مطلب یہ ہے کہ اگر ان اشیاء میں سے ایک بات بھی مجھ سے صادر ہو تو پھر میں ان لوگوں میں سے ہوں جو کسی چیز کے کرنے کی پرواہ نہیں کرتے اور کسی غیر مشروع چیز سے گریز نہیں کرتے مقصد یہ ہے کہ یہ کام کرنا ایسے شخص کو بھاتا ہے جو بے پرواہ اور غیر شرعی کام کرنے میں شتر بے مہار ہو۔آپ ﷺ سے ان چیزوں کو اس لئے برا قرار دیا کہ تریاق میں گوشت اور شراب ڈالی جاتی ہے البتہ اگر ایسا تریاق پایا جائے جس میں حرام کا استعمال نہ ہو تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں مگر بعض علماء نے کہا کہ ایسے تریاق کا ترک بھی اولیٰ ہے کیونکہ حدیث مطلق ہے۔ تمیمه سے مراد جاہلیت کے منتر، منکے اور ناخن وغیرہ ہیں البتہ جو دم اسماء باری تعالیٰ سے کیا جائے وہ درست ہے۔الشعر او قلعت یعنی قصداً کوئی شعر کہوں یہ بات میں نے اس لئے فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:وما علمناه الشعر ...... اور اگر بلا قصد اور بالا اختیار کلام موزوں زبان سے نکلے تو نہ شعر ہے اور نہ یہ عرف و اصطلاح کے اندر مذموم ہے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو معصوم بنایا اور اشعار کہنا آپ ﷺ کے لائق قرار نہ دیا۔یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے دیگر احباب کے لئے شعر دوسرے کلاموں کی طرح ہے کہ اگر مضمون درست ہو تو درست اور اگر مضمون برا ہو تو برا اور اگر توجہ باطن اس کی طرف لگی ہوئی ہو اور عمر ضائع کر رہا ہو اور کار کثیر سے مانع ہو تو یہ ممنوع ہے۔ابن الملک کہتے ہیں کہ شعر کہنا، تریاق پینا اور تمائم کا لٹکانا حرام ہے البتہ امت کے لئے تمائم اور شعر کا کہنا حرام نہیں جبکہ اشعار میں جھوٹ موٹ مسلمان کی بدگوئی اور دیگر گناہ کی بات نہ ہو اسی طرح وہ تریاق جو شراب اور سانپ کے گوشت سے نہ بنا ہو (ع۔ج)

دَم کمال توکل کے خلاف ہے

۴۲/۴۴۵۰ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اكْتَوٰى اَوِاسْتَرْقٰى فَقَدْ بَرِئَ مِنَ التَّوَكُّلِ۔ (رواه احمد والترمذی وابن ماجة)

أخرجه الترمذی فی السنن ٣٤٤/٤، الحديث رقم ٢٠٥٥، وابن ماجه فی ١١٥٤/٢ الحديث رقم ٣٤٨٩، وأحمد فی المسند ٢٤٩/٤۔

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے داغ لگایا یا دم کروایا اس نے توکل سے بیزاری اختیار کی۔ (احمد، ترمذی وابن ماجہ)

تشریح ۞ من اکتوٰی : داغ اور دم اگرچہ مباح ہیں مگر توکل کا مقام اس سے بلند ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ومن يتوكل على الله فهو حسبه﴾ اور جو شخص اسباب میں زیادہ مبالغہ کرتا ہے وہ اللہ سے غافل ہو جاتا ہے۔ امام غزالیؒ نے فرمایا کہ جو کوئی اپنا دروازہ دو قفلو یا ایک قفل سے بند کرے اور پھر ہمسایہ کو بھی حفاظت کر لیے کہے وہ توکل کے دائرہ سے نکل گیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تمائم سے پرہیز کرتے تھے

۴۳/۴۴۵۱ وَعَنْ عِيْسَى ابْنِ حَمْزَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُكَيْمٍ وَبِهٖ حُمْرَةٌ فَقُلْتُ اَلَا تُعَلِّقُ تَمِيْمَةً فَقَالَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَلَّقَ شَيْئًا وُكِّلَ اِلَيْهِ۔

(رواه ابوداود)

أخرجه الترمذی فی السنن ٣٥٢/٤ الحديث رقم ٢٠٧٢، وأحمد فی المسند ٣١٠/٤۔

ترجمہ: حضرت عیسیٰ بن حمزہ سے روایت ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عکیمؓ کی خدمت میں گیا تو انہیں سرخی کی مرض میں مبتلا پایا۔ میں نے اس سے پوچھا آپ تعویذ کیوں نہیں لٹکاتے تو انہوں نے کہا میں اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے (بطور تعویذ) کوئی چیز لٹکائی وہ اسی کے حوالہ کر دیا جاتا ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

دَم دو چیزوں کا ہے

۴۴/۴۴۵۲ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَارُقْيَةَ اِلَّا مِنْ عَيْنٍ اَوْ حُمَةٍ۔

(رواه احمد والترمذی وابوداود ورواه ابن ماجه عن بريدة)

أخرجه أبو داؤد فی السنن ٢١٣/٤ الحديث رقم ٣٨٨٤، والترمذی فی ٣٤٥/٤ الحديث رقم ٢٠٥٧، وأحمد فی المسند ٤٣٦/٤ ۔ أخرجه ابن ماجه فی السنن ١١٦١/٢ الحديث رقم ٣٥١٣۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دم تو نظر بد یا ڈنگ کا ہے۔ یہ احمد، ترمذی اور ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ لَا رُقْیَةَ: اس روایت میں دو چیزوں کو خصوصی طور پر دم کے قابل قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس میں ابتلاء عام ہے۔ ڈنگ سے یہاں بچھو وغیرہ کا ڈنگ مارنا ہے ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس نے ڈس لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جوتا لے کر اس کی مرمت کردی فرمایا: ((لعن اللّٰه العقرب ما یدع نبیا و لا غیره))۔

نظر بد، زہر، خون کے لئے دم

۴۵/۴۴۵۳ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا رُقْیَةَ اِلَّا مِنْ عَیْنٍ اَوْ حَمَةٍ اَوْدَمٍ۔ (رواه ابوداود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٢١٦ الحديث رقم ٣٨٨٩۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دم تو نظر بد یا زہریلے ڈنگ یا خون کا ہوتا ہے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ لَا رُقْیَةَ: اس روایت میں گزشتہ روایت سے ایک لفظ زائد آیا ہے علماء نے اس سے ا: نکسیر مراد لی ہے۔ ۲: اگر عموم پر رکھا جائے کہ تمام امراض جو روانی خون یا فساد خون کا باعث بنتی ہیں تو بھی درست ہے۔ اور روایت ابوداؤد میں الفافی نفس آیا ہے الامن عین کا تذکرہ نہیں اور دم کی بجائے او لدغة ڈسنا، دانتوں سے کاٹنا آیا ہے۔ علماء نے نفس سے تو نظر مراد لی اور ڈسنے سے سانپ وغیرہ لیا ہے اور دم ہر دکھ و بیماری کو فائدہ مند ہے دانت درد سر درد وغیرہ صحیح مسلم میں حضرت جبرائیل علیہ السلام سے یہ دم کیا "بسم اللّٰه ارقیك من كل داءٍ یو ذیك " (مسلم) پس اس روایت میں دو یا پچھلی روایت میں دو میں حصر مبالغہ کے لئے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس چیزوں میں دم زیادہ بہتر اور نفع بخش ہے بہ نسبت اور چیزوں کے جو لوگوں میں معروف و مشہور ہیں۔

اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت کر سکتی تو وہ نظر ہوتی

۴۶/۴۴۵۴ وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ عُمَیْسٍ قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ وُلْدَ جَعْفَرٍ یَسْرَعُ اِلَیْهِمُ الْعَیْنُ اَفَاَسْتَرْقِیْ لَهُمْ قَالَ نَعَمْ فَاِنَّهٗ لَوْ كَانَ شَیْءٌ سَابَقَ الْقَدْرَ لَسَبَقَتْهُ الْعَیْنُ۔

(رواه احمد والترمذی وابن ماجه)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٣٤٦ الحديث رقم ٢٠٥٩، وابن ماجه فی ٢/١١٦٠ الحديث رقم ٣٥١٠، وأحمد فی المسند ٦/٤٣٨۔

ترجمہ: حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جعفر کی اولاد کو جلد نظر لگ جاتی ہے کیا میں اس کو دم کروالوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جی ہاں کیونکہ اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت کرتی تو وہ نظر ہوئی یعنی نظر کے لئے دم درست ہے۔

تشریح ۞ یسرع الیهم العین: جیسا کہ بعض کی نگاہ حسد اور خبث طبیعت کی وجہ سے ضرر پہنچاتی ہے تو اسی طرح عفاین دو فصلین کی نگاہ نگاہ کا سیر کی طرح نفع بخش ہوتی ہے کہ کافر کو مؤمن اور فاسق کو صالح اور جاہل کو عالم بنا دیتی ہے۔ (ع)

غلہ کا دَم حفصہ رضی اللہ عنہا کو سکھاؤ

۴۴۵۵/۴۷ وَعَنِ الشِّفَاءِ بِنْتِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَتْ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا عِنْدَ حَفْصَةَ فَقَالَ اَلَا تُعَلِّمِيْنَ هٰذِهٖ رُقْيَةَ النَّمْلَةِ كَمَا عَلَّمْتِيْهَا الْكِتَابَةَ۔ (رواه ابو دود)

أخرجه أبو داؤد في السنن ٤/٢١٥ الحديث رقم ٣٨٨٧' وأحمد في المسند ٦/٣٧٢۔

ترجمہ: حضرت شفاء بنت عبداللہؓ کہتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ اس وقت تشریف لائے جبکہ میں حضرت ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کے ہاں تھی آپ ﷺ سے مجھے فرمایا تم اسے غلہ یعنی پھنسی کا دم کیوں نہیں سکھا دیتیں جیسا کہ تم سے اس کو لکھنا سکھایا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ الشفاء: یہ شفاء عبداللہ بن شمس قرشیہ عدویہ ہے۔ اس کا نام لیلیٰ اور لقب شفاء ہے جو کہ معروف عام ہے یہ ہجرت سے پہلے اسلام لائیں یہ نہایت عاقلہ، فاضلہ صحابیات سے تھیں آپ ﷺ اس کے ہاں تشریف لے جا کر قیلولہ فرماتے یہ آپ ﷺ کے لئے بچھونے اور ازار تیار کر کے رکھتیں تا کہ آرام کے وقت آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کریں۔ النملة: وہ پھنسیاں ہیں جسم پر نکلنے کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے سوئیاں چل رہی ہوں۔ یہ شفاء اس کا دم کرتی تھیں جب مسلمان ہو کر یہ مدینہ آئیں تو عرض کرنے لگیں کہ میں ایام جاہلیت میں غلہ مرض کا دم کیا کرتی تھی وہ میں آپ ﷺ کو سناتی ہوں چنانچہ انہوں نے سنایا تو آپ ﷺ سے اس کو جائز قرار دیا۔ اور ارشاد فرمایا اسے حفصہ رضی اللہ عنہا کو سکھا دو۔ بعض نے کہا کہ یہ بات آپ ﷺ سے حفصہ رضی اللہ عنہا کو بطور تعریض فرمائی۔ کیونکہ انہوں نے آپ کا راز ظاہر کر دیا تھا۔ وہ واقعہ سورہ تحریم میں مذکور ہے۔ غلہ کا دم عرب کی تمام عورتوں میں امعروف تھا۔ رقیہ سملہ حقیقیہ میں تو بعض خرافات تھیں اور آپ نے اس سے منع فرمایا تھا پھر اس کے آگے سکھانے کا حکم فرماتے وہ حکمات یہ ہیں: العروس تنتعل وتختضب و تكتحل و كل شئ تاعل غير اس تعصى الرجل۔ حاصل کلمات یہ ہیں کہ عورت سب کچھ کر سکتی ہے مگر خاوند کی نافرمانی نہیں کر سکتی۔ پس آپ ﷺ سے بطور تادیب و تعریض فرمایا جب انہوں نے افشاء راز سے نافرمانی کی۔ الکتابة: بعض روایات میں لکھنا سکھانے کی ممانعت آئی ہے بعض نے کہا جواز نہی سے پہلے کا ہے۔ بعض نے کہا ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن بعض احکام میں خاص تھیں۔ پس کتابت اس کے ساتھ خاص ہے۔ دوسری عورتوں میں باعث اتنہ ہے خطابی کہتے ہیں کہ یہ دلیل ہے کہ عورتوں کو کتابت سکھانا مکروہ ہے۔ بعض نے کہا کہ اس زمانہ کی عورتوں کے لئے جائز اور بعد والیوں کے نہیں اور بعض نے حضرت حفصہؓ سے خاص کیا اوروں کے لئے نہیں۔ (ع۔ ح)

سہل کو نظر بد کا لگنا

۴۴۵۶/۴۸ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ رَاٰی عَامِرُبْنِ رَبِيْعَةَ سَهْلَ بْنَ حُنَيْفٍ يَغْتَسِلُ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَارَاَيْتُ كَالْيَوْمِ وَلَاجِلْدَ مُخَبَّاَةٍ قَالَ فَلُبِطَ سَهْلٌ فَاُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيْلَ لَهٗ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ لَّكَ فِیْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ وَاللّٰهِ مَا يَرْفَعُ رَاْسَهٗ فَقَالَ هَلْ تَتَّهِمُوْنَ لَهٗ اَحَدًا فَقَالُوْا نَتَّهِمُ عَامِرَ بْنَ رَبِيْعَةَ قَالَ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامِرًا فَتَغَلَّظَ عَلَيْهِ وَقَالَ عَلَامَ يَقْتُلُ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ اِلَّا بَرَّكْتَ اِغْتَسِلْ لَهٗ فَغَسَلَ لَهٗ عَامِرٌ وَجْهَهٗ وَيَدَيْهِ وَمِرْفَقَيْهِ وَرُكْبَتَيْهِ وَاَطْرَافَ رِجْلَيْهِ وَدَاخِلَةَ اِزَارِهٖ فِیْ قَدَحٍ ثُمَّ صُبَّ عَلَيْهِ فَرَاحَ مَعَ النَّاسِ لَيْسَ لَهٗ بَاْسٌ (رواه فی شرح السنة ورواه مالك وفی روايته قال) اِنَّ الْعَيْنَ حَقٌّ تَوَضَّاْلَهٗ فَتَوَضَّاَلَهٗ۔

أخرجه مالك فی الموطأ ۲/۹۳۹ الحديث رقم ۲ من كتاب العين۔ وابن ماجه ۲/۱۱۶۰ الحديث رقم ۳۵۱۱' وأحمد فی المسند ۳/۴۸۶۔ أخرجه الترمذی فی السنن ۴/۳۴۵ الحديث رقم ۲۰۵۸' والنسائی فی ۸/۲۷۱ الحديث رقم ۵۴۹۴' وابن ماجه فی ۲/۱۱۶۱ الحديث رقم ۳۵۱۱۔

ترجمہ: حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیفؓ سے روایت ہے کہ سہل کو عامر بن ربیعہؓ نے غسل کرتے دیکھا تو کہنے لگے میں نے آج تک اس جیسی بلا کسی پردہ نشین کی بھی نہیں دیکھی (اس کے کہنے کے فوراً بعد سہل زمین پر گر پڑے اور اس کو (اٹھا کر) جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا اور آپ ﷺ نے عرض کیا گیا آپ ﷺ کو سہل کے صحت یاب ہونے کی خواہش ہے وہ تو (بے ہوشی کی وجہ سے) سر اوپر نہیں اٹھاتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا اس کے متعلق کسی پر بدگمانی ہے انہوں نے کہا ہم عمر بن ربیعہ پر الزام دھرتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ سے عامر کو بلایا اور اس پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تم اپنے بھائی کو کیوں قتل کرتے ہو تم سے اس کے لئے برکت کی دعا کیوں نہ کی۔ جاؤ اس کی خاطر تم غسل کرو عامر نے اپنے چہرہ اور دونوں گھٹنے اور اپنے پاؤں اور زیر ازار حصہ ایک بڑے پیالے میں دھویا پھر وہ پانی اس پر ڈال دیا گیا تو وہ لوگوں کے ساتھ اسی وقت چل دیے کہ انہیں کوئی تکلیف نہ تھی۔ یہ شرح السنہ کی روایت ہے اور امام مالک سے یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ بلاشبہ نظر حق ہے تم اس کے لئے وضو کرو، وضو کرو۔

تشریح ۞ فَغَسَلَ لَهٗ عَامِرٌ وَجْهَهٗ : امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نظر لگانے والے کو اعضاء وضو کے دھونے کا علماء نے یہ طریقہ لکھا ہے پانی کا پیالہ لے کر اسے زمین پر نہ رکھا جائے نظر لگانے والا اس میں سے پانی لے کر کلی کرے اور کلی کا پانی پیالے میں ڈالے پھر اس میں پانی لے کر وہ اپنا منہ دھوئے پھر بائیں ہاتھ میں پانی لے کر دائیں ہتھیلی کو دھوئے۔ پھر دائیں ہاتھ میں پانی لے کر اس سے بائیں ہتھیلی دھوئے۔ پھر دائیں ہاتھ میں پانی لے کر بائیں کہنی دھوئے۔ اور کہنی اور ہتھیلی کے درمیانی حصہ کو نہ دھوئے۔ پھر دایاں قدم پھر بایاں قدم پھر دایاں گھٹنا پھر بایاں گھٹنا سابقہ طریق سے دھوئے۔ یہ تمام اعضاء پیالے میں دھوئے یعنی دھونے سے جو انی مستعمل ہوا وہ پیالے میں پڑے پھر تہبند کے اندر سے دھوئے جب یہ تمام اعضاء دھو چکے تو پچھلی جانب

سے مریض عین کے سر پر ڈالے۔اس طرح کے علاج اسرار و حکمتوں سے ہیں۔محض عقل ان کو معلوم کرنے سے عاجز ہے۔
علامہ نووی کہتے ہیں: یہ حکم وجوب کے لئے ہے جس نے نظر لگائی اس پر وضو کے لئے جبر و زبردستی کی جائے گی جیسا کہ صحیح روایت میں ہے۔جب نظر لگنے والے کی ہلاکت کا خطرہ ہو تو اس میں اختلاف کرنا بعید از قیاس ہے۔
قاضی کا قول: اگر کوئی نظر لگانے میں مشہور ہو تو اس سے پرہیز لازم ہے۔بلکہ حاکم وقت کو چاہیے کہ اسے عام لوگوں کے مجمع میں آنے سے روکے۔اور اسے گھر میں رہنے کا حکم دے اگر وہ محتاج ہو تو وظیفہ بقدر کفایت مقرر کر دیا جائے۔کیونکہ اس کا نقصان دینا کھوڑی کے ضرر سے بہت بڑھ کر ہے۔
نووی کا ارشاد: کہنے والے کا قول متعین ہے اس کے خلاف ثابت نہیں۔واللہ اعلم

معوذتین کی فضیلت

۴۴۵۷/۴۹ وَعَنْ اَبِی سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَعَوَّذُ مِنَ الْجَآنِّ وَعَیْنِ الْاِنْسَانِ حَتّٰی نَزَلَتِ الْمُعَوِّذَتَانِ فَلَمَّا نَزَلَتَا اَخَذَبِھِمَاوَتَرَکَ مَاسِوَاھُمَا۔

(رواہ الترمذی و ابن ماجۃ وقال الترمذی ھذا حدیث حسن غریب)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٥/٣٣٣ الحديث رقم ٥١٠٧۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ تو جنات اور انس کی نظر بد سے پناہ طلب کیا کرتے تھے۔یہاں تک کہ معوذات یعنی سورۃ الناس والعلق نازل ہوئیں جب یہ سورتیں نازل ہوئیں تو اس کے ذریعہ پناہ مانگنے لگے اور اس کے علاوہ کو ترک کر دیا۔یہ ابن ماجہ اور ترمذی سے روایت کی اور اسے حسن غریب کہا۔

مغربون یا شیاطین کے چیلے

۴۴۵۸/۵۰ وَعَنْ عَآئِشَۃَ قَالَتْ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلْ رُئِیَ فِیْکُمُ الْمُغَرِّبُوْنَ قُلْتُ وَمَا الْمُغَرِّبُوْنَ قَالَ الَّذِیْنَ یَشْتَرِکُوْنَ فِیْھِمُ الْجِنُّ۔

(رواہ ابو داود وذکر حدیث بن عباس خیر ماتداویتم فی باب الترجل)

أخرجه الترمذی فی ٤/٣٤٢ الحديث رقم ٢٠٥٣۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن جناب رسول اللہ ﷺ سے مجھے فرمایا کیا تم کو (انسانوں) میں مغربون دکھائی دیتے ہیں؟ میں نے عرض کیا وہ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا مغربون وہ لوگ ہیں جس کے ساتھ تو جنات یعنی شیاطین شریک ہوتے ہیں۔یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔اور ابن عباسؓ کی روایت باب الترجل میں گذری ہے۔

تشریح ۞ یَشْتَرِکُوْنَ فِیْھِمُ الْجِنُّ: ان کے نطفہ اور اولاد میں خباثت کی شرکت ہو جاتی ہے کیونکہ اس شخص نے بوقت صحبت اللہ تعالیٰ کا ذکر چھوڑ دیا چنانچہ شیطان اپنا ستر اس کے ستر کے ساتھ ملا کر اس سے جماع کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس

ارشاد میں فرمایا: اس لئے انسان پر اسی طرح لازم ہے جیسا کہ روایات میں وارد ہوا۔ تو بوقت صحبت اس طرح کہے: اللھم جنب الشیطان و جنب الشیطان عما رزقنا ۔ پس جب وہ شخص دعا کو ترک کرتا ہے تو شیطان صحبت میں شریک ہو جاتا ہے پس المغربون کا معنی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تجاوز کرنے والا ہے۔ ۲ یہ شخص جماع کے وقت اپنے کو حق سے غافل کرنے والا ہے۔ ۳: اپنے فرزند کو اپنی جنس سے دور ڈالنے والا اور غریب رشتہ دار کو نسب میں قریب لانے والا ہے۔ وہ غفلت کا وقت ہوتا ہے مسلمان کو ہوشیار کر دیا گیا تا کہ اس بڑی مصیبت سے بچے۔ اور اس کے ترک کی وجہ سے آئندہ اولاد پر بگاڑ و فساد ظاہر ہے۔

بعض نے کہا کہ شرکت جن یہ ہے کہ ان کو زنا کا حکم دیتے ہیں اور زنا کو ان کی نگاہ میں خوبصورت بنا کر پیش کرتے ہیں اس سے خبیث اولاد پیدا ہوتی ہے حضرت عباسؓ کی روایت جس کی ابتداء سے ہے۔ (ح ع)

الفصل الثالث:

بدن کا حوض

۵۱/۴۴۵۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمِعْدَةُ حَوْضُ الْبُدْنِ وَالْعُرُوْقُ اِلَيْهَا وَارِدَةٌ فَاِذَا صَحَّتِ الْمِعْدَةُ صَدَرَتِ الْعُرُوْقُ بِالصِّحَّةِ وَاِذَا فَسَدَتِ الْمِعْدَةُ صَدَرَتِ الْعُرُوْقُ بِالسَّقَمِ ۔

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٥/٦٦ الحديث رقم ٥٧٩٦۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ معدہ بدن کا حوض ہے اور اس کی طرف آنے والی رگیں اس گھاٹ پر آنے والے کی طرح ہیں جب معدہ درست ہوتا ہے تو یہ رگیں صحت (بخش مواد) کے ساتھ وہاں سے لوٹتی ہیں (جس سے بدن کو صحت حاصل ہوتی ہے) اور جب معدہ بگڑا ہوا ہو تو یہ رگیں بیماری کے ساتھ لوٹتی ہیں ۔ یہ بیہقی کی روایت ہے۔

تشریح ❁ اَلْمِعْدَةُ حَوْضُ الْبُدْنِ: یعنی معدے کا حال حوض کی طرح ہے۔ درخت کے تمام رگ و ریشے رطوبت کو اسی سے جذب کرتے ہیں۔ اگر حوض کا پانی صاف ستھرا اور میٹھا ہو تو اس سے درخت میں تازگی اور خوب نشوونما ہوتی ہے اور اس کے بالمقابل اگر پانی گدلا اور نمکین ہوگا تو درخت خشک ہو جائے گا نشوونما کیا آئے گی۔ (طیبی)

بچھو پہ خدا کی مار ہو

۵۲/۴۴۶۰ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ بَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ يُصَلِّیْ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى الْاَرْضِ فَلَدَغَتْهُ عَقْرَبٌ فَنَاوَلَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَعْلِهٖ فَقَتَلَهَا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْعَقْرَبَ مَا تَدَعُ مُصَلِّيًا وَلَا غَيْرَهٗ اَوْنَبِيًّا وَغَيْرَهٗ ثُمَّ دَعَا بِمِلْحٍ وَمَاءٍ فَجَعَلَهٗ فِیْ اِنَاءٍ ثُمَّ جَعَلَ

يَصُبُّهٗ عَلٰى اِصْبَعِهٖ حَيْثُ لَدَغَتْهُ وَيَمْسَحُهَا وَيُعَوِّذُهَا بِالْمُعَوِّذَتَيْنِ۔ (رواهما البيهقي في شعب الايمان)

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٢/٥١٨ الحديث رقم ٢٥٧٥۔

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ایک رات جناب رسول اللہ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے جب آپ ﷺ سے اپنا ہاتھ زمین پر رکھا تو بچھونے (ہاتھ پر) ڈس لیا۔ آپ ﷺ سے جوتے سے اسے مار ڈالا اور جب نماز سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا بچھو پر خدا کی لعنت ہو یہ نمازی اور غیر نمازی کسی کو بھی نہیں چھوڑتا یا اس طرح فرمایا کہ یہ نبی اور غیر نبی کو بھی کسی کو بھی نہیں چھوڑتا۔ پھر آپ ﷺ سے نمک اور پانی منگوا کر ایک برتن میں ڈالا اور اسے انگلی کے اس متاثرہ حصہ پر ڈالتے جاتے تھے جہاں بچھونے ڈنگ مارا تھا اور ساتھ ساتھ انگلی کو ملتے جاتے تھے اور ساتھ ساتھ معوذتین بھی پڑھتے جاتے تھے۔ اس کو بیہقی سے شعب الایمان میں نقل کیا۔

تشریح: ۱: نماز تہجد آپ ﷺ کا معمول مبارک تھا۔ ۲: زہریلے کیڑے مکوڑے کے کاٹنے پر اسے لعنت کی جاتی ہے۔ ۳: بچھو کے اثرات کا ازالہ معوذات سے ہو جاتا ہے۔

مُوئے مبارک کی برکات

۵۳/۴۴۶۱ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ اَرْسَلَنِيْ اَهْلِيْ اِلٰى اُمِّ سَلَمَةَ بِقَدَحٍ مِنْ مَاءٍ وَكَانَ اِذَا اَصَابَ الْاِنْسَانَ عَيْنٌ اَوْشَيْءٌ بَعَثَ اِلَيْهَا مِخْضَبَةً فَاَخْرَجَتْ مِنْ شَعْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ تُمْسِكُهٗ فِيْ جُلْجُلٍ مِنْ فِضَّةٍ فَخَضْخَضَتْهُ لَهٗ فَشَرِبَ مِنْهُ قَالَ فَاطَّلَعْتُ فِي الْجُلْجُلِ فَرَاَيْتُ شَعَرَاتٍ حُمْرَآءَ۔

أخرجه البخاري في ١٠/٣٥٢ الحديث رقم ٥٨٩٦۔

ترجمہ: حضرت عثمان بن عبداللہ موھب روایت کرتے ہیں کہ میرے گھر والوں سے پانی کا ایک پیالہ دیکر مجھے ام المؤمنین ام سلمہؓ کے ہاں بھیجا معمول یہ چلا آرہا تھا کہ جب کسی کو نظر لگ جاتی یا وہ اور کسی مرض میں مبتلا ہو جاتا تو ام سلمہؓ کے ہاں پانی کا ایک پیالہ بھیجا جاتا تو ام سلمہؓ آپ ﷺ کا ایک بال مبارک نکالتیں جو اس کے چاندی کی ایک نلکی میں رکھا ہوتا تھا۔ وہ اس موئے مبارک کو پانی میں ڈال کر ہلا دیتیں پھر مریض وہ پانی استعمال کر لیتا تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کو شفایاب کر دیتا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں سے چاندی کے اس نلکی کو جھانکا تو اس میں مجھے کسی سرخ بال نظر آئے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح: كَانَتْ تُمْسِكُهٗ: اس مقام پر چاندی کا استعمال اسی طرح ہے جیسا کہ بیت اللہ کی تعظیم کے لئے اس پر ریشمی غلاف ڈالا جاتا ہے۔ ۲: بال مبارک خلقی طور پر سرخ تھے یا بڑھاپے کی وجہ سے بھورا رنگ تھا۔ ۳: مہندی میں رنگنے کی وجہ سے سرخ تھے۔ ۴: خوشبو کی وجہ سے رنگت بدل گئی تھی۔ (ح)

کھنبی من کی قسم ہے

۵۴/۴۴۶۲ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ نَاسًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْكَمْاَةُ جُدَرِیُّ الْاَرْضِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْكَمْاَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَآءُ هَا شِفَآءٌ لِلْعَیْنِ وَالْعَجْوَةُ مِنَ الْجَنَّةِ وَهِیَ شِفَآءٌ مِنَ السَّمِّ قَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ فَاَخَذْتُ ثَلٰثَةَ اَكْمُؤٍ اَوْخَمْسًا اَوْ سَبْعًا فَعَصَرْتُهُنَّ فَجَعَلْتُ مَاءَ هُنَّ فِیْ قَارُوْرَةٍ وَكَحَلْتُ بِهِ جَارِیَةً لِیْ عَمْشَاءَ فَبَرَأَتْ۔ (رواه الترمذی وقال هذا حدیث حسن)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٣٥١ الحدیث رقم ١٢٠٦٨ وابن ماجه فی السنن ٢/١١٤٣ الحدیث رقم ٣٤٥٥' وأحمد فی المسند ٢/٥١١۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ میں سے بعض حضرات نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کہ کھنبی زمین کی چیچک ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ من کی قسم سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لئے باعث شفاء ہے اور عجوہ (عمدہ قسم کی کھجور) زہر کے لئے شفاء ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ارشاد سن کر میں نے تین، پانچ یا سات کھنبیاں لے کر ان کو نچوڑا اور ان کے پانی کو شیشے کی ایک بوتل میں ڈال لیا۔ پھر میں یہ پانی اپنی ایک چندھیا آنکھوں والی لونڈی کی آنکھوں میں ڈالنے لگا تو وہ صحت یاب ہوگئی۔ ترمذی سے نقل کر کے اسے حسن قرار دیا ہے۔

تشریح ❁ **اَلْكَمْاَةُ جُدَرِیُّ** : کھنبی کو لوگوں نے بمنزلہ چیچک کے قرار دیا کہ جس طرح چیچک کا دانہ فاسد وردی مواد جسم انسانی کے کمزور حصہ سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی زمیں کا فضلہ ہے جو زمیں کے فضلہ ردیہ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے ۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ بات کھنبی کی مذمت کے طور پر کہی تو آپ ﷺ نے اس کی تعریف فرمائی اور اس کے فوائد کا تذکرہ فرمایا کہ یہ من کی قسم سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا بلا محنت ومشقت حاصل ہونے والا عطیہ ہے۔ یہ زمیں سے نکلی اور خورک کا حصہ بن گئی۔ ۲ اس کو اس ''من'' سے تشبیہ دی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر میدان تیہ میں اتارا جاتا تھا۔ جس طرح وہ بلا مشقت تھی یہ بھی اسی طرح بلا مشقت ہے یہ زیادہ ظاہر قول ہے کیونکہ ایک روایت میں ہے کہ: **الکماة من المن والمن من الجسة**...... کہ کھنبی من سے ہے من جنت کا میوہ ہے۔ :وماءھا: علامہ نووی کہتے ہیں کہ بعض کے ہاں تو خلص کھنبی کا پانی شفاء ہے ۔۲: کسی دواء سے ملا کر شفاء ہے ۔۳: آنکھوں کی حرارت کے ازالہ کے لئے تو اس کا پانی استعمال کیا جائے اور اگر اور کسی تکلیف کے لئے ہو تو پھر اوراد ویہ کو شامل کر لیا جائے۔

احسن الاقوال : کھنبی کا خالص پانی باعث شفاء ہے چنانچہ میں سے اپنے زمانہ کے بعض بوڑھوں کو دیکھا کہ اس کی بینائی جاتی رہی مگر حدیث پر یقین کر کے انہوں نے اس کا پانی استعمال کیا تو کامل طور پر شفایاب ہوگئے۔

نہار منہ شہد کی تاثیر

۴۴۶۳/۵۵ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَعِقَ الْعَسَلَ ثَلٰثَ غَدَوَاتٍ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ لَمْ يُصِبْهُ عَظِيْمٌ مِنَ الْبَلَاءِ.

أخرجه ابن ماجه في السنن ١١٤٢/٢ الحديث رقم ٣٤٥٠، والبيهقي في شعب الايمان ٩٧/٥ الحديث رقم ٥٩٣٠۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ہر ماہ تین روز صبح شہد چاٹ لیا تو وہ بڑی مصیبت سے بچا رہے گا۔ یہ بیہقی و ابن ماجہ کی روایت ہے۔

تشریح ❀ یعنی شہد کی برکت سے اللہ تعالیٰ بڑی مصیبت و بیماری سے بچائے رکھتے ہیں پھر چھوٹی کیوں کر آسکتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہد ملا پانی گھونٹ گھونٹ ہر روز استعمال میں لاتے انتہی ۔ (سفر السعادت) علماء نے لکھا ہے کہ شہد کو پانی میں ملا کر نہار منہ پینا حفظان صحت کے لئے نہایت عمدہ ہے اور جن پر خصوصی فضل ہو وہی اس بات کو سمجھ سکتے ہیں۔

چندفوائد:

ا:شہد کو پانی میں ملا کر منہ نہار پینا یا منہ نہار پینا معدے سے بلغم کو زائل کرتا ہے اور معدے کے فضلات ردئیہ کا ازالہ کرتا ہے۔۲: معدے میں معتدل حرارت پیدا کرتا ہے۔۳: آنتوں کے سدّے ختم کرتا ہے۔ (ح)

دو شفائیں لازم پکڑو

۴۴۶۴/۵۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالشِّفَائَيْنِ الْعَسَلَ وَالْقُرْاٰنَ۔

(رواهما ابن ماجة والبيهقي في شعب الايمان وقال الصحيح ان الاخير موقوف على ابن مسعود)

أخرجه ابن ماجه في السنن ١١٤٢/٢ الحديث رقم ٣٤٥٢، والبيهقي في شعب الايمان ٥١٩/٢ الحديث رقم ٢٥٨١۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو شفاؤں کو اپنے لئے لازم کرلو۔ ا:شہد۔۲: قرآن۔ ابن ماجہ، بیہقی سے یہ دونوں روایتیں نقل کی ہیں اور بیہقی نے اسے قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ قرار دیا۔

تشریح ❀ عَلَيْكُمْ بِالشِّفَائَيْنِ : شہد کو اللہ تعالیٰ جسم کی ظاہری بیماری کے لئے شفاء بنایا ہے اس لئے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس میں لوگوں کی ظاہری امراض کے لئے شفاء ہے۔

اور قرآن مجید کو ظاہری و باطنی دونوں قسم کے امراض کے لئے شفاء بنایا اس لئے اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ اس طرح

ہے: کہ یہ قرآن مجید ہدایت وراہنمائی اور امراضِ سینہ کے لئے شفاء ہے۔ (ح)

ازالۂ زہر کے لئے سر پر سینگی

۴۴۶۵/۵۷ وَعَنْ اَبِیْ کَبْشَۃَ الْاَنْمَارِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحْتَجَمَ عَلٰی ھَامَتِہٖ مِنَ الشَّاۃِ الْمَسْمُوْمَۃِ قَالَ مَعْمَرٌ فَاحْتَجَمْتُ اَنَا مِنْ غَیْرِسَمٍّ کَذٰلِکَ فِیْ یَا فُوْخِیْ فَذَھَبَ حُسْنُ الْحِفْظِ عَنِّیْ حَتّٰی کُنْتُ اُلَقَّنُ فَاتِحَۃَ الْکِتٰبِ فِی الصَّلٰوۃِ۔

رواہ رزین۔

ترجمہ: حضرت ابو کبشہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زہر آلود بکری کے گوشت کی وجہ سے سر پر سینگی لگوائی۔ معمر راوی کہتے ہیں کہ بلا زہر میں نے سر پر سینگی لگوائی تو میرے حافظہ کی تیزی جاتی رہی۔ یہاں تک کہ نماز میں مجھے الحمد شریف میں لقمہ دیا جاتا۔ یہ رزین کی روایت ہے۔

تشریح: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سر سے اتنا خون نکلوانا جو اس مقدار سے زائد ہو جو اس بیاری میں ضروری تھا۔ تو زائد خون نکلوانے سے صحت پر کمی خون کے باعث مضر اثرات بھی پڑ جاتے ہیں۔ اس لئے خون جہاں سے نکلوائیں اس میں مقدار مناسب کا خیال رکھیں۔ کیونکہ سارے جسم کا قوام خون ہے۔

نہار مُنہ سینگی زیادہ مفید ہے

۴۴۶۶/۵۸ وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ یَا نَافِعُ یَنْبَغُ بِیَ الدَّمُ فَأْتِنِیْ بِحَجَّامٍ وَاجْعَلْہُ شَابًّا وَلَا تَجْعَلْہُ شَیْخًا وَلَا صَبِیًّا قَالَ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الْحِجَامَۃُ عَلَی الرِّیْقِ اَمْثَلُ وَھِیَ تَزِیْدُ فِی الْعَقْلِ وَتَزِیْدُ فِی الْحِفْظِ وَتَزِیْدُ الْحَافِظَ حِفْظًا فَمَنْ کَانَ مُحْتَجِمًا فَیَوْمَ الْخَمِیْسِ عَلٰی اِسْمِ اللّٰہِ وَاجْتَنِبُوا الْحِجَامَۃَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَیَوْمَ السَّبْتِ وَیَوْمَ الْاَحَدِ فَاحْتَجِمُوْا یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَیَوْمَ الثُّلٰثَاءِ وَاجْتَنِبُوا الْحِجَامَۃَ یَوْمَ الْاَرْبِعَاءِ فَاِنَّہٗ یَوْمُ الَّذِیْ اُصِیْبَ بِہٖ اَیُّوْبُ فِی الْبَلَاءِ وَمَا یَبْدُوْا اَجْذَامٌ وَّلَا بَرَصٌ اِلَّا فِیْ یَوْمِ الْاَرْبِعَاءِ اَوْلَیْلَۃِ الْاَرْبِعَاءِ۔ (رواہ ابن ماجۃ)

أخرجه ابن في السنن ۲/۱۱۵۳ الحديث رقم ۳۴۸۷۔

ترجمہ: حضرت نافع کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا اے نافع میرے جسم میں خون جوش مار رہا ہے۔ پس تم سینگی لگانے والے کو بلا لاؤ۔ مگر جوان کو لانا۔ کسی بوڑھے یا بچے کو نہ لانا ابن عمرؓ کہنے لگے میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہار منہ سینگی لگوانا زیادہ بہتر ہے۔ اس سے عقل میں اضافہ اور حافظے میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ پس جو سینگی لگوانا چاہے وہ جمعرات کو سینگی لگوائے۔ جمعہ، ہفتہ، اتوار کو سینگی سے پرہیز کرے پھر سوموار اور منگل کو سینگی لگوائے اور بدھ

کے روز سینگی سے پرہیز کرے۔ کیونکہ بدھ کے روز حضرت ایوب علیہ السلام مرض مبتلا ہوئے اور جذام اور برص بدھ کے دن ہی ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔

سترہ (۱۷) تاریخ منگل کو سینگی کا اثر

۵۹/۴۴۶۷ وَعَنْ مَعْقَلِ ابْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحِجَامَةُ يَوْمَ الثُّلٰثَاءِ لِسَبْعِ عَشْرَةَ مِنَ الشَّهْرِ دَوَاءٌ لِدَاءِ السَّنَةِ۔ (رواه حرب ابن اسماعيل الكرماني صاحب احمد وليس اسناده بذالك هكذا في المنتقى وروى رزين نحوه عن ابى هريرة)

ترجمہ: حضرت معقل بن یسارؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منگل کے روز سے سترہ تاریخ کو سینگی لگوانا تمام سال کی بیماریوں کا علاج ہے۔ اس کو منتقی میں ابن جارود سے نقل کیا۔ روایت کی سند کمزور ہے۔ رزین سے بھی اس طرح کی روایت نقل کی ہے۔

تشریح ۞ **اَلْحِجَامَةُ يَوْمَ الثُّلٰثَاءِ** : منگل کے دن پچھنے لگوانے سے متعلق روایات مختلف وارد ہوئی ہیں۔ پس جب تک ضرورت شدیدہ نہ ہو پرہیز بہتر ہے۔ واللہ اعلم۔

فوائد مفیدہ :

اوپر دم وغیرہ کا تذکرہ ہوا تو مناسب معلوم ہوا کہ اس کی پوری وضاحت کردی جائے۔ پس تاسیر عزیزی سے اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔ سحر کی اقسام مختلف ہیں اس کا حکم بھی الگ الگ ہے۔

① پہلی قسم وہ ہے سحر میں ایسا قول یا عمل ہو جو کہ کار کو لازم کرنے والا وہ مثلاً بتوار ورارواحِ خبیثہ کو ایسی تعظیم کے ساتھ ذکر کیا گیا ہو جو ذات باری تعالیٰ کے لائق ہے۔ مثلاً اس کے لئے عموم علم وقدرت ثابت کی جائے یا اس کو غیب دان اور مشکل کشا سمجھ کر پکارا جائے یا غیر اللہ کے لئے بطور نیاز جانور ذبح کیا جائے یا مشکل کشائی وغیرہ کی صفات مان کر غیر اللہ کو سجدہ کیا جائے۔ وغیرہ ذالک۔ من الکاریات تو ایسا سحر بلا شک وشبہ کار ہے۔ اور اس کا مرتکب مرتد ہے۔ اسی طرح وہ شخص بھی کافر ہے اور اس طرح کا سحر اپنے کسی کام اور مطلب براری کے لئے کروائے اور وہ بخوبی طور پر اس کا کار یہ اعمال ہونا جانتا ہو۔ اس پر ارتداد کے احکام جاری ہوں گے۔ اگر مرد ہے تو تیس دن تک توبہ کرنے کے لئے مہلت دی جائے گی اگر وہ اس قول وعمل سے بے زاری کا اظہار کردے تو توبہ قبول کرلی جائے گی اور اگر وہ درست طور پر توبہ نہ کرے تو اسے مار ڈالا جائے گا۔ اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں نہ داخل کریں اور نہ مسلمان اس کی تجہیز وتکفین کریں اس کے ایصالِ ثواب کے لئے کلمات طیبات نہ پڑھے جائیں اور نہ صدقات کریں۔ اس کی لاش جنگل میں تو پھینک دی جائے گی۔ اگر وہ عورت ہو تو امام شافعی کے ہاں مردوں کی طرح تیس دن مہلت دی جائے اور توبہ کی تلقین کی جائے اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو اسے بھی مار ڈالا جائے امام ابوحنیفہ کے ہاں توبۃ النصوح تک قید میں ڈالے رکھیں۔

(۲) سحر کی دوسری قسم یہ ہے کہ اس میں کوئی اعل وقول کارو ارتد ادکو لازم نہ کرتا ہو۔ مگر اس کے کرنے والے کو یہ دعویٰ ہو کہ اس سے مخلوقات کی شکلیں بدل سکتا ہے مثلاً آدمیوں کو جانور کی صورت میں بدل سکتا ہے۔ یا پتھر کو لکڑی اور لکڑی کو پتھر بنا سکتا ہے۔ یا اس کا دعویٰ یہ ہو کہ وہ انبیاءؑ والے معجزات دکھا سکتا ہے مثلاً ہوا میں اڑنا ایک ماہ کے سار کو لمحہ بھر میں طے کرنا وغیرہ پس وہ شخص بھی مرتد اور کافر ہے۔ کیونکہ ایسے سحر کا نفس دعویٰ ہی کار کے لئے کفایت ہے۔

(۳) تیسری قسم سحر یہ ہے کہ میرے اس اعمال بد میں ایک ایسی خاصیت ہے جس کے سبب سے نفس کو قتل کرنا یا تندرست وصحت مند کو بیمار کرنا یا بیمار کو تندرست کر سکتا اور امن پہنچا سکتا اور خیالات کو فاسد کر سکتا ہوں تو یہ سحر کی قسم جھوٹ و فاترا ءاور اسق ہے۔ اور اس کا مرتکب جھوٹا اور فاسق ہے۔

پس اگر اس سے اپنے سحر کی معصوم نفس کو ہلاک کیا تو قزاق اور پھانسی دینے والے کی طرح اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ کیونکہ یہ فساد مچانے والا ہے اس سلسلہ میں عورت و مرد کا حکم یکساں ہے۔ یہ ہم سے جو کچھ نقل کی اسے علماء احناف اور امام اخرالدین زاہدی سے نقل کیا ہے۔

ایک روایت جو امام ابوحنیاہ سے وارد ہوئی وہ اس طرح ہے۔ کہ جس کسی کے متعلق معلوم ہو کہ وہ سحر کرتا ہے اور یہ بات اس کے خود اقرار سے اور تنبیہ کے باوجود ثابت ہو تو اسے مار ڈالا جائے گا اس سے توبہ کا مطالبہ بھی نہ کیا جائے اور اگر یہ کہے کہ میں سحر کو ترک کرتا اور توبہ کرتا ہوں تو اس کی بات کو قبول نہ کیا جائے گا۔ اور اگر وہ اس طرح کہے کہ میں پہلے سحر کرتا تھا اور عرصہ سے اس شغل کو میں سے چھوڑ دیا۔ اس کی بات کو قبول کر لیا جائے گا۔ اور اس کے خون سے درگذر کی جائے گی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

ا: یہ ہے کہ اگر کسی شخص سے کسی کو سحر کیا اور سحر زدہ مر گیا تو ساحر سے یہ استاسار کیا جائے گا اگر وہ اقرار کر لے کہ میں سے اس کو سحر کیا تھا اور اس کا اثر میرا سحر لوگوں کو مار ڈالتا ہے تو اس پر قصاص لازم ہو جائے گا۔ ۲: اور اگر وہ یہ کہے کہ میں نے اس کو سحر کیا ہے مگر میرا سحر کبھی مار ڈالتا ہے اور کبھی نہیں تو یہ قتل شبہ عمد کے مشابہ ہو گا اور اس پر شبہ عمد کے احکامات جاری ہوں گے۔ ۳: اگر وہ یہ ہے کہ میں نے اور کو سحر کیا اتفاقاً اس کا نام اس کے نام کے مواق ہو گیا یا یہ شخص بھی سحر کے مقام سے گذرا اور اس پر بھی سحر کا اثر ہو گیا تو یہ قتل خطا ہے اس پر قتل خطا کے احکام جاری ہوں گے۔

ایک اشتباہ اور اس کا ازالہ:

وہ فاعال جو عادت کے خلاف ہیں اور محض قدزت الٰہیہ سے صادر ہوتے ہیں اور کاثر اوقات اولیاء کے ہاتوں ظہور پذیر ہوتے ہیں مثلاً مٹی کا سونا بن جانا اور صورتوں کی تبدیلی اسی طرح وہ فاعال جو معجزات تبوت کے متشابہ ہوتے ہیں مثلاً مردوں کو زندہ کرنا' طویل مسافات کہ تھوڑی دیر میں قطع کرنا وغیرہ اولیاء سے بہت تو دفعہ صادر ہوتے ہیں اور اولیاء کے حالات لکھنے والے اس کو اس کے مناقب وکرامات میں شمار کرتے ہیں اگر فاعال الٰہیہ کی غیر کی طرف نسبت کرنا کار ہے تو پھر یہاں بھی کار لازم آنا

چاہیے اور اگر ظاہری سبب کا اعتبار کر کے غیر کی طرف نسبت کو کار نہیں تو ساحر کے متعلق کار کا حکم کیوں کر لگایا جا سکتا ہے۔ اسی طرح عزائم خوف لوگوں کے ہاتھ بھی اس قسم لے عجائبات کو ظاہر ہوتے ہیں جو ساحروں کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں تو اس میں وجہ تو فرق کیا ہوگی۔

جواب: عادت کے خلاف فاعال خوفہ وہ معجزات انبیاء کے مشابہ ہوں خوفہ اور کسی جنس سے اس کا تعلق ہو وہ تمام اللہ کے قبضہ قدرت میں ہیں اور اسی کے ارادہ اور ایجاد سے صادر ہوتے ہیں اس فاعال میں جو اولیاء کے ہاتھ سے صادر ہوں یا ساحروں کے ہاتھ سے صادر ہوں اسبب کے اعتبار سے تو فرق نہیں ہے تو فرق صرف اس لحاظ اسے ہے کہ اولیاء اور وظیاہ خوف اس فاعال کی نسبت اللہ کے علاوہ اور کسی کی طرف نہیں کرتے بلکہ قدرت الٰہی کی طرف نسبت کرتے ہیں یا خوف اسماء وآیات کی طرف نسبت کرتے ہیں پس اس وجہ سے اس کی جناب شرک لازم نہیں آتا اس کے بالمقابل ساحر اس ارعال کی نسبت اللہ کے علاوہ اوروں کی طرف کرتے ہیں کہ وہ ارواحِ خبیثہ اور بتوس اور فلاں داتر کی خصوصیت ہے اور سی لحاظ سے وہ اس الفاظ کو اپنے قابو اور حکم اور بتوں کے نام کی بھینٹ چڑھاتے ہیں اور قربانیاں دیتے اور اس ارواحِ خبیثہ سے درخواست کرتے ہیں اس کے لحاظ سے اس میں صریح شرک لازم آتا ہے جو کہ کار کا سبب بنتا ہے جیسا کہ عادت الٰہیہ کے فاعال کو مثلاً بیٹا دینے رزق کے اراخ کرنے اور بیماروں کو شفاء دینے وغیرہ میں اس فاعال کی نسبت وہ ارواحِ خبیثہ اور بتوں کی طرف کرتے ہیں اور کافر ہوجاتے ہیں اور اس کے بالمقابل موحد اس چیزوں کو اسماء الٰہی کی تاثیر یا اللہ کی مخلوقات کہ وہ خوف جو اللہ تعالیٰ سے اس مخلوقات میں مثلاً ادویہ یا صالحین کی دعائیں وغیرہ کی صورت میں رکھے ہیں۔ اللہ کو مؤثر حقیقی جانتے ہوئے اس فاعال میں اللہ سے درخواست کر کے حاجت روائی کرواتے ہیں اس لحاظ سے اس کے ایمان میں خلل نہیں آتا۔ ہم حقیقت سحر کی بحث کر رہے تھے جو کہ نہایت طویل الذیل ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ سحر کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی عادت کے خلاف عجیب فاعال پر خفیہ اسباب کی مزابلت کی وجہ سے قدرت پالے بغیر اس بات کے کہ اس میں بارگاہ الٰہی میں دعا یا اسماء الٰہی کے پڑھنے سے توسل حاصل کرے اور اس فاعال میں اللہ کی قدرت کی طرف بھی نسبت نہ کرے۔

عالم میں خفیہ اسباب کئی قسم پر ہیں اس اعتبار سے سحر کی بھی کئی قسمیں ہیں جس کو ہم اس طرح کہہ سکتے ہیں: ۱: سبب خفی روحانیات کی تاثیر سے پایا ہے۔ ۲: یا جسمانیات کی تاثیر سے پایا ہے اور روحانیات یا تو ایک کلیہ مطلقہ ہیں مثلاً روحانیات خواب وفال کا اور روحانیات عساصر یا روحسیات جزئیہ خاصہ ہیں جیسے روحانیات امراض اور تو جنات وشیاطین اور وہ ارواح جو بدنوں سے نکل چکی ہیں کہ اس جانوں کو مسخر کرنے کے بعد اپنے کام میں لاتے ہیں۔ ۲: اور جسمانیات یا تو ترکیب کی وجہ سے یا کی وجہ سے عجیب تاثیر رکھتے ہیں یعنی کیفیات کے توسط کے بغیر اس کی صورت سوعیہ ہی اس بات کا تقاضا کرتی ہے مثلاً مقناطیس کا لوہے کو کھینچنا۔

مناسبت کا طریقہ کار:

روحانیات کے ساتھ مناسبت اور اس کی تاثیر کھینچنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے سموں کا تذکرہ کیا جائے اور شرائط معتبر سے اس کی طرف التجاء کی جائے۔ ۲: اس کی مناسب صورتیں بنائی جائیں اور اس کے مرغوب اعمال کو کیا جائے۔ ۳: یا ایسا کالا پڑ جا

جائے کہ جس کے ماردات ترکیب کو ملاحظہ رکھے کے بغیر ارواح میں سے ایک روح کی عظمت کی طرف اشارہ کرنے والے ہوں یا اس عجیب اعلی کی عظمت کی طرف وہ ماردات اشاعہ کرنے والے ہوں جو اس سے کبھی سرزد ہوا تھا۔ اور اس وقت خاص عام کی زبان پر اس کی مدح وثناء جو جاری ہوئی تھی۔ اس شقوں کو سامنے رکھتے ہوئے سحر کی بے شمار قسمیں بن گئی مگر اس میں سے مروج اور معمول بہا یہ اقسام ہیں۔ اسحر کی اعلیٰ قسم وہ ہے جو کلد اسیس اور سحر بابل سے ماخوذ ہے۔ جس کے ابطال اور عقیدہ کی تردید کے لئے اللہ تعالیٰ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معبوث فرمایا۔ اس علم کی فصل تو وہ چیزیں ہیں جو ہاروت و ماروت سے اہل بابل سے سیکھ کر اس سے کام لیا اور اس میں بہت زیادہ تعمق اختیار کیا۔ بابل کے سکونت پذیر لوگ کلد اس ہیں اور انہوں نے اس سلسلہ میں نہایت مشغولیت کا مظاہرہ کیا معتبر تاریخوں سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ حکماء بابل سے نمرود کے زمانہ میں ہباب شہر میں چھ طلسم بنا رکھے تھے۔ جس پر عقول اور اوہام حیران تھے اور اس کی حیات دریافت کرنے سے عاجز تھے۔ ا انہوں نے ایک بطخ تانبے کی بنا رکھی تھی بابل میں جب کوئی جانور یا چور داخل ہوتا تو اس بطخ سے ایک آواز نکلتی جس کو تمام شہر والے سنتے اور وہ اس کے مقاود سے پہلے ہی واقف تھے۔ چنانچہ وہ اس جانور اور چور کو فوراً پکڑ لیتے۔ ۲: انہوں نے ایک نقارہ بنا رکھا تھا جس کی کوئی چیز گم ہوجاتی تو وہ اس نقارہ پر لکڑی فلاں چیز فلاں جگہ ہے چنانچہ تلاش کے بعد اسی جگہ ملتی۔ ۳: انہوں نے ایک ایسا آئینہ بنا رکھا تھا جس سے غائب کا حال معلوم ہوتا تھا صاحب حاجت اپنے غائب کا حال اس آئینے میں دیکھتا تو اس آئینہ میں اس کی شکل نمودار ہوتی اور شہر یا جنگل کشتی یا پہاڑ میں اس کی صورت جس طرح ہوتی وہ اس کا مشاہدہ کرتا کہ وہ بیمار ہے یا تندرست اقیر ہے یا مالدار۔ زخمی ہے یا مقتول جس حیات میں ہوتا اسی میں نمودار ہوتا' انہوں نے ایک ایسا حوض بنا رکھا تھا ہر سال میں ایک دن اس حوض کے کنارے پر جشن کا سماں ترتیب دیتے اور شہر کے سردار اور شرفاء حاضر ہوتے اور جو کوئی جس قسم کا شربت چاہتا وہاں لاتا اور اس حوض میں ڈال دیتا جب ساقی اس حوض پر لوگوں کو پانی پلانے کے لئے کھڑے ہوجاتے اور حوض میں سے پانی نکالتے ہیں تو ہر ایک کے لئے وہی نکلتا جو وہ خود لایا ہوتا تھا۔ ۵: انہوں نے ایک ایسا تالاب بنا رکھا تھا جس سے وہ باہمی معاملات کے فیصلے کرتے مثلاً دو آدمیوں میں باہمی جھگڑا ہوتا اور حق و باطل معلوم نہ ہوتا تو وہ تالاب میں داخل ہوجاتے اگر وہ حق پر ہوتا تو تالاب کا پانی سر سے نیچے تک رہتا اور وہ اس میں نہ ڈوبتا اور اگر وہ باطل پر ہوتا تو تالاب کا پانی اس کے سر کے اوپر سے گذر جاتا اور وہ اس کو ڈبو دیتا اور اس وقت تک اس کو غوطے دیتا رہتا جب تک وہ دعویٰ باطل کو چھوڑ کر حق کے تابع نہ ہوتا تو اس وقت تک پانی سے نجات نہ پاتا۔ ۶: نمرود نے اپنی ڈیوڑھی میں ایک ایسا درخت لگوایا تھا کہ اس کے سایہ میں دربار کے لوگ بیٹھتے اور جس قدر لوگ بڑھتے جاتے تو درخت کا سایہ بھی بڑھتا جاتا یہاں تک کہ اگر لاکھ آدمی ہوجاتے تو سایہ بھی اتنا طویل وعریض ہوجاتا اور اب اس عدد سے ایک آدمی زیادہ ہوتا تو سایہ بالکل ختم ہوجاتا اور سب دھوپ میں بیٹھے رہ جاتے نمرود کو بھی اس میں خاص دلچسپی تھی۔ یہ سحر کی مشکل ترین اقسام ہیں جس کو انہوں نے مزاولت کثیرہ سے حاصل کیا تھا۔ اگر اب بھی کوئی اس میں سے کسی صنعت کو پالے تو اس سے وہ عادت کے خلاف یا عادت عامہ کو روکنے والی اشیاء ایجاد کرتا ہے مثلاً ایسی امراض کا علاج جس کو اطباء سے لاعلاج قرار دے دیا مثلاً برص، کوڑھ وغیرہ۔ آج کل کے حساب سے کینسر وغیرہ یہ سب چیزیں اس سے ہوسکتی ہیں کیونکہ وہ ساحر روحانیات کی استعانت سے تدبیر کرتا ہے۔ اور اس کے برخلاف طبیب جسمانیات کو استعانت سے تدبیر کرتا ہے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تو اس کو ارواح و اجسام دکھائے اور تمام اشیاء کو دست قادر مطلق کے سامنے مجبور ومقہور و بے اختیار دیکھا۔ تو آپ علیہ السلام سب سے منہ پھیر کر ذات واحد کی طرف متوجہ ہوئے جیسا کہ سورہ انعام میں ارشاد فرمایا:

سحر کی یہ قسم محض کا روشرک ہے۔ اس کی پندرہ شرائط لکھی گئی ہیں:

سحر کی پہلی قسم:

ارواح کو دلوں کے حال پر اطلاع پانے والا قرار دے اور اس کی متعلق عجز و جہالت کا گمان نہ کرے ورنہ وہ ارواح اس کا کہنا نہ مانیں گی اور اس کی مطلب براری نہ کریں گے۔

اس کی ابتداء چاند سے کی جائی ہے۔ اور اس کے الفاظ وہ اس طرح استعمال کرتے ہیں:

عطارد میں اس طرح کہتے ہیں: دوسرے خواب کی دعوت کو اسی پر قیاس کرلو۔ اب ظاہر ہے یہ اعتقاد اور قول دونوں ہی اسلام کے منافی ہے اور توحید اور ملت حنفی کے مخالف ہیں۔

سحر کی دوسری قسم:

جنات شیاطین کا مسخر کا سایہ آنا اسی سے حاصل ہونے والی اور کثرت سے رواج پذیر قسم ہے۔ اس کی تسخیر کے لئے بڑے بڑے جنات مثلاً بھوانی، بہومان وغیرہ اسے التجاء اور تارع کیا جاتا ہے اور اس کے نام کی قربانیاں اور نذریں دی جاتی ہیں اور اس کو جنات کے آنے اور حاضری کے مقامات پر خصوصی عطریات ضرور رکھنا ہوتی ہیں یہ صریح شرک کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے بیکار ہے۔

سحر کی تیسری قسم:

کسی مرنے والے قوی الجثہ آدمی کی روح کو شیاطین کے ذریعہ قابو کرنا۔ اس سحر میں اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ پہلے کسی قوی القلب والجثہ مرسے والے کو تلاش کیا جائے پھر اس کی روح کو بعض ایسے الفاظ پڑھ کر جس میں بڑے شیاطین کا تذکرہ اس کی بڑی تعظیم کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ ان الفاظ کی قوت سے اور اس کی نذر و نیاز اور ہدیے کی رشوت سے اس شیاطین کو اپنی طرف کھینچتا جاتا ہے اور اس کے ذریعہ اس مردہ کی روح کو اپنا تابع اور محکوم بنایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ غلام و نوکر کی طرح اس کے حکم کو انجام دیتی ہے۔ پس یہ عمل بھی کار ہے یہ کار کی سرحد کے قریب تر پہنچا سے والا ہے اور اس طرح کی ارواح جو امور شہوانیہ اور غضبیہ کی مدد سے متوجہ ہوں وہ عموماً ھندوانا ق کی جنس خبیث سے ہوتی ہیں تو اس عمل میں اساق سے میل جول لازم آیا جو کہ سا درست ہے۔

سحر کی چوتھی قسم:

تخیلات کا انکار کرنا اور بگاڑنا یہ عمل بعض ارواح تو جنات کے ذریعہ دوسرے شخص کے خیال میں تصرف کیا جاتا ہے تا کہ

اسے وہ چیزیں نظر آئیں جو موجو نہیں اور وہ شخص اپنی متخیلہ خوفناک صورت سے خوف زدہ ہو یا حرکات غیر حقیقیہ کو وہ واقع ہونے والا جانے چنانچہ اس قسم کو نظر بندی اور خیال بندی کہا جاتا ہے ارعوس کے ساحروں کے سلسلہ میں اس آیت میں جس سحر کا تذکرہ ہے وہ یہی سمجھا جاتا ہے۔ اس طرح کا سحر اگر معجزہ کے مقابلے میں پیغمبر کی نبوت پر معجزے کی دلالت باطل کرنے کے لئے کیا جائے یا اولیاء کے مقابلہ و معارضہ میں لایا جائے تو حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ ۲: اسی طرح اگر اس خیال ہی سے کسی کو دھوکہ کیا جائے اور اس کی آبرو اور مال میں خیانت کی جائے تو یہ کبیرہ ہوگا۔

اس طرح کا سحر اپنی ذات کے لحاظ سے کارنہیں مگر جس وقت اس سے کسی خص کے خیال میں تصرف کیا جاتا ہے تو اس وقت بڑے تو جنات سے التجا لازم ہے یا اس کے نام کا تذکرہ ضرور کرنا پڑتا ہے۔ پس اگر وہ التجاء نہایت تعظیم و نیاز سے ہو تو کار لازم آئے گا۔

سحر کی پانچویں قسم:

یہ وہم والوں کا سحر ہے جو ہندؤوں میں بہت مروج تھا مگر اب اس کا نشان بھی نہیں ملتا س۔ اس کا نام تعلیق الوھم ہے۔ اس کا طریق کار یہ ہے کہ صورت واقعیہ مطلوبہ کو تصور کر کے سامنے رکھتے ہیں پھر اس کو حاصل کرنے کے لئے وھم کو اس سے جوڑتے ہیں۔ اس تعلیق کی شرئط میں سے یہ ہے: ا: تقلیل غذا۔ ۲: لوگوں سے یکسوئی اور گوشہ نشینی اختیار کرتے ہیں تاکہ اس کا مطلوب حاصل ہو۔

اس قسم کا حکم یہ ہے کہ اگر اس سے کوئی مباح غرض متعلق ہو مثلاً دوزنا کاوروں میں جدائی ڈالنے یا ہلاکت ظالم وکافر کے لئے تو مباح ہے۔ اور اگر اس کے ساتھ کسی ممنوعہ غرض کو شامل کریں مثلاً میاں بیوی کے مابین فساد و جدائی ڈالنا اور کسی معصوم کو ہلاک کرنے کے لئے ہو تو یہ حرام ہے۔

سحر کی چھٹی قسم:

اس کو سیر یج کہا جاتا ہے۔ اشیاء کے خصوصی اسباب سے کوئی عجیب اعل صاور کرنا اور وہ خوف ہر کسی کو معلوم نہ ہوں مثلاً اگر کوئی شخص انگلیوں سے آگ روشن کریں تو اس کا طریقہ یہ ہے: ا: کابلی چوسا سرکہ، میں تر کرے اور اسے انگلی پر ملیں اور اس مقام پر رال ڈالیں پھر اگر مجلس میں شمع یا چراغ جلتا ہو تو اس انگلی کو چراغ کے قریب لے جائی تو وہ انگلی روشن ہو جائے گی اور نہ جلے گی۔

سحر کی ساتویں قسم:

حیلہ بازی ہے۔ مختلف عجیب آلات کے ذریعہ لوگوں کے سامنے انوکھی باتیں پیش کرے اور ایسے آلات ریاضیات میں خوب غور کرے اور تجربات سے بنتے ہیں۔ ساحروں سے حیلے کیے اسی طرح دقت پہنچانے والے عجیب آلات جو انگریزوں نے ایجاد کیے اور جدید دور کا کمپیوٹر وغیرہ۔

سحر کی آٹھویں قسم:

شعبدہ بازی اور ماتھے کی چنتی ہے۔ مرد وعورت بہت بھان متی عمل میں لاتے ہیں تا کہ لوگوں کو تعجب میں ڈالیں اس طرح کے سحر میں وخفی اسباب اور حرکات خفیہ اور ہم مثل اشیاء کو تیزی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ بدلنا ہوتا ہے۔

یہ تینوں اقسام سحر نہ تو کار ہیں اور نہ حرام ہیں مگر جب اس سے بھی کوئی فاسد غرض متعلق کر دی جائے تو اس سے حرمت ثابت ہو جائے گی۔

سحر کی کاثر اقثام کو اذ کیاء امت سے درستی کر کے اور کار وشرک کا اس سے ازالہ کر کے استعمال کیا ہے۔

طریق فصلاح برائے اقثام سحر:

① دعاء علیؓ ہے کہ جس کے ذریعہ ملائکہ، علویہ کو اس سے مسخر کرتے ہی مگر وہ تخیر ہ اللہ تعالیٰ کے عظیم اسماء اور آیات قرآنی سے ہونے چاہیے۔

② دوسری قسم کی فصلاح اس طرح کہ اسماء الٰہی اور آیات کی استعاست سے کار وشرک کی ملاوٹ اور تعظیم غیر اللہ کے بغیر زمیں کے مؤ کلات اور جنات کو مسخر کیا جائے اور اس پر حکومت واستیلاء حاصل کر لے۔

③ تیسری قسم کی فصل کا طریق یہ ہے کہ ارواحِ طیبہ اولیاء وصلحاء سے ربط پیدا کرے۔ لا دینی مذہب کے لوگ اسی کو اختیار کرتے ہی۔ اپنی ضروریات اور مخلوق کی ضروریات میں اسے استعمال کرتے ہیں اور اس کو حاصل کرنے کے لئے طہارت تلاوت اور صدقات کے ایصال ثواب برائے ارواحِ طیبہ اس کے پیش نظر رہتا ہے۔

پانچویں قسم کی فصلاح کا راستہ یہ ہے کہ اولیاء وصلحاء سے اس طرح مشکلات کے حل کے لئے عقد ہمت باندھا یہ بھی عقد ہمت باندھے جس کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے متکی اوھم کو حیات عظمیٰ سے معلق کر دے اور یہ نیایت عظمیٰ اسماء الٰہی میں سے ایک اسم میں استغراق اختیار کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

چھٹی قسم کی فصلاح اس طرح ہے کہ آیات واسماء کے خوف اور توفر قام واعداد اس کی باہمی ترکیب میں تعق اختیار کر لے جیسا کہ تعقیذات اور اسماء ونورت آئینہ کے خوف میں لکھی جانے والی کتابوں میں قیود وشرائط سے مذکور ہے اور تفسیر کی کتابوں میں س کی تفصیل وتشریح ہے۔

حاصل کلام ۞ یہ ہے کہ سحر کے قبیح ہونے کی وجہ یہی ہے کہ یہ کار وشرک اور ستاروں کی تاثیرات کے عقیدہ اور ارواح مدبرہ یا ارواحِ خبیثہ شیاطین کی طرف کھینچ لے جانے والا ہو اور غیر اللہ کے سامنے التجاء کرنے پر اس کا دار ومدار ہو اور اس کی نظر اسباب میں ہو کر رہ جائے اور وہ مسبب اور سباست سے بالکل نظر ہٹالے جب یہ قباحت کی فصل وجہ دور ہو جائے تو پھر اس کی ملت و حرمت کا دار ومدار اغراض ومقاصد پر ہے اگر مقصد نیک ہے تو سحر اس کے لئے بہتر ہے ورنہ شر ہی شر ہی ہے۔

ایک جلیل القدر فائدہ:

حضرت شاہ عبدالعزیز سے آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں یہود سے سحر میں اس قدر انہماک اختیار کیا کہ دو قسم کے سحر مذموم و معیوب کو حاصل کرنے پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ اپنے اوقات کو اور ایسے علوم کو حاصل کرنے میں صرف کرتے ہیں جو شریعت سے اعراض اور وحی الٰہی سے بے رخی اختیار کرنے کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ارشاد فرمایا: یعنی وہ ایسے علوم سیکھتے ہیں جو اس کے لئے باعث ضرر ہیں اگرچہ دوسروں کے لئے باعث ضرر نہ ہوں۔

اور وہ علوم اس کو مفید نہیں اگرچہ اور لوگوں کے لئے نفع بخش ہوں۔ اور عقل مند کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ اس چیز سے بچے جو ضرر رساں ہو اور نفع مند نہ ہو۔

علم کے قابل مذمت ہونے کی وجہ:

انسانوں کے لئے علم اس وقت قابل مذمت بنتا ہے جب اس میں اس تین وجوہ میں سے ایک وجہ پائی جائے۔ ۱: اس علم سے اپنے یا دوسرے کے لئے ضرر کی توقع ہو۔ مثلاً علم سحر وطلسمات اور علم نجوم بھی اسی قسم سے ہے کیونکہ مخلوق کی تاثریت کے لئے وہ تو نقصان دہ ہے۔ کیونکہ جب وہ ستاروں اور افلاک کی اوضاع کے بعد آثار عالم کو ایک طرح دیکھتے ہیں تو اس کے دلوں میں یہ بات جم جاتی ہے کہ یہ چیز فلاں ستارے اور فلاں د برج اور فلاں درجہ کی وجہ سے ہے۔ تو اس سے دل میں یہ بات خوب پختہ ہو جاتی ہے کہ مطالب کے حاصل ہونے کی اور برج کی وجہ سے ہے اور اس صورت حال میں نفع وضرر کے مالک حقیقی کی طرف قطعاً التفات نہیں رہتا اور دِل پر ایک عظیم حجاب حائل ہو جاتا ہے۔ جو نظر الی اللہ سے مانع ہے۔ ۲: دوسری جناب یہ ہے کہ اگر اس علم میں ذاتی طور پر ضرر نہ ہو۔ مگر یہ حاصل کرنے والا استعداد میں کوتاہی کی وجہ سے اس علم کے حقائق کی اطلاع نہیں پا سکتا اور جب اس علم کے حقائق کا علم نہ ہوا تو یہ شخص جہل مرکب میں پھنس گیا۔

اسرار الٰہیہ کے متعلق بحث کرنا بھی اسی قسم سے ہے اسی طرح احکام شرعیہ اور کا ثر علوم النایہ اور علم قضاء وقدر کا بھی یہی حال ہے۔

اور اسی حکم میں یہ مسائل بھی آتے ہیں۔ مسئلہ جبر وقدر توحید وجوی، توحید شہودی، مشاجرات صحابہ کرامؓ وغیرہ۔

اور علم اشعار اور خدوخال کا وصا بھی اس پڑھ میں یہی حکم رکھتا ہے کیونکہ اس کے دل تو شہوت جو کہ زہر ہلاہل کی طرح ہے اور ہر چیز میں تخیل ومبالغہ کا باعث بنتا ہے۔

۳: شرعی طور پر جو علوم محمود ہوں اس میں بے جا تعمق اختیار کرے اور فاراط تاریط سے کام لے مثلاً علم عقائد اور توحید میں السایات کو دخل انداز کرلے۔ اور علوم اقہ کے باب الحیل اور روایات ساورہ کو جس کی کوئی فصل نہیں انہیں بیان کرے اور علم سلوک میں اشتعال جو گبیہ کو شامل کرے۔

علم دعوت اسماء میں سحر وطلسم کے قواعد کام میں لائے اور انبیاءؑ کے واقعات نیں یہودیوں کے جھوٹ کو شامل کرے اور

روافض سے سنی ہوئی بے سروپا روایات کو عقائد میں ملائے تاکہ لوگوں کے اعتقادات میں خرابی پیدا ہو۔

یہ تمام علوم لوگوں کے لئے تو نقصان دہ ہیں اس سے متوقع فائدہ اس کو حاصل نہیں ہوتا۔ جب قرآن آیا تو اس وقت یہود اسی قسم کے علوم کے دلدادہ تھے اور علم محمود سے اعراض کرنے والے تھے۔

فال وشگون لینے کا بیان:

فال: اس کا زیادہ تر استعمال اچھائی کے لئے ہوتا ہے مثلاً بیمار کو موت کا اندیشہ ہے کوئی اسے کہتا ہے یا سالم۔ اے سلامتی والے بچ جانیوالے کسی چیز کا طلب گار اس طرح سنے یا واجد۔ اے مطلوب کو پالینے والے۔ یہ اچھا فال ہے۔ آپ ﷺ سے اسی قسم کا حال منقول ہے کہ کسی چیز کو دیکھ کر اس کے متعلق اچھے کلمات رکھنا اور بعض اوقات فال کا استعمال برائی کے لئے کیا جاتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں فال نیک و بد۔

طیرہ:۔ یہ تطیر سے مصدر ہے جیسا کہ خیرۃ تخیر سے ہے۔ فقط لغت عرب میں اس دو لفظوں کا مصدر اس وزن پر آتا ہے۔ طیرہ کا حال برے فال کے لئے استعمال ہوتا ہے اور بعض اوقات نیک و بد دونوں قسم کے فال کے لئے بھی استعمال کر لیتے ہیں۔ آپ ﷺ مختلف صحابہ کرامؓ کے ناموں فال لیا کرتے تھے۔ اسی طرح مقامات کے ناموں سے فال لیتے تھے۔ برا فال ممنوع ہے۔

وجہ تسمیہ:

اہل عرب کی جاہلیت میں یہ عادت تھی کہ وہ اس طرح شگون لیتے مثلاً جب کسی کام کا ارادہ کرتے یا کسی مقام پر جاتے پر سدے یا ہرن کو ڈراتے پھر دیکھتے کہ وہ بھاگ کر اس کے دائیں سے گذرا یا بائیں سے دائیں طرف سے تو گزرنے کو مبارک قرار دیتے اور اس کام کو کر گزرتے اور بائیں طرف سے گزرنے کو منحوس قرار دے کر کام کو ترک کر دیتے۔

سنوح: شکار کا بائیں جناب سے آنا۔ بروح: شکار کا دائیں جناب سے آنا۔

یہ اس کے ہاں مبارک اور پہلا منحوس تھا روایات میں سوانح اور برارح سے شگون کا یہی معنی ہے۔

ایک نقطہ:

لا کی تعیرا اور تطیر کی مذمت کی گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ نیکی کی امید رکھنا اور اس کے فضل کا امیدوار رہنا بہر حال اولیٰ و اعلیٰ ہے۔ اگر چہ اس میں خطاء و غلطی کرے اور اس کے بالمقابل اللہ تعالیٰ سے امید کو منقطع کرنا اور مایوس و ناامید ہونا اور اس کے متعلق برا سوچنا عقلاً اور شرعاً قابل مذمت ہے۔

باقی وہی ہوگا جو اس سے چاہا۔ فال وطیرہ کی تحقیق یہی ہے۔ روایات میں عدویٰ اور حمہ کی مانند الفاظ بھی آئے جو نہی کے معنی میں ہیں۔

الفصل الاوّل:

بدشگونی سے بچو

۱/۴۴۶۸ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا طِيَرَةَ خَيْرُهَا الْفَالُ قَالُوْا وَمَا الْفَالُ قَالَ الْكَلِمَةُ الصَّالِحَةُ يَسْمَعُهَا اَحَدُكُمْ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۲۱۲/۱۰ الحدیث رقم ۵۷۵٤' ومسلم فی ٤/۱۷٤۵ الحدیث رقم (۱۱۰۔۲۲۲۳)' وأحمد فی المسند ۲۶۶/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ روایت ہے کہ میں سے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ بدشگونی کوئی چیز نہیں اس سے بہتر تو اچھی فال ہے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا فال کیا چیز ہے؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس سے مراد وہ اچھا کلمہ ہے جو آدمی اس وقت سنے اور مقصود پانے کی تمنا کرے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **لَا طِيَرَةَ** : شگون بدنہیں کرے شگون کو فائدے کو حاصل کرنے یا ازالہ تو نقصان میں کوئی دخل نہیں۔ اس قسم کے شگون کو کوئی اعتبار نہ کرنا چاہیے اور نہ اس کا اعتقاد رکھنا چاہیے کیونکہ وہی ہو گا جو اللہ تعالیٰ چاہیں گے۔ شارح سے اسی سبب سے اس کا اعتبار نہیں کیا اور شگون کی نفی اور ممانعت کے بعد فال کی تعریف فرمائی اور شگون کی اقسام میں فال کو بہتر قرار دیا اور یہ فال اس کی قسم اس وقت بنے گی جب کہ طیرۃ کو فال کے مطلق معنی میں لیا جائے گا۔

ایک اشکال:

سوال: اس عبارت سے تو یہ معلوم ہو رہا ہے کہ نیک فال بھی بہتر ہے اور فال بد بھی اچھا ہے حالانکہ فال بد میں تو قطعاً اچھائی نہیں ہے۔ **جواب**: ① یہاں لفظ خیر بد کے معنی میں ہے بہتر کے معنی میں نہیں جیسا کہ کہتے ہیں۔ ②: اس کلام کی بنیاد اعتقاد عرب کے زعم کے مطابق ہے یعنی عرب کے زعم کے مطابق شگون میں بھی بھلائی رکھی ہے یا ممکن ہے کہ مراد یہ ہو کہ بالفرض اگر شگون اچھا ہوتا تو فال لینا اس سے بہتر ہوتا۔ اور فال کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی اچھا کلمہ مخاطب اپنے حق میں سنے اور وہ اس سے اچھا معنی مراد لے۔ مثلاً کوئی شخص کوئی چیز تلاش کر رہا تھا تو کہنے والے سے کہا یا واجد تو اس سے یہ معنی مراد لیا کہ وہ چیز مل جائے گی۔ اسی طرح کسی شخص سنے راستہ گم پایا اس پریشانی کی حالت میں پکارسے والے کو سنا کہ وہ کہہ رہا تھا یا راشد تو اس سے سن کر یہ معنی مراد لیا کہ اب گم شدہ رستہ مل جائے گا۔ (ح)

بدفالی وہامہ بے حقیقت ہے

۲/۴۴۶۹ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ وَفِرَّ

مِنَ الْمَجْزُوْمِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْاَسَدِ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاري في صحيحه ١٠/١٥٨ الحديث رقم ٥٧٠٧، وأحمد في المسند ٢/٤٤٣۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیماری میں تعدیہ بدشگونی، ھامہ اور صفر اس کی کچھ حقیقت نہیں۔ البتہ کوڑھی سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔

تشریح ۞ لَاعَدْوٰی۔ یعنی بیماری ایک سے دوسرے کولگ جانا نہیں ہے زمانہ جاہلیت میں بلکہ جدید جاہلیت میں اعتقاد یہ ہے کہ ایک شخص کی بیماری دوسرے کو لگ جاتی ہے چنانچہ جو شخص کسی بیمار کے پاس بیٹھتا ہے یا اس کے ساتھ کھاتا پیتا ہے تو اس مریض کی بیماری اس میں سرایت کر جاتی ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اطباء کے خیال میں سات امراض ایسے ہیں جس میں بیماری دوسرے میں سرایت کر جاتی ہے۔ ۱: کوڑھ۔ ۲: خارش۔ ۳: چیچک۔ ۴: پھوڑے پھنسیاں۔ ۵: منہ سے بدبو کا آنا۔ ۶: رمد (آنکھ سے سفید مادے کا بہنا)۔ ۷: امراض وبائیہ پس شارح سے اس کی نفی فرما کر مرض کے سرایت کرنے یا ایک دوسرے سے لگ جانے کو باطل قرار دیا۔ بیماری کا مستقل ہونا قادر مطلق سے ہے جس طرح پہلے شخص کو بیماری لگی تو دوسرے اور تیسرے کو بھی ایسے ہی لگی۔ شگون بد کے بارے میں اوپر کے فوائد میں لکھا جا چکا ہے۔ ہامہ: ہامہ نر کی کھوپڑی کو کہا جاتا ہے اور یہاں عربوں کے زعم کے مطابق وہ جانور ہے جو میت کی ہڈیوں سے پیدا ہوتا ہے اور وہ اڑتا ہے عربوں کا اعتقاد یہ تھا کہ یہ ہامہ نامی جانور میت کے سر سے نکلتا ہے اور وہ ہمیشہ پانی کے لئے فریاد کرتا ہے اور پکارتا ہے کہ مجھ پانی دو مجھے پانی دو۔ اور وہ اس وقت تک فریاد کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کا قاتل مارا جائے۔ ۲: بعض نے یہ کہا کہ میت کی روح جانور کی شکل اختیار کر لیتی ہے یہاں تک کہ اپنے قاتل سے اپنے کئے کا بدلہ چکا لے۔ جب وہ اپنا بدلہ لے لیتا ہے تو پھر اُڑ کر چلا جاتا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس اعتقاد کو بھی باطل قرار دیا اور حکم دیا کہ اس کی کچھ حقیقت نہیں۔ ۳ بعض نے کہا کہ یہ ہامہ الو ہے کہ جب وہ کسی مقام پر یا گھر پر یا گھر پر آ کر بولے تو وہ گھر ویران ہو جاتا ہے۔ یا اس کو کوئی نہ کوئی رہائشی مر جاتا ہے یہ بھی طیرہ میں داخل ہے اور اس کو بھی باطل قرار دیا ہے۔

ولاصفر:۔ اس کے کئی معانی کیے گئے ہیں اصفر کا مہینہ مراد ہے جو کہ محرم کے بعد آتا ہے اس کو لوگ حوادث و آفات کے اترنے کا مہینہ قرار دیتے ہیں یہ اعتقاد باطل ہے اس کی کچھ حقیقت نہیں۔ ۲: عربوں کے ہاں صار ایک نفس کا نام ہے جو پیٹ میں قیام پذیر ہے وہ بھوک کے وقت کاٹتا اور ایذاء دیتا ہے چنانچہ وہ کہا کرتے تھے کہ بھوک کے وقت جو تکلیف ہوتی ہے وہ اسی وجہ سے ہوتی ہے اور در وہ ایک سے دوسرے میں سرایت کر جاتا ہے نووی لکھتے ہیں کہ یہ پیٹ کے کیڑے ہیں جو بھوک کے وقت کاٹتے ہیں اور بعض اوقات آدمی کا رنگ اس سے زرد ہو جاتا ہے اور وہ ہلاک ہو جاتا ہے پس اسے باطل قرار دیا۔

روایت کے پہلے حصے میں مرض کے تجاوز کی نفی فرمائی اور آخر میں جذام اور کوڑھ کے بارے میں فرمادیا کہ اس سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگا جاتا ہے۔ اس کی تحقیق اس فصل کے آخر میں آ رہی ہے۔ (ح۔ع)

پہلے اُونٹ کو خارشی کس نے بنایا؟

۴۴۷۰/۳ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاعَدْوٰى وَلَاهَامَّةَ وَلَاصَفَرَ فَقَالَ اَعْرَابِيٌّ

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَابَالُ الْإِبِلِ تَكُوْنُ فِي الرَّمْلِ لَكَأَنَّهَا الظِّبَاءُ فَيُخَالِطُهَا الْبَعِيْرُ الْأَجْرَبُ فَيُجْرِبُهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ۔ (رواه البخاري)

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۰/۲٤۱ الحديث رقم ۵۷۷۰ ومسلم في ٤/۱۲٤۲ الحديث رقم (۱۰۱-۲۲۲۰) وأبو داوٗد في السنن ٤/۲۳۱ الحديث رقم ۳۹۱۱ وأحمد في المسند ٤/۲۳۲ الحديث رقم ۳۹۱۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی بیماری کا خود بخود دوسرے کو لگنا اور ھامہ اور صفر اس کی کچھ حقیقت نہیں ایک دیہاتی کہنے لگا یارسول اللہ ﷺ پھر اس اونٹوں سے متعلق کیا کہا جائے گا جو ریگستان میں ہرن کی مانند دوڑتے پھرتے ہیں پھر جب کوئی خارشی اونٹ اس میں مل جاتا ہے تو اوروں کو بھی خارشی کر دیتا ہے۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پہلے اونٹ کو کسی سے خارشی بنایا۔ وہ بھی اسی کے حکم سے ہوا (اور دوسرے اونٹوں کا خارشی ہو جانا بھی تقدیر الٰہی سے ہوتا ہے۔) یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **لَكَأَنَّهَا الظِّبَاءُ**: یعنی تندرستی اور جلد کی صفائی میں وہ ہرنیوں کی طرح ہے۔ **فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ**: اس میں آپ ﷺ نے اعرابی کے بیان کی تردید فرمائی کہ تم بتلاؤ کہ پہلے کو خارش کہاں سے لگی اور پہلے اونٹ سے یہاں مراد وہ اونٹ ہے جو کہ خارشی تھا ممکن ہے کہ کی دیہاتی یہ کہہ دیتا کہ کسی دوسرے اونٹ سے یہ لگ گئی اور س کے ذریعے دوسرے اونٹوں تک پہنچی تو آخر میں یہی ماننا پڑے گا کہ سب سے پہلے جس اونٹ کو خارش لگی وہ بھی تقدیر الٰہی سے لگی اور دوسرے اونٹوں کو بھی اسی طرح تقدیر الٰہی سے لگی ہے۔

انواء کا بارش میں کچھ دخل نہیں

۴/۴۴۷۱ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاعَدْوٰى وَلَاهَامَةَ وَلَانَوْءَ وَلَاصَفَرَ۔

(رواه مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ٤/۱۷٤٤ الحديث رقم (۱۰٦-۲۲۲۰) وأبو داوٗد في السنن ٤/۲۳۲ الحديث رقم ۳۹۱۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس چیزوں میں کچھ حقیقت نہیں۔
۱: بیماری کا متعدی ہونا۔ ۲: مردہ کی کھوپڑی سے الو کا نکلنا۔ ۳: چاند کی منازل کا بارش میں علت ہونا۔ ۴: صفر کا نحوست والا ہونا۔

تشریح ۞ بہت سے اطباء تو ہم پرست لوگوں اور مسود اور عرب جاہلیت میں کئی امراض کے متعلق متعدی ہونے اور چھوت چھات کا اعتقاد پایا جاتا تھا۔ جناب رسول اللہ ﷺ سے اسی کی تردید فرمائی کہ یہ بیماری فلاں سے فلاں کو لگ گئی یہ فاسد اعتقاد ہے۔ احتیاط برتنا الگ چیز ہے مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

۲: لاھامه : مردے کی کھوپڑی سے عرصہ کے بعد ایک پرندہ نکلتا ہے اور چیختا چلاتا اور پھر اپنے سابقہ گھر میں لوٹتا ہے اس کا یہ آنا نہایت منحوس ہے۔ یہ بھی عرب جاہلیت کا اعتقاد تھا بلکہ توہم پرست مسلمان بھی الو کے بولنے کو منحوس قرار دیتے ہیں۔ اس اعتقاد کو سرے سے باطل قرار دیا۔ ۳: ولا سوء :۔ اس کی جمع اسواء ہے۔ ایک خاص ستارہ یا منازل چاند مراد ہیں۔ عرب بارش میں اس ستارے کے طلوع یا منازل قمر کو مؤثر حقیقی قرار دیتے تھے بارش کا فی الحقیقت برسانے والا اللہ ہے۔ اس لئے اس کے علاوہ نسبت کو دوسری روایت میں کار باللہ کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے اس لئے امام نووی سے اس کو نہی تحریمی قرار دیا جو کہ بہترین قول ہے۔

ولا صار : جو کہ عرب کے ہاں صفر میں بلاؤں کے اترنے کا اعتقاد تھا اور اب بھی کئی لوگ یہ باطل اعتقاد رکھتے ہیں حالانکہ شرع سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

بھوت پریت کی کچھ حقیقت نہیں

۴۴۷۲/۵ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَاعَدْوٰى وَلَا صَفَرَ وَلَا غُوْلَ۔

(رواه مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ٤/١٧٤٤ الحدیث رقم (١٠٧ ٢٢٢٢)، وأبو داوٗد فی السنن ٤/٢٣٣ الحدیث رقم ٣٩١٣ وأحمد فی المسند ٣/٣١٢۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تین باتوں کی کچھ حقیقت نہیں: ۱: مرض کا متعدی ہونا۔ ۲: صفر کا نحوست والا ہونا۔ ۳: بھوت پریت کا ہونا۔ (مسلم)

تشریح ۞ غول: اس کی جمع غیلان ہے یہ تو جنات وشیاطین کی ایک جنس ہے عربوں کا گمان یہ تھا کہ جو بھوت پریت جنگلوں میں مختلف صورتوں میں نظر آتے ہیں وہ لوگوں کو راستے سے ہٹاتے اور ان کو ہلاک کرتے ہیں شارع علیہ السلام اس بات کی نفی فرمائی علماء شارحین فرماتے ہیں کہ غول یعنی سرکش جس کے وجود کی نفی ارادہ نہیں بلکہ مختلف شکلوں میں ظاہر ہو کر مختلف انسانوں کے کرنے کی نفی ہے مطلب یہ ہوا کہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر نہ گمراہ کر سکتے ہیں اور نہ ہلاک کر سکتے ہیں بلکہ یہ صرف ایک فریب کاری اور خیالی شکلیں ہیں جس کو وہ دکھلاتے ہیں بعض شارحین کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی بعثت سے شیاطین کو گمراہ کرنے اور ہلاک کرنے سے روک دیا گیا جیسا کہ فرشتوں کو گفتگو کرنے سے روک دیا گیا۔

کوڑھی کو لوٹنے کا حکم

۴۴۷۳/۶ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيْدِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ فِیْ وَفْدِ ثَقِيْفٍ رَجُلٌ مَجْذُوْمٌ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا قَدْ بَايَعْنَاكَ فَارْجِعْ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ٤/١٧٥٢ الحدیث رقم (١٢٦-٢٢٣١)، والنسائی ف٧/١٥٠ الحدیث رقم

۴۱۸۲، وابن ماجه فی ۲/۱۱۷۲، الحدیث رقم ۳۵۴۴، وأحمد فی المسند ۴/۳۸۹۔

ترجمہ: حضرت عمرہ بن شرید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ثقیف کی وادی میں ایک کوڑھی شخص تھا جناب رسول اللہ ﷺ نے اسے پیغام بھیجا ہم نے تمہیں بیعت کرلیا ہے پس تم لوٹ جاؤ۔ (مسلم)

تشریح ۞ **فَاَرْسَلَ اِلَیْهِ النَّبِیُّ** ﷺ: اس روایت سے پہلے بھی پہلی روایت کے معنی کی تصدیق ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے اس کی ظاہری بیعت کو عدم ضرورت قرار دے کر دور رہنے کا حکم فرمایا۔ اب رہا یہ سوال کہ جب بیماری متعدی نہیں تو پھر ان روایات کا کیا مطلب ہے کہ ثقیف کے کوڑھی کو ظاہری بیعت کے بغیر واپس کر دیا اور ایک دوسرے کوڑھی کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا ۔علماء نے اس میں تطبیق کے دو راستے اختیار کیے ہیں۔ علماء کی اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ یہاں تعدیہ مرض کی مطلقاً مقصود ہے۔ جیسا کہ روایات کا ظاہر بھی اس کا مؤید ہے۔ مگر بعض علماء اس بات کے قائل ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ بیماری کا اثر حقیقی نہیں ہے جیسا کہ حکمت طبعیہ کے ماہرین متعدی ہونے کی علتوں کو قطعی طور پر مؤثر مانتے ہیں۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے اس حقیقت حال پر خبردار کرتے ہوئے فرمایا اس طرح نہیں جیسا اس کا گمان ہے۔ بلکہ سب کچھ مشیت الٰہی سے متعلق ہے۔ اگر وہ چاہے تو اثر ہو ورنہ نہیں البتہ دور بھاگنے سے یہ اشارہ فرمایا کہ اس مرض والے سے میل جول اس بیماری کے پیدا ہونے کے اسباب میں سے ایک سبب ہے اسباب کی رعایت کا لحاظ کر کے اس سے دوری لازم ہے۔ جیسا کہ جھکی ہوئی دیوار اور عیب والی کشتی سے بچا جاتا ہے۔ اس تطبیق کو ابن صلاح وغیرہ سے مختار قرار دیا ہے۔

حاصل کلام ۞ یہ ہے طبعی طور پر امراض خود متعدی نہیں البتہ اللہ تعالیٰ سے اس امراض میں مثلاً لوگوں سے میل جول کو متعدی ہونے کا ایک سبب بنایا ہے اور بعض اوقات اس سبب کے باوجود بیماری متعدی نہیں ہوتی پس تعدیہ کی نفی اور دوری کا حکم دونوں دوست ہیں توربشتی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

علماء کی دوسری جماعت:

علامہ ابن حجر سے شرح نخبہ میں فرمایا تطبیق کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ تعدیہ کی نفی اپنے عموم واطلاق پر ہو اور اس بیماریوں میں مبتلاء لوگوں سے میل جول ہرگز تعدیہ کا سبب نہیں البتہ کوڑھی سے دوری کا حکم سدّ ذرائع کے طور پر ہے، تاکہ کوئی ضعیا اعلااعتقاد وشرک کے دلدل میں نہ جا گرے۔ یعنی بالفرض اگر کسی سے کوڑھی سے تعلق رکھا اور اچانک تقدیر الٰہی سے وہ بیماری میں مبتلاء ہو گیا۔ تو کہیں وہ یہ اعتقاد نہ بنالے کہ میرے میل جول کی وجہ سے مجھے یہ بیماری لاحق ہوئی ہے۔ اس لئے اس سے اجتناب کا حکم دیا تاکہ اس وہم میں نہ پڑے۔

یہی وجہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے خود کوڑھی کے ساتھ کھایا کیونکہ آپ ﷺ تو توکل کے سب سے اعلیٰ مقام پر فائز تھے اور آپ ﷺ کے قلب اطہر میں ایسے وساوس کا گزر بھی نہ ہوسکتا تھا۔ گویا دور بھاگنے کا حکم اس کے لئے ہے جو اپنے اندر صدق ویقین کا وہ مقام نہیں پاتا کہیں بیماری لگ جانے سے وہ شرک خفی کا شکار نہ بن جائے۔

علامہ کرمانی کا قول:

بیماری متعدی نہیں اس سے کوڑھی مستثنیٰ ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

کوڑھی میں ایسی بدبو ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ کھانے پینے والے، لیٹنے اور صحبت کرنے والے کو بیمار کر دیتی ہے۔ پس یہ طب سے متعلق ہے۔ یہ تعدیہ نہیں ہے اس کی مثال بدبودار کھانا ہے اور سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے۔

الفصل الثانی:

اچھے نام سے اچھا گمان

۴۴۷۴/۷ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَفَاءَ لُ وَلَا يَتَطَيَّرُ وَكَانَ يُحِبُّ الْإِسْمَ الْحَسَنَ۔ (رواه فی شرح السنة)

أخرجه أحمد فی المسند ۱/۲۵۷۔

تَرْجَمَہ: حضرت عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اچھی فال لیا کرتے تھے اور شگون نہ لیتے اور اچھا نام پسند فرماتے۔ یہ شرح السنہ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **يَتَفَاءَ لُ**: اچھے ناموں اور اچھی چیزوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچھا فال لیتے برا نہ سمجھتے۔

يُحِبُّ الْإِسْمَ الْحَسَنَ: اگر کسی کا شرکیہ یا معنی کے لحاظ سے برا نام ہوتا تو اسے بدل ڈالتے اور نیک نام جمال کا زیور اور کمال کا تکملہ اور تذکرہ حسنہ میں داخل ہے گویا اچھے نام والے کو اچھی صفت مل گئی۔ اچھے خلق حسن اور فاعال خیر میں مؤثر ہیں (تفصیل سفر السعادۃ میں ملاحظہ ہو)۔

تین مشرکانہ رسوم

۴۴۷۵/۸ وَعَنْ قَطَنِ بْنِ قَبِيْصَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعِيَافَةُ وَالطَّرْقُ وَالطِّيَرَةُ مِنَ الْجِبْتِ۔ (رواه ابوداود)

أخرجه أبو داؤد فی السنن ۴/۲۲۸ الحديث رقم ۳۹۰۷ وأحمد فی المسند ۳/۴۷۷۔

تَرْجَمَہ: حضرت قطن بن قبیصہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ۱: بلاشبہ پرندے اڑانا۔ ۲: کنکر کو پھینکنا۔ ۳: شگونِ بد لینا مشرکانہ کام ہیں۔

تشریح ۞ القیافة : پرندوں کا اڑانا جیسا کہ تطیر کے معنی میں تفصیل ہوئی۔ پرندوں کے نام، آوازوں اور صفات سے اس میں فال لیا جاتا ہے۔ مثلاً عقاب (شاہین) سے عقاط یعنی سزا کا لیا جائے اور غراب سے غربت کا اور ہدہد سے ہدایت کا۔

توفرق تطیرو عیفاہ: طیرہ عام ہے خوفہ پرندے سے ہو یا کسی اور جانور سے اور عیاہ صرف جانوروں ہی کی آواز سے فال لینا ہے چنانچہ صاحب نہایہ کہتے ہیں کہ عیفاہ پرندے کو ڈاٹنا اور اس کی آواز کے گزرنے وغیرہ سے فال لینا۔

طرق : کاہنوں کو کنکری مارنا یا جیسا عرب عورتیں فال لیتے وقت کنکری پھینکتی تھیں۔ بعض نے رمل والوں کی ریت میں خط لگانے کو طرق کہا ہے۔

جبت: جادو۔ کہانت۔ بعض نے جادوگر کو جبت کہا۔ بعض نے ہر وہ چیز جس کی اللہ تعالیٰ کے سواء عبادت کی جائے یہ مشرکانہ اعمال سے ہے زیادہ ظاہر یہ ہے کہ جبت شیطان کو کہتے ہیں اور وہ فاعال شیطانیہ سے ہے۔

بدفالی مشرک کی ایک عادت ہے

۹/۴۴۷۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الطِّيَرَةُ شِرْكٌ قَالَهُ ثَلٰثًا وَمَا مِنَّا اِلَّا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ (رواه ابوداود والترمذی وقال سمعت محمد بن اسمٰعیل یقول کان سلیمان بن حرب یقول فی هذا الحدیث) **وَمَا مِنَّا اِلَّا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ هٰذَا عِنْدِيْ قَوْلُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ۔** (ابوداود والترمذی)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/ ٢٣٠ الحديث رقم ٣٩١٠' والترمذی فی ٤/ ١٣٧ الحديث رقم ١٦١٤' وابن ماجه فی ٢/ ١١٧٠ الحديث رقم ٣٥٣٨' وأحمد فی المسند ١/ ١٢٨۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ بدفالی شرک ہے اور یہ بات آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمائی اور ہم میں سے ہر ایک کے دل میں (وسوسے کی حد تک) یہ بات آتی ہے مگر اللہ تعالیٰ پر توکل اس کا ازالہ کر دیتا ہے۔ یہ ابوداؤد، ترمذی کی روایت ہے۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ سلیمان بن حرب اس کے متعلق فرماتے کہ یہ ابن مسعودؓ کا کلام ہے۔

تشریح ۞ **الطِّيَرَةُ شِرْكٌ** : یعنی بدشگونی رسومات شرکیہ سے ہے اور شرک خفی کو لازم کرنے والا ہے۔ اگر اس پر اعتقاد کرے تو ایسا شگون کار ہے ۲ بتقاضائے شر کا وہم آئے تو اللہ پر بھروسہ کرے۔ ۳: وَمَا مِنَّا اِلَّا یہ جملہ ابن مسعود کا ہے اگر بالفرض آپ ﷺ کا ہو تو یہ تعلیم امت کے لئے فرمایا۔

کوڑھی کو ساتھ کھلانا

۱۰/۴۴۷۷ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ بِيَدِ مَجْذُوْمٍ وَفَوَضَعَهَا مَعَهُ فِي الْقَصْعَةِ وَقَالَ كُلْ ثِقَةً بِاللّٰهِ وَتَوَكُّلًا عَلَيْهِ۔ (رواه ابن ماجة)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٢٣٩ الحدیث رقم ٣٩٢٥، والترمذی فی ٤/٢٣٤ الحدیث رقم ١٨١٧، وابن ماجه فی ٢/١٧٧٢ الحدیث رقم ٣٥٤٢۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک کوڑھی کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ اسے پیالے میں رکھا اور فرمایا تم اللہ تعالیٰ پر یقین وتوکل کرتے ہوئے کھاؤ۔ (ابن ماجہ)

تشریح ۞ **اَخَذَ بِیَدِ مَجْذُوْمٍ** : اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ توکل ویقین کے حاصل ہونے کی صورت میں جذامی سے بھاگنا لازم نہیں۔ (ع۔ح)

اِن میں نحوست نہیں

۴۴۷۸/۱۱ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا هَامَّةَ وَلَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ وَاِنْ تَكُنِ الطِّيَرَةُ فِيْ شَيْءٍ فَفِي الدَّارِ وَالْفَرَسِ وَالْمَرْاَةِ۔ (رواہ ابوداود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٢٣٦ الحدیث رقم ٣٩٢١، وأحمد فی المسند ١/١٨١

ترجمہ: حضرت سعد بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اس میں کچھ نحوست نہیں: ۱: الو بولنا۔ ۲: بیماری کا متعدی ہونا۔ ۳: شگون لینا اگر نحوست ہوتی تو گھر، گھوڑے اور عورت میں ہوتی (جو ہر وقت انسان کے ساتھ رہنے والی ہیں)۔

تشریح ۞ **وَلَا طِيَرَةَ** : بدشگونی کے سلسلہ میں مختلف روایات وارد ہیں۔ ۱: بعض احادیث سے بدفالی کے اثرات کی نفی کی گئی اور اس کا اعتقاد رکھنے اور اعتبار کرنے کی ممانعت مطلقاً معلوم ہوتی ہے۔ ایسی روایات بہت ہیں۔ ۲: بعض روایات میں عورت، گھوڑے، خادم کے متعلق اس کا ثبوت یقین کے صیغہ سے موجود ہے جیسا کہ بخاری مسلم میں وارد ہے کہ نحوست تین ہی چیزوں میں ہے۔ ۱: گھوڑے، ۲: عورت اور ۳: گھر میں۔ ایک روایت میں اس طرح ہے کہ منزل اور خادم میں نحوست ہے۔ کسی مقام پر تو شرط کے لفظ سے وارد ہے جیسا اس روایت میں ہے اور اسی طرح دوسری روایتوں میں ہے۔ ۳: بعض احادیث سے دیگر امور کی طرح اس امور میں بھی نحوست کے ثبوت کا اس کا رہے جیسا کہ ابن ابی ملیکہ کی روایت میں ابن عباس ؓ کی روایت میں آیا ہے۔ ۴: بعض روایات میں یہ وارد ہوا ہے کہ ان امور میں نحوست کا عقیدہ اہل جاہلیت میں پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ روایت عائشہؓ میں وارد ہوا ہے۔

صورتِ تطبیق:

اس احادیث میں تطبیق اس طرح ہے بالذات نحوست کے اعتقاد کی نفی ہے اور اسے امور جاہلیت قرار دیا گیا تاہم اشیاء میں موثر بالذات تو الٰہی ہے اور تمام اشیاء اس کے وجود دینے اور پیدا کرنے سے ایجاد ہوئیں۔ اس مذکورہ اشیاء میں اثبات نحوست اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ کے مطابق ہے۔ کیونکہ مؤثر بھی وہی ہے۔ اور سبب جاریہ بنانے والا بھی وہی۔ ان اشیاء کو بعض

خصوصیات واحوال سے خاص کرنے کی حکمت شارع کو معلوم ہے پس جس روایات میں سای ہے وہ ذاتی تاثیر کے لحاظ سے ہے ا:اور جس میں اثبات ہے وہ ایک سبب عادی کے طور پر ہے۔جیسا کہ مرض کے متعدی ہونے کے سلسلہ میں اور کوڑھ سے متعلق علماء نے تحریر فرمایا۔

بعض شارحین نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز میں نحوست نہیں اگر بالفرض وہ ثابت ہے تو اس چیزوں کے متعلق گمان کیا جا سکتا ہے کہ وہ نحوست اس میں ثابت ہو۔جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

قاضی عیاض کا رجحان اس طرف جھکتا نظر آتا ہے۔چنانچہ وہ لاطیرۃ کی شرح میں کہتے ہیں کہ اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو ان تین چیزوں میں ہوتی پس ثابت ہوا کہ اس میں نحوست نہیں تو وجود نحوست نہیں۔

بعض شارحین سے کہا کہ عورت کی نحوست یہ ہے کہ وہ شوہر سے تو موافقت نہ رکھتی ہو اور اس کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو اور وہ اشورہ کی فرمانبردار ہو یا بدصورت ہو۔

گھر کی نحوست یہ ہے کہ تنگ ہو۔ہمسائے بدلے برے ہوں اور وہاں کی آب وہوا خراب ہو۔

گھوڑے کی نحوست یہ ہے کہ اس کی قیمت زیادہ ہو اور وہ غرض ودو مصلحت کے تو موافق نہ ہو۔خادم کی نحوست کا بھی یہی مطلب ہے یا پھر نحوست سے مراد شرعاً یا طبعاً ناپسندیدہ ہونا ہی ہے۔اس اعتبار سے نحوست وبدفالی کی نفی عموم اور حقیقت پر محول ہوگئی۔

اچھے فال کی حقیقت

۱۲/۴۴۷۹ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یُعْجِبُہٗ اِذَا خَرَجَ لِحَاجَۃٍ اَنْ یَّسْمَعَ یَارَاشِدُ یَانَجِیْحُ۔

(رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/١٣٨ الحديث رقم ١٦١٦۔

تَرْجَمَہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب کسی کام کے لئے تشریف لے جاتے تو آپ ﷺ کو "یاراشد یانجیح" جیسے نام سننا پسند ہوتے (تاکہ اس سے اچھا معنی لیں)

تشریح ۞ اَنْ یَّسْمَعَ یَارَاشِدُ : آپ ﷺ یہ سننا اس لئے پسند فرماتے کیونکہ آپ ﷺ کو نیک فالی اور اچھا نام نہایت درجہ پسند تھا۔

اچھے نام کو سن کر آپ ﷺ کی مسرت

۱۳/۴۴۸۰ وَعَنْ بُرَیْدَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ لَا یَتَطَیَّرُ مِنْ شَیْءٍ فَاِذَا بَعَثَ عَامِلًا سَأَلَ عَنْ اِسْمِہٖ فَاِذَا اَعْجَبَہٗ اِسْمُہٗ فَرِحَ بِہٖ وَرُوِیَ بِشْرُ ذٰلِكَ فِیْ وَجْھِہٖ وَاِذَا دَخَلَ قَرْیَۃً سَأَلَ عَنْ اِسْمِھَا

فَاِذَا اَعْجَبَهٗ اِسْمُهَا فَرِحَ بِهٖ وَرُوْىَ بِشْرُ ذٰلِكَ فِىْ وَجْهِهٖ وَاِنْ كَرِهَ اسْمُهَا رُوْىَ كَرَاهِيَةُ ذٰلِكَ فِىْ وَجْهِهٖ۔ (رواہ ابوداود)

أخرجه أبو داوٗد في السنن ٤/٢٣٦ الحديث رقم ٣٩٢٠ وأحمد في المسند ٥/٣٤٧۔

ترجمہ: حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز سے بدشگونی نہ لیتے تھے۔ پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی عامل کو روانہ فرماتے تو پہلے اس کا نام دریافت فرماتے پس اگر اس کا نام پسند آتا تو اس قدر خوش ہوتے کہ خوشی کا اثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر نظر آتا اور اگر اس کا اسم پسند نہ ہوتا تو اس کی ناپسندیدگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر ظاہر ہوتی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی بستی میں داخل ہوتے تو اس کا نام دریافت فرماتے اگر اس کا نام پسند آتا تو اس قدر خوش ہوتے کہ آثار خوشی چہرہ انور پر نمایاں ہوتے اور اگر اس کا نام پسند نہ آتا تو اس کی ناپسندیدگی چہرہ مبارک پر دکھائی دیتی۔

(ابوداؤد)

تشریح ۞ وَرُوْىَ بِشْرُ ذٰلِكَ فِىْ وَجْهِهٖ : یہ بدشگونی نہیں کیونکہ اس وجہ سے جس کام کا عزم فرمائے ہوتے اس کو فسخ نہ فرماتے لیکن اس چیز کی ناپسندیدگی کا اثر چہرہ پر ظاہر ہوتا تھا۔

کیونکہ بھلائی اور برائی کی خوشی و ناخوشی میں طبعی تاثیر ہے۔ قطع نظر اس بدشگونی کے بولی جاتی ہے۔

ابن ملک کہتے ہیں: اس روایت سے معلوم ہوا کہ سنت طریق یہ ہے کہ آدمی اپنے فرزند اور خادم کا اچھا و مستحب نام رکھے کیونکہ بعض اوقات برے نام تقدیر کے تو موافق ہو جاتے ہیں جیسا کہ کوئی شخص اپنے بیٹے کا نام خسار رکھے۔ پس بعض اوقات تقدیر الٰہی اسی معنی کے لحاظ سے جاری ہوتی ہے۔ وہ اس طرح کہ اس شخص یا اس کے بیٹے کو خسارہ حاصل ہو۔ تو لوگ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ تو نقصان اس کے نام کی وجہ سے ہوا۔ پس اس آدمی کو برا خیال کرتے ہیں اور اس کے پاس بیٹھنے سے نفرت کرتے ہیں۔

(ح۔ع)

ترکِ مقام کا حکم

۱۴/۴۴۸۱ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنَّا كُنَّا فِىْ دَارٍ كَثُرَ فِيْهَا عَدَدُنَا وَاَمْوَالُنَا فَتَحَوَّلْنَا اِلٰى دَارٍ قَلَّ فِيْهَا عَدَدُنَا وَاَمْوٰلُنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَرُوْهَا ذَمِيْمَةً۔ (رواہ ابوداود)

أخرجه أبو داوٗد في السنن ٤/٢٣٨ الحديث رقم ٣٩٢٤۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم ایک حویلی میں رہا کرتے تھے جس میں ہماری تعداد بھی زیادہ اور مال بھی کثرت سے تھا پھر ہم ایک دوسری حویلی میں مستقل ہو گئے جہاں ہماری تعداد و اموال میں کمی آ گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ قابل مذمت ہے اسے چھوڑ دو۔

تشریح ۞ ذَرُوْهَا ذَمِيْمَةً: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس گھر کو چھوڑنے کا اس میں حکم فرمایا یہ شگون کی قسم سے نہیں ہے۔ بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس گھر کی ہوا اس کے ناموافق تھی۔

خطابی کا قول:

اس کو تبدیلی مکان کا حکم اس لئے فرمایا کہ اس کے دلوں میں یہ بات جم چکی تھی کہ یہ خرابی اس مکان کی وجہ سے ہے۔تو آپ ﷺ سے چھوڑنے کا حکم دیا تا کہ وہم کا مادہ ختم ہوجائے اور وہ شرکِ خفی کے جال میں نہ پھنس جائیں۔اسی وجہ نے فرمایا کہ نحوست گھر کی وجہ سے نہیں اور اس کے ہاں فاراد کی تعداد میں تبدیلی اور اموال میں تو فرق اس گھر میں آیا پس دماغوں سے یہ بات نکالنے کے لئے گھر سے انتقال کا حکم فرمایا۔تا کہ وسوسہ خوب زائل ہوجائے۔

ازالہ وساوس کے لئے وبائی علاقہ چھوڑ دو

۴۴۸۲/۱۵ وَعَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُحَيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مَنْ سَمِعَ فَرْوَةَ بْنِ مُسَيْكٍ يَقُوْلُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عِنْدَنَا اَرْضٌ يُقَالُ لَهَا اَبْيَنُ وَهِيَ اَرْضُ رِيْفِنَا وَمِيْرَتِنَا وَاِنَّ وَبَآءَ هَا شَدِيْدٌ فَقَالَ دَعْهَا عَنْكَ فَاِنَّ مِنَ الْقَرَفِ التَّلَفَ۔

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٢٣٨ الحديث رقم ٣٩٢٣، وأحمد فی المسند ٣/٤٥٣۔

ترجمہ: یحییٰ بن عبداللہ بن جبیر کہتے ہیں مجھے اس شخص سے بتلایا جس سے اروہ بن مئیک ؓ کو یہ کہتے سنا۔کہ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہماری ایک زمین ہے وہ وبائی علاقہ ہے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو اس لئے کہ قرف سے ہلاکت پیدا ہوتی ہے۔یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ علامہ طیبی کہتے ہیں کہ یہ تعدیہ کی قسم سے نہیں بلکہ طب اور علاج کی قسم سے ہے کیونکہ فصلاح بدن کے لئے صالح ہونا چاہیے ہوا کی خرابی عدم تو موافقت اور بیماری کا سبب ہے۔

وباء سے بھاگنے والوں کا استدلال:

ممکن ہے کہ وباء سے بھاگنے والے اس حدیث سے استدلال کریں کہ اس آدمی سے وباء کی شکایت کی جو اس زمین میں پائی جاتی تھی آپ ﷺ سے اسے چھوڑ دینے کا حکم دیا۔مرض و وباء سے باعث ہلاکت ہوتی ہے پس وباء سے بھاگنا درست ہوا۔

جواب: اس سے ستدلال درست نہیں کیونکہ اس سے وبائے و مرض کی شکایت کی اور اس کو منحوس و ناپسند جانا تو آپ ﷺ سے اس کے حال کی کمزوری اور شرک خفی کے جال میں پھنسنے سے حفاظت کے لئے وہاں سے نکلنے کا حکم فرمایا۔یہ نہیں کہ وہاں وباء پڑی اور اس وقوع کے بعد آپ ﷺ سے بھاگنے کو جائز قرار دیا اور گفتگو تو اسی میں ہے پس یہ بحث سے خارج ہے اور مصیبت میں پڑنے سے پہلے فصل طریقہ یہی ہے کہ پرہیز و گریز کیا جائے اور وقوع کے بعد پھر رضاء و صبر ہے۔مگر ایسی حالت میں دعا و تارع احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔بخاری و مسلم میں موجو ہے کہ وباء سے بھاگ کر نکلنے کی اجازت نہیں۔اور صبر و صبات کی ترغیبی روایات وارد ہیں یہ روایت ابوداؤد اس رعایات کے معارض نہیں ہوسکتی۔علماء نے لکھا ہے کہ اروہ بن مسیلک سے ایک دو

روایات ہی مروی ہیں اور وہ بھی نامعلوم شخص سے مروی ہے پس روایت منقطع ہوتی اور یحییٰ بن عبداللہ کو ثقہ وغیر ثقہ ہونے میں اختلاف ہے۔

حاصل کلام ﴿ یہ ہے وباء سے بھاگنا معصیت ہے اور ممنوع ہے اگر یقینی طور پر یہ جانے کہ اگر وباء میں رہا تو مرجاؤں گا اگر نکل گیا تو بچ جاؤں گا تو اس طرح کافر ہو جائے گا۔ اس اعتقاد کے بغیر وہ گناہ گار ہے۔ اور اس کا یہ قیاس کہ جیسا زلزلہ اور آگ لگنے سے گھر سے نکلتے ہیں اسی طرح یہ بھی ہے یہ قیاس فاسد ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ زلزلہ سے ہلاکت، گھر کے گرنے سے ہلاکت اور آگ لگنے سے ہلاک ہونا نہ نکلنے کی صورت میں یقینی ہے اور وباء کی صورت میں اس کا مرنا مشکوک وموہوم ہے۔

الفصل الثالث:

ناپسند چیز کو دیکھ کر یہ دُعا کرے

۱۶/۴۴۸۳ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ ذُكِرَتِ الطِّيَرَةُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَحْسَنُهَا الْفَالُ وَلَا تَرُدُّ مُسْلِمًا فَاِذَا رَاٰى اَحَدُكُمْ مَا يَكْرَهُ فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ لَا يَاْتِيْ بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ (رواه ابوداود مرسلا)

أخرجه أبو داؤد فى السنن ٤/٢٣٥ الحديث رقم ٣٩١٩۔

ترجمہ: حضرت عروہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بدشگونی کا تذکرہ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس میں سب سے بہتر اچھا فال ہے۔ اور فال سے کسی مسلمان کو اس کام سے واپس نہ لوٹنا چاہیے جس کا وہ ارادہ کر چکا ہے۔ پس تم کسی ناپسندیدہ چیز کو دیکھو تو یہ دعا کرو "اے اللہ! تو نیکیوں کو لانے والا اور برائیوں کو دفع کرنے والا ہے۔ برائی سے بچنا اور نیکی کی توفیق تیری طرف سے ہی میسر ہوتی ہے۔ یہ ابوداؤد کی مرسل روایت ہے۔

باب الکهانة

کہانت کا بیان

کہانت: کاھن: فال گوئی کرنے والے کو کاہن کہا جاتا ہے اور کفا کی زبر سے فال گوئی کرنا اور کفا کی زیر ہو۔ فال گوئی کا پیشہ۔
علامہ طیبی: کاہن وہ ہے آئندہ حوادث کی اطلاع کا مدعی اور معرفت اسرار واشیاء مخفیہ کے جاننے کا دعویدار ہو۔ عرب میں کافی تعداد میں کاہن پائے جاتے تھے۔ اس کی کئی اقسام تھیں۔ بعض تو جنات سے خبریں وصول کرنے کے مدعی تھے کیونکہ فرشتوں کی زبانی شیاطین چوری چھپے خبریں سن کر کاہنوں کو آ کر بتلاتے تھے اور وہ اس میں اضافہ کر کے پھیلا دیتے اہل عرب اس کو قبول کر لیتے۔ آپ ﷺ کی بعثت پر شیاطین کی چوری روک دی گئی تو کہانت کا یہ سلسلہ بھی ٹھپ ہو گیا۔ ۲: بعض اسباب وعلامات

سے معلوم کر کے لوگوں کو بتلاتے یہ عرفاً کہا کرتے تھے۔ یہ مکان میں چوری کی چیز اور گمشدہ کی اطلاع دیتے کبھی اٹکل لگ جاتا۔ رمل والوں کا بھی یہی کام تھا اور ہے یہ بھی کاہنوں کی قسم تھی۔ ۳: کاہن کا طلاق نجومی، مرلی عرفاً سب پر آتا ہے،۔ یہ حرام فاعال ہیں اس پر جس طرح مال لینا ناجائز ہے۔ اسی طرح دیاس بھی ناجائز ہے۔ مسلمان حکام کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کو روکے اور تادیب کے طور پر سزا بھی دے۔

الفصل الاول:

شگون تمہیں کام سے مانع نہ بنے

۴۴۸۴/اعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمُوْرًا كُنَّا نَصْنَعُهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ كُنَّا نَأْتِي الْكُهَّانَ قَالَ فَلَا تَأْتُوا الْكُهَّانَ قَالَ قُلْتُ كُنَّا نَتَطَيَّرُ قَالَ ذٰلِكَ شَيْءٌ يَجِدُهٗ اَحَدُكُمْ فِيْ نَفْسِهٖ فَلَا يَصُدَّنَّكُمْ قَالَ قُلْتُ وَمِنَّا رِجَالٌ يَخُطُّوْنَ خَطًّا قَالَ كَانَ نَبِيٌّ مِنَ الْاَنْبِيَآءِ يَخُطُّ فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهٗ فَذَالِكَ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم فی صحيحه ١٧٤٨/٤ الحديث رقم (١٢١-٥٣٧)، وأبو داوٗد فی السنن ٢٢٩/٤ الحديث رقم ٣٩٠٩، والنسائی فی ١٤/٣ الحديث رقم ١٢١٨، وأحمد فی المسند ٤٤٧/٥۔

ترجمہ: حضرت معاویہ بن حکمؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ایسے بہت سے کام ہیں جس کو ہم زمانہ جاہلیت میں کیا کرتے تھے ہم کاہنوں کے ہاں جا کر اس سے غیب کی باتیں دریافت کرتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا (اب) تم کاہنوں کے ہاں مت جاؤ۔ میں نے عرض کیا ہم بدشگونی کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا براشگون ایسی چیز ہے جو (وسوسہ کی حد تک) اب بھی دل میں آسکتی ہے مگر یاد رکھو یہ تمہیں کسی کام سے نہ روکے۔ پھر میں نے عرض کیا ہم میں سے بعض لوگ لکیریں کھینچتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا انبیاءؑ میں سے ایک نبی لکیریں کھینچا کرتے تھے تو جس آدمی کا خط اور لکیر اس کے موافق ہو جائے وہ جائز ہے۔ (مسلم)

تشریح ۞ **معاویہ**: یہ جلیل القدر صحابی ہیں مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہوئے اور غزوۂ تبوک کے موقعہ پر مدینہ میں وفات پائی۔

ذلك شئی: کاہنوں کے پاس مت جاؤ اور بدشگون مت لو۔ اور نہ ان کے پیچھے جاؤ یہ وسوسہ ہے جس کو آدمی دل میں محسوس کرتا ہے۔

یخطوس: یہ رمل والوں کی لکیریں ہیں جو وہ مختلف چیزیں معلوم کرنے کے لئے بطور فال نکالتے تھے۔

کاس بنی: اس سے مراد حضرت دانیالؑ ہیں بعض نے ادریسؑ مراد لیے ہیں۔ تو جن کی لکیروں کے موافق ہوگئی وہ صحیح ورنہ غلط یا مطلب یہ کہ اتفاقاً حاصل کرنے والی یہ موافقت مطلوب و محمود ہے۔ گویا صراحۃً منع نہیں فرمایا مگر ایک غیر یقینی معاملے سے معلق کر دیا اور وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی لکیروں سے تو موافقت ہے جو کہ نامعلوم اور غیر یقینی ہے۔ پس آجکل اس پر عمل بھی حرام

ہے مطلب یہ ہے کہ یہ معلوم نہیں کیا جا سکتا کہ وہ نبی بھی اسی طرح لکیریں کھینچتے تھے اور عمل کرتے تھے۔اس کی تفصیل گزشتہ باب میں گزری۔ (ع،ح)

اُچکا ہوا کلمہ حق

۲/۴۴۸۵ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ سَاَلَ اُنَاسٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكُهَّانِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُمْ لَيْسُوْا بِشَیْءٍ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّهُمْ يُحَدِّثُوْنَ اَحْيَانًا بِالشَّیْءِ يَكُوْنُ حَقًّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يَخْطَفُهَا الْجِنِّیُّ فَيَقُرُّهَا فِیْ اُذُنِ وَلِيِّهٖ قَرَّ الدَّجَاجَةِ فَيَخْلِطُوْنَ فِيْهَا اَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ كَذْبَةٍ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۰/۵۹۵ الحديث رقم ۶۲۱۳، ومسلم في ۴/۱۷۵۰ الحديث رقم (۱۳۳۔ ۲۲۸)، وأحمد في المسند ۶/۸۷۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کاہن کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔اس کی کچھ حقیقت نہیں لوگوں نے عرض کیا وہ بعض اوقات ایسی چیز بیان کرتے ہیں جو سچ مچ واقع ہو جاتی ہے تو اس کے جواب میں جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ تو جنات کا اچکا ہوا کلمہ حق ہے اور وہ اسے اپنے دوست (کاہن) کے کان میں اسی طرح ڈال دیتا ہے جیسا کہ مرغ دوسرے مرغ کو دانہ لینے کے لئے بلاتا ہے۔ پھر وہ اس کے ساتھ سو سے زیادہ جھوٹ ملا دیتے ہیں۔ (متفق علیہ)

تشریح ۞ کاہنوں کی بات قابل اعتماد نہیں ہوتی حالانکہ بعض اوقات وہ سچی خبر دیتے ہیں مگر سچ جھوٹ ملے ہوئے کو کیسے سچ کہہ دیں۔

روایات کا فرق:

بعض روایات میں ایقرھا اور دوسری میں یقرھا پہلا سے زیادہ تو موافق ہے۔بعض شارحین نے اس کو ترجیح دی ہے۔ راز کا پوشیدہ طور پر بیان کرنا ماخوذ قرار دیا ہے۔حاصل یہ ہے کہ عالم ملکوت سے کوئی بات سن کر وہ کاہنوں کے کان میں ڈال دیتا ہے کہ دوسرے کو اس کی اطلاع اسی طرح نہیں ہوتی کہ جیسے مرغا مرغی کو دانہ ڈالتا ہے اور دوسروں کو خبر نہیں ہوتی۔فرشتوں نے وہ خبر وحی سے لی ہوتی ہے یا مکاشفہ لوح محفوظ سے معلوم ہوتی ہے۔ (ع)

کاہنوں کے کسی بات سچا ہونے کی وجہ

۳/۴۴۸۶ وَعَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ تَنْزِلُ فِی الْعَنَانِ وَهُوَ السَّحَابُ فَتَذْكُرُ الْاَمْرَ قُضِیَ فِی السَّمَآءِ فَتَسْتَرِقُ الشَّيَاطِيْنُ السَّمْعَ فَتَسْمَعُهٗ فَتُوْحِيْهِ اِلٰى

الْكُهَّانِ فَيَكْذِبُوْنَ مَعَهَا مِائَةَ كَذِبَةٍ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحيحه ٦/٣٠٤ الحديث رقم ٣٢١٠۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو اس طرح فرماتے سنا کہ فرشتوں کی کوئی جماعت بادلوں میں اترتی ہے اور وہ آپس میں آسمان میں فیصلہ شدہ امور کا تذکرہ کرتی ہے۔ شیاطین جب چوری چھپے اس میں سے کوئی بات سن پاتے ہیں تو وہ اسے کاہنوں تک منتقل کر دیتے ہیں پھر وہ کاہن اس میں اپنے ہاں سے سو جھوٹی باتیں ملا لیتے ہیں (اور پھر لوگوں کو بیان کر دیتے ہیں)۔

تشریح ۞ عفان سے مراد بندل ہے یعنی جب ملائکہ آسمانی تو فضاء کی طرف نیچے اترتے تھے تو شیاطین پہلے آسمان کے نیچے تک پرواز کر سکتے تھے اب آپ ﷺ کی تشریف آوری سے یہ بھی بند کر دی گئی۔

فرشتوں کی بات کو اچکنے کی وجہ سے کاہنوں کی کوئی بات واقعہ کے تو موافق ہو جاتی ہے۔ مگر اس میں بے شمار جھوٹ کی ملاوٹ ہوتی ہے۔ شارع علیہ السلام نے اس سے استفادہ کا راستہ بند کر دیا اور فرمایا وہ کچھ نہیں۔

عراف کے پاس جانے والے کی چالیس روز نماز نا قبول

۴/۴۴۸۷ وَعَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَتٰى عَرَّافًا فَسَاَلَهٗ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهٗ صَلٰوةُ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم فی صحيحه ٤/١٧٥١ الحديث رقم (١٥-٢٢٣)، وأحمد فی المسند ٤/٦٧۔

ترجمہ: حضرت حفصہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص عراف کے پاس گیا اور اس سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا تو اس کی چالیس راتوں کی نماز قبول نہیں کی جاتی۔ (مسلم)

تشریح ۞ نجومی کے پاس جانے والے کی اس سے بڑھ کر بدبختی کیا ہو گی کہ اس کے افضل العبادات، اشرف العمال کو چالیس روز کے لئے نامقبول کر دیا گیا۔ جب نماز قبول نہیں تو اور کسی عمل کے مقبول ہونے کا بھی کوئی معنی نہیں۔

نامقبول کا مطلب:

ثواب نہیں ملتا اگرچہ صورت نماز تو ادا ہو جاتی ہے۔ اگرچہ ابراء ذمہ کے لئے اس پر قضاء لازم نہ ہو گی روایت میں اگرچہ رات کا تذکرہ ہے مگر تمام شب و روز مراد ہیں کیونکہ کلام عرب میں تو تو محاورہ اسی طرح بولا جاتا ہے دن یا رات میں سے ایک کا تذکرہ کر دینا دونوں کے تذکرہ کی دلالت ہوتی ہے۔

کفر کی حالت میں صبح کرنے والے

۵/۴۴۸۸ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ

بِالْحُدَیْبِیَّةِ عَلٰی اَثَرِ سَمَآءٍ کَانَتْ مِنَ اللَّیْلِ فَلَمَّا انْصَرَفَ اَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّکُمْ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ قَالَ اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِیْ مُؤْمِنٌ بِیْ وَکَافِرٌ فَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِیْ وَکَافِرٌ بِالْکَوْکَبِ وَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ کَذَا وَکَذَا فَذٰلِكَ کَافِرٌ بِیْ مُؤْمِنٌ بِالْکَوْکَبِ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاری فی صحیحه ٢/٣٣٣ الحدیث رقم ٨٤٦، ومسلم فی ١/٨٣ الحدیث رقم (١٢٥ـ٧١)، وأبو داوٗد فی السنن ٤/٢٢٧ الحدیث رقم ٣٩٠٦، والنسائی فی ٣/١٦٤ الحدیث رقم ١٥٢٥، ومالك فی الموطأ ١/١٩٢ الحدیث رقم ٤ من کتاب الاستسقاء وأحمد فی المسند ٤/١١٧۔

ترجمہ: حضرت زید بن خالد جہنیؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر ہمیں نماز فجر پڑھائی۔ جب کہ رات کو بارش ہو چکی تھی نماز سے فراغت کے بعد آپ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے رب نے کیا کہا ہے صحابہ نے جواب دیا اللہ اور رسول بہتر جانتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے بندوں میں بعض تو ایمان کی حالت میں صبح کرتے ہیں جب کہ دوسرے کفر کی حالت میں صبح کرتے ہیں پس جس نے اس طرح کہا کہ یہ بارش اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم سے برسی ہے تو وہ مجھ پر ایمان لانے والا اور ستاروں (کے اثرات) کا انکار کرنے والا ہے۔ اور جس نے اس سطرح کہا کہ ستاروں کی تاثیر سے ہمیں بارش ملی ہے تو وہ شخص میرا انکار کرنے اور ستاروں پر ایمان لانے والا ہے۔

تشریح ✿ جس شخص کا اہل جاہلیت کی طرح یہ اعتقاد ہو کہ بارش برسانے والے ستارے ہیں تو یہ کفر صریح ہے اور اگر کسی کا اعتقاد یہ ہو کہ بارش تو اللہ تعالیٰ برساتے ہیں اس کے لئے عالمت ہیں ستارا ظاہر ہونے سے بارش کا یقین تو نہیں مگر گمان ہے۔ یہ کفر تو نہیں مگر ظاہر تر قول کے مطابق کراہت تنزیہی سے یہ بھی خالی نہیں۔

بارش کے سبب کفرانِ نعمت

۶/۴۴۸۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ بَرَکَةٍ اِلَّا اَصْبَحَ فَرِیْقٌ مِنَ النَّاسِ بِهَا کَافِرِیْنَ یَنْزِلُ الْغَیْثَ فَیَقُوْلُوْنَ بِکَوْکَبِ کَذَا وَکَذَا۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ١/٨٤ الحدیث رقم (١٢٦ـ٧٢)، والسنائی فی السنن ٣/١١٤ الحدیث رقم ١٥٤٢، وأحمد فی المسند ٢/٣٦٢۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب بھی آسمان سے کوئی برکت اتارتے ہیں تو انسانوں کی کوئی نہ کوئی جماعت اس کے سبب کفر اختیار کر لیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بارش نازل فرماتے ہیں۔ تو لوگ کہتے ہیں ہم پر بارش فلاں ستارے کیوجہ سے بارش ہوئی ہے۔ (تو یہ شخص اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والا ہے)۔ (مسلم)

تشریح ✿ یہاں برکت سے بارش کا مراد ہونا ظاہر ہے۔ اور جملہ: ینزل الله وینزل الله الغیث اس کے ایک اردو کی مثال و

بیان ہو۔

الفصل الثانی:

نجوم جادو کا حصہ ہے

۷/۴۴۹۰ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَبَسَ عِلْمًا مِنَ النُّجُوْمِ اقْتَبَسَ شُعْبَۃً مِّنَ السِّحْرِ زَادَ مَازَادَ۔ (رواہ احمد وابوداود وابن ماجۃ)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٢٢٦ الحديث رقم ٣٩٠٥' وابن ماجه فی ٢/١٢٢٨ الحديث رقم ٣٧٢٦' وأحمد فی المسند ١/٣١١۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم نجوم کا ایک حصہ حاصل کرنے والا جادو کا ایک حصہ حاصل کرنے والا ہے۔ اس نے جس قدر نجوم کا علم حاصل کیا اس نے اسی قدر جادو کا علم حاصل کیا۔ یہ احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ اس روایت میں علم نجوم کی برائی اور قباحت شدیدہ بیان کر کے کرنے کرنے کے لئے اسے جادو سے مشابہت دی۔ گویا اس کا حاصل جادوگروں میں سے ہے۔ (ح)

بعض نے اسے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول قرار دیا۔ (ع)

وحی کے تین منکر

۸/۴۴۹۱ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَتٰی کَاھِنًا وَصَدَّقَہٗ بِمَا یَقُوْلُ اَوْ اَتٰی امْرَاَتَہٗ حَائِضًا اَوْ اَتٰی امْرَاَتَہٗ فِیْ دُبُرِھَا فَقَدْ بَرِیَٔ مِمَّا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ۔

(رواہ احمد وابوداود)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٤/٢٠٢٥ الحديث رقم ٣٩٠٤' والترمذی فی ١/٢٤٣ الحديث رقم ١٣٥' وأحمد فی المسند ٢/٤٠٨۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کاہن کے پاس آیا اور بات میں اس کی تصدیق کی یا بیوی کے پاس حالت حیض میں گیا یا اپنی بیوی کے ساتھ لواطت کی تو اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی وحی کا انکار کیا۔ یہ احمد، ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ بیزار ہو۔ ا: اس کا مطلب یہ ہے کہ کافر ہوا۔ یہ مفہوم اس وقت ہوگا جب اس تینوں کاموں کو حلال سمجھ کر کرے۔

۲: اس شنیع کاموں کرنے پر تغلیظ و تشدید ہے کہ اس نے کافروں والا کام کیا۔ (ع)

حائض : یہ لفظ مذکر ہے کیونکہ یہ عورتوں کے ساتھ خاص ہے۔ پس تائے تانیث کی حاجت نہیں۔

الفصل الثالث:

ساحر کی سچی بات کی حقیقت

۹/۴۴۹۲ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَضَی اللّٰهُ الْاَمْرَفِی السَّمَآءِ ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ بِاَجْنِحَتِهَا خِضْعَانًا لِقَوْلِهٖ كَاَنَّهٗ سِلْسِلَةٌ عَلٰی صَفْوَانٍ فَاِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوْا لِلَّذِیْ قَالَ الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ فَسَمِعَهَا مُسْتَرِقُوْا لسَّمْعِ وَمُسْتَرِقُوْا السَّمْعِ هٰكَذَا بَعْضُهٗ فَوْقَ بَعْضٍ وَوَصَفَ سُفْیَانٌ بِكَفِّهٖ فَحَرَّفَهَا وَبَدَّدَ بَیْنَ اَصَابِعِهٖ فَیَسْمَعُ الْكَلِمَةَ فَیُلْقِیْهَا اِلٰی مَنْ تَحْتَهٗ ثُمَّ یُلْقِیْهَا الْاٰخَرُ اِلٰی مَنْ تَحْتَهٗ حَتّٰی یُلْقِیَهَا عَلٰی لِسَانِ السَّاحِرِ اَوِلْكَاهِنِ فَرُبَّمَا اَدْرَكَ الشِّهَابُ قَبْلَ اَنْ یُلْقِیَهَا وَرُبَّمَا اَلْقَاهَا قَبْلَ اَنْ یُّدْرِكَهٗ فَیُكَذِّبُ مَعَهَا مِائَةَ كَذِبَةٍ فَیُقَالُ اَلَیْسَ قَدْ قَالَ لَنَا یَوْمَ كَذَاوَكَذَا وَكَذَا وَكَذَا فَیُصَدَّقُ بِتِلْكَ الْكَلِمَةِ الَّتِیْ سُمِعَتْ مِنَ السَّمَآءِ۔

أخرجه البخاری فی صحیحه ۸/۵۳۷ الحدیث رقم ۴۸۰۰، والترمذی فی السنن ۵/۳۳۷ الحدیث رقم ۳۲۲۳، وابن ماجه فی ۱/۶۹ الحدیث رقم ۱۹۴۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ آسمانوں پر اپنا کوئی حکم جاری کرتے ہیں تو فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کے خوف سے اپنے پر پھڑ پھڑاتے ہیں گویا حکم باری تعالیٰ ایک زنجیر ہے جس کو صاف پتھر پر کھینچا جائے۔

تشریح ۞ پھر جب ان کے دلوں سے رعب دور ہو جاتا ہے تو وہ دوسرے فرشتوں سے پوچھتے ہیں تمہارے رب نے کیا حکم اتارا تو وہ اس طرح کہتے ہیں اس نے جو کچھ اتارا سچ اتارا وہ بلندیوں والی بزرگ ذات ہے۔ تو ان باتوں کو چوری چھپے اچکنے والے شیاطین سن لیتے ہیں اور چوری چھپے سننے والے اس طرح ہیں یعنی ایک دوسرے کے اوپر چنانچہ سفیان راوی نے اپنے ہاتھ سے یہ بات بیان کی پھر انگلیوں کو بائیں جانب جھکا دیا۔ اور اس انگلیوں کو آپس میں جدا کیا۔ تو وہ چوری چھپے سننے والا بات کو سن کر بات کو نیچے والے کو پہنچا دیتا ہے اور وہ اپنے ماتحت کو یہاں تک کہ وہ اسے جادوگر یا ساحر کی زبان تک پہنچا دیتا ہے۔ اور بعض اوقات وہ شہاب نیچے تک پہنچنے سے پہلے اس کو آلیتا ہے۔ اور کبھی شہاب کے پڑنے سے پہلے بتلا دیتے ہیں پس وہ کاہن اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا کر اسے لوگوں کو سنا دیتا ہے۔ اور اس طرح کہا جاتا ہے کہ کیا اس سے فلاں فلاں دن یہ بات نہ کہی تھی اس طرح اس کاہن کی سچائی کی تصدیق اس بات سے کی جاتی ہے جو اس تک آسمان سے سنی ہوئی پہنچی تھی۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

یُلْقِیْهَا عَلٰی لِسَانِ السَّاحِرِ : اس روایت میں اَو کے لفظ سے وارد ہے جب کہ روایت ابن عباس ؓ میں آیا ہے کہ کاہن ساحر ہے۔ اس صورت میں اَو کا لفظ شک کے لئے ہے۔

۲ ساحر سے مراد منجم ہے۔ جیسا کہ ایک روایت میں المنجم کا لفظ وارد ہوا ہے۔ ساحر سحر کرتا ہے وہ غیب کی خبر نہیں بتاتا پس اس صورت میں اَو کا لفظ تنویع یعنی نوع کو بیان کرنے کے لئے ہوگا۔ مرجوم کے متعلق اختلاف ہے کہ مرجوم سنگساری کی سزا پا کر بچ جاتا ہے یا اس سے وہ شیطان جل جاتا ہے۔

ضَرَبَتِ الْمَلآئِكَةُ : یہ عظمت وہیبت کی بناء پر فرشتے لرزہ براندام ہو جاتے ہیں۔

كَاَنَّهٗ سِلْسِلَةٌ : تو وحی کو دقت، خفاء اور سمجھنے میں دقیق ہے۔ اس لئے اسے زنجیر اور گھنٹی کی آواز سے مشابہت دی۔ (ع)

ستارا کسی کی موت وحیات سے نہیں ٹوٹتا

۴۴۹۳/۱۰ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْاَنْصَارِ اَنَّهُمْ بَیْنَاهُمْ جُلُوْسٌ لَیْلَةً مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رُمِیَ بِنَجْمٍ وَاسْتَنَارَ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَاكُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ فِی الْجَاهِلِیَّةِ اِذَا رُمِیَ بِمِثْلِ هٰذَا قَالُوْا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ كُنَّانَقُوْلُ وُلِدَ اللَّیْلَةَ رَجُلٌ عَظِیْمٌ وَمَاتَ رَجُلٌ عَظِیْمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّهَا لَایُرْمٰی بِهَا لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَیٰوتِهٖ وَلٰكِنْ رَبُّنَا تَبَارَكَ اسْمُهٗ اِذَا قَضٰی اَمْرًا سَبَّحَ حَمَلَةُ الْعَرْشِ ثُمَّ سَبَّحَ اَهْلُ السَّمَآءِ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ حَتّٰی یَبْلُغَ التَّسْبِیْحُ اَهْلَ هٰذِهِ السَّمَآءِ الدُّنْیَا ثُمَّ قَالَ الَّذِیْنَ یَلُوْنَ حَمَلَةَ الْعَرْشِ لِحَمَلَةِ الْعَرْشِ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ فَیُخْبِرُوْنَهُمْ مَاقَالَ فَیَسْتَخْبِرُ بَعْضُ اَهْلِ السَّمٰوٰتِ بَعْضاً حَتّٰی یَبْلُغَ هٰذِهِ السَّمَآءِ الدُّنْیَا فَیَخْطَفُ الْجِنُّ السَّمْعَ فَیَقْذِفُوْنَ اِلٰی اَوْلِیَآءِ هِمْ وَیَرْمُوْنَ فَاجَآءُ وْ بِهٖ عَلٰی وَجْهِهٖ فَهُوَ حَقٌّ وَلٰكِنَّهُمْ یَقْرِفُوْنَ فِیْهِ وَیَزِیْدُوْنَ۔

أخرجه مسلم فی صحیحه ٤/ ١٧٥٠ الحدیث رقم (١٢٤ـ٢٢٢٩)' والترمذی فی السنن ٥/ ٣٣٧ الحدیث رقم ٣٢٢٤' وأحمد فی المسند ١/ ٢١٨۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مجھے ایک انصاری صحابی نے اطلاع دی کہ ہم ایک رات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ستارا ٹوٹا اور اس کی روشنی پھیل گئی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا تم زمانہ جاہلیت میں اسے کیا کہا کرتے تھے انہوں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ ہم تو یہ کہا کرتے تھے کہ آج کی رات کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا یا مر گیا ہے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کی موت وحیات سے ستارا نہیں ٹوٹتا لیکن ہمارا رب جس کا نام برکتوں والا ہے۔ جب وہ کسی کام کا حکم فرماتا ہے تو حملۃ العرش فرشتے تسبیح کرتے ہیں پھر ان کی تسبیح کی آواز سن کر قریبی آسمان والے فرشتے تسبیح کرتے ہیں یہاں تک کہ یہ تسبیح اس فرشتوں تک پہنچ جاتی ہے جو آسمان دنیا میں مقرر ہیں۔ پھر حملۃ العرش کے قریب والے فرشتے پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا کہا۔ پس وہ اس کو اللہ تعالیٰ کی بات کی دیتے ہیں پھر کچھ آسمان والے ایک دوسرے سے دریافت کرتے ہیں یہاں تک کہ یہ بات آسمان دنیا تک پہنچ جاتی ہے۔ پھر سننے والے جنات اس بات کو اچک لیتے ہیں اور اپنے دوستوں تک پہنچا دیتے ہیں اور ان جنات پر پتھر

تو پھینکے جاتے ہیں پھر اگر وہ کاہن اس بات کو اسی طریق پر بیان کریں تو وہ حق ہوتی ہے۔ مگر وہ اس میں اضافہ کرتے اور جھوٹ بولتے ہیں۔ (مسلم)

تشریح ۞ ہمارے خیال میں ستارے کا ٹوٹنا کسی عظیم آدمی کی موت و پیدائش سے ہوتا ہے آپ ﷺ نے ان کی غلطی پر ٹوکا۔

سبح اسم : وہ فرشتے پاکیزگی بیان کرتے ہیں اس کی تعداد آٹھ ہوگی۔ وہ اتنے بڑے ہیں کہ اس کے سرمہ گوش اور کندھے کا فاصلہ دو ہزار سال ہے اور ایک روایت میں سات ہزار سال ہے۔

ستاروں کے تین مقاصد

۱۱/۴۴۹۴ وَعَنْ قَتَادَةَ قَالَ خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰى هٰذِهِ النُّجُوْمَ لِثَلٰثٍ جَعَلَهَا زِيْنَةً لِلسَّمَآءِ وَرُجُوْماً لِلشَّيٰطِيْنِ وَعَلَامَاتٍ يُهْتَدٰى بِهَا فَمَنْ تَاَوَّلَ فِيْهَا لِغَيْرِ ذٰلِكَ اَخْطَاءَ وَاَضَاعَ نَصِيْبَهٗ وَتَكَلَّفَ مَالَمْ يَعْلَمْ (رواه البخاری تعليقا وفی رواية رزين) وَتَكَلَّفَ مَالَا يَعْنِيْهِ وَمَالَا عِلْمَ لَهٗ بِهٖ وَمَا عِجِزَ عَنْ عِلْمِهِ الْاَنْبِيَاءَ وَالْمَلٰئِكَة وَعَنِ الرَّبِيْعِ مِثْلُهٗ وَزَادَ وَاللّٰهِ مَاجَعَلَ اللّٰهُ فِىْ نَجْمٍ حَيٰوةَ اَحَدٍ وَّلَا رِزْقَهٗ وَلَا مَوْتَهٗ وَاِنَّمَا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَيَتَعَلَّلُوْنَ بِالنُّجُوْمِ۔

أخرجه البخاری تعليقاً ٢٩٥/٦ باب (٣) من كتاب بدء الخلق۔ رواه رزين۔

ترجمہ: حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو تین مقاصد کے لئے پیدا فرمایا۔ ۱: آسمان کی زیب وزینت کے لئے۔ ۲: شیاطین کو مارنے کے لئے ۳: ان کو علامات بنایا تاکہ اس کے ذریعے راستے تلاش کئے جائیں جس نے ان ستاروں سے متعلق اس کے علاوہ اور کوئی بات بیان کی اس سے غلطی کھائی اور اپنا حصہ ضائع کیا اور ایسی چیز جس کو وہ نہیں جانتا اس میں تکلف کیا۔ یہ بخاری سے تعلیقاً نقل کی اور رزین کی روایت میں ان الفاظ کا تو فرق ہے۔ اس نے بے فائدہ چیز کا تکلف کیا جس کا اسے علم نہیں اور ایسی چیز میں تکلف کیا جس کے معلوم کرنے سے فرشتے اور انبیاء عاجز رہے ہیں۔ ان الفاظ کو ربیع سے بھی نقل کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ بیان کیا اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے کسی ستارے میں کسی کی زندگی اور موت نہیں رکھی اور نہ رزق رکھا ہے بلاشبہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹا افتراء کرتے ہیں۔ اور ستاروں کا بہانہ کرتے ہیں۔

تشریح ۞ یعنی اس نے اپنی عمر کا حصہ ضائع کیا۔ اور اس سے بے فائدہ چیزوں میں مشغولیت اختیار کی جو دنیا و آخرت میں فائدہ مند نہیں۔

هٰذِهِ النُّجُوْمَ لِثَلٰثٍ :اس کے پیدا کرنے میں تین اہم فوائد ہیں جس سے اہل دین و معرفت کو فائدہ پہنچتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ ورنہ اشیاء اور خصوصاً ان اجسام کے پیدا کرنے کی حکمتوں کا کوئی احاطہ کر سکتا ہے۔

غالباً غلط راہ بند کرنا مقصود ہے تاکہ لوگ نجومیوں کے کہنے سے کائنات میں پیدا ہونے والی اشیاء میں دلچسپی نہ لیں اور یہ جان لیں کہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بالواسطہ معرض وجود میں آتی ہیں اگر بالفرض ان ستاروں کا دخل بھی ہو۔ ان کی

طرف نسبت کرنا ایمان، توحید اور صالحین کے طرز عمل کے خلاف ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مواسم کے بدلنے اور بارش کے وقوع ، پھلوں کے پکنے، اور ایسے ہی دیگر امور میں اس اجسام فلکیا یعنی چاند، سورج اور ستاروں کا دخل بطور سبب ہے اور یہ عادت الٰہیہ ہے۔ مگر اس کا اعتبار کرنا اور نفعات و احکام کو اختیار کرنے میں ان پر اعتماد کرنا اور سعادت و نحوست کا اعتقاد رکھنا، اسلام اور توحید کے طریقے کے خلاف ہے۔ اگر اس کو مؤثر مانا جائے تو یہ کفر ہے ورنہ حرام یا مکروہ ہے۔

وَمَا عِجزَ عَنْ عِلْمِهِ الْاَنْبِيَاءَ : انبیاءؑ اور فرشتے اس کی حقیقت کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ حالانکہ وہ خلاصہ موجودات ہیں اور بارگاہ الٰہی کے مقرب ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی پیدائش میں گہرے راز اور علوم ہیں۔ ممنعت کی وجہ یہ ہے کہ ان کی حقیقت تک رسائی بہت دشوار ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید کے متشابہات کا کیا ہی کمال ہے۔ قرآن مجید تو علم و معرفت کا آسمان ہے ۔ روشنی و چمکتی ہوئی آیات پر مشتمل ہے۔ جس تک پہنچنے اور اس کے مطالب و معانی پر آگاہی کا راستہ واضح ہے جیسا کہ ستاروں کے تین فوائد کا جاننا واضح ہے۔

قرآن مجید دوسری متشابہہ آیات پر بھی مشتمل ہے۔ جس کے معانی کی حقیقت تک رسائی میں نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ سے خود فرمایا: اس کے مطلب تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اسی طرح آسمانی اجسام کے پیدا کرنے میں جو دقیق حکمتیں اور واقعی علوم رک گئے ہیں اس کی حقیقت تک پہنچا نہیں جا سکتا۔ آیت: اے ہمارے رب تو نے یہ سب بے کار پیدا نہیں کیا۔ اس میں اشارہ کر دیا کہ آسمان و زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرنے اور اس کی حقیقتوں کی تہہ تک رسائی سے عاجزی کے اقرار کے بعد عارف کا صرف اتنا حصہ ہے کہ وہ اجمالی طور پر جان لے کہ اس جگہ حکمتیں داور حقانیت کے راز ودیعت کیے گئے ان اشیاء کے خیمہ وجو کے گرد عبث اور بطلان کا گزر بھی نہیں ہو سکتا۔ اس کا اعترف کرے اور حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ کے علم ازلی کے سپرد کرے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے تقدس و جلالت کا بیان کرے اور قہر کی آگ اور عذاب سے پناہ مانگے جو اذیت دوری اور حجاب کا سبب ہے۔ ایمان اور رسولوں کی پیروی پر سختی سے قائم رہے تاکہ قبولیت اور قرب و وصول کے مقام پر فائز ہو کر دوری اور حجاب کے عذاب سے نجات پائے اور یہ مسلمانوں کی راہ ہے۔ اے اللہ ہمیں یہ راستہ نصیب فرما۔ (ع)

کاہن جادوگر ساحر کا حکم رکھتا ہے

۱۲/۴۴۹۵ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَبَسَ بَابًا مِنْ عِلْمِ النُّجُوْمِ لِغَيْرِ مَا ذَكَرَ اللّٰهُ فَقَدِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنَ السِّحْرِ اَلْمُنَجِّمُ كَاهِنٌ وَالْكَاهِنُ سَاحِرٌ وَالسَّاحِرُ كَافِرٌ۔

رواه رزين۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی آدمی علم نجوم میں سے کوئی قسم سیکھے جو اس مقصد کے علاوہ ہو جس کا قرآن مجید میں تذکرہ کیا گیا ہے۔ (وہ تین مقاصد ہیں) تو اس نے جادو کا ایک حصہ سیکھا اور نجومی بھی کاہن کی طرح ہے۔ اور کاہن جادوگر اور ساحر کا حکم رکھتا ہے اور جادوگر کافر ہے۔

تشریح ۞ اس روایت میں نجومی، جادوگر اور کاہن کی شدید مذمت فرما کر جادوگر کو کافر کہا گیا ہے۔

المجدح کی طرف بارش کی نسبت حرام ہے

۳/۴۴۹۶ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ اَمْسَکَ اللّٰہُ الْقَطْرَ عَنْ عِبَادِہٖ خَمْسَ سِنِیْنَ ثُمَّ اَرْسَلَہٗ الَاَصْبَحَتْ طَائِفَۃٌ مِنَ النَّاسِ کَافِرِیْنَ یَقُوْلُوْنَ سُقِیْنَا بِنَوْءِ الْمِجْدَحِ۔

(رواہ النسائی)

أخرجه النسائي في السنن ۳/۱۶۵۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید الخدری کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پہ پانچ سال کے لئے بارش کو بند کردے پھر بارش برسائے تو لوگوں کی ایک جماعت کافر ہوجائے گی (جونجوم کو مانتی ہے) وہ یہ کہیں گے کہ چاند کی منازل کے سبب بارش برسی ہے جس منزل کا نام المجدح ہے۔ (نسائی)

تشریح ☼ اہل عرب کے ہاں یہ چاند کی ایک منزل ہے۔ جو لازمی طور پر بارش کا سبب بنتی ہے اور کبھی خطاء نہیں جاتی۔ صاحب قاموس کہتے ہیں کہ یہ چاند کی ایک منزل ہے یا ایک چھوٹا ستارہ ہے۔

اَلْمِجْدَحِ: وہ لکڑی جس کے کئی کونے ہوں۔ چاند کی یہ منزل بھی مجدح کی شکل کے تین ستارے ہیں۔ وہ کم عقل یہ نہیں سمجھتے کہ یہ منزل قمر تو ہمیشہ ہے پھر پانچ سالوں میں بارش یوں نہ ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ بارش برسنا حوض قدرتِ الٰہیہ کی بناء پر ہے مگر لوگ کفر وشرک اور نجوم کے گرویدہ ہیں کہ اس کو معلوم نہیں کہ یہ پیدا ہونیوالے امور اللہ تعالیٰ کی طرف مسنوب ہیں۔

(ع)

خواب اور اس کی حقیقت

فوائد ۞ الرؤیا فصل مصدر ہے جو کہ رؤیت کے معنی میں ہے۔ پھر ان چیزوں اور صورتوں کو کہا جانے لگا جو خواب میں نظر آتی ہیں۔ صاحب قاموس کہتے ہیں: رؤیا وہ چیز جس کو تم خواب میں دیکھو۔ خواب کی حقیقت اہل سنت کے ہاں سونے والے کے دل میں علوم اور کیفیات کا پیدا کرنا ہے جیسا کہ جاگنے والے کے دل میں۔ اللہ تعالیٰ کو اس بات پر قدرت ہے ان کا باعث نہ تو بیداری ہے اور نہ نیند اُن میں رکاوٹ ہے۔ سونے والے کے دل میں کیفیات کا پیدا کرنا ان امور پر علامت ہے جو دوسرے وقت میں پیش آنے والے ہیں جو کہ اس کی تعبیر ہے۔ جیسا کہ ابر بارش کے وجود کی دلیل ہے۔ اربابِ دانش نے خواب کی حقیقت میں اختلاف کیا۔ وجہ اختلاف وہ اشکال ہے جو یہاں پیدا ہوتا ہے۔ وہ اشکال یہ ہے کہ نیند تو رؤیا کی ضد ہے۔ پس خواب میں نظر آنے والا کیا ہے۔

کاثر متکلمین واشاء کا مذہب:

وہ حقیقی ادراک نہیں بلکہ خیال باطل ہے ۔معتزلہ کے ہاں اس کا سبب یہ ہے کہ کسی چیز کو دیکھنے کے لئے کچھ شرائط ہیں جیسا کہ سامنے ہونا۔ آنکھ سے شعاع کا نکلنا۔ درمیان میں شفاف ہوا کا ہونا، نیند میں ان سے کوئی چیز موجود نہیں اس لئے نیند میں نظر آنے والی اشیاء خیالات فاسدہ اور وہم محض ہیں۔ ۲: اشاعرہ کہتے ہیں کہ نیند وعلم دو متضاد چیزیں ہیں اور سونے والے میں کفیت پیدا کرنا عادت الٰہیہ نہیں پس خواب میں نظر آنے والا حقیقی اور کا نہ ہوگا بلکہ خیال باطل ہے۔ اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ خواب بے حقیقت چیز ہے اور تعبیر کے ساتھ یا بغیر اس کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ بطلان سے مراد یہ ہے کہ اور کا حقیقی نہیں بلکہ اس کے مشابہ ہے۔ کیونکہ پاکیزہ خوابوں کی درستی پر اہل حق کا اجماع ہے۔ گویا ان کے ہاں خواب اور کا حقیقی نہیں بلکہ محض خیال ہے ۔مگر اس کے باوجود خواب کا ثبوت اور اس کی تعبیر پائی جاتی ہے۔

پس خواب کو خیال باطل کہنے کی بجائے خیال محض کہنا چاہیے۔ علامہ ابو اسحاق انارائنی کہتے ہیں کہ خواب بلا شبہ حقیقی ادراک ہے کیونکہ آدمی جس چیز کا دیدار بیداری یا نیند میں کرے اس میں کوئی فرق نہیں۔ خواب والے شخص کے اور کا پر شبہ سے بیدار کا اور کا مشکوک ہو جائے گا اور یہ انکار بدعت ہے۔ علامہ انارائنی نیند اور علم میں تضاد کو مانتے ہیں مگر دونوں کا تعلق الگ الگ

اجزاء سے مانتے ہیں اس سے دو متضاد کا اجتماع لازم نہ آیا۔شرح مواقف میں اسی طرح ہے۔

علامہ طیبی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سونے والے کے دل میں نور کا پیدا کرنا خواب کی حقیقت ہے کیونکہ وہی بیدار کے دل میں اور کا پیدا کرتا ہے۔وہ سونے والے کے دل میں کیونکہ پیدا نہیں کرسکتا ہے بیداری ان علوم کا سبب نہیں اور نیند ان کیفیات میں رکاوٹ نہیں ۔سونے والے میں یہ اور کیفیات پیدا کرنا بعض دیگر امور کی علامت ہے جو مذکورہ شخص کسی اور حالت میں پیش آ کر خواب کی تعبیر بن جاتے ہیں۔مثلاً بادل بارش کی علامت ہے۔اس سے خواب کا حقیقی اور کا ہونا ثابت ہوا۔

الاساہ کے ہاں خوابوں کا وجود حواس باطنہ کی تحقیق پر موقوا ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ انسان کے باطن میں قوت متصرفہ ہے۔وہ اگر معانی میں تصرف کر کے اس کو ترتیب دے تو یہ قوت متکارہ ہے۔اور صورتوں میں تصرف کرے تو وہ قوت متخیلہ ہے۔یہ قوت خواب و بیداری دونوں میں مصروف رہتی ہے۔نفس انسانی کا عالم ملکوت کے ساتھ روحانی اور معنوی تعلق ہے۔اور تمام کائنات کی ازل سے ابد تک صورتیں عالم ملکوت کے جواہر مجردہ فرشتوں میں موجو ہیں۔اس لئے نفس انسانی خواب میں جب اپنے بدن کے انتظام اور عالم جسمانی کے مشاغل سے فارغ ہوتا ہے تو ان فرشتوں کے ساتھ تعلق روحانی کی وجہ سے اس جواہر میں موجو صورتیں نفس انسانی میں نقش ہوجاتی ہیں اور وہاں سے یہ صورتیں مشترک میں مستقل ہوجاتی ہیں اور قوت متخیلہ کے مشابہہ لباس پہنا دیتا ہے۔اور وہ ایک نظر سے دوسری نظر کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جیسا کہ خواب میں مروارید کو انار کے دانوں کی شکل دی جاتی ہے۔اور کبھی اس صورت کو متضاد لباس مہیا کرتا ہے۔جیسا خواب میں خوشی کو رونے کا لباس پہنا دیا جاتا ہے۔ایسے خواب میں تعبیر کی حاجت ہوتی ہے۔بعض اوقات خواب میں بلا تبدیلی صورت نظر آتی ہے ان اخواب کو تعبیر کی حاجت نہیں بلکہ جو دیکھا وہی بیداری میں ہوجاتا ہے۔بعض اوقات قوت متخیلہ ایسی صورتیں لے لیتی ہے جو بیداری میں خیال میں جمع ہوتی ہیں۔پس خواب میں وہ نظر آتا ہے جس کو بیداری میں وہ سوچتا رہتا ہے بعض اوقات بیماریوں کی وجہ سے صورتیں نظر آتی ہیں مثلاً دموی مزاج سرخ رنگ اور صفراء والا آگ، سوداء والا پہاڑ و دریا اور بلغم والا پانی سفید رنگ دکھاتا ہے۔یہ آخری دونوں خواب نا قابل اعتبار ہیں نہ قابل تعبیر ہیں یہ جھوٹی خوابیں ہیں۔یہ تفصیلات خواب کا خلاصہ لکھ دیا گیا۔(المعات)

الفصل الاول:

مبشرات مؤمن

۱/۴۴۹۷ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَبْقَ مِنَ النَّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوْا وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ الرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ۔

(رواہ البخاری و ازادمالك بروایة عطاء بن یسار یَرَاھَا الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ اَوْتُرٰی لَہٗ)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۳۷۵/۱۲ الحدیث رقم ۶۹۹۰' وأبو داوٗد فی السنن ۲۸۰/۵ الحدیث رقم ۵۰۱۷۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آثارِ نبوت سے کوئی چیز سوائے

مبشرات کے باقی نہیں رہی۔تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا وہ مبشرات کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ نیک وصالح خواب ہیں جن کو مسلمان دیکھتا ہے یا اسے دکھائے جاتے ہیں۔ یہ بخاری کی روایت ہے اور یہ اضافہ امام مالک سے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ **لَمْ یَبْقَ** : یعنی میری موت سے وحی منقطع ہو جائے گی۔اور وہ چیز نہ رہے گی جس سے آئندہ کی چیز معلوم ہو فقط خواب رہ جائیں گے جن سے بعض چیزیں معلوم ہوں گی۔مبشرات: یہ بشارت سے مشتق ہے اس کا معنی خوشخبری ہے۔بشارت خیر کے لئے استعمال ہوتی ہے بعض اوقات شر کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں اور رؤیا عموماً نیک واچھے خواب کو کہتے ہیں برے خواب حلم جمع احلام کہلاتے ہیں اگر رؤیا کا یہ شرعی معنی ہے لغت میں مطلقاً رؤیا خواب کو کہتے ہیں اس تو روایت میں یہی لغوی معنی مراد ہے۔اگر نیک خواب مراد لیا جائے تو یہاں صالحہ کی صفت بیان کے لئے ہے۔۲: صالحہ کو سالکہ کے معنی میں لیا جائے یعنی واقعہ کے مطابق خواب۔پہلا معنی زیادہ ظاہر اور موافق ہے۔مباشرات کے لئے یہی معنی جوڑ کھاتا ہے۔جو کہ عموماً خوشی والی خبر پر بولتے ہیں اگرچہ اس میں صدق کا بھی لحاظ ہوگا جیسا کہ طیبہ سے کہا۔مگر حدیث کا سیاق دوسرے معنی کا مؤید ہے کیونکہ ثبوت میں خبر صادق کا اعتبار ہے خواہ وہ مبشر ہو یا منذر۔پس اس تقدیر کے مطابق مبشرات کا لفظ تغلیب کے طور پر لائے ہیں۔۳: مطلق معنی مراد ہے اور وہ مخبرات ہے۔(ح)

اچھا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے

۲/۴۴۹۸ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرُّؤْيَا الصَّاءُ لِحَةُ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَاَرْبَعِيْنَ جُزْءً مِنَ النُّبُوَّةِ۔ (متفق عليه)

أخرجه البخاري في صحيحه ١٢/٣٦١ الحديث رقم ٦٩٨٣، ومسلم في ٤/١٧٧٤ الحديث رقم (٧/٢٢٦٤، وابن ماجه في السنن ٢/١٢٨٣ الحديث رقم ٢٨٩٣، ومالك في الموطأ ٢/٩٥٦ الحديث رقم ١من كتاب الرؤيا وأحمد في المسند ٣/١٢٦۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں سے ایک حصہ ہے۔

تشریح ۞ **الرُّؤْيَا الصَّاءُ لِحَةُ** :ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ رویا صالحہ سے مراد رؤیا صادقہ ہیں :اشکال: شئی کا جزء شئی کے ساتھ ہوتا ہے۔جب نبوت نہ رہی تو جزء کیسے رہ گیا۔

الجوابه :اس کا معنی یہ ہے کہ رؤیا علوم نبوت کے اجزاء میں سے ایک جز ہے اور علم نبوت تو باقی ہے اگرچہ نبوت باقی نہیں۔ یہاں مقصد رؤیا کی تعریف کرنا ہے۔کہ یہ نبوت کا پر ہے اور اس کے مانند ہے خواہ دیکھنے والا نبی نہ ہو جیسا کہ دوسری روایت میں وارد ہے۔''کہ نیک روی، حلم، گراں باری، اور میانہ روی'' نبوت سے ہیں۔

سِتَّةٍ وَاَرْبَعِيْنَ جُزْءً : چالیس کو خاص کرنے کی وجہ درست ہے کہ اس کا علم اور دوسرے معدود مثلاً رکعات نماز وتسبیحات وغیرہ کا علم شارع کو ہے۔دوسری روایت میں چھبیس اور ایک میں پھیتر ایک میں چوبیس ہے۔ان سے مراد کثرت کو بیان کرنا ہے حد بندی مقصود نہیں۔

شیطان میری صورت میں نہیں آ سکتا

۳/۴۴۹۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَّاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ لَا يَتَمَثَّلُ فِیْ صُوْرَتِیْ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۲۰۲/۱ الحدیث رقم ۱۱۰، ومسلم فی صحیحه ۱۷۷٤/٤ الحدیث رقم (۱۰-۲۲٦٦)، وأبو داوٗد فی السنن ۸٥/٥ الحدیث رقم ٥۱۲۳، وابن ماجه فی ۱۲۸٤/۲ الحدیث رقم ۳۹۰۱، وأحمد فی المسند ٤۱۱/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو اس نے درحقیقت مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں نہیں آ سکتا۔

تشریح ۞ فَقَدْ رَاٰنِیْ :اس نے وقعہ میں مجھے ہی دیکھا یعنی گویا مجھے عالم بیداری میں دیکھا مگر اس پر احکام مرتب نہیں ہوتے کہ وہ صحابی بن جائے یا اس چیز پر عمل کرے جو اس حالت میں سنی ۔۲: بعض نے کہا ان سے مراد صحابہ کرامؓ ہیں یعنی میرے زمانہ کے لوگوں سے جس نے مجھے دیکھا اس کو اللہ تعالیٰ توفیق دے گا کہ وہ مجھے حالت بیداری میں دنیا یا آخرت میں دیکھے ۔۳: یہ خبر کے معنی میں ہے ۔یعنی جس نے مجھے خواب میں دیکھا پس اسے خبر دو کہ اس کا خواب سچا ہے اور وہ پریشان خیالات سے نہیں ہے ۔کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا ۔یعنی شیطان کو مجال نہیں کہ وہ کسی کے خواب میں آ کر اس کے خیال میں ڈالے کہ میں آپ (ﷺ) ہوں اور پھر آپ ﷺ پر یہ جھوٹ باندھے ۔۴: بعض محققین نے لکھا ہے کہ شیطان حق تعالیٰ کی صورت بن سکتا ہے اور جھوٹ باندھ سکتا ہے کہ یہ صورت حق تعالیٰ کی ہے ۔مگر آپ ﷺ کی صورت میں ہرگز نہیں آ سکتا اور جھوٹ نہیں باندھ سکتا اس لئے کہ آپ ﷺ مظہر ہدایت ہیں اور شیطان مظہر ضلالت ہے اور ہدایت وضلالت باہمی متضاد ہیں اور اللہ تعالیٰ ہدایت وضلال کی صفات کے جامع ہیں اور اسی طرح تمام صفات کمالیہ متضادہ کا ۔۶: اور دوسری بات یہ ہے کہ الوہیت کا دعویٰ مخلوق سے صراحتہً باطل ہے اور محل اشتباہ نہیں ہے اس کے برعکس دعویٰ نبوت کے چنانچہ جو شخص الوہیت کا دعویٰ کرے تو خارق عادت کا ہونا اس سے تصور کیا جا سکتا ہے اور اگر نبوت کا دعویٰ کرے تو اس سے معجزہ ظاہر نہیں ہو سکتا۔

خواب میں مجھے دیکھنے والے نے مجھے ہی دیکھا

۴/۴۵۰۰ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَّاٰنِیْ فَقَدْ رَاَى الْحَقَّ۔

(متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۳۸۳/۱۲ الحدیث رقم ٦۹۹٦، ومسلم فی ۱۷۷٦/٤ الحدیث رقم ۲٥۷، والدارمی فی ۱٦٦/۲ الحدیث رقم ۲۱٤۰، وأحمد فی المسند ۳۰٦/٥۔

ترجمہ: حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ جس نے اپنے خواب میں مجھے دیکھا اس نے سچ دیکھا یعنی اس نے مجھے ہی دیکھا ۔(بخاری ومسلم)

تشریح ۞ روایات اپنے متعدد طرق اور اختلاف الفاظ کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جس نے آپ ﷺ کو خواب میں دیکھا اس نے آپ ﷺ ہی کو دیکھا اس میں دروغ اور شیطان کی مداخلت نہیں ہے اس میں علماء کے مختلف اقوال وارد ہوتے ہیں۔ ا: یہ خصائص نبوت سے ہے۔ ۲: بعض نے کہا کہ ان احادیث کا حاصل یہ ہے آپ ﷺ کو اس مخصوص حلیہ وشکل میں دیکھے جو آپ ﷺ کی واقعی تھی۔ ۳: بعض نے اس میں مزید وسعت دے کر کہا کہ اس شکل میں دیکھے جو پوری مدت عمر شریف میں رہی خواہ جوانی ہو یا بڑھاپا یا آخری عمر میں۔ ۴: بعض نے اس طرح کہا کہ اس صورت میں دیکھنا ضروری ہے جس کے ساتھ آپ ﷺ اس دنیا سے رخصت ہوئے یہاں تک کہ سفید بالوں کی تعداد جو سر اور داڑھی میں تھے وہ بیس سے کم تھے یہ بھی ضروری ہے۔

ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا طرزِ عمل:

جب کوئی ان کے پاس آپ کو دیکھنے کا خواب ذکر کرتا تو آپ ﷺ اس بیان کا حکم فرماتے کہ کس شکل میں تم نے دیکھا ہے۔ پھر اگر وہ مخصوص شکل میں بیان کرتا تو اس کو کہتے جاؤ تم نے آپ ﷺ کو نہیں دیکھا۔

نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

صحیح یہ ہے کہ آپ ﷺ ہی کو حقیقت میں دیکھا خواہ صفت معروضہ پر دیکھا یا دیگر حالت میں دیکھا کیونکہ اختلاف صفات اختلاف ذات کو لازم نہیں کرتا البتہ صورت میں اختلاف وتوفت دیکھنے والے کے ایمان میں کمال تو نقصان کے اعتبار سے ہے۔ جس نے آپ کو اچھی صورت میں دیکھا اس نے اپنے کمال دین کی وجہ سے دیکھا اور جس نے اس کے خلاف صورت میں دیکھا اس نے اپنے دین کے تو نقصان کے اعتبار سے دیکھا۔ اور اسی طرح پر حکم ہے کہ جب اس نے بوڑھا دیکھا تو دوسرے نے جوان اور ایک نے راضی اور دوسرے نے ناراضی دیکھا ایک نے روتے ہوئے اور دوسرے نے خوش اور ایک نے ناخوش یہ تمام باتیں دیکھنے والے کی دینی حالت کی بنیاد پر ہیں۔ پس آپ ﷺ کا دیکھنا۔ دیکھنے والے کے حالات کو جانچنے کی کسوٹی ہے اور یہ سالکین کے لئے مفید ضابطہ ہے۔ کہ اس سے اپنے باطن کے حالات معلوم کر کے اس کا علاج کرے اسی قیاس پر بعض ارباب تمکین سے کہا ہے کہ جو کلام آپ سے خواب میں سنے اسے آپ کی تعلیمات پر پیش کرے اگر تو موافق ہے تو حق ہے اور مخالف ہے تو سننے والے کو سنن میں خلل ہوا ہے۔

پس آپ کا دیکھنا یا جو چیز دیکھی اور سنی جاتی ہے وہ حق ہے اور درحقیقت فرق دیکھنے والے کی طرف سے ہے۔ شیخ متقی کا قول کہ ایک فقیر نے آپ کو اقراء مغرب سے خواب میں دیکھا کہ آپ اس کو شراب پینے کا فرماتے ہیں اس سے اشکال کو دور کرنے کے لئے علماء سے فتویٰ طلب کیا کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ ہر ایک عالم نے اس کی مکمل تاویل بیان کی۔ پھر مدینہ کے ایک عالم شیخ محمد بن عرات جو نہایت متبع سنت تھے کہتے تھے۔ جب ان کی نظر سے وہ استفتاء گزرا تو انہوں نے فرمایا یہ اس طرح نہیں جس طرح اس نے سنا۔ اس کے سننے میں خرابی ہے۔ آپ ﷺ نے اس کو یہ فرمایا: اس نے اس کو شراب سنا۔ (ح)

خواب میں دیکھنے والا عالم برزخ میں بیداری میں دیکھ لے گا

۵/۴۵۰۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَّاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَيَرَانِیْ فِی الْيَقْظَةِ وَلَايَتَمَثَّلُ الشَّيْطٰنُ بِیْ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۳۸۳/۱۲ الحدیث رقم ۶۹۹۳' ومسلم فی ۱۷۷۵/٤ الحدیث رقم (۲۲٦٦/۱۱)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ جلد ہی مجھے بیداری کے عالم میں دیکھے گا اور شیطان میری صورت میں نہیں بن سکتا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ مَنْ رَّاٰنِیْ : یعنی جو شخص آپ ﷺ کے زمانہ میں آپ ﷺ کو دیکھتا تو اللہ تعالیٰ اس کو توفیق دیتا کہ وہ آپ ﷺ بیداری میں دیکھے اور اسلام لائے۔۲: وہ آخرت میں آپ کو بیداری میں دیکھے گا۔ (ع)

اچھے خواب خیر خواہ کو بتلائے

۶/۴۵۰۲ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللّٰهِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطٰنِ فَاِذَا رَاٰى اَحَدُكُمْ مَا يُحِبُّ فَلَا يُحَدِّثْ بِهٖ اِلَّا مَنْ يُحِبُّ وَاِذَا رَاٰى مَا يَكْرَهُ فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهَا وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطٰنِ وَلْيَتْفُلْ ثَلَاثًا وَلَا يُحَدِّثْ بِهَا اَحَدًا فَاِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهٗ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۳۳۸/٦ الحدیث رقم ۳۲۹۲' ومسلم فی ۱۷۷۲/٤ الحدیث رقم (۲۲٦۱/٤) وأبو داؤد فی السنن ۲۸٤/٥ الحدیث رقم ۵۰۲۱' والترمذی فی ٤٦٤/٤ الحدیث رقم ۲۲۷۷' وابن ماجه فی ۱۲۸٦/۲ الحدیث رقم ۳۹۰۹' والدارمی فی ۱٦۷/۲ الحدیث رقم ۲۱٤۱' ومالك فی ۹۵۷/۲ الحدیث رقم ٤ من کتاب الرؤیا وأحمد فی المسند ۳۰۹/٤۔

ترجمہ: حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اچھے خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور برے خواب شیطان کی شرارت سے ہیں۔ پس جب تم سے کوئی اچھا خواب دیکھے تو وہ اسے صرف انہی لوگوں سے کہے جن کو وہ دوست وخیر خواہ خیال کرتا ہو۔ اور جب برا خواب نظر آئے تو اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اور شیطان کے شر سے بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے اور (اپنے بائیں طرف) تین دفعہ تھوک دے اور وہ خواب کسی سے بھی بیان نہ کرے (خواہ وہ موافق ہو یا نہ) تو اس خواب سے اسے کوئی تو نقصان نہ پہنچے گا یعنی خواب کے مضر اثرات سے تو محفوظ کر دیا جائے گا۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ اَلْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطٰنِ : حلم شیطان کی طرف سے ہے یعنی شیطان کی خوشی کا باعث ہوتا ہے۔ اگر چہ پیدا کرنا او ردکھانا پیدائش الٰہی سے ہے۔

حاصل کلام ۞ اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے متعلق حسن ظن رکھے اور اضافہ شر کا باعث ہو

اور برا خواب شیطان دکھاتا ہے تاکہ مسلمان کو غمگین کرے اور حق کی راہ میں سنت اور بدگمان ہو۔

لَنْ تَضُرَّهٗ: کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان فاعال کو ناخوشی سے حفاظت کا سبب بنایا ہے۔ جیسا کہ صدقہ کو دفع بلیات اور حفاظت مال کا سبب قرار دیا ہے۔ (ح ۔ ع)

ناپسندیدہ خواب کا حل

۴۵۰۳/۷ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاٰى اَحَدُكُمُ الرُّؤْيَا يَكْرَهُهَا فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهٖ ثَلٰثًا وَّيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ ثَلٰثًا وَّلْيَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ الَّذِىْ كَانَ عَلَيْهِ۔

(رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحيحه ۱۷۷۲/۴ الحديث رقم (۵-۲۲۶۲)' وأبو داوٗد فی السنن ۲۸۴/۵ الحديث رقم ۵۰۲۲' وابن ماجه فی ۲۶۶/۲ الحديث رقم ۳۹۰۸۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے بائیں جانب تھوکے اور تین مرتبہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شیطان سے پناہ مانگے اور اپنی کروٹ و پہلو کو بدل لے جس پر سے وہ خواب دکھائی دیا۔ (مسلم)

تشریح ۞ فَلْيَبْصُقْ :اس روایت میں بصاق کا ذکر فرمایا جو تفل سے زائد ہے۔ تفل منہ سے تھوک نکالنا۔ بصق ۔ا: منہ کے اندر سے تھوک نکالنا کہ کچھ حلق سے نکلے اور کچھ منہ سے بصاق نکلنے والے تھوک کو کہا جاتا ہے۔ اور اس کو بزاق بھی کہا جاتا ہے ۔پس تفل کا درجہ بصق کے بعد ہے۔ اس کے بعد درجہ نفث کا ہے نفث ہونٹوں کے پانی سے پھونک مارنا۔ اس کے بعد درجہ ساخ ہے جو فقط پھونکنے پر بولتے ہیں۔ مسلم کی بعض روایات میں بھی وارد ہوا ہے۔ اس روایت میں بائیں جانب کا تذکرہ ہے اور کروٹ بدلنا بھی مذکور ہے جب کہ پہلی روایت مطلق ہے۔ کیونکہ حالت کی تبدیلی میں اس کا بہت اثر ہے۔ (ح)

مؤمن کا خواب جھوٹا نہیں

۴۵۰۴/۸ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ يَكَدْ يَكْذِبُ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ وَ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْءً مِنَ النُّبُوَّةِ فَمَاكَانَ مِنَ النُّبُوَّةِ فَاِنَّهٗ لَايَكْذِبُ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سِيْرِيْنَ وَاَنَا اَقُوْلُ الرُّؤْيَا ثَلَاثٌ حَدِيْثُ النَّفْسِ وَتَخْوِيْفُ الشَّيْطٰنِ وَبُشْرٰى مِنَ اللّٰهِ فَمَنْ رَاٰى شَيْئًا يَكْرَهُهٗ فَلَا يَقُصَّهٗ عَلٰى اَحَدٍ وَّلْيَقُمْ فَلْيُصَلِّ قَالَ وَكَانَ يَكْرَهُ الْغُلَّ فِى النَّوْمِ وَيُعْجِبُهُمُ الْقَيْدُ وَيُقَالُ الْقَيْدُ ثُبَاتٌ فِى الدِّيْنِ (متفق علیه' قال البخاری رواه قتادة ويونس وهشيم وابوهلال عن ابن سيرين عن ابی هريرة وقال يونس) لَا اَحْسِبُهٗ اِلَّا عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْقَيْدِ وَقَالَ مُسْلِمٌ لَا اَدْرِىْ هُوَ فِى الْحَدِيْثِ اَمْ قَالَهُ ابْنُ سِيْرِيْنَ وَفِىْ رِوَايَةٍ نَحْوَهٗ وَاَدْرَجَ فِىْ

الْحَدِيْثِ قَوْلَهُ وَاَكْرَهُ الْغُلَّ اِلٰى تَمَامِ الْكَلَامِ.

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۲/٤٠٤ الحديث رقم ۷۰۱۷ ومسلم في ٤/١٧٧٣ الحديث رقم (۲-٦٩-۲۲)، وأبو داؤد في السنن ٥/۲۸۲ الحديث رقم ۵۰۱۹، والترمذي في ٤/٤٦٥ الحديث رقم ۲۲۸۰، وابن ماجه في ۲/۱۲۸۵ الحديث رقم ۳۹۰٦ والدارمي في ۲/۱٦٧ الحديث رقم ۲۱٤۳، وأحمد في المسند ۲/۲٦۹۔
البخاري في صحيحه ۱۲/٤٠٤ الحديث رقم ۷۰۱۷ ومسلم في ٤/١٧٧٣ الحديث رقم (٤/٢٢٦١)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب زمانہ قریب ہو جائے گا (قیامت کا زمانہ) تو مؤمن کا خواب جھوٹا نہ ہوگا اور مؤمن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء سے ہوگی وہ جھوٹی نہیں ہوسکتی۔ محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ خواب تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ۱: نفس کا خیال۔ ۲: شیطان کا ڈرانا۔ ۳: اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت۔ پس تم سے جو شخص کوئی خواب دیکھے تو وہ اسے کسی کے سامنے بیان نہ کرے اسے اٹھ کر نماز ادا کرنی چاہیے۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ خواب میں طوق دیکھنا پسند نہ فرماتے تھے۔ اور قید ہونے کو پسند فرماتے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ قید کی تاویل دین پر ثابت قدمہ ہے۔ یہ بخاری، مسلم کی روایت ہے۔ بخاری کہتے ہیں کہ اس کو قتادہ، یونس ہشیم، ابوھلال سے ابن سیرین سے اور انہوں نے ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے۔ اور انس راوی کہتے ہیں کہ میرے خیال میں یہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ مگر امام مسلم کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ آیا یہ حدیث کے الفاظ ہیں یا ابن سیرین کا قول ہے۔ مسلم کی ایک روایت میں اسی طرح کے الفاظ ہیں: لَا اَدْرِیْ سے آخر روایت تک یہ حدیث میں مدرج الفاظ ہیں۔

تشریح: اِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ: جب زمانہ قریب ہوگا۔ اس روایت کی تشریح کئی انداز سے کی گئی ہے۔ ۱: زمانہ کے قریب ہونے سے یہ ہے کہ جب قیامت قریب آجائے گی جیسا کہ دیگر روایات میں واضح طور پر وارد ہے کہ آخری زمانہ میں یہ نہیں ہوگا کہ مؤمن کا خواب جھوٹا ہو۔ ۲: بعض مشائخ نے کہا کہ موت کے زمانے کا قریب آنا مراد ہے۔ ۳: قربِ زمانہ سے مراد دن رات کا برابر ہونا ہے۔ کیونکہ جس موسم میں رات دن برابر ہوں تو اس وقت مزاج تندرست اور معتدل ہوتا ہے۔ اسی لئے ایسے وقت کا خواب خرابی سے تو محفوظ اور نہایت درست ہوتا ہے۔

۴: قرب زمانہ سے وہ مراد ہے کہ سال مہینے کی طرح گزر جائے گا اور مہینہ ہفتہ کی طرح اور ہفتہ دن کی طرح اور دن گھنٹے کی طرح گزر جائے گا۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس سے مراد امام مہدی کا زمانہ ہے۔ کہ ان کے عدل کی وجہ سے تمام لوگ عیش و آرام میں ہوں گے اور عیش کا زمانہ کتنا بھی دراز ہو وہ چھوٹا ہی معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح غم و تکلیف کا زمانہ کتنا قلیل ہو مگر وہ درداز معلوم ہوتا ہے۔ پس مہدی کے زمانہ میں خواب صحیح اور درست آئیں گے کیوں کہ وہ درست حالات والا زمانہ ہوگا۔

حدیث میں وارد ہے کہ جو آدمی سچا ہے اس کا خواب بھی اتنا ہی سچا ہے۔ چونکہ حدیث سے اس کے خواب کی صحت و مدح معلوم ہوئی اور اس کے ساتھ یہی ابن سیرین کا ایک کلام خواب کی اقسام کو بیان کرنے کے لئے ذکر کیا گیا ہے۔

اس عبارت میں اس طرف اشارہ ہے کہ خواب کی تمام اقسام درست اور قابل اعتبار و تعبیر نہیں۔ بلکہ وہ قسم جس میں حق کی طرف سے بشارت و اعلام ہے وہی تعبیر کے لائق ہے۔

حَدِیْثُ النَّفْسِ : دوسری قسم خیال نفسل ہے جیسا کہ کوئی شخص کوئی کام یا پیشہ کرتا ہے اور خواب میں اپنے کو وہی کام کرتے دیکھتا ہے یا عاشق اپنے معشوق کے خیال میں ہوتا ہے اور اسی کو خواب میں دیکھتا ہے۔

تَخْوِیْفُ الشَّیْطٰنِ : اور شیطان کا ڈرانا یہ خواب اس لئے ہے تا کہ مسلمان غمگین و پریشان ہو اور اس کا حال مکدر ہو۔ یہ کام شیطان انسانی دشمنی میں کرتا ہے اور اس میں شیطان انسان سے کھیل کرتا ہے جیسا وہ دیکھتا ہے کہ میرا سر کٹ گیا اور احتلام کا ہونا بھی شیطان کی اسی حرکت سے ہوتا ہے۔ اور یہ بھی اسی کا اثر ہے کہ نماز میں تاخیر اور اس کے اوت کا سبب بن جاتا ہے خواب کی یہ دو قسمیں تعبیر کے قابل اور قابل اعتبار بھی نہیں اور تیسری قسم بشارت دنیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئندہ کی کسی بات کی اطلاع ہے تا کہ بندہ اس سے خوش ہو اور حق کی طلب میں پوری نشاط کا مظاہرہ کرے اور اللہ تعالیٰ کے متعلق اچھا گمان اور مکمل امیدواری رکھے۔ یہ خواب تعبیر کے قابل ہے۔ الا بقصه : اس کو بیان نہ کرے۔ کیونکہ وہ تعبیر کے قابل ہی نہیں۔ تو اس کا بیان کرنا بے معنی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ جب یہ بیان کرے گا اور سننے والا بری تعبیر کرے گا تو توہم اور شگون بدلازم آئے گا اور اسے یہ وسوسہ میں مبتلا ہوگا اور پھر تعبیر کی خصوصیت یہ ہے کہ جیسی تعبیر کرو ویسا ہی ہو جائے گا۔

قَالَ وَكَانَ يَكْرَهُ : اس کی ضمائر میں کئی احتمال ہیں۔ ا: قال کی ضمیر ابن سیرین کی طرف جاتے ظاہری طور پر پہلی عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے جو کہ قال محمد بن سیرین ہے۔ اس صورت میں کاس اور یکرہ کی ضمائر کا مرجع آپ ﷺ ہیں مطلب یہ ہوگا کہ آپ ﷺ کو یہ بات ناپسند تھی کہ کوئی آدمی خواب میں اپنے کو اس طرح دیکھے کہ اس کی گردن میں طوق پڑا ہوا ہے۔ کیونکہ یہ حالت دوزخیوں کی قرآن مجید میں بتلائی گئی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: جب کہ اس کی گردنوں میں طوق ہوں گے۔ ۲: دوسرا احتمال یہ ہے کہ قال کی ضمیر تو ابن سیرین کی طرف ہو اور کاس یکرہ کی ضمیریں ابو ہریرہؓ کی طرف لوٹیں۔ اس صورت میں معنی یہ ہے ابو سیرین ابو ہریرہؓ سے روایت کرتا ہے ابن سیرین کہتے کہ ابو ہریرہؓ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ کسی کو خواب میں طوق ڈالے ہوئے دیکھیں اور ابو ہریرہؓ نے یہ بات اپنے اجتہاد سے کہی یا آپ ﷺ سے۔ ۳: تیسرا احتمال یہ ہے کہ قال کی ضمیر کا مرجع وہ راوی ہو جس سے ابن سیرین سے نقل کیا اور کاس اور دیکرہ کی ضمائر کا مرجع ابن سیرین ہوں اب معنی یہ ہوگا کہ راوی سے کہا کہ ابن سیرین اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص اپنے آپ کو خواب میں طوق پڑے ہوئے دیکھے۔

راجح قول:

یہ آخری احتمال پہلے دونوں کی بنسبت قابل ترجیح ہے کیونکہ ابن سیرین خواب کے مشہور معبر و امام ہیں۔ واللہ اعلم۔

ویحجبه : ان کو بیڑیوں کا پاؤں میں پڑے دیکھنا پسند آتا۔ بخاری کی روایت میں یعجبهم جمع کے ساتھ آیا ہے پس پہلے احتمال کے پیش نظر ضمیر آپ ﷺ کرام کی طرف راجح ہے۔ اور دوسرے احتمال کے مطابق ضمیر ابو ہریرہؓ اور اس کے شاگردوں کی طرف لوٹتی ہے۔ اور تیسرے احتمال کے پیش نظر یہ ضمائر ابن سیرین کی طرف راجع اوعزاس کے زمانہ میں دیگر معبریس کی طرف لوٹتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی خواب میں اپنے کو بیڑیوں میں دیکھتا تو اس کو اچھا خیال کرتے تھے کیونکہ یہ اسلام پر ثابت قدمی اور قبائح اور معاصی سے باز رہنے کی نشانی ہے۔ جیسا کہ فرمایا: یہ تعبیر اس وقت ہے جب دین والے لوگوں کو خواب آیا ہو اہل تعبیر لکھتے ہیں کہ اگر کوئی مسافر یا قیدی یا مریض یا غمگین یہ دیکھے کہ بیڑی پاؤں میں ہے تو اس کی تعبیر اسی حال پر قائم رہنا ہے۔

اسی طرح خواب کی تعبیر دیکھنے والے کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتی ہے مثلاً اگر تاجر نے دیکھ کر اپنے سامان کو کشتی میں رکھا اور ہوا تو موافق چل رہی ہے تو یہ تجارت میں نفع اور سفر میں سلامتی کی علامت ہے اور اگر یہی خواب کوئی اسالک طریقت دیکھے تو اس وقت اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شریعت کا متبنی ہے اور اپنے مقصود مقام حقیقت کو پالے گا۔ (ع۔ح)

خواب میں شیطان کا کھیلنا

۹/۴۵۰۵ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَاَنَّ رَاْسِيْ قُطِعَ فَقَالَ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اِذَا لَعِبَ الشَّيْطَانُ بِاَحَدِكُمْ فِي مَنَامِهٖ فَلَا يُحَدِّثْ بِهِ النَّاسَ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ٤/١٧٧٧ الحديث رقم (١٦۔٢٢٦٨) وابن ماجه في السنن ٢/١٢٨٧ الحديث رقم ٣٩١٢ وأحمد في المسند ٣/٣٥٠۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آکر بیان کرنے لگا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ گویا میرا سر کاٹ ڈالا گیا ہے۔ اس کی بات سن کر جناب رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے اور فرمایا جب تم میں نے کسی کے ساتھ خواب میں شیطان کھیلے تو اسے چاہیے کہ وہ اسے لوگوں کے سامنے بیان نہ کرتا پھرے۔ (مسلم)

تشریح ۞ آپ نے فرمایا کہ تیرا یہ خواب اضغاثہ فصلام سے ہے۔ اور اس قسم ہے جس میں شیطان انسان سے کھیلتا ہے تا کہ وہ اسے غمگین کرے ایسے خواب کو ظاہر نہ کرنا چاہیے۔

طیبی کا قول:

آپ ﷺ سے وحی یا دلالت حال سے معلوم کیا کہ یہ پرشنفس خیالات ہیں۔ اگرچہ معبرین کے ہاں اس کی تعبیر زوال نعمت، مفارقت قوم وغیرہ چیزیں ہیں۔ (ح)

تر کھجور کی تعبیر

۱۰/۴۵۰۶ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِيْمَا يَرَى النَّائِمُ كَاَنَّا فِي دَارِ عُقْبَةَ بْنِ رَافِعٍ فَاُتِيْنَا بِرُطَبٍ مِنْ رُطَبِ ابْنِ طَابٍ فَاَوَّلْتُ اَنَّ الرِّفْعَةَ لَنَا فِي الدُّنْيَا وَالْعَاقِبَةَ فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ دِيْنَنَا قَدْ طَابَ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ٤/١٧٧٩ الحديث رقم (١٨۔٢٢٧٠)۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے خواب دیکھا گویا ہم عقبہ بن رافعؓ کے گھر میں ہیں اور ہمارے پاس ابن طاب کی تر و تازہ کھجوریں لائی گئیں ہیں تو میں نے اس کی تعبیر یہ کی ہے کہ ہمارے لئے دنیا میں سربلندی اور عظمت ہوگی اور آخرت میں اچھا انجام ملے گا اور ہمارا دین بہت خوب ہے۔

تشریح ۞ آپ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ ناموں سے اچھا گمان کے طور پر اچھے معانی مراد لیتے تھے۔ یہ بات تعبیر خواب کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ بیداری میں بھی آپ ﷺ اس کے ساتھ اچھا فال لیتے تھے جیسا کہ سفر ہجرت میں جب مکہ سے مدینہ جا رہے تھے تو بریدہ اسلمی سے آپ کی ملاقات ہوئی اس کو قریش مکہ نے آپ ﷺ کو گرفتار کرنے کے لئے ابھارا تھا اور سو اونٹ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے ملاقات پر فرمایا تم کون ہو اور تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے کہا بریدہ۔ تو آپ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: یعنی ہمارا معاملہ ٹھنڈا ہوا الحدیث۔

کھجوروں والا مقام اور تلوار کی دھار کے کند ہونے کی تعبیر

۴۵۰۷/۱۱ وَعَنْ اَبِیْ مُوسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَیْتُ فِی الْمَنَامِ اَنِّی اُهَاجِرُ مِنْ مَکَّةَ اِلٰی اَرْضٍ بِهَا نَخْلٌ فَذَهَبَ وَهْلِیْ اِلٰی اَنَّهَا الْیَمَامَةُ اَوْ هَجَرٌ فَاِذَا هِیَ الْمَدِیْنَةُ یَثْرِبُ وَرَاَیْتُ فِیْ رُؤْیَایَ هٰذِهٖ اَنِّیْ هَزَزْتُ سَیْفاً فَانْقَطَعَ صَدْرُهٗ فَاِذَا هُوَمَا اُصِیْبَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ اُحُدٍ ثُمَّ هَزَزْتُهٗ اُخْرٰی فَعَادَ اَحْسَنَ مَاکَانَ فَاِذَا هُوَ مَاجَاءَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْفَتْحِ وَاجْتِمَاعِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ٦٢٧/٦ الحدیث رقم ٣٦٢٢، ومسلم فی ١٧٧٩/٢ الحدیث رقم ١٧٧٩/٤٠، وابن ماجه فی السنن ١٢٩٢/٢ الحدیث رقم ٣٩٢١، والدارمی ١٧٣/٢ الحدیث رقم ٢١٥٨۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں نے مکہ مکرمہ میں ایک دن یہ خواب دیکھا کہ میں مکہ سے ہجرت کر کے ایسی سرزمین کی طرف جا رہا ہوں جہاں کھجوروں کے درخت ہیں میرا پہلی مرتبہ خیال اس طرف گیا کہ وہ تمامہ ہے یا مقام ہجر ہے مگر واقع میں وہ مدینہ منورہ نکلا۔ اس کا قدیم نام یثرب ہے اور میں نے اپنے خواب میں یہ بھی بات دیکھی کہ میں نے اپنی تلوار کو ہلایا تو اس کا بالائی حصہ ٹوٹ گیا تو اس کی تعبیر احد کے دن مسلمانوں کو تکلیف پہنچنا تھی پھر میں نے دوبارہ اس کو حرکت دی تو پہلے سے بہتر ہو کر وہ لوٹی۔ چنانچہ اس کی تعبیر اللہ تعالیٰ نے فتح نصیب فرمائی اور مسلمانوں میں اجتماعیت کی صورت سامنے آئی۔ یہ بخاری مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ حجاز کا ایک شہر ہے۔ اس میں کھجوریں بہت ہوتی ہیں۔

ھجر: یہ بھی ایک شہر کا نام ہے اور ایام جاہلیت میں جس طرح مدینہ کا نام یثرب تھا پھر اس کا نام مدینہ طیبہ، طابہ رکھا اور اس نام سے منع فرمایا کیونکہ یثرب ثرب سے مشتق ہے اس کا معنی فساد و بگاڑ ہے۔ اس روایت اور بعض روایات میں یثرب استعمال فرمایا تو یہ ممانعت سے پہلے کی بات ہے۔ ۲: یا بیان جواز کے لئے ہو اور نہی تنزیہی ہو۔ ۳: اس لئے کہ ابتداء ہجرت میں لوگ اس نام کو نہ جانتے تھے۔ آپ ﷺ نے چاہا کہ پہچان لیں اس وجہ سے اس نام اور شرعی نام کو جمع کیا اور یہ احتمال سب سے زیادہ ظاہر تر ہے اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ منافقین کا مقولہ نقل کیا گیا ہے۔ (ع۔ح)

سونے کے کنگن کی تعبیر

۴۵۰۸/۱۲ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَ اَنَا نَائِمٌ اُتِیْتُ بِخَزَائِنِ

الْاَرْضِ فَوُضِعَ فِیْ کَفِّیْ سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَکَبُرَا عَلَیَّ فَاُوْحِیَ اِلَیَّ اَنْ نُفُخْهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَذَهَبَا فَاَوَّلْتُهُمَا الْکَذَّابَیْنِ الَّذِیْنَ اَنَا بَیْنَهُمَا صَاحِبُ صَنْعَاءَ وَصَاحِبُ الْیَمَامَةَ (متفق علیه وفی روایة یقال اَحَدُهُمَا مُسَیْلَمَةُ صَاحِبُ الْیَمَامَةِ وَالْعَنَسِیُّ صَاحِبُ صَنْعَآءَ وَلَمْ اجد هذه الروایة فی الصحیحین وذکرها صاحب الجامع عن الترمذی)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۸/۸۹ الحدیث رقم ۴۳۷۵' ومسلم فی ۴/۱۷۸۱ الحدیث رقم (۲۲-۲۲۷۴) والترمذی فی ۴/۴۷۰ الحدیث رقم ۲۲۹۲' وابن ماجه فی ۲/۱۲۹۳ الحدیث رقم ۳۹۲۲ وأحمد فی المسند ۲/۳۱۹۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سو رہا تھا کہ میرے پاس زمین کے خزانے لائے گئے اور میرے ہاتھوں پر سونے کے دو کنگن رکھے گئے جن کا رکھا جانا مجھے گراں گزرا۔ خواب ہی میں مجھے اشارہ ہوا کہ میں اس کو پھونک ماروں تو میں نے اس کو پھونک ماردی تو وہ دونوں کڑے اڑ گئے تو میں نے اس دونوں کی تعبیر دو کذابوں سے کی جن کے درمیان میں ہوں یعنی ایک صنعاء کا رہنے والا ہے اور دوسرا یمامہ کا۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے اور ترمذی کی روایت اس طرح ہے کہ ایک اس میں مسیلمہ ہے جو یمامہ کا باشندہ ہے اور دوسرا اسود عنسی ہے جو صنعاء کا رہنے والا ہے۔ صاحب مشکوٰۃ کہتے ہیں کہ یہ روایت مجھے صحیحین میں نہیں ملی اور جامع الاصول میں اسے ترمذی کے حوالہ سے ذکر کیا گیا ہے۔

تشریح ۞ اُتِیْتُ بِخَزَائِنِ : یعنی خواب میں میرے پاس زمین کے خزانوں کی چابیاں لائی گئیں۔ بعض نے کہا کہ خزائن حقیقت میں لائے گئے گویا اس سے اشارہ کیا کہ اس کے مالک آپ کے امتی ہوں گے اور آپ کا دین عالم میں پھیلے گا۔ صنعاء: یہ یمن کا دارالحکومت ہے وہاں کا ایک سردار اسود عنسی تھا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ آپ کے مرض وفات کے دوران فیروز دیلمی نے اس کو قتل کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فیروز' فیروز کامیاب ہو گیا۔ صَاحِبُ الْیَمَامَةَ : اس سے مسیلمہ کذاب مراد ہے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اس کو حضرت ابوبکرؓ کے دور میں وحشی بن حربؓ نے قتل کیا۔ سونے کنگن کی تعبیر دو کذاب ہیں کڑے ہاتھ کے مشابہہ ہیں اور بندھن ہاتھ کو تصرف سے روک دیتا ہے۔ پس وہ لوگ دین حق کے معارض تھے اس لئے وہ بندھن کے مشابہہ ہوئے۔ آپ کے ہاتھ میں ہونے کا مطلب عمل و تصرف و اختیار میں ہونا ہے گویا انہوں نے ہاتھ پکڑ رکھا ہے اس کو کام کے لئے نہیں چھوڑ رہے۔ سونے کے کنگن کا دیکھنا دنیا کی زیست اور ٹھاٹھ میں انہماک ظاہر کرتا تھا۔ آپ کا ناپسند کرنا یہ اس کے سلسلہ میں شدت و سختی اختیار کرنا تھا۔

چشمہ کی تعبیر نیک عمل کا جاری رہنا

۱۳/۴۵۰۹ وَعَنْ اُمِّ الْعَلَاءِ الْاَنْصَارِیَّةِ قَالَتْ رَاَیْتُ لِعُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍ فِی النَّوْمِ عَیْنًا تَجْرِیْ فَقَصَصْتُهَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذٰلِكَ عَمَلُهٗ یُجْرٰی لَهٗ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۲/ ٤۱۰ الحديث رقم ۷۰۱۸۔

ترجمہ: حضرت امّ العلاءؓ سے روایت ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ عثمان بن مظعون کا ایک چشمہ جاری ہے تو میں نے یہ خواب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیان کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ اس کا عمل ہے یعنی عمل کا ثواب ہے جو اس کے لئے جاری کیا گیا۔

تشریح ۞ عَيْنًا تَجْرِيْ: یعنی ابن مظعون کے عمل صالح کا ثواب اس کی موت کے بعد اس کو پہنچ رہا ہے کیونکہ وہ جلیل القدر مہاجرین سے تھے۔ جو شخص حق کی حفاظت اور ہجرت الی اللہ میں فوت ہوتا ہے اس کے عمل قیامت تک بڑھتے جاتے ہیں۔

(ح)

عثمان بن مظعون: یہ آپ کے پھوپھی زاد ہیں۔ اسلام لائے خوب ثابت قدم رہے۔ مدینہ میں سب سے پہلے مہاجر ہیں۔ جس کی وفات ہوئی آپ سے موت کے بعد اس کے ماتھے کو چوما یہ بقیع میں مدفون ہوئے۔

مختلف بُرے اعمال کی سزاؤں کا خواب میں دکھایا جانا

۱۴/۴۵۱۰ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلّٰى اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ مَنْ رَّاٰى مِنْكُمُ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا قَالَ فَاِنْ رَاٰى اَحَدٌ قَصَّهَا فَيَقُوْلُ مَاشَاءَ اللّٰهُ فَسَاَلَنَا يَوْمًا فَقَالَ هَلْ رَاٰى مِنْكُمْ اَحَدٌ رُؤْيًا قُلْنَا لَا قَالَ لٰكِنِّيْ رَاَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ اَتَيَانِيْ فَاَخَذَا بِيَدَيَّ فَاَخْرَجَانِيْ اِلٰى اَرْضٍ مُقَدَّسَةٍ فَاِذَارَجُلٌ جَالِسٌ وَرَجُلٌ قَائِمٌ بِيَدِهٖ كَلُّوْبٌ مِنْ حَدِيْدٍ يُدْخِلُهٗ فِيْ شِدْقِهٖ فَيَشُقُّهٗ حَتّٰى يَبْلُغَ قَفَاهُ ثُمَّ يَفْعَلُ بِشِدْقِهِ الْاٰخَرِمِثْلَ ذٰلِكَ وَيَلْتَئِمُ شِدْقُهٗ هٰذَا فَيَعُوْدُ فَيَصْنَعُ مِثْلَهٗ قُلْتُ مَاهٰذَا قَالَ انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى اَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ عَلٰى قَفَاهُ وَرَجُلٌ قَائِمٌ عَلٰى رَاْسِهٖ بِفِهْرٍ اَوْ صَخْرَةٍ يَشْدَخُ بِهَا رَاْسَهٗ فَاِذَاضَرَبَهٗ تَدَهْدَهَ الْحَجَرُ فَانْطَلَقَ اِلَيْهِ لِيَاْخُذَهٗ فَلَا يَرْجِعُ اِلٰى هٰذَا حَتّٰى يَلْتَئِمَ رَاْسُهٗ وَعَادَرَاْسُهٗ كَمَا كَانَ فَعَادَ اِلَيْهِ فَضَرَبَهٗ فَقُلْتُ مَاهٰذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى اَتَيْنَا اِلٰى ثَقْبٍ مِثْلَ التَّنُّوْرِ اَعْلَاهُ ضَيِّقٌ وَاَسْفَلُهٗ وَاسِعٌ تَتَوَقَّدُ تَحْتَهٗ نَارٌ فَاِذَا ارْتَفَعَتْ اِرْتَفَعُوْا حَتّٰى كَادَاَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِذَا خَمَدَتْ رَجَعُوْا فِيْهَا وَفِيْهَا رِجَالٌ وَنِسَاءٌ عُرَاةٌ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالَ اِنْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى اَتَيْنَا عَلٰى نَهَرٍ مِنْ دَمٍ فِيْهِ رَجُلٌ قَائِمٌ عَلٰى وَسْطِ النَّهْرِ وَعَلٰى شَطِّ النَّهْرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ فَاَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِيْ فِي النَّهْرِ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍفِيْ فِيْهِ فَرَدَّهٗ حَيْثُ كَانَ فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمٰى فِيْ فِيْهِ بِحَجَرٍ فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ فَقُلْتُ مَاهٰذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى انْتَهَيْنَا اِلٰى رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ فِيْهَا شَجَرَةٌ عَظِيْمَةٌ وَفِيْ اَصْلِهَا شَيْخٌ وَصِبْيَانٌ وَاِذَا رَجُلٌ قَرِيْبٌ مِّنَ الشَّجَرَةِ بَيْنَ يَدَيْهِ نَارٌ يُوْقِدُهَا فَصَعِدَابِيَ الشَّجَرَةَ فَاَدْخَلَانِيْ دَارًا وَسْطَ الشَّجَرَةِ لَمْ اَرَقَطُّ اَحْسَنَ مِنْهَا فِيْهَا رِجَالٌ

شُيُوْخٌ وَشَبَابٌ وَنِسَاءٌ وَصِبْيَانٌ ثُمَّ اَخْرَجَانِيْ مِنْهَا فَصَعِدَابِيَ الشَّجَرَةَ فَاَدْخَلَانِيْ دَارًاهِيَ اَحْسَنُ وَاَفْضَلُ مِنْهَا فِيْهَا شُيُوْخٌ وَشُبَابٌ فَقُلْتُ لَهُمَا اِنَّكُمَا قَدْ طَوَّفْتُمَانِيَ اللَّيْلَةَ فَاَخْبِرَانِيْ عَمَّارَاَيْتُ قَالَا نَعَم اَمَّا الرَّجُلُ الَّذِيْ رَاَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقَهُ فَكَذَّابٌ يُحَدِّثُ بِالْكِذْبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتّٰى تَبْلُغَ الْاٰفَاقَ فَيُصْنَعُ بِهِ مَاتَرٰى اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَالَّذِيْ رَاَيْتَهُ يُشْدَخُ رَاْسَهُ فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ وَلَمْ يَعْمَلْ بِمَا فِيْهِ بِالنَّهَارِ يُفْعَلُ بِهِ مَارَاَيْتَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَالَّذِيْ رَاَيْتَهُ فِى الثَّقْبِ فَهُمُ الزُّنَاةُ وَالَّذِيْ رَاَيْتَهُ فِى النَّهْرِ اٰكِلُ الرِّبَا وَالشَّيْخُ الَّذِيْ رَاَيْتَهُ فِيْ اَصْلِ الشَّجَرَةِ اِبْرَاهِيْمُ وَالصِّبْيَانُ حَوْلَهُ فَاَوْلَادُ النَّاسِ وَالَّذِيْ يُوْقِدُ النَّارَ مَالِكٌ خَازِنُ النَّارِ وَالدَّارُ الْاُوْلٰى الَّتِيْ دَخَلْتَ دَارُعَامَّةِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ وَاَنَا جِبْرَئِيْلُ وَهٰذَا مِيْكَائِيْلُ فَارْفَعْ رَاْسَكَ فَرَفَعْتُ رَاْسِيْ فَاِذَا فَوْقِيْ مِثْلُ السَّحَابِ وَفِيْ رِوَايَةٍ مِثْلُ الرَّبَابَةِ الْبَيْضَاءِ قَالَ ذَاكَ مَنْزِلُكَ قُلْتُ دَعَانِيْ اَدْخُلُ مَنْزِلِيْ قَالَ اِنَّهُ بَقِيَ لَكَ عُمُرٌلَمْ تَسْتَكْمِلْهُ فَلَوِاسْتَكْمَلْتَهُ اَتَيْتَ مَنْزِلَكَ۔ (رواه البخاری وذکر حدیث عبد اللہ بن عمر فی روایا النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فی المدینة فی باب حرم المدینة)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۲۵۱/۳ الحدیث رقم ۱۳۸٦ وأحمد فی المسند ۱٤/٥۔

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا معمول مبارک یہ تھا کہ جب آپ ﷺ نماز صبح سے فارغ ہو جاتے تو اپنا چہرہ مبارک ہماری طرف کر کے دریافت فرماتے کہ کیا آج کی رات تم میں نے کسی نے خواب دیکھا ہے حضرت سمرہؓ کہتے ہیں کہ اگر ہم میں نے کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو وہ اسے بیان کرتا اور آپ ﷺ اس کی تعبیر مشیت الٰہی کے مطابق فرماتے چنانچہ آپ سے ایک ھم سے سوال فرمایا اور فرمایا کیا تم میں نے کسی سے کوئی خواب دیکھا ہے ہم نے عرض کیا نہیں آپ نے ارشاد فرمایا میں نے آج رات یہ خواب دیکھا ہے کہ میرے پاس دو شخص آئے اور وہ میرے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کو مجھے سرزمین شام کی طرف لے کر چل دیے ایک جگہ پہنچ کر میں نے دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور دوسرا شخص اپنے ہاتھ میں لوہے کا کانٹا لیے کھڑا ہے وہ اس کانٹے کو بیٹھنے والے شخص کے باچھ میں ڈال کر چیرتا ہوا گدی تک لیجاتا ہے پھر دوسرے جبڑے کے ساتھ بھی اسی طرح کرتا ہے یعنی گدی تک چیر ڈالتا ہے اتنی دیر میں پہلا جبڑا اپنی صحیح حالت پر لوٹ آتا ہے تو وہ اس کے ساتھ پہلے والا عمل کرتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا میں نے یہ دیکھ کر اس دونوں آدمیوں سے پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے۔ اس دونوں سے کہا چلتے رہو یعنی یہ نہ پوچھو کہ کیا ہو رہا ہے یعنی بہت عجائبات سامنے آنے والے ہیں چنانچہ ہم آگے چل دیے یہاں تک کہ ہم ایسی جگہ میں آئے جہاں ایک شخص چت لیٹا ہوا تھا اور اس کے سر کے پاس ایک شخص اتنا بڑا پتھر لیے کھڑا تھا جس سے ہاتھ پھر جائے چنانچہ وہ اس لیٹے ہوئے شخص کے سر کو کچلتا تھا جب وہ پتھر کو سر کچلنے کے لئے سر پر مارتا تو وہ پتھر سر کچل کر لڑ کھڑاتا ہوا دور جا گرتا چنانچہ وہ دوبارہ تو مارنے کے لئے اس پتھر کو اٹھانے کے لئے جاتا جب وہ لوٹ کر واپس آتا تو اس کے لوٹنے سے پہلے اس آدمی کا سر درست ہو جاتا اور پھر وہ پتھر مارتا اور سر کچلا جاتا یہ سلسلہ اسی طرح جاری تھا۔ یعنی سر کچلنا اور اس کا درست ہونا وہ پتھر مارتا جارہا تھا میں نے پوچھا یہ کیا ہو

رہا ہے اس دونوں سے جواب دیا چلئے آگے چلئے چنانچہ ہم آگے چل دیے یہاں تک کہ ہم ایک ایسے گڑھے پر پہنچے جو تندور کی طرح اوپر سے تنگ اور نچلا حصہ کشادہ تھا اور اس کے اندر آگ بھڑک رہی تھی۔ جب آگ کی بھڑک اوپر کو اٹھتی تو جو لوگ اس آگ کے اندر تھے وہ شعلوں کے ساتھ اوپر آجاتے یہاں تک کہ گڑھے سے نکلنے کے قریب ہو جاتے جب شعلے کی بھڑک کم ہوتی تو سب دوبارہ اندر چلے جاتے اس آگ میں میں نے کئی مرد اور کئی عورتیں دیکھی جو کہ تمام ننگے تھے میں نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا یہ کیا ہے تو اس دونوں سے کہا چلئے آگے چلئے چنانچہ ہم آگے چل دیے تو یہاں تک کہ خون کی نہر کے کنارے پہنچے جس کے درمیان میں ایک شخص کھڑا تھا اور نہر کے کا کنارے پر ایک شخص کھڑا تھا۔ جس کے سامنے پتھروں کا ڈھیر تھا نہر کے اندر والا شخص اس سے نکلنے کے لئے جب کنارے کی طرف آتا تو کنارے پر کھڑا شخص اس کے منہ پر پتھر برساتا جس سے وہ اپنی جگہ دوبارہ لوٹ جاتا یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا۔ کہ ہر کے اندر والا آدمی باہر نکلنے کی کوشش کرتا اور کسارہ پر کھڑا ہونے والا اس پر سنگباری کر کے اسے واپس کرتا۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے تو اس دودسوں سے کہا چلئے آگے چلئے یہاں تک کہ ہم چلتے ہوئے ایک نہایت سرسبز و شاداب باغ میں پہنچے اس باغ میں ایک بہت بڑا درخت تھا اور اس کی جڑ کے پاس ایک بوڑھا آدمی کچھ لڑکوں سمیت بیٹھا تھا پھر میں سے اس دوران اس درخت کے پاس ایک اور شخص کو دیکھا جس کے سامنے آگ جل رہی ہے۔ اور وہ اسے خوب جال اور بھڑکا رہا ہے پھر میرے ساتھ والے دونوں آدمی مجھے لے کر درخت پر چڑھتے اور مجھے ایک ایسے مکان میں داخل کیا جو رخت کے درمیان میں تھا یہ مکان اتنا شاندار تھا کہ اس سے زیادہ اچھا گھر میں نے آج تک نہ دیکھا تھا۔ اس گھر میں بہت سارے جوان بوڑھے، بچے اور عورتیں تھیں اس کے بعد وہ دونوں آدمی مجھے اس گھر سے نکال کر درخت کے اوپر لے گئے اور مجھے ایک ایسے مکان میں داخل کیا جا پہلے گھر سے بہت اعلیٰ اور افضل تھا اس میں بھی بوڑھے اور جوان مرد موجود تھے۔ میں نے اس دونوں آدمیوں سے کہا آج رات تم سے مجھے بہت سیر کرائی۔ لیکن میں نے جو کچھ دیکھا اس کی حقیقت بھی مجھے بتلا دو اس دونوں سے کہا ہم اس کی حقیقت بتلائے دیتے ہیں سینے جس شخص کو آپ سے دیکھا تھا کہ اس کے جبڑے چیرے جارہے ہیں وہ جھوٹا آدمی ہے جو جھوٹ بولتا ہے تو لوگ اس کے نقل کرتے ہیں اور اس کا جھوٹ دنیا میں چاروں طرف پھیل جاتا ہے چنانچہ اس کے ساتھ وہ سلوک کیا جارہا ہے جو تم سے دیکھا اور یہ معاملہ اس کیساتھ قیامت تک جاری رہے گا۔ دوسرا وہ شخص جسے آپ سے دیکھا کہ اس کا سر کچلا جارہا ہے جسے اللہ سے قرآن کی دولت سے نوازا مگر اس سے قرآن کے مطابق عمل نہ کیا چنانچہ اس کے ساتھ کیا جانے والا سلوک تم سے دیکھ لیا یہ سلسلہ اس کے ساتھ قیامت تک جاری رہے گا۔ تیسرے وہ لوگ جس کو آپ سے تندور میں دیکھا وہ زنا کار مرد و عورت ہیں اور چوتھے جس شخص کو آپ سے خون کی نہر میں دیکھا وہ سود خور ہے اس کا یہ سلسلہ سدا اسی طرح جاری رہے گا۔ پانچویں جس بوڑھے شخص کو آپ سے درخت کی جڑ کے پاس بیٹھے دیکھا وہ حضرت ابراہیمؑ تھے اور اس کے پاس جو بچے ہیں وہ لوگوں کی اولاد ہیں چھٹے وہ شخص جس کو درخت سے کچھ فاصلے پر آگ جلاتے دیکھا وہ دوزخ کا داروغہ ہے اور ساتویں وہ پہلا گھر درخت کے اوپر آپ ﷺ جس میں داخل ہوئے وہ جنت ہے جو عام مؤمنوں کا ٹھکانا ہے اور وہ دوسرا گھر جس میں آپ ﷺ داخل ہوئے وہ شہداء کا گھر ہے میں جبرائیل ہوں اور یہ میکائیل ہے پھر وہ کہنے لگے کہ آپ ﷺ اپنا سر اوپر اٹھایے آپ کہتے ہیں کہ میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو دیکھا تو بلندی میں بادل کی طرح کوئی چیز ہے اور ایک روایت میں ہے کہ تہہ بہ تہہ ابر کی طرح کوئی چیز دیکھی تو انہوں نے کہا ابر کی طرح نظر آنے والی چیز یہ جنت میں آپ کا

مکان ہے تو میں نے کہا مجھے چھوڑ دو تا کہ میں اپنے مکان میں چلا جاؤں انہوں نے کہا ابھی آپ کی عمر باقی ہے جس کو آپ نے پورا نہیں کیا جب آپ اپنی عمر کو پوارا کرلیں گے تو اپنے مکان میں داخل ہو جائیں گے۔ یہ بخاری کی روایت ہے ۔اور حضرت ابن عمرؓ کی وہ روایت جو آپ ﷺ کے مدینہ منورہ میں خواب دیکھنے سے متعلق ہے وہ باب حرم المدینہ میں ذکر کی جا چکی ہے۔

تشریح ۞ **قبل** :رخ پھیرنا۔اس سے نماز کے بعد مقتدیوں کی طرف رخ کرنا ثابت ہوتا ہے۔:**ارض مقدسة** :سرزمین شام یا کوئی بھی پاکیزہ زمین مراد ہے۔: **کلوب** :ٹیڑھے سروالا لوھا۔: **شرق** : جبڑا۔ :**اھو** :اتنا پتھر جس سے مٹھی بھر جائے : **ثقب**: سوراخ' آر پار سوراخ۔ **انام عنه** : قرآن پر عمل تو دن رات کیا جاتا ہے۔لیکن رات کو تلاوت یہ مخصوص عمل ہے۔اس لئے رات کا خصوصاً ذکر کیا اور امر و طواہی کو دن سے متعلق کیا۔تو رات کو تلاوت اور دن کو عمل سے اعراض کرنے والا اس سزا میں قیامت تک کے لئے گرفتار رہے گا۔جو ایسی غفلت کا شکار ہو تو سر توڑنے والی سزا اس کے لئے مناسب ہے۔۲: ملا علی قاری اور شیخ نے لکھا ہے:اس کو بڑی نعمت ملی یعنی قرآن مجید کا علم اور یہ اس کے ذکر سے غافل ہو کر سورہا۔بعض اوقات یہ چیز قرآن مجید کے بھولنے کا سبب بن جاتی ہے اور وہ گناہ کبیرہ ہے۔تنہا قرآن مجید کے اوامر وسواہی عمل کرنے والا ہو قرآن مجید کو ہمیشہ پڑھنے والے کی طرح ہے۔اگر چہ وہ بظاہر تلاوت نہ کرتا ہو۔

اور جس سے ہمیشہ قرآن تو پڑھا مگر اس پر عمل پیرا نہ ہوا تو اس سے گویا قرآن مجید پڑھا ہی نہیں۔

علامہ طیبی کا قول:

سونے کا مطلب اعراض کرنا ہے جو اعراض کے بغیر سوئے خواہ عجز کی وجہ سے ہو یا تقصیر کی وجہ سے ہو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے۔انتہیٰ۔

هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ : یہ شہداء کا مکان ہے جو خاص درجات والے مومن ہیں ان کی چار جماعتیں ہیں انبیاء اولیاء ،علماء اور شہداء ہیں کیونکہ یہ درست میں وارد ہے۔علماء کی سیاہی شہداء کے خون پر غالب ہوگی۔

نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اس میں خبردار کیا کہ امام کو سلام کے بعد مقتدیوں کی طرف متوجہ ہونا چاہے۔

کہنے والے کو جلد تعبیر دے دینا مناسب ہے۔تا کہ وہ سارا دن اسی میں پریشان نہ رہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت باب حرم المدینہ میں ذکر کر دی گئی۔

الفصل الثانی:

جب تک تعبیر نہ ہو خواب پرندے کے پَر پر ہوتا ہے

۱۵/۴۵۱۱ عَنْ اَبِیْ رَزِیْنِ الْعُقَیْلِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رُؤْیَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ

سِتَّةٍ وَاَرْبَعِيْنَ جُزْءً مِنَ النُّبُوَّةِ وَهِيَ عَلٰى رَجُلِ طَائِرٍ مَّا لَمْ يُحَدِّثْ بِهَا فَاِذَا حَدَّثَ بِهَا وَقَعَتْ وَاَحْسِبُهٗ قَالَ لَا تُحَدِّثْ اِلَّا حَبِيْبًا اَوْ لَبِيْبًا۔ (رواه الترمذى وفى رواية ابى داود) قَالَ الرُّؤْيَا عَلٰى رَجُلِ طَائِرٍ مَالَمْ تُعَبَّرْ فَاِذَا عُبِّرَتْ وَقَعَتْ وَاَحْسِبُهٗ قَالَ وَلَا تَقُصَّهَا اِلَّا عَلٰى وَادٍّ اَوْذِىْ رَاْيٍ۔

أخرجه أبو داوٗد فى السنن ٥/٢٨٣ الحديث رقم ٥٠٢٠ والترمذى فى ٤/٤١٤ الحديث رقم ٢٢٧٨ وابن ماجه فى ٢/١٢٨٨ الحديث رقم ٣٩١٤ وأحمد فى المسند ٤/١٠۔

ترجمہ: ابو رزین عقیلی کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن کا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے اور خواب پرندے کے پر پر ہوتا ہے جب تک کسی کو بیان نہ کیا جائے۔ جب کسی کے سامنے بیان کر دیا تو وہ واقع ہو جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ اس خواب کو خالص دوست یا عقل مند کے علاوہ کسی کے سامنے مت بیان کردو۔ یہ ترمذی کی روایت ہے اور ابوداؤد کی روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ آپ نے فرمایا خواب کی جب تک تعبیر نہ کی جائے وہ پرندے کے پر پر ہوتا ہے اور جب اس کی تعبیر کر دی گئی تو وہ واقع ہو جاتا ہے اور راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ اس خواب کو دوست یا صاحب رائے کے علاوہ اور کسی سے مت بیان کرو۔

تشریح ۞ عَلٰى رَجُلِ طَائِرٍ: یہ تو تو محاورہ ہے جو اہل عرب اس وقت بولتے ہیں جب کوئی کام قرار نہ پکڑ رہا ہو۔ یعنی جس طرح پرندہ اُڑتا اور حرکت کرتا رہتا ہے اور ٹھہرتا نہیں اور اس کے پاؤں پر پڑی چیز بھی نہیں جاتا یا اس کی تعبیر نہیں کر دی جاتی بلکہ دل میں پوشیدہ رکھا جاتا ہے۔ اس وقت تک واقعہ نہیں ہوتا پس جب خواب کسی کو بتلایا اور اس سے تعبیر کر دی تو تعبیر کے مطابق واقع ہو جاتا ہے۔ اس لئے خواب عمومی طور پر کسی کو بتانا نہ چاہیے خصوصی طور پر خواب تو کسی کو بالکل نہ بتائے۔

البتہ سمجھ دار دوست کو بتلائے جو اس کی اچھی تعبیر کرے اور نیکی کی بات کہے دشمن کو نہ بتایا جائے کیونکہ عداوت کی وجہ سے بری تعبیر دے گا۔

دانا آدمی کو خواب بتلائے تا کہ اچھی تعبیر کہے۔

ایک اشکال: جب ہر چیز کا وقوع تقدیر سے ہے تو کتمانِ خواب کا کیا فائدہ اور تعبیر کا اس کے وقوع میں کیوں اثر ہے؟

جواب: یہ بھی قضاء وقدر کا حصہ ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا صدقہ دعا اور دیگر اسباب ہیں۔

ورقہ کو سفید لباس میں دیکھنا

۱۶/۴۵۱۲ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَرَقَةَ قَالَتْ لَهٗ خَدِيْجَةُ اِنَّهٗ كَانَ قَدْ صَدَّقَكَ وَلٰكِنْ مَاتَ قَبْلَ اَنْ تَظْهَرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرِيْتُهٗ فِى الْمَنَامِ وَعَلَيْهِ ثِيَابٌ بِيْضٌ وَلَوْ كَانَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَكَانَ عَلَيْهِ لِبَاسٌ غَيْرُ ذٰلِكَ۔ (رواه احمد والترمذى)

أخرجه الترمذى فى السنن ٤/٤٦٨ الحديث رقم ٢٢٨٨ وأحمد فى المسند ٦/٦٥۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ورقہ کے بارے میں پوچھا یعنی اس کا انجام کیا ہوگا۔ حضرت خدیجہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ اس نے آپ کی تصدیق کی تھی لیکن آپ کی نبوت کے معاملے کے ظاہر ہونے سے پہلے ہی اس کی وفات ہوگئی تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھے وہ خواب میں دکھایا گیا کہ اس نے سفید کپڑے زیب تن کر رکھے تھے اگر وہ جہنمی ہوتا تو اس کا لباس اور طرح کا ہوتا۔ یہ ترمذی اور احمد کی روایت ہے۔

تشریح ✿ **ورقہ** : یہ حضرت خدیجہؓ کے چچازاد تھے زمانہ جاہلیت میں انہوں نے دین نصاری سیکھا اور انجیل کا عربی میں ترجمہ کیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور بت پرستی سے بے زار تھے۔ یہ زیادہ عمر والے تھے پہلی وحی کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ان کو آپ کی خدمت میں لے گئیں۔ انہوں نے آپ کے صدق چال کی تصدیق کی صاحب ہدایہ نے ان کو صحابہؓ میں ذکر کیا ہے اس کے اسلام میں اختلاف ہے اور اس کو بعینہٖ نقل کیا ہے۔ ممکن ہے کہ اس روایت کو حضرت عائشہؓ نے صحابہ کرامؓ سے بطریق سماع بیان کیا ہو۔ کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا یعنی آپ ﷺ کے کسی تفصیل بیان کرنے سے پہلے خدیجۃ الکبریٰ کہنے لگیں اس سے آپ کی تصدیق کی لیکن آپ کا معاملہ ظاہر ہونے سے پہلے وفات پائی تو آپ نے فرمایا مجھے وہ سفید کپڑوں میں دکھایا گیا اگر وہ اہل سار سے ہوتا تو وہ سفید کپڑے نہ ہوتے۔ ورقہ سے خدیجہ سے کہا کہ یہ وہی ناموس ہے جو حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام پر اترتا تھا اور آپ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اگر تمہارے ظہور کے وقت زندہ رہا تو آپ کی قوت سے مدد کروں گا۔

دوسرا کام اس کے تردد ایمان پر دلالت کرتا ہے تو اگلی بات آپ سے فرمائی تا کہ اس کا ایمان ثابت ہو۔ پس یہ روایت ورقہ کے ایمان پر دلالت کرتی ہے۔ اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں کیونکہ آپ کی تصدیق انہوں سے حالت نبوت میں کی اگر نبوت سے پہلے تصدیق کرتے تو اختلاف کی گنجائش تھی۔

ابوخزیمہ کا عجیب خواب

۴۵۱۳/۱۷ وَعَنِ ابْنِ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ عَمِّهِ اَبِيْ خُزَيْمَةَ اَنَّهُ رَاٰى فِيْمَا يُرٰى النَّائِمُ اَنَّهُ سَجَدَ عَلٰى جَبْهَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ فَاضْطَجَعَ لَهُ وَقَالَ صَدِّقْ رُؤْيَاكَ فَسَجَدَ عَلٰى جَبْهَتِهِ۔

(رواه فی شرح السنة وسنذکر حدیث ابی بکرة کان میزانا نزل فی السماء وفی باب منا قب ابی بکرؓ وعمرؓ)

أخرجه أحمد فی المسند ٥/٢١٥۔

ترجمہ: حضرت ابن خزیمہ بنت ثابت اپنے چچا ابوخزیمہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ جناب رسول اللہ ﷺ کی پیشانی پر سجدہ کر رہے ہیں آپ ﷺ یہ سن کر ابوخزیمہ کی خاطر لیٹ گئے اور ارشاد فرمایا اپنے خواب کی تعبیر پوری کرلو چنانچہ انہوں نے آپ کی پیشانی پر سجدہ کیا۔ اس کو شرح السنۃ نے نقل کیا ہے۔

تشریح ✿ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ اگر خواب طاعت کی جنس سے ہو تو بے زاری میں اس پر عمل مستحب ہے۔ جیسا خواب میں نماز پڑھتے، روزہ رکھتے دیکھے یا صدقہ کیا یا نیک آدمی ملاقات کی تو اس کو ظاہر میں انجام دے۔ (ع)

جناب رسول اللہ ﷺ کا طویل خواب

۴۵۱۴/۱۸ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ لِاَصْحَابِهِ هَلْ رَاٰى اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِنْ رُؤْيَا فَيَقُصُّ عَلَيْهِ مَنْ شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُصَّ وَاِنَّهُ قَالَ لَنَا ذَاتَ غَدَاةٍ اِنَّهُ اَتَانِي اللَّيْلَةَ اٰتِيَانِ وَاِنَّهُمَا ابْتَعَثَانِيْ وَاِنَّهُمَا قَالَا لِيَ انْطَلِقْ وَاِنِّي انْطَلَقْتُ مَعَهُمَا وَذَكَرَ مِثْلَ الْحَدِيْثِ الْمَذْكُوْرِ وَهِيَ قَوْلُهُ فَاَتَيْنَا عَلٰى رَوْضَةٍ مُعْتَمَّةٍ فِيْهَا مِنْ كُلِّ نَوْرِ الرَّبِيْعِ وَاِذَا بَيْنَ ظَهْرَيِ الرَّوْضَةِ رَجُلٌ طَوِيْلٌ لَا اَكَادُ اَرٰى رَاْسَهٗ طُوْلًا فِي السَّمَاءِ فَاِذَا حَوْلَ الرَّجُلِ مِنْ اَكْثَرِ وِلْدَانٍ رَاَيْتُهُمْ قَطُّ قُلْتُ لَهُمَا مَا هٰذَا مَا هٰؤُلَاءِ قَالَ قَالَا لِيَ انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا فَانْتَهَيْنَا اِلٰى رَوْضَةٍ عَظِيْمَةٍ لَمْ اَرَ رَوْضَةً قَطُّ اَعْظَمَ مِنْهَا وَلَا اَحْسَنَ قَالَ قَالَا لِيَ ارْقَ فِيْهَا قَالَ فَارْتَقَيْنَا فِيْهَا فَانْتَهَيْنَا اِلٰى مَدِيْنَةٍ مَبْنِيَّةٍ بِلَبِنِ ذَهَبٍ وَلَبِنِ فِضَّةٍ فَاَتَيْنَا بَابَ الْمَدِيْنَةِ فَاسْتَفْتَحْنَا فَفُتِحَ لَنَا فَدَخَلْنَاهَا فَتَلَقَّانَا فِيْهَا رِجَالٌ شَطْرٌ مِنْ خَلْقِهِمْ كَاَحْسَنِ مَا اَنْتَ رَاءٍ وَشَطْرٌ مِنْهُمْ كَاَقْبَحِ مَا اَنْتَ رَاءٍ قَالَ قَالَا لَهُمُ اذْهَبُوْا فَقَعُوْا فِيْ ذٰلِكَ النَّهْرِ قَالَ فَاِذَا نَهْرٌ مُعْتَرِضٌ يَجْرِيْ كَاَنَّ مَاءَهُ الْمَحْضُ فِي الْبَيَاضِ فَذَهَبُوْا فَوَقَعُوْا فِيْهِ ثُمَّ رَجَعُوْا اِلَيْنَا قَدْ ذَهَبَ ذٰلِكَ السُّوْءُ عَنْهُمْ فَصَارُوْا فِيْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ وَذَكَرَ فِيْ تَفْسِيْرِ هٰذِهِ الزِّيَادَةِ وَاَمَّا الرَّجُلُ الطَّوِيْلُ الَّذِيْ فِي الرَّوْضَةِ فَاِنَّهُ اِبْرَاهِيْمُ وَاَمَّا الْوِلْدَانُ الَّذِيْنَ حَوْلَهُ فَكُلُّ مَوْلُوْدٍ مَاتَ عَلَى الْفِطْرَةِ قَالَ فَقَالَ بَعْضُ الْمُسْلِمِيْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَوْلَادُ الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَوْلَادُ الْمُشْرِكِيْنَ وَاَمَّا الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَانُوْا شَطْرٌ مِنْهُمْ حَسَنٌ وَشَطْرٌ مِّنْهُمْ قَبِيْحٌ فَاِنَّهُمْ قَوْمٌ قَدْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَاٰخَرَ سَيِّئًا تَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔ (رواہ البخاری)

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۲/۴۳۸ الحديث رقم ۷۰۴۷، وأحمد في المسند ۵/۹۔

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندبؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ اکثر و بیشتر اپنے صحابہؓ سے دریافت فرمایا کرتے تھے کہ کیا تم نے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے اگر کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو وہ اپنا خواب آپ ﷺ کی خدمت میں بیان کر دیتا ایک دن آپ ﷺ نے فرمایا آج رات میں نے خواب دیکھا ہے کہ دو شخص میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھے اٹھایا اور کہا آپ ﷺ ہمارے ساتھ چلیں چنانچہ میں ان کے ساتھ روانہ ہوا۔ ان کے بعد حضرت سمرہؓ نے فصل اول میں مذکرہ طویل روایت جیسی روایت کی مگر اس روایت میں اس نے کچھ باتوں کا اضافہ ہے۔ اور وہ یہ ہیں آپ ﷺ نے فرمایا ہم چلتے ہوئے ایک باغ میں پہنچے جہاں کثرت شادابی کی وجہ سے ہر طرف اندھیرا معلوم ہوتا تھا باغ میں بہار کے ڈیرے تھے اور ہر قسم کے شگوفے کھلے ہوئے تھے پھر باغ کے اندر میری نگاہ ایک کھڑے شخص پر پڑی جس کا قد اس قدر لمبا تھا کہ اس کا سر بھی نظر نہیں آ رہا تھا گویا اس کی لمبائی آسمان تک بلند تھی۔ پھر میں نے یہ دیکھا کہ اس کے ارد گرد بہت سے ایسے بچے ہیں۔ جس کو میں نے کبھی نہیں دیکھا میں نے اس دونوں سے پوچھا کہ یہ دراز قد آدمی کون ہے اور یہ بچے کون ہیں اس دونوں سے

میری بات کا جواب دینے کی بجائے کہا آگے چلئے ہم آگے چلتے رہے چنانچہ ایک بڑے باغ میں پہنچے جس سے بڑا اور زیادہ شاندار باغ میں نے کبھی نہیں دیکھا پھر اس دونوں نے مجھے کہا کہ آپ باغ کے اندر چلئے یا اس طرح کہا کہ اس کے درختوں پر چڑھیے چنانچہ ہم چڑھ کر ایک ایسے شہر میں پہنچے جو سونے اور وچاندی کی اینٹوں سے بنا ہوا تھا ہم اس شہر کے دروازے پر آئے اور اس کے دروازے کو کھلوایا جو ہمارے لئے کھول دیا گیا اس کے اندر داخل ہو کر ہم نے ایسے بہت سے لوگ دیکھے جس سے ہر ایک کے بدن کا آدھا حصہ اس سے بھی زیادہ خوبصورت تھا جو تم نے دیکھا ہوا اور آدھا حصہ اس سے بہت بدتر تھا۔ آدھا حصہ بہت خوبصورت اور تندرست اور آدھا بے ڈھنگا اور خراب۔ ان دونوں نے کہا کہ جاؤ یہ سامنے والی نہر میں غوطہ لگاؤ۔ میں نے دیکھا کہ عرض (چوڑائی) میں وہاں ایک نہر چل رہی ہے جس کا پانی دودھ کی طرح نہایت سفید ہے چنانچہ وہ لوگ نہر کے کنارے پر گئے اور اس میں چھلانگ لگا دی۔ جب وہ ہمارے پاس واپس لوٹے تو ان کے جسم پر کوئی نشان نہ تھا ان کا جسم بہترین شکل وصورت میں بدل چکا تھا پھر اس روایت میں اس زائد کی وضاحت اس طرح فرمائی گئی کہ اس باغ میں وہ دراز قد شخص ابراہیمؑ تھے۔ اور ان کے اردگرد وہ بچے ہیں جو فطرت پر مرجانے والے۔ راوی کہتے ہیں کہ بعض صحابہؓ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مشرکوں کے لڑکے تو آپ نے فرمایا مشرکوں کے نابالغ لڑکے بھی ابراہیمؑ کے پاس رہتے ہیں اور رہے وہ لوگ جن کا آدھا جسم اچھا اور آدھا خراب ہے۔ وہ وہی لوگ ہیں جس کے اعمال ملے جلے ہیں۔ انہوں نے اچھے اور برے دونوں قسم کے عمل کیے۔ پھر اللہ پاک نے انہیں معاف کر دیا۔ (بخاری)

تشریح ۞ **رَاَیْتُهُمْ قَطُّ** : یہ قسط یہ نفی و اثبات دونوں کی تاکید کے لئے آتا ہے یہاں مثبت کی تاکید کے لئے ہے اور میں نفی کی تاکید کے لئے۔

طیبی کا قول: فصل ترکیب یہ ہے کہ اس کا شاہد یہ قول ہے۔

الفطرۃ : اس سے فطرت اسلام مراد ہے۔

خَلَطُوْا عَمَلاً : یعنی انہوں نے نیک عمل بھی کیے اور برے کام بھی سرزد ہوئے۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کرے۔

جھوٹے خواب کا انجام

۱۹/۴۵۱۵ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ اَفْرَى الْفِرٰى اَنْ يُّرِىَ الرَّجُلُ عَيْنَيْهِ مَا لَمْ تَرَيَا۔ (رواه البخاري)

أخرجه البخاري في صحيحه ١٢/ ٤٢٧ الحديث رقم ٧٠٤٣، وأحمد في المسند ٢/ ٩٦۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بہتانوں میں بڑا بہتان یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اپنی آنکھوں کو وہ چیز دکھائے جو اس نے نہ دیکھی ہو۔ یعنی جھوٹا خواب بیان کرے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **اَنْ يُّرِىَ الرَّجُلُ** : یعنی آنکھوں پر بہتان لگائے کہ انہوں نے فلاں چیز دیکھی ہے۔ حالانکہ انہوں نے کوئی چیز نہ دیکھی ہو۔ مطلب یہ ہے کو جھوٹا خواب بیان کرے۔ کیونکہ خواب تو وحی کے ہم معنی ہے۔ پس گویا اس سے اللہ تعالیٰ پر افتراء

باندھااورحدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کوخواب دکھانے کے لئے ایک فرشتہ بھیجتے ہیں۔(اللمعات)

سچاخواب سحری کے وقت

۲۰/۴۵۱۶ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَصْدَقُ الرُّؤْيَا بِالْاَسْحَارِ۔

(رواه الترمذی و الدارمی)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٤٦٣ الحديث رقم ٢٢٧٤' والدارمی فی ٢/١٦٩ الحديث رقم ٢١٤٦' وأحمد فی المسند ٣/٢٩۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا نہایت سچے خواب وہ ہیں جو سحری کے وقت میں آئیں۔ یہ ترمذی اور دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ سحر کا وقت خوش بختی اور قبولیت کا وقت ہے اور دل کی پوری توجہ بھی ہوتی ہے۔ یہ نزول ملائکہ اور سعادت کی گھڑی ہے۔

آداب کا بیان

① علامہ طیبی فرماتے ہیں ادب ہر وہ مستحسن جدوجہد جس کو انسان کسی فضیلت کے حصول کے لئے کرتا ہے۔ادب کا اصل معنی جمع کرنا اور کسی شخص کو کسی چیز کے لئے بلانا۔اس معنی کا لحاظ کر کے ادب کا مطلب لوگوں کو کھانے پر بلانا اور جمع کرنا بھی لیا گیا ہے۔اسی لئے شادی والے کھانے کو مادبہ کہا جاتا ہے ادب کا اول معنی مجازی طور پر جمع کرنے پر مشتمل ہے۔صراح میں لکھا ہے ادب: نگہداشت کے معنی میں ہے۔

② ادب اس قول و فعل کو استعمال کرنا جو محمود ہو۔مکارمِ اخلاق پر عمل ادب ہے۔

③ حسنات پر قیام اور اعراض عن السیئات ادب ہے۔

④ بلند مرتبے والے کی عزت اور چھوٹے پر شفقت ادب ہے۔(سیوطی)

⑤ ادب حسن اخلاق ہے۔خلاصہ کلام یہ ہے کہ ادب اخلاق واعمال دونوں کو شامل ہے۔

بَابُ السَّلَامِ

سلام کا بیان

فوائد الباب: ① یہ تسلیم سے اسم مصدر ہے جس کا معنی سلامت ہے اور نقائص وعیوب سے بیزاری کو سلام کہتے ہیں۔② یہ اسماءِ الٰہی میں سے ہے السلام علیک کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تیرے حال سے واقف ہے پس تو غافل نہ ہو یا تو اللہ تعالیٰ کی نگہبانی میں ہے جیسے عرب کہتے ہیں: الله معك۔③ اکثر علماء کہتے ہیں کہ سلام علیک کا معنی یہ ہے کہ تو میری طرف سے سلامتی میں ہے پس تو مجھے بھی اپنے سے سلامت رکھ۔④ یہ سِلم سے مشتق ہے جس کا معنی مصالحت ہے۔یعنی مجھ سے باامن رہ اور مجھے باامن رکھ۔⑤ ابتداء اسلام میں اس کو کافر ومؤمن کے امتیاز کے لئے مشروع کیا گیا تا کہ وہ ایک دوسرے پر تعرض نہ کریں۔گویا اس کو اسلام کے متعلق آگاہ کرنا تھا۔پھر اس کو بطور عمل شرعی کے طور پر مسلمانوں میں جاری

رکھا گیا۔

الفصل الاوّل:

آدم علیہ السلام کا سلام

۴۵۱۷/ا عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ طُوْلُهٗ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فَلَمَّا خَلَقَهٗ قَالَ اِذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلٰی اُولٰٓئِكَ النَّفَرِ وَهُمْ نَفَرٌ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ جُلُوْسٌ فَاسْتَمِعْ مَا یُحَیُّوْنَكَ فَاِنَّهَا تَحِیَّتُكَ وَتَحِیَّةُ ذُرِّیَّتِكَ فَذَهَبَ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ فَقَالُوْا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ قَالَ فَزَادُوْهُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَقَالَ فَكُلُّ مَنْ یَّدْخُلِ الْجَنَّةَ عَلٰی صُوْرَةِ اٰدَمَ طُوْلُهٗ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فَلَمْ یَزَلِ الْخَلْقُ یَنْقُصُ بَعْدَهٗ حَتّٰی الْاٰنَ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱/۳ الحدیث رقم ۶۲۲۷، ومسلم فی ۴/۲۱۸۳ الحدیث رقم ۲۸۴۱، وأحمد فی المسند ۲/۳۱۵۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر بنایا ان کی لمبائی ساٹھ ہاتھ تھی۔ جب اللہ نے ان کو بنایا تو فرمایا جاؤ اور فرشتوں کی اس جماعت کو سلام کرو فرشتوں کی جماعت وہاں بیٹھی ہوئی تھی اور جو تمہیں جواب دیں اس کو غور سے سننا وہ تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہے۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام فرشتوں کی اس جماعت کے پاس گئے اور انہیں السلام علیکم کہا تو فرشتوں نے جواب دیا السلام علیک ورحمۃ اللہ۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام کے سوال کے جواب میں رحمۃ اللہ کے لفظ کا اضافہ فرشتوں نے کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جنت میں جائے گا تو وہ آدم کی صورت پر ہوگا۔ اس طرح کہ اس کے قد کی لمبائی ساٹھ ہاتھ ہوگی۔ پھر آدم علیہ السلام کے بعد لوگوں کے جسم کی ساخت برابر کم ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ موجودہ مقدار کو پہنچی۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ: اس روایت کے معنی میں علماء نے اختلاف کیا ہے:

① یہ حدیث صفات باری تعالیٰ سے ہے پس اس کی تاویل سے باز رہنا چاہیے۔ جیسا کہ دیگر متشابہات میں یہی کیا جاتا ہے۔ سلف صالحین کا مذہب احوط یہی ہے۔

② اس کی تاویل بھی کی گئی ہے بایں طور کہ صورت کو صفت کے معنی میں لیا جائے جیسا کہ کہا جاتا ہے صورتِ مسئلہ یہ ہے۔ صورت حال اس طرح ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صفت پر پیدا کیا اور ان کو ان صفات سے موصوف کیا جو اللہ تعالیٰ کی صفات کریمہ کا پرتو وعکس ہیں۔ پس ان کو حیّ، عالم، مرید، متکلم، سمیع، بصیر بنایا۔

③ اضافت تشریفی ہے جیسا کہ روح اللہ اور بیت اللہ۔ یعنی آدم علیہ السلام کو جمیل ولطیف صورت پر پیدا کیا جو اسرار ولطائف پر مشتمل ہے اور اپنی طرف سے اس کو قدرت کاملہ بخشی ہے۔

④ یہ ضمیر خود آدم علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے کہ آدم علیہ السلام کو شروع سے بشر تام الخلقت' کامل الصورت بنایا۔ ان کا طول ساٹھ ہاتھ

تھا اور آدمیوں جیسا پیدا نہ کیا کہ شروع میں نطفہ پھر علقہ پھر مضغہ پھر جنین، پھر طفل پھر صبی پھر کامل بالغ رجل۔ پس یہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا بیان ہے اور طوالت کی تخصیص غیر متعارف ہونے کی بناء پر کی ہے۔ البتہ دیگر صفات سب میں درجہ بدرجہ ہوتی ہیں عرض کی مقدار قیاس سے خود ظاہر ہے۔

قَالَ فَزَادُوْهُ : فرشتوں نے ان الفاظ کا اضافہ کیا سلام کا یہ ادب جواب کی صورت میں باعث فضیلت ہے کہ اگر کوئی کہے السلام علیک تو اس کے جواب میں وعلیک السلام ورحمۃ اللہ کہا جائے اور اگر سلام میں وہ السلام علیک ورحمۃ اللہ کہے تو اس کے جواب میں وبرکاتہ کا اضافہ کرے۔ بعض روایات میں مغفرت کا اضافہ بھی آیا ہے۔

''اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا'' اس ارشاد گرامی کے معنی میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں۔ بعض حضرات تو یہ کہتے ہیں کہ یہ ارشاد گرامی احادیث صفات میں سے ہے جس کے حقیقی مفہوم ومطلب تک رسائی ممکن نہیں ہے۔ اس لئے اس بارے میں کوئی تاویل کرنے سے بہتر یہ ہے کہ سکوت اختیار کیا جائے۔ جیسا کہ اس قسم کے اقوال وارشادات کے بارے میں سکوت اختیار کیا جاتا ہے جو متشابہات کہلاتے ہیں علماء سلف اسی قول کی طرف مائل ہیں جبکہ بعض دوسرے حضرات اس ارشادِ گرامی کی مختلف تاویلیں کرتے ہیں جن میں سے مشہور تاویل یہ ہے کہ فلاں معاملہ کی صورت مسئلہ یہ ہے۔ یا صورتِ حال یہ ہے کہ جس طرح کسی مسئلہ یا کوئی ظاہری صورت میں ہوگی بلکہ اس کے ساتھ صورت کا لفظ استعمال کر کے حقیقت میں اس مسئلہ کا یا حال کی صفت و کیفیت مراد ہوتی ہے۔ اسی طرح یہاں لفظ اللہ کی صورت سے مراد صفت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صفت پر بنایا اور ان کو صفات کے ساتھ موصوف کیا جو صفات کریمہ باری تعالیٰ کا پَرتو ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حی، عالم، قادر، مرید، متکلم، سمیع، بصیر بنایا۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ صورت کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف شرف وعظمت کو ظاہر کرنے کے لئے ہے جیسا کہ روح اللہ اور بیت اللہ میں روح اور بیت کی اضافت اللہ کی طرف ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اللہ نے آدم علیہ السلام کو لطیف وجمیل پیدا کیا جو اسرار ولطائف پر مشتمل ہے بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ صورتہ کی ضمیر حضرت آدم کی طرف راجع ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو انہی کی صورت پر بنایا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ ابتداء آفرینش سے ہی شکل پر تھے۔ دوسرے انسانوں کی طرح ان کی تخلیق اس تدریجی طور پر نہیں ہوئی تھی کہ وہ پہلے نطفہ تھے، پھر مضغہ ہوئے پھر جنین پھر طفل پھر صبی ہوئے اور پورے مرد ہوئے۔ بلکہ وہ ابتداء ہی سے تمام اعضاء وجوارح، کامل شکل وصورت اور ساٹھ گز کے مرد تھے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر بنایا سے مراد آدم کی تخلیق وپیدائش کی حقیقت واضح کرنا ہے چونکہ دیگر صفات کے برعکس قد کی لمبائی ایک غیر معروف چیز ہے۔ اس لئے خاص طور پر ذکر کیا اسی طرح چونکہ لمبائی پر چوڑائی بھی قیاس کی جاسکتی ہے اور اجمالی طور پر اس کا تصور ذہن میں آسکتا ہے لہٰذا چوڑائی کو ذکر نہیں کیا۔

رحمت کا لفظ فرشتوں نے ذکر کیا۔ اس کے ذریعے سلام کے جواب کے سلسلے میں ایک تہذیب وشائستگی اور ادب و فضیلت کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ افضل طریقہ یہی ہے کہ اگر کوئی شخص السلام علیک کہے تو اس کے جواب میں وعلیک السلام ورحمۃ اللہ کہا جائے۔

اسی طرح اگر کوئی السلام علیک ورحمۃ اللہ کہے تو اس کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا جائے۔ایک روایت میں ورحمۃ اللہ کے بعد مغفرۃ کا لفظ بھی منقول ہے۔حدیث سے معلوم ہوا کہ السلام علیک کے جواب میں السلام علیک کہنا بھی درست ہے کیونکہ معنی کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے لیکن جمہور علماء کے نزدیک افضل یہی ہے کہ جواب میں وعلیک السلام کہے لیکن یہ بات واضح رہے کہ جواب کے درست وصحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ جواب سلام کے بعد واقع ہو نہ کہ دونوں ایک ساتھ واقع ہوں جیسا کہ فَاسْتَمِعْ مَا یُحَیُّوْنَکَ سے واضح ہوتا ہے چنانچہ فَاسْتَمِعْ حرف فا تعقیب کے لئے ہے۔جو مذکورہ وضاحت کی دلیل ہے۔عام طور پر لوگ اس مسئلہ سے بہت غافل ہیں۔اس لئے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ اگر دو شخص ملیں اور دونوں ایک ہی ساتھ السلام علیکم کہتے ہیں۔تو دونوں میں سے ہر ایک پر سلام کا جواب دینا واجب ہوتا ہے۔

حدیث کا آخری جملہ تقدیم وتاخیر پر دلالت کرتا ہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا قد ساٹھ گز تھا۔ان کے بعد لوگوں کے قد بتدریج کوتاہ ہوتے گئے اور پھر جب جنت میں داخل ہوں گے تو سب کے قد دراز ہو جائیں گے۔جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا قد تھا۔

الفصل الاول:

مسلمانوں کے اچھے خصال

۲/۴۵۱۸ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَجُلاً سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَ تَقْرِئُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ۲۱/۱۱ الحديث رقم ۶۲۳۶، ومسلم في ۶۵/۱، وأبو داوٗد في السنن ۳۷۹/۵ الحديث رقم ۵۱۹۴، والنسائي في ۱۰۷/۸ الحديث رقم ۵۰۰۰ وابن ماجه في ۱۰۸۳/۲ الحديث رقم ۳۲۵۳، وأحمد في المسند ۱۶۹/۲۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے جناب نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ مسلمانوں کی کونسی خصلت اچھی ہے۔تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کھانا کھلانا اور واقف وناواقف ہر شخص کو سلام کرنا۔(بخاری ومسلم)

تشریح ان دوصفات کا تذکرہ سائل کے سوال کی نوعیت کے لحاظ سے ہے۔یعنی بعض جگہ کسی عمل کو افضل کہا اور دوسری جگہ دوسرے عمل کو۔تو آپ کا جواب پوچھنے والے کو دیکھ کر اس کے مناسب ہوتا تھا۔جس کی طبع میں کسی نیک خصلت کی ضد کا میلان ہوتا تو وہاں وہی ذکر فرماتے اور اسی کو افضل قرار دیتے۔مثلاً جس کے مزاج میں بخل دیکھا اس کے لئے کھانا کھلانے کو افضل خصلت قرار دیتے۔

تَقْرِئُ السَّلَامَ : یہ اقرء سے مشتق ہے اس کا معنی پڑھانا ہے اور تقرء کا معنی قراءت یعنی پڑھنا ہے۔یہ معنی ظاہر تو ہے۔البتہ تا کا پیش زیادہ صحیح ہے مگر اس کا معنی ظاہر نہیں۔اس کی توجیہ یہ ہے کہ کیونکہ سلام کرنے والا مسلم علیہ کے جواب کا ذریعہ بنتا

ہے۔گویا وہ اسے سلام پڑھا رہا ہے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام حقوق اسلام سے ہے۔یہ دوستی اور جان پہچان کا حق نہیں اسی طرح عیادت وغیرہ کا حکم ہے۔جیسا کہ آئندہ روایت میں وارد ہے۔(ح)

مسلمان کے چھ حقوق

۳/۴۵۱۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُؤْمِنِ عَلَى الْمُؤْمِنِ سِتُّ خِصَالٍ يَعُوْدُهٗ اِذَا مَرِضَ وَيَشْهَدُهٗ اِذَا مَاتَ وَ يُجِيْبُهٗ اِذَا دَعَاهُ وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ اِذَا لَقِيَهٗ وَيُشَمِّتُهٗ اِذَا عَطَسَ وَيَنْصَحُ لَهٗ اِذَا غَابَ اَوْ شَهِدَ لَمْ اَجِدْهُ فِى الصَّحِيْحَيْنِ وَلَا فِىْ كِتَابِ الْحُمَيْدِيِّ وَلٰكِنْ ذَكَرَهٗ صَاحِبُ الْجَامِعِ بِرِوَايَةِ النَّسَائِىْ ـ (سنن النسائی)

أخرجه مسلم بلفظ "حق المسلم على المسلم ست" في صحيحه ١٧٠٥/٤ الحديث رقم (٥-٢١٦٢)۔ وأخرجه البخاري في صحيحه بلفظ حق المسلم على المسلم خمس' في ١١٢/٣ الحديث رقم ١٢٤٠' وأخرجه مسلم في المصدر السابق الحديث رقم (٤-٢١٦٢)وأخرجه النسائي في السنن واللفظ له ٥٣/٤ الحديث رقم ١٩٣٨' والدارمي في ٣٥٧/٢ الحديث رقم ٢٦٣٣' وأحمد في المسند ٦٨/٢۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں: (۱) جب وہ بیمار ہو۔تو اس کی عیادت کرے۔(۲) جب وہ فوت ہوجائے تو اس کی نماز جنازہ میں شریک ہو (۳) جب وہ کھانے کی دعوت دے تو اس کی دعوت کو قبول کرے۔(۴) جب وہ اس کو ملے تو اس کو سلام کرے۔(۵) جب اسے چھینک آئے تو اس کی چھینک کا جواب دے۔(۶) جب وہ موجود نہ ہو یا ہو تو اس کی خیر خواہی کا طلبگار رہو۔اس روایت کو بخاری و مسلم میں نہیں پایا گیا اور نہ ہی اسے حمیدی نے نقل کیا۔البتہ نسائی کی روایت سے جامع الاصول میں نقل کیا گیا ہے۔

تشریح ۞ يَنْصَحُ لَهٗ :اس سے خیر خواہی کرے یعنی اس کی موجودگی اور عدم موجودگی میں اس سے خیر خواہی کا اظہار کرے۔یہ نہ کرے کہ سامنے ہو تو تملق کرے اور غائبانہ غیبت کرے یہ منافقین کی عادت ہے۔ عیادت عود سے مشتق ہے۔① اشتقاق کی وجہ یہ ہے کہ یہ بھی مریض کی طرف لوٹتا اور رجوع کرتا ہے۔②: بار بار اس کی طرف پلٹ کر عیادت کرتا ہے۔یجیبه : بشرطیکہ دعوت میں شرعی عذر، ارتکاب بدعت' تفاخر نمود و نمائش نہ ہو۔یسلم :سلام کا جواب واجب ہے۔ عطس۔چھینکنے والا الحمدللہ کہے تو جواب دینا لازم ہے ورنہ نہیں۔

سلام کو عام کرو تو محبت بڑھے گی

۴/۴۵۲۰ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا وَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى شَىْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ۔ (رواه الترمذی)

أخرجه مسلم في صحيحه ٧٤/١ الحديث رقم (٩٣-٥٤)' وأبو داوٗد في السنن ٣٧٨/٥ الحديث رقم ١٥٩٣'

والترمذی فی ٥/ ٥٠ الحدیث رقم ٢٨٦٦ وابن ماجه فی ٢/ ١٢١٧ الحدیث رقم ٣٦٩٢۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ جب تک تم ایمان نہ لاؤ گے۔ تم جنت میں داخل نہ ہو گے اور تمہارا ایمان اس وقت تک مکمل نہ ہوگا جب تک کہ ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ جب تم اس کو اختیار کرلو گے تو تمہاری باہمی دوستی قائم ہو جائے گی۔ کہ اپنے مابین سلام کو عام کرو۔ یعنی ہر واقف و ناواقف کو سلام کرو۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ معتبر نسخوں میں اسی طرح وَلَا تُؤْمِنُوْا نون کو حذف کیا گیا ہے۔ بعض نسخوں میں وَلَا تُؤْمِنُوْنَ ہے۔ وہ قاعدہ کے موافق ہے۔

اَفْشُوا السَّلَامَ: اس کا مطلب ہے کہ اپنے پرائے، ناواقف اور واقف سب کو سلام کرو، کیونکہ یہ دوستی و محبت کو پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔

پیدل چلنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے

۴۵۲۱/۵ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِيْ وَالْمَاشِيْ عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيْلُ عَلَى الْكَثِيْرِ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ١١/ ٥٠ الحدیث رقم ٦٢٣٢، ومسلم فی ٤/ ١٧٠٣ الحدیث رقم (١۔ ٢١٦٠)، وأبو داوٗد فی السنن ٥/ ٣٨١ الحدیث رقم ٥١٩٩، والترمذی فی ٥/ ٥٨ الحدیث رقم ٢٧٠٣، والدارمی فی ٢/ ٣٥٧ الحدیث رقم ٢٦٣٤، ومالك فی الموطأ ٢/ ٩٥٩ الحدیث رقم ١ من باب العمل فی السلام۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سوار پیدل کو سلام کرے، پیدل چلنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے اور تھوڑی تعداد والے زیادہ تعداد والوں کو سلام کریں۔ اس روایت کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ سوار پیدل کو السلام علیک کہے یہ تواضع ہے کیونکہ سواری سے اس کو اللہ تعالیٰ نے بلندی دی ہے۔ اسے عاجزی کرنی چاہیے۔ والقلیل: تھوڑے زیادہ کو سلام کریں اکرام و احترام کے لئے۔ نووی کہتے ہیں: اگر ایک شخص جماعت کو ملے اگر سلام کرتے وقت کسی خاص کو مخاطب کیا تو یہ مکروہ ہے۔ کیونکہ سلام کا مقصد موانست و موافقت ہے بعض کو خاص کر لینا وحشت زدہ کرتا ہے اور یہ چیز عداوت پیدا کرتی ہے۔ اگر بازار یا ہجوم میں چلتے ہوں تو وہاں بعض خاص کو سلام کرنا کفایت کرے گا۔ اگر سب کو سلام کرے تو تمام امور سے لوگ رک جائیں گے۔

چھوٹا بڑے کو سلام کرے

۴۵۲۲/۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ الصَّغِيْرُ عَلَى الْكَبِيْرِ وَالْمَارُّ عَلَى

الْقَاعِدِ وَالْقَلِيْلُ عَلَى الْكَثِيْرِ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحيحه ١١/ ١٤ الحديث رقم ٦٢٣١، وأبو داوٗد فی السنن ٥/ ٣٨٠ الحديث رقم ٥١٩٨، والترمذی فی ٥/ ٥٩ الحديث رقم ٢٧٠٤، وأحمد فی المسند ٢/ ٣١٤۔

ترجمہ: ''اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چھوٹا بڑے کو، گزرنے والا بیٹھے ہوئے کو اور کم تعداد والے زیادہ تعداد والوں کو سلام کریں۔''

تشریح ۞ الصَّغِيْرُ علماء نے لکھا ہے کہ یہ حکم ملاقات کا ہے کہ جب دو آدمی ملاقات کریں تو حکم یہ ہے اور اگر ایک آدمی دوسرے کے ہاں وارد ہو تو اس وقت سلام میں ابتداء کرنا باہر سے آنے والے کے لئے ضروری ہے۔ خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا قلیل ہوں یا کثیر۔

۴۵۲۳/۷ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى غِلْمَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ۔ (متفق عليه)

أخرجه البخاری فی صحيحه ١١/ ٣٢ الحديث رقم ٦٢٤٧، ومسلم فی ٤/ ١٧٠٨ الحديث رقم (١٥۔٢١٦٨)، وأبو داوٗد فی السنن ٥/ ٣٨٢ الحديث رقم ٥٢٠٢، والترمذی ٥/ ٥٥ الحديث رقم ٢٦٩٦، وابن ماجه فی ٢/ ١٢٢٠ الحديث رقم ٣٧٥٠، والدارمی ٢/ ٣٥٨ الحديث رقم ٢٦٣٦۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں کے پاس سے گزر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سلام کیا۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ مَرَّ عَلٰى غِلْمَانٍ :یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت تواضع اور شفقت ہے جو لوگوں پر فرمائی ہے بچوں کو سلام سے اس کو سلام اور میل وجول کی تعلیم فرمادی۔

اہلِ کتاب کو سلام میں پہل نہ کرو

۴۵۲۴/۸ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبْدَءُوا الْيَهُوْدَ وَلَا النَّصَارٰى بِالسَّلَامِ وَاِذَا لَقِيْتُمْ اَحَدَهُمْ فِى الطَّرِيْقِ فَاضْطَرُّوْهُ اِلٰى اَضْيَقِهٖ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم فی ٤/ ١٧٠٧ الحديث رقم (٣١۔٢١٦٧)، وأبو داوٗد فی السنن ٥/ ٣٨٣ الحديث رقم ٥٢٠٥، والترمذی فی ٥/ ٥٧ الحديث رقم ١٧٠٠، وأحمد فی المسند ٢/ ٢٦٦۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہود و نصاریٰ کو سلام کرنے میں ابتداء مت کرو اور جب تمہارا راستے میں ان کے پاس سے گزر ہو۔ تو ان کو تنگ ترین راستے پر چلنے کے لئے مجبور کردو۔ (مسلم)

تشریح ۞ لَا تَبْدَءُوا الْيَهُوْدَ : یہود و نصاریٰ کو اول سلام مت کرو کیونکہ ابتداء سلام تو اعزاز مسلم ہے اور کافر اعزاز کے قابل

نہیں اور اسی طرح یہ ذریعہ محبت ہے اور کافر سے محبت درست نہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ [المجادلة : ۲۲] اگر وہ سلام کریں تو جواب میں علیکَ یا علیکم کہے اور کافر کے جواب میں ہداک اللہ کہے۔ بعض نے ابتداء سلام ضرورت کے وقت یہود ونصاریٰ کے لئے جائز کہا ہے۔ بدعتیوں اور فاسقوں کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر سلام دیا پھر معلوم ہوا کہ یہ ذمی ہے تو بہتر یہ ہے کہ سلام متارکت کرے یعنی یوں کہے استرجعت سلامی۔

فَاضْطَرُّوْهُ: ① ان پر ایسا غلبہ کرو کہ وہ راستہ میں ایک طرف کو مجبور ہو جائیں اور ان پر راستہ تنگ ہو جائے تا کہ اسلام کی قوت ظاہر ہو۔ ② بعض نے کہا کہ تنگ سے مراد یکسو ہونا ہے تا کہ مسلمانوں کے لئے راستہ کھلا رہے۔ (ع۔ ح)

یہود کے جواب میں صرف وعلیک کہو

۴۵۲۵/۹ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمُ الْيَهُوْدُ فَاِنَّمَا يَقُوْلُ اَحَدُهُمُ السَّامُ عَلَيْكَ فَقُلْ وَعَلَيْكَ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۱/۴۲ الحديث رقم ۶۲۵۷، ومسلم في ۴/۱۷۰۶ الحديث رقم (۸۔۲۱۶۴)، وأبو داوٗد في السنن ۵/۳۸۴ الحديث رقم ۵۲۰۶، والدارمي في ۲/۳۵۸ الحديث رقم ۲۶۳۵، ومالك في الموطأ ۲/۹۶۰ الحديث رقم ۳، وأحمد في المسند ۲/۹۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا جب یہودی تمہیں سلام کرتے ہیں تو بلاشبہ اس میں سے ہر ایک یہی کہتا ہے السام علیک۔ یعنی تم مرجاؤ۔ تو تمہیں چاہیے کہ اس کے جواب میں وعلیک کہو۔

(بخاری ومسلم)

تشریح ۞ اس روایت میں یہود کے جواب میں صرف وعلیک کہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

یہود کے جواب کا طریقہ

۴۵۲۶/۱۰ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ اَهْلُ الْكِتَابِ فَقُوْلُوْا وَعَلَيْكُمْ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۱/۴۲ الحديث رقم ۶۲۵۸، ومسلم في ۴/۱۷۰۵ الحديث رقم (۶۔۲۱۶۳)، وأبو داوٗد في السنن ۵/۳۸۵ الحديث رقم ۵۲۰۷، وابن ماجه في ۲/۱۲۱۹ الحديث رقم ۳۶۹۷، وأحمد في المسند ۳/۹۹۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تمہیں اہل کتاب سلام کریں تو تم اس کے جواب میں صرف وعلیکم کہو۔

(بخاری ومسلم)

تشریح ۞ سابقہ روایت میں السلام علیک مفرد کے صیغہ سے ہے اور اس روایت میں جمع کے صیغہ سے مروی ہے۔ دوسری

روایات واو کے ساتھ اور بغیر واوٴ دونوں طرح ہیں۔ موٴلف نے واوٴ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ موٴطا میں واوٴ کے بغیر ہے۔ دارقطنی میں علیکم بلاواوٴ ہے پس علماء نے فرمایا کہ واوٴ کے بغیر کہنا بہتر ہے تا کہ جو کہا اس میں واوٴ سے مشارکت لازم نہ آئے دوسروں نے کہا مشارکت میں حرج نہیں کیونکہ موت تو سب کو آئے گی۔ گویا مطلب یہ ہے کہ ہم اور تم موت میں برابر ہیں سب مریں گے۔۲ واوٴ مشارکت کے لئے نہیں بلکہ مستانفہ ہے۔ اس صورت میں تقدیر عبارت یہ ہوگی: "وعلیکم ما تستحقونه من الذم"۔ بہتر یہ ہے کہ واوٴ کے ساتھ کہے اور بلاواوٴ بھی جائز ہے کیونکہ روایت میں دونوں طرح ہے۔ نووی کہتے ہیں علماء کا اتفاق ہے کہ اہل کتاب کے سلام کا جواب دیا جائے گا۔ البتہ وعلیکم السلام نہ کہا جائے اور نہ وعلیک السلام کہے بلکہ وعلیک یا وعلیکم کہے۔ جب کہ وہ زیادہ ہوں اور جب وہ ایک ہو تو وعلیکم نہ کہے کیونکہ اس میں اس کی تعظیم لازم آئے گی۔

اللہ تعالیٰ نرمی والے کو اور نرمی کو پسند کرنے والے ہیں

۴۵۲۷/۱۱ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ اِسْتَاذَنَ رَهْطٌ مِنَ الْيَهُوْدِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا السَّامُ عَلَيْكُمْ فَقُلْتُ بَلْ عَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْاَمْرِ كُلِّهِ قُلْتُ اَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوْا قَالَ قَدْ قُلْتُ وَعَلَيْكُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَلَيْكُمْ وَلَمْ يَذْكُرِ الْوَاوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ اَنَّ الْيَهُوْدَ اَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اَلسَّامُ عَلَيْكَ قَالَ وَعَلَيْكُمْ فَقَالَتْ عَائِشَةُ السَّامُ عَلَيْكُمْ وَلَعَنَكُمُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْكُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْلاً يَا عَائِشَةُ عَلَيْكِ بِالرِّفْقِ وَاِيَّاكِ وَالْعُنْفَ وَالْفُحْشَ قَالَتْ اَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوْا قَالَ اَوَلَمْ تَسْمَعِيْ مَا قُلْتُ رَدَدْتُّ عَلَيْهِمْ فَيُسْتَجَابُ لِيْ فِيْهِمْ وَلَا يُسْتَجَابُ لَهُمْ فِيَّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ لَا تَكُوْنِيْ فَاحِشَةً فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ وَالتَّفَحُّشَ۔

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۱/۱۹۹ الحديث رقم ۶۴۰۱ وفي ۱۰/۴۵۲ الحديث رقم ۶۰۳۰، ومسلم في صحيحه ۴/۱۷۰۶ الحديث رقم (۱۰۔۲۱۶۵)، والترمذي في السنن ۵/۵۷ الحديث رقم ۲۷۰۱، وابن ماجه في ۲/۱۲۱۸ الحديث رقم ۳۶۸۹ الشطر الثاني والأول في ۲/۱۲۱۹ الحديث رقم ۳۶۹۸، والدارمي في ۲/۴۱۶ الحديث رقم ۲۷۹۴، وأحمد في المسند ۶/۳۷۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ یہود کا ایک وفد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اجازت لینے کے حاضر ہوا تو انہوں نے اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ کہا تو میں نے ان کو جواب میں کہا: بَلْ عَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ ۔تو حضور ﷺ سے مجھے فرمایا اے عائشہؓ! اللہ نرمی برتنے والے ہیں اور تمام معاملات میں نرمی کو پسند فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کیا آپ ﷺ سے اس کی بات نہیں سنی آپ ﷺ نے فرمایا میں نے بھی وعلیکم کہا ہے اور ایک روایت میں یہ واوٴ کے بغیر ہے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے بخاری کے الفاظ اس طرح ہیں یہوذی آپ کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے: اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: وعلیکم تو عائشہ صدیقہؓ کہنے لگیں: اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ وَلَعَنَكُمُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْكُمْ

تو اس جواب پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ٹھہر واے عائشہ رضی اللہ عنہا نرمی اختیار کرو اور اپنے آپ کو درشتی اور فحش گوئی سے محفوظ رکھو۔ حضرت عائشہ کہنے لگیں کیا آپ نے اس کی بات نہیں سنی آپ نے فرمایا کیا تو نے میری بات نہیں سنی۔ جو میں نے ان کے جواب میں کہی۔ میری دعا تو ان کے حق میں قبول ہوگی اور ان کی بات میرے حق میں قبول نہ ہوگی اور مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم فحش باتیں کرنے والی مت بنو۔ بے شک اللہ تعالیٰ لچر باتوں اور بتکلف باتیں بنانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

تشریح ۞

① یہود بدبختوں نے السام علیکم میں جمع کا کلمہ لاکر تمام اہل بیت کو بددعا دینے کا ارادہ کیا۔ اگرچہ سلام میں ضمیر جمع اس ارادے کے بغیر بھی آتی ہے۔

② حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ان کی بددعا کو ان کی طرف پلٹا اور یہود کی ڈانٹ کے لئے لعنت کا کلمہ استعمال فرمایا۔ قرآن مجید میں یہود پر لعنت کا ذکر متعدد بار ہے۔ آپ نے فرمایا یہ تو ملعون ہیں تم فحش گوئی میں اپنے آپ کو ملوث نہ کرو۔ گفتگو کی سختی فحش کو شامل ہے۔ فحش جو بدگوئی بے تکلف صادر ہو اور تفحش، تکلف سے فحش گوئی کی جائے۔ (ع)

مشترک مجلس میں مسلمان کی نیت سے سلام کرو

۱۲/۴۵۲۸ وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِمَجْلِسٍ فِیْهِ اَخْلَاطٌ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُشْرِکِیْنَ عَبَدَةِ الْاَوْثَانِ وَالْیَهُوْدِ فَسَلَّمَ عَلَیْهِمْ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱/۳۸ الحدیث رقم ۶۲۵۴ ومسلم فی ۳/۱۴۲۲، والترمذی فی السنن ۵/۵۸ الحدیث رقم ۲۷۰۲، وأحمد فی المسند ۵/۲۰۳۔

ترجمہ: حضرت اُسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا گزر ایسی مجلس کے پاس سے ہوا جہاں مسلمان مشرک، بت پرست اور یہودی ملے جلے بیٹھے تھے تو آپ ﷺ نے ان کو سلام کیا۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ علامہ نووی کہتے ہیں اگر ایک جماعت پر گزریں ان میں کئی مسلمان ہو یا ایک مسلمان اور کفار ہوں تو سنت یہ ہے کہ مسلمانوں کا ارادہ کر کے اس کو سلام کرے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس بات میں اختیار ہے کہ خواہ السلام علیکم کہے اور مسلمان مراد لے یا السلام علی من اتبع الھدیٰ کہے۔ اگر کسی مشرک کو خط لکھے تو سنت یہ ہے کہ اسی طرح لکھے جیسا آپ نے ہرقل وغیرہ کو لکھا: سلام علی من اتبع الھدیٰ۔ (ع۔ح)

اَلْیَهُوْدِ کا عطف عَبَدَةِ الْاَوْثَانِ کی بجائے اَلْمُشْرِکِیْنَ پر ہو عَبَدَةِ الْاَوْثَانِ اس کا بیان ہو۔ کیونکہ تمام مشرکین عرب بت پرست تھے اور عبادت میں شرک کرنے والے تھے۔

راستے کے پانچ حقوق

۱۳/۴۵۲۹ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِیَّاکُمْ وَالْجُلُوْسَ بِالطُّرُقَاتِ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا لَنَا مِنْ مَجَالِسِنَا بُدٌّ نَتَحَدَّثُ فِیْھَا قَالَ فَاِذَا اَبَیْتُمْ اِلَّا الْمَجْلِسَ فَاَعْطُوا الطَّرِیْقَ حَقَّہٗ قَالُوْا وَمَا حَقُّ الطَّرِیْقِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ غَضُّ الْبَصَرِ وَکَفُّ الْاَذٰی وَرَدُّ السَّلَامِ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّھْیُ عَنِ الْمُنْکَرِ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱/۸ الحدیث رقم ۶۲۲۹' ومسلم فی ۳/۱۶۷۵ الحدیث رقم (۱۱۴-۲۱۲۱)' وأبو داؤد فی السنن ۵/۱۶۰ الحدیث رقم ۴۸۱۵' وأحمد فی المسند ۳/۴۷۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے ارشاد فرمایا تم اپنے آپ کو راستوں میں بیٹھنے سے بچاؤ۔ بعض صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ راستوں میں بیٹھنے کے علاوہ ہمیں چارہ کار نہیں۔ وہاں ہم باتیں کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا جب تمہیں بیٹھنے کے علاوہ چارہ کار نہیں تو راستے کو اس کا حق دو۔ صحابہ نے عرض کی۔ اے رسول اللہ ﷺ راستے کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نگاہ کا جھکانا۔ یعنی اس کا حرام مقام پر ڈالنے سے بچانا اور گزرنے والوں کو ایذا سے بچانا۔ سلام کا جواب دینا اور لوگوں کو اچھی بات کہنا اور برائی سے روکنا۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ فَاَعْطُوا الطَّرِیْقَ: راستے کا حق یہ ہے۔ کہ غیر محرم پر نظر نہ ڈالے اور راستہ میں پڑی ایذاء دینے والی چیز پتھر' کانٹا غلاظت وغیرہ کا ازالہ کرے۔

رَدُّ السَّلَامِ: جواب دینا فرمایا نہ کہ سلام دینا کیونکہ سنت طریقہ یہ ہے کہ چلنے والا بیٹھے کو سلام کرے جیسا کہ مذکور ہوا۔

اَلْمَعْرُوْفِ: شرع میں جس کی تعریف کی گئی اس کا حکم دینا۔

اَلْمُنْکَرِ: جس چیز سے منع کیا گیا اس سے روکنا۔

راستے کا ایک اور حق

۱۴/۴۵۳۰ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ ھٰذِہِ الْقِصَّۃِ قَالَ وَاِرْشَادُ السَّبِیْلِ۔

(رواہ ابو داؤد عقیب حدیث الخدری ھکذا)

أبو داؤد فی السنن ۵/۱۶۰ الحدیث رقم ۴۸۱۶۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ جناب نبی اکرم ﷺ سے اسی سلسلے میں نقل کرتے ہیں۔ یعنی راستے کے حقوق کے سلسلے میں کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ راستہ بھول جانے والے کو راستہ دکھانا۔ ابوداؤد نے اس کو ابوسعید کی روایت کے بعد اسی طرح نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس روایت میں جس میں آپ ﷺ نے راستہ میں بیٹھنے سے منع فرمایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مجبوری ظاہر کی تو

آپ ﷺ نے ان نے فرمایا کہ تم راستہ کا حق ادا کرو۔ تو جو حقوق پہلے بیان فرمائے اس کے علاوہ ایک حق یہ بھی بتلایا کہ مسافروں کو راستہ بھولنے پر راستہ دکھانا۔

مظلوم کی مدد بھی راستہ کا حق ہے

۴۵۳۱/۱۵ وَعَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ وَتُغِيْثُوا الْمَلْهُوْفَ وَتَهْدُوا الضَّالَّ۔ (رواه ابو داؤد وعقيب حديث ابى هريرة هكذا ولم اجد هما فى الصحيحين)

أخرجه أبو داوٗد فى السنن ٥/ ١٦٠ الحديث رقم ٤٨١٧۔

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے اسی سلسلے میں نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ مظلوم کی فریاد رسی کی جائے اور راستہ گم کرنے والے کو راستہ بتلایا جائے۔ مجھے یہ روایت بخاری و مسلم میں نہیں ملی۔ البتہ ابوداؤد نے اس کو روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بعد نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اس روایت میں مزید حقوق مذکور ہیں: ① مظلوم کی مدد۔ ② گم کردہ راہ کو راستہ بتانا۔

الفصل الثانی:

مسلمان کے چھ حقوق

۴۵۳۲/۱۶ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ بِالْمَعْرُوْفِ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ اِذَا لَقِيَهٗ وَيُجِيْبُهٗ اِذَا دَعَاهُ وَيُشَمِّتُهٗ اِذَا عَطَسَ وَيَعُوْدُهٗ اِذَا مَرِضَ وَيَتَّبِعُ جَنَازَتَهٗ اِذَا مَاتَ وَيُحِبُّ لَهٗ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ۔ (رواه الترمذى والدارمى)

أخرجه الترمذي في السنن ٥/٧٥ الحديث رقم ٢٧٣٦' وابن ماجه فى ١/ ٤١١ الحديث رقم ١٤٣٣' والدارمي فى ٢.٣٥٧ الحديث رقم ٢٦٣٣' وأحمد فى المسند ٢/ ٦٨۔

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں: ① جب اس سے ملاقات کرے تو اس کو سلام کرے۔ ② جب کوئی مسلمان دعوت دے تو اس کی دعوت کو قبول کرے۔ ③ اور جب اس کو چھینک آئے تو یہ اس کی چھینک کا جواب دے۔ ④ اور جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے۔ ⑤ اور جب وہ فوت ہو جائے تو اس کی نماز جنازہ ادا کرے۔ ⑥ اور اس کے لئے وہی کچھ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ یہ ترمذی اور دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ يَتَّبِعُ جَنَازَتَهٗ: جنازے کے ساتھ جانے کا ذکر کیا کیونکہ نماز جنازہ بعد میں ہے پس اس کا از خود ذکر ہو گیا۔ سنن و آداب کا ذکر مقصود ہے اس لئے نماز جنازہ جو کہ فرض کفایہ ہے اس کا ذکر نہیں کیا۔ اس کی ادائیگی بہر حال لازم ہے اور مسلمان

کے لئے دنیا وآخرت کی خیر وبھلائی کا طالب ہو۔

تین آنے والے اور نیکیاں پانے والے

۴۵۳۳/۱۷ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ رَجُلاً جَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَرَدَّ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرٌ ثُمَّ جَآءَ اٰخَرُ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ فَقَالَ عِشْرُوْنَ ثُمَّ جَآءَ اٰخَرُ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ فَقَالَ ثَلٰثُوْنَ۔ (رواه الترمذی وابوداؤد)

أخرجه أبو داؤد فی السنن ۵/۳۷۹۰الحديث رقم ۵۱۹۵' والترمذی فی ۵/۵۱ الحديث رقم ۲۶۸۹' والدارمی فی ۲/۳۶۰ الحديث رقم ۲۶۴۰' وأحمد فی المسند ۴/۴۳۹_۴۴۰۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں ایک شخص آیا اور اس نے السلام علیکم کہا۔ آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا پھر وہ آدمی بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا اس شخص کو دس نیکیاں ملیں گی پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ تو آپ نے اس کے سلام کا بھی جواب دیا۔ جب وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا اس شخص کے لئے بیس نیکیاں لکھی گئیں۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کے لئے تیس نیکیاں لکھی گئیں۔ یہ ترمذی اور ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَرَدَّ عَلَيْهِ: یہ گفتگو سلام دینے والے کے بارے میں تھی کہ اگر سلام کہنے والے سے السلام علیکم کہا اور جواب دینے والے سے ورحمۃ اللہ کے اضافہ کے ساتھ کہا یا اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا اور جواب دینے والے سے وبرکاتہ کے اضافے کے ساتھ کہا تو اس کا حکم یہی ہے یعنی دس دس نیکیاں اضافہ کے ساتھ ملیں گی اور بعض روایات میں ومغفرتہ کا لفظ بھی وارد ہے۔ اس سے اضافہ جائز نہیں ہے کیونکہ وہ کسی روایت سے بھی منقول نہیں ہے۔ (ع۔ح)

معاذ رضی اللہ عنہ کی روایت سلام پر بعض الفاظ کا اضافہ

۴۵۳۴/۱۸ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ وَزَادَ ثُمَّ اَتٰى اٰخَرُ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَمَغْفِرَتُهٗ فَقَالَ اَرْبَعُوْنَ وَقَالَ هٰكَذَا تَكُوْنُ الْفَضَائِلُ۔

(رواه ابوداؤد)

أخرجه أبو داؤد فی السنن ۵/۳۸۰ الحديث رقم ۵۱۹۶۔

ترجمہ: حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ سے انہوں نے گزشتہ روایت کے ہم معنی روایت نقل کی ہے اس میں معاذ نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں۔ کہ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ۔ آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ اس کے لئے چالیس نیکیاں لکھی گئیں اور اس میں یہ

الفاظ بھی ہیں۔ کہ اسی طرح ثواب میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ یعنی جس قدر الفاظ بڑھاتا جائے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح: علماء نے لکھا ہے کہ سلام میں افضل یہ ہے کہ السلام علیکم کہے اگر السلام علیک کہا تو بھی کافی ہے اور جواب میں وعلیک السلام یا علیکم السلام کہے بغیر واؤ کے بھی درست اور کافی ہے۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر جواب میں صرف علیکم کہے تو جواب نہ ہوگا اور اگر وعلیکم کہا تو بعض نے درست قرار دیا اور بعض نے عدم جواب قرار دیا ہے۔ (ح)

سلام میں پہلے قرب میں پہلے

۴۵۳۵/۱۹ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاللّٰهِ مَنْ بَدَأَ بِالسَّلَامِ۔

(رواہ احمد والترمذی وابوداؤد)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٥/٣٨٠ الحدیث رقم ٥١٩٧، والترمذی فی ٥/٥٤ الحدیث رقم ٢٦٩٤، وأحمد فی المسند ٥/٢٥٤۔

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے زیادہ نزدیک وہ شخص ہے جو سلام میں پہل کرنے والا ہو۔ یہ ترمذی، ابوداؤد، احمد کی روایت ہے۔

تشریح: مَنْ بَدَأَ: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو آپس میں راستہ میں ملیں اس لئے کہ اس صورت میں دونوں سلام کے حق میں برابر ہیں: (۱) اگر ایک بیٹھا تھا اور دوسرا اس کے پاس آیا تو آنے والے پر حق ہے کہ بیٹھے کو سلام کرے۔ (۲) اگر آنے والا سلام میں پہل کرے تو فضیلت حاصل کر سکنے والا نہ ہوگا کیونکہ اس نے حق لازم کو ادا کیا ہے۔ اگر بیٹھا ہوا پہل کرے تو فضیلت اس کے لئے ہوگی۔ (۳) حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ تین چیزیں مسلمان کے خلوص و محبت کی ہیں: (۱) سلام میں ابتداء۔ (۲) اس کے پسندیدہ نام سے بلانا۔ (۳) مجلس میں آنے پر اس کو جگہ دینا۔ (ع۔ح)

عورتوں کو سلام آپ ﷺ کی خصوصیت

۴۵۳۶/۲۰ وَعَنْ جَرِیْرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰی نِسْوَةٍ فَسَلَّمَ عَلَیْهِنَّ۔ (رواہ احمد)

أخرجه أحمد فی المسند ٤/٣٥٧۔

ترجمہ: حضرت جریرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا گزر کچھ عورتوں کے پاس سے ہوا تو آپ ﷺ نے ان کو سلام کیا۔ یہ امام احمد کی روایت ہے۔

تشریح: فَسَلَّمَ عَلَیْهِنَّ: یہ آپ کی ذات کے لئے مخصوص ہے کیونکہ آپ ﷺ کی ذات فتنے سے مامون تھی۔ دوسروں کے لئے مکروہ ہے کہ غیر محرم عورت کو سلام کرے البتہ اگر بڑھیا ہو جس میں فتنے کا گمان نہ ہو تو حرج نہیں۔ (ح۔ع)

جماعت میں ایک کا سلام اور ایک کا جواب کافی ہے

۲۱/۴۵۳۷ وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ يُجْزِئُ عَنِ الْجَمَاعَةِ اِذَا مَرُّوْا اَنْ يُّسَلِّمَ اَحَدُهُمْ وَيُجْزِئُ عَنِ الْجُلُوْسِ اَنْ يَّرُدَّ اَحَدُهُمْ۔

(رواه البیهقی فی شعب الایمان مرفوعا وروی ابوداؤد وقال رفعه الحسن بن علی وهو شیخ ابی داؤد)

أخرجه أبو داؤد فی ٥/٣٨٧ الحديث رقم ٥٢١٠' والبيهقی فی الشعب ٦/٤٦٦ الحديث رقم ٨٩٢٢۔

ترجمہ: حضرت علی ابن طالبؓ سے روایت ہے کہ جب کچھ لوگ گزر رہے ہوں۔ اس میں سے کسی ایک کا سلام کرنا ان سب کی طرف سے کافی ہوگا۔ اسی طرح وہ لوگ جو بیٹھے ہوں ان میں سے کسی ایک کا جواب دینا سب کی طرف سے کفایت کرنے والا ہے (بیہقی) نے اس کو مرفوعاً بھی نقل کیا ہے۔ ابوداؤد نے اپنے شیخ حسن بن علی کے واسطے سے اس کو مرفوعاً نقل کیا ہے

تشریح ۞ اِذَا مَرُّوْا اَنْ: جب گزریں اور یہی حکم ہے جب ٹھہریں یا داخل ہوں ایک جماعت کے ہاں۔ حاصل روایت یہ ہے کہ سلام سے ابتداء سنت کفایہ ہے اور سلام کا جواب فرض کفایہ ہے۔ اگر جماعت میں سے ایک سلام کر دے یا جواب دے دے تو کافی ہو جائے گا۔ ہر ایک کو کرنا افضل ہے۔ (ع)

اہلِ کتاب سے مشابہت مت اختیار کرو

۲۲/۴۵۳۸ وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا لَا تَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ وَلَا بِالنَّصَارٰى فَاِنَّ تَسْلِيْمَ الْيَهُوْدِ الْاِشَارَةُ بِالْاَصَابِعِ وَتَسْلِيْمَ النَّصَارٰى الْاِشَارَةُ بِالْاَكُفِّ۔ (رواه الترمذی وقال اسناده ضعیف)

أخرجه الترمذی فی السنن ٥/٥٤ الحديث رقم ٢٦٩٥' وأحمد فی المسند ٢/٤٩٩۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم میں سے جو شخص غیروں کے ساتھ مشابہت کرنے والا ہو۔ اس کا ہم سے کوئی واسطہ نہیں۔ تم یہود و نصاریٰ کے ساتھ مشابہت مت اختیار کرو یہود کا سلام انگلیوں کے اشارے سے ہے اور عیسائیوں کا سلام ہتھیلی کے اشارے سے ہے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے اور اس کی سند کمزور ہے۔

تشریح ۞ لَا تَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ: یعنی یہود و نصاریٰ کے افعال میں ان سے مشابہت مت کرو۔ خصوصاً ان دو باتوں میں۔ ۱ انگلیوں کے اشارے سے سلام ۲ ہاتھ کی ہتھیلی سے سلام۔ ممکن ہے کہ وہ سلام میں ان دونوں اشاروں پر اکتفاء کرتے ہوں گے اور سلام نہ کہتے ہوں گے۔ سلام تو آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی سنت ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ گویا آپ کو مکاشفہ ہوا کہ آپ کی امت کے کچھ لوگ بھی یہود و نصاریٰ کی طرح کریں گے۔ پشت کا خم کرنا۔ فقط لفظ سلام پر اکتفاء کرنا۔ یہ روایت اور اسناد

سے بھی ثابت ہے جو کہ ضعیف نہیں ملاحظہ ہو جامع صغیر۔(ع)

ہر ملاقات میں سلام کیا جائے

۲۳/۴۵۳۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا لَقِيَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ فَاِنْ حَالَتْ بَيْنَهُمَا شَجَرَةٌ اَوْجِدَارٌ اَوْحَجَرٌ ثُمَّ لَقِيَهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ۔ (رواه ابوداؤد)

أخرجه أبو داوٗد في السنن ٥/٣٨١ الحديث رقم ٥٢٠٠۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کرے۔ تو چاہیے کہ پہلے اس کو سلام کرے اور اگر دونوں کے درمیان کوئی درخت یا دیوار یا بڑا پتھر حائل ہو جائے اور پھر ملاقات کریں تو پھر ایک دوسرے کو سلام کریں۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس قدر مفارقت میں سلام مستحب ہے۔ اگر زیادہ فاصلہ ہو تو پھر ہر مرتبہ سلام ہوگا۔ اس میں استحباب سلام کو مبالغہ سے بیان کیا۔ ادب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ کئی مقامات اس سے مستثنیٰ ہیں: (۱) پیشاب کے وقت۔ (۲) پائخانہ کرتا ہو۔ (۳) جماع میں مصروف ہو یا اسی طرح کے دوسرے مقامات ہوں تو سلام مکروہ ہے اور مخاطب پر جواب لازم نہ ہوگا۔ جب کوئی سو رہا ہو یا اونگھتا ہو یا نماز پڑھتا ہو، اذان میں مصروف ہو یا حمام میں غسل کرتا ہو۔ کھانا کھاتا ہو اور لقمہ منہ میں ہو ایسے وقت میں سلام کرے تو جواب کا حقدار نہیں اور اسی طرح خطبہ کے وقت نہ سلام کرے اور نہ جواب دے قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف کو سلام نہ کرے۔ اگر کرے تو وہ تلاوت کے بعد جواب دے۔ پھر تعوذ پڑھ کر تلاوت دوبارہ شروع کرے۔(ح ع)

گھر والوں کو سلام کرو

۲۴/۴۵۴۰ وَعَنْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلْتُمْ بَيْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰى اَهْلِهٖ وَاِذَا خَرَجْتُمْ فَاَوْدِعُوْا اَهْلَهٗ بِسَلَامٍ۔ (رواه البيهقي في شعب الايمان مرسلا)

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٦/٤٤٧ الحديث رقم ٨٨٤٥۔

ترجمہ: حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم گھروں میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرو اور جب تم گھر سے نکلو تو اپنے گھر والوں کو سلام کے ذریعے رخصت کرو۔ یہ روایت بیہقی نے شعب الایمان میں مرسلاً نقل کی ہے۔

تشریح ۞ اگر گھر میں کوئی موجود نہ ہو تو اسی طرح کہے: السلام علینا و علی عباد الله الصالحین۔ تاکہ ملائکہ موجودین کو سلام ہو۔ ظاہر یہ ہے۔ فَاَوْدِعُوْا: (۱) ایداع یہ تودیع کے معنی میں ہے۔ جو کہ وداع سے ہے یعنی سلام سے رخصت کرو۔ (۲) بعض علماء نے کہا سلام کا جواب مستحب ہے۔ کیونکہ یہ دعا و وداع ہے۔ کذا قال ملا علی۔

شیخ نے فرمایا: اودعوا یہ ایداع سے ہے کہ سلام کو اپنے اہل کے پاس ودیعت رکھو۔ یعنی نکلتے وقت جب سلام کیا تو گویا

تم نے سلام کی خیر و برکت کو گھر میں ودیعت رکھ دیا جو آخرت میں ملے گی۔ جیسا کہ کوئی اپنی امانت رکھ کر لے لیتا ہے۔ طیبی کا قول: تاکہ ان کی طرف رجوع کرو اور پھر اپنی امانت حاصل کرو جیسا کہ امانتیں دی جاتی ہیں اس میں دوبارہ لوٹنے اور سلامتی کا تفاول ہے۔

گھر والوں کو سلام گھر کے لئے باعث برکت ہے

۴۵۴۱/۲۵ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا بُنَيَّ اِذَا دَخَلْتَ عَلٰى اَهْلِكَ فَسَلِّمْ يَكُوْنُ بَرَكَةً عَلَيْكَ وَعَلٰى اَهْلِ بَيْتِكَ۔ (رواه الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ٥/٥٦ الحديث رقم ٢٦٩٨۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے بیٹے! جب تم گھر والوں سے ملو تو تم اس کو سلام کرو۔ یہ تیرے اور تیرے گھر والوں کے لئے باعث برکت ہے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ☼ روایات میں وارد ہے کہ خالی گھر میں بھی سلام کرے مثلاً السلام علینا و علی عباد اللّٰہ الصالحین کہے۔ (اللمعات)

سلام کلام سے پہلے ہے

۴۵۴۲/۲۶ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلسَّلَامُ قَبْلَ الْكَلَامِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ۔

أخرجه الترمذی فی السنن ٥/٥٦ الحديث رقم ٢٦٩٩۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سلام کلام سے پہلے ہے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے اور انہوں نے اس روایت کو منکر قرار دیا۔

تشریح ☼ روایت میں بتلایا کہ پہلے سلام کیا جائے۔ پھر کلام و گفتگو کی جائے۔

جاہلیت کے سلام کی ممانعت

۴۵۴۳/۲۷ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ نَقُوْلُ اَنْعَمَ اللّٰهُ بِكَ عَيْنًا وَاَنْعِمْ صَبَاحًا فَلَمَّا كَانَ الْاِسْلَامُ نُهِيْنَا عَنْ ذٰلِكَ۔ (رواه ابو داؤد)

أخرجه أبو داؤد فی السنن ٥/٣٩٧ الحديث رقم ٥٢٣١۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ ہم جاہلیت کے زمانے میں یہ سلام دیا کرتے تھے: اَنْعَمَ اللّٰهُ بِكَ عَيْنًا وَاَنْعِمْ صَبَاحًا۔ جب اسلام آیا تو اس نے اس بات سے روک دیا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ انعم :یہ نعومه سے مشتق ہے ماضی کا صیغہ ہے اس کا معنی نرمی یا تازگی ہے۔اس عبارت کے دو معنی ہیں ۔ا:باء سببیہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تیری اچھی زندگی سے تیرے دوستوں کی آنکھیں ٹھنڈی کرے ۔ یہ خوشحالی سے کنایہ ہے ۔۲ باء زائدہ ہے جو تعدیہ کے لئے ہے یعنی اللہ تجھے تازہ وخوش وخرم رکھے جس کو دیکھ کر تیری آنکھیں ٹھنڈی ہوں ۔ انعم کو امر مانیں یعنی تمہاری صبح تروتازہ ہو یا صبح میں خوش رہو۔ یہ بھی فارغ وقت سے کنایہ ہے صبح کی تخصیص اس وجہ سے ہے کہ عرب کے ہاں اکثر غارت و لوٹ صبح کے وقت ہوتی تھی ۔(ح ع)

دوسرے کے سلام کا جواب کیونکر......؟

۴۵۴۴/۲۸ وَعَنْ غَالِبٍ قَالَ اِنَّا لَجُلُوْسٌ بِبَابِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ اِذْجَآءَ رَجُلٌ فَقَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ قَالَ بَعَثَنِيْ اَبِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ائْتِهٖ فَاَقْرِئْهُ السَّلَامَ قَالَ فَاَتَيْتُهٗ فَقُلْتُ اَبِيْ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ فَقَالَ عَلَيْكَ وَعَلٰى اَبِيْكَ السَّلَامُ۔ (رواہ ابو داؤد)

أخرجه أبو داوٗد في السنن ٥/٣٩٩ الحديث رقم ٥٢٢٧، وأحمد في المسند ٥/٣٦٦۔

ترجمہ :حضرت غالب کہتے ہیں کہ ہم حسن بصری کے دروازے پر بیٹھے تھے۔ کہ ایک شخص اچانک آیا اور آ کر کہنے لگا مجھ سے میرے والد اور انہوں نے میرے دادا سے بیان کیا کہ مجھے میرے والد نے جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھیجا اور مجھے یہ کہا کہ تم حضور کی خدمت میں جاؤ اور آپ سے سلام عرض کرو۔ میرے دادا کہتے ہیں کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا میرے والد نے آپ کو سلام کہا ہے۔تو آپ نے فرمایا تم پر اور تمہارے والد پر سلام ہو۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی کسی کی طرف سے سلام پہنچائے تو پہنچانے والے پر سلام بھیجا جائے اور جس کی طرف سے پہنچا اس پر بھی یعنی علیک وعلی فلان السلام یا وعلیک وعلیہ السلام۔ چنانچہ روایت نسائی میں بعینہ یہ الفاظ وارد ہیں۔

خط کی ابتدا کا طریقہ

۴۵۴۵/۲۹ وَعَنْ اَبِي الْعَلَاءِ الْحَضْرَمِيِّ كَانَ عَامِلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ اِذَا كَتَبَ اِلَيْهِ بَدَاَ بِنَفْسِهٖ۔ (رواہ ابو داؤد)

أخرجه أبو داوٗد في السنن ٥/٣٤٨ الحديث رقم ٥١٣٤۔

ترجمہ : حضرت ابوالعلاءؒ کہتے ہیں کہ حضرت علاء حضرمی جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف سے عامل مقرر ہوئے ۔ جب وہ آپ کی خدمت میں خط لکھتے تو خط کی ابتداء اپنی ذات سے کرتے ۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ ابو العلاء :ان کا نام یزید بن عبد ہے۔ایک نسخہ میں عن ابن العلاء ہے حضرمی یہ شہر کے نام کی طرف نسبت ہے۔۲ اکثر نسخوں میں ان کو العلاء الحضرمی اور ایک نسخہ میں ان العلاء ابن الحضرمی ہے۔صاحب تقریب کہتے ہیں علاء بن حضرمیؓ بنو

امیہ کے حلیف تھے آپ نے اس کو بحرین کا عامل بنایا اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے بھی بدستور اس کو وہاں کا عامل بنائے رکھا یہاں تک کہ وہ فوت ہوئے۔

بَدَاَ بِنَفْسِہٖ : خط میں اس طرح لکھتے: **من علاء الحضرمی الی رسول اللہ ﷺ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔** حضرت علاء کے لکھنے کا طریقہ وہی تھا جو آپ کا خطوط میں طریقہ تھا۔ **من محمد رسول اللہ الی فلان** ۔ اگر وہ مسلمان ہوتا تو سلام لکھتے ورنہ **سلام علی من اتبع الھدی** لکھتے۔ چنانچہ ہرقل کو اسی طرح لکھا ہے اور حضرت معاذ کو ان کی بیٹی کی تعزیت میں اس طرح لکھا۔ **بسم اللہ الرحمان الرحیم من محمد رسول اللہ ﷺ الی معاذبن جبل ۔ سلام علیك! فانی احمد علیك اللہ الذی لا الہ الا ھو۔** امابعد! اس روایت کو سلام کے سلسلہ میں لائے اسی طرح بعد والی روایات وہ سلام کے تذکرہ سے متعلق ہے کہ جس طرح سلام زبانی ہے اسی طرح لکھا بھی جاتا ہے مؤلف کی عادت اسی طرح ہے کہ آخری فصل میں متعلقہ روایات لاتے ہیں جو مقام کے مناسب ہوتی ہیں۔ (ح ع)

خط پر مٹی ڈالنا

۴۵۴۶/۳۰ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اِذَا کَتَبَ اَحَدُ کُمْ کِتَابًا فَلْیُتَرِّبْہُ فَاِنَّہٗ اَنْجَحُ لِلْحَاجَۃِ۔

(رواہ الترمذی وقال حدیث منکر)

أخرجه الترمذی فی السنن ۵/ ۶۳ الحدیث رقم ۲۷۱۳' وابن ماجه فی ۲/ ۱۲۴۰ الحدیث رقم ۳۷۷۴۔

ترجمہ : حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کوئی خط لکھو۔ تو چاہیے کہ خط لکھنے کے بعد اس پر مٹی ڈالدو۔ کیونکہ یہ چیز حاجت براری کے لئے بہت زیادہ مفید ہے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے اور انہوں نے کہا۔ یہ حدیث منکر ہے۔

تشریح اَنْجَحُ لِلْحَاجَۃِ : یہ حاجت براری کے لئے خاص ہے شارع کے علاوہ کسی کو اس کی وجہ معلوم نہیں۔ مگر بعض ارباب معرفت نے لکھا ہے کہ حاجت کا دارومدار اس تحریر پر نہیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہے۔ دوسرے معنی کی تائید امام غزالی کی منہاج العابدین سے ہوتی ہے کہ ایک شخص نے کرایہ کے مکان میں رقعہ لکھا پھر مکان کی دیوار سے مٹی ڈالنی چاہی پھر خیال آیا یہ کرایہ کا گھر ہے۔ پھر خیال ہوا کیا حرج ہے خط پر مٹی ڈالی ایک ہاتف نے آواز دی قریب ہے کہ مٹی کو حلال جاننے والا اس کو حلال جان لے گا جو طول حساب کے سبب ملے گی رواۃ کے لحاظ سے یہ منکر روایت ہے۔ طبرانی نے اوسط میں ابودرداء سے مرفوعاً نقل کی ہے: **اذا کتب احدکم الی الانسان فلیبدأ بنفسہ و اذا کتب فلیترب کتابہ فھو انجح۔**

قلم کان پر

۴۵۴۷/۳۱ وَعَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبَیْنَ یَدَیْہِ کَاتِبٌ

فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ ضَعِ الْقَلَمَ عَلٰى اُذُنِكَ فَاِنَّهٗ اَذْكَرُ لِلْمَالِ۔

(رواه الترمذی وقال هذا حديث غريب وفی اسناده ضعف)

أخرجه الترمذي في السنن ٥/٦٣ الحديث رقم ٢٧١٤۔

ترجمہ: حضرت زید بن ثابت سے روایت ہے کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ ﷺ کے سامنے ایک لکھنے والا بیٹھا ہوا تھا میں نے آپ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اپنا قلم کان پر رکھو کیونکہ یہ مطلب کو زیادہ یاد دلانے والا ہے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے اور اس کی سند کمزور ہے۔

تشریح ۞ فَاِنَّهٗ اَذْكَرُ لِلْمَالِ: مقصد کو یاد دلاتا ہے۔ مطالب کو بیان کے لئے عمدہ تعبیر یاد دلاتا ہے یہ بالخاصہ ہے شارع کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں۔

طیبی کا قول:

قلم زبان کی طرح ہے جیسا کہا گیا: **علمانی القلم احد اللسانین**۔ زبان دل کی ترجمان ہے اور قلم کا گویا کان پر رکھنا دل کی نزدیکی کا باعث ہے تاکہ جو کچھ دل ارادہ کرے وہ سنے یعنی عبارت اور فنون کلام اور نحوی نکات وغیرہ۔ **واللہ اعلم**۔

غریب: سند یا متن کے لحاظ سے ضعیف ہے یہ صحت کے منافی نہیں کیونکہ ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کی ہے: **اذا کتبت فضع قلمك علی اذنك فانه اذكر لك** اور جامع صغیر میں ترمذی کی روایت زید بن ثابت سے ان الفاظ سے مرفوعاً مروی ہے۔ ضَعِ الْقَلَمَ عَلٰى اُذُنِكَ فَاِنَّهٗ اَذْكَرُ لِلْمُمْلٰى۔

زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کا پندرہ روز میں عبرانی زبان پر عبور

۳۲/۴۵۴۸ وَعَنْهُ قَالَ اَمَرَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَتَعَلَّمَ السُّرْيَانِيَّةَ وَفِىْ رِوَايَةٍ اَنَّهٗ اَمَرَنِىْ اَنْ اَتَعَلَّمَ كِتَابَ يَهُوْدَ وَقَالَ اِنِّىْ مَا اٰمَنُ يَهُوْدَ عَلٰى كِتَابٍ قَالَ فَمَا مَرَّبِىْ نِصْفُ شَهْرٍ حَتّٰى تَعَلَّمْتُ فَكَانَ اِذَا كَتَبَ اِلٰى يَهُوْدَ كَتَبْتُ وَاِذَا كَتَبُوْا اِلَيْهِ قَرَأْتُ لَهٗ كِتَابَهُمْ۔ (رواه الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ٥/٦٤ الحديث رقم ٢٧١٥۔

ترجمہ: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں سریانی زبان سیکھ لوں اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں یہود کا خط سیکھ لوں آپ ﷺ نے فرمایا کتابت کے سلسلے میں مجھے یہود پر اعتماد نہیں۔ زید کہتے ہیں کہ مجھے آدھا مہینہ بھی نہیں گزرا تھا کہ میں نے وہ خط سیکھ لیا جب آپ نے یہود کی طرف خط لکھنا ہوتا تو وہ خط میں لکھتا اور جب ان کا خط واپس آتا تو میں آپ کو وہ پڑھ کر سناتا۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **السریانیة**: یہ یہود کی قومی زبان ہے: **انی ما امن**۔ مجھے یہود کے متعلق اطمینان نہیں یعنی مجھے خدشہ رہتا ہے کہ میں ان سے خط لکھواؤں تو یہ کمی بیشی نہ کریں اور کسی خط کو اس سے پڑھواؤں تو یہ کمی یا اضافہ نہ کر دیں۔ ۱۲ اس سے معلوم ہوا کہ کفار

کی زبان ضرورت سے سیکھنا جائز ہے۔ بلاضرورت سیکھنا اچھا نہیں کیونکہ تشبہ بالکفار ہے۔ جو کہ ممنوع ہے۔ آپ نے فرمایا: ((من تشبه بقوم فهو منهم)) علامہ طیبی نے بلاضروت سیکھنے کو حرام قرار دیا ہے۔ (مولانا۔ ع)

مجلس میں آتے جاتے سلام

۴۵۴۹/۳۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا انْتَهٰی اَحَدُکُمْ اِلٰی مَجْلِسٍ فَلْیُسَلِّمْ فَاِنْ بَدَا لَهٗ اَنْ یَجْلِسَ فَلْیَجْلِسْ ثُمَّ اِذَا قَامَ فَلْیُسَلِّمْ فَلَیْسَتِ الْاُوْلٰی بِاَحَقَّ مِنَ الْاٰخِرَةِ۔

(رواه الترمذی وابو داؤد)

أخرجه أبو داؤد فی السنن ۵/۳۸۶ الحدیث رقم ۵۲۰۸، والترمذی فی ۵/۶۰ الحدیث رقم ۲۷۰۶، وأحمد فی المسند ۲/۲۳۰۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کوئی شخص کسی مجلس میں پہنچے تو پہلے وہ سلام کرے پھر مناسب سمجھے تو وہ بیٹھ جائے جب وہ کھڑا ہو یعنی لوٹنے لگے تو سلام کرے کیونکہ پہلا سلام کرنا دوسرے سلام کرنے سے زیادہ بہتر نہیں ہے۔ یہ ترمذی کی اور ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح: اِذَا قَامَ یعنی بیٹھنے کے بعد کھڑا ہو ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب چلنے کا ارادہ کرے اگرچہ نہ بیٹھے اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ سلام چلنے کے وقت سنت ہے جیسا کہ ملاقات کے وقت سنت ہے۔ اسی طرح دونوں کا جواب واجب ہے۔ بعض محققین نے کہا کہ چلتے وقت کا سلام و جواب مستحب ہے۔

کسی کو بوجھ اُٹھوانا بھی راستہ کا حق ہے

۴۵۵۰/۳۴ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاخَیْرَ فِیْ جُلُوْسٍ فِی الطُّرُقَاتِ اِلَّا لِمَنْ هَدَی السَّبِیْلَ وَرَدَّ التَّحِیَّةَ وَغَضَّ الْبَصَرَ وَاَعَانَ عَلَی الْحَمُوْلَةِ۔

(رواه فی شرح السنة وذکر حدیث ابی جری فی باب فضل الصدقة شرح السنة)

أخرجه البغوی فی شرح السنة ۱۲/۳۰۵ الحدیث رقم ۳۳۳۹۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا راستوں میں بیٹھنا مناسب نہیں ہے۔ سوائے اس انسان کے جو راستہ بتلائے۔ سلام کا جواب دے نگاہ کو نیچا رکھے اور بوجھ اٹھانے والے کا بوجھ اٹھوائے۔ اس روایت شرح السنۃ نے روایت کیا ہے اور ابوجری کی روایت باب فضل الصدقہ میں نقل کر دی گئی ہے۔

تشریح: اَلْحَمُوْلَةِ: وہ جانور جس پر بوجھ لادا جائے مثلاً گدھا۔ خچر وغیرہ۔ اگر حا کی پیش پڑھیں تو بوجھ کو کہا جاتا ہے یعنی بوجھ اٹھانے والے کی مدد کرے تاکہ وہ آسانی سے جانور کی پیٹھ پر رکھ سکے یا اپنے سر پر رکھے۔ (ع)

الفصل الثالث:

آدم علیہ السلام کا فرشتوں کو سلام

۳۵/۴۵۵۱ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ وَنَفَخَ فِیْهِ الرُّوْحَ عَطَسَ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ بِاِذْنِهٖ فَقَالَ لَهٗ رَبُّهٗ یَرْحَمُكَ اللّٰهُ یَاٰدَمُ اِذْهَبْ اِلٰی اُولٰئِكَ الْمَلَائِكَةِ اِلٰی مَلَأٍ مِّنْهُمْ جُلُوْسٍ فَقُلْ اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ قَالُوْا عَلَیْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰی رَبِّهٖ فَقَالَ اِنَّ هٰذِهٖ تَحِیَّتُكَ وَتَحِیَّةُ بَنِیْكَ بَیْنَهُمْ فَقَالَ لَهُ اللّٰهُ وَیَدَاهُ مَقْبُوْضَتَانِ اخْتَرْ اَیَّتَهُمَا شِئْتَ فَقَالَ اخْتَرْتُ یَمِیْنَ رَبِّیْ وَكِلْتَا یَدَیْ رَبِّیْ یَمِیْنٌ مُبَارَكَةٌ ثُمَّ بَسَطَهَا فَاِذَا فِیْهَا اٰدَمُ وَذُرِّیَّتُهٗ فَقَالَ اَیْ رَبِّ مَا هٰؤُلَاءِ قَالَ ذُرِّیَّتُكَ فَاِذَا كُلُّ اِنْسَانٍ مَكْتُوْبٌ عُمْرُهٗ بَیْنَ عَیْنَیْهِ فَاِذَا فِیْهِمْ رَجُلٌ اَضْوَءُ هُمْ اَوْمِنْ اَضْوَئِهِمْ قَالَ یَارَبِّ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا ابْنُكَ دَاوٗدُ وَقَدْ كَتَبْتُ لَهٗ عُمْرَهٗ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً قَالَ یَارَبِّ زِدْ فِیْ عُمْرِهٖ قَالَ ذٰلِكَ الَّذِیْ كَتَبْتُ لَهٗ قَالَ اَیْ رَبِّ فَاِنِّیْ قَدْ جَعَلْتُ لَهٗ مِنْ عُمْرِیْ سِتِّیْنَ سَنَةً قَالَ اَنْتَ وَذَاكَ قَالَ ثُمَّ سَكَنَ الْجَنَّةَ مَاشَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ اُهْبِطَ مِنْهَا وَكَانَ اٰدَمُ یَعُدُّ لِنَفْسِهٖ فَاَتَاهُ مَلَكُ الْمَوْتِ قَالَ لَهٗ اٰدَمُ قَدْ عَجِلْتَ قَدْ كُتِبَ لِیْ اَلْفُ سَنَةٍ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنَّكَ جَعَلْتَ لِابْنِكَ دَاوٗدَ سِتِّیْنَ سَنَةً فَجَحَدَ فَجَحَدَتْ ذُرِّیَّتُهٗ وَنَسِیَ فَنَسِیَتْ ذُرِّیَّتُهٗ قَالَ فَمَنْ یَوْمَئِذٍ اُمِرَ بِالْكِتَابِ وَالشُّهُوْدِ۔ (رواه الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ۵/۴۲۲ الحدیث رقم ۳۳۶۸۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا اور ان میں روح ڈالی تو ان کو چھینک آئی۔ جس پر انہوں نے الحمدللہ کہا۔ پس اس طرح آدم علیہ السلام نے اللہ کی اجازت و توفیق سے ان کی تعریف کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا۔ (یرحمک اللہ) یعنی تم پر اللہ کی رحمتیں اتریں۔ پھر اللہ نے فرمایا۔ اے آدم فرشتوں کی اس جماعت کے پاس جاؤ جو وہاں بیٹھی ہے اور انہیں کہو۔ السلام علیکم۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام ان فرشتوں کے پاس گئے اور ان کو سلام کیا تو فرشتوں نے جواب میں کہا تم پر اللہ کا سلام اور اس کی رحمت ہو۔ پھر آدم علیہ السلام اپنی جگہ کی طرف لوٹ آئے۔ تو اللہ نے ان سے فرمایا یہ تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہے۔ جو کہ آپس میں ایک دوسرے کو دو گے۔ پھر اللہ پاک نے فرمایا جب کہ ان کے دونوں ہاتھ بند تھے کہ ان دونوں ہاتھوں میں سے جس کو چاہو پسند کر لو۔ تو آدم علیہ السلام نے کہا کہ میں نے اپنے پروردگار کے داہنے ہاتھ کو پسند کر لیا اور میرے پروردگار کے دونوں ہاتھ بابرکت ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس ہاتھ کو کھولا تو آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ اس میں آدم علیہ السلام اور اولاد آدم علیہ السلام کی صورتیں ہیں۔ انہوں نے پوچھا اے پروردگار یہ کون ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تمہاری اولاد ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے یہ بھی دیکھا کہ ہر انسان کی عمر

اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھی ہوئی ہے۔ پھران کی نگاہ ایسے انسان پر پڑی جو سب سے زیادہ روشن تھا یا بہت روشنی والے لوگوں میں سے ایک تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا اے میرے پروردگار یہ کون ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تمہارا بیٹا داؤد ہے اور میں نے اس کی عمر چالیس سال لکھی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا اے پروردگار اس کی عمر میں اضافہ فرمادے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ چیز میں اس کے حق میں لکھ چکا ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ اگر اس کی عمر لکھی جاچکی ہے تو میں اپنی عمر سے ساٹھ سال اس کو دیتا ہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم جانو اور تمہارا کام جناب رسول اللہ نے فرمایا آدم علیہ السلام جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا جنت میں رہے پھر ان کو جنت سے زمین پر اتارا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام اپنی عمر کے سالوں کو باقاعدہ گنتے رہے یہاں تک کہ جب ان کی عمر ۹۴۰ سال کو پہنچی تو موت کا فرشتہ روح قبض کرنے کے لئے ان کے ہاں آیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا تم نے جلدی کی ہے میری عمر تو ایک ہزار سال مقرر کی گئی تھی۔ فرشتے نے کہا یہ درست ہے لیکن آپ نے اپنی عمر کے ساٹھ سال اپنے بیٹے داؤد کو دے دیے ہیں حضرت آدم علیہ السلام سے اس سے انکار کیا اور اس کی اولاد بھی انکار کرتی ہے۔ نیز حضرت آدم علیہ السلام اس ممانعت کو بھول گئے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو درخت کے قریب جانے سے کی گئی تھی اور ان کی اولاد بھی بھول گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی دن سے لکھنے اور گواہ بنانے کا حکم دیا گیا۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **وَيَدَاهُ مَقْبُوْضَتَانِ** : دونوں دست قدرت بند تھے جیسے ان میں کوئی چیز پوشیدہ کی جاتی ہے۔ یہ حضرت آدم علیہ السلام کا کلام ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ پروردگار کے لئے ہاتھ اور دایاں ہاتھ یہ متشابہات سے ہے۔ علماء نے اس کے کئی معانی نقل کیے ہیں ا: اللہ تعالیٰ کے لئے صفت والا ہاتھ ثابت ہے' نہ کہ کام والا ہاتھ۔ یہ عبارت ید جارحہ کی نفی سے کنایہ ہے۔ اگر کام والا ہاتھ ہوتا تو یمین وشمال بھی ہوتا۔ آخر کلام میں اشارہ کیا کہ ید سے مراد خیر و برکت کا پایا جانا ہے جو کہ دائیں ہاتھ اور اس کے مادہ اشتقاق کا لازمہ ہے۔ ۲: شمال یعنی بایاں ہاتھ قوت و گرفت میں ناقص ہوتا ہے۔ پس دونوں ہاتھوں کا دایاں ہونا دراصل نقصان کی نفی بتلانے کے لئے لایا گیا اور صفات باری تعالیٰ میں صرف اس طرح مانا جائے گا اور اس میں یہ ظاہر کر دیا کہ اس کی صفاتِ کاملہ ہیں۔ ۳: اس سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کی جائے جو اس کے جود کرم و احسان کو ظاہر کرے کیونکہ اہل عرب کے ہاں محاورہ ہے کہ فلاں بہت نفع پہنچاتا ہے تو اسے کہتے ہیں اس کے دونوں ہاتھ مبارک ہیں۔ **کلتا یدیه یمین** اور اگر نقصان پہنچاتا ہے تو کہتے ہیں اس کا نصیب بائیں ہاتھ میں ہے اور نہ نفع دے نہ تو نقصان تو کہتے ہیں فلاں کا نہ دایاں ہاتھ ہے اور نہ بایاں۔

فَإِذَا فِيْهِمْ رَجُلٌ اَضْوَءُ هُمْ :ان میں ایک آدمی سب سے زیادہ روشن چہرے والا تھا۔ اس سے حضرت داؤد علیہ السلام کی تمام بنی آدم پر افضلیت لازم آتی ہے۔ اس کا اجواب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے لئے حضرت داؤد کو روشن کر کے ظاہر کیا تا کہ پہچان لیے جائیں۔ تا کہ ان کی حالت کے متعلق وہ سوال کریں اور اس پر وہ چیز مرتب ہو جو مرتب ہونا تھا۔ یعنی عمر والا معاملہ۔

۲: بہت روشن ہونے سے یہ مراد نہیں کہ وہ تمام کمال کی صفات میں سب سے بڑھ کر تھے۔ شاید داؤد علیہ السلام کی صورت میں ایک طرح کی نورانیت پیدا کر دی گئی یا اس عالم میں بھی وہ نورانیت دی ہو کہ جس کے سبب وہ دوسرے پیغمبروں سے ممتاز ہوں اور ہر پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے کسی ایک یا چند صفات میں امتیاز دیا تھا۔ پس اس سے یہ لازم نہ آیا کہ ان کو تمام انبیاء پر فضیلت حاصل

ہوگی۔

قَدْ كُتِبَ لِيْ اَلْفَ سَنَةٍ : میری عمر ہزار سال لکھی گئی ہے آدم علیہ السلام کا یہ قول سچا تھا اور اس کے ضمن میں انکار صراحتًا انکار نہ تھا کہ میں نے اپنی عمر میں سے کچھ نہیں دی۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام سے جھوٹی خبر کا صراحۃً صدور نہیں ہوتا پس تعریض وغیرہ میں کسی ایسی بات کا پایا جانا ان سے ثابت ہے۔ نمبر۲: یہ انکار بھول کر تھا۔

فجحد : انہوں نے زور سے انکار کر دیا یعنی انکار ان کی اولاد میں اس طرح طبیعت میں بیٹھا کہ ان کے والد نے اس کا انکار کیا اگرچہ یہ بطور تعریض اور نسیان کے تھا۔ ان کی اولاد سے عمدًا صادر ہوتا ہے۔ (ع)

عورتوں کو سلام آپ کی خصوصیت

۴۵۵۲/۳۶ وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ مَرَّ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نِسْوَةٍ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا۔ (رواه ابوداؤد وابن ماجة والدارمي)

أخرجه أبو داوٗد في السنن ۳۸۳/۵ الحديث رقم ۵۲۰۴، وابن ماجه في ۱۲۲۰/۲ الحديث رقم ۱۔۳۷، والدارمي في ۳۵۹/۲ الحديث رقم ۲۶۳۷۔

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزید کہتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم عورتوں کے پاس سے گزرے جب کہ ہمارے ساتھ اور عورتیں بھی بیٹھی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سلام کیا۔ یہ ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی کی روایت ہے۔

تشریح ❁ **فَسَلَّمَ عَلَيْنَا**: یہ آپ کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ پیچھے ہم ذکر کر آئے۔ (ح)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فقط سلام کے لئے بازار جاتے

۴۵۵۳/۳۷ وَعَنِ الطُّفَيْلِ بْنِ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اَنَّهٗ كَانَ يَاْتِي ابْنَ عُمَرَ فَيَغْدُوْ مَعَهٗ اِلَى السُّوْقِ قَالَ فَاِذَا غَدَوْنَا اِلَى السُّوْقِ لَمْ يَمُرَّ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَلٰى سَقَّاطٍ وَلَا عَلٰى صَاحِبِ بَيْعَةٍ وَّلَا مِسْكِيْنٍ وَلَا عَلٰى اَحَدٍ اِلَّا سَلَّمَ عَلَيْهِ قَالَ الطُّفَيْلُ فَجِئْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَوْمًا فَاسْتَتْبَعَنِيْ اِلَى السُّوْقِ فَقُلْتُ لَهٗ وَمَا تَصْنَعُ فِي السُّوْقِ وَاَنْتَ لَا تَقِفُ عَلَى الْبَيْعِ وَلَا تَسْاَلُ عَنِ السِّلَعِ وَلَا تَسُوْمُ بِهَا وَلَا تَجْلِسُ فِيْ مَجَالِسِ السُّوْقِ فَاجْلِسْ بِنَا هٰهُنَا نَتَحَدَّثُ قَالَ فَقَالَ لِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يَا اَبَا بَطْنٍ قَالَ وَكَانَ الطُّفَيْلُ ذَابَطْنٍ اِنَّمَا نَغْدُوْ مِنْ اَجْلِ السَّلَامِ نُسَلِّمُ عَلٰى مَنْ لَقِيْنَاهُ۔

(رواه مالك والبيهقي وفي شعب الايمان)

أخرجه مالك في الموطأ ۹٦۱/۲ الحديث رقم ٦ من باب السلام والبيهقي في شعب الايمان ٤۳٤/٦ الحديث رقم ۸۷۹۰۔

ترجمہ: حضرت طفیل بن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوتے اور پھر صبح کے

وقت ان کے ساتھ بازار جاتے۔ حضرت طفیل کہتے ہیں کہ ہم جب صبح کے وقت بازار جاتے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جس کسی سقاطی، بیع کرنے والے، مسکین اور جس کسی کے پاس سے گزرتے تو اسے سلام کرتے۔ حضرت طفیل کہتے ہیں کہ میں ایک دن ان کے پاس آیا اور وہ مجھے حسب معمول لے کر بازار جانے لگے تو میں نے کہا کہ آپؓ بازار جا کر کیا کریں گے۔ آپؓ نہ تو کسی خرید و فروخت کی جگہ رکتے ہیں اور نہ فروخت ہونے والی چیز سے متعلق دریافت کرتے ہیں۔ نہ مول تول کرتے ہیں اور نہ بازار کی کسی مجلس میں شرکت کرتے ہیں پس بازار جانے سے زیادہ بہتر یہی ہے کہ آپؓ ہمارے ساتھ مل کر باتیں کریں۔ تو ابن عمرؓ نے یہ سن کر مجھے کہا۔ اے بڑے پیٹ والے کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ ہم خرید و فروخت یا اور کسی غرض سے بازار جاتے ہیں بلکہ ہم سلام کی غرض سے جاتے ہیں اور ہر اس شخص کو سلام کرتے ہیں جو ہمیں ملتا ہے اور اس طرح ہم بازار جا کر ثواب حاصل کرتے ہیں۔ یہ مالک اور بیہقی نے نقل کی ہے۔

تشریح ۞ الطفیلؒ: اس کی کنیت ابوالبطن ہے۔ جلیل القدر تابعین میں سے ہیں۔

سلام میں بخل والا سب سے بڑا بخیل ہے

۴۵۵۴/۳۸ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتٰی رَجُلُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِفُلَانٍ فِیْ حَائِطِیْ عَذْقٌ وَاِنَّہٗ قَدْ اٰذَانِیْ مَکَانُ عَذْقِہٖ فَاَرْسَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ بِعْنِیْ عَذْقَکَ قَالَ لَا قَالَ فَھَبْ لِیْ قَالَ لَا قَالَ فَبِعْنِیْہِ بِعَذْقٍ فِی الْجَنَّۃِ فَقَالَ لَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا رَاَیْتُ الَّذِیْ ھُوَ اَبْخَلُ مِنْکَ اِلَّا الَّذِیْ یَبْخَلُ بِالسَّلَامِ۔ (رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان)

أخرجه أحمد في المسند ٣/٣٢٨ والبيهقي في الشعب ٦/٤٣٠ الحديث رقم ٨٧٧١۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میرے باغ میں فلاں شخص کا کھجور کا درخت ہے اور صورت حال یہ ہے کہ اس شخص کے درخت کی وجہ سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اس آدمی کے پاس بلانے بھیجا۔ جب وہ آیا تو آپ نے فرمایا تم اپنا کھجور کا درخت میرے ہاتھ فروخت کر دو۔ اس نے کہا میں فروخت نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا اگر فروخت کرنے میں عار خیال کرتے ہو تو میرے نام ہبہ کر دو۔ اس نے کہا میں ہبہ بھی نہیں کرتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو تم میرے ہاتھ جنت کے درخت کے بدلے فروخت کر دو۔ اس نے کہا میں اس طرح بھی فروخت نہیں کرتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے تم سے بڑا بخیل نہیں دیکھا سوائے اس شخص کے جو سلام کرنے میں بخل کرتا ہے۔ یعنی سلام نہ کرنے والا تم سے بھی بڑا بخیل ہے۔ یہ بیہقی و احمد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ مَا رَاَیْتُ الَّذِیْ ھُوَ اَبْخَلُ: میں نے تجھ سے بڑا بخیل نہیں دیکھا۔ علماء نے لکھا کہ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور سفارش فرمائی تھی بطریق امر نہ تھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرعی امر سے انکار کرنے والا مسلمان ہی نہیں رہتا یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ثواب آخرت کی ترغیب دی۔ وہ شخص مسلمان تھا اس کی دلیل یہ جملہ ہے کہ اس کے عوض جنت کا درخت لے لے۔ کیونکہ جنت کا تو مسلمان ہی قائل ہے۔ مگر بہر صورت اس کی طبع میں شدت و سختی بہت تھی۔ (ح)

عذق: عین کا فتحہ ہو تو درخت۔ اگر کسرہ پڑھیں تو اس کا معنی کھجور کی شاخ ہوگا۔ (ع)

سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے بری ہے

۴۵۵۵/۳۹ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَادِئُ بِالسَّلَامِ بَرِئٌ مِنَ الْكِبَرِ

(رواه البيهقي في شعب الايمان)

أخرجه البيهقي في الشعب ٦/٤٣٣ الحديث رقم ٨٧٨٧۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کی ہے۔ کہ آپ ﷺ نے فرمایا سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے پاک ہے۔ (بیہقی)

تشریح ۞ جب دو آدمی ایک طرح کے ہوں یعنی دونوں پیادہ ہوں یا دونوں سوار ہوں ان میں سے جو پہلے سلام علیک کرے وہ تکبر سے پاک ہے اور سلام سنت اور جواب فرض ہے۔

اَلْبَادِئُ بِالسَّلَامِ: اگر ایک آدمی قوم کے ہاں آیا اور سلام کیا تو اس پر سلام کا جواب لازم ہے اور اگر اسی مجلس میں دوبارہ اور سلام کیا اس کا جواب واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اور مناسب یہ ہے کہ سلام و جواب صیغہ جمع کے ساتھ ہو اگرچہ مخاطب ایک ہوتا کہ ملائکہ جو اس کے ساتھ ہیں اسلام میں داخل ہوں اور حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص سرخ کپڑوں والا آیا اور آپ ﷺ کو سلام کیا ۔آپ ﷺ نے اس کو جواب نہ دیا پس اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ جو شخص سلام کے وقت نامشروع امر کا مرتکب ہو وہ جواب کا حقدار نہیں۔ (ح)

بَابُ الْاِسْتِيْذَانِ

اجازت کا حاصل کرنا

اگر کسی کے دروازے پر جائے تو مستحب یہ ہے کہ گھر میں داخلہ کے وقت اجازت طلب کرے اور اس کی اصل یہ آیت ہے: ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰى اَهْلِهَا﴾ [النور : ٢٧] ”اے ایمان والو! ان گھروں میں داخل نہ ہو جو تمہارے اپنے گھروں کے علاوہ ہوں یہاں تک کہ مانوس نہ ہو جاؤ اور سلام نہ کرو گھر والوں کو“۔ اس میں سنت یہ ہے کہ اس طرح کہے السلام علیکم کیا میں گھر میں آسکتا ہوں۔

الفصل الثالث:

تین مرتبہ سلام کا جواب نہ آئے تو واپس لوٹ آؤ

۴۵۵۶/۱ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ قَالَ اَتَانَا اَبُوْمُوْسٰی قَالَ اِنَّ عُمَرَ اَرْسَلَ اِلَیَّ اَنْ اٰتِیَهٗ فَاَتَیْتُ بَابَهٗ فَسَلَّمْتُ ثَلَاثًا فَلَمْ یَرُدَّ عَلَیَّ فَرَجَعْتُ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَاْتِیَنَا فَقُلْتُ اِنِّیْ اَتَیْتُ فَسَلَّمْتُ عَلٰی بَابِكَ ثَلَاثًا فَلَمْ تَرُدُّوْا عَلَیَّ فَرَجَعْتُ وَقَدْ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَاْذَنَ اَحَدُکُمْ ثَلٰثًا فَلَمْ یُؤْذَنْ لَهٗ فَلْیَرْجِعْ فَقَالَ عُمَرُ اَقِمْ عَلَیْهِ الْبَیِّنَةَ قَالَ اَبُوْ سَعِیْدٍ فَقُمْتُ مَعَهٗ فَذَهَبْتُ اِلٰی عُمَرَ فَشَهِدْتُّ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ۲٦/۱۱ الحديث رقم ٦۲٤٥، ومسلم في ۱٦۹٤/۳ الحديث رقم ۲۱٥۳، وأبو داؤد في السنن ۳۷۱/٥ الحديث رقم ٥۱۸۱، والترمذي في السنن ٥۱/٥ الحديث رقم ۲٦۹۰، وابن ماجه في ۱۲۲۱/۲ الحديث رقم ۳۷۰٦، والدارمي في ۳٥٥/۲ الحديث رقم ۲٦۲۹، ومالك في الموطأ ۹٦٤/۲ الحديث رقم ۳، وأحمد في المسند ٤۰۳/٤۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ہمارے ہاں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ آئے اور کہنے لگے کہ حضرت عمر نے کسی آدمی کے ذریعہ مجھے بلایا تو جب میں طلب کے مطابق ان کے دروازہ پر پہنچا اور اندر آنے کی اجازت کے لئے تین مرتبہ سلام کیا تو مجھے سلام کا جواب نہ ملا چنانچہ میں لوٹ آیا۔ پھر (بعد میں) ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا میرے ہاں آنے سے کون سی چیز تمہارے لیے رکاوٹ تھی۔ تو میں نے کہا میں آپ کی خدمت میں آیا تھا اور دروازے پر کھڑے ہو کر تین مرتبہ سلام کیا مگر آپ کی طرف سے اس کا جواب نہ ملا اور نہ آپ کے کسی خادم کی طرف سے اس لئے میں واپس لوٹ آیا کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ بات فرمائی تھی کہ جب تم میں سے کوئی شخص (کسی کے ہاں جائے تو دروازے پر کھڑے ہو کر) تین مرتبہ اجازت کا طلبگار ہو۔ اگر اسے اجازت نہ ملے تو مناسب ہے کہ واپس لوٹ جائے۔ تو انہوں نے میری بات سن کر فرمایا اس روایت کے گواہ لاؤ (کہ کیا واقعی یہ آپ کا ارشاد مبارک ہے) حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ ہو لیا اور حضرت عمرؓ کے ہاں گواہی دی۔

تشریح ۞ **قَالَ اَبُوْ سَعِیْدٍ فَقُمْتُ**: حضرت ابوموسیٰ علیہ السلام نے یہ واقعہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کو سنایا اور میں نے ان سے کہا تم نے بھی یہ حدیث جناب رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ تم میرے ساتھ چلو اور عمرؓ کے ہاں گواہی دو۔ ابوسعید نے جا کر گواہی دی۔ حضرت عمرؓ نے اس لئے گواہی طلب کی تا کہ آپ ﷺ کی طرف کسی کو جھوٹی بات کہنے کی کسی وقت جرات نہ ہو۔ ورنہ خبر واحد مقبول ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں خصوصاً حضرت ابوموسیٰ جیسے جلیل القدر مہاجر صحابی سے۔ ۳ تین سلام اس لئے تا کہ اچھی طرح پہچان ہو جائے۔ پہلا سلام یہ بتلانے کے لئے کہ میں فلاں ہوں۔ دوسرا سلام تامل کے لئے اور تیسرا اجازت یا عدم اجازت کے لئے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو خصوصی اجازت

۲/۴۵۵۷ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْنُكَ عَلَیَّ اَنْ تَرْفَعَ الْحِجَابَ وَاَنْ تَسْمَعَ سِوَادِیْ حَتّٰی اَنْهَاكَ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحيحه ١٧٠٨/٤ الحديث رقم ٢١٦٩' وابن ماجه فی السنن ١٢٢١/٢ الحديث رقم ٣٧٠٩' وأحمد فی المسند ٣٨٨/١۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری طرف سے اجازت ہے کہ تم پردہ ہٹاؤ اور میری باتیں اس وقت تک سنو جب تک کہ میں تمہیں منع نہ کردوں۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اَنْ تَرْفَعَ الْحِجَابَ ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے دروازے پر بوریے کے پردے تھے تو ابن مسعود کو اجازت کی یہ نشانی بتلائی کہ تو پردہ اٹھائے اور تو میرا پوشیدہ کلام سنے یعنی پردہ اٹھائے اور تو مجھے دیکھے کہ میں کسی سے خفیہ بات چیت کر رہا ہوں تو تو بھی آجا تجھے اذن مانگنے کی ضرورت نہیں تیرے لئے یہی اذن ہے۔

اَنْ تَسْمَعَ سِوَادِیْ : یہ فرمانا درحقیقت ان کو اجازت دینے میں مبالغہ کا انداز ہے کہ جب مجھے پوشیدہ گفتگو کرتے ہوئے دیکھے تو تجھے اجازت ہے تو کھلی گفتگو کے وقت بدرجہ اولیٰ اجازت ہے۔ حاصل یہ ہے کہ جب تمہیں معلوم ہو جائے کہ میں گھر ہی میں ہوں تو تم داخل ہو۔ اجازت کی ضرورت نہیں یہاں تک کہ میں تجھے منع نہ کروں۔ ۳ یہ ابن مسعودؓ پر آپ کی شفقت تھی کہ اتنا قریب کیا کہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے آدمی ہیں جب چاہتے ہیں چلے آتے ہیں اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ یہ وہ وقت ہے جب گھر میں عورتیں موجود نہ ہوں اور خصوصاً جب کہ آیات حجاب نازل ہوئیں۔ (ح)

کس کے سوال پر نام بتلایا جائے

۳/۴۵۵۸ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ دَیْنٍ كَانَ عَلٰی اَبِیْ فَدَقَقْتُ الْبَابَ فَقَالَ مَنْ ذَا فَقُلْتُ اَنَا فَقَالَ اَنَا اَنَا كَاَنَّهٗ كَرِهَهَا۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحيحه ٣٥/١١ الحديث رقم ٦٢٥٠' ومسلم فی ١٦٩٧/٣ الحديث رقم ٢١٥٥' وأبو داوٗد فی السنن ٣٧٤/٥ الحديث رقم ٥١٨٧' والترمذی فی ٦٢/٥ الحديث رقم ٢٧١١' والدارمی فی ٣٥٦/٢ الحديث رقم ٢٦٣٠۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک دن میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک قرض کے سلسلہ میں حاضر ہوا جو میرے والد کے ذمہ تھا۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ نے دریافت فرمایا کون ہے؟ میں نے کہا میں ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم انا، انا کہتے ہو یہ اس انداز سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گویا یہ آپ کو ناگوار گزرا۔

تشریح ۞ فِیْ دَیْنٍ كَانَ عَلٰی : میں اس قرضہ کے سلسلہ میں آپ کے ہاں گیا جو قرضہ میرے ذمہ تھا قرض کا سلسلہ اس

طرح ہے کہ جابرؓ حضرت عبداللہؓ غزوہ احد میں شہید ہو گئے اور ان کے ذمہ کافی مقدار میں قرض تھا۔قرض خواہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو تنگ کرنا شروع کیا تو وہ آپ کی خدمت میں معاونت کے لئے حاضر ہوئے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے تخفیف کروا دیں۔مگر ان کے قرضہ کی ادائیگی کے لئے معجزہ نبوت ظاہر ہوا اور تمام قرضہ ادا ہو گیا اور بہت سی کھجوریں بچ گئیں اور ان میں کوئی کمی نہ آئی۔

فَقَالَ اَنَا اَنَا :۱: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناپسندیدگی کا تذکرہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طریق اجازت کے سلسلہ میں فرمائی۔وجہ ناراضگی یہ تھی کہ انا انا سے شناخت نہیں ہوتی۔مناسب یہ ہے کہ نام یا لقب ذکر کرتے تا کہ تشخص حاصل ہو۔بعض اوقات آواز سے بھی پہچان ہو جاتی ہے۔۲:تعلیم آداب کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا۔

۳:اجازت کے لئے سلام کا طریقہ ترک کرنے پر ناراضگی فرمائی اور انا انا کا تکرار انکار ظاہر کرنے کے لئے تھا۔(ح)

اصحابِ صفہ اور دودھ کا پیالہ

۴/۴۵۵۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ لَبَنًا فِیْ قَدَحٍ فَقَالَ اَبَاهِرٍّ الْحَقْ بِاَهْلِ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ اِلَیَّ فَاَتَیْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ فَاَقْبَلُوْا فَاسْتَاْذَنُوْا فَاُذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوْا۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱/۳۱ الحدیث رقم ۶۲۴۶۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں) داخل ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کا ایک پیالہ پایا تو فرمایا۔اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! اہل صفہ کو میرے پاس بلا لاؤ۔چنانچہ میں ان کو بلا لایا۔انہوں نے اجازت طلب کی تو انہیں اجازت دی گئی پس وہ داخل ہوئے (اور بیٹھ گئے)۔

تشریح ۞ **فَوَجَدَ لَبَنًا فِیْ قَدَحٍ** :آپ کے ہاں دودھ آیا اور معجزہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام اصحاب صفہ نے پیا اور سیر ہوئے۔

طیبی کا قول:

اصحابِ صفہ فقراء مہاجرین وانصار تھے جن کے گھر نہ تھے اور آپ کے ہاں رہتے اور حصول علم کرتے۔آپ نے ان کو بلایا تو وہ اجازت لے کر اندر داخل ہوئے اس سے معلوم ہوا کہ بلانا اجازت کو ساقط نہیں کرتا مگر جب کہ زمانہ نہایت قریب ہو انتہیٰ۔

تطبیق :ایک روایت میں وارد ہے کہ جب تم میں سے کسی کو بلایا جائے اور وہ قاصد کے ساتھ آئے تو اسے اجازت ہے یعنی اجازت کی چنداں ضرورت نہیں اور روایت اذن کے ضروری ہونے کو ثابت کر رہی ہے۔پس صورت مطابقت یہ ہے کہ اہل صفہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بعد آئے ساتھ نہ آئے پس اجازت کی ضرورت تھی۔۲:نہایت ادب وحیاء کی وجہ سے انہوں نے اجازت طلب کی۔۳:ابھی تک وہ روایت ان کو نہ پہنچی ہو۔۴ وقتی تقاضے کے مطابق انہوں نے اذن طلب کیا۔ **واللّٰہ اعلم بحقیقة الحال۔**

الفصل الثالث:

سلام کے بغیر داخل ہونے والے کے سلام کا طریقہ

۴۵۶۰/۵ وَعَنْ كَلْدَةَ بْنِ حَنْبَلٍ اَنَّ صَفْوَانَ ابْنَ اُمَيَّةَ بَعَثَ بِلَبَنٍ اَوْجِدَايَةٍ وَضُغَابِيْسَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَعْلَى الْوَادِیْ قَالَ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ وَلَمْ اُسَلِّمْ وَلَمْ اَسْتَاْذِنْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْجِعْ فَقُلِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَاَدْخُلُ۔ (رواه الترمذی وابوداؤد)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٥/٣٦٩ الحديث رقم ٥١٧٦، والترمذی فی ٥/٦١ الحديث رقم ٢٧١٠، وأحمد فی المسند ٣/٤١٤۔

ترجمہ: حضرت کلدہ بن حنبل بیان کرتے ہیں کہ حضرت صفوان بن امیہ نے میرے ہاتھ جناب رسول اللہ ﷺ کے لئے کچھ دودھ ایک ہرن کا بچہ اور کچھ ککڑیاں بھیجیں۔ اس وقت جناب رسول اللہ ﷺ مکہ کی بالائی جانب قیام پذیر تھے۔ کلدہ کہتے ہیں کہ میں بلا اجازت ہی آپ کی خدمت میں پہنچ گیا اور آپ ﷺ کی قیام گاہ میں داخلے کے وقت نہ سلام کیا نہ داخلے کی اجازت مانگی چنانچہ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا یہاں سے نکل کر دروازے کے باہر جاؤ اور وہاں کھڑے ہو کر السلام علیکم کہو اور یہ کہو کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟ یہ ترمذی اور ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **كلدة** : یہ صفوان بن امیہ کے ماں جائے بھائی ہیں اور یہ صفوان فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے آپ نے ان کو اس قدر عطیات دیئے کہ کہہ اٹھے اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے عطایا میں کمی نہیں چھوڑی۔ **جدایه** : ہرن کا چھ ماہ کا بچہ۔ **وَضُغَابِيْسَ** : یہ ضغبوس کی جمع ہے۔ نرم ککڑی یہ آپ کو پسند تھیں۔ **اِرْجِعْ فَقُلِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ** : یہ سلام کی تعلیم اور غلطی پر تنبیہ کر کے عملی تعلیم دی۔

قاصد کے ساتھ آنا خود اجازت ہے

۴۵۶۱/۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دُعِیَ اَحَدُكُمْ فَجَاءَ مَعَ الرَّسُوْلِ فَاِنَّ ذٰلِكَ لَهٗ اِذْنٌ (رواه ابوداؤد) وفی رواية له قَالَ رَسُوْلُ الرَّجُلِ اِلَى الرَّجُلِ اِذْنُهٗ۔

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٥/٣٧٦ الحديث رقم ٥١٩٠، وأحمد فی المسند ٢/٥٣٣۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی کو بلایا جائے اور وہ قاصد کے ساتھ ہی آ جائے تو یہی اس کے لیے اجازت ہے۔ ابوداؤد نے اس کو روایت کیا اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں آدمی کا کسی کے پاس قاصد بھیجنا اس آدمی کے لئے اجازت ہے۔

تشریح ۞ **فَجَاءَ مَعَ الرَّسُوْلِ** : جب کسی کو بلانے کے لئے بھیجا جائے اور وہ قاصد کے ساتھ ہی آ جائے تو اسے اندر داخلہ

کے لئے اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں۔ (مولانا)

کسی کے دروازے کے سامنے کھڑے نہ ہوں

۴۵۶۲/۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتٰى بَابَ قَوْمٍ لَمْ يَسْتَقْبِلِ الْبَابَ مِنْ تِلْقَاءِ وَجْهِهٖ وَلٰكِنْ مِنْ رُكْنِهِ الْاَيْمَنِ اَوِ الْاَيْسَرِ فَيَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَذٰلِكَ اِنَّ الدُّوْرَ لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا سُتُوْرٌ۔

(رواه ابوداؤد وذكر حديث انس قال عليه الصلاة والسلام عليكم ورحمة الله فى باب الضيافة)

أخرجه أبو داؤد فى السنن ٥/٣٧٤ الحديث رقم ٥١٨٧' وأحمد فى المسند ٤/١٩٠ ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن بسر کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا طریق مبارک یہ تھا کہ جب کسی کے گھر جانے کے لئے اس گھر کے دروازہ پر پہنچتے تو دروازہ کی طرف منہ کر کے کھڑے نہ ہوتے تا کہ گھر والوں پر نگاہ نہ پڑے اور دروازے کے دائیں بائیں کھڑے ہوتے اور پھر کہتے السلام علیکم۔ راوی کہتے ہیں دائیں بائیں کھڑے ہونے کی وجہ یہ تھی کہ ان دنوں گھروں کے دروازوں پر پردے نہ ہوتے تھے۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت باب الضیافۃ میں گزری جس کی ابتداء اس طرح ہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

تشریح ❀ السلام علیکم: سلام کولوٹانے کی ضرورت اس وجہ سے ہوئی تا کہ سننا اوراذن ثابت ویقینی ہوجائیں اور تکرار سے یہاں مراد متعدد مرتبہ کہنا ہے۔ دوپرا اکتفاء مقصود نہیں ہے۔ آپ کی عادت مبارکہ تین مرتبہ سلام کی تھی۔ ۲ روایت کے آخری حصہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر دروازے پر پردہ ہو تو سامنے کھڑے ہوجانے میں مضائقہ نہیں مگر اصل سنت کا لحاظ کر کے ایک جانب بہتر ہے۔ کیونکہ بعض اوقات یکبارگی پردہ ہٹاتے ہوئے اندر نظر پڑ جاتی ہے۔ جب کہ آدمی بالکل سامنے ہو۔

الفصل الثالث:

ماں کے ہاں بھی داخلہ کی اجازت

۴۵۶۳/۸ عَنْ عطاءِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْتَاْذِنُ عَلٰى اُمِّىْ فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَ رَجُلٌ اِنِّىْ مَعَهَا فِى الْبَيْتِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَاْذِنْ عَلَيْهَا فَقَالَ الرَّجُلُ اِنِّىْ خَادِمُهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَاْذِنْ عَلَيْهَا اَتُحِبُّ اَنْ تَرَاهَا عُرْيَانَةً قَالَ لَا قَالَ فَاسْتَاْذِنْ عَلَيْهَا۔ (رواه مالك مرسلا)

أخرجه مالك فى الموطأ ٢/٩٦٣ الحديث رقم ١ من كتاب الاستئذان۔

ترجمہ: حضرت عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا میں اپنی ماں کے

ہاں جانے کے لئے بھی اجازت طلب کروں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جی ہاں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ کسی وقت اس کے جسم کے اعضاء کھلے ہوں جن پر نظر ڈالنا بیٹے کے لئے جائز نہیں اس نے کہا میں اس کے ساتھ ہی رہتا ہوں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کے پاس جانا چاہو تو اجازت حاصل کر کے جاؤ اس نے کہا میں اپنی ماں کی خدمت کرتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہر حال اس کے پاس اجازت لے کر جاؤ اور کیا تم چاہو گے کہ اپنی والدہ کو برہنہ دیکھو اس نے کہا نہیں فرمایا پھر اجازت لے کر جایا کرو۔ یہ امام مالک سے مرسل روایت ہے۔

تشریح ❁ **عَلَيْهَا اَتُحِبُّ اَنْ تَرَاهَا** : ماں کی طرح دیگر محارم کا بھی یہی حکم ہے۔ خواہ وہ محارم نسبیہ ہوں یا رضاعیہ یا علاقہ سسرالیہ سے سوائے بیوی کے۔

اجازت کا ایک انداز

۹/۴۵۶۴ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ لِيْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَدْخَلٌ بِاللَّيْلِ وَمَدْخَلٌ بِالنَّهَارِ فَكُنْتُ اِذَا دَخَلْتُ بِاللَّيْلِ تَنَحْنَحَ لِيْ۔ (رواه النسائی)

أخرجه النسائی فی السنن ۱۲/۳ الحدیث رقم ۱۲۱۱' وابن ماجه فی ۱۲۲۲/۲ الحدیث رقم ۳۷۰۸۔

ترجمہ : حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں رات اور دن کے وقت جایا کرتا تھا۔ چنانچہ میں جب رات کے وقت حاضر ہوتا تو آپ اجازت کے لئے صرف کھنکھار دیتے۔ یہ نسائی کی روایت ہے۔

تشریح ❁ **تَنَحْنَحَ لِيْ** : اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کھنکھارنا رات کو اجازت کی علامت ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب میں رات کو آتا اور آپ کھنکھارتے تو میں واپس لوٹ جاتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عدم اذن کی علامت ہے اس میں مطابقت اس طرح ہے کہ دراصل قرینہ حال علامت اور عدم علامت بنتی ہے واللہ اعلم ۔۲ یہ کہ دن کو داخلے کے وقت میں اجازت کے لئے کھنکھارتا اور اس کے عکس کا بھی احتمال ہے۔ واللہ اعلم

سلام کہنے والے کو داخلہ کی اجازت

۱۰/۴۵۶۵ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَأْذَنُوْا لِمَنْ لَمْ يَبْدَأْ بِالسَّلَامِ۔

(رواه البیهقی فی شعب الایمان)

أخرجه البیهقی فی الشعب ۴۴۱/۶ الحدیث رقم ۸۸۱۶۔

ترجمہ : حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سلام سے پہل نہ کرے اسے اپنے ہاں آنے کی اجازت نہ دو۔ یہ بیہقی کی روایت ہے۔

تشریح ❁ **لَا تَأْذَنُوْا** : اس روایت میں سلام نہ کرنے والوں کو اجازت سے محروم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلام اجازت کی خصوصی علامت ہے۔

بَابُ الْمُصَافَحَةِ وَالْمُعَانَقَةِ

مصافحہ اور معانقہ کا بیان

مصافحه : مصافحہ اور تصافح ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑنے کو کہتے ہیں اور صفح تلوار اور چہرے کی چوڑائی اور دروازے کے تختوں کو بھی کہا جاتا ہے اور معانقہ ایک دوسرے کی گردن میں ہاتھ ڈالنے یا ایک دوسرے سے سینہ ملانے کو کہتے ہیں۔ مصافحہ سنت ہے اور یہ دونوں ہاتھوں سے ہونا چاہیے۔ بعض لوگ جو نماز عصر کے بعد یا جمعہ کے بعد مصافحہ کرتے ہیں یہ بدعت ہے کیونکہ کسی وقت کی تخصیص بھی مصافحہ کے لئے بدعت ہے اور ہمارے بعض علماء نے یہ تصریح کی ہے کہ یہ مکروہ اور بدعت مذمومہ ہے اگر کوئی شخص مسجد میں ہو اور لوگ نماز میں مصروف ہوں یا شروع کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں تو پھر فراغت کے بعد اگر مصافحہ کرے اور اس طرح کہ پہلے سلام کرے تو یہ مصافحہ مسنون ہی ہوگا۔ جب کوئی مسلمان مصافحہ کے لئے ہاتھ پھیلائے تو اس سے ہاتھ کھینچنا مناسب نہیں کیونکہ اسے رنج ہوگا۔ رعایت ادب کی بہر صورت ملحوظ خاطر رکھنی ضروری ہے جوان عورت سے مصافحہ حرام ہے۔ نہایت بوڑھی عورت جو قابل شہوت نہ ہو اس سے مصافحہ میں کوئی حرج نہیں۔ روایات میں آیا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں جن بوڑھی عورتوں کی بکریوں کا دودھ دوہتے ان سے مصافحہ کرتے تھے۔ اسی طرح اگر مرد بوڑھا ہو اور شہوت سے امن ہو تو اسے جوان عورت سے مصافحہ درست ہے۔ خوبصورت امرد لڑکے سے مصافحہ درست نہیں۔ جس کی طرف دیکھنا حرام ہے اسے چھونا بھی حرام ہے بلکہ چھونا اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔

صلوٰۃ مسعودی میں لکھا ہے کہ سلام دیتے وقت ہاتھ کو ہاتھ سے اس طرح ملانا کہ دونوں ہتھیلیاں ملیں یہ سنت ہے انگلیوں کے سرے پکڑنا بدعت ہے۔

اگر فتنے کا خوف نہ ہو تو معانقہ جائز ہے۔ خاص طور پر جب کوئی شخص سفر سے واپس آیا ہو جیسا کہ حدیث میں حضرت جعفر بن ابی طالب کے بارے میں وارد ہے۔

امام ابوحنیفہؒ اور امام محمد سے منقول ہے کہ ہاتھ منہ اور آنکھیں چومنا یہ مکروہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ معانقہ سے منع کیا گیا ہے۔

فصل اول میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی جو روایت آ رہی ہے وہ اس سے پہلے کا معاملہ ہے۔ شیخ ماتریدی سے احادیث میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ جو معانقہ شہوت کی وجہ سے ہو وہ مکروہ ہے اور جو شرافت کی وجہ سے ہو وہ جائز ہے۔ علماء نے فرمایا یہ اختلاف اس وقت ہے جب جسم ننگا ہو اگر قمیص و جبہ وغیرہ ہو تو پھر معانقہ میں بالاتفاق حرج نہیں اور یہی صحیح ہے۔

کتاب کافی میں مذکور ہے کہ متقی عالم کے ہاتھ کا بوسہ جائز ہے بلکہ بعض سے مستحب کہا ہے۔ مصافحہ کے بعد اپنا ہاتھ چومنا کوئی معنی نہیں رکھتا یہ محض جہالت ہے علماء اور مشائخ کے سامنے زمین کا بوسہ لینا حرام ہے ایسا کرنے والا اور اس سے راضی ہونے والا دونوں گنہگار رہیں۔ (الکافی)

فقیه ابو جعفر : فقیہ ابوجعفر کہتے ہیں کہ جس نے کسی بادشاہ یا امیر کے سامنے زمین کو بوسہ دیا یا بطور تحیہ کے سجدہ کیا تو

اگر چہ اس سے کافر تو نہیں ہوگا لیکن گنہگار اور کبیرہ کا مرتکب ہوگا اور اگر بطور عبادت سجدہ کرے گا تو کافر ہو جائے گا اور اگر کوئی بھی نیت نہیں تو ایسی صورت میں اکثر علماء کے نزدیک وہ کافر ہو جائے گا۔ زمین کو بوسہ دینا اس پر رخسار اور پیشانی رکھنے سے کم درجہ برا ہے۔

فتاویٰ ظہیریہ: فتاویٰ ظہیریہ میں ہے۔ اکہ اگر کسی عالم بادشاہ یا زاہد کے ہاتھ کو علم انصاف یا عزت یا دین کی وجہ سے بوسہ دیا تو اس میں کچھ حرج نہیں ۲ اگر اس سے کوئی دنیاوی غرض مقصود تھی تو یہ مکروہ تحریمی ہے۔ بعض احادیث میں ہے کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کو بوسہ دیا چنانچہ فصل ثانی میں وفد عبدالقیس والی روایت میں یہ بات آرہی ہے بچے کو بوسہ دینا اگر چہ وہ غیر کا بیٹا ہو جائز ہے' بچے کو بوسہ دینا سنت ہے۔

علماء کا قول: بوسے کی پانچ قسمیں ہیں: ① بوسہ محبت یہ والدین کا اپنی اولاد کا رخسار پر بوسہ دینا ہے ② بوسہ رحمت یہ اولاد کا والدین کے سر کا بوسہ لینا ہے۔ ③ بوسہ شہوت یہ خاوند کا اپنی بیوی کے منہ کو بوسہ دینا ہے۔ ④ بوسہ تحیہ۔ یہ وہ بوسہ ہے جو ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے ہاتھ کو دیتا ہے۔ ⑤ وہ بوسہ جو بہن اپنے بھائی کی پیشانی کا بوسہ لے۔

بعض علماء کے نزدیک مردوں کو ایک دوسرے کے ہاتھ اور چہرے کا بوسہ لینا مکروہ ہے اور بعض نے کہا کہ چھوٹے بچے کا بوسہ لینا واجب ہے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی فاطمۃ الزہراؓ کے سر پر بوسہ دیتے سفر سے واپسی پر اس کے گھر تشریف لے جاتے اور سینے سے لگاتے اور سر پر بوسہ دیتے۔

امام نووی رحمہ اللہ کا قول: اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ خواہ باپ ہو یا غیر شہوت سے ان کا بوسہ لینا حرام ہے۔

الفصل الثّالث:

ثبوتِ مصافحہ

۴۵۶۶/۱ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسٍ اَكَانَتِ الْمُصَافَحَةُ فِیْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحيحه ۱۱/۴۹ الحديث رقم ۶۲۶۳' والترمذی فی ۵/۷۱ الحديث رقم ۲۷۲۹۔

ترجمہ: حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں ملاقات کے لئے مصافحہ تھا انہوں نے کہا جی ہاں۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **اَكَانَتِ الْمُصَافَحَةُ**: اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مصافحہ ملاقات کے وقت سلام کے بعد پایا جاتا تھا۔

اولاد کو چومنا

۲/۴۵۶۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَبَّلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ بْنَ عَلِیٍّ وَعِنْدَهُ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ فَقَالَ الْاَقْرَعُ اِنَّ لِیْ عَشْرَةً مِنَ الْوَلَدِمَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ اَحَدًا فَنَظَرَ اِلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَنْ لَا یَرْحَمْ لَایُرْحَمْ (متفق علیه وسنذکر حدیث ابی هریرة) اَتَمَّ لُکَعُ فِیْ بَابِ مَنَاقِبِ اَهْلِ بَیْتِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَجْمَعِیْنَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَذَکَرَحَدِیْثَ اُمِّ هَانِیٍٔ فِیْ بَابِ الْاَمَانِ۔ (رواه البخاری ومسلم)

أخرجه البخاري في صحيحه ٤٢٦/١٠ الحديث رقم ٥٩٩٧، ومسلم في ١٨٠٨/٤ الحديث رقم ٢٣١٨، وأبو داوٗد في السنن ٣٩١/٥ الحديث رقم ٥٢١٨، والترمذي في ٢٨٠/٤ الحديث رقم ١٩١١، وأحمد في المسند ٢٤١/٢۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن ابن علی کو بوسہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اقرع بن حابس بیٹھے ہوئے تھے تو اقرع نے کہا میرے تو دس لڑکے ہیں میں نے تو ان میں سے کسی ایک کو کبھی بوسہ نہیں دیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔ ہم عنقریب باب مناقب اہل بیت میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کریں گے اور ام ھانی کی روایت باب الامان میں گزر چکی ہے۔

تشریح ۞ قَبَّلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاد کو بوسہ دینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل ہے۔

اقرع: یہ وفد بنو تمیم کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے غزوہ حنین میں شرکت کی اور اس موقع پر عطیات سے آپ نے ان کو بھی نوازا۔

الفصل الثانی:

مصافحہ کا عظیم فائدہ

۳/۴۵۶۸ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمَیْنِ یَلْتَقِیَانِ فَیَتَصَافَحَانِ اِلَّا غُفِرَلَهُمَا قَبْلَ اَنْ یَتَفَرَّقَا (رواه احمد والترمذی وابن ماجة وفی روایة ابی داؤد قال) اِذَا الْتَقَی الْمُسْلِمَانِ فَیَتَصَافَحَا وَحَمِدَ اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَاهُ غُفِرَلَهُمَا۔

أخرجه أبو داوٗد في السنن ٣٨٨/٥ الحديث رقم ٥٢١٢، والترمذي ٧٠/٥ الحديث رقم ٢٧٢٧، وابن ماجه في ١٢٢٠/٢ الحديث رقم ٣٧٠٣، وأحمد في المسند ٢٨٩/٤۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دو مسلمان ملاقات کے وقت مصافحہ کریں تو اس کے جدا ہونے سے پہلے اس کو بخش دیا جاتا ہے۔ یہ احمد، ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت ہے اور ابوداؤد کی روایت میں یہ ہے کہ جب مسلمان ملاقات کے وقت مصافحہ کرتے ہیں اور وہ اللہ کی حمد اور استغفار کرتے ہیں تو اس دونوں کو بخش دیا جاتا ہے۔

تشریح ۞ مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ: حکیم ترمذی اور ابوالشیخ نے حضرت عمر سے مرفوعاً روایت نقل کی ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں ملیں اور ایک دوسرے کو سلام کریں تو ان دونوں میں سے اللہ کے ہاں وہ پسندیدہ ہے جو کھلی پیشانی اور بشاشت سے ملے اور جب دونوں مصافحہ کرتے ہیں تو ان پر سو رحمتیں اترتی ہیں جن میں سے نوے ابتداء کرنے والے کے لئے ہوتی ہیں اور دس اس پر جس سے مصافحہ کیا گیا۔

جھکنے کی بجائے مصافحہ

۴۵۶۹/۴ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ مِنَّا يَلْقٰى اَخَاهُ اَوْ صَدِيْقَهٗ اَيَنْحَنِيْ لَهٗ قَالَ لَا قَالَ اَفَيَلْتَزِمُهٗ وَيُقَبِّلُهٗ قَالَ لَا قَالَ اَفَيَاْخُذُ بِيَدِهٖ وَيُصَافِحُهٗ قَالَ نَعَمْ۔

(رواه الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ۵/ ۷۰ الحديث رقم ۲۷۲۸' وابن ماجه فی ۲/ ۱۲۲۰ الحديث رقم ۳۷۰۲' وأحمد فی المسند ۳/ ۱۹۸۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ ہم میں سے کوئی جب اپنے بھائی یا دوست کو ملے تو کیا وہ اس کے لئے جھکے فرمایا نہیں۔ اس نے پوچھا کیا اس سے گلے ملے یا اس کو بوسہ دے تو آپ نے فرمایا نہیں۔ اس نے کہا کیا اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرے آپ نے فرمایا ہاں۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اَيَنْحَنِيْ لَهٗ قَالَ لَا: جھکنے کو مکروہ قرار دیا گیا کیونکہ وہ بمنزلہ حکم رکوع کے ہے اور وہ سجدے کی طرح اللہ کی عبادت ہے۔ علامہ طیبی نے محی السنۃ سے نقل کیا ہے کہ پیٹھ کا جھکانا مکروہ ہے کیونکہ صحیح حدیث میں اس کی ممانعت وارد ہے اگرچہ بہت سے اہل علم و اصلاح اس طرح کرتے ہیں مگر ان کے عمل کا اعتبار نہیں۔

شیخ ماتریدی: شیخ ماتریدی سے منقول ہے کہ اگر کسی کے سامنے زمین کو بوسہ دیا یا پشت کو جھکا دیا۔ یا سر کو جھکا دیا تو کافر تو نہیں مگر سخت گنہگار ہے کافر اس لیے نہیں کہ یہاں مقصود احترام تھا عبادت نہ تھی ہمارے بعض مشائخ اس معاملہ میں بہت سخت ہیں ان کی رائے یہ ہے کہ سلام کے وقت سر جھکانا کفر کے قریب کر دیتا ہے۔ جو لوگ بوسہ اور معانقہ کو مکروہ قرار دیتے ہیں وہ اسی روایت سے استدلال کرتے ہیں جیسا کہ ہم نے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ سے نقل کیا مگر بعض علماء نے اس کراہیت کو تملق اور تعظیم کے ساتھ مکروہ قرار دیا ہے بقیہ کسی کے جدا کرتے وقت یا گھر واپس آنے پر یا کافی دیر کے بعد ملاقات ہونے پر یا اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کے غلبے کے موقع پر بوسہ جائز ہے۔ اس وقت بوسہ ہاتھ یا پیشانی پر دیا جائے اسی طرح کسی عالم دین اور بڑی عمر والے کے ہاتھوں کو بوسہ دینا بھی جائز اور درست ہے۔

مصافحہ سلام کی تکمیل ہے

۴۵۷۰/۵ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَمَامُ عِیَادَةِ الْمَرِیْضِ اَنْ یَّضَعَ اَحَدُ کُمْ یَدَهٗ عَلٰی جَبْهَتِهٖ اَوْ عَلٰی یَدِهٖ فَیَسْأَلُهٗ کَیْفَ هُوَ وَتَمَامُ تَحِیَّاتِکُمْ بَیْنَکُمُ الْمُصَافَحَةُ۔

(رواہ احمدو الترمذی وضعفه)

أخرجه الترمذی فی السنن ۵/۷۱ الحدیث رقم ۲۷۳۱، وأحمد فی المسند ۵/۲۶۰۔

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ مریض کی کمال عیادت یہ ہے کہ اپنا ہاتھ اس کی پیشانی یا اس کے ہاتھ پہ رکھے پھر اس کا حال دریافت کرے اور تمہارے سلام کی تکمیل مصافحہ میں ہے۔ یہ احمد و ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ تَمَامُ تَحِیَّاتِکُمْ یعنی سلام کی تکمیل تو مصافحہ اور سلام دونوں سے ہوتی ہے۔

زید رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا انداز

۴۵۷۱/۶ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدِمَ زَیْدُ بْنُ حَارِثَةَ الْمَدِیْنَةَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بَیْتِیْ فَاَتَاهُ فَقَرَعَ الْبَابَ فَقَامَ اِلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عُرْیَانًا یَجُرُّ ثَوْبَهٗ وَاللّٰهِ مَارَاَیْتُهٗ عُرْیَانًا قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ فَاعْتَنَقَهٗ وَقَبَّلَهٗ۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ۵.۷۲ الحدیث رقم ۲۷۳۲۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ پہنچے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف فرما تھے۔ زید نے جب میرے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برہنہ بدن (یعنی آپ نے قمیص پہنی ہوئی تھی) اپنے کپڑے کو کھینچتے ہوئے زید کی ملاقات کے لئے نکلے۔ اللہ کی قسم میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے پہلے اور اس کے بعد برہنہ بدن نہیں دیکھا کہ آپ کے جسم مبارک پر تہبند کے علاوہ کپڑا نہ ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو گلے لگالیا اور اس کو بوسہ دیا۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ فَاعْتَنَقَهٗ وَقَبَّلَهٗ یعنی اس کو گلے لگایا اور اان کو بوسہ دیا۔ یہ روایت اور اسی طرح جعفر بن ابی طالب والی روایت معانقہ اور بوسہ کے جواز کو ثابت کرتی ہے اور مختار قول یہی ہے کہ سفر سے واپس آنے والے کا بوسہ لینا اور اس سے معانقہ کرنا بلا کراہیت جائز ہے۔

معانقہ مباح ہے

۴۵۷۲/۷ وَعَنْ اَیُّوْبَ بْنِ بُشَیْرٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ عَنَزَةَ اَنَّهٗ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ ذَرٍّ هَلْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَافِحُکُمْ اِذَا لَقِیْتُمُوْهُ قَالَ مَا لَقِیْتُهٗ قَطُّ اِلَّا صَافَحَنِیْ وَبَعَثَ اِلَیَّ ذَاتَ یَوْمٍ

وَلَمْ اَكُنْ فِىْ اَهْلِىْ فَلَمَّا جِئْتُ اُخْبِرْتُ فَاَتَيْتُهُ وَهُوَ عَلٰى سَرِيْرٍ فَالْتَزَمَنِىْ فَكَانَتْ تِلْكَ اَجْوَدَ وَاَجْوَدَ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ۵/ ۳۹۰ الحدیث رقم ۵۲۱۴۔

ترجمہ: جناب ایوب بن بشیرؒ نے قبیلہ عنزہ کے ایک شخص سے روایت کی ہے جس نے بیان کیا کہ میں نے ابوذر غفاری سے کہا کہ کیا جناب رسول اللہ ﷺ تمہارے ساتھ مصافحہ کرتے جب تم آپ کی ملاقات کرتے تو وہ کہنے لگے میں آپ ﷺ سے جب بھی ملا آپ ﷺ نے مجھ سے مصافحہ فرمایا اور ایک دن آپ ﷺ نے میری طرف پیغام بھیجا جب کہ میں اپنے گھر موجود نہ تھا جب میں واپس لوٹا تو مجھے اطلاع ملی تو میں آپ ﷺ کی خدمت میں گیا آپ ﷺ اس وقت چارپائی پر تشریف فرما تھے آپ ﷺ نے مجھے گلے لگالیا اور یہ گلے لگانا کیا ہی خوب تھا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ مَا لَقِيْتُهُ قَطُّ اِلَّا صَافَحَنِىْ ۔ اس روایت سے بھی معلوم ہو رہا ہے کہ مصافحہ کے علاوہ معانقہ سفر کے علاوہ بھی آنے جانے سے اظہار محبت اور عنایت کے لیے جائز ہے۔

عکرمہ کو مہاجر راکب کا خطاب

۸/۴۵۷۳ وَعَنْ عِكْرَمَةَ بْنِ اَبِىْ جَهْلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا جِئْتُهُ مَرْحَبًا بِالرَّاكِبِ الْمُهَاجِرِ۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ۵/ ۷۴ الحدیث رقم ۲۷۳۵۔

ترجمہ: حضرت عکرمہ بن ابی جہل سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے بعد جب میں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اسلام لانے کے لئے حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: مَرْحَبًا بِالرَّاكِبِ الْمُهَاجِرِ۔ یعنی ہجرت کرنے والے سوار کو مرحبا ہو۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ۞ عکرمة ۔ علامہ سیوطی نے جمع الجوامع میں مصعب بن عبداللہ سے نقل کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے عکرمہ کو دیکھا تو آپ اٹھ کر ان کی طرف چلے اور اسے گلے لگالیا اور فرمایا: مَرْحَبًا بِالرَّاكِبِ الْمُهَاجِرِ۔ یعنی خوش آمدید ہو اس سوار کو جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہجرت کر کے آیا ہے۔ عکرمہ اور اس کے باپ کو جناب رسول اللہ ﷺ سے نہایت دشمنی تھی جب مکہ فتح ہوگیا تو یہ یمن بھاگ گئے تو ان کی بیوی آپ سے امان لے کر یمن پہنچی۔ وہ پہلے اسلام لا چکی تھی آپ کی طرف سے امان کا پیغام دے کر ان کو واپس لائی اس وقت آپ مدینہ تشریف لے جا چکے تھے عکرمہ رخت سفر باندھ کر مدینہ پہنچے اور مدینہ پہنچ کر اسلام لائے۔ اس وقت آپ نے یہ الفاظ فرمائے۔ معانقہ اور مصافحہ کی وجہ سے اس روایت کو یہاں لایا گیا۔

انصاری کا محبت سے چمٹنا

۹/۴۵۷۴ وَعَنْ اُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَ بَيْنَمَا هُوَ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ وَكَانَ فِيْهِ مِزَاحٌ

بَیْنَا یُضْحِکُھُمْ فَطَعَنَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ خَاصِرَتِہٖ بِعُوْدٍ فَقَالَ اَصْبِرْنِیْ قَالَ اَصْطَبِرْ قَالَ اِنَّ عَلَیْکَ قَمِیْصًا وَلَیْسَ عَلَیَّ قَمِیْصٌ فَرَفَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَمِیْصَہٗ فَاحْتَضَنَہٗ وَجَعَلَ یُقَبِّلُ کَشْحَہٗ قَالَ اِنَّمَا اَرَدْتُّ ھٰذَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه الترمذي في السنن ٥/ ٧٤ الحديث رقم ٢٧٣٥۔

ترجمہ: حضرت اسید بن حضیرؓ جو کہ انصار میں سے تھے وہ لوگوں کو ہنسا رہے تھے اور ان کی طبیعت میں مزاح تھا تو اسی دوران رسول اللہ ﷺ نے بطور مزاح ان کی کوکھ میں لکڑی سے کچوکا (ٹھونکا) دیا۔ تو اسید کہنے لگے آپ مجھے اس کا بدلہ دیجیے۔ آپ نے فرمایا ہاں میں بدلہ دوں گا۔ انہوں نے فرمایا آپ نے تو قمیص پہن رکھی ہے اور میرے جسم پر تو قمیص نہیں ہے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی قمیص مبارک اٹھادی۔ وہ آپ ﷺ کے پہلو سے چمٹ گئے اور پہلو کو بوسہ دینے لگے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ میرا مقصود یہی تھا۔ ابوداؤد نے اس کو روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ: مصابیح سے رجل کو کسرہ کے ساتھ نقل کیا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مزاح کرنے والے اور بدلہ لینے والے خود حضرت اسید بن حضیر ہی ہیں۔ جامع الاصول نے اس طرح نقل کی ہے: **عن اسید بن حضیر قال ان رجلا من الانصار کان فیه مزاح فبینما هو یحدث القوم و یضحکهم اذ طعنه النبی**۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسید ابن حضیر کے علاوہ آدمی ہے علامہ طیبی نے اسی عبارت کے مطابق توجیہات کیں مگر اس میں تکلف ہے اور اس کی وجہ انہوں نے یہ لکھی کہ اسید بن حضیر علماء صحابہ میں سے ہیں ان سے یہ بات بعید ہے واللہ اعلم۔ چونکہ وہ لوگوں کے ساتھ مزاح کرتے تھے تو آپ ﷺ نے بھی بطور مزاح اسی طرح کا معاملہ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خوش طبعی کا سننا اور کرنا مباح ہے۔ بشرطیکہ اس میں خلاف شرع اور ممنوع چیز نہ ہو۔

جعفر رضی اللہ عنہ کے ماتھے پر بوسہ

۴۵۷۵/۱۰ وَعَنِ الشَّعْبِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَلَقّٰی جَعْفَرَ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ فَالْتَزَمَہٗ وَقَبَّلَ مَا بَیْنَ عَیْنَیْہِ۔

(رواہ ابوداؤد والبیهقی فی شعب الایمان مرسلاً وفی بعض نسخ المصابیح وفی شرح السنة عن البیاضی متصلا)

أخرجه أبو داؤد في السنن ٥/ ٣٩٢ الحديث رقم ٥٢٢٠ وأخرجه البغوي في شرح السنة ١٢/ ٢٩٠ الحديث رقم ٣٢٢٧۔

ترجمہ: حضرت شعبی بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ حضرت جعفر بن ابی طالب سے ملے اور ان کو گلے ملے اور ان کے ماتھے پر بوسہ دیا۔ اس روایت کو ابوداؤد' بیہقی نے شعب الایمان میں مرسل روایت کیا ہے اور مصابیح کے بعض نسخوں اور شرح السنۃ میں بیاضی سے اتصال کے ساتھ نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ تَلَقّٰی جَعْفَرَ: یہ وہی واقعہ ہے کہ جس میں حضرت جعفر کا حبشہ سے واپس لوٹنا مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو اپنے

ساتھ چمٹایا اور ان کے ماتھے پر بوسہ دیا۔ البیاضی: یہ بیاضہ بن عامر کی طرف نسبت ہے اور اگر یہ بغیر نام کے مذکور ہو تو اس سے مراد عبداللہ بن جابر بیاضی انصاری مراد ہوتے ہیں۔

مجھے آمد جعفر کی زیادہ خوشی ہے یا فتح خیبر کی

۴۵۷۶/۱۱وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ فِی قِصَّةِ رُجُوْعِهٖ مِنْ اَرْضِ الْحَبَشَةِ قَالَ فَخَرَجْنَا حَتّٰی اَتَیْنَا الْمَدِیْنَةَ فَتَلَقَّانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاعْتَنَقَنِیْ ثُمَّ قَالَ مَا اَدْرِیْ اَنَا بِفَتْحِ خَیْبَرَ اَفْرَحُ اَمْ بِقُدُوْمِ جَعْفَرٍ وَوَافَقَ ذٰلِكَ فَتْحُ خَیْبَرَ۔ (رواه فی شرح السنة)

أخرجه البغوی فی شرح السنة ۱۲/ ۲۹۰ الحدیث رقم ۳۳۲۷۔

ترجمہ: حضرت جعفر سرزمین حبشہ سے اپنی واپسی کا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ہم حبشہ سے روانہ ہو کر مدینہ منورہ پہنچے اور جناب رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے مجھے گلے لگا لیا اور پھر فرمایا مجھے معلوم نہیں آیا مجھے فتح خیبر کی زیادہ خوشی ہے یا جعفر کی آمد کی اور مدینہ منورہ میں پہنچنا فتح خیبر ہی کے دن تھا۔ اس کو شرح السنۃ نے روایت کیا ہے۔

تشریح ۞ فَاعْتَنَقَنِیْ: سفیان بن عیینہ امام مالک کے پاس آئے۔ امام مالک نے ان سے مصافحہ کیا اور کہنے لگے میں تمہیں گلے بھی ملتا اگر یہ بدعت نہ ہوتا۔ تو سفیان نے جواب دیا کہ وہ گلے ملے ہیں جو مجھ سے اور تم سے بہتر تھے یعنی پیغمبر خدا ﷺ جعفر سے گلے ملے ہیں اور ان کے ماتھے پر بوسہ دیا۔ جب کہ وہ حبشہ سے واپس آئے امام مالک کہنے لگے وہ جعفر کی خصوصیت ہے۔ سفیان کہنے لگے نہیں بلکہ وہ عام ہے اور ہمارا اور جعفر کا ایک ہی حکم ہے۔ اگر صالحین سے ہو کہا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں تمہاری مجلس میں یہ حدیث بیان کروں امام مالک نے اجازت دے دی تو سفیان نے سند کے ساتھ وہ روایت بیان کی۔ امام مالک نے اس پر سکوت اختیار کیا۔

وفد عبدالقیس کی آمد

۴۵۷۷/۱۲وَعَنْ زَارِعٍ وَكَانَ فِیْ وَفْدِ عَبْدِ الْقَیْسِ قَالَ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِیْنَةَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَوَاحِلِنَا فَنُقَبِّلُ یَدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَهٗ۔ (رواه ابوداؤد)

أخرجه أبو داؤد فی السنن ۵/ ۳۹۵ الحدیث رقم ۵۲۲۵۔

ترجمہ: حضرت زارع جو وفد عبدالقیس میں شامل تھے وہ کہتے ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو ہم جلدی سے اپنی سواریوں سے اترنے لگے چنانچہ ہم نے آپ کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ فَنُقَبِّلُ یَدَ: اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھوں کے علاوہ پاؤں کا بوسہ بھی جائز ہے فقہاء نے اس کو ممنوع قرار دیا ہے پس اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ۔ ۱: یہ خصائص نبوت میں سے ہے۔ ۲: ابتداء میں یہ امر تھا۔ ۳: وہ لوگ ناواقف تھے۔ ۴: بیتابی اور اضطرابی میں ان سے یہ فعل ہوا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹی سے طرز شفقت

۱۳/۴۵۷۸ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ مَارَاَيْتُ اَحَدًا كَانَ اَشْبَهُ سَمْتًا وَهَدْيًا وَدَلًّا وَفِیْ رِوَايَةٍ حَدِيْثًا وَكَلَامًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَاطِمَةَ كَانَتْ اِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ قَامَ اِلَيْهَا فَاَخَذَ بِيَدِهَا فَقَبَّلَهَا وَاَجْلَسَهَا فِیْ مَجْلِسِهٖ وَكَانَ اِذَادَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ اِلَيْهِ فَاَخَذَتْ بِيَدِهٖ فَقَبَّلَتْهُ وَاَجْلَسَتْهُ فِیْ مَجْلِسِهَا۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ۳۹۱/۵ الحديث رقم ۵۲۱۷، والترمذی فی ۶۵۷/۵ الحديث رقم ۳۸۷۲، وابن ماجه فی ۱۶۲۱/۲ الحديث رقم ۳۷۰۵۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں نے طرز عمل عادت اور چال چلن میں اور ایک روایت میں کلام وگفتگو میں حضرت فاطمہؓ سے بڑھ کر کسی کو بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت والا نہیں دیکھا۔ چنانچہ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتیں تو آپ ان کے لئے کھڑے ہوجاتے اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے پھر اپنے بیٹھنے کی جگہ میں ان کو بٹھاتے اسی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ آپ کے لئے کھڑی ہوجاتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑتیں اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ❁ سمت: اس کا معنی بہتر اور روشن اور ہدیا کا لفظ یہ اچھی سیرت کے معنی میں آتا ہے۔

دلا: اس کا معنی ہے سکون ووقار۔ یہ تینوں الفاظ قریب المعنیٰ ہیں۔

تورپشتی: ① سمت کا معنی خشوع اور خضوع اور تواضع اور ہدی کا معنی سکون ووقار اور دلا کا معنی حسن خلق اور حسن کلام ہے اور ان تینوں لفظوں کی مراد گفتگو اور کلام میں آپ کے ساتھ مشابہت ہے۔ ② آنے والے کے احترام میں اس کو بٹھانے کے لئے نشست گاہ کا خالی کر دینا احترام ومحبت کا تقاضا ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بیٹی رضی اللہ عنہا سے انداز شفقت

۱۴/۴۵۷۹ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ اَبِیْ بَكْرٍ اَوَّلَ مَا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَاِذَا عَآئِشَةُ ابْنَتُهٗ مُضْطَجِعَةٌ قَدْ اَصَابَهَا حُمّٰى فَاَتَاهَا اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ كَيْفَ اَنْتِ يَابُنَيَّةُ وَقَبَّلَ خَدَّهَا۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ۳۹۳/۵ الحديث رقم ۵۲۲۲۔

ترجمہ: حضرت براءؓ سے روایت ہے کہ جب مدینہ منورہ میں ابوبکرؓ پہلی مرتبہ آئے تو میں ان کے ساتھ داخل ہوا تو میں نے اچانک دیکھا کہ ان کی بیٹی عائشہ رضی اللہ عنہا بیماری کے سبب چت لیٹی ہوئی ہیں تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے کہا بیٹی تمہارا کیا حال ہے؟ اور بطور شفقت ان کے رخسار کو بوسہ دیا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ❁ قَبَّلَ خَدَّهَا: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شفقت ومحبت یا برعایت سنت اولاد کو بوسہ دینا درست ہے۔

اولاد بخل و بزدلی کا باعث ہے

۴۵۸۰/۱۵وَعَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُتِیَ بِصَبِیٍّ فَقَبَّلَهٗ فَقَالَ اَمَا اِنَّهُمْ مَبْخَلَةٌ مَجْبَنَةٌ وَاِنَّهُمْ لَمِنْ رَیْحَانِ اللّٰهِ۔ (رواه فی شرح السنة)

أخرجه البغوی فی شرح السنة ۱۳/ ۳۵ الحدیث رقم ۳۴۴۸۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بچہ لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بوسہ دیا اور فرمایا یہ اولاد بخل کا باعث اور بزدلی کا سبب ہے اور بلاشبہ اللہ کی دی ہوئی خوشبو ہے۔ (شرح السنہ)

تشریح ۞ مَبْخَلَةٌ مَجْبَنَةٌ: آدمی اولاد کی وجہ سے بخل کرتا اور دوسرے کو کچھ نہیں دیتا بلکہ چاہتا ہے کہ میری اولاد کو سب مل جائے اور انہی کی وجہ سے جہاد سے بچتا اور مارے جانے کے خوف سے نامردی دکھاتا ہے کہ اولاد بے کس رہ جائے گی۔ پہلے آپ نے اس کی مذمت فرما کر پھر خوبی ذکر فرمائی۔

رَیْحَانِ اللّٰهِ: ① کہ اولاد ریحان اللہ ہے اس کے کئے معانی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا رزق و نعمت ہے۔ ② یہ پھول ہیں آدمی اس کا بوسہ لیتا اور اس کو چومتا ہے اور پھول کی مانند ان کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔

الفصل الثانی:

بچوں کو گلے لگانا

۴۵۸۱/۱۶عَنْ یَعْلٰی قَالَ اِنَّ حَسَنًا وَحُسَیْنًا اِسْتَبَقَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَضَمَّهُمَا اِلَیْهِ وَقَالَ اِنَّ الْوَلَدَ مَبْخَلَةٌ مَجْبَنَةٌ۔ (رواه احمد)

أخرجه ابن ماجه فی السنن ۲/ ۱۲۰۹ الحدیث رقم ۳۶۶۶، وأحمد فی المسند ۴/ ۱۷۲۔

ترجمہ: حضرت یعلیٰ سے روایت ہے کہ حسن و حسین دوڑتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو گلے سے چمٹا لیا اور فرمایا بے شک اولاد بخل اور بزدلی کا باعث ہے۔ یہ احمد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ اِنَّ الْوَلَدَ: علماء نے لکھا ہے کہ یہاں مراد محبت و شفقت اور مدح ہے۔

یَعْلٰی: یعلی سے مختار قول کے مطابق یعلی بن امیہ مراد ہیں۔

ہدیہ باہمی محبت کا باعث ہے

۴۵۸۲/۱۷وَعَنْ عَطَاءِ نِ الْخُرَاسَانِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَصَافَحُوْا یَذْهَبُ الْغِلُّ وَتَهَادُوْا تَحَابُّوْا وَتَذْهَبُ الشَّحْنَاءُ۔ (رواه مالك مرسلا)

أخرجه مالك في الموطأ ٢/ ٩٠٨ الحديث رقم ١٦۔

ترجمہ: عطاء خراسانی سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا باہمی مصافحہ کیا کرو اس سے بغض و کینہ جاتا رہے گا اور ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو اس سے آپس میں محبت پیدا ہوگی اور دشمنی دور ہوگی۔ مالک نے اس کو مرسل نقل کیا ہے۔

تشریح ① مصافحہ یہ بغض وکینہ کے ازالہ کا باعث ہے۔ ② اسی طرح ہدیہ بھی محبت میں اضافہ کا ذریعہ ہے۔

مصافحہ کا اُخروی فائدہ

۴۵۸۳/۱۸ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى اَرْبَعًا قَبْلَ الْهَاجِرَةِ فَكَاَنَّمَا صَلَّاهُنَّ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَالْمُسْلِمَانِ اِذَا تَصَافَحَا لَمْ يَبْقَ بَيْنَهُمَا ذَنْبٌ اِلَّا سَقَطَ۔

(رواه البيهقي في شعب الايمان)

أخرجه البيهقي في الشعب ٦/ ٤٧٤ الحديث رقم ٨٩٥٥۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازب ؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے چار رکعت دوپہر سے پہلے پڑھی گویا اس نے لیلۃ القدر میں اس کو ادا کیا اور جب دو مسلمان آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں کے درمیان جو گناہ بھی ہوتا ہے وہ جھڑ جاتا ہے۔

تشریح ذنب: ظاہراً گناہوں سے مراد عام گناہ ہیں۔

طیبی کا قول:

گناہ سے مراد کینہ اور دشمنی ہے۔ جیسا کہ پہلی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

بَابُ الْاِكْرَام

اِکرام کے لئے کھڑے ہونے کا بیان

قیام سے مراد وہ متعارف قیام ہے جو مجلس میں کسی آنے والے شخص کے لئے کیا جاتا ہے۔ کیا یہ عمل زمانہ نبوت میں تھا یا نہیں۔

بعض علماء کہتے ہیں: تحقیق یہ ہے کہ مجلس میں آنے والے شخص کے لئے قیام سنت ہے اور انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے: قُوْمُوْا اِلٰى سَيِّدِكُمْ ...... اپنے سردار کے لئے اٹھو اور اس کا جواب بھی دیا گیا ہے۔ ۲ بعض کے ہاں یہ بدعت اور مکروہ وممنوع ہے جیسا کہ روایت انس ؓ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ صحابہ کے قیام کو ناپسند فرماتے روایت ابوامامہ

میں ہے کہ آپ نے فرمایا قیام مت کرو کیونکہ یہ عجم کی عادت وطریقہ ہے۔اس مسئلہ پر آئندہ گفتگو ہوگی۔

الفصل الثالث:

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا اکرام

۱/۴۵۸۴ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ بَنُوْقُرَیْظَةَ عَلٰی حُکْمِ سَعْدٍ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَیْهِ وَکَانَ قَرِیْبًا مِنْهُ فَجَآءَ عَلٰی حِمَارٍ فَلَمَّا دَنَا مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لِلْاَنْصَارِ قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ ۔ (متفق علیه ومضی الحدیث بطوله فی باب حکم الاسرآء)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۴۱۱/۷ الحدیث رقم ۴۱۲۱، ومسلم فی ۱۳۸۸/۳ الحدیث رقم ۱۷۶۸، وأبو داوٗد فی السنن ۳۹۰/۵ الحدیث رقم ۵۲۱۵، وأحمد فی المسند ۷۱/۳۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جب بنوقریظہ نے حضرت سعد کو ثالث مان لیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کی طرف پیغام بھیجا۔اس وقت حضرت سعد آپ کی قیام گاہ کے قریب ہی ٹھہرے ہوئے تھے چنانچہ وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے جب وہ مسجد کے قریب ہوئے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو فرمایا اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔یہ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔باب حکم الاسراء میں طویل روایت گزری ہے۔

تشریح ۞ **بنو قریظة**: یہ یہود کا ایک قبیلہ ہے انہوں نے خندق کے موقع پر غداری کی۔خندق سے واپسی پر آپ نے پچیس روز ان کا محاصرہ کیا پھر انہوں نے سعد بن معاذ کا حکم مان لیا۔یہ بنوقریظہ کے حلیف تھے ان کا خیال یہ تھا کہ وہ ہماری رعایت کریں گے جب وہ قلعہ سے اس شرط پر اترے کہ سعد جو فیصلہ کریں ہمیں منظور ہے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کو بلوایا تا کہ اس کے متعلق فیصلہ فرمائیں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ آپ کے قریب اترے ہوئے تھے۔ان کو غزوہ خندق میں اکحل رگ میں تیر لگ گیا تھا۔اس کے زخم سے خون بہہ رہا تھا جب آپ نے ان کو بلوایا تو خون رک گیا۔چنانچہ معاذ آئے۔

دَنَا مِنَ الْمَسْجِدِ: یہاں مسجد سے وہ جگہ مراد ہے جہاں قیام بنوقریظہ میں نماز ادا فرماتے رہے۔عرفی مسجد مراد نہیں کیونکہ وہ تو یہود بنوقریظہ کا علاقہ تھا وہاں مسجد تو تھی ہی نہیں۔یا ممکن ہے کہ وہاں قیام کے دوران مسجد بنائی ہو۔

قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ: اس روایت سے اہل علم کے اکرام کے لئے کھڑے ہونے کی دلیل لی گئی ہے۔۲بعض نے کہا کہ اس سے مراد احترام کے لئے کھڑا ہونا مراد نہیں جو مجلس میں آنے والے کے لئے متعارف ہے اور اس کی ممانعت فرمائی گئی اور اس کو عجمی تہذیب وتکلف قرار دیا ہے اور وہ آپ کے ہاں آخری لمحات زندگی تک مکروہ وناپسند تھا۔طیبی کا قول: اگر قیام متعارف مراد ہوتا تو قُوْمُوْا لِسَیِّدِکُمْ فرماتے نہ کہ اِلٰی سَیِّدِکُمْ۔پس قیام سے مراد یہ ہے کہ جلدی اٹھ کر سواری سے اترنے میں مدد کر دو۔تا کہ حرکت کثیرہ سے زخم سے خون دوبارہ نہ بہہ نکلے۔باقی رہی وہ روایت کہ آپ عکرمہ کے استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے۔اسی طرح عدی بن حاتم سے مروی ہے کہ میں جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ مجھے کھڑے ہو کر ملتے تھے۔ان روایات

سے استدلال درست نہیں کیونکہ یہ نہایت کمزور روایات ہیں۔ (طیبی)

ایک اور استدلال:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت فاطمہؓ کی آمد پر کھڑے ہونا گزشتہ روایت میں مذکور ہوا ہے۔ اسی طرح ان کا آپ کی خاطر قیام بھی معلوم و معروف ہے۔ اس میں یہ تاویل بعید ہے کہ وہ قیام محبت و اقبال کا تھا تعظیم و اجلال کا قیام نہ تھا۔ علامہ طیبی نے محی السنہ سے نقل کیا ہے کہ جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اہل فضل کا اکرام کرنا چاہیے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

یہ قیام اہل فضل کی آمد پر تو مستحب ہے اور اس سلسلہ میں روایات وارد ہیں اور اس سے ممانعت کے متعلق کوئی روایت صراحت سے ثابت نہیں ہے۔

صاحب مطالب المؤمنین کا قول:

صاحب مطالب نے قنیہ سے نقل کیا کہ بیٹھنے والے اگر آنے والے کی تکریم کے لئے کھڑے ہوں تو یہ قیام مکروہ نہیں ہے ۔ قیام ذاتی لحاظ سے مکروہ نہیں بلکہ اس صورت میں مکروہ ہے کہ جب کوئی شخص یہ پسند کرے کہ وہ میرے لئے کھڑے ہوں اور اگر یہ کھڑے ہوئے اور وہ اس کو پسند نہیں کرتا تو یہ مکروہ نہ ہوگا۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا قول: قیام اس کے لئے ممنوع ہے جو خود بیٹھا ہو اور لوگ اس کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوں جیسا کہ ایک روایت میں وارد ہے اہل دنیا کے لئے کھڑے ہونے کے سلسلہ میں شدید وعید وارد ہے اور وہ نہایت مکروہ ہے۔

امیر ابن الحاج نے المدخل میں نووی کے قول کی دلائل سے تردید کی ہے۔ فارجع الیہ

مجالس میں توسع کرو

۴۵۸۵/۲وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَايُقِيْمُ الرَّجُلُ الرَّجُلَ مِنْ مَجْلِسِهٖ ثُمَّ يَجْلِسُ فِيْهِ وَلٰكِنْ تَفَسَّحُوْا وَتَوَسَّعُوْا۔ (متفق علیه)

أخرجهُ البخاری فی صحیح ٦٢/١١ الحدیث رقم ٦٢٦٩، ومسلم فی ١٧١٤/٤ الحدیث رقم ٢١٧٧، والترمذی فی السنن ٨٢/٥ الحدیث رقم ٢٧٤٩، والدارمی فی ٣٦٦/٢ الحدیث رقم ٢٦٥٣، وأحمد فی المسند ١٧/٢۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ کوئی آدمی دوسرے کو اس کی بیٹھنے کی جگہ سے نہ اٹھائے کہ پھر وہاں خود بیٹھ جائے مگر مجالس میں کشادگی اور توسع اختیار کرو۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **وَلٰكِنْ تَفَسَّحُوْا** : بعض نے کہا کہ اس حدیث کی تقدیر عبارت اس طرح ہے: **ولکن لیقل تفسحوا**۔ لیکن

اس کو یہ کہنا چاہیے کشادہ ہو جاؤ۔
نووی کا قول: لَا یُقِیْمُ الرَّجُلُ کی نہی تحریم کے لئے ہے پس جو ایک جگہ پہلے آ کر بیٹھے بشرطیکہ وہ جگہ مباح ہو مثلاً مسجد میں جمعہ یا نماز کے لئے یا تلاوت وغیرہ کے لئے تو وہ اس کا سب سے بڑھ کر حقدار ہے۔ اس کو وہاں سے اٹھانا حرام ہے جیسا کہ اس روایت میں ہے۔

جگہ سے اُٹھنے والا لوٹنے پر اس جگہ کا زیادہ حقدار ہے

۴۵۸۶/۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ مِنْ مَجْلِسِهٖ ثُمَّ رَجَعَ اِلَیْهِ فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ٤/١٧١٥ الحديث رقم ٢١٧٩، والترمذي في السنن ٥/٨٣ الحديث رقم ٢٧٥١، وابن ماجه في ٢/١٢٢٤ الحديث رقم ٣٧١٧، والدارمي في كتاب الاستئذان ٢/٣٦٦ الحديث رقم ٢٦٥٤، وأحمد في المسند ٢/٤٤٧۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بیٹھنے کی جگہ سے اٹھ کر جائے اور پھر واپس لوٹ آئے تو وہ اپنی جگہ کا دوسرے کی نسبت زیادہ حقدار ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

تشریح ❁ فهو احق به: علماء نے لکھا ہے کہ یہ حکم اس صورت کے ساتھ خاص ہے جب وہ اپنی جگہ سے واپس لوٹنے کی غرض سے اٹھا ہو مثلاً وضو یا کسی معمولی مگر ضروری کام کے لئے اٹھا پھر جلد واپس لوٹ آیا تو وہی شخص اپنی سابقہ جگہ کا حقدار ہے۔ اگر کوئی اس جگہ آ بیٹھا تو اسے اٹھا دینا درست ہے۔ کیونکہ اصل کی طرف لوٹنے میں اس کی خصوصیت باطل نہیں ہوئی۔ اس پر وہ روایت بھی دلالت کرتی ہے کہ اگر آپ اپنی جگہ سے اٹھتے اور واپس لوٹنے کا ارادہ ہوتا تو اس مقام پر اپنا جوتا وغیرہ چھوڑ جاتے جس سے آپ کا واپس لوٹنا معلوم ہوتا۔ اگر کوئی اپنی جگہ سے اٹھا اور دور دراز چلا گیا پھر کچھ دیر کے بعد لوٹا تو وہ اپنی اس جگہ کا حقدار نہیں خواہ وہاں اپنا کوئی سامان چھوڑ گیا ہو یہ بعد میں بیٹھنے والے کا حق بن گیا۔

الفصل الثانی:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے لئے کھڑے ہوتے

۴۵۸۷/۴ عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمْ یَکُنْ شَخْصٌ اَحَبَّ اِلَیْهِمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَکَانُوْا اِذَا رَاَوْهُ لَمْ یَقُوْمُوْا لِمَا یَعْلَمُوْنَ وَمِنْ کَرَاهِیَتِهٖ لِذَالِكَ۔ (رواه الترمذي وقال هذا حديث حسن صحيح)

أخرجه الترمذي في السنن ٥/٨٤ الحديث رقم ٢٧٥٤۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب و معزز کوئی نہ تھا

مگر جب صحابہ کرام ؓ آپ کو دیکھتے تو وہ کھڑے نہ ہوتے کیونکہ وہ اس بات سے متعلق آپ کی ناپسندیدگی کو جانتے تھے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔

تشریح ❁ آپ ﷺ کو کسی کا آپ ﷺ کے لئے کھڑا ہونا ناپسند تھا عرب کی عادت کے مطابق آپ کھانے پینے، چلنے، بیٹھنے، اٹھنے میں تکلف کو قطعاً چھوڑنے والے تھے اسی لئے روایت میں ہے: انا و اتقیاء امتی براء من التکلف میں اور میری امت کے متقی تکلف سے بیزار ہیں۔ علامہ طیبی کا قول: کھڑے ہونے سے یہ ناپسندیدگی کامل محبت، راسخ الفت، صفائی باطن اور تالیف قلب کی بنا پر تھی۔ یہ امور تکلف و وحشت کو دور کرنے کا ذریعہ اور اتحاد و یگانگت کے اسباب سے ہیں پس حاصل یہ ہے کہ قیام اور ترک میں احوال و اشخاص کا اعتبار کیا جائے گا۔ اس لئے کسی جگہ قیام ہے تو دوسری جگہ نہیں۔ اس سے مختلف احادیث میں شاندار تطبیق ہوگئی اور حدیث کا جملہ لَمْ یَکُنْ شَخْصٌ اَحَبَّ اِلَیْهِمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ واضح کر رہا ہے کہ محبوب کی تعظیم و توقیر اور ہیبت و جلال تقاضائے محبت ہے اس کے باوجود آپ کی ناپسندیدگی کی بناء پر وہ کھڑے نہ ہوتے تا کہ آپ کی اطاعت و رضا ہو۔ اس سے معلوم ہوا الطاعۃ فوق الادب۔ (طیبی) صحابہ کا بیٹھنا کمال محبت کا تقاضا تھا گویا کلام کا ثمرہ صحابہ کا آپ کو دیکھ کر کھڑا نہ ہونا تھا۔

لوگوں کے استقبال کا خواہش مند اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے

۴۵۸۸/۵ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّءْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔ (رواہ الترمذی و ابو داؤد)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ۵/۳۹۸ الحدیث رقم ۵۲۲۹، والترمذی فی ۵/۸۴ الحدیث رقم ۲۷۵۵، وأحمد فی المسند ۴/۱۰۰۔

ترجمہ: حضرت معاویہؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کو یہ پسند ہو کہ لوگ اس کے سامنے مورتیوں کی طرح کھڑے ہوں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔ یہ ترمذی ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ❁ فَلْیَتَبَوَّءْ مَقْعَدَهٗ: یہ امر بمعنی خبر ہے۔ یعنی جو اپنے سامنے لوگوں کا دست بستہ قیام پسند کرتا ہے وہ دوزخی ہے۔ یہ اس شخص کے لئے وعید ہے جو تکبر کے طور پر اپنے سامنے لوگوں کا تعظیم کے طور پر کھڑا رہنا پسند کرتا ہو۔ اگر یہ خواہش نہ ہو تو کھڑے رہنے میں مضائقہ نہیں جیسے لوگ اپنی خوشی سے یا طلب ثواب یا تواضع کے طور پر کھڑے رہتے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ وہ قیام مکروہ ہے جو ایسے شخص کے لئے کیا جائے جو بطور تکبر اور تعظیم کے اس قیام کو اپنے لیے پسند کرتا ہے ورنہ مکروہ نہیں۔ بیہقی نے شعب الایمان میں علامہ خطابی سے اس حدیث کا اس طرح معنیٰ نقل کیا ہے کہ وہ آدمی لوگوں کو کھڑے ہونے کا حکم دے اور تکبر و نخوت سے ان پر کھڑے ہونے کو لازم کرے حضرت سعد کی روایت میں اس بات کی دلیل ہے کہ رئیس فاضل اور والی اور عادل کے سامنے کھڑا رہنا اسی طرح ہے جیسے متعلّم تعلیم کے لئے معلم کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور یہ مستحب ہے نہ کہ مکروہ۔ بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ قیام ان مقامات پر اکرام کے لئے ہے جیسا کہ انصار سعد کے لئے اور طلحہ کعب بن مالک کے لئے کھڑے

ہوئے۔ یہ قیام اس شخص کے لائق نہیں ہے جو اپنے لیے یہ قیام چاہتا ہو اگر کوئی یہ قیام نہ کرے تو اس سے کینہ رکھے یا شکوہ کرے یا اس پر غضب ناک ہو۔ (بیہقی شعب الایمان)

تعظیم کے لئے کھڑا ہونا فعل عجم ہے

۴۵۸۹/۶ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا عَلٰى عَصًا فَقُمْنَا لَهٗ فَقَالَ لَا تَقُوْمُوْا كَمَا يَقُوْمُ الْاَعَاجِمُ يُعَظِّمُ بَعْضُهَا بَعْضًا۔ (رواه ابو داؤد)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ۳۹۸/۵ الحديث رقم ۵۲۳۰، وابن ماجه فی ۱۲۱۱/۲ الحديث رقم ۳۸۳۶، وأحمد فی المسند ۲۵۳۔

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ لاٹھی پر ٹیک لگا کر باہر تشریف لے گئے تو ہم کھڑے ہو گئے اس پر آپ نے فرمایا تم عجمیوں کی طرح ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے مت کھڑے ہو۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ❁ فَقَالَ لَا تَقُوْمُوْا: عجمیوں کے ہاں یہ رواج ہے کہ جب ان کا کوئی سردار آتا ہے تو اس کو فقط دیکھ کر ہی کھڑے ہو جاتے ہیں اور گھبرا کر کھڑے رہتے ہیں اور تعظیم کے لئے کھڑے رہتے ہیں۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے يُعَظِّمُ بَعْضُهَا بَعْضًا سے اشارہ فرمایا۔ یعنی چھوٹے بڑوں کے لئے بطور تعظیم کھڑے ہوتے ہیں اور اس سے منع فرمایا پس اس توجیہ سے اصل قیام ممنوع نہ ہوا جیسا کہ بعض روایات میں وارد ہے بلکہ وہ قیام ممنوع ہوا جو اپنے اندر تکبر اور تعظیم کی شان سے ہو۔

۴۵۹۰/۷ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِی الْحَسَنِ قَالَ جَآءَ نَا اَبُوْبَكْرَةَ فِیْ شَهَادَةٍ فَقَامَ لَهٗ رَجُلٌ مِنْ مَجْلِسِهٖ فَاَبٰى اَنْ يَّجْلِسَ فِيْهِ وَقَالَ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ وَنَهَى النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّمْسَحَ الرَّجُلُ يَدَهٗ بِثَوْبِ مَنْ لَّمْ يَكْسُهٗ۔ (رواه ابو داؤد)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ۱۶۵/۵ الحديث رقم ۴۸۲۷، وأحمد فی المسند ۴۴/۵۔

ترجمہ: حضرت سعید بن ابی الحسن بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابوبکرہؓ ہمارے ہاں شہادت کے لئے تشریف لائے تو ایک آدمی ان کے احترام میں اپنی جگہ چھوڑ کر کھڑا ہو گیا مگر انہوں نے اس جگہ بیٹھنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ نیز آپ ﷺ نے کسی شخص کو دوسرے آدمی کے کپڑے سے ہاتھ صاف کرنے سے منع فرمایا جس کو اس نے کپڑا نہیں پہنایا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ❁ نَهَى النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّمْسَحَ الرَّجُلُ يَدَهٗ: یعنی اگر ہاتھ کھانے سے بھرا ہوا ہو تو اسے کسی اجنبی کے کپڑے سے صاف نہ کرے البتہ اپنا غلام، بیٹا یا خادم ہو تو اس کے کپڑوں سے اپنا ہاتھ صاف کرنے میں حرج نہیں اور زیادہ ظاہر بات یہ ہے کہ اگر کوئی اجنبی بھی اس بات پر راضی ہو اور وہ اپنا کپڑا خود پیش کرے تو جائز ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اپنی جگہ سے اپنی مرضی سے اٹھے تو اس کی جگہ پر بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ آیت: تفسحوا فی المجالس سے مستفاد ہوتا ہے اور یہ روایت بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔ صدر الدابة احق بصاحبها الا اذا اذن۔ اس کے علاوہ اس کی اور بھی بہت

سی فروعات ہیں۔اس روایت میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکرہؓ نے اس کا انکار کیا تو اس کے مندرجہ ذیل اسباب ملتے ہیں۔۱: ان کو اس شخص کے راضی ہونے پر پورا اطمینان نہ تھا۔وہ سمجھتے تھے کہ وہ شاید کسی کے کہنے پر اٹھا ہے۔۲: یا حیا کی وجہ سے آپ نے ایسا کیا۔۳: یا احتیاط وتقویٰ کی وجہ سے نہ بیٹھے اور روایت کو مطلق قرار دیا۔(ع)

اپنی جگہ لوٹنا ہو تو علامت رکھیں

۴۵۹۱/۸وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ وَجَلَسْنَا حَوْلَہٗ فَقَامَ فَاَرَادَ الرُّجُوْعَ نَزَعَ نَعْلَہٗ اَوْ بَعْضَ مَا یَکُوْنُ عَلَیْہِ فَیَعْرِفُ ذٰلِكَ اَصْحَابُہٗ فَیَثْبُتُوْنَ۔

(رواہ ابوداؤد)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ١٨٠/٥ الحديث رقم ٤٨٥٤۔

ترجمہ: حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوتے تو ہم آپ کے اردگرد بیٹھتے۔پھر اگر واپسی کے ارادہ سے گھر تشریف لے جاتے تو اپنے جوتے اتار کر وہاں رکھ جاتے یا جسم سے اور کوئی چیز اتار کر اس جگہ چھوڑ جاتے۔اس سے آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم ہو جاتا کہ آپ ﷺ واپس تشریف لائیں گے۔اس کو ابوداؤد نے روایت کیا۔

تشریح ۞ اِذَا جَلَسَ وَجَلَسْنَا حَوْلَہٗ : آپ کے گرد یعنی دائیں بائیں آگے پیچھے بیٹھ جاتے یہ خاص طور پر اس لیے ذکر کیا کہ حلقہ کے درمیان بیٹھنے کی آپ نے ممانعت فرمائی ہے۔(ع)

دو بیٹھنے والوں کے درمیان مت گھسے

۴۵۹۲/۹وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَحِلُّ لِرَجُلٍ اَنْ یُفَرِّقَ بَیْنَ اثْنَیْنِ اِلَّا بِاِذْنِہِمَا۔ (رواہ الترمذی وابوداؤد)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ١٧٥/٥ الحديث رقم ٤٨٤٥، والترمذی فی ٧٣/٥ الحديث رقم ٢٧٥٢، وأحمد فی المسند ٢١٣/٢۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جناب رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ دو بیٹھنے والوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر جدائی ڈالے۔یہ ترمذی وابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ قَالَ لَا یَحِلُّ لِرَجُلٍ : یعنی دو آدمیوں کے درمیان نہ گھس کر بیٹھے کیونکہ بعض اوقات ان میں خصوصی محبت ہوتی ہے اور باہمی طور پر وہ خفیہ باتیں کرنا چاہتے ہیں اس کا درمیان میں بیٹھنا ان پر گراں گزرے گا۔

علماء نے لکھا ہے کہ اگر اسے یہ معلوم ہو کہ ان کی باہمی محبت ہے اور وہ خفیہ باتیں کرنا چاہتے ہیں تو درمیان میں نہ بیٹھے اور

اگر یہ معلوم ہو کہ ان کے مابین کوئی علاقہ محبت نہیں ہے تو بیٹھ جانے میں کوئی حرج نہیں اور اگر ان کا معاملہ مبہم اور نہ معلوم ہے تو پھر نہ بیٹھنا ہی بہتر ہے۔

پہلے سے بیٹھنے والوں میں بلا اجازت جدائی نہ ڈالو

۴۵۹۳/۱۰ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَجْلِسْ بَيْنَ رَجُلَيْنِ اِلَّا بِاِذْنِهِمَا۔ (رواه ابوداؤد)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٥/١٧٥ الحديث رقم ٤٨٤٤۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ان دو آدمیوں کے درمیان مت بیٹھو جو پہلے سے بیٹھے ہوں۔ مگر یہ کہ وہ اجازت دیں۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

تشریح ۞ **لَا تَجْلِسْ بَيْنَ رَجُلَيْنِ اِلَّا بِاِذْنِهِمَا**: یعنی روایت کا مفہوم بھی سابقہ روایت سے ملتا جلتا ہے۔ البتہ اس میں صاف طور پر یہ فرما دیا گیا کہ اگر وہ دونوں اجازت دے دیں تو بیٹھنے میں حرج نہیں اور اگر اجازت نہ دیں تو اس کے درمیان بیٹھنا ایذاء دینے کے مترادف ہے۔

الفصل الثالث:

رخصت کرنے کے لئے کھڑا ہونا

۴۵۹۴/۱۱ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْلِسُ مَعَنَا فِى الْمَسْجِدِ يُحَدِّثُنَا فَاِذَا قَامَ قُمْنَا قِيَامًا حَتّٰى نَرَاهُ قَدْ دَخَلَ بَعْضَ بُيُوْتِ اَزْوَاجِهٖ۔

أخرجه البيهقي فی شعب الايمان ٦/٤٦٧ الحديث رقم ٨٩٣٠۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ مسجد میں ہمارے ساتھ بیٹھتے اور باتیں فرماتے۔ پھر جب آپ اٹھتے تو ہم بھی اٹھ جاتے اور دیر تک کھڑے رہتے یہاں تک ہم دیکھتے کہ آپ اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی کے ہاں تشریف لے گئے ہیں۔

تشریح ۞ **فَاِذَا قَامَ قُمْنَا**: یعنی آپ کھڑے ہوتے اور مجلس برخاست ہو جاتی تو ہم بھی کھڑے ہو جاتے کیونکہ تعظیم کے لئے کھڑے ہونے کو حضور ﷺ پسند نہیں فرماتے تھے۔ تو کھڑا ہونا یقینی طور پر مجلس کے اختتام پر ہے جب صحابہ آپ کی تشریف آوری پر کھڑے نہیں ہوتے تھے تو یہ کیوں کر ممکن ہے کہ جانے کے وقت تعظیم کے لئے کھڑے ہوں۔ صحابہ کا وہاں دیر تک کھڑے رہنا شاید اس بنا پر تھا کہ وہ اس بات کے منتظر رہتے کہ آپ ان کو کسی بات کا حکم فرمائیں یا دوبارہ بیٹھنے کے لئے تشریف لائیں۔ پس جب اس سے مایوس ہو جاتے تو پھر صحابہ متفرق و منتشر ہو جاتے۔

مسلمان کے لئے جگہ چھوڑ دے

۴۵۹۵/۱۲وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِى الْمَسْجِدِ قَاعِدٌ فَتَزَحْزَحَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِى الْمَكَانِ سَعَةً فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلْمُسْلِمِ لَحَقًّا اِذَا رَاٰهُ اَخُوْهُ اَنْ يَّتَزَحْزَحَ لَهٗ ۔ (رواهما البيهقى فى شعب الايمان)

أخرجه البيهقي في الشعب ٦/٤٦٨ الحديث رقم ٨٩٣٣۔

ترجمہ: حضرت واثلہ بن خطابؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آیا جب کہ آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔اس شخص کو جگہ دینے کے لئے آپ ﷺ اپنی جگہ سے حرکت کر کے ایک طرف سمٹ گئے۔اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مکان میں بیٹھنے کی جگہ کافی کشادہ ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا یہ مسلمان کا حق ہے کہ جب اس کو اس کا مسلمان بھائی نظر آئے تو اس کے لئے وہ اپنی جگہ چھوڑ دے اور ایک طرف کھسک جاتے۔ان دونوں روایات کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ **واثلة بن خطاب**: یہ حضرت فاروق اعظم کے خاندان سے متعلق ہیں دمشق میں قیام پذیر رہے۔ان سے صرف ایک یہی روایت احادیث کی کتابوں میں مروی ہے۔

اِذَا رَاٰهُ اَخُوْهُ اَنْ يَّتَزَحْزَحَ لَهٗ: یعنی اپنے بھائی کے لئے کچھ سمٹ کر بیٹھ جائے خواہ جگہ تنگ ہو یا نہ ہو یعنی مسلمان کے احترام و کرام کے لئے یہ اہتمام کرنے کا حکم فرمایا۔(اللمعات)

بَابُ الْجُلُوْسِ وَالنَّوْمِ وَالْمَشْيِ

بیٹھنے سونے اور چلنے کا بیان

ان تینوں چیزوں بیٹھنے،سونے اور چلنے کو عادت کے مطابق ذکر فرمایا کیونکہ آدمی کھانے کے لئے بیٹھتا ہے پھر سوتا ہے۔ پھر سونے سے اٹھ کر مسجد کی طرف جاتا ہے۔(الجلوس)۔جلوس اور قعود ہم معنی ہیں بعض نے کہا کہ قعود اس بیٹھنے کو کہتے ہیں جو قیام کے بعد ہو اور جلوس اس بیٹھنے کو کہتے ہیں جو پہلو کے بل لیٹنے یا سجدہ کے بعد ہو۔ (قاموس)۔النوم۔پیٹ سے بخارات اٹھ کر سر کی طرف جانے سے اعصاب میں جو سستی پیدا ہوتی ہے اور قوائے مدرکہ میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے اسے نوم کہتے ہیں۔ **المشي۔ مشٰى يمشى**: پیدل چلنا۔(اللمعات)

الفصل الاول:

گوٹ مار کر بیٹھنا جائز ہے

۱/۴۵۹۶ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِفِنَآءِ الْکَعْبَۃِ مُحْتَبِیًا بِیَدَیْہِ۔
(رواہ البخاری)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱/۶۵ الحدیث رقم ۶۲۷۲، وابن ماجه فی السنن ۲/۱۲۲۷ الحدیث رقم ۳۷۳۳۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ کے صحن میں ہاتھ کے ساتھ گوٹھ مار کر بیٹھے دیکھا۔ (بخاری)

تشریح ۞ مُحْتَبِیًا: احتباء سے ہے۔ مراد اس طرح بیٹھنا ہے جس میں دونوں گھٹنے کھڑے کر لے اور سرین زمین پر رہے اور دونوں بازوؤں سے گھٹنوں کا حلقہ بنا لے احتباء کمر اور گھٹنوں کے گرد کپڑا لپیٹ کر بھی کیا جاتا ہے۔ اس طرح بیٹھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور صحابہ کرامؓ سے منقول ہے۔

چت لیٹنے کی اباحت

۲/۴۵۹۷ وَعَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِیْمٍ عَنْ عَمِّہٖ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ مُسْتَلْقِیًا وَاضِعًا اِحْدٰی قَدَمَیْہِ عَلَی الْاُخْرٰی۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱/۸۰ الحدیث رقم ۶۲۸۷، ومسلم فی ۳/۱۶۶۲ الحدیث رقم ۲۱۰۰ وأبو داوٗد فی السنن ۵/۱۸۸ الحدیث رقم ۴۸۶۶، والترمذی فی ۵/۸۸ الحدیث رقم ۲۷۶۵، والدارمی فی ۲/۳۶۷ الحدیث رقم ۲۶۵۶۔

ترجمہ: حضرت عباد بن تمیم نے اپنے چچا سے روایت کی ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں اس طرح چت لیٹے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قدم کو دوسرے پر رکھے ہوئے تھے۔ (بخاری، مسلم)

چت لیٹے پاؤں پر پاؤں رکھنے کی ممانعت

۳/۴۵۹۸ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّرْفَعَ الرَّجُلُ اِحْدٰی رِجْلَیْہِ عَلَی الْاُخْرٰی وَھُوَ مُسْتَلْقٍ عَلٰی ظَھْرِہٖ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ۳/۱۶۶۲ الحدیث رقم ۲۰۹۹ وأبو داوٗد فی السنن ۵/۱۸۷ الحدیث رقم ۴۶۶۵،

وأحمد فی المسند ۳/۲۹۹۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص چت لیٹنے کی حالت میں ایک پاؤں کھڑا کر کے دوسرا پاؤں اس پر رکھے۔

تشریح ۞ وَاضِعًا اِحْدٰی قَدَمَیْهِ: قدم کے قدم پر رکھنے سے ستر کھلنے کا احتمال نہ ہو البتہ پاؤں کا پاؤں پر رکھ لینے سے بعض اوقات ستر کھل جاتا ہے راحت اور تھکن کو دور کرنے کے لئے چت لیٹنا مسجد میں درست ہے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور ثبوت جواز کے لئے کیا۔ عمومی عادت کے طور پر نہیں اس طرح کا بیٹھنا بعض حالات میں تھا بعض مجمعوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم چہار زانوں اور باوقار و باتواضع بیٹھتے تھے۔

ستر کے کھل جانے کا خطرہ ہو تو پاؤں پر پاؤں رکھ کر لیٹنے کی ممانعت

۴۵۹۹/۴ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَسْتَلْقِیَنَّ اَحَدُکُمْ ثُمَّ یَضَعُ اِحْدٰی رِجْلَیْهِ عَلَی الْاُخْرٰی۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس طرح چت نہ لیٹے کہ ایک پاؤں کھڑا کر کے دوسرا اس پر رکھے۔

تشریح ۞ لَا یَسْتَلْقِیَنَّ اَحَدُکُمْ: یہ دونوں روایتیں ابن عمرؓ کی روایت کے منافی ہیں ان دونوں میں تطبیق اس طرح دی گئی کہ ایک پاؤں کے دوسرے پاؤں پر رکھنے کے دو طریقے ہیں۔ ا دونوں ٹانگیں بچھائی جائیں اور ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھ دیا جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں کیونکہ اس حالت میں ستر کھل جانے کا کوئی احتمال نہیں۔ ۲ ایک پنڈلی کو کھڑا کر لیا جائے اور دوسرے زانوں کو اس پر رکھ لیا جائے لیکن یہ بھی اس وقت منع ہے جب کہ ستر کے کھل جانے کا خطرہ ہو۔ اگر پاجامہ پہن رکھا ہو یا قمیص و تہبند دراز ہو تو پھر بھی کچھ حرج نہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جواز و عدم جواز کا تعلق ستر کے کھلنے یا نہ کھلنے پر ہے۔

خود پسندی کی فوری سزا

۴۶۰۰/۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَمَا رَجُلٌ یَتَبَخْتَرُ فِیْ بُرْدَیْنِ وَقَدْ اَعْجَبَتْهُ نَفْسُهٗ خُسِفَ بِهِ الْاَرْضَ فَهُوَ یَتَجَلْجَلُ فِیْهَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔ (متفق علیه)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ۵/۳۸۰ الحدیث رقم ۴۱۴۳ والترمذی فی ۵/۹۱ الحدیث رقم ۲۷۷۰۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی دو دھاری دار کپڑے پہنے جا رہا تھا اور وہ اترا کر مٹک مٹک کر جا رہا تھا اس کے نفسانی غرور نے اسے خود پسندی مین ڈال دیا تھا۔ زمین اس شخص کو نگل گئی چنانچہ قیامت کے دن تک وہ زمین مین دھنستا چلا جائے گا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ بَیْنَمَا رَجُلٌ یَتَبَخْتَرُ: بعض نے کہا اس سے مراد قارون ہے نووی نے کہا کہ احتمال یہ ہے کہ یہ شخص اس امت

میں سے ہو یا اگلی امتوں میں سے ہو اس سے معلوم ہوا کہ فخر وتکبر، اترانا اور اکڑنا خصوصاً چلنے میں اس کا انجام انتہائی خطرناک ہے۔ چلنے کی دس قسمیں منقول ہیں اور ہر ایک کا الگ الگ نام عربی شروح کے اندر تفصیل سے مذکور ہے۔ آہستہ پوری قوت اور تھوڑی سرعت کے ساتھ چلے مردہ دلوں اور خشک لکڑی کی طرح نہ چلے اور نہ ہی ہلکے پن اور گھبراہٹ سے چلے یہ دونوں قسمیں بری ہیں۔ مردہ دلی کی مذمت پر دلیل یہ ہے کہ اللہ نے قرآن مجید میں اپنے بندوں کی تعریف میں فرمایا: ﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا﴾ [الفرقان : ٦٣] یعنی اللہ کے کہ بندے زمین پر وقار اور آہستگی سے چلتے ہیں۔ ھون آہستہ مگر کامل حرکت اور تھوڑی سرعت سے چلنا۔ تو گویا مردوں کی طرح چلنے سے منع فرمایا۔

الفصل الثانی:

بائیں پہلو پر تکیہ لگانے کی اجازت

۴۶۰۱/۶ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا عَلٰى وِسَادَةٍ عَلٰى يَسَارِهٖ۔ (رواه الترمذی)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ۵/۱۷۵ الحديث رقم ٤٨٤٦' ولم يذكر المسجد۔

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو بائیں پہلو پر تکیہ لگائے دیکھا۔ (ترمذی)

متکئا: اس سے تکیہ لگا کر بیٹھنے کا استحباب ثابت ہوا۔ آپ کو تکیہ اور خوشبو پسند تھی فرمایا اگر کوئی تکیہ ہدیہ میں دے تو انکار نہ کرو۔

پنڈلیوں کے گرد ہاتھوں کا حلقہ بنانے کا ثبوت

۴۶۰۲/۷ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ احْتَبٰى بِيَدَيْهِ۔

رواه رزين

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں تشریف فرما ہوتے تو دونوں رانوں کو کھڑا کر کے پنڈلیوں پر ہاتھوں سے حلقہ بنا لیتے۔ (رزین)

تشریح ۞ اِحْتَبٰى بِيَدَيْهِ : احتباء کا جواز اس سے ثابت ہو رہا ہے۔ مسجد میں بھی اس طرح بیٹھنا درست ہے۔

قرفصاء کی حالت کا جواز

۴۶۰۳/۸ وَعَنْ قَيْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ اَنَّهَا رَاَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ وَهُوَ

قَاعِدٌ الْقُرْفُصَآءَ قَالَتْ فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَخَشِّعَ اُرْعِدْتُّ مِنَ الْفَرَقِ۔ (رواه ابوداؤد)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ١٧٦/٥ الحديث رقم ٤٨٤٧۔

ترجمہ: حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرفصاء کی ہیئت میں بیٹھے دیکھا قیلہ کہتی ہیں کہ میں نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر انکساری اور تواضع کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھا تو مجھ پر رعب طاری ہوگیا۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ اَلْقُرْفُصَآءَ : یہ بیٹھنے کی ایک قسم ہے اس کی صورت یہ ہے کہ سرین پر بیٹھ کر رانوں کو پیٹ سے لگایا جائے۔ دونوں ہاتھوں سے حلقہ بنایا جائے ۲ دونوں پنڈلیوں پر آدمی بوجھ ڈال کر بیٹھے اور دونوں رانوں کو پیٹ سے ملائے اور دونوں ہاتھوں کو بغل میں اس طرح رکھا جائے کہ دایاں ہاتھ بائیں بغل اور بایاں دائیں بغل میں ہو۔ یہ عرب کے بادیہ نشینوں اور غریب لوگوں کا طریقہ تھا اور وہ لوگ جو دل میں اپنی ذمہ داریوں کی فکر، اندیشہ اور سوچ رکھتے ہیں ان کا بھی یہی طریقہ ہے۔ یہ انتہائی عاجزی اور تواضع کی دلیل ہے۔ راویٔ حدیث آپ کو اس حالت میں دیکھ کر بہت مرعوب ہوئیں۔

چہارزانو ہوکر بیٹھنا

۴۶۰۴/۹ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَاصَلَّى الْفَجْرَ تَرَبَّعَ فِيْ مَجْلِسِهٖ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسَنَآءَ۔ (رواه ابوداؤد)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ١٧٨/٥، ٤٨٥٠ وأخرجه مسلم أيضاً فی صحيحه ٤٦٤/١ الحديث رقم (٢٨٧۔٦٧٠)، الاأنه لم يذكر "تربع" بل "جلس"۔

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز فجر سے فارغ ہوتے تو چارزانو بیٹھ جاتے اور سورج اچھی طرح روشن ہوجانے تک اسی طرح بیٹھے رہتے۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ حَسَنَآءَ : طلوعًا حسنًا۔ چمکدار طلوع۔ ۲ بعض نے طلوع آفتاب کا وقت لکھا ہے۔ ۳ نماز فجر کے بعد طلوع تک مسجد میں بیٹھنا مستحب ہے۔

دورانِ سفر سونے کی مختلف کیفیات

۴۶۰۵/۱۰ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا عَرَّسَ بِلَيْلٍ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ وَاِذَا عَرَّسَ قُبَيْلَ الصُّبْحِ نَصَبَ ذِرَاعَهٗ وَوَضَعَ رَأْسَهٗ عَلٰى كَفِّهٖ۔ (شرح السنة)

أخرجه مسلم فی صحيحه ٤٧٦/١ الحديث رقم (٣١٣۔٦٨٣)، والبغوی فی شرح السنة ٣٢٥/١٢ الحديث رقم ٣٣٥٩، وأحمد فی المسند ٣٠٩/٥۔

ترجمہ: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب دوران سفر آرام کرنے اور سونے کے لئے رات کو اترتے تو دائیں کروٹ لیٹتے اور جب صبح سے ذرا پہلے اترتے تو اس طرح لیٹتے کہ اپنے بازو کو کھڑا کر کے ہتھیلی پر اپنا سر مبارک رکھ لیتے۔ (شرح السنۃ)

تشریح ۞ التعریس: رات کے آخری حصہ میں قافلے کا ٹھہرنا۔ آپ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ اگر پڑاؤ کے وقت رات کافی باقی ہوتی تو دائیں پہلو پر آرام فرماتے سفر کے علاوہ بھی عادت یہی تھی اور اگر صبح قریب ہوتی تو ایک ہاتھ کھڑا کر کے سر مبارک ہتھیلی پر رکھتے۔ یہ اس لیے تھا کہ نیند غلبہ نہ کرے اور نماز فجر فوت نہ ہو۔ آخری صورت میں یہ بات واضح ہے البتہ پہلی صورت میں تو دائیں پہلو پر لیٹنے سے نیند کم آتی ہے کیونکہ دِل بائیں طرف ہے اور وہ معلق ہو جاتا ہے۔ پس سکون وقرار کم ہو جاتا ہے۔ اگر بائیں پر سوئیں تو دل اپنے مقام پر رہا جس سے نیند خوب آتی ہے اسی وجہ سے اطباء دائیں طرف سونے کو بہتر جانتے ہیں کیونکہ ان کا مقصد نیند سے آرام اور ہضم طعام ہے اور وہ اس صورت میں خوب حاصل ہوتا ہے۔ بعض روایات میں یہ بھی وارد ہے کہ اگر رات کافی باقی ہوتی تو آپ سر کے نیچے اینٹ رکھ لیتے اور اگر صبح قریب ہوتی تو ایک بازو کھڑا کر کے سر ہتھیلی پر رکھ لیتے تاکہ نیند کا غلبہ نہ ہو۔

مسجد سر مبارک کے قریب ہوتی

۴۶۰۶/۱۱ وَعَنْ بَعْضِ الِ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَ كَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوًا مِمَّا يُوْضَعُ فِي قَبْرِهٖ وَكَانَ الْمَسْجِدُ عِنْدَ رَأْسِهٖ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه أبو داوٗد فى السنن ٥/٢٩٧ الحديث رقم ٥٠٤٤۔

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ایک لڑکے کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا بچھونا اس کپڑے کی مانند تھا جو آپ ﷺ کی قبر مبارک میں رکھا گیا تھا اور مسجد ہمیشہ آپ ﷺ کے سر مبارک کے قریب ہوا کرتی تھی۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ كَانَ فِرَاشُ: اول جملہ کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ کے آرام کا بچھونا اس کپڑے کے قریب تھا جو قبر مبارک میں رکھا گیا اور وہ بعض لوگوں کو معلوم تھا زیادہ لمبا چوڑا نہ تھا۔ ۲ بعض نے کہا کہ آپ کا بچھونا اس کپڑے کی جنس سے تھا جو قبر میں رکھا گیا اور وہ سرخ چادر تھی جو ایام مرض میں آپ کے نیچے بچھی ہوئی تھی۔ جب وفات ہوئی تو حضرت شقران رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اتفاق سے وہ آپ کے جسم مبارک کے نیچے رکھ دی۔ انہوں نے کہا میں پسند نہیں کرتا کہ آپ کا کپڑا آپ کے بعد اور کوئی نہ پہنے۔ مگر درست یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قبر بند ہونے سے پہلے وہ چادر نکال لی۔ ۳ مناسب یہ تھا کہ یوضع کی بجائے وضع ہوتا مگر حکایت حال کے لئے مضارع لائے۔

آرام کے وقت آپ ﷺ کا سر مبارک مسجد کی طرف ہوتا کیونکہ حجرات میں جب آپ ﷺ قبلہ رخ بیٹھتے تو آپ ﷺ کا سر مبارک مسجد کی طرف ہوتا۔ کیونکہ حجرہ مسجد کی بائیں جانب ہے۔ اس طرح سونے سے مسجد سرہانے کی طرف بنتی ہے۔ ایک نسخہ میں مسجد ہے یعنی مصلیٰ مبارک۔ آرام کے وقت مصلیٰ سرہانے رہتا تاکہ جلدی سے نماز کے لئے بچھالیں۔

اوندھا لیٹنے سے اظہار نفرت

۴۶۰۷/۱۲وعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ رَأٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مُضْطَجِعًا عَلٰی بَطْنِهٖ فَقَالَ اِنَّ هٰذِهٖ ضَجْعَةٌ لَایُحِبُّهَا اللّٰهُ۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن فی ۵/ ۹۰ الحدیث رقم ۲۷۶۸، وأحمد فی المسند ۲/ ۳۰۴۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اوندھا لیٹے ہوئے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس طرح کا لیٹنا اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ علماء نے لکھا ہے کہ لیٹنا چار قسم کا ہے۔ پشت کے بل لیٹنا۔ یہ اہل عبرت کا سونا ہے کیونکہ وہ آسمان وستاروں کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت پر دلیل بناتے ہیں۔ ۲ دائیں کروٹ سے لیٹنا۔ یہ عبادت گزاروں کا لیٹنا ہے اس سے وہ قیام شب کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ تاکہ طاعت میں رات گزاریں۔ ۳ بائیں کروٹ لیٹنا یہ آرام پسند لوگوں کا لیٹنا ہے اس سے کھانے کو جلد ہضم کرنے کا ارادہ کرتے ہیں اور طبیعت کو آرام دینا چاہتے ہیں۔ ۴ منہ کے بل لیٹنا یہ غفلت والوں کا لیٹنا ہے کہ سینہ ومنہ جو جسم کے اعلیٰ اجزاء ہیں ان کو خاک ذلت پر الٹا ڈالا بغیر حالت سجدہ کے۔ یہ اغلامیوں کا سونا ہے ان سے مشابہت نہایت بری ہے۔

اُلٹا لیٹنا اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے

۴۶۰۸/۱۳وعَنْ یَعِیْشَ بْنَ طَخْفَةَ بْنِ قَیْسٍ الْغِفَارِیِّ عَنْ اَبِیْهِ وَکَانَ مِنْ اَصْحَابِ الصُّفَّةِ قَالَ بَیْنَمَا اَنَا مُضْطَجِعٌ مِنَ السَّحَرِ عَلٰی بَطْنِیْ اِذَا رَجُلٌ یُحَرِّکُنِیْ بِرِجْلِهٖ فَقَالَ اِنَّ هٰذِهٖ ضِجْعَةٌ یُبْغِضُهَا اللّٰهُ فَنَظَرْتُ فَاِذَا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ۵/ ۲۹۵ الحدیث رقم ۵۰۴۰، وابن ماجه فی ۲/ ۱۲۲۷ الحدیث رقم ۳۷۲۳، وأحمد فی المسند ۳/ ۴۳۰۔

ترجمہ: حضرت یعیش بن طخفہ بن قیس غفاری اپنے والد ماجد سے نقل کرتے ہیں جو اصحاب صفہ میں سے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن سینہ کے درد کی وجہ سے پیٹ کے بل لیٹا تھا کہ اچانک مجھے محسوس ہوا کہ کوئی شخص مجھے اپنے پاؤں سے ہلا رہا ہے اور پھر میں نے ان کو یہ بھی کہتے سنا کہ لیٹنے کا یہ ڈھنگ اللہ تعالیٰ کو نہایت ناپسند ہے۔ چنانچہ میں نے جونہی نظر اٹھائی تو دیکھا کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

تشریح ۞ اِذَا رَجُلٌ یُحَرِّکُنِیْ: شاید آپ کو اس طرح لیٹنے کا عذر معلوم نہ تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس طرح فرمایا۔ ممکن تھا کہ دونوں رانوں پر جھک جائے تاکہ ازالہ درد ہو جائے پاؤں پھیلانے کی حاجت نہ تھی۔ اگر جاننے کے باوجود فرمایا تو یہ کمال احتیاط کی تبلیغ ہے۔

جس چھت کی منڈیر نہ ہو اس پر سونے کی ممانعت

۴۶۰۹/۴ وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ شَيْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَاتَ عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ لَيْسَ عَلَيْهِ حِجَابٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ حِجَارٌ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ۔

(رواہ ابوداؤد وفی معالم السنن للخطاب حجی ۔ رواہ ابوداؤد)

أخرجه أبو داؤد فی السنن ٥/٢٩٥ ٥٠٤١ وأحمد وی المسند ٥/٧٩۔

ترجمہ: حضرت علی بن شیبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رات میں گھر کی ایسی چھت پر سوئے جس کی اطراف میں منڈیر نہ ہو۔ دوسری روایت اس طرح ہے کہ جس کے گرد رکاوٹ والی چیز نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کا ذمہ اس سے جاتا رہا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔ خطابی نے معالم السنن میں لفظ حجاب کی بجائے حجی کا لفظ ذکر کیا ہے۔

تشریح ۞ لَيْسَ عَلَيْهِ حِجَابٌ :یعنی وہ ذمہ جو اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کے لیے لیا ہے وہ اس سے بری ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے بندوں کی حفاظت کا عہد فرمایا ہے۔ ملائکہ اور دیگر اسباب اس کام کے لئے پیدا فرمائے اس بندہ نے اسباب کو ترک کر کے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا کہ وہ ایسی جگہ سویا جو عادۃً اس کی ہلاکت کا سبب ہو۔ تو اس نے عہد محافظت توڑ ڈالا۔

حجی : اس کا معنی عقل ہے۔ علامہ خطابی نے حجاب کی بجائے یہ لفظ لکھا ہے تو گویا چھت پر پردہ بنانا عقل مندی ہے تو گویا چھت کا پردہ گرنے سے رکاوٹ ہے آئندہ روایت سے حجار کا لفظ ثابت ہوتا ہے۔ (ح ع)

بلا منڈیر چھت پر سونا منع ہے

۴۶۱۰/۵ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَنَامَ الرَّجُلُ عَلٰى سَطْحٍ لَيْسَ بِمَحْجُوْرٍ عَلَيْهِ۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ٥/١٣٠ الحديث رقم ٢٨٥٤۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مکان کی چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے جس کے اطراف میں پردہ کی منڈیر نہ ہو۔ (ترمذی)

تشریح ۞ لَيْسَ بِمَحْجُوْرٍ : اس روایت سے ثابت ہے کہ اوپر حجار کا لفظ سب سے بہتر ہے۔ سونے کی ممانعت کر کے خطرہ ہلاکت سے حفاظت کر دی۔

حلقہ کے درمیان میں بیٹھنا باعث لعنت ہے

۴۶۱۱/۶ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ مَلْعُوْنٌ عَلٰى لِسَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَعَدَ وَسْطَ

الْحَلْقَةِ۔ (رواه الترمذی وابوداؤد)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ١٦٤/٥ الحديث رقم ٤٨٢٦' والترمذی فی السنن ٨٣/٥ الحديث رقم ٢٧٥٣۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اس شخص کو ملعون قرار دیا گیا ہے جو حلقہ کے درمیان (سردار بن کر) بیٹھے۔ (ترمذی' ابوداؤد)

تشریح ۞ علماء نے اس کی تاویل اس طرح سے کی ہے کہ: ا: لوگ حلقہ میں بیٹھے اور ایک شخص گردنیں پھلانگتا ہوا آیا اور درمیان میں بیٹھا اور یہ نہ کیا کہ جہاں جگہ پاتا وہیں بیٹھ جاتا۔ ۲ حلقہ کے درمیان میں بیٹھا جس سے بعض لوگوں کے لئے رکاوٹ بنی اور ان کو تکلیف ہوئی۔ ۳ درمیان میں بیٹھا تا کہ تمسخر کرے اور لوگوں کو ہنسائے۔

کشادہ مجلس قابل تعریف ہے

۴۶۱۲/ ۱۷ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَیْرُ الْمَجَالِسِ اَوْسَعُهَا۔

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ١٦٢/٥ الحديث رقم ٤٨٢٠' وأحمد فی المسند ١٨/٣۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین مجلس وہ ہے جو کشادہ جگہ میں منعقد کی جائے۔

تشریح ۞ اَوْسَعُهَا: یعنی وہ مجلس ایسی جگہ ہو جو فراخ و وسیع ہو اور اس میں تنگی نہ ہو اور لوگوں کے لئے تکلیف کا باعث نہ ہو۔

متفرق بیٹھنے کو ناپسند فرمایا

۴۶۱۳/ ۱۸ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ جُلُوْسٌ فَقَالَ مَالِیْ اَرَاكُمْ عِزِيْنَ۔

أخرجه مسلم فی صحيحه ٣٢٢/١ الحديث رقم (١١٩۔٤٣٠)' وأبو داوٗد فی السنن ١٦٣/٥ الحديث رقم ٤٨٢٣' وأحمد فی المسند ٩٣/٥۔

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسجد میں تشریف لائے جب کہ صحابہ کرامؓ وہاں بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں تم لوگوں کو متفرق اور الگ الگ بیٹھا دیکھ رہا ہوں۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ عِزِيْنَ: یہ عزۃ کی جمع ہے اس کا معنی جماعت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفریق کو ناپسند کیا کیونکہ وہ وحشت و بیگانگی اور افتراق کا سبب ہے۔ اجتماع پر ترغیب دلائی' یہ یگانگت اور اتحاد کا نشان ہے۔ حاصل یہ ہے کہ تمام ایک حلقہ بنا کر یا صف بنا کر بیٹھو' متفرق جماعتیں بنا کر نہ بیٹھو۔

دھوپ چھاؤں میں بیٹھنا شیطانی بیٹھک ہے

۴۶۱۴/۱۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ فِى الْفَىْءِ فَقَلَصَ عَنْهُ الظِّلُّ فَصَارَ بَعْضُهٗ فِى الشَّمْسِ وَبَعْضُهٗ فِى الظِّلِّ فَلْيَقُمْ (رواه ابوداؤد وفی شرح السنة عنه) قَالَ اِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ فِى الْفَىْءِ فَقَلَصَ عَنْهُ فَلْيَقُمْ فَاِنَّهٗ مَجْلِسُ الشَّيْطٰنِ هٰكَذَا رواه مَعْمَرٌ مَوْقُوْفًا۔

(احمد بن حنبل، المسند)

أخرجه أبو داؤد فی السنن ١٦٢/٥ الحديث رقم ٤٨٢١، وابن ماجه فی ٢٢٧/٢ الحديث رقم ٣٧٢٢، وأحمد فی المسند ٣٨٣/٢۔ أخرجه البغوی فی شرح النسة ٣٠١/١٢ الحديث رقم ٣٣٣٥، واحمد فی المسند ٣٨٣/٢۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص سایہ میں بیٹھا ہوا اور پھر وہ سایہ ختم ہو رہا ہو اس طرح کہ جسم کا بعض حصہ دھوپ میں اور بعض حصہ سایہ میں ہو جائے تو اسے چاہئے کہ وہاں سے اٹھ جائے یعنی مکمل سائے میں ہو جائے یا مکمل دھوپ میں۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ رَوَاهُ مَعْمَرٌ مَوْقُوْفًا: اور شرح السنۃ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح نقل کی ہے جب تم میں سے کوئی سایہ میں بیٹھا ہو پھر وہ سایہ اس سے سمٹ جائے تو اسے اس مقام کو ترک کر دینا چاہیے اس لئے کہ وہ شیطان کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔ معمر نے اسی طرح موقوف نقل کی ہے۔

بقول معمر یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے ارشاد نبوی نہیں۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ موقوف مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ اس چیز کا قیاس سے کوئی تعلق نہیں۔ پس اس کو صحابی کسی طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے بغیر کہہ سکتے ہیں۔

مجلس شیطان: اس کو مجلس شیطان فرمایا۔ ظاہر بات یہ ہے کہ یہ ظاہر پر محمول ہے یعنی اس طرح بیٹھنا شیطان کا کام ہے۔ ۲ بعض نے شیطان کی طرف نسبت کی وجہ یہ بتلائی کیونکہ وہ اس پر ابھارنے والا ہے تا کہ انسان کو ضرر پہنچے وہ جسم انسانی کا بھی اسی طرح دشمن ہے جیسا وہ دین کا دشمن ہے۔ اگر وہ دھوپ میں بیٹھے گا تو اپنے نفس کو بے جا تعب و مشقت میں مبتلا کرے گا جو ممنوع و مکروہ ہے۔ (ح)

فَقَلَصَ عَنْهُ: سایہ اس سے سمٹ جائے، چھوٹا ہو جائے۔ (اللمعات)

عورتوں کو مردوں سے پیچھے چلنے کا حکم

۴۶۱۵/۲۰ وَعَنْ اَبِیْ اُسَيْدِ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَهُوَ خَارِجٌ مِّنَ الْمَسْجِدِ فَاخْتَلَطَ الرِّجَالُ مَعَ النِّسَاءِ فِى الطَّرِيْقِ فَقَالَ لِلنِّسَاءِ اسْتَاْخِرْنَ فَاِنَّهٗ لَيْسَ لَكُنَّ اَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِيْقَ عَلَيْكُنَّ بِحَافَاتِ الطَّرِيْقِ فَكَانَتِ الْمَرْاَةُ تَلْصَقُ بِالْجِدَارِ حَتّٰى اَنَّ ثَوْبَهَا

لَيَتَعَلَّقُ بِالْجِدَارِ۔ (رواه ابو داؤد والبيهقى فى شعب الايمان)

أخرجه أبو داؤد فى السنن ٥/٤٢٢ الحديث رقم ٥٢٧٢ والبيهقى فى الشعب۔

ترجمہ: حضرت ابواسید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے یہ بات اس وقت سنی جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے نکل رہے تھے اور مرد وعورتیں راستہ پر چلتے گڈ مڈ ہو گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو حکم فرمایا کہ تم مردوں سے پیچھے ہٹ کر چلو۔ تمہارے لئے مناسب نہیں کہ تم راستے کے درمیان میں چلو بلکہ تمہارے لئے لازم ہے کہ تم راستے کے کنارے پر چلو۔ چنانچہ عورتوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر اس طرح عمل کیا کہ وہ راستہ چلتے ہوئے دیواروں سے اس طرح مل کر چلتیں کہ بعض اوقات ان کے کپڑے دیواروں سے اٹک جاتے۔ (ابوداؤد، بیہقی)

تشریح ابواسید: دارقطنی کہتے ہیں ان کا نام مالک بن ربیعہ ہے۔ یہ بدر، احد اور دیگر غزوات میں حاضر رہے۔ سب سے آخری بدری صحابی ہیں جن کا انتقال ہوا۔

مرد عورتوں کے درمیان نہ چلے

۴۶۱۶/۲۱ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَهٰى اَنْ يَّمْشِىَ يَعْنِى الرَّجُلَ بَيْنَ الْمَرْاَتَيْنِ۔ (رواه ابوداؤد)

أخرجه أبو داؤد فى السنن ٥/٤٢٣ الحديث رقم ٥٢٧٥۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ مرد دو عورتوں کے درمیان چلے۔ (ابوداؤد)

تشریح اَنْ يَّمْشِىَ يَعْنِى الرَّجُلَ: یہ بعض روایت کی تفسیر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ مرد دو عورتوں کے درمیان سے نہ گزرے۔ باقی راستہ میں اکھٹے ہو کر گزرنا دوسرا معاملہ ہے۔ الرجل حدیث کا لفظ نہیں بلکہ جملہ معترضہ ہے۔ ورنہ عبارت اس طرح ہوتی ان يمشى مع النساء اور یہ اختلاف بھی فتنہ کی وجہ سے ممنوع اور حیاء و مروت کے لحاظ سے بھی خطرناک ہے۔ مرد کو جس طرح دو عورتوں کے درمیان چلنا ممنوع ہے۔ اسی طرح عورت کو مرد کے ساتھ چلنا بھی منع ہے۔ یہ ممانعت خوف فتنہ کی وجہ سے ہے۔

مجلس میں جہاں جگہ پائے وہیں بیٹھ جائے

۴۶۱۷/۲۲ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كُنَّا اِذَا اَتَيْنَا النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ اَحَدُنَا حَيْثُ يَنْتَهِىْ۔ (رواه ابو داؤد وذكر حديثا عبيد اللّٰه بن عمرو فى باب القيام وسنذكر حديثى على وابى هريرة فى باب اسمآء النبى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وصفاته ان شآء اللّٰه تعالىٰ)

أخرجه أبو داؤد فى السنن ٥/١٦٤ الحديث رقم ٤٨٢٥، والترمذى فى ٥/٩٩ الحديث رقم ٢٧٢٥، وأحمد فى المسند ٥/٩١۔

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے تو مجلس میں جہاں جگہ پاتے بیٹھ جاتے۔ (ابوداؤد) پہلے باب القیام میں عبداللہ بن عمروؓ کی روایت آچکی آئندہ باب اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت مذکور ہوگی۔

تشریح ۞ **حَیْثُ یَنْتَھِیْ** :جہاں جگہ پاتا بیٹھ جاتا۔لوگوں کے اوپر سے نہ گزرتا اور اہل جاہ کی طرح بڑائی کو اختیار نہ کرتا۔ کیونکہ وہ تو متکبرین کی علامت ہے۔

دو روایتیں عبداللہ بن عمرو کی باب قیام میں مذکور ہوئیں۔ایک کی ابتداء **لا یحل الرجل** سے اور دوسری کی ابتداء **لا تجلس بین الرجلین** سے ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دو روایتیں باب اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر کریں گے۔ ایک کی ابتداء **کان رسول اللہ ﷺ اذا مشی تکفا**' دوسری کی ابتداء **مارأیت شیئاً احسن من رسول اللہ ﷺ**۔

الفصل الثالث:

اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والا بیٹھنا

۴۶۱۸/۲۳ عَنْ عَمْرِوبْنِ الشُّرَیْدِ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ مَرَّبِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا جَالِسٌ هٰکَذَا وَقَدْ وَضَعْتُ یَدِیَ الْیُسْرٰی خَلْفَ ظَهْرِیْ وَاتَّکَأْتُ عَلٰی اَلْیَةِ یَدِیْ فَقَالَ اَتَقْعُدُ قِعْدَةَ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه أبو داؤد فی السنن ٥/١٧٦ الحدیث رقم ٤٨٤٨' وأحمد فی المسند ٤/٣٨٨۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شرید تابعیؒ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر میرے پاس سے ہوا میں اس وقت اس طرح بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے اپنا بایاں ہاتھ اپنی پشت کے پیچھے رکھا ہوا تھا اور اپنے ہاتھ کی تلی پر ٹیک لگانے والا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کیا تم ان لوگوں کی طرح بیٹھتے ہو جن پر اللہ تعالیٰ کی ناراضی ہے۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ **قِعْدَةَ الْمَغْضُوْبِ** :اس سے مراد یہود ہیں مگر ان کو اس طرح ذکر کرنے میں دو فائدے ہیں۔ا:اس بات پر خبردار کیا کہ ایسے بیٹھنے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے۔۲:مسلمان انعام یافتہ ہے تو اسے ان سے مشابہت نہ کرنی چاہیے جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا اور لعنت کی گئی سورت فاتحہ میں بھی **مغضوب علیھم** سے یہی مراد ہیں زیادہ ظاہر بات یہ ہے کہ **مغضوب علیھم** سے یہاں کافر، فاجر متکبر سبھی مراد ہیں جن کے چلنے پھرنے اور بیٹھنے سے تکبر ٹپک رہا ہو۔ (طیبی)

آگ والوں کا لیٹنا

۴۶۱۹/۲۴ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ مَرَّبِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مُضْطَجِعٌ عَلٰی بَطْنِیْ فَرَکَضَنِیْ بِرِجْلِهٖ وَقَالَ یَاجُنْدُبُ اِنَّمَا هِیَ ضِجْعَةُ اَهْلِ النَّارِ۔ (رواہ ابن ماجۃ)

أخرجه ابن ماجه في السنن ٢/١٢٢٧ الحديث رقم ٣٧٢٤۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے پاس سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا جب کہ میں پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے پاؤں سے ٹھوکر لگائی اور فرمایا اے جندب! یہ آگ والوں کا لیٹنا ہے۔ (ابن ماجہ)

تشریح ۞ **جندب**: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا اصل نام ہے۔ ا: احتمال یہ ہے کہ مراد یہ ہو کہ ایسا لیٹنا کفار و فجار کی عادات میں سے ہے۔ ۲: اس طرح کا لیٹنا اہل دوزخ کا ہے۔

بَابُ الْعُطَاسِ وَالتَّثَاؤُبِ

چھینک اور جمائی کا بیان

العطاس ۔ عطس ۔ اس کا معنی ہے چھینکنا۔ التثاؤب۔ یہ تثاءب کا مصدر ہے۔ التثاؤب ۔ ایسی سستی اور کاہلی جس کے پیش آنے سے بلا اختیار منہ کھل جاتا ہے۔ اسے اُبکائی کہا جاتا ہے۔ علامہ کرمانی کہتے ہیں کہ التثاؤب صحیح و درست ہے۔ بعض کے ہاں واؤ ہے۔ کتاب المغرب میں ہے کہ الف اور واؤ کے بعد ہمزہ غلط ہے۔ (اللمعات)

الفصل الاول:

جمائی ناپسند ہے

۴۶۲۰/۱ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْعُطَاسَ وَیَکْرَهُ التَّثَاؤُبَ فَاِذَا عَطَسَ اَحَدُکُمْ وَحَمِدَ اللّٰهَ کَانَ حَقًّا عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَهٗ اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ یَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَاَمَّا التَّثَاؤُبُ فَاِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّیْطَانِ فَاِذَا تَثَائَبَ اَحَدُکُمْ فَلْیَرُدَّهٗ مَا اسْتَطَاعَ فَاِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا تَثَاءَبَ ضَحِكَ مِنْهُ الشَّیْطَانُ (رواه البخاري وفي رواية لمسلم) **فَاِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا قَالَ هَا ضَحِكَ الشَّیْطَانُ مِنْهُ۔**

أخرجه البخاري في صحيحه ١٠/٦١١ الحديث رقم ٦٢٢٦، وأبو داوٗد في السنن ٥/٢٨٧ الحديث رقم ٥٠٢٨، والترمذي في ٥/٨١ الحديث رقم ٢٧٤٧، وأحمد في المسند ٢/٤٢٨۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتے ہیں اور اسے جمائی ناپسند ہے۔ پس جب تم میں سے کسی شخص کو چھینک آئے اور وہ اس پر الحمد للہ کہے تو اس کی چھینک اور الحمد للہ سننے والے کو یرحمک اللہ سے اس چھینک کا جواب دینا چاہیے۔ رہی جمائی تو یہ شیطانی اثرات کی وجہ سے ہے پس جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اسے حتی الامکان اس جمائی کو روکنا چاہیے اس لیے کہ جب کوئی شخص جمائی لیتا ہے تو

شیطان اس پر ہنستا ہے۔(بخاری) اور مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ جب وہ جمائی کے دوران ہا...... کی آواز نکالتا ہے تو اس پر شیطان ہنستا ہے۔

تشریح ❁ **یُحِبُّ الْعُطَاسَ**۔ چھینکنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ کیونکہ اس سے منہ میں صفائی پیدا ہوتی ہے۔ خصوصاً دماغ میں خفت پیدا کرتی ہے۔ تو حضور قلب اور طاعات بدنی کے لئے معاون بن گئی۔

وَیَکْرَہُ التَّثَاؤُبَ: جمائی کا سبب ثقل نفس اور امتلاء معدہ ہے اور اس سے حواس میں کدورت پیدا ہوتی ہے جو کہ کسالت و غفلت اور بدفہمی کا باعث ہے اور طاعات میں نشاط کے لئے رکاوٹ ہے پس شیطان کو اس سے خوشی ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے اس کی نسبت شیطان کی طرف کی گئی ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا چھینک کو پسند اور جمائی کو ناپسند فرمانا یہ ثمرہ اور نتیجہ کے لحاظ سے ہے۔ کیونکہ چھینک طاعت میں نشاط لاتی ہے اور جمائی کسالت پیدا کرتی ہے۔

وحمد اللّٰہ : وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے یعنی الحمدللہ کہے اور اگر رب العالمین زیادہ کر دے تو بہتر ہے اور اگر **الحمد للہ علی کل حال** کہے تو بہت ہی بہتر ہے۔ (کذا قال الطیبی)

مصنف ابن ابی شیبہ نے حضرت علیؓ سے موقوفاً روایت نقل کی ہے جو چھینک آنے کے وقت الحمدللہ ربّ العالمین علی کل حال کہے تو اسے ڈاڑھ یا کان کا درد کبھی نہ ہوگا۔

حکمت حمد: چھینک کے بعد حمد کی وجہ یہ ہے کہ چھینک سے دماغ کو صحت اور مزاج کو قوت حاصل ہوتی ہے۔

کَانَ حَقًّا: اس عبارت سے ظاہری طور پر یہی معلوم ہوتا ہے کہ چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کا جواب ہر مسلمان کو دینا فرض ہے مگر علماء کا اس میں اختلاف ہے

احناف کے ہاں یہ واجب علی الکفایہ ہے اگر حاضرین میں سے ایک نے جواب دے دیا تو سب کے ذمے سے ساقط ہو جائے گا اور ایک روایت میں مستحب ہے۔ امام شافعی نے اسی کو اختیار کیا۔ ان کا قول یہ ہے کہ روایات کے ظاہر سے ہر ایک پر جواب کا فرض ہونا معلوم ہوتا ہے اور ایک کے جواب دینے سے وہ بقیہ کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔ یہ اکابر علماء کی ایک جماعت کا قول ہے۔ امام شافعی سنت علی الکفایہ کے قائل ہیں لیکن ہر ایک کا جواب دینا افضل ہے۔ امام مالک کے ہاں وجوب وسنت میں اختلاف ہے۔ مگر اس بات پر اتفاق ہے کہ وجوب یا سنت اس وقت ہے جب چھینکنے والا الحمدللہ کہے اور حاضرین سن پائیں اگر وہ حمد نہ کرے تو مستحق جواب نہیں اور اگر آہستہ کہے کہ دوسرا نہ سنے تب بھی جواب لازم نہیں چنانچہ اس روایت کا لفظ سمعہ اس پر دلالت کرتا ہے اور سلام اور تمام فرض کفایہ احکام کا یہی حکم ہے مثلاً عیادت مریض، تجہیز میت، نماز جنازہ وغیرہ۔ صاحب شرح السنہ کہتے ہیں کہ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بلند آواز سے کہے تا کہ اہل مجلس سن کر مستحق جواب ہوں۔

چھینک کا جواب

۲/۴۶۲۱ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلْيَقُلْ لَهٗ اَخُوْهُ اَوْ صَاحِبُهٗ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ وَاِذَا قَالَ لَهٗ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَلْيَقُلْ يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ

بَالَکُمْ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/۶۰۸ الحدیث رقم ۶۲۲۴، والترمذی فی ۵/۷۷ الحدیث رقم ۲۷۴۱، وابن ماجه فی ۲/۱۲۲۴ الحدیث رقم ۳۷۱۵، وأحمد فی المسند ۴/۴۱۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تم میں سے کسی شخص کو چھینک آئے تو اسے الحمد للہ کہنا چاہیے اور اس کے بھائی اس کے دوست کو یرحمک اللہ کہنا چاہیے اور چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کے جواب میں **یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ** یعنی اللہ تمہیں ہدایت بخشے اور تمہارے دل کو درست رکھے' کہنا چاہیے۔ (بخاری)

تشریح ❁ **یَھْدِیْکُمُ اللّٰہ** :ا:اس میں خطاب جمع کا اکثریت کے لحاظ سے ہے عام طور پر چھینکنے والے کے پاس کئی آدمی ہوتے ہیں تو دعا میں سب کو شریک کرنے کا حکم دیا گیا۔۲:یا خطاب تعظیم کے لئے ہے۔۳یا مخاطب کے ساتھ تمام امت مرحومہ کو دعا میں شامل کیا گیا ہے۔

الحمدللہ کہنے والا مستحق جواب ہے

۳/۴۶۲۲ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ عَطَسَ رَجُلَانِ عَنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَشَمَّتَ اَحَدَهُمَا وَلَمْ یُشَمِّتِ الْاٰخَرَ فَقَالَ الرَّجُلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ شَمَّتَّ هٰذَا وَلَمْ تُشَمِّتْنِیْ قَالَ اِنَّ هٰذَا حَمِدَ اللّٰهَ وَلَمْ تَحْمَدِ اللّٰهَ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیح ۱۰/۶۱۰ الحدیث رقم ۶۲۲۵، ومسلم فی ۴/۲۲۹۲ الحدیث رقم ۲۹۹۱، وابن ماجه فی السنن ۲/۲۲۳ الحدیث رقم ۳۷۱۳، والدارمی فی ۲/۳۶۸ الحدیث رقم ۲۶۶۰، وأحمد فی المسند ۴/۴۱۲۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو آدمیوں کو چھینک آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کی چھینک کا جواب دیا اور دوسرے کی چھینک کا جواب نہ دیا تو جس کی چھینک کا جواب نہ دیا تھا وہ کہنے لگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی چھینک کا جواب دیا اور میری چھینک کا جواب نہ دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے الحمدللہ کہا اور تو نے الحمدللہ نہیں کہا یعنی الحمدللہ نہ کہنے کی وجہ سے تم جواب کے حقدار نہ تھے۔

تشریح ❁ **فَشَمَّتَ اَحَدَهُمَا** :یعنی الحمد نہ کہنے کی وجہ سے جواب کا حقدار نہ بنا اور جس نے حمد کی وہ جواب کا حقدار بن گیا۔ مکحول کہتے ہیں کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا تو ایک آدمی نے مسجد میں چھینکا تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تجھ پر رحم کرے اگر تو اللہ کی حمد کرتا۔ شعبی کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے یہ بات سن لی جو دیوار کے پیچھے تھا۔ اس کو چھینک آئی تو اس نے حمد کی تو آپ نے اس کی چھینک کا جواب دیا حالانکہ وہ دیوار کے پیچھے تھا۔

الحمدللہ نہ کہنے پر جواب نہ دو

۴/۴۶۲۳ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا عَطَسَ

اَحَدُكُمْ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَشَمِّتُوْهُ وَاِنْ لَّمْ يَحْمِدِ اللّٰهَ فَلَا تُشَمِّتُوْهُ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ٤/٢٢٩٢ الحديث رقم (٥٤-٢٩٩٢)، وأحمد في المسند ٤/٤١٢۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میں سے کسی شخص کو چھینک آئے تو وہ اس پر الحمدللہ کہے تو تم اس کی چھینک کا جواب دو اور اگر وہ الحمدللہ نہ کہے تو اس کی چھینک کا جواب مت دو۔ (مسلم)

تشریح ۞ فَلَا تُشَمِّتُوْهُ: اس روایت میں صراحتاً موجود ہے کہ اگر چھینکنے والا حمد نہ کرے تو اس کی چھینک کا جواب نہ دیا جائے۔

زیادہ چھینکنے والے کا جواب

۵/۴۶۲۴ وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَطَسَ رَجُلٌ عِنْدَهٗ فَقَالَ لَهٗ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ ثُمَّ عَطَسَ اُخْرٰى فَقَالَ الرَّجُلُ مَزْكُوْمٌ (رواه مسلم وفي رواية للترمذي) اَنَّهٗ قَالَ لَهٗ فِي الثَّالِثَةِ اَنَّهٗ مَزْكُوْمٌ۔

أخرجه مسلم في صحيحه ٤/٢٢٩٢ الحديث رقم (٥٥-٢٩٩٣)، وأبو داوٗد في السنن ٥/٢٩١ الحديث رقم ٥٠٣٧، والترمذي في ٥/٧٩ الحديث رقم ٢٧٤٣، وابن ماجه في ٢/١٢٢٣ الحديث رقم ٣٧١٤، والدارمي في ٢/٣٦٩، ومالك في الموطأ ٢/٩٦٥ الحديث رقم ٤ من كتاب الاستذان وأحمد في المسند ٤/٤٦۔

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آدمی کی چھینک کا جواب دیتے ہوئے سنا جس کو آپ کے پاس ہوتے ہوئے چھینک آئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یرحمک اللہ سے) جواب دیا جب اس کو دوسری مرتبہ چھینک آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس آدمی کو تو زکام ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے اور ترمذی کی روایت میں یہ ہے کہ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ پر فرمائی کہ اس کو زکام ہے۔

تشریح ۞ اَنَّهٗ مَزْكُوْمٌ: یعنی یہ بیمار ہے اسے بہت چھینکیں آئیں گی مریض ہونے کی وجہ سے جواب کا مستحق نہیں ہے کیونکہ ہر بار جواب میں حرج ہے۔ ترمذی اور ابوداؤد کی روایت میں وارد ہے کہ تین بار تک جواب دیا جائے اس کے بعد جواب دینے والے کو اختیار ہے۔ پس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ چھینک کا جواب واجب یا سنت مؤکدہ ہے اور تین بار دیا جائے اور زیادہ میں اس کو اختیار ہے یعنی واجب یا سنت نہیں ہے' یہ مطلب نہیں کہ جائز نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

جمائی کے وقت شیطان کا منہ میں داخل ہو جانا

۶/۴۶۲۵ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُكُمْ فَلْيُمْسِكْ بِيَدِهٖ عَلٰى فِيْهِ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم فی صحيحه ٤/٢٢٩٣ الحديث رقم (٥٧-٢٩٩٥)، وأبو داؤد فی السنن ٥/٢٨٦ الحديث رقم ٥٠٢٦، والترمذی فی ٥/٨٠ الحديث رقم ٢٧٤٦، وابن ماجه فی ١/٣١٠ الحديث رقم ٩٦٨، وأحمد فی المسند ٣/٩٦۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی جمائی لے تو اسے اپنا ہاتھ منہ پر رکھنا چاہیے اس لیے کہ شیطان اس میں داخل ہو جاتا ہے۔ (مسلم)

تشریح ۞ فَلْيُمْسِكْ بِيَدِهٖ عَلٰی فَمِهٖ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ :١: شیطان حقیقتاً داخل ہوتا ہے۔٢: اس سے مراد وسوسہ کے لئے قدرت پانا ہے۔(ع)

الفصل الثانی:

چھینک کے وقت کپڑے سے منہ ڈھانپنا

٧/٤٦٢٦ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا عَطَسَ غَطّٰی وَجْهَهٗ بِيَدِهٖ اَوْ ثَوْبِهٖ وَغَضَّ بِهَا صَوْتَهٗ۔ (رواه الترمذی وابوداؤد قال الترمذی وهذا حديث حسن صحيح)

أخرجه أبو داؤد فی السنن ٥/٢٨٧ الحديث رقم ٥٠٢٩، والترمذی فی ٥/٨٠ الحديث رقم ٢٧٤٥، وأحمد فی المسند ٢/٤٣٩۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا منہ ہاتھ یا کپڑے سے ڈھانپ لیتے اور اس کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم چھینک کی آواز پست کر دیتے۔ اس روایت کو ترمذی اور ابوداؤد نے نقل کیا ہے نیز ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ غَضَّ بِهَا صَوْتَهٗ :یعنی آواز بلند نہ فرماتے اور منہ کو ڈھانپ لیتے۔ مجلس کے ادب کا یہی تقاضا ہے اکثر اوقات دماغ کا فضلہ چھینک کے ساتھ نکل آتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے اپنے جسم پر یا پاس بیٹھنے والوں کے بدن اور کپڑوں پر پڑ جائے اور دوسری بات یہ ہے کہ چھینکنے کے وقت چہرے کی حالت میں تغیر واقع ہوتا ہے پس ڈانپ لینے کا ادب سکھایا تا کہ بدصورتی کو کوئی نہ دیکھے اور پست آواز سے چھینکنا یہ حسن ادب کا تقاضا ہے کیونکہ اچانک پیدا ہونے والی سخت آواز حاضرین کو خوف زدہ کر دیتی ہے علماء نے لکھا ہے کہ چھینک کی آواز کو تو پست کرنا چاہیے اور الحمدللہ زور سے کہنی چاہیے تا کہ لوگ سن کر اس کا جواب دیں۔

چھینک کا مکمل جواب

٨/٤٦٢٧ وَعَنْ اَبِیْ اَيُّوْبَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ وَلْيَقُلِ الَّذِىْ يَرُدُّ عَلَيْهِ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ وَلْيَقُلْ هُوَ يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ۔ (رواه الترمذی والدارمی)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٥/ ٢٩٠ الحديث رقم ٥٠٣٣، والترمذی فی ٥/ ٧٧ الحديث رقم ٢٧٤١، وابن ماجه فی ٢/ ١٢٢٤ الحديث رقم ٣٧١٥، والدارمی فی ٢/ ٣٦٨ الحديث رقم ٢٦٥٩، وأحمد فی المسند ٥/ ٤١٩۔

ترجمہ: حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اسے اس طرح کہنا چاہیے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ یعنی ہر حال میں اللہ کا شکر ہے اور اسے جواب دینے والے کو یرحمک اللہ کہنا چاہیے اور چھینک والے کو اس کے جواب میں يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ کہنا چاہیے۔

(ترمذی، ابوداؤد)

تشریح ۞ اِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ یعنی چھینک کا جواب بھی اسی طرح دینا چاہیے جیسے سلام کا جواب دینا جاتا ہے گویا چھینک کے وقت اللہ کی حمد کرنا حاضرین کے لئے عمدہ تحفہ ہے۔

یہود کی چھینک کا جواب

۴۶۲۸/۹وَعَنْ اَبِىْ مُوْسٰى قَالَ كَانَ الْيَهُوْدُ يَتَعَاطَسُوْنَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَرْجُوْنَ اَنْ يَّقُوْلَ لَهُمْ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَيَقُوْلُ يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ۔ (رواه الترمذی وابوداؤد)

أخرجه أبو داوٗد فی السنن ٥/ ٢٩٢ الحديث رقم ٥٠٣٨، والترمذی فی ٥/ ٧٦ الحديث رقم ٢٧٣٩، وأحمد فی المسند ٤/ ٤٠٠۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر جان بوجھ کر چھینکتے تھے اس امید سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جواب میں (یرحمک اللہ) فرمائیں گے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جواب میں اس طرح فرماتے: يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ۔ یعنی اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارے دلوں کو درست کرے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

تشریح ۞ كَانَ الْيَهُوْدُ يَتَعَاطَسُوْنَ : یہودی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے تھے مگر عناد اور حسد کی وجہ سے نہیں مانتے تھے ادھر آپ کا انکار کرتے اور ادھر آپ سے خیر و برکت کی دعا کے امیدوار رہتے۔ اگرچہ یہ دعا ان کے حق میں فائدہ مند نہ تھی کیونکہ وہ رحمت کے حقدار نہیں تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مناسب حال يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ فرماتے۔

چھینک پر سلام علیکم کہنے والے کو سرزنش

۴۶۲۹/۱۰وَعَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ قَالَ كُنَّا مَعَ سَالِمِ بْنِ عُبَيْدٍ فَعَطَسَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالَ لَهٗ سَالِمٌ وَعَلَيْكَ وَعَلٰى اُمِّكَ فَكَاَنَّ الرَّجُلَ وَجَدَ فِىْ نَفْسِهٖ فَقَالَ اَمَا اِنِّىْ لَمْ اَقُلْ اِلَّا مَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا عَطَسَ رَجُلٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ السَّلَامُ

عَلَيْكُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكَ وَعَلٰى اُمِّكَ اِذَا عَطَسَ اَحَدُ كُمْ فَلْيَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَلْيَقُلْ لَهٗ مَنْ يَّرُدُّ عَلَيْهِ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ وَلْيَقُلْ يَغْفِرُاللّٰهُ لِيْ وَلَكُمْ۔

(رواہ الترمذی وابوداؤد)

أخرجه أبو داؤد في السنن ٥/٢٩٠ الحديث رقم ٥٠٣١، والترمذی فی ٥/٧٧ الحديث رقم ٢٧٤٠، وأحمد فی المسند ٦/٧۔

ترجمہ: حضرت ہلال بن یسافؒ کہتے ہیں کہ ہم سالم بن عبید کے ساتھ تھے کہ جماعت کے کسی آدمی کو چھینک آئی اس نے الحمدللہ کی بجائے السلام علیکم کہا تو حضرت سالم نے اس کے جواب میں فرمایا وعلیک وعلی امک کہ تم پر اور تمہاری ماں پر سلام ہو! تو یوں محسوس ہوا کہ وہ آدمی اس بات پر دل سے ناراض ہوا تو حضرت سالم نے اس سے فرمایا بھائی سنو۔ میں نے تمہیں وہی بات کہی ہے جو جناب رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو فرمائی تھی جس نے رسول اللہ ﷺ کے پاس چھینک ماری اور زبان سے السلام علیکم کہا تو جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: علیك وعلی امك اور یہ فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اسے الحمدللہ رب العٰلمین کہنا چاہیے اور جو اس کی چھینک کا جواب دے یَغْفِرُاللّٰهُ لِيْ وَلَكُمْ کہنا چاہیے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

تشریح ۞ فَلْيَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ: آپ ﷺ نے فرمایا کہ چھینکنے والے کو یہ الفاظ کہنے چاہئیں اس موقع پر حاضرین کو سلام کہنا کچھ معنی نہیں رکھتا اسی وجہ سے آپ ﷺ نے علی امك کا اضافہ فرمایا اس میں دو باتوں کی طرف اشارہ ہے: (۱) یہ سلام کا موقع نہیں یہ اسی طرح ہے جیسے تجھے سلام کہنے کی بجائے تیری ماں کو سلام کہہ دے۔ (۲) یہ ان پڑھوں کا طریقہ ہے جنہوں نے ماں کی گود میں عورتوں والی باتیں سیکھی ہیں' مردوں کے پاس بیٹھ کر مجلس کے آداب نہیں سیکھے۔ (۳) بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ آپ نے اس کی حماقت پر متنبہ فرمایا۔ (۴) تو اس میں ماں کی صفات سرایت کر چکی تھیں' اس حوالے سے یہ حملہ فرمایا' ضروری تھا کہ ایسی دعا دی جائے جو ان آفات سے اسے محفوظ کر دے اور یرحمك اللہ کا جواب یَغْفِرُاللّٰهُ لِيْ وَلَكُمْ سے دے۔

چھینک والے کو تین مرتبہ جواب دو

۴۶۳۰/۱۱ وَعَنْ عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَمِّتِ الْعَاطِسَ ثَلَاثًا فَمَا زَادَ فَاِنْ شِئْتَ فَشَمِّتْهُ وَاِنْ شِئْتَ فَلَا۔ (رواه ابو داؤد والترمذی وقال هذ حديث غريب)

أخرجه أبو داؤد في السنن ٥/٢٩١ الحديث رقم ٥٠٣٦، والترمذی فی ٥/٧٩ الحديث رقم ٢٧٤٤۔

ترجمہ: حضرت عبید بن رفاعہ ؓ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا چھینکنے والے کو تین مرتبہ جواب دو۔ اگر اس سے زیادہ چھینکیں آئیں تو پھر جواب دینے اور نہ دینے میں اختیار ہے۔ اس روایت کو ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور ترمذیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ✿ عُبَیْدِ :یہ مہاجر صحابی ہیں ان کو آپ کی صحبت میسر آئی۔۲اس روایت میں بتلا دیا کہ جواب دینا اس وقت واجب سنت یا مستحب ہے جو تین بار کی حد تک ہو۔البتہ مسلمان کو دعا میں کوئی رکاوٹ نہیں۔

زکام والے کی چھینک کا جواب لازم نہیں

۴۶۳۱/۱۲ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ شَمِّتْ اَخَاکَ ثَلٰثًا فَاِنْ زَادَ فَھُوَ زُکَامٌ۔

(رواه ابوداؤد وقال لا اعلمه الا انه رفع الحديث الى النبى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم)

أخرجه أبو داوٗد فى السنن ۵/ ۲۹۰ الحديث رقم ۵۰۳۵۔

ترجمہ :حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم اپنے مسلمان بھائی کی چھینک کا تین بار تک جواب دو اگر وہ اس سے زائد بار چھینکے تو سمجھو اس کو زکام ہو گیا ہے۔ابوداؤد نے اس کو روایت کیا اور کہا کہ میں نہیں جانتا مگر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کو مرفوع بیان کیا ہے۔

تشریح ✿ روایت کے راوی سعید مصری وہی اس کو موقوف قرار دے رہے ہیں حالانکہ یہ مرفوع روایت ہے کیونکہ چھینک کے جواب میں تعیین عدد کا قیاس سے واسطہ نہیں۔وہ شارح کے بتانے سے ہی ہو سکتا ہے۔(ح)،(ت)

الفصل الثالث:

چھینک کے غلط جواب پر ناراضی

۴۶۳۲/۱۳ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ رَجُلًا عَطَسَ اِلٰی جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَاَنَا اَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَیْسَ ھٰکَذَا عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَّقُوْلَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ۔

(رواه الترمذى وقال هذا حديث غريب)

أخرجه الترمذى فى السنن ۵/ ۷۶ الحديث رقم ۲۷۳۸۔

ترجمہ :حضرت نافع رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ ابن عمر کے قریب ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے اس طرح کہا الحمدللہ و السلام علی رسول اللہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے سنا تو فرمایا میں بھی کہتا ہوں الحمدللہ والسلام علی رسول اللہ لیکن ایسا ہے نہیں ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح سکھایا ہے کہ ہم اس طرح کہیں الحمدللہ علی کل حال۔اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ✿ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ سلام رسول کے محمود ہونے میں کلام نہیں مگر یہاں الحمدللہ کہنا سنت ہے اور اتباع سنت لازم ہے۔بہت سے اعمال فی حد ذاتہ اچھے ہوتے ہیں مگر خاص مقام

پر وہ سنت شمار نہیں ہوتے۔ مثلاً نماز کے بعد مصافحہ وغیرہ۔ اگرچہ تمام خصوصیات کی رعایت کرنا لازم نہیں مگر جو عمل کسی موقع پر وارد ہو تو اس پر عمل کرنا چاہیے۔

بَابُ الضِّحْكِ

ہنسنے کا بیان

الفصل الاوّل:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکرانا

۴۶۳۳/۱ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ مَا رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَجْمِعًا ضَاحِكًا حَتّٰی اَرٰی مِنْهُ لَهَوَاتِهٖ اِنَّمَا كَانَ یَتَبَسَّمُ۔ (رواہ البخاری)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/۵۰۴ الحدیث رقم ۶۰۸۹ ومسلم فی ۴/۱۹۲۵ واحمد فی المسند ۴ / ۹ ۳۵۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا زیادہ ہنستے ہوئے کبھی نہیں دیکھا کہ یہاں تک کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلق یا کوے کو دیکھا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عموماً مسکرایا کرتے تھے۔ (بخاری)

تشریح ❁ **مُسْتَجْمِعًا**: وہ شخص جو کسی کام میں اپنی پوری توانائی صرف کر دے۔ صاحب صراح کہتے ہیں کہ سیلاب کا امڈ آنا اور چلتے ہوئے گھوڑوں کو جمع کرنا اور کھلکھلا کر ہنسنا یہ سب استجماع کے معنی ہیں۔ **لهواة**: جمع لهوة کی بمعنی حلق کا کوا۔

نبوت کی مسکراہٹ

۴۶۳۴/۲ وَعَنْ جَرِیْرٍ قَالَ مَا حَجَبَنِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ اَسْلَمْتُ وَلَا رَاٰنِیْ اِلَّا تَبَسَّمَ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/۵۰۴ الحدیث رقم ۶۰۸۹ ومسلم فی ۴/۱۹۲۵ واحمد فی المسند ۴ / ۹ ۳۵۔

ترجمہ: حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سے میں مسلمان ہوا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کبھی نہیں روکا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی مجھے دیکھتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیتے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ❁ **مَاحَجَبَنِی**: اس کے تین معانی ہیں۔ (۱) مجھے خدمت میں آنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی نہیں روکا جب جی

چاہتا ہے حاضر ہو جاتا ہوں۔ بشرطیکہ مردوں کی مجلس ہو۔ (۲) میں نے آپ ﷺ سے جو بھی مانگا آپ نے دے دیا کبھی روکا نہیں۔ (۳) مجھ سے کبھی ایسی حرکت نہیں ہوئی کہ آپ کو اس سے منع کرنے کی نوبت آئے۔ پہلا معنی واضح تر ہے۔

زمانہ جاہلیت کی باتوں پر مسکرانا

۴۶۳۵/۳ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُوْمُ مِنْ مُصَلَّاهُ الَّذِيْ يُصَلِّيْ فِيْهِ الصُّبْحَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَاِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامَ وَكَانُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ فَيَأْخُذُوْنَ فِيْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَيَضْحَكُوْنَ وَيَتَبَسَّمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(رواہ مسلم وفی روایة للترمذی یتناشدون الشعر)

أخرجه مسلم فی ٤/ ١٨١٠ الحديث رقم ٢٣٢٢، والترمذی فی السنن ٥/ ١٢٨ الحديث رقم ٢٨٥٠۔

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جب آپ مصلی پر فجر کی نماز ادا فرما لیتے تو اس وقت تک وہاں سے نہ اٹھتے جب تک سورج نہ نکل آتا اور جب سورج نکل آتا تو آپ اشراق کی نماز ادا فرماتے یا گھر میں تشریف لے جانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے اور اس دوران میں صحابہ کرامؓ زمانہ جاہلیت کی باتوں کا تذکرہ کرتے اور ہنستے تھے اور آپ ﷺ بھی ان کے ساتھ مسکراتے تھے۔ یہ مسلم کی روایت ہے اور ترمذی کے الفاظ یہ ہیں کہ صحابہ اشعار کہنے سننے میں مشغول رہتے۔

تشریح ۞ لَا يَقُوْمُ مِنْ مُصَلَّاهُ: یعنی آپ وہاں تشریف فرما رہتے یہاں تک کہ اشراق کا وقت ہو جاتا پھر آپ ﷺ وہاں سے اٹھ کر گھر تشریف لے جاتے۔

كَانُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جاہلیت کی مناسب باتیں کرنی درست ہیں اور ہنسنا بھی ایک حد تک درست ہے اور اشعار سے وہ مراد ہیں جن میں توحید و ترغیب وغیرہ کا مضمون ہو۔

الفصل الثانی:

سب سے زیادہ تبسم والے

۴۶۳۶/۴ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ قَالَ مَارَاَيْتُ اَحَدًا اَكْثَرَ تَبَسُّمًا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ٥/ ٥٦١ الحديث رقم ٣٦٤١، واحمد فی المسند ٣٦٤١۔

حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر تبسم والا کوئی نہیں دیکھا۔ (ترمذی)

تشریح ۞ جَزْءٍ :یہ زبیدی صحابی ہیں زبیدان کے خاندانی بزرگ کا نام ہے۔مصر میں سب سے آخر میں فوت ہونے والے صحابی یہی ہیں۔

الفصل الثالث:

صحابہ رضی اللہ عنہم ہنستے بھی تھے

۴۶۳۷/۵ وَعَنْ قَتَادَةَ قَالَ سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ هَلْ كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضْحَكُوْنَ قَالَ نَعَمْ وَالْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِهِمْ اَعْظَمُ مِنَ الْجَبَلِ وَقَالَ بِلَالُ بْنُ سَعْدٍ اَدْرَكْتُهُمْ يَشْتَدُّوْنَ بَيْنَ الْاَغْرَاضِ وَيَضْحَكُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ فَاِذَا كَانَ اللَّيْلُ كَانُوْا رُهْبَانًا ۔ (رواه فی شرح السنة)

أخرجه البغوی فی شرح السنن ۱۲/۳۱۸ الحديث رقم ۳۳۵۱۔

ترجمہ :حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بھی ہنستے تھے؟انہوں نے کہا جی ہاں! حالانکہ ایمان ان کے دلوں میں پہاڑ سے بھی زیادہ مضبوط تھا۔حضرت بلال بن سعد تابعی کہتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرامؓ کو اس حال میں پایا کہ وہ تیروں کے نشانوں کے درمیان دوڑتے اور ایک دوسرے کی بات پر ہنستے مگر جب رات چھا جاتی تو اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والے ہوجاتے۔(شرح السنۃ)

تشریح ۞ يَضْحَكُوْنَ :صحابہ کرامؓ ہنستے ضرور تھے مگر اہل غفلت کی طرح نہ ہنستے تھے اور نہ ہی ہنسنا ان کے قلوب کو مار ڈالتا تھا بلکہ اس حالت میں بھی وہ آداب شرع کا لحاظ رکھتے۔ایمان کامل ان کو اپنی جگہ پر رکھتا وہ اللہ سے بہت ڈرنے والے اور خوف الٰہی سے اللہ کی عبادت کرنے والے اور اللہ کے خوف سے رونے والے تھے۔عبادت کی خاطر دنیا کا آرام چھوڑ دیتے۔

بَابُ الْاَسَامِيْ

اسماء کا بیان

اسامی یہ اسم کی جمع ہے۔اس باب میں ناموں کے احکام کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ کون سے نام رکھے جانے کے قابل ہیں اور کون سے نہیں اور کس نام سے بلانا چاہیے اور کس قسم کے ناموں کے ساتھ بلانا مکروہ ہے اور بہتر نام کون سا ہے اور برا نام کون سا ہے نیز یہ کہ برے نام کو بدل دینا چاہیے۔

الفصل الاول:

میری کنیت نہ رکھو

۱/۴۶۳۸ عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی السُّوْقِ فَقَالَ رَجُلٌ یَا اَبَاالْقَاسِمِ فَالْتَفَتَ اِلَیْہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّمَا دَعَوْتُ ھٰذَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَمُّوْا بِاسْمِیْ وَلَا تَکْتَنُوْا بِکُنْیَتِیْ ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ٣٩٩/٤ الحدیث رقم ٢١٢٠ ومسلم فی٣/١٦٨٢ الحدیث رقم ٢١٣١ و ابوداوٗد فی السنن٥/٢٤٩ الحدیث رقم٤٩٦٥والترمذی فی٥/١٢٥، الحدیث رقم ٢٨٤١ و ابن ماجه فی٢/١٢٣٠الحدیث رقم ٣٧٣٥، والدارمی فی ٢/٣٧٩ الحدیث رقم ٢٣٩٣، واحمد فی المسند ٣/١٧٠۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں تھے کہ ایک شخص نے یہ کہہ کر آواز دی یا ابا القاسم! تو آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے تو وہ کہنے لگا میں نے اس شخص کو آواز دی ہے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے نام پر نام تو رکھو مگر میری کنیت نہ رکھو۔ (بخاری)

تشریح ۞ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں یا قبرستان بقیع میں تھے کہ ایک شخص نے یا ابالقاسم کہہ کر آواز دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ ہوئے تو اس نے کہا کہ میں نے تو اس آدمی کو بلایا ہے اس نے بھی اپنی کنیت ابوالقاسم رکھی ہوئی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کنیت رکھنے سے منع فرمایا۔

میرے نام پر نام تو رکھو لیکن میری کنیت نہ رکھو

۲/۴۶۳۹ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمُّوْا بِاسْمِیْ وَلَا تَکْتَنُوْا بِکُنْیَتِیْ فَاِنِّیْ اِنَّمَا جُعِلْتُ قَاسِمًا اَقْسِمُ بَیْنَکُمْ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ٦/٢١٧ الحدیث رقم ٣١١٤ و مسلم فی٣/١٦٨٣ الحدیث رقم (٣-٢١٣٣) والترمذی فی السنن٥/١٢٥ الحدیث رقم٢٨٤٢و ابن ماجه فی ٢/١٢٣٠ الحدیث رقم٣٧٣٦، واحمد فی المسند ٣/٣٦٩۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میرے نام پر نام رکھا کرو لیکن میری کنیت پر کنیت مقرر نہ کرو کیونکہ مجھے قاسم بنایا گیا ہے۔ میں تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ قَالَ سَمُّوْا بِاسْمِیْ وَلَا تَکْتَنُوْا بِکُنْیَتِیْ : کنیت بیٹے یا باپ کی طرف نسبت کر کے جو رکھی جائے کہ یہ فلاں کا بیٹا ہے یا یہ فلاں کا باپ ہے۔

اِنَّمَا جُعِلْتُ قَاسِمًا :اللہ تعالیٰ مجھے علم اور غنیمت کو تقسیم کرنے والا بنایا۔۲ میں نیکوں کو جنت کی بشارت دیتا ہوں اور مجرموں کو دوزخ سے ڈراتا ہوں پس اس وجہ سے میں قاسم ہوں ۔تم میں یہ بات موجود نہیں بلکہ فقط نام اور صورت ہے۔حاصل یہ ہے کہ میں فقط ابوالقاسم اس بنا پر نہیں کہ میرے بیٹے کا نام قاسم تھا بلکہ یہ قاسمیت مجھے امور دینیہ اور دنیویہ کی تقسیم کرنے کے اعتبار سے ملی ہے پس جب میں ذات اور صفات کے اعتبار سے تمہاری طرح نہیں ہوں تو تمہیں میری کنیت اختیار نہیں کرنی چاہیے اس صورت میں ابو صاحب کے معنی میں ہوگا جیسا کہتے ہیں ابوالفضل خواہ اس کا کوئی بیٹا بھی فضل نہ ہو۔۲ دوسرے علماء نے کہا اس ممانعت کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک تھا تاکہ خطاب میں اشتباہ نہ ہو صحیح تر بات یہی ہے۔کذا قال ملا علی قاری

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ان دونوں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد نام رکھنا تو جائز ہے مگر ابوالقاسم کنیت درست نہیں۔خواہ محمد نام ہو یا نہ ہو۔یہ امام شافعی کا قول ہے ظاہر یہ نے بھی یہی اختیار کیا ہے انہوں نے ان ہی روایات کو دلیل بنایا ہے۔پہلا قول تو اوپر مذکور ہوا دوسرا قول یہ ہے کہ دونوں کا جمع کرنا جائز نہیں کہ وہ اپنا نام بھی محمد رکھ لے اور کنیت بھی ابو القاسم رکھ لے تنہا ابوالقاسم رکھنے میں حرج نہیں یہ امام محمد کا قول ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ جمع کرنا بھی درست ہے یہ قول امام مالک کی طرف منسوب ہے وہ ممانعت کی روایات کو منسوخ مانتے ہیں اور چوتھا قول یہ ہے کہ ایک جماعت کہتی ہے کہ ممانعت کا تعلق آپ کے زمانہ مبارک کے ساتھ تھا بعد میں درست ہے ان کی دلیل وہ روایت ہے جو حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر میرا بیٹا پیدا ہو تو میں اس کا نام اور کنیت آپ کے نام پر رکھ سکتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمائی اور پانچواں قول یہ ہے کہ ایک جماعت کے نزدیک نام اور کنیت دونوں درست نہیں ان تمام اقوال میں صحیح قول یہ ہے کہ آپ کے نام پر نام رکھنا جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے۔

اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ نام

۴۶۴۰/۳وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَبَّ اَسْمَآءِ كُمْ اِلَى اللّٰهِ عَبْدُ اللّٰهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ۱۶۸۲/۳ الحدیث رقم (۱۲-۲۱۳۲) و ابوداؤد فی السنن ۲۳۶/۵ الحدیث رقم ۴۹۴۹، والترمذی فی ۱۲۱/۵ الحدیث رقم ۲۸۳۳ وابن ماجه فی ۱۲۲۹/۲ الحدیث رقم ۳۷۲۸، والدارمی فی ۳۸۰/۲ الحدیث رقم ۲۱۹۵، واحمد فی المسند ۳۴۵/۴۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ تمہارے ناموں میں سے عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔(مسلم)

تشریح ۞ اِنَّ اَحَبَّ اَسْمَآءِ كُمْ :بعض نے کہا کہ محبوبیت سے مراد یہ ہے کہ انبیاء کے ناموں کے بعد یہ نام پسندیدہ نام ہیں۔ پس یہ دونوں نام اسم محمد سے زیادہ محبوب تر نہیں ہیں بلکہ محبوبیت یا تو برابر ہے یا کم ہے۔عبداللہ وعبدالرحمٰن :یہ بندگی کی طرف مشیر ہیں کہ آدمی کی صفت حقیقی تو یہ ہے کہ وہ صفات باری تعالیٰ کا مظہر بنے خصوصاً صفت رحمانیت ذات باری تعالیٰ کے

ساتھ مخصوص ہے۔ان دو اسماء کو بطور تمثیل خاص کیا ہے۔کیونکہ اس سے مراد ہر وہ نام ہے جس کی نسبت کسی بھی صفت باری تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے۔البتہ صفت لطف وقہر میں فرق کیا جا سکتا ہے۔

افلح ویسار ناموں سے ممانعت فرمائی

۴۶۴۱/۴وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُسَمِّيَنَّ غُلَامَكَ يَسَارًا وَّلَا رَبَاحًا وَلَا نَجِيْحًا وَلَا اَفْلَحَ فَاِنَّكَ تَقُوْلُ اَثَمَّ هُوَ فَلَا يَكُوْنُ فَيَقُوْلُ لَا۔ (رواه مسلم وفی رواية له قال لَا تُسَمِّ غُلَامَكَ رَبَاحًا وَلَا يَسَارًا وَلَا اَفْلَحَ وَلَا نَافِعًا)

أخرجه مسلم فی صحيحه ۱۶۸۵/۳ الحديث رقم (۱۰-۲۱۳۶) و ابوداوٗد فی السنن ۲۴۳/۵ الحديث رقم ۴۹۵۸،والترمذی فی۱۲۲/۵ الحديث رقم ۲۸۳۶ و ابن ماجه فی۱۲۲۹/۲ الحديث رقم۳۷۳۰، والدارمی فی ۳۸۱/۲ الحديث رقم ۲۶۹۶، واحمد فی المسند ۷/۵۔

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:تم ہرگز اپنے غلام کا نام یسار' رباح' نجیح اور افلح نہ رکھو کیونکہ جب تم پوچھو گے مثلاً افلح اس جگہ ہے اور وہ وہاں نہیں ہوگا تو وہ جواب میں کہے گا نہیں۔یعنی وہ یہاں نہیں ہے۔(مسلم) اور مسلم ہی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے غلام کا نام رباح' یسار افلح اور نافع نہ رکھو۔

تشریح ۞ يَسَارًا :جس کا معنی آسانی اور فراخی ہے۔رباح۔ربح سے ہے جس کا معنی نفع وفائدہ ہے: نجیح یہ نجاح سے ہے جس کا معنی کامیابی' حاجت کا پورا ہونا۔افلح: یہ فلاح سے ہے جس کا معنی کامیابی اور چھٹکارا۔نافع یہ نفع سے ہے۔ایسے ناموں سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اگر گھر والوں سے دریافت کرے فلاں یہاں ہے اور وہ انکار کریں تو لفظ کے اصل معنی کا لحاظ کر کے مکروہ ہے اگرچہ مراد ذات معین ہے۔روایت کے اخیر میں نافع مذکور ہے نجیح نہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ ان ناموں میں انحصار مقصود نہیں بلکہ ان کے ہم معنی ناموں کا بھی یہی حکم ہے۔

نووی کا قول: ہمارے علماء نے فرمایا ایسے نام رکھنے مکروہ تنزیہی ہیں' تحریمی نہیں۔

نافع وغیرہ ناموں کی اباحت

۴۶۴۲/۵وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَنْهٰى اَنْ يُّسَمّٰى بِيَعْلٰى وَبِبَرَكَةَ وَبِاَفْلَحَ وَبِيَسَارٍ وَبِنَافِعٍ وَبِنَحْوِ ذٰلِكَ ثُمَّ رَاَيْتُهٗ سَكَتَ بَعْدُ عَنْهَا ثُمَّ قُبِضَ وَلَمْ يَنْهَ عَنْ ذٰلِكَ۔

(رواه مسلم)

أخرجه مسلم فی صحيحه ۱۶۸۶/۳ الحديث رقم (۱۳-۲۱۳۸) و ابوداوٗد فی السنن ۲۴۴/۵ الحديث رقم ۴۹۶۰، والترمذی فی ۲۲/۵ الحديث رقم ۲۸۳۶ و ابن ماجه فی ۱۲۲۹/۲ الحديث رقم ۳۷۲۹۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یعلی، برکہ، افلح، یسار، نافع اور اسی طرح کے دیگر اسماء کو منع فرمانے کا ارادہ کیا مگر پھر ان سے خاموشی اختیار کی پھر آپ کی وفات ہوگئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نہ روکا۔ (مسلم)

تشریح ❁ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس قسم کے ناموں کی ممانعت نہیں۔ طیبی کا قول: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے علامات نہی ملاحظہ کیں مگر صراحۃً نہی سے آگاہ نہ ہوئے۔ حالانکہ نہی کی روایات مقدم ہیں البتہ مثبت نافی پر مقدم ہے۔ انتہیٰ۔ دیگر تاویل: نہی کا ارادہ فرمایا مگر پھر سکوت فرمایا اور یہ امت پر شفقت و رحمت فرمائی۔ کیونکہ اکثر لوگ نام کے حسن و قبح میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے گناہ میں مبتلا ہوں گے۔ پس نفی کو نہی تحریمی قرار دیا جائے اور مثبت کی نہی کو تنزیہی کہیں گے۔

قیامت کے دن بدترین نام

۴۶۴۳/۶) وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْنَى الْاَسْمَاءِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ اللّٰهِ رَجُلٌ يُسَمّٰى مَلِكَ الْاَمْلَاكِ (رواه البخاری وفی روایة مسلم) قَالَ اَغْيَظُ رَجُلٍ عَلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَخْبَثُهٗ رَجُلٌ كَانَ يُسَمّٰى مَلِكَ الْاَمْلَاكِ لَا مَلِكَ اِلَّا اللّٰهُ۔ (بخاری)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/۵۸۱ الحدیث رقم ۶۲۰۶ و مسلم فی ۳/۱۶۸۸ الحدیث رقم (۲۰-۲۱۴۳) و ابوداوٗد فی السنن ۵/۲۴۵ الحدیث رقم ۴۹۶۱، والترمذی فی ۵/۱۲۳ الحدیث رقم ۲۸۳۷، واحمد فی المسند ۲/۳۱۵

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے بدترین ناموں والوں میں سے وہ شخص ہوگا جس کو لوگ شہنشاہ کہتے ہیں۔ (بخاری)

اور مسلم کی روایت اس طرح ہے کہ قیامت کے دن اللہ کے ہاں سب سے خبیث ترین وہ شخص ہوگا جس کو لوگ شہنشاہ کہتے ہیں حالانکہ اللہ کے سوا کوئی شہنشاہ نہیں۔

تشریح ❁ يُسَمّٰى مَلِكَ الْاَمْلَاكِ: حقیقی بادشاہ اللہ تعالیٰ ہی ہے چہ جائیکہ آدمی اپنا نام بادشاہوں کا بادشاہ رکھ لے تو یہ نام تو وہم شراکت کا نہیں رکھتا کہ انسانوں کے لئے اس کا جواز ہو۔

برہ نام کو بدل دیا

۴۶۴۴/۷ وَعَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِیْ سَلَمَةَ قَالَتْ سُمِّيْتُ بَرَّةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَهْلِ الْبِرِّ مِنْكُمْ سَمُّوْهَا زَيْنَبَ۔ (رواه مسلم)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/۵۷۵ الحدیث رقم ۶۱۹۲ و مسلم فی ۳/۱۶۸۷ الحدیث رقم (۱۹-۲۱۴۲) و ابوداوٗد فی السنن ۵/۲۳۹ الحدیث رقم ۴۹۵۳ و ابن ماجه فی ۲/۱۲۳۰ الحدیث رقم ۳۷۳۲، والدارمی فی ۲/۳۸۱ الحدیث رقم ۲۶۹۸

ترجمہ: حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میرا نام برہ یعنی نیکوکار رکھا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے نفس کی تعریف نہ کرو تم میں جو شخص نیکوکار ہے اس کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اس کا نام زینب رکھو۔ (مسلم)

تشریح ۞ لَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ: اس سے معلوم ہوا کہ ایسا نام نہ رکھنا چاہیے جس میں نفس کی تعریف ہو۔

۴۶۴۵/۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَتْ جُوَيْرِيَةُ اِسْمُهَا بَرَّةُ فَحَوَّلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْمَهَا جُوَيْرِيَةَ وَكَانَ يَكْرَهُ اَنْ يُّقَالَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِ بَرَّةَ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ۱٦٨٧/٣ الحدیث رقم (١٦-٢١٤٠)، واحمد فی المسند ٣١٦/١۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ مطہرہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا نام برہ تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بدل کر جویریہ رکھ دیا کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نام پسند نہ تھا کہ کوئی یوں کہے کہ آپ برہ کے پاس سے نکلے ہیں۔ (مسلم)

تشریح ۞ اِسْمُهَا بَرَّةَ: اس کا معنی نیکوکار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ناپسند فرمایا کہ اس طرح کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیکوکار کے پاس سے نکلے یہ بری بات ہے۔

ظاہر میں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابن عباس کا قول ہے ممکن ہے کہ آپ نے ہی مافی الضمیر کی اطلاع بذریعہ وحی دی ہو اور اس قسم کے ناموں کو رکھنے کی ممانعت اس لئے فرمائی کہ ان میں اپنا تزکیہ ثابت ہوتا ہے اور یہ سبب ذکر کیا کہ آپ کو یہ کہنا ناپسند تھا کہ میں برہ کے پاس سے نکلا' یہ براشگون ہے۔ باقی اسباب میں مزاحمت نہیں دونوں ہی سبب بن سکتے ہیں۔

عاصیہ نام تبدیل فرمادیا

۴۶۴۶/۹ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ بِنْتًا كَانَتْ لِعُمَرَ يُقَالُ لَهَا عَاصِيَةُ فَسَمَّاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَمِيْلَةَ۔

(رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ١٦٨٧/٣ الحدیث رقم (١٥-٢١٣٩) وابوداوٗد فی السنن٥/٢٣٨ الحدیث رقم٤٩٥٢ ، والترمذی فی السنن٥/١٢٣ الحدیث رقم ٢٨٣٨ و ابن ماجه فی ١٢٣٠/٢ الحدیث رقم ٣٧٣٣، والدارمی فی ٣٨١/٢ الحدیث رقم ٢٦٩٧۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک بیٹی تھی جس کو عاصیہ کہا جاتا تھا چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام جمیلہ رکھ دیا۔ (مسلم)

تشریح ۞ يُقَالُ لَهَا عَاصِيَةُ: اہل عرب جاہلیت میں عاصیہ یا عاصی نام رکھتے اور یہ تکبر عظمت اور سرکشی کی وجہ سے رکھا جاتا تھا۔ اسی طرح عیب، نقصان، انقیاد اور بدحالی سے رکھا جاتا تھا۔ جب اسلام ظاہر و غالب ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ برے ناموں کو بدل دینا مستحب ہے۔

منذر نام تجویز فرمایا

۴۶۴۷/۱۰ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ اُتِيَ بِالْمُنْذِرِ بْنِ اَبِيْ اُسَيْدٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ وُلِدَ فَوَضَعَهُ عَلٰى فَخِذِهٖ فَقَالَ مَا اسْمُهُ قَالَ فُلَانٌ قَالَ لَا وَلٰكِنْ اِسْمُهُ الْمُنْذِرُ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۵۷۵/۱۰ الحدیث رقم ۶۱۹۱ و مسلم فی ۱۶۹۲/۳ الحدیث رقم (۲۹-۲۱٤۹)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ منذر بن ابی اسید کو پیدائش کے بعد جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی ران پر رکھا اور دریافت فرمایا کہ اس کا نام کیا ہے؟ لانے والے نے بتلایا کہ اس کا فلاں نام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ اس کا یہ نام مناسب نہیں بلکہ اس کا نام منذر ہے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ فُلَانٌ یعنی جو نام ان کا رکھا تھا وہ ذکر کیا۔ راوی کو وہ نام معلوم نہ تھا اس لیے مبہم انداز میں ذکر کیا۔ منذر: انذار سے مشتق ہے۔ جس کا معنی احکام کو پہنچانا اور ڈرانا ہے۔ سھل بن سعد: یہ مدنی صحابہ میں سب سے آخر میں انتقال فرمانے والے ہیں۔

موھم الفاظ میں احتیاط

۴۶۴۸/۱۱ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ عَبْدِيْ وَاَمَتِيْ كُلُّكُمْ عَبِيْدُ اللّٰهِ وَكُلُّ نِسَآءِ كُمْ اِمَاءُ اللّٰهِ وَلٰكِنْ لِيَقُلْ غُلَامِيْ وَجَارِيَتِيْ وَفَتَايَ وَفَتَاتِيْ وَلَا يَقُلِ الْعَبْدُ رَبِّيْ وَلٰكِنْ لِيَقُلْ سَيِّدِيْ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِيَقُلْ سَيِّدِيْ وَمَوْلَايَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَا يَقُلِ الْعَبْدُ لِسَيِّدِهٖ مَوْلَايَ فَاِنَّ مَوْلٰكُمُ اللّٰهُ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۷۷/۵ الحدیث رقم ۲۵۵۲ و مسلم فی ۱۷٦٤/٤ الحدیث رقم (۱۵-۲۲٤۹) وابوداؤد فی السننن ۲۵٦/۵ الحدیث رقم ٤۹۷۵، واحمد فی المسند ٤۹٦/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کوئی شخص اپنے غلام ولونڈی کو اس طرح کہہ کر مت بلائے عبدی، امتی، تم تمام اللہ تعالیٰ کے بندے اور تمہاری عورتیں اللہ تعالیٰ کی بندیاں ہیں بلکہ تمہیں اس طرح کہنا چاہیے غلامی وجاریتی وفتای وفتاتی۔ اسی طرح غلام اپنے آقا سے خطاب کے وقت اس طرح نہ کہے ربی بلکہ کہے سیدی اور ایک روایت میں اس طرح ہے سیدی و مولای کہنا چاہیے اور ایک دوسری روایت میں کوئی غلام اپنے آقا کو میرا مولا نہ کہے کیونکہ تمہارا مولا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ (مسلم)

تشریح ۞ وَلَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ عَبْدِيْ: اس سے اس لئے منع فرمایا تا کہ عبودیت میں شرکت کا وہم نہ ہو۔ امتی: یہ کہنے سے بھی منع فرمایا لمۃ یہ مملوکہ کے معنی میں ہے۔ (قاموس) اور ہر چیز کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ غلام لڑکا، جاریۃ لڑکی فتی،

جوان مرد، فتاۃ، جوان عورت، ان الفاظ میں شفقت و مہربانی ٹپکتی ہے۔ فتیً اور فتاۃ۔ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ لونڈی و غلام جتنے بھی بوڑھے ہوں ان سے معاملہ جوانوں والا کیا جاتا ہے۔ حرمت میں بڑھاپا پیش نظر نہیں۔ ممکن ہے کہ خدمت میں چستی کی وجہ سے یا ان کی حوصلہ افزائی کے لئے کہا جاتا ہو۔

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ بعد والے الفاظ غلام اور لونڈی کے لئے عبدی، امتی، کہنے سے بہتر ہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ ان الفاظ سے نہی اس بات پر موقوف ہے کہ ان پر فخر و بڑائی ظاہر کرنا مقصود ہو۔ ورنہ ان الفاظ کا اطلاق قرآن مجید اور روایات احادیث میں کثرت سے وارد ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے: والصالحین من عبادکم وامائکم ...... احادیث میں بھی کثرت سے وارد ہے جیسا مالکوں کو ناشائستہ الفاظ سے روکا اسی طرح مملوکوں کو ناشائستہ الفاظ سے منع کیا کہ آقا کو اس طرح مت کہو ربی، اگرچہ رب کا معنی تربیت کرنے والا بھی ہے مگر مطلقاً تو صفت ربوبیت اسی ذات باری تعالیٰ کے لئے خاص ہے۔ پس کسی آدمی پر اس کا اطلاق موہم شرک ہے اور بطور تعظیم یہ بھی ممنوع ہے۔ ورنہ قرآن مجید میں وارد ہے: اذکرنی عند ربك...... اپنے آقا کو سید کہے کیونکہ سیادت و ریاست اور فضیلت آقا کے لئے ثابت ہے نہ کہ مملوک کے لئے۔ ایک روایت میں وارد ہے کہ مولیٰ کہے اور ایک روایت میں ممانعت وارد ہے۔

مولیٰ کی تحقیق:

ایک روایت میں فرمایا مولیٰ کہے اور دوسری روایت میں ہے کہ نہ کہے۔ مولیٰ کے کئی معانی ہیں مثلاً متصرف، ناصر، معین، چچازاد، خادم، غلام، کارساز، حاجت روا، پس اس لفظ کا استعمال اس لحاظ سے ہے کہ اس کو مولیٰ اس اعتبار سے کہے کہ وہ اس کے معاملات کا ذمہ دار اور اختیار رکھنے والا ہے۔ اسی وجہ سے مولیٰ کا لفظ معتق اور معتق دونوں پر کیا جاتا ہے (آزاد کرنے والا، آزاد کیا ہوا) جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مولی القوم من انفسهم)) (بخاری) دوسرے میں ہے: مولی الرجل ای اخوہ۔ (طبرانی)

عدم جواز کی صورت:

یہ کہ ناصر و معین مراد لے، کیونکہ حقیقی معنوں میں مولیٰ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: نعم المولیٰ و نعم النصیر ......اس سے دونوں روایات کا اختلاف نہ رہا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اس کا مرجع بھی پہلا قاعدہ ہے کہ غایت تعظیم کی وجہ سے منع ہے ورنہ درست ہے۔ (ح ع)

انگور کو کرم نہ کہو

۲/۴۶۴۹ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاتَقُوْلُوا الْكَرْمُ فَاِنَّ الْكَرْمَ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ (رواه مسلم وفی روایة له) عَنْ وَائِلِ ابْنِ حُجْرٍ قَالَ لَا تَقُوْلُوا الْكَرْمَ وَلٰكِنْ قُوْلُوا الْعِنَبُ وَالْحَبَلَةُ۔

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/۵٦٦ الحدیث رقم٦۱۸۳ و مسلم فی٤/۱۷٦۳ الحدیث رقم (۷-۲٤۷ ۲) و ابوداؤد فی السنن٥/۲٥٥ الحدیث رقم٤۹۷٤والدارمی فی۲/۳۸۲ الحدیث رقم۲۷۰۰واحمد فی المسند ۲/٦ ۳۱۔أخرجه مسلم فی ٤/۱۷٦٤ الحدیث رقم (۱۲-۲۲٤۸)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (انگور کو) کرم نہ کہو کیونکہ کرم مؤمن کا دل ہے (مسلم) اور مسلم ہی کی ایک حدیث میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے یوں منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انگور کے درخت کو کرم نہ کہو بلکہ عنب اور حبلہ کہو۔

تشریح ۞ **الحبلة** : اس کا معنی انگور کی بیل ہے۔ بعض اوقات مجازی طور پر دانہ انگور پر بھی بولا جاتا ہے اسی طرح انگور اور اس کی بیل کے کئی نام اہل عرب کے ہاں مستعمل ہیں ان ناموں کو استعمال کرنا چاہیے۔ مگر کہہ کر نہ پکارا جائے۔ عربوں کے ہاں انگور کو اور انگور کی بیل کو کرم بولتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ انگور سے شراب بناتے وہ ان کے لئے باعث سخاوت وجود ہے۔ جب شراب کو حرام کیا گیا تو اس سے روک دیا گیا۔ کیونکہ کرم وخیر سے ایسی چیز کو موصوف کرنا جس میں اصل خباثت پائی جاتی ہے مناسب نہیں۔ تاکہ محرمات کی طرف رغبت دلانے کا ذریعہ نہ بنے اور یہ فرمادیا کہ یہ نام مؤمن اور اس کے دل کے لئے ہے جو کہ انوار علم وتقویٰ اور اسرار معارف کا منبع ہے۔ اس کے لئے مناسب ہے کرم میں تمام بھلائیاں پائی جاتی ہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ جب تم نے کسی پر کرم کا لفظ بول دیا تو اس کے لئے تمام بھلائیاں ثابت کیں۔

زمانہ کی رسوائی......' مت کہو

۴٦٥۰/۱۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُسَمُّوْا عِنَبَ الْكَرْمَ وَلَا تَقُوْلُوْا یَا خَیْبَةَ الدَّهْرِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الدَّهْرُ۔ (رواہ البخاری)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/٥٦٤ الحدیث رقم ٦۱۸۲ و مسلم فی ٤/۱۷٦۳ الحدیث رقم (٤-۲۲٤٦)، واحمد فی المسند ۲/۲٥۹۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انگور کو کرم نہ کہو اور نہ اس طرح کہو۔ اے زمانہ کی رسوائی! کیونکہ اس میں شبہ نہیں کہ زمانہ اللہ تعالیٰ کے اختیار وقبضہ میں ہے۔ (بخاری)

تشریح ۞ **یَا خَیْبَةَ الدَّهْرِ** : زمانہ جاہلیت میں جب لوگوں کو کوئی مصیبت پہنچتی تو وہ اس طرح کہتے یا: **یا خیبة الدهر**۔ وہ ان الفاظ سے زمانے کو برا کہتے تھے۔ چنانچہ ان کو اس بات سے روک دیا گیا دوسری روایت میں وارد ہے: **لا تسبوا الدهر فانا الذی بیده الدهر**...... کہ زمانے کو گالی مت دو زمانے کا پھیر اور بدلنا تو میرے ہی اختیار میں ہے مطلب یہ ہے کہ تم خیر و شر کی نسبت زمانے کی طرف کرتے ہو۔ حالانکہ خیر وشر کا خالق حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہے۔ پس زمانے کو برا کہنا گویا اللہ تعالیٰ کو برا کہنا ہے۔

زمانے کو برا مت کہو

۴۶۵۱/۱۴وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا یَسُبُّ اَحَدُکُمُ الدَّھْرَ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الدَّھْرُ۔

(رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ۱۷۶۳/٤ الحدیث رقم (٦-۲۲٤۷) و ابوداوٗد فی السنن ٤۲۳/٥ الحدیث رقم ٥۲۷٤، واحمد فی المسند ۲۷۲/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم زمانے کو برا مت کہو کیونکہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی زمانہ کو الٹ پلٹ کرنے والا ہے۔ (مسلم)

تشریح ۞ اس روایت کا مفہوم گزشتہ روایت سے چنداں مختلف نہیں کہ زمانے کو گالیاں دینے کی ممانعت کی گئی اور اس کو گالیاں دینا گویا اس ذات کو گالیاں دینا ہے جس کے اختیار میں ساری کائنات کے انقلابات ہیں۔

خبثت نفسی نہ کہو

۴۶۵۲/۱۵وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا یَقُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ خَبُثَتْ نَفْسِیْ وَلٰکِنْ لِیَقُلْ لَقِسَتْ نَفْسِیْ (متفق علیه و ذکر حدیث ابی ھریرة) یُؤْذِیْنِیْ ابْنُ اٰدَمَ فِیْ بَابِ الْاِیْمَانِ۔

أخرجه البخاری فی صحیحه ٥٦۳/۱۰ الحدیث رقم ٦۱۷۹ و مسلم فی ۱۷٦۲/٤ الحدیث رقم (۲-۲۲٤٦) و ابوداوٗد فی السنن ۲٥۸/٥ الحدیث رقم ٤۹۷۸، واحمد فی المسند ۲۸۱/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کہ تم میں سے کوئی اس طرح نہ کہے خبثت نفسی بلکہ کہے میرا دل پریشان ہے (بخاری ومسلم) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت باب الایمان میں ذکر ہو چکی ہے۔

تشریح ۞ لَا یَقُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ خَبُثَتْ نَفْسِیْ: اہل عرب کے ہاں خَبُثَتْ نَفْسِیْ اور لَقِسَتْ نَفْسِیْ ایک ہی معنی میں بولے جاتے تھے۔ آپ نے عبارت کی قباحت کی وجہ سے ممانعت فرمائی گویا مؤمن کو خباثت کے لفظ کی نسبت بھی اپنے نفس کی طرف نہ کرنی چاہیے چہ جائیکہ خباثت اختیار کرے۔

الفصل الثانی:

ابوالحکم کے لقب کو استعمال کرنے کی ممانعت

۴۶۵۳/۱۶عَنْ شُرَیْحِ بْنِ ھَانِیءٍ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّهٗ لَمَّا وَفَدَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَعَ قَوْمِهٖ سَمِعَھُمْ یُکَنُّوْنَهٗ بِاَبِی الْحَکَمِ فَدَعَاہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ

هُوَالْحَكَمُ وَإِلَيْهِ الْحُكْمُ فَلِمَ تُكَنّٰى اَبَا الْحَكَمِ قَالَ إِنَّ قَوْمِي إِذَا اخْتَلَفُوْا فِي شَيْءٍ اَتَوْنِي فَحَكَمْتُ بَيْنَهُمْ فَرَضِيَ كِلَا الْفَرِيقَيْنِ بِحُكْمِي فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا اَحْسَنَ هٰذَا فَمَالَكَ مِنَ الْوَلَدِ قَالَ لِي شُرَيْحٌ وَمُسْلِمٌ وَعَبْدُ اللّٰهِ قَالَ فَمَنْ اَكْبَرُ هُمْ قَالَ قُلْتُ شُرَيْحٌ قَالَ فَاَنْتَ اَبُوْشُرَيْحٍ۔

(رواه ابوداؤد والنسائی)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ٥/ ٢٤٠ الحديث رقم ٤٩٥٥، والنسائی فی ٨/ ١٢٢٦ الحديث رقم ٥٣٨٧۔

ترجمہ: حضرت شریح بن ہانی رحمہ اللہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ جب وہ اپنی قوم کے ساتھ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے سنا کہ ان کی قوم ان کو ابوالحکم کی کنیت سے یاد کرتی ہے۔ چنانچہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کو بلایا اور فرمایا کہ حکم تو صرف اللہ تعالیٰ ہے اور حکم اسی کی طرف سے ہے پھر تم نے اپنی کنیت ابوالحکم کیوں مقرر کی ہے؟ تو ھانی کہنے لگے جب میری قوم کے لوگ کسی معاملہ میں اختلاف کرتے ہیں تو میرے پاس آتے ہیں اور میں ان کے معاملہ میں جو فیصلہ کرتا ہوں دونوں فریق اس فیصلہ کو مان لیتے ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا یہ بہت خوب بات ہے لیکن یہ بتاؤ تمہارے کتنے بچے ہیں اور ان کے نام کیا ہیں؟ انہوں نے کہا میرے تین بچے ہیں جن کے نام شریح، مسلم اور عبداللہ ہیں۔ آپ ﷺ نے دوبارہ استفسار فرمایا ان تینوں میں بڑا کون ہے؟ میں نے جواباً عرض کیا شریح آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر آج سے تم ابوشریح ہو۔ (نسائی)

تشریح ۞ **يُكَنُّوْنَهُ بِاَبِي الْحَكَمِ**: لوگ انہیں ابوالحکم کی کنیت سے پکارتے تھے جیسا ابوالفضائل، ابوالاوصاف وغیرہ۔

اقسام کنیت: ① بعض اوقات اولاد کی طرف نسبت کر کے کنیت رکھتے ہیں مثلاً ابوسلمہ، ابوشریح وغیرہ۔ ② بعض اوقات کسی چیز کے ساتھ مخالطت کی وجہ سے اس کی طرف نسبت کر کے کنیت رکھ دی جاتی ہے مثلاً ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ بلی کے بچے کے ساتھ دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یا ابا ہریرہ! تو وہ اسی لقب سے مشہور ہو گئے۔ بعض اوقات فقط نام کو ظاہر کرنے کے لئے ہوتی ہے جیسے ابوبکر، ابوعمرو۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَكَمُ: یعنی حکم کی ابتداء اور انتہاء اسی کے قبضہ میں ہے اور اس کے حکم کو کوئی رد نہیں کر سکتا اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں پس یہ صفت ذات باری تعالیٰ ہی کے لائق ہے نہ کہ کسی اور کے لئے پس ابوالحکم کہنا اللہ تعالیٰ کے وصف میں شرکت کا وہم دلاتا ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ابوالحکم کا اطلاق نہیں کیا جاتا کیونکہ اس میں ولدیت اور والدیت کا وہم ہے۔

اجدع شیطان کا نام ہے

۴۶۵۴/۷ وَعَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ لَقِيْتُ عُمَرَ فَقَالَ مَنْ اَنْتَ قُلْتُ مَسْرُوْقُ بْنُ الْاَجْدَعِ قَالَ عُمَرُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْاَجْدَعُ شَيْطَانٌ۔ (رواه ابوداؤد وابن ماجة)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ٥/ ٢٤٣ الحديث رقم ٤٩٥٧، وابن ماجه فی ٢/ ١٢٢٩ الحديث رقم ٣٧٣١، واحمد فی المسند ١/ ٣١۔

ترجمہ: حضرت مسروقؒ کہتے ہیں کہ جب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملا تو انہوں نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں اجدع کا بیٹا مسروق ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرے باپ کا نام اجدع سن کر فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ اجدع ایک شیطان کا نام ہے۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

تشریح ۞ اَلْاَجْدَعُ شَیْطَانٌ :یہ ایک شیطان کا نام ہے اور جدع ناک کاٹنے کو کہتے ہیں اجدع اس شخص کو کہتے ہیں جس کے کان، ناک، ہاتھ اور ہونٹ کٹے ہوئے ہوں۔ یہ گویا مقطوع الاطراف سے مقطوع الحجۃ کیلئے استعارہ کیا گیا اس نام سے مراد یہ ہے کہ یہ بے دلیل ہے فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ بات بطور خوش طبعی کے فرمائی اور اشارہ کیا کہ اگر وہ زندہ ہے تو اس کا نام بدل ڈال۔

قیامت کے دن باپ کے نام سے آواز دی جائے گی

۱۸/۴۶۵۵ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ بِاَسْمَائِکُمْ وَاَسْمَآءِ اٰبَائِکُمْ فَاَحْسِنُوْا اَسْمَائَکُمْ۔ (رواه احمد وابوداؤد)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ۲۳٦/٥ الحدیث رقم ٤٩٤٨، والدارمی فی ۳۸۰/۲ الحدیث رقم ۲٦٩٤، واحمد فی المسند ١٩٤/٥۔

ترجمہ: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تمہیں تمہارے نام اور تمہارے باپ کے نام سے پکارا جائے گا۔ پس تم اپنے اچھے نام رکھو۔ (احمد وابوداؤد)

تشریح ۞ فَاَحْسِنُوْا اَسْمَائَکُمْ :یہ خطاب تمام اولاد آدم علیہ السلام کو ہے اور باپ بھی اس میں داخل ہے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ لوگوں کو قیامت کے دن ان کی ماؤں کے ناموں سے پکارا جائے گا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ عیسیٰ جن کو بلا باپ پیدا کیا گیا ان کی حالت کی رعایت کی گئی۔ حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو اظہار نسب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہو جائے اگر یہ روایت ثابت ہو تو پھر یہ آباء والی روایت تغلیب پر محمول کی جائے گی۔ جیسے باپ دادا کو ابوین کہہ دیا جاتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی مقام پر ماؤں کے نام سے بلایا جائے اور کسی مقام پر باپوں کے نام سے اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ بعضوں کو ماؤں کی نسبت سے اور دوسروں کو باپوں کی نسبت سے بلایا جائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام وکنیت جمع نہ کرو

۱۹/۴۶۵٦ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی اَنْ یَّجْمَعَ اَحَدٌ بَیْنَ اِسْمِهٖ وَکُنْیَتِهٖ وَیُسَمّٰی مُحَمَّدًا اَبَا الْقَاسِمِ۔ (رواه الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ١٤٤/٥ الحدیث رقم ۲۸٤١، واحمد فی المسند ٤۳۳/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

نام اور کنیت کو ایک ساتھ اختیار کرے مثلاً جس شخص کا نام محمد ہو اس کو ابوالقاسم بھی کہا جائے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ نَهٰی اَنْ یَّجْمَعَ اَحَدٌ بَیْنَ اِسْمِهٖ وَکُنْیَتِهٖ :یہ معنی اس صورت میں ہوں گے کہ جب محمد کو مرفوع پڑھا جائے اور یسمی کو صیغہ مجہول سے لایا جائے جیسے ترمذی اور شرح السنۃ میں اسی طرح ہے مگر جامع الاصل اور مصابیح کے بعض نسخوں میں محمدًا ہے یعنی منصوب ہے اور یسمی صیغہ معروف کے ساتھ ہے یعنی کوئی آدمی محمد نام کے ساتھ ابوالقاسم کنیت بھی رکھے یعنی دونوں کو جمع کرے۔ اس کی تفصیل ہم پہلے بیان کر چکے۔

نام وکنیت میں سے ایک چیز

۴۶۵۷/۲۰ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا سَمَّیْتُمْ بِاسْمِیْ فَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِیْ (رواه الترمذی هذا حديث غريب وفی رواية وابی داؤد) قَالَ مَنْ تَسَمّٰی بِاسْمِیْ فَلَا يَكْتَنِ بِكُنْيَتِیْ وَمَنْ تَكَنّٰی بِكُنْيَتِیْ فَلَا يَتَسَمَّ بِاسْمِیْ۔

أخرجه ابوداؤد فی السنن ۵/۲۴۹ الحديث رقم ۴۹۶۶، والترمذی فی ۵/۱۲۴ الحديث رقم ۲۸۴۲، واحمد فی المسند ۳/۳۶۹۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم میرے نام پر اپنا نام محمد رکھو تو میری کنیت پر کنیت مقرر نہ کرو۔ ترمذی ابن ماجہ کی روایت ہے۔ ترمذی نے اسے غریب کہا ابوداؤد کی روایت اس طرح ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص میرے نام میرے نام پر نام رکھے تو وہ میری کنیت مقرر نہ کرے اور جو شخص میری کنیت پر کنیت مقرر کرے تو وہ میرے نام پر نام نہ رکھے۔

تشریح ۞ فَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِیْ یہ روایات اس سلسلے میں صریح ہیں کہ آپ کے اسم گرامی اور کنیت دونوں کو جمع کرنا درست نہیں البتہ فقط اسم گرامی یا کنیت کو رکھنے کی ممانعت نہیں۔

نام وکنیت دونوں کی اباحت

۴۶۵۸/۲۱ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ امْرَءَةً قَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ وَلَدْتُ غُلَامًا فَسَمَّيْتُهٗ مُحَمَّدًا وَكَنَّيْتُهٗ اَبَا الْقَاسِمِ فَذُكِرَ لِیْ اَنَّكَ تَكْرَهُ ذٰلِكَ فَقَالَ مَاالَّذِیْ اَحَلَّ اِسْمِیْ وَحَرَّمَ كُنْيَتِیْ اَوْمَا الَّذِیْ حَرَّمَ كُنْيَتِیْ وَاَحَلَّ بِاسْمِیْ۔ (رواه ابوداؤد وقال محی السنة غريب)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ۵/۲۵۱ الحديث رقم ۴۹۶۸، والترمذی فی ۵/۱۲۵ الحديث رقم ۲۸۴۳۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک عورت نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے اور میں نے اس کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم رکھی ہے۔ لیکن مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پسند نہیں فرماتے یعنی نام اور کنیت کو ایک ساتھ اختیار کرنے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسی کیا چیز ہے جس نے میرے نام

پر نام رکھنے کو حلال و جائز رکھا ہو اور میری کنیت پر کنیت مقرر کرنے کو حرام قرار دیا ہو یا اس طرح فرمایا۔ ایسی کیا چیز ہے جس نے کنیت پر کنیت کو تو حرام قرار دیا اور میرے نام پر نام کو حلال رکھا ہے۔ ابوداؤد، شرح السنۃ نے اس کو غریب کہا ہے۔

تشریح ۞ فَقَالَ مَا الَّذِیْ اَحَلَّ اِسْمِیْ وَحَرَّمَ کُنْیَتِیْ اَوْ۔ یہ او شک راوی کے لئے ہے کہ آپ ﷺ نے نام کی حلت کا ذکر فرمایا اور پھر کنیت کی حرمت ذکر کی یا پہلے کنیت کی حرمت کا ذکر کیا پھر نام کی حلت ذکر کی مقصود دونوں عبارات کا ایک ہے لیکن محدثین کی کمال احتیاط ہے کہ وہ اس ترتیب کو بھی محفوظ رکھتے ہیں جو آپ ﷺ نے ذکر فرمائی یہاں راوی کو اشتباہ ہوا تو اولا کر دونوں طرح کی ترتیب ذکر کردی تاکہ آپ کی طرف غلط الفاظ کی نسبت لازم نہ آئے۔ ۲اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کنیت اور اسم گرامی کو جمع کرنے کی ممانعت تحریم کے لئے نہیں ہے۔

وفات کے بعد نام و کنیت کی اجازت

۴۶۵۹/۲۲ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِیَّةِ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَیْتَ اِنْ وُلِدَ لِیْ بَعْدَكَ وَلَدٌ اُسَمِّیْهِ بِاِسْمِكَ وَاُكَنِّیْهِ بِكُنْیَتِكَ قَالَ نَعَمْ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ٥/ ٢٥٠ الحديث رقم ٤٩٦٧، والترمذی فی ٥/ ١٢٥ الحديث رقم ٢٨٤٣، واحمد فی المسند ١/ ٩٥۔

ترجمہ: حضرت محمد بن حنفیہؒ اپنے والد ماجد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اگر میرے ہاں آپ ﷺ کی وفات کے بعد کوئی بچہ پیدا ہو تو کیا میں اس کا نام آپ ﷺ کے نام پر اور اس کی کنیت آپ ﷺ کی کنیت پر رکھ سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! (ابوداؤد)

تشریح ۞ اَرَاَیْتَ اِنْ وُلِدَ لِیْ بَعْدَكَ: یا رسول اللہ ﷺ! اگر میرے ہاں آپ ﷺ کے بعد بیٹا پیدا ہو تو کیا اس کا نام کنیت آپ ﷺ کے نام و کنیت پر رکھ لوں؟ تو آپ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ اس سے یہ اجازت مل گئی کہ وفات کے بعد نام و کنیت کا جمع کرنا جائز ہے مگر ترمذی کی روایت سے پتا چلتا ہے کہ یہ اجازت علی المرتضی کے ساتھ خاص ہے روایات کے اس شدید اختلاف کو دور کرنے کے لئے ایک سہل توجیہ یہ کی گئی ہے کہ آپ کا نام رکھنا تو جائز ہے لیکن کنیت رکھنا مکروہ ہے خواہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد ہو یا پہلے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوحمزہ

۴۶۶۰/۲۳ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَنَّانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِبَقْلَةٍ كُنْتُ اَجْتَنِیْهَا۔

(رواه الترمذی وقال هذا حديث لا نعرفه من هذا الوجه وفی المصابيح صححه)

أخرجه الترمذی فی السنن ٥/ ٦٤٠ الحديث رقم ٣٨٣٠، واحمد فی المسند ٣/ ١٢٧۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے میری کنیت اس سبزی کے نام پر مقرر کی تھی جس کو

میں چنا کرتا تھا (یعنی ابوحمزہ رکھ دی۔) اس روایت کو ترمذی نے اسی سند سے نقل کیا اور کہا یہ روایت اور کسی سند سے منقول نہیں ہے۔ مگر مصابیح میں اس کو صحیح کہا گیا ہے۔

تشریح ۞ حمزہ: یہ ایک سبزی ہے جس کے ذائقے میں تھوڑی سی تیزی اور ترشی ہوتی ہے، میں وہ چنا کرتا تھا تو آپ ﷺ نے میری کنیت ابوحمزہ رکھ دی۔ اس کی سند اگرچہ ایک ہے مگر سند میں منفرد ہونا صحت حدیث کے منافی نہیں ہے۔

آپ ﷺ برے نام بدل دیتے

۴۶۶۱/۲۴ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُغَیِّرُ الْاِسْمَ الْقَبِیْحَ۔

(رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ۵/۱۲۴ الحدیث رقم ۲۸۳۹۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ برے نام کو بدل دیا کرتے تھے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ کَانَ یُغَیِّرُ الْاِسْمَ الْقَبِیْحَ: آپ ﷺ کسی آدمی کا برا نام پاتے تو اسے تبدیل کر دیتے۔ ایک شخص کا نام اسود تھا آپ ﷺ نے اس کا نام تبدیل کر کے ابیض رکھ دیا۔

اصرم نام بدل دیا

۴۶۶۲/۲۵ وَعَنْ بَشِیْرِ بْنِ مَیْمُوْنٍ عَنْ عَمِّهٖ اُسَامَةَ بْنِ اَخْدَرِیٍّ رَجُلًا یُقَالُ لَهٗ اَصْرَمُ کَانَ فِی النَّفَرِ الَّذِیْنَ اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اسْمُكَ قَالَ اَصْرَمُ قَالَ بَلْ اَنْتَ زُرْعَةُ (رواہ ابوداؤد) وَقَالَ وَغَیَّرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اسْمَ الْعَاصِ وَعَزِیْزٍ وَعَتَلَةَ وَشَیْطَانٍ وَالْحَکَمِ وَغُرَابٍ وَحُبَابٍ وَشِهَابٍ وَقَالَ تَرَکْتُ اَسَانِیْدَهَا لِلْاِخْتِصَارِ۔

أخرجه ابوداؤد فی السنن ۵/۲۳۹ الحدیث رقم ۴۹۵۴۔ أخرجه ابوداؤد فی السنن ۵/۲۴۳ الحدیث رقم ۴۹۵۶۔

ترجمہ: حضرت بشیر بن میمون اپنے چچا حضرت اسامہ بن اخدری رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک جماعت حاضر ہوئی تو اس میں ایک ایسا شخص بھی تھا جس کو اصرم کہتے تھے جناب رسول اللہ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا تمہارا نام کیا ہے انہوں نے کہا اصرم آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا نام زرعہ ہے۔ اس کو ابوداود نے نقل کیا ہے۔ انہوں نے یہ بھی نقل کیا کہ آپ ﷺ نے ان ناموں کو بدل دیا تھا۔ عاص، عزیز، عتلہ، شیطان، حکم، غراب، حُباب، شہاب، وغیرہ۔ ان کو بلا اسناد اختصار کے پیش نظر ذکر کیا ہے۔

تشریح ۞ غَیَّرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: آپ ﷺ نے عاص نام کو تبدیل کر دیا کیونکہ وہ عصیان اور عدم اطاعت و انقیاد پر دلالت کرتا ہے اور مؤمن کا شعار تو اطاعت و انقیاد ہے۔ عزیز کا نام تبدیل کیا کیونکہ وہ اسمائے باری تعالیٰ میں سے ہے۔

عبدالعزیز کہنا مناسب ہے اور اس لیے کہ وہ عزت و غلبے پر دلالت کرتا ہے اور بندوں میں خضوع اور فروتنی ہونی چاہیے۔اسی طرح حمید یہ بھی اسماء وصفات الٰہی میں سے ہے۔عبدالحمید نام رکھنا مناسب ہے اس طرح کریم اس کا بھی یہی حکم ہے۔عتلہ نام کو تبدیل کیا کیونکہ اس میں غلظت وشدت ہے اور مؤمن میں نرمی ہونے چاہیے اور شیطان اور حکم نام تبدیل کیا' حکم اس لیے کہ وہ حاکم کا مبالغہ ہے اور حقیقی حاکم ذات باری تعالیٰ ہے اور حکم بھی اسی ہی کا چلتا ہے تو جب ابوالحکم کو بدل دیا تو حکم کو تو بدرجہ اولیٰ بدلا جائے گا اسی طرح غراب یعنی کوا یہ پرندوں میں مردار اور نجاست خور ہے اور دوسرا اس کا معنی دوری کا بھی ہے اور حباب نام کو بھی بدلا کیونکہ وہ شیطان کا نام ہے اور سانپ کو بھی کہتے ہیں اور شہاب نام بھی بدلا کیونکہ یہ شعلے کو کہا جاتا ہے جس سے شیطان کو مارا جاتا ہے۔اگر یہ اضافت سے استعمال ہو تو درست ہے مثلاً شہاب الدین

زعموا' بری سواری ہے

۴۶۶۳/۲۶ وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ اَوْ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ لِاَبِیْ مَسْعُوْدٍ مَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِیْ زَعْمُوْا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ بِئْسَ مَطِیَّةُ الرَّجُلِ۔ (رواہ ابوداؤد وقال ان اباعبد اللّٰه حذیفة)

أخرجه البغوی فی شرح السنة ۱۲/ ۳۶۱ الحدیث رقم ۳۳۹۲، وأحمد فی المسند ۴/ ۱۱۹۔

ترجمہ: حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یا حضرت ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لفظ زعموا کے متعلق کچھ فرماتے ہوئے سنا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ مرد کی بری سواری ہے۔ ابوداؤد نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ ابوعبداللہ سے مراد حذیفہ بن یمان ہیں۔

تشریح ۞ **یَقُوْلُ فِیْ زَعْمُوْا** : زعموا کے لفظ کی نسبت لوگوں کی طرف کر کے اس طرح بولتے ہیں کہ زعم فلان اور زعموا کذا' زعم کے معنی میں کہنا یہ باطل اور سچی جھوٹی بات پر بولا جاتا ہے اکثر شک والی بات میں یہ لفظ بولا جاتا ہے (قاموس، نهایه، صراح) ایک صحابی نے دوسرے سے پوچھا کہ زعموا کے متعلق حضور نے کیا فرمایا تو انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **بئس مطیة الرجل** : عموا کے لفظ کو جو کلام کی ابتداء میں لایا جائے بدترین سواری سے تشبیہ دی۔جس طرح منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے سواری کام آتی ہے لوگ زعموا مقدمہ کلام میں استعمال کر کے اپنی غرض کو حاصل کرتے ہیں جس کلام میں جزم و یقین نہ ہو بے سند بات ہو اس میں اس لفظ کو استعمال کیا جاتا ہے۔آدمی کو چاہیے کہ روایت و حکایت میں احتیاط کا دامن تھام کر رکھے۔بغیر اعتماد و اتقان کے روایت نہ کرے امثلہ میں کہا گیا: **زعموا مطیة الکذب** ۔دوسرا معنی یہ ہے کہ آدمی کو زعم و گمان کی نسبت دوسرے کی طرف نہ کرنی چاہیے کہ اس طرح کہے: **زعم فلان کذا**۔مگر جبکہ اس کی دروغ گوئی کا یقین رکھتا ہو۔لوگوں کو اس کے جھوٹ سے بچنا اور پرہیز کرنا چاہیے۔اس مصلحت کو سامنے رکھ کر زعم کی نسبت درست ہوگی جیسا کہ محدثین کرتے ہیں۔

مشیت میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو

۴۶۶۴/۲۷ وَعَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا مَاشَاءَ اللّٰهُ وَ شَآءَ فُلَانٌ وَ لٰكِنْ قُوْلُوْا مَاشَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ شَآءَ فُلَانٌ (رواه احمد وابوداؤد وفى رواية منقطعا) قَالَ لَا تَقُوْلُوْا مَاشَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ وَقُوْلُوْا مَاشَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهُ۔

(رواه فى شرح السنة)

أخرجه ابوداوٗد فى السنن ٥/٢٥٩ الحديث رقم ٤٩٨٠، واحمد فى المسند ٥/٣٨٤۔ أخرجه البغوى فى شرح السنة١٢/٣٦١،والدارمى ٢/٣٨٢ الحديث رقم ٢٦٩٩، واحمد فى المسند ٤/٢٨٩۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا تَقُوْلُوْا مَاشَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ مت کہو بلکہ اس طرح کہو: مَاشَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ شَآءَ فُلَانٌ ۔(تاکہ مشیت میں شرکت لازم نہ آئے) یہ احمد، ابوداؤد کی روایت ہے ایک منقطع روایت ہے کہ: لَا تَقُوْلُوْا مَاشَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ بلکہ صرف اس طرح کہو ماشاء اللہ، جو اللہ تعالیٰ نے چاہا۔(شرح السنۃ)

منافق کو سیّد کہنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں

۴۶۶۵/۲۸ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا لِلْمُنَافِقِ سَيِّدٌ فَاِنَّهٗ اِنْ يَّكُ سَيِّدًا فَقَدْ اَسْخَطْتُمْ رَبَّكُمْ۔ (رواه ابوداؤد)

أخرجه ابوداوٗد فى السنن ٥/٢٥٧ الحديث رقم ٤٩٧٧، واحمد فى المسند ٥/٣٤٦۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی منافق کو سید (سردار) نہ کہو اگر وہ تمہارے ہاں سردار ہے تو تم نے اپنے رب کو ناراض کیا۔(ابوداؤد)

تشریح ۞ لَا تَقُوْلُوْا لِلْمُنَافِقِ سَيِّدٌ :منافق کو سید (سردار) کہنے کی ممانعت فرمائی کیونکہ وہ تعظیم کا حقدار نہیں۔ اگر وہ ویسے بھی سردار نہ ہو تو یہ جھوٹ اور نفاق بھی ہوگا۔ظاہر یہ ہے کہ کافر اور فاسق مجاہر بھی منافقین کا حکم رکھتا ہے خاص منافق کو ذکر کیا کیونکہ اس کا کفر پوشیدہ ہے اور اس کی تعریف و مدح کا احتمال تھا اس لئے اسے سید کہنے کی ممانعت کر دی گئی۔

الفصل الثالث:

حزن نام نہ بدلنے کا خمیازہ

۴۶۶۶/۲۹ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ شَيْبَةَ قَالَ جَلَسْتُ اِلٰى سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ فَحَدَّثَنِيْ اَنَّ

جَدَّهٗ حَزْنًا قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اسْمُكَ قَالَ اِسْمِیْ حَزْنٌ قَالَ بَلْ اَنْتَ سَهْلٌ قَالَ مَا اَنَا بِمُغَيِّرٍ اسْمًا سَمَّانِيْهِ اَبِیْ قَالَ ابْنُ الْمُسَيِّبِ فَمَا زَالَتْ فِيْنَا الْحُزُوْنَةُ بَعْدُ۔

(رواه البخاری)

۴۷۸۱: أخرجه البخاری فی صحيحه ۱۰/۵۷۵ الحديث رقم ۶۱۹۳ و ابوداؤد فی السنن ۵/۲۴۱ الحديث رقم ۴۹۵۶، واحمد فی المسند ۵/۴۳۳۔

ترجمہ: حضرت عبدالحمید بن جبیر بن شیبہؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت سعید بن المسیّب کے پاس موجود تھا کہ انہوں نے یہ روایت بیان کی کہ میرے دادا جن کا نام حزن تھا وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ نے ان کا نام دریافت کیا تو انہوں نے حزن بتایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا حزن اچھا نام نہیں ہے بلکہ میں تمہارا نام سہل رکھتا ہوں۔ میرے دادا نے کہا کہ میرے باپ نے میرا جو نام رکھا ہے میں اس کو بدل نہیں سکتا۔ حضرت سعید ؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سے اب تک ہمارے خاندان میں ہمیشہ سختی رہی۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ❁ حَزْنٌ: سخت زمین اور سَهْلٌ: نرم زمین کو کہتے ہیں۔ اس نے آپ کا پسند کیا ہوا نام نہ رکھا یہ اس کی بد نصیبی تھی اور اس کا اثر خاندان پر سختی کی شکل میں باقی رہا۔ ۲ ممکن ہے قبول نہ کرنا اس وجہ سے ہوا کہ ابھی انہوں نے نئی نئی ہجرت کی تھی اور ابھی صدق ایمان اور تہذیب اخلاق سے مشرف نہ ہوئے تھے۔

انبیاء علیہم السلام کے ناموں پر نام رکھو

۴۶۶۷/۳۰ وَعَنْ اَبِیْ وَهْبِ الْجُشَمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَمَّوْا بِاَسْمَآءِ الْاَنْبِيَاءِ وَاَحَبُّ الْاَسْمَآءِ اِلَى اللّٰهِ عَبْدُاللّٰهِ وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ وَاَصْدَقُهَا حَارِثٌ وَهَمَّامٌ وَاَقْبَحُهَا حَرْبٌ وَمُرَّةٌ۔ (رواه ابوداؤد)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ۵/۲۳۷ الحديث رقم ۴۹۵۰، واحمد فی المسند ۴/۳۴۵۔

ترجمہ: حضرت ابووہب جشمی ؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انبیاء کے ناموں پر اپنے نام رکھو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین نام عبداللہ اور عبدالرحمان ہیں نیز زیادہ سچے نام حارث اور ہمام ہیں اور سب سے برے نام حرب اور مرہ ہیں۔ (ابوداؤد)

تشریح ❁ تَسَمَّوْا بِاَسْمَآءِ الْاَنْبِيَاءِ: انبیاء علیہم السلام والے نام رکھو۔ ملائکہ والے نہیں۔ اسی طرح جاہلیت والے نام کلیب، کلب، حمار، عبدشمس وغیرہ نہ رکھے جائیں۔ اچھے نام عبداللہ وعبدالرحمان، سچے نام حارث کسب کرنے والا ہمام یعنی پختہ قصد کرنے والا کیونکہ کوئی شخص کسب وقصد سے خالی نہیں اس لئے ان کو واقع کے مطابق ہونے کی وجہ سے اصدق فرمایا۔

حرب، مرہ: یہ لڑائی، جھگڑا، قتل وجدال اور کڑواہٹ پر مشتمل ہیں اس لئے ان کو بھی ناپسند فرمایا۔

بَابُ الْبَيَانِ وَالشِّعْرِ

بیان وشعر کے احکام

بیان کا معنی، کشف وظہور، وضاحت ہے۔ بیان کھل کر بات کرنا اور فصاحت سے بات کرنا جیسا کہتے ہیں: **فلان ابین من فلان ای فصح من فلان کَلَامًا**۔

شعر: لغت میں دانائی، شاعر، دانا، ذھین۔

اصطلاح میں شعر کلام موزوں ومقفّٰی کو کہا جاتا ہے جس کی موزونیت کا قصد کیا جائے۔ قرآن مجید کی بعض سورتیں موزوں نظر آتی ہیں مگر یہاں موزونیت مقصود نہیں۔

الفصل الاول:

بیان بھی ایک قسم کا جادو ہے

۴۶۶۸/ا عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَدِمَ رَجُلَانِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَخَطَبَا فَعَجِبَ النَّاسُ لِبَيَانِهِمَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۲۳۷/۱۰ الحدیث رقم ۵۷۶۷ و ابوداوٗد فی السنن ۲۷۷/۵ الحدیث رقم ۵۰۱۱، والترمذی فی ۳۲۹/٤ الحدیث رقم ۲۰۲۸ و مالك فی ۹۸۱/۲ الحدیث رقم ۷، واحمد فی المسند ۲٦۳/٤۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر ؓ کہتے ہیں کہ مشرق کی جانب سے دو شخص آئے اور ہر دو نے خطبہ دیا تو لوگوں کو ان کی فصاحت بیانی پر تعجب ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا بعض بیان جادو ہوتے ہیں یعنی بہت جلد طبائع پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ (بخاری)

تشریح ۞ اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا : آپ ﷺ نے یہ بات اس وقت فرمائی جب وفد بنوتمیم آیا۔ اس میں ایک شخص حصین بن بدی تھا جس کو زبرقان کہتے تھے اور دوسرے شخص کا نام عمرو بن اہتم تھا۔ زبرقان نے اپنے فضائل ومحامد بیان کیے اور خوب فصاحت سے اپنا فخر ظاہر کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں ایسا ہوں ایسا ہوں اور عمرو اس بات سے واقف ہے۔ پھر عمرو نے نہایت فصاحت وبلاغت سے اس کا جواب دیا اور اس کی اس طرح مذمت کی کہ زبرقان کہہ اٹھا کہ یہ شخص میرے فضائل کو بخوبی جانتا ہے۔ لیکن حسد کی وجہ سے اس طرح کہتا ہے اس پر آپ ﷺ نے فرمایا بعض بیان تو گویا سحر ہوتے ہیں کہ جس سے لوگوں کے دلوں پر حالات بدل جاتے ہیں جیسا کہ سحر آدمی کو ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل کر دیتا ہے اسی طرح بعض بیان

انسان کے دل کو پھیر دیتے ہیں۔

نوعیتِ کلام: یہ جملہ آپ نے بیان کی مدح میں فرمایا یا مذمت میں' اس میں اختلاف ہے اور دونوں جانب کا احتمال پایا جاتا ہے۔ صورت مدح یہ ہے کہ بعض بیان دلوں کو مائل کرنے میں سحر کی طرح ہیں اور مثال پیش کرنے سے عاجز کر دیتے ہیں۔ یہ مدح و تعریف ہے اور اگر بیان میں حق بات کہی گئی تو درست ہے اور اگر باطل بات کہی جیسا کہ فرمایا: **الشعر هو كلام فحسنه حسن و قبيحه قبيح۔**

بعض شعر حکمت ہیں

۴۶۶۹/۲ وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً۔

(رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحيحه ۱۰/۵۳۷ الحديث رقم ۶۱۴۵ و ابوداؤد فی السنن ۵/۲۷۶ الحديث رقم ۵۰۱۰، والترمذی فی ۵/۱۲۶ الحديث رقم ۲۸۴۴ و ابن ماجه ۲/۱۲۳۵ الحديث رقم ۳۷۵۵، والدارمی فی ۲/۳۸۳ الحديث رقم ۲۷۰۴، واحمد فی المسند ۵/۱۲۵۔

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **بعض شعر حکمت والے ہوتے ہیں۔ (بخاری)**

تشریح ۞ **اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً** یعنی تمام اشعار برے نہیں ہوتے بلکہ بعض ان میں فائدہ مند بھی ہوتے ہیں۔ (مولانا)

تکلف سے گفتگو کرنے والا ہلاک ہوا

۴۶۷۰/۳ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ قَالَهَا ثَلٰثًا۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم فی صحيحه ۴/۲۰۵۵ الحديث رقم ۲۶۷۰۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تکلف سے گفتگو کرنے والے ہلاک ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہ بات دہرائی۔ (مسلم)

تشریح ۞ **اَلْمُتَنَطِّعُوْنَ** : وہ لوگ جو کلام میں تکلف کرنے والے اور ریا کاری اور تصنع کے طور پر عبارت آرائی کرنے والے اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے والے ہیں۔

علامہ طیبی کہتے ہیں: اس سے انتہائی غلو کرنے والے اور فضول و بے کار باتوں میں مبتلا ہونے والے لوگ مراد ہیں۔

۴۶۷۱/۴ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهِ بَاطِلٌ۔ (متفق عليه)

أخرجه البخاري في صحيحه ۵۳۷/۱۰ الحديث رقم ۶۱۴۷ و مسلم في ۱۷۶۸/۴ الحديث رقم (۲-۲۲۵۶) والترمذي في السنن ۱۲۸/۵ الحديث رقم ۲۸۴۹ و ابن ماجه ۱۲۳۵/۲، الحديث رقم ۳۷۵۷۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شاعر نے جو سچی بات کہی ان میں سب سے زیادہ سچی بات وہ ہے جو: اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَّا خَلَا اللّٰهِ بَاطِلٌ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز فانی ہے۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ❁ یہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ زمانہ جاہلیت واسلام میں معزز ونہایت مکرم رہے۔ ایک سو ستاون سال کی عمر میں وفات پائی۔ اسلام لانے کے بعد بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے شعر کہنا چھوڑ دیا۔

ترمذی کی بعض روایات میں یہ اشعار ہیں

الا كل شيء ما خلا الله باطل ☆ وكل نعيم لا محالة زائل

ولقد سئامت من الحيوة وطولها ☆ وسوال هذا لناس كيف لبيد

''اللہ تعالیٰ کے سواء ہر چیز کو فناء ہے۔ ہر دنیاوی نعمت کو زوال ہے۔ میں البتہ زندگی اور اس کی درازی سے اور لوگوں کے یہ کہنے سے اکتا گیا ہوں کہ لبید کیسا ہے''۔

امیہ بن صلت کے اشعار کا سننا

۵/۴۶۷۲ وَعَنْ عَمْرِوبْنِ الشُّرَیْدِ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ رَدِفْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمًا فَقَالَ هَلْ مَعَكَ مِنْ شِعْرِ اُمَیَّةَ بْنِ اَبِی الصَّلْتِ شَیْءٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ هِیْهِ فَاَنْشَدْتُّهٗ بَیْتًا فَقَالَ هِیْهِ ثُمَّ اَنْشَدْتُّهٗ فَقَالَ هِیْهِ حَتّٰی اَنْشَدْتُّهٗ مِائَةَ بَیْتٍ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ۱۷۶۷/۴ الحديث رقم (۱-۲۲۵۵) و ابن ماجه في السنن ۱۲۳۶/۲ الحديث رقم ۳۷۵۸، واحمد في المسند ۳۹۰/۴۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شرید اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دن میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا: کیا تمہیں امیہ بن صلت کا کچھ کلام یاد ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پڑھو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے ایک شعر پڑھ کر سنایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور سناؤ میں نے پھر سنایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا اور سناؤ یہاں تک کہ میں نے اس کے ایک سو اشعار سنائے۔ (مسلم)

تشریح ❁ هِیْهِ: یہ اصل میں ایہ ہے الف کو حذف کر کے ھا تنبیہ کو لگا دیتے ہیں یہ ھات کے معنی میں آتا ہے اور کہو: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بار مزید کہنے کا فرمایا اس سے ثابت ہوا کہ حکمت والے اشعار کو سننے میں حرج نہیں۔ خواہ ان کا کہنے والا کافر و فاسق ہو۔

امیہ بن صلیت جاہلی شعراء میں سے مشہور شاعر ہے۔ اس نے اہل کتاب سے عبادت کے طریقے سیکھے۔ یہ اہل کتاب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھتا رہتا تھا۔ اس کا گمان یہ تھا کہ ہمارے قبیلہ میں پیغمبر ہوگا مگر جب آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو آپ کا تعلق قبیلہ قریش سے تھا۔ حسد وعناد کی وجہ سے انکار کر دیا اور بدبختی غالب آئی اور ایمان سے محروم رہا۔ یہ پہلا شخص تھا جس

نے عرب جاہلیت میں اپنے خط پر: باسمك اللهم لکھا۔ آپ ﷺ نے اس کے متعلق فرمایا: امن شعرہ و کفر قلبه۔ اس کے اشعار ایمان والے اور اس کا دل کفر والا تھا۔

رِجز کا زبان پر لانا

۶/۴۶۷۳ وَعَنْ جُنْدُبٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ فِیْ بَعْضِ الْمَشَاهِدِ وَقَدْ دَمِیَتْ اِصْبَعُهٗ فَقَالَ هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِیْتِ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَا لَقِیْتِ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۹/۶ الحدیث رقم ۲۸۰۲ و مسلم فی ۱۴۲۱/۳ الحدیث رقم (۱۱۲-۱۷۹۶)، واحمد فی المسند ۳۱۲/۴۔

ترجمہ: حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی انگلی مبارک سے کسی معرکہ میں خون بہنے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا تو تو ایک انگلی ہی ہے جو کہ خون آلود ہوئی ہے اور یہ تکلیف تجھے اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش آئی ہے۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ❁ هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ: غزوہ احد میں آپ کی انگلی زخمی ہوگئی تو اسے خطاب کرتے ہوئے بطور استعارہ یا بطور حقیقت خطاب فرما کر اسے تسلی دے رہے تھے مطلب یہ ہے کہ یہ خون آلودگی تیرے لیے آسان ہے کیونکہ تو ہلاکت وقطع سے محفوظ رہی ہے اور یہ خون آلودگی بھی ضائع ہونے والی نہیں بلکہ راہ خدا میں ہے جس کا ثواب یقیناً ملے گا۔ جیسا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَا لَقِیْتِ۔ سے ظاہر ہو رہا ہے اس سے امت کو تلقین فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخم آئے تو صبر وضبط سے کام لیں۔

اشکال: یہ تو شعر ہے اور آپ کو شعر سکھائے نہیں گئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وما علمناه الشعر ......

الجواب: شعر تو وہ ہوتا ہے جس میں آدمی موزونیت کا قصد کر کے کوئی موزوں کلام لائے جبکہ یہ کلمات آپ کی زبان مبارک سے بلاقصد جاری ہوئے پس یہ رجز یہ کلمات ہیں جو اشعار میں داخل نہیں۔ ۳ علامہ طیبی کہتے ہیں جو کبھی کہیں شعر کہے وہ شاعر نہیں ہوتا اور آیت کی مراد یہ ہے کہ آپ شاعر نہیں۔ ۴ یہ عبداللہ ابن رواحہ کا شعر ہے۔ کذا ذکرہ السیوطی کسی دوسرے کا شعر بھی آپ کی زبان پر نہیں آسکتا یہ دعویٰ خود محل نظر ہے۔ اوپر کی روایت میں لبید کا شعر پڑھنا ثابت ہو رہا ہے۔

اے حسانؓ! مشرکین کی ہجو کرو

۷/۴۶۷۴ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ یَوْمَ قُرَیْظَةَ لِحَسَّانِ بْنِ ثَابِتٍ اُهْجُ الْمُشْرِکِیْنَ فَاِنَّ جِبْرِیْلَ مَعَكَ وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لِحَسَّانٍ اَجِبْ عَنِّیْ اَللّٰهُمَّ اَیِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۳۰۴/۶ الحدیث رقم ۳۲۱۲ و مسلم فی ۱۹۳۳/۴ الحدیث رقم (۵۱-۴۲۸۵)۔

ترجمہ: حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے قریظہ کے دن حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم مشرکین کی ہجو کرو بلاشبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تمہارے معاون ہیں یعنی القاء والہام سے اور جناب رسول

اللہ ﷺ حسان کو فرماتے میری طرف سے تم مشرکین کی بات کا جواب دو اور پھر یوں دعا فرماتے۔ اے اللہ! ان کی جبرائیل کے ذریعے مدد فرما۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ یَوْمَ قُرَیْظَۃَ :یہ یہود کا ایک قبیلہ ہے جنہوں نے غزوہ خندق کے موقع پر غداری کی جس کی سزا میں اختتام غزوہ احزاب پر ان کا پچیس روز محاصرہ کیا گیا پھر حضرت سعد کے فیصلہ کے مطابق ان کو قتل کیا گیا۔

حسان: یہ مشہور انصاری صحابی شاعر رسول اللہ ﷺ ہیں ایک سو بیس سال عمر پائی نصف اسلام اور نصف کفر میں۔

روح القدس: روح سے جبرئیل امین مراد ہیں تمام جو انبیاء علیہم السلام پر وحی لانے والے ہیں۔ القدس: مقدس کے معنی میں ہے اس سے مراد ذات باری تعالیٰ ہے۔ یہ اضافت تشریفی ہے جیسے روح اللہ۔ قدس روح ہی کی صفت ہو تو اضافت لزوم کے لئے ہوگی۔

ہجو یہ اشعار تیر سے زیادہ سخت

۴۶۷۵/۸ وَعَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اهْجُوْا قُرَيْشًا فَاِنَّهٗ اَشَدُّ عَلَيْهِمْ مِنْ رَشْقِ النَّبْلِ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ٤/١٩٣٥ الحديث رقم (١٥٧-٢٤٩٠)۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم قریش کی ہجو کرو اور وہ ان کے لئے تیر مارنے سے زیادہ سخت ہے۔ (مسلم)

تشریح ۞ اهْجُوْا قُرَيْشًا :اس سے ثابت ہوا کہ کفار کی ہجو و مذمت جائز ہے مگر دشمنانِ دین کی ہجو اس وقت کرنی چاہیے جب کہ وہ مسلمانوں کی ہجو کریں اس سے پہلے ہجو نہ کی جائے تا کہ یہ بات ان کو ہجو پر آمادہ کرنے والی نہ بن جائے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ [الأنعام: ١٠٨]

جب تم اللہ اور رسول کا دفاع کرتے ہو تو روح القدس تمہارے معاون ہوتے ہیں

۴۶۷۶/۹ وَعَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِحَسَّانَ اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ لَا يَزَالُ يُؤَيِّدُكَ مَا نَافَحْتَ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ هَجَاهُمْ حَسَّانٌ فَشَفٰى وَاشْتَفٰى۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ٤/١٩٣٥ الحديث رقم (١٥٧-٢٤٩٠)۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہوئے سنا کہ جب تک تم اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے دفاع کرتے ہو تو روح القدس تمہاری معاونت کرتے ہیں اور میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ حسان نے ان کی ہجو کر کے شفا دی اور شفا پائی۔ یعنی سکون و اطمینان کا سامان مہیا کیا۔ (مسلم)

تشریح ۞ اس میں دو باتیں فرمائیں: ① جب تم کفار و قریش کی ہجو کرتے ہو تو اللہ کی طرف سے جبرئیل تمہاری معاونت کرتے ہیں۔ ② کفار کی ہجو ان کی مذمت سے شفاء دے کر سکون بخشنے والی تھی۔

کہیں شیطان تمہیں اپنا وکیل نہ بنا لے

۴۶۷۷/۱۰ وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْقُلُ التُّرَابَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَتّٰى اغْبَرَّ بَطْنُهٗ يَقُوْلُ

وَاللّٰهِ لَوْلَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا ☆ وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا ☆ وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّاقَيْنَا

اِنَّ الْاُوْلٰى قَدْبَغَوْا عَلَيْنَا ☆ اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا

يَرْفَعُ صَوْتَهٗ بِهَا اَبَيْنَا اَبَيْنَا۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۳۹۹/۷ الحدیث رقم ٤١٠٤ ومسلم فی ۱٤۳۰/۳ الحدیث رقم (۱۲۵-۱۸۰۳) واحمد فی المسند ۳۰۲/٤۔

ترجمہ: حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کے دن خندق سے مٹی منتقل کر رہے تھے یہاں تک کہ آپ کا پیٹ مبارک بھی مٹی سے آلودہ ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم زبان سے یہ الفاظ فرماتے جا رہے تھے۔ اگر اللہ ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ ہم صدقہ کرتے اور نہ ہم نماز پڑھتے اے اللہ! اپنا سکینہ ہم پر نازل فرما اور اگر دشمن سے ہمارا سامنا ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھنا کفار نے ہم پر سرکشی کی ہے اور انہوں نے جب ہمیں فتنے میں ڈالنا چاہا تو ہم نے اس سے انکار کر دیا اور یہ لفظ (ابینا) بار بار اور بلند آواز سے فرماتے۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ يَرْفَعُ صَوْتَهٗ: ھا کا مرجع ابینا کا کلمہ ہے اور پہلے ابینا سے پہلے قائلاً مقدر ہے یعنی تاکید کے لئے یہ کلمہ تاکید و تلذذ کے لئے اور سنانے کے لئے کہا جاتا تھا۔

(۱) طیبی کا قول: ھا کی ضمیر کا مرجع اشعار ہیں اور ابینا ابینا حال ہے یعنی خاص کرتے ہوئے لفظ ابینا کو۔

۳ جہاد پر ابھارنے کے لیے بلند آواز سے رجز درست ہے۔

اصل زندگی آخرت کی ہے

۴۶۷۸/۱۱ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ جَعَلَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ يَحْفِرُوْنَ الْخَنْدَقَ وَيَنْقُلُوْنَ التُّرَابَ وَ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا يَقُوْلُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُجِيْبُهُمْ اَللّٰهُمَّ لَاعَيْشَ اِلَّاعَيْشُ الْاٰخِرَةِ فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ٤٦/٦ الحدیث رقم ۲۸۳۵ و مسلم فی ۱٤۳۲/۳ الحدیث رقم (۱۳۰-۱۸۰۵)

واحمد فی المسند ۳/۱۷۲۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مہاجرین وانصار خندق کھود رہے تھے اور اس کی مٹی کو منتقل کر رہے تھے اور زبان پر یہ کلمات تھے: نَحْنُ الَّذِيْنَ یعنی ہم ہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جہاد پر بیعت کی ہے اور یہ اس وقت تک کے لئے ہے جب تک ہم زندہ ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو جواب دیتے ہوئے فرماتے اے اللہ! اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے پس تو انصار و مہاجرین کی بخشش فرما۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ لَاعَيْشَ اِلَّاعَيْشُ الْاٰخِرَةِ: ان کلمات میں انصار و مہاجرین کو آنے والی ان مشقتوں پر تسلی دی جا رہی ہے کہ اصل زندگی تو آخرت کی ہے دنیا کا دکھ سکھ حقیقی نہیں بلکہ عارضی ہے۔

خراب اشعار کی مذمت

۴۶۷۹/۱۲وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يَمْتَلِیءَ جَوْفُ رَجُلٍ قَيْحًا يَرِيْهِ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ يَمْتَلِیءَ شِعْرًا۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/۵۴۸ الحدیث رقم ۶۱۵۵ ومسلم فی ۴/۷۶۹ الحدیث رقم (۷-۲۲۵۷) وابوداوٗد فی السنن ۵/۲۷۶ الحدیث رقم ۵۰۰۹، والترمذی فی ۵/۱۲۹ الحدیث رقم ۲۸۵۱ و ابن ماجه فی ۲/۱۲۳۶ الحدیث رقم ۳۷۵۹، والدارمی فی ۲/۳۸۴ الحدیث رقم ۲۷۰۵، واحمد فی المسند ۱/۱۷۵۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ کسی آدمی کے پیٹ کا پیپ سے بھر جانا جس سے وہ گندا ہو جائے وہ اس سے بہتر ہے کہ اس کا پیٹ شعروں سے بھرا ہوا ہو۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ يَمْتَلِیءَ شِعْرًا: ① اس سے مراد وہ اشعار ہیں جن میں مشغول رہ کر قرآن مجید اور علوم شرعیہ سے محروم رہے ایسی صورت میں ہر طرح کا شعر برا ہے۔ ② برے مضامین والے ہجویہ، عشقیہ غزلیہ اشعار جن میں فحش اور کفریہ شرکیہ مضامین اور ناشائستہ معانی ہوں۔

الفصل الثانی:

مؤمن کا زبان سے جہاد

۴۶۸۰/۱۳عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ قَالَ لِلنَّبِیِّ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ اَنْزَلَ فِی الشِّعْرِ مَا اَنْزَلَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ يُجَاهِدُ بِسَيْفِهٖ وَلِسَانِهٖ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَكَاَنَّمَا تَرْمُوْنَهُمْ بِهٖ نَضْحَ النَّبْلِ (رواه فی شرح السنة وفی الانتیعاب الابن عبدالبر انه) قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَاذَا تَرٰى فِی الشِّعْرِ فَقَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ يُجَاهِدُ بِسَيْفِهٖ وَلِسَانِهٖ۔

أخرجه البغوی فی شرح السنة ۳۷۸/۱۲ الحدیث رقم ۳٤۰۹، واحمد فی المسند ٤٥٦/۳۔

ترجمہ: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اشعار سے متعلق وہ آیات اتاریں جو اتاریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن اپنی تلوار اور زبان دونوں سے ہی جہاد کرتا ہے مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کی قبضہ قدرت میں میری جان ہے! گویا تم ان اشعار سے کفار کو تیروں سے مارتے ہو۔ یہ شرح السنۃ کی روایت ہے اور ابن البر نے استیعاب میں نقل کیا کہ کعب نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! شعر کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ مؤمن اپنی تلوار اور زبان سے جنگ کرتا ہے۔

تشریح ۞ اِنَّ الْمُؤْمِنَ يُجَاهِدُ بِسَيْفِهٖ :علماء نے تحریر فرمایا ہے کہ زمانہ نبوت میں تین صحابہ اسلام کے ممتاز شعراء میں سے تھے: ① حسان بن ثابت۔ ② عبداللہ بن رواحہ۔ ③ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ۔ یہ اپنے اشعار کے ذریعہ کفار کو ڈراتے اور ان پر رعب ڈالتے تھے اور حسان بن ثابت نے کفار کے انساب میں طعن کے تیر مارے اور عبداللہ بن رواحہ توبیخ وزجر کا ہتھوڑا رسید کرتے تو حضرت کعب بن مالک نے قبیح اشعار کی شکایت کی غرض اور اپنے حال پر تاسف کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے شعراء کی مذمت میں یہ آیات اتاری ہے: ﴿وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ﴾ (الشعرا: ۲۲٤) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کفار کی ہجو و مذمت اور تائید دین کے لئے کہے جانے والے اشعار جہاد کا حکم رکھتے ہیں۔ نہ ایسا شعر مذموم ہے اور کہنے والا گنہگار و مجرم ہے کہ اس آیت کا مصداق بنے چنانچہ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے استثناء فرمایا: اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا ...... اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تسلی کے لئے اس کو تاکید سے اس طرح ذکر فرمایا: والذی نفسی بیدہ...... کہ یہ تمہارے اشعار رمی نبال سے کچھ کم نہیں۔

فحش گوئی نفاق کا شعبہ ہے

۴۶۸۱/۴اوَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحَيَاءُ وَالْعِیُّ شُعْبَتَانِ مِنَ الْاِيْمَانِ وَالْبَذَاءُ وَالْبَيَانُ شُعْبَتَانِ مِنَ النِّفَاقِ۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ۳۲۹/٤ الحدیث رقم ۲۰۲۷، واحمد فی المسند ۲۶۹/٥۔

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ حیا اور زبان کو قابو میں رکھنا ایمان کے دو شعبے ہیں اور فحش گوئی اور بکواس نفاق کے دو شعبے ہیں۔ (ترمذی)

تشریح ۞ اَلْحَيَاءُ :حیاء کا ایمان کی شاخ ہونا ظاہر ہے۔ہم نے کتاب الایمان میں اس کو ذکر کیا۔ باقی زبان کا روک کر رکھنا ایمان کا شعبہ ہے اور فحش گوئی اور بے فائدہ بکواس یہ نفاق کے شعبے ہیں' اس کی وجہ یہ ہے مؤمن حیاء اور انکسار اور مسکینی اور شغل عبادت اور اصلاح باطن کی وجہ سے اپنی بات کو بیان کرنے اور زوردار انداز سے وضاحت سے عاجز ہوتا ہے اور مبالغہ آمیزی اور زبان کی تیزی نہیں دکھا سکتا وہ بری باتوں سے گریز کرتا ہے۔اس کے بالمقابل منافق فحش گو، دلیر زبان آور اور چرب زبان ہوتا ہے۔

قیامت میں مُنہ پھٹ ومتکبر مجھ سے دُور

۴۶۸۲/۱۵ وَعَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَحَبَّكُمْ اِلَیَّ وَاَقْرَبُكُمْ مِنِّیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَحَاسِنُكُمْ اَخْلَاقًا وَاِنَّ اَبْغَضَكُمْ اِلَیَّ وَاَبْعَدَكُمْ مِنِّیْ اَسَاوِيْكُمْ اَخْلَاقًا الثَّرْثَارُوْنَ الْمُتَشَدِّقُوْنَ الْمُتَفَيْهِقُوْنَ (رواه البيهقى فى شعب الايمان وروى الترمذى نحوه عن جابر وفى رواية) قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ عَلِمْنَا الثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ فَمَا الْمُتَفَيْهِقُوْنَ قَالَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ۔

أخرجه احمد فى المسند ٤/١٩٣، والبيهقى فى شعب الايمان ٤/٢٥٠ الحديث رقم ٤٩٦٩ ـ أخرجه الترمذى فى السنن ٤/٣٢٥ الحديث رقم ٢٠١٨ ـ

ترجمہ: حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے سب سے زیادہ میرے ہاں پسندیدہ اور قیامت میں سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جو تم میں اخلاق کے اعتبار سے اچھے ہیں اور تم میں سب سے زیادہ میرے ہاں مبغوض اور مجھ سے نہایت دور وہ لوگ ہوں گے جو برے اخلاق والے منہ پھٹ اور فراخ گو اور متکبر ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم ثرثارون اور متشدقون کو تو جانتے ہیں؟ المتفیہقون کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا اس سے مراد متکبر لوگ ہیں۔ یہ بیہقی کی روایت ہے اور اسی طرح کی روایت ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کی ہے۔

تشریح ۞ **الْمُتَفَيْهِقُوْنَ** : فهق منہ بھر کر کلام کرنا اور سخن میں فراخی اختیار کرنا۔ کلام میں تصنع اور تکلف، تکبر کی وجہ سے آتا ہے اس لیے اس کی تفصیل لازمِ معنی سے کر دی گئی اس سے معلوم ہوا کہ بکواس بے فائدہ اور تصنع و بناوٹ اور تکلف کی خاطر سجع بندی میں قابل مذمت ہیں البتہ وعظ وخطبہ کو دلوں میں مؤثر بنانے اور نرمی پیدا کرنے کے لئے اگر ایسا کیا جائے تو وہ حسن نیت کی وجہ سے مکروہ نہیں لیکن اس میں بھی لوگوں کی سمجھ کے مطابق کلام کرنا چاہیے۔ اَن پڑھوں کے سامنے مشکل لغات کا استعمال اور سجع بندی درست نہیں۔

اَلْمُتَشَدِّقُوْنَ : وہ شخص جو تصنع سے کلام کرنے والا ہو۔

الثَّرْثَارُ : جو کثرت سے کلام کرے۔

زبان سے کھانے والوں کا خروج

۴۶۸۳/۱۶ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَخْرُجَ قَوْمٌ يَاْكُلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ كَمَا تَاْكُلُ الْبَقَرَةُ بِاَلْسِنَتِهَا۔ (رواه احمد)

أخرجه احمد فى المسند ١/١٨٤ـ

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ ایسے لوگ نہ نکلیں جو اپنی زبانوں سے اس طرح کھائیں گے جس طرح کہ گائے اپنی زبان سے کھاتی ہے۔ (احمد)

تشریح ۞ يَاكُلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ :یعنی اپنی زبانوں کو کھانے کا ذریعہ بنائیں گے یعنی لوگوں کی جھوٹی سچی تعریف کریں گے فصاحت و بلاغت کو ظاہر کریں گے تا کہ لوگوں کو اپنے جال میں پھانسیں اور ان سے دنیا حاصل کریں۔ گائے کے کھانے سے تشبیہ دی کہ جیسے وہ اپنی زبان سے چرتی ہے اور چارے میں سے تر اور خشک شیریں اور تلخ کی تمیز نہیں کرتی اسی طرح یہ لوگ بھی اپنی زبانوں کو اپنے مقاصد کے حصول کا ذریعہ بنائیں گے اور اس میں حق و باطل اور حلال و حرام کی تمیز نہ کریں گے۔

اللہ کی نگاہ میں ناپسندیدہ شخص

۴۶۸۴/۱۷وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَبْغِضُ الْبَلِيْغَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِىْ يَتَخَلَّلُ بِلِسَانِهٖ كَمَا يَتَخَلَّلُ الْبَقَرَةُ بِلِسَانِهَا۔ (رواه الترمذی وابوداؤد وقال هذا حديث غريب)

أخرجه ابوداؤد في السنن ٥/٢٧٤ الحديث رقم ٥٠٠٥، والترمذی فی ٥/١٢٩ الحديث رقم ٢٨٥٣، واحمد فی المسند ٢/١٨٧۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص سخت ناپسندیدہ ہے جو کلام و بیان میں حد سے زیادہ فصاحت و بلاغت کا مظاہرہ کرے اس طرح کہ وہ اپنی زبان کو اس طرح لپیٹ لپیٹ کر باتیں کرے جس طرح گائیں اپنے چارے کو لپیٹ لپیٹ کر جلدی جلدی اپنی زبان کے ذریعہ کھاتی ہیں۔ اس روایت کو ترمذی اور ابوداؤد نے نقل کیا ہے نیز ترمذیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ۞ اِنَّ اللّٰهَ يَبْغِضُ الْبَلِيْغَ : کلام وہی اچھا ہے جو ضرورت کے مطابق اور ظاہر و باطن کے موافق ہو اور شریعت کے خلاف نہ ہو۔

تخلل : کسی چیز کا درمیان میں آنا۔

باقرة :یہ بقرة کی جمع ہے بمعنی گائے۔

قینچیوں سے ہونٹ کاٹے جانے والے خطباء

۴۶۸۵/۱۸وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَرْتُ لَيْلَةَ اُسْرِىَ بِىْ بِقَوْمٍ تُقْرَضُ شِفَاهُهُمْ بِمَقَارِيْضَ مِنَ النَّارِ فَقُلْتُ يَاجِبْرَئِيْلُ مَنْ هٰؤُلَاءِ قَالَ هٰؤُلَاءِ خُطَبَاءُ اُمَّتِكَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ مَالَا يَفْعَلُوْنَ ۔ (رواه الترمذی وقال هذا حديث غريب)

أحمد في المسند ٣/١٨٠۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس رات مجھے معراج کرائی گئی میرا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جن کے ہونٹ قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے کہا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے وہ خطباء ہیں جو کہ وہ بات کہتے ہیں جو نہیں کرتے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ۞ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ مَالَا یَفْعَلُوْنَ :یعنی دوسرے لوگوں کو نیک کام کرنے کے لئے کہتے ہیں اور خود نہیں کرتے اس میں ان کے عمل نہ کرنے کی مذمت ہے کہنے کی مذمت نہیں اس لیے امر بالمعروف میں فعل کا کرنا شرط نہیں اگرچہ بہتر اور مؤثر ہے۔

زبان آوری کا ایک غلط مقصد

۴۶۸۶/۱۹وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَلَّمَ صَرْفَ الْکَلَامِ لِیَسْبِیَ بِهٖ قُلُوْبَ الرِّجَالِ اَوِالنَّاسِ لَمْ یَقْبَلِ اللّٰهُ مِنْهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا۔ (رواه ابو داؤد)

أخرجه ابو داؤد فی السنن ٥/٢٧٤ الحدیث رقم ٥٠٠٦۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کلام میں ہیر پھیر اس لیے سیکھا تا کہ اس سے لوگوں کے دلوں کو یا مردوں کے دلوں کو قابو میں رکھے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے فرائض و نوافل کو قبول نہ فرمائے گا۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ صَرْفَ الْکَلَامِ :صرف کلام سے مراد کلام میں تحسین کرنا ریا کاری کے لئے جھوٹ کی ملاوٹ کرنا اور التباس اور ابہام کے لئے اس میں ردوبدل کرنا۔ ۲صرف کلام کا معنی بعض نے یہ لکھا ہے کہ کلام کو کئی انداز سے پیش کرنا۔

اختصار میں خیر ہے

۴۶۸۷/۲۰وَعَنْ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ اَنَّهٗ قَالَ یَوْمًا وَقَامَ رَجُلٌ فَاَکْثَرَالْقَوْلَ فَقَالَ عَمْرٌووَلَوْ قَصَدَ فِیْ قَوْلِهٖ لَکَانَ خَیْرًا لَّهٗ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَقَدْ رَاَیْتُ اَوْ اُمِرْتُ اَنْ اَتَجَوَّزَ فِی الْقَوْلِ فَاِنَّ الْجَوَازَ هُوَ خَیْرٌ۔ (رواه ابو داؤد)

أخرجه ابو داؤد فی السنن ٥/٢٧٦ الحدیث رقم ٥٠٠٨۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے بہت زیادہ باتیں کیں حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر یہ شخص اپنی بات میں میانہ روی اختیار کرتا تو اس کے لئے زیادہ اچھا تھا اس لیے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا میں مناسب سمجھتا ہوں یا مجھے یہ حکم ملا ہے کہ میں بات کو مختصر کیا کروں اس لیے کہ اختصار میں ہی خیر ہے۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ قَصَدَ :استقامت اور میانہ روی۔

الجواز : اس کا معنی جاری ہونا کسی جگہ یا راستہ سے گزرنا، نماز آرام سے ادا کرنا اور مجازاً اس کا معنی گفتگو کرنا ہے۔اس روایت میں قال عمر وطول کلام کی وجہ سے دوبارہ لایا گیا اور قام رجل یہ حال ہے تو قول مقولہ میں حال کے حائل ہونے کی وجہ سے قال کو دوبارہ ذکر کیا گیا۔

بعض کلام وبالِ جان ہے

۴۶۸۸/۲۱وَعَنْ صَخْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا وَاِنَّ مِنَ الْعِلْمِ جَهْلاً وَّاِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حُكْمًا وَاِنَّ مِنَ الْقَوْلِ عَيَالاً۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ٥/ ٢٧٨ الحديث رقم ٥٠١٢۔

ترجمہ : حضرت صخر ابن عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ صخر کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بعض بیان جادو ہیں یعنی جادو کی طرح ہیں اور بعض علم جہالت ہیں اور کچھ شعر حکمت ہیں اور کچھ کلام وبال جان ہیں۔(ابوداؤد)

تشریح ۞ اِنَّ مِنَ الْعِلْمِ جَهْلاً :بعض علم جہالت ہیں اس کے دو معنی ہیں جیسا کہ علامہ طیبی نے نقل کیا ہے ایسے علوم سیکھنا جن کی ضرورت نہیں مثلاً علم نجوم، علم فلسفہ وغیرہ اور ضروری علوم کو ترک کر دینا جیسا قرآن وسنت کا علم تو اب بعض علوم با مقصد علم سے جاہل رہنے کا باعث بن گئے اس لیے اس کو جہالت کہا۔علم رکھنے کے باوجود علم پر عمل نہ کرنا گویا اظہار جہالت ہے۔ایک آدمی علم کا دعویٰ کرے اور اپنے گمان میں عالم ہو اور واقع میں جاہل ہو تو یہ علم نہیں بلکہ جہالت ہے حکم اور حکمت ایک دوسرے کے ہم معنی ہیں۔

عیال: اس کا معنی وبال ہے اس سے مراد یہ ہے کہ سامع جاہل ہو یا وہ گفتگو سننا ہی نہ چاہتا ہو تو کہنے والے کے لئے وبال ہوگا۔

الفصل الثالث:

ایک فرض، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دفاع

۴۶۸۹/۲۲عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ لِحَسَّانَ مِنْبَرًا فِي الْمَسْجِدِ يَقُوْمُ عَلَيْهِ قَائِمًا يُفَاخِرُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ يُنَافِحُ وَيَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ حَسَّانَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ مَانَا فَحَ اَوْ فَاخَرَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

أخرجه ابوداوٗد فی السنن ٥/٢٨٠ الحديث رقم ٥٠١٥، والترمذی فی ٥/١٢٦ الحديث رقم ٢٨٤٦، واحمد فی المسند ٦/٧٢۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان کے لئے مسجد میں منبر رکھواتے اور حسان اس پر کھڑے ہو کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فخریہ اشعار کہتے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دفاع کرتے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ اللہ تعالیٰ حسان کی جبرئیل امین سے مدد فرماتے ہیں جب تک کہ وہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دفاع کرتے ہیں۔ (بخاری)

تشریح ۞ نَافَحَ :دفاع کرنا۔ حضرت حسان کے لئے مسجد میں منبر رکھوا کر مشرکین کی مذمت کے اشعار کہلواتے جاتے جبرئیل علیہ السلام حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی مدد کرتے کفار کے مقابلے میں حق کا فخریہ دفاع ضروری ہے۔

اے انجشہ! شیشے کی بوتلیں مت توڑو

۴۶۹۰/۲۳ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَادٍ يُقَالُ لَهٗ اَنْجَشَةُ وَكَانَ حَسَنَ الصَّوْتِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُوَيْدَكَ يَا اَنْجَشَةُ لَا تَكْسِرِ الْقَوَارِيْرَ قَالَ قَتَادَةُ يَعْنِيْ ضَعْفَةَ النِّسَآءِ۔ (متفق عليه)

أخرجه البخاری فی صحيحه ١٠/٥٩٤ الحديث رقم ٦٢١١ و مسلم فی صحيحه ٤/١٨١٢ والدارمی فی ٢/٣٨٢ الحديث رقم ٢٧٠١، واحمد فی المسند ٢٧٠١۔

ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حدی خواں تھا جس کو انجشہ کہا جاتا تھا جو کہ بہت خوبصورت آواز والا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: اے انجشہ! اونٹوں کو ذرا آہستہ چلنے دو اور شیشے کی بوتلوں کو مت توڑو۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد عورتیں تھیں۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ رُوَيْدَكَ يَا اَنْجَشَةُ :اونٹوں کو اشعار وغیرہ کے ساتھ ہانکنا بالاتفاق مانع ہے اہل عرب کے ہاں رواج تھا کہ جب اونٹ تھک جاتے تو حدی کہی جاتی جس سے اونٹ مست اور گرم ہو کر خوب تیز چلنے لگتے۔

لَا تَكْسِرِ الْقَوَارِيْرَ :قواریر قارورۃ کی جمع ہے شیشے کو کہتے ہیں۔ اس جملے کے دو معنی ہیں: ① خواتین کے اجسام نرم اور ضعیف ہوتے ہیں۔ اونٹوں کے تیز چلنے سے وہ سخت تھکاوٹ کا شکار ہو جاتے۔ ② عورتوں کے دلوں کی نرمی اور ضعف اور تاثیر کی تیزی کی وجہ سے یہ فرمایا کہ کہیں ان کے باطن میں وساوس نہ پیدا ہو جائیں اونٹ زیادہ مست ہو کر تیز رفتاری کی وجہ سے ان کو گرا نہ ڈالیں۔ اس میں پہلا معنی ظاہر تر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے افعال واقوال سے درحقیقت امت کو تلقین وتعلیم فرمائی۔

اچھا شعر اچھا کلام، بُرا شعر بُرا کلام

۲۴/۴۶۹۱ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ ذُكِرَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشِّعْرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ كَلَامٌ فَحَسَنُهُ حَسَنٌ وَقَبِيْحُهُ قَبِيْحٌ۔

(رواه الدار قطني وروى الشافعي عن عروة مرسلا)

أخرجه الدارقطني في السنن ٤/١٥٥ الحديث رقم ٢/من باب الخبر الواحد يوجب العمل۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اشعار کا تذکرہ کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کلام ہے چنانچہ اچھا شعر اچھا کلام ہے اور برا شعر برا کلام ہے۔

یہ دارقطنی کی روایت ہے اور امام شافعیؒ نے اسے عروہ سے مرسل نقل کیا ہے۔

هُوَ كَلَامٌ فَحَسَنُهُ حَسَنٌ: شعر کے متعلق اس روایت نے ایک فیصلہ کن بات ظاہر فرمادی کہ شعر کی اچھائی یا برائی کا دارومدار اس کے مضمون پر ہے۔

اِس شیطان کو پکڑلو

۲۵/۴۶۹۲ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ نَسِيْرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَرْجِ اِذَا عَرَضَ شَاعِرٌ يُنْشِدُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذُوا الشَّيْطَانَ اَوْ اَمْسِكُوا الشَّيْطَانَ لَاَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ رَجُلٍ قَيْحًا خَيْرٌ لَهٗ مِنْ اَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ٤/١٧٦٩ الحديث رقم (٩-٢٢٥٩) واحمد في المسند ٣/٨۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم مقام عرج میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے چنانچہ ایک شاعر شعر پڑھتا ہوا نمودار ہوا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شیطان کو پکڑلو یا یہ فرمایا اس شیطان کو تھام لو۔ کسی آدمی کے پیٹ کا پیپ سے بھرا ہوا ہونا اس سے بہتر ہے کہ وہ شعر سے بھرا ہوا ہو۔ (مسلم)

تشریح ❁ **خُذُوا الشَّيْطَانَ:** آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شاعر کو دیکھا جو بے باکی کے عالم میں مسلمانوں کی پرواہ کیے بغیر شعر پڑھتا جا رہا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس فرمایا کہ اس میں بے حیائی اور بے شرمی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے جس کی وجہ سے وہ غرور میں مبتلا ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو شیطان سے تعبیر فرمایا۔ (ح)

گانا دِل میں نفاق پیدا کرتا ہے

۲۶/۴۶۹۳ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغِنَاءُ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ

كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الزَّرْعَ۔ (رواه البيهقى فى شعب الايمان)

أخرجه البيهقى فى شعب الايمان ٤/٢٧٩ الحديث رقم ٥١٠٠۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گانا دل میں اس طرح نفاق کو پیدا کرتا ہے جس طرح پانی کھیتی کو اگاتا ہے۔اس روایت کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے اور دیلمی نے اس روایت کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس طرح نقل کیا ہے کہ غنا اور لہو دل میں نفاق کو اس طرح پیدا کرتے ہیں جس طرح پانی گھاس کو اگاتا ہے ۔مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے بلاشبہ قرآن اور ذکر دل میں ایمان کو اس طرح پیدا کرتے ہیں جیسے پانی نباتات کو اگاتا ہے۔(بیہقی، دیلمی)

تشریح ۞ اَلْغِنَاءُ يُنْبِتُ النِّفَاقَ :یعنی راگ نفاق کا سبب ہے اور دیلمی میں یہ روایت ان الفاظ سے وارد ہے: **ان الغناء واللهو ينبتان النفاق فى القلب كما ينبت الماء العشبة والذى نفس محمد بيده ان القرآن والذكر ينبتان الايمان فى القلب كماء ينبت الماء العشبة**۔ علامہ نووی نے کتاب الروضہ میں لکھا ہے کہ گانا فقط آواز سے مکروہ ہے اور اس کے سننے کا بھی یہی حکم ہے اور اجنبی عورتوں سے سننا سخت مکروہ ہے اور ساز اور شراب اور طنبور اور باجے کے ساتھ گانا حرام ہے اور اس کا سننا بھی حرام ہے۔

بانسری کی آواز سے کانوں میں اُنگلیاں

۴۶۹۴/۲۷ وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فِىْ طَرِيْقٍ فَسَمِعَ مِزْمَارًا فَوَضَعَ اِصْبَعَيْهِ فِىْ اُذُنَيْهِ وَنَاءَ عَنِ الطَّرِيْقِ اِلَى الْجَانِبِ الْاٰخِرِ ثُمَّ قَالَ لِىْ بَعْدَ اَنْ بَعُدَ يَا نَافِعُ هَلْ تَسْمَعُ شَيْئًا قُلْتُ لَا فَرَفَعَ اِصْبَعَيْهِ مِنْ اُذُنَيْهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ صَوْتَ يَرَاعٍ فَصَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُ قَالَ نَافِعٌ وَكُنْتُ اِذْ ذَاكَ صَغِيْرًا۔ (رواه احمد وابو داؤد)

أخرجه ابو داوٗد فى السنن ٥/٢٢٢ الحديث رقم ٤٩٢٤۔

ترجمہ: حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ سفر میں تھا تو آپ نے باجے کی آواز سن کر کانوں میں انگلیاں ڈال لیں اور راستہ سے دوسری جانب ہٹ گئے پھر دور نکل جانے کے بعد فرمایا اے نافع! کیا تم کوئی چیز سن رہے ہو؟ میں نے کہا نہیں۔تو انہوں نے اپنی دونوں انگلیاں اپنے دونوں کانوں سے نکال دیں اور پھر فرمانے لگے کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بانسری کی آواز سنی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا جیسے میں نے کیا۔نافع کہتے ہیں کہ میں اس وقت چھوٹا سا تھا۔(احمد وابوداؤد)

تشریح ۞ كُنْتُ اِذْ ذَاكَ صَغِيْرًا : حضرت نافع اس سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ میرے سننے سے کوئی کراہت تنزیہی پر محمول نہ کرے کیونکہ میں اس وقت تک نو عمر تھا' احکام شرعیہ کا مکلف ہی نہیں تھا۔ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ فعل کمال ورع اور تقوی پر دلالت کرتا ہے۔محدثین کہتے ہیں کہ کوئی روایت تحریم غناء کے سلسلے میں صحیح نہیں اور صوفیاء کہتے ہیں کہ جہاں ممانعت وارد ہوئی

ہے اس سے باجے والا غناء مراد ہے مگر فقہاء نے اس میں بلیغ تشدید فرمائی ہے۔ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کہ باجوں کی آواز کا سننا حرام اور گناہ ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: ((استماع الملاهی معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها من الكفر)) یعنی باجوں کا سننا گناہ ان کے پاس بیٹھنا فسق اور ان سے لذت حاصل کرنا کفر کی باتوں میں سے ہے۔

اگر کسی نے اچانک سن لیا تو اس پر گناہ نہیں البتہ اس پر لازم ہے کہ اس سے بچنے کی بہت کوشش کرے اس لئے کہ منقول ہے کہ آپ ﷺ نے کانوں میں انگلیاں رکھ لیں۔

بَابُ حِفْظِ اللِّسَانِ وَالْغِيْبَةِ وَالشَّتْمِ

زبان کو غیبت اور گالی گلوچ سے محفوظ کرنے کا بیان

زبان کی حفاظت نامناسب گفتگو سے ہر وقت لازم ہے۔ خصوصاً غیبت، گالم گلوچ، بدزبانی و بدکلامی سے بچنا ضروری ہے۔ غیبت کسی کی غیر موجودگی میں کسی کو ایسی بات کہنا کہ جس کو وہ سنے تو برا سمجھے یہ اس صورت میں تو غیبت ہے جب وہ عیب اس میں موجود ہو اور اگر وہ عیب اس میں موجود نہ ہو تو یہ بہتان بن جائے گی جس پر حد مقرر کی گئی ہے۔ (اعاذنا اللہ)

الفصل الاول:

دو چیزوں کی ضمانت پر جنت کی ضمانت

۴۶۹۵/ا عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاري فی صحیحه ۱۱/۳۰۸ الحديث رقم ٦٤٧٤۔

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مجھے دو چیزوں کی ضمانت دے میں اس کے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں ایک وہ چیز جو اس کے جبڑوں کے درمیان ہے اور ایک وہ چیز جو اس کی ٹانگوں کے درمیان ہے۔ (بخاری)

تشریح ۞ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ: یعنی وہ جنت میں پہلے پہل داخل ہوگا اور درجات عالیہ پائے گا۔ یہ ضمانت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے رسول ﷺ کی زبان سے سنائی گئی ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا کہ اس نے اپنے بندوں کے رزق کی ضمانت خود اپنے فضل سے لے لی ہے۔ اسی طرح کا قوی وعدہ اعمال کی جزاء کا ہے جو کہ یقیناً پورا ہو کر رہے گا۔

رضا کا ایک کلمہ بھی بخشش کے لئے کافی ہے

٢/٤٦٩٦ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ لَایُلْقِیْ لَهَا بَالاً یَرْفَعُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَاتٍ وَاِنَّ الْعَبْدَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ لَا یُلْقِیْ لَهَا بَالاً یَهْوِیْ بِهَا فِیْ جَهَنَّمَ (رواه البخاری وفی روایة لهما) یَهْوِیْ بِهَا فِی النَّارِ اَبْعَدَ مَابَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔

أخرجه البخاری فی صحیحه ٣٠٨/١١ الحدیث رقم٦٤٧٧ و مسلم فی ٢٢٩٠/٤ الحدیث رقم (٥٠-٢٩٨٨)، والترمذی فی السنن ٤٨٤/٤ الحدیث رقم ٢٣١٩ و ابن ماجه فی ١٣١٢/٢ الحدیث رقم ٣٩٦٩ و مالك فی الموطا٩٨٥/٢ الحدیث رقم ٥، واحمد فی المسند ٤٦٩/٣۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ انسان بعض اوقات اللہ کی رضا مندی کا کوئی ایسا کلمہ کہہ دیتا ہے جس کا قطعاً اسے خیال بھی نہیں ہوتا مگر اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے درجات بلند کر دیتے ہیں اور بعض اوقات بندہ اللہ کی ناراضگی کا ایسا کلمہ زبان سے نکال دیتا ہے جس کی طرف اس کا دھیان بھی نہیں ہوتا اور اس کی وجہ سے وہ دوزخ میں اتنا دور جا گرتا ہے جتنا مشرق و مغرب کا فاصلہ ہے۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ اِنَّ الْعَبْدَ لَیَتَکَلَّمُ : زبان کی حفاظت ہر وقت ضروری ہے اس کے فعل کو آسان نہ سمجھنا چاہیے بعض اوقات آدمی کی زبان سے ایک بات نکلتی ہے جس کو آدمی آسان سمجھتا ہے اگر وہ بات حق ہے تو جنت میں بلندئ درجات کا باعث بن جاتی ہے اور اگر بری ہوتی ہے تو دوزخ میں گرانے کا باعث بن جاتی ہے۔

مسلمان کا قتل

٣/٤٦٩٧ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهٗ کُفْرٌ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ١١٠/١ الحدیث رقم ٤٨ و مسلم فی ٨١/١ الحدیث رقم (١١٦-٦٤)، والترمذی فی السنن ٣١١/٤ الحدیث رقم ١٩٨٣، والنسائی فی ١٢١/٧ الحدیث رقم ٤١٠٥ و ابن ماجه فی ١٢٩٩/٢ الحدیث رقم ٣٩٣٩، واحمد فی المسند ٣٨٥/١۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ وَقِتَالُهٗ کُفْرٌ : یہ مسلمان کے قتل پر تغلیظ و تشدید ہے۔ اس سے کامل اسلام کی نفی مقصود ہے جیسا کہ روایت ((اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَیَدِهٖ)) اس پر دلالت کرتی ہے کہ اگر کسی نے مسلمان کو اسلام کی وجہ سے یا اس

کے قتل کو حلال سمجھ کر قتل کیا تو یقیناً قاتل کافر ہو جائے گا۔

مسلمان کو کافر کہنے کا وبال

۴/۴۶۹۸ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِاَخِيْهِ كَافِرٌ فَقَدْ بَاءَ بِهَا اَحَدُهُمَا۔ (متفق علیه)

أخرجه البخارى فى صحيحه ٥١٤/١٠ الحديث رقم ٦١٠٤ و مسلم فى ٧٩/١ الحديث رقم (١١١-٦٠)ومالك فى الموطأ ٩٨٤/٢ الحديث رقم ١من كتاب الكلام ، واحمد فى المسند ٤٧/٢۔ الجامع الصغير ٥٤/١ الحديث رقم ٧٧٦۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی مسلمان کو کافر کہا تو وہ کفران دونوں میں سے ایک کی طرف لوٹے گا۔ (بخاری)

تشریح ❁ قَالَ لِاَخِيْهِ كَافِرٌ :اس کلمہ کا کہنے والا یا جس کے لئے کہا گیا اگر یہ سچ ہو تو دوسرا کافر ہے اور اگر اس نے جھوٹ کہا اور کافر نہ تھا تو مؤمن کو کافر کہنے والا کافر ہے۔ کیونکہ اس نے دین اسلام کو باطل قرار دیا۔

یہ روایت ان روایات سے ہے جن کو علماء نے مشکل روایات قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس کا ظاہر مراد نہیں ہے اس لیے کہ اہل حق کے مذہب میں اس نے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا۔ اس کے بغیر کہ اسے اسلام کے متعلق اعتقادات کی اطلاع دیتا۔ پس اس حدیث کی کئی طرح تاویل کی گئی ہے: ① اس سے مراد یہ ہے کہ حلال جانا پس اس صورت میں معنی باء بھا کا یہ ہے کہ پھر رجوع کرتا ہے اس کی طرف کفر۔ ② کفر کی معصیت اس کی طرف رجوع کرتی ہے۔ ③ اس سے مراد خوارج ہیں کیونکہ وہ مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہیں مگر یہ کمزور تاویل ہے کیونکہ اہلسنّت کے ہاں مختار قول یہ ہے کہ خوارج کو دیگر اہل بدعت کی طرح کافر نہ کہا جائے گا۔ ④ یہ ہمارے زمانہ کے خوارج و روافض سے متعلق ہے کیونکہ وہ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کے کافر ہونے کے قائل ہیں اور قرآن مجید کو محرف مانتے ہیں پس وہ بغیر کسی نزاع کے کافر ہیں۔

غیر مستحق کو فسق کی تہمت لگانے سے خود فاسق ہو جاتا ہے

۵/۴۶۹۹ وَعَنْ اَبِىْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْمِىْ رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوْقِ وَلَا يَرْمِيْهِ بِالْكُفْرِ اِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ اِنْ لَّمْ يَكُنْ صَاحِبُهٗ كَذٰلِكَ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخارى فى صحيحه ٤٦٤/١٠ الحديث رقم ٦٠٤٥، واحمد فى المسند ١٨١/٥۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی دوسرے پر فسق و کفر کی تہمت لگاتا ہے تو اگر دوسرا ایسا نہ ہو تو وہ کفر اسی کی طرف لوٹتا ہے۔ (بخاری)

تشریح ❁ لَا يَرْمِىْ رَجُلٌ یعنی وہ فاسق و کافر نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی غیر فاسق کو فاسق کہا تو خود فاسق ہو گیا اور کافر کہا

اور وہ کافر نہیں تو خود کافر ہو گیا۔ (ح)

۴۷۰۰/۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَنْ دَعَا رَجُلاً بِالْكُفْرِ اَوْ قَالَ عَدُوَّ اللّٰهِ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ اِلاَّ حَارَ عَلَيْهِ۔ (متفق علیه)

أخرجه مسلم فی صحیحه ۷۹/۱ الحدیث رقم (۱۱۲-۶۱) واحمد فی المسند ۱۶۶/۵۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی کو کہا اے کافر یا اے اللہ کے دشمن حالانکہ وہ شخص اس طرح نہ تھا تو اسی کی طرف لوٹ آئے گا۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ عَدُوَّ اللّٰهِ :وہ شخص اللہ کا دشمن اور کافر نہ تھا تو یہ خود دشمن ہو گیا۔ ۲ اس سے معلوم ہوا کہ کسی مسلمان کو بلا دلیل کافر کہنے سے خود کافر ہو جاتا ہے اس کی وجہ اسلام کو کفر قرار دینا ہے۔ من شاء التفصیل فلیراجع الی الطیبی۔

گالی کا وبال ابتداء والے پر

۴۷۰۱/۷ وَعَنْ اَنَسٍ وَاَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْتَبَّانِ مَا قَالاَ فَعَلَى الْبَادِیْ مَالَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُوْمُ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ۲۰۰۰/٤ الحدیث رقم (۶۸-۲۵۸۷) و ابوداؤد فی السنن ۲۰۳/٤ الحدیث رقم ٤۸۹٤، واحمد فی المسند ۲۳۵/۲۔ أخرجه مسلم فی صحیحه ۲۰۰۵/٤ الحدیث رقم (۸٤-۲۵۹۷)، والترمذی فی السنن ۳۲۵/٤ الحدیث رقم ۲۰۱۹، واحمد فی المسند ۳۳۷/۲۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو دو شخص آپس میں باہمی گالم گلوچ کرتے ہیں اس کا وبال ابتداء کرنے والے پر ہے جب تک کہ مظلوم زیادتی نہ کرے۔ (بخاری)

تشریح ۞ مَالَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُوْمُ :ابتداء کرنے والا گالی کا سبب ہے پس وہ ظالم اور یہ مظلوم ہوا۔ ① پھر اگر مظلوم حد سے نکلا اس طرح کہ وہ گالی میں اس سے بڑھ گیا تو پھر مظلوم کا گناہ ظالم سے بڑھ جائے گا۔ ② بعض نے کہا تجاوز کی صورت میں دونوں پر گناہ ہوتا ہے ایک پر ابتداء کا دوسرے پر تعدی کا۔

صدیق (رضی اللہ عنہ) کو لعن طعن جچتی نہیں

۴۷۰۲/۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَايَنْبَغِیْ لِصِدِّيْقٍ يَكُوْنُ لَعَّانًا۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ۲۰۰۶/٤ الحدیث رقم (۸۵-۲۵۹۸) واحمد فی المسند ٤٤۸/۶۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ صدیق کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ لعن طعن کرنے والا ہو۔ (مسلم)

تشریح ۞ لَايَنْبَغِیْ لِصِدِّيْقٍ : صدیق یہ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یعنی بہت سچ بولنے والا جیسے ضحیک بہت ہنسنے والا۔ سکیت

بہت خاموش۔

صدیقیت : اہل تصرف کے دل مقام نبوت کے بعد والے مقام کو کہا جاتا ہے جیسا کہ آیت: ﴿فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ ...... ﴾ سچائی اور راست بازی مردوں کا شیوہ ہے۔ وہ صدیق ایسے مقام میں پہنچا جو مقام نبوت کے بعد ہے تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت لوگوں کو رحمت کے قریب لانے کے لئے ہے۔

اب لعنت کرنا کسی کو اس کا معنی رحمت خداوندی سے دور کرنا ہے اور یہ چیز مقام صدیق کے شایاں شان نہیں۔ اس لئے اہل سنت کے ہاں پسندیدہ خصلت لعن طعن کو ترک کرنا ہے۔ خواہ کوئی، لعنت کا مستحق ہی کیوں نہ ہو اور اپنی زبان کو لعنت سے آلودہ نہ کرے کیوں کہ یہ تو تضییع وقت ہے۔ اس کی عادت نہ بنائے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ہاں ملعون ہے کسی اور کو اس پر لعنت کی چنداں حاجت نہیں ہے۔ البتہ اس کافر پر جائز ہے جس کے متعلق مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہو کہ اس کی موت کفر پر آئی ہے۔

اقسام لعنت:

① لعنت کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم رحمت الٰہی سے دور کرنا اور دھتکارنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لامتناہی فضل سے مطلقاً ناامید کرنا ہے یہ کفار کے ساتھ مخصوص ہے۔

② دوسری قسم یہ ہے مقام قرب اور رضاء حق سے دوری اور محرومی یہ اولیٰ کو ترک کرنے سے ہوتی ہے اور یہ بعض اعمال کے ترک پر صحابہ کرام اور غیر صحابہ سے مروی ہے اس کا تعلق اسی دوسری قسم سے ہے۔ قسم اول ہرگز مراد نہیں۔

لعان : یہ مبالغہ کا صیغہ ہے اس لئے کہ تھوڑی سی لعنت سے بچنا تو نادر الوقوع ہے۔

ابن مالک کا قول: یہ مبالغہ کا صیغہ ہے اور اس میں اس بات کی طرف ہے کہ یہ مذمت اس شخص سے متعلق نہیں جس سے لعنت ایک دو بار صادر ہوئی ہو۔

لعان سفارشی نہ بن سکے گا

۴۷۰۳/۹ وَعَنْ اَبِى الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللَّعَّانِيْنَ لَا يَكُوْنُوْنَ شُهَدَاءَ وَلَا شُفَعَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم فى صحيحه ٤/٢٠٢٤ الحديث رقم (١٣٩-٢٦٢٣) و ابوداوٗد فى السنن ٥/٢٦٠ الحديث رقم ٤٩٨٣ و مالك فى الموطأ ٢/٩٨٤ الحديث رقم ٢من كتاب الكلام واحمد فى المسند ٢/٣٤٢۔

ترجمہ: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو بہت زیادہ لعنت کیا کرتے ہیں وہ قیامت کے دن گواہ اور سفارشی بننے سے محروم رہیں گے۔ (مسلم)

تشریح ۞ لَا يَكُوْنُوْنَ شُهَدَاءَ : پہلی امتوں کے لوگوں پر آپ کی امت کے لوگ گواہی دیں گے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچایا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ...... اس میں فرمایا

گیا کہ لعنت کرنا جن کی عادت بن چکی ہے ان کو درجہ شہادت سے محروم کر دیا جائے گا اور اسی طرح منصب شفاعت سے محروم کر دیا جائے گا وہ ان کو نصیب نہ ہو سکے گا۔

اس طرح نہ کہا جائے لوگ ہلاک ہو گئے

۴۷۰۴/۱۰ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ الرَّجُلُ هَلَكَ النَّاسُ فَهُوَ اَهْلَكُهُمْ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه البخاری فی صحيحه ۴۷۴/۱۰ الحديث رقم ۶۰۵۸ و مسلم فی ۲۰۱۱/۴ الحديث رقم (۱۰۰-۲۵۲۶) و ابوداوٗد فی السنن ۱۹۰/۵ الحديث رقم ۴۷۸۲، والترمذی فی السنن ۳۲۸/۴ الحديث رقم ۲۰۲۵ و مالك فی الموطأ ۹۹۱/۲ الحديث رقم ۲۱ من كتاب الكلام، واحمد فی المسند ۴۹۵/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس طرح کہا لوگ ہلاک ہو گئے تو وہ ان میں سب سے بڑھ کر ہلاک ہونے والا ہے۔ (مسلم)

تشریح ❁ **هَلَكَ النَّاسُ**: جو شخص لوگوں کی عیب جوئی اور رحمت الٰہی سے محروم کرنے اور لوگوں کی تحقیر کے لئے کہے کہ لوگ ہلاک و تباہ ہو گئے (حقیقت میں) وہ خود تباہ ہونے والا ہے۔

البتہ اگر حسرت وافسوس اور غم خواری کے طور پر کہے تو کچھ حرج نہیں۔

اگر خود پسندی سے ایسا کہا تو عجب و خود پسندی اور رحمت الٰہی سے محروم کرنے کی وجہ سے سب سے بڑھ کر ہلاک ہونے والا ہے۔

اَهْلَكُهُمْ: کا مطلب یہ ہے کہ اس کو صیغہ تفضیل سے پڑھا جائے۔ ک۔ پر زبر کی صورت میں ماضی کا صیغہ ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بات کہنے والا لوگوں کو ہلاک کرنے والا ہے اور ان کو نا اُمیدی اور ترک طاعت اور دیگر معاصی میں پڑے رہنے کی راہ پر لگانے والا ہے۔

کیونکہ گناہ والا یہ سن کر شکستہ دل ہو جاتا ہے اور نا اُمیدی اور بد عملی کا شکار ہو جاتا ہے اور برے لوگ تو اللہ تعالیٰ کی صفت جلال کا شکار ہیں۔ ان کو رحمت سے پر امید کرنا اور مغفرت کا وعدہ اور خیر خواہی اور نرمی سے نصیحت خوب مفید ہے۔ پس اس میں اس طرف اشارہ کر دیا کہ لوگوں کو خوشخبری دینا اور ان کے دلوں کو مضبوط کرنا اور رحمت کا امیدوار بنانا چاہیے۔ (ح)

دو منہ والا بدترین شخص ہے

۴۷۰۵/۱۱ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ذَاالْوَجْهَیْنِ الَّذِیْ یَاْتِیْ هٰٓؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهٰٓؤُلَاءِ بِوَجْهٍ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاری فی صحيحه ۴۷۲/۱۰ الحديث رقم ۶۰۵۶ و مسلم فی ۱۰۱/۱ الحديث رقم (۱۶۹-۱۰۵)

و ابوداوٗد فی السنن ۵/ ۱۹۰ الحدیث رقم ۴۸۷۱، والترمذی فی ۴/ ۳۲۹ الحدیث رقم ۲۰۲۶، واحمد فی المسند ۵/ ۳۸۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم قیامت کے دن بدترین لوگوں میں اس شخص کو پاؤ گے جو دو منہ رکھتا ہے جو ایک گروہ کے پاس ایک چہرے سے اور دوسری جماعت کے پاس دوسرے چہرے سے جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ ① اس روایت میں منافق کو ذوالوجہین فرمایا گیا ہے کیونکہ وہ ہر ایک کو خوش رکھنے کے لئے الگ بات کرتا ہے قیامت کے دن منافقین کو بدترین قسم کی سزاؤں کا حقدار قرار دیا گیا ہے۔ ② منافق حقیقی مراد ہے۔ عملی نفاق والا مراد نہیں ہے۔

چغل خور جنت میں نہ جائے گا

۴۷۰۶/۲ اوَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ۔

(متفق علیه وفی روایة مسلم نمام)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/ ۵۰۷ الحدیث رقم ۶۰۹۴ و مسلم فی ۴/ ۲۰۱۳ الحدیث رقم (۱۰۵-۲۶۰۷)وابوداوٗد فی السنن ۵/ ۲۶۴ الحدیث رقم ۴۹۸۹، والترمذی فی ۴/ ۳۰۶ الحدیث رقم ۵۹۷۱، والدارمی فی ۲/ ۳۸۸ الحدیث رقم ۲۷۱۵ و مالك فی الموطأ ۲/ ۹۸۹ الحدیث رقم ۱۵، واحمد فی المسند ۱/ ۳۹۳۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

تشریح ۞ قَتَّاتٌ: قتات اور نمام کا ایک معنی ہے۔ چغل خور، فساد پیدا کرنے کے لئے ایک کی بات دوسرے تک پہنچانے والا۔ عام محاورہ میں اسے لگائی بجھائی کرنے والا کہا جاتا ہے۔ یہ بدترین اخلاقی عیب ہے۔ (ع)

سچ کا طلبگار صدیقین میں لکھا جاتا ہے

۴۷۰۷/۳ اوَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِىْ اِلَى الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّ يَهْدِىْ اِلَى الْجَنَّةِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يُصَدِّقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيْقًا وَاِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَاِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِىْ اِلَى الْفُجُوْرِ وَاِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِىْ اِلَى النَّارِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يُكَذِّبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا (متفق علیه وفی روایة لمسلم) **قَالَ اِنَّ الصِّدْقَ بِرٌّ وَّاِنَّ الْبِرَّ يَهْدِىْ اِلَى الْجَنَّةِ وَاِنَّ الْكَذِبَ فُجُوْرٌ وَاِنَّ الْفُجُوْرَ**

يَهْدِیْ اِلَی النَّارِ۔

أخرجه البخاری فی صحيحه ٢٩٩/٥ الحديث رقم ٢٦٩٢ و مسلم فی ٢٠٩١/٤ الحديث رقم (١٠١-٢٦٠٥) واحمد فی المسند ٤٠٣/٦۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سچ کو لازم پکڑو۔ کیونکہ سچ نیکی کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے اور نیکی جنت میں لے جانے والی ہے۔ جب آدمی ہمیشہ سچ بولتا ہے تو اور سچائی کا متلاشی رہتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ صدیقین میں لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ سے گریز کرو۔ کیونکہ جھوٹ برائی ہے اور برائی دوزخ کی طرف لے جانے والی ہے انسان جھوٹ بولتا رہتا اور اس کا متلاشی وطلبگار رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کذابین میں لکھا جاتا ہے۔ (بخاری، مسلم) مسلم کی روایت میں الفاظ اس طرح ہیں کہ سچائی نیکی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جانے والی ہے اور جھوٹ برائی ہے اور برائی دوزخ کی طرف لے جانے والی ہے۔

تشریح ۞ حَتّٰی يُكْتَبَ: ① یعنی اس کو صدیقیت کا درجہ دے دیا جاتا ہے۔ اور اس کا نام ملاء اعلیٰ کے خصوصی دیوان میں لکھ دیا جاتا ہے یا اس کو اس کا ثواب ملتا ہے۔ ② لوگ اپنے ہاں اس کا نام صدیق لکھتے ہیں یعنی صدیق پکارتے ہیں اور اس کا وقار لوگوں کے دلوں میں پڑ جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا﴾ (مریم: ٩٦) جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لئے رحمان محبت مقرر کر دیتا ہے۔

اسی طرح جھوٹ بولنے والے پر کذاب کا حکم لگا دیا جاتا ہے اور جھوٹوں کا عذاب مقرر کر دیا جاتا ہے۔ لوگوں میں جھوٹا مشہور ہو جاتا ہے اور لوگ اس سے بغض رکھتے ہیں۔ (ح)

خیر کی بات کرنے والا جھوٹا نہیں

۴۷۰۸/۴ وَعَنْ اُمِّ كُلْثُوْمٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ وَيَقُوْلُ خَيْرًا اَوْ يَنْمِیْ خَيْرًا۔ (متفق علیه)

أخرجه مسلم فی صحيحه ٢٢٩٧/٤ الحديث رقم (٦٩-٢٦٠٥) وابوداؤد فی السنن ١٥٤/٥ الحديث رقم ٤٨٠٣، والترمذی فی ٥١٨/٤ الحديث رقم ٢٣٩٣ و ابن ماجه فی ١٢٢٢/٢ الحديث رقم ٣٧٤٢، واحمد فی المسند ٥/٦۔

ترجمہ: حضرت امّ کلثوم رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرائے اور خیر کی بات کرے اور بھلائی کی بات دوسروں تک پہنچائے۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ يَقُوْلُ خَيْرًا: خیر کی بات کہے مثلاً زید و عمرو میں باہمی رنجش ہو تو یہ ان میں صلح کی خاطر کہتا ہے کہ وہ تجھے سلام دے رہا تھا اور تیری خوب تعریف کر رہا تھا۔ اس سے مقصود اس کے دل کی کدورت کو کم کرنا ہے تو اگرچہ اس نے نہ کہا ہو تو صلح کرنے کی نیت سے یہ بات درست ہے۔ نما ینمو: خیر و بھلائی کے لئے بات نقل کرنا۔

منہ پر تعریف کرنے والوں کے منہ پر خاک

۴۷۰۹/۱۵ وَعَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمُ الْمَدَّاحِيْنَ فَاحْثُوْا فِيْ وُجُوْهِهِمُ التُّرَابَ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/۵۵۲ الحدیث رقم ٦١٦٢ و مسلم فی ٤/٢٢٩٦ الحدیث رقم (٦٥۔٣٠٠٠)وابوداوٗد فی السنن ٥/١٥٤ الحدیث رقم ٤٨٠٥ و ابن ماجه فی ٢/١٢٣٢ الحدیث رقم ٣٧٤٤ واحمد فی المسند ٥/٤٧۔

ترجمہ: حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منہ پر تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ پر مٹی ڈال دو۔ (مسلم)

تشریح ❁ فَاحْثُوْا فِيْ : ① جو لوگ مال کی طمع میں نظم ونثر تعریف میں مبالغہ آمیزی کریں' ان کے منہ میں مٹی ڈال دو۔ یعنی ان کو عطیے سے بالکل محروم کر دو اور کچھ نہ دو یا معمولی دو جو مٹی ڈالنے کے مشابہ ہوتا کہ وہ نالاں ہو کر تمہاری ہجو پر نہ اتر آئیں۔ ② بعض علماء نے کہا کہ یہ ظاہر پر محمول ہے۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ راوی حدیث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے ان کی تعریف شروع کی تو انہوں نے زمین سے مٹی لے کر اس کے منہ پر ڈال دی۔ ③ اس تعریف کرنے والے کو زجر و توبیخ مقصود ہے کیونکہ تعریف سے آدمی میں تکبر و بڑائی پیدا ہوتی ہے۔

علامہ خطابی کا قول:

مداحین سے وہ پیشہ ور لوگ مراد ہیں جو حق و باطل میں فرق کے بغیر اور مستحق و غیر مستحق میں امتیاز کے بغیر تعریف کو غرض دنیوی کے حصول کے لئے ذریعہ معاش کے طور پر استعمال کرنے والے ہوں۔ اگر کوئی کسی کے فعل محمود پر تعریف کرے تاکہ لوگوں کو فعل خیر میں رغبت پیدا ہو اور لوگ اس کی اقتداء کریں وہ اس میں شامل نہیں۔ (ع)

منہ پر تعریف گردن کاٹنا ہے

۴۷۱۰/۱۶ وَعَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ اَثْنٰى رَجُلٌ عَلٰى رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَيْلَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ اَخِيْكَ ثَلَاثًا مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَادِحًا لَا مُحَالَةَ فَلْيَقُلْ اَحْسِبُ فُلَانًا وَاللّٰهُ حَسِيْبُهٗ اِنْ كَانَ يُرٰى اَنَّهٗ كَذٰلِكَ وَلَا يُزَكِّيْ عَلَى اللّٰهِ اَحَدًا۔ (متفق علیه)

أخرجه مسلم فی صحیحه ٤/٢٠٠١ الحدیث رقم (٧٠۔٢٥٨٩) و ابوداوٗد فی السنن ٥/١٩١ الحدیث رقم ٤٨٧٤، والترمذی فی ٤/٢٩٠ الحدیث رقم ١٩٣٤، والدارمی فی ٢/١٣٨٧ الحدیث رقم ٢٧١٤ و مالك فی الموطأ ٢/٩٨٧ الحدیث رقم ١٠ من کتاب الکلام، واحمد فی المسند ٢/٣٨٤۔

ترجمہ: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی کی تعریف کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افسوس کہ تو نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ ڈالی اور یہ بات آپ نے تین دفعہ فرمائی۔ اگر تم میں سے کوئی کسی کی تعریف کرنا ہی چاہتا ہو تو وہ اس طرح کہے میرا گمان اس کے متعلق یہ ہے بشرطیکہ اسے ایسا ہی جانتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کسی کی پاکیزگی قطعی انداز سے بیان نہ کرے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ❁ **قَطَعْتَ عُنُقَ** : گردن کا کاٹنا بمنزلہ ہلاک کرنے اور ذبح کر دینے کے ہے اس کو روحانی ہلاکت کے معنی کے لئے استعمال کیا کیونکہ ممدوح کے دل میں اس سے عجب وغرور پیدا ہوتا ہے۔ وہ دنیوی ہلاکت ہے تو یہ دینی ہلاکت ہے۔ بعض اوقات تعریف دنیا کی ہلاکت کا باعث بن جاتی ہے مثلاً تعریف سن کر مغرور ہوا اور کسی کو مار ڈالا اور اس کی قصاص میں خود مارا گیا۔ (ح)
تعریف کی تین قسمیں ہیں: (۱) منہ پر تعریف۔ اس کی صراحت سے ممانعت فرمائی گئی۔ () ۲ دوسری غائبانہ تعریف جس میں نیت یہ ہو کہ اس کو خبر پہنچے یہ ممنوع ہے۔ (۳) غائبانہ تعریف کرے مگر اس کے پہنچنے اور نہ پہنچنے کی پرواہ نہ ہو اور تعریف بھی ایسی بات سے کرے جو اس میں پائی جاتی ہو۔ اس تعریف میں کچھ حرج نہیں ہے۔ (عالمگیری)

غیبت و بہتان کا فرق

۱۱/۴۷۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْغِيْبَةُ قَالُوْا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ قِيْلَ اَفَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ فِیْ اَخِیْ مَا اَقُوْلُ قَالَ اِنْ كَانَ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَهٗ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهٗ (رواہ مسلم وفی روایة) **اِذَا قُلْتَ لِاَخِيْكَ مَا فِيْهِ فَقَدِ اغْتَبْتَهٗ وَاِذَا قُلْتَ مَا لَيْسَ فِيْهِ فَقَدْ بَهَتَّهٗ۔**

أخرجه البخاری فی صحيحه ۴۵۲/۱۰ الحديث رقم ۶۰۳۲ و مسلم فی ۲۰۰۲/۴ الحديث رقم (۷۳-۵۹۱)وابود اود فی السنن ۱۴۴/۵ الحديث رقم ۴۷۹۲، والترمذی فی السنن ۳۱۶/۴ الحديث رقم ۱۹۹۶ و مالك فی الموطأ ۹۰۳/۲ الحديث رقم ۴من كتاب حسن الخلق۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے) فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ غیبت کیا چیز ہے؟ انہوں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا اپنے مسلمان بھائی کو ایسے انداز سے ذکر کرنا جسے وہ ناپسند کرے۔ عرض کیا گیا کہ اگر میرے بھائی میں وہ عیب موجود ہو فرمایا اگر وہ عیب تمہارے بھائی میں موجود ہو جو تم نے بیان کیا تو اس صورت میں تم نے اس کی غیبت کی ہے اور اگر وہ عیب اس میں موجود نہیں ہے تو تو نے اس پر بہتان باندھا۔ یہ مسلم کی روایت ہے ایک روایت میں اس طرح ہے کہ اگر تم نے اپنے بھائی کا وہ عیب بیان کیا جو اس میں پایا جاتا ہے تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر تم نے وہ عیب بیان کیا جو اس میں نہ ہو تو تم نے اس پر بہتان تراشی کی۔

تشریح ❁ **اَلْغِيْبَةُ** :غیبت ایک عظیم گناہ ہے اور یہ لوگوں میں بہت پھیلا ہوا ہے۔ ایسے لوگ بہت کم ہیں جو اس سے بچنے والے

ہیں کسی کو ایسے عیب جسمانی یا عقلی کے ساتھ غائبانہ طور پر یاد کرنا کہ اگر وہ سامنے ہوتو برا سمجھے۔اسی طرح دین و دنیا اور خلق، ذات میں وہ عیب پایا جائے یا اس کے مال واولاد میں یا اس کے ماں، باپ میں یا اس کی بیوی یا خادم میں، یا لباس میں اسی طرح وہ عیب رفتار و گفتار میں ہو۔اسی طرح ہیئت یا نشست و برخاست میں یا حرکات وسکنات میں یا تازہ روئی، تندخوئی اور ترش روئی اور خوش مزاجی میں یا سخن گوئی اور خاموشی میں غرض یہ کہ ان کے علاوہ بھی اس کے متعلقات میں جو عیب نکالا جائے گا وہ غیبت کہلائے گا۔

اسی طرح یہ بھی غیبت میں شمار ہے کہ اس کا تذکرہ رمز سے کرے یا کنایہ الفاظ سے ہو یا آنکھ کے اشارہ سے یا بھنوؤں کے اشارہ سے اور سر سے اشارہ ہو یا ہاتھ وغیرہ سے۔

قاعدہ کلیہ: یہ کہ جس چیز سے سمجھا یا جائے اور اس میں کسی مسلمان کا نقصان ہو اور یہ حرکت غائبانہ ہوتو غیبت میں شمار ہوگی جو کہ حرام ہے۔اگر اس کے منہ پر کہے اور اسے ناپسند ہوتو یہ وقاحت و بے حیائی ہے یہ اور بھی گناہ ہے۔

کفارۂ غیبت:

① جس کی غیبت کی اس سے معاف کروائے اگر اس کو اس غیبت کی اطلاع پہنچی ہے تو بخشش کے لئے اسے اجمالی خبر دینا کافی ہے۔تفصیل کی ضرورت نہیں مثلاً کہے میں نے تیری غیبت کی ہے معاف کردے۔وھو الصحیح اور اگر اسے اطلاع نہ ہو یا وہ مر چکا ہو یا دور فاصلے پر ہوتو صرف استغفار کافی ہے اور وہ استغفار ہی غیبت کا کفارہ ہے جیسا کہ روایات میں وارد ہے (ع۔ح)

② اہتمام وانتظام کے طور پر کسی کی برائیوں کا تذکرہ کرنے میں کچھ حرج نہیں مگر اس صورت میں مکروہ ہے جب کہ برا کہنے اور نقصان دینے کا ارادہ کرتا ہو۔مثلاً ایک شہر یا بستی والوں کی غیبت کی تو وہ اس وقت تک غیبت نہ بنے گی جب تک کچھ معین افراد یا معین قوم کا نام نہ لے۔کذا فی السراجیہ۔

③ اگر ایک شخص روزہ رکھتا اور نماز پڑھتا ہے مگر وہ لوگوں کو ہاتھ اور زبان سے ضرر پہنچاتا ہے۔پس اس کا اس عیب کے ساتھ تذکرہ جو اس میں پایا جاتا ہے یہ غیبت نہیں اور بادشاہ کو اس کے متعلق بتلانا تاکہ وہ اسے تنبیہ کرے تو یہ گناہ نہیں ہے۔

(فتاویٰ قاضی خان عالمگیری)

قبیلہ کا بدترین آدمی

۴۷۱۲/۱۸ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَجُلاً اِسْتَاْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِئْذَنُوْا لَهٗ فَبِئْسَ اَخُو الْعَشِيْرَةِ فَلَمَّا جَلَسَ تَطَلَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ وَجْهِهٖ وَانْبَسَطَ اِلَيْهِ فَلَمَّا انْطَلَقَ الرَّجُلُ قَالَتْ عَائِشَةُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قُلْتَ لَهٗ كَذَا وَكَذَا ثُمَّ تَطَلَّقْتَ فِيْ وَجْهِهٖ وَانْبَسَطْتَّ اِلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتٰى عَاهَدْتِّنِيْ فَحَّاشًا اِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

مَنْ تَرَکَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ شَرِّهٖ وَفِیْ رِوَایَةٍ اِتِّقَاءَ فُحْشِهٖ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۴۸۶/۱۰ الحدیث رقم ۶۰۶۹ و مسلم فی ۲۲۹۱/۴ الحدیث رقم (۷۳-۲۵۹۱)۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے اجازت دے دو۔ یہ شخص قبیلے کا بدترین آدمی ہے۔ جب وہ بیٹھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے خندہ پیشانی سے ملے اور نرمی سے پیش آئے۔ جب وہ چلا گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے تو اس کے متعلق یہ یہ فرمایا پھر اس کے ساتھ یوں خندہ پیشانی اور کشادہ روئی سے پیش آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے مجھے فحش گو کب پایا؟ اللہ تعالیٰ کے ہاں بدترین درجے والا وہ شخص ہوگا جس کے شر سے حفاظت کی خاطر لوگ اس سے فرار اختیار کریں اور ایک روایت میں ہے کہ اس کی فحش گوئی سے بچنے کے لئے (لوگ اسے چھوڑ دیں)۔ (بخاری، مسلم)

تشریح رَجُلًا اِسْتَاْذَنَ: یہ اجازت طلب کرنے والا شخص عیینہ بن حصن تھا' یہ عرب کے سنگ دل لوگوں میں سے تھا۔ اور مؤلفۃ القلوب میں سے تھا نیز اپنی قوم کا سردار تھا۔ اس کے اخلاق اچھے نہ تھے اس کے دین وایمان میں کمزوریاں اور نقصان آپ کی زندگی اور وفات کے بعد ظاہر ہو چکے تھے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس نے ارتداد اختیار کیا اور قیدی ہو کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا اور اسلام کی تجدید کی اور اسی حالت میں موت واقع ہوئی۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت اظہار اسلام تو کیا مگر اسلام دل کی گہرائیوں میں داخل نہ ہوا۔ آپ کا یہ ارشاد جو اس کے متعلق فرمایا یہ علامات نبوت اور معجزات میں سے ہے۔ اس کی حقیقت کے متعلق اطلاع دی آئندہ چل کر وہ ارتداد کا شکار ہوا۔

اور یہ مذمت اس کی حقیقت حال ظاہر کرنے کے لئے ہے تاکہ لوگ اس کو پہچان لیں اور فریب وفتنہ کا شکار نہ ہوں۔ اس لئے غیبت نہ ہوئی۔

نووی رحمہ اللہ کا قول: (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تالیف قلب کے لئے نرم گفتگو فرمائی اس سے یہ ثابت ہوا کہ جس کی فحش گوئی کا خطرہ ہو اس سے مدارات کرنا درست ہے۔ (۲) فاسق کی غیبت درست ہے۔

مدارات اور مداہنت کا باہمی فرق: مدارات دنیا کو دنیا یا دین کی درستی کے لئے صرف کرنا یا دین ودنیا دونوں کی درستی کے لئے صرف کرنا یہ مباح ہے اور بعض مواقع میں بہت بہتر رہتی ہے۔

۲مداہنت دین کو دنیا کے لئے قربان کر دینا اور نیت اصلاح ودرستی کی ہو، یہ جائز نہیں۔

یہ وضاحت کر دی کیونکہ لوگ ان کی مابین فرق سے ناواقف ہیں اور مداہنت کو مدارات کہنے لگتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((متی عاهدتنی فحاشًا)) یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات کا انکار ہے کہ آپ نے سامنے اور کہا اور غائبانہ کچھ اور کہا اسے سامنے بھی برا کہنا چاہیے تھا۔ تو آپ نے ان کی بات کا انکار کرتے ہوئے فرمایا مجھے تم نے کب فحش گو پایا۔ اس کے دو معنی

ہیں: (۱) میں نے اس کے سامنے یہ طریقہ اس لئے نہ اپنایا کہ میں ان لوگوں سے نہیں جن کی فحش گوئی سے لوگ ان سے دور بھاگتے ہیں۔ (۲) وہ شخص نہایت شریر تھا اس کے شر کے پیش نظر ایسا طریقہ نہ اپنایا دوسری روایت پہلے معنی اور پہلی روایت دوسرے معنی پر دلالت کرتی ہے۔ (ع۔ح)

اعلانیہ گناہ والوں کی معافی نہیں

۴۷۱۳/۱۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ اُمَّتِیْ مُعَافًا اِلاَّ الْمُجَاهِرُوْنَ وَاِنَّ مِنَ الْمَجَانَةِ اَنْ یَّعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّیْلِ عَمَلاً ثُمَّ یُصْبِحُ وَقَدْسَتَرَهُ اللّٰهُ فَیَقُوْلُ یَافُلاَنُ عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا وَقَدْبَاتَ یَسْتُرُهٗ رَبُّهٗ وَیُصْبِحُ یَكْشِفُ سِتْرَ اللّٰهِ عَنْهُ۔

(متفق علیه وذكر حدیث ابی هریرة من كان یؤمن باللّٰه فی باب ضیافة)

أخرجه الترمذی فی السنن ٣١٥/٤ الحدیث رقم ١٩٩٣ و ابن ماجه فی ١٩/١ الحدیث رقم ٥١، والبغوی فی شرح السنة ٨٢/١٣ الحدیث رقم ٣٥٠٢۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری تمام امت کو معاف کر دیا جائے گا سوائے ان لوگوں کے جو علانیہ گناہ کا ارتکاب کرنے والے ہیں اور علانیہ گناہ میں یہ بھی ہے کہ یہ رات کو کسی نے عمل کیا پھر صبح کی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس پر پردہ ڈال دیا تھا وہ لوگوں سے کہتا پھرتا ہے اے فلاں! میں نے گزشتہ رات یہ یہ کیا۔ صبح کے وقت وہ اپنے پروردگار کے پردہ کو چاک کر دیتا ہے۔ (بخاری، مسلم)۔ روایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ باب الضیافہ میں گزر چکی ہے۔

تشریح ❁ كُلُّ اُمَّتِیْ مُعَافًا: حضرت شیخ نے معافاً کا معنی یہ لکھا ہے کہ سلامت رکھا جاتا ہے یعنی غیبت نہیں کی جاتی مگر ان لوگوں کی جو علانیہ گناہ کا ارتکاب کرنے والے ہیں۔ علامہ طیبی نے بھی یہی معنی لکھا ہے۔

ملا علی قاری کا قول: (۱) حدیث اس پر دلالت نہیں کرتی بلکہ اس کا وہی معنی ہے جو ترجمہ میں مذکور ہوا۔ (۲) اس سے معلوم ہوا کہ غیبت اس کی حرام ہے جو پوشیدہ برا کام کرتا ہے اور جو بے حیا ہوا سر عام برائی کرے اس کی غیبت غیبت نہیں ہے۔

علماء کا قول: اس آدمی کی غیبت جائز ہے جو فاسق وملعون ہو اسی طرح ظالم حاکم کی مبلغ بدعت کی اور اسی طرح جب حاکم کے سامنے فریاد کرے اور ظالم سے بدلہ چاہے اسی طرح تزکیہ گواہان اور راویانِ اخبار واحادیث اور بقصد نصیحت غیبت درست ہے۔

الفصل الثانی:

جنت کے بالائی حصہ میں گھر والا

۴۷۱۴/۲۰ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ تَرَكَ الْكِذْبَ وَهُوَ بَاطِلٌ بُنِیَ لَهٗ فِیْ رَبَضِ الْجَنَّةِ

وَمَنْ تَرَكَ الْمِرَآءَ وَهُوَ مُحِقٌّ بُنِيَ لَهٗ فِيْ وَسَطِ الْجَنَّةِ وَمَنْ حَسَّنَ خُلُقَهٗ بُنِيَ لَهٗ فِيْ اَعْلَاهَا۔

(رواه الترمذی وقال هذاحديث حسن و كذا فی شرح السنة وفی المصا بيح قال غريب)

أخرجه الترمذی فی السنن ٣١٩/٤ الحديث رقم ٢٠٠٤ و ابن ماجه فی ١٤١٨/٢ الحديث رقم ٤٢٣٦، واحمد فی المسند ٢٩١/٢۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جھوٹ چھوڑ دے جو کہ باطل چیز ہے اس کے لئے جنت کے کنارے گھر بنایا جائے گا اور جو صاحب حق ہونے کے باوجود لڑائی چھوڑ دے اس کا گھر جنت کے درمیان میں ہوگا اور جس نے اپنے اخلاق کر درست کرلیا اس کے لئے جنت کے بالائی حصہ میں گھر بنایا جائے گا ترمذی نے اسے روایت کرکے اسے حسن قرار دیا اور شرح السنہ میں بھی اسی طرح ہے۔صاحب مصابیح نے اسے غریب کہا۔

تشریح ۞ وَهُوَ بَاطِلٌ :یہ قید اس لئے لگائی گئی ہے کیونکہ بعض مقامات میں جھوٹ بولنا درست ہے مثلاً ① جنگ کے موقع پر جب کہ عہد شکنی کا باعث نہ ہو۔② صلح کروانے اور مسلمان کے مال و جان کی حفاظت میں جب کہ وہ ناجائز ضائع ہو رہا ہو۔۳ جس کی دو بیویاں ہوں وہ ہر بیوی کو کہہ سکتا ہے تجھ سے زیادہ پیار ہے۔

وَهُوَ مُحِقٌّ : وہ حق پر ہے یعنی اس معاملے میں وہ حقدار ہے مگر جھگڑے کو دور کرنے اور تواضع اور کسر نفسی کے لئے اپنا حق چھوڑ دیا۔اسی طرح اس کا خاموشی اختیار کرنا جب کہ دینی معاملہ نہ ہو اور اس کے سکوت سے کوئی دینی نقصان نہ ہو تو وہ آخرت کے درجات کا حقدار ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا قول: میں نے بحث و مناظرہ نہیں کیا مگر میں اس بات کو پسند کرتا رہا کہ میرے مخالف پر حق ظاہر ہو جائے۔

امام غزالی نے کہا: مراء کی حد یہ ہے کہ دوسرے کے کلام میں جھگڑے پر اعتراض کرنا اور اس کے لفظوں یا معنوں یا مقاصد کے خلل کو ظاہر کرنا۔۲ ترك مراء : اس کے کلام پر انکار و اعتراض دونوں چھوڑ دے جو بات اس سے سنے اگر درست پائے تو تصدیق کردے اور اگر باطل ہو اور وہ دین سے بھی متعلق نہ ہو تو خاموشی اختیار کرے۔حسن اخلاق : یہ تمام اچھے اوصاف و کمالات کو شامل ہے اور عموماً یہاں کشادہ پیشانی اور حسن معاشرت پر بولا جاتا ہے۔(ع۔ح)

زیادہ جنت و دوزخ میں لے جانے والی اشیاء

۴۷۱۵/۲۱ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَدْرُوْنَ مَا اَكْثَرُ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ تَقْوَى اللّٰهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ اَتَدْرُوْنَ مَا اَكْثَرُمَا يُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ الْاَجْوَفَانِ الْفَمُ وَالْفَرْجُ۔ (رواه الترمذی وابن ماجة)

أخرجه الترمذی فی السنن ٢٨٤/٤ الحديث رقم ٢٣١٩ و ابن ماجه فی ١٣١٢/٢ الحديث رقم ٣٩٦٩ و مالك فی الموطأ ٩٨٥/٢ الحديث رقم ٥من كتاب الكلام ، والبغوی فی شرح السنة١٤/ ٣١٤ الحديث رقم٢١٢٤ واحمد فی المسند ٤٦٩/٣۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ لوگوں کو کونسی چیز جنت میں زیادہ لے جائے گی؟ ① اللہ تعالیٰ کا خوف۔ ② اچھا اخلاق، اور کیا تم جانتے ہو کہ کون سی چیز لوگوں کو زیادہ دوزخ میں لے جائے گی؟ ① منہ۔ ② شرمگاہ۔ جو کہ دونوں خالی چیزیں ہیں۔ (ترمذی وابن ماجہ)

تشریح ❁ **تَقْوٰی** : تقویٰ کا کم از کم درجہ شرک سے بچنا اور اس کا اعلیٰ درجہ ماسوی اللہ کے خیال سے بچے۔ ۲ حسن اخلاق کا ادنی درجہ یہ ہے کہ دوسروں کو ایذاء نہ دے اور اس کا درجہ یہ ہے کہ جو تکلیف دے اس پر احسان کرے (کذا قال ملاعلی)

۲ شیخ فرماتے ہیں خوش اخلاقی تقویٰ کا حصہ ہے تقویٰ کے بعد اس کا تذکرہ عام کے بعد خاص کا ذکر کرنا ہے۔ مگر تقویٰ سے اعمال ظاہرہ مراد لیں اور حسن خلق سے اخلاق باطنہ مراد لیے جائیں۔

طیبی کا قول: ① تقویٰ میں اشارہ کر دیا کہ معاملے میں حسن اختیار کرے اور تمام نواہی سے بچے اور تمام اوامر کو بجالائے۔ ② حسن خلق سے اشارہ کیا کہ حسن معاملہ اختیار کرے جس میں اخلاق کا لحاظ ہو اور منہ اور زبان بھی اس میں داخل ہے۔ زبان سے آدمی لاحاصل باتیں کرتا ہے اور ممنوع کلام کرتا اور حرام کھاتا اور پیتا ہے شرمگاہ سے عموماً آدمی اپنے خالق کی مخالفت کرتا اور مغلوب العقل ہو جاتا ہے۔

ایک برا کلمہ ناراضگی کا باعث بن گیا

۴۷۱۶/۲۲ وَعَنْ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَعْلَمُ مَبْلَغَهَا يَكْتُبُ اللّٰهُ لَهٗ بِهَا رِضْوَانَهٗ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَاهُ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنَ الشَّرِّ مَا يَعْلَمُ مَبْلَغَهَا يَكْتُبُ اللّٰهُ بِهَا عَلَيْهِ سَخَطَهٗ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَاهُ۔

(رواه فى شرح السنة وروى مالك والترمذى وابن ماجة نحوه)

أخرجه ابوداوٗد فى السنن ٥/٢٦٥ الحديث رقم ٤٩٩٠، والترمذى فى ٤/٤٨٣ الحديث رقم ٢٣١٥ والدارمى فى ٢/٣٨٢ الحديث رقم ٢٧٠٢، واحمد فى المسند ٥/٥۔

ترجمہ: حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص اچھا کلمہ کہہ دیتا ہے حالانکہ اسے اس کا انجام معلوم نہیں اس کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کے لئے اپنی رضا کو یوم لقاء تک کے لئے لکھ دیتا ہے اور کوئی آدمی برا کلمہ زبان سے نکالتا ہے جب کہ اسے اس کا انجام معلوم نہیں مگر اسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ملاقات کے دن تک ناراضگی لکھ دیتا ہے۔ شرح السنہ، امام مالک اور ترمذی، ابن ماجہ سے اس کے ہم معنی روایت کی ہے۔

تشریح ❁ **مَا يَعْلَمُ مَبْلَغَهَا يَكْتُبُ اللّٰهُ لَهٗ بِهَا** : یعنی دنیا میں اسے ایسی چیزوں کی توفیق مرحمت فرماتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور عالم برزخ میں عذاب قبر سے محفوظ کرتا ہے اور اس کی قبر وسیع کی جاتی ہے اور اسے اس طرح کہہ دیا جاتا ہے: ((نعم کنومة العروس......)) اور وہ قیام کے دن خوش نصیب ہوگا اور عرش الٰہی کا سایہ پائے گا پھر جنت میں جائے گا اور وہاں کی نعمتوں کو پائے گا۔

اِنَّ الرَّجُلَ لَیَتَکَلَّمُ :جس کے حق میں وہ ناراض ہوں تو اس کا عکس سمجھ لیا جائے۔ پس معنی الی یوم یلقاہ کا یہ نہیں کہ رضا وغضب اس دن تک ہے پھر منقطع ہو جائے گا اس کی نظیر وہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے جو شیطان کے متعلق فرمایا گیا: وَّاِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْٓ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ (ص:۷۸) سفیان بن عیینہ کہتے ہیں پہلی بات سے مراد ظالم بادشاہ کے ہاں کلمہ حق کہنا ہے۔انتہٰی اور اس پر قیاس کرتے ہوئے دوسری بات سے مراد ظالم بادشاہ کے ہاں بری بات کہنا ہے جس سے دین کو نقصان پہنچے۔
مگر: ظاہر روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد کوئی سا کلمہ ہو۔ (ع،ح)۔

دوسروں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولنے والا

۲۳/۴۷۱۷وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلٌ لِمَنْ يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ وَيْلٌ لَّهٗ وَيْلٌ لَهٗ۔ (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والدارمی)

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٤/٢١٣ الحديث رقم ٤٨٣٢۔

ترجمہ: بہز ابن حکیم اپنے والد سے اور وہ بہز کے دادا سے روایت بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بات کرے اور انسانوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولے اس کے لئے تباہی ہے تباہی ہے۔

(احمد ترمذی ابوداؤد دارمی)

تشریح ۞ وَيْلٌ : عظیم ہلاکت ۔۲جہنم کے ایک نالے کا نام ہے۔ وعید میں تاکید کے لئے اس لفظ کو دوبارہ لایا گیا ہے۔
فیکذب : یہ قید بتا رہی ہے کہ اگر اس نے ایک بات دوستوں کو خوش کرنے کے لئے سچی کہی تو مضائقہ نہیں۔البتہ اسے اپنی عادت نہیں بنانا چاہیے۔

آسمان وزمین کے فاصلہ سے نیچے گرنے والا

۲۴/۴۷۱۸وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ لَيَقُوْلُ الْكَلِمَةَ لَا يَقُوْلُهَا اِلَّا لِيُضْحِكَ بِهِ النَّاسَ يَهْوِيْ بِهَا بُعْدَ مِمَّا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَاِنَّهٗ لَيَزِلُّ عَنْ لِسَانِهٖ اَشَدَّ مِمَّا يَزِلُّ عَنْ قَدَمِهٖ۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

أخرجه الترمذي في السنن ٤/٥٦٩ الحديث رقم ٢٥٠١، والدارمي في ٢/٣٨٧ الحديث رقم ٢٧١٣، والبيهقي في شعب الايمان ٤/٢٥٤ الحديث رقم ٤٩٨٣، واحمد في المسند ٢/١٧٧۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص اس لئے بات کرتا ہے کہ وہ لوگوں کو ہنسائے تو اس کی وجہ سے آسمان وزمین کے فاصلہ سے زیادہ نیچے گر جاتا ہے اور قدم کے پھسلنے سے زیادہ زبان سے پھسل جاتا ہے۔ (بیہقی شعب الایمان)

تشریح ۞ اِنَّهٗ لَيَزِلُّ یعنی جھوٹ وغیرہ جو اس کی زبان سے صادر ہوتا ہے وہ اس سے زیادہ نقصان دینے والا ہے جتنا منہ کے

بل گرنے سے ہوتا ہے۔(ع)۔

خاموش نجات پا گیا

۴۷۱۹/۲۵وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَمَتَ نَجَا۔

(رواه احمد والترمذی والدارمی والبیهقی فی شعب الایمان)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٥٢٣ الحديث رقم ٢٤٠٦، واحمد فی المسند ٥/٢٥٩۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خاموش رہنے والا نجات پا گیا۔

(احمد، ترمذی، دارمی، بیہقی)

تشریح ❁ **مَنْ صَمَتَ نَجَا**: امام غزالی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ کلام کی چار قسمیں ہیں۔ ا مضر ۲ مفید، ۳ مضر و مفید، ۴ نہ مضر نہ مفید۔

(۱) مضر کلام سے خاموشی لازم ہے۔(۲) مفید اس کو اختیار کرنا چاہیے۔(۳) مضر و مفید اس سے بھی پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ ازالہ نقصان حصول نفع سے مقدم ہے۔۴ جس میں ضرر نفع کچھ نہیں ایسے کلام میں مشغولیت وقت کا ضیاع ہے اور وہ مکمل گھاٹا اور نقصان ہے اب مفید کلام تو اس میں ان باتوں کا خیال لازم ہے کیونکہ کبھی اس میں ریا کی آمیزش کا خطرہ اور تصنع اور بناوٹ، خود پسندی اور فضول کلام شامل ہو جاتا ہے اور ان میں امتیاز مشکل ترین معاملہ ہے۔ پس خاموشی بہر حال بہتر ہے کیونکہ زبان کی آفات بے شمار ہیں کسی نے خوب کہا: اللسان جِرمه صغير و جُرمه كبير و كثير۔ زبان کی قدامت تو چھوٹی مگر جرائم بڑے اور بہت زیادہ ہیں۔

حصولِ نجات کی تین راہیں

۴۷۲۰/۲۶وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ لَقِيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ مَا النَّجَاةُ فَقَالَ اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتَكَ وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ۔ (رواه احمد والترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٥٢٣ الحديث رقم ٢٤٠٧، واحمد فی المسند ٣/٩٦۔

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے سوال کیا نجات کیسے میسر ہو سکتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ① اپنی زبان کو قابو میں رکھو، ② اپنے گھر کو لازم پکڑو، ③ اپنے گناہوں پر رویا کرو۔(احمد، ترمذی)

تشریح ❁ **اَمْلِكْ عَلَيْكَ**: کا معنی اپنی زبان کی حفاظت کرو اس چیز سے جس میں بھلائی نہ ہو۔ یہ شارح کا قول ہے۔۲ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے اپنی زبان بند کرو اور اپنی امور کی محافظت کرو اور اپنے احوال کی نگہبانی کرو یسعك بيتك: کا مطلب یہ ہے کہ گھر میں رہو۔ بلا ضرورت مت نکلو۔ اس میں بیٹھنے سے تنگ دل نہ ہو بلکہ اس کو غنیمت خیال کر یہ شر و فتنہ سے خلاصی و چھٹکارے کا سبب ہے اسی وجہ سے کہا گیا ہے: هذا زمان السكوت و ملازمة البيوت و القناعة بالقوت الٰی

ان تموت ۔طیبی کا قول: امر بظاہر تو گھر سے متعلق ہے مگر اصل مخاطب سے متعلق ہے یعنی گھر میں بیٹھ کر اپنے مولیٰ کی عبادت میں مشغول ہو جاؤ۔**وابك** :رو اگر رونا آئے ورنہ رونے والے کی شکل بناؤ اور اپنے گناہوں پر نادم و شرمسار ہو۔(ع)

اعضاء کی زبان سے ہر روز فریاد

۴۷۲۱/۲۷ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَفَعَهٗ قَالَ اِذَا اَصْبَحَ ابْنُ اٰدَمَ فَاِنَّ الْاَعْضَاءَ کُلَّهَا تُکَفِّرُ اللِّسَانَ فَتَقُوْلُ اتَّقِ اللّٰهَ فِیْنَا فَاِنَّا نَحْنُ بِكَ فَاِنِ اسْتَقَمْتَ اِسْتَقَمْنَا وَاِنِ اعْوَجَجْتَ اِعْوَجَجْنَا۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه مالك فی الموطأ ۹۰۳/۲ الحديث رقم ۳من كتاب حسن الخلق، واحمد فی المسند ۲۱۱/۱۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت ہے کہ انسان جب صبح کرتا ہے تو جسم کے تمام اعضاء زبان کو عاجزانہ طور پر کہتے ہیں کہ ہمارے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہم تیرے ساتھ ہیں اگر تو سیدھی رہی تو ہم سیدھے اگر تو ٹیڑھی ہوگی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔(ترمذی)

تشریح ❁ **فَاِنَّ الْاَعْضَاءَ کُلَّهَا** :اگر یہ کہا جائے کہ مدار اور مرکز تو دل ہے اگر وہ صالح ہے تو تمام اعضاء صالح رہتے ہیں اور اگر وہ فاسد ہو جائے تو تمام اعضاء فاسد ہو جاتے ہیں جیسا کہ احادیث میں وارد ہے:((**ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله......**)) **جواب**:اس کا جواب یہ ہے کہ زبان دل کی ترجمان ہے اور اس کی خلیفہ ہے لہٰذا زبان کا حکم دل والا ہی ہے۔دل جو سوچتا ہے زبان وہی کہتی ہے اور اعضاء اسی پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

تُکَفِّرُ : خضوع اور عاجزی سے ایسے شخص کی تعظیم کرنا جو اس کا خواہشمند ہو۔

اتَّقِ اللّٰهَ :اس کا یہاں معنی ہمارا خیال رکھ اور ہمارے لئے خاموشی اختیار کر لے۔(ت)

اسلام کی خوبی

۴۷۲۲/۲۸ وَعَنْ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهٗ مَالَا یَعْنِیْهِ۔

(رواه مالك واحمد ورواه ابن ماجة عن ابی هريرة والترمذی والبيهقی فی شعب الايمان عنهما)

أخرجه ابن ماجه فی السنن ۱۳۱۵/۲ الحديث رقم ۳۹۷۶۔

ترجمہ: حضرت علی بن حسینؒ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندے کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی کام کو ترک کر دے۔مالک، احمد، ابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور ترمذی، بیہقی نے دونوں سے روایت کی ہے۔

تشریح ❁ **مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ** : یعنی ایمان کی خوبی اور کمال ایسی چیزوں کو ترک کرنے میں ہے جس سے اس کی کوئی غرض متعلق نہ ہو اور اس میں اس کا کوئی فائدہ اور نفع نہ ہو یعنی وہ کام ضروری نہ ہو۔لایعنی اس عمل کو کہا جاتا ہے جو غیر ضروری ہو اور ضروری عمل وہ ہے جس کا آدمی اہتمام کرے۔یعنی اس کی ضرورتِ حیات و معاش سے اس کا تعلق ہو یا معاد کی سلامتی اور

نجات سے متعلق ہو۔ معاد سے جو چیزیں متعلق ہیں مثلاً کھانے کی اتنی مقدار جس سے سیر ہو جائے۔ پانی کی وہ مقدار جس سے اس کی پیاس دور ہو جائے۔ کپڑا جو اس کے ستر کو ڈھانپ سکے اور بیوی جس کی وجہ سے شرمگاہ کی حفاظت اور اسی طرح کی وہ چیزیں جن سے اس کی حاجت اور محتاجی ختم ہو وہ چیزیں مراد نہیں ہیں کہ جن سے محض لذت حاصل ہوتی ہے ان سے آدمی دولت مند ہوتا ہے اسی طرح اس ضرورت میں فضول اقوال وافعال اور حرکات وسکنات وہ بھی شامل نہیں اور معاد کی ضروریات سے مراد اسلام، ایمان اور احسان ہے۔ جیسا کہ حدیث جبرئیل میں مذکور ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جو چیزیں معاش اور معاد کے لئے ضروری ہیں اور رضائے الٰہی کا سبب ہیں وہ لایعنی میں شامل نہیں اور یہ اس سے عام ہے کہ وہ چیزیں کرنے کی ہوں یا کہنے کی۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

لایعنی کی حد یہ ہے کہ تم ایسا کلام کرو کہ اگر تم اس سے خاموش رہتے تو نہ تم گنہگار ہوتے اور نہ تمہیں ضرر پہنچتا خواہ اس ضرر کا تعلق حال سے ہو یا مآل سے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ تم کچھ لوگوں کے پاس بیٹھے ہو اور ان کے سامنے اپنے اسفار کے حال بیان کرو اور وہ چیزیں بیان کرو جو تم نے سفر میں دیکھی ہیں اور ایسے واقعات بیان کرو جو تمہیں پیش آئے ہوں اور اچھے کھانے اور کپڑے کا بھی تذکرہ کرو۔ یہ چیزیں ایسی ہیں کہ اگر تم انہیں بیان نہ کرتے تو نہ تم گنہگار ہوتے اور نہ نقصان پہنچتا۔ (ح، ع)

کیا معلوم کہ اس نے لایعنی بات کہی ہو

۴۷۲۳/۲۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ تُوُفِّيَ رَجُلٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ فَقَالَ رَجُلٌ اَبْشِرْ بِالْجَنَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَلَا تَدْرِيْ فَلَعَلَّهٗ تَكَلَّمَ فِيْمَا لَا يَعْنِيْهِ اَوْ بَخِلَ بِمَا لَا يَنْقُصُهٗ۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ٤/٤٨٣ الحديث رقم ٢٣١٦۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صحابیؓ فوت ہوئے تو ایک شخص نے کہا تجھے جنت مبارک ہو! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں کیا معلوم کہ اس نے کوئی لایعنی بات کہی ہو یا کم نہ ہونے والی چیز میں بخل کیا ہو۔ (ترمذی)

تشریح ۞ فَلَعَلَّهٗ تَكَلَّمَ فِيْمَا لَا يَعْنِيْهِ یعنی جیسا کہ علم حاصل کرنا، زکوٰۃ دینا اس سے علم اور مال میں نقصان نہیں ہوتا بلکہ یہ چیز زیادتی اور اضافے کا سبب بنتی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ چونکہ تم نے اس کے جنت میں داخلے کے متعلق یقین سے بات کہی تو میں نے اسی لیے کہا کہ شاید اس نے لایعنی بات کی ہو اور دیے جانے والے مال میں بخل کیا ہو اور اس کے سوال وجواب میں مبتلا ہو کر وقتی طور پر بہشت کے داخلے سے روک دیا گیا ہو۔ (ح)

سب سے بڑا خطرہ زبان

۴۷۲۴/۳۰ وَعَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيِّ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَخَافُ عَلَيَّ قَالَ فَاَخَذَ بِلِسَانِ نَفْسِهٖ وَقَالَ هٰذَا۔ (رواہ الترمذی وصححہ)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٥٢٤ الحدیث رقم ٢٤١٠ و ابن ماجه فی ٢/١٣١٤ الحدیث رقم ٣٩٧٢ والدارمی فی ٢/٣٨٦ الحدیث رقم ٢٧١١، واحمد فی المسند ٣/٤١٣۔

ترجمہ: حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سب سے زیادہ خطرہ والی چیز کیا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ میں محسوس کرتے ہیں؟ راوی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر فرمایا یہ یعنی زبان۔ (ترمذی)

تشریح ۞ **مَا تَخَافُ**: یعنی میری کس طرف سے شر کے آنے کا خطرہ ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک پکڑ کے فرمایا اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفیان کو یہ نہیں فرمایا کہ وہ زبان ہے بلکہ زبان پکڑ کر مقصود کو سمجھا دیا۔ اس کی زبان نہیں پکڑی کیونکہ اس میں تکلف تھا اپنی زبان پکڑ کر اشارہ فرمایا کہ ہر زبان کا حال یہی ہے۔ مگر جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ لے لے۔ نیز سائل کی زبان پکڑنے سے یہ وہم بھی ہو سکتا تھا کہ یہ بات اس کے ساتھ مخصوص ہے۔

جھوٹ کی بدبو ایک میل تک

۴۷۲۵/۳۱ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَذَبَ الْعَبْدُ تَبَاعَدَ عَنْهُ الْمَلَكُ مِيْلًا مِنْ نَتْنِ مَاجَآءَ بِهٖ۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٣٠٧ الحدیث رقم ١٩٧٢۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جب کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو اس جھوٹ کی بدبو سے فرشتہ ایک میل کے فاصلہ پر چلا جاتا ہے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ **نَتْنِ**: بدبو اور یہاں مراد بدبو کا پھیلنا ہے اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہوں کی جو بدبو ہے اگرچہ دنیا میں محسوس نہیں ہوتی تو آخرت میں محسوس ہوگی۔

جھوٹ کی مہارت

۴۷۲۶/۳۲ وَعَنْ سُفْيَانَ بْنِ اَسَدٍ الْحَضْرَمِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كَبُرَتْ خِيَانَةً اَنْ تُحَدِّثَ اَخَاكَ حَدِيْثًا هُوَ لَكَ بِهٖ مُصَدِّقٌ وَاَنْتَ بِهٖ كَاذِبٌ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ٥/٢٥٤ الحدیث رقم ٤٩٧١۔

ترجمہ: حضرت سفیان بن اسد حضرمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بہت بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے مسلمان بھائی سے کوئی بات کہو جس میں وہ تمہیں سچا خیال کرے حالانکہ تم اس سے جھوٹ بول رہے ہو۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ **اَنْ تُحَدِّثَ اَخَاكَ**: یعنی وہ تو تیری بات پر کامل اعتماد کر رہا ہے اور تو جھوٹ بول رہا ہے جھوٹ بولنا ہر جگہ ہی برا

ہے مگر ایسے مقام پر نہایت بدتر ہے۔

منافق کی آگ سے دوزبانیں

۴۷۲۷/۳۳ وَعَنْ عَمَّارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ ذَاوَجْهَيْنِ فِي الدُّنْيَا كَانَ لَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لِسَانَانِ مِنْ نَارٍ۔ (رواه الدارمی)

أخرجه ابو داوٗد فی السنن ۱۹۱/۵ الحديث رقم ۴۸۷۳، والدارمی فی ۲/ ٤٠٥ الحديث رقم ٢٧٦٤۔

ترجمہ: حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص دنیا میں دو منہ رکھتا ہے یعنی منافق ہے آخرت میں اس کی دوزبانیں آگ کی ہوں گی۔ (دارمی)

تشریح ❀ مِنْ كَانَ ذَاوَجْهَيْنِ: ① دو چہروں والا اس کو کہا جاتا ہے کہ وہ ہر گروہ کے سامنے ایسی باتیں کرتا ہے کہ وہ سمجھے کہ میرا بڑا دوست ہے اور ان کی غیر موجودگی میں ایسی باتیں کرتا ہے جو ایذاء کا باعث ہوں۔ ② بعض نے کہا کہ یہ دومنہ والا اس لیے ہے کہ دو آدمیوں کے پاس جاتا ہے جن کے درمیان باہمی دشمنی ہے اور دونوں میں سے ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ یہ میرا دوست ہے یعنی ہر ایک کے پاس جا کر دوسرے کو برا کہتا ہے اور اس سے محبت کا اظہار کرتا ہے جس سے وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ میرا غم خوار اور ہمدرد ہے۔

کامل مؤمن کی چار علامات

۴۷۲۸/۳۴ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا بِاللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيِّ۔

(رواه الترمذی والبیهقی فی شعب الایمان وفی اخری له ولا الفاحش البذی وقال الترمذی هذا حديث غريب)

أخرجه الترمذی فی السنن ۳۰۸/٤ الحديث رقم ۱۹۷۷، واحمد فی المسند ٤٠٥/١ والبیهقی فی الشعب ٢٩٣/٤ الحديث رقم ٥١٤٩۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کامل مؤمن طعنہ زن اور لعنت کرنے والا، فحش گو اور زبان دراز نہیں ہوتا۔ ترمذی، بیہقی اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ نہ فحش گو اور نہ بے حیاء ہوتا ہے۔ ترمذی نے غریب کہا ہے۔

تشریح ❀ طَعَّان لَعَّان اَلْبَذِیْ: ① طعان جو لوگوں کی آبرو پر طعنہ زنی کرے۔ ② لعان یعنی مؤمن کے لئے ایسی بددعائیں کرنے والا ہے جو اس کو اللہ کی رحمت اور نیکی سے دور لے جانے والی ہیں۔ ③ البذی کا معنی بے حیا۔

اَلْفَاحِشِ: برائی میں حد سے تجاوز کرنے والا یا بخیل بے ہودہ بکنے والا۔ (ت)

مؤمن لعان نہیں ہوتا

۴۷۲۹/۳۵ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ لَعَّانًا وَفِىْ رِوَايَةٍ لَا يَنْبَغِىْ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ يَّكُوْنَ لَعَّانًا۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذى فى السنن ٤/٣٢٥ الحديث رقم ٢٠١٩، واحمد فى المسند ٢/٣٦٦۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمن لعنت کرنے والا نہیں ہوتا یہ ترمذی کی روایت ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ مؤمن کے لئے مناسب نہیں کہ وہ لعنت کرنے والا ہو۔

تشریح ۞ لَا يَنْبَغِىْ یعنی یہ مؤمن کی عادت اور اس کا طریقہ نہیں۔

تین باتوں سے باز رہو

۴۷۳۰/۳۶ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلَاعَنُوْا بِلَعْنَةِ اللّٰهِ وَلَا بِغَضَبِ اللّٰهِ وَلَا بِجَهَنَّمَ وَفِىْ رِوَايَةٍ وَلَا بِالنَّارِ۔ (رواہ الترمذی وابوداؤد)

أخرجه ابوداؤد فى السنن ٥/٢١١ الحديث رقم ٤٩٠٦، والترمذى فى ٤/٣٠٨ الحديث رقم ١٩٧٦، واحمد فى المسند ٥/١٥۔

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں کو خدا کی لعنت سے لعنت نہ کرو اور غضب الٰہی سے اور نہ جہنم میں جانے کی بددعا دو۔ اور ایک روایت میں ہے نہ آگ سے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

تشریح ۞ لَا تَلَاعَنُوْا یعنی کسی مسلمان کو یہ نہ کہو کہ تجھ پر خدا کی لعنت ہو۔

وَلَا بِغَضَبِ اللّٰهِ : نہ یہ کہو کہ تم پر اللہ کا غضب ٹوٹے۔

وَلَا بِجَهَنَّمَ : اور نہ یہ کہو کہ اللہ تمہیں دوزخ میں ڈالے۔ (ت)

لعنت خود لعنت کرنے والے کی طرف لوٹتی ہے

۴۷۳۱/۳۷ وَعَنْ اَبِى الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا لَعَنَ شَيْئًا صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ اِلَى السَّمَآءِ فَتُغْلَقُ اَبْوَابُ السَّمَآءِ دُوْنَهَا ثُمَّ يُهْبَطُ اِلَى الْاَرْضِ فَتُغْلَقُ اَبْوَابُهَا دُوْنَهَا ثُمَّ تَاْخُذُ يَمِيْنًا وَشِمَالًا فَاِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاغًا رَجَعَتْ اِلَى الَّذِىْ لُعِنَ فَاِنْ كَانَ لِذَالِكَ اَهْلًا وَاِلَّا رَجَعَتْ اِلٰى قَآئِلِهَا۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه ابوداؤد فى السنن ٥/٢١١ الحديث رقم ٤٩٠٥۔

ترجمہ: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب کوئی بندہ کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو وہ لعنت آسمان کی طرف جاتی ہے آسمان کے دروازے اس کے لئے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ پھر وہ زمین کی طرف لوٹتی ہے تو زمین کے دروازے بھی بند کر دیے جاتے ہیں پھر وہ دائیں، بائیں گردش کرتی ہے جب وہ کوئی ٹھکانہ نہیں پاتی تو وہ اسی آدمی کی طرف لوٹتی ہے جس پر وہ کی گئی ہوتی ہے۔ اگر وہ مستحق تھا تو فبہا' ورنہ لوٹ کر کہنے والے کی طرف آجاتی ہے۔ (ابوداؤد)

تشریح ✿ صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ :اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کسی پر لعنت کی جاتی ہے تو ابتداء ہی میں وہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتی بلکہ وہ باہر نکلنا چاہتی ہے جب وہ نکلنے کی جگہ نہیں پاتی تو اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے جس پر بھیجی جاتی ہے' اگر وہ اس کا حقدار نہیں ہوتا تو پھر لوٹ کر لعنت بھیجنے والے کی طرف آتی ہے پس جب تک یقین نہ ہو کہ وہ مستحق لعنت ہے تو اس پر لعنت نہ کرے اور مستحق لعنت ہونا شارع کی خبر کے بغیر یقینی نہیں۔ (ح،ع)

ہوا پر لعنت نہ کرو

۴۷۳۲/۳۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلًا نَازَعَتْهُ الرِّيْحُ رِدَاءَهُ فَلَعَنَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْعَنْهَا فَاِنَّهَا مَاْمُوْرَةٌ وَاِنَّهٗ مَنْ لَعَنَ شَيْئًا لَيْسَ لَهٗ بِاَهْلٍ رَجَعَتِ اللَّعْنَةُ عَلَيْهِ۔

(رواه الترمذی و ابوداؤد)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ۵/۲۱۲ الحدیث رقم ۴۹۰۸، والترمذی فی ۴/۳۰۹، الحدیث رقم ۱۹۷۸۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص کی چادر ہوا میں اڑ گئی تو اس نے ہوا پر لعنت کی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہوا پر لعنت نہ کرو کیونکہ وہ تو حکم کے تابع ہے اور جو شخص کسی ایسی چیز پر لعنت کرے جو اس کی مستحق نہ ہو تو وہ لعنت اسی پر لوٹ آتی ہے۔ (ترمذی' ابوداؤد)

تشریح ✿ فَاِنَّهَا مَاْمُوْرَةٌ :اس پر لعنت بھیجنے کی متعدد صورتیں ہوتی ہیں۔ ① بندہ اس سے تنگ آتا ہے۔ ② اسے ناپسند کرتا ہے اور یہ دونوں چیزیں عبودیت اور استقامت کے منافی ہیں بلکہ ہر مصیبت و حادثہ میں اسی ادب کا خیال رکھنا ضروری ہے ۔ آدمی کو چاہیے کہ وہ دل و جان سے اس پر راضی اور زبان سے ساکت ہو۔ اگر دل میں انسانی کمزوری کی وجہ سے کچھ تغیر محسوس کرے تو زبان کو محفوظ رکھے کہ اس سے ایسی چیز نہ نکلنے پائے جو منافی آداب ہو۔ (ح،ت)

میں صاف سینہ لے کر آنا چاہتا ہوں

۴۷۳۳/۳۹ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُبَلِّغُنِيْ اَحَدٌ مِنْ اَصْحَابِيْ عَنْ اَحَدٍ شَيْئًا فَاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَخْرُجَ اِلَيْكُمْ وَاَنَا سَلِيْمُ الصَّدْرِ۔ (رواه ابوداؤد)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ۵/۱۸۳ الحدیث رقم ۴۸۶۰ والترمذی ۵/۶۶۷ الحدیث رقم ۳۸۹۷، واحمد فی

المسند ۱/۳۹۶۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے کسی کی طرف سے کوئی دوسرا بات نہ پہنچائے میں چاہتا ہوں کہ تمہارے پاس صاف سینہ لے کر آؤں۔ (ابوداؤد)

تشریح ❁ فَاِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اَخْرُجَ اِلَیْکُمْ: اس میں امت کو تعلیم دی کہ کسی کو بھی یہ مناسب نہیں کہ وہ کسی کے متعلق کسی کے سامنے خصوصاً بڑوں کے سامنے کسی کی برائی کرے تا کہ وہ عداوت اور کینہ کا باعث نہ ہو۔ (ح)

اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے یہ تمنا کی کہ میں دنیا سے اس حال کے ساتھ نکلوں کی میرا دِل میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خوش وراضی ہو۔ (ع)

اگر یہ بات سمندر میں ملائیں تو وہ متغیر ہو جائے

۴۷۳۴/۴۰ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَسْبُكَ مِنْ صَفِیَّةَ كَذَا وَكَذَا تَعْنِیْ قَصِیْرَةً فَقَالَ لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَ بِهَا الْبَحْرُ لَمَزَجَتْهُ۔ (رواہ احمد والترمذی ابوداؤد)

أخرجه ابوداوٗد فی السنن ۵/۱۹۲ الحدیث رقم ۴۸۷۵، والترمذی فی ۴/۵۷۰ الحدیث رقم ۲۵۰۲ واحمد فی المسند ۶/۱۸۹۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ صفیہ سے آپ کے لئے یہ بات کافی ہے کہ وہ ایسی ایسی ہے یعنی پستہ قد۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے ایسی بات کہی ہے اگر وہ سمندر میں ملا دی جائے تو وہ اسے متغیر کر دے گا۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد)

تشریح ❁ لَوْ مُزِجَ بِهَا یعنی یہ ایسی سخت بات ہے جو سمندر کو بڑے ہونے کے باوجود متغیر کر ڈالتی ہے اور اس پر غالب آ جاتی ہے تو تیرے اعمال کا کیا حال ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حقارت کے ارادہ سے کسی کا عیب کہنا کہ وہ کوتاہ قد ہے یہ بھی غیبت میں شامل ہے۔

حَسْبُكَ مِنْ صَفِیَّةَ كَذَا وَكَذَا: یہ کذا کذا ان کے بعض عیوب کے تذکرہ سے کنایہ ہے ایک شارح نے کہا کہ یہ کذا کا لفظ اپنی بالشت سے کنایہ ہے۔ مگر میں عرض کرتا ہوں کہ دو مرتبہ لا کر صفت کا تعدد مراد ہے پس شاید کہ انہوں نے اپنی زبان سے ٹھگنی کہا ہو اور بالشت سے اشارہ کر کے کہا ہو وہ نہایت ٹھگنی ہے تو تاکید سے گویا قول وفعل کو جمع کیا۔ واللہ اعلم۔ (ح ع)

حیاء زینت ہے

۴۷۳۵/۴۱ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ الْفُحْشُ فِیْ شَیْءٍ اِلَّا شَانَهٗ وَمَا كَانَ الْحَیَاءُ فِیْ شَیْءٍ اِلَّا زَانَهٗ۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ۴/۳۰۷ الحدیث رقم ۱۹۷۴ و ابن ماجه فی ۲/۱۴۰۰ الحدیث رقم ۴۱۸۵،

واحمد فی المسند ۳/۱۶۵۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس چیز میں بے حیائی ہو وہ اسے عیب دار بنا دیتی ہے اور جس چیز میں حیاء ہو وہ اسے زینت دیتی ہے۔ (ترمذی)

تشریح ❁ **مَا كَانَ الْفُحْشُ**: اس میں مبالغہ ہے کہ اگر بالفرض فحش یا حیاء جمادات میں سے بھی کسی چیز میں ہو تو اس کو بھی عیب ناک کر دے گی یا زینت دے دے گی۔ فحش کا استعمال عموماً گفتگو کے لئے ہوتا ہے۔ (ح)

کسی کو گناہ پر عار مت دلاؤ

۴۷۳۶/۴۲ وَعَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ مُعَاذٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَيَّرَ اَخَاهُ بِذَنْبٍ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى يَعْمَلَهُ يَعْنِىْ مِنْ ذَنْبٍ قَدْ تَابَ مِنْهُ۔

(رواه الترمذی وقال هذا حديث غريب وليس اسناده بمتصل لان خالدا لم يدرك معاذبن جبل)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٥٧١ الحديث رقم ٢٥٠٥۔

ترجمہ: حضرت خالد بن معدانؒ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی گناہ پر اپنے بھائی کو عار دلائی تو وہ اس وقت تک نہ مرے گا یہاں تک کہ وہ گناہ نہ کر لے یعنی وہ گناہ جس پر عار دلائی ہے وہ اس سے توبہ کر چکا ہو۔ امام ترمذی نے اسے غریب کہا ہے اور سند بھی متصل نہیں کیونکہ خالد کی معاذ بن جبل سے ملاقات ثابت نہیں۔

تشریح ❁ **قَدْ تَابَ مِنْهُ**: اس سے توبہ کر چکا اور اگر اس نے توبہ نہیں کی تو اس پر سرزنش کر سکتا ہے مگر وہ سرزنش تکبر و تحقیر کے طور پر نہ ہو بلکہ اس لئے تاکہ نصیحت پائے اور اس سے باز آئے۔ یہ تفسیر امام احمد نے کی ہے۔

اس روایت میں اگرچہ ترمذی نے کلام کیا مگر بقول عراقی اس کو احمد اور طبرانی نے سند جید سے روایت کیا ہے۔ (ح ع)

مسلمان کو مصیبت میں دیکھ کر خوش نہ ہو

۴۷۳۷/۴۳ وَعَنْ وَاثِلَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِاَخِيْكَ فَيَرْحَمُهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيْكَ۔ (رواه الترمذی وقال هذا حديث حسن غريب)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٥٧١ الحديث رقم ٢٥٠٦۔

ترجمہ: حضرت واثلہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کو مصیبت میں دیکھ کر خوش نہ ہوا کرو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے اور تمہیں اس میں مبتلا کر دے۔ ترمذی نے اسے حسن غریب کہا ہے۔

تشریح ❁ حضرت واثلہ بن الاسقع: یہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ یہ اصحابِ صفہ میں سے تھے۔

وَيَبْتَلِيْكَ یعنی اس دشمنی کی وجہ سے جو تجھے اس کے ساتھ ہے تجھے اس مصیبت میں مبتلا کر دے۔

کسی کی نقل اتارنا مجھے ناپسند ہے

۴۷۳۸/۴۴ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَا اُحِبُّ اَنِّیْ حَکَیْتُ اَحَدًا وَاَنَّ لِیْ کَذَا وَکَذَا۔

(رواہ الترمذی وصححہ)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٥٧ الحديث رقم ٢٥٠٣، واحمد فی المسند ٦/١٢٨

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں کسی کی نقل اتارنا ناپسند کرتا ہوں اگرچہ مجھے اتنا کچھ دیا جائے۔ ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔

اَنِّیْ حَکَیْتُ: کسی کی نقل کرنا حرام ہے خواہ قولی ہو یا فعلی اور یہ غیبت محرمہ میں داخل ہے۔ (ع)

کذا و کذا: اس سے مراد دنیا کی دولت ہے کسی کی تمسخر واہانت سے نقل کرنا غیبت میں شامل ہے۔ (ت)

رحمت الٰہی کو محدود مت کرو

۴۷۳۹/۴۵ وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ جَآءَ اَعْرَابِیٌّ فَاَنَاخَ رَاحِلَتَهٗ ثُمَّ عَقَلَهَا ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلّٰی خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَلَّمَ اَتٰی رَاحِلَتَهٗ فَاَطْلَقَهَا ثُمَّ رَکِبَ ثُمَّ نَادٰی اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ وَمُحَمَّدًا وَلَا تُشْرِكْ فِیْ رَحْمَتِنَا اَحَدًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَتَقُوْلُوْنَ هُوَ اَضَلُّ اَمْ بَعِیْرُهٗ اَلَمْ تَسْمَعُوْا اِلٰی مَاقَالَ قَالُوْا بَلٰی۔

(رواہ ابو داؤد وذکر حدیث ابی ہریرۃ کَفٰی بِالْمَرْءِ کَذِبًا فی باب الاعتصام فی الفصل الاول)

أخرجه ابو داؤد فی السنن ٥/١٩٨ الحديث رقم ٤٨٨٥، واحمد فی المسند ٤/٣١٢۔

ترجمہ: حضرت جندب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے اونٹ بٹھایا پھر اسے باندھا پھر جناب رسول اللہ ﷺ کی اقتدا میں مسجد میں آکر نماز ادا کی اس نے سلام پھیرا اور اپنی سواری کو کھولا اور اس پر سوار ہو گیا پھر اس نے یہ دعا کی اے اللہ مجھ پر اور محمد ﷺ پر رحم فرما اور ہماری رحمت میں کسی اور کو حصہ نہ دے تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ دیہاتی زیادہ بے خبر ہے یا اس کا اونٹ؟ کیا تم نے اس کی بات نہیں سنی۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کیوں نہیں! (ابو داؤد) روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ باب الاعتصام کی فصل اول میں گزری جس کی ابتداء اس طرح ہے: کَفٰی بِالْمَرْءِ کَذِبًا۔

تشریح ۞ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ وَمُحَمَّدًا: اس نے اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کو محدود و آپ ﷺ اس پر خفاء ہوئے اس سے ثابت ہوا کہ دعا میں تنگی نہ کرنی چاہیے کہ یہ بات ہمارے ہی لیے ہو اور کسی کے لے نہ ہو بلکہ تمام ایمان والے مرد و عورت کو شامل کرنا چاہیے۔ (ح)

فاسق کی تعریف سے عرش کانپ اُٹھتا ہے

۴۷۴۰/۴۶ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَمُدِحَ الْفَاسِقُ غَضِبَ الرَّبُّ تَعَالٰى وَاهْتَزَّلَهُ الْعَرْشُ ۔ (رواه البيهقى فى شعب الايمان)

أخرجه البيهقى فى شعب الايمان ٤ / ٢٣٠ الحديث رقم ٤٨٨٦ ـ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور اس سے عرش کانپ اٹھتا ہے۔ (بیہقی)

تشریح ۞ اهْتَزَّلَهُ الْعَرْشُ :ا۔ عرش کا ہلنا یا تو ظاہر پر محمول ہے۔۲۔ امر عظیم سے کنایہ ہے کیونکہ فاسق کی تعریف کر کے اس بات پر راضی ہونا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے۔ بلکہ عین ممکن ہے کہ یہ موجب کفر ہو۔ کیونکہ یہ حرام کو حلال تک پہنچانے والی ہے پس اکثر بے عمل علماء اور قراء اور شاعروں، ریاکاروں کی تعریف بے جا کرنا اس میں داخل ہے جب فاسق کی تعریف کا یہ حال ہے تو ظالم و کافر کی تعریف کا کیا حال ہوگا۔ اس مصیبت سے تب بچ سکتا ہے کہ ان کی دوستی سے گریز کرے۔ (ح ع)

مؤمن میں خیانت و جھوٹ یہ دو خصلتیں نہیں ہوتیں

۴۷۴۱/۴۷ وَعَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطْبَعُ الْمُؤْمِنُ عَلَى الْخِلَالِ كُلِّهَا اِلَّا الْخِيَانَةَ وَالْكَذِبَ۔ (رواه احمد و البيهقى وفى شعب الايمان عن سعدبن ابى وقاص)

أخرجه احمد فى المسند ٥/٢٥٢ ـ أخرجه البيهقى فى شعب الايمان ٤/٢٠٧ الحديث رقم ٤٨٠٩٠ ـ

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمن تمام خصلتوں پر پیدا کیا گیا ہے سوائے خیانت اور جھوٹ کے۔ یہ روایت بیہقی نے شعب الایمان میں سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے۔

تشریح ۞ يُطْبَعُ الْمُؤْمِنُ :① اس سے کامل مؤمن مراد ہے کہ اس میں یہ خصلتیں نہیں ہوتیں بلکہ وہ طبعی طور پر صدق و امانت پر ہوتا ہے جو کہ تصدیق و ایمان کا تقاضا ہیں۔ ② ان دونوں صفات کی نفی میں مبالغہ مراد ہے کہ مؤمن تصدیق و امانت کا حامل ہوتا ہے۔ ③ ان دونوں صفاتِ بد سے منع کرنا مراد ہے یعنی مسلمانوں کو ان صفات سے متصف نہ ہونا چاہیے۔ (ح ع)

مؤمن جھوٹا نہیں ہوسکتا

۴۷۴۲/۴۸ وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ اَنَّهٗ قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ جَبَانًا قَالَ نَعَمْ فَقِيْلَ لَهٗ اَيَكُوْنُ بَخِيْلًا قَالَ نَعَمْ فَقِيْلَ لَهٗ يَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ كَذَّابًا قَالَ لَا۔

(رواه مالك والبيهقى فى شعب الايمان مرسلا)

أخرجه مالك فى الموطأ ٢/٩٩٠ الحديث رقم ١٩ من كتاب الكلام، واحمد فى المسند ٢٨٨ والبيهقى فى

شعب الایمان ۴۰/۲۰۷ الحدیث رقم ۴۸۳۲۔

ترجمہ: حضرت صفوان بن سلیم رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ کیا مؤمن بزدل ہوسکتا ہے؟ فرمایا ہاں! پھر عرض کیا گیا مؤمن کنجوس وبخیل ہوسکتا ہے؟ فرمایا: جی ہاں! پھر عرض کیا گیا مؤمن جھوٹا ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں! بیہقی نے شعب الایمان میں مرسل روایت کی ہے۔

تشریح ۞ **یَکُوْنُ الْمُؤْمِنُ کَذَّابًا** یعنی مؤمن جھوٹا نہیں ہوتا کیونکہ صدق اور حقانیت ایمانی جھوٹ کے منافی ہے کیونکہ وہ حقیقت میں باطل اور ناحق ہے اور اس کی بھی سابقہ روایت والی تاویلات ہوں گی۔ لفظ کذاب لایا گیا جو کہ مبالغہ کا صیغہ ہے کہ اگر بعض حالات میں اس کا وقوع ہو جائے بشرطیکہ دنیوی اغراض پیش نظر نہ ہوں تو حرج نہیں۔

صفوان رحمۃ اللہ علیہ: یہ جلیل القدر تابعی ہیں جو اہل مدینہ میں سے تھے۔ یہ نہایت صالح اور پختہ روات میں سے تھے۔ انہوں نے چالیس برس تک زمین پر پہلو نہ رکھا موت بھی بیٹھے بیٹھے آئی ان کی پیشانی میں سجدوں کی کثرت سے سوراخ ہو گیا تھا۔ یہ بادشاہ کا روزینہ قناعت کی وجہ سے قبول نہ کرتے ان کے مناقب بہت ہیں ۱۰۲ھ میں انتقال ہوا۔ (ح)

شیطان کی ایک چال

۴۹/۴۷۴۳ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِنَّ الشَّیْطَانَ لَیَتَمَثَّلُ فِیْ صُوْرَةِ الرَّجُلِ فَیَاْتِی الْقَوْمَ فَیُحَدِّثُهُمْ بِالْحَدِیْثِ مِنَ الْکَذِبِ فَیَتَفَرَّقُوْنَ فَیَقُوْلُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ سَمِعْتُ رَجُلًا اَعْرِفُ وَجْهَهٗ وَلَا اَدْرِیْ مَا اسْمُهٗ یُحَدِّثُ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ۱/۶۸ الحدیث رقم (۷۳-۴۶)، واحمد فی المسند ۳/۸۹۸۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شیطان انسانی صورت میں کسی قوم کے پاس آتا ہے اور انہیں کسی جھوٹی بات کی اطلاع دیتا ہے پھر لوگ منتشر ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے کوئی کہتا ہے کہ یہ بات میں نے ایسے شخص سے سنی ہے جس کی شکل پہچانتا ہوں مگر میں اس کا نام نہیں جانتا۔ (مسلم)

تشریح ۞ **فَیُحَدِّثُهُمْ بِالْحَدِیْثِ** :اس سے مراد خبر ہے۔ حدیث سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مراد ہے یا جھوٹی خبر اس سے مقصود اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ حدیث سننے میں احتیاط وتحری کرے تاکہ صحیح اور غیر صحیح ہونا معلوم ہو جائے اور جو کچھ سنا اور جس سے سنا اس سے صدق کو دریافت کرنے کے بغیر نقل نہ کرے۔ یہ حدیث اگرچہ بطریق مرفوع نقل نہیں کی گئی مگر چونکہ حکم ایسا ہے کہ اس کی اطلاع آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے بغیر ممکن نہیں، پس یہ روایت مرفوع کے حکم میں ہے۔ (ح)

برے دوست سے تنہائی بہتر

۵۰/۴۷۴۴ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حِطَّانَ قَالَ اَتَیْتُ اَبَا ذَرٍّ فَوَجَدْتُّهٗ فِی الْمَسْجِدِ مُحْتَبِیًا بِکِسَاءٍ اَسْوَدَ وَحْدَهٗ فَقُلْتُ یَا اَبَا ذَرٍّ مَا هٰذِهِ الْوَحْدَةُ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ

الْوَحْدَةُ خَيْرٌ مِّنْ جَلِيْسِ السُّوْءِ وَالْجَلِيْسُ الصَّالِحُ خَيْرٌ مِّنَ الْوَحْدَةِ وَاِمْلَاءُ الْخَيْرِ خَيْرٌ مِّنَ السُّكُوْتِ وَالسُّكُوْتُ خَيْرٌ مِّنْ اِمْلَاءِ الشَّرِّ۔

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٤/٢٥٦ الحديث رقم ٤٩٩٣۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حطان کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے انہیں سیاہ چادر میں اکیلے ٹیک لگائے پایا۔ میں نے عرض کیا اے ابوذر! یہ تنہائی کیوں؟ انہوں نے فرمایا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ برے دوست سے تنہائی بہتر ہے اور اچھا دوست تنہائی سے بہتر ہے اور اچھی بات کرنا خاموشی سے بہتر ہے اور خاموشی بری بات کہنے سے بہتر ہے۔ (بیہقی)

تشریح ۞ مُحْتَبِیًا :احتباء کیے بیٹھے تھے میں نے ان سے دریافت کیا آپ اس وقت دوستوں میں کیوں نہیں بیٹھے کہ اس سے استفادہ یا افادہ ہوتا؟ تو انہوں نے فرمایا کیونکہ اس وقت کوئی با اعتماد دوست موجود نہیں اس لئے تنہا ہوں اور جب وہ موجود ہوں تو ان کے ساتھ بیٹھتا ہوں۔ (ح)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مقام ربذہ میں رہتے تھے وہیں ان کی وفات ہوئی۔ (ت)

خاموشی ساٹھ برس کی عبادت سے افضل

۴۷۴۵/۵۱ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَقَامُ الرَّجُلِ بِالصَّمْتِ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ سِتِّيْنَ سَنَةً۔

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٤/٢٤٥ الحديث رقم ٤٩٥٣۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کا مقام و مرتبہ جو اسے خاموشی سے ملتا ہے وہ ساٹھ برس کی عبادت سے افضل ہے۔ یہ بیہقی میں ہے۔

تشریح ۞ مَقَامُ الرَّجُلِ :یہ لفظ میم کے فتحہ وضمہ سے آیا ہے یعنی آدمی کا خاموشی پر ثابت قدم رہنا سکونت کی مداومت شر سے افضل ہے اور اس ساٹھ برس کی عبادت سے بھی افضل ہے جو عدم استقامت دین اور کثرت کلام کے ساتھ ہو۔

طیبی نے کہا: مقام کا معنیٰ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا مرتبہ کیا ہے اور افضلیت کی دلیل یہ دی ہے کہ عبادت میں بہت سے آفات ہیں جن سے بچنا خاموشی سے ممکن ہے جیسا کہ فرمایا: من صمت نجا...... (کذا ذکر ملا علی) شیخ نے لکھا کہ خاموشی کی وجہ سے بعض اوقات مرتبہ ساٹھ سال کی عبادت سے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ وہ خاموشی کی حالت میں حقائق الٰہیہ اور تکوینیہ کے معارف پر غور و فکر کرتا ہے یا ذکر خفی کے سمندر میں لطائف قلبیہ کو اس طرح متفرق کر دیتا ہے کہ ذات وصفات الٰہیہ کا نور اسے ڈھانپ لیتا ہے یہ عمل اگرچہ قلیل مدت کے لئے تھا مگر اس عبادت سے افضل ہے جو ظاہری اعضاء سے ہو اور اس میں حضور قلب نہ ہو اور دل یاد الٰہی میں متوجہ نہ ہو اگرچہ یہ سالہا سال ہو۔ (ت)

سات زرّیں نصائح

۵۲/۴۷۴۶)وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ الْحَدِیْثَ بِطُوْلِهٖ اِلٰی اَنْ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْصِنِیْ قَالَ اُوْصِیْكَ بِتَقْوَی اللّٰهِ فَاِنَّهٗ اَزْیَنُ لِاَ مْرِكَ کُلِّهٖ قُلْتُ زِدْنِیْ قَالَ عَلَیْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَذِکْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَاِنَّهٗ ذِکْرٌلَّكَ فِی السَّمَاءِ وَنُوْرٌ لَّكَ فِی الْاَرْضِ قُلْتُ زِدْنِیْ قَالَ عَلَیْكَ بِطُوْلِ الصَّمْتِ فَاِنَّهٗ مَطْرَدَةٌ لِلشَّیْطَانِ وَ عَوْنٌ لَكَ عَلٰی اَمْرِدِیْنِكَ قُلْتُ زِدْنِیْ قَالَ اِیَّاكَ وَکَثْرَةَ الضِّحْكِ فَاِنَّهٗ یُمِیْتُ الْقَلْبَ وَیَذْهَبُ بِنُوْرِ الْوَجْهِ قُلْتُ زِدْنِیْ قَالَ قُلِ الْحَقَّ وَاِنْ کَانَ مُرًّا قُلْتُ زِدْنِیْ قَالَ لَا تَخَفْ فِی اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ قُلْتُ زِدْنِیْ قَالَ لِیَحْجُزْكَ عَنِ النَّاسِ مَاتَعْلَمُ مِنْ نَّفْسِكَ۔

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٤/٢٤٢ الحديث رقم ٤٩٤٢۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس کے بعد انہوں نے طویل روایت بیان کی یہاں تک کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے وصیت فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:① میں تجھے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ تیرے تمام امور کے لئے بہترین زینت ہے۔ میں نے عرض کیا اس پر اضافہ فرمائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا② تلاوتِ قرآن اور ذکر اللہ کو لازم پکڑو وہ تیرا آسمانوں میں تذکرہ اور زمین میں نور ہے میں نے عرض کیا اس میں اضافہ فرمائیں۔③ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طویل خاموشی اختیار کرو۔ یہ تیرے امورِ دین میں تیری معاون اور شیطان کو بھگانے کا باعث ہے۔ میں نے اضافہ کا کہا تو فرمایا④ اپنے آپ کو کثرت ضحک سے بچا کر رکھ کیونکہ یہ دل کو مردہ بنا دیتا ہے اور چہرے کے نور کو دور کر دیتا ہے۔ میں نے عرض کیا اور فرمائیں' فرمایا:⑤ حق بات کہو خواہ وہ کڑوی ہو۔ میں نے اضافہ طلب کیا تو فرمایا:⑥ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرو۔ میں نے عرض کیا مزید اضافہ فرمائیں' فرمایا:⑦ تمہیں اپنے عیوب کا علم دوسروں کے عیوب سے مانع بنا دے۔ (بیہقی)

تشریح ❁ **وَذِکْرِ اللّٰهِ** :وہ تمام امور جو قربِ الٰہی کا ذریعہ ہوں وہ ذکر میں داخل ہیں اگر لفظ ذکر سے یہ معنی لیا جائے تو تلاوت کے بعد اس کا لانا یہ تخصیص کے بعد تعمیم کی قسم سے ہے۔ حدیث میں آیا ہے:((افضل الذکر لا الٰه الا الله)) اگر یہ مراد لیں تو پھر کل کے بعد جزء ذکر کرنے کی قسم سے ہے کیونکہ اس میں شرف وفضیلت ہے اور اس میں مخلوق سے قطع تعلق کا بھی خطرہ نہیں اور حق پر ثبات بغیر اس بات کے کہ لوگوں کے مذہب پر نظر کرے اور ان کی تعریف کا خیال کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:تبتل الیه تبتیلاً...... اور اپنے نفس کے عیوب پر نظر رکھو اور لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو مگر ان کے عیوب تلاش نہ کرو بلکہ اپنے کو سب سے ناقص جانو جیسا کسی نے کہا ہے

غافل اند ایں خلق از خود بے خبر ☆ لا جرم گویند عیب یکدگر

ترازو میں بھاری وزن والی عادات

۵۳/۴۷۴۷ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا اَبَاذَرٍّ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى خَصْلَتَيْنِ هُمَا اَخَفُّ عَلَى الظَّهْرِ وَاَثْقَلُ فِى الْمِيْزَانِ قَالَ قُلْتُ بَلٰى قَالَ طُوْلُ الصَّمْتِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ مَا عَمِلَ الْخَلَائِقُ بِمِثْلِهِمَا ۔

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٢٤٢/٤ الحديث رقم ٤٩٤١ ـ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوذر رضی اللہ عنہ کیا میں تمہیں دو ایسی عادات نہ بتاؤں جو پشت پر ہلکی اور ترازو میں بھاری ہیں؟ میں نے عرض کیا ضرور فرمائیں، فرمایا: ① طویل خاموشی۔ ② اچھے اخلاق مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! مخلوق نے ان جیسے عمل نہ کیے ہوں گے۔ (بیہقی)

تشریح ۞ اَخَفُّ عَلَى الظَّهْرِ :ان دونوں خصلتوں میں سہولت و آسانی اس حوالے سے ہے کہ خاموشی میں کوئی مشقت اٹھانا نہیں پڑتی بلکہ گفتگو کرنے میں ظاہری و باطنی مشقت ہے۔ اسی طرح اخلاق و عادات کا معاملہ بھی یہ ہے کہ اس میں نرمی ہوتی ہے اس کے بالمقابل سختی، درشتی اور جدال میں مکمل محنت و مشقت ہے۔ (ح)

لعنت و صدیقیت جمع نہیں ہو سکتے

۵۴/۴۷۴۸ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَبِىْ بَكْرٍ وَهُوَ يَلْعَنُ بَعْضَ رَقِيْقِهٖ فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ فَقَالَ لَعَّانِيْنَ وَصِدِّيْقِيْنَ كَلَّا وَرَبِّ الْكَعْبَةِ فَاَعْتَقَ اَبُوْبَكْرٍ يَوْمَئِذٍ بَعْضَ رَقِيْقِهٖ ثُمَّ جَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا اَعُوْدُ ۔ (رواه البيهقي الاحاديث الخمسة في شعب الايمان)

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٤٩٤/٤ الحديث رقم ٥١٥٤ ـ

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے جب کہ وہ اپنے ایک غلام کو لعنت کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا تم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو لعنت کرنے والے بھی ہوں اور صدیق بھی ہوں؟ رب کعبہ کی قسم! ہرگز ایسا نہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس دن اپنے کئی غلام آزاد کر دیئے پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا آئندہ ایسا نہ کروں گا۔ یہ پانچوں روایات بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کی ہیں۔

تشریح ۞ فَقَالَ لَعَّانِيْنَ وَصِدِّيْقِيْنَ :یعنی ایسے لوگ جن میں یہ دونوں صفات جمع ہوں، مقصد یہ تھا کہ صدیقیت اور لعنت دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے جیسا کہ پہلے گزرا: "لا ينبغي ان يكون الصديق لعانًا" ۔ صدیق کے لئے کسی پر لعنت کرنا مناسب نہیں۔ اس میں مزید تاکید کے لئے فرمایا صدیق و لعنت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس پر ندامت ہوئی تو انہوں نے کئی غلام آزاد کیے۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا زبان نے مجھے مقامات ہلاکت میں ڈالا

۴۷۴۹/۵۵ وَعَنْ اَسْلَمَ قَالَ اِنَّ عُمَرَ دَخَلَ یَوْمًا عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقِ وَھُوَ یَجْبِذُ لِسَانَہٗ فَقَالَ عُمَرُ مَہْ غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ فَقَالَ لَہٗ اَبُوْبَکْرٍ اِنَّ ھٰذَا اَوْرَدَنِیَ الْمَوَارِدَ۔ (رواہ مالک)

أخرجه مالك في الموطأ ۲/۹۸۸ الحديث رقم ۱۲۔

ترجمہ: حضرت اسلمؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو وہ اپنی زبان کو کھینچ رہے تھے' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ ٹھہریئے! اس پر حضرت ابوبکر کہنے لگے اس نے مجھے ہلاکت کے مقامات میں ڈالا ہے۔ (مالک)

تشریح ❁ **اسلم** رحمہ اللہ: حضرت اسلم یہ حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام اور جلیل القدر تابعی ہیں ان کی وفات ۸۰ھ یا ۹۰ھ میں ہوئی اس وقت عمر ۱۱۴ سال تھی۔

ھُوَ یَجْبِذُ لِسَانَہٗ: زبان کو منہ سے باہر کھینچ رہے تھے اس سے مقصود زجر و توبیخ ہے۔

چھ چیزوں کی ضمانت پر جنت کی بشارت

۴۷۵۰/۵۶ وَعَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِضْمَنُوْا لِیْ سِتًّا مِنْ اَنْفُسِکُمْ اَضْمَنْ لَکُمُ الْجَنَّۃَ اُصْدُقُوْا اِذَا حَدَّثْتُمْ وَاَوْفُوْا اِذَا وَعَدْتُمْ وَاَدُّوْا اِذَا اؤْتُمِنْتُمْ وَاحْفَظُوْا فُرُوْجَکُمْ وَغُضُّوْا اَبْصَارَکُمْ وَکُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ۔

أخرجه احمد في المسند ۱/۲۵۷، والبيهقي في شعب الايمان ۴/۳۲۰ الحديث رقم ۵۲۵۶، والترمذي في ۴/۲۸۳ الحديث رقم ۱۹۱۹۔

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے نفس کی طرف سے چھ چیزوں کی ضمانت دو میں تمہیں جنت کی بشارت دیتا ہوں: ① بات کرتے وقت سچ بولو۔ ② وعدہ وفا کرو۔ ③ امانت میں خیانت نہ کرو۔ ④ شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔ ⑤ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھو۔ ⑥ اپنے ہاتھوں کو (حرام چیزوں سے) روکو۔

(احمد، بیہقی)

تشریح ❁ **وَغُضُّوْا اَبْصَارَکُمْ**: یعنی غیر محرم پر نگاہ مت ڈالو۔

وَکُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ: قتل کرنے اور ناجائز گرفت کرنے اور حرام پکڑنے سے اپنے ہاتھوں کو روکو۔

اللہ تعالیٰ کے بہترین و بدترین بندے

۴۷۵۱/۵۷ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ وَاَسْمَاءَ بِنْتِ یَزِیْدَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ

خِيَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ اِذَا رُاُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ وَشِرَارُ عِبَادُ اللّٰهِ الْمَشَّاءُ وْنَ بِالنَّمِيْمَةِ الْمُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْاَحِبَّةِ الْبَاغُوْنَ الْبُرَاءَ الْعَنَتَ ۔ (رواهما احمد والبيهقى فى شعب الايمان)

أخرجه احمد فى المسند ٤/٢٢٧، والبيهقى فى الشعب ٧/٤٩٤ الحديث رقم ١١١٠٨ وعن اسماء اخرجه احمد فى المسند ٦/٤٥٦۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ اور اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے بہترین بندے وہ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آئے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بدترین بندے وہ ہیں جو چغل خور، دوستوں کے درمیان جدائی ڈالنے والے اور پاک لوگوں میں عیب کے متلاشی ہیں۔ (احمد، بیہقی، شعب الایمان)

تشریح ۞ ذُكِرَ اللّٰهُ: ① اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق میں ایسے مرتبہ کو پہنچے ہیں کہ اس کے آثار وانوار ان کے احوال واقوال و اطوار پر نمایاں ہیں کہ ان کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آتے ہیں کیونکہ ان کے منہ پر عبادت کی علامت ظاہر ہے۔ ② ان کا دیکھنا ذکر اللہ کی طرح ہے جیسا کہ علماء نے کہا ہے کہ عالم کے منہ کو دیکھنا عبادت ہے۔ بعض اوقات صالحین کے چہرہ پر نگاہ ڈالنے سے ایسا نور آتا ہے جو باطن کو روشن کر دیتا ہے حدیث میں آیا ہے: ((النظر الی وجه علی عبادة ......)) یہ روایت پہلے معنی کی تصدیق کرتی ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ جب حضرت علیؓ گھر سے نکلتے اور لوگوں کی نگاہ ان کے چہرے پر پڑتی تو وہ کہتے: "لا اله الّا الله ما اشرف هذا الفتیٰ۔ لا اله الّا الله۔ ما اکرم هذا الفتیٰ ۔ لا اله الّا الله ما اعلم هذا الفتیٰ ۔ لا اله الّا الله ما اشجع هذا الفتیٰ"۔ پس ان کو دیکھنا کلمہ توحید کے کہنے کا باعث بنتا۔ (ح ع)

غیبت کرنے والوں کو فوری تنبیہ

۴۷۵۲/۵۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلَيْنِ صَلَّيَا صَلٰوةَ الظُّهْرِ اَوِالْعَصْرِ وَكَانَا صَائِمَيْنِ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ قَالَ اَعِيْدُوْا وُضُوْءَ كُمَا وَصَلٰوتَكُمَا وَامْضِيَا فِيْ صَوْمِكُمَا وَاقْضِيَاهُ يَوْمًا اٰخَرَ قَالَ لِمَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اغْتَبْتُمْ فُلَانًا.

أخرجه البيهقى فى شعب الايمان ٥/٣٠٣ الحديث رقم ٦٧٢٩۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ دو آدمیوں نے نماز ظہر یا عصر ادا کی وہ دونوں حالت روزہ میں تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل فرمائی تو فرمایا اپنا وضو اور نماز لوٹاؤ اور روزہ جاری رکھو اور دوسرے دن اس کی قضاء کرو عرض کیا یا رسول اللہ! اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے فلاں کی غیبت کی ہے۔ (بیہقی)

تشریح ۞ اَعِيْدُوْا وُضُوْءَ كُمَا: علماء کہتے ہیں کہ یہ روایت بطور تغلیظ وزجر کے آئی ہے ورنہ حقیقت میں غیبت سے وضو اور روزہ نہیں ٹوٹتا مگر کمال ثواب کو ضائع کر دیتی ہے بلکہ سفیان ثوری نے فرمایا غیبت مفسد روزہ ہے بہرصورت۔ معلوم ہوا کہ غیبت کی برائی وقباحت حد سے نکلی ہوئی ہے۔ احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ غیبت ہو جانے کے بعد وضو کو نئے سرے سے کر لینا چاہیے بلکہ علماء نے فرمایا اگر کسی نے ہنسی کی یا لایعنی بات کی تو ظلمت گناہ کے ازالہ کے لئے وضو مستحب ہے روزہ دار کو بچنا چاہیے۔ (ع)

غیبت کرنے والے کو توبہ کی توفیق نہیں ملتی

۴۷۵۳/۵۹ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَجَابِرٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَیْفَ الْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ لَیَزْنِیْ فَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَیَتُوْبُ فَیَغْفِرُ اللّٰہُ لَہٗ وَاِنَّ صَاحِبَ الْغِیْبَۃِ لَا یُغْفَرُ لَہٗ حَتّٰی یَغْفِرَھَا لَہٗ صَاحِبُہٗ وَفِیْ رِوَایَۃِ اَنَسٍ قَالَ صَاحِبُ الزِّنَا یَتُوْبُ وَصَاحِبُ الْغِیْبَۃِ لَیْسَ لَہٗ تَوْبَۃٌ۔

(رواہ البیہقی الاحادیث الثلثۃ فی شعب الایمان)

أخرجہ البیہقی فی شعب الایمان ۳۰۶/۵ الحدیث رقم ۶۷۴۲۔ أخرجہ البیہقی فی شعب الایمان ۳۰۶/۵ الحدیث رقم ۶۷۴۲۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیبت زنا سے بد تر ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! غیبت زنا سے کیوں بدتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زنا کرنے والے کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول کر لیتا ہے ایک روایت میں اس طرح ہے کہ وہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے اور غیبت کرنے والے کو اس وقت تک معاف نہیں کیا جاتا یہاں تک کہ جس کی غیبت کی ہے وہ معاف نہ کرے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صاحب زنا تو توبہ کر لیتا ہے مگر صاحب غیبت کو توفیق توبہ نہیں۔ (ان تینوں روایتوں کو بیہقیؒ نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔)

تشریح ۞ صَاحِبُ الْغِیْبَۃِ لَیْسَ لَہٗ تَوْبَۃٌ ① یہ شاید اس لئے فرمایا کہ زانی ڈرتا کانپتا اور توبہ کرتا ہے اور غیبت کرنے والا اس کو آسان سمجھتا ہے کہ یہ کوئی بڑی چیز نہیں اگرچہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بڑے گناہ کی چیز ہے کیونکہ ابتلاء عام ہو تو اس کی برائی دل سے جاتی رہتی ہے۔ ② ممکن ہے کہ غیبت کرنے والا اس کو حلال قرار دے کر کفر کے جال میں پھنس جائے۔ ③ اس کے لئے مستقل توبہ نہیں بلکہ توبہ کا درست ہونا اس کے معاف کرنے پر موقوف ہے جس کی توبہ کی جیسا کہ اوپر کی روایت میں گزرا۔

غیبت سے توبہ کس طرح ہو......؟

۴۷۵۴/۶۰ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ کَفَّارَۃِ الْغِیْبَۃِ اَنْ تَسْتَغْفِرَ لِمَنِ اغْتَبْتَہٗ تَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَہٗ۔ (رواہ البیہقی فی الدعوات الکبیر وقال فی ھذا الاسناد ضعف)

أخرجہ البیہقی فی الدعوات الکبیر۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جس کی غیبت کی اس کے لیے بخشش کی دعایوں کی جائے اے اللہ! ہمیں اور اسے بخش دے۔ بیہقی نے اس کو دعوات کبیر میں ذکر کر کے کہا کہ اس کی سند میں ضعف ہے۔

تشریح ۞ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ : بخش دے اگر وہ جماعت ہو تو اس طرح کہیں: ① ہمیں بخش دے یا تمام ایمان والوں کو بخش دے۔ ② ظاہر یہ ہے کہ طلب بخشش اس صورت میں ہے جب کہ صاحب غیبت کو وہ غیبت کی بات نہ پہنچی ہے۔ جب اس کو پہنچ جائے تو پھر اس سے بخشش کروانا ضروری ہے اور وہ اس طرح کہ اس کو بتلائے کہ میں نے تمہاری غیبت کی ہے اس سے اس کو بخشوائے۔ اگر یہ ناممکن ہو تو یہ ارادہ رکھے کہ جب ہو سکا تو اس سے بخشواؤں گا اس سے بخشوانے پر اس کا حق ساقط ہو جائے گا اور اگر اس سے عاجز ہو جیسے غیبت والا غائب یا مردہ ہو تو پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش چاہیے کہ وہ اس کے دشمن کو راضی کر دے۔

تشریح ۞ غیبت کرنے والے کے بارے میں علماء نے کلام کیا ہے کہ آیا یہ غیبت والے سے بخشوانے کے بغیر بخشا جائے گا یا نہیں۔ بعض نے جائز کہا ہمارے ہاں یہ دو طرح پر ہے: ① یہ کہ جس کی غیبت کی ہے اگر اس کو غیبت پہنچی تو اس کی توبہ اسی سے بخشوانا ہے۔ ② اگر غیبت اس کو نہ پہنچی تو اللہ تعالیٰ سے اپنے اور اس کے لئے بخشش مانگے اور دل میں یہ عزم رکھے کہ دوبارہ ایسی حرکت نہ کرے گا۔

یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر مضر نہیں کیونکہ فضائل اعمال میں ضعیف روایت بھی کفایت کرتی ہے اور جامع صغیر میں ایک روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس سے بھی قوی وارد ہوئی ہے اسکے الفاظ یہ ہیں: ((كفارة من الغيبة ان تستغفر له))۔

بَابُ الْوَعْدِ

وعدہ کا بیان

وعد، عدۃ، موعد، خوشخبری دینا، اس کا استعمال خیر و شر دونوں میں ہوتا ہے بشرطیکہ ان میں سے کسی کا ذکر ہو ورنہ وعدہ خیر کے لئے اور وعید و ایعاد شر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ میعاد وعدہ اور وعدے کی جگہ کو کہا جاتا ہے۔

الفصل الاول:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس کا وعدہ ہو وہ میرے پاس آئے

۱/۴۷۵۵ عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَاءَ اَبَابَكْرٍ مَالٌ مِنْ قِبَلِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَضْرَمِيِّ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ مَنْ كَانَ لَهٗ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ اَوْ كَانَتْ لَهٗ قِبَلَهٗ عِدَةٌ فَلْيَاْتِنَا قَالَ جَابِرٌ فَقُلْتُ وَعَدَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّعْطِيَنِىْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا فَبَسَطَ يَدَيْهِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ قَالَ جَابِرٌ فَحَثٰى لِىْ حَثْيَةً فَعَدَدْتُّهَا فَاِذَا هِىَ خَمْسُ مِائَةٍ وَقَالَ خُذْ مِثْلَيْهَا۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحيحه ٢٦٨/٦ الحديث رقم ٣١٦٤ و مسلم فی ١٨٨/٤ الحديث رقم (٦٠-٢٣١٤)۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور حضرت ابوبکرؓ کے پاس حضرت علاء بن الحضرمی کی طرف سے مال آیا تو آپ نے اعلان فرمایا جس شخص کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرض ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے وعدہ فرمایا ہو تو وہ ہمارے پاس آئے حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا تھا کہ مجھے اتنا اور اتنا دیں گے اور اپنے دونوں ہاتھ تین مرتبہ کھولے' حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دونوں ہاتھ بھر کر دیے میں نے انہیں گنا تو وہ پانچ سو تھے۔ فرمایا اس سے دوگنا اور لے لو۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ :اس سے معلوم ہوا کہ میت کے دین کا ادا کرنا مستحب ہے اور خلیفہ کو اس کا وعدہ پورا کرنا چاہیے برابر ہے وہ اس کا وارث ہو یا اجنبی اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ وعدہ بھی دین کے ساتھ ملحق ہوگا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((العدة دين)) رواه الطبراني في الاوسط عن علي و ابن مسعود۔

صدیق اکبرؓ نے حضور کا یہ قول نقل کیا کہ آپ کی کوئی وراثت نہیں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوں وہ جگہ یا وہ شخص جس پر آپ صرف کرتے تھے میں بھی اسی پر خرچ کروں گا اسی طرح جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرض تھا یا جس کے ساتھ وفا کا وعدہ تھا وہ میرے پاس آجائے۔ (ت)

الفصل الثانی:

وصال سے قبل تیرہ اُونٹنیوں کا وعدہ

۲/۴۷۵۶ وَعَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْيَضَ قَدْشَابَ وَكَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ يُشْبِهُهٗ وَاَمَرَ لَنَا بِثَلٰثَةَ عَشَرَ قَلُوْصًا فَذَهَبْنَا نَقْبِضُهَا فَاَتَانَا مَوْتُهٗ فَلَمْ يُعْطُوْنَا شَيْئًا فَلَمَّا قَامَ اَبُوْبَكْرٍ قَالَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَةٌ فَلْيَجِئْ فَقُمْتُ اِلَيْهِ فَاَخْبَرْتُهٗ فَاَمَرَلَنَا بِهَا۔ (رواه الترمذي)

أخرجه البخاري في صحيحه ٥٦٤/٦ الحديث رقم ٣٥٤٤ و مسلم في ١٨٢٢/٤ الحديث رقم (١٠٧-٢٣٤٣)، والترمذي في السنن ١١٨/٥ الحديث رقم ٢٨٢٦۔

ترجمہ: حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید رنگ میں دیکھا کہ بڑھاپا آچکا تھا حضرت حسن بن علیؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے تیرہ اونٹنیوں کا حکم جاری فرمایا۔ ہم لینے گئے تو آپ کے وصال کی خبر ملی تو لوگوں نے ہم کو کچھ نہ دیا جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنے اور اعلان کیا کہ جس کے ساتھ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وعدہ فرمایا ہو تو وہ آجائے میں آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اطلاع دی تو آپ نے وہ اونٹنیاں دینے کا حکم جاری فرمایا۔ (ترمذی)

تشریح ۞ اَبِيْ جُحَيْفَةَ :یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کم عمر صحابہ میں سے ہیں۔ کوفہ میں اقامت اختیار کی۔ تمام معرکوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ ۷۴ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔

کمال وعدہ وفائی

۳/۴۷۵۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِی الْحَمْسَاءِ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ يُّبْعَثَ وَبَقِيَتْ لَهٗ بَقِيَّةٌ فَوَعَدْتُّهٗ اَنْ اٰتِيَهٗ بِهَا فِیْ مَكَانِهٖ فَنَسِيْتُ فَذَكَرْتُ بَعْدَ ثَلٰثٍ فَاِذَا هُوَ فِیْ مَكَانِهٖ فَقَالَ لَقَدْ شَقَقْتَ عَلَیَّ اَنَا هٰهُنَا مُنْذُ ثَلٰثٍ اَنْتَظِرُكَ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه ابو داؤد في السنن ٥/٢٦٨ الحديث رقم ٤٩٩٦۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابوحمساءؓ سے روایت ہے کہ میں نے ظہور نبوت سے پہلے آپ ﷺ سے خرید وفروخت کی۔ آپ کا کچھ بقایا تھا میں نے آپ ﷺ سے وعدہ کیا کہ میں اس جگہ وہ لاتا ہوں پھر میں وہ بھول گیا۔ تین دن کے بعد مجھے وہ یاد آیا پس آپ اس جگہ تشریف فرما تھے۔ فرمایا تم نے مجھ کو مشقت میں ڈال دیا۔ میں یہاں تین روز سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ (ابوداؤد)

تشریح ❁ اَبِی الْحَمْسَاءِ : صحیح نسخے میں ابی الحمساء ہے مصابیح کی تقلید کرتے ہوئے صاحب مشکوۃ نے حسماء لکھ دیا جو کہ درست نہیں۔

اَنَا هٰهُنَا مُنْذُ ثَلٰثٍ : آپ ﷺ نے وعدے کو پورا کرنے کیلئے تین دن انتظار کیا اور اس میں امت کو وعدہ وفائی کی تعلیم دی اور یہ وعدہ کو پورا کرنے کا حکم تمام ادیان میں ہے تمام انبیاء کرام ﷺ نے وعدہ وفائی کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق اللہ عزوجل نے فرمایا : (وابراهيم الذي وفّٰى......)) (ح ع)

مجبوری میں وعدہ پر نہ پہنچ سکنے کا حکم

۴۷۵۸ / ۴ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا وَعَدَ الرَّجُلُ اَخَاهُ وَمِنْ نِيَّتِهٖ اَنْ يَّفِیَ لَهٗ فَلَمْ يَفِ وَلَمْ يَجِیْٔ لِلْمِيْعَادِ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه ابو داؤد في السنن ٥/٢٦٨ الحديث رقم ٤٩٩٥، والترمذي في السنن ٥/٢١ الحديث رقم ٢٦٣٣۔

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم ؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی اپنے بھائی سے وعدہ کرے اور وعدہ پورا کرنے کی نیت اور ارادہ بھی ہو مگر پورا نہ کر سکے تو ایسی صورت میں اس پر کوئی گناہ نہیں۔

(ابوداؤد، ترمذی)

تشریح ❁ وَمِنْ نِيَّتِهٖ اَنْ يَّفِیَ :اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی وعدہ کو پورا کرنے کی نیت رکھتا ہو اور وہ وعدہ کو پورا نہ کر سکے تو گنہگار نہیں اور اگر کسی نے وعدہ کیا اور نیت کی کہ اس کو پورا نہیں کرے گا تو گنہگار ہوگا خواہ اس نے وعدے کو پورا کیا یا نہ کیا' کیونکہ یہ منافقین کے خصائل میں سے ہے۔

۲ بعض نے کہا کہ بغیر کسی مانع کے وعدہ کی خلاف ورزی حرام ہے اور حدیث کی مراد بھی یہی ہے صاحب مجمع البحار نے لکھا

کہ جو شخص کسی سے ممنوع بات کا وعدہ کرے تو اسے پورا نہ کرے اور درست وعدے کے متعلق اختلاف ہے کہ وعدہ وفائی واجب ہے یا مستحب جمہور علماء امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسے مستحب کہتے ہیں اور پورا نہ کرنے کو سخت مکروہ قرار دیتے ہیں مگر گناہ قرار نہیں دیتے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر تابعین رحمہم اللہ کے ہاں وعدہ کو پورا کرنا واجب ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وعدے کے ساتھ ان شاء اللہ کہہ دیا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اسی طرح مروی ہے کہ آپ لفظ عسٰی فرماتے تھے۔

بچے سے بھی جھوٹ مت بولو

۴۷۵۹/۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ دَعَتْنِیْ اُمِّیْ یَوْمًا وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ فِیْ بَیْتِنَا فَقَالَتْھَا تَعَالَ اُعْطِیْكَ فَقَالَ لَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَااَرَدْتِّ اَنْ تُعْطِیَہٗ قَالَتْ اَرَدْتُّ اَنْ اُعْطِیَہٗ تَمْرًا فَقَالَ لَھَارَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَااِنَّكِ لَوْ لَمْ تُعْطِیْہِ شَیْأً کُتِبَتْ عَلَیْكِ کِذْبَۃٌ۔ (رواہ ابوداؤد والبیهقی فی شعب الایمان)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ٥/٢٦٥الحدیث رقم ٤٩٩١، واحمد فی المسند ٣/٤٤٧، والبیهقی فی شعب الایمان ٤/ ٢١٠ الحدیث رقم ٤٨٢٢۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے ایک دن میری والدہ نے بلایا اس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے۔ والدہ نے آواز دی آؤ میں تمہیں کچھ دوں تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم اسے کیا دینا چاہتی ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اسے کھجوریں دینے کا ارادہ کیا ہے اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگاہ رہو! اگر تم اسے کچھ نہ دیتیں تو تمہارے نامہ اعمال میں جھوٹ لکھا جاتا۔ (ابوداؤد، بیہقی)

تشریح ۞ مَا اَرَدْتِّ اَنْ تُعْطِیَہٗ: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا کہ لڑکے کی والدہ نے اس کا دل بہلانے کے لئے یا جیسا کہ بچوں کو رونے سے خاموش کرانے کے لئے بطور تمسخر یا جھوٹ بولتے ہوئے ان کی مائیں ایسے کلمات کہتی ہیں اور حقیقت کلام مراد نہیں ہوتی اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقصد اعتراض اس سے پوچھا تو اس نے اپنے کلام سے حقیقت کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا اگر تو اس کو کوئی چیز نہ دیتی تو تجھ پر جھوٹ لکھا جاتا۔ (ح)

نماز کے وقت تک انتظار

۴۷۶۰/۶ وَعَنْ زَیْدِ ابْنِ اَرْقَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ وَعَدَ رَجُلاً فَلَمْ یَاْتِ اَحَدُ ھُمَا اِلٰی وَقْتِ الصَّلٰوۃِ ذَھَبَ الَّذِیْ جَآءَ لِیُصَلِّیَ فَلَا اِثْمَ عَلَیْہِ۔

رواہ رزین

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی سے وعدہ کرے پھر ان

دونوں میں سے ایک نماز کے وقت تک نہ آئے اور آنے والا نماز کے لئے چلا جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ (رزین)

تشریح ۞ مَنْ وَعَدَ رَجُلاً فَلَمْ يَأْتِ :اس کی صورت یہ ہے کہ دو شخصوں نے باہمی وعدہ کیا کہ فلاں جگہ جمع ہوں گے پھران دونوں میں سے ایک وہاں پہلے پہنچ گیا اور دوسرے کا نماز کے وقت تک منتظر رہا دوسرا اس وقت تک نہ آیا اگر یہ نماز کے بعد اس کا انتظار نہ کرے اور نماز کے لئے چلا جائے تو وہ نہ وعدہ خلاف بنے گا نہ گنہگار ہوگا کیونکہ نماز ایک دینی ضرورت ہے اور اگر نماز کا وقت آنے سے پہلے وہاں سے بلاضرورت چلا گیا تو یہ وعدہ کی خلاف ورزی کرنے والا شمار ہوگا اور اگر کوئی طبعی مانع جیسا کہ کھانا پینا اور بول براز وغیرہ پیش آیا اور وہ اس کے لیے چلا گیا تو اُسے جانا جائز ہے۔ (ح)

بَابُ الْمِزَاحِ

خوش طبعی کا بیان

میم کے کسرہ سے دل خوش کرنا اور میم کے ضمہ سے خوش دلی یا مذاق یا کھیل۔ اس سے مراد وہ خوش طبعی ہے جس میں کسی کو ایذاء نہ پہنچے اور اگر ایذاء ہو تو اسے تمسخر کہتے ہیں رہا یہ جو روایت میں آیا :لا تمارى اخاك ولا تمازحه۔ کہ نہ اپنے مسلمان بھائی سے جھگڑا کرو اور نہ خوش طبعی' تو ممنوع مزاح وہ ہے جس میں افراط ہو اور مداومت کی جائے کیونکہ زیادہ ہنسنا سخت دلی اور ذکر اللہ سے غفلت کا باعث ہے اور دین کے اہم کاموں سے بے فکری کا باعث بنتا ہے اور اکثر اوقات یہ ایذاء پر منتج ہوتا ہے اور کینے کا باعث بن جاتا ہے اور رعب اور وقار کو ختم کر دیتا ہے اور وہ مزاح جو ان امور سے خالی ہو تو وہ مباح ہے آپ ﷺ بسا اوقات مخاطبین کی نشاط اور ممانست کے لئے ایسی باتیں فرماتے۔

اشکال :عبداللہ بن حارث سے روایت ہے کہ :ما رايت احدًا اكثر مزاحًا من رسول الله ﷺ۔ کہ میں نے آپ ﷺ سے بڑھ کر کسی کو مزاح والا نہیں دیکھا۔

جواب :آپ ﷺ جس طرح بہترین مزاح کرنے والے تھے تو آپ ﷺ سے بڑھ کر کسی شخص کو اپنے نفس پر قدرت بھی نہیں تھی پس یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہوئی دوسروں کے لئے اس کا ترک ہی اولیٰ ہے چنانچہ شمائل ترمذی میں وارد ہے کہ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا آپ ﷺ ہم سے مزاح فرماتے ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا: میں ہمیشہ حق بات ہی کہتا ہوں پس حاصل یہ ہے کہ اور لوگ آپؐ کے علاوہ نہی میں داخل ہیں سوائے اس شخص کے جس کو استقامت کی پوری قدرت ہو اور وہ حدود سے انحراف نہ کرے۔

الفصل الاول:

اے ابوعمیر! تمہارے نُغَیر کا کیا بنا؟

۴۷۶۱/۱ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُخَالِطُنَا حَتّٰى يَقُوْلَ لِاَخٍ لِّيْ صَغِيْرًا يَا

اَبَا عُمَیرٍ مَا فَعَلَ النُّغَیرُ وَکَانَ لَهُ نُغَیرٌ یَلْعَبُ بِهٖ فَمَاتَ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری في صحيحه ۵۸۲/۱۰ الحديث رقم ۶۲۰۳ و مسلم فی ۱۶۹۲/۳ الحديث رقم (۳۰۔۲۱۵۰) وابوداوٗد فی السنن ۲۵۱/۵ الحديث رقم ۴۹۶۹، والترمذی فی ۳۱۴/۴ الحديث رقم ۱۹۸۹ و ابن ماجه فی ۱۲۲۶/۲ الحديث رقم ۳۷۲۰، واحمد فی المسند ۱۱۵/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے گھل مل کر رہتے تھے حتی کہ میرے چھوٹے بھائی سے فرمایا اے ابوعمیر! چڑیا کا کیا بنا؟ ان کی ایک چڑیا تھی جس سے وہ کھیلا کرتے تھے وہ مرگئی تھی۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ یَا اَبَا عُمَیرٍ مَا فَعَلَ النُّغَیرُ :یہ حضرت انس کے اخیافی بھائی ہیں ان کے والد کا نام ابوطلحہ زید بن سہل تھا اور اس لڑکے کا نام کبشہ تھا اور نغیر چڑیا کی طرح سرخ چونچ والا پرندہ ہے بعض نے سرخ سر والا پرندہ قرار دیا۔ اہل مدینہ اسے بلبل کہتے ہیں یہ نغیر مرگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور خوش طبعی ابوعمیر سے یہ کلمات فرمائے :یا ابا عمیر ما فعل النغیر۔ یہ کنیت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قافیہ کی رعایت سے مقرر فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کا جانوروں سے کھیلنا درست ہے بشرطیکہ ایذاء نہ دیں۔۲۔ بچوں کی بھی کنیت رکھی جاسکتی ہے یہ جھوٹ میں داخل نہیں بطور تفاول کے ہے۔

الفصل الثانی:

خوش طبعی میں بھی سچی بات

۲/۴۷۶۲ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ تُدَاعِبُنَا قَالَ اِنِّیْ لَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا۔ (رواه الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ۳۱۴/۴ الحديث رقم ۱۹۹۰، واحمد فی المسند ۳۴۰/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے خوش طبعی بھی کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سچی بات ہی کہتے ہیں۔ (ترمذی)

تشریح ۞ اِنِّیْ لَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا :① یعنی میں سچ ہی کہتا ہوں تم میں سے ہر ایک کو اس پر قدرت نہیں کیونکہ تم معصوم نہیں۔ ② زیادہ ظاہر بات یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کے سوال کا منشاء یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مزاح سے منع فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سوال کا یہ جواب دیا اور شیخ کہتے ہیں کہ آپ کا ارشاد کہ میں سچی بات کہتا ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ میں مزاح کرنے میں کوئی ایسی بات نہیں کہتا جو کہ خلافِ واقع ہو خواہ وہ خلاف واقع معلوم ہوتی ہو اور جواز اور عدم جواز کے لئے قانون یہ ہے کہ اگر مزاح جھوٹ کو متضمن نہ ہو تو جائز ہے مگر اس پر مداومت درست نہیں کیونکہ ہیبت و وقار اس سے ختم ہو جاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاح اسی قبیل سے تھا یعنی اس میں جھوٹ کا دخل تھا اور نہ اس میں مداومت صحابہ کرامؓ نے آپؐ کے بلند مقام اور عظمت شان کے پیش نظر مزاح کو آپ کی شان سے بعید سمجھا حالانکہ آپ کا مزاح تو ان کے دلوں کی تالیف اور طبائع میں تروتازگی پیدا کرنے کیلئے تھا۔

ہم تجھے اُونٹنی کا بچے دیں گے

۳/۴۷۶۳ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلاً اسْتَحْمَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اِنِّیْ حَامِلُكَ عَلٰی وَلَدِ نَاقَةٍ فَقَالَ مَا اَصْنَعُ بِوَلَدِ النَّاقَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَلْ تَلِدُ الْاِبِلَ اِلاَّ النُّوْقُ۔

(رواه الترمذی و ابو داؤد)

أخرجه ابوداوٗد فی السنن ٥/٢٧٠ الحديث رقم ٤٩٩٨، والترمذی فی ٤/٣١٤ الحديث رقم ١٩٩١، واحمد فی المسند ٣/٢٦٧۔

ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری کا سوال کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کریں گے۔ اس نے عرض کیا میں اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا؟ فرمایا اونٹ کو اونٹنی ہی تو جنتی ہے۔

(ترمذی ابوداؤد)

تشریح ۞ فَقَالَ اِنِّیْ حَامِلُكَ عَلٰی :اس شخص نے سمجھا کہ اونٹنی کے بچے سے چھوٹا بچہ مراد ہے جو کہ ظاہر میں سواری کے قابل نہیں ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اونٹ تھی کیونکہ ہر اونٹ اونٹنی کا ہی بچہ ہوتا ہے ① اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بطور خوش طبعی کے فرمائی پھر اسے خبردار کیا کہ اگر تو ذرا سا تامل کر لیتا تو تعجب نہ کرتا۔ ② اس سے یہ اشارہ ملا کہ کلام سننے والے کو چاہیے کہ وہ کلام میں غور کرے اور سبقت نہ کرے۔ (ع)

مزاح مبارک اے دو کانوں والے

۴/۴۷۶۴ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ يَا ذَاالْاُذُنَيْنِ۔ (رواه ابوداؤد والترمذی)

أخرجه ابوداوٗد فی السنن ٥/٢٧٢ الحديث رقم ٥٠٠٢، والترمذی فی ٤/٣١٥ الحديث رقم ١٩٩٢، واحمد فی المسند ٣/١٢٧۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے دو کانوں والے۔ (ابوداؤد ترمذی)

تشریح ۞ يَا ذَاالْاُذُنَيْنِ :یہ خوش طبعی بھی ہے اور اس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی فہم و ذکاء کی تعریف بھی ہے۔ (ع)

کوئی بڑھیا جنت میں نہ جائے گی

۵/۴۷۶۵ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لِامْرَاَةٍ عَجُوْزٍ اِنَّهٗ لَا تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَجُوْزٌ فَقَالَتْ وَمَالَهُنَّ وَكَانَتْ تَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ فَقَالَ لَهَا اَمَا تَقْرَئِيْنَ الْقُرْاٰنَ اِنَّا اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَاءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا۔

(رواه رزين وفی شرح السنة بلفظ المصابيح)

أخرجه البغوی فی شرح السنة ١٣/١٨٣ الحديث رقم ٣٦٠٦۔

ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھی عورت سے فرمایا کوئی بڑھیا جنت میں داخل نہ ہوگی۔اس نے کہا یہ کیوں؟ وہ بڑھیا قرآن پڑھی ہوئی تھی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم قرآن میں یہ نہیں پڑھتیں: اِنَّآ اَنْشَاْنٰھُنَّ اِنْشَاءً فَجَعَلْنٰھُنَّ اَبْکَارًا یعنی ہم ان عورتوں کو پیدا کریں گے جیسا پیدا کیا جاتا ہے پس ہم ان کو بنائیں گے کنواری۔رزین' شرح السنہ میں مصابیح کے الفاظ میں ہے۔

تشریح ۞ اَنَّهٗ لَا تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَجُوْزٌ :مصابیح میں اس طرح روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی تو وہ عورت روتی ہوئی واپس ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا اس کو خبر دے دو کہ بوڑھی عورتیں بڑھاپے کے وصف کے ساتھ جنت میں نہ جائیں گی۔کیونکہ اللہ نے فرمایا: اِنَّآ اَنْشَاْنٰھُنَّ اِنْشَاءً فَجَعَلْنٰھُنَّ اَبْکَارًا ۔

تم اللہ کے ہاں کھوٹے نہیں ہو

۴۷۶۶/۶ وَعَنْهُ اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ كَانَ اسْمُهٗ زَاهِرُ بْنُ حَرَامٍ وَكَانَ يَهْدِىْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْبَادِيَةِ فَيُجَهِّزُهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَخْرُجَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ زَاهِرًا بَادِيَتُنَا وَنَحْنُ حَاضِرُوْهُ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّهٗ وَكَانَ دَمِيْمًا فَاَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَهُوَ يَبِيْعُ مَتَاعَهٗ فَاحْتَضَنَهٗ مِنْ خَلْفِهٖ وَهُوَ لَا يُبْصِرُهٗ فَقَالَ اَرْسِلْنِىْ مَنْ هٰذَا فَالْتَفَتَ فَعَرَفَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ لَا يَأْلُوْ مَا اَلْزَقَ ظَهْرَهٗ بِصَدْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ عَرَفَهٗ وَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ يَشْتَرِى الْعَبْدَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذًا وَاللّٰهِ تَجِدُنِىْ كَاسِدًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لٰكِنْ عِنْدَ اللّٰهِ لَسْتَ بِكَاسِدٍ۔ (رواه فى شرح السنة)

أخرجه البغوى فى شرح السنة١٣/ ١٨١ الحديث رقم ٣٦٠٤، واحمد فى المسند ٣/ ١٦١۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی شخص جس کا نام زاہر بن حرام تھا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے گاؤں سے ہدیہ لایا کرتا تھا جب وہ واپس جانے لگتے تو انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تحائف عطا فرماتے اور فرماتے کہ زاہر! ہمارا دیہاتی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں۔جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے محبت کرتے تھے اور وہ خوبصورت نہ تھے۔ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو زاہر اپنا سامان بیچ رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پیچھے سے گود میں لے لیا حالانکہ انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا۔بولے کون ہو؟ مجھے چھوڑ دو' انہوں نے مڑ کر دیکھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا تو انہوں نے موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا پہچاننے کے بعد اپنی پشت بار بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ سے مس کرنے لگے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس غلام کو کون خریدتا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم! مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھوٹا پائیں گے۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اللہ کے ہاں کھوٹے نہیں ہو۔ (شرح السنۃ)

تشریح ۞ اِنَّ زَاهِرًا بَادِيَتُنَا : زاہر کو غلام کہنا اس لیے ہے کہ وہ اللہ کا غلام تھا اور بیچنے یا خریدنے کے متعلق استفہام کرنا یہ

لغت میں بعض اوقات چیز کے مقابلہ کے لئے آتا ہے آپ ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ اکرام میں اس غلام کا مقابل کون ہے یا کون ہے جو مجھ سے اس کی مثل لاکر اسے لے؟ ممکن ہے کہ یہ تجرید کی قسم سے ہو۔ بس مطلب یہ ہوگا کہ اس غلام کو مجھ سے کون لینے والا ہے۔ (ع)

کیا تمام کا تمام اندر آجاؤں؟

۴۷۶۷/۷ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَهُوَ فِيْ قُبَّةٍ مِنْ اَدَمٍ فَسَلَّمْتُ فَرَدَّ عَلَيَّ فَقَالَ ادْخُلْ فَدَخَلْتُ قَالَ عُثْمَانُ بْنُ اَبِى الْعَاتِكَةِ اِنَّمَا قَالَ اَدْخُلُ كُلِّيْ مِنْ صِغَرِ الْقُبَّةِ۔ (رواه ابوداؤد)

أخرجه ابوداود في السنن ۵/۲۷۲ الحديث رقم ۵۰۰۰ و ابن ماجه في السنن ۲/۱۳۴۱ الحديث رقم ۴۰۴۲، واحمد في المسند ۶/۲۲۔

ترجمہ: حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں غزوہ تبوک کے موقع پر حاضر ہوا آپ ﷺ اس وقت چمڑے کے ایک خیمے میں تشریف فرما تھے میں نے سلام کیا آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیتے ہی فرمایا اندر آجاؤ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! سارے کا سارا آجاؤں؟ آپ نے فرمایا سارے کا سارا آجاؤ چنانچہ میں حاضر ہوا۔ عثمان بن ابی عاتکہ کہتے ہیں کہ عوف نے یہ الفاظ خیمے کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے کہے۔

(ابوداؤد)

تشریح ۞ آپ ﷺ کا خیمہ چھوٹا تھا اس لیے بطور مزاح کے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں سارے کا سارا داخل ہو جاؤں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے خوش طبعی کے طور پر یہ الفاظ کہے اور بے تکلفی کے موقع پر رسول اللہ ﷺ صحابہ سے مزاح فرماتے تھے اور صحابہ بھی۔ (ع)

مجھے اپنی صلح میں بھی داخل کرلو جیسا لڑائی میں کیا

۴۷۶۸/۸ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ اسْتَاذَنَ اَبُوْبَكْرٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ صَوْتَ عَائِشَةَ عَالِيًا فَلَمَّا دَخَلَ تَنَاوَلَهَا لِيَلْطِمَهَا وَقَالَ لَا اَرَاكِ تَرْفَعِيْنَ صَوْتَكِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْجُزُهُ وَخَرَجَ اَبُوْبَكْرٍ مُغْضَبًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ خَرَجَ اَبُوْبَكْرٍ وَكَيْفَ رَاَيْتِنِيْ اَنْقَذْتُكِ مِنَ الرَّجُلِ قَالَتْ فَمَكَثَ اَبُوْبَكْرٍ اَيَّامًا ثُمَّ اسْتَاذَنَ فَوَجَدَهُمَا قَدِ اصْطَلَحَا فَقَالَ لَهُمَا اَدْخِلَانِيْ فِيْ سِلْمِكُمَا كَمَا اَدْخَلْتُمَانِيْ فِيْ حَرْبِكُمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ فَعَلْنَا۔ (رواه ابوداؤد)

أخرجه ابوداؤد في السنن ۵/۲۷۱ الحديث رقم ۴۹۹۹۔

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آواز بلند ہوتے ہوئے سنی جب وہ داخل ہوئے تو انہوں نے عائشہ کو اس لیے پکڑا تا کہ ان کو تھپڑ ماریں اور کہنے لگے میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آواز بلند کرتا ہوا دیکھتا ہوں۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو منع فرمایا۔ جب ابوبکر نکل گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے مجھے کیسا پایا کہ میں نے اس آدمی سے تمہیں بچایا؟ حضرت عائشہ صدیقہ کہتی ہیں کہ چند دنوں تک حضرت ابوبکر صدیق نہ آئے پھر آئے اور اجازت مانگی تو ان دونوں کو صلح کی حالت میں پایا تو کہنے لگے تم مجھے اپنی صلح میں داخل کرلو جیسا تم نے اپنی لڑائی میں مجھے داخل کیا تم تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے ایسا کردیا، کردیا۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ **فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْجُزُهٗ**: بظاہر تو اس روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول مزاح ہے کہ تم نے مجھے کیسا پایا کہ میں نے تمہیں اس آدمی سے چھڑایا۔ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تیرے باپ سے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دور ہٹا دیا تھا۔ (ح)

مسلمان بھائی کا مذاق مت اُڑاؤ

۴۷۶۹/۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُمَارِ اَخَاكَ وَلَا تُمَازِحْهُ وَلَا تَعِدْهُ مَوْعِدًا فَتُخْلِفَهٗ۔ (رواه الترمذی وقال هذا حدیث غریب)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٣٦٦ الحدیث رقم ١٩٩٥۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اپنے بھائی سے نہ جھگڑو نہ اسکا مذاق اڑاؤ اور نہ اس سے کوئی ایسا وعدہ کرو جس کا تم خلاف کرو۔ ترمذی نے اسکو روایت کر کے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ۞ **لَا تَعِدْهُ مَوْعِدًا فَتُخْلِفَهٗ**: یعنی وعدہ پورا کردو پھر وعدہ ہی نہ کرو یعنی وعدے کا رستہ ایسا بند کردے کہ وعدے کی خلاف ورزی نہ ہو۔

بَابُ الْمُفَاخَرَةِ وَالْعَصَبِيَّةِ

مفاخرت اور عصبیت کا بیان

صاحب صراح نے لکھا ہے کہ فخر فخوراً نصر ینصر سے ہے اس کا معنی بڑائی کرنا اور تفاخر دو گروہوں کا اظہار بڑائی میں مقابلہ کرنا۔ فخیر فخر کرنے والے کو کہتے ہیں اور تفخر اظہار بڑائی اور متفخر متکبر کو کہتے ہیں اور مفاخرت فخر میں برابری کرنا اور تفخیر ایک کو دوسرے پر فخر میں بڑھانا۔ فخر اگر حق کے لئے یا دینی مصلحت یا دشمنانِ دین پر اظہار غلبہ کے لئے ہو گو جائز ہے صحابہ کرامؓ سے منقول ہے اور اگر یہ تکبر نفسانیت اور غرور کی غرض سے ہو تو قابل مذمت ہے عرف عام میں اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

التعصب: اپنی قوم کی حمایت میں تعصب سے کام لینا۔ عصبہ وہ آدمی جس کے لئے قوم تعصب کرے اور عصبہ نرینہ اولاد اور بیٹوں کو کہتے ہیں۔ عصبہ پٹھے کو بھی کہا جاتا ہے جس کی وجہ سے جوڑوں میں سختی اور شدت آتی ہے اس طرح آدمی بھی اپنی قوم کی وجہ سے قوت وشدت حاصل کرتا ہے۔ متعصب جو اپنی قوم کے لئے یا مذہب کے لیے قوت وجدال سے کام لے اگر تعصب حق کی خاطر ہو اور اس میں ظلم نہ ہو تو مستحسن ہے اور اگر اس میں ظلم کی ملاوٹ ہو اور بطریق باطل ہو تو یہ مذموم ہے اور عموماً ناحق ہی کے لئے یہ استعمال ہوتا ہے جیسا آئندہ احادیث سے معلوم ہو جائے گا۔

الفصل الاول:

احکامِ دین سے آگاہ سب سے بہتر

۴۷۷۰/۱ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ النَّاسِ اَکْرَمُ فَقَالَ اَکْرَمُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاهُمْ قَالُوْا لَیْسَ عَنْ هٰذَا نَسْئَلُكَ قَالَ فَاَکْرَمُ النَّاسِ یُوْسُفُ نَبِیُّ اللّٰهِ ابْنُ نَبِیِّ اللّٰهِ ابْنِ نَبِیِّ اللّٰهِ ابْنِ خَلِیْلِ اللّٰهِ قَالُوْا لَیْسَ عَنْ هٰذَا نَسْئَلُكَ قَالَ فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُوْنِیْ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ خِیَارُکُمْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ خِیَارُکُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْا۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۳۶۲/۸ الحدیث رقم ۴۶۸۹ و مسلم فی ۱۸۴۶/۴ الحدیث رقم (۱۶۸-۲۳۷۸)، واحمد فی المسند ۴۸۵/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں زیادہ عزت والا کون ہے؟ فرمایا اللہ کے ہاں سب سے زیادہ عزت والا سب سے تقویٰ رکھنے والا ہے عرض کیا ہم نے اس کے متعلق سوال نہیں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں بڑے شرف والے اللہ کے نبی یوسف علیہ السلام ہیں وہ اللہ کے نبی کے بیٹے اور ان کے والد اللہ کے نبی خلیل اللہ علیہ السلام کے بیٹے۔ عرض کیا ہم اس کے متعلق نہیں پوچھتے۔ فرمایا کیا تم مجھ سے عرب قبائل کے بارے میں پوچھ رہے ہو؟ عرض کی ہاں! فرمایا تم میں سے جو لوگ جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں جب کہ وہ احکام دین سے آگاہ ہوں۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ **خِیَارُکُمْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ**: یعنی جن کے جوہر ذات میں ایسی صفات تھیں جن کی وجہ سے وہ ممتاز ومتعین تھے تو اسلام نے آکر ان کے جوہر کو نکھار دیا البتہ اتنا فرق ضرور ہے کہ وہ زمانۂ جاہلیت میں کفر، ظلمت، نافرمانی اور جہالت کے اندھیرے میں ڈوبے ہوئے تھے اور شہوات نفس میں گرفتار تھے اور اب وہ طہارتِ ایمان اور نورانیت علم واطاعت سے مطہر ومنور ہو گئے اور حق کی اطاعت اختیار کی۔ اس تقریر سے یہ واضح ہوا کہ یہاں معادن سے وہی اشخاص مراد ہیں جیسا کہ دوسری روایت میں وارد ہوا ہے۔

شرفاء کا خاندان

۲/۴۷۷۱ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْكَرِيْمُ ابْنُ الْكَرِيْمِ ابْنُ الْكَرِيْمِ ابْنُ الْكَرِيْمِ يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ اِسْحٰقَ ابْنِ اِبْرَاهِيْمَ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحيحه ٤١٧/٦ الحديث رقم ٣٣٨٢، والترمذی فی السنن ٢٧٣/٥ الحديث رقم ٣١١٦، واحمد فی المسند ٩٦/٢۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شریف بن شریف بن شریف حضرت یوسف ہیں جو یعقوب کے بیٹے وہ اسحٰق کے بیٹے وہ ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ (بخاری)

تشریح ۞ اِبْنُ الْكَرِيْمِ :ابن کا لفظ جب دو ناموں کے درمیان آئے تو الف نہیں لکھا جاتا اور یہاں الکریم اسم نہیں اسی وجہ سے الف لکھا گیا ہے۔ (ت)

نوکِ زبان پر رجزیہ کلمات

۳/۴۷۷۲ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ فِیْ يَوْمِ حُنَيْنٍ كَانَ اَبُوْسُفْيَانُ بْنُ الْحَارِثِ اٰخِذٌ بِعِنَانِ بَغْلَتِهٖ يَعْنِیْ بَغْلَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا غَشِيَهُ الْمُشْرِكُوْنَ نَزَلَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ اَنَا النَّبِیُّ لَا كَذِبَ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ فَمَارُوِیَ مِنَ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ اَشَدُّ مِنْهُ۔ (متفق عليه)

أخرجه البخاری فی صحيحه ١٦٤/٦ الحديث رقم ٣٠٤٢ و مسلم فی ١٤٠٠/٣ الحديث رقم (٧٨-١٧٧٦)، واحمد فی المسند ٢٨٠/٤۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ غزوہ حنین کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ ابوسفیان ابن حارث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے جب مشرکین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیرے میں لے لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے تشریف لائے اور یہ کہہ رہے تھے میں کوئی جھوٹا نبی نہیں ہوں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ بیان کرتے ہیں کہ اس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر بہادر کوئی نہیں دیکھا گیا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ كَانَ اَبُوْسُفْيَانُ بْنُ الْحَارِثِ اٰخِذًا بِعِنَانِ بَغْلَتِهٖ :آپ صلی اللہ علیہ وسلم خچر کو ایڑھ لگاتے تا کہ مشرکین کے لشکر پر حملہ کریں جب انہوں نے گھیر لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خچر سے اتر آئے اس میں دلیل ہے کہ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کمال شجاعت عنایت فرمائی تھی یہ ایسا معرکہ تھا کہ جس میں عرب کے جنگجو قبائل ہوازن وغطفان سب جمع تھے اور لشکر اسلام میں بظاہر شکست کی صورت تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم حملہ کرنے کے لئے خچر کو آگے بڑھاتے مگر انہوں نے نہ چھوڑا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خچر سے نیچے اتر آئے اور دشمنوں کے لشکر کو شکست دی اگرچہ فخر کرنے کی ممانعت ہے مگر وہ وہی فخر ہے جس میں شہرت وریاکاری اور تعصب ونفسانیت کا دخل ہو اور یہ فخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سب چیزوں سے پاک تھا اور آپ کفار کے مقابلے میں لشکر اسلام کو ابھارنے کے لئے فخر کر رہے تھے جو کہ جائز

ہے اور بعض اہل کتاب آپ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے آپ ﷺ کے امر نبوت کے متعلق یہ کہا کرتے تھے کہ جو پیغمبر آخرالزماں اولاد عبدالمطلب میں سے ہوں گے تو آپ ﷺ نے یہ بات فرما کر اپنی اس نشان کے ساتھ ظہور کی خبر دی۔ (ح)

سیّد البریہ ابراہیم علیہ السلام ہیں

۴۷۷۳/۴ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا خَیْرَ الْبَرِیَّۃِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاکَ اِبْرَاھِیْمُ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ١٨٣٩/٤ الحديث رقم (١٥٠-٢٣٦٩)، واحمد في المسند ١٧٨/٣۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے مخلوق میں سب سے بہتر! تو جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ (مسلم)

تشریح ۞ **یَا خَیْرَ الْبَرِیَّۃِ** : کہ صحیح احادیث میں آپ کو افضل خلق اور سید الانبیاء کہا گیا ہے تو پھر براہیم بہترین خلق کیسے ہوئے۔

جواب : ① آپ ﷺ نے یہ بات بطور تواضع کے اور ان کے مقام خلت اور مقام ابوت کا لحاظ کرتے ہوئے کہی یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی آدمی تعظیم وتکریم کا حقدار ہو اور دوسرے کو اپنے سے زیادہ عظمت والا کہے۔ ② یہ سید ولد آدم اور افضل خلق کی وحی ہونے سے پہلے فرمایا۔ ③ ابراہیم علیہ السلام اپنے زمانے کے اعتبار سے افضل خلق تھے اور مطلق عبارت مبالغہ کے لئے لائی گئی۔

تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو

۴۷۷۴/۵ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی بْنَ مَرْیَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُہٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ٤٧٨/٦ الحديث رقم ٣٤٤٥، والدارمي في ٤١٢/٢ الحديث رقم ٢٧٨٤، واحمد في المسند ٢٣/١۔

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ مجھے اس طرح نہ بڑھاؤ جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ ابن مریم کو بڑھایا میں اس کا بندہ ہی ہوں لہٰذا تم اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہا کرو۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ **لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ** : تعریف کرتے ہوئے حد سے تجاوز کرنا اور جھوٹ بولنا آپ نے اپنی متعلق اس قسم کے مبالغہ سے منع فرمایا مقام عبدیت یہ آپ کی صفت مخصوصہ ہے کہ آپ کامل اور حقیقی بندے ہیں اور اس صفت میں آپ سب سے کامل تو ہیں اس میں آپ کے مقام بلند اور کمال مدح کو ذکر کیا کہ صفت کی نسبت آپ کی طرف کی گئی۔

مجھے اللہ تعالیٰ نے تواضع کا حکم دیا

۶/۴۷۷۵ وَعَنْ عَيَاضِ بْنِ حِمَارِ الْمُجَاشِعِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اَوْحٰى اِلَيَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لَا يَفْخَرَ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ وَلَا يَبْغِيْ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ٤/٢١٩٨ الحديث رقم (١٤-٢٨٦٥) و ابن ماجه في السنن ٢/١٣٩٧ الحديث رقم ٤١٧٩۔

ترجمہ: حضرت عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ تواضع کرو حتی کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر ظلم وستم کرے۔ (مسلم)

تشریح ۞ لَا يَبْغِيْ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ :اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ جو فخر ومباحات بطریق تکبر ہو یا بطریق تکبر وظلم ہو وہ حرام وممنوع ہے۔ (ح)

الفصل الثانی:

آباؤاجداد پر فخر سے باز آؤ

۷/۴۷۷۶ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَنْتَهِيَنَّ اَقْوَامٌ يَفْتَخِرُوْنَ بِاٰبَائِهِمُ الَّذِيْنَ مَاتُوْا اِنَّمَاهُمْ فَحْمٌ مِنْ جَهَنَّمَ اَوْلَيَكُوْنُنَّ اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الْجُعَلِ الَّذِيْ يُدَهْدِهُ الْخِرَاءَ بِاَنْفِهٖ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَفَخْرَهَا بِالْاٰبَاءِ اِنَّمَا هُوَ مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ اَوْفَاجِرٌ شَقِيٌّ اَلنَّاسُ كُلُّهُمْ بَنُوْاٰدَمَ وَاٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ۔ (رواه الترمذی وابوداؤد)

أخرجه ابوداؤد في السنن ٥/٣٩٩ الحديث رقم ٥١١٦، والترمذی في ٥/٦٩٠ الحديث رقم ٣٩٥٥، واحمد في المسند ٢/٣٦١۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ اپنے فوت شدہ آباؤاجداد پر فخر کرنے سے باز آجائیں وہ دوزخ کا کوئلہ ہیں ورنہ وہ اللہ کے ہاں اس گندے کیڑے سے بدتر ہو جائیں گے جو اپنی ناک میں گندگی لگاتا ہے اللہ تعالیٰ نے یقیناً تم سے جاہلیت کا تکبر اور آباؤاجداد پر فخر دور فرمایا ہے انسان مؤمن متقی ہے یا کافر بدبخت تمام لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے ہیں۔ (ترمذی وابوداؤد)

تشریح ۞ اِنَّمَاهُمْ فَحْمٌ مِنْ جَهَنَّمَ :یعنی وہ فخر کرنے والے آگ میں جل جل کر سیاہی میں کوئلے کی طرح ہیں یہ ان مشرکوں کی طرح ہیں جو یقیناً دوزخ کا ایندھن ہیں البتہ غیر مشرکین کے بارے میں بھی احتمال ہے کیونکہ ایمان پر ان کی موت معلوم نہیں پاس ایسی صورت میں فخر کا کیا موقع ہے۔

جعل : گندگی کا کیڑا اور خراء خود گندگی کو کہا جاتا ہے اس میں آپ نے زمانہ جاہلیت میں مرنے والے باپوں پر فخر کرنے الوں کو گندگی کے کیڑے سے تشبیہ دی جو کہ ہر وقت گندگی دھکیلتا اور اس میں رہتا ہے۔ کسی فارسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

دوش دیدم کہ ابلہے می گفت ☆ پدر من وزیر خاں بودست
باوجودیکہ نیست معلوم ☆ خود گرفتم کہ آنچناں بو دست
ہیچ کس دیدہ کہ گہہ خوردست ☆ کین بعہد قدیم نان بودست

کہیں شیطان تمہیں اپنا وکیل نہ بنالے

۸/۴۷۷۷ وَعَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ قَالَ انْطَلَقْتُ فِيْ وَفْدِبَنِيْ عَامِرٍ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا اَنْتَ سَيِّدُنَا فَقَالَ السَّيِّدُ اللّٰهُ فَقُلْنَا وَاَفْضَلُنَا فَضْلًا وَّاَعْظَمُنَا طَوْلًا فَقَالَ قُوْلُوْا قَوْلَكُمْ اَوْبَعْضَ قَوْلِكُمْ وَلَايَسْتَجْرِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه ابو داؤد فی السنن ٥/١٥٤ الحديث رقم ٤٨٠٦، واحمد فی المسند ٤/٢٥۔

ترجمہ: حضرت مطرف بن عبداللہ بن شخیر کہتے ہیں کہ میں بنو عامر کے وفد کے ساتھ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہم نے عرض کیا کہ آپ ہمارے سید ہیں آپ نے فرمایا سید تو اللہ کی ذات ہے ہم نے عرض کیا آپ ہم سب میں بڑے بزرگ اور سب سے زیادہ عطاء فرمانے والے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ساری بات یا بعض کہو اور کہیں شیطان تمہیں اپنا وکیل نہ بنالے۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ وَلَايَسْتَجْرِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ :یعنی شیطان تمہیں اپنا وکیل نہ بنائے کہ اس کی وکالت کرتے ہوئے اس کی طرف سے جو چاہو کہنے لگو۔ مطلب یہ ہے کہ تمہیں شیطان ہر بات کہنے کے لئے دلیر بے باک نہ کر دے سید بمعنی مالک و مختار وہ اللہ ہی کی ذات ہے اور سب کی پیشانی اس کے دست قدرت میں ہے علماء فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کو تردید آپ نے اس لیے فرمائی کہ انہوں نے آپ کو قبائل و قوم کے سرداروں کی طرح خطاب کیا۔ انہیں آپ کو نبی اور رسول کے لقب سے خطاب کرنا چاہیے تھا جو کہ انسانی مراتب میں سب سے اعلیٰ ہے اور آپ کے لئے سیادت اسی سبب سے ثابت ہے کہ آپ تمام اولاد آدم کے بلاشک و شبہ سردار ہیں۔

حسب مال اور کرم تقویٰ ہے

۹/۴۷۷۸ وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَسَبُ الْمَالُ وَالْكَرَمُ التَّقْوٰى ۔ (رواہ الترمذی وابن ماجۃ)

أخرجه الترمذی فی السنن ٥/٣٦٣ الحديث رقم ٣٢٧١ و ابن ماجه فی ٢/١٤١٠ الحديث رقم ٤٢١٩، واحمد فی المسند ٥/١٠۔

ترجمہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسب مالداری ہے اور کرم پرہیزگاری ہے۔ (ترمذی وابن ماجہ)

تشریح ۞ اَلْحَسَبُ :حسب سے مراد وہ فضائل اور خصائل حمیدہ ہیں جنہیں انسان اپنے آباؤ اجداد کے لئے پسند کرتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کے ہاں حسب وفضیلت تو یہی مال ہے کیونکہ بے مال ان کے ہاں بے وقار ہے۔
کرم : اصل میں تمام صفاتِ خیر کا نام ہے اور یہ تمام فضائل کو شامل ہے مگر اللہ کے ہاں عمدہ کرم تقویٰ ہے بغیر تقویٰ کے کسی فضیلت کا اعتبار نہیں جیسا کہ اللہ نے فرمایا: اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ط۔[الحجرات : ۱۳]

جاہلی نسب پر فخر کا علاج

۴۷۷۹/۱۰ وَعَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ تَعَزّٰی بِعَزَاءِ الْجَاھِلِیَّۃِ فَاَعِضُّوْہُ بِھَنِ اَبِیْہِ وَلَا تَکْنُوْا۔ (رواہ فی شرح السنۃ)

أخرجه البغوی فی شرح السنة١٣/ ١٢٠ الحديث رقم ٣٥٤١، واحمد فی المسند ٥/١٣٦۔

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص جاہلی نسب کی طرف اپنی نسبت کرتا ہے تو اس کے منہ میں اس کے باپ کے عیوب ٹھونس دو اور کنایہ اختیار نہ کرو۔

(شرح السنۃ)

تشریح ۞ بِھَنِ اَبِیْہِ : ہر ایسی قبیح چیز کو کہا جاتا ہے جس کا نام نہ لیا جائے مرد و عورت کے ستر پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔
① بس جو کوئی بھی اپنی زمانہ جاہلیت والے باپ داداؤں پر فخر کرکے وہ اپنے باپ کے ستر کو منہ سے جا کر کاٹے یہ تغلیظ اور تشدید اس لیے فرمائی تا کہ وہ لوگ فخر سے باز آئیں۔ ② بعض نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص رسوم جاہلیہ میں اہل جاہلیت کے طرز کو اختیار کرے یعنی قبائلی برابری لعنت کرنے، عار دلانے اور گالی گلوچ کرنے میں تو ایسے لوگوں کے باپوں کی قباحتیں صراحتاً بیان کردو۔ مثلاً بت پرستی وزنا کاری اور شراب نوشی وغیرہ تا کہ وہ دوسروں کو برا کہنے اور ان کی آبروریزی سے باز آئیں۔
(ع،ح)

تم کہولو! میں انصاری غلام ہوں

۴۷۸۰/۱۱ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ عُقْبَۃَ عَنْ اَبِیْ عُقْبَۃَ وَکَانَ مَوْلًی مِنْ اَھْلِ فَارِسٍ قَالَ شَھِدْتُّ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُحُدًا فَضَرَبْتُ رَجُلًا مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ فَقُلْتُ خُذْھَا مِنِّیْ وَاَنَا الْغُلَامُ الْفَارِسِیُّ فَالْتَفَتَ اِلَیَّ فَقَالَ فَھَلَّا قُلْتَ خُذْھَا مِنِّیْ وَاَنَا الْغُلَامُ الْاَنْصَارِیُّ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه ابوداوٗد فی السنن ٥/٣٤٢ الحديث رقم ٥١٢٣ و ابن ماجه فی ٢/٩٢١ الحديث رقم ٢٧٨٤۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن ابوعقبہ رضی اللہ عنہ کی حضرت ابوعقبہ جو فارسی نژاد مولیٰ تھے سے روایت ہے کہ میں رسول اکرم کے ساتھ غزوہ احد میں حاضر ہوا تو میں نے ایک مشرک کو مارا اور کہا یہ مجھ سے لے لے میں فارسی غلام ہوں حضور ﷺ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا تم نے یوں کیوں نہیں کہا کہ یہ لے لے مجھ سے میں انصاری غلام ہوں۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ خُذْهَا مِنِّیْ وَاَنَا الْغُلَامُ : آپ نے فرمایا اگر تم اس مقام میں انصار کی طرف نسبت کرتے جو کہ مددگاران دین متین ہیں اور اس اعتبار سے کہ مولی القوم منہم تو تم بھی ان میں سے ہوتے موال کی یہ عادت تھی کہ جو ان میں سے مسلمان ہوتے وہ انصار وہ مہاجرین کے ہاں پناہ پکڑتے اور اپنے تمام اختیارات ان کے سپرد کرتے ان کو مولی موالات کہا جاتا تھا۔
اور دوسری قسم مولیٰ عتاقہ ہے آزاد کردہ غلام حضرت ابوعقبہ صحابی تھے انکا نام رشید تھا عبدالرحمان بن ابی عقبہ ثقہ تابعی ہیں۔

ناجائز کام میں قوم کے معاون کا حال

۱۲/۴۷۸۱ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَصَرَ قَوْمَهٗ عَلٰی غَیْرِ الْحَقِّ فَهُوَ کَالْبَعِیْرِ الَّذِیْ رَدٰی فَهُوَ یُنْزَعُ بِذَنَبِهٖ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ۵/۳۴۱ الحدیث رقم ۵۱۱۸۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنی قوم کی معاونت کسی ناجائز کام میں کرے وہ اس اونٹ کی طرح ہے جو کنوئیں میں گر کر ہلاک ہو جائے اور اسے دم سے پکڑ کر کنوئیں سے باہر کھینچا جائے۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ مَنْ نَصَرَ قَوْمَهٗ عَلٰی غَیْرِ الْحَقِّ : جو شخص اپنے کو اپنی قوم کی باطل یا مشکوک پر مدد کے لئے بلند کرے پس اسکی مثال اس اونٹ جیسی ہے جو کنوئیں میں گرا اور ہلاک ہو گیا یعنی یہ شخص گناہ کے کنوئیں میں گر کر ہلاک ہوا اور اس کے نکالنے کی قدرت نہ رہی۔ بعض نے کہا کہ قوم کو اونٹ ہلاک ہونے والے کے ساتھ مشابہت دی کیونکہ جو حق پر نہ ہو وہ حقیقت میں ہلاک ہونے والا ہے اور ان کے مددگار کو اونٹ کی دُم سے تشبیہ دی جیسا کہ اونٹ کو دُم سے کھینچنا ہلاکت سے چھڑا نہیں سکتا اس اسی طرح یہ مددگار ان کو ہلاکت کے اس کنوئیں سے نہیں نکال سکتا جس میں وہ پڑے ہیں۔ (ح ع)

ظلم میں مددگار بننا تعصب ہے

۱۳/۴۷۸۲ وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا الْعَصَبِیَّةُ قَالَ اَنْ تُعِیْنَ قَوْمَكَ عَلَی الظُّلْمِ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ۵/۳۴۱ الحدیث رقم ۵۱۱۹ و ابن ماجه فی ۲/۱۳۰۲ الحدیث رقم ۳۹۴۹۔

ترجمہ: حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعصب کس بات کا نام ہے؟ فرمایا تمہارا اپنی قوم کے ظلم پر مددگار بننا تعصب ہے۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ مَا الْعَصَبِیَّةُ قَالَ اَنْ تُعِیْنَ قَوْمَكَ عَلَی الظُّلْمِ : اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم کی حمایت اور اعانت اگر حق پر ہو تو اچھا ہے جیسا کہ اگلی روایت میں فرمایا گیا ہے۔ (ح)

اسقع : یہ اصحاب صفہ میں سے تھے غزوہ تبوک کے موقع پر اسلام لائے۔

قومی دفاع ارتکابِ گناہ سے پہلے پہلے

۱۴/۴۷۸۳ وَعَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكِ بْنِ جُعْشَمٍ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ خَيْرُكُمُ الْمُدَافِعُ عَنْ عَشِيْرَتِهٖ مَالَمْ يَأْثَمْ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ۵/۳۴۱ الحدیث رقم ۵۱۲۰۔

ترجمہ: حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ کے دوران فرمایا تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے خاندان کا اس وقت تک دفاع کرے جب تک وہ گناہ کا مرتکب نہ ہو۔

(ابوداؤد)

تشریح ۞ خَيْرُكُمُ الْمُدَافِعُ : اگر کہا جائے کہ جب وہ خود ظلم کا دفعیہ کر رہا ہے تو گناہگار کیونکر ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ قدرت رکھتا ہو کہ وہ ظلم کا دفاع ہاتھ سے کرسکتا ہے تو اسے ہاتھ سے مارنا جائز نہیں اسی طرح اگر دفاع ہاتھ سے ممکن ہو تو جان سے مار ڈالنا جائز نہیں اور اگر ضرورت سے زیادتی کرے تو یہ ظلم تعدی میں شامل ہوگا۔

عصبیت کی موت والا ہم سے نہیں

۱۵/۴۷۸۴ وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا اِلٰى عَصَبِيَّةٍ وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَصَبِيَّةً وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلٰى عَصَبِيَّةٍ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ۵/۳۴۳ الحدیث رقم ۵۱۲۱۔

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت کی دعوت دے اور وہ بھی ہم میں سے نہیں جو تعصب کی خاطر لڑے اور وہ بھی ہم میں سے نہیں جس کو تعصب پر موت آئے۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ بہرصورت عصبیت یہ ہے کہ باطل پر حمایت کرے اور اگر یہ بطریق ظلم ہو تو نہایت ہی مذموم و ممنوع ہے۔ (ح)

شئی کی محبت اسے اندھا کر دیتی ہے

۱۶/۴۷۸۵ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حُبُّكَ الشَّیْءَ يُعْمِیْ وَيُصِمُّ۔

(رواہ ابوداؤد)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ۵/۳۴۶ الحدیث رقم ۵۱۳۰، واحمد فی المسند ۵/۱۹۴۔

ترجمہ: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی چیز سے اسکی محبت انسان کو اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ ① حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِيْ :یعنی محبوب کی برائی اچھائی نظر آتی ہے اگر اس کی بری بات کو سنتا ہے تو اچھا جانتا ہے اور اس کی وجہ محبت کا غلبہ ہے۔ پسند دیدہ چیز کے عیب دیکھنا اور سننا گوارا نہیں کرتا۔ ② محبت محب کو غیر محبوب سے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے کہ وہ اس کے کلام کے علاوہ سننے اور اس کے جمال کے علاوہ جمال کو دیکھنا پسند نہیں کرتا۔

یہ روایت اس بات پر دلالت ہے کہ یہ اس شخص سے متعلق ہے جو کسی کی محبت کی خاطر باطل میں بھی اس کا حامی ہے نہ حق دیکھتا ہے اور نہ سنتا ہے بس محبت کی وجہ سے حمایتی بنا ہوا ہے۔ (ح)

الفصل الثالث:

قوم کی ظلم پر مدد

۴۷۸۶/۷ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ كَثِيرٍ الشَّامِيِّ مِنْ اَهْلِ فِلَسْطِيْنَ عَنِ امْرَاَةٍ مِنْهُمْ يُقَالُ لَهَا فَسِيْلَةُ اَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ اَبِيْ يَقُوْلُ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنَ الْعَصَبِيَّةِ اَنْ يُّحِبَّ الرَّجُلُ قَوْمَهٗ قَالَ لَا وَلٰكِنْ مِنَ الْعَصَبِيَّةِ اَنْ يَنْصُرَ الرَّجُلُ قَوْمَهٗ عَلَى الظُّلْمِ۔

(رواه احمد و ابن ماجة)

أخرجه ابن ماجه في السنن ۲/۱۳۰۲ الحديث رقم ۳۹۴۹، واحمد في المسند ۴/۱۰۷۔

ترجمہ: حضرت عبادہ بن کثیر شامیؒ جو کہ فلسطین کے رہنے والے ہیں وہ اپنے علاقہ کی ایک خاتون جس کا نام فسیلہ تھا روایت کرتے ہیں وہ اپنے والد کے حوالہ سے بیان کرتی ہیں کہ میں نے ان کو یہ کہتے سنا کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بطور سائل عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا قوم سے محبت عصبیت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں البتہ عصبیت یہ ہے کہ آدمی اپنی قوم کی ظلم کے معاملہ پر مدد کرے۔ (احمد، ابن ماجہ)

تشریح ۞ فلسطین: یہ ملک کا نام۔ ہے ان کے شہروں میں سے ایک کا نام بیت المقدس ہے۔
فَسِيْلَةُ بلغت میں کھجور کا چھوٹا تان ممکن ہے کہ وہ عورت کوتاہ قد ہو۔ اس لئے اس کے ساتھ تشبیہ دی۔ (ت)

ذلت کی علامت زبان درازی، بیہودہ گوئی ہے

۴۷۸۷/۸ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْسَابُكُمْ هٰذِهٖ لَيْسَتْ بِمَسَبَّةٍ عَلٰى اَحَدٍ كُلُّكُمْ بَنُوْا اٰدَمَ طَفُّ الصَّاعِ بِالصَّاعِ لَمْ تَمْلَؤُهُ لَيْسَ لِاَحَدٍ عَلٰى اَحَدٍ فَضْلٌ اِلَّا بِدِيْنٍ وَتَقْوٰى كَفٰى بِالرَّجُلِ اَنْ يَّكُوْنَ بَذِيًّا فَاحِشًا بَخِيْلًا۔ (رواه احمد والبيهقي في شعب الايمان)

أخرجه احمد في المسند ۴/۱۴۵، والبيهقي في شعب الايمان ۴/۲۹۲ الحديث رقم ۵۱۴۶۔

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے یہ نسب کوئی ایسی

چیز نہیں ہے جو قابل مذمت ہو تم سب آدم کی اولاد ہو جیسا کہ صاع صاع کے برابر ہوتا ہے کہ جس کو تم نے بھرا نہ ہو کسی کو دوسرے پر تقویٰ دین کے علاوہ کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے اور آدمی کی ذلت کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ وہ زبان دراز، بیہودہ گو اور بخیل ہو۔ (احمد، بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کی ہے۔)

تشریح ۞ **طَفُّ الصَّاعِ بِالصَّاعِ** :یعنی تم سب ایک باپ کی طرف نسبت میں برابر ہو اور تم اس طرح قریب ہو جیسا ایک صاع کی چیز دوسرے صاع کے برابر ہوتی ہے اس کو بھرا جائے یا کم کیا جائے۔

تقوی : سے مراد یہاں شرک خفی وجلی سے بچنا ہے۔

حاصل یہ ہے: کہ تمام لوگ نقصان وخسران میں ہیں مگر صاحب تقویٰ اور کامل دین دار اس سے بچا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ...... [العصر] حضرت شیخ نے طیبی سے یہ معنی نقل کیا ہے کہ تم سب اولاد آدم ہو اور دوسرے کے نقصان میں نزدیک ہو جیسا کہ صاع کی بھرتی جو نہ بھرا ہو پھر ذاتی نقصان اور ناتمامی بیان کرنے کے بعد فرمایا: بخل وبزرگی نسب سے نہیں بلکہ تقویٰ سے ہے کیونکہ سب کے ماں باپ کی اصل مٹی سے ہے۔

بَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ

احسان اور صلہ رحمی کا بیان

فوائد الباب :برّ احسان ونیکی کو کہا جاتا ہے یہاں والدین سے نیکی اور حسن سلوک کرنا مراد ہے اس کا عکس عقوق ہے۔

الصلة: ملانا اور پیوند کرنا۔ یہاں مراد اقارب وخویش سے احسان وانعام کرنا ہے۔

الفصل الاوّل:

حسن سلوک کی سب سے زیادہ حقدار ماں ہے

۴۷۸۸/اعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اَبُوْكَ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اَبَاكَ ثُمَّ اَدْنَاكَ اَدْنَاكَ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۴۰۱/۱۰ الحدیث رقم ۱۹۷۱ و مسلم فی ۱۹۷۴/۴ الحدیث رقم (۱-۲۵۴۸) وابن ماجه فی السنن ۱۲۰۷/۲ الحدیث رقم ۳۶۵۸۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے عمدہ برتاؤ کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ فرمایا تمہاری ماں۔ اس نے باردیگر عرض کیا پھر کون؟ فرمایا تمہاری ماں۔ اس نے عرض کیا پھر کون

فرمایا تمہاری ماں اس نے عرض کیا پھر کون فرمایا تمہارا باپ۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری ماں پھر تمہاری ماں۔ پھر تمہاری ماں پھر تمہارا باپ۔ پھر تمہارا قریبی پھر قریبی۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ❁ قَالَ اُمُّكَ :اس سے بعض لوگوں نے یہ دلیل پیش کی ہے کہ ماں کے ساتھ احسان والد کی نسبت تین گنا ہے کیونکہ وہ حمل کا بوجھ اٹھاتی ہے اور جننے کی مشقت اور دودھ پلانے کی محنت کرتی ہے فقہاء نے لکھا ہے کہ والدہ کا حق باپ کے حق سے بہت بڑا ہے اور اس پر احسان اور نیکی زیادہ مؤکد ہے اور اگر دونوں کا حق جمع کرنا مشکل ہو جائے تو تعظیم واحترام میں والد کے حق کو غلبہ دے اور خدمت وعطا میں ماں کا حق غالب کرے۔

ماں باپ کا ایک حق یہ بھی ہے کہ ان سے ایسی تواضع وتملق کرے اور ان کی اس طرح خدمت کرے یہاں تک کہ وہ راضی وخوش ہوں اور ہر مباح میں ان کی اطاعت کرے اور بے ادبی کے قریب نہ جائے۔

ان کے ساتھ باوجود مشرک ہونے کے تکبر سے پیش نہ آئے۔ اپنی آواز کو ان کی آواز سے بلند نہ کرے ان کو نام لیکر نہ پکارے۔ کسی کام میں ان سے پہل نہ کرے۔ امر بالمعرف اور نہی عن المنکر میں ان سے نرمی کرے۔ ان کو ایک بار کہے اگر قبول نہ کریں تو سکوت کرے اور ان کیلئے دعا واستغفار کرتا رہے۔ یہ آداب قرآن مجید کی اس آیت سے ماخوذ ہیں جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اپنے والد کے ساتھ مکالمے کا ذکر ہے کہ انہوں نے اپنے والد کو نصیحت کرتے ہوئے یہ طرز عمل اختیار کیا۔

اس کی ناک خاک آلود ہو

۴۷۸۹/۲ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُهٗ رَغِمَ اَنْفُهٗ رَغِمَ اَنْفُهٗ قِيْلَ مَنْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ اَحَدَهُمَا اَوْكِلَاهُمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحيحه ۱۹۷۸/۴ الحديث رقم (۹-۲۵۵۱) و ابوداوٗد فی السنن ۳۰۷/۲ الحديث رقم ۱۶۶۸، والترمذی فی ۵۵۴/۵ الحديث رقم ۳۵۴۵، واحمد فی المسند ۳۴۶/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کی ناک خاک آلود ہو اس کی ناک خاک آلود ہو اس کی ناک خاک آلود ہو۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ کس کی۔ فرمایا جس نے اپنے والدین یا دونوں میں سے ایک کو بڑھاپے میں پایا پھر وہ جنت میں داخل نہ ہو سکے۔ (مسلم)

تشریح ❁ رَغِمَ اَنْفُهٗ :یہ ذلت وخواری سے کنایہ ہے ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ ۔ یعنی ان کو راضی نہ کیا اور خدمت نہ کی جو کہ دخول جنت کا سبب ہے یہ نہایت محرومی ہے۔

مشرکہ ماں سے بھی صلہ رحمی کا حکم

۴۷۹۰/۳ وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِىْ بَكْرٍ قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَىَّ اُمِّىْ وَهِىَ مُشْرِكَةٌ فِىْ عَهْدِ قُرَيْشٍ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمِّىْ قَدِمَتْ عَلَىَّ وَهِىَ رَاغِبَةٌ اَفَاُصِلُهَا قَالَ نَعَمْ صِلِيْهَا۔

(متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ٦/٢٨١ الحدیث رقم ٣١٨٣ و مسلم فی ٢/٦٩٦ الحدیث رقم (٢-٦٩٦)، واحمد فی المسند ٦/٣٤٤۔

ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میری والدہ زمانہ قریش میں حالت شرک میں میرے ہاں آئیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ میرے ہاں آئی ہیں وہ اسلام سے دور ہیں کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں صلہ رحمی کرو۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ وَهِیَ رَاغِبَةٌ : یعنی وہ اسلام سے اعراض واجتناب کرنے والی ہیں اور یہی معنی سیاق کے انسب ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر ماں باپ کافر ہوں تب بھی ان سے سلوک واحسان کا معاملہ کرنا چاہیے دیگر اقرباء کا بھی یہی حکم ہے (ح) یہ صلح حدیبیہ کے بعد کا واقعہ ہے۔

میرے دوست تو نیک مؤمن ہیں

۴/۴۷۹۱ وَعَنْ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اٰلَ اَبِیْ فُلَانٍ لَيْسُوْالِیْ بِاَوْلِيَاءَ اِنَّمَا وَلِيِّیَ اللّٰهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنْ لَهُمْ رَحِمٌ اَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ١٠/٤١٩ الحدیث رقم ٥٩٩٠ و مسلم فی ١/١٩٧ الحدیث رقم (٣٦٦-٢١٥)، والترمذی فی السنن ٥/٣١٦ الحدیث رقم ٣١٨٥، والنسائی فی ٦/٢٤٨ الحدیث رقم ٣٦٤٤، واحمد فی المسند ٢/٥١٩۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آل ابی فلاں میرے تعلق والے نہیں میرے دوست تو اللہ تعالیٰ اور نیک مؤمن ہیں مگران کے لئے رشتہ قرابت ہے اس کی تری سے میں اس کو تر کروں گا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ اِنَّ اٰلَ اَبِیْ فُلَانٍ : بعض علماء نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں کا نام صراحت سے لیا تھا مگر راوی نے کنایہ کیا اور فلاں کا لفظ لائے نام نہ لائے ممکن ہے کہ وہ فتنہ کا خوف رکھتا ہو بعض میں نام کی جگہ سفید جگہ چھوڑ دی۔ ابو فلاں : سے مراد ابولہب ہے بعض کے نزدیک ابوسفیان یا حکم بن العاص مراد ہے۔

۲ ظاہر تر یہ ہے کہ یہ عمومی بات مراد ہے اس سے قریش کے خاندان مراد ہیں یا بنی عم آپ کے لَيْسُوْالِیْ بِاَوْلِيَاءَ نیز اسی طرح ہے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا: ﴿ان اولیاء ہ الا المتقون﴾ ۔مخصوص لوگ مراد نہیں بعض نے ابوبکر یا علی یا عمر رضی اللہ عنہم مراد لیے ہیں تر کرتا ہوں یعنی صلہ رحمی کے طور پر ان کو کچھ دیتا ہوں جو ان کے لئے ضروری و کافی ہو۔ تری اور نرمی چیزوں میں ملانے کا سبب ہے اور خشکی وسختی افتراق کا سبب ہے اسی وجہ سے تری کو صلہ رحمی اور یبس کو قطع رحمی سے کنایہ کیا جاتا ہے بعض شارحین نے قطع رحمی کو حرارت اور صلہ رحمی کو حرارت سے تشبیہ دی ہے کیونکہ قطع رحمی کی حرارت صلہ رحمی سے سرد ہو جاتی ہے۔

پانچ ناپسندیدہ اعمال

۴۷۹۲/۵وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّهَاتِ وَوَأْدَالْبَنَاتِ وَمَنْعَ وَهَاتِ وَكَرِهَ لَكُمْ قِيْلَ وَقَالَ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ وَاِضَاعَةَ الْمَالِ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ۱۰/۴۰۵ الحديث رقم ۵۹۷۵ و مسلم في ۳/۱۳۴۱ الحديث رقم (۱۲-۵۹۳)، والدارمي في ۲/۴۰۱ الحديث رقم ۲۷۵۱، واحمد في المسند ۴/۲۶۴۔

ترجمہ: حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم پر ① ماؤں کی نافرمانی ② بچیوں کا زندہ درگور کرنا ③ بخل ④ گدائی وغیرہ کو حرام فرمایا اور کثرت سوال اور بربادیٔ مال کو ناپسند فرمایا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ عُقُوْقَ الْاُمَّهَاتِ: ماں کی تخصیص میں حکمتیں۔ ① ان کے حقوق قوی اور اغلب ہیں جیسا کہ پہلے گزرا۔ ② ان کے دل کمزور ہوتے ہیں وہ ذرا سے معاملے سے ناراض ہو جاتی ہیں۔ ③ اولاد عموماً ان کے حقوق کو تلف کرتی ہے۔

لڑکیوں کا زندہ درگور کرنا فقر و عار کے خوف سے ان میں رواج پکڑ گیا تھا۔ منع: اس سے بخل و امساک مراد ہے۔ ھا یہ آت کے معنی میں ہے ایتاء کا معنی دینا ہے اس سے مراد طلب وسوال ہے ۲ بعض نے کہا منع سے مراد عدم ادائیگی حقوق ہے جو کہ مال میں لازم ہوں اور ممنوعہ اموال کا حصول ہے ۳ تمام حقوق و واجبات کو روک لینا خواہ ان کا تعلق اموال سے ہو یا افعال و اقوال و اخلاق سے اور ایسے حقوق کا لوگوں سے مطالبہ کرنا جن میں انصاف و اعتدال کی رعایت ان پر لازم نہ تھی۔

کرہ: اس سے مقصود لوگوں کو بے مقصد باتوں سے منع کرنا ہے مثلاً اس طرح کہا گیا اور فلاں نے یوں کہا اگر بحث و کرید کی حقیقت کو دریافت کرنے کے لئے ہو تو وہ ممنوع نہیں ہے ورنہ تو کسی چیز کی حقیقت معلوم ہی نہ ہو سکے گی تحقیق کے لئے دوسروں کے اقوال نقل کرنے میں حرج نہیں۔ کثرت کلام اور بسیار گوئی کی ممانعت مراد ہے کیونکہ اس سے دل مردہ ہو جاتا ہے اور اس میں قساوت پیدا ہوتی ہے اور بیکار وقت ضائع ہوتا ہے۔

کثرۃ السوال: اس کے کئی معانی بیان کیے گئے: ① تجسس و تفتیش کے لئے باز پرس کرنا۔ ② امتحان و جانچ کرنا اور اس کے لئے سوالات زیادہ کرنا تا کہ اپنی بڑائی و فضیلت ظاہر ہو۔ ③ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر زیادہ سوالات کرنا کہ آپ کو اذیت پہنچ جائے اور اس سے احکام میں تنگی و شدت پیدا ہو جیسا قرآن مجید میں فرمایا: لا تسئلوا عن اشیاء...... (۴) بعض نے اس سے گداگری مراد لی ہے مگر یہ بعید معنی ہے کیونکہ اس طرح لفظ کثرت بے فائدہ رہے گا اور بلاضرورت سوال تو حرام ہے خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر اور یہ پہلے آ چکا ہے تو تکرار لازم آئے گا۔

اضاعۃ المال: اس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں خرچ کرنا مراد ہے مثلاً ایک آدمی تمام یا بعض مال کسی ایک کو دیتا ہے اور حق والے محتاج رہ جاتے ہیں۔ یا مال پانی میں ڈال دیتا یا آگ میں جلا دیتا ہے۔ یا فاسق کو دیتا ہے جو خلاف شرع خرچ کرتا ہے۔

یہاں تفصیل یہ ہے کہ جہاں مال کا خرچ کرنا واجب و مستحب ہو اس میں تو اسراف و ضیاع کی گنجائش نہیں اور حرام ہوگا۔ اشتباہ تو فقط اس صورت میں ہے جبکہ وہ کام بظاہر مباح ہو مگر اس سے ظاہر و باطن میں مفاسد و قبائح جنم لیتے ہیں مثلاً بلاضرورت مکانات و محلات بنانا اور ان کی زیبائش پر رقم لگانا لباس فاخرہ اور لذیذ کھانوں میں حد اعتدال سے بڑھ کر خرچ کرنا جیسا کہ اہل اسراف، متکبرین کی عادات ہیں۔ فقراء محتاجین کی قطعاً پرواہ نہ کرنا اگرچہ یہ بظاہر شرع میں حرام نہیں مگر اس سے قساوت قلبی اور درشتی پیدا ہوتی ہے اسی طرح برتنوں، تلواروں، ہتھیاروں کو سجانا ان پر سونا و جواہر لگوانا بیع و شراء میں بے لگام ہو جانا اور اس میں غبن فاحش کا مرتکب بننا دنیا پر لمبی لمبی امیدیں باندھنا یہ سب ضیاع و اسراف میں داخل ہے۔

اپنے والدین کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے

۴۷۹۳/۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَلْ يَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قَالَ نَعَمْ يَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ اَبَاهُ وَيَسُبُّ اُمَّهٗ فَيَسُبُّ اُمَّهٗ۔ (متفق عليه)

أخرجه البخاري في صحيحه ٤٠٣/١٠ الحديث رقم ٥٩٧٣ و مسلم في ٩٢/١ الحديث رقم (١٤٦-٩٠) و ابوداوٗد في السنن ٣٥٢/٥ الحديث رقم ٥١٤١، والترمذي في السنن ٢٧٦/٤ الحديث رقم ١٩٠٢، واحمد في المسند ١٦٤/٢۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کا اپنے والدین کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کوئی شخص اپنے ماں باپ کو بھی گالی دیتا ہے فرمایا یہ کسی کے باپ کو گالی دے اور وہ اس کے باپ کو گالی دے' یہ اس کی ماں کو گالی دے وہ اس کی ماں کو گالی دے۔ (بخاری)

تشریح ۞ **يَشْتِمُ الرَّجُلُ** :یہ اپنے والدین کو گالی دلوانے کا سبب بنا اس لئے گویا خود گالی دی فسق کا واسطہ بننے والا بھی فاسق اور گناہ میں شامل ہے۔ جیسا کہ شاعر نے کہا

گر مادر خویش دوست داری ☆ دشنام مدہ بمادر من

بہترین نیکی باپ کے دوستوں سے حسن سلوک

۴۷۹۴/۷ وَعَنِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَبَرِّ الْبِرِّ صِلَةَ الرَّجُلُ اَهْلَ وُدِّ اَبِيْهِ بَعْدَ اَنْ يُّوَلِّيَ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ١٩٧٩/٤ الحديث رقم (١٣-٢٥٥) و ابوداوٗد في السنن ٣٥٣/٥ الحديث رقم ٥١٤٣، والترمذي في ٢٧٦/٤ الحديث رقم ١٩٠٣، واحمد في المسند ٢/۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے باپ کے غائب ہونے کے بعد اس کے دوستوں سے حسن سلوک کرے۔ (مسلم)

تشریح ۞ اِنَّ مِنْ اَبَرِّ : والد فوت ہوگیا یا سفر میں ہے اس کی غیر موجودگی میں اس کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک یہ باپ سے حسن سلوک ہے اور غائبانہ رعایت کران تو نہایت نیکی ہے۔

صلہ رحمی سے رزق میں کشادگی

۴۷۹۵/۸ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّبْسَطَ لَهٗ فِيْ رِزْقِهٖ وَيُنْسَاَ لَهٗ فِيْ اَثَرِهٖ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۴۱۵/۱۰ الحدیث رقم ۵۹۸۶ و مسلم فی ۱۹۸۲/٤ الحدیث رقم (۲۱۔۲۵۵۷) و ابوداؤد فی السنن ۳۲۱/۲ الحدیث رقم ۱۶۹۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے رزق میں کشادگی اور موت میں تاخیر کا طلبگار ہو وہ صلہ رحمی کرے۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ فِيْ اَثَرِهٖ : نشانہائے قدم کو کہا جاتا ہے۔ جو آدمی مرگیا اس کا نشان قدم مٹ گیا۔ پس اثر سے مدت عمر مراد ہے تاخیر اجل سے متعلق مشہور سوال ہے کہ اجل ورزق میں اضافہ نہیں ہوتا اور نہ کمی آتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ۔ (الأعراف : ۳٤)

جواب: (ا) فراخی رزق اور درازی عمر سے مراد برکت اور عمدہ گزران اور توفیق اور صفائی ونورانیت قلب ہے۔ (۲) دنیا میں نیک نامی کا باقی رہنا یہی گویا درازی عمر ہے۔ (۳) نیک اولاد مراد ہے جو اس کے بعد باقی رہ کر اس کے لئے دعا کرے گی اور بقائے اولاد گویا اس کی پیدائش ثانیہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں سے حسن سلوک کو درازی عمر کا سبب قرار دیا اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے سبب پیدا کیا جس کے لئے چاہتا ہے انکا رزق فراخ اور عمر دراز کر دیتا اور ادائیگی حقوق کی توفیق بخشتا ہے علماء فرماتے ہیں۔ یہ محو واثبات مخلوق کی نسبت سے ہے مثلاً لوح محفوظ میں لکھا کہ اس کی عمر ساٹھ برس ہوگی اور اگر یہ صلہ رحمی کرے گا تو چالیس اور بڑھا دیے جائیں گے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے علم کی نسبت سے تو تغیر وتبدل نہیں۔

باقی جب شارع علیہ السلام نے اطلاع دی تو اس پر ایمان لانا چاہیے اس میں مناقشہ بے جا ہے سعادت مندی یہی ہے کہ ان خبروں کو سن کر ان پر عمل کریں اور ان کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے حوالے کریں۔ فضول بحث اور چوں چرا میں مت پڑیں۔ (ح)

قاطع رحم اللہ تعالیٰ سے توڑنے والا ہے

۴۷۹۶/۹ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَلَمَّا فَرَغَ

مِنْهُ قَامَتِ الرَّحِمُ فَاَخَذَتْ بِحَقْوَيِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ مَهْ قَالَتْ هٰذَا مَقَامُ الْعَآئِذِبِكَ مِنَ الْقَطِيْعَةِ قَالَ اَلَا تَرْضَيْنَ اَنْ اَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ وَاَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ قَالَتْ بَلٰى يَارَبِّ قَالَ فَذَاكَ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ١٠/٤١٧ الحدیث رقم ٥٩٨٧ ومسلم فی ٤/١٩٨٠ الحدیث رقم (١٦-٢٥٥٤)، واحمد فی المسند ١/١٩١۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور تخلیق سے فارغ ہوا تو رحم، رحمان کا دامن کرم پکڑ کر کھڑا ہو گیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا چاہتا ہے؟ عرض کیا یہ وہ موقع ہے کہ جہاں قطع رحمی سے پناہ طلب کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تو اس پر خوش نہیں کہ جو تجھ سے جوڑے گا میں اس سے جوڑوں گا اور جو تجھ سے قطع کرے گا میں بھی اس سے توڑ دوں گا۔ عرض کیا یا اللہ! میں اس پر راضی ہوں۔ فرمایا ایسا ہی ہوگا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ **فَلَمَّا فَرَغَ**: مطلب پیدا کر چکنا ہے کیونکہ فراغت کا حقیقی معنی تو اس سے قبل کسی کام میں مشغولیت کا متقاضی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ چیز ممتنع ہے کیونکہ اسے ایک کام دوسرے کام سے مانع نہیں ہوتا جیسا کہ اس دعا میں ہے:
سبحانه من لا یشغله شان عن شان۔

حقوة: تہہ بند بندھنے کی جگہ کو کہتے ہیں چونکہ تہہ بند کی دونوں اطراف اس سے متعلق ہوتی ہیں اس لیے تثنیہ لائے یعنی کمر کی دونوں اطراف اور فقط تہہ بند پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ومنزہ ہے پس یہ تو محاورہ عرب کے مطابق کلام ہے۔

لوگوں کا طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص دوسرے سے پناہ چاہتا ہے تو اس کا دامن پکڑ لیتا ہے۔

اور جب کام نہایت مشکل ہو تو اس میں مجبوری ہو تو تہہ بند کا ایک کنارہ پکڑ لیا جاتا ہے اور اگر دشوار ترین ہو تو چونکہ مبالغہ اور تاکید مقصود ہوی ہے اس لئے تہہ بند کے دونوں کنارے پکڑ لیے جاتے ہیں تا کہ وہ شخص دشواری میں گھر کر پوچھے کہ تیرا مقصد کیا ہے اور تو کیا چاہتا ہے۔ یہ درحقیقت اس بات سے استعارہ فرمایا گیا کہ رحم نے قطع کے خطرے کے پیش نظر رحمان کی پناہ طلب کی پھر یہ تو محاورہ بن گیا اور اس میں تہہ بند کا اعتبار نہ رہا بلکہ مقصود صرف پکڑنا لیا جاتا ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے: **یداہ مبسوطتان۔** یعنی دونوں ہاتھ اس کے فراخ ہیں اور اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ذات سخی وجواد ہے خواہ واقعۃً وہ ہاتھ نہ رکھے یا ہاتھ کاٹ دیے گئے ہوں یا وہاں سے ہاتھوں کا وجود محال ہو جیسا کہ ذات باری تعالیٰ ہے کلام عرب میں تو محاورات کا استعمال کثرت سے ہے۔ قرآن مجید کا طرز واسلوب نگارش عرب کے مطابق ہے قرآن مجید کے متشابہات کی بلا تکلف تاویل کے لیے یہ ایک اہم ضابطہ ہے جس میں تکلفات کی دخل اندازی نہیں ہے۔

رحم: یہ ایک معنی من جملہ معانی میں سے ہے ذات نہیں کہ کھڑا ہو اور کمر کو پکڑ لے پس اس کا پناہ ڈھونڈنا کھڑا ہونا بطور تمثیل وتشبیہ ہے گویا رحم نے ایک شخص کی طرح کھڑے ہو کر بارگاہ رب العزت میں دامن رحمت تھام کر پناہ ڈھونڈی۔ نووی کا قول: جو وصل کے لیے آتا ہے اور قطع کیا جاتا ہے وہ ایک معنی ہے وہ قیام وکلام کی قدرت نہیں رکھتا۔ پس اسے تعظیم شان مراد

ہے اور صلہ رحمی کرنے والے کی فضیلت ظاہر کرنا مقصود ہے اور قطع رحمی کرنے والے کے گناہ کو بڑھا دے گی۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ صلہ رحمی فی الجملہ واجب ہے اور قطع کرنا گناہ کبیرہ ہے اور اگرچہ صلہ رحمی کے درجات ہیں جو ایک دوسرے سے بلند تر ہیں اور ان میں ادنیٰ درجہ لوگوں کی ملاقات کا ترک کر دینا ہے اور صلہ رحمی کلام سے ہوتی ہے خواہ سلام کے ساتھ ہو اور وہ قدرت وحاجت کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتا ہے۔ پس ان اقسام میں سے بعض واجب اور بعض مستحب ہیں اگر کچھ صلہ رحمی کی، پوری صلہ رحمی نہ کی تو وہ قاطع الرحم شمار نہ ہوگا اور اگر کسی ایسی چیز میں کوتاہی کی جس پر اس کو قدرت تھی حالانکہ وہ اسے کرنا چاہتا تھا تو اس صورت میں وہ صلہ رحمی کرنے والا شمار نہ ہوگا۔ (ح ع)

لفظ رحم رحمان سے مشتق ہے

۴۷۹۷/۱۰ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّحِمُ شُجْنَةٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اللّٰهُ مَنْ وَصَلَكِ وَصَلْتُهُ وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهُ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/۴۱۷ الحدیث رقم ۵۹۸۸، والترمذی فی ۴/۲۸۵ الحدیث رقم ۱۹۲۴، واحمد فی المسند ۲/۱۶۰۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ لفظ رحم رحمان سے بنا ہوا ہے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس نے رحم کو جوڑا میں اس کو جوڑوں گا اور تجھ سے اس سے توڑا میں اس سے توڑوں گا۔ (بخاری)

تشریح ❁ شُجْنَةٌ: اس کا اطلاق درخت کے پتوں پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ دوسری روایت میں وارد ہے کہ میں نے رحم کو پیدا کیا اور اپنے نام رحمان سے اس کا اشتقاق کیا ہے۔ ۲ احتمال یہ بھی کہ دونوں لفظوں سے معنی مراد ہو یعنی قرابت رحم جس کی رعایت ضروری ہے۔ رحم یہ رحمان کی رحمت کی ایک شاخ ہے۔

ملا علی قاری: شُجْنَةٌ درخت کی رگوں اور ملی ہوئی جڑوں کو کہا جاتا ہے مگر یہاں مراد یہ ہے کہ رحم رحمان سے مشتق ہے یعنی رحمت سے کہ جس سے رحمان مشتق ہے گویا رحم رحمان سے اور ملا ہوا ہے جیسا کہ رگیں درخت سے ملی ہوتی ہیں۔ بعض نے کہا کہ شُجْنَةٌ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ رحم کا لفظ اسم رحمان میں اسی طرح موجود ہیں جس طرح درخت کی رگیں اس میں داخل ہوتی ہیں کیونکہ درخت ان کی اصیل احد ہے اب معنی یہ ہے کہ رحم کو قطع کرنے والا رحمت باری تعالیٰ سے قطع کرنے والا ہے اور اس سے ملنے اور ملانے والا ہے جیسا کہ:

فَقَالَ اللّٰهُ مَنْ وَصَلَكِ: جس نے تجھ سے جوڑا میں اس کو جوڑوں گا۔ (ح ع)

رحم عرش سے معلق ہے

۴۷۹۸/۱۱ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ مَنْ وَصَلَنِىْ وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِىْ قَطَعَهُ اللّٰهُ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحيحه ١٠/٤١٧ الحديث رقم ٥٩٨٩ و مسلم فی ٤/١٩٨١ الحديث رقم (١٧-٢٥٥٥)، واحمد فی المسند ٦/٦٢۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ رحم عرش کے ساتھ معلق ہے اور یہ کہہ رہا ہے جو شخص مجھ سے جوڑے گا اللہ تعالیٰ اس سے جوڑے گا اور جو شخص مجھ سے قطع تعلقی کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے تعلق توڑ دے گا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ الرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ : رحم عرش رحمان سے معلق ہے اور وہ قطع رحمی سے پناہ مانگ رہا ہے اور خبر دیتا ہے کہ صلہ رحمی کا حکم ہے اور قطع رحمی سے منع کیا گیا ہے اور یہ حکم دینا بطور تلذذ ہے جو اس نے رحمان سے سن رکھا ہے یا بطریق دعا ہے۔ (ع)

قاطع رحم جنتی نہیں

۴۷۹۹/۱۲ وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ۔ (متفق عليه)

أخرجه البخاری فی صحيحه ١٠/٤١٥ الحديث رقم ٥٩٨٤ و مسلم فی ٤/١٩٨١ الحديث رقم (١٨-٢٥٥٦) و ابوداوٗد فی السنن ٢/٣٢٣ الحديث رقم ١٦٩٦، والترمذی فی ٤/٢٧٩ الحديث رقم ١٩٠٩، واحمد فی المسند ٤/٨٠۔

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ ① لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ : نووی کہتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ جو حلال سمجھ کر قطع رحمی کرے وہ جنت سے محروم ہے کوئی شرعی وجہ اور سبب نہ ہو اور وہ یہ حرکت اس کے باوجود کرے کہ اسے اس کے حرام ہونے کا علم ہے وہ جنت میں نہ جائے گا۔ ② جو لوگ پہلے پہل نجات پانے والے ہیں یہ ان کے ساتھ نجات نہ پائے گا' سبقت کرنے والوں میں شامل نہ ہوگا۔

صلہ رحمی تو قاطع سے جوڑنا ہے

۴۸۰۰/۱۳ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِيْ اِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهٗ وَصَلَهَا۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحيحه ١٠/٤٢٣ الحديث رقم ٥٩٩١، و ابو داوٗد فی السنن ٢/٣٢٣ الحديث رقم ١٦٩٧، والترمذی فی السنن ٤/٢٧٩ الحديث رقم ١٩٠٨، واحمد فی المسند ٢/١٦٠۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رشتہ جوڑنے والا وہ نہیں جو بدلہ چکائے بلکہ جوڑنے والا ہو ہے کہ جب اس سے رشتہ توڑا جائے تو وہ اسے جوڑ دے۔ (بخاری)

تشریح ۞ لَیْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُکَافِیْءِ :علماء فرماتے ہیں جواں مردوہ ہے جو اپنا حق کسی سے طلب نہ کرے اور دوسروں کا حق ادا کرے۔(ح)

وہ کامل نہیں جو رشتہ داروں کے ساتھ اس لئے احسان کرے کہ وہ بھی اس پر احسان کرتے ہوں۔(ت)

درگزر کرنے والے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہے

۱۴/۴۸۰۱وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ اَنَّ رَجُلاً قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِیْ قَرَابَةً اَصِلُھُمْ وَیَقْطَعُوْنِیْ وَاُحْسِنُ اِلَیْھِمْ وَیُسِیْؤُنَ اِلَیَّ وَاَحْلُمُ عَنْھُمْ وَیَجْھَلُوْنَ عَلَیَّ فَقَالَ لَئِنْ کُنْتَ کَمَا قُلْتَ فَکَاَنَّمَا تُسِفُّھُمُ الْمَلَّ وَلَا یَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللّٰہِ ظَھِیْرٌ عَلَیْھِمْ مَادُمْتَ عَلٰی ذَالِكَ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ٤/١٩٨٢ الحديث رقم (٢٢-٢٥٥٨) واحمد في المسند ٢/٣٠٠۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے کچھ قرابت دار ایسے ہیں کہ میں ان کے ساتھ نیک سلوک کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ برا برتاؤ کرتے ہیں میں ان سے درگزر کا معاملہ کرتا ہوں اور وہ جہالت کا ارتکاب کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر بات اسی طرح ہے جیسا کہ تم نے کہی تو گویا تو ان کو خاک پھکاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد ہمیشہ تیرے شامل حال رہے گی۔ جب کہ تو اسی خصلت پر قائم رہے گا۔(مسلم)

تشریح ۞ فَکَاَنَّمَا تُسِفُّھُمُ الْمَلَّ جب وہ تیری نیکی کا شکریہ ادا نہیں کرتے تو تیرا عطیہ ان کو حرام ہے اور ان کے پیٹ آگ کے حکم میں ہیں۔ان کے کھانے کو گرم راکھ سے مشابہت دی گئی۔الملّ:۔گرم راکھ۔بعض شارحین نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تو نے ان پر احسان کر کے گویا ان کو ان کے سامنے رسوا کر دیا ہے اور یہ ان لوگوں کی طرح ہیں جن کے منہ میں گرم راکھ ڈالی جائے تو وہ اسے کھا جائیں۔بعض نے کہا کہ تیرا احسان ان پر گرم راکھ کی طرح ہے جو ان کو ہلاکت میں ڈال دے گا۔بعض نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ ان کے چہرے گرم راکھ کی طرح سیاہ ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ان کے شر سے تجھے محفوظ رکھے گا اور تیری نصرت و مدد کرے گا۔

الفصل الثانی:

حسن سلوک سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے

۱۵/۴۸۰۲عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَایَرُدُّ الْقَدَرَ اِلَّا الدُّعَآءُ وَلَایَزِیْدُ فِی الْعُمُرِ اِلَّا الْبِرُّوَاِنَّ الرَّجُلَ لَیُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ یُصِیْبُہٗ۔ (رواہ بن ماجہ)

أخرجه ابن ماجه في السنن ٢/١٣٣٤ الحديث رقم ٤٠٢٢، واحمد في المسند ٥/٢٧٧۔

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تقدیر کو دعا ہی رد کر سکتی ہے اور اچھا سلوک

عمر میں اضافہ کرتا ہے اور انسان لاحق ہونے والے گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

تشریح ۞ لَا یَرُدُّ الْقَدَرَ : تقدیر سے تقدیر معلق مراد ہے نہ کہ مبرم۔ اللہ تعالیٰ نے دعا کو تقدیر کے واپس کرنے والے اسباب میں سے بنایا ہے اور یہ بھی تقدیر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا ہے کہ یہ بندہ دعا کرے گا اور اس کی یہ مصیبت دور ہو جائے گی ادو یہ طب کو شفاء امراض کا ایک سبب بنایا اور انسانوں کے اعمال کو جنت و دوزخ میں داخلے کا سبب قرار دیا۔ بعض نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اگر ہمیشہ دعا کرے تو یہ چیز بندے کو قضاء پر راضی کر دیتی ہے مثلاً اس نے کسی تکلیف میں مبتلا ہو کر دعا کی آخر کار دیکھتا ہے اب دعا کارگر ثابت نہیں ہوگی جو مقدر میں ہے وہ ہو کر رہے گا تو وہ تقدیر کے آگے گھٹنے ٹیک دیتا ہے۔ (طیبی)

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ بندہ کے دل میں اس طرح آ رہا ہے کہ یہاں اصل مقصود دعا کی تاخیر میں مبالغہ ظاہر کرنا ہے اور دعا کی تعریف و مدح کی جا رہی ہے یعنی اگر کوئی چیز قضاء و قدر کو رد کرتی ہوتی تو دعا ہوتی مگر کوئی چیز بھی تقدیر کو رد نہیں کر سکتی جیسا نظر لگنے کے سلسلہ میں فرمایا کہ اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت کرنے والی ہوتی تو وہ نظر ہوتی واللہ اعلم۔

وَلَا یَزِیْدُ فِی الْعُمُرِ : زیادتی عمر سے مراد عمر میں برکت کا ہونا ہے۔

اِنَّ الرَّجُلَ لَیُحْرَمُ الرِّزْقَ : بہت سے کافر، فاسق، جرائم پیشہ ہوتے ہیں اور ان کے ہاں رزق وافر مقدار میں ہوتا ہے اور ایمان والے، مطیع و فرمانبردار رزق کی تنگی میں گھرے ہوتے ہیں۔

جواب : رزق سے آخرت کا رزق مراد ہے وہ ثواب ہے اور گناہ کرنے سے اس میں کمی اور محرومی کا باعث ہے۔ دنیا کا رزق مراد ہو تو اس سے مراد حصول رضا الٰہی سے محروم رہنا اور اچھے گزران کا حاصل نہ ہونا اور فراغ قلب، حضور وقت اور صفائی رزق کا میسر نہ ہونا ہے رزق کا ظلمت و کدورت سے صاف ہونا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے متقین کے لئے فرمایا: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً [النحل : ۹۷] بڑی خوش نصیبی کی بات ہے اس کے بالمقابل فساق و فجار و کفار کے ارزاق ظلمت و کدورت اور تعب سے پر ہوتے ہیں ہر وقت وہ فکر دنیا میں مگن ہوتے ہیں تعلق قلب اور خوف نقصان و فوت ہونا ان پر طاری رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً [طه : ۱۲۴] اگر وہ مؤمن ہے تو بد انجامی گناہ کی ایک وحشت اور کدورت اس کے اوقات کی صفائی میں اور خوش گزرانی میں راہ پا لیتی ہے۔

بعض نے کہا کہ یہ روایت بعض گناہ گار مؤمنوں کے ساتھ خاص ہے ان کے لئے اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ ان کو گناہ کی کدورت سے پاک کے بہشت میں داخل فرمائے پس بعض کے گناہوں کا کفارہ دنیا میں فقر فاقہ کی صورت میں دے کر ان کو آخرت میں پاک و صاف کر دیا جاتا ہے اور بعض کو مصیبت سے متنبہ کر کے توبہ کی توفیق عطا کی جاتی ہے۔ حاصل یہ کہ: مؤمن نے جو گناہ کیا اور اگر اللہ تعالیٰ کی خفیف مہربانی شامل حال ہوگئی تو فقر و مرض کے ذریعہ اسے گناہ سے پاک کرتا ہے اور اگر لطف و عنایت کی ارزانی اس کے حال پر نہیں ہوتی تو اس کو مہلت دی جاتی ہے اور وہ گناہوں میں ہی گرفتار رہتا ہے۔

ماں سے حسن سلوک کرنے کا صلہ

۴۸۰۳/۱۶ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَسَمِعْتُ فِيْهَا

قِرَأَةً فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا حَارِثَةُ ابْنُ النُّعْمَانِ كَذَا لِكُمُ الْبِرُّ كَذَا لِكُمُ الْبِرُّ وَكَانَ اَبَرَّ النَّاسِ بِاُمِّهٖ (رواه فی شرح السنة والبیهقی فی شعب الایمان وفی روایة قال) نِمْتُ فَرَاَيْتُنِيْ فِي الْجَنَّةِ بَدَلَ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ۔

أخرجه البغوی فی شرح السنة ۱۳/۷ الحديث رقم ۳۴۱۸، واحمد فی المسند ۱۵۱/۶ الحديث رقم ۱۵۱/۶۔

أخرجه الترمذی فی السنن ۲۷۴/۴ الحديث رقم ۱۸۹۹۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اس میں تلاوت سنی میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو جواب ملا کہ یہ حارثہ بن نعمان ہے والدین کے ساتھ بھلائی کی یہی فضیلت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو دفعہ یہی فرمایا اور وہ لوگوں میں سب سے زیادہ اپنی والدہ کے ساتھ نیکی کرنے والے تھے۔ شرح السنہ بیہقی شعب الایمان اور ایک روایت میں یہ ہے کہ میں سویا تو میں نے اپنے آپ کو جنت میں دیکھا یہ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ کی جگہ الفاظ ہیں۔

تشریح ۞ حارثہ بن نعمان: یہ فضلاء صحابہ میں سے ہیں بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں شرکت کی۔ یہ وہی صحابی ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا کہ تم نے صبح کس حال میں کی تو اس انہوں نے فرمایا کہ میں نے حالت ایمان میں صبح کی ہے۔

كَذَالِكُمُ الْبِرُّ : گویا صحابہ کے ذہن میں یہ بات آئی کہ اس کو یہ مقام کس عمل کی بناء پر ملا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں ان کی تلاوت سنی۔ بیہقی نے اپنی روایت میں **رایتنی فی الجنة** اور شرح السنہ نے **دخلت الجنة** کے الفاظ ذکر کیے ہیں۔

والد کی رضا میں اللہ کی رضا

۴۸۰۴/۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِضَى الرَّبِّ فِيْ رِضَى الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِيْ سَخَطِ الْوَالِدِ۔ (رواه الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ۲۷۵/۴ الحديث رقم ۱۹۰۰ و ابن ماجه فی ۱۲۰۸/۲ الحديث رقم ۳۶۶۳، واحمد فی المسند ۱۹۶/۵۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: والد کی رضا میں اللہ کی رضا ہے اور والد کی ناراضگی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ رِضَى الرَّبِّ فِيْ رِضَى الْوَالِدِ: ① یہاں باپ کا ذکر کیا ورنہ ماں بدرجہ اولیٰ اس میں داخل ہے کیونکہ اس کا حق اولاد پر زیادہ ہے۔ ② بعض نے والد سے ہر وہ مراد لیا ہے جس کی طرف ولادت کی نسبت ہو جیسے تَمْرٌ سے تَامِرٌ۔

السَّخَطُ : سخط ناراضگی اور کراہت دونوں کو کہا جاتا ہے۔ (ت ع)

والد جنت کا وسطی دروازہ

۴۸۰۵/۱۸وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ اَنَّ رَجُلاً اَتَاهُ فَقَالَ اِنَّ لِیْ اِمْرَاَةً وَاُمِّیْ تَاْمُرُنِیْ بِطَلاَقِهَا فَقَالَ لَهٗ اَبُوالدَّرْدَآءِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلْوَالِدُ اَوْسَطُ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَاِنْ شِئْتَ فَحَافِظْ عَلَی الْبَابِ اَوْضَیِّعْ۔ (رواه الترمذی و ابن ماجة)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٢٧٥ الحدیث رقم ١٩٠٠ و ابن ماجه فی ٢/١٢٠٨ الحدیث رقم ٣٦٦٣، واحمد فی المسند ٥/١٩٦۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی ان کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا میں ایک بیوی والا ہوں اور میری ماں کہتی ہے کہ اسے طلاق دے دو۔ تو حضرت ابو درداءؓ کہنے لگے میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ والد جنت کا وسطی دروازہ ہے تمہاری مرضی ہے اسے محفوظ رکھو اور چاہو تو اسے گرا دو۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

تشریح ۞ اُمِّیْ تَاْمُرُنِیْ بِطَلاَقِهَا :یعنی میں اسے طلاق دوں یا نہ دوں؟ کیونکہ حلال چیزوں میں سے ایک طلاق ہے اگر تو نے وہ طلاق والد کی رضا اور خدمت کو سامنے رکھتے ہوئے دی تو تیرے دخول جنت کا سبب ہے اور جب والد کی رضا حاصل کرنے کا حکم دیا گیا تو ماں کے لئے بطریق اولیٰ ثابت ہو گیا۔۲ والد سے اگر جننے والی ذات مراد لی جائے تو پھر دونوں شامل ہو جائیں گے تاویل کی حاجت نہیں۔

والدہ احسان کی زیادہ حقدار ہے

۴۸۰۶/۱۹وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِیْمٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَبَرُّ قَالَ اُمَّكَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمَّكَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمَّكَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ اَبَاكَ ثُمَّ الْاَقْرَبَ فَالْاَقْرَبَ۔ (رواه الترمذی وابوداؤد)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ٥/٣٥١ الحدیث رقم ٥١٣٩، والترمذی فی السنن ٤/٢٧٣ الحدیث رقم ١٨٩٧ و ابن ماجه فی ٢/١٢٠٧ الحدیث رقم ٣٦٦١، واحمد فی المسند ٥/٣۔

حضرت بہز بن حکیمؒ اپنے والد اور وہ اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں کس کے ساتھ سب سے زیادہ احسان کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی والدہ کے ساتھ میں نے عرض کی پھر کس کے ساتھ؟ فرمایا اپنی والدہ کے ساتھ۔ پھر میں نے با عرض کیا پھر کس کے ساتھ؟ فرمایا اپنے والد کے ساتھ پھر درجہ بدرجہ۔ (ترمذی، ابوداؤد)

تشریح ۞ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ اَبَاكَ :تین دفعہ ماں کا ذکر کرنے کے بعد پھر باپ کا ذکر کیا پھر ماں باپ کی طرف سے جو رشتہ دار ہیں ہو درجہ بدرجہ حسن سلوک کے حقدار ہیں۔ مثلاً بھائی، بہن، چچا، ماموں پھر ان کی اولاد۔

جو رحم قطع کرے گا میں اس سے قطع کروں گا

۴۸۰۷/۲۰ وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَنَا اللّٰهُ وَاَنَا الرَّحْمٰنُ خَلَقْتُ الرَّحِمَ وَشَقَقْتُ لَهَا مِنْ اِسْمِيْ فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهٗ۔ (رواہ ابو داؤد)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ٢/٣٢٢ الحديث رقم ١٦٩٤، والترمذی فی ٤/٢٧٨ الحديث رقم ١٩٠٧، واحمد فی المسند ١/١٩٤۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں اللہ ہوں اور میں رحمان ہوں میں نے رحم کو پیدا کیا ہے اور اسے اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔ پس جو شخص اسے جوڑے گا میں اسے جوڑوں گا اور جو شخص اسے قطع کرے گا میں اسے توڑ دوں گا۔ (ابوداؤد)

تشریح ❁ اَنَا اللّٰهُ : یعنی میں اللہ واجب الوجود ہوں یہ کلمہ تمہید کلام کے لئے ذکر فرمایا پھر مشتق لفظ کو ذکر فرمایا یعنی رحم کا مشتق رحمن ہے۔

بَتَّ: اس کا معنی قطع کرنا ہے یہ تاکید و مبالغہ کے لئے بولا جاتا ہے کہ میں یہ کام یقیناً کروں گا اس سے تعلق توڑ لوں گا۔ (ع،ت)

قطع رحمی سے نزول رحمت بند ہو جاتا ہے

۴۸۰۸/۲۱ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ عَلٰى قَوْمٍ فِيْهِمْ قَاطِعُ رَحِمٍ۔ (رواه البيهقی فی شعب الايمان)

أخرجه البيهقی فی شعب الايمان ٦/٢٢٣ الحديث رقم ٧٩٦٢۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس قوم میں قطع رحمی کرنے والا موجود ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل نہیں ہوتی۔ (بیہقی)

تشریح ❁ لَا تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ :قوم کے لفظ سے یہاں وہ لوگ مراد ہیں جو قطع کرنے والے کے معاون و مددگار ہیں یا اس پر راضی ہیں۔

① الرحمة :اس سے رحمت الٰہی عمومی مراد ہے۔ ② رحمت سے مراد ممکن ہے کہ بارش ہو کیونکہ قطع رحمی کے سبب بارش منقطع کر دی جاتی ہے

عبداللہ بن ابی اوفیٰ : یہ حدیبیہ سے لے کر تمام غزوات میں شریک رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے بعد کوفہ منتقل ہو گئے کوفہ میں ۸۸ھ میں سب سے آخر میں ان ہی کا انتقال ہوا۔ (ع ت)

دو گناہوں کی سزا دُنیا میں بھی

۴۸۰۹/۲۲ وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْ ذَنْبٍ اَحْرٰی اَنْ یُّعَجِّلَ اللّٰهُ لِصَاحِبِهِ الْعُقُوْبَةَ فِی الدُّنْیَا مَعَ مَایُدَ خِرُلَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْبَغْیِ وَقَطِیْعَةُ الرَّحِمِ۔ (رواہ الترمذی وابوداؤد)

أخرجه ابوداؤد في السنن ۵/۲۰۸ الحديث رقم ۴۹۰۲، والترمذي في ۴/۵۷۳ الحديث رقم ۲۵۱۱ و ابن ماجه في ۲/۱۴۰۸ الحديث رقم ۴۲۱۱۔

ترجمہ: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قطع رحمی اور بغاوت یہ دو ایسے گناہ ہیں جن کی سزا اللہ تعالیٰ آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی دیتے ہیں۔ (ترمذی، ابوداؤد)

تشریح ۞ مِنَ الْبَغْیِ وَقَطِیْعَةُ :یہ دو گناہ ایسے ہیں کہ ان کی سزا دنیا و آخرت دونوں میں ہوتی ہے چونکہ ان دو گناہوں کا اثر دنیا میں جلد پھیلتا ہے یعنی فساد و کینہ اور عداوت کا باعث بنتا ہے اور آخرت میں بھی ان کا عذاب ہوگا۔ اگرچہ بعض اور بھی گناہ ایسے ہیں جو یہی حکم رکھتے ہیں مگر ان کا دونوں گناہوں کا گناہ بدتر اور شنیع تر ہے۔

تین قسم کے لوگ جنت سے محروم

۴۸۱۰/۲۳ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنَّانٌ وَلَا عَاقٌّ وَلَا مُدْمِنُ خَمْرٍ۔ (رواہ النسائی والدارمی)

أخرجه النسائي في السنن ۸/۳۱۸ الحديث رقم ۵۶۷۲، والدارمي في ۲/۱۵۳ الحديث رقم ۲۰۹۴۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین آدمی جنت میں نہ جائیں گے۔ (۱) احسان جتانے والا۔ (۲) والدین کا نافرمان۔ (۳) شراب کا رسیا۔

تشریح ۞ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنَّانٌ :منان اس شخص کو کہتے ہیں جو دے کر پھر احسان جتلائے یہ بری حرکت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یعنی احسان جتلا کر اور ایذاء دے کر اپنی صدقات کو باطل نہ کرو صدقات اگرچہ دخول جنت کا سبب ہیں لیکن ضائع کرنے سے تو سب ختم ہو گئے۔ بعض نے کہا کہ منان یہ من سے ہے یعنی ناطے کو کاٹنے والا۔

عاق : والد اور اقرباء کو ایذاء دینے والا۔ یا یہ والدین کو ایذاء دینے والے کے ساتھ خاص ہے یا ان دونوں میں سے کسی ایک کے لئے بولا جاتا ہے۔ جنت میں داخل نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ ابتدائی طور پر نجات پانے والوں میں سے نہ ہوگا یا بغیر عذاب کے داخل ہونے والا نہ ہوگا البتہ اگر اللہ چاہے تو اپنے وعدہ **یغفر ما دون ذلك** جس کو چاہے بخش دے۔

صلہ رحمی کے تین فوائد

۴۸۱۱/۲۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوْا مِنْ اَنْسَابِکُمْ مَا

تَصِلُوْنَ بِہٖ اَرْحَامَکُمْ فَاِنَّ صِلَۃَ الرَّحِمِ مُحَبَّۃٌ فِی الْاَھْلِ مَثْرَاۃٌ فِی الْمَالِ مَنْسَأۃٌ فِی الْاَثَرِ۔

(رواه الترمذی و قال هذا حديث غريب)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٣٠٩ الحديث رقم ١٩٧٩، واحمد فی المسند ٢/٣٧٤۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے ان انساب کو خصوصاً محفوظ کرو جن سے تمہاری رشتہ داری جڑتی ہے اس لئے کہ صلہ رحمی کے (تین) فائدے ہیں: ① خاندان والوں سے محبت۔ ② مال میں کثرت۔ ③ عمر میں برکت۔ ترمذی نے اسے غریب کہا ہے۔

تشریح ۞ **تعلموا** یعنی باپ اور دادا اسی طرح ماؤں اور دادیوں اور نانیوں کو پہچانو۔ اور ان کی اولاد اور اقرباء کو پہچانو اور ذوی الارحام کو پہچان کر ان سے اچھا سلوک کرو (ح)

خالہ کے ساتھ احسان کرنا عظیم گناہ سے معافی کی صورت

۴۸۱۲/۲۵ وَعَنْ اَبِیْ عِمْرَانَ رَجُلاً اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِیْمًا فَھَلْ لِیْ مِنْ تَوْبَۃٍ قَالَ ھَلْ لَکَ مِنْ اُمٍّ قَالَ لَا قَالَ وَھَلْ لَکَ مِنْ خَالَۃٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَبِرَّھَا۔ (رواه الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٢٧٦ الحديث رقم ١٩٠٤، واحمد فی المسند ٢/١٤۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے ایک عظیم گناہ کا ارتکاب کیا ہے کیا میری توبہ قبول ہونے کی کوئی صورت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تیری والدہ موجود ہے؟ وہ عرض کرنے لگا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تیری خالہ ہے؟ اس نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے ساتھ احسان کرو۔ (ترمذی)

تشریح ۞ **قَالَ فَبِرَّھَا**: اس کے ساتھ حسن سلوک کرو تاکہ تمہارا گناہ بخشا جائے اس سے معلوم ہوا کہ صلہ رحمی گناہوں کے کفارے کا باعث ہے خواہ وہ کبیرہ ہی کیوں نہ ہو۔ ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص شخص کے متعلق وحی سے یہ بات معلوم ہوئی ہو یا اس شخص کو اپنی قوت ایمانی کی وجہ سے وہ بڑا گناہ معلوم ہوتا ہو اور واقع میں وہ صغیرہ ہو۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خالہ ماں کا حکم رکھتی ہے۔ (ح)

والدین کی موت کے بعد بھلائی کے چار نام

۴۸۱۳/۲۶ وَعَنْ اَبِیْ اُسَیْدٍ السَّاعِدِیِّ قَالَ بَیْنَ نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَہٗ رَجُلٌ مِنْ بَنِیْ سَلِمَۃَ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلْ بَقِیَ مِنْ بِرِّ اَبَوَیَّ شَیْءٌ اَبَرُّھُمَا بِہٖ بَعْدَ مَوْتِھِمَا قَالَ نَعَمْ اَلصَّلٰوۃُ عَلَیْھِمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ لَھُمَا وَاِنْفَاذُ عَھْدِھِمَا مِنْ بَعْدِھِمَا وَصِلَۃُ

الرَّحِمِ الَّتِیْ لَا تُوْصَلُ اِلَّا بِھِمَا وَاِکْرَامُ صَدِیْقِھِمَا۔ (رواہ ابو داؤد وابن ماجۃ)

أخرجه ابو داؤد في السنن ٥/٣٥٢ الحديث رقم ٥١٤٢ و ابن ماجه في ٢/١٢٠٨ الحديث رقم ٣١١٤، واحمد في المسند ٣/٤٩٧۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بنوسلمہ کا ایک شخص آیا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میرے والدین کی بھلائیوں میں سے کوئی ایسی بھلائی باقی ہے جو میں ان کی موت کے بعد ان سے کرسکوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جی ہاں۔ (۱) ان کے لئے دعا رحمت و استغفار کرنا۔ (۲) ان کے کیے ہوئے وعدے کو پورا کرنا۔ (۳) اور ان کے رشتوں کو جوڑنا جو انہی کی وجہ سے جڑتے ہوں۔ (۴) اور ان کے دوستوں کا احترام و اکرام کرنا۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

تشریح: وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِیْ: یعنی ان کے وہ رشتہ دار جن سے تعلق ہونے کی وجہ سے ان کی محبت و رضا کے لئے جائے اس میں کوئی دنیاوی غرض و مقصد نہ ہو اور نہ یہ مقصد ہو کہ مال و منصب حاصل ہو جائے اللہ تعالیٰ کی اطاعت خالصتاً وہی ہے جو کسی بھی دنیوی غرض سے خالی ہو۔ والدین کے دوستوں کے ساتھ احسان و نیکی کرنا والدین کے ساتھ نیکی کرنا ہے۔

رضاعی والدہ کا اکرام

۴۸۱۴/۲۷ وَعَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقْسِمُ لَحْمًا بِالْجِعِرَّانَةِ اِذْ اَقْبَلَتِ امْرَاَةٌ حَتّٰی دَنَتْ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَبَسَطَ لَھَا رِدَاءَهٗ فَجَلَسَتْ عَلَیْهِ فَقُلْتُ مَنْ ھِیَ فَقَالُوْا ھِیَ اُمُّهُ الَّتِیْ اَرْضَعَتْهُ۔

(رواہ ابو داؤد)

أخرجه ابو داؤد في السنن ٥/٣٥٣ الحديث رقم ٥١٤٤۔

ترجمہ: حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جعرانہ میں گوشت تقسیم کرتے ہوئے دیکھا۔ اچانک ایک عورت سامنے آئی جو آپ کے قریب ہوتی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے اپنی چادر بچھا دی وہ اس پر بیٹھ گئی میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو صحابہ کرام نے بتلایا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ ہیں۔ (ابوداؤد)

تشریح: جِعِرَّانَة: یہ مکہ مکرمہ سے ایک منزل کے فاصلے پر مشہور مقام ہے غزوہ حنین کے بعد سولہ دن تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں قیام فرمایا اور حنین کے مال غنیمت کو تقسیم فرمایا۔

ھِیَ اُمُّهُ الَّتِیْ اَرْضَعَتْهُ: انہوں نے کہا کہ یہ آپ کی رضاعی والدہ ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ حق رضاعت بھی اکرام و احترام کو لازم کرنے والا ہے۔ دائی حلیمہ اور ثویبہ کے اسلام میں اختلاف ہے۔

اعمالِ صالح کے توسل والے تین آدمی

۴۸۱۵/۲۸ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ بَیْنَمَا ثَلٰثَةُ نَفَرٍ یَتَمَاشَوْنَ اَخَذَھُمُ الْمَطَرُ فَمَالُوْا اِلٰی

غَارٍفِی الْجَبَلِ فَانْحَطَّتْ عَلٰی فَمِ غَارِهِمْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَاطْبَقَتْ عَلَيْهِمْ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ
اُنْظُرُوْا اَعْمَالاً عَمِلْتُمُوْهَا لِلّٰهِ صَالِحًا فَادْعُوْاللّٰهَ بِهَا لَعَلَّهٗ يُفَرِّجُهَا فَقَالَ اَحَدُهُمْ اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ كَانَ لِیْ
وَالِدَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ وَلِیَ صِبْيَةٌ صِغَارٌ اَرْعٰی عَلَيْهِمْ فَاِذَا رُحْتُ عَلَيْهِمْ فَحَلَبْتُ بَدَأْتُ بِوَالِدَیَّ
اَسْقِيْهِمَا قَبْلَ وَلَدِیْ وَاِنَّهٗ قَدْنَاءَ بِیَ الشَّجَرُ فَمَا اَتَيْتُ حَتّٰی اَمْسَيْتُ فَوَجَدْتُّهُمَا قَدْنَا مَا فَحَلَبْتُ
كَمَا كُنْتُ اَحْلُبُ فَجِئْتُ بِالْحِلَابِ فَقُمْتُ عِنْدَ رُؤُسِهِمَا اَكْرَهُ اَنْ اُوْقِظَهُمَا وَاَكْرَهُ اَنْ اَبْدَأَ
بِالصِّبْيَةِ قَبْلَهُمَا وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَیَّ فَلَمْ يَزَلْ ذٰلِكَ دَاْبِیْ وَدَابُهُمْ حَتّٰی طَلَعَ الْفَجْرُفَاِنْ
كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ فَعَلْتُ ذَالِكَ ابْتِغَآءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا فُرْجَةً نَرٰی مِنْهَا السَّمَآءَ فَفَرَّجَ اللّٰهُ لَهُمْ
حَتّٰی يَرَوْنَ السَّمَآءَ قَالَ الثَّانِیْ اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ كَانَتْ لِیْ بِنْتُ عَمٍّ اُحِبُّهَا كَاَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ
فَطَلَبْتُ اِلَيْهَا نَفْسَهَا فَاَبَتْ حَتّٰی اٰتِيْهَا بِمِائَةِ دِيْنَارٍ فَسَعَيْتُ حَتّٰی جَمَعْتُ مِائَةَ دِيْنَارٍ فَلَقِيْتُهَا بِهَا
فَلَمَّا قَعَدْتُّ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتْ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَفْتَحِ الْخَاتَمَ فَقُمْتُ عَنْهَا اَللّٰهُمَّ فَاِنْ كُنْتَ
تَعْلَمُ اَنِّیْ فَعَلْتُ ذَالِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا مِنْهَا فَفَرَجَ لَهُمْ فُرْجَةً وَقَالَ الْاٰخِرُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ
كُنْتُ اسْتَاْجَرْتُ اَجِيْرًا بِفَرَقِ اَرُزٍّ فَلَمَّا قَضٰی عَمَلَهٗ قَالَ اَعْطِنِیْ حَقِّیْ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَقَّهٗ فَتَرَكَهٗ
وَرَغِبَ عَنْهُ فَلَمْ اَزَلْ اَزْرَعُهٗ حَتّٰی جَمَعْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَرَاعِيَهَا فَجَاءَ نِیْ فَقَالَ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَظْلِمْنِیْ
وَاَعْطِنِیْ حَقِّیْ فَقُلْتُ اِذْهَبْ اِلٰی ذَالِكَ الْبَقَرِ وَرَاعِيْهَا فَقَالَ اِتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَهْزَاْبِیْ فَقُلْتُ اِنِّیْ لَا
اَهْزَاُبِكَ فَخُذْ ذٰلِكَ الْبَقَرَوَرَاعِيَهَا فَاَخَذَهٗ فَانْطَلَقَ بِهَا فَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اِنِّیْ فَعَلْتُ ذَالِكَ ابْتِغَآءَ
وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا مَابَقِیَ فَفَرَجَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔ (متفق علیہ)

أخرجه مسلم في صحيحه ٤/٢٠٩٩ الحديث رقم (١٠٠-٢٧٤٣)، واحمد في المسند ٢/١١٦۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ ذکر فرمایا کہ تین آدمی سفر میں تھے ان کو بارش نے گھیر لیا وہ پہاڑ کی ایک غار کی طرف گئے (اور اس میں پناہ لی) اس غار کے منہ پر پہاڑ کی ایک چٹان آ گری جس نے غار کا منہ بند کر دیا وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے اپنے اپنے کسی ایسے نیک عمل کے متعلق سوچو جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا ہو۔ اسی عمل کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ اس (مصیبت) کو کھول دے تو ان میں سے ایک نے کہا اے میرے اللہ! میرے والدین بہت بوڑھے تھے اور میرے بچے چھوٹے چھوٹے تھے میں ان کے لئے جانور چراتا جب میں شام کو واپس لوٹتا تو دودھ دوہ کر اپنے بچوں سے پہلے اپنے والدین کو پلاتا ایک مرتبہ میں چراگاہ میں دور چلا گیا جس کی بناء پر شام کو دیر سے لوٹا اس وقت میرے والدین سو چکے تھے میں نے حسب سابق دودھ نکالا پھر دودھ لے کر ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا مجھے ان کو جگانے کی ہمت بھی نہ ہو ہوئی تھی اور یہ بھی مجھے پسند نہ تھا کہ میں ان سے پہلے بچوں کو دے دوں میرے بچے بھوک کی وجہ سے میرے قدموں کے پاس بلک رہے تھے۔ میرا ان سے یہی معاملہ رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی اے میرے

اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل تیری رضا کے لئے کیا تھا تو تو اتنی کشادگی فرما دے کہ ہم آسمان کو دیکھ سکیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے غار کا اتنا حصہ کھول دیا کہ انہیں آسمان نظر آنے لگا۔ پھر دوسرا عرض پیرا ہوا کہ اے میرے اللہ! میری ایک چچازاد بہن تھی جس سے میں اس طرح شدید محبت کرتا تھا جیسا مرد عورتوں سے کرتے ہیں میں نے اس سے اس کے نفس کا مطالبہ کیا تو اس نے انکار کرتے ہوئے سو دینار کا مطالبہ کیا میں نے کوشش کر کے سو دینار جمع کیے اور اس کے پاس لے گیا جب میں اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھا تو اس نے کہا اے اللہ کے بندے اللہ سے ڈر اور اس مہر کو نہ کھول تو میں اٹھ کھڑا ہوا اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ عمل میں نے تیری رضا کے لئے کیا تو نماز کے راستے میں اور کشادگی فرما۔ تیسرے نے عرض کیا اے اللہ! میں نے ایک مزدور کو چاول کے ایک دانے کے عوض رکھا تھا تو جب اس نے اپنا کام پورا کیا تو وہ کہنے لگا میرا حق دے دو میں نے اس کا حق اس پر پیش کیا تو وہ اسے چھوڑ کر چلا گیا اور اس سے نے بے پروائی اختیار کی میں اس چاول کو کاشت کرتا رہا یہاں تک کہ میں نے اس سے بیل اور چرواہے جمع کر لئے۔ پھر وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا اللہ تعالیٰ سے ڈر اور مجھ پر ظلم نہ کر اور مجھے میرا حق دے میں نے کہا وہ بیل اور چرواہے لے جا۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ سے ڈر میرا انداق مت اڑا۔ میں نے کہا میں مذاق نہیں اڑاتا تو وہ تمام لے لے۔ اس نے ان کو اپنے قبضے میں لے لیا اور چلا گیا۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے وہ عمل تیری رضا کے حصول کے لئے کیا تھا تو باقی ماندہ راستہ میں کشادگی عنایت فرما۔ اللہ تعالیٰ نے غار کا تمام راستہ ان پر کھول دیا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ **وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ** :⟨۱⟩ گویا اس شریعت میں ماں باپ پر خرچ کا حق اولاد کے حق سے مقدم تھا۔ ⟨۲⟩ یا برابر تھا اور یہ شخص ماں باپ کے حق کو مقدم کرنے والا تھا۔ ⟨۳⟩ اور بعض نے کہا کہ سد رمق کی مقدار بچوں کو دیا ہو مگر پھر بھی وہ بے تابی اور فریاد ظاہر کرنے والے تھے تاکہ زیادہ مل جائے۔ (ح)

اِسْتَاجَرْتُ اَجِيْرًا بِفَرَقٍ : فرق مدینہ منورہ کا ایک پیمانہ ہے جس کی مقدار تقریباً ۸ سیر بنتی ہے۔

اَلْبَقَرَ وَرَاعِيَهَا : یعنی بیل اور ان کے چرواہے اس روایت میں بیل اور چرواہوں کا تذکرہ اکثر اور اغلب کے لحاظ سے ہے اور ایک روایت میں وارد ہے کہ میں نے اس کی مزدوری سے بہت سے مال جمع کیے جیسے اونٹ بیل بکریاں اور غلام۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سختی اور کرب کے حالات میں عمل صالحہ کے وسیلہ سے دعا مانگنا مستحب ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا تذکرہ فضیلت اور ثناء کے انداز سے فرمایا اگر استحباب نہ بھی مانیں تو جواز میں کوئی کلام نہیں۔

اس میں ماں باپ سے بہتر سلوک اور اہل و اولاد کے مقابلے میں ان کو ترجیح کی فضیلت ثابت ہو رہی ہے اسی طرح ان کی تکلیف و مشقت سے احتراز مدنظر ہونا چاہیے اور ان کی راحت و آرام کا خیال رکھنا چاہیے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ سونے والے کو جگانا مکروہ ہے خصوصاً جب کہ وہ ادب تعظیم کی جگہ ہو البتہ اگر فرض نماز کے فوت ہو جانے کا خطرہ ہو تو جگانا ضروری ہے۔

معلوم ہوا کہ نیند کی راحت لذیذ تر اور کھانے سے بھی زیادہ خوش آئند ہے۔

عفت و پاکدامنی اور نفس کو محرمات سے بوقت قدرت باز رکھنا اور خواہشات نفس خصوصاً جب کہ شہوت ہو اس وقت ان پر غلبہ سوائے مدد الٰہی کے نہیں ہو سکتا۔

دوسرے کے مال میں جائز ہو جاتا ہے جب کہ وہ اجازت دے دے جیسا کہ احناف کے ہاں فضول کے تصرفات کو اگر مالک جائز قرار دے تو نافذ و درست ہو جاتے ہیں۔

اچھا وعدہ اور امانت کی ادائیگی اور معاملات میں عمدگی معاملات میں بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں قرب و کرامت تک پہنچانے کا ذریعہ ہے۔

مصائب کے واقع ہونے پر بندے کی دعا قبول کی جاتی ہے اور مصائب کو دور کرنے اور کشادگی کا باعث بن جاتی ہے۔ محنت و ابتلاء سے نکلنے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

اولیاء کی کرامات برحق ہیں۔ (ح ع)

والدہ کے قدموں میں جنت

۴۸۱۶/۲۹ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ جَاهِمَةَ اَنَّ جَاهِمَةَ جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَدْتُّ اَنْ اَغْزُوَ وَقَدْ جِئْتُ اَسْتَشِيْرُكَ فَقَالَ هَلْ مِنْ اُمٍّ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَالْزَمْهَا فَاِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلِهَا ۔ (رواہ احمد والنسائی والبیهقی فی شعب الایمان)

أخرجه النسائي في السنن ٥/ ١١ الحديث رقم ٣١٠٤، واحمد في المسند ٣/ ٤٢٩ والبيهقي في شعب الايمان ٦/ ١٧٨ الحديث رقم ٧٨٣٣۔

ترجمہ: حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں جہاد میں شرکت کرنا چاہتا ہوں آپ کی خدمت میں مشورہ کے لئے حاضر ہوا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہاری والدہ ہے؟ عرض کیا جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے پاس رہو کیونکہ جنت اس کے قدموں کے پاس ہے۔ (احمد، نسائی، بیہقی)

تشریح ۞ فَاِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلِهَا : یعنی اپنی والدہ کی خدمت میں رہو یہ عمل حصول جنت کا باعث ہے؛ اس سے مراد والدین کے ساتھ اولاد کا نہایت تواضع و انکسار سے پیش آنا ہے پاؤں میں ہونا اولاد کی صفت ہے نہ کہ جنت کی۔ یہ تذلل سے کنایہ ہے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا: وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ۔ [الأسراء: ٢٤]

والد کی پسند کو اپنی پسند پر ترجیح دو

۴۸۱۷/۳۰ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَتْ تَحْتِيْ امْرَاَةٌ اُحِبُّهَا وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُهَا فَقَالَ لِيْ طَلِّقْهَا فَاَبَيْتُ فَاَتٰى عُمَرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلِّقْهَا۔ (رواہ الترمذی وابو داؤد)

أخرجه ابو داؤد في السنن ٥/ ٣٥ الحديث رقم ٥١٣٨، والترمذي في ٣/ ٢٩٤ الحديث رقم ١١٨٩ و ابن ماجه في ١/ ٦٧٥ الحديث رقم ٢٠٨٥۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میری ایک بیوی تھی جس سے مجھے محبت تھی حضرت عمرؓ اسے ناپسند کرتے تھے اسی وجہ سے مجھے فرمایا اسے طلاق دے دو۔ میں نے طلاق دینے سے انکار کر دیا تو حضرت عمر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور اس سلسلہ میں عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اسے طلاق دے دو۔ (ترمذی' ابوداؤد)

تشریح: طَلِّقْهَا: ① یہ امر استحبابی ہے۔ ② وجوب کے لئے ہو تو اس جگہ اور کوئی باعث ضرور ہوگا۔ (ع)

والدین کا اولاد پر حق

۴۸۱۸/۳۱ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَنَّ رَجُلاً قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا حَقُّ الْوَالِدَیْنِ عَلٰی وَلَدِهِمَا قَالَ هُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ۔ (رواه ابن ماجة)

أخرجه ابن ماجه في السنن ۲/ ۱۲۰۸ الحديث رقم ۳۶۶۲۔

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! والدین کا اولاد کے ذمہ کیا حق ہے؟ ارشاد فرمایا وہ دونوں تیری جنت اور دوزخ ہیں۔ (ابن ماجہ)

تشریح: هُمَا جَنَّتُكَ: یعنی والدین کا حق ان کی رضا ہے جو کہ جنت میں داخلے کا سبب ہے اور فرمانبرداری کا ترک دوزخ میں داخلے کا باعث ہے۔ (ح)

والدین کی خدمت سے محروم کا موت کے بعد مداوی

۴۸۱۹/۳۲ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ لَیَمُوْتُ وَالِدَاهُ اَوْ اَحَدُهُمَا وَاِنَّهٗ لَهُمَا لَعَاقٌّ فَلَا یَزَالُ یَدْعُوْلَهُمَا وَیَسْتَغْفِرُلَهُمَا حَتّٰی یَکْتُبُهُ اللّٰهُ بَارًّا۔

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ۶/ ۲۰۲ الحديث رقم ۷۹۰۲۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی آدمی کے والدین فوت ہو جائیں یا ان میں سے ایک فوت ہو جائے اور یہ اب تک ان کا نافرمان تھا تو وہ ان کے لئے ہمیشہ دعا اور استغفار کرتا ہے تو آخر کار اللہ تعالیٰ اسے نیکوں میں لکھ دیتا ہے۔ (بیہقی)

تشریح: فَلَا یَزَالُ یَدْعُوْلَهُمَا: اولاد کا استغفار اور دعا والدین کی وفات کے بعد یقیناً کے لئے فائدہ مند ہے اور اگر وہ دنیا سے ناراض گئے ہوں تو اس کی کثرت دعا کی بنا پر اللہ تعالیٰ ان کو اس پر راضی کر دیتے ہیں اور اس کا نام ان لوگوں میں لکھ دیتے ہیں جو والدین کے ساتھ نیکی کرنے والے ہیں۔ (ح ع)

والدین کے نافرمان کے لئے دوزخ کے دو دروازے

۴۸۲۰/۳۳) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصْبَحَ مُطِیْعًا لِلّٰهِ فِیْ

وَالِدَيْهِ اَصْبَحَ لَهٗ بَابَانِ مَفْتُوْحَانِ مِنَ الْجَنَّةِ وَاِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدًا وَمَنْ اَصْبَحَ عَاصِيًا لِلّٰهِ فِيْ وَالِدَيْهِ اَصْبَحَ لَهٗ بَابَانِ مَفْتُوْحَانِ مِنَ النَّارِ وَاِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدًا قَالَ رَجُلٌ وَاِنْ ظَلَمَاهُ قَالَ وَاِنْ ظَلَمَاهُ وَاِنْ ظَلَمَاهُ وَاِنْ ظَلَمَاهُ۔

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٦/٢٠٦ الحديث رقم ٧٩١٦۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رضائے الٰہی کی خاطر والدین کی اطاعت کرے تو۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھول دیتا ہے اور اگر ایک ہو تو ایک دروازہ اور جو شخص اپنے والدین کا نافرمان ہو اس کے لئے دوزخ کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر ایک ہو تو ایک دروازہ۔ اس شخص نے عرض کیا اگر چہ وہ اس پر ظلم کریں۔ فرمایا اگر چہ وہ اس پر ظلم کریں۔ اگر چہ وہ اس پر ظلم کریں' اگر چہ وہ اس پر ظلم کریں۔ (بیہقی)

تشریح ۞ اَصْبَحَ لَهٗ بَابَانِ مَفْتُوْحَانِ : اس سے واضح معلوم ہوتا ہے کہ والدین کی فرماں برداری اور نافرمانی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ونافرمانی ہے۔

اِنْ ظَلَمَاهُ :یہ تاکید ومبالغہ ہے باقی اس سے مراد دنیوی امور ہیں اگر والدین شرع کی مخالفت کریں تو ان کی اس معاملے میں اطاعت لازم نہیں مگر گستاخی یا اس طرح کا انداز پھر بھی ان سے اختیار کرنا جائز نہیں۔ (ح ع)

ایک نظر پر مقبول حج کا ثواب

۴۸۲۱/۳۴ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٍّ يَنْظُرُ اِلٰى وَالِدَيْهِ نَظْرَةَ رَحْمَةٍ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةً مَّبْرُوْرَةً قَالُوْا وَاِنْ نَظَرَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةً قَالَ نَعَمْ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَاَطْيَبُ۔

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٦/١٨٦ الحديث رقم ٧٨٥٦۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بھلائی کرنے والا بیٹا جب والدین کو بنظر محبت دیکھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کی ایک نظر کے بدلے مقبول حج کا ثواب لکھتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے سوال کیا اگر چہ ہر روز سو مرتبہ دیکھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ بہت بڑے اور پاکیزہ ہیں۔ (بیہقی)

تشریح ۞ مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٍّ : والدین کے چہرے کو سو مرتبہ بھی دیکھے تو ہر مرتبہ دیکھنے سے ایک حج مبرور کا ثواب ملتا ہے۔ تو صحابی نے تعجب کرتے ہوئے اس کو عظیم خیال کر کے دوبارہ سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہر نظر کے عوض جنت دینے والے ہیں اور حج مبرور کی جزاء تو فقط جنت ہے (ت)

والدین کی نافرمانی کی سزا موت سے پہلے

۴۸۲۲/۳۵وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کُلُّ الذُّنُوْبِ یَغْفِرُ اللّٰهُ مِنْهَا مَاشَآءَ اِلَّاعُقُوْقَ الْوَالِدَیْنِ فَاِنَّهٗ یُعَجِّلُ لِصَاحِبِهٖ فِی الْحَیٰوةِ قَبْلَ الْمَمَاتِ۔

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٦/١٩٧ الحديث رقم ٧٨٩٠۔

ترجمہ: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس گناہ کو چاہیں معاف فرمادیں سوائے والدین کی نافرمانی کے۔ کیونکہ یہ ایسا عمل ہے جس کی سزا اس کے مرتکب کو موت سے قبل دی جاتی ہے۔ (بیہقی)

اِلَّاعُقُوْقَ الْوَالِدَیْنِ: ① اگر نافرمانی کرنے والا ان کی زندگی میں مرجائے اور ممکن ہے کہ والدین کی موت پہلے لکھی ہو۔ بہرصورت آخرت کا عذاب تو باقی رہے گا۔ ② اس میں یہ بھی احتمال ہے بندوں کے تمام حقوق کا ہی معاملہ ہو۔ اسی طرح کی وعید اہل ظلم کے متعلق بھی وارد ہوئی ہے۔ یہ سخت تغلیظ وتشدید ہے اس کے لئے جو ماں باپ کا نافرمان ہو۔ (ع ت)

بڑا بھائی بمنزلہ والد ہے

۴۸۲۳/۳۶وَعَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَقُّ کَبِیْرِ الْاِخْوَةِ عَلٰی صَغِیْرِهِمْ کَحَقِّ الْوَالِدِ عَلٰی وَلَدِهٖ۔ (روى البيهقي الاحاديث الخمسة في شعب الايمان)

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٦/٢١٠ الحديث رقم ٧٩٢٩۔

ترجمہ: حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑے بھائی کا حق چھوٹے بھائی پر اس طرح ہے جیسا کہ والد کا حق اولاد پر ہوتا ہے۔ یہ پانچوں روایات بیہقی میں ہیں۔

تشریح: سعید بن العاص: سعید بن العاص دو ہیں۔ ایک تو قدیم الاسلام ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد اسلام لائے۔ دوسرے کا نام سعید بن ابی احیحہ بن سعید بن العاص ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریفہ کے وقت آٹھ سال کے تھے۔ یہ روایت انہی کی ہے۔ (ت)

بَابُ الشَّفْقَةِ وَالرَّحْمَةِ عَلَی الْخَلْقِ

مخلوق پر شفقت ورحمت کا بیان

شفقت مہربانی کو کہتے ہیں: شفق اشفاقًا اس کا صلہ علیٰ ہو تو اس کا معنی ڈرنا ہے اور اگر صلہ من ہو تو اشفق منہ وہ اس سے ڈر گیا علامہ طیبی کا قول: اشفاق کا معنی خوف ہے اور شفقت اسم مصدر ہے یہ عنایت کے معنی میں مستعمل ہے جس میں خوف ہو کیونکہ

مہربانی کرنے والا اس بات سے ڈرتا ہے کہ مشفق علیہ کوئی تکلیف لاحق نہ ہو۔ بخشش ومہربانی کے معنی ہے۔ رحم۔ مرحمت کا معنی رحمت ہے اسی طرح ترحم بھی یہی معنی ہیں۔ جیسے کہتے ہیں: رحمة و ترحمة عليه۔ رحموت بھی بطور مبالغہ رحمت سے بناء ہے جیسا کہ جبر سے جبروت، رحمان، رحیم یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ ہیں دونوں رحمت سے مشتق ہیں اور مبالغہ کے لئے مستعمل ہیں ان کا تکرار بھی مبالغہ کے لئے ہے اور رحمان میں رحمت کا مبالغہ نہایت قوی ہے اسی لئے یہ ذات باری تعالیٰ کے لئے خاص غیر اللہ پر بولا نہیں جاتا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قل ادعوا الله او ادعوا الرحمٰن ......۔

الفصل الاول:

جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا

۴۸۲۴/۱ عَنْ جَرِيْرِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَّايَرْحَمُ النَّاسَ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ۳۵۸/۱۳ الحديث رقم ۷۳۷٦ و مسلم في ۱۸۰۹/٤ الحديث رقم (٦٦-۲۳۱۹)، والترمذي في السنن ۲۸٤/٤ الحديث رقم ۱۹۲۲ و ابن ماجه في ۱۳۵٤/۲ الحديث رقم ۳٦٦۵، واحمد في المسند ۳۵۸/٤۔

ترجمہ: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر رحمت نہ فرمائیں گے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ جو لوگوں پر رحمت نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر کامل رحمت نہ فرمائیں گے۔

میں شفقت تمہارے دل میں ڈال نہیں سکتا

۴۸۲۵/۲ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَآءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ اَتُقَبِّلُوْنَ الصِّبْيَانَ فَمَا نُقَبِّلُهُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَاَمْلِكُ لَكَ اَنْ نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ٤۲٦/۱۰ الحديث رقم ۵۹۹۸ و مسلم في ۱۸۰۸/٤ الحديث رقم ٦٤/۲۳۱۷ و ابن ماجه في السنن ۱۲۰۹/۲ الحديث رقم ۳٦٦۵۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دیہاتی حاضر ہو کر عرض کرنے لگا لوگ بچوں کو چومتے ہیں مگر ہم نہیں چومتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گر تیرے دل سے اللہ تعالیٰ نے رحمت کو نکال دیا ہے تو مجھے اس کو تمہارے دم میں ڈالنے کا کچھ اختیار نہیں۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ اَنْ نَزَعَ اللّٰهُ: یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے رحمت کو تیرے دل سے نکال لیا ہے تو میں اسے کیوں کر پیدا کر سکتا ہوں۔ ان

کسرہ کے ساتھ کا معنی ہے اگر۔اَن نزع پڑھا جائے تو معنی یہ ہے کیا میرے اختیار میں ہے کہ اس میں رحمت نہیں رکھی تو میں نہیں رکھ سکتا۔اس سے مقصود صلہ رحمی کے سلسلہ میں زجر وتوبیخ ہے اور اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ دلوں میں پیدا کی ہوئی رحمت اللہ تعالیٰ کی ہے اگر اس نے پیدا نہ کی ہوتی تو اور کسی کو پیدا کرنے کی قدرت نہ تھی دو روایات اَن،ان کا مقصود ایک ہے صرف جیہہ اعراب میں فرق ہے۔(ح ت)

بیٹی آگ سے آڑ بنے گی

۳/۴۸۲۶ وَعَنْهَا قَالَتْ جَآءَ تْنِی اِمْرَاَةٌ وَمَعَهَا اثْنَتَانِ لَهَا تَسْاَلُنِیْ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِیْ غَیْرَ تَمْرَةٍ وَاحِدَةٍ فَاَعْطَیْتُهَا اِیَّاهَا فَقَسَمَتْهَا بَیْنَ ابْنَتَیْهَا وَلَمْ تَاْکُلْ مِنْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهُ فَقَالَ مَنِ ابْتُلِیَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَیْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَیْهِنَّ کُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ۔

(متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ۴۲۶/۱۰ الحديث رقم ۵۹۹۵ و مسلم في ۲۰۲۷/۴ الحديث رقم ۱۴۷-۲۶۲۹، والترمذى فى السنن ۲۸۲/۴ الحديث رقم ۱۹۱۵ وابن ماجه فى ۱۲۱۰/۲ الحديث رقم ۳۶۶۸، واحمد فى المسند ۳۳/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک عورت اپنی دو بیٹیوں کو ساتھ لیے میرے ہاں آئی اور مجھ سے سوال کرنے لگی۔اس وقت میرے پاس سوائے ایک کھجور کے کچھ نہ تھا میں نے وہ کھجور اسے دے دی اس نے وہ کھجور ان کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر دی اور خود نہ کھائی پھر اٹھ کر چلی گئی اتنے میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے وہ واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر دیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ان بیٹیوں میں مبتلا کر دیا جائے اور وہ ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے تو وہ اس کے لئے آگ سے آڑ بن جائیں گی۔(بخاری، مسلم)

تشریح ① مَنِ ابْتُلِیَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ : کیونکہ بیٹیوں کو بیٹوں کی بنسبت احسان کی حاجت زیادہ ہے۔

اختلاف علماء : کہ اس ابتلاء سے مراد بچیوں کا پایا جانا ہے۔② ان سے صادر ہونے والی ایذاء محنت وغیرہ۔دوسرا معنی ظاہر ہے شرط احسان: شرع کے موافق احسان چاہیے یہاں نفقہ واجبہ ہے یا زائد خرچہ۔ظاہر یہ ہے کہ ثواب مذکور اس وقت حاصل ہوگا جب ہمیشہ احسان کرتا رہا یہاں تک کہ ان کو نکاح کی وجہ سے یا اور کسی طریقہ سے اس خرچے سے احتیاج ختم ہو جائے مثلاً موت واقع ہو جائے۔(ح ت)

دو بیٹیوں کی پرورش کرنے والا قیامت کے دن میرے ساتھ ہوگا

۴/۴۸۲۷ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَالَ جَارِیَتَیْنِ حَتّٰی تَبْلُغَا جَآءَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَنَا وَهُوَ هٰکَذَا وَضَمَّ اَصَابِعَهٗ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ٤/٢٠٢٧ الحدیث رقم (١٤٩-٢٦٣١)، والترمذی فی السنن ٤/٢٨١ الحدیث رقم ١٩١٤۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جس شخص نے دو بیٹیوں کی تربیت کی یہاں تک کہ وہ بلوغت کو پہنچیں وہ قیامت کے دن میرے ساتھ اس طرح ہوگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں انگلیوں کو اس طرح ساتھ ملایا۔(مسلم)

تشریح ۞ **اَنَا وَهُوَ هٰکَذَا** : آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے **ھکذا** کا معنی بیان کرنے کے لئے شہادت اور درمیانی انگلیوں کو ملایا یعنی جس طرح تم اور دونوں انگلیوں کو ملا ہوا دیکھتے ہو۔اسی طرح میں اور وہ قیامت کے دن اکٹھے ہوں گے یعنی محشر میں ساتھ ہوں گے۔ جنت میں ساتھ داخل ہوں گے۔ دوسری روایت میں ساتھ اُٹھانا مذکور ہے اس میں مقارنت و اتصال مراد ہے۔ جنت میں تقرب و تعاقب دخول مراد ہے۔بہرحال اہل وعیال پر خرچ قابل فضیلت ہے۔

مساکین پر خرچ کرنے والا مجاہد کی طرح ہے

۵/۴۸۲۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ السَّاعِیْ عَلَی الْاَرْمَلَةِ وَالْمِسْکِیْنِ کَالسَّاعِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاَحْسِبُهٗ قَالَ کَالْقَائِمِ لَا یَفْتُرُ وَکَالصَّائِمِ لَا یُفْطِرُ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاری فی صحیحه ١٠/٤٣٧ الحدیث رقم ٦٠٠٧ و مسلم فی ٤/٢٢١٦ الحدیث رقم (٤١-٢٩٨٢)، والترمذی فی السنن ٤/٣٠٥ الحدیث رقم ١٩١٩، والنسائی فی ٥/٨٦ الحدیث رقم ٢٥٧٧ و ابن ماجه فی ٢/٧٤٤ الحدیث رقم ٢١٤٠، واحمد فی المسند ٢/٣٦١۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیوگان اور مساکین پر خرچ کرنے والا اس طرح ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خوب دوڑ دھوپ کرنے والا۔ راوی کہتا ہے کہ میرے خیال میں آپ نے یہ لفظ فرمائے کہ وہ اس قیام کرنے والے کی طرح ہے جو نہ اس سے کبھی تھکے اور اس صائم النھار کی طرح ہے جو ہمیشہ روزہ رکھے۔

تشریح ۞ **وَالْمِسْکِیْنِ کَالسَّاعِیْ** :فقیر کا حکم مسکین جیسا ہے بلکہ بعض کے ہاں وہ اولیٰ ہے۔۲ بعض نے کہا کہ یہ کہنے والا عبداللہ بن مسلمہ قعنبی ہے جو کہ شیوخ بخاری میں سے ہیں اور امام مالک سے اس روایت کو نقل کر رہے ہیں۔معنی یہ ہے کہ یہ میرا گمان ہے کہ مالک نے یہ کہا ہے اور جامع صغیر کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے قائل ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا۔یہی زیادہ درست ہے۔

ارملہ : وہ عورت جو خاوند سے طلاق یا موت سے جدا ہو جائے صراح میں ارمل ،جمع ارامل محتاج ، درویشوں کے لئے استعمال ہوتا ہے یہ رمل بمعنی ریت' فقر ، بے بارش ہونا ہے۔روایت میں بلا شوہر عورت مراد ہے۔(ت)

یتیم کا کفیل جنت میں میرے قریب ہوگا

۴۸۲۹/۶ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ لَهٗ وَلِغَيْرِهٖ فِى الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحيحه ١٠/٤٣٦ الحديث رقم ٦٠٠٥ و مسلم فی ٤/٢٢٨٧ الحديث رقم (٤٢-٢٩٨٣) و ابوداؤد فی السنن ٥/٣٥١ الحديث رقم ٥١٥٠، والترمذی فی ٤/٢٨٣ الحديث رقم ١٩١٨ و مالك فی الموطأ ٢/٩٤٨ الحديث رقم ٥ من كتاب الشعر، واحمد فی المسند ٢/٣٧٥۔

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی سے اشارہ فرمایا اور ان کے مابین ذرا سا فاصلہ رکھا۔

تشریح ۞ اَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى : کثرت کے تصور کو معدوم کرنے کے لئے یہ فرمایا گویا اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ نبوت کا مرتبہ بلند و بالا ہے اور یہ بھی اشارہ فرمایا کہ نبوت کے بعد مرتبہ فتوت و مروت کا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بچیوں کی سرپرستی کفالت یتیم سے زیادہ درجہ رکھتی ہے کیونکہ پہلے میں اتصال دوسرے سے ہو اس میں قربت تمام مواقع میں ہے اور دوسرے میں فقط جنت میں جو آخری مقام ہے۔ فتدبر۔

مسلمان باہمی محبت میں ایک جسم کی طرح ہیں

۴۸۳۰/۷ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِىْ تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ اِذَا شْتَكٰى عُضْوًا تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحيحه ١٠/٤٣٨ الحديث رقم ٦٠١١ ومسلم فی ٤/١٩٩٩ الحديث رقم (٦٦-٢٥٨٦) واحمد فی المسند ٤/٢٩٨۔

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مسلمانوں کو باہمی رحمت و محبت میں ایک جسم کی طرح پاؤ گے کہ جب اس کا ایک عضو بیمار پڑ جائے تو دوسرے اعضاء ایک دوسرے کو بخار اور بے خوابی کی طرف بلاتے ہیں۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ اِذَا شْتَكٰى :جس طرح کسی عضو کے دکھنے کی حالت میں تمام بدن کو تکلیف ہوتی ہے اسی طرح ایمان والوں کو ایک جان ہونا چاہیے کہ جب ایک کو مصیبت پہنچے تو تمام کو اس کے دکھ میں شریک ہونا چاہیے اور اس کی تکلیف کے ازالہ کی کوشش کریں شیخ سعدی نے کیا خوب ترجمانی فرمائی ہے۔

بنی آدم اعضاء یک دیگر اند ☆ کہ در آفرینش زیک جوہراند
جو عضو سے بدرد آو رد روزگار ☆ دیگر عضو ہارانہ ماند قرار

ایک مسلمان کی تکلیف تمام مسلمانوں کی تکلیف ہے

۴۸۳۱/۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُوْنَ كَرَجُلٍ وَاحِدٍ اِنِ اشْتَكٰى عَيْنُهٗ اِشْتَكٰى كُلُّهٗ وَاِنِ اشْتَكٰى رَأْسُهٗ اشْتَكٰى كُلُّهٗ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ٤/ ٢٠٠ الحدیث رقم (٦٧-٢٥٨٦)، واحمد فی المسند ٤/ ٢٧٦۔

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام مؤمن ایک شخص کی طرح ہیں اگر اس کی آنکھ دکھے تو تمام جسم بیمار ہو جاتا ہے اور اگر درد محسوس کرے تو تمام جسم درد محسوس کرتا ہے۔ (مسلم)

تشریح ۞ اِشْتَكٰى كُلُّهٗ: اس روایت میں جسم کے ایک حصہ کو ذکر کر کے ہر انسان کو اپنے بھائی کی تکلیف کا احساس کرنے کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

ایک مؤمن دوسرے کے لئے دیوار کی مانند ہے

۴۸۳۲/۹ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا ثُمَّ شَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ١٠/ ٤٤٩ الحدیث رقم ٦٠٢٦ و مسلم فی صحیحه ٤/ ١٩٩٩ الحدیث رقم (٦٥-٢٥٨٥)، والنسائی فی السنن ٥/ ٧٩ الحدیث رقم ٢٥٦٠، واحمد فی المسند ٤/ ٤٠٤۔

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن دوسرے کے لئے دیوار کی مانند ہے جس کا بعض حصہ دوسرے کے ساتھ مضبوط ہوتا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک انگلیوں کی ایک دوسرے میں ڈال کر تشبیک کی۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ ثُمَّ شَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ: آپ نے تمثیل بیان کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ مسلمان ایک دوسرے کے اس طرح معاون و مددگار ہیں جس طرح یہ انگلیاں۔ مگر مدد و معاونت میں حق کا لحاظ ضروری ہے موجب گناہ کاموں میں مدد حرام ہے۔ (ح ت)

ضرورت مند کا سفارشی اجر پائے گا

۴۸۳۳/۱۰ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا اَتَاهُ السَّآئِلُ اَوْصَاحِبُ الْحَاجَةِ قَالَ اِشْفَعُوْا فَلْتُؤْجَرُوْا وَيَقْضِي اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ رَسُوْلِهٖ مَاشَآءَ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۳/۴۴۸ الحدیث رقم ۷۴۷۶ و مسلم فی صحیحه ۴/۲۰۲٦ الحدیث رقم (۱۴۵-۲٦۲۷) و ابوداؤد فی السنن ۵/۳۳۴ الحدیث رقم ۵۱۰۸، والترمذی فی ۵/۴۱ الحدیث رقم ۲٦۷۲، والنسائی فی ۵/۷۸ الحدیث رقم ۲۵۵۷، واحمد فی المسند ۴/۴۰۰۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی سائل یا ضرورت مند شخص آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اس شخص کے لئے مجھ سے سفارش کرو تمہیں اجر ملے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر جو حکم چاہتا ہے جاری فرماتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ قَالَ اِشْفَعُوْا: یعنی تم سفارش کرتے رہو تا کہ اس کا ثواب ملے خواہ سفارش تمہاری قبول ہو یا نہ ہو کیونکہ وہ تقدیر الٰہی پر موقوف ہے اور اس بناء پر کہ شاید تمہاری سفارش قبول نہ کی جائے۔ سفارش کو ترک مت کرو اور اس کا ثواب عدم سفارش سے مت کھوؤ۔

حدود میں سفارش کا جواز نہیں جب کہ معاملہ حاکم تک پہنچ جائے اگر اس سے پہلے تک بات ہو تو درست ہے۔ تعزیر میں سفارش کی مطلقاً اجازت ہے اور یہ سب اس صورت میں ہے جب کہ جس کی سفارش کی جارہی ہے وہ موذی اور شریر نہ ہو ورنہ جائز ہے۔ (ح ت)

ظالم کی مدد ظلم سے روکنا ہے

۱۱/۴۸۳۴ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْمَظْلُوْمًا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْصُرُهٗ مَظْلُوْمًا فَكَيْفَ اَنْصُرُهٗ ظَالِمًا قَالَ تَمْنَعُهٗ مِنَ الظُّلْمِ فَذَالِكَ نَصْرُكَ اِيَّاهُ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۲/۳۲۳ الحدیث رقم ٦۹۵۲ و مسلم فی ۴/۱۹۹۸ الحدیث رقم (٦۲-۲۵۸۴)، والترمذی فی السنن ۴/۴۵۳ الحدیث رقم ۲۲۵۵، والدار می فی ۲/۴۰۱ الحدیث رقم ۲۷۵۳، واحمد فی المسند ۳/۹۹۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم تو ایک شخص کہنے لگا مظلومیت کی حالت میں مدد تو سمجھ میں آتی ہے مگر ظالم ہونے کی حالت میں مدد کس طرح ہوگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے ظلم سے روکنا اس کے حق میں یہی تیری مدد ہے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ ظَالِمًا: ظالم کی حقیقی مدد یہ ہے کہ اس کو ظلم سے روکا اور باز کیا جائے اور یہ مدد نفس و شیطان کے خلاف ہے۔ (ت)

دُنیا میں مسلمان کی تکلیف کا ازالہ قیامت کے دن کی تکلیف کے ازالہ کا باعث ہے

۴۸۳۵/۱۲وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ وَمَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهٖ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ٥/٩٧ الحدیث رقم ٢٤٤٢ و مسلم فی ٤/١٩٩٦ الحدیث رقم (٥٨۔٢٥٨٠)، والترمذی فی السنن ٤/٢٦ الحدیث رقم ١٤٢٦۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ خود بھی اس پر ظلم نہ کرے اور نہ اسے رسواء کرے اور جو شخص اپنی بھائی کی حاجت میں کوشاں ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرے گا اور جس نے کسی مسلمان سے تکلیف کا ازالہ کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی تکالیف میں سے ایک بڑی تکلیف کا ازالہ فرمائیں گے اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا: اہل موقف سے اسکو ڈھانپ لیا جائے گا اور اس کا محاسبہ ترک کر دیا جائے گا اور اس کا تذکرہ پوشیدہ طور پر کر دیا جائے گا۔ علماء فرماتے ہیں اہل عزت وحیا کی پردہ نشینی مستحسن و مستحب ہے کیونکہ اگر وہ ناشائستہ فعل کرتے ہیں تو پردہ حیاء میں اسے چھپاتے ہیں جس نے پردہ حیا کو خیر باد کہہ دیا اور ایذا اور فساد میں معروف ہوا اور گناہ علانیہ کرتا ہے اس کا انکار کرنا ضروری ہے اسے منع کرنا اور روکنا لازم ہے اگر وہ منع سے باز نہ رہے تو حکام کو اطلاع دی جائے تا کہ وہ اس کو فساد دین اور ایذائے عوام سے باز کریں۔

رواۃ کا مجروح قرار دینا اسی طرح حکام اور ظالموں کو جرح کرنا درست ہے کیونکہ یہ ذاتی غرض کے لئے نہیں بلکہ حفاظت دین کے لئے اور اسی طرح انسانوں کے حقوق کے لئے واجب و لازم ہے' یہ ممنوع نہیں۔

کربة :اس کی جمع کرب ہے ایسا غم جس سے سانس گھٹنے لگے۔

ظلم : کسی چیز کو اپنی جگہ سے ہٹا کر رکھنا۔

لایسلمه : اسے ہلاکت کی جگہ یا دشمن کے ہاتھ میں رہنے نہیں دیتا بلکہ ہر حال میں مدد کرتا ہے۔

دین کے لحاظ سے شریعت بمنزلہ ماں اور شارع علیہ السلام بمنزلہ والد ہیں۔

مسلمان کا مال' جان اور آبرو سب دوسرے پر حرام ہے

۴۸۳۶/۱۳وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ اَلتَّقْوٰى هٰهُنَا وَيُشِيْرُ اِلٰى صَدْرِهٖ ثَلٰثَ مِرَارٍ بِحَسْبِ امْرِءٍ مِنَ

الشَّرِّ اَنْ يَحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ٤/١٩٨٦ الحديث رقم (٣٢-٢٥٦٤) و ابوداؤد في السنن ٥/١٩٦ الحديث رقم ٤٨٨٢، والترمذی فی ٤/٢٨٦الحديث رقم ١٩٢٧، واحمد فی المسند ٣/٤٩١۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اسے نہ تو اس پر ظلم کرنا چاہیے اور نہ اُسے ذلیل ہونے دے اور نہ اسے حقیر قرار دے آپ نے اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تقویٰ یہاں ہے اور یہ کلمہ تین بار دھرایا۔ انسان کے برا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے مسلمان کی دوسرے مسلمان پر ہر چیز حرام ہے اس کا خون، اس کا مال اور اس کی آبرو وعزت۔ (مسلم)

تشریح ۞ **لَا يَحْقِرُهٗ**: یعنی اس کی توہین وتذلیل عیب جوئی کر کے بدزبانی سے اور استہزاء کر کے نہ کرے خواہ وہ فقیر، کمزور و ناتواں اور مسکین و نامراد، خراب حال ہی ہو اسے کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی کیا قدر و قیمت ہے اور انجام کیا ہوگا تمام اخلاص سے لا الٰہ پڑھنے والے عزت والے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ [المنافقون :٨] بہرصورت ان کی عزت ایمانی ہاتھ سے نہ جانی چاہیے خصوصاً وہ دنیا پرست جو ظلمت نفسانی اور غفلت میں گرفتار ہیں وہ ان فقراء و بیچاروں کو حقیر جانتے ہیں حالانکہ دنیا اور آخرت میں فقراء اور مساکین کی محبت باعث عزت و نجات ہے۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت مساکین کے حصول کے لئے فقراء کی ہم نشینی کا حکم فرمایا تھا جیسا کہ سورۃ کہف میں فرمایا:

اَلتَّقْوٰى هٰهُنَا: متقی کو حقیر جاننا جائز نہیں جو کہ شرک اور گناہ سے پرہیز کرتا ہو۔ تقویٰ سینہ میں ہے اور باطن کا فعل ہے اعلان جملے کا مقصد ماقبل کی تاکید اور تقویت ہے مطلب یہ ہوا کہ تقویٰ کی جگہ دل ہے اور وہ مخفی بات ہے جب حقیقت حال معلوم نہیں تو پھر کسی مسلمان کی حقارت کا کیا مطلب ہے۔ چونکہ تقویٰ دل میں ہے تو جس کے دل میں تقوی ہو تو مسلمان کو اسے حقارت کی نظر سے نہ دیکھنا چاہیے اور متقی کسی مسلمان کی تحقیر کرنے والا نہیں ہوتا۔ پہلا معنی زیادہ مناسب ہے۔

حرام دمه: یعنی ایسا کام نہ کرے اور نہ ایسی بات کہے جو مسلمان کی خونریزی کا باعث ہو اور جس سے اس کا مال تلف ہو اور اس کی آبروریزی ہو۔ یہ روایت جوامع الکلم میں سے شمار ہوتی ہے۔

جنتی اور دوزخی لوگ

۱۴/۴۸۳۷ وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلٰثَةٌ ذُوْسُلْطَانٍ وَمُقْسِطٌ مُتَصَدِّقٌ مُوَفَّقٌ وَرَجُلٌ رَحِيْمٌ وَرَقِيْقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِىْ قُرْبٰى وَمُسْلِمٍ وَعَفِيْفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُوْعِيَالٍ وَاَهْلُ النَّارِ خَمْسَةٌ الضَّعِيْفُ الَّذِىْ لَازَبْرَلَهُ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْكُمْ تَبَعٌ لَا يَبْغُوْنَ اَهْلاً وَلَا مَالاً الْخَائِنُ الَّذِىْ لَا يَخْفٰى لَهٗ طَمَعٌ وَاِنْ دَقَّ اِلَّا خَانَهٗ وَرَجُلٌ لَا يُصْبِحُ وَلَا يُمْسِىْ اِلَّا وَهُوَ

يُخَادِعُكَ عَنْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ وَذَكَرَ الْبُخْلَ وَالْكِذْبَ وَالشِّنْظِيْرَ الْفَحَّاشَ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ٤/٢١٩٧ الحديث رقم (٦٣-٢٨٦٥)، واحمد في المسند ٤/٢٦١۔

ترجمہ: حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتی لوگوں کی تین قسمیں ہیں: ① ایسا حاکم جو انصاف کرنے والا، صدقہ کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق بخشا ہوا ہو۔ ② ایسا شخص جو ہر قرابت والے پر رحم کرنے والا اور نرم دل ہو۔ ③ وہ مؤمن جو پاک دامن، سوال سے بچنے والا اور عیالدار ہو۔

تشریح ۞ رَجُلٌ رَحِيْمٌ وَرَقِيْقُ الْقَلْبِ :اہل جہنم یہ پانچ قسم کے لوگ ہیں: (۱) وہ کمزور آدمی جس کی اپنی رائے نہ ہو جو کہ تم میں تابع ہو کر رہے انہیں نہ گھر چاہیے اور نہ مال (۲) وہ خائن شخص جس کی ہوس نفس مخفی نہیں رہتی اگر چہ معمولی چیز ہی کیوں نہ ہو وہ اس میں بھی خیانت کرتا ہے۔ (۳) وہ آدمی جو صبح و شام مال اور گھر بار کے سلسلہ میں تمہیں دھوکا دیتا ہے اور (۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنجوس اور جھوٹے کا ذکر فرمایا۔ (۵) آپ نے بد اخلاق اور فحش گو کا بھی ذکر فرمایا۔ (مسلم)

یہاں رحیم سے صفت فعلیہ مراد ہے جس کا وجود غیر میں ظاہر ہو اور رقیق سے مراد صفت قلبیہ ہے خواہ دوسرے کو اس کا اثر ظاہر ہو یا نہ ہو اور دوسرا معنی اظہر ہے۔

بخل و کذب۔ یہ دونوں مصدر ہیں جو کہ فاعل کی جگہ ذکر کیے گئے ہیں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نار کا شمار کرتے ہوئے بخیل و کاذب کا تذکرہ کیا اور عبرت اس طرح دلائی گئی: ذکر البخل و الکذب۔ اس طرح نہیں لائے ذکر البخیل کیونکہ راوی کو بعینہٖ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ یاد نہیں رہے اس لیے کہہ دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بات ذکر کی جس سے بخل و کذب کا معنی سمجھا جاتا تھا خواہ وہ بخیل و کاذب کے الفاظ تھے یا کچھ اور اسی لئے او الکذب میں او کو شک کے لئے قرار دیا گیا ہے کہ چوتھی بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بخیل کو ذکر کیا یا کاذب کو اور بعض راویوں نے واؤ کے ساتھ بھی ذکر کیا ہے اس صورت میں واؤ بمعنی او ہوگا اس صورت میں الشنظیر کذب پر معطوف ہونی کی وجہ سے منصوب ہوگا صحیح مرفوع ہی ہے اس صورت میں رجل پر عطف ہوگا۔ بہر صورت چوتھا بخیل ہے یا کاذب اور پانچواں شنظیر ہے۔ (ع ح)

کامل مؤمن کون؟

۴۸۳۸/۱۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ۔ (متفق عليه)

أخرجه البخاري في صحيحه ١/٥٦ الحديث رقم ١٣ ومسلم في ١/٦٨ الحديث رقم (٧٢-٤٥)، والنسائي في ٨/١٢٥ الحديث رقم ٥٠٣٩، والدارمي في ٢/٣٩٧ الحديث رقم ٢٧٤٠، واحمد في المسند ٣/٢٥١۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس خدا کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کوئی بندہ اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی مسلمان کے لئے وہی چیز نہ چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ : یعنی دنیا اور آخرت کی بھلائی میں سے جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہو ایک روایت میں من الخیر کی صراحت آئی ہے اور آخرت کی اصل نجات تو عذاب دوزخ سے بچنا ہے بقیہ جنت کے درجات تو اعمال صالحہ سے میسر آئیں گے باقی دنیا کی بھلائی تو ایسے اسباب اور متاع اور اہل و اولاد سے میسر ہے جو آخرت کی بھلائی کا ذریعہ بنے پس جب ان چیزوں کو اپنے لئے پسند کرتا ہے تو تمام مسلمان کے لئے بھی پسند کرنا چاہیے اور جو آدمی شیطان کے فریب نفس کے حرص اور فساد باطن کی وجہ سے ان کے لیے دنیا کا مال وجاہ جو کہ ظلم فساد اور وبال وعذاب کا باعث ہوا سے چاہتا ہے اور پسند کرتا ہے وہ کیوں کر اسے مسلمان بھائی کے لئے پسند کر سکتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اسے نہ اپنے لیے پسند کرے نہ دوسرے کے لئے کیونکہ اس میں خیر نہیں یا ایک شخص کے مال وجاہ کا حصول اس کے لئے ثواب آخرت کے حصول کا سبب ہو اور قرب مولیٰ کا ذریعہ ہو جیسا کہ مال حج کے لیے اور فقراء کی معاونت کے لئے اور جاہ عدالت امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا ذریعہ ہو تو اس کا چاہنا اس کے لئے باعث ثواب ہے اور جس کے لئے یہ مال وجاہ ان چیزوں کے حصول کا ذریعہ نہ بنیں بلکہ فسق وظلم اور سرکشی کا باعث ہو تو ایسے مال وجاہ کو چاہنا اور طلب کرنا اس کے حق میں درست نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ اس کے حق میں خیر نہیں۔ (ح)

پڑوسی کو ایذاء دینے والا کامل مؤمن نہیں

۴۸۳۹/۶ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ قِيْلَ مَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الَّذِىْ لَا يَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاري في صحيحه ٤٤٣/١٠ الحديث رقم ٦٠١٦۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے خدا کی اس شخص کا ایمان کامل نہیں ہے، قسم ہے خدا کی اس شخص کا ایمان کامل نہیں ہے۔ قسم ہے خدا کی! اس شخص کا ایمان کامل نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون؟ فرمایا جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے مامون ومحفوظ نہ ہو۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ : یہاں ایمان سے کامل ایمان مراد ہے۔

پڑوسی کو ایذا دینے والا جنت میں نہ جائے گا

۴۸۴۰/۷ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَّا يَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ٦٨/١ الحديث رقم (٣٣-٣٦)، واحمد في المسند ١٣٧٣/٢۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ یا مامون نہ ہو۔ (مسلم)

تشریح ۞ ومَنْ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ : یعنی جس کے ضرر سے اس کے پڑوسی بچے ہوئے نہ ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مبالغۃً اس سے

دخول جنت کی نفی کر دی تو اب اس آدمی کا کیا حال ہوگا جو واقعۃً لوگوں کو ضرر اور شر پہنچانے والا ہو۔ (ع)

پڑوسی کے حقوق کی شدید تاکید

۴۸۴۱/۱۸وَعَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَازَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهٗ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۴۴۱/۱۰ الحدیث رقم ۶۰۱۴و۶۰۱۵ومسلم فی ۲۰۲۵/۴ الحدیث رقم (۱۴۰-۲۶۲۴)و(۱۴۱-۲۶۲۵) و ابوداؤد فی السنن ۳۵۷/۵ الحدیث رقم ۵۱۵۲، والترمذی فی السنن ۲۹۳/۴ الحدیث رقم ۱۹۴۲ و ابن ماجه فی ۱۲۱۱/۲ الحدیث رقم ۳۶۷۳ واحمد فی المسند ۵۲/۶و۸۵/۲۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جبرئیل امین مجھے پڑوسی کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے محسوس ہوا کہ وہ پڑوسی کو وارث بنا دیں گے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ یُوْصِیْنِیْ بِالْجَارِ : ہمسائے کا حق یہ ہے کہ اسے تنگ نہ کیا جائے اور اس سے احسان اور حسن سلوک کا معاملہ کیا جائے اور اس سلسلہ میں اتنی دفعہ وحی آئی کہ میں نے خیال کیا کہ اسے وارث بنایا جائے گا۔ اگر بالفرض جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کا معاملہ ہوتو پھر اس وحی سے پہلے ہوگا جس میں اطلاع دی گئی کہ ہم گروہ انبیاء کی وراثت نہیں ہوتی جو چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ (ت)

تیسرے کو چھوڑ کو دوسرے گوشی نہ کریں

۴۸۴۲/۱۹وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كُنْتُمْ ثَلٰثَةً فَلَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُوْنَ الْاٰخَرِ حَتّٰى تَخْتَلِطُوْا بِالنَّاسِ مِنْ اَجْلِ اَنْ يُّحْزِنَهٗ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۸۲/۱۱ الحدیث رقم ۶۲۹۰ و مسلم فی ۱۷۱۸/۴ الحدیث رقم (۳۷-۲۱۸۴)، والترمذی فی السنن ۱۱۷/۵ الحدیث رقم ۲۸۲۵ والدارمی فی ۳۱۷/۲ الحدیث رقم ۲۶۵۷ و مالك فی الموطأ ۹۸۹/۲ الحدیث رقم ۱۴۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم تین ہوتو تیسرے کو چھوڑ کر دو باہمی سرگوشی نہ کریں۔ یہاں تک کہ تم مجمع میں خلط ملط ہو جاؤ کیونکہ یہ بات اسے پریشان کرے گی۔

(بخاری، مسلم)

تشریح ۞ اَنْ یُّحْزِنَهٗ: یہ زبر و پیش کے ساتھ فصیح لغتیں ہیں معنی یہ ہے تاکہ وہ اس کو غمزدہ نہ کرے غمگین ہونے کا سبب یہ ہے کہ اس کو خیال گزرے گا کہ شاید میری بداندیشی اور ہلاکت کا مشورہ کرتے ہیں۔

نووی کا قول : یہ دو کی سرگوشی جو تیسرے کے سامنے کرنے سے متعلق ہے۔
طیبی کا قول : دو آدمیوں کا تیسرے کے بغیر اس سے سرگوشی کرنا امام مالک وشافعی، جمہور علماء کے ہاں حرام ہے۔ یہ روایت صحت سے ثابت ہے کہ ایک دن تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جمع تھیں اتنے میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سرگوشی کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب موقعہ تہمت نہ ہو تو سرگوشی درست ہے اسی طرح تین یا اس سے زائد کا سرگوشی کرنا بھی جائز ہے۔

دین خیرخواہی کا نام ہے

۴۸۴۳/۲۰ وَعَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ ثَلٰثًا قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ۱/۷٤ الحدیث رقم (۹۵-۵۵)، والترمذی فی السنن ۵/۲۸٦ الحدیث رقم ۱۹۲٦، والنسائی فی ۷/۱۵۱ الحدیث رقم ٤۱۹۹، والدارمی فی ۲/٤۰۲ الحدیث رقم ۲۷۵٤، واحمد فی المسند ٤/۱۰۲۔

ترجمہ: حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دین خیرخواہی کا نام ہے۔ یہ کلمہ تین مرتبہ دہرایا۔ ہم نے عرض کیا کس کے لئے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ' کتاب اللہ' اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان حکام اور عام مسلمانوں کے لئے۔ (مسلم)

تشریح ❁ قَالَ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ :اللہ تعالیٰ کی خیرخواہی یہ ہے کہ اس کی وحدانیت وصفات پر ایمان لائے اور اس کی صفات میں الحاد کو ترک کرے اور اس کی عبادت میں نیت کو خالص کرے اور اوامر ونواہی میں اس کی فرماں برداری کرے اور اس کے انعامات کا اقرار کرے اور اس کا شاکر بنے اور اس کے مطیع فرمانبرداروں سے محبت کرے اور نافرمانوں سے دشمنی رکھے۔
لِكِتَابِهٖ : کتاب سے خیرخواہی یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی کتاب یقین کرے اور اس پر عمل پیرا ہو اور اس کی تلاوت تجوید وتفکر سے کرے۔ کتاب کی تعظیم کرے کتاب سے صرف قرآن مجید یا تمام کتابیں مراد ہیں۔
ولرسولہ : ان کی نبوت کی تصدیق کرے اور ان کے لائے ہوئے پیغام کو قبول کرنے اور ان کی اطاعت کرے اور ان کو اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھے اور ان کے اہل بیت وصحابہ سے محبت رکھے اور ان کے طرزِ عمل کو اختیار کرے اور رسول سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا تمام رسول ہیں۔
یہ تمام خیرخواہیاں بندے کی طرف لوٹنے والی ہیں۔ ان کی وجہ سے وہ اپنے نفس کی خیرخواہی کرتا ہے۔
لِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ :ان کی فرماں برداری اچھے کاموں میں کرے بری باتوں میں نہیں اور غفلت کے وقت ان کو خبردار کرے اور ان کے ظلم کرنے پر بھی بغاوت نہ کرے اور علماء جو حق کے موافق کہیں اس میں ان کی پیروی کرے اور مسلمانوں کی خیرخواہی یہ ہے کہ ان کی راہنمائی دین ودنیا کی بھلائیوں کی طرف کرے اور ان سے ضرر کو دور کرے اور ان کو فائدہ پہنچائے۔ یہ

روایت جوامع الکلم سے ہیں کہ تمام دین و دنیا کا مدار اس پر ہے اور تمام علوم اولین وآخرین کے اس میں مندرج ہیں۔ (ح ع)

ہر مسلمان کی خیر خواہی پر بیعت

۲۱/۴۸۴۴ وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۳۱۲/۵، الحدیث رقم ۲۷۱۵ و مسلم فی ۷۵/۲ الحدیث رقم (۹۷-۵۶)۔

ترجمہ: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت ان باتوں پر کی ہے۔

(۱) نماز کا قائم کرنا۔ (۲) زکوۃ دینا۔ (۳) ہر مسلمان سے خیر خواہی کرنا۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ عبادات یا تو اللہ تعالیٰ کے حق ہیں یا بندوں کا حق ہیں۔ حقوق اللہ میں سے ان عبادات کا ذکر کیا جو تمام بدنی اور مالی عبادات میں عمدہ ہیں اور وہ اسلام سے ہیں ان کا مرتبہ شہادتیں کے بعد ہے اور وہ نماز و زکوۃ ہیں۔

ممکن ہے کہ روزہ و حج اس وقت تک فرض نہ ہوا ہو۔

اَلنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ :اس میں تمام بدنوں کے حقوق داخل ہیں منقول ہے کہ جریر نے تین سو درہم کا گھوڑا خریدا۔ پھر فروخت کرنے والے کو کہا تمہارا گھوڑا تو تین سو سے زائد کا ہے کیا تو چار سو درہم کا فروخت کرتا ہے اس نے کہا اے عبداللہ! یہ تم جانو پھر کہنے لگے کہ تمہارا گھوڑا اس سے بہتر ہے کیا تو اسے پانچ سو درہم کا فروخت کرتا ہے۔ پھر سو بڑھاتے گئے یہاں تک کہ آٹھ سو درہم تک پہنچے پھر آٹھ سو درہم کا خریدا۔ لوگوں نے وجہ دریافت کی تو فرمانے لگے میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت اس بات پر کی ہے کہ ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی برتوں۔ (ح ع)

الفصل الثانی:

رحمت بد بخت سے چھینی جاتی ہے

۲۲/۴۸۴۵ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْقَاسِمَ الصَّادِقَ الْمَصْدُوْقَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُنْزَعُ الرَّحْمَةُ اِلَّا مِنْ شَقِيٍّ۔ (رواه احمد و الترمذی)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ۲۲۳/۵ الحدیث رقم ۴۹۴۲، والترمذی فی السنن ۲۸۵/۴ الحدیث رقم ۱۹۲۳، واحمد فی المسند ۴۴۲/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے آقا ابوالقاسم الصادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا رحمت بد بخت کے دل سے ہی نکالی جاتی ہے۔ (احمد، ترمذی)

تشریح ۞ اَلصَّادِقَ الْمَصْدُوْقَ : سچے ہیں اور ان کی بات سچی کی گئی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے سچے ہونے کی خبر دی ہے:

شقی : بدبخت سے کافر یا فاسق مراد ہے۔(ع)

رحم کرنے والوں پر رحمان کی رحمت

۲۳/۴۸۴۶ وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُھُمُ الرَّحْمٰنُ وَارْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ۔ (رواہ ابوداؤد الترمذی)

أخرجه ابوداوٗد في السنن ٥/٢٣١ الحديث رقم ٤٩٤١، والترمذی فی السنن ٤/٢٨٥ الحديث رقم ١٩٢٤، واحمد فی المسند ٢/١٦٠۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رحم کرنے والوں پر رحمان رحم کرتا ہے تم اہل زمین پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم فرمائے گا۔(ابوداؤد، ترمذی)

تشریح ۞ اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یعنی جانور اور آدمی خواہ نیک ہوں یا بد سب پر رحم کرنا چاہیے جیسا کہ گزرا کہ مدد کر اپنے بھائی کی خواہ ظالم ہو مظلوم۔۲ ان پر رحم کرو جو رحم کے حقدار ہیں اور آسمان میں ہے یعنی ذات حق تعالیٰ کہ اس کی قدرت وسلطنت آسمان میں ہے۔

یا مراد ملائکہ ہیں اور ان کا رحمت کرنا ہے کہ محافظت کریں دشمنوں سے اور موذیات سے بچائیں۔ یا شیاطین جن وانس وغیرہ ہیں۔

دعا اور استغفار اور طلب رحمت اللہ تعالیٰ سے کریں ان لوگوں کے لئے جو رحم کرنے والے ہیں۔(ح)

چھوٹوں پر رحم نہ کرنے والا ہم میں سے نہیں

۲۴/۴۸۴۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا وَیَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ۔ (رواہ الترمذی وقال هذا حديث غريب)

أخرجه الترمذی فی السنن ٥/٢٨٤ الحديث رقم ١٩٢١۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کی تعظیم نہیں کرتا اسی طرح اچھی باتوں کا حکم اور برائی سے نہیں روکتا۔(ترمذی)

تشریح ۞ لَیْسَ مِنَّا : وہ ہماری اتباع کرنے والوں اور ہمارے طریقے پر چلنے والوں میں سے نہیں۔

مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا : مسلموں کے چھوٹے بڑے کی تخصیص کمال اہتمام کی وجہ سے ہے کیونکہ کافروں میں سے چھوٹے بڑے پر توقیر بھی لازم ہے۔

هذا حديث غريب : بعض نسخوں میں حسن غریب کے الفاظ بھی پائے جاتے ہیں یہاں ترمذی کے حوالہ سے صرف غریب کے الفاظ ہیں۔

بوڑھے کا احترام بڑھاپے کی وجہ سے

۴۸۴۸/۲۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَكْرَمَ شَابٌّ شَيْخًا مِنْ اَجْلِ سِنِّهٖ اِلَّا قَيَّضَ اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَ سِنِّهٖ مَنْ يُّكْرِمُهٗ۔ (رواه الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٣٢٧ الحديث رقم ٢٠٢٢۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا جو نوجوان کسی بوڑھے آدمی کا احترام اس کے بڑھاپے کی وجہ سے کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے بڑھاپے میں اس کے لئے ایسا شخص مقرر فرمائے گا جو اس کا احترام کرے گا۔ (ترمذی)

تشریح ۞ مَا اَكْرَمَ شَابٌّ : اس میں بوڑھے کی خدمت کرنے والے نوجوان کے لئے بڑھاپے میں درازیٔ عمر اور خدمت کیے جانے کی بشارت ہے۔ ایک حکیم ایک مرید خراسان سے شیخ کی ملاقات کے لئے روانہ ہوا وہ شیخ مصر میں مقیم تھے مصر پہنچا ایک مدت اپنے شیخ کے ہاں حاضر رہا اور انہی دنوں میں ایک بزرگوں کی جماعت شیخ کی ملاقات کے لئے آئی شیخ نے اس مرید کو فرمایا کہ سواری کا جانور تھام رکھو۔ وہ مرید باہر نکلا اور اس کے دل میں خیال آیا میں اتنا طویل سفر کر کے شیخ کے خدمت میں آیا اس کا نتیجہ یہ ملا کہ مجھے سواری تھمادی گئی جب وہ بزرگوں کی جماعت چلی گئی اور یہ اپنے شیخ کے ہاں گیا تو پیر نے کہا اے بیٹے قریب ہے کہ تیرے پاس اکابرین آئیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو تیری خدمت میں متعین کرے گا چنانچہ اسی طرح ہوا اس کے دروازے پر ہر وقت خچر اور گھوڑوں کی کثرت ہوتی تھی کیونکہ مشائخ کی بڑی تعداد اس کی زیارت کے لئے آتی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ مرتبہ عنایت کیا کیونکہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نو سال خدمت کی ان کو ایک سو تین سال عمر ملی اور اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ مال و اولاد سے نوازا آپ کے بیٹے پوتوں کی تعداد ایک سو تھی۔ (ع)

اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے تین تقاضے

۴۸۴۹/۲۶ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللّٰهِ اِكْرَامُ ذِی الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ وَحَامِلِ الْقُرْاٰنِ غَيْرَ الْغَالِیْ فِيْهِ وَلَا الْجَافِیْ عَنْهُ وَاِكْرَامُ السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ۔

(رواه ابوداؤد والبيهقی فی شعب الايمان)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ٥/١٧٤ الحديث رقم ٤٨٤٣، والبيهقی فی شعب الايمان ٧/٤٦٠ الحديث رقم ١٠٩٨٦۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں سے یہ ہے کہ بوڑھے مسلمان حافظ قرآن جو کہ اس میں غلو کرنے والا اور اس سے بے رخی اختیار کرنیوالا نہ ہو اور انصاف کرنے والے حاکم کا احترام کرے۔ (ابوداؤد، بیہقی)

تشریح ۞ غَيْرَ الْغَالِيْ فِيْهِ وَلَا الْجَافِيْ عَنْهُ : حامل قرآن کے لئے دو قیود لگائی گئیں۔ ① وہ عبادات ومعاملات میں غلو کرنے والا نہ ہو۔ ② اس سے دوری اختیار کرنے والا نہ ہو بلکہ متوسط الحال ہو جیسا کہ آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ عبادت میں میانہ روی اختیار فرمانے والے تھے۔

علامہ طیبی کا قول: جو قرآن مجید میں تدبر وتفکر کے بغیر اسکے الفاظ وحروف میں وساوس والوں اور شک والوں ریا کاری کرنے والوں کا طرز عمل اختیار کرے۔ قرآن مجید میں الفاظ کی خیانت کرے جیسا کہ اکثر عوام اور بعض علماء کرتے ہیں۔ ③ معانی میں خیانت کرے یعنی باطل تاویلات کرے جیسا کہ تمام بدعتی فرقے کرتے ہیں۔

تجوید میں مبالغہ کرنا یا اس قدر جلد پڑھنا کہ معانی کے سمجھنے سے مانع ہو۔

الجافی : دور ہونے والا اس سے مراد وہ شخص ہے جو تلاوت قرآن مجید اور احکام قراءت سے اعراض کرے اور قرآن مجید پر عمل سے منہ موڑے۔

بعض نے کہا غالی وہ ہے جو ہمیشہ تلاوت میں مشغول رہے اور تعلیم فقہ اور دیگر عبادات کی طرف ہرگز متوجہ نہ ہو۔ جافی وہ جو ہمیشہ غیر قرآن میں مشغول رہے اور اس کی مطلقاً تلاوت نہ کرے۔

اِكْرَامُ السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ :اور عدل کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ظلم پر عدل غالب ہو بخلاف اس کے عکس کے اگر ظلم عدل پر غالب ہو تو وہ عادل نہ ہوگا اور اس سے دور رہنا افضل ہے۔ چنانچہ اسی لئے ہمارے علماء نے کہا ہے کہ جو اس زمانے میں سلطان کو عادل کہے وہ کافر ہے حالانکہ کوئی بادشاہ ایک قسم کے عدل سے خالی نہیں ہے اور اس کی تحقیق کا دارومدار اس پر ہے کہ وہ کس طرح کا عدل کرتا ہے۔ اس کا پہلا اطلاق اس طرح کہ وہ انصاف کرتا ہے اگرچہ کبھی کبھی ہو۔ وہ بھی عدل کہلاتا ہے۔

جو ہمیشہ عدل سے موصوف ہو وہ بھی عادل کہلاتا ہے جیسے کہتے ہیں کہ فلاں نماز پڑھتا ہے اور فلاں نمازی ہے۔

شرح السنہ میں ہے کہ حضرت طاؤس نے فرمایا کہ چار کی توقیر سنت ہے: ① عالم، ② بوڑھا، ③ سلطان، ④ باپ انتہی۔

میں عرض کرتا ہوں کہ ماں بھی باپ کے حکم میں شامل ہے اور عالم سے مراد باعمل عالم ہے جیسا کہ حامل قرآن سے سمجھا جاتا ہے۔ شاید والد کو یہاں اسلئے ذکر نہ کیا کہ یہ بدیہی اور ظاہر ہے یا یہ کلام اجنبیوں سے ہے۔ جب باپ حامل قرآن اور سلطان ظاہری یا باطنی ہو تو اس کی بہت تعظیم کی جائے کیونکہ اس کی تعظیم کئی وجوہ سے واجب ہے خطیب نے جامع میں روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ((ان من اجلالی توقیر شیخ من امتی...))۔ میرا اکرام یہ ہے کہ میری امت کے بوڑھے کا احترام کرے۔

اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے تین تقاضے

۴۸۵۰/ ۲۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِيْنَ بَيْتٌ فِيْهِ يَتِيْمٌ يُحْسَنُ اِلَيْهِ وَشَرُّ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِيْنَ بَيْتٌ فِيْهِ يَتِيْمٌ يُسَآءُ اِلَيْهِ۔ (رواہ ابن ماجۃ)

أخرجه ابن ماجه في السنن ۲/ ۱۲۱۳ الحديث رقم ۳۶۷۹۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں کا سب سے بہتر گھر وہ ہے

جس میں یتیم کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے اور سب سے برا گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ برا سلوک کیا جائے۔

(ابن ماجہ)

تشریح ۞ شَرُّبَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِيْنَ :اور اسکو ناحق ایذادی جائے اگر تعلیم وتادیب کے لئے مارا جائے تو یہ داخل احسان ہے۔ یہ برائی نہیں ہے۔

ہر بال کے بدلے نیکی پانے والا

۴۸۵۱/۲۸ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَسَحَ رَأْسَ يَتِيْمٍ لَمْ يَمْسَحْهُ اِلَّا لِلّٰهِ كَانَ لَهٗ بِكُلِّ شَعْرَةٍ تَمُرُّ عَلَيْهَا يَدُهٗ حَسَنَاتٌ وَمَنْ اَحْسَنَ اِلٰى يَتِيْمَةٍ اَوْيَتِيْمٍ عِنْدَهٗ كُنْتُ اَنَا وَهُوَفِى الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ وَقَرَنَ بَيْنَ اِصْبَعَيْهِ۔ (رواه احمد والترمذی وقال هذا حديث غريب)

أخرجه الترمذي في السنن ٤/٢٨٢ الحديث رقم ١٩١٧، واحمد فى المسند ٥/٢٦٥۔

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کی ہاتھ کے نیچے آنے والے ہر بال کے بدلے اسے نیکی ملے گی اور جس نے یتیم بچے یا بچی کے ساتھ حسن سلوک کیا میں اور وہ جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح قریب رہیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں انگشت مبارک آپس میں ملائیں اس روایت کو احمد وترمذی نے نقل کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ۞ تَمُرُّ عَلَيْهَا يَدُهٗ :جن بالوں پر سے اس کا ہاتھ گزرے۔

حسنات :نیکیاں کیت وکیفیت میں مختلف ہوتی ہیں ان میں سے نیت جس قدر عمدہ کی جائے اور احسان اور شفقت ومہربانی کرے اور اس کی تعلیم وتادیب کرے اس کا نکاح کرے اور اس کے مال کی نگہبانی کرے۔

اویتیم :یہ تنویع کے لئے ہے۔ ۲ شک کے لئے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیم فرمایا یتیمة نے اس حدیث میں حسن خاتمہ کی بشارت کی طرف اشارہ کردیا۔ (ح ع)

جنت کے تین حقدار

۴۸۵۲/۲۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰوٰى يَتِيْمًا اِلٰى طَعَامِهٖ وَشَرَابِهٖ جَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ اَلْبَتَّةَ اِلَّا اَنْ يَّعْمَلَ ذَنْبًا لَا يُغْفَرُوَمَنْ عَالَ ثَلٰثَ بَنَاتٍ اَوْمِثْلَهُنَّ مِنَ الْاَخَوَاتِ فَاَدَّبَهُنَّ وَرَحِمَهُنَّ حَتّٰى يُغْنِيَهُنَّ اللّٰهُ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَوِثْنَتَيْنِ قَالَ اَوِثْنَتَيْنِ حَتّٰى لَوْ قَالُوْا اَوْوَاحِدَةً لَقَالَ وَاحِدَةً وَمَنْ اَذْهَبَ اللّٰهُ بِكَرِيْمَتَيْهِ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا كَرِيْمَتَاهُ قَالَ عَيْنَاهُ۔ (رواه فى شرح السنة)

أخرجه الترمذي في السنن ٤/٣٢٠ الحديث رقم ١٩١٧، والبغوى في شرح السنة١٣/٤٤ الحديث رقم

۳۴۵۷۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے یتیم کو اپنے کھانے میں شریک کیا تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق اس کو جنت کا حقدار بنا دیتا ہے مگر یہ کہ وہ کوئی ایسا گناہ کرے جو نا قابل معافی ہو اور جس نے تین بیٹیاں یا تین بہنوں کی پرورش کی اور ان کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس سے بے نیاز کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کو لازم فرما دیتا ہے ایک شخص نے عرض کیا جو دو کی خدمت کرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا دو کی پرورش کرے یہاں تک کہ لوگ اگر ایک کا بھی ذکر کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کے بارے میں بھی ذکر فرما دیتے اور اللہ تعالیٰ جس کی دو محبوب چیزیں دور کر دے اس کے لئے جنت واجب ہو گی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا وہ دو چیزیں کیا ہیں؟ فرمایا اس کی دونوں آنکھیں۔ (شرح السنۃ)

تشریح ۞ اِلَّا اَنْ يَّعْمَلَ ذَنْبًا :اس سے مراد شرک ہے اور اسی طرح بندوں کے حقوق پس تقدیر عبارت یہ ہے مگر یہ کہ وہ ایسا گناہ کر بیٹھے جو بخشا نہیں جاتا سوائے دنیا میں توبہ کرنے یا صاحب حق سے بخشوا لینے کے وغیرہ۔ حاصل یہ ہے کہ شرک کے علاوہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تمام گناہ (کبیرہ) بخش دے۔

حَتّٰی لَوْ قَالُوْا اَوْوَاحِدَةً : مذہب مختار کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام تفویض کر دیئے ہیں آپ جو چاہیں حکم دیں اور جس سے چاہیں روکیں اور جس کے لئے چاہیں تخصیص فرمائیں۔

دوسرا قول: احکام تفویض نہیں ہوتے بلکہ ہر سوال کے بعد نزول وحی مقصود کے مطابق ہوتی تھی۔ اس کی امثلہ احادیث میں کثرت سے ملتی ہیں۔ وجوب جنت کی مناسبت یا کسی دوسری مناسبت سے یہ آنکھوں والی بات ذکر فرمائی۔ کریمہ کا لفظ: جس طرح آنکھ کے لئے ہے اسی طرح ناک کان، ہاتھ کے لئے بھی آتا ہے۔ (قاموس)

صاع صدقہ سے بہتر عمل

۴۸۵۳/۳۰ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يُّؤَدِّبَ الرَّجُلُ وَلَدَهٗ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّتَصَدَّقَ بِصَاعٍ۔

(رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب وناصح الراوی لیس عند اصحاب الحدیث بالقوی)

أخرجه الترمذی فی السنن ۲۹۷/۵ الحدیث رقم ۱۹۵۱، واحمد فی المسند ۹۶/۵۔

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کے لئے ایک صاع صدقہ سے یہ بہتر ہے کہ وہ اپنے بچے کی بہتر تربیت کرے۔ ترمذی نے اس روایت کو غریب کہا ہے۔ ناصح کمزور راوی ہے۔

تشریح ۞ ایسا راوی نہیں کہ جس کے حفظ و ضبط پر پورا اعتماد کیا جا سکے۔ پس یہ روایت ضعیف ہے فضائل اعمال میں عمل کرنے کے لیے درست ہے۔

ادب سے مراد شرعی ادب ہے۔ (ح ع)

اولاد کا سب سے بہتر عطیہ

۴۸۵۴/۳۱ وَعَنْ اَیُّوْبَ بْنِ مُوْسٰی عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَانَحَلَ وَالِدٌ وَلَدَهٗ مِنْ نَحْلٍ اَفْضَلَ مِنْ اَدَبٍ حَسَنٍ۔

(رواہ الترمذی والبیہقی فی شعب الایمان وقال الترمذی ھذا عندی حدیث مرسل)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٢٩٨ الحدیث رقم ١٩٥٢، واحمد فی المسند ٤/٧٨ والبیہقی فی شعب الایمان ٦/٣٩٩ الحدیث رقم ٨٦٥٣۔

ترجمہ: حضرت ایوب بن موسیٰ اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی باپ اپنی اولاد کو اچھی تربیت سے بہتر عطیہ نہیں دے سکتا۔ (ترمذی، بیہقی) ترمذی نے کہا ہے کہ میرے نزدیک یہ حدیث مرسل ہے۔

تشریح ۞ نحل :عطیہ دینا۔ اس روایت میں اولاد کو عمدہ ادب سکھانا یہ سب سے بڑا عطیہ قرار دیا گیا ہے اور یہ یقیناً والد کی موت کے بعد آنے والے اعمال میں سے وہ عمل ہے جو باقیات الصالحات میں شمار ہوتا ہے۔

اولاد کے لئے اپنی جوانی تج دینے والی عورت کا اجر

۴۸۵۵/۳۲ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَامْرَاَةٌ سَفْعَاءُ الْخَدَّیْنِ کَهَاتَیْنِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَاَوْمَأَ یَزِیْدُ بْنُ زُرَیْعٍ اِلَی الْوُسْطٰی وَالسَّبَّابَةِ اِمْرَاَةٌ اٰمَتْ مِنْ زَوْجِهَا ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ حَبَسَتْ نَفْسَهَا عَلٰی یَتَامَاهَا حَتّٰی بَانُوْا اَوْمَاتُوْا۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ٥/٣٥٦ الحدیث رقم ٥١٤٩، واحمد فی المسند ٦/٢٩۔

ترجمہ: حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ میں اور سیاہ رخسار والی عورت قیامت کے دن ان دو انگلیوں کی طرح ہوں گے۔ یزید بن زریع نے درمیانی اور انگشت شہادت کی طرف اشارہ کیا۔ وہ عورت جو صاحب عزت و جمال تھی اور اپنے خاوند سے الگ ہوگئی لیکن اس نے اپنے آپ کو یتامیٰ کے لئے روک کر رکھا۔ یہاں تک کہ وہ جدا ہو گئے یا وفات پا گئے۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ حَبَسَتْ نَفْسَهَا عَلٰی یَتَامَاهَا جس عورت کا خاوند مر گیا یا اس نے طلاق دی اور چھوٹی اولاد چھوڑ گیا اور اس عورت نے اولاد کی خاطر کسی سے نکاح نہ کیا اور ان کی خدمت میں مشغول رہی۔ یہاں تک کہ وہ محتاجی والی عمر سے نکل گئے ان کی خدمت کے لئے اپنی جوانی اور حسن و جمال تج صرف کر دیا تو آپ نے بشارت دی کہ میں اور وہ عورت قیامت کے دن ان دو انگلیوں کی طرح قریب ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر بیوہ یا مطلقہ عورتیں خاوند نہ کریں اور صبر کریں اور اپنی عفت و صلاح پر قائم رہیں اور زیب و زینت کو ترک کر دیں اور یتامیٰ کی پرورش میں مشغول رہیں تو نہایت فضیلت کی بات ہے۔ (ح ع)

بیٹی کی پرورش والا جنت میں

۳۳/۴۸۵۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ اُنْثٰى فَلَمْ يَئِدْهَا وَلَمْ يُهِنْهَا وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهٗ عَلَيْهَا يَعْنِى الذُّكُوْرَ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ۔ (رواه ابوداؤد)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ۵/۳۵٤ الحديث رقم ۵۱٤٦، واحمد فی المسند ۱/۲۲۳۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی بیٹی ہو اور اس نے اسے زندہ دفن نہ کیا اور نہ اسے ذلیل کیا اور نہ اس پر بیٹے کو ترجیح دی تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا (ابوداؤد)

تشریح ۞ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ: یعنی اس کو سابقین کے ساتھ جنت میں داخل فرمائیں گے۔

ولد: اس کا اطلاق مطلقاً اولاد پر کیا جاتا ہے خواہ بیٹا ہو یا بیٹی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اس سے بیٹی مراد ہے (کذا قال ابن عباس)

فَلَمْ يَئِدْهَا: یہ جاہلیت کے رواج زندہ درگور کا تذکرہ فرمایا جس کو وہ اپنی بناوٹی عار و شرم کی خاطر زندہ درگور کرتے تھے۔

مسلمان کی مدد پر مددِ الٰہی

۳۴/۴۸۵۷ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اغْتِيْبَ عِنْدَهٗ اَخُوْهُ الْمُسْلِمُ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى نَصْرِهٖ فَنَصَرَهٗ نَصَرَهُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَاِنْ لَّمْ يَنْصُرْهُ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى نَصْرِهٖ اَدْرَكَهُ اللّٰهُ بِهٖ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔ (رواه فی شرح السنة)

أخرجه البغوی فی شرح السنة ۱۳/۱۰۷ الحديث رقم ۳۵۳۰۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس کسی مسلمان کی غیبت کی جائے اور وہ اس کی مدد پر قدرت رکھتا تھا اس نے اس کی مدد کی تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی مدد فرمائیں گے اور اگر قدرت کے باوجود مدد نہ کی تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی گرفت فرمائیں گے۔ (شرح السنۃ)

تشریح ۞ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى نَصْرِهٖ: غیبت کرنے والے کو منع کرنے پر قدرت تھی اس کو منع کر دیا یہ گویا اس کی نصرت ہے اگر وہ قادر نہ ہو تو اظہار نفرت کرے تو معذور شمار ہوگا اور کم از کم دل سے بیزاری کا اظہار کرے۔

غیبت سے دفاع پر جزاء

۳۵/۴۸۵۸ وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَّ عَنْ لَحْمِ اَخِيْهِ بِالْمَغِيْبَةِ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُعْتِقَهٗ مِنَ النَّارِ۔ (رواه البيهقی فی شعب الايمان)

أخرجه احمد فی المسند ٦/٤٦١، والبیهقی فی الشعب الایمان۔

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جوشخص اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں اس کے گوشت سے دفاع کرے تو اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اس کو آگ سے آزاد کرنے کی ذمہ داری لے لیتے ہیں۔

(بیہقی، شعب الایمان)

تشریح ۞ **عَنْ لَحْمِ اَخِيْهِ**: اس سے مراد غیبت ہے جس کی مذمت قرآن مجید میں اس طرح فرمائی: **اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا**...... تشبیہ کی وجہ یہ ہے کہ غیبت کرنے والا شخص دوسرے کی عزت وآبرو ختم کرتا ہے گویا اس نے اسے ہلاک کر کے اس کا گوشت کھایا اس صورت میں لفظ مغیبة کا معنی غائب ہونا ہے اور یہ لفظ ذب کے متعلق ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ یہ لحم اخیه سے متعلق ہو اور اكل لحم اخیه مقدر ہو اور مغیبة کا باز رکھنا مراد ہو۔ اب مطلب یہ ہوگا کہ اس نے اپنے بھائی کا گوشت کھانے سے باز رکھا دونوں کا معنی غیبت سے باز رکھنا ہے۔

يُعْتِقَهٗ مِنَ النَّارِ: شروع میں اس کو جنت میں داخلہ مل جائے۔ ۲ داخلہ نار کے بعد پھر جنت میں داخل کر دیا جائے۔

(ح ع)

دوزخ سے آزادی کی ذمہ داری

۴۸۵۹/۳۶ وَعَنْ اَبِى الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَرُدُّ مِنْ عِرْضِ اَخِيْهِ اِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يَرُدَّ عَنْهُ نَارَ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (رواه فی شرح السنة)

أخرجه البغوی فی شرح السنة ١٣/١٠٦ الحديث رقم ٣٥٢٨، والترمذی فی ٤/٣٢٧ الحديث رقم ١٩٣١، واحمد فی المسند ٦/٤٥٠۔

ترجمہ: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان کسی مسلمان بھائی کی عزت کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اس کو دوزخ سے آزاد فرمانے کا ذمہ لے لیتا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: **وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ**۔ ایمان والوں کی مدد ہم پر لازم ہے۔

تشریح ۞ **يَرُدُّ مِنْ عِرْضٍ**: مسلمان کی عزت کا محافظ کس قدر قابل تکریم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو جنت میں داخل کرنا اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔

حرمت وعزت میں مددگار کی خصوصی مدد

۴۸۶۰/۳۷ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنِ امْرِءٍ مُسْلِمٍ يَخْذُلُ امْرَءًا مُسْلِمًا فِىْ مَوْضِعٍ يُنْتَهَكُ فِيْهِ حُرْمَتُهٗ وَيُنْتَقَصُ فِيْهِ مِنْ عِرْضِهٖ اِلَّا خَذَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِىْ مَوْطِنٍ يُحِبُّ فِيْهِ

نُصْرَتَهٗ وَمَا مِنِ امْرِءٍ مُسْلِمٍ يَنْصُرُ مُسْلِمًا فِيْ مَوْضِعٍ يُنْتَقَصُ فِيْهِ مِنْ عِرْضِهٖ وَيُنْتَهَكُ فِيْهِ مِنْ حُرْمَتِهٖ اِلَّا نَصَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ مَوْطِنٍ يُحِبُّ فِيْهِ نُصْرَتَهٗ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه ابوداؤد في السنن ٥/١٩٧ الحديث رقم ٤٨٨٤، واحمد في المسند ٤/٣٠۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کی کسی ایسی جگہ آبروریزی کرے جہاں اس کی بے عزتی کی جارہی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسی جگہ ذلیل کرے گا جہاں وہ مدد کا طلبگار ہوگا اور جو کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کی ایسی جگہ مدد کرے جہاں اس کی حرمت وعزت ختم کی جارہی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی ایسی جگہ مدد فرمائے گا جہاں وہ مدد کو پسند کرتا ہوگا۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ اِلَّا نَصَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ مَوْطِنٍ :جو مسلمان کی عزت وحرمت پر حملہ کے وقت مدد کرنے والا اللہ کے ہاں اس قدر پسندیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے مقام پر دنیا یا آخرت میں اس کے بدلے میں مدد فرمائیں گے جہاں وہ مدد کا خواہاں ہوگا۔

عیب پر پردہ ڈالنے والا زندہ درگور کو زندہ کرنے والا ہے

۴۸۶۱/۳۸ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰى عَوْرَةً فَسَتَرَهَا كَانَ كَمَنْ اَحْيٰى مَوْءٗ دَةً۔ (رواہ احمد والترمذی وصححہ)

أخرجه ابوداؤد في السنن ٥/٢٠٠ الحديث رقم ٤٨٩١، والترمذي ٤/٢٨٧ الحديث رقم ١٩٣٠، واحمد في المسند ٤/١٤٧۔

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی کا مخفی عیب دیکھے اور اس کی پردہ پوشی کرے تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو زندہ درگور کو زندہ کرے۔ احمد وترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

تشریح ۞ كَانَ كَمَنْ اَحْيٰى مَوْءٗ دَةً : وجہ تشبیہ یہ ہے کہ جس کسی کے عیب ظاہر ہو جائیں تو شرم وعار کی وجہ سے اپنے آپ کو مردہ تصور کرتا ہے اور جس کے عیب چھپے رہیں وہ اپنے آپ کو زندہ سمجھتا ہے تو گویا جس نے عیب کو چھپایا اس نے گویا زندہ درگور بچی کو بچالیا۔ علامہ طیبی کہتے ہیں اس کی وجہ تشبیہ اس معاملہ کا اسی طرح بہت بڑا ہونا ہے جیسا کہ بچی کو زندہ کرنا نہایت ہی عظیم معاملہ ہے اس معاملے کی اہمیت کو واضح کرنے کے لئے اس امر عظیم سے تشبیہ دی تا کہ لوگ دوسروں کے عیب پر پردہ ڈالیں مگر یہ وجہ تشبیہ غیر واضح ہے اس کی خصوصیت نہ بنے گی کائنات میں بہت سارے اور بھی امور عظیم موجود ہیں ان سے تشبیہ دے دی جاتی پس پہلی وجہ ہی بہتر ہے۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ بچیوں کو زندہ درگور کرتے تھے اسے زندہ کرنے سے مراد قبر سے باہر نکالنا ہے تا کہ وہ موت کا شکار نہ ہو۔

عورۃ :(۱) جس چیز کے ہونے کو انسان ناپسند کرے۔ (۲) مرد وعورت کے اعضائے مستورہ۔

ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا آئینہ ہے

۳۹/۴۸۶۲ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَدَکُمْ مِرْاٰةَ اَخِیْهِ فَاِنْ رَاٰی بِهٖ اَذًی فَلْیُمِطْ عَنْهُ (رواہ الترمذی وضعفه وفی روایة له ولا بی داؤد) اَلْمُؤْمِنُ مِرْءَاةُ الْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنُ اَخُوا الْمُؤْمِنِ یَکُفُّ عَنْهُ ضَیْعَتَهٗ وَیَحُوْطُهٗ مِنْ وَّرَائِهٖ۔

أخرجه ابو داؤد فی السنن ٥/٢١٧ الحدیث رقم ٤٩١٨، والترمذی فی ٤/٢٨٧ الحدیث رقم ١٩٢٩۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص اپنے بھائی کا آئینہ ہے۔ ترمذی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ ابوداؤد کی روایت میں اس طرح ہے ہر مؤمن دوسرے مؤمن کے لئے آئینہ ہے اور مؤمن مؤمن کا بھائی ہے اس سے ہلاکت کو دور کرتا ہے اور اس کی غیر حاضری میں اس کی حفاظت کرتا ہے۔

تشریح ❁ اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰةُ الْمُؤْمِنِ: آئینہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح آئینہ دیکھنے والے کے عیب وحسن کو دکھا دیتا ہے اسی طرح ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے سامنے اس کے عیب ظاہر کرے تا کہ وہ لوگوں میں ذلیل نہ ہو۔ آئینہ جس طرح خود آگاہ کرتا ہے مگر کسی اور پر ظاہر نہیں کرتا اسی طرح مؤمن کا عیب کسی اور پر ظاہر نہ کرنے چاہئیں مولانا روم نے فرمایا کہ صوفیاء نے یہی رستہ اختیار کیا ہے کہ وہ ایک دوسرے کی اصلاح کی کوشش کرتے ہیں اگر کوئی بھی اصلاح کرنے والا نہ ہو تو سب ہلاک ہوں گے اسی لیے اس معنی کی تائید کرتے ہوئے: اَلْمُؤْمِنُ اَخُوا الْمُؤْمِنِ فرمایا کہ نہ اس کی غیبت کرتا ہے اور نہ دوسرے کو کرنے دیتا ہے اور اس کے تمام حقوق جن کا تعلق نفس مال اور آبرو سے ہو ان کی حفاظت کرتا ہے۔

ایسا عیب جس کی وجہ سے پل صراط پر روک لیا جائے گا

۴۰/۴۸۶۳ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَمّٰی مُؤْمِنًا مِّنْ مُنَافِقٍ بَعَثَ اللّٰهُ مَلَکًا یَحْمِیْ لَحْمَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ وَمَنْ رَمٰی مُسْلِماً بِشَیْءٍ یُرِیْدُ بِهٖ شَیْنَهٗ حَبَسَهُ اللّٰهُ عَلٰی جَسْرِ جَهَنَّمَ حَتّٰی یَخْرُجَ مِمَّا قَالَ۔ (رواہ ابو داؤد)

أخرجه ابو داؤد فی السنن ٥/١٩٦ الحدیث رقم ٤٨٨٣، واحمد فی المسند ٣/٤٤١۔

ترجمہ: حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کو منافق سے محفوظ رکھے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک ایسا فرشتہ بھیجے گا جو اس کے گوشت کی دوزخ کی آگ سے حفاظت کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کو عیب جوئی کی خاطر گالی دے اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کے پل پر روک دے گا یہاں تک کہ وہ (اس کی سزا پا کر) اس سے بری ہو جائے۔ (ابوداؤد)

تشریح ❁ حَتّٰی یَخْرُجَ مِمَّا قَالَ: یعنی جب تک وہ اس کے گناہ سے مدعی کو راضی کر کے پاک نہ ہو یا شفاعت سے اس کا گناہ معاف نہ ہو یا اس گناہ کی مقدار عذاب کو چکھ نہ لے تو وہ اس سے آگے نہ گزرے گا۔ المنافق: منافق سے یہاں غیبت کرنے

والا مراد ہے منافق کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ خیر خواہی ظاہر کرتا ہے اور دل میں اس کی رسوائی کا قصد کرنے والا ہے۔ منافقین ہی کا کام عیب جوئی ہے۔ (ح ع)

اللہ تعالیٰ کے ہاں بہترین پڑوسی

۴۸۶۴/۴۱ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ الْاَصْحَابِ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرُهُمْ لِصَاحِبِهٖ وَخَيْرُ الْجِيْرَانِ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرُهُمْ لِجَارِهٖ۔

(رواه الترمذی و الدارمی وقال الترمذی هذا حديث حسن غريب)

أخرجه الترمذی فی السنن ٥/٢٩٤ الحديث رقم ١٩٤٤، والدارمی فی ٢/٢٨٤ الحديث رقم ٢٤٣٧، واحمد فی المسند ٢/١٦٨۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ کے ہاں بہتر وہ شخص ہے جو اپنے ساتھی کے ساتھ بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسیوں کا بہترین خیر خواہ ہو۔ (ترمذی، دارمی) ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

خَيْرُ الْاَصْحَابِ: اس روایت میں دوست اور پڑوسی کے ساتھ بہترین دوست اور بہترین پڑوسی کو بہترین پڑوسی قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس نے دوستی اور ہمسائیگی کا صحیح حق ادا کیا۔

اچھے عمل کی نشانی

۴۸۶۵/۴۲ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ لِيْ اَنْ اَعْلَمَ اِذَا اَحْسَنْتُ اَوْاِذَا اَسَأْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتَ جِيْرَانَكَ يَقُوْلُوْنَ قَدْ اَحْسَنْتَ فَقَدْ اَحْسَنْتَ وَاِذَا سَمِعْتَهُمْ يَقُوْلُوْنَ قَدْ اَسَأْتَ فَقَدْ اَسَأْتَ۔ (رواه ابن ماجة)

أخرجه ابن ماجه فی السنن ٢/١٤١١ الحديث رقم ٤٢٢٢، واحمد فی المسند ١/٤٠٢۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا مجھے یہ کس طرح معلوم ہو کہ میں نے یہ عمل اچھا کیا یا برا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اپنے پڑوسی کو یہ کہتے سنو کہ تم نے اچھا کیا تو تم نے اچھا کیا اور جب اس سے سنو کہ تم نے برا کیا ہے تو تم نے برا ہی کیا ہے۔ (ابن ماجہ)

تشریح ❁ سَمِعْتَ جِيْرَانَكَ يَقُوْلُوْنَ قَدْ اَحْسَنْتَ: یعنی ہمسایہ ہمسائے کی نیکی و بدی پہچاننے کا پیمانہ ہے اور درحقیقت اس سے مراد وہ ہمسائے ہیں جو نہایت منصف اور حق گو ہوں اور دوستی اور دشمنی ان کے حق میں رکاوٹ نہ بنے اور اس سے اس روایت کی طرف اشارہ ہے جس کو حضرت علیؓ نے ذکر کیا ہے: السنة الخلق اقلام الحق۔ یا جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انتم شهداء الله فی الارض۔ اور مقولہ مشہور ہے زبان خلق نقارہ خدا است۔ (ت ح)

لوگوں سے درجات کے متعلق سلوک کرو

۴۸۶۶/۴۳ وَعَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَھُمْ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ٥/١٧٣ الحديث رقم ٤٨٤٢۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ایک آدمی کو اس کے درجہ پر رکھو۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَھُمْ : یعنی لوگوں کو ان کے معینہ مراتب اور حدود مدارج پر رکھا جائے۔ اہل شرافت وعظمت کو ذلیل اور کمینے لوگوں کے برابر نہ رکھا جائے البتہ دونوں کے ساتھ ایسی تعظیم کا معاملہ کیا جائے جس کسی کو ایذاء نہ دی جائے اور نہ ہی کسی کو اس کے مرتبہ سے کم کیا جائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ ......﴾ امام غزالی احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کھانا کھا رہی تھیں کہ ایک فقیر ادھر سے گزرا تو آپ نے روٹی کا ایک ٹکڑا اس کی طرف بھیج دیا اس کے بعد ایک سوار گزرا تو آپ نے اسے پیغام بھجوایا کہ اگر کھانے کی ضرورت ہو تو وہ موجود ہے حاضرین میں سے ایک شخص سے اس تفاوت حال کی وجہ سے دریافت کی تو انہوں نے فرمایا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: انزلوا الناس منازلھم۔ وہ مسکین اس روٹی کے ٹکڑے سے ہی راضی ہو گیا اگر سوار سے یہی معاملہ ہوتا تو وہ اس سے ایذاء پاتا اور اپنی اہانت محسوس کرتا یہ روایت علماء کے ان اقوال کی بنیاد ہے جو انہوں نے باب فضل انبیاء یا تفضیل خلفاء کے بارے میں کہے ہیں اور اس روایت سے بعض اغنیاء اور متکبرین بھی وہم کا شکار ہو جاتے ہیں ان کا وہم تو بے جا ہے کیونکہ وہ اہل علم وفضل اور فقراء کی تحقیر کرتے ہیں اور فاسق وفاجر دولت مندوں کی توقیر کرتے ہیں اور اس حدیث کو بطور دلیل لاتے ہیں اس حدیث کا مطلب وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء کو سمجھایا کہ اہل علم وفضل کو ان کے مرتبے کے مطابق فضیلت دی جائے۔

الفصل الثّالث:

محبتِ رسول کے تین تقاضے

۴۸۶۷/۴۴ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ قُرَادٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ یَوْمًا وَجَعَلَ اَصْحَابُہٗ یَتَمَسَّحُوْنَ بِوَضُوْئِہٖ فَقَالَ لَھُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا یَحْمِلُکُمْ عَلٰی ھٰذَا قَالُوْا حُبُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَسُوْلِہٖ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یُّحِبَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اَوْ یُحِبَّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ فَلْیَصْدُقْ حَدِیْثَہٗ اِذَا حَدَّثَ وَلْیُؤَدِّ اَمَانَتَہٗ اِذَا ئْتُمِنَ وَلْیُحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَہٗ۔

أخرجه البيهقي فی شعب الايمان ٢/ ٢٠١ الحديث رقم ١٥٣٣۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن ابی قراد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو صحابہ کرامؓ نے آپ کے بچے ہوئے پانی سے تبرک حاصل کرتے ہوئے اسے اپنے جسموں پر ملنا شروع کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں اس بات پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ انہوں نے عرض کیا اللہ اور اس کی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرے یا اس کے ساتھ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم محبت کرے تو اسے چاہیے کہ وہ جب بات کرے تو سچ بولے' اگر اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو وہ اسے ادا کرے' اپنے پڑوسی کے ساتھ بہتر سلوک کرے۔ (بیہقی)

تشریح ۞ وَجَعَلَ اَصْحَابُهٗ يَتَمَسَّحُوْنَ بِوَضُوْئِهٖ: ① وضو کے پانی سے مراد اکثر علماء کے نزدیک برتن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی ہے۔ ② بعض نے کہا اس سے مراد وہ پانی ہے جو وضو کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضائے مبارکہ سے بدا ہوا۔

يُحِبَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ : کالفظ یہاں تنویع کے لئے آیا ہے اور یہ مرتبہ پہلے سے اونچا ہے۔ درحقیقت یہ دونوں ایک دوسرے کو لازم اور ملزوم ہیں ہر کوئی اپنے دوست کو دوست رکھتا ہے۔ ۲او: یہ بل کے معنی میں ہے اور یہ زیادہ بہتر ہے۔ ۳ شک اوؔ کے لئے ہے اور روایت کا معنی یہ ہے اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا دعویٰ فقط ان باتوں سے کہ جن میں چنداں مشقت ہیں ہرگز ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے ان امور کا بجالانا ضروری ہے جن کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا خاص طور پر یہ امور سچ بولنا اداء امانت، ہمسایوں سے احسان کرنا اور معاملات وحقوق میں درستگی رکھنا۔ ممکن ہے کہ ان لوگوں میں کوئی ایسی چیز ہو جو حقوق سستی اور کوتاہی کا باعث ہو اس وجہ سے خاص طور پر ان چیزوں کا ذکر فرمایا۔

جو خود سیر ہوا اور اُس کا پڑوسی بھوکا رہا' وہ مؤمن نہیں

۴۸۶۸/۴۵ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالَّذِيْ يُشْبِعُ وَجَارُهٗ جَائِعٌ اِلٰى جَنْبِهٖ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ۔

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ۵/ ۳۱ الحديث رقم ۵۶۶، واحمد في المسند ۱/ ۵۵۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ وہ شخص کامل مؤمن نہیں ہوسکتا جو پیٹ بھر کر کھالے جب کہ اس کا ہمسایہ اس کے پہلو میں بھوکا ہو دونوں روایتوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ جَارُهٗ جَائِعٌ :جارہ کا جملہ حال ہے اور یشبع کی ضمیر ذوالحال ہے مطلب یہ ہے کہ وہ شخص کامل مؤمن نہیں ہے جو خود پیٹ بھر کر کھائے اور اپنے ہمسائے کی اضطراری حالت سے واقف ہو اور اس کے ہاں کی قلت مالی بھی اس کے سامنے ہو الی جنبہٖ اس طرف اشارہ کیا کہ اس کی غفلت اس قدر شدید ہے کہ وہ اس کے پہلو میں ہے اور اس کو نہیں جانتا اور خبر گیری نہیں کرتا۔

پڑوسی کو ایذاء دینے والی عورت دوزخ میں

۴۸٦۹/۴٦: وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فُلَانَةَ تُذْكَرُ مِنْ كَثْرَةِ صَلَاتِهَا وَصِیَامِهَا صَدَقَتِهَا غَیْرَ اَنَّهَا تُؤْذِیْ جِیْرَانَهَا بِلِسَانِهَا قَالَ هِیَ فِی النَّارِ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ فُلَانَةَ تُذْكَرُ قِلَّةُ صِیَامِهَا وَصَدَقَتِهَا اَوْ صَلَاتِهَا وَاِنَّهَا تَصَدَّقُ بِالْاَثْوَارِ مِنَ الْاَقْطِ وَلَا تُؤْذِیْ بِلِسَانِهَا جِیْرَانَهَا قَالَ هِیَ فِی الْجَنَّةِ۔

(رواہ احمد والبیهقی فی شعب الایمان)

أخرجه احمد فی المسند ۲/۴۴۰، والبیهقی فی شعب الایمان ۷/۷۹ الحدیث رقم ۹۵۴٦۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں عورت کی نماز، روزہ اور صدقہ دینے کی کثرت کا خوب چرچا ہے مگر وہ عورت اپنے پڑوسی کو اپنی زبان سے تکلیف دیتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دوزخی ہے۔

تشریح ۞ قَالَ هِیَ فِی النَّارِ :عرض کیا گیا کہ فلاں عورت کی نماز، روزے اور صدقہ میں کمی ہے وہ پنیر کے چند ٹکڑے صدقہ کر سکی ہے مگر اپنے پڑوسی کو زبان سے تکلیف نہ دیتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جنتی ہے۔ (احمد بیہقی شعب الایمان)

کیونکہ دین کا دارومدار اکتساب فرائض اور اجتناب معاصی پر ہے نفلی عبادات کا ان کے بغیر فائدہ نہیں کیوں اس میں اصول کا ترک اور زائد کو اختیار کرنا لازم آتا ہے جیسا کہ علماء تو ان چیزوں کو چھوڑتے ہیں جن کا کرنا ضروری ہے اور صلحاء اس علم کو چھوڑتے ہیں جس کا حصول ضروری ہے۔ البتہ وہ صوفیاء جو علم و عمل کے جامع ہیں وہ پرہیز کو حکماء کا راستہ اپنانے والے ہیں جن کا قول یہ ہے کہ تخلیہ' تجلیہ سے مقدم ہوگا اسی وجہ سے انہوں نے فرمایا کہ پہلے توبہ کرے اور کلمہ توحید میں اسی طرف اشارہ ہے کہ اول ساعت پھر اثبات اور یہ بھی اشارہ کیا کہ صفاتِ سلبیہ کو صفاتِ ثبوتیہ سے مقدم کیا جائے گا۔ پس گویا کہ اول سے دوسرے کا حصول لازم آتا ہے اس کا عکس نہیں۔

اچھے برے کی پہچان

۴۸۷۰/۴۷: وَعَنْهُ قَالَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَقَفَ عَلٰی نَاسٍ جُلُوْسٍ فَقَالَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَیْرِكُمْ مِنْ شَرِّكُمْ قَالَ فَسَكَتُوْا فَقَالَ ذٰلِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ رَجُلٌ بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنَا بِخَیْرِنَا مِنْ شَرِّنَا فَقَالَ خَیْرُكُمْ مَنْ یُّرْجٰی خَیْرُهٗ وَیُؤْمِنُ شَرُّهٗ وَشَرُّكُمْ مَنْ لَّا یُرْجٰی خَیْرُهٗ وَلَا یُؤْمِنُ شَرُّهٗ۔

(رواہ الترمذی والبیهقی فی شعب الایمان وقال الترمذی هذا حدیث حسن صحیح)

أخرجه الترمذی فی السنن ۴/۴۵۷ الحدیث رقم ۲۲٦۳، واحمد فی المسند ۲/۳٦۸ والبیهقی فی شعب الایمان ۷/۵۴۰ الحدیث رقم ۱۱۲٦۸۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھے ہوئے کچھ لوگوں کے سامنے ٹھہر کر فرمایا کیا میں تمہیں اچھے برے کی خبر نہ دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہی بات فرمائی ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں اچھے برے کی نشاندہی فرمایئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے اچھے وہ ہیں جن سے بھلائی کی امید ہو مگر برائی کا خطرہ نہ ہو اور برے وہ ہیں جن سے خیر کی توقع نہ ہو مگر شر کا خطرہ ہو۔ (بیہقی شعب الایمان، ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔

تشریح ❂ خَيْرُكُمْ مَنْ يُرْجىٰ :اگر کوئی اس طرح ہو کہ اس سے بھلائی کی امید رکھیں اور لوگ اس کی برائی سے امن میں ہوں۔۲اور اس کی بدی سے امن میں ہوں لیکن اس کی بھلائی کی امید نہ ہو تو وہ نہ نیک تو ہے اور نہ بدتر ہے۔ (ح)

اَلَا اُخْبِرُكُمْ : نیکوں کو بروں سے ممتاز کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سب سے زیادہ نیک اور سب سے زیادہ برے کی نشاندہی فرما دی بقیہ مراتب خود معلوم و معروف ہیں صحابہ کرامؓ سے جب استفسار فرمایا تو انہوں نے اس لئے خاموشی اختیار فرمائی ہے کہ شاید ہر ایک کی تعیین فرمانے لگے ہیں۔ حالانکہ یہ تو عمومی گفتگو تھی۔ (ح ت)

مسلمان وہ ہے جس کا دِل وزبان مسلمان ہو

۴۷۸۱/۴۸وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَسَمَ بَيْنَكُمْ اَرْزَاقَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ يُعْطِى الدُّنْيَا مَنْ يُّحِبُّ وَمَنْ لَا يُحِبُّ وَلَا يُعْطِى الدِّيْنَ اِلَّا مَنْ اَحَبَّ فَمَنْ اَعْطَاهُ اللّٰهُ الدِّيْنَ فَقَدْ اَحَبَّهٗ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَا يُسْلِمُ عَبْدٌ حَتّٰى يُسْلِمَ قَلْبُهٗ وَلِسَانُهٗ وَلَا يُؤْمِنُ حَتّٰى يَاْمَنَ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ۔

أخرجه البيهقي في كشف الايمان ٤/٣٩٥ الحديث رقم ٥٥٢٤ واحمد في المسند ١/٣٨٧۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اخلاق کو بھی اسی طرح تقسیم فرماتے ہیں جیسا کہ تمہارے مابین روزی کو تقسیم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ دنیا میں ہر اس شخص کو بھی دیتے ہیں جو پسند ہے اور جو ناپسند ہے اور دیگر پسندیدہ بندے کو عنایت کرتے ہیں پس جس کو اللہ تعالیٰ نے دین دے دیا اس کو اللہ تعالیٰ نے پسند کر لیا۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! بندہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا دل وزبان مسلمان نہ ہو اور کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اس کے شر سے اس کے پڑوسی بچے ہوئے نہ ہوں۔ (احمد، بیہقی)

تشریح ❂ ① لَا يُسْلِمُ عَبْدٌ حَتّٰى يَسْلَمَ قَلْبُهٗ :اسلام کی حقیقت تو دل کو عقائد باطلہ سے پاک کرنے کا نام ہے اور زبانی اسلام لایعنی باتوں سے روکنا ہے۔ کذا قال الطیبی۔ ② عبادت تو تصدیق، اقرار سے ہے بلکہ اس طرح کہنا چاہیے کہ ظاہر و باطن کی برابری۔ اب رہی یہ بات کہ دل وزبان کو کیوں خاص کیا تو اس کی وجہ یہ ہے اسلام و ایمان کا مدار دل وزبان پر ہے۔

مؤمن اُلفت والا ہوتا ہے

۴۸۷۲/۴۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُ مَاْلَفٌ وَلَا خَيْرَ فِيْمَنْ لَا يَاْلَفُ وَلَا يُؤْلَفُ۔ (رواهما احمد والبيهقى فى شعب الايمان)

أخرجه البيهقى فى شعب الايمان ٦/ ٢٧٠ الحديث رقم ٨١١٩، واحمد فى المسند ٢/ ٤٠٠۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمن الفت رکھنے والا ہے جو نہ الفت رکھے اور نہ اس سے الفت کی جائے اس میں کوئی خیر نہیں۔ (احمد، بیہقی)

تشریح ۞ اَلْمُؤْمِنُ مَاْلَفٌ: یہ مصدر میمی ہے جو کہ فاعل و مفعول دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی الفت رکھتا ہے اور اس سے الفت رکھی جاتی ہے جیسا کہ روایت میں ہے۔ اور ایک اور روایت اس کی مؤید ہے۔

طیبی کا قول: ① مالف یہ مصدر ہے جو مبالغہ کے انداز سے لایا گیا جیسا کہتے ہیں: رجل عدل۔ اب معنی یہ ہوگا۔ الفت کرنے والا آدمی۔ ② یہ ظرف مکان ہے۔ وہ الفت کی جگہ ہوتا ہے۔

حاصل مقصد یہ ہے کہ الفت میں اجتماعیت ہے اور عدم الفت و تفرقہ ہے اللہ تعالیٰ نے قلوب کی الفت کو بطور احسان خاص ذکر فرمایا ہے: کنتم اعداءً فالف بین قلوبھم ...... اسی طرح کا مضمون کئی آیات میں وارد ہے۔

مؤمن کو خوش کرنا اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنا ہے

۴۸۷۳/۵۰ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَضٰى لِاَحَدٍ مِّنْ اُمَّتِىْ حَاجَةً يُرِيْدُ اَنْ يَسُرَّهٗ بِهَا فَقَدْ سَرَّنِىْ وَمَنْ سَرَّنِىْ فَقَدْ سَرَّ اللّٰهَ وَمَنْ سَرَّ اللّٰهَ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ۔

أخرجه البيهقى فى شعب الايمان ٦/ ١١١ الحديث رقم ٧٦٣٥۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری امت کے کسی شخص کو خوش کرنے کے لئے اس کی حاجت پوری کی اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا اور جس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا اس کو وہ جنت میں داخل فرما دے گا۔ (بیہقی)

تشریح ۞ مَنْ قَضٰى لِاَحَدٍ: جامع صغیر میں ہے کہ جس نے کسی مسلمان کی حاجت روائی کی اس کو اسی طرح ثواب ملے گا جس طرح حج و عمرہ کرنے والے کو ملتا ہے۔ یہ روایت خطیب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

تہتر مغفرتوں کا حقدار

۴۸۷۴/۵۱ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَغَاثَ مَلْهُوْفًا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ ثَلٰثًا

وَسَبْعِيْنَ مَغْفِرَةً وَاحِدَةٌ فِيْهَا صَلَاحُ اَمْرِهٖ كُلِّهٖ وَثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ لَهٗ دَرَجَاتٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٦/ ١٢٠ الحديث رقم ٧٦٧٠۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مظلوم کی فریادرسی کی تو اس کے لئے تہتر مغفرتیں لکھ دی جاتی ہیں ان میں سے ایک بھی اس کے معاملات کی درستگی کے لئے کافی ہے اور بقیہ بہتر اس کے لئے قیامت کے دن (بلندئ) درجات کا باعث ہوں گی۔ (بیہقی)

تشریح ۞ مَنْ اَغَاثَ :مظلوم کے مددگار کے لئے تہتر مغفرتیں لکھی جاتی ہیں ان میں ایک مغفرت اتنی عظیم الشان ہے کہ اس کے تمام معاملات کی درستگی کے لئے مکتفی ہے اور بقیہ قیامت میں اس کے لئے (بلندئ) درجات کا باعث ہوں گی۔

مخلوق عیال اللہ ہے

۵۲/۴۸۷۵ وَعَنْهُ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللّٰهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰى عِيَالِهٖ۔ (رَوَى البيهقي الاحادث الثلثة في شعب الايمان)

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٦/ ١٢٠ الحديث رقم ٧٦٧٠۔ أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٦/ ٤٢ الحديث رقم ٧٤٤٧و٧٤٤٨۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مخلوق عیال اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمام بندوں میں وہ پسند ہے جو اس کے عیال سے حسن سلوک برتنے والا ہے۔ یہ تینوں روایات بیہقی سے منقول ہیں۔

تشریح ۞ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰى عِيَالِهٖ :عیال سے وہ لوگ مراد ہیں جن کی وہ پرورش کرتا اور کھلاتا پلاتا اور مال خرچ کرتا ہے۔ یہ نسبت غیر اللہ کے لئے مجاز ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے حقیقت کیونکہ رزاق مطلق اسی کی ذات گرامی ہے جیسا کہ خلاق ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا ﴾ [هود: ٦] ہر زمین پر رینگنے والی ہر چیز کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ (ع)

پہلا مقدمہ

۵۳/۴۸۷۶ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَوَّلُ خَصْمَيْنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ جَارَانِ۔

(رواه احمد)

احمد في المسند ٤/ ١٥١۔

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلا مقدمہ دو پڑوسیوں کا پیش ہوگا۔ (احمد)

تشریح ۞ اَوَّلُ خَصْمَيْنِ :سب سے پہلے قیامت میں جھگڑنے والے جو کہ اہل نار کے جھگڑنے کے بعد جھگڑیں گے وہ دو ہمسائے ہوں گے۔ان کا جھگڑا ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کا ہوگا ایک روایت میں یہ ہے کہ بدے اسے پہلا محاسبہ نماز سے متعلق ہوگا اور ایک روایت میں سب سے پہلا فیصلہ خون کا ہوگا۔ایک روایت میں ہے کہ پہلا ہمسایوں کے جھگڑے کا فیصلہ ہوگا۔

صورتِ تطبیق:

① حقوق اللہ میں سے پہلا محاسبہ نماز کا ہوگا کیونکہ وہ سب سے افضل ہے۔② حقوق العباد میں سب سے پہلے خون کا مقدمہ نپٹایا جائے گا اور یہ روایت اختصام خصمین کے سلسلہ میں مفید ہے۔مطلب یہ ہے کہ ہر ایک نے دوسرے کے مقابلے میں ادائیگی حقوق میں کوتاہی کی ہے اور اس سے ان میں گناہ لازم ہوگیا پہلے پہل یہ دو شخص جھگڑتے آئیں گے اور ان کا فیصلہ کیا جائے گا اور اگر بالفرض مان لیں کہ تقصیر ایک سے واقعہ ہوئی ہو۔تو خصمین پر اس کا اطلاق تغلیب و مشاکلہ سے ہوگا؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: و جزاء سیئۃ ۔پس اولیت ایک میں اضافی ہے ان میں منافات لازم نہ آئی۔(ع)

دِل کی سختی کا علاج

۵۳/۴۸۷۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَجُلاً شَكَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَسْوَةَ قَلْبِهٖ قَالَ اِمْسَحْ رَأْسَ الْیَتِیْمِ وَاَطْعِمِ الْمِسْكِیْنَ ۔ (رواہ احمد)

أخرجه احمد فی المسند ۲/۲۶۳۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے دل کی سختی کا تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیر اور کسی مسکین کو کھانا کھلا۔(احمد)

تشریح ۞ قَسْوَةَ قَلْبِهٖ :یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنے سے موت یاد آئے گی پس اس وقت تم زندگی کو غنیمت قرار دو گے اور اس سے غفلت کا ازالہ ہوگا اور دلوں میں نرمی آئے گی۔کیونکہ قساوت قلبی کا منشاء غفلت ہے اور مسکین کو کھلا تا کہ تو اپنے اوپر نعمت الٰہی کے آثار دیکھے۔کہ تم کو غناء بخشا اور دوسروں کو تیرا محتاج بنایا اس سے تیرا دل نرم پڑے گا اور دل کی سختی دور ہوگی۔(ع)

افضل ترین صدقہ مطلقہ بیٹی کی کفالت

۵۴/۴۸۷۸ وَعَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰی اَفْضَلِ الصَّدَقَةِ اِبْنَتُكَ مَرْدُوْدَةً اِلَیْكَ لَیْسَ لَهَا كَاسِبٌ غَیْرُكَ۔ (رواہ ابن ماجۃ)

أخرجه ابن ماجه فی السنن ۲/۱۲۰۹ الحدیث رقم ۳۶۶۷، واحمد فی المسند ۴/۱۷۵۔

ترجمہ: حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں سب سے افضل

ترین صدقہ نہ بتلا دوں؟ وہ تمہاری وہ بیٹی ہے جو تمہاری طرف لوٹا دی گئی اور اس کا تمہارے سواء کوئی کمانے والا نہ ہو۔

(ابن ماجہ)

تشریح ۞ **اِبْنَتُكَ مَرْدُوْدَةً**: مطلقہ ہو کر یا بیوہ ہو کر واپس لوٹ آئی۔ کاسب: اس کا نہ کمانے والا ہے اور نہ بیٹا ہے جو کہ اس کا بوجھ اٹھائے۔

بَابُ الْحُبِّ فِي اللّٰهِ وَمِنَ اللّٰهِ

اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت اور اللہ تعالیٰ سے محبت

حب فی اللہ کا معنی اللہ کی خاطر اور اس کی رضا جوئی کے لئے محبت کرنا جس میں ریا اور نفسانی غرض کا دخل نہ ہو۔ فی یہاں علت کو بیان کرنے کے لئے ہے جیسے اس آیت میں فرمایا: وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا ...... [العنكبوت : ٦٩] یعنی وہ لوگ جنھوں نے ہماری ذات اور ہماری طلب کے لئے بھی مجاہدہ اختیار کیا جیسا مقولہ مشہور ہے: "**التفكر فى معرفة الله واجب**"۔ یعنی معرفت باری تعالیٰ کے لئے تفکر ضروری ہے۔ **من الله**: اس کا معنی بھی علت والا ہے جیسا کہ اس آیت میں: ﴿تَرٰى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ ......﴾ [المائدة : ٨٣] بعض کے اقوال: یہ مبالغہ کا انداز ہے۔ اس میں ذات باری تعالیٰ کو محبت کے لئے مظروف بنایا گیا ہے۔ اس صورت میں ہر دو عبادات کا معنی ایک ہی ہے۔ ۲ حب فی اللہ کا معنی بندے کا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا اور حب من اللہ کا معنی اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے سے محبت کرنا اور یہ مفہوم من اللہ کے لفظ سے واضح ہے۔ مگر باب کی روایات اس کے لئے موجود نہیں صرف فصل اول کی دوسری روایت اس پر دلالت کرتی ہے بعض نسخوں میں البغض للہ کے الفاظ ہیں اور روایات کی کثرت اس پر دلالت کرتی ہے پس جہاں باب کا عنوان متروک ہے وہ تقابل کی وجہ سے چھوڑ اگیا ہے۔

الفصل الاول:

ارواح منضبط لشکر تھے

۴۸۷۹/۱ **عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ۔** (رواه البخاری رواه مسلم عن ابی هريرة)

أخرجه البخاری فی صحيحه ٣٦٩/٦ الحديث رقم ٣٣٣٦ و مسلم فی ٢٠٣١/٤ الحديث رقم (١٥٩-٢٦٣٨) و ابوداؤد فی السنن ١٩٩/٥ الحديث رقم ٤٨٣٤، واحمد فی المسند ٢٩٥/٢۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ارواح منضبط لشکر تھے تو جن کی آپس میں جان پہچان ہوگئی وہ دنیا میں اس سے مانوس ہوا اور جو ان میں ایک دوسرے سے غیر مانوس رہی۔ اس کا دوسری روحوں سے اختلاف ہوا وہ الگ تھلگ رہتی

ہے۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ الْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ :جن ارواح میں روز ازل سے صفات میں موافقت تھی وہ یہاں بھی مانوس ہوگئیں اور جن میں وہاں الفت نہیں یہاں بھی انس نہیں۔ مثلاً نیکوں میں باہمی موافقت ہوتی اور فساق کو فساق و فجار سے اور تعارف کا یہ ظہور الہام الٰہی سے ہوتا ہے۔ مگر وہ شنوائی یاد نہیں۔ (طیبی)

اللہ تعالیٰ کی پسند و ناپسند

۴۸۸۰/۲ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرَئِيْلَ فَقَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّهٗ قَالَ فَيُحِبُّهٗ جِبْرَئِيْلُ ثُمَّ يُنَادِیْ فِی السَّمَآءِ فَيَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهٗ اَهْلُ السَّمَآءِ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ وَاِذَا اَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرَئِيْلَ فَيَقُوْلُ اِنِّیْ اُبْغِضُ فُلَانًا فَاَبْغِضْهُ قَالَ فَيُبْغِضُهٗ جِبْرَئِيْلُ ثُمَّ يُنَادِیْ فِیْ اَهْلِ السَّمَآءِ اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ فُلَانًا فَاَبْغِضُوْهُ قَالَ فَيُبْغِضُوْنَهٗ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْبَغْضَآءُ فِی الْاَرْضِ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه البخاري في صحيحه ٦/٣٠٣ الحديث رقم ٣٢٠٩ و مسلم في ٤/٢٠٣٠ الحديث رقم (١٥٧-٢٦٣٧) ومالك في الموطأ ٢/٩٥٣ الحديث رقم ١٥ من باب ماجاء في المتحابين، واحمد في المسند ٢/٢٦٧۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو پسند کرتے ہیں تو جبرائیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتے ہیں مجھے اپنے فلاں بندے سے محبت ہے پس تو بھی اس سے محبت کر؛ پس جبرئیل اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر وہ آسمان میں اعلان کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے کو پسند کرتے ہیں پس تم بھی اسے پسند کرو تو تمام آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر زمین میں اس کی مقبولیت عام کر دی جاتی ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ناپسند کرتے ہیں تو جبرئیل کو بلا کر فرماتے ہیں کہ مجھے فلاں بندے سے بغض ہے۔ تو بھی اسے ناپسند کر۔ پھر وہ تمام آسمان والوں کو آواز دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو فلاں بندہ ناپسند ہے پس تم بھی اس سے نفرت کرو۔ پس وہ اسے ناپسند کرتے ہیں پھر زمین میں اس کے لئے بغض و نفرت رکھ دی جاتی ہے۔ (مسلم)

تشریح ۞ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا :اللہ تعالیٰ کا بندے کو دوست رکھنا یہ مفہوم رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہدایت و رحمت و انعام اور خیر کا ارادہ فرماتے ہیں۔

بغض کا مطلب یہ ہے کہ وہ عذاب دینے، گمراہ کرنے اور بد بخت بنانے کا فیصلہ کرنا ہے۔

محبت جبرئیل و ملائکہ کا مطلب یہ ہے کہ فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے اور اس کی تعریف کرتے ہیں۔ اور دعا گو ہیں محبت کا معنی معروف مراد ہو تو اس کے دل کا میلان ہونا چاہیے اور اس کی ملاقات کا اشتیاق ہے یہ بھی درست ہے بلکہ یہ زیادہ ظاہر ہے کیونکہ جب حقیقی معنی درست ہو سکتا ہو تو مجازی معنی نہیں لیا جاتا۔ (ع)

عظمتِ الٰہی کے لئے محبت والے سایہ عرش میں

۳/۴۸۸۱ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِىْ اَلْيَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّىْ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم فی صحيحه ١٩٨٨/٤ الحديث رقم (٣٧-٢٥٦٦)، والترمذی فی السنن ٥١٦/٤ الحديث رقم ٢٣٩٠، والدارمی ٤٣/٢ الحديث رقم ٢٧٥٧ و مالك فی الموطا ٩٥٢/٢ من باب ما جاء فی المتحابين فی الله' واحمد فی المسند ٣٣٨/٢۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے میری عظمت کے لئے کون آپس میں محبت کرنے والے ہیں آج میں ان کو اپنے سایہ میں جگہ دوں گا جب میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں۔ (مسلم)

تشریح ۞ ① اللہ تعالیٰ کے سایہ سے مراد عرش الٰہی کا سایہ ہے جیسا کہ بعض روایات میں صراحت ہے اور اضافت تشریفی ہوگی۔ ② اللہ تعالیٰ کی حفاظت و رحمت مراد ہے جیسا کہ اَلسُّلْطَانُ ظِلُّ اللّٰهِ کا کلمہ احادیث میں وارد ہے۔ ③ سایہ رحمت و نعمت کی تعبیر ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے: عَيْشٌ ظَلِيْلٌ ۔یعنی خوشحال زندگی۔

اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت والا اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے

۴/۴۸۸۲ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَجُلًا زَارَ اَخًا لَهٗ فِىْ قَرْيَةٍ اُخْرٰى فَاَرْصَدَ اللّٰهُ لَهٗ عَلٰى مَدْرَجَتِهٖ مَلَكًا قَالَ اَيْنَ تُرِيْدُ قَالَ اُرِيْدُ اَخًا لِىْ فِىْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ قَالَ هَلْ لَكَ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا قَالَ لَا غَيْرَ اَنِّىْ اَحْبَبْتُهٗ فِى اللّٰهِ قَالَ فَاِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَبَّكَ كَمَا اَحْبَبْتَهٗ فِيْهِ ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم فی صحيحه ١٩٨٨/٤ الحديث رقم (٣٨-٢٥٦٧)۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص اپنے مسلمان بھائی کی ملاقات کے لئے دوسری بستی میں گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے راستہ میں ایک فرشتہ انسانی شکل میں بھیجا اس نے پوچھا تم کہاں جا رہے ہو اس نے بتایا کہ اس بستی میں اپنے ایک بھائی سے ملنے جا رہا ہوں۔ فرشتے نے کہا کیا تیرے لئے اس کے علاوہ بھی کوئی مقصد ہے جس کو تو حاصل کرنا چاہتا ہو؟ اس آدمی نے جواب دیا نہیں اس کے سواء ہرگز کوئی اور مقصد نہیں۔ میں تو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرتا ہوں۔ فرشتے نے کہا میں تیری طرف پیغام لانے والا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت کرتا ہے جیسا کہ تو نے اس کی خاطر محبت کی۔ (مسلم)

تشریح ۞ بِاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَبَّكَ: ① اس میں اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کی عظمت و فضیلت ذکر کی گئی ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی

محبت کا سبب و ذریعہ ہے۔ ۞ اس میں صالحین کی ملاقات کی فضیلت ذکر کی گئی ہے اور اس میں یہ دلیل بھی ملتی ہے کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ فرشتوں کو اپنے اولیاء کے پاس بھیجتا ہے اور وہ ان سے گفتگو کرتے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ یہ پہلی امتوں کی خصوصیات سے ہے کیونکہ اب تو نبوت ختم ہو چکی۔

نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا : ① تو نے اسے کوئی چیز دے رکھی ہے جس کی درستی کے لئے جا رہا ہے۔ ۞ اپنی چیز کی وصولی کے لئے جا رہا ہے۔(ت)

آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے

۴۸۸۳/۵ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ تَقُوْلُ فِيْ رَجُلٍ اَحَبَّ قَوْمًا وَلَمْ يَلْحَقْ بِهِمْ فَقَالَ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔

(متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ١٠/٥٥٧ الحديث رقم ٦١٦٩ ومسلم في ٤/٢٠٣٤ الحديث رقم (١٦٥-٢٦٤٠) و ابوداوٗد في السنن ٥/٣٤٤ الحديث رقم ٥١٢٦، والترمذي في السنن ٤/٥١٤ الحديث رقم ٢٣٨٧، والدارمي في ٢/٤١٤ الحديث رقم ٢٧٨٧، واحمد في المسند ١/٣٩٢۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ذکر کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حکم ہے جو کسی جماعت سے محبت رکھتا ہے مگر اس کی ان سے ملاقات نہیں ہوئی یا وہ علم وفضل میں ان تک نہ پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ **اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ** یعنی اپنے محبوب کے ساتھ حشر ہوگا اور وہ اس کا ساتھی بنے گا اگرچہ محبت کامل ہی اعتبار کے لائق ہے جو اپنی متابعت وموافقت کی طرف کھینچنے والی ہو۔ مگر اصل اور اعتقاد کا مورث محبت واتحاد ہے۔ اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی بشارت ہے جو صالحین سے محبت و دوستی رکھتے ہیں۔ امید ہے کہ نیکوں کی محبت کی وجہ سے ان کے زمرے میں اٹھائے جائیں گے اور ان شاء اللہ ان کے ساتھ ہوں گے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ کا قول: ظاہر حدیث سے عموم معلوم ہوتا ہے جو کہ صالح اور طالح دونوں کو شامل ہے اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے۔ المرء علی دین خلیله۔ پس اس میں جہاں ترغیب ہے وہاں ترہیب بھی ہے اور جہاں وعدہ ہے وہاں وعید بھی ہے۔

میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں

۴۸۸۴/۶ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ وَيْلَكَ وَمَا اَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ مَا اَعْدَدْتُ لَهَا اِلَّا اِنِّيْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ قَالَ اَنَسٌ

فَمَا رَأَيْتُ الْمُسْلِمِيْنَ فَرِحُوْا بِشَيْءٍ بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَرِحَهُمْ بِهَا۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/۵۵۳ الحدیث رقم ٦١٦٧ و مسلم فی ٤/٢٠٣٢، الحدیث رقم (١٦١-٢٦٣٩)، والدارمی فی السنن ٢/٤١٤ الحدیث رقم ٦٧٨٧، واحمد فی المسند ٣/١٦٨۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر افسوس ہے! تم نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میں نے صرف تیاری کی ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت رکھتا ہوں فرمایا تو اس کے ساتھ ہوگا جس سے تو محبت کرتا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اسلام لانے کے بعد میں نے مسلمانوں کو کبھی اتنا خوش نہیں دیکھا جتنا کہ وہ اس خوش خبری پر خوش ہوئے۔

(بخاری ومسلم)

تشریح ۞ اِنِّیْ اُحِبُّ اللّٰهَ: اس نے اسی بات کا تذکرہ کیا مگر عبادت قلبیہ، بدنیہ، مالیہ کا ذکر بالکل نہ کیا کیونکہ یہ لوازمات محبت ہیں اور اس کی شاخیں ہیں اور محبت تو اعلیٰ مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت کا باعث ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: یحبھم و یحبونه...... تو اس کے ساتھ ہوگا جس کو پسند کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تمہیں اس کے ساتھ ملا دیا جائے گا جس کی محبت دوسروں کی محبت پر غالب ہے۔ وہ نفس اور اہل مال ہیں اور تو بھی اس کے گروہ میں داخل ہوگا اور سچی محبت کی علامت یہ ہے کہ محبوب کا حکم اختیار کرے اور اس کی نہی کو اسکی مراد کے علاوہ پر نافذ کرے۔ جیسا کہ رابعہ بصری نے کہا۔

تعصی الا له وانت تظهر حبه ☆ هذ العمری فی القياس بديع
لو كان حبك صاد قالا طعته ☆ ان المحب لمن يحب مطيع

''مسلمان اس لیے خوش ہوئے کیونکہ پہلے ان کا گمان یہ تھا کہ صرف متابعت اور محبت سے معیت حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کا دارومدار بہت سی عبادات، کثیر ریاضتیں اور مجاہدات ہیں۔''

چنانچہ اس بات پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جس کو ابن کثیر نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کرنے لگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں میری جان، اہل، اولاد سے مجھے زیادہ محبوب ہیں۔ جب میں گھر میں ہوتا ہوں تو آپ کو یاد کرتا ہوں اور میں بے قرار ہو جاتا ہوں جب تک آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہ لوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی: وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ [النساء: ٦٩] پس اس سے ظاہر ہو گیا کہ معیت سے مراد معیت خاص ہے۔

معیتِ خاص کا مطلب:

یہ ہے کہ اس سے محب ومحبوب میں ملاقات ہوگی یہ مطلب نہیں کہ وہ دونوں ایک درجہ میں ہوں گے کیونکہ یہ بدیہی البطلان ہے۔ ایک روایت میں اس ملاقات کی کیفیت کا تذکرہ بھی وارد ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اعلیٰ درجات والے نیچے درجات والوں کے ہاں اتر کر آئیں گے اور یہ لوگ ان کے لئے دوڑ دوڑ کر وہ اشیاء لائیں گے جو وہ چاہیں گے اور مانگیں گے پس وہ جنت کے باغات میں خوش وخرم اور چین سے رہیں گے۔ پھر یہ معیت ومواجہہ حسن معاملات کے اختلاف سے مختلف ہوگا۔ واللہ اعلم۔

اچھے برے ساتھی کی ایک عمدہ مثال

۴۸۸۵/۷ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَالسُّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيْرِ فَحَامِلُ الْمِسْكِ اِمَّا اَنْ يُّحْذِيَكَ وَاِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا طَيِّبَةً وَنَافِخُ الْكِيْرِ اِمَّا اَنْ يُّحْرِقَ ثِيَابَكَ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا خَبِيْثَةً۔

(متفق عليه)

أخرجه البخاری فی صحيحه ۶۶۰/۹ الحديث رقم ۵۵۳۴ و مسلم فی ۲۰۲۶/۴ الحديث رقم (۱۴۶۔ ۲۱۲۸) و ابوداؤد فی السنن ۱۶۶/۵ الحديث رقم ۴۸۲۹، واحمد المسند ۴۰۸/۴۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھے اور برے ساتھی کی مثال کستوری والے اور بھٹی جلانے والی جیسی ہے۔خوشبو والا یا تمہیں خوشبو دے دے گا یا تم اس سے خرید لوگے یا اس سے عمدہ خوشبو کا جھونکا پاؤ گے اور بھٹی والا یا تو تمہارے کپڑے جلادے گا یا تم اس سے (دھوئیں کی) بدبو پاؤ گے۔(بخاری ومسلم)

تشریح ❁ مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ: اگر مشک ہاتھ نہ لگے تب بھی خوشبو تو پہنچتی ہے اسی طرح نیک ہم نشین سے فیض ونعمت خاصہ نہ میسر ہو تو اتنی بات کافی ہے کہ ایک گھڑی اس کی صحبت میں خوشحال اور فارغ بیٹھا ہے اور مشک کی خوشبو تجھے میسر آئی ہے مراد یہ ہے کہ ان ہم نشینوں کی صحبت ومحبت اختیار کرو اور دوسری قسم سے اپنے کو بچا کر رکھو۔اس میں علماء وصلحا کی صحبت کی رغبت دلائی کہ اس سے ضرور فائدہ ملے گا دنیا و آخرت دونوں میں اور بری صحبت کا نقصان دین ودنیا میں ضرور برباد کردیتا ہے۔

الفصل الثانی:

اللہ تعالیٰ کی عظمت کی خاطر محبت کرنے والے

۴۸۸۶/۸ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِیَّ وَالْمُتَجَالِسِيْنَ فِیَّ وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِیَّ وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِیَّ (رواه مالك وفی رواية الترمذی) قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِیْ جَلَالِیْ لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُّوْرٍ يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّوْنَ وَالشُّهَدَآءُ۔

أخرجه الترمذی فی السنن ۵۱۵/۴ الحديث رقم ۲۳۹۰ و مالك فی الموطأ ۹۵۳/۲ الحديث رقم ۱۶ واحمد فی المسند ۲۴۷/۵۔

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا میں ان لوگوں سے یقیناً محبت کرتا ہوں جو میری وجہ سے آپس میں محبت کرتے ہیں' میری وجہ سے آپس میں اکٹھے بیٹھتے اور ملاقات

کرتے ہیں میری وجہ سے خرچ کرتے ہیں۔موطا مالک، ترمذی کے الفاظ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جولوگ میری عظمت کی خاطر آپس میں محبت کریں گے ان کے ماتھے پرنور کے منبر بچھائے جائیں گے ان پر انبیاء وشہداء رشک کریں گے۔

تشریح ۞ وَجَبَتْ مَحَبَّتِيْ: کہ انبیاء علیہ السلام جو مطلقاً سب لوگوں سے افضل ہیں اور شہداء جو اپنی جان و مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس عظمت وفضیلت کے باوجود ان لوگوں پر رشک کریں گے کیونکہ رشک تو مفضول افضل پر کرتا ہے اور یہاں اس کا عکس ہے۔

جواب: ① رشک کا حقیقی معنی یہاں مراد نہیں ہے بلکہ ان کی تعریف مراد ہے یعنی انبیاء اور شہداء ان لوگوں کی تعریف کریں گے۔ یہ مطلب نہیں کہ ان کے مقام کو حاصل کرنے کی تمنا کریں گے۔ ② یہ بطور فرض والتقدیر یہ ہے کہ اگر انبیاء اور شہداء کسی پر رشک کرتے تو یہ لوگ ہیں جن پر رشک کیا جاتا۔ ③ مشہور جواب یہ ہے کہ بعض اوقات مفضول میں ایسی صفت ہوتی ہے جو افضل میں نہیں ہوتی اگرچہ صاحب فضیلت کے فضائل وکمالات کے بالمقابل مفضول کی فضیلت کالعدم ہوتی ہے جیسے ایک غلام بہت سی صفات وہنر رکھتا ہے اور ایک غلام بچہ عقل وخرد کا مالک ہے وہ غلام فضائل وکمالات اور اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ افعال کے شوق میں اس بات کا خواہش مند ہے کہ جو خوبی اس بچے کو حاصل ہے وہ مجھے بھی حاصل ہو جائے۔ ④ انبیاء محبت الٰہی کی وجہ سے دوسروں کے مقابلے میں محبت کرنے میں کامل واتم ہیں۔ ⑤ بعض کی رائے یہ ہے یہ حالت میدان محشر میں جنت میں داخل ہونے وہاں انعامات اور قرب الٰہی کے درجات پانے سے پہلے ہوگی آئندہ روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی حالت یہ ہے کہ ان پر کوئی خوف غم اور تشویش لاحق نہ ہوگی اور وہ کامل فارغ البال ہوں گے جب کہ دوسرے لوگ اپنے معاملات میں پریشان ہوں گے اور انبیاء اپنی اپنی امتوں کے معاملات میں متردد ہوں گے یہ اشکال انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں تو مشکل ہے مگر شہداء کے بارے میں تو عین ممکن ہے کیونکہ محبت کا قتیل شہید سے درجہ اعلیٰ بھی ہو سکتا ہے اور کم درجہ بھی ہو سکتا ہے۔

مقربین بارگاہِ الٰہی

۹/۴۸۸۷: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ عِبَادِي اللّٰهِ لَاُنَاسًا مَاهُمْ بِاَنْبِيَآءَ وَلَا شُهَدَآءَ يَغْبِطُهُمُ الْاَنْبِيَآءُ وَالشُّهَدَآءُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِمَكَانِهِمْ مِنَ اللّٰهِ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُخْبِرُنَا مَنْ هُمْ قَالَ هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوْا بِرُوْحِ اللّٰهِ عَلٰى غَيْرِ اَرْحَامٍ بَيْنَهُمْ وَلَا اَمْوَالٍ يَتَعَاطَفُوْنَهَا فَوَ اللّٰهِ اِنَّ وُجُوْهَهُمْ لَنُوْرٌ وَّاِنَّهُمْ لَعَلٰى نُوْرٍ لَا يَخَافُوْنَ اِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَايَحْزَنُوْنَ اِذَا حَزِنَ النَّاسُ وَقَرَأَهٰذِهِ الْاٰيَةَ اَلَااِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ۔

(رواه ابوداؤد ورواه فی شرح السنة عن ابی مالك بلفظ لمصابيح مع زوائد وكذا فی شعب الايمان)

أخرجه ابوداوٗد فی السنن ۷۹۹/۳ الحديث رقم ۳۵۲۷، واحمد فی المسند ۳۴۳/۵ ـ سورة يونس، الآية: ۶۲ـ

أخرجه البغوی فی شرح السنة ۵۳/۱۳ الحديث رقم ۳۴۶۸، والبيهقی فی شعب الايمان ۴۸۶/۶ الحديث رقم

۸۹۹۸۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو نہ نبی ہیں اور نہ شہید مگران کے قرب الٰہی کی وجہ سے ان پر انبیاء علیہم السلام اور شہداء رشک کریں گے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمیں ان لوگوں کے بارے میں آگاہ فرمائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے قرآن کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں حالانکہ ان میں باہمی نہ تو قرابت داری ہے اور نہ کوئی مالی لین دین۔ اللہ کی قسم! ان کے چہرے سراپا نور ہوں گے اور وہ نور پر ہوں گے جب لوگ ڈر رہے ہوں گے ان پر کوئی خوف نہ ہوگا جب لوگ غمگین ہوں گے ان پر کوئی غم نہ ہوگا اور پھر یہ آیت مبارکہ تلاوت کی: ﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾
یہ روایت ابوداؤد کی ہے۔ شرح السنہ میں ابومالک سے مزید الفاظ مذکور ہیں اور بیہقی نے بھی وہ اضافہ نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ يَغْبِطُهُمُ الْاَنْبِيَآءُ وَالشُّهَدَآءُ: ان پر انبیاء رشک کریں گے اس سے وہ انبیاء مراد ہیں جن سے آپس کی ملاقات رہ گئی ورنہ محبت اور ہم نشینی جو اللہ کی خاطر ہوتی ہے وہ ہر پیغمبر کو اپنی امت سے حاصل ہوتی ہے اسی طرح شہداء سے وہ لوگ مراد ہیں کہ جن سے ہم نشینی اور اسی طرح کی چیزیں وفات سے پہلے رہ گئی۔

روح: روح سے مراد وہ چیز ہے جس کے ساتھ جسم زندہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس طرح بدن کی حیات روح کے ساتھ ہے اسی طرح دلوں کی حیات قرآن مجید کے ساتھ ہے روح کا دوسرا معنی کہ وہ دین اسلام کی وجہ سے محبت کرتے ہیں یا تو اس لحاظ سے کہ ان کو جمع کرنے والی اور ان کی محبت کا باعث قرآن مجید ہے نا اور کوئی غرض یا اس لحاظ سے کہ قرآن مجید میں ان کو ایمان والوں کی محبت کا حکم دیا بعض نے کہا کہ روح اللہ سے مراد محبت ہے کیونکہ محبت بھی دلوں کی نشاط اور تازگی کا ذریعہ ہے جیسا کہ محبوب کو جان من کہا جاتا ہے اور اگر اسے راء کے فتح کے ساتھ پڑھا جائے تو پھر اس کا معنی رحمت ورزق ہے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا: ﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا﴾ تمام معانی کا حاصل ایک ہے کہ اللہ کے لئے دوست رکھنا اور بنانا۔ مصابیح کے نسخوں میں روایت کے الفاظ اس طرح ہیں: "رَوحِ اللّٰہ"۔

یہاں نور بمعنی منور ہے بعینہ نور کہنا مبالغہ ہے۔

نور کے منبروں پر ہوں گے یعنی وہ نور پر متمکن ہوں گے اس سے مقصود ان کی عظمت ورفعتِ شان ہے۔

ایمان کی مضبوط گرہ

۴۸۸۸/۱۰ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِىْ ذَرٍّ يَا اَبَا ذَرٍّ اَىُّ عُرَى الْاِيْمَانِ اَوْثَقُ قَالَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ الْمُوَالَاةُ فِى اللّٰهِ وَالْحُبُّ فِى اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِى اللّٰهِ۔

(رواه البيهقي في شعب الايمان)

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ۷/ ۷۰ الحديث رقم ۹۵۱۴۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! ایمان کی کونسی گرہ زیادہ پختہ اور مضبوط

ہوتی ہے۔عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہی کے لئے دوستی کرنا اور اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنا اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے بغض رکھنا۔(بیہقی۔شعب الایمان)

تشریح ۞ **عُرَی الْاِیْمَانِ** :اس کا واحد عروۃ ہے جس کا معنی رسّی اور دستہ ہے یہاں ارکان دین اور صفات دین کو عروہ کہا گیا ہے۔یعنی ایمان کی کون سے مضبوط صفت ہے جو نجات کا باعث بنے۔

اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ :یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تکیہ کلام تھا جب ان سے کوئی بات پوچھی جاتی تو وہ ادباً یہ کلمہ کہتے۔

عیادت وملاقات کرنے والا مسلمان

۴۸۸۹/۱۱وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا عَادَ الْمُسْلِمُ اَخَاہُ اَوْزَارَہٗ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاکَ وَتَبَوَّاْتَ مِنَ الْجَنَّۃِ مَنْزِلًا۔ (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب)

أخرجه الترمذي في السنن ٤/٣٢٠ الحديث رقم ٢٠٠٨ و ابن ماجه في ١/٤٦٤، واحمد في المسند ٢/٣٤٤۔

ترجمہ :حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی عیادت وملاقات کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تو اچھا ہے تیرا چلنا اچھا ہے اور تو نے جنت میں اپنا گھر بنالیا۔(ترمذی)

تشریح ۞ ① **طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاکَ** :یہ تینوں لفظ خبریں ہیں۔② دعا کا بھی احتمال رکھتے ہیں اس صورت میں معنی یہ ہوگا تمہیں اچھی زندگی میسر ہو تیری راہروی عمدہ ہو اور تیرا ٹھکانہ جنت ہو۔رزق میں برکت ہو اور دل میں وسعت ہو' اخلاق میں حسن ہو' علم وعمل میں توفیق شامل حال ہو۔

محبت والے بھائی کو بتلادے

۴۸۹۰/۱۲وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِیْکَرِبَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَحَبَّ الرَّجُلُ اَخَاہُ فَلْیُخْبِرْہُ اَنَّہٗ یُحِبُّہٗ۔ (رواہ ابو داؤد الترمذی)

أخرجه ابوداؤد في السنن ٥/٣٤٣ الحديث رقم ٥١٢٤، والترمذي في ٤/٥١٧الحديث رقم ٢٣٩٢، واحمد في المسند ٤/١٣٠۔

ترجمہ :حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی شخص اپنے بھائی سے محبت کرے تو وہ اسے بتلادے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔(ابوداؤد،ترمذی)

تشریح ۞ **اِذَا اَحَبَّ الرَّجُلُ اَخَاہُ فَلْیُخْبِرْہُ** :یہ چیز اضافہ محبت کا باعث بنے گی جب اسے معلوم ہوگا تو وہ حقوق محبت ادا کرتے ہوئے دعا گو اور اس کا خیر خواہ رہے گا۔

تم سے وہ ذات محبت کرے جس کی خاطر تو مجھ سے محبت کرتا ہے

۴۸۹۱/۱۳وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَہٗ نَاسٌ فَقَالَ رَجُلٌ مِمَّنْ عِنْدَہٗ

اِنِّیْ لَاُحِبُّ ھٰذَا لِلّٰہِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْلَمْتَہٗ قَالَ لَا قَالَ قُمْ اِلَیْہِ فَاَعْلِمْہُ فَقَامَ اِلَیْہِ فَاَعْلَمَہٗ فَقَالَ اَحَبَّکَ الَّذِیْ اَحْبَبْتَنِیْ لَہٗ قَالَ ثُمَّ رَجَعَ فَسَأَلَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَہٗ بِمَا قَالَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلَکَ مَا احْتَسَبْتَ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان وفی روایۃ الترمذی) اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ وَلَہٗ مَا اکْتَسَبَ۔

اخرجہ ابوداؤد فی السنن ۵/۳۳۴ الحدیث رقم ۵۱۲۵، والترمذی فی ۵۱٤/٤ الحدیث رقم ۲۳۸۶، واحمد فی المسند ۱۵۰/۳ واخرجہ البیہقی فی شعب الایمان ٤۸۹/٦ الحدیث رقم ۹۰۱۱۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو لوگ کھڑے تھے ان میں سے ایک نے کہا کہ میں اس سے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تو نے اسے بتا دیا ہے؟ اس نے عرض کیا نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خبر دی تو اس نے کہا کہ تجھ سے وہ ذات محبت کرے جس کی خاطر تو نے مجھ سے محبت کی۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ واپس لوٹا اور اس نے وہ بتلایا جو اس نے کہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے اس کا ساتھ نصیب ہوگا جس سے تجھے محبت ہے اور تیرے لئے وہ جو تم نے اجر طلب کیا۔ بیہقی، شعب الایمان، ترمذی میں اس طرح ہے آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے اور اس کے لیے وہی ہے جو اس نے کمایا۔

تشریح ۞ اَحَبَّکَ الَّذِیْ اَحْبَبْتَنِیْ : تُو نے اس کے ساتھ اللہ کی خاطر محبت کی اس کا اجر تجھے ضرور ملے گا۔ احتساب کا معنی اللہ کی بارگاہ سے اجر و ثواب کی امید رکھنا اصل یہ حساب کے لفظ سے بنا ہے جس کا معنی گننا اور شمار کرنا ہے گویا کہ اس فعل کو ثواب کی نیت کے سبب نیکی میں شمار کرتا ہے۔ (ح ت)

تیری دوستی مؤمن سے ہو

۴۸۹۲/۱۴ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَاتُصَاحِبْ اِلَّا مُؤْمِنًا وَلَا یَاْکُلْ طَعَامَکَ اِلَّا تَقِیٌّ۔ (رواہ الترمذی و ابو داؤد و الدارمی)

اخرجہ ابوداؤد فی السنن ۵/۱٦۷ الحدیث رقم ۴۸۳۲ والترمذی فی ٤/۵۱۹ الحدیث رقم ۲۳۹۵، والدارمی فی ۲/۱٤۰ الحدیث رقم ۲۰۵۷، واحمد فی المسند ۳/۳۸۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا کہ مؤمن کے سواء کسی سے دوستی نہ لگاؤ اور تیرا کھانا پرہیز گار کھائے۔ (ترمذی، ابوداؤد، دارمی)

تشریح ۞ ① وَلَا یَاْکُلْ طَعَامَکَ اِلَّا تَقِیٌّ : یعنی تیرا کھانا حلال ہونا چاہیے تا کہ اسے متقی لوگ کھائیں اور تجھے متقین کو کھلانا چاہیے۔ ② کفار و فساق کے ساتھ کھانے اور مصاحبت سے اس لئے روکا تا کہ ان کی بری صفات اس میں پیدا نہ ہوں۔ شارحین نے لکھا ہے کہ یہاں سے طعام دعوت مراد ہے جس میں اس شرط کا لحاظ ضروری ہے طعام حاجت مراد نہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ نے ہر یتیم، مسکین اور اسیر کو کھلانے کا حکم فرمایا ہے: ﴿وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا﴾ کا فر کو

حاجت میں کھلانے میں حرج نہیں۔ (ح ت)

انسان اپنے دوست کے دین وطریقہ پر ہوتا ہے

۴۸۹۳/۱۵وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَرْءُ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ فَلْيَنْظُرْ اَحَدُكُمْ مَنْ يُّخَالِلُ (رواه احمد والترمذی وابوداؤد والبیهقی فی شعب الایمان وقال الترمذی هذا حدیث حسن غریب وقال النووی اسناده صحیح)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ۵/۱۶۸ الحدیث رقم ۴۸۳۳، والترمذی فی السنن ۴/۵۰۹، واحمد فی المسند ۲/۳۰۳ والبیهقی فی شعب الایمان ۷/۵۵ الحدیث رقم ۹۴۳۶۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان اپنے دوست کے دین وطریقہ پر ہوتا ہے پس غور کر لینا کہ وہ کس سے دوستی لگا تا ہے۔ (احمد' ترمذی' ابوداؤد' بیہقی) ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور نووی نے کہا ہے اس روایت کی اسناد صحیح ہے۔

تشریح ۞ فَلْيَنْظُرْ اَحَدُكُمْ : اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۔

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو!''۔

امام غزالی کہتے ہیں کہ مخالطت اور ہم نشینی جب حریص کے ساتھ کی جائے گی تو وہ حریص بنائے گی اور زاہد کی زاہد بنائے گی یہ جبلت انسانی کا تقاضا ہے۔ اس سے درحقیقت ان لوگوں کی تردید مقصود ہے جنہوں نے اس روایت کو موضوع کہا ہے۔

دوستی کو مضبوط کرنے والی باتیں

۴۸۹۴/۱۶وَعَنْ يَزِيْدِ بْنِ نَعَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اٰخَى الرَّجُلُ الرَّجُلَ فَلْيَسْئَلْهُ عَنِ اسْمِهٖ وَاسْمِ اَبِيْهِ وَمِمَّنْ هُوَ فَاِنَّهٗ اَوْصَلُ لِلْمَوَدَّةِ۔ (رواه الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ۴/۵۱۷ الحدیث رقم ۲۳۹۲۔

ترجمہ: حضرت یزید بن نعامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص دوسرے سے بھائی چارہ کرے تو اس سے اس کا نام، قبیلے کا نام اور والد کا نام دریافت کرلے کیونکہ یہ دوستی کو مضبوط کرنے والی چیزیں ہیں۔ (ترمذی)

تشریح ۞ يَزِيْدِ بْنِ نَعَامَةَ : یہ غزوہ حنین کے موقع پر اسلام لائے ان کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت سننے میں اختلاف ہے صاحب جامع الفصول نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔

الفصل الثالث:

اللہ تعالیٰ کے لئے محبت وبغض سب سے زیادہ محبوب عمل ہے

۴۸۹۵/۱۷ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی قَالَ قَائِلٌ الصَّلٰوۃُ وَالزَّکٰوۃُ وَقَالَ قَائِلٌ الْجِھَادُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ۔

(رواہ احمد وروی وابوداؤد والفصل الاخیر)

أخرجه احمد فی المسند ۱٤٦/٥ واخرج ابوداوٗد الفصل الاخیر فی السنن ٦/٥ الحدیث رقم ٤٥٩٩۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے اور فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل زیادہ پسند ہے؟ کسی کہنے والے نے کہا: نماز اور زکوٰۃ اور کسی کہنے والے نے کہا: جہاد۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب عمل اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت و بغض رکھنا ہے۔ (احمد اور ابوداؤد نے اپنی روایت میں حدیث کا صرف آخری جزو یعنی اِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ...... نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ الزَّکٰوۃُ: ① اس میں واؤ او کے معنی میں ہے۔ ② تقدیر عبارت یہ مانیں۔ ایک سرسری اشکال: حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کس طرح زکوٰۃ اور نماز و جہاد سے افضل ہوئے جب کہ یہ علی الاطلاق احب الاعمال ہیں؟ الجواب: جس کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی اس کو انبیاء اولیاء، صالحین سے محبت لازم ہے کہ وہ اطاعت و اتباع کرے اور ان کی راہ پر چلے اور جو اللہ تعالیٰ کی خاطر دشمنی اختیار کرے گا اور دشمنان دین سے جہاد و قتال کرے گا پس گویا کہاں تمام طاعات نماز، زکوٰۃ جہاد وغیرہ سب داخل ہیں۔ ان میں سے کوئی باہر نہیں۔ تو گویا طاعات، جہاد، روزہ، نماز کا مدار تو حب فی اللہ اور بغض اللہ ہیں۔ ③ حب فی اللہ اور بغض فی اللہ افضل اعمال ہیں اور یہ اعمال قلبیہ سے ہیں جب کہ جہاد، روزہ، نماز، زکوٰۃ اعمال بدنیہ سے ہیں پس اس صورت میں کچھ تعارض نہ رہا۔ ④ رعیہ کو ادا کرنے اور اجتناب ممنوعات حب فی اللہ اور بغض اللہ افضل عبادات اور اکمل طاعات ہیں پس ان کو لازم پکڑو۔ یہ معنی ہرگز نہیں کہ یہ نماز، روزہ زکوٰۃ سے ثواب میں بڑھ کر اور افضل ہیں اس کی مؤید طبرانی کی یہ روایت ہے:

احب الاعمال الی اللّٰہ بعد الفرائض ادخال السرور فی قلب المؤمن

''فرائض کے بعد جو عمل خدا کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہے وہ کسی مؤمن کے دل کو خوشی و مسرت سے بھرنا ہے''۔

ربّ کریم کا اکرام کرنے والا

۴۸۹۶/۱۸ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَحَبَّ عَبْدٌ عَبْدًا لِلّٰہِ اِلَّا اَکْرَمَ رَبَّہٗ عَزَّوَجَلَّ۔ (رواہ احمد)

أحمد في المسند ٥/٢٥٩۔

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی بندے سے اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرتا ہے وہ اپنے رب کریم کا احترام و اکرام کرتا ہے۔ (احمد)

تشریح ۞ اَکْرَمَ رَبَّهٗ : کیونکہ وہ رضائے الٰہی کے لئے اس بندے سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ سے محبت کو جاننے والا نہایت افضل ہوگا کیونکہ کمال دوستی محبوب کے متعلقین سے محبت ہے۔ (ت)

بہترین مسلمان کون؟

۴۸۹۷/۱۹وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخِيَارِكُمْ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ خِيَارُكُمُ الَّذِيْنَ اِذَا رُءُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ۔ (رواه ابن ماجة)

أخرجه ابن ماجه في السنن ٢/١٣٧٩ الحديث رقم ٤١١٩۔

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کیا میں تم میں سے بہترین شخص مسلمان کے متعلق نہ بتلاؤں؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ضرور بتائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس کو دیکھتے ہی خدا یاد آئے۔ (ابن ماجہ)

تشریح ۞ اِذَا رُءُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ : اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے چہروں میں طاعت الٰہیہ کے انوار کامل انداز سے ہوتے ہیں اور ان کے احوال و اعمال پر قرب کا مشاہدہ ہوتا ہے اور ان کے افعال میں استقامت ہوتی ہے ان کی محبت محبت الٰہی کی طرف راغب کرنے والی ہے پس ان سے محبت فی اللہ اور لوجہ اللہ ہوگی۔

بھلائی کی اصل تین چیزیں

۴۸۹۸/۲۰وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ عَبْدَيْنِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاحِدٌ فِي الْمَشْرِقِ وَاٰخَرُ فِي الْمَغْرِبِ لَجَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَقُوْلُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتَ تُحِبُّهٗ فِيَّ۔

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٦/٤٩٢ الحديث رقم ٩٠٢٢۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں محبت کرتے تھے۔ ان میں سے ایک مشرق اور دوسرا مغرب میں رہتا تھا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کو جمع کرے گا اور فرمائے گا یہ وہ شخص ہے جس کے ساتھ تو میری وجہ سے محبت کرتا تھا۔

تشریح ۞ اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرنے والوں کو قیامت کے دن جمع کیا جائے گا خواہ دنیا میں وہ ایک دوسرے سے کتنے بعید فاصلے پر رہتے تھے۔

تنہائی میں ذکرِ خدا

۴۸۹۹/۲۱ وَعَنْ اَبِیْ رَزِیْنَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی مِلَاکِ ھٰذَا الْاَمْرِ الَّذِیْ تُصِیْبُ بِہٖ خَیْرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ عَلَیْکَ بِمَجَالِسِ اَھْلِ الذِّکْرِ وَاِذَا خَلَوْتَ فَحَرِّکْ لِسَانَکَ مَا اسْتَطَعْتَ بِذِکْرِ اللّٰہِ وَاَحِبَّ فِی اللّٰہِ وَاَبْغِضْ فِی اللّٰہِ یَا اَبَارَزِیْنَ ھَلْ شَعَرْتَ اَنَّ الرَّجُلَ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَیْتِہٖ زَائِرًا اَخَاہُ شَیَّعَہٗ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ کُلُّھُمْ یُصَلُّوْنَ عَلَیْہِ وَیَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اِنَّہٗ وَصَلَ فِیْکَ فَصِلْہُ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تُعْمِلَ جَسَدَکَ فِیْ ذَالِکَ فَافْعَلْ۔

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٦/٤٩٢ الحديث رقم ٩٠٢٤۔

ترجمہ: حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس چیز کی اصل نہ بتاؤں جس سے تمہیں دنیا وآخرت کی بھلائی مل جائے؟ تم اہل ذکر کی مجلس کو لازم پکڑو اور جب تم تنہائی میں ہو تو جہاں تک ہو سے اپنی زبان کو ذکر الٰہی سے تر رکھو اور اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت وعداوت کرو۔ اور ابورزین کیا تمہیں معلوم ہے؟ کہ جب کوئی آدمی اپنے کسی مسلمان بھائی سے ملنے کے ارادہ سے گھر سے نکلتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے پیچھے چلتے ہیں اور اس کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔ اے پروردگار! اس شخص نے تیری رضا کے لیے ایک مسلمان سے ملاقات کی ہے تو اس کو اپنی رحمت سے ملا دے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورزین سے فرمایا: اگر ممکن ہو کہ تم اپنا بدن ان جیسے کاموں میں لگاؤ تو ضرور لگاؤ۔

مِلَاکَ: وہ چیز جس کی وجہ سے آدمی پاؤں پر کھڑا ہو جیسے کہ دل کو جسم کا ملاک کہتے ہیں۔ **مشایعت**: کسی کو منزل تک پہنچانا۔ (ت)

زبرجد کے بالاخانوں کے مکین

۴۹۰۰/۲۲ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ کُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ لَعُمُدًا مِنْ یَاقُوْتٍ عَلَیْھَا غُرَفٌ مِنْ زَبَرْجَدٍ لَھَا اَبْوَابٌ مُفَتَّحَۃٌ یُضِیْءُ کَمَا یُضِیْءُ الْکَوْکَبُ الدُّرِّیُّ فَقَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ یَسْکُنُھَا قَالَ الْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰہِ وَالْمُتَجَالِسُوْنَ فِی اللّٰہِ وَالْمُتَلَاقُوْنَ فِی اللّٰہِ۔ (روى البيهقي الاحاديث الثلاثة في شعب الايمان)

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٦/٤٨٧ الحديث رقم ٩٠٠٢۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں یاقوت کے کچھ ستون ہیں جن پر زبرجد کے بالاخانے ہیں ان کے دروازے کھلے ہیں اور روشن ستارے کی طرح چمکتے ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان میں کون رہے گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی خاطر آپس میں محبت کرنے والے اور اللہ کی خاطر آپس میں مل بیٹھنے والے اور اللہ کی خاطر آپس میں ملاقات کرنے والے۔ یہ تینوں

روایات بیہقی نے شعب الایمان سے ذکر کی ہیں۔

تشریح ۞ عمد: عمود اس کی جمع ہے اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کے ساکنین تین صفات والے لوگ ہوں گے۔① اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرنے والے۔② اللہ کی خاطر باہم بیٹھنے والے۔③ اللہ تعالیٰ کی خاطر باہمی ملاقات کرنے والے۔

بَابُ مَا يُنْهٰى عَنْهُ مِنَ التَّهَاجُرِ وَالتَّقَاطُعِ وَاتِّبَاعِ الْعَوْرَاتِ

التهاجر: کاٹنا، قطع تعلق کرنا۔ التقاطع: کاٹنا گویا یہ تہاجر کا بیان التفسیر ہے یہاں مراد مسلمان سے ترک ملاقات ہے۔ یہ قطع تعلق تین دن سے زائد بلاوجہ شرعی نہ ہونا چاہیے۔ یہ مطلقاً ممنوع ہے اسی وجہ سے (تقاطع) کا لفظ استعمال کیا۔ العورا: یہ عورت کی جمع ہے ہر وہ چیز جس کے ظاہر ہونے کو آدمی ناپسند کرے اور وہ چاہے کہ یہ مخفی رہے۔ مثلاً عیوب وغیرہ اتباع عورت کا معنی عیب چینی ہے۔ (صرح، قاموس) (ت ح)

الفصل الاول:

تین دن سے زائد قطع تعلقی جائز نہیں

۴۹۰۱/اوَعَنْ اَبِیْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلٰثَ لَيَالٍ يَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هٰذَا وَيُعْرِضُ هٰذَا وَخَيْرُهُمَا الَّذِيْ يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ٤٩٢/١٠ الحديث رقم ٦٠٧٧ و مسلم في ١٩٨٤/٤ الحديث رقم (٢٥-٢٥٦٠) و ابوداوٗد في السنن ٢١٤/٥ الحديث رقم ٤٩١١، والترمذي في ٢٨٨/٤ الحديث رقم ١٩٣٢ و مالك في الموطأ ٩٠٦/٢ الحديث رقم ١٣ من كتاب حسن الخلق، واحمد في المسند ١٧٦/١۔

ترجمہ: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ آدمی کو مناسب نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زائد قطع تعلقی کرے اور ملاقات کے وقت دونوں ایک دوسرے سے منہ پھیر لیں اور دونوں میں بہتر سلام میں پہل کرنے والا ہے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ فَوْقَ ثَلٰثَ لَيَالٍ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تین دن سے کم قطع تعلق حرام نہیں ہے انسانی طبیعت میں غصہ، بداخلاقی اور تعصب اور رحمت ومعافی یہ سب چیزیں موجود ہیں۔ اس لئے اتنے دنوں کی حد تک معافی دی گئی۔

غالباً: تین دن میں ناراضگی پختہ ہوجاتی ہے یا کمتر ہوجاتی ہے۔

يَلْتَقِيَانِ: اس سے ترکِ ملاقات کی کیفیت ذکر کی ہے مراد یہ ہے کہ اگر ترک ملاقات حقوق کی وجہ سے ہو تو ممنوع ہے مثلاً اس نے اس کی غیبت کی اور اس سے اس کی خیرخواہی نہ کی اس کو ایذاء پر دکھ ہوا اور ترک ملاقات کی تو یہ نہ چاہیے اگر وہ دینی

معاملات میں کوتاہی کرتا ہے۔ مثلاً اہل ہواء و بدعت پورا تو ان سے ترک ملاقات کرنا ہمیشہ واجب ٹھہرا جب تک کہ ان کا رجوع حق کی طرف اور توبہ ظاہر نہ ہو۔

سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

ابن عبدالرحمان کا قول نقل کیا ہے کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جو کسی کے کلام سے دنیا و آخرت کی حسرت خیال کرے اور صلاح وقت سمجھے تو انقطاع جائز ہے اور یہ احسن انداز سے ہو کہ اس کی عیب جوئی نہ کرے اور اس سے کینہ و عداوت نہ رکھے۔

غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت سے نقل کیا کہ ان میں سے بعض نے مرتے دم تک ملاقات ترک کی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں حاضر نہ ہونے والے تین صحابہ سے پچاس روز تک کلام و سلام بند کر دیا تھا تا کہ ان میں نفاق راہ نہ پائے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک ازواج رضی اللہ عنہن سے انقطاع اختیار کیا اسی طرح حضرت عائشہؓ نے ابن زبیر سے ایک مدت تک ملاقات ترک کی غرض یہ ہے کہ دینی معاملات میں خفگی ثابت ہے مگر اس میں نیت درست رکھنی ضروری ہے۔ سلام میں ابتداء کرے تا کہ کدورت رفع ہو اس میں اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ ترکِ ملاقات کا گناہ السلام علیکم سے ابتداء کرے اور دلی کدورت کو دور کرے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ گناہ اس ملاقات کا جسے چھوڑے رکھا السلام علیکم سے جاتا رہتا ہے اور اتنی مقدار کافی ہے اور اس سے کم نہ چاہیے تا کہ مسلمان ہاتھوں سے نہ جائے۔

نو(۹) زرّیں نصائح

۲/۴۹۰۲: وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَاتَجَسَّسُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَاتَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا وَفِیْ رِوَايَةٍ وَلَا تَنَافَسُوْا۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۴۸۴/۱۰ الحدیث رقم ۶۰۶۶ و مسلم فی ۱۹۸۵/٤ الحدیث رقم (۲۸-۲۵۶۳) و ابوداؤد فی السنن ۲۱۳/۵ الحدیث رقم ۴۹۱۰ فی الحدیث رقم ۴۹۱۷ و مالك فی الموطأ ۹۰۷/۲ الحدیث رقم ۱٤ من کتاب حسن الخلق واحمد فی المسند ۱۱۰/۳۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ① بدگمانی سے بچو کیونکہ یہ بدترین جھوٹ ہے۔ ② عیب جوئی نہ کرو۔ ③ کسی کی خفیہ باتیں نہ سنو۔ ④ نہ برتری جتاؤ۔ ⑤ نہ حسد کرو۔ ⑥ کسی سے عداوت نہ رکھو۔ ⑦ ایک دوسرے کی پیٹھ پیچھے عیب چینی نہ کرو۔ اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ ایک روایت میں ایک دوسرے پر حسد نہ کرو۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ: سب سے زیادہ جھوٹی بات بدگمانی ہے کہ جونہی کسی کے متعلق ذرا سا گمان پیدا ہوا تو اس کے

متعلق اسی طرح فیصلہ جڑ دیا حالانکہ وہ واقع میں ایسا نہیں ہوتا وہ حکم اس کا جھوٹ ہی ہوگا اور بات سے یہاں مرادنفس کی بات ہے جو کہ شیطان ہے۔اسی وجہ سے اس کو سب سے بڑا جھوٹ فرمایا یا پھر اس میں مبالغہ مقصود ہے۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا :اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ" کہ بعض گمان گناہ ہیں۔اس سے مراد برا گمان ہے علماء نے لکھا ہے کہ بدگمانی کی ممانعت وارد ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کسی کے متعلق برا گمان یقین کی حد تک بٹھالے وہ مرادنہیں جو محض ایک خیال کی صورت میں دِل میں وارد ہو۔﴿۲﴾ برا گمان اس وقت گناہ بنے گا جب اپنی زبان سے وہ برا گمان بولے اور اس کی کوئی دلیل یا ثبوت اس کے پاس نہ ہو۔یا دونوں دلیلیں باہم متعارض ہوں اور دلیل کے مطابق اس گمان سے اس پر گناہ لازم نہیں آتا۔

لَا تَحَسَّسُوْا : یہ حا سے ہےاور دوسرالَا تَجَسَّسُوْا جیم کے ساتھ ہےبعض نے بالعکس بھی کہا ہے۔

فرق کی وجہ:

تجسس :جاسوسی کی طرح خبر کا دریافت کرنا۔

﴿۱﴾ حاسوس یہ جاسوس کے ہم معنی ہے یا خیر کی خبر دینے والا اور جاسوس بری خبر دینے والے کو کہا جاتا ہے۔(قاموس) ﴿۲﴾ جانو۔نرمی سے خبر دریافت کرنے والا اور حاسوس جو حاسہ کے ذریعہ خبر معلوم کرے مثلاً چوری چھپے سننا اور دیکھنا۔﴿۳﴾ جاسوس عیوب کی تفتیش کرنے والا۔حاسوس، عیوب کا کان سے سننا۔﴿۴﴾ جاسوس دوسروں کے لئے خبر معلوم کرنے والا جاسوس اپنے لئے خبر تلاش کرنے والا۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

جاسوس۔جو لوگوں کے عیب تلاش کرے اور ان کے پوشیدہ معاملات کو معلوم کرے خواہ خود کرے یا دوسرے کی مدد سے کرے اور حاسوس بذات عیب تلاش کرنے والا۔بری خبر کی ممانعت کرنا تو ظاہر ہے مگر ممکن ہے کہ خیر کی خبر تلاش کی ممانعت اس لئے ہو کہ خبر معلوم کرنے پر حسد وطمع نہ پیدا ہو جائے۔

لَا تَنَاجَشُوْا : ﴿۱﴾ نجش سے ہے اس سے مراد لوگوں پر بلندی کی طلب ہے۔﴿۲﴾ بعض نے کہا خریدنے کا ارادہ کیے بغیر کسی چیز کی قیمت بڑھانا تاکہ وہ دیکھا دیکھی لے لے۔﴿۳﴾ اصل شکار کو برانگیختہ کرنے کو نجش کہا جاتا ہے۔﴿۴﴾ کسی کو شر وخص پر ابھارنا اور یہ معنی حدیث میں وارد ہے۔

زوال نعمت کی تمنا کرنا یا یہ تمنا کہ وہ مجھے مل جائے۔(قاموس)

﴿۱﴾ بغض کو پیدا کرنے والی اشیاء سے بچو۔ورنہ حب وبغض تو فطری وخلقی افعال ہیں ان کے متعلق بندے کو اس میں اختیار نہیں ہے۔﴿۲﴾ بعض نے کہا باہم مذاہب میں اختلاف نہ کرو کیونکہ بغض کا باعث صراطِ مستقیم سے ہٹنا اور بدعت کا اختیار کرنا ہے مگر زیادہ ظاہر یہ ہے کہ بغض کی ممانعت درحقیقت باہمی محبت رکھنے کی تاکید ہے مگر ایسی محبت جو دینی معاملے، میں رکاوٹ بنے وہ جائز نہیں ہے۔بلکہ اس سے نفرت ضروری ہے کیونکہ شارع کا اصل مقصد یہ ہے کہ امت کی اجتماعیت قائم رہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔

''اور مضبوط پکڑے رہو اللہ تعالیٰ کی رسی کو اس طور پر کہ باہم سب متفق رہیں اور باہم نااتفاقی مت کرو''۔

① اس میں کلام نہیں کہ محبت اجتماع کا بڑا سبب ہے اور بغض افتراق کو لازم کرنے والا ہے پس مطلب یہ ہے تم ایک دوسرے سے بغض مت رکھو۔ ② مسلمانوں میں باہمی عداوت مت پیدا کرو تو اس صورت میں یہ چغل خوری کی ممانعت بنے گی کیونکہ یہ فساد کی جڑ و بنیاد ہے۔

ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔

طیبی کا قول:

تدابر' تقاطع کو کہا جاتا ہے قطع تعلقی کرنا۔ کیونکہ قطع کرنے والوں میں ہر ایک دوسرے کی غیبت کرتا ہے اور اسلامی حقوق لازمہ سے اعراض کرتا ہے۔

① جب تم ایک اللہ تعالیٰ کے بندے ہو تو عبودیت وغلامی میں سب برابر رہو اور آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔ حسد و بغض وغیبت کو ترک کر دو اور ایک روایت میں وارد ہے۔ وہ تمام الفاظ کے بعد ہے مگر زیادہ ظاہر بات یہ ہے کہ وہ اس کے بعد ہے اور تنافس کا معنی تحاسد یا اس کے قریب ہے۔ ② تنافس کا معنی دنیا میں میل و رغبت اختیار کرنا ہے۔ جیسا کہ ایک روایت میں وارد ہے کہ مجھے تمہارے متعلق خطرہ ہے کہ وہ تم پر فراخ کر دی جائے پھر تم اس میں تنافس اختیار کرو یعنی اس کی طرف راغب ہو جاؤ۔ (ح ع)

باہمی عداوت والوں کی بخشش ملتوی

۳/۴۹۰۳ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُفْتَحُ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا اِلَّا رَجُلًا كَانَتْ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اَخِيْهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ اُنْظُرُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحيحه ١٩٨٧/٤ الحديث رقم (٣٥-٢٥٦٥) و ابوداؤد فی السنن ٢١٦/٥ الحديث رقم ٤٩١٦، والترمذی فی ٣٢٧/٤ الحديث رقم ٢٠٢٣ ومالك فی الموطأ ٩٠٨/٢ الحديث رقم ١٧ من كتاب حسن الخلق، واحمد فی المسند ٢٦٨/٢۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کے دروازے سوموار اور جمعرات کو کھولے جاتے ہیں اور ہر ایسے بندے کی بخشش کر دی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ کرنے والا ہو۔ البتہ اس شخص کا معاملہ ملتوی کر دیا جاتا ہے جس کی کسی دوسرے مسلمان سے عداوت ہو اور یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ ان کو صلح کرنے تک مہلت دو۔ (مسلم)

تشریح ۞ ① تُفْتَحُ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ :ان دونوں میں جنت کے طبقات اور بالا خانے اور درجات کثرتِ نزولِ رحمت کے لئے کھولے جاتے ہیں۔ان میں بخشش کے لئے کثیر رحمتیں اترتی ہیں۔ ② شیخ فرماتے ہیں کثرت مغفرت سے کنایہ ہے اور اس سے کنایہ ہے کہ مخلوقات کے جرائم معاف کیے جاتے ہیں اور لوگوں کو ثواب دیا جاتا اور درجات کو بلند کیا جاتا ہے۔ ③ درست بات یہ ہے کہ ظاہر پر محمول ہے کیونکہ نصوص کو ظاہر پر اس وقت تک ملتوی کرنا لازم ہے جب تک کوئی دلیل ظاہر سے پھیرنے والی نہ ملے ممکن ہے کہ دروازوں کا کھلنا عفو کی علامت ہوتا کہ وہ باہمی صلح کر لیں۔ ④ ہر ایک مغفرت کا دارومدار صفائی اور زوال عداوت پر ہے خواہ دوسرا اپنے دل کو صاف کرے یا نہ کرے۔ واللہ اعلم۔

کینہ وعداوت والوں کا معاملہ التواء میں

۴۹۰۴/۴ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَضُ اَعْمَالُ النَّاسِ فِىْ كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّتَيْنِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ مُّؤْمِنٍ اِلَّا عَبْدًا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اَخِيْهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ اُتْرُكُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَفِيْئَا۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم فى صحيحه ٤/١٩٨٧ الحديث رقم (٣٦-٢٥٦٥) و ابوداؤد فى السنن ٢/٨١٤ الحديث رقم ٢٤٣٦، والترمذى فى السنن ٣/١٢٢ الحديث رقم ٧٤٧، والنسائى فى ٤/٢٠٢ الحديث رقم ٢٣٥٩، والدارمى فى ٢/٣٢ الحديث رقم ١٧٥٠ ومالك فى الموطأ ٢/٩٠٩ الحديث رقم ١٨ من كتاب من حسن الخلق، واحمد فى المسند ٢/٢٦٨۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ہفتہ میں دو دن پیر اور جمعرات کو لوگوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور ہر مؤمن کو بخش دیا جاتا ہے سوائے ان دو آدمیوں کے جن کے مابین کینہ وعداوت ہو۔ان کا معاملہ رجوع کرنے تک ملتوی کر دیا جاتا ہے۔(مسلم)

تشریح ۞ يُعْرَضُ اَعْمَالُ : ① اعمال بارگاہِ خداوندی میں پیش ہوتے ہیں۔ ② فرشتے کے پاس جو ہر ہفتہ کے صحائف جمع کرتا ہے۔ ③ جمعہ ہفتہ کا آخری دن ہے اس لئے اس پر ہفتہ کا اطلاق کر دیا گیا۔

دو میں صلح کرانے والا جھوٹا نہیں

۴۹۰۵/۵ وَعَنْ اُمِّ كُلْثُوْمٍ بِنْتِ عُقْبَةَ بْنِ اَبِىْ مُعَيْطٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِىْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ وَيَقُوْلُ خَيْرًا وَيَنْمِىْ خَيْرًا (متفق عليه وزاد مسلم) قَالَتْ وَلَمْ اَسْمَعْهُ تَعْنِى النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَخِّصُ فِىْ شَىْءٍ مِمَّا يَقُوْلُ النَّاسُ كَذِبٌ اِلَّا فِىْ ثَلٰثٍ اَلْحَرْبُ وَالْاِصْلَاحُ بَيْنَ النَّاسِ وَحَدِيْثُ الرَّجُلِ امْرَاَتَهٗ وَحَدِيْثُ الْمَرْاَةِ زَوْجَهَا وَذَكَرَ حَدِيْثَ جَابِرٍ اَنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ اَيِسَ فِىْ بَابِ الْوَسْوَسَةِ۔

أخرجه البخاری فی صحیحه ٢٩٩/٥ الحدیث رقم ٢٦٩٢ و مسلم فی صحیحه ٢٠١١/٤ الحدیث رقم (١٠١-٢٦٠٥)، واحمد فی المسند ٤٠٣/٦۔

ترجمہ: حضرت اُمّ کلثوم بنت عقبہ بن ابومعیط رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: وہ آدمی جو دو آدمیوں میں صلح کرائے بھلی بات کہے اور بھلی بات پہنچائے وہ جھوٹا نہیں۔ یہ بخاری، مسلم کی روایت ہے۔ مسلم میں یہ اضافہ ہے۔ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین مقامات کے علاوہ جھوٹ (توریہ) کی کہیں اجازت دیتے نہیں دیکھا: ① جنگ۔ ② لوگوں کے مابین صلح کے موقع پر۔ ③ خاوند کو بیوی کے ساتھ (بہلانے کے لئے) اور بیوی کو خاوند کے ساتھ (خوش کرنے کے لئے) یہ روایت جابرؓ سے باب الوسوسہ میں گزری۔

تشریح ✿ **وَیَقُوْلُ خَیْرًا وَیَنْمِیْ خَیْرًا** یعنی نیک بات پہنچائے جو کہ ان دونوں سے نہ سنی تھی مثلاً کہے فلاں آپ کو سلام کہتا تھا اور آپ کو پسند کرتا اور دوست رکھتا ہے اور تمہارے حق میں اچھی بات کہتا ہے۔ اس سے اس کا مقصد دونوں کے مابین صلح کرانا ہے۔

اَلْحَرْبُ: لڑائی میں جھوٹ کا مطلب یہ ہے کہ ایسی باتیں کہے کہ جس سے مسلمانوں کی قوت ظاہر ہو اور مسلمانوں کے لشکر کے دل مضبوط ہوں اور دشمن فریب زدہ ہو۔ اگرچہ خلافِ واقعہ ہو مثلاً اس طرح بہت آتی ہے۔ کافر کو اس طرح کہے کہ تمہیں ہلاک کرنے کے لئے فلاں کافر آ پہنچا ہے۔

میاں بیوی کا جھوٹ بولنا یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے سے محبت وخوشنودی کا اظہار کرے اس سے کہیں زیادہ جتنا واقع میں ہوتا ہے تاکہ باعث الفت ومحبت ہو۔ (ح)

الفصل الثانی:

تین باتوں میں جھوٹ کی اجازت

٦/٤٩٠٦ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ یَزِیْدَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَایَحِلُّ الْکَذِبُ اِلَّافِیْ ثَلٰثٍ کَذِبُ الرَّجُلِ امْرَاَتَهٗ لِیُرْضِیَهَا وَالْکَذِبُ فِی الْحَرْبِ وَالْکَذِبُ لِیُصْلِحَ بَیْنَ النَّاسِ۔ (رواه احمد والترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ٢٩٢/٤ الحدیث رقم ١٩٣٩، واحمد فی المسند ٤٦١/٦۔

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کو تین مقامات کے علاوہ بولنے کی اجازت نہیں دی۔ ① بیوی کو راضی کرنے کیلئے۔ ② لڑائی میں۔ ③ لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے۔

(احمد وترمذی)

تشریح ✿ **کَذِبُ الرَّجُلِ امْرَاَتَهٗ**: اس روایت میں فقط مرد کا جھوٹ بولنا کثرت وغلبہ کے اعتبار سے ذکر کیا کہ مرد کو اس کی عموماً حاجت وضرورت پڑتی ہے کیونکہ عورتیں عموماً زیادہ شکی اور بدگمان ہوتی ہیں اور ان کو تسلی دینا اور بار بار راضی کرنا پڑتا ہے گزشتہ روایت میں دونوں کا ذکر کیا تو ایک پر اکتفاء کر دیا اور اختصار کے طور پر ایک کا ذکر کیا۔ (ع ت)

تین دن سے زیادہ قطع تعلقی کی ممانعت

۴۹۰۷/۷ وَعَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا يَكُوْنُ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ مُسْلِمًا فَوْقَ ثَلٰثَةٍ فَاِذَا لَقِيَهُ سَلَّمَ عَلَيْهِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ كُلُّ ذَالِكَ لَا يَرُدُّ عَلَيْهِ فَقَدْ بَآءَ بِاِثْمِهٖ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه ابوداوٗد فی السنن ٥/٢١٥ الحديث رقم ٤٩١٣۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ کسی مسلمان کے لئے مناسب نہیں کہ وہ کسی دوسرے مسلمان سے تین دن سے زیادہ میل جول کو چھوڑے جب اس کو ملے تین مرتبہ اس کو سلام کرے اگر اس نے ہر بار جواب نہ دیا تو گناہ اسی پر لوٹے گا۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ اَنْ يَّهْجُرَ مُسْلِمًا فَوْقَ ثَلٰثَةٍ : جس نے کسی مسلمان کو جواب نہ دیا تو اس کو ترک ملاقات کا گناہ ہوا یا اپنے گناہ کے ساتھ لوٹا یا السلام علیکم کہنے والے کے گناہ کے ساتھ لوٹا یعنی یہ سلام کرنے والا تو ترک ملاقات کے گناہ سے سلام کرنے کی وجہ سے بری الذمہ ہو گیا بلکہ سلام کرنے والے کا گناہ بھی اس کی گردن پر رہا کیونکہ اس نے سلام کا جواب نہ دیا۔

قطع تعلق کرنے والا آگ میں جائے گا

۴۹۰۸/۸ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلٰثٍ فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلٰثٍ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ۔ (رواہ احمد وابوداؤد)

أخرجه ابوداوٗد فی السنن ٥/٢١٥ الحديث رقم ٤٩١٤، واحمد فی المسند ٤/٢٠٠۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے جس نے قطع تعلق کیا اور اسی دوران اس کی موت آگئی تو وہ آگ میں جائے گا۔ (احمد، ابوداؤد)

تشریح ۞ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ : یعنی وہ دوزخ میں داخلے کا حقدار ہو گیا جب کوئی انسان گناہ میں مبتلا ہوتا ہے تو گویا وہ آگ میں ہے اور اگر یہ شخص زندہ رہے آگ میں ہی رہا۔ (جب تک کہ توبہ نہ کرے)۔

ایک سال کی قطع تعلقی خون بہانے کی طرح ہے

۴۹۰۹/۹ وَعَنْ اَبِىْ خِرَاشٍ السَّلَمِىِّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ هَجَرَ اَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ كَسَفْكِ دَمِهٖ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه ابوداوٗد فی السنن ٥/٢١٥ الحديث رقم ٤٩١٥. واحمد فی المسند ٤/٢٢٠۔

ترجمہ: حضرت ابوخراش سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس

شخص نے اپنے مسلمان بھائی سے ایک سال کے لئے قطع تعلقی کیے رکھی وہ اس کے خون بہانے کی طرح ہے۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ خِرَاشٍ السَّلَمِیِّ: ان کا نام حیدر ہے ان کی صرف یہی ایک روایت ہے۔ گناہ شدید مرتب ہونے کی وجہ سے ورنہ یہ تمام وجوہ کے اعتبار سے قتل کی طرح نہیں ہے کیونکہ قتل نفس کا درجہ شرک کے بعد ہے۔ یہاں دراصل انقطاع کے گناہ کو مبالغہ اور تاکید سے بیان کرنا مقصود ہے۔ عادۃً ایک سال کا انقطاع نہیں ہوتا اس نے اتنی تکلیف پہنچائی کہ گویا غم وغصہ سے قتل کر دیا۔

اَجر میں دونوں شریک

۴۹۱۰/۱۰ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّهْجُرَ مُؤْمِنًا فَوْقَ ثَلٰثٍ فَاِنْ مَرَّتْ بِهٖ ثَلٰثٌ فَلْيَلْقِهٖ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ فَاِنْ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَقَدِ اشْتَرَكَا فِي الْاَجْرِ وَاِنْ لَّمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ فَقَدْ بَآءَ بِالْاِثْمِ وَخَرَجَ الْمُسْلِمُ مِنَ الْهِجْرَةِ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه ابو داوٗد فی السنن ۵/۲۱۴ الحديث رقم ۴۹۱۲ و مالك فی الموطأ ۲/۹۰۶ الحديث رقم ۱۳ من كتاب حسن الخلق۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے اگر تین دن گزر جائیں تو اس کو جا ملے اور اس کو سلام کرے اگر اس نے سلام کا جواب دے دیا تو وہ دونوں اجر میں شریک ہو گئے اور اگر وہ جواب نہ دے تو وہ گناہ لے کر لوٹا۔ مسلم نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ فَقَدِ اشْتَرَكَا: کیونکہ اس نے وصل کر لیا اور ہجر کو چھوڑ دیا اور سلام میں پہل کرنے اور ترک ہجر اور سلام کا جواب دینے اور قبول کرنے کی وجہ سے اجر والا ہو گیا۔

فسادِ ذات البین مونڈنے والا ہے

۴۹۱۱/۱۱ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّدَقَةِ وَالصَّلٰوةِ قَالَ قُلْنَا بَلٰى قَالَ اِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَيْنِ هِيَ الْحَالِقَةُ۔

(رواہ ابوداؤد والترمذی وقال هذا حديث صحيح)

أخرجه ابو داوٗد فی السنن ۵/۲۱۸ الحديث رقم ۴۹۱۹، والترمذی فی ۴/۵۷۲ الحديث رقم ۲۵۰۹ و مالك فی ۲/۹۰۲ الحديث رقم ۷ من كتاب حسن الخلق واحمد فی لمسند ۶/۴۴۴۔

ترجمہ: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلا دوں جو درجے کے اعتبار سے صیام وصدقہ اور نماز سے بڑھ کر ہے؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رشتے داروں میں صلح کرانا اور رشتہ داروں میں فساد مونڈنے والا ہے اس روایت کو ترمذی' ابوداؤد نے نقل کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث

غریب ہے۔

تشریح ۞ وَلِصَّدَقَةِ :ظاہرتو یہ ہے کہ اس میں واؤ۔جمع کے لئے ہے پس اس کا معنی یہ ہوگا۔① کہ صلح کرنا ان تمام چیزوں سے افضل ہے۔② واؤ۔او کے معنی میں ہونے کا احتمال ہے اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ ان میں سے ہر ایک سے افضل ہے پہلا معنی مقام ترغیب کے لحاظ سے بہت خوب ہے۔

اشرف نے کہا ان مذکورہ چیزوں سے مراد نوافل ہیں فرائض نہیں۔ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ حقیقی مراد کیا ہے کیونکہ بعض اوقات ایسی صلح کرائی جاتی ہے کہ جس پر خونریزی،اموال کا ضیاع،اور ہتک عزت مرتب ہوتی ہے تو ایسی صلح بلاشبہ ان فرضی عبادات سے بڑھ کر ہے۔ممکن ہے کہ ان کا فیصلہ اور یہ عبادتیں حقوق اللہ سے تعلق رکھتی ہیں جو اللہ جل شانہ کے ہاں بندوں کے حقوق سے سہل تر ہیں جب یہ اس طرح ہے تو یہ کہنا درست ہوگیا کہ یہ جنس عمل سے افضل ہے کیونکہ اس کے بعض افراد افضل ہیں جیسے کہتے ہیں: البشر خیر من الملك والرجل خير من المراة۔ یعنی انسان فرشتہ سے بہتر ہے اور مرد عورت سے۔

اِصْلَاحُ ذَاتُ الْبَيْنِ :یعنی ان کے باہمی حقوق کا درست کرنا جیسے بغض وعداوت اور جنگ وجدل وغیرہ مثال کے طور پر ایک جماعت میں لڑائی کی وجہ سے فساد پڑ رہا ہے تو اس کو الفت ومحبت سے بدلنا فساد سے اصلاح کی طرف لانا یہ اصلاح ذات البین میں شامل ہے ذات البین ان حقوق کو کہا جاتا ہے جو لوگوں کے باہمی پائے جاتے ہیں اور اصلاح کا مطلب ان میں درستی پیدا کرنا اور فساد کو ختم کرنا ہے۔آپ ﷺ نے فساد ذات البین کو حالقہ فرمایا۔حلق بال مونڈنے کو کہا جاتا ہے یہاں ہلاک کرنا اور جڑ سے اکھاڑنا مراد ہے مطلب یہ ہے کہ باہمی فساد دین کو فقط ہلاک ہی نہیں کرتا بلکہ اس کے ثواب کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتا ہے۔ جیسے کہ استرا سر سے بالوں کو مونڈتا ہے اس روایت میں صلح کی ترغیب اور فساد کو دور کرنے کی تعلیم دی گئی ہے اور فساد سے نفرت دلائی گئی ہے۔(ح ت)

حسد وبغض دین کو مونڈتے ہیں

۱۲/۴۹۱۲ وَعَنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَبَّ اِلَيْكُمْ دَاءُ الْاُمَمِ قَبْلَكُمُ الْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ هِيَ الْحَالِقَةُ لَا اَقُوْلُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّيْنَ۔ (رواه احمد والترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٥٧٣ الحديث رقم ٢٥١٠، واحمد فی المسند ١/١٦٧۔

ترجمہ :حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری طرف پہلی امتوں کی بیماریاں سرایت کر رہی ہیں یعنی حسد اور بغض اور یہ مونڈنے والا ہے میں نہیں کہتا کہ یہ بالوں کو مونڈتا ہے بلکہ یہ دین کو مونڈ دیتا ہے۔(احمد،ترمذی)

تشریح ۞ الزبیر:یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔دب الیکم :آہستہ آہستہ چلنا،رینگنا۔زمین پر ہر چلنے والی چیز کو دابّة کہا جاتا ہے۔

الحالقہ:طیبی نے کہا کہ ضمیر بغضاء کی طرف لوٹتی ہے اور بغض اگرچہ حسد کا ہی ثمرہ ہے مگر دین میں رخنہ اندازی کے

اعتبار سے اس سے شدید تر ہے۔ اگر ضمیر دونوں کی طرف کل واحد کی تاویل سے لوٹائی جائے تو یہ بھی درست ہے۔

حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے

۴۹۱۳/۱۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِیَّاكُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ یَاْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَاْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ۔ (رواه ابو داؤد)

أخرجه ابو داؤد فی السنن ۵/۲۰۸ الحدیث رقم ۴۹۰۳۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسد سے اپنے آپ کو محفوظ رکھو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح لکڑیوں کو آگ کھا جاتی ہے۔ (ابوداود)

تشریح ۞ اِنَّ الْحَسَدَ یَاْكُلُ الْحَسَنَاتِ: اس روایت کو معتزلہ نے اپنے مذہب کی دلیل کے طور پر پیش کیا کہ گناہوں کا ارتکاب انسان کے نیک اعمال کو ختم کر دیتا ہے اور اس کی برائیاں اس کے نیک اعمال کو ملیامیٹ کر دیتی ہیں اہلسنت کے ہاں اس طرح نہیں بلکہ اس طرح ہے کہ نیکی برائی کو ختم کر دیتی ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ۔ یقیناً نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔

معتزلہ کے استدلال کا جواب:

حسد کے نیکیوں کو کھا جانے کا مطلب یہ ہے کہ حسد حاسد کو محسود کے مال و جان کی ہلاکت اور حق حرمت وعزت پر برانگیختہ کرتا ہے حسد کے متعلق ایک ارشاد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: "الحسد یفسد الایمان کما یفسد الصبر العسل"یعنی حسد ایمان میں فتور پیدا کر دیتا ہے جس طرح ایلوا شہد کو بدمزہ کر دیتا ہے تو اگرچہ عملاً ایسا نہ بھی ہو مگر اس کا عزم وارادہ ضرور ہوتا ہے اور ہتک حرمت تو خود غیبت کے اندر موجود رہتی ہے۔ قیامت کے دن حاسد کی نیکیاں اس کے ظلم کے بدلے میں محسود کو دے دی جائیں گی جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ وغیرہ عبادات رکھتا تھا مگر لوگوں کے حقوق کو تلف کرنے، ان کو ایذاء دینے، مال غصب کرنے، خون بہانے کی وجہ سے اس کی تمام نیکیاں ان لوگوں کے نامہ اعمال میں چلی جائیں گی جن پر اس نے ظلم کیا ہوگا۔ حبط عمل کا مطلب یہی ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ نامۂ اعمال سے اس کے اعمال محو اور فنا ہو جاتے ہیں کیونکہ اگر آج ہی ان کو فنا اور ختم کر دیا گیا ہوتا تو قیامت کے دن اس کے اعمال لانے کا کوئی معنی نہیں حالانکہ حدیث میں صراحت کے ساتھ اعمال لانے کا تذکرہ موجود ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ صلح وغیرہ کی وجہ سے نیکیاں دوگنا ہو جاتی ہیں بلکہ جس قدر اس کی استعداد زیادہ ہوتی ہے اس قدر ان میں اضافہ ہوتا ہے کہ جب اس نے معصیت اور گناہ کا ارتکاب کیا تو وہ اس اضافے سے محروم رہ گیا۔ بعض نے کہا کہ حسد حاسد کو اموال کے تلف پر آمادہ کرتا ہے۔

اپنے آپ کو رشتہ داری کے فساد سے بچاؤ

۴۹۱۴/۱۴ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ قَالَ اِیَّاكُمْ وَسُوْءَ ذَاتِ الْبَیْنِ فَاِنَّهَا الْحَالِقَةُ۔ (رواه الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/ ٥٧٢ الحدیث رقم ٢٥٠٨۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے آپ کو رشتہ داری کے فساد سے بچاؤ اس لیے کہ یہ چیز مونڈ ھنے والی ہے۔ (ترمذی)

تشریح ❁ اِیَّاکُمْ وَسُوْءَ ذَاتِ الْبَیْنِ: یہ حصر بطور مبالغہ کے فرمایا ورنہ اور بھی ایسے گناہ ہیں جو انسان کے اعمال کو تلف کرنے والے ہیں۔

جس نے کسی کو نقصان پہنچایا وہ بدلہ پائے گا

۴۹۱۵/۱۵ وَعَنْ اَبِیْ صِرْمَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ مَنْ ضَارَّ ضَارَّ اللّٰہُ بِہٖ وَمَنْ شَاقَّ شَاقَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ۔

(رواہ ابن ماجۃ والترمذی وقال هذا حدیث غریب)

أخرجه ابوداوٗد فی السنن ٤/ ٤٩ الحدیث رقم ٣٦٣٥، والترمذی فی السنن ٤/ ٢٩٣ الحدیث رقم ١٩٤٠ و ابن ماجه فی ٢/ ٧٨٥ الحدیث رقم ٢٣٤٢، واحمد فی المسند ٣/ ٤٥٣۔

ترجمہ: حضرت ابوصرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جس نے کسی کو نقصان پہنچایا اللہ اس کے بدلے میں اس کو نقصان پہنچائے گا اور جس نے کسی کی مخالفت کی یا کسی کو مشقت و تکلیف میں ڈالا تو اللہ تعالیٰ اس کو مشقت و تکلیف میں ڈالیں گے۔ (ابن ماجہ) اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ❁ مَنْ ضَارَّ: جس نے کسی کو نقصان پہنچایا وہ بدلہ پائے گا۔ یہ شاق سے ہے جس کا معنی تکلیف پہنچانا ہے۔ اس کا معنی مخالفت اور دشمنی ہے۔

یعنی مسلمان سے دشمنی کرنے والا اللہ کے ہاں عذاب میں مبتلا ہوگا۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ شاق اور مشاقۃ یہ مشقت سے بھی ہو سکتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے ساتھی کو ایسی تکلیف دینا جس کو برداشت کرنے کی اس میں طاقت نہ ہو۔ یہاں شاق کو صلہ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور اس کے لیے یہ معنی نہایت مناسب ہے مخالفت اور عداوت کے معنی میں اس کو بغیر علیٰ کے صلہ کے استعمال کیا گیا جیسا اس آیت میں ہے کہ: جس نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔ بعض نے مضارہ اور مشاقہ کے درمیان یہ فرق کیا ہے کہ ضرر کا استعمال ضیاع مال کے لئے ہوتا ہے اور مشاقہ کا استعمال طاقت سے بڑھ کر اذیت بدنی کے لئے ہوتا ہے۔

مسلمان سے مکر و فریب کرنے والا ملعون ہے

۴۹۱۶/۱۶ وَعَنْ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَلْعُوْنٌ مَنْ ضَارَّ مُؤْمِنًا اَوْ مَکَرَ بِہٖ۔

(رواہ الترمذی وقال هذا حدیث غریب)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/ ٢٩٣ الحدیث رقم ۔

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص ملعون ہے جو کسی مسلمان کو ضرر پہنچائے یا اس کے ساتھ مکروفریب کرے۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ❁ **ملعون** : یعنی اس شخص کو قرب الٰہی اور رحمت الٰہی سے دھتکار دیا جاتا ہے۔

اومکربه : مکر کا معنی حیلہ کرنا' فریب دینا' بدسگالی۔

عیب کا متلاشی خود رسوا ہوگا

۴۹۱۷/۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ فَنَادٰى بِصَوْتٍ رَفِيْعٍ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ مَنْ اَسْلَمَ بِلِسَانِهٖ وَلَمْ يُفْضِ الْاِيْمَانُ اِلٰى قَلْبِهٖ لَا تُؤْذُوا الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا تُعَيِّرُوْهُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ فَاِنَّهٗ مَنْ يَّتَّبِعْ عَوْرَةَ اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ يَتَّبِعُ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ وَمَنْ يَّتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ يَفْضَحْهُ وَلَوْ فِيْ جَوْفِ رَحْلِهٖ۔ (رواه الترمذی)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ۱۹۴/۵ الحدیث رقم ۴۸۸۰، والترمذی فی السنن ۳۳۱/۴ الحدیث رقم ۲۰۳۲، واحمد فی المسند ۴۲۱/۴۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور بلند آواز سے یہ بات فرمائی اے وہ گروہ جو فقط اپنی زبان سے ایمان لائے ہو اور ابھی ان کے دل میں ایمان نہیں پہنچا مسلمانوں کو ایذاء مت پہنچاؤ' نہ انہیں عار دلاؤ اور نہ ان کے عیوب کو تلاش کرتے پھرو اس لیے کہ جو آدمی اپنے مسلمان بھائی کے عیب تلاش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا عیب تلاش فرمائیں گے اور جس کے عیب اللہ تلاش فرمائیں گے تو اس کو رسوا کر ڈالیں گے اگرچہ وہ اپنے گھر یا کجاوے میں ہو۔

تشریح ❁ **مَنْ اَسْلَمَ بِلِسَانِهٖ** :جو اپنی ظاہری زبان سے ایمان لائے اس میں مؤمن منافق سب شامل ہیں یعنی جن کے دل میں اصل ایمان یا کمال ایمان نہیں پہنچا یہی معنی زیادہ ظاہر ہے کیونکہ روایت کے آخری حصے میں ''مسلمان بھائی کے'' الفاظ ہیں۔ لیکن مسلمان اور منافق میں تو اخوت یعنی بھائی چارہ ہی نہیں۔ پس علامہ طیبی کا یہ کہنا کہ اس حدیث کا حکم منافق پر منحصر ہے یہ خلاف ظاہر ہے عام حکم ہی زیادہ مناسب اور کامل ہے واللہ اعلم۔

وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ : یعنی گزشتہ زمانے میں ہونے والے گناہ کو سامنے رکھ کر ان پر طعن اور تشنیع نہ کرو خواہ توبہ کے بارے میں علم ہو یا نہ ہو اور عار دلانا مباشرت کی حالت میں جب کہ مباشرت کر رہا ہو یا اس کے بعد جب کہ ابھی توبہ ظاہر نہ ہوئی یہ اس کے لئے لازم ہے جو اس پر منع کرنے کی قدرت رکھتا ہو اور بعض اوقات حد و تعزیر لازم ہوتی ہے۔ تو اس وقت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی قسم میں شامل ہو جائے گی۔

فَاِنَّهٗ مَنْ يَّتَّبِعْ : یعنی ان عیبوں کے بارے میں بھی جاسوسی نہ کرو جو تم نہیں جانتے اور جو جانتے ہو ان کو ظاہر مت کرو۔ جو کوئی مسلمان بھائی کا عیب ظاہر کرے جب کہ وہ مسلمان کامل ہو البتہ فاسق سے محتاط رہنا ضروری ہے اور دوسروں کو محتاط کرنا

بھی ضروری ہے۔

مَنْ یَّتَّبِعُ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ :یعنی اللہ آخرت میں اس کے عیب کو ظاہر فرمادے گا سب سے بدترین عمل مسلمان بھائی کا عیب تلاش کرنا ہے۔اللہ تعالیٰ اس کی برائیاں ظاہر فرمادیں گے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

تجسس مسلمان کی بدگمانی کا ثمرہ ہے پس دل نہیں رک سکتا اور تحقیق کرنا چاہتا ہے اور یہ پردہ دری کا باعث ہے۔ پردے کی حد یہ ہے کہ دروازہ اپنا بند کرے اور ان سے متصل دیوار پر بھی کان لگانا جائز نہیں کہ اس کے باجوں کی آواز سنے اور نہ اس کے گھر میں گناہ کو دیکھنے کے لئے جانا جائز ہے مگر اس صورت میں جب وہ اس طرح معلوم کرلے کہ گھر کے باہر اس نے باجوں کی آواز سنی یا نشہ والے لوگوں جیسی باتیں سنی اور اسی طرح جب اس نے شراب کے برتن اور آلات (مزامیر) کو دامن یا آستین میں چھپا لیا تو اس دامن کو کھولنا یا منہ کو سونگھنا کہ شراب کی بو پائی جائے یہ جائز نہیں ہے اسے اپنے ہمسایوں کی خبر گیری کرنی چاہیے۔ یہاں تک کہ وہ خود خبر دیں کہ ان کے گھر میں شراب ہے۔

اس سے یہ اشارہ کردیا کہ جب تک ایمان نہ پہنچے تو اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کو حاصل نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ اللہ کے حقوق ادا کرتا ہے پس تمام امراض دل کا علاج اللہ کی معرفت حاصل کرنے اور مسلمانوں کے حقوق ادا کرنے میں ہے پس کسی کو نہ ایذاء دینی چاہیے نہ ضرر پہنچانا چاہیے نہ عار دلائے اور نہ ان کے احوال کی جاسوسی کرے۔ (ع)

بدترین سود

۴۹۱۸/ ۱۸وَعَنْ سَعِیْدِ بْنِ زَیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اَرْبَی الرِّبٰو اَلْاِسْتِطَالَةُ فِیْ عِرْضِ الْمُسْلِمِ بِغَیْرِ حَقٍّ۔ (رواہ ابوداؤد والبیهقی فی شعب الایمان)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ۵/ ۱۹۳ الحدیث رقم ۴۸۷۶، واحمد فی المسند ۱/ ۱۹۰، والبیهقی فی شعب الایمان ۴/ ۳۹۵ الحدیث رقم ۵۵۲۱ اخرجه عن ابی هریرة وعن انس ـ

ترجمہ: حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بدترین سود یہ ہے کہ کسی مسلمان بھائی کی عزت میں ناحق دست درازی کرے۔ (ابوداؤد، بیہقی)

تشریح ۞ یعنی غیبت کرنا اور مسلمان کو برا کہنا اور تکبر اور بڑائی اختیار کرنا اور ناحق حقیر جاننا بشرطیکہ اس میں کوئی شرعی حکمت و مصلحت نہ ہو۔

اَلْاِسْتِطَالَةُ فِیْ عِرْضِ الْمُسْلِمِ :استطال کا معنی لمبا و دراز ہونا، بلند اور بڑا بننا ہے۔ (قاموس) صاحب صرخ نے اس کا معنی تکبر کرنا، لمبا ہونا لکھا ہے کیونکہ اس میں اپنے حق سے بڑھ کر لینے کا پہلو ہے اس لئے اس کو سود سے مشابہت دی گئی ہے۔سود میں بھی آدمی اپنے حق سے زائد حصول کرتا ہے۔

وجہ تسمیہ : اسے بدترین سود کہنے کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان کا عزت وآبرو اس کے ہر مال سے بڑھ کر ہے اور اس میں ضرر وفساد دوسرے مال سے بڑھ کر ہوگا۔ ناحق کی قید لگانے کی وجہ یہ ہے کہ بعض صورتیں ایسی ہیں جن میں یہ جرح مباح ہے مثلاً جب وہ کسی کو حق نہ دے ظالم ہو یا گواہ پر جرح کرنا یا محدثین کا روایت پر اور راویوں کا حفاظت دین کی خاطر جرح کرنا نکاح کے متعلق مشورہ دیتے ہوئے تو یہ غیبت مباح ہے۔ نکاح کے متعلق مشورہ دیتے ہوئے وغیرہ۔ (ح ت)

تانبے کے ناخنوں سے چہرہ نوچنے والے

۴۹۱۹/۱۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا عَرَجَ بِیْ رَبِّیْ مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَّهُمْ اَظْفَارٌ مِّنْ نُّحَاسٍ يَخْمِشُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَصُدُوْرَهُمْ فَقُلْتُ مَنْ هٰؤُلَاءِ يَاجِبْرَئِيْلُ قَالَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ وَيَقَعُوْنَ فِیْ اَعْرَاضِهِمْ۔ (رواه ابو داؤد)

أخرجه ابو داؤد فی السنن ٥/١٩٤ الحديث رقم ٤٨٧٨، واحمد فی المسند ٣/٢٢٤۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے مجھے معراج کرائی تو میرا گزر کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا کہ جن کے ناخن تانبے کے تھے جن سے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے میں نے جبرئیل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے اور ان کی آبروریزی کرتے ہیں۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ يَاْكُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ : یہ غیبت کرتے گالیاں دیتے اور ان کی آبروریزی کرتے ہیں۔ اس کو گوشت کھانے سے تعبیر کی وجہ گزر چکی ہے۔ آبروریزی کرنے والے اپنے اس عمل پر خوش ہوتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے چہروں اور سینوں کو بھی بے آبرو کردیا کہ تانبے کے ناخنوں سے اپنے جسم سے اپنے گوشت کو نوچتے دکھائے گئے۔

تین اعمال کی تین سزائیں

۴۹۲۰/۲۰ وَعَنِ الْمُسْتَوْرِدِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَكَلَ بِرَجُلٍ مُّسْلِمٍ اُكْلَةً فَاِنَّ اللّٰهَ يُطْعِمُهٗ مِثْلَهَا مِنْ جَهَنَّمَ وَمَنْ كَسٰى ثَوْبًا بِرَجُلٍ مُّسْلِمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَكْسُوْهُ مِثْلَهٗ مِنْ جَهَنَّمَ وَمَنْ قَامَ بِرَجُلٍ مَقَامَ سُمْعَةٍ وَرِيَاءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَقُوْمُ لَهٗ مَقَامَ سُمْعَةٍ وَرِيَاءٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (رواه ابو داؤد)

أخرجه ابو داؤد فی السنن ٥/١٩٥ الحديث رقم ٤٨٨١، واحمد فی المسند ٤/٢٢٩۔

ترجمہ: حضرت مستورد رضی اللہ عنہ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ جس نے کسی مسلمان کا ایک لقمہ ناحق کھایا تو اللہ تعالیٰ اسی کی مثل دوزخ کا لقمہ اسے کھلائیں گے اور جس نے کسی مسلمان کی غیبت کے عوض کپڑا پہنا اللہ تعالیٰ اسی کی مثل دوزخ کا کپڑا پہنائیں گے اور جو شخص نام ونمود اور ریاکاری کے لئے کھڑا ہوا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے شہرت کی جگہ میں کھڑا کرے گا۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ **اُكْلَةً** : اس کا معنی لقمہ ہے پھر ایک بار کے کھانے کے لئے استعمال ہونے لگا چنانچہ ایک آدمی جو کسی مسلمان سے عداوت رکھتا ہو اس کے پاس دوسرا مسلمان آ کر کسی کی غیبت کر کے اسے خوش کرتا ہے اور اس کو اپنی روزی کا ذریعہ بناتا ہے اور وہ غیبت کے بدلے لباس حاصل کرے یہ مطلب اس وقت ہے جب کہ یہ ماضی معروف کا صیغہ مانیں اور پچھلے صیغہ اکل، قام بھی اسی پر دلالت کرتے ہیں اور اگر اس کو بصیغہ مجہول پڑھا جائے تو تب بھی معنی درست ہے کیونکہ اُس کا معنی بھی اِس کے موافق ہے کہ نفس کو بتکلف جامہ پہنایا اب مطلب یہ ہوا کہ وہ آدمی جس کو کسی کی غیبت کے باعث جامہ پہنایا گیا ہو۔

قام برجل : با تعدیہ کے لئے ہے اور رجل سے خود اس کا نفس مراد ہے یا دوسرا مراد ہو یعنی وہ اپنے آپ کو کھڑا کرے یا کسی اور کو کھڑا دکھا دے یا شہرت کی جگہ کھڑا کرے یعنی خود ستائش کرے یا اپنے کمالات ان کے سامنے ظاہر کرے اور کسی کے ظاہر کرے تا کہ وہ لوگ دیکھ کر یا سن کر اس کے تابع ہوں۔ **فان الله یقوم** : یہ کنایہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو رسواء فرما دیں گے۔

قول مظهر : یا ممن ہے تعدیہ کے لئے ہو۔ سببیہ ہو۔ اگر تعدیہ کے لئے مانیں تو معنی یہ ہوگا کہ جو کوئی کسی کو شہرت وریا کاری کی جگہ کھڑا کرے اور صلاح و تقویٰ سے اس کی تعریف کرے تا کہ اس کا زہد و تقویٰ لوگوں میں معروف ہو اور لوگ اس کے معتقد ہوں اور اس کی خدمت کریں اور اس چیز کو ان کو اپنے پھندے میں پھنسانے کے لئے بطورِ جال استعمال کرے۔ تا کہ اس ذریعہ سے مال و جاہ حاصل ہو جیسا کہ بہت سے بزرگوں کے خدام کرتے ہیں اور بقول شخص معاملہ اس طرح ہو جاتا ہے ''پیراں نمی پرند مریداں می پرانند'' پس ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ رسوائی و ذلت کے مقام پر کھڑا کریں گے اور فرشتوں کو فرمائیں گے یہ جھوٹا شخص ہے اس نے ایک جھوٹے شخص کو شہرت دی اور یہ سب اس نے اپنی نفسانی اغراض کے لئے کیا پھر اسے جھوٹوں والا عذاب دیا جائے گا۔ اگر حرف باء سببیت کے لئے ہو تو معنی یہ ہوگا جو شخص نیکی، زہد و تقویٰ اس لئے ظاہر کرے تا کہ دوسرا شخص اس کا عقیدت مند بنے وہ شخص جو کہ مال و دولت و جاہ و مال والا ہے اس کا مقصد حصولِ مال و جاہ ہے۔ جیسا کہ لوگ عرف میں کہتے ہیں کہ زاہد امیر ہے تو ایسے شخص کو رسوا کرنے کے لئے کھڑا کریں گے۔ یعنی اس کی رسوائی کا ارادہ فرما کر فرشتوں کو حکم فرمائیں گے کہ اعلان کردو کہ یہ ریا کار ہے۔ یہ مخلوق کے لئے کام کرتا تھا پھر اسے عذاب میں مبتلا جائے گا جو عذاب ریا کاروں کا طے شدہ ہے۔ (ع ح ت)

حسن ظن عبادت کی خوبی سے ہے

۴۹۲۱/۲۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حُسْنُ الظَّنِّ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَةِ۔

(رواه احمد و ابوداؤد)

أخرجه ابو داؤد في السنن ٥/٢٦٦ الحديث رقم ٤٩٩٣، واحمد في المسند ٢/٤٠٧۔

تَرْجَمَہ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسن ظن عبادت کی خوبی میں سے ہے۔ (احمد، ابوداؤد)

تشریح ۞ **حُسْنُ الظَّنِّ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَةِ** : یعنی اللہ تعالیٰ کے متعلق نیک گمان جملہ عبادات حسنہ میں سے ہے۔ عبادت

کا ترک مناسب نہیں اس طرح نہیں جیسا لوگوں کے خیال میں ہے کہ حسن ظن یہ ہے کہ عمل کو ترک کرے اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرے اور یہ کہے کہ وہ کریم وغفور ہے پس جس نے اللہ تعالیٰ کے متعلق نیک گمان کا دعویٰ کیا اور دوسری طرف عبادت کو ترک کیا وہ مغرور ومردود ہے۔ مسلمانوں سے متعلق نیک گمان کرنا چاہیے ان کی بھلائی کا اعتقاد رکھنا چاہیے یہ جملہ عبادات حسنہ میں سے ہے یا حسن عبادت کے نتیجہ میں یہ چیز پیدا ہوتی ہے یعنی جو نیک ہوتا ہے وہ لوگوں کے متعلق نیک گمان کرتا ہے اور بدکار ہمیشہ بدگمانی کا شکار رہتا ہے جیسا کسی شاعر نے کہا ہے:

بد گماں باشد ہمیشہ زشت کار ☆ نامہ خود خواند اندر حق یار

''جو بدگمانی بدکار کرتا ہے۔ وہ دوسروں کے متعلق اپنے سیاہ اعمال دیکھتا ہے''۔

ایک کلمہ پر ستّر دنوں تک ناراض

۲۲/۴۹۲۲ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتِ اعْتَلَّ بَعِيْرٌ لِصَفِيَّةَ وَعِنْدَ زَيْنَبَ فَضْلُ ظَهْرٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِزَيْنَبَ اَعْطِيْهَا بَعِيْرًا فَقَالَتْ اَنَا اُعْطِىْ تِلْكَ الْيَهُوْدِيَّةَ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَجَرَ هَاذَا الْحَجَّةِ وَالْمُحَرَّمِ وَبَعْضَ صَفَرٍ (رواه ابوداؤد وذكر حديث معاذ بن انس) مَنْ حَمٰى مُؤْمِنًا فِىْ بَابِ الشَّفْقَةِ وَالرَّحْمَةِ۔

أخرجه ابوداؤد فى السنن ٥/٨ الحديث رقم ٤٦٠٢، واحمد فى المسند ٦/٢٦١۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیمار ہوگیا اس وقت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس سواری سے زائد اونٹ تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اونٹ انہیں دے دو تو انہوں نے کہا کیا یہودیہ کو اونٹ دے دوں؟ اس بات پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر ناراض ہوئے کہ آپ نے ان سے ذوالحجہ، محرم اور صفر کا کچھ حصہ علیحدگی کیے رکھی۔ (ابوداؤد)
حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں: مَنْ حَمٰى مُؤْمِنًا بَابِ الشَّفْقَةِ وَالرَّحْمَةِ میں نقل کی جاچکی ہے۔

تشریح ❁ صفیہ: یہ اخطب یہودی کی بیٹی تھیں لیکن وہ حضرت ہارون کی اولاد سے تھا یہ ابوالحقیق کی بیوی تھیں وہ غزوۂ خیبر میں قتل ہوا' یہ قید ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے اپنے نکاح میں لائے بعض ازواج کا ان سے اچھا سلوک نہ تھا چنانچہ حضرت زینب و عائشہ رضی اللہ عنہما انہیں میں سے تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ کی حمایت میں یہ الفاظ کہے۔ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس سے کہو میں پیغمبر کی بیٹی ہوں اور تو ابوبکر کی بیٹی ہے۔ حضرت زینبؓ نے بھی سخت لفظ کہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بھی ناراض ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تین دن سے زائد ترکِ ملاقات درست ہے جب کہ وہ فعل اسی طرح کا سخت ہو جب کہ زجر وتوبیخ مقصود ہو۔ محض بغض وعداوت کی بناء پر نہیں۔ اس تقریر سے کئی روایات میں تطبیق ہوجاتی ہے۔ (ح ع)

الفصل الثالث:

چوری سے انکار پر درگزر

۴۹۲۳/۲۳ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ رَجُلًا یَسْرِقُ فَقَالَ لَهٗ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ سَرَقْتَ قَالَ کَلَّا وَالَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَقَالَ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَکَذَّبْتُ نَفْسِیْ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ٤/١٨٣٨ الحديث رقم (١٤٩-٢٣٦٨)، واحمد في المسند ٢/٣١٤۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک آدمی کو چوری کرتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا تو نے چوری کی ہے؟ اس نے کہا ہرگز نہیں مجھے قسم ہے اس ذات جس کے سوا کوئی معبود نہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں اللہ پر ایمان لایا اور میں اپنے نفس کو جھٹلاتا ہوں۔ (مسلم)

تشریح ۞ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَكَذَّبْتُ نَفْسِیْ: میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لایا یہ بات جملہ قسمیہ سے سمجھی جاتی ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے میں نے تیرے قسم کھانے کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ تصدیق کی اور اپنے نفس کو جھٹلایا اس بات میں جو میں نے ظاہر کا لحاظ کر کے کہی اس احتمال کے پیش نظر کہ یہ لینا چوری نہ بنے کیونکہ یہاں حد سرقہ والی کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔ میں تیری قسم کی وجہ سے تصدیق کرتا ہوں اور اپنے گمان کو واپس لیتا ہوں اور اپنے نفس کی تکذیب کرتا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم اٹھائے اگرچہ اس کے خلاف اس کے علم میں ہو۔ تو اپنے علم کو غلط قرار دے کر اس قسم کے مطابق عمل کرے اللہ تعالیٰ کے نام کی عظمت کا یہی تقاضا ہے۔

قریب ہے فقر، کفر تک پہنچا دے

۴۹۲۴/۲۴ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا وَکَادَ الْحَسَدُ اَنْ یَّغْلِبَ الْقَدَرَ۔

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٥/٢٦٧ الحديث رقم ٦٦١٢۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فقر و افلاس قریب ہے کہ کفر کی حد تک پہنچا دے اور حسد قریب ہے کہ تقدیر پر غالب آ جائے۔

تشریح ۞ کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا: فقر قلبی کفر کا سبب بن سکتا ہے اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قضاء پر راضی نہیں یا اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنے کی وجہ سے۔ ماسوا اللہ سے شکوہ کی وجہ سے کافر ہو جائے۔ کفر کی طرف میلان کی وجہ سے کافر ہو جائے۔ کفار کو چین میں دیکھ کر اور مسلمانوں کو ابتلاء میں دیکھ کر اعتراض کرے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْکَافِرِ

''یہ دنیا مؤمن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے''۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا یَغُرَّنَّکَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ○ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ثُمَّ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ○ لٰکِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِاللّٰهِ وَمَا عِنْدَاللّٰهِ خَیْرٌ لِّلْاَبْرَارِ○﴾

''(اے مؤمن) تجھ کو ان کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا' مغالطہ میں نہ ڈال دے۔ (کیونکہ یہ) چند روزہ بہار ہے پھر ان کا ٹھکانہ (ہمیشہ کے لئے) دوزخ ہوگا اور وہ بری ہی آرام گاہ ہے۔ لیکن جو لوگ (ان میں سے) خدا سے ڈریں (اور مسلمان و مطیع ہو جائیں) ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے۔ یہ (ان کی) مہمانی ہوگی' اللہ کی طرف سے اور جو چیزیں خدا کے پاس ہیں یہ نیک بندوں کے لئے بدرجہا بہتر ہیں''۔

بعض مسلمان کفار کو امن وچین سے دیکھتے ہیں تو کہتے کہ ہم اعداء اللہ کا اچھا حال دیکھ رہے ہیں اور ہم ہلاک ہو گئے بھوک ومشقت ہم پر طاری ہے اس پر یہ آیت اتری کہ ان کا یہ آرام چند دن ہے پھر فنا ہو جائے گا۔

اور تمہارے لئے بڑا آرام آخرت کا ہے اس فانی پر نظر ڈال کر اس کی توقع رکھو جس طرح فقر باعث کفر بن جاتا ہے اسی طرح غناء کا زیادہ ہونا سرکشی کا سبب ہے اسی وجہ سے غناء وفقر سے یہ افضل ہے کہ متوسط گزر اوقات ہو۔

اگر بالفرض کوئی چیز تقدیر پر غالب آسکتی اور اسکو بدل سکتی تو وہ حسد ہوتا۔ بعض نے کہا کہ حسد کے گمان میں تقدیر کو بدل دیگا۔

معذرت قبول نہ کرنے والے پر گناہ

۴۹۲۵/۲۵ وَعَنْ جَابِرٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اعْتَذَرَ اِلٰی اَخِیْهِ فَلَمْ یَعْذِرْهُ اَوْلَمْ یَقْبَلْ عُذْرَهٗ کَانَ عَلَیْهِ مِثْلُ خَطِیْئَةِ صَاحِبِ مَکْسٍ۔

(رواهما البیهقی فی شعب الایمان وَقَالَ الْمُکَّاسُ الْعُشَّارُ)

أخرجه البیهقی فی شعب الایمان ۶/۳۲۱ الحدیث رقم ۸۳۳۸۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی اپنے بھائی سے معذرت کرے اور وہ معذرت نہ مانے یا اس کا عذر قبول نہ کرے تو اس پر (ناحق) ٹیکس وصول کرنے والے کی طرح گناہ ہے۔ ان دونوں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ مکس ٹیکس لینے والے کو کہتے ہیں۔

تشریح ۞ صَاحِبِ مَکْسٍ: یعنی وہ ظلم کرے اور جتنا حق بنتا ہے اس کے موافق نہ لے یہ بڑا گناہ ہے حدیث میں وارد ہے کہ صاحب مکس جنت میں داخل نہ ہوگا۔ عذر خواہی کو قبول نہ کرنے والے اور صاحب مکس کے درمیان مشابہت کی وجہ شاید یہ ہے صاحب مکس بھی تاجر کا عذر قبول نہیں کرتا کہ یہ مال امانت کا ہے۔ مجھ سے شہر میں عشر لے لیا گیا۔ میں مقروض ہوں وغیرہ

حضرت عائشہؓ سے وارد ہے:

مَنِ اعْتَذَرَ اِلٰی اَخِیْهِ الْمُسْلِمِ فَلَمْ یَقْبَلْ عُذْرَهٗ لَمْ یَرِدْ عَلَی الْحَوْضِ۔

''اگر کسی شخص نے اپنے کسی مسلمان بھائی سے عذر خواہی کی اور اس نے اس کے عذر کو قبول نہیں کیا تو اس کو حوض کوثر پر آنا نصیب نہیں ہوگا''۔

جس نے کسی مسلمان بھائی کے سامنے واقعی عذر پیش کیا مگر اس نے قبول نہ کیا تو وہ حوض پر وارد نہ ہو سکے گا اور طبرانی نے اوسط میں حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ شخص نہ بتلاؤں جو برا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اگر یہ ہمارے لئے بہتر ہے تو فرمائیں آپ ﷺ نے فرمایا برا وہ ہے جو منزل پر اکیلا آئے اور اپنے غلام کو کوڑے مارے اور اپنے عطیہ میں سے کچھ بھی اسے نہ دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں اس سے زیادہ برے کی اطلاع نہ دوں؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ! ضرور بتائیں۔ فرمایا: وہ لوگ ہیں جو خطاء یعنی غلطی کا عذر قبول نہیں کرتے اور معذرت نہیں مانتے اور نہ لوگوں کی کوتاہیوں کو بخشتے ہیں پھر آپؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں اس سے بھی زیادہ برے کی خبر نہ دوں؟ صحابہ نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ! ضرور! فرمایا: جس سے خیر کی توقع نہ ہو اور نہ اس کے شر سے مامون ہوں (طبرانی) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ دوسروں کی عورت کو باعفت قرار دو یعنی بدنظر نہ کہو تمہاری عورتیں بھی باعفت ہوں گی اور اپنے والدین سے نیکی کرو تمہاری اولاد تم سے نیکی کرے گی۔ جس کے پاس مسلمان معذرت کرتا آئے اس کی معذرت قبول کرو خواہ وہ حق پر ہو یا باطل پر۔ اگر عذر قبول نہ کرو گے تو حوض کوثر پر نہ آؤ گے۔ یہ حاکم نے نقل کی اور اس کو صحیح الاسناد کہا۔ (ح ع)

بَابُ الْحَذْرِ وَالتَّانِّیْ فِی الْاُمُوْرِ

معاملات میں احتراز اور توقف کرنے کا بیان

فوائد الباب: الحذر: احتراز کرنا، بچنا، پرہیز کرنا، تانی: محتاط آدمی، بیدار و چست آدمی۔ امور: توقف کرنا جلدی نہ کرنا۔ تاخیر کے معنی میں ہے آدمی کو چاہیے کہ لوگوں کے شر سے بچنے کے لئے دینی و دنیاوی معاملات میں ہوشیار محتاط رہے تمام اعمال کے انجام پر نظر کرے کسی کام میں جلد بازی نہ مچائے بلکہ حلم و وقار کا دامن تھامے۔ البتہ شریعت نے جن امور میں جلدی کا حکم دیا ان کو جلد انجام دے مثلاً نمازِ جنازہ وغیرہ۔

الفصل الاول:

مؤمن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا

۱/۴۹۲۶ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا یُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَّرَّتَیْنِ۔

(متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۵۲۹/۱۰ الحدیث رقم ۶۱۳۳ و مسلم فی ۲۲۹۵/٤ الحدیث رقم (۶۳-۲۹۹۸) و ابوداؤد فی السنن ۱۸۵/۵ الحدیث رقم ٤۸۶۲ و ابن ماجه فی ۱٤۰۱/۲ الحدیث رقم ٤۱۸۹، واحمد فی المسند ۳۷۹/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **لَا یُلْدَغُ**: سانپ اور بچھو کے کاٹنے کو کہتے ہیں۔ **حجو** سوراخ، سانپ کی جگہ۔ حجر کا معنی کرہ ہے۔ ہر وہ مؤمن جو محتاط اور دین حق کی حمایت کرنے والا ہو اور اللہ تعالیٰ کے کسی سرکش و باغی پر اعتماد نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ اس کی خاطر اس کے دشمن سے انتقام ضرور لیتا ہے وہ مؤمن حلم کے باوجود فریب نہیں کھاتا اگر دنیا کے معاملے میں فریب ہو جائے تو یہ معمولی ہے مگر دینی معاملات میں یہ ممکن نہیں یہ ایک عظیم قاعدہ کی تعلیم ہے تاکہ اس کے دین وملت کی حفاظت کی جائے۔ اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ ابوعزہ ایک کافر شاعر تھا اس نے مسلمانوں کی ہجو کر کے اپنی قوم کے بدبختوں کو مسلمانوں کی ایذاء پر برانگیختہ کیا غزوۂ بد کے موقع پر گرفتار ہوا اس پر اس نے عہد دیا کہ یہ عمل بد وہ دوبارہ نہ کرے گا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عہد کی وجہ سے اسے رہا کر دیا جب وہ اپنی قوم کے ہاں گیا تو پھر اس نے شر و فساد برپا کیا۔ غزوۂ احد کے موقع پر پھر گرفتار ہوا اس نے امان طلب کی اا عہد کیا کہ میں آئندہ ایسا کام نہ کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم صادر فرمایا کچھ لوگوں نے معافی کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمن ایک سوراخ سے دوبار ڈسا نہیں جاتا۔ (ع ح)

دو محبوب خصائل......حلم ووقار

۲/۴۹۲۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَشَجِّ عَبْدِ الْقَیْسِ اِنَّ فِیْكَ لَخَصْلَتَیْنِ یُحِبُّهُمَا اللّٰهُ الْحِلْمُ وَالْاَنَاةُ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ٤۹/۱ الحدیث رقم (۲۵-۱۷)، والترمذی فی السنن ۳۲۲/٤ الحدیث رقم ۲۰۱۱ وابن ماجه فی ٤۰۱/۲ الحدیث رقم ٤۱۸۷، واحمد فی المسند ۲۳/۳۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ عبدالقیس کے سردار اشج کو فرمایا کہ تمہارے اندر جو دو خوبیاں ہیں ان کو اللہ تعالیٰ بہت پسند کرتا ہے۔ ایک حلم، دوسرا وقار۔ (مسلم)

تشریح ۞ **لِاَشَجِّ عَبْدِ الْقَیْسِ**: عبدالقیس ایک قبیلہ کا نام ہے اس وفد کے متعلق وارد ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو اپنی سواریوں سے جلد از جلد نیچے اترے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات میں نہایت عجلت سے کام لیا۔ ان میں شوق ومحبت کے ساتھ ہلچل کی کیفیت تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر خاموشی اختیار فرمائی۔ اشج: ان کا نام منذر بن عائذ تھا یہ قوم کے سردار تھے یہ اپنے مکان پر اترے وہاں قوم کا تمام سامان محفوظ کیا پھر غسل کیا' کپڑے بدلے اور آرام ووقار سے مسجد میں آئے دو رکعت نماز ادا کی اور دعا کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس عمل کو خوب سراہا۔ روایت میں وارد ہے

کہ جب آپ ﷺ نے اُن کو اِن کی دو خصلتوں سے آگاہ کیا تو انہوں نے سوال کیا کہ میرے اندر یہ خصلتیں کیسی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایت کی گئی ہیں اس پر انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے میرے اندر ایسی صفات پیدا فرمائی ہیں جن کو اللہ اور اس کا رسول ﷺ پسند کرتے ہیں۔

سوال کا مقصد یہ تھا کہ اگر یہ صفات خودساختہ ہیں تو پھر ان کے زوال کا خطرہ ہے اور اگر جبلت میں ودیعت کی گئی ہیں تو ان کے بقاء کی امید باقی ہے۔ (ح ت)

الفصل الثانی:

جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے

۳/۴۹۲۸ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاَنَاةُ مِنَ اللّٰهِ وَالْعُجْلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ (رواه الترمذی وقال هذا حديث غريب وقد تكلّم بعض اهل الحديث فی عبد المهيمن بن عباس الراوی من قبل حفظه)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٣٢٢ الحديث رقم ٢٠١٢۔

ترجمہ: حضرت سعد بن ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے اور کام کو وقار و تسلی سے کرنا یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے انہوں نے اس کو غریب کہا ہے بعض محدثین نے عبدالمہیمن کے حافظے پر تنقید کی ہے۔

تشریح ۞ **عبدالمهيمن**: یہ راوی عادل وثقہ ہے مگر حافظہ بہتر نہ تھا پس ان کا معاملہ نرم ہے اس روایت کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔ اس کے الفاظ اس طرح ہیں: اَلتَّانِيْ مِنَ اللّٰهِ وَالْعُجْلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ۔ امور دنیا میں جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے یعنی شیطان کی وسوسہ اندازی سے ہے بعض نے کہا کہ اس سے وہ اشیاء مستثنیٰ ہیں جن کی اچھائی و بہتری میں کلام نہ ہو۔ یعنی اچھے کاموں میں جلدی کرنا شیطان کی طرف سے نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ۔

ملاعلی قاریؒ: بندہ عرض کرتا ہے کہ مسارعت اور مبادرت میں فرق ظاہر ہے اسی طرح عبادات میں جلدی کرنا پس پہلی قابل تعریف ہے اور دوسری مذموم ہے۔ (ع)

مسارعت کا معنی:

طاعات کی طرف مسارعت کا مطلب یہ ہے کہ نماز کا وقت ہو گیا تو اس میں سستی نہ کرے جلدی سے تیار ہو کر ادا کرے۔ مبادرت جلدی یا جلد بازی یہ ہے تو نماز کی ادائیگی میں تیزی دکھائے دو منٹ میں تمام نماز پوری کر ڈالے۔ پس مسارعت اچھی

ہے اور مبادرت فی العمل الخیر یہ بہت برا ہے۔

حاصل کلام: پس ملا علی کی تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ شوق سے دوڑنا اور مستعد و تیار ہونا تا کہ کام کی جلد ادائیگی ہو یہ بہت خوب ہے اور نیک کام جلد از جلد گلے سے اُتارنا برا ہے۔ (مولانا)

ٹھوکر سے حوصلہ پیدا ہوتا ہے

۴۹۲۹/۴ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا حَلِیْمَ اِلَّا ذُوْعَثْرَةٍ وَلَا حَکِیْمَ اِلَّا ذُوْتَجْرِبَةٍ۔ (رواه احمد والترمذی وقال هذا حديث غريب)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٣٣٢ الحديث رقم ٢٠٣٣، واحمد فی المسند ٣/٦٩۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ٹھوکر کھانے والا ہی حوصلہ والا ہوتا ہے اور تجربہ کار ہی حکمت والا ہوتا ہے۔ اس روایت کو احمد اور ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ۞ اِلَّا ذُوْعَثْرَةٍ: مگر لغزش والا۔ جو شخص گناہ میں مبتلا ہوا اور اس کے معاملات میں خطاء وخلل ہو جس کی وجہ سے وہ شرمندہ نہ ہو اور وہ چاہتا ہو کہ لوگ اس کے عیوب اور خطائیں ظاہر نہ کریں اور لغزشوں میں درگزر کا خواہاں ہو تو وہ لوگوں کی خطاؤں سے درگزر کرتے ہوئے ان پردہ ڈالنے کا خواہش مند ہوگا۔

بعض شراح کا قول ہے کہ جب تک کوئی انسان بعض امور کو بجانہ لائے اور ان میں کوتاہیوں اور لغزشوں کا مرتکب نہ ہو اس میں حلم و بردباری پیدا نہیں ہو سکتی کیونکہ بے صبری کے مقامات سے جب تک آگاہی نہ ہوگی ان سے اجتناب ممکن نہیں اور اس میں حلم کیونکر پیدا ہوگا اور کس طرح معلوم ہوگا کہ یہاں حلم سے کام لینا چاہیے۔

حاصل یہ ہوا: کہ حلیم و بردبار وہ ہوگا جو تجربات والا ہو۔ حکیم کا کسی چیز کی حقیقت سے آگاہ ہونا اور حکیم درست کام کرنے والے دانا کو کہا جاتا ہے۔ حکمت کا اصل معنی کسی چیز کو خلل سے خالی اور مضبوط کرنا ہے پس وہ شخص جس کو اشیاء کی معرفت میسر ہو جائے اور ان کے منافع اور مفسدات سے آگاہ ہو جائے۔ اسے حکمت حاصل ہو جائے گی۔

خوب تدبیر سے کام لو

۴۹۳۰/۵ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْصِنِیْ فَقَالَ خُذِ الْاَمْرَ بِالتَّدْبِیْرِ فَاِنْ رَاَیْتَ فِیْ عَاقِبَتِهٖ خَیْرًا فَامْضِهٖ وَاِنْ خِفْتَ غَیًّا فَاَمْسِكْ۔ (رواه فی شرح السنة)

أخرجه البغوی فی شرح السنة١٣/١٧٥ الحديث رقم ٣٦٠٠۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کام خوب تدبیر سے کرو پھر اگر اس کا انجام بھلائی پاؤ گے تو کر گزرو اور اگر اس میں گمراہی کا خطرہ ہو تو اس باز رہو۔ (شرح السنۃ)

تشریح ۞ خُذِالْاَمْرَ :① اس حدیث میں کام کو خوب بیدار مغزی اور تدبیر سے کرنے کا حکم فرمایا۔ کام کے نتائج میں خرابی نظر آئے تو اسے ترک کا حکم فرمایا۔

آخرت کے معاملات میں جلدی بہتر ہے

۶/۴۹۳۱ وَعَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ الْاَعْمَشُ لَا اَعْلَمُهُ اِلَّا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التُّؤَدَةُ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ خَيْرٌ اِلَّا فِيْ عَمَلِ الْاٰخِرَةِ۔ (رواه ابوداؤد)

أخرجه ابو داؤد فی السنن ۵/۱۷۵ الحدیث رقم ۴۸۱۰۔

ترجمہ : حضرت مصعب بن سعد نے اپنے والد سے نقل کیا۔ اعمش کہتے ہیں کہ میرے خیال میں یہ جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے وقار وتسلی سے کام کو انجام دینا ہر چیز میں بہتر ہے سوائے آخرت کے معاملات کے (یعنی ان میں جلدی کرنی چاہیے)۔

تشریح ۞ اَلتُّؤَدَةُ :سکون۔ آہستگی اور آرام سے کام کرنا۔

اِلَّا فِیْ عَمَلِ الْاٰخِرَةِ :آخرت کے کام میں تاخیر کرنے میں آفات ہیں اور منقول ہے کہ دوزخی اکثر تاخیر عمل خیر کی وجہ سے چلائیں گے۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

یہ اس وجہ سے ہے کہ امور دنیویہ میں ان کا انجام ابتداءً برا ہے تو چھوڑا جائے ان کو مؤخر کیا جائے البتہ امورِ آخرت تمام خیر ہیں جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ وَسَارِعُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾

''نیکی وبھلائی کے کاموں میں سبقت وعجلت کرو اور مغفرت وبخشش کی طرف لپکو جو تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے''۔

امام غزالی کا قول:اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ......کی تفسیر کرتے ہوئے غزالی لکھتے ہیں کہ مؤمن کو مناسب ہے کہ جب خرچ کا دفعیہ پیدا ہو تو توقف نہ کرے کیونکہ شیطان فقر کا وعدہ کرتا ہے اور اسے خرچ سے روکتا اور ڈراتا ہے۔ جناب ابوالحسن پائخانہ میں تھے انہوں نے اپنے شاگرد کو آواز دی کہ میری قمیص میرے بدن سے اتار دو اور اسے فلاں شخص کے حوالے کر دو۔ شاگرد کہنے گا آپ نے بیت الخلاء سے نکلنے تک تاخیر کیوں نہ کی؟ تو فرمانے لگے میرے دل میں اسکا دینا وارد ہوا' مجھے اپنے نفس پر اطمینان نہیں کہ وہ باہر نکلنے تک تبدیل نہ ہو جائے۔(ع)

میانہ روی نبوت کا چوبیسواں حصہ

۷/۴۹۳۲ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ السَّمْتُ الْحَسَنُ

وَالتُّؤَدَةُ وَالْاِقْتِصَادُ جُزْءٌ مِّنْ اَرْبَعٍ وَّعِشْرِيْنَ جُزْءً مِّنَ النُّبُوَّةِ۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ٣٢٢/٤ الحديث رقم ٢٠١٠ و مالك فی الموطأ ٩٥٤/٢ الحديث رقم ١٧من كتاب الشعر۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تسلی واطمینان سے کام کی انجام دہی اچھی عادت ہے اور میانہ روی یہ نبوت کا چوبیسواں حصہ ہے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ **الْاِقْتِصَادُ** :تمام احوال وافعال میں درمیانہ راستہ اختیار کرے جو کمی اور زیادتی سے بچا ہوا ہو مثلاً سخاوت کو بخل و اسراف کے مابین اور شجاعت کو بزدلی کے درمیان اختیار کرے اور اسی طرح اعتقادات میں جبر وقدر کے مابین اہل سنت کی راہ اپنائے اسی طرح معیشت میں اعتدال یعنی میانہ روی کا خرچہ جو اسراف وتنگی کے درمیان ہو وہ نصف معیشت ہے۔ غرض یہ کہ تمام احوال وافعال میں میانہ روی کا دامن تھامے رکھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا (یعنی کھاؤ پیو اور اسراف سے اجتناب کرو)۔

عارفین کا قول:

علم کو اس طرح طلب کرو کہ وہ تجھے عمل سے مانع نہ بنے اور عمل کو اس طور پر اختیار کرو کہ وہ حصول علم میں مانع نہ ہو یہ کاموں میں میانہ روی ہو۔

یہ تمام چیزیں مل کر نبوت کا ایک جزء بن جائیں گی۔ ہر ایک ان میں سے خصائل نبوت میں سے ایک خصلت ہے اور جو بیسواں جزء فرمایا یہ تعین عدد کی حکمت وحقیقت شارع کو ہی معلوم ہے۔ نورِ نبوت کے بغیر اس سے واقفیت ناممکن ہے۔ (ح ع)

خوش اخلاقی نبوت کا پچیسواں حصہ ہے

۸/۴۹۳۳ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْهَدْىَ الصَّالِحَ وَالسَّمْتَ الصَّالِحَ وَالْاِقْتِصَادَ جُزْءٌ مِّنْ خَمْسٍ وَعِشْرِيْنَ جُزْءً مِّنَ النُّبُوَّةِ۔ (رواہ ابوداؤد)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ١٣٦/٥ الحديث رقم ٤٧٧٦، واحمد فی المسند ٢٩٦/١۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا طریقہ اور خوش اخلاقی اور میانہ روی نبوت کا پچیسواں حصہ ہے۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ **اِنَّ الْهَدْىَ الصَّالِحَ** :نیک چال چلن اور اخلاق ظاہرہ کا تعلق احوالِ باطنہ سے ہے اور یہ دونوں طریقت میں ایمان واسلام کی طرح ہیں اگر یہ دونوں میسر ہوں تو یہ نور علیٰ نور ہے تو کامل حقیقت پانے والا بن گیا۔

جُزْءً مِّنْ خَمْسٍ وَعِشْرِيْنَ : یہاں پچیسواں جزء کہا گیا اور اس سے پہلی روایت میں چوبیسواں جزء کہا گیا ہے۔ یہ تفاوت وہم وخطاء راوی ہے۔ سر اور سبب کے اعتبار سے تفاوت ہو۔ پہلے یہ حکم ہوا پھر او پر والی روایت والا حکم ہوا۔ ان تین

چیزوں کو ملا کر وہ حکم ہوا ان تین چیزوں کا الگ لحاظ کر کے یہ حکم ہوا۔ اب وہم راوی گردانے کی حاجت نہ ہوئی۔ (مؤلف)

مشورہ امانت ہے

۹/۴۹۳۴) وَعَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ الْحَدِيْثَ ثُمَّ الْتَفَتَ فَهِيَ اَمَانَةٌ۔ (رواہ الترمذی وابوداؤد)

أخرجه ابوداوٗد في السنن ٥/١٨٨ الحديث رقم ٤٨٦٨، والترمذي في السنن ٤/٣٠١ الحديث رقم ١٩٥٩، واحمد في المسند ٣/٣٧٩۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی آدمی نے ایک بات کی پھر وہ دوسری طرف متوجہ ہو گیا تو وہ بات امانت ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

تشریح ۞ فَهِيَ اَمَانَةٌ یعنی اس کا حکم امانت کی طرح ہے مجلس والوں کو چاہیے کہ افشاء کر کے خیانت نہ کریں۔

ثُمَّ الْتَفَتَ: اس سے مراد بیان کرنے والے کا دائیں بائیں نظر ڈالنا ہے۔ (ت)

جس سے مشورہ کیا جائے وہ امین ہے

۴۹۳۵/۱۰ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَبِي الْهَيْثَمِ بْنِ التَّيِّهَانِ هَلْ لَكَ خَادِمٌ قَالَ لَا فَقَالَ فَاِذَا اَتَانَا سَبْيٌ فَاْتِنَا فَاُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَاْسَيْنِ فَاَتَاهُ اَبُو الْهَيْثَمِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اخْتَرْ مِنْهُمَا فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَرْلِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ خُذْ هٰذَا فَاِنِّيْ رَاَيْتُهٗ يُصَلِّيْ وَاسْتَوْصِ بِهٖ مَعْرُوْفًا۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه ابوداوٗد في السنن ٥/٣٤٥ الحديث رقم ٥١٢٨ مختصرًا، واخرجه الترمذي في ٤/٥٠٤ الحديث رقم ٢٣٦٩ و ابن ماجه في ٢/١٢٣٣ الحديث رقم ٣٧٤٥ واحمد في المسند ٤/١٧٢۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوالہیثم بن تیہان رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ تمہارے خادم ہیں؟ عرض کیا نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ہمارے ہاں قیدی آئیں تو پھر ہمارے پاس آنا۔ چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو آدمی لائے گئے ادھر سے ابوالہیثم آ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دونوں میں سے ایک کو پسند کر لو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی میرے لئے منتخب فرما دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین تم یہ لے جاؤ میں نے اسے نماز پڑھتے دیکھا ہے اور اس سے بھلائی سے پیش آنا۔ (ترمذی)

تشریح ۞ اسْتَوْصِ بِهٖ مَعْرُوْفًا: دوسری روایت میں وارد ہے کہ جب اس غلام کو لے کر حضرت ابوالہیثم اپنے گھر آئے اور بیوی کو بتلایا یہ غلام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عنایت فرمایا اور مجھے حکم فرمایا کہ میں اس کے ساتھ نیکی اور احسان کا معاملہ کروں تو بیوی کہنے لگی اس وصیت پر پورا اُترنا ہمارے لئے مشکل ہے پس اس کے ساتھ احسان یہی ہے کہ اس کو آزاد کر دو۔

تین مجالس جن کی بات امانت نہیں

۴۹۳۶/۱۱ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَةِ اِلَّا ثَلٰثَةَ مَجَالِسَ سَفْكُ دَمٍ حَرَامٍ اَوْفَرْجٌ حَرَامٌ اَوِ اقْتِطَاعُ مَالٍ بِغَيْرِ حَقٍّ۔

(رواه ابوداؤد وذكر حديث ابی سعید وَاِنَّ اَعْظَمَ الْاَمَانَةِ فی باب المباشرة فی الفصل الاول)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ٥/١٨٩ الحديث رقم ٤٨٦٩، والترمذی فی ٤/٣٠١ الحديث رقم ١٩٥٩، واحمد فی المسند ٣/٣٤٢۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجالس کی باتیں امانت ہوتی ہیں مگر تین مجالس اس سے مستثنیٰ ہیں: ① حرام خون بہانے کی بات کی جائے۔ ② حرام شرمگاہ کا مشورہ کیا جائے۔ ③ ناحق مال کے حصول کی بات کی جائے۔ (ابوداؤد) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت: ان اعظم الامانة فی الباب المباشرة کی پہلی فصل میں ذکر کی جا چکی ہے۔

تشریح ۞ **اِلَّا ثَلٰثَةَ مَجَالِسَ سَفْكُ**: یعنی اگر تم کسی مجلس میں یہ بات سنو کہ وہ لوگ کسی کو مار ڈالنے کا ارادہ رکھتے ہیں یا کسی عورت سے زنا کا مشورہ کر رہے ہیں یا کسی کا مال لوٹنے کا ارادہ رکھتے ہیں یہ سارے مظالم ہیں ایسے حالات میں ان کو بات پہنچانا ضروری ہے تاکہ وہ ان سے محتاط ہو جائیں اور اپنا بچاؤ کر لیں۔

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ مسلمان کو مناسب یہ ہے کہ جب اہل مجلس کو برا کام کرتا دیکھے تو مشہور نہ کرے البتہ ان تینوں میں سے کوئی ایک معاملہ ہو تو پھر مشہور کرے۔

نوٹ: مصابیح میں یہ روایت باب المباشرہ اور پھر باب الحذر والتانی میں ذکر کی ہم نے باب المباشرت میں ذکر کی باب التانی میں چھوڑ دی ممکن ہے کہ مصابیح کے نسخہ میں جو مؤلف کے پاس تھا مکرر تھی۔ مگر ہمارے نسخوں میں موجود نہیں ممکن ہے کاتب نے تکرار کی وجہ سے حذف کی ہو۔ واللہ اعلم۔

الفصل الثالث:

عقل کے سبب آدمی مسئول ہے

۴۹۳۷/۱۲ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلَ قَالَ لَهٗ قُمْ فَقَامَ ثُمَّ قَالَ لَهٗ اَدْبِرْ فَاَدْبَرَ ثُمَّ قَالَ اَقْبِلْ فَاَقْبَلَ ثُمَّ قَالَ لَهٗ اُقْعُدْ فَقَعَدَ ثُمَّ قَالَ لَهٗ مَا خَلَقْتُ خَلْقًا هُوَ خَيْرٌ مِّنْكَ وَلَا اَفْضَلُ مِنْكَ وَلَا اَحْسَنُ مِنْكَ بِكَ اٰخُذُ وَبِكَ اُعْطِیْ وَبِكَ اُعْرَفُ وَبِكَ اُعَاتِبُ وَبِكَ الثَّوَابُ وَعَلَيْكَ الْعِقَابُ وَقَدْ تَكَلَّمَ فِيْهِ بَعْضُ الْعُلَمَآءِ۔

أخرجه البيهقي في شعب ٤/ ١٥٤ الحديث رقم ٤٦٣٣۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا تو اس سے فرمایا کہ کھڑی ہو جا! وہ کھڑی ہوگئی پھر اس سے فرمایا کہ پشت پھیر اس نے پشت پھیر لی پھر اس سے فرمایا کہ میری طرف منہ کر اس نے خدا کی طرف منہ کر لیا پھر اس سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ! وہ بیٹھ گئی اور پھر اس سے فرمایا کہ میں نے کوئی ایسی مخلوق پیدا نہیں کی جو تجھ سے بہتر ہو اور تجھ سے زیادہ خوبصورت مخلوق کوئی نہیں بنائی۔ میں تیری وجہ سے پکڑوں گا اور تیرے ذریعہ عطاء کروں گا اور میری پہچان ہوگی اور تیرے ذریعہ میں عتاب کروں گا تیرے ہی سبب عذاب وثواب ہے۔ بعض محدثین نے اس روایت میں کلام کیا ہے۔ (بیہقی)

تشریح ۞ خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلَ: ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عقل کو جسم دیا گیا جیسا کہ موت کو قیامت کے دن مجسم کیا جائے گا اور اسے دوزخ وجنت کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا۔

قیامت میں عقل کے مطابق بدلہ

۴۹۳۸/۱۳ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَكُوْنَ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمِ وَالزَّكٰوةِ وَالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ وَحَتّٰى ذَكَرَ سِهَامَ الْخَيْرِ كُلَّهَا وَمَا يُجْزٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَّا بِقَدْرِ عَقْلِهٖ.

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٤/ ١٥٥ الحديث رقم ٤٦٣٧۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی نماز، روزہ، اور حج وزکوٰۃ والے لوگوں میں سے ہوتا ہے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے نیکی کی تمام اقسام کا ذکر فرمایا اور فرمایا قیامت میں وہ اپنی عقل کے مطابق بدلہ پائے گا۔

تشریح ۞ وَمَا يُجْزٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَّا بِقَدْرِ عَقْلِهٖ: یہاں عقل سے مراد اشیاء کی پہچان کرنا ہے اور مبداء ومعاد اور صلاح و فساد کا معلوم کرنا ہے اور خیر وشر میں امتیاز وفرق کرنا اور گمراہیوں اور آفات نفس سے احتراز کرنا اور نیک راستے کو اپنانا اور قرب کے مقام کو پانا اور حق کے ساتھ واصل ہونا ہے۔ بعض صوفیاء کے کلام میں عقل معاد کا لفظ آیا ہے اس سے یہی مراد ہے اس مقام پر علماء اختلاف ہے بحث اس بات میں ہے کہ علم وعقل میں کون افضل ہے؟

بعض علم کو افضل لکھتے ہیں اور دوسرے عقل کو اور اگر علم کو معلوم ودریافت کے معنی پر محمول کر لیا جائے جو کہ عقل ہی کا اثر ہے تو پھر بحث لفظی اختلاف کی رہ جائے گیا۔ علم وعقل افضل ہے عمل وعبادت سے۔ علماء نے لکھا ہے کہ عالم عاقل کی ایک رکعت دوسروں کی ہزار رکعات سے افضل ہے۔ (ح)

اخلاق بڑا حسب ہے

۱۴/۴۹۳۹ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَبَاذَرٍّ لَا عَقْلَ کَالتَّدْبِیْرِ وَلَا وَرَعَ کَالْکَفِّ وَلَا حَسَبَ کَحُسْنِ الْخُلُقِ۔

أخرجه ابن ماجه فی السنن ۲/ ۱۴۱۰ الحدیث رقم ۴۲۱۸، والبیهقی فی شعب الایمان ۵/ ۲۷ الحدیث رقم ۵۶۴۷۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوذر! تدبیر جیسی کوئی عقل نہیں، پرہیز جیسا کوئی تقوی نہیں اور اچھے اخلاق جیسا کوئی حسب نہیں۔ (بیہقی)

تشریح ۞ **لَا عَقْلَ کَالتَّدْبِیْرِ**: تدبیر انجام کار دیکھنے کو کہا جاتا ہے پس اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی عقل تدبیر والی عقل جیسی نہیں یعنی انجام کار دیکھنے والی عقل ہو اور اس کے مصالح ومفاسد کو دریافت کرنے والی ہو۔

ورع: پرہیز گاری۔ تقوی یا یہی معنی ہے۔ متورع کا درجہ متقی سے اونچا ہے' تقوی حرام سے پرہیز کرنا ہے اور ورع مکروہات ومشتبہات سے پرہیز کرنے کو کہا جاتا ہے۔

درست قول :

ان دونوں الفاظ کا ایک ہی معنی ہے اور اہل عرب اُسی طرح استعمال کرتے ہیں جیسے فرمایا: کامل ورع یہ ہے کہ آدمی ممنوعات سے باز رہے۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

ورع حرام چیزوں سے باز رہنے کا نام ہے پس لا ورع کالکف کا کیا معنی ہوگا؟

جواب: طیبی کہتے ہیں کہ کف سے یہاں مراد مسلمانوں کو ایذاء سے باز رکھنا یا زبان کو لایعنی سے باز رکھنا مراد ہے۔ کیوں کہ اس کے مفاسد بہت ہیں بطور مبالغہ ورع کو مصر سے ذکر کر دیا۔ ورع وتقوی اگرچہ لغت میں باز رہنے اور پرہیز کے معنی میں آتے ہیں مگر شرع کی زبان میں اجتناب وامتثال دونوں کو شامل ہیں اور اگر اجتناب کا معنی لیا جائے تو ترک امتثال امر سے بھی اجتناب ضروری ہے اس لحاظ سے یہ اجتناب وامتثال کو شامل ہو جائیں گے حاصل یہ ہوا کہ ورع اور تقوی تو اجتناب وامتثال کے ساتھ امر پر چلنا ہے پس ورع میں دو چیزیں لازم ہیں: ① اجتناب نواہی۔ ② امتثال اوامر۔

علماء نے لکھا ہے کہ اجتناب نواہی کی رعایت زیادہ ملحوظ ہے بمقابلہ امتثال اوامر کے۔ اگر کوئی شخص امتثال کی جانب میں اختصار کرے صرف فرائض وواجبات اور سنن مؤکدات پر (تو مناسب ہے) مگر اجتناب نواہی میں خوب اہتمام کرے تو وہ منزل مقصود کو پالے گا اور وہ قرب الٰہی ہے۔ اگر کوئی شخص امتثال اوامر میں تو خوب اہتمام کرے مثلاً نوافل ومستحبات تک کو بھی نہ چھوڑے مگر دوسری طرف محرمات کا بھی مرتکب ہو تو یہ شخص منزل مقصود کو نہ پہنچے گا اس کی مثال اس طرح ہے جیسا ایک بیمار ہے وہ

پرہیز کرا ہے مگر دواء کو استعمال نہیں کرتا وہ ایک وقت بعد صحت یاب ہو جائے گا۔ خواہ وہ دیر سے ہی صحت پائے اور اگر دواء تو استعمال کرے مگر پرہیز نہ کرے تو اسے بالکل شفاء میسر نہ ہوگی اور اس کے مرض میں روز بروز اضافہ ہوتا جائے گا۔

دوسرا معنی : اس کام کی ایک دوسری تفصیل دوسری کتب میں مذکور ہے۔جس کو تبین الطرق میں علی متقی نے ذکر کیا ہے۔ خوش اخلاقی جیسی کوئی فضیلت نہیں۔ حسب: اپنے آباؤ واجداد کے فضائل شمار کرے۔ اصل کمال اور بزرگی خوش اخلاقی میں ہے انسان میں یہ ہونی چاہیے اس کے بغیر سب کچھ ضائع ہے۔ خلق: سے مراد صفات باطنیہ مراد لی جائیں تو حسن اخلاق عمدہ چیز ہوئی۔

نرم خوئی اور مہربانی مراد ہو جیسا کہ عرف میں خلق اسی کو کہا جاتا ہے۔ تو پھر مقصود مبالغہ ہوگا۔ اس صفت کی حقیقت اہل تصوف کے کلام سے تلاش کرنی چاہیے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حسن خلق کشادہ پیشانی، عطاء کرنا' ایذاء خلق سے باز رہنا ہے۔ شیخ واسطی کہتے ہیں حسن خلق یہ ہے کہ آدمی مخلوق کو راحت ومشقت میں راضی رکھے۔

سہیل تستری کہتے ہیں حسن خلق کا سب سے کم مرتبہ یہ ہے کہ مخلوق سے دکھ اٹھائے اور بدلہ نہ لے اور ظالم پر رحم وشفقت کرے اور اس کے لئے بخشش چاہے۔ (ح ع)

حسن سوال نصف علم ہے

۴۹۴۰/۱۵ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاِقْتِصَادُ فِي النَّفَقَةِ نِصْفُ الْمَعِيْشَةِ وَالتَّوَدُّدُ اِلَى النَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ وَحُسْنُ السُّوَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ۔

(رواه البيهقي الاحاديث الاربعة في شعب الايمان)

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٥/٢٥٤ الحديث رقم ٦٥٦٨۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خرچہ میں میانہ روی نصف معیشت ہے لوگوں سے محبت کرنا نصف عقل ہے اور حسن سوال نصف علم ہے۔ ان چاروں روایتوں کو بیہقی نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ زندگی کا آدھا سرمایہ خرچے میں میانہ روی ہے یعنی زندگی گزارنے کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں۔ آمدنی اور خرچہ خرچ کی بنیاد میانہ روی پر ہو تو یہ آدھی معیشت ہے۔

اَلْاِقْتِصَادُ فِي النَّفَقَةِ : صالحین اور ان سے تعلق والوں کے ساتھ اظہار محبت کرنا محبت کی نگاہ رکھنا یہ آدھی عقل معاش ہے گویا کامل عقل یہ ہے کہ کچھ کام کرے اور آپس میں محبت بھی کرے اور اس کی صورت یہ ہے کہ ان کی محبت دین ودیانت کے خلاف نہ ہو۔

حسن السوال :علم کے متعلق اچھے انداز سے سوال یہ نصف علم ہے کیونکہ پوچھنے والا عقل منداس چیز کا سوال کرتا ہے جس کے بغیر چارۂ کار نہ ہو اور اس میں ضروری ہے کہ سوالات کے درمیان امتیاز کی قوت رکھتا ہو کہ کیا پوچھا جائے اور کیوں کر پوچھا جائے اور جب جواب میں اپنا مطلوب مل گیا تو اس کا علم کامل ہو گیا۔

حاصل یہ ہوا کہ علم کی دو قسمیں ہیں: ① سوال۔ ② جواب۔ اچھی طرح سے سوال کرنا یہ ہے کہ تمام شقوں کی تحقیقی خواہش

رکھتا ہوا احتمالات سے بھی واقفیت ہوتا کہ جواب شافی وکافی پا کر اس کی تشفی وتسلی ہو جائے پس اس انداز سے سوال تو علم کی قسم سے ہوگا اور اس پر یہ اعتراض نہ ہوگا کہ سوال تو جہل وتر دد کی وجہ سے وارد ہوتا ہے۔ اس کو نصف علم پھر کیوں کر کہا گیا ہے۔ مگر زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس طرح کہا جائے کہ اچھی طرح سوال تو طالب کی طرف سے ہوتا ہے جس کو علم میں مشارکت حاصل ہے وہ اس کے ساتھ بقیہ علم کو ملانا چاہتا ہے۔ بخلاف اس کے جو بلا تامل سوال کرے اور غلط انداز سے سوال کرے وہ اس کے کمال جہالت او نقصان عقل پر دلالت کرتا ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ:

ایک شخص ان کی مجلس میں خاموش بیٹھا تھا۔ امام ابو یوسف کہنے لگے اگر تمہیں کوئی مشکل پیش آئے تو پوچھ لینا اور شرم مت کرنا کیونکہ ایسی حیاء علم سے محروم کر دیتی ہے آپ اس وقت صوم کی تعریف میں گفتگو کر رہے تھے کہ وہ صبح سے غروب تک ہوتا ہے شاگرد کہنے لگا اگر آفتاب غروب نہ ہو تو کب تک روزہ رکھے؟ امام فرمانے لگے تو خاموش رہ کیونکہ تیرا خاموش رہنا بولنے سے بہتر ہے۔ کسی صاحب حال نے کیا خوب کہا ہے۔ جاہل جب کلام کرے تو وہ گدھے کی طرح ہے اور جب وہ خاموش رہے تو دیوار کی طرح ہے۔ (ح ع)

بَابُ الرِّفْقِ وَالْحَيَآءِ وَحُسْنِ الْخُلُقِ

نرمی، حیاء وحسن اخلاق کے بیان میں

رفق: یہ عنف کی ضد ہے یعنی رفقاء کے ساتھ مدارات اور حسن سلوک کرنا اور فروتنی اور نرمی کرنا اور سہولت سے کام کرنا اور حیاء وشرم کا خیال رکھنا۔ رفق۔ ایک حالت ہے جو آدمی پر برائی کے خوف کے ڈر سے وارد ہوتی ہے۔

حیاء: نفس کا اچھا انقباض اس چیز سے جو شریعت میں بری ہو۔ حضرت کہتے ہیں حیاء ایک حالت ہے جو اللہ تعالیٰ کے انعامات کو دیکھنے اور انعامات کے شکریہ میں اپنی کوتاہی کو دیکھنے سے پیدا ہوتی ہے۔

فرماتے ہیں گزشتہ گناہوں سے وحشت کے ساتھ ساتھ دل میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا پایا جانا ہی حیاء ہے۔

دقاق نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعویٰ کو چھوڑنا اور حسن خلق کو اختیار کرنا۔ حیاء کا ظاہر معنی یہ ہے کہ احکام شریعت' آداب طریقت اور احوال حقیقت کی اتباع کرنا چنانچہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق کیا تھا؟ تو انہوں نے فرمایا: وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (اور بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلق عظیم کے مرتبہ پر فائز ہیں) قرآن مجید کی تمام عمدہ خصلتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی تھیں اور جن افعال کی مذمت کی گئی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے سب سے زیادہ بچنے اور پرہیز کرنے والے تھے۔

الفصل الاول:

اللہ تعالیٰ نرمی کو پسند کرتا ہے

١/٤٩٤١ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ وَيُعْطِىْ عَلَى الرِّفْقِ مَالَا يُعْطِىْ عَلَى الْعُنْفِ وَمَالَا يُعْطِىْ عَلٰى مَاسِوَاهُ (رواه مسلم وفى رواية له) قَالَ لِعَائِشَةَ عَلَيْكِ بِالرِّفْقِ وَاِيَّاكِ وَالْعُنْفَ وَالْفُحْشَ اِنَّ الرِّفْقَ لَايَكُوْنُ فِىْ شَىْءٍ اِلَّا زَانَهٗ وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَىْءٍ اِلَّا شَانَهٗ۔

أخرجه مسلم فى صحيحه ٤/٢٠٠١ الحديث رقم (٧٧-٢٥٩٣)، والرواية الثانية فى ٤/٢٠٠٤ الحديث رقم (٧٨-٢٥٩٤) و ابود اود فى السنن ٥/١٥٥ الحديث رقم ٤٨٠٧و٤٨٠٨، والترمذى فى ٥/٥٨ الحديث رقم ٢٧٠١ و ابن ماجه فى ٢/١٢١٦ الحديث رقم ٣٦٨٨، والدارمى فى ٢/٤١٦ الحديث رقم ٢٧٩٣ و مالك فى الموطأ ٢/٩٧٩ الحديث رقم ٣٨من كتاب الاستدان، واحمد فى المسند ٦/١٧١۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نرمی فرمانے والے اور نرمی کو پسند کرنے والے ہیں۔ نرمی پر وہ کچھ دیتا ہے جو سختی پر نہیں دیتا اور اس کے علاوہ پر نہیں دیتا۔ (مسلم)

تشریح ۞ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا نرمی اختیار کرو اور سختی اور فحش کلامی سے بچو۔ نرمی شئے کو حسین بنا دیتی ہے اور سختی شئے کو عیب دار بنا دیتی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ : اللہ تعالیٰ مہربانی نرمی، آسانی کو پسند فرماتے ہیں۔ تا کہ باہمی مہربانی سے پیش آئیں اور اپنے تمام کاموں میں آسانی وسہولت کریں اور سختی اختیار نہ کریں اس کے بعد نرمی کو اختیار کرنے کی طرف اشارہ فرمایا خواہ وہ طلب رزق کا معاملہ ہو یا اور کوئی مطلب ہو اور یہ کہہ کر ترغیب دلائی: ویعطی علی الرفق ..... کہ وہ نرمی پر ہو ثواب دیتا ہے جو سختی پر نہیں ملتا اور نرمی پر وہ کچھ دیتا ہے جو نرمی کے علاوہ کسی چیز پر نہیں دیتا۔ یعنی دیگر اسباب پر۔ اولاً نرمی کو اس کی ضد سختی پر ترجیح دی اور دوبارہ اشارہ کیا کہ سختی تو کیا یہ تو تمام اسباب پر مطلب حاصل کرنے کے لئے غالب ہے۔

سوال: وہ اسباب اگر نرمی کی قسم سے ہیں تو پھر یہاں سختی پر اس کے ترجیح کی گنجائش نہیں اور اگر وہ سختی کی قسم سے ہیں تو بھی کلام اول سے ترجیح نرمی کی سختی پر ظاہر ہوتی ہے تو اس کلام کا فائدہ نہ ہوا۔ **جواب**: یہ کلام اول کی تاکید ہے اور عبارت میں تفاوت وفرق ہے مقصود یہ ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے مقاصد کو نرمی کے انداز سے حاصل کرے کیونکہ دینے والا اللہ تعالیٰ ہے اور نرمی اس کو پسند ہے پس وہ نرمی پر زیادہ دے گا بمقابلہ سختی کے اور وہ اسباب پر انہماک وسختی کی صورت میں ہوگا۔

نرمی سے محروم ہر خیر سے محروم

۲/۴۹۴۲ وَعَنْ جَرِيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يُّحْرَمُ الرِّفْقَ يُحْرَمُ الْخَيْرَ۔

(رواه مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ٤/٢٠٠٣ الحديث رقم (٧٤-٢٥٩٢) و ابوداوٗد فی السنن ١٥٧/٥ الحديث رقم ٤٨٠٩ و ابن ماجه فی ١٢١٦/٢ الحديث رقم ٣٦٨٧، واحمد في المسند ٣٦٢/٤۔

ترجمہ: حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نرمی سے محروم کر دیا گیا وہ خیر سے ہی محروم کر دیا گیا۔ (مسلم)

تشریح ❁ يُحْرَمُ الْخَيْرَ: یعنی وہ تمام بھلائیوں سے محروم کر دیا گیا اور جامع صغیر میں کله کا لفظ صراحت کے ساتھ وارد ہے پس اس روایت میں نرمی کی فضیلت اور اس کے حاصل کرنے کی طرف رغبت دلائی گئی ہے اور سختی کی مذمت ہے نرمی تمام بھلائیوں کا سبب ہے۔

حیا ایمان سے ہے

۳/۴۹۴۳ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَهُوَ يَعِظُ اَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُ فَاِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْاِيْمَانِ۔ (متفق عليه)

أخرجه البخاری فی صحيحه ٧٤/١ الحديث رقم ٢٤ و مسلم فی ٦٣/١ الحديث رقم (٥٩-٣٦)وابوداوٗد فی السنن ١٤٧/٥ الحديث رقم ٢٧٩٥، والترمذی فی ٣٢٩/٤ الحديث رقم ٢٠٢٧ والنسائی فی ١٢١/٨ الحديث رقم ٥٠٣٣ و ابن ماجه فی ٢٢/١ الحديث رقم ٥٨ومالك فی الموطأ ٩٠٥/٢ الحديث رقم ١٠من كتاب حسن الخلق، واحمد فی المسند ١٤٧/٢۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری صحابیؓ کے پاس سے گزرے جو اپنے بھائی کو حیا کے متعلق نصیحت کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دو اس لئے کہ حیاء ایمان سے ہے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ❁ دَعْهُ فَاِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْاِيْمَانِ: وہ کثرتِ حیاء کے متعلق ناراض ہو رہے تھے کہ زیادہ حیاء نہ کیا کرو کیونکہ اس کی وجہ سے آدمی رزق اور علم سے باز رہتا ہے جیسا کہ ایک روایت میں وارد ہے۔ جب اس کے بھائی نے یہ کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منع فرمایا کہ اس کو اپنے حال پر چھوڑ دو اور حیاء سے منع نہ کرو۔

طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

یعظ سے مراد "ینذر" ہے کہ وہ اسے ڈرا رہے تھے۔ امام راغب فرماتے ہیں وعظ ایسے زجر کو کہا جاتا ہے جس میں کچھ ڈرانا ہو۔

خلیل نحوی رحمۃ اللہ علیہ:

فرماتے ہیں وعظ خیر کی نصیحت کو کہتے ہیں جس سے دل میں نرمی آئے۔ وعظ: یہاں عتاب کے معنی میں ہے جیسا کہ ایک روایت میں یعاتب کا لفظ وارد ہوا ہے۔

حیا تمام کی تمام خیر ہے

۴۹۴۴/۴ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَيَاءُ لَا يَأْتِيْ اِلَّا بِخَيْرٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَلْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهٗ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ١٠/١٥٢١ الحديث رقم ٦١١٧ومسلم في صحيحه ١/٦٤ الحديث رقم (٦٠-٣٧)، واحمد في المسند ٤/٤٢٧۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیا نیکی اور بھلائی کا ذریعہ ہے ایک اور روایت میں یہ ہے کہ حیاء کی تمام صورتیں بہتر ہیں۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ایک اشکال: بعض اوقات حیاء امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلہ میں مخل بن جاتی ہے۔

جواب: جو چیز حق کی راہ میں رکاوٹ ہو وہ شرعاً حیا نہیں ہے بلکہ بزدلی اور کمزوری ہے اور یہ نقائص میں سے ہے اگر اسے حیاء کہا جاتا ہے تو یہ مجازاً ہے شرعاً نہیں۔ شرعی حیاء یہ ہے کہ: ① عامل بد سے بچنا حیاء ہے خواہ طبعاً بد ہوں یا شرعاً۔ شریعت میں جس حیاء کی تعریف کی گئی ہے وہ یہی ہے کہ انسان حرام مکروہ اور ترکِ اولیٰ سے پرہیز کرے۔

② بہتر جواب یہ ہے کہ یہ کلیہ الحیاء خیر کلہ اس حیاء کے ساتھ مخصوص ہے جو رضاء الٰہی کے لئے ہو اور اگر اسے مبالغہ پر محمول کرلیا جائے تو بھی معنی بن سکتا ہے اگرچہ خیر حقیقی حیاء کی ایک قسم میں سے ہے لیکن اس کی ماہیت و حقیقت مطلقہ میں خیر گویا وہ تمام خیر ہے ممکن ہے کہ اس کا کم سے کم پایا جانا بھی انسان کو خیر کی طرف لائے گا۔ (ح)

جب تم میں حیا ختم ہو جائے پھر جو چاہو کرو

۴۹۴۵/۵ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِمَّا اَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْاُوْلٰى اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَاشِئْتَ۔ (رواه البخاري)

أخرجه البخاري في صحيحه ١٠/٥٢٣ الحديث رقم ٦١٢٠ و ابوداؤد في السنن ٥/١٤٨ الحديث رقم ٤٧٩٧ و ابن ماجه في ٢/١٤٠٠ الحديث رقم ٤١٨٣، واحمد في المسند ٤/١٢١۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ سابقہ انبیاء کے کلام میں سے ہے جب تو حیاء نہ کرے تو جو چاہے کر۔ (بخاری)

تشریح ۞ اِنَّ مِمَّا اَدْرَکَ النَّاسُ: یعنی گزشتہ نبوتوں کی جو بات ہم تک پہنچی اور ان کا حکم باقی ہے اور نسخ اور تغیر و تبدل نے اس میں راہ نہیں پائی اس روایت کا معنی یہاں حکم اور طلب نہیں ① بلکہ بمعنی خبر ہے اور مقصود یہ ہے کہ بری چیزوں کے کرنے میں حیاء رکاوٹ ہے جب حیاء نہ رکھی تو تو جو چاہے گا کرے گا۔ ② امر کا صیغہ تہدید کے لئے ہے جیسا کہ اس آیت میں: اِعملوا ماشئتم یعنی جو چاہو کرو آخر اپنی سزا پاؤ گے (ح) ③ یہاں عمل کا ضابطہ ذکر کیا گیا ہے ہر وہ فعل جس میں شبہ ہو اور کرنے نہ کرنے کی تصریح نہ ہو تو دیکھا جائے گا کہ اگر اس کے بجالانے میں شرم محسوس نہیں ہوتی تو کر گزرو اور اگر حیا عارض ہے تو مت کرو کیونکہ اس میں کراہت ہے اگر وہ فعل حق ہوتا تو حیا عارض نہ ہوتی یہ گفتگو اس قلب سلیم کے حوالہ سے ہے جو نور تقویٰ سے منور اور عوارض بشریہ سے خالی ہو۔ ④ یہ اس عمل کے متعلق ہے جو طاعات کی قسم سے ہو مگر اس میں ریا کاری کا پہلو تھا تو حیا کی وجہ سے اسے ترک کر دیا تو یہاں واضح کر دیا کہ شرم تو خدا اور رسول سے کرنی چاہیے جب وہ ایسا فعل ہے جس میں خدا اور رسول سے شرم رکھنا لازم نہیں تو مخلوق کی خاطر اسے کیوں کر ترک کیا جائے اگر اس میں ریا کا پہلو ہو اس سے بچا جائے اور اس پر توبہ و استغفار کرے اسی طرح ہر وہ عمل جو مخلوق کے لحاظ سے مذموم ہو اس کا ترک بھی یہی حکم رکھتا ہے۔ (ت)

نیکی عمدہ اخلاق کا نام ہے

۴۹۴۶/۶ وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِرِّ وَ الْاِثْمِ فَقَالَ الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْاِثْمُ مَا حَاکَ فِی صَدْرِکَ وَکَرِهْتَ اَنْ یَّطَّلِعَ عَلَیْهِ النَّاسُ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ۱۹۸۰/۴ الحدیث رقم (۱۴-۲۵۵۳)، والترمذی فی ۵۱۵/۴ الحدیث رقم ۲۳۸۹، والدارمی فی ۴۱۵/۲ الحدیث رقم ۲۷۹۹، واحمد فی المسند ۱۸۴/۴۔

ترجمہ: حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نیکی عمدہ اخلاق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تجھے یہ پسند نہ ہو کہ لوگوں کو اس کی اطلاع ملے۔ (مسلم)

تشریح ۞ مَا حَاکَ فِی صَدْرِکَ: دل میں تردد ہو اطمینان نہ ہو لیکن یہ اس کے متعلق ہے جس کا سینہ اسلام کے لئے کھولا گیا ہو اور نور تقویٰ سے اس کا دل آراستہ کیا گیا ہو اور یہ اس جگہ ہے جہاں شارع کی طرف انکار نہ ہو۔ علماء کے اقوال وہاں مختلف ہوں اور گناہ کی پہچان کے لئے دوسری علامت یہ بتلائی کہ جس کے متعلق ناپسند ہو کہ لوگوں کو اس کی اطلاع ہو جائے۔

پسندیدہ شخص سب سے بہتر اخلاق والا ہے

۴۹۴۷/۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَحَبِّکُمْ اِلَیَّ اَحْسَنُکُمْ اَخْلَاقًا۔ (رواہ البخاری)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰۲/۷ الحدیث رقم ۳۷۵۹، والترمذی فی ۳۲۵/۴ الحدیث رقم ۲۰۱۸،

واحمد فی المسند ۲/۱۸۹۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے پسندیدہ اور محبوب شخص وہ ہے جس کے اخلاق سب سے بہتر ہوں۔ (بخاری)

تشریح ۞ اَحْسَنُکُمْ اَخْلَاقًا یعنی اچھے خصائل والا وہ اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق کی رعایت کرنے والا ہو۔

بہتر شخص بہتر اخلاق والا

۴۹۴۸/۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ اَحْسَنُكُمْ اَخْلَاقًا۔

(متفق علیه)

أخرجه البخاري في صحيحه ٦/٥٦٦ الحديث رقم ٣٥٥٩ و مسلم في ٤/١٨١٠ الحديث رقم (٦٨-٢٣٢١) والترمذي في السنن ٤/٣٠٨ الحديث رقم ١٩٧٥، واحمد في المسند ٢/١٩٣۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: تم میں سے بہتر وہ ہے جو اخلاق میں اچھا ہے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ ان دونوں روایات کا مفہوم ایک ہی ہے فرق یہ ہے کہ یہاں ذات کے اعتبار سے بہتری مراد ہے جس کی وجہ سے وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب بن رہے ہیں۔ (ت)

الفصل الثانی:

نرمی سے محروم آخرت کی خیر سے محروم

۴۹۴۹/۹ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اُعْطِيَ حَظَّهٗ مِنَ الرِّفْقِ اُعْطِيَ حَظَّهٗ مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَنْ حُرِّمَ حَظَّهٗ مِنَ الرِّفْقِ حُرِّمَ حَظَّهٗ مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔

(رواه في شرح السنة)

أخرجه البغوي في شرح السنة ١٣/٧٤ الحديث رقم ٣٤٩١، واحمد في المسند ٦/١٥٩۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جس کو نرمی سے حصہ دیا گیا اس کو دنیا و آخرت کی بھلائی میں سے حصہ دیا گیا اور جس کو نرمی کے حصے سے محروم کر دیا گیا اس کو دنیا و آخرت کی بھلائی سے محروم کر دیا گیا۔ (شرح السنہ)

تشریح ۞ اس روایت میں نرمی کو دنیا و آخرت کا بہترین نصیب قرار دیا گیا اور اس سے محروم کو دنیا و آخرت کی بھلائی سے محروم فرمایا گیا ہے۔

حیاء ایمان اور درشتی دوزخ ہے

۴۹۵۰/۱۰ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَیَآءُ مِنَ الْاِیْمَانِ وَالْاِیْمَانُ فِی الْجَنَّةِ وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ وَالْجَفَاءُ فِی النَّارِ۔ (رواه احمد والترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٣٢١ الحدیث رقم ٢٠٠٩، واحمد فی المسند ٢/٥٠١۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیاء ایمان سے ہے اور ایمان جنت میں (لے جانے والا) ہے فحش گوئی برائی ہے اور درشتی دوزخ میں (لے جانے والی) ہے۔ (احمد ترمذی)

تشریح ۞ اس میں حیاء کو جنت میں داخل ہونے کا ذریعہ فرمایا اور فحش گوئی کو دوزخ میں داخل ہونے کا سبب فرمایا گیا۔ اللہ فحش گوئی سے محفوظ فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کا بہترین عطیہ خوش اخلاقی

۴۹۵۱/۱۱ وَعَنْ رَجُلٍ مِّنْ مُّزَیْنَةَ قَالَ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا خَیْرُ مَا اُعْطِیَ الْاِنْسَانُ قَالَ الْخُلُقُ الْحَسَنُ۔ (رواه البیهقی فی شعب الایمان وفی شرح السنة عن اسامة بن شریك)

أخرجه احمد فی المسند ٤/٢٧٨، والبیهقی فی شعب الایمان ٦/٢٣٥ الحدیث رقم ٧٩٩٢۔

ترجمہ: قبیلہ مزینہ کے ایک شخص نے بیان کیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انسان کو کونسی چیز بہترین عطاء کی گئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خوش اخلاقی۔ اس روایت کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے اور شرح السنۃ میں یہ روایت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

تشریح ۞ مُزَیْنَةَ ۔ یہ ایک قبیلہ کا نام ہے۔ یہ بیہقی کی روایت ہے اس میں رجل کا نام مذکور نہیں ہے۔ مگر انہوں نے اسامہ بن شریک سے نقل کیا کہ یہ صحابی کوفہ میں قیام پذیر رہے انہی میں شمار ہوتے ہیں اور ان کی روایت بھی انہی سے متعلق ہے اور بیہقی میں بھی اس روایت کو اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے۔ (ت)

بدزبان جنت میں نہ جائے گا

۴۹۵۲/۱۲ وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَایَدْخُلُ الْجَنَّةَ الْجَوَّاظُ وَلَا الْجَعْظَرِیُّ قَالَ وَالْجَوَّاظُ الْغَلِیْظُ الْفَظُّ (رواه ابوداؤد فی سننه والبیهقی فی شعب الایمان وصاحب جامع الاصول فیه عن حارثة و کذافی شرح السنة عنه ولفظه) قَالَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ الْجَوَّاظُ الْجَعْظَرِیُّ یُقَالُ الْجَعْظَرِیُّ الْفَظُّ الْغَلِیْظُ وَفِیْ نُسَخِ الْمَصَابِیْحِ عَنْ عِکْرَمَةَ بْنِ

وَهْبٍ وَلَفْظُهُ قَالَ وَالْجَوَّاظُ الَّذِىْ جَمَعَ وَمَنَعَ وَالْجَعْظَرِيُّ الْغَلِيْظُ الْفَظُّ۔

أخرجه ابوداوٗد فی السنن ۵/۱۵۱ الحدیث رقم ۴۸۰۱، والبغوی فی شرح السنة۱۳/۱۶۹ الحدیث رقم ۳۵۹۳، واخرجه البیهقی فی شعب الایمان ۶/۲۸۵ الحدیث رقم ۸۱۷۳۔

ترجمہ: حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جنت میں بداخلاق اور سخت زبان والا داخل نہ ہوگا (ابوداؤد)۔ بیہقی، صاحب جامع الاصول اور صاحب شرح السنہ نے حضرت حارثہؓ سے ان الفاظ میں روایت کی ہے کہ جنت میں جواظ، جعظری کا داخلہ نہ ہوگا یہ سخت دل سخت زبان کو کہتے ہیں مصابیح میں عکرمہ بن وہب سے ان الفاظ میں روایت ہے: قَالَ وَالْجَوَّاظُ الَّذِىْ جَمَعَ وَمَنَعَ وَالْجَعْظَرِيُّ وَالْغَلِيْظُ الْفَظُّ۔ وہ شخص جو مال کو جمع کرے اور سائل کو منع کرے اور جعظری، بدعادت والا سخت زبان۔

تشریح ۞ اَلْجَوَّاظُ وَلَا الْجَعْظَرِيُّ: بعض روایات سے ان کا معنی ایک ہی معلوم ہوتا ہے بعض سے فرق معلوم ہوتا ہے بعض کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ جواظ کا معنی متکبر ہے اور جعظری کا معنی بداخلاق ہے۔ حاصل کلام یہ ہے: کہ یہ غریب المعنی ہیں۔ بہترین قولؒ: جواظ و جعظری سے بداخلاق و سخت دل مراد ہے کیونکہ خطیب نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بطریق مرفوع روایت کی ہے کہ ہر چیز کے لئے توبہ ہے مگر برے اخلاق والے کے لئے نہیں۔ کیونکہ وہ اگر ایک گناہ سے توبہ کرتا ہے تو اس سے بدتر میں پڑ جاتا ہے۔

لا: کا حرف جعظری پر الگ لایا گیا ہے اسے اشارہ کیا ہے کہ جس میں یہ دونوں خصلتیں ہوں وہ مطلقاً جنت میں نہ جائے گا اگر وہ منافقین کے طبقہ میں سے ہے۔ اگر وہ مؤمن ہے تو اولاً نجات سے محروم ہوگا۔ (ح ع)

فحش گو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے

۱۳/۴۹۵۳ وَعَنْ اَبِى الدَّرْدَآءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَثْقَلَ شَىْءٍ يُوْضَعُ فِى مِيْزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ خُلُقٌ حَسَنٌ وَاِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيَّ۔

(رواه الترمذی وقال حدیث حسن صحیح وروى ابوداوٗد الفصل الاول)

أخرجه ابوداوٗد والفصل الاول فی السنن ۵/۱۴۹ الحدیث رقم ۴۷۹۹، والترمذی فی السنن باکمله ۴/۳۱۸ الحدیث رقم ۲۰۰۲، واحمد فی المسند ۶/۴۴۲۔(۱(متفق علیه۔

ترجمہ: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے زیادہ وزنی چیز جو مؤمن کے ترازو میں رکھی جائے گی وہ عمدہ اخلاق ہیں اور اللہ تعالیٰ فحش گوئی اور بداخلاقی کو ناپسند فرماتے ہیں۔ ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے اور ابوداؤد نے فصل اول میں روایت کی ہے۔

تشریح ۞ اَلْفَاحِشُ الْبَذِيَّ: بےہودہ گو۔ ملا علی قاری نے اس کا معنی بداخلاق نقل کیا ہے اور تحریر کرتے ہیں کہ موقع کے مناسب یہی معنی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ دوسرا جملہ پہلے کے مقابلے میں لایا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ بداخلاقی میزان اعمال میں بہت ہلکی ہوگی۔

اچھے اخلاق سے قائم الیل کا درجہ

۴۹۵۴/۴وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَةَ قَائِمِ اللَّيْلِ وَصَائِمِ النَّهَارِ۔ (رواه ابوداؤد)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ١٤٩/٥ الحديث رقم ٤٧٩٨ و مالك فی الموطأ ٩٠٤/٢ الحديث رقم ٦ من كتاب حسن الخلق ، واحمد فی المسند ٩٠/٦۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مؤمن اچھے اخلاق کی وجہ سے رات کو قیام کرنے اور دن کو روزہ رکھنے والے کا درجہ پالیتا ہے۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَةَ : سہل کہتے ہیں کہ حسن اخلاق کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ لوگوں کی ایذاء کو برداشت کرے اور بدلے کو ترک کرے اور ظالم سے درگزر کرے اور اس کے لئے استغفار کرے اور اس پر شفقت کرے۔

نیکی برائی کو مٹانے والی

۴۹۵۵/۵وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُ مَا كُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ۔ (رواه الترمذی والدارمی)

أخرجه الترمذی فی السنن ٣١٢/٤ الحديث رقم ١٩٨٧ ، والدارمی فی ٤١٥/٢ الحديث رقم ٢٧٩١ واحمد فی المسند ١٥٣/٥۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ برائی کے بعد نیکی کرو وہ اسے مٹا دے گی اور لوگوں سے اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔ (احمد ترمذی و دارمی)

تشریح ۞ اِتَّقِ اللّٰهَ : تمام واجبات کی ادائیگی سے تقویٰ اختیار کرو اور تمام برائیوں سے باز رہو۔ کیونکہ تقویٰ دین کی بنیاد ہے اور اس کی وجہ سے یقین کے مراتب حاصل ہوتے ہیں۔

مراتبِ تقویٰ:

ادنیٰ درجہ شرک سے پاک ہونا۔ ۲ اعلیٰ درجہ ماسواء اللہ سے اعراض کرنا ان دونوں درجات کے درمیان اور کئی مراتب ہیں جو ایک دوسرے سے بلند ہیں۔ کیونکہ اوّل تو ممنوع کا ترک ہے۔ پھر مکروہ پھر مباح اور بے فائدہ کا ترک ہے۔

حَيْثُ مَا كُنْتَ : تم جہاں بھی ہو۔ خلوت وجلوت، نعمت و بلاء سفر و حضر میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ اللہ تعالیٰ تیری پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے جیسا کہ تیری ظاہری باتوں کو جانتا ہے پس حقائق ادب کا لحاظ حفاظت اوامر الٰہی میں لازم ہے اور اس کے گناہوں سے بچنا چاہیے۔

داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کا قول: انہوں نے ایک قبر سے آواز سنی کہ میت کہتا ہے کیا میں نے تیری زکوٰۃ نہیں دی کیا میں نے نماز نہیں پڑھی کیا میں نے یہ یہ کام نہیں کیے؟ جواب دیا ہاں اے اللہ کے دشمن! تو نے یہ تمام کام کیے مگر خلوت میں تو نے گناہ کیے۔

وَاتَّبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ: ① یعنی اگر تم سے کوئی برائی واقع ہو تو اس کے پیچھے نیکی کرتا کہ وہ نیکی برائی کے آثار کو ختم کرے۔ یہاں نیکی سے توبہ مطلقہ مراد ہے۔ ② ایسی نیکیاں مراد ہیں جو ان برائیوں کے برعکس ہیں۔

طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول: آدمی کو چاہیے کہ سیئات کے آثار کو مٹانے کے لئے نیکیاں کرتا رہے بلکہ ہر بدی کے بدلے اسی جنس کی نیکی کرے مثلاً گانا بجانا سنے اور ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھے جو اس مصیبت میں گرفتار ہیں تو اس کے بدلے قرآن مجید سنے اور اذکار کی مجالس میں بیٹھے اور اگر شراب پی تو اس کے بدلے پینے کی اشیاء فی سبیل اللہ دے اور تکبر کیا تو اس کے بدلے تواضع کرے اور بخل کا تدارک سخاوت سے کرے۔ انتھی

① تَمْحُهَا: سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نیکی کی وجہ سے برائی کے اثرات کو دل سے مٹاتا ہے۔ ② فرشتوں کی دستاویز سے بھی اگر بندے کے حق سے متعلق ہے تو مظلوم کو حق کے بدلے نیکیاں دی جاتی ہیں۔ ③ اللہ تعالیٰ صاحب حق کو اپنے فضل سے راضی کرے۔

حکایت: ایک بزرگ کو کسی نے خواب میں موت کے بعد دیکھا ان سے دریافت کیا کہ تمہارا معاملہ کیا ہوا؟ اُس نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور احسان کیا مگر اس نے مجھ سے حساب لیا یہاں تک کہ مجھ سے ایک دن کا مطالبہ کیا کہ جب کہ میں روزے میں تھا جب افطار کا وقت آیا تو میں نے ایک دوست کی دُکان سے گندم کا دانہ لیا اور اسے توڑا پھر مجھے یاد آیا کہ یہ گندم میری نہیں تو میں نے اسے گیہوں پر ڈال دیا تو اس توڑنے کے نقصان کے بدلے میری نیکیاں لی گئیں۔

بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: چھوٹے گناہوں کا کفارہ وہ نیکیاں ہیں اور ان گناہوں کا کفارہ بھی نیکیاں ہیں جو کبائر میں پوشیدہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قانون عام ہے۔

اور یہ روایت بھی عام ہے البتہ جو کبائر ظاہر ہوئے اور حاکم کے ہاں ثابت ہوئے ان کی حد ساقط نہیں ہوئی اور وہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے۔ (ح ع)

نرم خو پر آگ حرام ہے

۴۹۵۶/۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِمَنْ يَحْرُمُ عَلَى النَّارِ وَبِمَنْ تَحْرِمُ النَّارُ عَلَيْهِ عَلٰى كُلِّ هَيِّنٍ لَيِّنٍ قَرِيْبٍ سَهْلٍ۔

(رواه احمد والترمذی وقال هذ حديث حسن غريب)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٥٦٤ الحديث رقم ٢٤٨٨، واحمد فی المسند ١/٤١٥۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس شخص کے بارے میں نہ بتاؤں جو آگ پر حرام ہے؟ ہر نرم طبیعت، نرم زبان اور لوگوں سے درگزر کرنے والا ہے۔ اس روایت کو احمد

اور ترمذی نے نقل کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح ۞ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِمَنْ یَحْرُمُ: سوال میں دونوں شقیں مبالغہ کے لئے ذکر فرمائیں آگ کا اس شخص پر حرام ہونا یا اس شخص کا آگ پر حرام ہونا دونوں عبارتوں کا مآل ایک ہے یعنی آگ سے دوری اور اس میں داخلے سے حفاظت ہو جواب میں اقتصار شق اخیر پر کیا جو کہ قریب اور زبان پر متعارف ہے کہتے ہیں دوزخ کی آگ اس پر حرام ہے۔ (ح)

فاسق عیار ہوتا ہے

۴۹۵۷/۱۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُ غِرٌّ کَرِیْمٌ وَالْفَاجِرُ خَبٌّ لَئِیْمٌ۔ (رواہ احمد و الترمذی و ابوداؤد)

أخرجه ابوداوٗد فی السنن ۱٤٤/۵ الحدیث رقم ٤۷۹۰، والترمذی فی ٤/۳۰۳ الحدیث رقم ۱۹٦٤، واحمد فی المسند ۳۹٤/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤمن بھولا بھالا باعزت ہوتا ہے اور فاسق عیار اور بداخلاق ہوتا ہے۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد)

تشریح ۞ غِرٌّ کَرِیْمٌ: فریب کھانے والا آدمی۔ صراح نے نوآزمودہ کا معنی لکھا ہے۔

خَبٌّ لَئِیْمٌ: فریب کار۔ ہوشیار آدمی ہے حدیث کا معنی یہ ہے کہ ① مسلمان نرمی اور انقیاد کی وجہ سے ہر اس شخص سے فریب کھا جاتا ہے جو اسے فریب دیتا ہے اور وہ لوگوں کے مکروفریب معلوم نہیں کرتا اور نہ تفتیش و کاوش کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ جاہل و نادان ہے بلکہ نیک اخلاقی کرم نفسی اور حلم کی وجہ سے ہے۔ ② بعض نے کہا کیونکہ مؤمن سلیم القلب اور سادہ لوح ہے اور لوگوں کے متعلق نیک گمان رکھتا ہے اور باطنی امور کا تجربہ نہیں رکھتا لوگوں کے اندرونی کینہ سے واقف نہیں جو سامنے کہا جائے اس کو قبول کر لیتا اور فریب کھا جاتا ہے اور چونکہ اس کا اہتمام اور اس کی مشغولیت آخرت کے معاملات سے ہے۔ دنیا کے معاشی معاملات کو سہل سمجھتے ہوئے ان کا اہتمام نہیں کرتا بلکہ فریب کھا جاتا ہے مگر وہ آخرت کے معاملات میں ہوشیار اور عقل معاد میں کامل ہوتا ہے اور اس کے باوجود آپ نے اپنے قول سے اس کی تائید فرمائی۔ اس لئے ہمیشہ غفلت میں رہ کر فریب دینے والوں کا شکار نہ ہو اور ہوشیاری کا طریقہ ہاتھ سے دے بیٹھے۔ پہلے ذکر کیا جا چکا کہ یہ امر دنیا اور آخرت دونوں کو شامل ہے۔ ③ یہ امر آخرت کے ساتھ خاص ہے مگر منافق فتنہ انگیز اور فساد میں دوڑ دھوپ کرنے والا، فریب دینے والا مکار ہوتا ہے اور کبھی چشم سے کام نہیں لیتا اور فریب نہیں کھاتا اور اپنے لئے فریب پر راضی نہیں ہوتا اگر کبھی فریب کھائے تو دیدہ و دانستہ اور اپنے اختیار سے نہیں کھاتا اور اس پر راضی نہیں ہوتا۔

مؤمن نرم دل ہوتا ہے

۴۹۵۸/۱۸ وَعَنْ مَکْحُوْلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُوْنَ هَیِّنُوْنَ لَیِّنُوْنَ

كَا لْجَمَلِ الْاَنِفِ اِنْ قِيْدَ انْقَادَ وَاِنْ اُنِيْخَ عَلٰى صَخْرَةٍ اسْتَنَاخَ۔ (رواه الترمذي مرسلا)

أخرجه ابو نعيم في الحلية ٥/١٨٩۔

ترجمہ: حضرت مکحولؒ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمن نرم دل، نرم طبیعت ہوتے ہیں۔ جیسے نکیل والا اونٹ اگر اسے چلایا جائے تو اطاعت کرے اور اگر پتھر پر بٹھائیں تو بیٹھ جائے۔ ترمذی نے مرسل روایت کی ہے۔

تشریح ① مؤمن شریعت کے اوامر ونواہی کا تابع ہوتا ہے جس طرح شرع کا حکم ہوتا ہے اسی طرح چلتا ہے اپنا کچھ اختیار نہیں کرتا ہے۔ ② احتمال یہ بھی ہے کہ آپس میں ایمان والوں کا تذلل اور عاجزی، انکساری مراد ہو اور یہ بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ کے امر کی اطاعت ہے۔

انف: اونٹ کا ناک کے زخمی ہونے کی وجہ سے تابع ہونا۔

تکالیف پر صابر مؤمن بہتر ہے

۱۹/۴۹۵۹ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُسْلِمُ الَّذِيْ يُخَالِطُ النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلٰى اَذَاهُمْ اَفْضَلُ مِنَ الَّذِيْ لَا يُخَالِطُهُمْ وَلَا يَصْبِرُ عَلٰى اَذَاهُمْ۔ (رواه الترمذي وابن ماجة)

أخرجه الترمذي في السنن ٤/٥٧٢ الحديث رقم ٢٥٠٧ و ابن ماجه في ٢/١٣٣٨ الحديث رقم ٤٠٣٢، واحمد في المسند ٢/٤٣۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مسلمان جو دوسروں کے ساتھ مل جل کر رہے اور ان کی طرف سے آنے والی تکالیف پر صبر کرے ایسا مسلمان اس سے بہت بہتر ہے جو نہ تو مل جل کر رہے اور نہ ان کی تکلیف پر صبر کرے۔ (ترمذی' ابن ماجہ)

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لوگوں میں مل جل کر رہنا عزلت سے زیادہ بہتر ہے۔ اکثر تابعین کا یہی طرز عمل تھا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لحاظ سے زیادہ افضل واکمل ہے اور اسلام کی استعانت وعدہ کے لئے بھی بہتر ہے۔ عزلت کے متعلق روایت وارد ہیں جو اسکی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں۔ تحقیق حق: یہ بات ازمنہ، امکنہ، اور افراد کے اعتبار سے مختلف ہے بعض اوقات بعض لوگوں سے میل جول افضل ہے جب کہ بعض مقامات پر بعض لوگوں سے الگ رہنا افضل ہے اور احیاء العلوم میں مفصل موجود ہے۔ مختار قول اس میں میانہ روی ہے عام اور اکثر لوگوں سے عزلتؒ اختیار اور صالحین وخواص کے ساتھ ملا رہے اور جمعہ وجماعت میں عوام کے ساتھ مجتمع ہو اور عزلت کو اختیار کرے وقت عمل وزہد کو اختیار کرتے جس سے مخلوقات سے طمع منقطع ہوجائے گی۔ بعض عارفین کا مقولہ: عزلت بلاعلم ذلت ہے اور بغیر زہد کے علت ہے۔ کامل صوفیاء کا طرزِ عمل یہی تھا جیسا کہ نقشبندیہ، شاذلیہ' کبرویہ سلسلہ میں ہے کہ لوگوں سے الگ تھلگ بھی رہتے تھے اور ملتے جلتے بھی تھے۔ (ح ع)

غصہ پی جانے کا بدلہ

۴۹۶۰/۲۰وَعَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى اَنْ يُّنْفِذَهٗ دَعَاهُ اللّٰهُ عَلٰى رُؤُسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُخَيِّرَهٗ فِىْ اَىِّ الْحُوْرِ شَآءَ (رواه الترمذی وابوداؤد والترمذی هذا حديث غريب وفی رواية لابی داؤد) عَنْ سُوَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَبْنَآءِ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ مَلَا اللّٰهُ قَلْبَهٗ اَمْنًا وَّاِيْمَانًا وَذُكِرَ حَدِيْثُ سُوَيْدٍ مَّنْ تَرَكَ لُبْسَ ثَوْبِ جَمَالٍ فِىْ كِتَابِ اللِّبَاسِ۔

أخرجه ابوداؤد فی السنن ١٣٧/٥ الحديث رقم ٤٧٧٧، والترمذی فی السنن ٣٢٦/٤ الحديث رقم ٢٠٢١ وابن ماجه ١٤٠٠/٢ الحديث رقم ٤١٨٦ واحمد فی المسند ٤٤٠/٣۔ أخرجه الترمذی فی السنن ٥٦١/٤ الحديث رقم ٢٤٨١۔

ترجمہ: حضرت سہل بن معاذؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص غصہ پی جائے حالانکہ وہ اس کے نفاذ پر قدرت رکھتا ہو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مخلوق کے سامنے بلائے گا اور اسے اختیار دے گا جو حور منتخب کرنا چاہے وہ کرے۔ ابوداؤد، ترمذی نے اسے غریب کہا؟ حضرت سوید ؓ کی یہ روایت تَرَكَ لُبْسَ ثَوْبِ جَمَالٍ فِىْ كِتَابِ اللِّبَاسِ میں نقل کی جا چکی ہے۔

تشریح ۞ دَعَاهُ اللّٰهُ: اس کی ثناء کرے گا اور مشہوری کرے گا اور اس کے ساتھ فخر کرے گا اور اس کے متعلق کہا جائے گا کہ یہ ایسا ہے کہ اس سے یہ بری خصلت صادر ہوئی ہے۔ حَتّٰى يُخَيِّرَهٗ: اس کو اختیار دے گا یہ داخلہ جنت اور اسی طرح بلندی تک اس کو پہنچانے سے کنایہ ہے۔ اور غصہ کے روکنے کی تعریف کی کیونکہ اس نے نفس امارہ پر ضبط کیا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی:

﴿وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ﴾

''اور جو شخص اپنے نفس کو اس کی خواہش سے باز رکھتا ہے اس کا آخری ٹھکانہ جنت اور اس کا انعام حور عین ہے۔''

اور یہ بڑا ثواب غصہ کو پی جانے پر جب ملتا ہے تو عفو و احسان یہ ہے کہ برائی کرنے والے پر احسان کرے کیونکہ احسان کرنے والے کا تو بدلہ ہے۔

الفصل الثالث:

اسلام کا اخلاق حیاء ہے

۴۹۶۱/۲۱عَنْ زَيْدِ بْنِ طَلْحَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ دِيْنٍ خُلُقًا وَخُلُقُ

اَلْاِسْلَامِ اَلْحَیَاءُ۔ (رواہ مالك مرسلاً و رواہ ابن ماجة و البیهقی فی شعب الایمان عن انس و ابن عباس)

أخرجه مالك فی الموطأ ۲/۹۰۵ الحدیث رقم ۹،من کتاب حسن الخلق۔ أخرجه ابن ماجه فی ۲/۱۳۹۹ الحدیث رقم ۴۱۸۱ و عن ابن عباس الحدیث رقم ۴۱۸۲۲ و البیهقی فی الشعب ۶/۱۳۶ الحدیث رقم ۷۷۱۶۔

ترجمہ: حضرت زید بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ہر دین کے اخلاق ہوتے ہیں اوراسلام کا اخلاق حیاء ہے۔مالک نے اسے مرسلاً روایت کیا ہے۔نیز ابن ماجہ اور شعب الایمان میں بیہقی نے اس روایت کو حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ **الحیاء** : ان چیزوں میں جہاں حیاء کو جائز رکھا ہے کئی چیزوں میں حیاء مشروع نہیں مثلاً تعلیم حاصل کرنے میں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں۔حق کا حکم دینے میں۔حق پر قائم رہنے میں۔ادائیگی شہادت میں۔ظاہر معنی یہ ہے: ہمارے اوپر یہ ان کی ملت میں بھی پائی جاتی ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بعثت لا تمم مکارم الاخلاق (میں اچھے اخلاق کی تکمیل کے لئے دنیا میں بھیجا گیا ہوں) بلکہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ تمام اخلاق پہلے والے لوگوں میں ہم سے ناقص تھے اور وہ ہمارے دین میں کامل ہوئے جس کا باعث آپ کی ذات گرامی ہے اسی لئے فرمایا' حضرت ابن عباسؓ سے مرفوع روایت نقل کی ہے: کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ...... (تم کو دنیا والوں کے لئے سب سے بہتر امت بنا کر پیدا کیا گیا ہے......) جیسا کہ مطلقاً چھوڑنے پر وہم پیدا ہوتا ہے ان دونوں سے ابن ماجہ نے نقل کی ہے اور بیہقی نے بھی ۔۲ یہ احتمال بھی ہے کہ لف نشر مرتب ہو۔

ابن ماجہ نے انس اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہو واللہ اعلم ۔جامع صغیر میں اس کو حضرت انس و ابن عباس سے نقل کیا ہے۔پس بیہقی نے بھی دونوں سے روایت کیا ہوگا۔(ع)

دو ساتھی حیا اور ایمان

۲۲/۴۹۶۲ وَعَنِ ابْنِ عَمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْحَیَاءَ وَالْاِیْمَانَ قُرَنَاءُ جَمِیْعًا فَاِذَا رُفِعَ اَحَدُهُمَا رُفِعَ الْاٰخَرُ وَفِیْ رِوَایَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ فَاِذَا سُلِبَ اَحَدُهُمَا تَبِعَهُ الْاٰخَرُ۔

(رواہ البیهقی فی شعب الایمان)

أخرجه البیهقی فی شعب الایمان ۶/۱۴۰ الحدیث رقم ۷۷۲۶۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیاء اور ایمان باہمی ساتھی ہیں جب ایک ختم ہو جائے تو دوسرا بھی ختم ہو جاتا ہے۔ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ جب یہ چھین لیا جائے تو دوسرا خود چھن جاتا ہے۔بیہقی شعب الایمان۔

تشریح ۞ **قرنا** :یہ قرین کی جمع ہے اس سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو اقل افراد جمع مانتے ہیں بعض نسخوں میں یہ لفظ ماضی مجہول پر لایا گیا ہے۔(ع)

ایک نصیحت......اپنے اخلاق درست رکھو

۴۹۶۳/۲۳ وَعَنْ مُعَاذٍ قَالَ كَانَ اٰخِرُ مَا وَصَّانِیْ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ وَضَعْتُ رِجْلِىْ فِى الْغَرْزِ اَنْ قَالَ يَا مُعَاذُ اَحْسِنْ خُلُقَكَ لِلنَّاسِ۔ (رواه مالك)

أخرجه مالك فى الموطأ ۲/ ۹۰۲ الحديث رقم ۱ من كتاب حسن الخلق۔

ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جو آخری نصیحت فرمائی جب کہ میں نے رکاب میں پاؤں رکھا فرمایا اے معاذ! اپنے اخلاق لوگوں کے لئے اچھے رکھو۔ (مالک)

تشریح ❁ معاذ بن جبل: ان کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا اور اس وقت بہت سی نصیحتیں فرمائیں' ان کو سواری پر سوار کیا اور خود پیدل تشریف لے گئے اور فرمایا اے معاذ! شاید تو مجھے نہ دیکھے۔ ان کے جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آخری یہ نصیحت فرمائی۔ سیوطی نے کہا کہ لوگوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو خلق اور نرمی کے حقدار ہیں۔ اہل کفر وفسق اس دائرہ سے خارج ہیں ان کے متعلق سختی برتنے کا حکم ہے۔ اہل طیغان کے ساتھ تغلیظ یہ بھی حسن خلق میں داخل ہے کیونکہ اس سے ان کی تربیت وتہذیب ہوگی دوسروں کی رفاہیت اور سلامتی اسی میں ہے۔ گویا سیوطی کے ہاں حسن خلق سے درگزر ہے۔ (ح)

مجھے عمدہ اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے

۴۹۶۴/۲۴ وَعَنْ مَالِكٍ بَلَغَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ۔

(رواه فى المؤطا ورواه احمد عن ابى هريرة)

أخرجه مالك فى الموطأ ۲/ ۹۰۴ الحديث رقم ۲ من كتاب حسن الخلق۔ أخرجه احمد فى المسند ۲/ ۳۸۱۔

ترجمہ: حضرت مالکؒ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اچھے اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے۔ (مؤطا امام مالک اور احمدؒ نے اس روایت کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے)۔

تشریح ❁ اس روایت کی تحقیق تیسری فصل کی پہلی حدیث میں گزر چکی ہے۔ (ع)

آئینہ دیکھنے کی دُعا

۴۹۶۵/۲۵ وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَظَرَ فِى الْمِرْاٰةِ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ حَسَّنَ خَلْقِىْ وَخُلُقِىْ وَزَانَ مِنِّىْ مَاشَانَ مِنْ غَيْرِىْ۔

(رواه البيهقى فى شعب الايمان مرسلا)

أخرجه البيهقى فى شعب الايمان ۴/ ۱۱۱ الحديث رقم ۴۴۵۹۔

ترجمہ: حضرت جعفر بن محمد اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب آئینہ دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے: الحمد اللہ۔ تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے میری خلق اور خلق دونوں کو خوبصورت بنایا اور میری ہر وہ چیز اچھی بنائی جو دوسروں کی بری ہے۔' اس روایت کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ وَزَانَ مِنِّيْ مَاشَانَ مِنْ غَيْرِيْ: بعض آدمیوں میں بعض اشیاء ناقص پیدا فرمائیں مثلاً کسی کا ایک ہاتھ، آنکھ نہ پیدا کی یا ٹیڑھی پیدا کیا اور مجھے ان عیوب سے سالم رکھا۔ (یہ مولانا اسحاق نے لکھا ہے)

علامہ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ عیب اس کے خلق میں ہو یا خلق میں ہو۔ اس سے یہ واضح ہوا کہ آپ کی صورت و سیرت بہت خوب تھی بمقابلہ دوسروں کے۔

علامہ طیبی نے کہا کہ اس میں آپ کے قول کا معنی ہے: بعثت لا تمم حسن الاخلاق (میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں) جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام و داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں حمد و ثناء کی ہے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ......﴾ (اور بلاشبہ ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم سے مالا مال کیا اور ان دونوں نے کہا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اپنے مؤمن بندوں میں سے اکثر پر فضیلت عطا فرمائی)۔

اس سے معلوم ہوا کہ آئینہ میں دیکھنا مستحب ہے اور اپنے اچھے اخلاق و پیدائش پر حمد کرنا مستحب ہے کیونکہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی صفاتِ خاصہ ہیں ان پر شکر واجب ہے۔ باقی حسن ظاہر تو آئینہ میں معلوم ہوتا ہے۔ اس کا شکر ادا کیا جب آئینہ دیکھا۔ یہ پوشیدہ چیز ہے وہ آئینہ میں نظر نہیں آتی اسے اس کے ساتھ کیوں کر ذکر کیا؟ اس کا جواب ممکن ہے یہ دیا جائے کہ ظاہر یہ باطن کا عنوان ہے اس مناسبت سے اس کا ذکر کیا۔

سوال: کیا آپ کی پیروی کے انداز سے دوسرا بھی کہہ سکتا ہے یا یہ آپ کے لئے خاص ہے دوسرے وہ دعا پڑھیں جو آئندہ روایت میں ہے۔

جواب: ہر مؤمن کو درست ہے کیونکہ انسان کی تخلیق حسن صورت پر ہے اور حسن ایمان سے بھی مزین ہے اس میں ذرا بھی شبہ نہیں یہ وہ خلق مستقیم اور صحیح راہ پر ہے۔

پاکیزگی اخلاق کی دُعا

۴۹۶۶/۲۶ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِيْ فَاَحْسِنْ خُلُقِيْ۔

(رواه احمد)

أخرجه احمد في المسند ٦/٦٨۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ! تو نے میری صورت جس طرح حسین بنائی ہے اسی طرح میری سیرت کو بھی حسین بنادے۔ (احمد)

تشریح ۞ اَللّٰهُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِیْ: یہ دعا آپ ﷺ آئینہ دیکھنے کے وقت فرمایا کرتے تھے یا مطلقاً کسی بھی وقت فرماتے تھے جیسا کہ جزری نے تصریح کی ہے۔ یہی بات پہلی روایت کے زیادہ مناسب ہے یہ دعا تلقین امت کے لئے تھی یا اس کا تعلق آپ ﷺ کی اپنی ذات مبارکہ کے ساتھ تھا یا اتمام نعمت کی غرض سے تھا کیونکہ آپ کا اچھا خلق قرآن تھا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ پس اس میں اچھائی کا مطالبہ یا نزول قرآن کی طلب اور اس کے تکمیل کی طلب ہے۔

بہتر آدمی لمبی عمر اور عمدہ اخلاق والا

۴۹۶۷/ ۲۷ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخِيَارِكُمْ قَالُوْا بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خِيَارُكُمْ اَطْوَلُكُمْ اَعْمَارًا وَاَحْسَنُكُمْ اَخْلَاقًا۔

(رواہ احمد)

أخرجه احمد فی المسند ۲/ ۳٦٨۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں بہتر لوگوں کے متعلق آگاہ نہ کروں؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ضرور کریں۔ فرمایا تم میں بہترین وہ ہیں جن کی عمر لمبی اور اخلاق اچھے ہوں۔ (احمد)

تشریح ۞ خِيَارُكُمْ اَطْوَلُكُمْ: اس لئے کہ جن کا اخلاق نیک ہے وہ لمبی عمر والے ہوں گے تو نیکیاں زیادہ کریں گے اور بہت فضائل حاصل کریں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ لمبی عمر مسلمان کے حق میں بہت مبارک ہے اور حقیقت میں دراز عمر وہی ہے جو کارِ خیر میں لگا رہے۔

کامل مؤمن

۴۹۶۸/ ۲۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا۔

(رواہ ابوداؤد والدارمی)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ٥/ ٦٠ الحديث رقم ٤٦٨٢، والدارمی فی ٢/ ٤١٥ الحديث رقم ٢٧٩٢، واحمد فی المسند ٢/ ٢٥٠۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان کے لحاظ سے کامل مؤمن وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہے۔ (ابوداؤد، دارمی)

تشریح ۞ اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ: عمدہ اخلاق والوں کو کامل ایمان فرمایا معلوم ہوتا ہے تکمیل ایمان میں حسن اخلاق کا بڑا دخل ہے۔

تین سچائیاں

۴۹۶۹/۲۹وَعَنْهُ اَنَّ رَجُلاً شَتَمَ اَبَابَكْرٍ وَّالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ يَتَعَجَّبُ وَيَتَبَسَّمُ فَلَمَّا اَكْثَرَ رَدَّعَلَيْهِ بَعْضَ قَوْلِهٖ فَغَضِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَامَ فَلَحِقَهُ اَبُوْبَكْرٍ وَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَشْتِمُنِيْ وَاَنْتَ جَالِسٌ فَلَمَّا رَدَدْتُّ عَلَيْهِ بَعْضَ قَوْلِهٖ غَضِبْتَ وَقُمْتَ قَالَ كَانَ مَعَكَ مَلَكٌ يَرُدُّ عَلَيْهِ فَلَمَّا رَدَدْتَّ عَلَيْهِ وَقَعَ الشَّيْطَانُ ثُمَّ قَالَ يَااَبَا بَكْرٍ ثَلٰثٌ كُلُّهُنَّ حَقٌّ مَامِنْ عَبْدٍ ظُلِمَ بِمَظْلِمَةٍ فَيُغْضِيْ عَنْهَا لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اِلاَّ اَعَزَّاللّٰهُ بِهَا نَصْرَهٗ وَمَا فَتَحَ رَجُلٌ بَابَ عَطِيَّةٍ يُرِيْدُ بِهَا صِلَةً اِلَّازَادَ اللّٰهُ بِهَا كَثْرَةً وَّمَا فَتَحَ رَجُلٌ بَابَ مَسْئَلَةٍ يُرِيْدُ بِهَا كَثْرَةً اِلاَّ زَادَ اللّٰهُ بِهَا قِلَّةً۔ (رواہ احمد)

أخرجه احمد فی المسند ۲/۴۳۶۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ کو گالی دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر متعجب ہو کر تبسم فرما رہے تھے جب اس نے زیادہ گالیاں دیں تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک کا جواب دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو کر کھڑے ہو گئے۔ابو بکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ مجھے گالی دیتا رہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما رہے جب میں نے اس کی ایک گالی کا جواب دیا تو آپ اٹھ گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے ساتھ ایک فرشتہ تھا جو اس کا جواب دے رہا تھا جب تو نے خود جواب دینا شروع کیا تو شیطان درمیان میں کود پڑا اس کے بعد فرمایا تین باتیں بالکل سچی ہیں۔جس پر ظلم ہو اور درد ہو رضائے الٰہی کی خاطر چشم پوشی کرے تو اللہ تعالیٰ اسے معزز و منصور فرمائے گا جس شخص نے سخاوت کا دروازہ کھولا اس کا مقصود صرف صلہ رحمی تھا تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے مال میں اضافہ فرمائے گا اور جس نے مال بڑھانے کی خاطر مانگنا شروع کیا اللہ تعالیٰ اس کے مال میں کمی کر دے گا۔(احمد)

تشریح ۞ جَالِسٌ يَتَعَجَّبُ :اس آدمی کے کہنے پر تعجب کر رہے تھے اور یہ تعجب اس بد زبان شخص کی قلت حیا پر تھا یا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صبر اور کثرت وقار پر تھا دونوں کا فرق دیکھ کر مسکراتے تھے یہ اس پر بھی کہ دونوں کے فعل کو دیکھتے ایک رحمت کا حقدار ہے اور دوسرا مستحق عذاب ہوا ہے۔یعنی رخصت پر عمل تو عوام کے لئے ہے اور عزیمت بڑوں کے لائق ہے۔ابو بکر رضی اللہ عنہ کے چھوڑنے پر ناراضگی فرمائی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ (برائی کا بدلہ اس برائی کے مطابق لیا جا سکتا ہے لیکن جو شخص درگزر کرے اور اصلاح کرے تو اس کا اجر اللہ پر ہے) اگر چہ ابو بکر نے اپنا بدلہ لینے اور صبر کرنے کو جمع کیا مگر یہ ان کے کمال کے مناسب نہ تھا کیونکہ وہ مرتبہ صدیقت پر تھے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور اٹھ گئے اور اس فرمانِ الٰہی پر عمل فرمایا:وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ (یعنی جب وہ کوئی لغوبات سنتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں) اس موقع پر ابو بکر رضی اللہ عنہ کے جواب سے شیطان کی دخل اندازی شروع ہو گئی اور فرشتہ اوپر چڑھ گیا اور شیطان کا تو کام ہی برائی پر آمادہ کرنا ہے مجھے خطرہ ہوا کہ تم اپنے مخالف پر تعدی کر کے ظالم نہ بن جاؤ حالانکہ پہلے تو وہ مظلوم تھا ایک روایت

میں اس طرح ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کا مظلوم بندہ بن ظالم بندہ نہ بن۔اس سے درگزر کر اور اس کا جواب ترک کر اور اس کا قصور دنیا میں یا مطلقاً معاف کردے۔

بھلائی والا خاندان

۴۹۷۰/۳۰وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُرِيْدُ اللّٰهُ بِاَهْلِ بَيْتٍ رِفْقًا اِلَّا نَفَعَهُمْ وَلَا يُحْرِمُهُمْ اِيَّاهُ اِلَّا ضَرَّهُمْ۔ (رواه البيهقي في شعب الايمان)

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٣٣٧/٦ الحديث رقم ٨٤١٨۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس خاندان پر مہربانی کرتا ہے انہیں نفع دیتا ہے اور جن کو اس سے محروم کرتا ہے تو ان کے نقصان کا ارادہ کرتا ہے۔ (بیہقی شعب الایمان)

تشریح ❁ اس روایت میں نرمی کی یہ فضیلت ذکر فرمائی جن گھر والوں کو یہ نصیب ہو وہ بارگاہ الٰہی میں نفع یاب ہیں اور اس سے محروم لوگ گھاٹے میں مبتلا ہونے والے ہیں۔

بَابُ الْغَضَبِ وَالْكِبْرِ

غضب۔غصہ رکنا۔تعریف: ایک ایسی حالت و وصف جو نفس کو بالارادۂ انتقام اور ناپسند چیز کے دفاع کے لئے خارج کی جانب آمادہ کرے حیوانی روح غصہ کی حالت میں مغضوب علیہ کی طرف انتقام کے لئے قائل ہوتی ہے اور مکروہ چیز کو دور کرتی ہے اسی وجہ سے اس کا چہرہ سرخ ہو جاتا ہے اور رگیں پھول جاتی ہیں۔

حالت خوشی میں بھی جانب خارج کی طرف میلان ہوتا ہے تاکہ محبوب کے سامنے آئے اسی وجہ سے غصہ اور خوشی بعض اوقات موجب ہلاکت ثابت ہوتے ہیں اور روح مکمل طور پر خارج ہو جاتی ہے اور جسم ٹھنڈا۔ چہرہ زرد اور بدن کمزور ہو جاتا ہے۔غضب کی ضد: حلم ہے حلم سے نفس کا آرام وسکون مراد ہے کیونکہ اس میں انسان کو غصہ کسی حالت میں نہیں آتا تکلیف کے باوجود وہ مضطرب نہیں ہوتا۔ملا علی قاری رحمہ اللہ کا قول: حلم والا نفس وصال محبوب کے موقعہ پر بھی مضطرب نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث عبدالقیس میں آیا ہے کہ اس کے سربراہ اشج رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھا مگر اس طرح نہ کیا جیسا باقی لوگوں نے کیا تو آپ ﷺ نے ان کے اس عمل کی وجہ سے ان کو صاحب حلم و وقار قرار دیا۔ناحق غصہ قابل مذمت ہے اور خلاف شرع غصہ بھی منع ہے اگر حق کی خاطر ہو تو قابل تعریف ہے۔ ریاضت کا مقصد غضب کو مکمل، ور پر ختم کرنا نہیں بلکہ اس کو حق کے تابع بنانا ہوتا ہے۔غضب نظام بدن اور بقاء حیات کا ذریعہ ہے کیونکہ اس کے ساتھ موذی اور تکلیف دہ اشیاء سے بچا جاتا ہے اسی وجہ سے نباتات میں قوت غضبیہ نہیں اس لیے ہر ایک ان کو ہلاک کر دیتا ہے۔البتہ حیوانات کو اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے ایسے آلات عنایت فرمائے جو موذی سے ان کی حفاظت کرتے ہیں مثلاً سینگ، دانت، پنجے وغیرہ آدمی کے پاس اگرچہ ایسے آلات نہیں مگر اس کو عقل و تدبیر

عنایت کی تا کہ وہ ایسے آلات وذرائع تیار کرے جس سے وہ ہر قسم کے موذی سے اپنا دفاع کر سکے۔ تکبر: اپنے کو بڑا جاننا تکبر ہے یا اپنے آپ اور اپنی صفات کو دوسروں سے بہتر جاننا اور دوسروں کو حقیر سمجھنا ہے جو کوئی ان چیزوں کا اظہار کرے گا اور ان کے ذریعہ دوسروں پر فوقیت، بلندی چاہے گا تو اسی بناء پر وہ تسلیم حق اور فرمانبرداری کے لئے آمادہ نہ ہوگا جس سے سرکشی جنم لے گی۔ اگر تکبر خلاف واقع ہے تو اس صورت میں وہ مذموم ہے یعنی کوئی شخص اپنی ذات میں ایسے فضائل وکمالات کا اظہار کرے جن سے حقیقت میں اس کی ذات عاری ہو تو ایسا کرنا قابل مذمت ہے۔ اگر تکبر خلاف واقع نہیں ہے تو اس صورت میں وہ مذموم نہیں ہے یعنی کوئی شخص اپنی ذات میں ایسے فضائل وکمالات کا اظہار کرے جو حقیقت میں اس کی ذات میں موجود ہوں تو یہ قابل مذمت نہیں ہے۔ تکبر کا مقابل تواضع ہے تکبر و کمزوری کے درمیانی درجہ کا نام تواضع ہے۔ کبر کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے اندر موجود عوامل سے بڑھ کر خواہش کرے اور کمزوری یہ ہے کہ اپنے مقام سے نیچے گر جانا اور اپنی استحقاق بھی نہ لینا۔ تواضع تو درمیانی درجہ ہے۔

مشائخ کا طریقہ:

جب اپنے میں تکبر دیکھتے ہیں تو اس کا ازالہ اور طرح کرتے ہیں کمزوری کو تواضع کا درجہ دے دیتے ہیں تا کہ نفس مقام تواضع پر رہے البتہ کمال توسط واعتدال بہرحال بہتر ہے۔

الفصل الاول:

ایک نصیحت غصہ مت کرو

۱/۴۹۷۱ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلاً قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْصِنِیْ قَالَ لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ ذٰلِكَ مِرَارًا قَالَ لَا تَغْضَبْ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/۵۱۹ الحدیث رقم ٦١١٦، والترمذی فی السنن ٤/٣٢٦ الحدیث رقم ۲۰۲۰ و مالك فی الموطأ ۲/۹۰۵ الحدیث رقم ۱۱ من باب الغضب واحمد فی المسند ۲/۱۷۵۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے نصیحت کا سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غصہ مت کیا کرو اس نے دوبارہ سوال دھرایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا غصہ مت کیا کرو۔ (بخاری)

تشریح ۞ قَالَ لَا تَغْضَبْ: اس شخص نے ہر بار نصیحت طلب کی تو آپ نے اس کا جواب یہی دیا کہ غصہ مت کرو، کیونکہ اس میں غصے کا غلبہ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہی تھی کہ ہر سائل کو اس کے موافق حال جواب دیتے اور ہر ایک کے درد کا درماں اس کے مناسب حال فرماتے پس اس کے متعلق غصہ روکنے کی تاکید مناسب جانتے ہوئے بار بار یہی جواب دیا۔

محققین کا قول:

غضب کا سبب شیطانی وساوس ہیں اس کی وجہ سے آدمی حد اعتدال سے نکل جاتا ہے یہاں تک کہ باطل کلام بکنے لگتا ہے

اور برے افعال کرنے لگتا ہے۔ جو شرعاً وعرفاً ناپسندیدہ ہوتے ہیں اور دل میں کینہ وبغض رکھتا ہے اور اس کے علاوہ بھی بداخلاقی کی کئی حرکات کرتا ہے بلکہ کبھی کفر بھی بک دیتا ہے اسی وجہ سے جناب رسول اللہ ﷺ نے اسے کئی بار منع فرمایا حالانکہ سائل اضافہ اور تبدیلی کا طالب رہا پس گویا آپ ﷺ نے اسے فرمایا اپنے اخلاق درست کر۔ اور خلق جوامع الحکم سے ہے پھر اس کا علاج علم وعمل معجون مرکب سے ہے یعنی یہ سمجھنا چاہیے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے' میں ضرر پہنچانے والے پر کیوں کرغصہ کروں اور اپنے نفس کو نصیحت کرے کہ غضب الٰہی بہت بڑا ہے اور اس کے باوجود وہ بندوں سے درگزر فرماتا ہے۔ لوگ اس کے حکم کی کس قدر مخالفت کرتے ہیں مگر وہ غصہ میں نہیں آتے سبحان اللہ! تو ایسا یہاں کا بڑا آیا کہ ناک پر مکھی بھی نہیں بیٹھنے دیتا۔ پس غصہ والے کو تعوذ پڑھنا اور وضو بنانا چاہیے تا کہ نفس مشغول ہو کر غصے کی طرف سے ہٹ جائے۔ (ح ع)

مضبوط تو غصہ پر قابو پانے والا ہے

۲/۴۹۷۲ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرْعَةِ اِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِىْ يَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ۔ (متفق عليه)

أخرجه البخاری فی صحيحه ۱۰/۵۱۸ الحديث رقم ۶۱۱۴ و مسلم فی ۴/۲۰۱۴ الحديث رقم (۱۰۷-۲۶۰۹) و ابوداوٗد فی السنن ۵/۱۳۸ الحديث رقم ۴۷۷۹ و مالك فی الموطأ ۲/۹۰۶ الحديث رقم ۱۲ من كتاب البر والصلة، واحمد فی المسند ۲/۲۳۶۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مضبوط وہ شخص نہیں جو کشتی میں پچھاڑ دے بلکہ مضبوط وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے اوپر قابو رکھتا ہو۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ الشَّدِيْدُ: سخت اور قوی ترین دشمن جیسا کہ فرمایا:

"اعدی عدوك نفسك التی جنبيك"۔

''تمہارے دشمنوں میں سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو تمہارے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے''۔

بدن کی قوت ظاہرہ نفسیہ فانیہ ہے اور یہ قوت دینیہ باطنیہ باقیہ ہے پس نفس کا مارنا عجیب چیز ہے اس کے بالمقابل آدمی کو بچھاڑنا کچھ حقیقت نہیں رکھتا جیسا کہ کسی فارسی شاعر نے کہا ۔

مردے نہ بقوت بازوست و زورکتف ☆ بانفس اگر برآئی دانم کہ شاطرے

نفس کو مغلوب کرنا دراصل مردانگی ہے۔

اہل جنت اور اہل نار

۳/۴۹۷۳ وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ

الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعَّفٍ لَوْاَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ اَلَااُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ (متفق عليه وفی رواية لمسلم) كُلُّ جَوَّاظٍ زَنِيمٍ مُتَكَبِّرٍ۔

أخرجه البخاری فی صحيحه ٦٦٣/٨ الحديث رقم ٤٩١٨ و مسلم فی ٢١٩٠/٤ الحديث رقم (٢٨٥٣/٤٦)، والرواية الثانية فی (٢٧-٢٨٥٣)، والترمذی فی السنن ٦١٨/٤ الحديث رقم ٢٦٠٥ و ابن ماجه فی ١٣٧٨/٢ الحديث رقم ٤١١٦، واحمد فی المسند ٣٠٦/٤۔

ترجمہ: حضرت حارث بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں اہل جنت کے متعلق نہ بتاؤں؟ ہر وہ شخص جو کمزور ہو اور اسے کمزور قرار دیا جاتا ہے اگر وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم اٹھا لے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو پورا کر دیتے ہیں کیا میں تمہیں اہل نار کے متعلق نہ بتاؤں؟ جو ناحق لڑائی کرنے والا اور متکبر ہو۔ (بخاری، مسلم)
اور مسلم کی روایت میں درشت خو متکبر کے الفاظ ہیں۔

تشریح ۞ **ضعیف** :اس سے مراد یہ ہے کہ وہ متکبر و جبار نہیں۔ "متضعف" میں معروف تو عین کا فتحہ ہے اس کا ترجمہ بھی یہی مذکور ہے اگر عین مکسورہ پڑھیں تو اس کا معنی متواضع، ذلیل و گمنام ہیں۔

اَهْلِ الْجَنَّةِ :جنتی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اکثر اہل جنت یہ لوگ ہیں جیسا کہ اہل نار دوسری قسم کے ہوں گے۔ اس کے کئی معانی ہیں:① کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر قسم کھالیں تو وہ کرم الٰہی کی امید کرتے ہوئے کہ وہ ان کو سچا کر دے گا چنانچہ اللہ تعالیٰ ان کو سچا کرتا ہے اور ان کی امید کو پورا کرتا ہے۔ یعنی قسم ٹوٹتی نہیں بلکہ پوری ہوتی ہے۔② اپنے پروردگار سے کچھ سوال کرے اور اللہ تعالیٰ کی قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو پورا کر دیتے ہیں۔③ اگر وہ قسم کھالے کہ اللہ تعالیٰ فلاں کام کرے گا یا نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی امید کے مطابق کر دیتے ہیں جیسا اس نے قسم کھائی۔

زَنِيْم : جو اپنے کو کسی قوم کی طرف منسوب کرے حرام زادہ۔ جیسا کہ قرآن مجید میں یہ دونوں صفات عُتُل اور زنیم ولید بن مغیرہ کے متعلق وارد ہوئی ہیں۔ جواظ :بخیل، مال جمع کرنے والا، تکبر سے چلنے والا۔

رائی کے برابر ایمان والا دوزخ میں نہ جائے گا

۴/۴۹۷۴ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ فِي قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِيْمَانٍ وَلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَحَدٌ فِي قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ۔

(رواه مسلم)

أخرجه مسلم فی صحيحه ٩٣/١ الحديث رقم (١٤٨-٩١) و ابوداوٗد فی السنن ٣٥١/٤ الحديث رقم ٤٠٩١، والترمذی فی ٣١٧/٤ الحديث رقم ١٩٩٨ و ابن ماجه فی ١٣٩٧/٢ الحديث رقم ٤١٧٣، واحمد فی المسند ٤١٢/١۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ وہ شخص دوزخ میں داخل نہیں ہوسکتا جس کے دل کے اندر رائی کے برابر ایمان ہو اور جس شخص کے دل میں رائی کے برابر تکبر ہے وہ جنت میں نہ

جائے گا۔ (مسلم)

تشریح ۞ مِثْقَالَ حَبَّةٍ :ایمان سے ایمان کے ثمرات مراد ہیں خواہ ان کا تعلق اخلاق ظاہرہ سے ہو یا باطنہ سے جو نورِ ایمان و یقین سے صادر ہوتے ہیں۔

حقیقتِ ایمان:

حقیقت ایمانی دِلی تصدیق ہے جو زیادتی اور نقصان کو قبول نہیں کرتی البتہ اس کے شعبے بہت ہیں جو ایمان کی حقیقت و ماہیت سے خارج ہیں مثلاً: نماز، زکوٰۃ، اسلام کے احکام ظاہرہ وغیرہ جیسا کہ اس روایت میں فرمایا: الایمان بضع وسبعون شعبة (ایمان کی کچھ اوپر ستر شاخیں ہیں) ہمارے اس کہنے پر آپ ﷺ کا یہ قول دلالت کرتا ہے۔ الحیاء شعبة من الایمان (حیاء ایمان کا ایک شعبہ ہے) کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ حیاء ایمان کے مفہوم میں داخل نہیں اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تکبر کے ساتھ جنت میں نہ جائے گا بلکہ اس سے صاف ہو کر داخل ہوگا یعنی بری خصلت سے بری الذمہ ہو کر جائے گا۔ خواہ عذاب دے کر اس کو صاف کیا جائے یا معافی سے صاف کرے پھر اسے جنت میں داخل کیا جائے گا۔ خطابی کا قول: اس حدیث کی دو تاویلیں ہیں۔ ① کبر سے مراد کفر و شرک ہے۔ ② اللہ تعالیٰ جب اس کو جنت میں داخل کرے گا تو کبر سے اس کو صاف کر دے گا یہاں تک کہ بلا کدورت و کبر اسے جنت میں لے جائے گا اس صورت میں کبر سے مراد لوگوں پر تکبر کرنا ہے۔ (ع)

تکبر حق کو جھٹلانا اور لوگوں کو حقیر قرار دینا ہے

۴۹۷۵/۵ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَمَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ اَنْ يَّكُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا وَنَعْلُهٗ حَسَنًا قَالَ اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ۱/۹۳ الحديث رقم (۱۴۷-۹۱) و ابو داوٗد في السنن ۴/۵۳۱ الحديث رقم ۴۰۹۱، والترمذي في ۴/۳۱۷ الحديث رقم ۱۹۹۹، واحمد في المسند ۱/۳۹۹۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے دل میں ایک ذرے کی مقدار تکبر ہے وہ جنت میں نہ جائے گا ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آدمی کو یہ بات پسند ہوتی ہے کہ اس کا کپڑا بھی خوبصورت ہو اور اس کا جوتا بھی خوبصورت ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جمیل ہیں اور جمال کو پسند کرتے ہیں یعنی ستھرائی اس کو پسند ہے۔ تکبر حق کو جھٹلانا اور لوگوں کو حقیر و ذلیل سمجھنا ہے۔ (مسلم)

تشریح ۞ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ : ذرہ سے مراد چھوٹی چیونٹی یا غبار کا ذرہ جو روشنی میں چمکتا ہے اس پوچھنے والے سے مراد معاذ بن جبل ہیں یا عبداللہ بن عمرو یا ربیعہ بن عامر مختلف اقوال وارد ہیں۔

نَعْلُهٗ حَسَنًا : اچھا جوتا پہنا ہے مگر تکبر و ریا و شہرت مقصود نہیں ہوتی اس کے سچے ہونے کی علامت یہ ہے کہ خلوت میں بھی

اس جوتے کو پہنے۔ پوچھنے والے نے اس لئے پوچھا کہ یہ تو متکبرین کی علامت وعادت ہے کہ وہ جو نفیس کپڑا پہنتے ہیں اس کو خیال آیا شاید یہ مطلقاً تکبر کی علامت ہو۔

اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ : ① اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات، افعال میں جمیل ہے اور تمام ظاہری و باطنی جمال اسی کے جمال کا اثر ہیں پس جلال و جمال اسی کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔ ② جمیل کا معنی آراستہ کرنے والے اور جمال بخشنے والے کے ہیں۔ ③ یہ جلیل کے معنی میں ہے یعنی بزرگ۔ ④ وہ نور کا مالک ہے۔ ⑤ بندوں سے براسلوک کرنے والا۔

اَلْکِبْرُ بَطْرُ الْحَقِّ : کبر حق کو باطل کرنا ہے جو کہ توحید وعبادت ہے اور اللہ تعالیٰ سے سرکشی کرنا اور حق کو قبول نہ کرنا اور حق کو دفع کرنا اور دھتکارنا۔ بعض نے بَطْرُ الْحَقِّ کا معنی جمال حق کا باطل کرنا لکھا ہے۔

نظرِ رحمت سے تین لوگ محروم

۶/۴۹۷۶ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَۃٌ لَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ شَیْخٌ زَانٍ وَمَلِکٌ کَذَّابٌ وَعَآئِلٌ مُسْتَکْبِرٌ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی ۱/۱۰۲ الحدیث رقم (۱۷۲-۱۰۷) و ابوداوٗد فی السنن ۳/۷۴۹ الحدیث رقم ۳۴۷۵ والترمذی فی ۴/۱۲۸ الحدیث رقم ۱۵۹۵، والنسائی فی ۷/۲۴۵ الحدیث رقم ۴۴۵۸ و ابن ماجه فی ۲/۷۴۴ الحدیث رقم ۲۲۰۷، واحمد فی المسند ۲/۴۸۰۔

تَرْجَمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمیوں سے اللہ قیامت کے دن نہ کلام فرمائیں گے اور نہ ان کو پاک فرمائیں گے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ نہ ان کی طرف نگاہ رحمت ڈالیں گے اور وہ دردناک عذاب میں مبتلا ہوں گے ان میں ایک زنا کرنے والا بوڑھا' دوسرا جھوٹ بولنے والا بادشاہ اور تیسرا متکبر فقیر۔ (مسلم)

تشریح ۞ لَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ : یعنی جب اللہ تعالیٰ کے فضل ورضا اور عدل کا ظہور ہوگا اس وقت ان سے کلام نہ فرمائے گا اور نہ ان کی ثناء فرمائے گا البتہ مؤمنین کی ثناء کرے گا۔ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ کا مطلب یہ ہے کہ ان کو نجاست گناہ سے پاک نہ کرے گا۔ جیسا کہ معاف کر کے دوسروں کو پاک کرے گا۔ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ : اس جملہ کے بارے میں دو احتمال ہیں ایک احتمال یہ ہیکہ یہ دوسری روایت کا نتیجہ ہے یا اس کا تعلق اصل حدیث سے ہے قابل اعتماد یہی بات ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مذکور تمام باتیں اللہ کی ناراضگی وغصہ سے کنایہ ہیں کیونکہ جو کسی سے ناراض اور خفا ہوتا ہے وہ اس کی طرف نگاہ بھی نہیں کرتا اور نہ اس سے کلام کرتا ہے اور نہ اس کی تعریف کرتا ہے بلکہ اس کو سزا دیتا ہے۔

شَیْخٌ زَانٍ : کیونکہ جب بوڑھا ہے تو طبعاً معذور ہوتے ہوئے اس کا یہ حرکت کرنا نہایت درجہ قبیح ہے کیونکہ اب تو غفلت بھی نہیں اور شہوت بھی نہیں پھر بھی زنا کرنا اس کے خبث باطل کی دلیل ہے۔

مَلِکٌ کَذَّابٌ : جھوٹ تو تمام کے لئے برا ہے مگر بادشاہ کے لئے اور بھی برا ہے کیونکہ ملک کا انتظام اس کے ہاتھ میں ہے

اوراہم کام اس کے اشارے سے ہوتے ہیں تو اس کا جھوٹ بولنا کسی بھی عذر کے بغیر ہے اس لئے بدتر ہے۔ ① جھوٹ عموماً حصول نفع اور دفع ضرر کے لئے ہوتا ہے اور بادشاہ کو بغیر جھوٹ بولے نفع حاصل کرنے اور ضرر کے دفع کرنے کی قدرت حاصل ہے پس اس کا جھوٹ بے فائدہ اور بدتر ہے۔

عَائِلٌ مُسْتَکْبِرٌ : تکبر تمام کے لئے برا اور بدنام ہے کیونکہ وہ مال ومنصب سے عاری ہے یہ دلیل ہے کہ وہ طبعی طور پر ہے اور اس کا باطن اخبث ترین ہے کسی فارسی شاعر نے کہا ۔

کبر زشت واز گدایان زشت تر ☆ روز سرد و بارف و آنگه جامه تر

(فقیر سے تکبر نہایت برا ہے جیسے سردی میں برف وتر کپڑے)

بعض عائل سے عیالدار مراد لیتے ہیں قبول صدقہ نرمی کو چاہتا ہے تاکہ عیال کی حاجات پوری ہوں او یہ تکبر کرتا ہے اور عیال کو دکھ دیتا ہے اور سوال سے نفرت کر کے ان کے حقوق تلف کرتا ہے۔ توکل علی اللہ کرتے ہوئے حال کو چھپانا دوسری بات ہے اور تکبر کی وجہ سے لوگوں کے احسان کو قبول نہ کرنا باوجودیکہ اضطرار واحتیاج ہو یہ دوسری بات ہے۔ شیخ سے مراد محصن بھی ہوسکتا ہے یعنی شادی شدہ خواہ وہ جوان ہو یا بوڑھا اور زنا کے اس کے متعلق شرعاً وعرفاً برا ہونے کے باوجود اس پر سنگساری لازم ہے جیسا کہ شیخ سے مراد شادی شدہ ہے منسوخ تلاوت آیت میں وارد :اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَۃُ اِذَا زَنَیَا فَارْجُمُوْھُمَا نَکَالاً مِّنَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ میں اس سے مراد غنی ومالدار ہوسکتا ہے کیونکہ فقیر غرض فساد کے لیے جھوٹ بولتا ہے کیونکہ منفعت دنیو یہ ضرور یہ ہے اور غنی کو اس کی ضرورت نہیں پس اس کا جھوٹ بولنا بدترین ہے۔

عائل: سے مراد وہ شخص جو فقراء کے مقابلے میں تکبر کرے کیونکہ اغنیاء متکبرین کے ساتھ تکبر کرنا صدقہ ہے اور یہ کہ فقیر سے مراد وہ ہے جو کام کاج میں تکبر کرے تاکہ اسے کمانا نہ پڑے حالانکہ وہ کمائی کرسکتا ہے جیسا کہ آجکل دیکھا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ تکبر رعونت ریاء وسمعہ کو شامل ہے اس میں سوال کر کے نفس کو ضرر پہنچانا بھی شامل ہے اور بلا وجہ حلال مال کا حصول بھی ہے جو کہ مالداروں کے تکبر سے بہت بدتر ہے خصوصاً جب کہ وہ تکلف کرے اور اپنے کو بزرگوں کی طرح بنائے جیسا کہ بعض فقہا کہتے ہیں حلال وہ ہے جس کو ہم حلال کہیں اور حرام وہ ہے جس کو ہم نے حرام کیا ہے۔ یہ ایسی مرکب بیماری ہے کہ جس کے علاج سے حکماء بھی عاجز ہیں۔ خواہ وہ حکماء حد کامل کو پانے والے ہو۔ (ح ع)

متکبر جہنمی ہے

۷/۴۹۷۷ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَلْكِبْرِ يَآءُ رِدَآئِيْ وَالْعَظْمَةُ اِزَارِيْ فَمَنْ نَازَعَنِيْ وَاحِدًا مِّنْهُمَا اَدْخَلْتُهُ النَّارَ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم فی صحیحه ۲۰۲۳/۴ الحدیث رقم (۱۳۶۔۲۶۲۰) و ابن ماجه فی السنن ۱۳۹۷/۲ الحدیث رقم ۴۱۷۴، واحمد فی المسند ۴۱۴/۲۔

تَرجَمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کبریائی میری

ردا ہے اور عظمت میرا ازار ہے جوان دونوں میں سے ایک کے بارے میں بھی مجھ سے جھگڑا کرے گا میں اس کو آگ میں داخل کروں گا۔ (مسلم)

تشریح: یہ ایک مثال اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت و کبریائی میں یکتا ہونے کے لئے بیان فرمائی ہے مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں صفات میری ذات کے لئے خاص ہیں کسی کو ان سے متصف ہونا اور اس میں شرکت کرنا درست نہیں یعنی جود وکرم میری صفات ہیں اور مخلوق کو بھی اسی طرح کا حصہ ہے اور مجازی طور مخلوق کا ان سے اپنے آپ کو موصوف کرنا جائز ہے۔ مگر یہ ان دونوں صفات سے بطریق مجاز بھی مخلوق سے اپنے آپ کو موصوف کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ دو کپڑے اگر کسی نے پہن رکھے ہوں تو اسی حال میں دوسرے کا پہننا ممکن نہیں اور کبریائی اور عظمت لغت میں ایک معنی پر بولے جاتے ہیں۔ یعنی بزرگی اور بزرگ ہونا۔ ظاہر حدیث سے دونوں میں فرق معلوم ہوتا ہے کہ ایک کو چادر سے تشبیہ دی اور دوسرے کو ازار کے ساتھ۔ بعض نے کہا کبریائی صفت ذاتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے کبیر و متکبر ہے خواہ دوسرا جانے یا نہ جانے' مانے یا نہ مانے۔ عظمت اضافی صفت ہے عظمت یہ ہے کہ مخلوق کو اس کا بڑا جاننا ضروری ہے لہٰذا ذاتی صفت اضافی سے اعلیٰ وارفع ہوگی چونکہ چادر تہبند سے اعلیٰ ہوتی ہے۔ اس لئے اس کے ساتھ تشبیہ دی گئی۔ جو میرے ساتھ ان میں شرکت کا دعویٰ کرے گا ان الفاظ میں حقارت کا پہلو نمایاں ہے کہ جس طرح مٹی کے ڈھیلے کو بے اعتنائی سے پھینکا جاتا ہے اس طرح اس کو ذلیل کردونگا۔ (ح ع ت)

الفصل الثانی:

متکبرین لکھا جانا

۸/۴۹۷۸ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَذْهَبُ بِنَفْسِهٖ حَتّٰى يُكْتَبَ فِي الْجَبَّارِيْنَ وَفَيُصِيْبُهٗ مَآ اَصَابَهُمْ۔ (رواه الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٥١٥ الحديث رقم ٢٣٩٠ و مالك فی الموطأ ٩٥٣/٢ الحديث رقم ١٦ واحمد فی المسند ٢٤٧/٥۔

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول نے فرمایا کہ آدمی اپنے آپ کو اوپر لے جاتا رہتا ہے یعنی خود کو بلند مرتبہ سمجھ بیٹھتا ہے یہاں تک کہ اس کو متکبروں میں لکھ دیا جاتا ہے اور اس کو وہی عذاب دیا جائے گا جو اُن کو دیا جائے گا۔ (ترمذی)

تشریح: بِنَفْسِهٖ حَتّٰى: یعنی اپنے نفس کو بلند کرتا ہے اور اس کو لوگوں سے مرتبہ میں دور رکھتا ہے اور اپنے نفس کو عظیم القدر اعتقاد کرتا ہے۔ باء مصاحبت کے لئے ہے کبر کی طرف جانے کے لئے اپنے نفس کی جو موافقت کرتا ہے اور اس کا اکرام واحترام کرتا ہے جیسا کہ دوست دوست کا اکرام کرتا ہے یہاں تک کہ متکبر ہو جاتا ہے۔ حاصل معنی یہ ہے کہ ہمیشہ وہ اپنے نفس کو اس کے درجہ سے اعلیٰ کی طرف لے جاتا ہے۔ جو اس میں ہے اور اپنے نفس کی موافقت کرتا ہے اور جدھر نفس اس کو لے جائے وہ ادھر جاتا

ہے اور نفس کو سرکشی سے باز نہیں رکھتا۔ (ح)

روزِ قیامت متکبرین کو بولس پلائی جائے گی

۹/۴۹۷۹ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُحْشَرُ الْمُتَكَبِّرُوْنَ اَمْثَالَ الذَّرِّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِىْ صُوَرِ الرِّجَالِ يَغْشَاهُمُ الذُّلُّ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ يُسَاقُوْنَ اِلٰى سِجْنٍ فِىْ جَهَنَّمَ يُسَمّٰى بُوْلَسَ تَعْلُوْهُمْ نَارُ الْاَنْيَارِ يُسْقَوْنَ مِنْ عُصَارَةِ اَهْلِ النَّارِ طِيْنَةِ الْخَبَالِ۔ (رواه الترمذى)

أخرجه ابو داوٗد فى السنن ٧٩٩/٣ الحديث رقم ٣٥٢٧، واحمد فى المسند ٣٤٣/٥ ۔سورة يونس، الآية : ٦٢۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ متکبر لوگوں کو قیامت کے دن چیونٹیوں کی صورت میں جمع کیا جائے گا اور شکل مردوں جیسی ہوگی اور ان پر مردنی چھائی ہوگی پھر انہیں دوزخ کے قید خانے کی طرف لے جایا جائے گا جس کا نام بولس ہے ان پر آگوں کی آگ چھانے والی ہوگی اور ان کو جہنمیوں کی پیپ پلائی جائے گی جس کا نام طِيْنَةِ الْخَبَالِ ہے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ اَمْثَالَ الذَّرِ: متکبرین کو چیونٹی جیسی شکل میں اٹھایا جائے گا اس حدیث کے معنی میں اختلاف ہے۔ اخواری سے کنایہ ہے۔ وہ چیونٹیوں کی طرح میدانِ محشر میں لوگوں کے پاؤں کے نیچے پامال ہوں گے جیسا کہ چیونٹیوں کا حال ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ اٹھانا اور عود کرنا بدنوں کا اجزاء اصلیہ سے ہوگا جو وہ دنیا میں رکھتے تھے چیونٹی کا جسم اور اس کی صورت اس کی گنجائش نہیں رکھتا چنانچہ اس کی وجہ سے کہ فِىْ صُوَرِ الرِّجَالِ تاکہ واضح ہو کہ آدمیوں کی صورت میں ہوں گے نہ کہ چیونٹیوں کی صورت میں اور یغشاهم الذل بھی اس کا قرینہ ہے جس کا معنی خواری ہے اور سیاق روایت بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔ درست یہ ہے کہ حدیث ہر ایک پر محمول ہے اور اس سے متکبرین کا اٹھنا مراد ہے جو متکبرین کی ہیئت پر ہوں گے لیکن صورت مردوں کی ہوگی اللہ تعالیٰ کو اس بات پر قدرت ہے کہ اجزاء اصلیہ کو چھوٹے جسم میں لوٹا دے اور ان کو اسی حالت میں محشر میں جمع کرے اور اس صورت کے ساتھ بنالے اور ان کو خوار و ذلیل کرے یہ شیخ کی تقریر ہے۔

ملا علی قاری نے یہاں بہت سے اقوال نقل کیے ہیں اور تورپشتی سے نقل کیا ہے ہم اس حدیث کے ظاہر معنی اس لئے نہیں لیتے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: لوٹائے جائیں گے انہی اجزاء پر جن پر وہ تھے یہاں تک کہ وہ بلا ختنہ اٹھیں گے اور کٹی ہوئی جلد بھی لگ جائے گی۔ پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ انسان کے تمام اجزاء ناخن بال چیونٹی میں جمع ہوں پھر ان کے جوابات علماء نے نقل کر کے اس پر شبہ کیا اور اپنی تحقیق پر لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ قبروں سے نکالنے کے وقت ان کا کامل ترین صورتوں میں اعادہ کرے گا بلکہ اجزاء معدہ بھی ان کے ساتھ ہوں گے تاکہ یہ ثابت کیا جائے کہ ان کا مکمل اعادہ کیا گیا ہے پھر ان کو چیونٹیوں کی شکل میں تذلیل کے طور محشر کے میدان میں کر دیا جائے گا۔ ہیبت الٰہی سے چھوٹے ہو جائیں گے جب وہ دوزخ کی جانب کی طرف آئیں گے اور جب شاہی عذاب ان کے سامنے لایا جائے گا۔ وہ عذاب اس قدر سخت ہوگا کہ اگر اسے پہاڑ پر رکھ دیں تو وہ پر

اگندہ غبار بن جائے اور دوزخیوں کی اشکال کی تبدیلی مختلف انداز سے ثابت ہے جیسا سور، گدھے، کتے جیسے ان کی صفات و حالات ہوں گے اس سے اشکال ختم ہو جاتا ہے واللہ اعلم۔

بولس : یہ بلس سے مشتق ہے جس کا معنی تحیر و نا اُمیدی۔ ابلیس کا لفظ بھی اسی سے مشتق ہے۔ **تعلوهم نار الانیار** : اس آگ کی نسبت اس طرح جس طرح آگ کی نسبت ایسی چیز کی جانب کی جائے جس کو آگ جلا ڈالتی ہے۔ **الخبال** :اس کا معنی فساد بگاڑ ہے۔ایک شارح نے کہا کہ یہ اہل نار کے عصارہ کا نام ہے اور عصارہ (بمعنی شیرہ یا تلچھٹ) اس پیپ خون اور کچ لہو کو کہتے ہیں جو دوزخیوں کے زخموں سے بہے گا۔

غصہ کا علاج وضو ہے

۴۹۸۰/۱۰ وَعَنْ عَطِيَّةَ بْنِ عُرْوَةَ السَّعْدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّيْطٰنِ وَاِنَّ الشَّيْطٰنَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ وَاِنَّمَا يُطْفَأُ النَّارُ بِالْمَاءِ فَاِذَا غَضِبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّا۔ (رواہ ابو داؤد)

أخرجه ابو داوٗد فی السنن ۵/۱۴۱ الحدیث رقم ۴۷۸۴، واحمد فی المسند ۴/۲۲۶۔

ترجمہ: حضرت عطیہ بن عروہ سعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا ہوا اور آگ پانی سے بجھتی ہے پس جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے وضو کر لینا چاہیے۔

(ابوداوٗد)

تشریح ۞ **فَلْيَتَوَضَّا** :سرد پانی کو استعمال کرنے کی خاصیت یہ ہے کہ وہ غصہ کو دور کرتا ہے اور تجربہ اس پر شاہد ہے اگر ٹھنڈا پانی پیئے تو اس کی خاصیت بھی یہی ہے جب غصہ آئے تو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پہلے پڑھے حدیث میں وارد ہے کہ اس سے بھی غصہ جاتا رہتا ہے پھر جب دیکھے کہ غصہ نہیں گیا تو اٹھ کر وضو کرے اور اللہ تعالیٰ کی خاطر دو رکعت نماز ادا کرے۔

غصہ کا دوسرا علاج

۴۹۸۱/۱۱ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا غَضِبَ اَحَدُكُمْ وَهُوَ قَائِمٌ فَلْيَجْلِسْ فَاِنْ ذَهَبَ عَنْهُ الْغَضَبُ وَاِلاَّ فَلْيَضْطَجِعْ۔ (رواہ احمد والترمذی)

أخرجه ابو داوٗد فی السنن ۵/۱۴۱ الحدیث رقم ۴۷۸۲، واحمد فی المسند ۴/۱۵۲۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اگر وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور اگر غصہ دور ہو جائے ٹھیک ورنہ وہ لیٹ جائے۔ (احمد، ترمذی)

تشریح ۞ **فَلْيَجْلِسْ** : اس میں حکمت یہ ہے تاکہ غصہ میں کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھے جس سے پریشانی ہو۔ اس لئے کہ لیٹا ہوا بیٹھے کی نسبت حرکت سے زیادہ دور ہے اور بیٹھا کھڑے کی بنسبت زیادہ دور ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ تغیر حالت میں شورش غصہ کے

ازالہ کے لئے ایک خاص قسم کی تاثیر ہے۔

غافل بدترین بندہ ہے

۴۹۸۲/۲اوَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ تَخَيَّلَ وَاخْتَالَ وَنَسِيَ الْكَبِيْرَ الْمُتَعَالَ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ تَجَبَّرَ وَاعْتَدٰى وَنَسِيَ الْجَبَّارَ الْاَعْلٰى بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ سَهٰى وَلَهٰى وَنَسِيَ الْمَقَابِرَ وَالْبِلٰى بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ عَتَاوَطَغٰى وَنَسِيَ الْمُبْتَدَأَ وَالْمُنْتَهٰى بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ يَّخْتِلُ الدُّنْيَا بِالدِّيْنِ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ يَخْتِلُ الدِّيْنَ بِالشُّبُهَاتِ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ طَمَعٌ يَقُوْدُهٗ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ هَوًى يُضِلُّهٗ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ رَغَبٌ يُّذِلُّهٗ۔

(رواه الترمذی والبیهقی فی شعب الایمان وقالا لیس اسناده بالقوی وقال الترمذی ایضا هذا حدیث غریب)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٥٤٥ الحدیث رقم ٢٤٤٨، والبیهقی فی شعب الایمان ٦/٢٧٨ الحدیث رقم ٨١٨١۔

ترجمہ: حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: بدترین بندہ وہ ہے جو اِترا کر اور غرور سے چلے اور کبیر المتعال ذات یعنی اللہ بزرگ و برتر کو بھول جائے بدترین بندہ وہ ہے جو ظلم کرے اور حد سے آگے بڑھ جائے اور جبار اعلیٰ کو بھول جائے بدترین بندہ وہ ہے جو بھولے اور غفلت میں مبتلا ہو جائے اور قبر میں گل سڑ جانے کو بھول جائے بدترین بندہ وہ ہے جو سرکشی اختیار کرے اور حد سے آگے بڑھ جائے اور اپنی ابتداء اور انتہاء کو بھول جائے بدترین بندہ وہ ہے جو شبہات کے ذریعے دین میں خلل پیدا کرے بدترین بندہ وہ ہے جو طمع باز ہو اور طمع نے اسے اپنا ماتحت بنالیا ہو بدترین بندہ وہ ہے جو کہ خواہش کا بندہ بن جائے اور خواہش اسے جدھر چاہے گمراہ کرے اور بدترین بندہ وہ ہے جس کو رغبت ذلیل کردے۔ اس روایت کو ترمذی نے اور شعب الایمان میں بیہقی نے نقل کیا ہے اور دونوں نے کہا ہے کہ اس حدیث کی اسناد قوی نہیں ہے نیز ترمذی نے بھی کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح ۞ نَسِيَ الْمَقَابِرَ وَالْبِلٰى : ① یعنی قبور والوں کو بھول گیا کہ ان سے عبرت حاصل نہ کی۔ ② یہ تذکرہ موت کو بھولنے سے کنایہ ہے یعنی موت کو بھول گیا کہ اس کو درست نہ مانا۔

عبد طمع: سید شاذلی سے منقول ہے کہ ان سے کیمیا کے متعلق دریافت کیا گیا انہوں نے فرمایا وہ دو کلمیں ہیں مخلوق کو اپنی نظر سے گرادو اور حق سے اس بات کی طمع چھوڑ دے کہ وہ تجھے اس کے علاوہ دے جو تیری قسمت میں ہے۔ اس کی سند مضبوط نہیں اسے طبرانی نے بھی راویت کیا ہے اور بیہقی نے نعیم بن ہماز سے اور حاکم نے متدرک میں اسماء بنت عمیس سے روایت کیا ہے اور اس میں شک نہیں کہ کثرت طرق ضعیف کو قوی کر دیتا ہے اور وہ روایت حسن لغیرہ کے درجہ میں پہنچ جاتی ہے اس سے مقصد حاصل ہو جاتا ہے واللہ اعلم۔

غریب ہے: یہ صحت حسن کے منافی نہیں ہے دوسرا یہ کہ یہ ضعیف ہے اور فضائل اعمال میں ضعیف قابل عمل ہے پس وعظوں میں اس کا تذکرہ درست ہے۔ (ع)

الفصل الثالث:

سب سے زیادہ محبوب گھونٹ

۴۹۸۳/۱۳ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَجَرَّعَ عَبْدٌ اَفْضَلَ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ جُرْعَةِ غَيْظٍ يَكْظِمُهَا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ (رواه احمد)

أخرجه ابن ماجه فی السنن ۲/۱۴۰۱ الحدیث رقم۴۱۸۹ ، واحمد فی المسند ۲/۱۲۸۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ بندے کے لئے اللہ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ محبوب وہ غصہ کا گھونٹ ہے جو رضاء الٰہی کی خاطر وہ پی جاتا ہے۔ (احمد)

تشریح ۞ جُرْعَةِ: پانی کا گھونٹ۔ غیظ غصہ اور کظم، غصہ پی جانا، مشک کا پر ہونا اور منہ کو باندھنا۔

دشمن سے حفاظت کا راز

۴۹۸۴/۱۴ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالٰى اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ قَالَ الصَّبْرُ عِنْدَ الْغَضَبِ وَالْعَفْوُ عِنْدَ الْاِسَآءَةِ فَاِذَا فَعَلُوْا عَصَمَهُمُ اللّٰهُ وَخَضَعَ لَهُمْ عَدُوُّهُمْ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ قَرِيْبٌ۔

(رواه البخاری تَعْلِيْقًا)

ألبخاری تعلیق من حدیث طویل ۸/۵۵۵ سورة السجدة۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کا معنی زیادتی کے وقت معاف کر دینا ہے چنانچہ جب وہ لوگ ایسا کریں گے تو اللہ ان کو دشمن سے محفوظ فرمائیں گے اور ان کے دشمن کو ان کے سامنے جھکا دیں گے گویا کہ وہ گہرے اور قریبی دوست ہوں۔ بخاری نے اس کو تعلیقاً نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ: اس آیت کا سیاق وسباق اس طرح ہے وہ ولا تستوی الحسنة ولا السیئة نیکی و بدی انجام میں برابر نہیں اس کے بعد فرمایا: اِدْفَعْ بِالَّتِيْ برائی کو دور کر جو برائی پیش آئے یعنی اگر تجھ سے کوئی بدی کرے تو تو اس سے نیکی کر بقول کسے۔

ع اگر مردی احسن الی من اساء

حضرت ابن عباسؓ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ برائی کو نیکی سے دفع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ غصہ آئے تو صبر کرے اور برائی پہنچے تو درگزر کرے اور لفظ قریب یہ حمیم کی تفسیر ہے یعنی قربت والا اور یہ آیت کے آخری حصہ کی تفسیر ہے کہ فرمایا: فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ۔ یعنی پھر اچانک (تم دیکھو گے کہ) تم میں اور جس شخص میں عداوت تھی وہ ایسا ہو

جائے گا جیسا کوئی قریبی دوست ہوتا ہے۔ (ح)

غصہ ایمان کا بگاڑ ہے

۱۵/۴۹۸۵ وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْغَضَبَ لَيُفْسِدُ الْاِيْمَانَ كَمَا يُفْسِدُ الصَّبِرُ الْعَسَلَ۔

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٦/ ٣١١، الحديث رقم ٨٢٩٤۔

ترجمہ: حضرت بہز بن حکیم اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے نقل کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غصہ ایمان کو اس طرح تباہ کر دیتا ہے جیسا کہ صبر (ایلوا) شہد کو بگاڑ دیتا ہے۔ (بیہقی)

تشریح ❁ **يُفْسِدُ الْاِيْمَانَ**: ① یہ کمال ایمان یا اس کے نور کو بگاڑتا ہے۔ ② بعض اوقات غصہ ایمان کو باطل بھی کر دیتا ہے۔

تواضع، تکبر کا موازنہ

۱۶/۴۹۸۶ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَا اَيُّهَا النَّاسُ تَوَاضَعُوْا فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ نَفْسِهٖ صَغِيْرٌ وَفِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيْمٌ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيْرٌ وَفِيْ نَفْسِهٖ كَبِيْرٌ حَتّٰى لَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِنْ كَلْبٍ اَوْ خِنْزِيْرٍ۔

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٦/ ٢٧٦ الحديث رقم ٨١٤٠۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے راوی کہتے ہیں کہ وہ منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرما رہے تھے اے لوگو! تواضع اختیار کرو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع اختیار کرے اللہ اس کو بلند فرماتے ہیں لیکن لوگوں کی نگاہ میں وہ بڑا ہوتا ہے اور جو شخص تکبر اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو پست کر دیتے ہیں وہ لوگوں کی نگاہ میں حقیر ہوتا ہے اور اپنے نزدیک وہ بہت بڑا بنتا ہے یہاں تک کہ وہ لوگوں کے ہاں کتے اور خنزیر سے زیادہ ذلیل ہو جاتا ہے۔

تشریح ❁ **وَفِيْ نَفْسِهٖ كَبِيْرٌ**: متکبر اپنے کو بزرگ سمجھتا ہے اور بزرگ ظاہر کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ حقیر ہے اور لوگوں کے ہاں بھی ذلیل ہوتا ہے اور تواضع کرنے والا اگرچہ اپنے کو حقیر جانتا ہے اور حقیر دکھاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت و بزرگی والا اور لوگوں کے ہاں بھی عظمت والا ہے۔

سب سے زیادہ عزت والا بندہ

۱۷/۴۹۸۷ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُوْسَى بْنِ عِمْرَانَ

عَلَيْهِ السَّلَامُ يَارَبِّ مَنْ اَعَزُّ عِبَادِكَ عِنْدَكَ قَالَ مَنْ اِذَا قَدَرَ غَفَرَ۔

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٦/٣١٩ الحديث رقم ٨٣٢٧۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ بن عمران علیہما السلام نے عرض کیا' اے میرے پروردگار! تیرے ہاں سب سے زیادہ عزت والا کون ہے؟ پروردگار نے فرمایا: جو قدرت پانے پر بخش دے۔ (بیہقی)

تشریح ۞ مَنْ اِذَا قَدَرَ غَفَرَ: یعنی اس سے درگزر کرے کہ جس نے اس پر ظلم کیا' اسے دُکھ دیا اس میں موسیٰ کے عفو کرنے کا اشارہ ہوا کیونکہ ان پر جلال غالب تھا۔ جامع صغیر میں ہے جو قدرت پانے پر عفو کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے عفو کریں گے۔

حفاظتِ زبان کا بدلہ

۴۹۸۸/۱۸: وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ خَزَنَ لِسَانَهٗ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ وَمَنْ كَفَّ غَضَبَهٗ كَفَّ اللّٰهُ عَنْهُ عَذَابَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَنِ اعْتَذَرَ اِلَى اللّٰهِ قَبِلَ اللّٰهُ عُذْرَهٗ ۔

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٦/٣١٥ الحديث رقم ٨٣١١۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنی زبان کو محفوظ کر کے رکھا اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے اور جس نے اپنے غصہ کو روک لیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے اپنے عذاب کو روک دیں گے اور جس نے اللہ کے دربار میں طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی معذرت کو قبول فرمائیں گے۔ (بیہقی)

تشریح ۞ مَنْ خَزَنَ لِسَانَهٗ: جو اپنی زبان کو دوسرے لوگوں کے عیوب سے خاموش کر لے گا۔

كَفَّ غَضَبَهٗ: اس سے عذاب روک لیا جائے گا حالانکہ وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے مستحق عذاب ہے اللہ تعالیٰ اسے عذاب سے بچا لے گا۔

مَنِ اعْتَذَرَ: اللہ معاف کرنے والا اور عذر قبول کرنے والا ہے۔

تین نجات، تین ہلاک کن اشیاء

۴۹۸۹/۱۹ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثٌ مُنْجِيَاتٌ وَثَلٰثٌ مُهْلِكَاتٌ فَاَمَّا الْمُنْجِيَاتُ فَتَقْوَى اللّٰهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ وَالْقَوْلُ بِالْحَقِّ فِي الرِّضٰى وَالسَّخَطِ وَالْقَصْدُ فِي الْغِنَا وَالْفَقْرِ وَاَمَّا الْمُهْلِكَاتُ فَهَوًى مُتَّبَعٌ وَشُحٌّ مُطَاعٌ وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ وَهِيَ اَشَدُّهُنَّ ۔

(روى البيهقي و الاحاديث الخمسة في شعب الايمان)

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٥/٤٥٢ الحديث رقم ٧٢٥٢۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں نجات دینے والی اور تین باتیں ہلاک کرنے والی ہیں: ① خفیہ اور اعلانیہ تقویٰ اختیار کرنا۔ ② خوشی اور ناخوشی۔ ③ سچی بات کرنا اور سرداری اور فقر میں اعتدال پر رہنا۔ ہلاک کرنے والی چیزیں یہ ہیں: ① ایسی نفسانی خواہش کی جس کی پیروی کی جائے۔ ② وہ بخل جس کی اطاعت کی جائے۔ ③ انسانی خود پسندی اختیار کرے یہ ان تینوں میں سب سے بڑی چیز ہے۔ ان پانچوں روایات کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ اَلْقَوْلُ بِالْحَقِّ: یعنی اگر کسی سے خوش ہو تو درست اور واقعی بات کہے اور اگر ناراض ہو تو تب بھی سچ کے علاوہ نہ کہے مثلاً فاسق وظالم سے فائدہ ہوا تو اس کی خلاف واقع تعریف نہ کرے اور کسی سے ناراض ہو تو ناراضگی کی وجہ سے اس کی مذمت و برائی نہ کرے دونوں میں طریق استقامت پر قائم رہے۔ اور میانہ روی خرچ میں یہ ہے کہ نہ تو فضول خرچی ہو اور نہ تنگی۔ فقر غناء میں توسط راہ اپنائے جیسے علماء نے فرمایا بقدر قوت کے میسر آنا یہ معیشت میں غناء وفقر سے افضل ہے۔ خواہش نفس کی اتباع یہ ہلاک ہونے والا ہے اور جو نفس کہے اس پر چلنا اور جدھر کہے ادھر جانا یہ خصلت مہلکہ ہے ایمان کامل یہ ہے کہ خواہش نفس اللہ کے حکم کے تابع اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے ماتحت ہو۔ آدمی کی طبع میں بخل وحرص ہے مگر کئی ایسے ہیں کہ وہ ضرر کے لحاظ سے بڑی ہے کیونکہ خواہش نفس اور بخل سے تو توبہ ممکن ہے اور خود پسندی اور عجب والا مغرور ہوتا ہے اور اپنے کو اچھا جانتا ہے اور وہ محبوب ہوتا ہے اس کے جانے کی امید نہیں ہوتی جیسا کہ بدعتی کبھی توبہ نہیں کرتا کیونکہ وہ اسے سنت سمجھتا ہے۔ (ح)

بَابُ الظُّلْمِ

ظلم کا بیان

لغت میں کسی چیز کو اس کے مقام سے ہٹا کر رکھنا ظلم ہے یہ بڑا جامع لفظ ہے یہ ہر اس فعل اور چیز کو شامل ہے جو حد سے تجاوز کر جائے۔ وضع مناسب پر واقع نہ ہوسکی بلکہ زیادہ یا کم یا بے وقت یا بے جا واقع ہو ظلم وزیادتی بھی اس میں داخل ہے شرعی طور پر یہ اسی معنی میں ہے گویا انتہاء مراد ہے یہ ظلم یا تو حقوق اللہ میں ہوگا یا حقوق العباد یا حقوق نفس میں عموماً یہ لفظ انسانوں کے متعلق ان کے مال، عزت، جان پر ناحق قبضہ اور جبر کے لئے آتا ہے۔ (ت)

ظلم قیامت کے دن اندھیرے کی صورت میں ہوگا

۴۹۹۰/ا عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ یَّوْمَ الْقِیَامَةِ۔ (متفق علیہ)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۵/ ۱۰۰ الحدیث رقم ۲۴۴۷ و مسلم فی ۴/ ۱۹۹۶ الحدیث رقم (۵۷-۲۵۷۹)، والترمذی فی السنن ۴/ ۳۳۰ الحدیث رقم ۲۰۳۰، والدارمی فی ۲/ ۳۱۳ الحدیث رقم ۲۵۱۶، واحمد فی المسند ۲/ ۱۳۷۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظلم قیامت کے دن اندھیرے کی صورت میں ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ قیامت کے دن ظالم کو تاریکی ہر طرف سے گھیر لے گی اور وہ نور جو ایمان والوں کو ملے گا اس سے ظالم محروم ہوگا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ (یعنی قیامت کے دن مؤمنین کا نور ان کے آگے آگے اور دائیں طرف دوڑتا ہوگا) تاریکیوں سے مراد وہ عذاب اور سزائیں ہیں جو اسے میدانِ حشر اور دوزخ میں لاحق ہوں گی اور اس معنی میں یہ قرآن مجید میں وارد ہے: قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (کہہ دیجئے کہ تمہیں جنگل اور دریا کی تکلیف و مشکلات سے کون نجات دیتا ہے)۔ (ح ت)

اللہ تعالیٰ ظالم کو پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا

۴۹۹۱/۲ وَعَنْ اَبِىْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَيُمْلِى الظَّالِمَ حَتّٰى اِذَا اَخَذَهٗ لَمْ يُفْلِتْهُ ثُمَّ قَرَأَ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ اَلْاٰيَةَ۔ (متفق عليه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ٨/٣٥٤ الحديث رقم ٤٦٨٦ و مسلم فی ٤/١٩٩٧ الحديث رقم (٦١-٢٥٨٣) و ابن ماجه فی السنن ٢/١٣٣٢ الحديث رقم ٤٠١٨۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے اور جب اسے پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ...... (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ كذالك: اس آیت کا آخری حصہ یہ ہے (ان اخذه اليم شديد) اس میں مظلوم کے لئے تسلی ہے اور ظالم کے لئے وعید ہے تاکہ وہ مغرور نہ ہو اس مہلت کی بناء پر جیسا کہ فرمایا: وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ...... (یعنی اور تم اللہ تعالیٰ کو اس چیز سے غافل مت سمجھو جس کو ظالم اختیار کرتے ہیں)۔ (ع)

ظالموں کے گھروں میں مت داخل ہو

۴۹۹۲/۳ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا مَرَّ بِالْحِجْرِ قَالَ لَا تَدْخُلُوْا مَسَاكِنَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مَا اَصَابَهُمْ ثُمَّ قَنَّعَ رَاْسَهٗ وَاَسْرَعَ السَّيْرَ حَتّٰى اجْتَازَ الْوَادِىَ۔ (متفق عليه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ٨/١٢٥ الحديث رقم ٤٤١٩ و مسلم فی ٤/٢٢٨٦ الحديث رقم (٣٩-٢٩٨٠)، واحمد فی المسند ٢/٦٦۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مقام حجر سے گزرے تو فرمایا ان ظالموں کے

گھروں میں تم مت داخل ہو مگر یہ کہ تم رونے والے ہو اس خطرے سے کہ کہیں ان کی طرح کا عذاب تم پر بھی نہ آئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک کو ڈھانپ لیا اور وادی کو عبور کرنے تک رفتار کو تیز کر لیا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ حجر : یہ صالح علیہ السلام کی قوم کا علاقہ ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کو جاتے وقت وہاں سے گزرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر سے سر کو ڈھانپ لیا جیسا کہ کسی سنسان جگہ سے خوفزدہ شخص جلد از جلد گزرتا ہے تا کہ ان مقامات پر نظر نہ پڑے جہاں اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا۔ اس سے امت کو قول و فعل سے تعلیم دی کہ معذب شدہ مقامات سے خوفِ عذاب کا احساس کرتے ہوئے گزرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کے پانی کو استعمال کرنے سے منع فرمایا اور گوندھا ہوا آٹا اونٹوں کو کھلا دیا۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ ظالموں کے مکانات اور ٹھہرنے کے مقامات میں نہ ٹھہرا جائے۔ (ع)

زیادتی کی معافی دُنیا میں مانگ لو

۴/۴۹۹۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ مَظْلِمَةٌ لِاَخِيْهِ مِنْ عِرْضِهٖ اَوْ شَیْءٌ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ دِيْنَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ اِنْ كَانَ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلِمَتِهٖ وَاِنْ لَّمْ تَكُنْ لَهٗ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَ عَلَيْهِ۔

(رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۵/۱۰۱ الحدیث رقم ۲۴۴۹، واحمد فی المسند ۲/۲۰۶۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کسی نے دوسرے پر ظلم کیا ہے یا اس کی آبروریزی کی یا اور کچھ کہا تب بھی اس سے آج ہی معافی مانگ لے اس سے پہلے کہ اس کے پاس دینار و درہم نہ ہوں گے اگر ظالم کے پاس اعمالِ صالحہ ہوں گے اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں تو اس پر مظلوم کے گناہ لاد دیئے جائیں گے۔ (بخاری)

تشریح ۞ ظالم کی سزا قیامت کے دن یہ ہے کہ اس کی نیکیاں مظلوم کو دے دی جائیں گی۔ اگر اس کی نیکیاں نہ تھیں تو مظلوم کے گناہ اتنی مقدار میں اس پر ڈال دیے جائیں گے اور اس کی وجہ سے اسے عذاب دیا جائے گا جن کا مظلوم مستحق تھا اور وہ نجات پا جائے گا۔

قَبْلَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ دِيْنَارٌ وَّلَا دِرْهَمٌ : جس دن درہم و دینار نہ ہوں گے یہ تنبیہ ہے کہ اسے اپنا حق بخشوانا چاہیے اگرچہ درہم و دینار صرف کرنے پڑیں کیونکہ درہم و دینار سے بخشوانا آسان تر ہے اور اگر وہ نہ بخشے تو سیئات کو ظالم پر ڈال دیا جائے گا جس مقدار سے اس نے ظلم کیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ یہ لین دین کیسے ہوگا۔

ابن الملک کا قول:

① احتمال یہ ہے کہ نفس اعمال ہوں گے جن کو مجسم کر کے ان کا تبادلہ کرا دیا جائے گا۔ ② نعمتیں اور عذاب کو ایک دوسرے

سے بدل دیا جائے گا۔

تشریح ❁ مَنْ كَانَتْ لَهٗ مَظْلِمَةٌ :اس دن اس حد تک عدل ہوگا کہ حیوانات غیر مکلّف کا بھی ایک دوسرے سے بدلہ دلایا جائے گا۔ ﴿۲﴾ علماء فرماتے ہیں یہ حیوانات کا قصاص مقابلہ ہے قصاص تکلیفی نہیں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

سوال: قصاص تقابل میں اعتراض ہے کہ بکری تو غیر مکلّف ہے اس سے قصاص کیونکر ہوگا؟

جواب: اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں اور جو چاہتے ہیں کرتے ہیں اس سے کوئی پوچھنے کی مجال نہیں رکھتا اصل مقصود اس سے بندوں کو آگہی دینا ہے حقوق العباد کو ضائع مت کرو کیونکہ قصاص دینا پڑے گا ظالم سے مظلوم کا حق لیا جائے گا انتہی۔ یہ توجیہ خوب عمدہ ہے۔

مفلس کسے کہتے ہیں

۴۹۹۴/۵ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوْا اَلْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَّا دِرْهَمَ لَهٗ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِيْ يَاْتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِصَلٰوةٍ وَصِيَامٍ وَّزَكٰوةٍ وَّيَاْتِيْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ يُّقْضٰى مَا عَلَيْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِى النَّارِ۔ (رواه مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ٤/١٩٩٧ الحديث رقم (٥٩-٢٥٨١)، والترمذى فى ٤/٥٢٩ الحديث رقم ٢٤١٨، واحمد فى المسند ٢/٣٠٣۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مفلس کس کو خیال کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا ہم مفلس اسے کہتے ہیں جس کے پاس درہم اور سامان نہ ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز روزہ زکوٰۃ لے کر آئے گا۔ مگر اس نے کسی کو گالی دی ہوگی اور دوسرے پر تہمت دھری ہوگی اور کسی کا مال لیا ہوگا اور کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کی مار پٹائی کی ہوگی۔ تو اس کی نیکیاں اس مظلوم کو دے دی جائے گی اور کچھ دوسرے کو پھر اگر اس کے ذمہ ادائیگی حقوق سے پہلے نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو مظلوموں کی غلطیاں اس ظالم پر ڈال دی جائیں گی پھر اسے آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ (مسلم)

قیامت کے دن حقوق دلوائے جائیں گے

۴۹۹۵/۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوْقَ اِلٰى اَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

حَتّٰی یُقَادَ لِلشَّاۃِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاۃِ الْقَرْنَاءِ (رواہ مسلم وذکر حدیث جابر) **اِتَّقُوْا الظُّلْمَ فِی بَابِ الْاِنْفَاقِ۔**

أخرجه مسلم في صحيحه ٤/١٩٩٧ الحديث رقم (٦٠/٢٥٨٢)، والترمذي في السنن ٤/٥٣٠ الحديث رقم ٢٤٢٠، واحمد في المسند ٢/٤١١۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اہل حقوق کے حقوق دلوائے جائیں گے یہاں تک کہ سینگ والی بکری سے بے سینگ کا بدلہ لیا جائے گا۔ (مسلم)

حضرت جابرؓ کی روایت باب الانفاق میں ذکر ہوئی جس کی ابتداء اِتَّقُوْا الظُّلْمَ فِی بَابِ الْاِنْفَاقِ سے ہے۔

تشریح ۞ **اِمَّعَةً**: اس سے اشارہ ملتا ہے کہ بندوں کے حقوق کے سلسلہ میں شفاعت وعفو نہ ہوگا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی کو دوسرے سے راضی کردے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

آپ نے مفلس کی حقیقت بیان فرمادی کہ وہ مفلس حقیقی نہیں جس کے پاس مال نہ ہو یا جس کے ہاں کم ہو کیونکہ اس کا افلاس ختم ہونے والا ہے جب کہ یہ مرجائے گا اور بعض اوقات مال آجانے سے منقطع ہوجاتا ہے اور بعد والی زندگی میں وہ مفلس نہیں رہتا آخرت کے مفلس کا افلاس کبھی ختم نہ ہوگا وہ اس کی وجہ سے ہلاک ہوگا۔

الفصل الثانی:

زیادتی والے پر ظلم نہ کریں

۴۹۹۶/۷ عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكُوْنُوْا اِمَّعَةً تَقُوْلُوْنَ اِنْ اَحْسَنَ النَّاسُ اَحْسَنَّا وَاِنْ ظَلَمُوْا ظَلَمْنَا وَلٰكِنْ وَطِّنُوْا اَنْفُسَكُمْ اِنْ اَحْسَنَ النَّاسُ اَنْ تُحْسِنُوْا وَاِنْ اَسَآءُوْا فَلَا تَظْلِمُوْا۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذي في السنن ٤/٣٢٠ الحديث رقم ٢٠٠٧۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں کی نقل کرتے ہوئے مت کہو کہ اگر لوگوں نے بھلائی کی تو ہم بھلائی کریں گے اپنے آپ کو اس پر آمادہ نہ کرو کہ اگر لوگوں نے ظلم کیا تو ہم بھی ظلم کریں گے اپنے آپ کو اس پر آمادہ کرو کہ اگر لوگوں نے احسان کیا تو ہم احسان کریں گے اور اگر وہ برائی کریں گے تو ہم ظلم نہ کریں گے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ **حَتّٰی یُقَادَ لِلشَّاۃِ الْجَلْحَا**: جس کی اپنی عقل ورائے نہ ہو اس میں تا مبالغہ کی ہے یہاں وہ شخص مراد ہے جو لوگوں کے ساتھ اس طرح سلوک کرنے والا ہو کہ وہ کہے اگر وہ مجھ سے بھلائی کریں گے تو میں ان سے بھلائی کروں گا اور اگر وہ

برائی کریں گے تو میں بھی ان سے برائی کروں گا۔ جیسا کہ تقولون کے لفظ سے بیان فرمایا۔ ظلم نہ کرو بلکہ احسان کرو اس لئے کہ ظلم و برائی کا ترک بھی احسان ہے۔ احتمال یہ بھی ہے کہ اگر وہ نیکی کریں تو نیکی کرو اور اگر وہ زیادتی کریں تو تم مقابلہ میں تجاوز نہ کرو اور بدلہ حد اعتدال کے مطابق لو یا معاف کر دو اور اپنے کو بدلے کا پابند نہ کرو۔ یا احسان کرو عوام کا پہلا مرتبہ ہے اور دوسرا مرتبہ خواص کا ہے اور تیسرا مرتبہ اخص الخواص کا ہے۔

سیّدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وصیت

۸/۴۹۹۷ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ اَنَّهٗ كَتَبَ اِلٰى عَآئِشَةَ اَنِ اكْتُبِىْ اِلَىَّ كِتَابًا تُوْصِيْنِىْ فِيْهِ وَلَا تُكْثِرِىْ فَكَتَبَتْ سَلَامٌ عَلَيْكَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ الْتَمَسَ رِضَى اللّٰهِ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللّٰهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَى النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰهِ وَكَّلَهُ اللّٰهُ اِلَى النَّاسِ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ۔ (رواه الترمذى)

أخرجه الترمذى فى السنن ٤/٥٢٧ الحديث رقم ٢٤١٤۔

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق وارد ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خط لکھا کہ مجھے کچھ وصیت تحریر فرمائیں مگر وہ طویل نہ ہو انہوں نے سلام کے بعد لکھا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا لوگوں کی ناراضگی میں تلاش کرے اللہ تعالیٰ اس سے کفایت فرمائے گا اور اسے لوگوں کی تکلیف سے محفوظ کر دے گا اور جو لوگوں کی رضا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی پر تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے سپرد کر دے گا۔ تجھ پر سلام ہو۔ (ترمذی)

تشریح ۞ وَكَّلَهُ اللّٰهُ اِلَى النَّاسِ: اللہ تعالیٰ اسے اور اس کے کاموں کو لوگوں کے حوالے کر دیتے ہیں اور اس کی مدد نہیں فرماتے اور ان کے شر کو ان سے دفع نہیں کرتے اور لوگوں کو اس پر مسلط کرتے ہیں جو کہ اس پر ظلم کرتے اور اس کو ایذاء دیتے ہیں یعنی اصل تو رضائے الٰہی ہے اگر یہ ہو تو مخلوق بھی خوش اور اللہ بھی راضی اور مخلوق مطیع ہو گی ورنہ اس پر کوئی بھی راضی نہ ہو گا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ سلام شروع خط اور آخر میں بھی لکھے پہلا سلام تو ملاقات کی طرح اور دوسرا سلام رخصت کا ہے۔ (ح ع)

الفصل الثالث:

بڑا ظلم شرک ہے

۹/۴۹۹۸ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ شَقَّ ذٰلِكَ عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّنَا لَمْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ ذَاكَ اِنَّمَا هُوَ الشِّرْكُ اَلَمْ تَسْمَعُوْا قَوْلَ لُقْمَانَ لِاِبْنِهٖ يٰبُنَىَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (وفى رواية) لَيْسَ هُوَ كَمَا تَظُنُّوْنَ اِنَّمَا

هُوَ كَمَا قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهٖ۔ (متفق علیه)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۲۹٤/۸ الحدیث رقم ٤٦٢٩، واخرجه مسلم فی ۱۱٤/۱ الحدیث رقم (۱۹۷-۱۲٤)۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت: اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ ...... نازل ہوئی تو جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں ظلم کی ملاوٹ نہ کی تو اس آیت کا نزول صحابہ کرامؓ پر گراں ہوا اور انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے کون ہے جس نے اپنے اوپر ظلم نہ کیا ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے لقمان کا وہ قول نہیں سنا جو انہوں نے فرمایا تھا: ''اے بیٹے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک مت بناؤ یقیناً شرک ظلم عظیم ہے دوسری روایت ہے تم نے جو سمجھا وہ مراد نہیں اس سے مراد وہ ہے جو لقمان نے اپنے بیٹے کو فرمایا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ: ان لوگوں کو امن کی بشارت دی گئی ہے یہی سیدھی راہ والے ہیں حاصل یہ ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ نے ظلم سے عام گناہ مراد لیا اور ان پر یہ آیت گراں ہوئی تو انہوں نے کہا ہم میں کون ہے جس سے گناہ نہ کیا ہو؟ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظلم سے گناہ عام مراد نہیں بلکہ شرک مراد ہے۔

سوال: ایمان شرک کے ساتھ کیسے مل سکتا ہے کیونکہ وہ ایمان کی ضد ہے البتہ گناہ کا ملنا اس کے ساتھ مقصود ہے چنانچہ صحابہ کرامؓ کا ذہن اسی سبب سے اس طرف گیا کہ ظلم سے گناہ مراد ہے۔

جواب: ایمان شرک کے ساتھ مل سکتا ہے جیسا کہ مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے تھے اور شرک و بت پرست بھی تھے شرک کا وجود، خالقیت اور عبادت میں ہوتا ہے اور یہاں شرک فی العبادت مراد ہے اور یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے: وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ...... (ان کی اکثریت ایمان کا دعویٰ بھی کرتی ہے اور شرک بھی کرتے ہیں یا دل میں شرک اور زبان سے دعویٰ ایمان جیسا کہ منافقین کا حال ہے کہ انہوں نے ایمان ظاہر کے ساتھ باطن کے شرک کو ملا لیا ہے اور شرک بڑا ظلم ہے) یہ جملہ تعلیل بیان کرنے کے لئے لایا گیا یعنی شرک ایمان کو باطل کر دیتا ہے اور شرک ایمان کے ساتھ ہرگز جمع نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ۔ بخلاف دیگر گناہوں کے کیونکہ وہ ایمان کے منافی نہیں ہیں جیسا کہ اہل حق کا مسلک ہے۔ البتہ معتزلہ، مبتدعہ وغیرہ کا مسلک اس کے خلاف ہے صحابہ کرامؓ نے پہلے سمجھا کہ گناہ ایمان کے ساتھ مل جاتا ہے کیونکہ شرک کا ایمان کے ساتھ ملنا مقصود نہیں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا جواب دیا کہ شرک کا ایمان کے ساتھ ملنا ممکن ہے اس طرح کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کی عبادت میں دوسروں کو شریک کرے۔ پس یہ ایمان تو ہوگا مگر شرعی نہ ہوگا ورنہ ایمان باللہ معتبر نہیں ہوتا مگر جب کہ اللہ تعالیٰ کے لئے صفات کمال ثابت کی جائیں اور عیبوں سے اس کو پاک قرار دیا جائے ورنہ تو عام کفار کو اللہ تعالیٰ پر حقیقتاً ایمان لانے والا ماننا پڑے گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ...... مگر اللہ تعالیٰ نے ظاہری شرک کرنے کی بھی اجازت نہیں دی جیسا کہ حدیث قدسی میں وارد ہے: ((اَنَا اَغْنَى الشُّرَكَآءِ عَنِ الشِّرْكِ))۔

بدترین آدمی وہ ہے جو دوسروں کی دُنیا کے بدلے اپنی آخرت برباد کرے

۴۹۹۹/۱۰ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَبْدٌ اَذْهَبَ اٰخِرَتَهٗ بِدُنْيَا غَيْرِهٖ۔ (رواه ابن ماجة)

أخرجه بن ماجه في السنن ٢/١٣١٢ الحديث رقم ٣٩٦٦۔

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن مرتبے کے اعتبار سے بدترین وہ شخص ہوگا جو دوسروں کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت برباد کرلے۔ (ابن ماجہ)

تشریح ۞ اَذْهَبَ اٰخِرَتَهٗ بِدُنْيَا غَيْرِهٖ یعنی دوسرے کے لئے دنیا حاصل کی اور اس کی وجہ سے لوگوں پر ظلم کیا جیسا کہ عاملین اور ان کے مددگار کرتے ہیں۔

تین دفاتر کا الگ حساب

۵۰۰۰/۱۱ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّوَاوِيْنُ ثَلٰثَةٌ دِيْوَانٌ لَّا يَغْفِرُ اللّٰهُ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَدِيْوَانٌ لَا يَتْرُكُهُ اللّٰهُ ظُلْمُ الْعِبَادِ فِيْمَا بَيْنَهُمْ حَتّٰى يَقْتَصَّ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ وَدِيْوَانٌ لَا يَعْبَأُ اللّٰهُ بِهٖ ظُلْمُ الْعِبَادِ فِيْمَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ اللّٰهِ فَذَاكَ اِلَى اللّٰهِ اِنْ شَآءَ عَذَّبَهٗ وَاِنْ شَآءَ تَجَاوَزَ عَنْهُ۔

أخرجه احمد في المسند ٦/٢٤٠، والبيهقي في شعب الايمان ٦/٥٢ الحديث رقم ٧٤٧٣۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دفاتر و رجسٹر دو ہیں ایک وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ معاف نہ کرے گا وہ شریک باری بنانا ہے۔ ایک دفتر وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ چھوڑے گا وہ بندوں کا آپس میں ظلم و زیادتی کرنا ہے یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے سے بدلہ لے لیں۔ ایک دفتر ایسا ہے جس کی اللہ تعالیٰ پروانہیں کرتے وہ ظلم ہے جو بندوں کا اپنے اور ربّ کے درمیان ہے اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے خواہ وہ معاف کرے خواہ وہ عذاب دے۔ (بیہقی)

تشریح ۞ ظُلْمُ الْعِبَادِ فِيْمَا : اس سے معلوم ہوا کہ حقوق میں مواخذہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے حقوق میں شرک نہ بخشا جائے گا اور باقی کا دارومدار اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے خواہ عذاب کردے، خواہ بخش دے۔ (ح)

مظلوم کی بددُعا سے بچو

۵۰۰۱/۱۲ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكَ وَدَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّمَا يَسْأَلُ

اللّٰهُ تَعَالٰی حَقَّهٗ وَاِنَّ اللّٰهَ لَايَمْنَعُ ذَاحَقٍّ حَقَّهٗ۔

أخرجه احمد في المسند ٢/٣٤٣، والبيهقي في شعب الايمان ٦/٤٩ الحديث رقم ٧٤٧٤۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مظلوم کی بددعا سے بچو وہ اللہ تعالیٰ سے اپنا حق مانگتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی صاحب حق کا حق نہیں روکتے۔ (بیہقی)

تشریح ۞ **فَاِنَّمَا يَسْأَلُ اللّٰهُ تَعَالٰى حَقَّهٗ** : اگر کوئی شخص اپنا حق چھوڑ دے اور ایثار کا دامن پکڑے تو بہت بڑا درجہ ہے۔

ظالم کو مضبوط کرنے والا

۱۳/۵۰۰۲ وَعَنْ اَوْسِ بْنِ شُرَحْبِيْلَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ مَشٰى مَعَ ظَالِمٍ لِيُقَوِّيَهٗ هُوَ يَعْلَمُ اَنَّهٗ ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ۔

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٦/١٢٢ الحديث رقم ٧٦٧٥۔

ترجمہ: حضرت اوس بن شرحبیل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا جو شخص کسی ظالم کا ساتھ اس لئے دیتا ہے تا کہ وہ اسے مضبوط کرے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے خارج ہو گیا۔ (بیہقی)

تشریح ۞ اوس بن شرحبیلؓ یہ شامی صحابی ہیں یہ حمص میں قیام پذیر ہوئے۔ (ت)

ظالم کے ظلم کی نحوست سے حباریٰ اپنے گھونسلے میں مرجاتا ہے

۱۴/۵۰۰۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَجُلًا يَقُوْلُ اِنَّ الظَّالِمَ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ فَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ بَلٰى وَاللّٰهِ حَتّٰى الْحُبَارٰى لَتَمُوْتُ فِیْ وَكْرِهَا هُزْلًا بِظُلْمِ الظَّالِمِ۔

(رواه البيهقي والاحاديث الاربعة في شعب الايمان)

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٦/٥٤ الحديث رقم ٧٦٧٩۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کسی شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ظالم اپنے آپ کو ہی نقصان پہنچاتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیوں نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ظالم کے ظلم کی وجہ سے حباری بھی اپنے گھونسلے میں مرجاتے ہیں۔ چاروں کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ **اَلْحُبَارٰى** : یہ ایک جانور ہے ظالموں کی نحوست سے بارش بند کر دی جاتی ہے اور اس کی وجہ سے انسان و جانور مر جاتے ہیں یہاں تک کہ حباریٰ بھی اور حباریٰ کو اس لئے خاص کیا گیا کیونکہ وہ دانے اور پانی کی تلاش میں بہت دور جاتا ہے۔ یہاں تک کہ دیکھا کہ اس کے پیٹ میں سے (حبہ الخضرا نامی جڑی بوٹی) نکلی ہے۔ وہ بصرہ کے علاوہ اور کہیں نہیں ہوتا اور ان کے مابین کئی روز کی مسافت ہے اس کا گھونسلہ دیکھا گیا کہ ایسی جگہ ہے کہ اس میں پانی میں چندروز کی مسافت ہوتی ہے وہاں سے پانی پی کر آتا۔ اس کا مرنا قحط بعد امساک باران کی دلیل ہے اور اس شخص کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ بظاہر مظلوم کو نقصان

پہنچتا ہے مگر درحقیقت ظالم اپنے آپ کو نقصان کرتا ہے۔ مظلوم بدلہ پائے گا اور انتقام بھی لے گا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کو عموم پر محمول کر کے یہ بیان کیا۔ غالب یہ ہے کہ قول ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث کا مضمون ہو خواہ انہوں نے آپ سنی ہو یا نہ سنی ہو۔ بارش کا نہ برسنا ظلم کی نحوست سے ہوتا ہے۔ اس سے لازم آیا کہ گناہ کی نحوست حیوانات کو بھی پہنچتی ہے۔

بَابُ الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ

بھلائی کا حکم

یہ معرفت سے ہے اس کا معنی پہچاننا ہے اس سے مراد وہ شی ء ہے جو شریعت میں جانی پہچانی ہو اور اس کے متعلق شرعی حکم موجود ہو جیسا کہ معروف آدمی کو ہر ایک جانتا ہے اس کے بالمقابل لفظ منکر ہے جو جانا پہچانا ہوا نہ ہو اور اس کے متعلق شرعی حکم وارد نہ ہو جیسا کہ غیر معروف شخص کو کوئی نہیں جانتا۔ صاحب کتاب نے نہی عن المنکر کے الفاظ ذکر نہیں کیے حالانکہ کتاب وسنت میں ان کا تذکرہ مفصل طور پر وارد ہوا ہے اس باب میں جو احادیث وارد ہیں ان میں نہی عن المنکر کی تصریح ہے پس امر بالمعروف کا ذکر اور دوسرے کا ترک تکلف ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے وجوب پر امت کا اتفاق ہے کتاب وسنت نے اس کے درجات ومراتب بیان کیے ہیں جیسا کہ آئندہ احادیث سے معلوم ہوگا اگر کسی نے اس واجب کی ادائیگی کر دی مگر مخاطب نے اسے قبول نہیں کیا تو قائل سے واجب ساقط ہو گیا۔ علماء نے فرمایا یہ چیز لوگوں پر بطور فرض کفایہ لازم ہے جو قدرت کے باوجود بجا نہیں لاتا وہ گناہ گار ہے۔ بعض پر یہ فرض عین ہے۔ مثلاً کوئی ایسی جگہ ہو جہاں اکیلا جانتا ہو دوسرے کو علم نہ ہو تو جاننے والے پر لازم ہو جاتا ہے باقی امر بالمعروف کے لئے یہ شرط نہیں آمر خود بھی اس پر عامل ہو اس کے بغیر بھی درست ہے کیونکہ اپنے کو بھی امر کرنا واجب ہے اور دوسرے کو حکم دینا الگ واجب ہے اگر ایک واجب ترک کر رہا ہے تو دوسرے کو ترک مناسب نہیں رہا۔ اگر اس کا نزول امر بالمعروف کے سلسلہ میں مان لیا جائے تو پھر اس سے مراد زجر وتوبیخ ہے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ آدمی نہ کرے البتہ اس کے بہتر ہونے میں کلام نہیں کہ پہلے وہ خود عمل کرے تاکہ اس کی بات کا اثر ہو۔ یہ صرف حکمرانوں کا ہی فریضہ نہیں' نہ اس کے لئے کسی حکمران کا امر ضروری ہے یہ ہر مسلمان کا حقدار اور فرض ہے البتہ کوڑے اور قتل قصاص حکومت ہی کا کام ہے متفق علیہ چیز میں ان کا ہی ہوگا۔ اگر مختلف فیہ ہے تو اسے منکر قرار دینا مناسب نہیں خصوصاً اس مسلک پر جس میں عمل ہوتا ہے۔ امر بالمعروف میں نرمی اور حلم ضروری ہے اور یہ کام فقط رضائے الٰہی کے لئے ہونا چاہیے نفسانی اغراض کا دخل نہ ہو تاکہ ثواب حاصل ہو۔ علماء فرماتے ہیں اجتماع عام میں کسی کو نصیحت کرنا اس کو رسواء کرنے کے مترادف ہے۔

الفصل الاول:

برائی سے روکنے کے درجات

۱/۵۰۰۴ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَاٰی مِنْكُمْ

مُّنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ۔

(رواه مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ٦٩١ حديث رقم (٧٨-٤٩) و ابوداوٗد في السنن ٤/٥١١ حديث رقم ٤٣٤٠، والترمذي في السنن ٤/٤٠٨ حديث رقم ٢١٧٢، والنسائي في السنن ٨/١١١ حديث رقم ٥٠٠٨، واحمد في المسند ٣/٢٠۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ نے فرمایا: جو شخص تم میں سے کسی برائی کو دیکھے تو وہ اسے اپنے ہاتھ سے بدلے اگر یہ طاقت نہ ہو تو زبان سے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے (نفرت کرے) اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔ (مسلم)

تشریح ❁ **ذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ**: یعنی یہ ایمان کا ست ترین حال ہے کیونکہ اگر اہل ایمان طاقت ور ہوتے تو قول و فعل سے برائی کا انکار کرتے اور صرف قلبی نفرت پر اکتفاء نہ کرتے۔ یہ شخص فقط دل ہی سے انکار کرتا ہے یہ کمزور ترین مؤمن ہے کیونکہ اگر وہ دین میں وقی ہوتا تو اس پر اکتفا نہ کرتا اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی: وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ ۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ۔ ہمارے بعض علماء نے فرمایا کہ ہاتھ سے تبدیل کرنے کا حکم پہلے تو حکام کو ہے اور اس کے بعد دوسرا امر علماء کو ہے کہ وہ زبان سے تبدیل کریں اور تیسرا حکم دل سے برا جاننا یہ تمام ایمان والوں کو حکم ہے۔ اِس کا معنی یہ ہے کہ دل سے انکار کرنا یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے کیونکہ جب وہ کوئی خلافِ شرع چیز دیکھے اور اسے معلوم ہے کہ یہ دین کا ضروری حصہ ہے اس نے اس کو ناپسند نہیں کیا بلکہ اس پر راضی ہوا اور اسے اچھا جانا تو وہ کافر ہو جائے گا۔ پھر یہ بات بھی جاننے کی ہے کہ وہ خلافِ شرع کام حرام ہے تو منع کرنا واجب ہے اور اگر وہ مکروہ ہے تو منع کرنا مستحب ہے۔ امر بالمعروف بھی اس چیز کے تابع ہے جس کا حکم کیا جاتا ہے پس اگر وہ چیز واجب و فرض ہے تو امر بالمعروف فرض ہے اور اگر وہ مستحب ہے تو امر بالمعروف بھی مستحب ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ فتنہ کا باعث نہ ہو جیسا کہ اسی حدیث سے معلوم ہوتا ہے یہ اولین شرط ہے۔ ایک شرط یہ بھی ہے کہ قبول کرنے کا گمان ہو اگر اس کا گمان ہو کہ وہ قبول نہ کریں گے تو واجب نہیں لیکن مستحب ہے تاکہ شعائرِ اسلام ظاہر ہوں۔ مَن: کا لفظ ہر ایک کو شامل ہے یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا ہر ایک کا فریضہ بنتا ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت غلام ہو یا فاسق۔ امر بالمعروف میں یہ شرط نہیں کہ امر کرنے والا خود اسے کرتا ہے اور اس کے بغیر درست نہ ہو کیونکہ اپنے نفس کو امر کرنا ایک واجب ہے اور دوسرے کو کرنا یہ دوسرا واجب ہے پس اگر ایک واجب فوت ہو جائے تو دوسرے واجب کا ترک جائز نہیں ہے۔ رہی یہ آیت جو قرآن مجید میں وارد ہے۔ بالفرض اگر اس کا نزول امر بالمعروف میں مان لیا جائے کہ یہ آیت اسی سلسلہ میں نازل ہوئی ہے تو آیت کی مراد یہ ہے کہ نہ کرنے پر زجر و توبیخ کی گئی ہے نہ کہنے پر نہیں مطلب یہ ہوا کہ تم عمل کیوں نہیں کرتے یہ مراد نہیں کہ کہو نہیں۔ مگر اس میں شبہ نہیں کہ اگر خود اس پر عمل نہیں کرتا اس کی بات کا اثر نہیں ہوتا۔ امام نووی کا قول: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مذکورہ ترتیب سے واجب ہے یہ کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت ہے اس میں روافض کے علاوہ کسی کا اختلاف نہیں اور ان کا کوئی اعتبار نہیں اگر کسی نے واجب کو ادا کیا اور مخاطب نے قبول نہ کیا تو

اس کے ذمہ سے واجب ساقط ہو گیا اس پر اور کچھ لازم نہیں۔ بعض علماء نے کہا کہ اس کی فرضیت بطریق کفایہ ہے اگر کوئی اس پر قدرت رکھتا ہو اور بلا عذر شرعی اسے ادا نہ کرے تو گناہ گار ہو گا۔ بعض اوقات یہ فرض عین ہو جاتا ہے جیسا کہ منکر ایسی جگہ ہو کہ اس کے سواء اسے کوئی نہیں جانتا یا اس کے علاوہ اس کے ازالہ پر کسی کو قدرت نہیں مثلاً اپنی بیوی یا بیٹی کو برا کام کرتے دیکھے تو یہ اسی پر فرض بنتا ہے۔ مکلّف کے ذمہ سے یہ گمان کر کے ساقط نہیں ہوتا کہ میرے کہنے کا فائدہ نہیں بلکہ اس کا کرنا اس پر واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ امر بالمعروف صرف حکام کے لئے ہی مخصوص نہیں اور نہ حاکم کی طرف سے اس کے متعلق آرڈر کی ضرورت ہے بلکہ عوام الناس کو بھی چاہیے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں اگلے زمانوں کے بزرگ حکام کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے تھے اور مسلمان اس کو جائز قرار دیتے تھے اور اس پر ان کو سرزنش نہ کرتے تھے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان لوگوں کو کرنا چاہیے جو اس کا علم رکھتے ہوں جس کا انہوں نے امر کرنا ہو اور یا جس سے منع کرنا ہو۔ یہ ان چیزوں کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتا ہے۔ پس اگر وہ واجبات ظاہرہ مثلاً نماز، روزہ اور محرمات ظاہرہ مثلاً زنا، شراب نوشی وغیرہ سے ہو۔ تو تمام مسلمان چونکہ ان کے متعلق علم رکھتے ہیں ان کو شوق سے روکنا چاہیے۔ اگر دقیق افعال واقوال ہوں جن کا تعلق اجتہاد سے ہے تو اس میں عوام دخل نہ دیں اس کے متعلق علماء کو منع کرنے کا حق پہنچتا ہے متفق علیہ میں انکار کرنا چاہیے مختلف فیہ میں انکار نہ کرنا چاہیے خصوصاً ان کے قول کے مطابق جو ہر ایک کو مصیب قرار دیتے ہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں نرمی کی راہ اختیار کی جائے اور فقط رضائے الٰہی کے لئے کرے نفسانی اغراض کے لئے نہ کرے تاکہ ثواب ملے اور نصیحت مؤثر ہو۔ نصیحت پوشیدہ طور پر کرے تاکہ رسوائی نہ ہو۔

برائی سے منع نہ کرنے کے نتائج

۲/۵۰۰۵ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُدَاهِنِ فِيْ حُدُوْدِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا مِثْلُ قَوْمٍ اسْتَهَمُّوْا سَفِيْنَةً فَصَارَ بَعْضُهُمْ فِيْ اَسْفَلِهَا وَصَارَ بَعْضُهُمْ فِيْ اَعْلَاهَا فَكَانَ الَّذِيْ فِيْ اَسْفَلِهَا يَمُرُّ بِالْمَآءِ عَلَى الَّذِيْنَ فِيْ اَعْلَاهَا فَتَاَذَّوْا بِهٖ فَاَخَذَ فَاْسًا فَجَعَلَ يَنْقُرُ اَسْفَلَ السَّفِيْنَةِ فَاَتَوْهُ فَقَالُوْا مَالَكَ قَالَ تَاَذَّيْتُمْ بِيْ وَلَا بُدَّلِيْ مِنَ الْمَآءِ فَاِنْ اَخَذُوْا عَلٰى يَدَيْهِ اَنْجَوْهُ وَنَجَوْا اَنْفُسَهُمْ وَاِنْ تَرَكُوْهُ اَهْلَكُوْهُ وَاَهْلَكُوْا اَنْفُسَهُمْ۔ (رواه البخاری)

أخرجه البخاری فی صحیحه ۲۹۲/۵ حدیث رقم ۲۶۸۶، والترمذی فی السنن ۴۰۸/۴ حدیث رقم ۲۱۷۳، واحمد فی المسند ۲۷۳/۴۔

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حدود میں سستی کرنے والے اور ان میں گرنے والے کی مثال ان لوگوں جیسی ہے جنہوں نے قرعہ اندازی کی پس کچھ لوگ اس کے نچلے حصہ میں رہے اور کچھ اوپر والے میں نیچے والے پانی لے کر اوپر والوں کے پاس سے گزرے۔ انہیں اس پر تکلیف ہوئی تو انہوں نے کلہاڑی سے نیچے والے حصہ کو توڑنا شروع کر دیا دوسروں نے کہا تمہیں کیا ہوا انہوں نے کہا ہماری وجہ سے تمہیں

تکلیف ہوتی ہے اور ہمیں پانی کی ضرورت ہے اگر وہ اس کا ہاتھ پکڑ لیں تو اسے اور خود کو بھی محفوظ کر لیں گے اور اگر اسے چھوڑ دیں گے تو اسے اور خود کو بھی ہلاک کر لیں گے۔ (بخاری)

تشریح ۞ **مَثَلُ الْمَدَاهِنِ** : کا معنی مداہنت کرنے والا۔ مداہنت کیا ہے۔ خلاف شرع کام دیکھے اور قدرت رکھنے کے باوجود منع نہ کرے اور نہ اسے بدلے اور اس میں ان کا لحاظ و شرم مانع بنے یا بے غیرتی یا جانبداری یا طمع یا لالچ یا رشوت یا دین سے بے پروائی۔ لغوی لحاظ سے مدارات و مداہنت کا ایک ہی معنی ہے مگر شرعی لحاظ سے فرق ہے مدارات کی فقط اجازت ہی نہیں بلکہ مستحسن ہے باہمی فرق: مداہنت ممنوع ہے مدارات میں دین کی حفاظت پیش نظر ہوتی ہے اور حالات کی پریشانی مدنظر رہتی ہے اور ظالموں کے ظلم کو دور کیا جاتا ہے دوسری جانب مداہنت میں نفس مقصود و مطلوب ہوتا ہے اور لوگوں سے منافع کا حصول سامنے ہوتا ہے اور دین سے بے پروائی برتی جاتی ہے۔

مَثَلُ الْمَدَاهِنِ فِیْ حُدُوْدِ اللّٰهِ :اللہ تعالیٰ کی حدود میں عدم قیام کے باعث سستی کرنے والے کی مثال۔ حدود کو لازم کرنے والے گناہوں سے منع کرنے میں سستی کرنے والے کی مثال۔ ممکن ہے حدود سے مطلق گناہ مراد لیے جائیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کی حدود میں مداہنت اختیار کرنے والے اور گناہ کرنے والوں کی مثال اس طرح ہے جیسے کسی قوم نے کشتی میں بیٹھنے کے لئے قرعہ اندازی کی یعنی قرعہ کے ذریعہ اس کے درجات کی تقسیم کی یہ قید اتفاقی ہے کیونکہ یہ ایسی وقت متصور ہے جب کہ تمام لوگ برابر کی شراکت رکھتے ہوں اور کشتی کے مالک کی اجازت سے برابری کا اجارہ کر رکھا فکان الذی :اس کا مفرد آنا بعض کے لفظ کے پیش نظر ہے اور اس سے یہ اشارہ مقصود ہے کہ اگر ایک ہو تو تب بھی معاملہ ایسا ہی ہے۔ اکثر شارحین کے ہاں تو استعمال کا پانی مراد ہے۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد پیشاب و پاخانہ ہے جو کہ نیچے گرتا اور سمندر میں ڈالنے کے لئے اسے اوپر لایا جاتا ہے اور یہ ان لوگوں کے پاس سے گزرتا ہے اور ان کی طرف سے یہ ایذاء برداشت کرتا ہے اس صورت میں ظاہر تر ہے۔ حاصل یہ ہے کہ نیچے والا پانی لینے کے لئے یا پیشاب و پائخانہ پھینکنے کے لئے اوپر آتا ہے اور اوپر والے اس کے آنے جانے سے تکلیف پاتے ہیں پس نیچے والے نے کشتی کو کھودنا شروع کر دیا تا کہ پانی کو وہیں سے حاصل کر لے یا پیشاب وغیرہ وہیں ڈالے۔ پھر ان کی باہمی کلام و گفتگو ہوئی۔ لفظ الماء: تک عتف و عادت اور کشتی کھودنے کو تقریب ذہین اور بیان واقعہ کے لیے ذکر کیا اصل مقصود بیان حال اور مداہنت کی مثال ہے۔ پس اگر وہ اسے پکڑیں یعنی اس کو اس بات سے منع کریں تو بچ جائیں گے اسی طرح فاسق کو اس کے فسق سے منع کر دیا جائے گا تو اپنے آپ کو عذاب سے بچا لے گا اور اگر اسے گناہ میں چھوڑا جائے گا اور منع نہ کیا جائے گا تو اوروں کو بھی ہلاکت میں ڈالا اور اپنے کو بھی ہلاک کیا اب سب پر عذاب اترے گا۔ باقی آیت وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً۔ تم اس فتنہ سے بچو کہ جس کا اثر فقط انہی لوگوں کو ہی نہ پہنچے گا جنہوں نے ظلم کیا خصوصی طور پر بلکہ تم سب کو مداہنت کی وجہ سے عذاب پہنچے گا۔ اشرف نے فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدود اللہ میں مداہنت کرنے والے شخص کو کشتی کے اوپر درجے والے شخص سے مشابہت دی اور حدود میں مبتلا ہونے والے یعنی گناہ کرنے والے کو کشتی کے نچلے درجہ والوں سے مشابہت دی ہے اور نچلے درجہ والے کے انہاک اور استغراق کو حدود میں مبتلا ہونے اور ان گناہوں کے نہ چھوڑنے اور کشتی کا نچلا حصہ کھودنے سے تشبیہ دی ہے اور ممانعت کرنے والے کی گناہ سے نہی کو اس کا ہاتھ پکڑنے سے تشبیہ دے اور روکنے کے فائدے

کو منع کرنے والے کے چھوٹنے اور منع کیے ہوئے کو چھوٹنے سے تعبیر کیا اور نہ منع کرنے والوں کے نہ منع کرنے کو چھوڑ دینے سے تعبیر کیا مداہنتوں کے منع نہ کرنے کے گناہ اور کرنے والوں کے گناہ کو ہلاک کرنے سے تعبیر کیا۔ کشتی اسلام کی تعبیر ہے جو دونوں فریق کو گھیرنے والی ہے منع کرنے والوں کے گروہ کو جمع کے الفاظ سے لائے تا کہ ظاہر کر دیا جائے مسلمانوں کو ایسے لوگوں کی مدد کرنی چاہیے جو ایسی ممنوعات سے روکتے ہیں۔ گناہ کو مفرد لائے تا کہ بتلایا جائے کہ وہ ناقص ہے خواہ کتنے زیادہ ہوں۔

آگ میں انتڑیوں کے گرد گھومنے والا

۵۰۰۶/۳ وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَآءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقٰى فِى النَّارِ فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُهُ فِى النَّارِ فَيَطْحَنُ فِيْهَا كَطَحْنِ الْحِمَارِ بِرَحَاهُ فَيَجْتَمِعُ اَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُوْنَ اَىْ فُلَانُ مَا شَانُكَ اَلَيْسَ كُنْتَ تَامُرُنَا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَانَا عَنِ الْمُنْكَرِ قَالَ كُنْتُ اٰمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا اٰتِيْهِ وَاَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاٰتِيْهِ۔ (متفق عليه)

أخرجه البخارى فى صحيحه ٣٣١/٦ حديث رقم ٣٢٦٧ ومسلم فى صحيحه ٢٢٩٠/٤ حديث رقم (٥١-٢٩٨٩) واحمد فى المسند ٢٠٥/٥۔

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ایک شخص کو لا کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا آگ میں اس کی انتڑیاں جلد نکل پڑیں گی وہ ان کے گرد اس طرح چکر کاٹے گا جس طرح گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے اہل دوزخ مل کر دریافت کریں گے اے فلاں! کیا ہوا تھا؟ وہ کہے گا میں تمہیں نیکی کے متعلق کہتا تھا مگر خود نہیں کرتا تھا تمہیں برائی سے روکتا تھا مگر خود نہ رکتا تھا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **فَتَنْدَلِقُ** : کسی چیز کا جلدی سے باہر آنا جیسے تلوار نیام سے۔ اقتاب جمع قتب۔ انتڑیاں **فیطحن** : جیسے گدھا زمین کو پامال کرتا ہے یہ اپنی انتڑیوں کو پامال کرے گا۔ لیکن یاد رہے کہ یہ سزا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بناء پر نہیں بلکہ ترک عمل کی وجہ سے ہوگی۔

الفصل الثانی:

نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے رہو

۵۰۰۷/۴ عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَتَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ اَوْلَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ اَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ عِنْدِهٖ ثُمَّ لَتَدْعُنَّهٗ وَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ۔ (رواه الترمذى)

اخرجه الترمذى فى السنن ٤٠٦/٤ حديث رقم ٢١٦٩ و ابن ماجه ١٣٢٧/٢ حديث رقم ٤٠٠٤، واحمد فى

المسند ۵/۳۸۸۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے رہنا۔ ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر عذاب بھیج دے۔ پھر تم دعا کرو پھر وہ تم سے قبول نہ کی جائے۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ: اللہ کی قسم ان دو میں سے ایک چیز واقع ہوگی یا تو تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو گے یا اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرنے کی وجہ سے عذاب بھیجیں گے مطلب یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا عذاب اترے گا۔ پھر دفع کی دعا بھی قبول نہ ہوگی معلوم ہوا کہ اور بلائیں تو دعا سے دفع کا احتمال رکھتی ہیں مگر ترک امر و نہی پر اترنے والا عذاب دفع کا احتمال نہیں رکھتا اور نہ دعا قبول ہوتی ہے۔ بزاز طبرانی نے کتاب اوسط میں روایت کی ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ضرور بضرور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے برے لوگوں کو تم پر مسلط کر دیں گے پھر تم دعا کرو گے تو وہ قبول نہ ہوگی۔ (ح ع)

گناہ سے نفرت کرنے والا غیر موجود کی طرح ہے

۵/۵۰۰۸ وَعَنِ الْعُرْسِ ابْنِ عُمَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا عُمِلَتِ الْخَطِیْئَۃُ فِی الْاَرْضِ مَنْ شَھِدَھَا فَکَرِھَھَا کَانَ کَمَنْ غَابَ عَنْھَا وَمَنْ غَابَ عَنْھَا فَرَضِیَھَا کَانَ کَمَنْ شَھِدَھَا۔

(رواہ ابو داؤد)

أخرجه ابو داؤد فی السنن ٤/٥١٠٥ حدیث رقم ٤٣٤٥۔

ترجمہ: حضرت عرس بن عمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب زمین پر کوئی گناہ ہوتا ہے اور وہاں دوسرا موجود شخص اس کو ناپسند کرتا ہے۔ وہ غائب کی مانند ہوتا ہے اور جو وہاں موجود نہ تھا لیکن اس گناہ کو پسند کرتا ہے تو وہ موجود کی طرح ہوتا ہے۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ غائب اور حاضر ہونے کی حقیقت دل سے ہے جسم سے نہیں جب دل سے کسی چیز کو ناپسند کیا تو واقعہ میں وہ اس سے غائب ہے اگرچہ بظاہر موجود ہے اور جو اس سے خوش ہوا تو اس کا حکم موجود کا ہے خواہ وہ غائب ہو۔ (ح)

آیت ﴿عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ﴾ کا درست مطلب

۶/۵۰۰۹ وَعَنْ اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ قَالَ: یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّکُمْ تَقْرَءُ وْنَ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوْا مُنْکَرًا فَلَمْ یُغَیِّرُوْہُ یُوْشِکُ اَنْ یَّعُمَّھُمُ اللّٰہُ بِعِقَابِہٖ (رواہ ابن ماجۃ والترمذی وصححہ وفی روایۃ ابی داؤد) اِذَا رَاَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ یَاْخُذُوْا عَلٰی یَدَیْہِ اَوْشَکَ اَنْ یَّعُمَّھُمُ اللّٰہُ بِعِقَابِہٖ

وَفِیْ اُخْرٰی لَہٗ مَامِنْ قَوْمٍ یَعْمَلُ فِیْھِمْ بِالْمَعَاصِیْ ثُمَّ یَقْدِرُوْنَ عَلٰی اَنْ یُّغَیِّرُوْا ثُمَّ لَایُغَیِّرُوْنَ اِلَّا یُوْشِکُ اَنْ یَّعُمَّھُمُ اللّٰہُ بِعِقَابٍ وَفِیْ اُخْرٰی لَہٗ مَامِنْ قَوْمٍ یَّعْمَلُ فِیْھِمْ بِالْمَعَاصِیْ ھُمْ اَکْثَرُ مِمَّنْ یَّعْمَلُہٗ۔

أخرجه ابوداوٗد في السنن ٤/٥٠٩ حديث رقم ٤٣٣٨، والترمذي في السنن ٤/٤٠٦ حديث رقم ٢١٦٨، واخرجه ابن ماجه في السنن ٢/١٣٢٧ حديث رقم ٤٠٠٥، واحمد في المسند ١/٢۔

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: اے لوگو! تم یہ پڑھتے ہو: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ۔ اے ایمان والو! اپنی جان کی حفاظت کرو۔ تمہیں کوئی گمراہ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جب کہ تم ہدایت پر ہو۔ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب لوگ برائی کو دیکھ کر منع نہ کریں گے تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب میں مبتلا کر دے۔ ابن ماجہ، ترمذی نے اسے صحیح کہا ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں کہ جب انہوں نے ظالم کی زیادتی دیکھی تو اس کے ہاتھ نہیں پکڑے تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ان کو بھی عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ دوسری روایت میں اس طرح ہے جس قوم میں لوگ برائی کریں اور وہ لوگ اس کے مٹانے پر قادر ہوں اور وہ نہ مٹائیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس کے عذاب میں شامل کرے۔ ایک اور روایت اس طرح ہے کہ جن لوگوں میں برائی ہو اور دیگر لوگ اس برائی کے کرنے والوں سے تعداد میں زیادہ ہوں۔ (اس کے باوجود وہ اپنے میں موجود گناہ گار لوگوں کو نہی عن المنکر کے فریضے کے تحت گناہوں سے باز نہ کریں تو یہ سب لوگ اللہ کے عذاب کا شکار ہو جائیں گے۔)

تشریح ۞ **فَلَمْ یُغَیِّرُوْہُ یُوْشِکُ**: جب گناہ کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہو اور وہ گناہ کرنے والوں کو منع نہ کریں تو اللہ تعالیٰ سب کو عذاب میں پکڑے گا کیونکہ یہ بھی قدرت پانے کی طرح ہے کیونکہ غلبہ والے کام کی قدرت رکھتے ہیں اور اصل مدار قدرت پر ہے خواہ ان کی تعداد کم ہو یا زیادہ۔ اوپر تو یہ فرمایا کہ ان کا پکڑنا قریب ہے۔ جب نہی المنکر کے ترک پر وعید وارد ہے تو اب اس کا ترک کیونکر ممکن ہے پس یہ آیت عام اور مطلق نہیں بلکہ مخصوص و مقید ہے کہ جب لوگ امر و نہی کو نہ سنیں اور اور ان میں تاثیر کرے اور ہر ایک اپنی عقل پر غرا ہو جیسا کہ آخری زمانہ میں لوگوں کا حال ہوگا۔ منقول ہے کہ بعض لوگوں نے یہ ابن مسعودؓ کو پڑھ کو سنائی تو انہوں نے فرمایا تمہارا زمانہ اس آیت کا زمانہ نہیں کیونکہ لوگ سنتے اور قبول کرتے ہیں مگر آخر میں ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں امر کریں گے مگر لوگ نہ سنیں گے یہ آیت ان کی آمد کی خبر دیتی ہے اور روایت ابوثعلبہ وہ بھی اس مضمون پر دلالت کرتی ہے۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ راہ پانے کی مراد اس آیت میں نہی عن المنکر ہے اس معنی کے لحاظ سے یہ حدیث اس آیت کے معنی کی تفسیر ہوگی ضرر سے مراد عذاب عام ہے اور انفسکم سے مسلمان مراد ہیں یعنی کہ دوسرے کی اصلاح لازم پکڑو پھر گمراہی تمہیں نقصان نہ دے سکے گی جب تک کہ تم ہدایت پر ہو گے اور گناہوں سے روکتے رہو گے۔ (ح)

آیت کا معنی یہ ہے کہ گناہوں سے اپنے نفسوں کی حفاظت کو لازم پکڑو اگر تم نے گناہوں سے اپنے نفسوں کی حفاظت کر لی اور ہدایت پالی اس کے بعد تم کسی وجہ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے عاجز آ گئے تو پھر تمہیں گناہ گاروں کی گمراہی کا وبال کوئی نقصان نہ پہنچائے گا جو شریعت کی خلاف ورزی اور گناہوں کا ارتکاب کر کے گمراہ ہو گئے ہیں۔

برائی سے نہ روکا تو موت سے پہلے عذاب میں مبتلا ہوگا

۵۰۱۰/۷ وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَامِنْ رَجُلٍ يَكُوْنُ فِيْ قَوْمٍ يَعْمَلُ فِيْهِمْ بِالْمَعَاصِيْ يَقْدِرُوْنَ عَلٰى اَنْ يُغَيِّرُوْا عَلَيْهِ وَلَا يُغَيِّرُوْنَ اِلَّا اَصَابَهُمُ اللّٰهُ مِنْهُ بِعِقَابٍ قَبْلَ اَنْ يَمُوْتُوْا۔

أخرجه ابوداؤد فی السنن ٤/٥١٠ حديث رقم ٤٣٣٩ و ابن ماجه فی السنن ٢/١٣٢٨ حديث رقم ٤٠٠٩، واحمد فی المسند ٤/٣٦٤۔

ترجمہ: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات فرماتے سنا کہ جو شخص کسی قوم میں ہو اور وہ اس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہو اور دوسرے لوگ اس کے روکنے پر قادر تھے مگر انہوں نے منع نہ کیا تو انہیں موت سے پہلے اللہ تعالیٰ عذاب میں گرفتار فرمائے گا۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

تشریح ✿ میں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ترک پر عذاب دنیا میں بھی پہنچتا ہے۔ آخرت والا عذاب باقی رہتا ہے البتہ دیگر گناہوں کا عذاب دنیا میں ہونا لازم نہیں (ح)۔

جس کام میں تمہیں چارۂ کار نہ ہو اس سے اپنے کو بچانا لازم ہے

۵۰۱۱/۸ وَعَنْ اَبِيْ ثَعْلَبَةَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَايَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ فَقَالَ اَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ سَاَلْتُ عَنْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَلِ ائْتَمِرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنَاهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ حَتّٰى اِذَا رَاَيْتَ شُحًّا مَطَاعًا وَهَوًى مُتَّبَعًا وَدُنْيَا مُؤْثَرَةً وَاِعْجَابَ كُلِّ ذِيْ رَاْيٍ بِرَاْيِهٖ وَرَاَيْتَ اَمْرًا لَا بُدَّلَكَ مِنْهُ فَعَلَيْكَ نَفْسَكَ وَدَعْ اَمْرَالْعَوَامِ فَاِنَّ وَرَآءَ كُمْ اَيَّامَ الصَّبْرِ فَمَنْ صَبَرَ فِيْهِنَّ قَبَضَ عَلَى الْجَمْرِ لِلْعَامِلِ فِيْهِنَّ اَجْرُخَمْسِيْنَ رَجُلاً يَعْمَلُوْنَ مِثْلَ عَمَلِهٖ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَجْرُخَمْسِيْنَ مِنْهُمْ قَالَ اَجْرُخَمْسِيْنَ مِنْكُمْ۔ (رواه الترمذی وابن ماجة)

أخرجه ابوداؤد فی السنن ٤/٥١٢ حديث رقم ٤٣٤١، والترمذی فی السنن ٥/٢٤٠ حديث رقم ٣٠٥٨ و ابن ماجه ٢/١٣٣١ حديث رقم ٤٠١٥۔

ترجمہ: حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد: عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ کے متعلق مروی ہے اللہ کی قسم میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ وہ نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں جب تم دیکھو کہ لوگ بخل کی اطاعت کر رہے اور خواہشات کے پیچھے پڑے اور دنیا کو ترجیح دے رہے ہیں اور ہر صاحب رائے اپنی رائے پر فخر کر رہا ہے اور ایسا معاملہ دیکھو جس میں کوئی چارہ کار نہ ہو تو تمہیں اپنے کو بچانا لازم ہے دوسروں کے معاملہ کو چھوڑ دو کیونکہ تمہارے پیچھے صبر کے ایام ہیں جس نے ان دنوں میں صبر کیا

اس نے آگ کی چنگاری پکڑی ان دنوں میں نیکی پر عمل کرنے والوں کے لئے پچاس آدمیوں کے عمل کے برابر ثواب ہے جو اس جیسا عمل کریں گے صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پچاس آدمیوں کے عمل جیسا۔ فرمایا تمہارے پچاس آدمیوں کے عمل کے برابر ثواب ملے گا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

تشریح ۞ وَرَاَيْتَ اَمْرًا لَا بُدَّلَكَ :یعنی تو ایک ایسا معاملہ دیکھے کہ تیری خواہش نفس اس کی طرف مائل ہو اور وہ چیز بری ہو اور لوگوں سے اس صورت میں کنارہ کرنا برائی میں مبتلا ہونے سے بچتے ہوئے ضروری ہے۔ جیسا کہ طبیعت کے مطابق تو ان میں رہ رہا ہو۔ (کذا قال الطیبی) اس کا معنی یہ ہے لا بدلك سے مراد سکوت واعراض ہے جب کہ نہی عن المنکر سے عاجز ہو اور تمہیں ایسا کام درپیش ہو جو تمہارے لئے بہت ضروری ہو اور اس کے باعث تم نہی عن المنکر کا فریضہ بجا نہ لا سکتے ہو اس طور پر کہ اگر تم اپنے وقت اور اپنی توجہ کو اس فریضہ کو بجالانے میں صرف کرتے ہو تو تمہارا امرِ ضروری فوت ہو جاتا تو اس صورت میں تم لوگوں سے علیحدگی اختیار کرلو جو برائیوں کے مرتکب ہیں اور تم اس کو برائیوں سے روکنے سے معذور ہو۔

یہ معنی کتاب کے کے نسخہ کے مطابق ہیں۔ جس کا معنی یہ ہے تمہیں کوئی قدرت نہیں۔ ودع امر لعوام : لوگوں کے معاملے کو چھوڑ۔ حاصل کلام یہ ہے جب تم لوگوں کو گناہ کرتے دیکھو اور وہاں تمہارے عاجز ہونے کی وجہ سے سکوت لازم ہے تو اس وقت اپنے نفس کو گناہ سے محفوظ رکھو اور امر و نہی کو ترک کردو اور اپنے نفس کی حفاظت کرو اور لوگوں کے معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردو کیونکہ ہر نفس اپنی ہمت کے مطابق ذمہ دار ہے۔ فان وراء: جس نے ان ایام صبر میں صبر کیا اور وہ ہاتھ میں لینے والے کی طرح ہے۔ یعنی صبر کی وجہ سے اس پر مشقت آئے گی اور وہ انگارہ پکڑنے والے کی طرح ہے۔ روایت کے آخر سے لازم آتا ہے کہ امت کے آخری حصہ کے لوگ صحابہ کرامؓ سے اس عمل میں افضل ہوں گے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ جزوی فضیلت فضل کے منافی نہیں ہے۔ شیخ عبدالبر کا کلام: ممکن ہے کہ صحابہ کے بعد کوئی ایسا شخص پیدا ہو جو ان میں سے بعض کے مرتبہ کے برابر ہو یا ان سے زیادہ ہو اور اس کی دلیل کے لئے کئی احادیث کو پیش کیا ہے۔ جمہور کا مسلک اس کے خلاف ہے اور وہ اختلاف ان صحابہ کرامؓ سے متعلق ہے جو ایمان لائے اور پھر اپنے وطن کو چلے گئے اور آپ کی صحبت سے زیادہ فائدہ حاصل نہیں کیا۔ وہ صحابہ مراد نہیں جنہوں نے آپ کی طویل صحبت پائی اور ہر وقت خدمت میں حاضر تھے اور انہوں نے خدمت کے آثار و انوار جمع کیے۔ انتہی۔ اس کے باوجود شرف صحابیت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں باقی ہے اور اس فضیلت میں کسی کو ان کے ساتھ شراکت نہیں۔ صاحب قوت القلوب کا قول: آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھنے والی ایک نگاہ سے وہ حقائق و مقاصد عیاں ہو جاتے ہیں جو دوسروں کو چلّوں سے حاصل نہیں ہو سکتے۔ واللہ اعلم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ' دُنیا اور عورتوں سے خبردار رہو

٩/٥٠١٢ وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيْبًا بَعْدَ الْعَصْرِ فَلَمْ يَدَعْ شَيْئًا يَكُوْنُ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اِلَّا ذَكَرَهُ حَفِظَهُ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ وَكَانَ فِيْمَا قَالَ اِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَاِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيْهَا فَنَاظِرٌ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ اَلَا فَاتَّقُوا الدُّنْيَا

وَاتَّقُوا النِّسَآءَ وَذَكَرَا اَنَّ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَآءً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِقَدْرِ غَدْرَتِهٖ فِى الدُّنْيَا وَلَا غَدْرَ اَكْبَرُ مِنْ غَدْرِ اَمِيْرِ الْعَامَّةِ يُغْرَزُ لِوَآئُهٗ عِنْدَ اِسْتِهٖ قَالَ وَلَا يَمْنَعَنَّ اَحَدًا مِّنْكُمْ هَيْبَةُ النَّاسِ اَنْ يَّقُوْلَ بِحَقٍّ اِذَا عَلِمَهٗ وَفِىْ رِوَايَةٍ اِنْ رَاٰى مُنْكَرًا اَنْ يُّغَيِّرَ فَبَكٰى اَبُوْسَعِيْدٍ وَقَالَ قَدْ رَاَيْنَاهُ فَمَنَعَتْنَا هَيْبَةُ النَّاسِ اَنْ نَتَكَلَّمَ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ اَلَا اِنَّ بَنِىْ اٰدَمَ خُلِقُوْا عَلٰى طَبَقَاتٍ شَتّٰى فَمِنْهُمْ مَنْ يُّوْلَدُ مُؤْمِنًا وَيَحْيٰى مُؤْمِنًا وَيَمُوْتُ مُؤْمِنًا وَّمِنْهُمْ مَنْ يُّوْلَدُ كَافِرًا وَّيَحْيٰى كَافِرًا وَّيَمُوْتُ كَافِرًا وَمِنْهُمْ مَنْ يُّوْلَدُ مُؤْمِنًا وَّيَحْيٰى مُؤْمِنًا وَّيَمُوْتُ كَافِرًا وَّمِنْهُمْ مَّنْ يُّوْلَدُ كَافِرًا وَّيَحْيٰى كَافِرًا وَّيَمُوْتُ مُؤْمِنًا قَالَ وَذَكَرَ الْغَضَبَ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّكُوْنُ سَرِيْعَ الْغَضَبِ سَرِيْعَ الْفَيْءِ فَاِحْدٰهُمَا بِالْاُخْرٰى وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّكُوْنُ بَطِيْءَ الْغَضَبِ بَطِيْءَ الْفَيْءِ فَاِحْدٰهُمَا بِالْاُخْرٰى وَخِيَارُكُمْ مَنْ يَّكُوْنُ بَطِيْءَ الْغَضَبِ سَرِيْعَ الْفَيْءِ وَشِرَارُكُمْ مَنْ يَّكُوْنُ سَرِيْعَ الْغَضَبِ بَطِيْءَ الْفَيْءِ قَالَ اتَّقُوا الْغَضَبَ فَاِنَّهٗ جَمْرَةٌ عَلٰى قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ اَلَا تَرَوْنَ اِلَى انْتِفَاخِ اَوْدَاجِهٖ وَحُمْرَةِ عَيْنَيْهِ فَمَنْ اَحَسَّ بِشَىْءٍ مِنْ ذٰلِكَ فَلْيَضْطَجِعْ وَلْيَتَلَبَّدْ بِالْاَرْضِ قَالَ وَذَكَرَ الدَّيْنَ فَقَالَ مِنْكُمْ مَنْ يَّكُوْنُ حَسَنَ الْقَضَآءِ وَاِذَا كَانَ لَهٗ اَفْحَشَ فِى الطَّلَبِ فَاِحْدٰهُمَا بِالْاُخْرٰى وَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ سَيِّءَ الْقَضَآءِ وَاِنْ كَانَ لَهٗ اَجْمَلَ فِى الطَّلَبِ فَاِحْدٰهُمَا بِالْاُخْرٰى وَخِيَارُكُمْ مَنْ اِذَا كَانَ عَلَيْهِ الدَّيْنُ اَحْسَنَ الْقَضَآءَ وَاِنْ كَانَ لَهٗ اَجْمَلَ فِى الطَّلَبِ وَشِرَارُكُمْ مَّنْ اِذَا كَانَ عَلَيْهِ الدَّيْنُ اَسَاءَ الْقَضَآءِ وَاِنْ كَانَ لَهٗ اَفْحَشَ فِى الطَّلَبِ حَتّٰى اِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ عَلٰى رُؤُسِ النَّخْلِ وَاَطْرَافِ الْحِيْطَانِ فَقَالَ اَمَا اِنَّهٗ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا فِيْمَا مَضٰى مِنْهَا اِلَّا كَمَا بَقِىَ مِنْ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْمَا مَضٰى مِنْهُ۔ (رواہ الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ٤/٤١٩ حديث رقم ٢١٩١ و ابن ماجه فی السنن ٢/١٣٢٥ حديث رقم ٤٠٠٠ واحمد فی المسند ٣/٦١۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا۔ جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے مابین عصر کے بعد خطبہ دے رہے تھے اس خطبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک پیش آنے والے تمام حالات کوذکر فرمایا اس میں کسی (ضروری) چیز کونہیں چھوڑا ان کوجس نے یادرکھا سو یادرکھا اور جو بھول گیا سو بھول گیا اس موقعہ پر فرمائی گئی باتوں میں سے یہ تھی دنیا میٹھی سرسبز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس میں نائب بنایا ہے تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم کس طرح کام کرتے ہو خبردار! دنیا سے بچتے رہنا عورتوں سے بچنا (کہیں ان کے فتنہ میں مبتلا نہ ہوجانا) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہردھوکا باز کے لئے قیامت کے دن اس کے دھوکے کی مقدار سب سے زیادہ بڑا ہوگا اس کا جھنڈا اس کی شرمگاہ کے قریب گاڑا جائے گا (تاکہ اس کی مزید رسوائی ہو) اور فرمایا تم میں سے کسی کو حق بات جانتے ہوئے کہنے سے لوگوں سے مرعوب ہوکر نہ رکنا چاہیے۔ ایک روایت میں اس طرح ہے۔ اگر وہ دیکھے تو اس کو بدل یعنی روک دے یہ بات بیان کر کے ابوسعید

رو پڑے اور کہنے لگے ہم لوگوں کو برائی میں دیکھتے تو لوگوں کے رعب کی وجہ سے ان کے متعلق بات کرنے سے ہم رک جاتے (ابوسعید کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا)۔ اولادِ آدم مختلف طبقات میں پیدا کیے گئے ہیں ان میں سے بعض ایمان کی حالت میں پیدا ہوئے مؤمن ہی زندہ رہتے اور ایمان ہی پر ان کا خاتمہ ہوتا ہے اور ان میں سے بعض کفر کی حالت میں پیدا ہوئے اور کفر پر ہی زندہ رہتے اور ان کا خاتمہ کفر پر ہی ہوتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ نے غصے کا ذکر فرمایا۔ ان میں سے بعض کو غصہ آتا ہے اور جلد ہی غصہ چلا جاتا ہے۔ پس ایک دوسرے کے ساتھ ہے ان میں سے بعض کو غصہ دیر سے آتا ہے اور دیر سے ٹھنڈا ہوتا ہے۔ پس ایک دوسرے کے ساتھ ہے اور تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جسے دیر سے غصہ آئے اور جلد چلا جائے اور تم میں سے برا شخص وہ ہے جسے جلد غصہ آئے اور دیر سے جائے فرمایا غصے سے بچو کیونکہ غصہ ابن آدم کے دل پر چنگاری ہے کیا تم نے اس کی رگوں کا پھولنا نہیں دیکھا اور اس کی آنکھوں کی سرخی نہیں دیکھی تو جو شخص غصہ محسوس کرے تو اسے چاہیے کہ پہلو کے بل لیٹ جائے راوی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض کا ذکر فرمایا فرمایا تم میں سے کوئی قرض احسن طریقے سے ادا کرتا ہو مگر جب اس نے کسی سے اپنی قرض لینا ہوتا ہے تو لینے میں فحش کلامی (درشتی) کرتا ہے دونوں ایک دوسرے کے بالمقابل ہیں اور ان میں سے کوئی شخص قرض ادا کرنے میں برا ہے لیکن اگر اس نے کسی سے اپنا قرض لینا ہو تو لینے میں اچھا ہے پس یہ ایک دوسرے کے مقابل ہے اور تم میں سے بدترین شخص وہ ہے کہ جب اس پر کسی کا قرض ہو تو ادا کرنے میں برا ہو اور اپنی قرض لینے کا معاملہ ہو تو فحش گوئی کرتا ہو یہاں تک کہ سورج کھجور کے درختوں کی چوٹیوں اور دیواروں کے کناروں تک باقی رہ گیا۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں نہیں باقی رہا دنیا کی زندگی کا وہ وقت جو گزرے ہوئے وقت کے مقابلے میں ہے مگر جتنا آج کے دن بقیہ وقت باقی ہے گزرے ہوئے دن سے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ **اِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ** : دنیا شیریں ہے طبع کو بھاتی ہے اور اہل نظر کی نگاہ میں اس کی صورت بہت زیبا اور تازہ معلوم ہوتی ہے۔ بعض نے کہا عرب نرم چیز کو خضر کہتے ہیں کیونکہ وہ خضروات کے مشابہ ہے یعنی اسکا سبزہ جلد زائل ہونے والا ہے اور اس میں بقاء اور پائیداری نہیں۔ دراصل اس میں دنیا کے فریب کا ذکر کیا کہ یہ لوگوں کو اپنی لذتوں اور شہوات کا ذبہ اور ملمع سازی کے ساتھ بناوٹی حسن و جمال سے فریفتہ کرتی ہے اور فناء کے گھاٹ اتر جاتی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيْهَا : اللہ تعالیٰ ان میں تمہیں خلیفہ کرنے والا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے اموال فی الحقیقت تمہارے نہیں بلکہ ان کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور تم تصرف میں اس کے خلیفہ ہو۔ تم کو ان لوگوں کا نائب بنایا جو تم سے پہلے یہاں رہتے تھے اور جو ان کے پاس تھا وہ تمہیں عنایت کر دیا پس وہ اموال واملاک میں تمہارے تصرف کو دیکھنے والا ہے۔ گزشتہ لوگوں سے تم کیا کچھ عبرت حاصل کرتے ہو اور ان کے اموال میں کس طرف تصرف کرتے ہو۔

اَلَا فَاتَّقُوا الدُّنْيَا : دنیا کی کثرت سے بچو۔ پس اتنی مقدار وہ آخرت میں معاون اور فائدہ مند ہوگی۔

وَاتَّقُوا النِّسَآءَ : عورتوں سے بچو یعنی ان کے مکر و فریب اور محبت سے بچو وہ مال کو جمع کرنے کا سبب اور علم و عمل کے حصول سے رکاوٹ ہے۔

غَدْرِ اَمِيْرِ الْعَامَّةِ : اس سے وہ امیر مراد ہے جو لوگوں کے معاملات اور علاقوں پر زبردستی غالب آ گیا اور اس میں خواص اور اہل علم کے مشورہ کے بغیر علماء وراکین اس کے معاون بن گئے۔

فَبَكٰى اَبُوْ سَعِيْدٍ :اس روایت کے راوی ابوسعید رو پڑے اور فرمانے لگے ہم سے بھی اولویت ترک ہوئی اس لئے انہوں نے روایت پر عمل کی طرف اشارہ کیا کہ جہاں آبرو نفس پر عجز کی صورت میں ضعف ایمان کے زمانہ میں عمل کیا اور سکوت اختیار کیا۔ پس جب اکابر صحابہ صدر اول میں کامل قوت ایمان اور کامل معرفت کے اظہار حق سے عاجز رہے جیسا کہ یزید و حجاج و سفاح و منصور جیسے سلاطین کے زمانہ میں تو ہمارے زمانہ کے سلاطین و امراء کا حال ان سے بہت ہی بدتر ہے علماء عاملین کی کمی اور ظالم حکام اور جاہل مشائخ کی کثرت ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

موجودہ زمانے کا حکم:

یہ زمانہ صبر و شکر اور رضاء بالقضاء اور گھروں میں بیٹھے رہنے اور قناعت اختیار کر کے وقت پر گزارا کرنے کا وقت ہے۔

فَمِنْهُمْ مَنْ يُّوْلَدُ مُؤْمِنًا : مؤمن پیدا ہونے کا مطلب اس کے ماں باپ مؤمن ہیں یا مسلمانوں کے شہر میں پیدا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے کہا کہ تمیز سے پہلے وہ ایمان دار کہلاتا ہے۔ مگر علم الٰہی یا حالات زمانہ سے ایمان کو خیر باد کہہ جاتا ہے۔

وَّمِنْهُمْ مَنْ يُّوْلَدُ كَافِرًا :بعض کافر ماں باپ کے ہاں پیدا ہوتے ہیں یا کفار کے ممالک میں رہتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ان کو دولت ایمان سے نواز دیتے ہیں پس یہ روایت اس کے خلاف نہیں کیونکہ اس سے قبولیت ہدایت کی قابلیت مراد ہے۔ جب کہ کوئی بات گمراہی سے مانع نہ ہو۔ جیسا کہ یہ روایت اس پر دلالت کرتی ہے اور یہ تقسیم بھی غالب کے اعتبار سے ہے ورنہ تو بعض ان میں مؤمن پیدا ہوتے ہیں اور زندگی ایمان والی گزارتے اور آخر میں کسی فتنے کا شکار ہو کر کافر مرتے ہیں اور بعض مؤمن پیدا ہوتے اور کافر مرتے ہیں اور بعض مؤمن پیدا ہوتے ہیں اور کافرانہ زندگی گزارتے اور آخر میں کسی فتنے کا شکار کر کافر مرتے ہیں اور بعض مؤمن پیدا ہوتے اور کافرانہ زندگی گزارتے اور اچانک موت سے پہلے ایمان کا باعث پیدا ہو کر ایمان لے آتے اور ایمان پر ان کی موت آتی ہے۔ (یورپ و امریکہ میں اسلام لانے والوں کی مثالیں شاہد ہیں اور پاکستان و دیگر ممالک میں کافروں کے ہتھے چڑھنے والے مسلمان بچے جو کفر اختیار کر رہے ہیں)۔

شاید ان دونوں اقسام کا اس لئے ذکر فرمایا کہ اصل اعتبار تو خاتمہ کا ہے اور اس کے متعلق اجمالاً عرض کر دیا گیا۔ (ح ع)

وَذَكَرَ الْغَضَبَ :اگرچہ جلدی غصہ آنا قبیح ہے مگر اس کا جلد ختم ہونا قابل تحسین اور محمود ہے تو ایسا شخص نہ مطلقاً مدح کا حق دار ہے نہ مذمت کا اور دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جن کو غصہ تو دیر سے آتا ہے مگر اترتا بھی دیر سے ہے۔ تو غصے کا دیر سے آنا خوبی ہے مگر دیر سے جانا قابل مذمت ہے پس یہ شخص بھی نہ قابل مدح ہے نہ قابل مذمت ہے۔

فَلْيَضْطَجِعْ : غصہ کے وقت لیٹ جانے کا اس لیے فرمایا گیا تا کہ غصہ والا یہ سمجھ لے کہ میری اصل مٹی ہے اور مجھے تکبر نہیں کرنا چاہیے بلکہ تواضع اختیار کرنی چاہیے چنانچہ لیٹ جانے کو دفع غضب میں بڑا ہی دخل ہے خصوصاً جب کہ پہلو کے بل لیٹ جائے۔ (ع)

معذور بنا لینے میں ہلاکت کا خطرہ

۱۰/۵۰۱۳ وَعَنْ اَبِي الْبَخْتَرِيِّ عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

اللّٰهِ ﷺ لَنْ يَّهْلِكَ النَّاسُ حَتّٰى يُعْذِرُوْا مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ (رواه ابوداؤد)

أخرجه ابو داوٗد في السنن ٤/٥١٥ حديث رقم ٤٣٤٧، واحمد في المسند ٤/٢١٠۔

ترجمہ: حضرت ابوالبختری نے ایک صحابی سے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ لوگوں کو ہرگز ہلاک نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ اپنے آپ کو معذور بنالیں۔ (ابوداؤد)

تشریح ❁ لَنْ يَّهْلِكَ النَّاسُ حَتّٰى يُعْذِرُوْا :الاعذار : گناہ اورعیوب کا زیادہ ہوجانا صاحب قاموس کہتے ہیں اعذر فلان کسی کے گناہ کا زیادہ ہونا اس کلمہ کی حقیقت یہ ہے کہ اعذار سلب کے معنی میں ہے جب کسی کے گناہ اور عیوب زیادہ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کا اس کو عذاب دینے اور لوگوں کا برائیوں سے منع نہ کرنا یہ سبب عذر نہیں ہے پس وہ سلب وازالہ کثرت عیوب وذنوب کی وجہ سے خود عذر کا سلب ہو جائے گا۔ اعذار کا معنی صاحب عذر کا ہلاک ہونا بھی ہے یہ معنی بھی یہاں درست ہے کیونکہ لوگوں کی ہلاکت اسی بات میں ہے کہ وہ اپنی مشکل کو دور کرنے کے لئے متعدد غلط قسم کے اعذار اور بہانے پیش کریں۔ **یعذر** :معذور رکھنا مطلب یہ ہوگا کہ لوگ اس وقت تک ہلاک نہ ہوں گے یہاں تک ان پر گناہوں کی کثرت کے سبب ملامت کرنے والے معذور ہوں اور یہ ملامت کرنے والے لوگ صحیح طرزِ عمل پر ہوتے ہیں پس تینوں صورتوں میں حاصل معنی یہ بنا کہ لوگوں کی ہلاکت ارتکاب معاصی کی وجہ سے ہوگی اور اسی وجہ سے وہ زجر وتوبیخ اور نہی کا محل بنے۔

خاص لوگوں کی وجہ سے عام لوگوں کو عذاب نہیں دیا جاتا

۵۰۱۴/۱۱وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ عَدِيِّ الْكِنْدِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا مَوْلًى لَنَا اَنَّهٗ سَمِعَ جَدِّيْ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَا يُعَذِّبُ الْعَامَّةَ بِعَمَلِ الْخَاصَّةِ حَتّٰى يَرَوُا الْمُنْكَرَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ وَهُمْ قَادِرُوْنَ عَلٰى اَنْ يُّنْكِرُوْهُ فَلَا يُنْكِرُوْا فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَذَّبَ اللّٰهُ الْعَامَّةَ وَالْخَاصَّةَ۔ (رواه في شرح السنة)

أخرجه البغوي في شرح السنة ١٤/٣٤٦، حديث رقم ٤١٥٥ و مالك في الموطأ ٢/٩٩١ حديث رقم ٢٣ من باب ماجاء في عذاب العامة بعمل الخاصة، واحمد في المسند ٤/١٩٤۔

ترجمہ: حضرت عدی بن عدی کندی کہتے ہیں کہ ہمیں ہمارے ایک مولیٰ نے حدیث بیان کی اس نے میرے دادا سے سنا کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ خاص لوگوں کے عمل کی وجہ سے عام لوگوں کو عذاب نہیں دیتا یہاں تک کہ وہ اپنے درمیان برے اعمال ہوتے ہوئے دیکھیں اور وہ ان برے کاموں کے روکنے پر قادر ہوں اور نہ روکیں تو جب صورت حال یہ ہو تو اللہ تعالیٰ عام اور خاص سب کو اکٹھا عذاب میں مبتلا فرما دیتا ہے۔ (شرح السنۃ)

تشریح ❁ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ :یعنی بعض لوگوں کو گناہوں کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا اور اکثریت کو گناہوں کا انکار نہ کرنے اور نہ روکنے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

ظلم کو روکو ورنہ عذاب عام ہو جائے گا

۵۰۱۵/۱۲وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا وَقَعَتْ بَنُوْا اِسْرَائِيْلَ فِي الْمَعَاصِيْ نَهَتْهُمْ عُلَمَآؤُهُمْ فَلَمْ يَنْتَهُوْا فَجَالَسُوْهُمْ فِيْ مَجَالِسِهِمْ وَاٰكَلُوْهُمْ وَشَارَبُوْهُمْ فَضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ فَلَعَنَهُمْ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ قَالَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ لَاوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ حَتّٰى تَاطِرُوْهُمْ اَطْرًا (رواه الترمذی وابوداؤد وفی روایته) قَالَ كَلَّا وَاللّٰهِ لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَتَاْخُذُنَّ عَلٰى يَدَيِ الظَّالِمِ وَلَتَاْطِرُنَّهٗ عَلَى الْحَقِّ اِطْرًا وَلَتَقْصُرُنَّهٗ عَلَى الْحَقِّ قَصْرًا اَوْ لَيَضْرِبَنَّ اللّٰهُ بِقُلُوْبِ بَعْضِكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ثُمَّ لَيَلْعَنَنَّكُمْ كَمَا لَعَنَهُمْ۔

أخرجه ابوداؤد فی ٥١٩/٤ حديث رقم ٤٣٣٧، والترمذی فی السنن ٢٣٥/٥ حديث رقم ٣٠٤٧ و ابن ماجه فی السنن ١٣٢٧/٢ حديث رقم ٤٠٠٦ واحمد فی المسند ٣٩١/١۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بنی اسرائیل گناہوں میں پڑ گئے ان کے علماء نے انہیں روکا تو وہ نہیں رکے تو ان کے علماء نے ان کی مجلسوں میں بیٹھنا شروع کر دیا اور وہ ان (برے لوگوں کے) ساتھ کھاتے پیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بعض کے دلوں کو بعض سے ملا دیا حضرت داؤد حضرت عیسیٰ ابن مریم نے ان پر لعنت فرمائی یہ اس وجہ سے تھا کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کرتے تھے راوی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے اس حال میں کہ آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہاں تک کہ تم ان کو ظلم کرنے سے پوری طرح روک لو۔ اور ایک روایت میں ہے فرمایا ہرگز نہیں خدا کی قسم ! تم ضرور بالضرور نیکی کا حکم دو گے اور فرمایا تم ضرور بالضرور برائی سے روکو گے اور البتہ ضرور بالضرور تم ظالم کا ہاتھ پکڑو گے اور ضرور بالضرور اسے حق کی طرف کھینچ لو گے اور اسے تم حق پر قائم رہنے پر مجبور کر دو گے اور اللہ تعالیٰ تم سے بعض کے دلوں کو بعض سے ملا دے گا۔ پھر وہ ضرور بالضرور تم پر لعنت کرے گا جیسا کہ اس نے دوسروں پر لعنت کی تھی۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ **فَضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ**: ① شیخ عبدالحق نے اس کا معنی یہ لکھا ہے کہ اللہ نے بعض کے دلوں کو بعض کے ساتھ ملا دیا۔ ② ملا علی قاری نے ابن الملک سے یہ نقل کیا کہ لفظ ببعض میں باء سببیہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو سیاہ کر دیا انہوں نے گناہ تو نہیں کیا تھا مگر گنہگاروں کے ساتھ اختلاط کی وجہ سے ان کے رب نے ان کے دلوں کو بھی سیاہ کر دیا چنانچہ تمام کے دل سخت اور عبودیت حق سے دور ہو گئے اور خیر رحمت سے محروم ہو گئے اور اس کا سبب گنہگاروں سے میل جول تھا۔

عمل سے دُور خطباء کا بدلہ

۱۳/۵۰۱۶ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَيْتُ لَيْلَةَ اُسْرِىَ بِیْ رِجَالاً تُقْرَضُ شِفَاهُهُمْ بِمَقَارِيْضَ مِنْ نَارٍ قُلْتُ مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا جِبْرَئِيْلُ قَالَ هٰؤُلَاءِ خُطَبَاءُ مِنْ اُمَّتِكَ يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَيَنْسَوْنَ اَنْفُسَهُمْ (رواه فی شرح السنة والبیهقی فی شعب الایمان وفی روایة) قَالَ خُطَبَاءُ مِنْ اُمَّتِكَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ وَيَقْرَؤُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَلَا يَعْمَلُوْنَ ۔

أخرجه البغوی فی شرح السنة ۳۵۳/۱۴ حدیث رقم ۴۱۵۹، والبیهقی فی شعب الایمان ۲۸۳/۲ حدیث رقم ۱۷۷۳، واحمد فی المسند ۱۲۰/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے شب معراج کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کترے جارہے تھے میں نے پوچھا کہ جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت کے وہ علماء و واعظ اور مشائخ ہیں جو لوگوں کو تو نیکی کی تلقین کرتے تھے مگر خود اپنی ذات کو فراموش کر دیتے تھے اس روایت کو بغوی نے شرح السنۃ میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے اور بیہقی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا: یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے وہ واعظ و خطیب ہیں جو اس چیز کو کہتے تھے جس کو خود نہیں کرتے تھے جو کتاب اللہ تو پڑھتے تھے لیکن اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔

(شرح السنۃ، بیہقی)

تشریح ۞ **خُطَبَاءُ مِنْ اُمَّتِكَ** : یہ سزا عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ ......

''کیا تم لوگوں کو نیکی کی تلقین کرتے ہو اور خود کو بھی بھول جاتے ہو''۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ویل للجاهل مرة وویل للعالم سبع مرات))

جاہل کے لئے ایک بار خرابی ہے اور (بے عمل) عالم کے لئے سات بار خرابی ہے۔

خیانت کا نتیجہ

۱۴/۵۰۱۷ وَعَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْزِلَتِ الْمَائِدَةُ مِنَ السَّمَاءِ خُبْزًا وَلَحْمًا وَّاُمِرُوْا اَنْ لَّا يَخُوْنُوْا وَلَا يَدَّخِرُوْا لِغَدٍ فَخَانُوْا وَادَّخَرُوْا وَرَفَعُوْا لِغَدٍ فَمُسِخُوْا قِرَدَةً وَّخَنَازِيْرَ ۔ (رواه الترمذی)

أخرجه الترمذی فی السنن ۲۴۲/۵ حدیث رقم ۳۰۶۱۔

ترجمہ: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ آسمان سے روٹی اور گوشت والا دستر خوان اتارا گیا اور حکم دیا گیا کہ نہ خیانت کرنا اور نہ ہی کل کے لئے جمع کرنا تو انہوں نے خیانت بھی کی اور کل کے لئے ذخیرہ بھی کیا اور انہوں نے اٹھایا پس وہ بندوں اور سوروں کی شکلوں میں تبدیل کر دیئے گئے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ فَمُسِخُوْا قِرَدَةً: یہ عیسیٰ کی قوم ہے اور ظاہر یہ ہے کہ بوڑھوں کو بندروں کی شکل میں اور جوانوں کو سؤروں کی شکل میں بدل دیا گیا۔

الفصل الثالث:

اُمت کے لوگوں کو حکمرانوں کی طرف سے ملنے والی آفتیں

۵۰۱۸/۱۵ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ تُصِيْبُ اُمَّتِىْ فِىْ اٰخِرِ الزَّمَانِ مِنْ سُلْطَانِهِمْ شَدَآئِدُ لَا يَنْجُوْا مِنْهُ اِلَّا رَجُلٌ عَرَفَ دِيْنَ اللّٰهِ فَجَاهَدَ عَلَيْهِ بِلِسَانِهٖ وَيَدِهٖ وَقَلْبِهٖ فَذٰلِكَ الَّذِىْ سَبَقَتْ لَهُ السَّوَابِقُ وَرَجُلٌ عَرَفَ دِيْنَ اللّٰهِ فَصَدَّقَ بِهٖ وَرَجُلٌ عَرَفَ دِيْنَ اللّٰهِ فَسَكَتَ عَلَيْهِ فَاِنْ رَاٰى مَنْ يَّعْمَلُ الْخَيْرَ اَحَبَّهٗ عَلَيْهِ وَاِنْ رَاٰى مَنْ يَّعْمَلُ بِبَاطِلٍ اَبْغَضَهٗ عَلَيْهِ فَذٰلِكَ يَنْجُوْا عَلٰى اِبْطَانِهٖ كُلِّهٖ۔

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٦/٩٥ حديث رقم ٧٥٨٧۔

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ میری امت تو آخری زمانے میں ان کے حکمرانوں کی طرف سے سخت تکالیف پہنچیں گی اور ان سے نجات وہی شخص پائے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے دین کی پہچان دی ہوگی پس وہ دین کی خاطر اپنے دل، اپنے ہاتھ اور اپنی زبان سے جہاد کرے گا یہ وہ شخص ہوگا جو مکمل طور پر آگے بڑھ جانے والا ہوگا اور دوسرے نمبر پر وہ آدمی ہوگا جس نے اللہ کے دین کو پہچانا اور اس کی تصدیق کی اور تیسرے نمبر پر وہ آدمی جس نے اللہ کے دین کو پہچانا اور اس پر خاموشی اختیار کی اگر اس نے کسی کو نیک عمل کرتے دیکھا تو اس سے محبت کرنے لگا اور اگر کسی برائی کرنے والے کو دیکھا تو اس سے نفرت کرنے لگا یہ اپنی باطنی حالت کی وجہ سے نجات پا جائیں گے۔ (بیہقی)

تشریح ۞ اِلَّا رَجُلٌ عَرَفَ دِيْنَ اللّٰهِ: ① پس پہلا تو وہ ہے جس نے اللہ کے دین کو پہچانا اور اللہ کے دین میں مضبوط ہوگیا پھر اس نے اللہ کے دین میں خرچ کی کوشش کی اور ہاتھ اور زبان و دل سے مجاہدہ کیا۔ ② دوسرا وہ شخص ہے کہ جس نے زبان اور دل سے جہاد کیا۔ ③ اور تیسرا وہ شخص ہے کہ جس نے اللہ کے دین کو تھوڑا سا پہچانا اور سقوط اختیار کیا اور اپنے دین کی حیثیت کے مطابق کوشش کی یعنی دل سے ناپسند کیا اور یہی وہ درجہ ہے جس کو حدیث میں ذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ سے تعبیر کیا گیا ہے پس یہ تینوں درجات دین کی پہچان رکھنے والے ہیں البتہ ان کے مراتب میں فرق ہے پہلا سابق ہے دوسرا مقتصد اور تیسرا اپنے حق

میں کمی کرنے والا یعنی ظالم اور اس آیت کریمہ میں ان تینوں درجات کا تذکرہ ہے۔ تیسرے درجے والے کو اپنے حق میں کوتاہی کی وجہ سے ظالم فرمایا اور تینوں درجات پر برگزیدہ لوگوں کے ہیں جیسا کہ آیت ظاہر کرتی ہے:

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَّمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرَاتِ۔

''پھر یہ کتاب ہم نے ان لوگوں کے ہاتھ میں پہنچائی جن کو ہم نے اپنے (تمام دنیا کے) بندوں میں سے پسند فرمایا پھر بعضے تو ان میں اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض ان میں سے نیکیوں کے ساتھ آگے نکل جانے والے ہیں''۔

برائی پر نفرت کا اظہار ضروری ہے

١٦/٥٠١٩ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْحَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِلٰى جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنِ اقْلِبْ مَدِيْنَةَ كَذَا وَكَذَا بِاَهْلِهَا فَقَالَ يَارَبِّ اِنَّ فِيْهِمْ عَبْدَكَ فُلَانًا لَمْ يَعْصِكَ طَرْفَةَ عَيْنٍ قَالَ فَقَالَ اقْلِبْهَا عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ فَاِنَّ وَجْهَهٗ لَمْ يَتَمَعَّرْ فِيَّ سَاعَةً قَطُّ۔

أخرجه البيهقي في شعب الايمان ٩٧/٦ حديث رقم ٧٥٩٥۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ فلاں فلاں علاقے کو ان کے رہنے والوں سمیت الٹا دو انہوں نے عرض کی اے میرے رب ان میں تو تیرا فلاں بندہ بھی ہے جس نے ایک پل کے لئے بھی تیری نافرمانی نہیں کی اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس پر اور ان سب پر پلٹ دو اس لیے کہ ان کا چہرہ کبھی کسی سے برائی کو دیکھ ایک لحہ کے لئے بھی متغیر نہیں ہوا۔ (بیہقی)

تشریح ۞ فَاِنَّ وَجْهَهٗ لَمْ يَتَمَعَّرْ: حاصل یہ ہے کہ اس کے دل کے انکار کا اثر غصے کی صورت میں ظاہر نہیں ہوا جو کہ اسے گناہ پر آنا چاہیے تھا اس میں اس بات کی وسعت ہے کہ اگر ایک بار بھی غصہ ہوتا جو اللہ کی خاطر اسے آجاتا تو بقیہ عمر کے گناہ بھی بخش دیے جاتے۔ (ع)

امید رحمت

١٧/٥٠٢٠ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَسْأَلُ الْعَبْدَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَقُوْلُ مَالَكَ اِذَا رَاَيْتَ الْمُنْكَرَ فَلَمْ تُنْكِرْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُلَقّٰى حُجَّتَهٗ فَيَقُوْلُ يَارَبِّ خِفْتُ النَّاسَ وَرَجَوْتُكَ ۔

(رواه البيهقي الاحاديث الثلاثة في شعب الايمان)

أخرجه ابن ماجه في السنن ١٣٣٢/٢، حديث رقم ٤٠١٧ والبيهقي في شعب الايمان ٩١/٦ حديث رقم ٧٥٧٥۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ بندے سے قیامت کے دن پوچھیں گے اور فرمائیں گے کہ تمہیں کیا ہو گیا تھا جب تم نے برائی کو دیکھا تو اس کا انکار نہ کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو اس کی دلیل القاء کی جائے گی تو وہ کہے گا اے میرے رب لوگوں کا ڈر اور تیری رحمت کی امید اس بات سے مانع رہی۔ تینوں روایتوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

تشریح ۞ فَيَقُوْلُ يَارَبِّ خِفْتُ النَّاسَ :اس میں بندے کی طرف سے اپنے گناہ کا اعتراف اور اپنے عجز کا اظہار ہے اور اللہ کے کرم پر اعتماد ہے۔ بیہقی کا قولؒ: اس میں احتمال یہ ہے کہ یہ اس شخص سے متعلق ہے جو لوگوں کے دبدبہ سے ڈرتا اور منکر کو دفع کرنے کی قدرت نہیں رکھتا تھا اس سے معلوم ہوا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے درگزر اگر لوگوں کے دبدبہ کی وجہ سے ہو تو جائز ہے اور اس میں معافی کی امید ہے۔ (كذا قال الطيبي و الشيخ)

اس پر شبہ یہ وارد ہوتا ہے کہ ایسا آدمی تو شرع میں معذور ہے تو اس پر عتاب کس لئے؟ اور یہ حجت سکھانے کا محتاج نہیں۔ بلکہ یہ اس شخص کے حق میں ہے کہ جس نے فی الجملہ قصور کیا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ معذرت اس کو الہام کر لی۔ (ع)

نیکی و بدی کے لئے کھڑا کیا جائے گا

۵۰۲۱/۱۸ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ اِنَّ الْمَعْرُوْفَ وَالْمُنْكَرَ خَلِيْقَتَانِ تُنْصَبَانِ لِلنَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَاَمَّا الْمَعْرُوْفُ فَيُبَشِّرُ اَصْحَابَهٗ وَيُوْعِدُهُمُ الْخَيْرَ وَاَمَّا الْمُنْكَرُ فَيَقُوْلُ اِلَيْكُمْ اِلَيْكُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهٗ اِلَّا لُزُوْمًا۔

(رواه احمد والبيهقي في شعب الايمان)

أخرجه احمد في المسند ٤/٣٩١ والبيهقي في شعب الايمان ٧/٥١٧ حديث رقم ١١١٨۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ بلاشبہ نیکی اور بدی کو قیامت کے دن لوگوں کے لئے کھڑا کیا جائے گا نیکی تو اپنے کرنے والوں کو خوش خبری سنائے گی اور انہیں بھلائی کا وعدہ دے گی اور برائی انہیں یہ کہے گی دور ہو جاؤ دور ہو جاؤ اور وہ لوگ اس کے چمٹنے کے بغیر کسی اور چیز کی طاقت نہ رکھ سکیں گے۔ (احمد، بیہقی)

تشریح ۞ اَلْمُنْكَرُ فَيَقُوْلُ اِلَيْكُمْ اِلَيْكُمْ :یعنی اس سے جدا نہ ہوگی یعنی اس پر جو عذاب مرتب ہے وہ اس سے جدا نہیں ہو سکتا حاصل یہ ہوا کہ اعمالِ صالحہ اچھی صورتوں میں اور خوشبوؤں میں عالم قبر میں ظاہر ہوں گے اسی طرح قیامت کے دن بھی اور اعمالِ بد اُس کے الٹ ہوں گے۔

تُنْصَبَانِ : تنصبان میں تاء تانیث کی نہیں بلکہ مبالغہ کے لئے ہے معنی یہ ہے کہ دونوں مخلوقات کی قسمیں ہیں جو لوگوں کے سامنے قیامت کے دن ظاہر ہوں گے۔ (ع)

دِل کو نرم کرنے والی باتیں

فوائد ❁ رقاق ، رِقّۃٌ کی جمع ہے جیسے صغیر کی جمع صغار اور اس کا معنی نرمی ہے اور یہ رقیق غلیظ کی ضد ہے اور اس کا واحد رقیقہ بھی اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسا حقائق جمع حقیقہ' رقت بمعنی نعمت بھی آتا ہے یہاں مراد ایسے کلمات ہیں جن سے دِل میں نرمی پیدا ہو اور دِل میں دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف رجحان اور میلان پیدا ہو۔

الفصل الاول:

دو عظیم الشان نعمتیں

۵۰۲۲/۱ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحيحه ۱۱/۲۲۹ حديث رقم ٦٤١٢، والترمذی فی السنن ٤/٤٧٧ حديث رقم ٢٣٠٤ و ابن ماجه فی السنن ٢/١٣٩٦ حديث رقم ٤١٧٠ والدارمی فی السنن ٢/٣٨٥ حديث رقم ٢٧٠٧، واحمد فی المسند ١/٣٤٤۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ دو نعمتیں ہیں جس میں اکثر لوگ نقصان میں مبتلا ہیں: ①: صحت' ②: فراغت۔ (بخاری)

تشریح ❁ نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا: یعنی ان دو نعمتوں میں بہت سارے لوگ نقصان میں مبتلا ہیں کہ ان کی قدر نہ کرتے ہوئے اور نہ جانتے ہوئے انہیں ضائع کر دیتے ہیں اور ہاتھ سے کھو دیتے ہیں اور ان کے معاملے میں فریب نفس کا شکار ہو جاتے ہیں جیسا کہ کوئی آدمی کسی کے فریب میں آ کر خرید و فروخت میں نقصان اٹھائے یا اپنے سامان کو مفت دے ڈالے اور نقصان میں مبتلا ہو جائے۔ وہ نعمتیں یہ ہیں صحت اور فراغت۔ صحت یعنی امراض سے بچا ہوا ہونا اور فراغ یعنی وقت کا مختلف

مشاغل اور پریشانیوں سے فارغ ہونا پس لوگ ان دو نعمتوں کی قدر نہیں پہچانتے یعنی آخرت کے لئے ان میں کام نہیں کرتے اور فرصت کو غنیمت نہیں جانتے چنانچہ جب بیمار ہوتے ہیں یا دوسروں کی مزاحمت کے وقت میں تشویش کا شکار ہوتے ہیں تو اس وقت اس کی قدر سمجھتے ہیں علماء کا مقولہ ہے: النعمة اذا فقدت عرفت۔ اب معنی اس روایت کا یہ ہوا کہ لوگ ان دونوں نعمتوں کی قدر نہیں پہچانتے کہ ان میں ایسے اعمال کر لیں جو معاش و معاد میں کام آئیں اور ضیاع عمر پر ندامت نہ اٹھانی پڑے جب کہ ندامت کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ذالك يوم التغابن کہ یہ غبن کا دن ہے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ اہل جنت کو ان ساعات پر افسوس ہوگا جو اللہ کی یاد کے بغیر گزر گئی ہوں گی۔

دُنیا آخرت کے مقابل میں ایسے ہے جیسے کہ انگلی کو لگا ہوا پانی سمندر کے مقابل

۲/۵۰۲۳ وَعَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ مَا الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ اَحَدُكُمْ اِصْبَعَهٗ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَا يَرْجِعُ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فى صحيحه ٤/٢١٩٣ حديث رقم (٥٥-٢٨٥٨)، والترمذى فى السنن ٤/٤٨٦ حديث رقم ٢٣٢٣، ابن ماجه فى ٢/١٣٧٦ حديث رقم ٤١٠٨، واحمد فى المسند ٤/٢٢٩۔

ترجمہ: حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے اللہ کی قسم دنیا آخرت کے مقابلے میں اس طرح ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈبو کر دیکھے کہ اس کے ساتھ کس قدر پانی آتا ہے۔ (مسلم)

تشریح ۞ مِثْلُ مَا يَجْعَلُ اَحَدُكُمْ یعنی جب آدمی دریا میں انگلی ڈالتا ہے تو اس کی انگلی کو رطوبت پہنچتی ہے یا زیادہ سے زیادہ ایک آدھ قطرہ انگلی سے لگ جاتا ہے پس دنیا آخرت کے مقابلہ میں اسی طرح حقیر ہے جیسا کہ وہ انگلی سے لگنے والا پانی دریا کے مقابلے میں حقیر ہے یہ مثال لوگوں کو سمجھانے کے لئے دی گئی ہے۔ ورنہ متناہی کو غیر متناہی سے کچھ نسبت ہی نہیں۔ جب کہ انگلی سے لگنے والے قطرے کو باوجود قلت کے دریا کے ساتھ کسی قدر نسبت تو حاصل ہے مگر دنیا کو آخرت سے وہ مناسبت بھی نہیں۔ حاصل یہ ہے کہ یہ دنیا سریع الزوال ہے اس کی نعمتوں پر مغرور ہونا یا تکالیف پر جزع فزع اور شکوہ کرنا لا حاصل ہے بلکہ اس طرح کہنا چاہئے: اللهم لا عيش الا العيش الاخرة۔ یہ کلمہ آپ نے غزوہ احزاب کے موقع پر فرمایا اور حجۃ الوداع کے موقع پر اس طرح فرمایا: الدنيا مزرعة الاخرة۔ دنیا ایک ساعت ہے اسے اطاعت میں صرف کرنا چاہئے۔

دنیا کی حقیقت کی بھیڑ کے مردہ بچہ سے مثال

۳/۵۰۲۴ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ مَرَّ بِجَدْيٍ اَسَكَّ مَيِّتٍ قَالَ اَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنَّ هٰذَا لَهٗ بِدِرْهَمٍ فَقَالُوْا مَانُحِبُّ اَنَّهٗ لَنَا بِشَيْءٍ قَالَ فَوَاللّٰهِ لَلدُّنْيَا اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذَا عَلَيْكُمْ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فى صحيحه ٤/٢٢٧٢ حديث رقم (٢-٢٩٥٧)، والترمذى فى السنن ٤/٤٨٥ حديث رقم

٢٣٢١ و ابن ماجه فی السنن ٢/١٣٧٧ حدیث رقم ٤١١١۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر بھیڑ کے ایک کن کٹے مردہ بچے کے پاس سے ہوا۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون شخص اسے ایک درہم میں لینا پسند کرتا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہم تو اسے کسی چیز کے عوض بھی لینا پسند نہیں کرتے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! جتنا یہ تمہارے نزدیک حقیر ہے اس سے کہیں زیادہ دنیا اللہ کے نزدیک حقیر ہے۔

تشریح ۞ مَرَّ بِجَدْىٍ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے مقصود دنیا سے بے رغبتی دلا کر آخرت کی طرف متوجہ کرنا تھا۔ کیونکہ دنیا کی محبت غلطی کی جڑ ہے اور جیسا کہ ترک دنیا ہر عبادت کا کمال ہے اور بیہقی نے مرسلاً روایت کیا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا سے محبت رکھنے والا اگرچہ امور دینیہ میں مشغول ہو مگر ان اعمال میں بھی اس کی اغراض فاسدہ شامل ہوتی ہے اور تارک الدنیا اگرچہ اعمال دنیا میں مشغول ہو مگر مقصود اس کا آخرت ہوتی ہے۔بعض عارفین نے کہا دنیا کے محب کو دنیا کے تمام مرشد ہدایت پر نہیں لا سکتے اور دنیا کے تارک کو تمام مفسد گمراہ نہیں کر سکتے۔

دُنیا کافر کے لئے جنت ہو

٥٠٢٥/٤ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ۔

(رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ٤/٢٢٧٢ حدیث رقم (١-٢٩٥٦)، والترمذی فی السنن ٤/٤٨٦ حدیث رقم ٢٣٢٤ و ابن ماجه فی السنن ٢/١٣٧٨ حدیث رقم ٤١١٣ واحمد فی المسند ٢/٣٢٣۔

ترجمہ: ''اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''دنیا مؤمن کے لئے (بمنزلہ) قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے''۔(مسلم)

تشریح ۞ اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ: دنیا مؤمن کے لئے قید خانہ کے مشابہ ہے کیونکہ وہ اس میں محنت ومشقت دیکھتا ہے اور برائیوں سے اپنے آپ کو دور رکھتا ہے اور اطاعات کی مشقتیں اٹھاتا ہے۔۲ دنیا کا میدان اور سکونت تنگ ہے۔مؤمن چاہتا ہے کہ اس سے نکل کر میدان ملکوت میں جولانی کرے۔

وَجَنَّةُ الْكَافِرِ: اور کافر کے لئے بہشت کی طرح ہے کیونکہ وہ اس میں لذات وشہوات میں دن رات منہمک رہتا ہے اور اس سے نکلنا نہیں چاہتا۔۳ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دنیا مؤمن کے لئے بمنزلہ قید خانہ ہے ان ثوابوں اور ان نعمتوں کے بالمقابل جو اس کے لئے آخرت میں تیار کی گئی ہیں اور کافروں کے لئے اس دردناک عذاب کے مقابلہ میں جو ان کے لئے تیار کھڑا ہے بمنزلہ بہشت کے ہے۔یعنی مؤمن جس قدر ناز ونعمت میں ہو وہ نہایت کم ہے اور آخرت میں اس سے بہت بہتر پائے گا۔اور کافر اگرچہ محنت وشدت اور دنیا میں تکالیف کا سامنا کرے مگر آخرت کی بدحالی اس کے مقابلہ میں نہایت بدتر ہیں۔

حکایت: حضرت حسن رضی اللہ عنہ کودیکھ کرایک یہودی کہنے لگا۔تمہارے نانانے تو کہا ہے کہ الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر۔یہ میرے اورتمہارے اوپرکس طرح درست ثابت ہوتا ہے میں تو بیماراورفقرفاقہ میں گرفتارہوں اورتم گھوڑے پرسوارجارہے ہو اورچین سے رہ رہے ہو۔آپ نے یہی جواب دیا جوسطور بالا میں ﴿۴﴾ میں مذکورہوا۔

مؤمن کی نیکی کا بدلہ دنیاوآخرت میں

۵۰۲۶/۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ لَایَظْلِمُ مُؤْمِناً حَسَنَۃً یُعْطٰی بِھَا فِی الدُّنْیَا وَیُجْزٰی بِھَا فِی الْاٰخِرَۃِ وَاَمَّا الْکَافِرُ فَیُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ بِھَا لِلّٰہِ فِی الدُّنْیَا حَتّٰی اِذَا اَفْضٰی اِلَی الْاٰخِرَۃِ لَمْ تَکُنْ لَہٗ حَسَنَۃٌ یُجْزٰی بِھَا۔ (رواہ مسلم)

اخرجہ مسلم فی صحیحہ ۲۱۶۲/۴ حدیث رقم (۵٦-۲۸۰۸)، واحمد فی المسند ۱۲۳/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا اللہ تعالیٰ کسی مؤمن کی نیکی کوکم نہیں کرتااس کا عوض دنیا میں بھی دیا جاتا ہے اوراس کا بدلہ اخرت میں بھی دیا جائے گا۔باقی کافرکا بدلہ تو اسے دنیا میں ہی کھلا دیا جاتا ہے یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں جائے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہ ہوگی جس کا بدلہ اسے دیا جائے گا۔(مسلم)

تشریح ۞ اِنَّ اللّٰہَ لَایَظْلِمُ: مؤمن جب نیکی کرتا ہے تو اسے آخرت میں پورا بدلہ ملتا ہے اوردنیا میں اس کے بدلے فراخی رزق وخوشگوارزندگی،فراخی خاطر اورسلامتی آفات ومصائب دی جاتی ہے۔وَاَمَّا الْکَافِرُ۔کافرکی نیکی کا بدلہ جو وہ اللہ تعالیٰ کیلئے کرتا ہے تو اس کا تمام بدلہ وہ دنیا میں ہی پالیتا ہے اورآخرت میں اس کا بدلہ نہیں دیکھتا اورنہ اس پرثواب پاتا ہے مقابلے کا مقتضی وہی ہے جو کہ حدیث میں وارد ہے مؤمن کو برائیوں کا بدلہ بھی مختلف مشقتوں سے دیا جاتا ہے امام احمد اورابن حبانی نے نقل کیا ہے جب یہ آیت نازل ہوئی: من یعمل سوء یجزبہ......تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے یارسول اللہ!اس سے کون بچے گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر اللہ تعالیٰ تجھے بخش دے کیا تم غمگین نہیں ہوتے اورکیا دکھ نہیں اٹھاتے کیا تم پربیماری نہیں آتی کیا تجھے مصائب وآفات نہیں آتے انہوں نے عرض کیا جی ہاں یارسول اللہ! آپ نے ارشادفرمایا یہ اس چیز سے ہے جس سے تمہیں سزادی جاتی ہے۔ترمذی اورابن جریر نے نقل کیا کہ مصائب دنیا میں سزا ہیں (ع)

۵۰۲۷/۶ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّھَوَاتِ وَحُجِبَتِ الْجَنَّۃُ بِالْمَکَارِہِ (متفق علیہ الا عند مسلم) حُفَّتْ بَدَلَ حُجِبَتْ۔

اخرجہ البخاری فی صحیحہ ۳۲۰/۱۱ حدیث رقم ٦٤٨٧ ومسلم فی صحیحہ ۲۱۷٤/٤ حدیث رقم ۲۸۲۲/۱ والترمذی فی السنن ۵۹۸/٤ حدیث رقم ۲۵۵۹، والنسائی فی السنن ۳/۷ حدیث رقم ۳۷٦۳، والدارمی فی السنن ٤۳۷/۲ حدیث رقم ۲۸٤۳، واحمد فی المسند ۳۸۰/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگ کوخواہشات سے ڈھانپ دیا گیا ہے اورجنت کوتکلیف کے پردے سے ڈھانپ دیا گیا(بخاری،ومسلم)البتہ مسلم میں حجبت کی جگہ حفت ہے(دونوں ہم

معنی ہیں)۔

تشریح ۞ وَحُجِبَتِ الْجَنَّةُ :اطاعات وعبادات میں مداومت کی وجہ سے اور شہوات ولذات سے بچنے میں تکالیف پیش آتی ہیں اس سے آخرت میں جنت ملے گی کیونکہ جو چیز پردہ میں ہو تو جب اس پردہ تک پہنچیں گے اور اس کو اٹھائیں گے تب وہ چیز ظاہر ہوگی۔ جنت پر چونکہ مشقتوں کا پردہ پڑا ہے پہلے مشقتوں کا سامنا ہوگا پھر ان سے گزر کر جنت میں پہنچیں گے اور اسی طرح شہوات کہ وہ دوزخ کے پردے ہیں جب ان شہوات کا ارتکاب کریں گے تو ان پردوں تک پہنچ جائیں گے اور پردوں میں دوزخ ہے۔ یہاں شہوات سے حرام شہوات مراد ہیں مثلاً: زنا' شراب، غیبت وغیرہ۔ ورنہ شہوات مباحہ کا ارتکاب آگ کا موجب نہیں اور دخول جنت میں رکاوٹ کا باعث نہیں۔ مگر مقام قرب ولایت سے دور ڈالتا ہے اسی سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ **العلم حجاب الله** کا کیا مطلب ہے یعنی علم بندہ اور خدا کے درمیان پردہ ہے جب علم کو پورے طور پر پالیا جائے گا تو معرفت باری تعالیٰ حاصل ہو جائے گی۔ (ح)

۵۰۲۸/ ۷ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ وَعَبْدُ الْخَمِيْصَةِ اِنْ اُعْطِيَ رَضِيَ وَاِنْ لَمْ يُعْطَ سَخِطَ تَعَسَ وَانْتَكَسَ وَاِذَا شِيْكَ فَلَا انْتُقِشَ طُوْبٰى لِعَبْدٍ اٰخِذٍ بِعِنَانِ فَرَسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَشْعَثَ رَأْسُهٗ مُغْبَرَّةٌ قَدَمَاهُ اِنْ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ وَاِنْ كَانَ فِي السَّاقَةِ كَانَ فِي السَّاقَةِ اِنِ اسْتَاْذَنَ لَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ وَاِنْ شَفَعَ لَمْ يُشَفَّعْ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۸۱/۶ حدیث رقم ۲۸۸۷ و ابن ماجه فی السنن ۱۳۸٦/۲ حدیثرقم ٤۱۳۵۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا درہم و دینار کا غلام ہلاک ہو جائے اور دھاری دار چادر کا غلام ہلاک ہو اگر اسے دیا جائے تو خوش ہوتا ہے اور نہ دیا جائے تو ناراض ہوتا ہے۔ وہ ہلاک ہو جائے اور برباد ہو جب کانٹا تو نہ نکلے۔ اس آدمی کو مبارک ہو جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں گھوڑے کی لگام تھامنے والا ہو جب کہ اس کے بال پراگندہ، قدم غبار آلود ہو اگر اس پر پہرے کی ذمہ داری ہو تو پہرہ دے اور اگر وہ لشکر کے ساقہ میں ہو (پچھلا دستہ) تو پیچھے رہے اگر وہ اجازت مانگے تو اس کو (گھر آنے کی) اجازت نہ دے۔ اگر وہ سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ کی جائے (بخاری)

تشریح ۞ تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ : اس کے کہنے کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کے اسباب میں کھو جانا قابل مذمت ہے اور اگر اس کے پاس ملا تو ہو مگر اس کی محبت میں گرفتار نہیں تو یہ قابل مذمت نہیں ہے۔ دینار و درہم کو خصوصاً اس لئے ذکر کیا کیونکہ یہ دونوں نقد ہیں اور ان کے ذریعہ نفس وشیطان کے تمام مقاصد پورے ہوتے ہیں۔ **خمیصہ** : دھاری دار چادر۔ صاحب صراح کہتے ہیں کہ خمیصہ سیاہ کمبل کو کہتے ہیں' جس کے چاروں طرف دھاری ہو اس کے تذکرہ کی ضرورت اس لئے پیش آئی کیونکہ یہ تکبر والا کپڑا ہے عموماً ریا کاری اور شہوت کیلئے پہنا جاتا ہے اور نفس کا اس کی طرف خوب میلان ہوتا ہے اور اسے اپنے سے الگ نہیں کر سکتا گویا وہ اس کا غلام ہے۔

نقش: انتقش :کانٹا پاؤں سے نکالنا۔ جب کوئی مشقت میں گرفتار ہو اور اس کی کوئی مدد نہ کی جائے تو کانٹا نکالنا سب سے

نچلے درجہ کی مدد ہے جب اس سے محروم رکھا گیا تو اس سے بڑھ کر تو بدرجہ اولیٰ محروم ہے۔

حاصل کلام: اس کلام کو شارحین کے انداز میں دعا پر محمول کیا ورنہ یہ خبر بھی بن سکتی ہے گویا یہ ان کی خواری وذلت جو دنیا وآخرت ہوگی اس کی اطلاع دی گئی۔ (ح/ع)

۸/۵۰۲۹ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِالْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِمَّا اَخَافُ عَلَیْکُمْ مِنْ بَعْدِیْ مَا یُفْتَحُ عَلَیْکُمْ مِنْ زَھْرَۃِ الدُّنْیَا وَزِیْنَتِھَا فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَ یَاْتِی الْخَیْرُ بِالشَّرِّ فَسَکَتَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّہٗ یُنْزَلُ عَلَیْہِ قَالَ فَمَسَحَ عَنْہُ الرُّحَضَاءَ وَقَالَ اَیْنَ السَّائِلُ وَکَاَنَّہٗ حَمِدَہٗ فَقَالَ اِنَّہٗ لَا یَاْتِی الْخَیْرُ بِالشَّرِّ وَاِنَّ مِمَّا یُنْبِتُ الرَّبِیْعُ مَا یَقْتُلُ حَبَطًا اَوْیُلِمُّ اِلَّا اٰکِلَۃَ الْخَضِرِ اَکَلَتْ حَتّٰی اِمْتَدَّتْ خَاصِرَتَاھَا اِسْتَقْبَلَتْ عَیْنَ الشَّمْسِ فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ ثُمَّ عَادَتْ فَاَکَلَتْ وَاِنَّ ھٰذَا الْمَالَ خَضِرَۃٌ حُلْوَۃٌ فَمَنْ اَخَذَہٗ بِحَقِّہٖ وَوَضَعَہٗ فِیْ حَقِّہٖ فَنِعْمَ الْمَعُوْنَۃُ ھُوَوَمَنْ اَخَذَہٗ بِغَیْرِ حَقِّہٖ کَانَ کَالَّذِیْ یَاْکُلُ وَلَا یَشْبَعُ وَیَکُوْنُ شَھِیْدًا عَلَیْہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۲۷/۳ حدیث رقم ۱٤٦٥ و مسلم فی صحیحه۷۲۸/۲ حدیث رقم (۱۰۵۲/۱۲۳)، والترمذی فی السنن ٥٥۳/٤ حدیث رقم ۲٤٦۳۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا مجھے اپنے اور تمہارے متعلق جن چیزوں کا خطرہ ہے ان میں سے ایک دنیا کی بہار وزینت کا تم پر کھول دیا جانا ہے تو ایک آدمی نے کہا یارسول اللہ! کیا خیر سے بھی شر آجاتا ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں خاموشی اختیار فرمائی یہاں تک کہ ہمیں گمان ہوا کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی ہے پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسینہ پونچھا اور فرمایا سوال کرنے والا کہاں ہے۔ غالباً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تحسین فرمائی۔ پھر ارشاد فرمایا خیر شر کو نہیں لاتی یہ ایسے ہے جیسے بہار اگاتی ہے اور اس میں سے بعض وہ چیزیں ہیں جو پیٹ کو پھلا کر ہلاک کر دیتی ہیں یا بیمار کر دیتی ہیں مگر وہ جانور جو سبزہ کھائے یہاں تک کہ اس کی کوکھیں تن جائیں تو دھوپ میں آجائے اور لوٹ پوٹ ہو۔ پیشاب کرے پھر لوٹ کر کھائے۔ یقیناً یہ مال سرسبز اور میٹھا ہے تو جو اسے اس کے حق میں لے اور اس کے حق میں خرچ کرے وہ اس کے لئے اچھا مددگار ہے اور جو ناحق لے وہ اسی طرح جو کھائے اور سیر نہ ہو یہ مال قیامت کے دن اس کے خلاف گواہ ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ زَھْرَۃِ الدُّنْیَا وَزِیْنَتِھَا :یہ عطف تفسیری ہے۔ دنیا کی تازگی وشیرینی کو سبزے سے تشبیہ دی کہ جلد پیلا پڑ کر فنا ہو جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ مجھے تمہارے متعلق خطرہ ہے کہ کثرت اموال وفتوحات اچھے اعمال اور علوم نافعہ سے تم کو روک دیں اور تم میں برے اخلاق پیدا ہو جائیں۔ مثلاً مال وجاہ تکبر وخود پسندی پیدا ہوگی اور ان امور دنیا کے متعلقات خود بخود آجائیں گے اور موت اور اس کے اسباب سے روگردانی پیدا ہو جائے گی۔

ثُمَّ عَادَتْ فَاَکَلَتْ: پھر واپس لوٹا۔ یعنی وہ کھاتا ہے اور بدہضمی کا شکار ہوتا ہے اور پیٹ سے نکال دیتا ہے مگر پھر کھاتا ہے یہ اس آدمی کے حال کی تمثیل ہے جو حد سے تجاوز کر کے ہلاکت کے قریب جا پہنچتا ہے اور اس کا سبب طبعی شہوت وحرص کا غلبہ

ہوتا ہے مگر جلد اس سے رجوع کرتا ہے اور گناہ پر دوام اختیار نہیں کرتا اور آفتاب ہدایت کی روشنی سے فائدہ حاصل کر کے توبہ سے اپنے نفس کا علاج کر لیتا ہے۔

مَايَقْتُلُ حَبَطًا: اس میں اس شخص کی تمثیل بیان کی جو شہوات ولذات میں ڈوب گیا ہو اور اسے توبہ کی توفیق میسر نہ آئی۔ ان دونوں اقسام کو سامنے رکھ کر ایک تیسری قسم بھی معلوم ہوتی ہے کہ گناہ کی طرف بالکل ہاتھ نہ مارا اور نہ شہوت نفس کا شکار ہوا اور دنیا سے بے رغبتی اختیار کی تو پہلی قسم ظالم، دوسری مقتصد، تیسری سابق الخیرات ہے جس نے دنیا میں اپنے ہاتھ کو آلودہ نہ کیا اور دوسرے نے آلودہ کیا مگر آلودگی کو دھوڈالا اور پہلے یعنی ظالم نے آلودگی کی جہالت میں دنیا کو خیر باد کہا نعوذ باللہ۔

اِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ: مال کی محبت اور اس کے صرف کرنے میں لوگوں کے درجات بتلائے نمبرا جس نے مال کو حرام ذرائع سے کمایا یا مال کو رضاء الٰہی کیلئے صرف نہ کیا اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جو کھاتا اور سیر نہیں ہوتا یعنی اس پر حرص کا شدید غلبہ ہے یا پیاس کا غلبہ ہے اور وہ جتنا پانی پیتا جاتا ہے پیاس بڑھتی جاتی ہے اور پانی سے اس کا پیٹ پھولتا جاتا ہے۔ خواجہ عبید اللہ نقشبندی نے فرمایا: دنیا سانپ کی طرح ہے جو اس کا منتر جانتا ہوا سے اس کا لینا جائز ہے ورنہ جائز نہیں لوگوں نے پوچھا اس کا فقر کیا ہے تو فرمایا یہ معلوم کرے کہ یہ مال کہاں سے آیا ہے اور کس جگہ خرچ کیا ہے۔ (ح/ع)

۵۰۳۰/ ۹ وَعَنْ عَمْرِوبْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَاللّٰهِ لَا الْفَقْرَ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ وَلٰكِنْ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ اَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَا فَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا اَهْلَكَتْهُمْ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۱۹/۷ حدیث رقم ٤٠١٥ و مسلم فی صحیحه ٤/٣٢٧٣ حدیث رقم ٦/٢٩٦١، والترمذی فی السنن ٢٤٦٢، واخرجه ابن ماجه ٢/١٣٣٤ حدیث رقم ٣٩٩٧۔

تَرْجَمَہ: حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم مجھے تم پر فقر کا خوف نہیں مجھے اس بات کا خطرہ ہے کہ تم پر اسی طرح دنیا کھول دی جائے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر کھولی گئی اور تم بھی دنیا کی طرف اسی طرح محبت و رغبت کرنے لگو جس طرح انہوں نے کی اور دنیا تمہیں اسی طرح ہلاک کر دے جس طرح انہیں کیا۔

(بخاری، مسلم)

تشریح ۞ **اَخْشٰى عَلَيْكُم** : فراخی دنیا سے خوف مراد ہے جو رغبت و ہلاکت کا باعث ہو۔ نمبر۲ حرص میں گرفتار ہونے اور جمع کرنے کی طرف نہایت رغبت ہو اور ذخیرہ کرنے کی نہایت طلب ہو یہ آخرت میں ہلاکت کا موجب ہے۔ ۞ دنیا کی فراخی سے نزاع و خلاف تک نوبت پہنچتی ہے جو قتل و قتال کا باعث بنتے ہیں۔

وَالٰكِنْ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ اَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا : خوف کی وجہ یہ ہے کہ کہیں اس کی محبت میں گرفتار نہ ہو جاؤ اور حرص ولالچ لوگوں کا وطیرہ نہ بن جائیں دنیا کے اموال کا فضول اور اس کا جمع کرنا آخرت کے لحاظ سے موجب ہلاکت ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ مال و دنیا کی وجہ سے تم باہمی قتال میں مبتلا نہ ہو جاؤ (مسلم)

فقر: فقر سے مراد یہ ہے کہ اس کے پاس وہ تمام چیزیں نہ ہوں جن کی ضروریات زندگی میں احتیاج ہوتی ہے۔

غناء: غناء سے مراد وہ مال ہے جو مقدار اور کفایت سے زائد ہو اور رحمان کی عبادت اور سرکشی وغفلت کا باعث ہو۔ (ح/ع)

آلِ محمد ﷺ کا رزق بقدرِ قوت عنایت فرما

۵۰۳۱/۱۰ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا وَفِیْ رِوَایَةٍ كَفَافًا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱/۲۸۱ حدیث رقم ٦٤٦٠ و مسلم فی صحیحه ٤/۲۲۸۱ حدیث رقم (۱۸-۱۰۵۵)، والترمذی فی السنن ٤/٥٠١ حدیث رقم ۲۳٦۱ و ابن ماجه فی السنن ۲/۱۳۸۷ حدیث رقم ٤۱۳۹، واحمد فی المسند ۲/٤٤٦۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے اے اللہ! محمد ﷺ کے گھر والوں کو ضرورت کی مقدار روزی عنایت فرما۔ دوسری روایت میں بقدر کفایت کے الفاظ ہیں۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ ① اٰلِ مُحَمَّدٍ: آپ کے اہل بیت اور ذریت مراد ہیں۔ ② اپکے کامل تابعدار۔ ③ اہل وعیال مراد ہیں۔ (حاشیہ)

قوت: اس قدر خوراک جس سے بدن کی نگہداشت ہو ② جس سے جان بچ جائے اور رزق میں کفایت کرے۔

کفاف: اتنی مقدار جو سوال سے بے پرواہ کردے ② بعض نے دونوں کا ایک معنی بیان کیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ ادنیٰ گزر ان اوقات پر اکتفاء کرے۔

اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ ﷺ کی یہ دعا قبول کی اور خصوصاً ان لوگوں کے حق میں قبول ہوئی جن کو برگزیدہ کرنا چاہا۔

نوعیت کفاف: کفاف اشخاص واز منہ اور احوال سے مختلف ہے مثلاً تھوڑا کھانے کی عادت ہو۔ دو تین روز بھوکا رہ سکتا ہو۔ ② ایک دن میں دو تین بار کھاتا ہے اسی طرح ایک عیال والا ہے خواہ قلیل ہوں یا کثیر ③ دوسرا عیال ہی نہیں رکھتا ④ اسی طرح قحط و تنگی اور ضعف و مرض میں تھوڑی چیز کفایت کرتی ہے اور فراخی اور قوت میں اس سے زیادہ طلب کرتا ہے۔ بس کفاف کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے۔ اچھی وہ ہے جس کے ساتھ اطاعت پر قوت ہو حرکات عادیہ فوت نہ ہوں۔

اس روایت میں امت کو خبردار کیا گیا ہے کہ دنیا کے اضافے کیلئے مشقت نہ اٹھائیں بلکہ قوت وکفاف پر کفایت کریں اور حد اعتدال سے نہ نکلیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ کفاف فقر وغناء سے افضل ہے اگر کثرت مال گمراہی کا باعث اور اسراف کا سبب نہ ہو اور بھلائیوں اور عبادت میں اضافے کا سبب بنے تو ایک طرح کی فضیلت ہے۔

بقدرِ کفایت روزی والا کامیاب ہے

۵۰۳۲/۱۱ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ

وَرُزِقَ كَفَافًا وَقَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا آتَاهُ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۷۳۰/۲ حدیث رقم (۱۲۵-۱۰۵٤)، والترمذی فی السنن ٤۹۷/٤ حدیث رقم ۲۳٤۸ و ابن ماجه فی السنن ۱۳۸٦/۲ حدیث رقم ٤۱۳۸ واحمد فی المسند ۱٦۸/۲۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ شخص کامیاب ہوا جو مسلمان ہوا اور اسے بقدر کفایت رزق دیا گیا اور اسی رزق پر اسے قناعت عطا فرمادی۔

عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ یہ بدری انصار صحابی ہیں مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے۔

بندے کا مال تین چیزیں

۱۲/۵۰۳۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْعَبْدُ مَالِيْ مَالِيْ وَاِنَّ مَالَهُ مِنْ مَالِهِ ثَلٰثٌ مَا اَكَلَ فَاَفْنٰى اَوْ لَبِسَ فَاَبْلٰى اَوْاَعْطٰى فَاقْتَنٰى وَمَاسِوٰى ذٰلِكَ فَهُوَ ذَاهِبٌ وَتَارِكُهُ لِلنَّاسِ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲۲۷۳/٤ حدیث رقم (٤-۲۹۵۹)، والترمذی فی السنن ٤۹٤/٤ حدیث رقم ۲۳٤۲، والنسائی فی السنن ۲۳۸/٦ حدیث رقم ۳٦۱۳ واحمد فی المسند ۳٦۸/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بندہ کہتا ہے میرا مال، میرا مال، حالانکہ اس کے مال صرف تین ہیں ① کھا کر ختم کر دیا ② پہن کر پرانا کر دیا ③ دیکر (خیرات کر کے) جمع کر لیا۔ ان کے علاوہ مال تو ختم ہونے والا ہے اور وہ اسے دوسرے لوگوں کیلئے چھوڑنے والا ہے (مسلم)

تشریح ۞ فَاقْتَنٰى: جمع کیا ہے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ حقیقت میں جمع کرنا یہ ہے کہ مال کو اللہ کی راہ میں فقراء کو دے تاکہ اس کا ثواب قیامت کے دن کیلئے ذخیرہ ہو جائے۔

میت کے ساتھ جانے والی تین چیزیں

۱۳/۵۰۳٤ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلٰثَةٌ فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقٰى مَعَهُ وَاحِدٌ يَتْبَعُهُ اَهْلُهُ وَمَالُهُ وَعَمَلُهُ فَيَرْجِعُ اَهْلُهُ وَمَالُهُ وَيَبْقٰى عَمَلُهُ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳٦۲/۱۱ حدیث رقم ٦۵۱٤ واخرجه مسلم فی صحیحه ۲۲۷۳/٤ حدیث رقم ۲۹٦۰/۵، والنسائی فی السنن ۵۳/٦ حدیث ۱۹۳۷ والترمذی فی السنن ۵۰۹/٤ حدیث رقم ۲۳۷۹، واحمد فی المسند ۱۱۰/۳۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں دو تو واپس لوٹ آتی ہیں اور ایک اس کے ساتھ رہ جاتی ہے۔ اس کا خاندان، مال اور اعمال ساتھ جاتے ہیں پھر خاندان اور مال

لوٹ آتا ہے اوراعمال ساتھ رہتے ہیں۔(بخاری، مسلم)

تشریح ۞ وَيَبْقٰى عَمَلُهٗ :مراد یہ ہے کہ جو کچھ ثواب اور عذاب اس کے عمل پر مرتب ہوتا ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ **القبر صندوق العمل**

اپنا مال وہ ہے جو آگے بھیجا

۵۰۳۵/۱۴وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهٖ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ مَالِهٖ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَامِنَّا اَحَدٌ اِلَّامَالُهٗ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ مَالِ وَارِثِهٖ قَالَ فَاِنَّ مَالَهٗ مَا قَدَّمَ وَمَالُ وَارِثِهٖ مَا اَخَّرَ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱/۲۶۰ حدیث رقم ۶۴۴۲ واحمد فی المسند ۱/۳۸۲۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کون ہے جس کو وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ پیارا ہے۔صحابہ کرام نے عرض کیا کہ کسی کو بھی نہیں ہر ایک کو اپنا مال پیارا ہوتا ہے۔آپ نے فرمایا اس کا مال تو وہی ہے جو اس نے آگے بھیجا۔جو مال وہ چھوڑ گیا وہ تو وارث کا مال ہے۔(بخاری)

تشریح ۞ قَالَ فَاِنَّ مَالَهٗ مَاقَدَّمَ وَمَالَ وَارِثِهٖ مَا اَخَّرَ :پس اگر یہ چاہتا ہے کہ اس کیلئے مال ہو تو چاہئے کہ اللہ کی راہ میں دے اور آگے بھیجے اور پیچھے نہ چھوڑے جو شخص آگے نہیں بھیجتا اور پیچھے چھوڑ جاتا ہے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ وہ مال وارث کو زیادہ پسند کرتا ہے بنسبت اپنے مال کے اس کا مطلب یہ ہے کہ مال میں بخل کرتا ہے اور اس کا حق ادا نہیں کرتا چاہیے یہ کہ صدقہ کرے اور فقراء کیلئے ثلث مال میں وصیت کرنے کے بعد ورثاء کیلئے چھوڑ جائے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو ورثاء کو مالدار چھوڑ جائے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے مانگتے اور ہاتھ پھیلاتے پھریں۔

آدمی کا حرص میں میرا مال تیرا مال کرنا

۵۰۳۶/ ۱۵ وَعَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْرَءُ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ قَالَ يَقُوْلُ ابْنُ اٰدَمَ مَالِيْ مَالِيْ قَالَ وَهَلْ لَكَ يَاابْنَ آدَمَ اِلَّامَا اَكَلْتَ فَاَفْنَيْتَ اَوْلَبِسْتَ فَاَبْلَيْتَ اَوْ تَصَدَّقْتَ فَاَمْضَيْتَ۔ (رواه مسلم)

مسلم فی صحیحه ۴/۲۲۷۳ حدیث رقم (۳-۲۹۵۸) واحمد فی المسند ۴/۲۴۔

ترجمہ: حضرت مطرف رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ الھکم التکاثر کی تلاوت فرمارہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کہتا ہے میرا مال میرا مال۔حالانکہ اے انسان تیرا مال نہیں مگر وہ جو تو کھا کر ختم کردے یا پہن کر پرانا کردے یا صدقہ کر کے آگے بھیج دے۔(مسلم)

تشریح ۞ مُطَرِّف :یہ جلیل القدر تابعین میں سے ہیں ثقہ اور اہل بصرہ کے فضیلت وتقوی والے لوگوں میں سے ہیں

ان کے والد محترم کا نام عبداللہ بن شخیر ہے۔اس ارشاد میں آپ نے تین قسم کے مالوں کو اپنا مال قرار دیا: ① جو کھا کر ختم کر دیا' ② پہن کر پرانا کر دیا' ③ صدقہ کر کے آگے بھیج دیا۔

امیری دِل کا غناء ہے

۵۰۳۷/۱۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْغِنٰى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلٰكِنَّ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۷۱/۲۱/حدیث رقم ۶٤٤٦ و مسلم فی صحیحه ۷۲٦/۲ حدیث رقم (۱۲۰-۱۰۵۱) والترمذی فی السنن ٥٠٦/٤ حدیث رقم ۳۳۷۳وابن ماجه ۱۳۸٦/۲ حدیث رقم ٤١٣٧، واحمد فی المسند ۲٦۱/۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، امیری کثرت اموال واسباب کا نام نہیں، بلکہ امیری تو دِل کے غناء کا نام ہے۔(بخاری، مسلم)

تشریح ۞ لٰكِنَّ الْغِنٰى غِنَى النَّفْس :(۱) یعنی قناعت و بے پرواہی اور عالی ہمتی، سوال سے گریز اور حرص سے پرہیز کے ساتھ زندگی گزارے جس آدمی کا دِل مال کو جمع کرنے سے لٹکا ہوا ہے اور مال کی حرص رکھتا ہے اور ہر وقت اضافے کا طالب ہے وہ محتاج وفقیر ہے خواہ اس کے پاس کتنا مال ہو اور جو آدمی قوت و کفاف پر راضی اور حرص اور طلب میں مال میں کثرت سے بچا ہوا ہے وہ غنی ہے وہ اگرچہ اس کے پاس مال نہ ہو۔

کسی فارسی شاعر نے کیا خوب بات کہی:

؎ توانگری بدل است نہ بمال وبزرگی بعقل است نہ بسال

(۲) بعض نے کہا غناءِ نفس سے مراد کمالاتِ علمیہ اور عملیہ کا حاصل کرنا ہے کیونکہ ان کے بغیر نفس نہ محفوظ رہتا ہے اور نہ ہی تونگر ہوتا ہے مطلب یہ ہوا کہ بخت اور دولت و تونگری کمال سے حاصل ہوتی ہے مال سے نہیں جیسا کسی فارسی شاعر نے کہا ہے۔

؎ توانگری نہ بمال است نزد اہلِ کمال ☆ کہ مال تالب گور است بعد ازاں اعمال

اور عربی شاعر نے کہا ہے۔

رضینا قسمة الجبار فینا ☆ لنا العلم وللجهال مال
فان المال یفنی عن قریب ☆ فان العلم باق لا یزال

علم وراثت انبیاء ہے جب کہ مال وراثت فرعون وقارون ہے۔

الفصل الثانی:

پانچ قیمتی ہیرے

۵۰۳۸/ ۱۷ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّاْخُذُ عَنِّيْ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ فَيَعْمَلُ بِهِنَّ اَوْ يُعَلِّمُ مَنْ يَّعْمَلُ بِهِنَّ قُلْتُ اَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَ بِيَدِيْ فَعَدَّ خَمْسًا فَقَالَ اتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ لَكَ تَكُنْ اَغْنَى النَّاسِ وَاَحْسِنْ اِلٰى جَارِكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا وَاَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُسْلِمًا وَلَا تُكْثِرِ الضَّحْكَ فَاِنَّ كَثْرَةَ الضَّحْكِ تُمِيْتُ الْقَلْبَ ۔ (رواہ احمد والترمذی وقال هذا حديث غريب)

اخرجه الترمذی ٤/٤٧٨ حديث رقم ٢٣٠٥ و ابن ماجه فی السنن ٢/١٤١٠ حديث رقم ٤٢١٧، واحمد فی المسند ٢/٣١٠۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے کون ہے جوان باتوں کو مجھ سے سیکھ کران پر عمل پیرا ہوگا یا اس آدمی کو سکھائے جوان پر عمل پیرا ہو۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عمل کرونگا اور دوسروں کو سکھاؤں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر پھر پانچ چیزوں کو شمار کیا: ① حرام سے بچو تو تم لوگوں میں بڑے عبادت گزار ہو جاؤ گے۔ ② اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسمت میں جولکھ دیا اس پر راضی ہو جاؤ تو تمام لوگوں سے زیادہ مالدار ہو جاؤ گے۔ ③ اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرو تو مؤمن کامل ہو جاؤ گے۔ ④ دوسروں کیلئے وہی چیز پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو تو مسلمان ہو جاؤ گے۔ ⑤ زیادہ مت ہنسو کیونکہ ہنسنا دِل کو مردہ کردیتا ہے۔

تشریح ۞ **یَعْمَلُ بِهِن**: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم ذاتی اعتبار سے افضل اور اعلیٰ ہے اور اگر اس پر عمل بھی ہو تو فهو المراد ورنہ تعلیم کی وجہ سے دوسروں کی رہنمائی کرے تو اس کو بھی ثواب ملتا ہے (۲) یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر عامل عالم امر بالمعروف کرسکتا ہے (۳) محارم تمام منہیات پر مشتمل ہے اسی طرح ترک مامورات بھی اس میں شامل ہیں سب سے بڑی عبادت یہ ہے کہ آدمی اپنے فرائض سے عہدہ برآ ہو عوام نوافل میں کثرت کر کے اصول کو ضائع کرتے ہیں بعض اوقات ایک آدمی پر قضا نمازیں لازم ہوتی ہیں اور وہ علم طلب کرتا اور طواف اور نفلی عبادات میں اوقات کو گزارتا ہے اسی طرح ایک آدمی مساجد بناتا اور فقراء کو کھلاتا اور مدرسے بناتا ہے اور دوسری طرف اس پر زکوۃ اور لوگوں کے حقوق واجب ہوتے ہیں۔

وَارْضَ بِمَا قَسَمَ: سید ابوالحسن شاذلی سے کسی نے پوچھا کیمیا سے بنتا ہے انہوں نے فرمایا وہ دو کلمے ہیں (۱) مخلوق کو اپنی نظر سے گرا دے (۲) اللہ نے جو تیری قسمت میں لکھ دیا اس کے علاوہ کی طمع اللہ سے چھوڑ دے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کا قول:

شیخ فرماتے ہیں کہ طلب ترک کرنے سے تیری قسمت فوت نہ ہوگی اور جو تیری قسمت میں نہیں اس کی طلب میں حرص

کرنے سے وہ تمہیں پہنچ نہیں سکتی خواہ اس کے لئے کتنی کوشش ومشقت اٹھائے پس صبر کرو اور حلال کو لازم پکڑو اور اس چیز پر راضی ہو جاؤ تا کہ تجھ سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اور جو چیز تو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی دوسرے کیلئے پسند کر یہاں تک کہ اپنے لئے جب تو ایمان کو پسند کرتا ہے تو کافر کے لئے ایمان اور فاجر کے لئے توبہ کو پسند کر اور بہت نہ ہنس کیونکہ تیری خوش دلی اور زندگی ذکر رب کے ساتھ ہے

تو اپنے آپ کو عبادت کیلئے فارغ کر' تیرا سینہ غناء سے بھر دوں گا

۵۰۳۹/ ۱۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ ابْنَ آدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِي اَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًى وَاَسُدُّ فَقْرَكَ وَاِنْ لَا تَفْعَلْ مَلَأْتُ يَدَكَ شُغْلًا وَلَمْ اَسُدَّ فَقْرَكَ۔ (رواہ احمد و ابن ماجة)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤/ ٥٥٤ حدیث رقم٢٤٦٦ حدیث رقم ٢/ ٣٥٦وابن ماجه ٢/ ١٣٧٦ حدیث رقم٤١٠٧ ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے انسان! تو اپنے آپ کو میری عبادت کے لئے فارغ کر میں تیرا سینہ غناء سے مالا مال کر دونگا یعنی تیری غربت دور کر دونگا'' اور اگر تو یہ نہ کرے گا تو تیرا ہاتھ مصروفیات سے بھر دوں گا مگر تیرے فقر کو ختم نہ کرونگا۔ (مسند احمد، ابن ماجہ)

تشریح ۞ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِي اَمْلَأْ صَدْرَكَ: دنیا اور اس کے مشاغل اور مہمات میں گرفتار رہنے سے فقر نہیں جاتا بلکہ پریشانی اور سرگردانی اسی طرح رہتی ہے اور عبادت کے لئے اپنے آپ کو فارغ کرنے میں آسائش بھی ہے اور غناء بھی ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مال کو طلب کرنے میں کثرت تردد کی وجہ سے تو اپنے نفس کو رنج میں ڈالے گا اور مال وہی ملے گا جو ازل سے تیرے مقدر میں لکھ دیا گیا اور ترک عبادت کی وجہ سے غناء قلب سے محروم رہے گا۔

عبادت تقویٰ کے برابر نہیں

۵۰۴۰/ ۱۹ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ ذُكِرَ رَجُلٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعِبَادَةٍ وَاجْتِهَادٍ وَذُكِرَ اٰخَرُ بِرِعَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَعْدِلُ بِالرِّعَةِ يَعْنِي الْوَرَعَ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤/ ٥٧٧ حدیث رقم ٢٥١٩ ۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص کی عبادت اور محنت کا تذکرہ ہوا اور دوسرے کے تقویٰ کا تذکرہ ہوا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عبادت تقویٰ کے برابر نہیں ہو سکتی (ترمذی)

تشریح ۞ بِالرِّعَةِ یہ کسی راوی کی تفسیر ہے کہ رعۃ کا معنی ورع ہے اور ورع تقویٰ کو کہا جاتا ہے اور اس میں کبھی تو حرام سے بچنا اور کبھی عبادات واجبہ کو بجالانا اس کا مقتضا ہوتا ہے۔

پانچ اشیاء کو غنیمت سمجھو

۲۰/۵۰۴۱ وَعَنْ عَمْرِو ابْنِ مَیْمُوْنِ الْاَوْدِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ وَھُوَ یَعِظُہٗ اغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَكَ قَبْلَ ھَرَمِكَ وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَحَیٰوتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ۔ (رواہ الترمذی مرسلا)

اخرجہ البغوی فی شرح السنۃ ۱۴/۲۲۴ حدیث رقم ۴۰۲۱۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن میمون اودی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ اشیاء کو پانچ اشیاء سے پہلے غنیمت جانو۔ ① : جوانی کو بڑھاپے سے پہلے' ② :تندرستی کو بیماری سے پہلے' ③ غناء و مالداری کو فقر سے پہلے' ④ :فرصت کو مصروفیت سے پہلے' ⑤ :زندگی کو موت سے پہلے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ اغْتَنِمْ خَمْسًا: غنیمت اس مال کو کہا جاتا ہے جو کافروں سے لڑنے کے بعد حاصل ہو یہاں مقصد بغیر محنت کے مل جانا ہے۔ اغتنم یہ اغتنام سے ہے یعنی اپنی تونگری اور مالداری کو عبادات مالیہ اور خیرات اور ثواب اخرویہ کیلئے خرچ کرو اس سے پہلے کہ وہ مال تم سے اسی زندگی میں مفقود ہو یا مرنے کے بعد موت سے مفقود ہو۔

سات چیزوں کے منتظر مت بنو

۲۱/۵۰۴۲ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَایَنْتَظِرُ اَحَدُکُمْ اِلَّا غِنًی مُّطْغِیًا اَوْ فَقْرًا مُّنْسِیًا اَوْمَرَضًا مُّفْسِدًا اَوْھَرَمًا مُّفْنِدًا اَوْمَوْتًا مُّجْھِزًا اَوِالدَّجَّالَ فَالدَّجَّالُ شَرٌّ غَائِبٌ یُّنْتَظَرُ اَوِ السَّاعَۃَ اَدْھٰی وَاَمَرُّ۔ (رواہ الترمذی والنسائی)

اخرجہ الترمذی فی السنن ۴/۴۷۸ حدیث رقم ۲۳۰۶۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے ہر ایک گویا ان باتوں کا منتظر ہے۔ ① سرکشی میں مبتلا کرنے والے غناء کا۔ ② بھلا دینے والے فقر کا۔ ③ بگاڑ دینے والی بیماری کا۔ ④ یا سٹھیانے والے بڑھاپے کا۔ ⑤ یا اچانک موت کا۔ ⑥ یا دجال کا۔ دجال بڑی مصیبت ہے جس کا انتظار ہے یا قیامت کا جو بہت خوفناک اور کڑوی ہے۔ (ترمذی، نسائی)

تشریح ۞ قَالَ مَایَنْتَظِرُ اَحَدُکُمْ: حدیث کے معنی کا حاصل یہ ہے کہ جو آدمی فرصت اور فراغت کو غنیمت نہیں جانتا گویا وہ اپنے اوپر ان آفات و مکروہات کا منتظر ہے یعنی حالت فقر میں آسائش اور سلامتی حال کو غنیمت نہیں جانتا اور فقر پر صبر نہیں کرتا تونگری کا خواہاں ہے کہ جو اسے سرکشی میں مبتلا کردے اور سیدھے راستے سے ہٹا دے (۲) اسی طرح حالت غناء میں وہ شکر نہیں کرتا اور اللہ کے انعام کو نہیں پہچانتا اور اللہ کی عبادت نہیں کرتا گویا وہ ایسے فقر کو چاہتا ہے جو گویا تمام عبادتوں اور بھلائیوں کو بھلا دے۔

مَایَنْتَظِرُ اَحَدُکُم :یہ درحقیقت توبیخ کے طور پر جملہ لایا گیا ہے جو مکلفین کی دین میں کوتاہی پر زجر ہے یعنی تم اپنے رب کی کب عبادت کرو گے اگر تم نے قلت شواغل اور قوت بدن کے باوجود عبادت نہ کی تو کثرت شواغل اور ضعف قوی کے وقت کیا کرو گے شاید کہ تم ان چیزوں کے منتظر ہو۔

دُنیا ملعون ہے

۲۲/۵۰۴۳وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ مَلْعُوْنٌ مَّافِيْهَا اِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ وَمَا وَالَاهُ وَعَالِمٌ اَوْ مُتَعَلِّمٌ۔ (رواه الترمذی وابن ماجة)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤/٤٨٥ حديث رقم ٢٣٢٢ و ابن ماجه فی السنن ٢/١٣٧٧ حديث رقم ٤١١٢۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! دنیا معلون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ بھی ملعون ہے سوائے ذکر اللہ کے اور اس چیز کے جو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دے اور سوائے عالم اور طالب علم کے (ترمذی، ابن ماجہ)

تشریح ۞ **اِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ وَمَا وَالَاهُ**: یعنی وہ اطاعت کو پسند کرتا ہے جو اس کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کر دیں ۞ وہ چیز جو ذکر کے مشابہ ہے مثلاً ذکر انبیاء و اولیاء و صالحین اور اعمال صالحہ ۞ جو چیز ذکر کے تابع اور اس کے لوازم و مقتضیات سے ہے جیسا اتباع اوامر و نواھی۔

صورت اول: میں یہ ولی سے لیا گیا ہے جس کا معنی محبت ہے۔

صورت ثانی: میں ولی بمعنی قرب سے ماخوذ ہے۔

صورت ثالث: میں موالات بمعنی تبعیت ہے اور یہ اس صورت میں ہے کہ جب ذکر اسم الٰہی ہو جیسا کہ متعارف ہے اور اگر ذکر سے ہر عمل خیر مراد لے لیا جائے جو تقرب و تعبد کی نیت سے کیا جائے تو تمام اطاعات و عبادات اس میں داخل ہوں گی۔ اور ماوالاہ سے اسباب و آلات مراد ہوں گے جو اس کا باعث اور اس میں معاون ہیں مثلاً کفاف معیشت اور ضروریات دیگر۔ متعلم و عالم کا تذکرہ تعمیم کے بعد تخصیص کی قسم سے ہے۔

دُنیا کی قیمت اللہ کے ہاں مچھر کے پَر کے برابر نہیں

۲۳/۵۰۴۴وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْكَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ مَاسَقٰى كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةً۔ (رواه احمد والترمذی وابن ماجة)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤/٤٨٥ حديث رقم ٢٣٢٠ و ابن ماجه فی السنن ٢/١٣٧٧ حديث رقم ٤١١٠۔

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں اس دنیا کی قدر و قیمت ایک مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو کافر کو دنیا میں ایک گھونٹ پانی نصیب نہ ہوتا۔ (مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

تشریح ❁ لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا: اگر دنیا کی کچھ بھی قدر ہوتی اور اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ پسندیدہ ہوتی تو کافر کو ادنی چیز بھی میسر نہ ہوتی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں اور دشمن کو قدر و قیمت والی چیز نہیں دی جاتی چونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں حقیر ہے اس لئے کفار کو اس میں سے دے رہے ہیں اور دوستوں کو نہیں دیتا یا کم دیتا ہے جیسا اس حدیث میں اشارہ ہے: ما زويت الدنيا عن احد الا كانت خيرة له۔ ﴿۲﴾ اور یہ دنیا کی دناءت ہی تو ہے جس کی بناء پر کفار و فجار کو بہت دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ...... اگر لوگوں کے کفر پر ایک جماعت بن جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو کفار کے گدوں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ اور فرمایا: وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى۔

دُنیا میں زیادہ رغبت نہ کرو

۲۴/۵۰۴۵ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَتَّخِذُوا الضَّيْعَةَ فَتَرْغَبُوْا فِي الدُّنْيَا۔

(رواه الترمذی والبیهقی فی شعب الایمان)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤/٤٨٨ حدیث رقم ٢٣٢٨ واحمد فی المسند ١/٣٧٧ والبیهقی فی شعب الایمان ٧/٣٠٤ حدیث رقم ١٠٣٩١۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ صنعت و تجارت میں مشغول نہ ہو جاؤ ورنہ تم دنیا میں رغبت کرنے والے ہو جاؤ گے۔ (ترمذی، بیہقی)

تشریح ❁ الضَّيْعَةَ: اس سے صنعت و تجارت، باغ و زراعت، گاؤں سب مراد ہیں، مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں امور آخرت اور عبادت باری تعالیٰ میں مانع ہوں ان میں مشغولیت مت اختیار کرو۔ ان چیزوں کو اختیار کرنے سے مزید کی حرص پیدا ہوتی ہے ممکن ہے کہ ان اسباب میں مبتلا ہونا حضور مسبب سے مانع بن جائے اور ادائے حقوق سے روک ہو جائے اور اگر ایسا نہ ہو تو ممنوع نہیں ان دونوں معنوں کو یہ آیت شامل ہے: رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ...... وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کو کوئی تجارت و بیع اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی مطلب یہ ہے کہ وہ بیع و تجارت نہیں کرتے جو مانع بنے ﴿۲﴾ ان چیزوں کا ہونا نا کو ذکر سے باز نہیں رکھتا اس دوسرے معنی کیلئے اللہ تعالیٰ کے اس قول سے بہت زیادہ مناسبت ہے ۔ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ......۔

دُنیا کو محبوب بنانے میں آخرت میں نقصان ہے

۲۵/۵۰۴۶ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ دُنْيَاهُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِهٖ وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَهٗ اَضَرَّ بِدُنْيَاهُ فَاٰثِرُوْا مَا يَبْقٰى عَلٰى مَا يَفْنٰى۔ (رواه احمد والبیهقی فی شعب الایمان)

اخرجه احمد فی المسند ٤/٤١٢ والبیهقی فی شعب الایمان ٧/٢٨٨ حدیث رقم ١٠٣٣٧۔

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو دنیا کو محبوب بنا لیتا ہے اس کی آخرت

میں نقصان ہو گیا اور جو آخرت کو محبوب بنالیتا ہے اس کی دنیا میں نقصان ہو گیا۔ پس تم باقی رہنے والی کو فانی پر ترجیح دو۔

(مسند احمد، بیہقی شعب الایمان)

تشریح ۞ مَنْ اَحَبَّ دُنْیَاهُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِهٖ وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَهٗ: آخرت کی علامت اختیار کرنا اور دنیا سے اعراض کی علامت یہ ہے کہ موت کیلئے اس کی تیاری کرے اور موت کے آنے سے پہلے اس کیلئے تیار رہے۔

دُنیا کا غلام ملعون ہے

۵۰۴۷/۲۶ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لُعِنَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَلُعِنَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ۔

(رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤/ ٥٠٧ حدیث رقم ٢٣٧٥۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا کا غلام لعنتی ہے اور روپے پیسے کا غلام لعنتی ہے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ لُعِنَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ یعنی جوان کی محبت میں گرفتار ہے اور ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے دور پڑا ہے وہ گویا انکا بندہ ہے اور لعن کا معنی ہانکنا اور نیکی ورحمت سے دور کرنا۔

حریص آدمی دین کی بربادی بھیڑیئے سے زیادہ کرتا ہے

۵۰۴۸/۲۷ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاذِئْبَانِ جَائِعَانِ اُرْسِلَا فِیْ غَنَمٍ بِاَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِيْنِهٖ۔ (رواه الترمذی والدارمی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤/ ٥٠٨ حدیث رقم ٢٣٧٦، واحمد فی المسند ٣/ ٤٦٠۔

ترجمہ: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی سے بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو بھوکے بھیڑیئے اگر بکریوں میں چھوڑ دیئے جائیں وہ ان میں اتنی بربادی نہیں کرتے جتنی حرص والا انسان اپنے دین میں مال وعزت کی خاطر بربادی کرتا ہے۔ (ترمذی، دارمی)

تشریح ۞ وَالشَّرَفِ لِدِيْنِهٖ: یہ افسد سے متعلق ہے اس کا معنی یہ ہے کہ آدمی کا مال وجاہ پر حرص کرنا دین میں بڑی خرابی کا باعث بنتا ہے۔ یہ حرص کے بالمقابل ضعف میں بکری کی طرح ہے جیسا کہ دو بھیڑیئے ریوڑ کو اسقدر خراب نہیں کرتے جس قدر حرص دین کو خراب کرتی ہے۔

ایک فرق:

نمبر احادیث کی سند میں عن ابیہ ہے مشکوۃ میں اسی طرح ہے مگر یہ غلط ہے درست یہ ہے کہ "عن ابیہ" کے الفاظ نہ ہوں کعب

کے والد کا نام مالک ہے وہ مسلمان نہیں ہوا ۲ ترمذی میں اس طرح ہے عن ابن کعب بن مالک عن ابیہ اور مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں اس طرح ہے پس یہ حدیث کعب بن مالک سے ہوگی اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں یہ غزوہ تبوک کے ان تین افراد میں سے ہیں جو غزوہ میں پیچھے رہ گئے تھے۔

مسلمان کے ہر خرچ پر ثواب

۵۰۴۹/۲۸ وَعَنْ خَبَّابٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَنْفَقَ مُؤْمِنٌ مِنْ نَفَقَةٍ اِلاَّ اُجِرَ فِيْهَا اِلاَّ نَفَقَتَهٗ فِيْ هٰذَا التُّرَابِ۔ (رواه الترمذی و ابن ماجة)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤/٥٨٢ حديث رقم ٢٤٨٣ وابن ماجه فی السنن ٢/١٣٩٣ واحمد فی المسند ٥/١١٠۔

ترجمہ: حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو اس کے ہر خرچ پر ثواب ملتا ہے سوائے اس خرچ کے جو وہ اس مٹی میں کرتا ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

تشریح ۞ اِلاَّ نَفَقَتَهٗ فِيْ هٰذَا التُّرَابِ: گھر کے بنانے میں کوئی اجر وثواب نہیں ہے۔ یہ اس موقع کے متعلق ہے جب ضرورت نہ ہو ورنہ مکان بنانا خیر کے کاموں سے ہے اور بقدر حاجت ضروریات زندگی سے ہے۔ اسی طرح اچھے مقامات مساجد مدارس وغیرہ بنانا مستحسن و مستحب امر ہے۔

زائد عمارات میں بھلائی نہیں

۵۰۵۰/۲۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّفَقَةُ كُلُّهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلاَّ الْبِنَاءَ فَلاَ خَيْرَ فِيْهِ۔ (رواه الترمذی وقال هذا حديث غريب)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤/٥٦١ حديث رقم ٢٤٨٢۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام خرچ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہیں سوائے ان اخراجات کے جو عمارات کی تعمیر میں ہوں ان میں کوئی بھلائی نہیں۔ ترمذی نے اس کو غریب کہا۔

تشریح ۞ اسلئے کہ اس میں اسراف ہے اور اللہ تعالیٰ اسراف کو پسند نہیں کرتا اور جو تقرب کی نیت سے اسکے علاوہ خرچ کرتا ہے اس میں اسراف نہیں ہے کیونکہ وہ عطاء و بخشش کی قسم ہے اور یہ دونوں چیزیں برابر نہیں خواہ وہ مستحق ہوں یا مستحق نہ ہوں۔

ہر عمارت بنانے والے کیلئے وبال

۵۰۵۱/۳۰ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا وَنَحْنُ مَعَهٗ فَرَاٰى قُبَّةً مُشْرِفَةً فَقَالَ مَا هٰذِهٖ قَالَ اَصْحَابُهٗ هٰذِهٖ لِفُلاَنٍ رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ فَسَكَتَ وَحَمَلَهَا فِيْ نَفْسِهٖ حَتّٰى لَمَّا جَآءَ صَاحِبُهَا

فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فِي النَّاسِ فَاَعْرَضَ عَنْهُ صَنَعَ ذٰلِكَ مِرَارًا حَتّٰى عَرَفَ الرَّجُلُ الْغَضَبَ فِيْهِ وَالْاِعْرَاضَ عَنْهُ فَشَكٰى ذٰلِكَ اِلٰى اَصْحَابِهٖ وَقَالَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُنْكِرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا خَرَجَ فَرَاٰى قُبَّتَكَ فَرَجَعَ الرَّجُلُ اِلٰى قُبَّتِهٖ فَهَدَمَهَا حَتّٰى سَوَّاهَا بِالْاَرْضِ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَلَمْ يَرَهَا قَالَ مَا فَعَلَتِ الْقُبَّةُ قَالُوْا شَكٰى اِلَيْنَا صَاحِبُهَا اِعْرَاضَكَ فَاَخْبَرْنَاهُ فَهَدَمَهَا فَقَالَ اَمَا اِنَّ كُلَّ بِنَاءٍ وَبَالٌ عَلٰى صَاحِبِهٖ اِلَّا مَالَا اِلَّا مَا لَا يَعْنِيْ اِلَّا مَا لَا بُدَّ مِنْهُ۔ (رواہ ابو داؤد)

اخرجه ابو داوٗد في السنن ۵/۴۰۳ حديث رقم ۵۲۳۷ واحمد في المسند ۳/۲۲۰۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر تشریف لے گئے جب ہم آپ کی معیت میں تھے آپ نے ایک بلند گول عمارت دیکھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا یہ کس کا مکان ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یہ فلاں انصاری کا مکان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر خاموشی اختیار فرمائی مگر یہ بات دِل میں رکھ لی یہاں تک کہ مالک مکان آیا تو اس نے لوگوں کے درمیان ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے رخ مبارک پھیر لیا اس نے کئی مرتبہ سلام کیا مگر جواب نہ ملا یہاں تک کہ ان نے آپ کی ناراضگی کو محسوس کیا تو اس نے صحابہ کرام سے دریافت کیا کہ واقعہ کیا ہے؟ کہ آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض محسوس کر رہا ہوں۔ صحابہ کرام نے بتلایا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے تو تمہارا بلند مکان دیکھا اور فرمایا یہ کس کا ہے وہ صحابی واپس لوٹے اور اس نے اپنا مکان گرا کر زمین بوس کر دیا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوبارہ ایک دن ادھر سے گزر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ قبہ نہ دیکھ پایا تو ارشاد فرمایا کہ بلند مکان کا کیا بنا صحابہ نے عرض کیا کہ حضرت اس مکان کے مالک نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کے بارے میں دریافت کیا تو ہم نے اسے مطلع کیا اس نے اسے گرا دیا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر عمارت اس کے مالک کیلئے وبال کا باعث بنے گی سوائے اس کے کہ جس کے بغیر چارہ کار نہ ہو (جو ضروری ہو) (ابوداؤد)

تشریح ۞ اِنَّ كُلَّ بِنَاءٍ وَبَالٌ: ہر عمارت بنانے والے کیلئے وبال یعنی آخرت کے عذاب کا باعث ہے وبال اصل میں بلاوجہ اور ناپسند کو کہا جاتا ہے۔ یہاں عمارت سے وہ مراد ہے جو تفاخر اور سکون کیلئے بنائی ہو اور اس کی حاجت نہ ہو وہ عمارات جو بھلائی کے لئے بنائی جائیں وہ اس میں شامل نہیں مثلاً ① مساجد و مدارس، خانقاہیں، مسافر خانے وغیرہ۔ یہ تو آخرت کی پونجی سے ہیں اسی طرح جو چیز آدمی کے لئے ضروری ہو مثلاً قوت، لباس، رہائشگاہ وغیرہ۔ ② بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ ہر تعمیر بنانے والے پر قیامت کے دن وبال ہو گی سوائے مسجد کے۔ ③ طبرانی نے حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے تمام عمارتیں مالکوں کے لئے وبال ہیں سوائے اس عمارت کے جو ایسی ہو اور انہوں نے اپنی ہتھیلی سے اشارہ کیا یعنی بقدر ضرورت تھوڑی سی ہو اور تمام علوم قیامت کے دن اس کیلئے وبال ہیں سوائے اس علم کے جس پر عمل کیا جائے۔

سامانِ کفایت

۳۱/۵۰۵۲ وَعَنْ اَبِيْ هَاشِمِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ عَهِدَ اِلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا يَكْفِيْكَ

مِنْ جَمِيْعِ الْمَالِ خَادِمٌ وَمَرْكَبٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (رواه احمد والترمذی والنسائی وابن ماجة وفی بعض نسخ المصابیح عن ابی هاشم بن عتبد بالدال بدل التاء وهو تصحيف)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤/٤٨٨ حدیث رقم ٢٣٢٧وابن ماجه فی السنن ٢/١٤٣٢ حدیث رقم ٤١٠٣ واحمد فی المسند ٥/٢٩٠۔

ترجمہ: حضرت ابوہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد لیا کہ تیرے لئے تمام مال میں سے ایک خادم اور اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے ایک سواری کافی ہے۔(احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ) بعض نسخوں میں عتبہ کی تاء کے بجائے د ہے جو درست نہیں۔

تشریح ❀ ابوہاشم بن عتبہؓ فتح مکہ کے دن اسلام لائے حضرت امیر معاویہ کے ماموں ہیں نہایت عقل مند باوقار آدمی تھے۔حضرت ابوہریرہؓ اور دیگر کسی صحابہؓ سے روایت کی ہے ان کا اصل نام ہشیم یا شیبہ بتلایا گیا ہے خلافت عثمانی میں وفات پائی۔

بندے کی تین ضرورتیں

۳۲/۵۰۵۳ وَعَنْ عُثْمَانَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ لِابْنِ اٰدَمَ حَقٌّ فِيْ سِوٰى هٰذِهِ الْخِصَالِ بَيْتٌ يَسْكُنُهٗ وَثَوْبٌ يُوَارِيْ بِهٖ عَوْرَتَهٗ وَجِلْفُ الْخُبْزِ وَالْمَآءِ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤/٤٩٤ حدیث رقم ٢٣٤١ واحمد فی المسند ١/٦٢۔

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن آدم کے لئے ان چیزوں کے سوا کسی چیز میں حق نہیں (۱) گھر جس میں رہتا ہو (۲) وہ کپڑا جس سے ستر ڈھانکتا ہو (۳) اور وہ روٹی کا ٹکڑا اور پانی جسے استعمال کرے۔(ترمذی)

تشریح ❀ لَيْسَ لِابْنِ اٰدَمَ حَقٌّ: حق سے مراد وہ چیز ہے جو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لازم ہو اس سے قطع نظر کہ اس سے آخرت میں کچھ نقصان ہو جب اس پر اکتفاء کرے گا اور حلال کا اس میں خیال رکھے گا تو اس کے متعلق سوال نہ کیا جائے گا کیونکہ یہ ان حقوق سے ہے جن کے بغیر نفس کو چھوٹنے کی کوئی سبیل نہیں اور جو کچھ ان کے علاوہ ہے لذات نفس سے متعلق ہے اس کے علم میں سوال ہوگا اور حساب لیا جائے گا۔

جلف: سالن کے بغیر موٹی روٹی۔اس کی جمع جلفة آتی ہے۔روٹی کا وہ خشک ٹکڑا جس سے بھوک کا ازالہ نہ ہو۔

ایسا عمل جس کے کرنے سے اللہ محبت کرے

۳۳/۵۰۵۴ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ دُلَّنِيْ عَلٰى عَمَلٍ اِذَا اَنَا عَمِلْتُهٗ اَحَبَّنِيَ اللّٰهُ وَاَحَبَّنِيَ النَّاسُ قَالَ اَزْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبُّكَ اللّٰهُ وَازْهَدْ فِيْمَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبُّكَ النَّاسُ۔

(رواه الترمذی وابن ماجة)

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۲/ ۱۳۷۳ حدیث رقم ۴۱۰۲۔

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہو کر کہنے لگا یا رسول اللہ مجھے ایسا عمل بتائیں جسے کرنے سے اللہ مجھ سے محبت کرنے لگے اور لوگ بھی مجھ سے محبت کرنے لگیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا دنیا سے زہد اختیار کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریگا اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے زہد اختیار کرو تو لوگ تجھ سے محبت کریں گے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

تشریح ۞ وَازْهَدْ فِيْمَا عِنْدَ النَّاس: زہد کسی چیز سے بے رغبتی اختیار کرنا۔ حقیقی زہد یہ ہے کہ اصل چیز سے تلذذ کی قدرت کے باوجود ترک کیا جائے بعض نے کہا زہد یہ کہ جس کے پاس مال وجاہ ہی نہ ہو اس کا زہد شمار نہ ہوگا۔ کسی نے ابن مبارک کو کہا یا زاہد! تو انہوں نے فرمایا زاہد تو عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تھے کہ دنیا کے قدموں میں چلے آنے کے باوجود اس سے زہد اختیار کرنے والے تھے ہم کس چیز میں زہد اختیار کریں گے انتہیٰ حاصل یہ ہے کہ کھانے پینے، پہننے ہر چیز میں فضولیات کو ترک کر کے زہد اختیار کرے۔

میری اور دُنیا کی مثال

۵۰۵۵/۳۴ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَامَ عَلٰى حَصِيْرٍ فَقَامَ وَقَدْ اَثَّرَ فِيْ جَسَدِهٖ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نَبْسُطَ لَكَ وَنَعْمَلَ فَقَالَ مَالِيْ وَلِلدُّنْيَا وَمَا اَنَا وَالدُّنْيَا اِلَّا كَرَاكِبٍ اِسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا۔ (رواه احمد والترمذی وابن ماجة)

اخرجه الترمذی فی السنن ۴/ ۵۰۸ حدیث رقم ۲۳۷۷ وابن ماجه ۲/ ۱۳۷۶ حدیث رقم ۴۱۰۹ واحمد فی المسند ۱/ ۳۹۱۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جناب رسول اللہ ﷺ چٹائی پر سوئے جب آپ ﷺ نیند سے بیدار ہوئے تو جسم پر چٹائی کے نشان تھے ابن مسعود کہنے لگے یا رسول اللہ اگر آپ ﷺ ہمیں حکم فرماتے تو ہم آپ ﷺ کے لئے بستر بچھا دیتے اور بہتر انتظام کر دیتے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے دنیا سے کیا غرض میری اور اس کی مثال ایک سوار جیسی ہے جو کسی درخت کے سائے کے نیچے کچھ دیر ستائے پھر اسے چھوڑ کر چلا جائے۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

تشریح ۞ مَالِيْ وَلِلدُّنْيَا: ① یہ ما نافیہ ہے مجھے دنیا سے الفت و واسطہ نہیں اور نہ اسے مجھ سے الفت و محبت ہے کہ اس کی طرف رغبت کرتے ہوئے عمدہ بچھونے بچھاؤں اور دنیا کے اسباب کو جمع کروں۔ ② ما استفہامیہ ہے کونسی الفت و محبت ہے مجھے دنیا سے یا کونسی چیز مجھے حاصل ہوگئی جو دنیا کی طرف مجھے مائل کرے یا کیا میلان اختیار کرنا ہے میرا دنیا کی طرف جب کہ میں طالب آخرت ہوا اور دنیا و آخرت باہمی سوتنیں ہیں۔

كَرَاكِبٍ اِسْتَظَلَّ: ①: سوار کی تخصیص قلت قیام اور جلد روانگی کی وجہ سے ہے کیونکہ جانور کی پیٹھ پر سوار تو معمولی زادِ راہ سے زائد نہیں رکھ سکتا۔ ② اس میں مقصد یعنی آخرت کی دوری کی طرف اشارہ ہے کہ مسافر کو چاہئے کہ وہ کسی اور چیز کی طرف التفات کئے بغیر مسافت کو قطع کرنے کی فکر کرے۔

قابل رشک مؤمن

۳۵/۵۰۵۶ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَغْبَطُ اَوْلِیَائِیْ عِنْدِیْ لَمُؤْمِنٌ خَفِیْفُ الْحَاذِ ذُوْحَظٍّ مِنَ الصَّلٰوۃِ اَحْسَنَ عِبَادَۃَ رَبِّہٖ وَاَطَاعَہٗ فِی السِّرِّ وَکَانَ غَامِضًا فِی النَّاسِ لَایُشَارُ اِلَیْہِ بِالْاَصَابِعِ وَکَانَ رِزْقُہٗ کَفَافًا فَصَبَرَ عَلٰی ذٰلِکَ ثُمَّ نَقَدَ بِیَدِہٖ فَقَالَ عُجِّلَتْ مَنِیَّتُہٗ قَلَّتْ بَوَاکِیْہِ قَلَّ تُرَاثُہٗ۔

اخرجه الترمذی فی السنن ٤٩٦/٤ وابن ماجه ١٣٧٨/٢ حديث رقم ٢٣٤٧ واحمد فی المسند ٢٥٢/٥۔

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے ساتھیوں میں سب سے زیادہ میرے ہاں قابل رشک وہ مؤمن ہے جوکم سامان والا ، نماز کے بڑے حصے والا' اپنے رب کا خوب عبادت گزار اور اللہ تعالیٰ کا خفیہ مطیع ہو جو لوگوں میں اس طرح مخفی رہے اس کی طرف اشارہ بھی نہ کیا جائے اس کا رزق بقدر ضرورت ہو اور اس پر اسے صبر میسر ہو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے چٹکی لگا کر فرمایا یوں جلدی اس کی موت آجائے کہ اس پر رونے والیاں کم ہوں اور اس کی میراث تھوڑی ہو۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

تشریح ❁ **خَفِیْفُ الْحَاذ**: الحاذ۔سواری کی پشت یہاں مراد قلیل المال والعیال ہیں (قاموس) صراح نے خفیف الظہر کہا ہے یعنی مال وعیال سے سبکدوش۔ایسا آدمی جو راہ آخرت کی خوب سیر کرسکتا ہے اس کو علائق رکاوٹ نہیں بنتے۔

ذُوْحَظٍّ مِنَ الصَّلٰوۃِ: نہایت حضور قلب سے نماز ادا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے خوب مناجات کرتا اور اہل مال سے کم تعلقات رکھتا ہے۔حضور میں کامل اور کثرت صلاۃ والا درویش ہی ہوسکتا ہے وہ بھی دنیا سے اسی لئے ترک تعلق کرتے ہیں۔

غَامِضًا فِی النَّاس: اس میں اشارہ ہے کہ وہ لوگوں میں نہیں نکلتا تا کہ شہرت نہ ہو اور الناس سے عام لوگ مراد ہیں البتہ خاص صاحب معرفت لوگوں میں اس کا جانا کچھ حارج نہ ہوگا اس پر روایت کا جملہ ولا یشار الیه دلالت کرتا ہے۔

ثُمَّ نَقَدَ بِیَدِہٖ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگوٹھی کا سر اور میانی انگلی کے بالائی حصہ پر مارا جس سے آواز پیدا ہوئی جیسا دراہم پر درہم کو پرکھا جاتا ہے اور نقد پرندے کا دانہ اٹھانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تعجب انگلیوں کو ہاتھ پر مارا۔

عُجِّلَتْ مَنِیَّتُہٗ: یعنی اس کا حال یہ تھا کہ چند دنوں میں موت آگئی اور چل دیا جیسا کہ فرمایا اس کی موت جلد آگئی اور وہ اس پراشوب جہاں سے منتقل ہوگیا یا ایسا شخص جلد اور آسان جان دیتا ہے کیونکہ اس پر دنیا کے علائق سے کدورت اور آخرت کے شوق کا غلبہ ہوتا ہے۔

بھوک میں گڑگڑاؤں، سیری میں تعریف کروں

۳۶/۵۰۵۷ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَرَضَ عَلَیَّ رَبِّیْ لِیَجْعَلَ لِیْ بَطْحَاءَ مَکَّۃَ ذَھَبًا فَقُلْتُ لَایَارَبِّ وَلٰکِنْ اَشْبَعُ یَوْمًا وَاَجُوْعُ یَوْمًا فَاِذَا جُعْتُ تَضَرَّعْتُ اِلَیْکَ وَذَکَرْتُکَ وَاِذَا

شَبِعْتُ حَمِدْتُكَ وَشَكَرْتُكَ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤/٤٩٦ حدیث رقم ٢٣٤٧ واحمد فی المسند ٥/٢٥٤۔

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو مکہ کی زمین کو میں تمہارے لئے سونا کردوں میں نے عرض کیا اے میرے رب ایسا نہ کیجئے لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن سیر ہو کر کھاؤں اور ایک دن بھوکا رہوں تو آپ کی بارگاہ میں گڑگڑاؤں اور آپ کو یاد کروں اور جب میں سیر ہوں تو آپ کی تعریف کروں اور شکر ادا کروں۔ (احمد، ترمذی)

تشریح ❁ **عَرَضَ عَلَيَّ رَبِّيْ:** پیش کیا پیش کرنے سے ظاہری پیش کرنا ای معنوی پیش کرنا مراد ہے اور یہ ظاہر تر ہے یعنی اختیار دیا کہ چاہو تو دنیا میں وسعت اختیار کرلو اور چاہو تو بلا حساب وعقاب کے آخرت کو توشہ بنالو۔

بَطْحَاءَ مَكَّةَ: پانی کے جاری ہونے کی فراخ جگہ جہاں باریک سنگریزے ہوں اور سونا بنانے سے مراد یہ ہے کہ بطحاء کے ان سنگریزوں کو سونا بنادوں اور یہ زیادہ ظاہر ہے اور دوسری روایت میں بھی وارد ہے کہ مکہ کے پہاڑوں کو سونا کردوں اور مطلب یہ ہے کہ اگر تم پسند کرتے ہو تو مکہ کے سنگریزوں کو سونا بنا سکتا ہوں۔

(۲) بطحاء کے اس نالے کو سونے سے بھر دوں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ میں نے فقر کو پسند کیا کہ ایک روز سیر ہوں اور ایک روز بھوکا رہوں تا کہ صبر وشکر کے درجات کو پاؤں اور اس میں امت کو اس بات پر آگاہ کیا کہ وہ فقر وقناعت کو اختیار کریں اس سے یہ بھی دلیل مل گئی کہ فقر غنا سے بہتر ہے۔

سکون دِل اور صحت عظیم نعمتیں ہیں

۵۰۵۸/۳۷ وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مِحْصَنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصْبَحَ مِنْكُمْ اٰمِنًا فِيْ سِرْبِهٖ مُعَافًى فِيْ جَسَدِهٖ عِنْدَهٗ قُوْتُ يَوْمِهٖ فَكَاَنَّمَا حِيْزَتْ لَهُ الدُّنْيَا بِحَذَافِيْرِهَا۔

(رواه الترمذی و قال هذا حدیث غریب)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤/٤٩٦ حدیث رقم ٢٣٤٦ وابن ماجه فی السنن ٢/١٣٨٧ حدیث رقم ٤١٤١۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن محصن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس حالت میں صبح کرے کہ اس کے دِل میں سکون ہو اور جسم میں صحت ہو اور اس دن کا کھانا اس کو میسر ہو تو گویا ساری کی ساری دنیا اس کے لئے جمع کردی گئی۔ (ترمذی نے اس روایت کو غریب کہا)

تشریح ❁ **مَنْ اَصْبَحَ مِنْكُمْ اٰمِنًا فِيْ سِرْبِهٖ:** سین کے فتح سے اس کا معنی راستہ چہرہ اور سینہ ہے اور کسرہ کی صورت میں اس کا معنی راستہ، حال، دل اور نفس ہے اور اگر راء کا بھی فتحہ پڑھا جائے تو کسی جنگلی جانور کی زمین میں بنائی جانے والی کچھار یہ تمام معانی یہاں مناسب ہیں حاصل کلام یہ ہے کہ جو آدمی صبح فارغ البال اور بلا تشویش اٹھا یعنی صحت و بے فکری کی حالت میں تو اس کو گویا سب کچھ میسر آ گیا۔

بِحَذَافِیْرِھَا : یہ حذفور کی جمع ہے تمام اشیاء کا جمع ہونا۔

بدترین برتن

۵۰۵۹/۳۸ وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِیْکَرِبَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَامَلَأَ اٰدَمِیٌّ وِعَاءً شَرًّامِنْ بَطْنٍ بِحَسْبِ ابْنِ اٰدَمَ اُکُلَاتٌ یُقِمْنَ صُلْبَہٗ فَاِنْ کَانَ لَامُحَالَۃَ فَثُلُثٌ طَعَامٌ وَّثُلُثٌ شَرَابٌ وَّثُلُثٌ لِنَفَسِہٖ۔ (رواہ الترمذی و ابن ماجۃ)

اخرجہ الترمذی فی السنن ۵۰۹/۲ حدیث رقم ۲۳۸۰ وابن ماجہ فی السنن ۱۱۱۱/۲ حدیث رقم ۳۳۴۹ واحمد فی المسند ۱۳۲/۴۔

ترجمہ: حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے بدترین بھرا ہوا برتن آدمی کا پیٹ ہے انسان کے لئے اس میں سے چند لقمے کافی تھے جو اس کی پشت کو سیدھا کر دیتے اگر ہر صورت میں اس نے پیٹ میں ڈالنا ہو تو تیسرا حصہ کھانا تیسرا حصہ پانی اور تیسرا حصہ سانس کے لئے رکھے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

تشریح ❁ **بِحَسْبِ ابْنِ اٰدَمَ اُکُلَاتٌ**: علامہ طیبی لکھتے ہیں کہ حق واجب یہ ہے کہ جس سے آدمی کو تجاوز نہیں کرنا چاہئے کہ اس سے اس کی پیٹھ کھڑی ہو سکے تا کہ اس سے اللہ کی اطاعت پر قوت پائے اور اگر اس سے تجاوز کرنا چاہے تو مذکورہ قسم سے آگے نہ بڑھے آپ نے اس ارشاد میں گھریلو استعمال میں آنے والے دوسرے برتنوں کی طرح تحقیر شان کیلئے اس کو بدترین برتن قرار دیا کیونکہ ہر چیز کیلئے وہی برتن استعمال کئے جاتے ہیں جو اس کے لئے بنے ہوئے ہوتے ہیں اور پیٹ تو صرف خالی ہے قوت اس میں تب آئے گی جب یہ بھرے گا اور اس کے بھرنے میں دین و دنیا کا فساد ہے اسی لئے اس کو بدترین برتن کہا۔

بھوک کے فوائد:

امام غزالی کہتے ہیں کہ بھوک کے دس فائدے ہیں: (۱) دل اور آنکھ کی صفائی ہوتی ہے کیونکہ جب پیٹ بھرتا ہے تو طبیعت کند ہو جاتی ہے اور دل اندھا ہو جاتا ہے اور اس کی وجہ سے دماغ میں بخارات بہت بڑھ جاتے ہیں۔ (۲) دل کی نرمی۔ اس سے ذکر کا اثر دل پر ہوتا ہے (۳) انکسار کا سبب ہے جس سے تکبر، حرص اور فرحت جو کہ سرکشی کا مبدأ ہیں وہ ختم ہو جاتے ہیں بھوک سے نفس کو بہت انکسار ہوتا ہے۔ (۴) بھوک میں آدمی اللہ تعالیٰ اور اس کے عذاب کو اور اصل بلاء کو نہیں بھولتا جب کہ پیٹو سب کچھ بھول جاتا ہے۔ (۵) اس سے شہوات ٹوٹتی اور نفس امارہ پر غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ بھوک سے ہر شہوت ضعیف پڑتی ہے سعادت اسی میں ہے کہ آدمی اپنے نفس پر غالب ہو اور شقاوت یہ ہے کہ نفس اس پر غالب ہو۔ (۶) بھوک سے نیند دفع ہوتی ہے اور آدمی زیادہ بیدار رہتا ہے اور پیٹ بھرا خوب پانی پیتا ہے۔ جس سے خوب نیند آتی ہے اور عمر کا بہت بڑا حصہ ضائع ہوتا ہے تہجد فوت ہوتی ہے طبیعت میں بلادت اور سخت دلی آجاتی ہے عمر بندے کا راس المال ہے اس میں خوب تجارت کرنی چاہئے نیند تو موت ہے جو عمر کو ناقص کرنے والی ہے۔ (۷) عبادت میں ہمیشگی آتی ہے اور کثرت عبادت میسر ہوتی ہے ورنہ تو کھانے کے لئے

خریداری، پکانا، بار بار پانی پینے کی جگہ جانا ان سب میں وقت صرف ہوگا اگر ان اوقات کو مناجات وعبادات میں لگائے تو نہایت نفع ہوگا۔ طنستری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے علی جرجانی کو ستو پھانکتے دیکھا تو میں نے کہا یہ کیا کرتے ہو انہوں نے کہا کہ پھانکنے اور چبانے میں اتنا فرق ہے کہ اس دوران سترہ تسبیحات کی جا سکتی ہیں اس لئے میں نے چالیس سال سے روٹی نہیں کھائی۔ (۸) کم کھانے میں صحت رہتی ہے اور امراض سے آدمی دور رہتا ہے۔ زیادہ کھانے سے امراض پیدا ہوتے ہیں جو عبادات میں خلل انداز ہوتے ہیں طرح طرح کے علاجات کرنے پڑتے ہیں بھوک میں ان تمام سے امن ہے۔ (۹) اس میں محنت کم درکار ہے کم کھانے والے کو تھوڑا مال بھی کفایت کرتا ہے۔ (۱۰) وہ ایثار وصدقہ جو ضرورت سے زائد ہو مساکین پر کرتا رہتا ہے یہ صدقہ کل قیامت کے دن اس کے لئے سایہ اور فضل الٰہی بنے گا اور جو کھالیا وہ تو گندگی بن کر نکلے گا۔

زیادہ پیٹ بھرنے والا قیامت میں بھوکا

۵۰۶۰/۳۹ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ سَمِعَ رَجُلًا فَقَالَ اَقْصِرْ مِنْ جُشَاءِكَ فَاِنَّ اَطْوَلَ النَّاسِ جُوْعًا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَطْوَلُھُمْ شِبَعًا فِی الدُّنْیَا۔ (رواہ فی شرح السنۃ وروی الترمذی نحوہ)

اخرجه البغوی فی شرح السنة ۱۴/ ۲۵۰ حدیث رقم ۴۰۴۹ والترمذی فی السنن ۴/ ۹۶۰ حدیث رقم ۲۵۸۷ وابن ماجه فی السنن ۲/ ۱۱۱۱ حدیث رقم ۳۳۵۰۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو ڈکار مارتے ہوئے سنا آپ ﷺ نے فرمایا ڈکار کم کرو۔ قیامت کے دن سب سے زیادہ بھوکا وہ شخص ہوگا جو دنیا میں سب سے زیادہ پیٹ بھرنے والا ہوگا۔ یہ شرح السنۃ کی روایت ہے اور ترمذی نے اسی طرح کی روایت نقل کی ہے۔

تشریح ۞ سَمِعَ رَجُلًا فَقَالَ اَقْصِرْ مِنْ جُشَاءِكَ: جشع ڈکار کو کہا جاتا ہے اس شخص کا نام وہب بن عبداللہ ہے یہ اصاغر صحابہ میں شمار ہوتے ہیں ان سے منقول ہے کہ ثرید کا گوشت آیا تو میں ڈکار لیتا ہوا آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اقصر من جشعائك اپنے ڈکار بند کر اصل مقصد پیٹ بھر کر کھانے سے ممانعت کرنا تھا اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا: فَاِنَّ اَطْوَلَ النَّاسِ جُوْعًا: لوگوں میں طویل بھوک والا قیامت کے دن وہ شخص ہوگا جو دنیا میں خوب پیٹ بھرتا ہے چنانچہ انہوں نے پھر کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا یہاں تک کہ وہ دنیا سے رخصت ہوئے چنانچہ ان کا پوری عمر یہی طرز عمل رہا کہ اگر رات کو کھاتے تو صبح کو نہ کھاتے اور اگر صبح کو کھاتے تو رات کو نہ کھاتے۔

اُمت کا فتنہ مال

۵۰۶۱/۴۰ وَعَنْ کَعْبِ بْنِ عِیَاضٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ لِکُلِّ اُمَّۃٍ فِتْنَۃً وَفِتْنَۃُ اُمَّتِی الْمَالُ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۴/ ۴۹۲ حدیث رقم ۳۳۳۶ واحمد فی المسند ۴/ ۱۶۰۔

ترجمہ: حضرت کعب ابن عیاض رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ ہر امت کے لئے ایک فتنہ ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ **فِتْنَةُ اُمَّتِی الْمَالُ:** یعنی اللہ تعالیٰ نا کو مال سے آزمائیں گے کہ آیا وہ اسلام کے اصولوں پر استقامت اختیار کرتے ہیں یا نہیں۔

انعامات کو آگے بھیجو

۴۱/۵۰۶۲ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُجَاءُ بِابْنِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَاَنَّهٗ بَذَجٌ فَيُوْقَفُ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ لَهٗ اَعْطَيْتُكَ وَخَوَّلْتُكَ وَاَنْعَمْتُ عَلَيْكَ فَمَا صَنَعْتَ فَيَقُوْلُ رَبِّ جَمَعْتُهٗ وَثَمَّرْتُهٗ وَتَرَكْتُهٗ اَكْثَرَ مَا كَانَ فَارْجِعْنِيْ اٰتِكَ بِهٖ كُلِّهٖ فَيَقُوْلُ لَهٗ اَرِنِيْ مَا قَدَّمْتَ فَيَقُوْلُ رَبِّ جَمَعْتُهٗ وَثَمَّرْتُهٗ وَتَرَكْتُهٗ اَكْثَرَ مَا كَانَ فَارْجِعْنِيْ اٰتِكَ بِهٖ كُلِّهٖ فَاِذَا عَبْدٌ لَمْ يُقَدِّمْ خَيْرًا فَيُمْضٰى بِهٖ اِلَى النَّارِ۔

(رواه والترمذی وضعفه)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤/٥٣٤ حديث رقم ٢٤٢٧ والدارقطنی ١/٥١ حديث رقم ٢ من باب النية۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن انسان کو بھیڑ کے بچے کی طرح بارگاہِ الٰہی میں لا کے کھڑا کیا جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے میں نے تجھے انعامات دیئے خدم وحشم دیئے اور بہت سارے انعامات فرمائے تو نے ان کا کیا کیا وہ عرض کرے گا اے میرے رب میں نے ان کو جمع کیا اور ان میں اضافہ کیا جتنا تھا اس کو بڑھا کر چھوڑا اے میرے رب آپ مجھے لوٹا دے کہ میں تمام آپ کی بارگاہ میں پیش کر دوں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے مجھے یہ تو بتلاؤ تم نے آگے کیا بھیجا ہے وہ عرض کرے گا میں نے اس کو جمع کیا اس میں اضافہ کر کے چھوڑ آیا مجھے واپس لوٹا دو تا کہ وہ میں تمام لا کر حاضر کر دوں یہ ایسا بندہ ہو گا جس نے کوئی بھلائی بھی آگے نہ بھیجی ہو گی چنانچہ اسے آگ کی طرف بھیج دیا جائے گا (ترمذی نے اسے ضعیف کہا ہے)

تشریح ۞ **فَاِذَا عَبْدٌ لَمْ يُقَدِّمْ:** علامہ طیبی نے فرمایا کہ اس سے اس شخص کا حال ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی مثال ایک غلام جیسی ہے جسے اس کے آقا نے نفع حاصل کرنے کے لئے مال دیا اس نے نافرمانی کرتے ہوئے مال کو تلف کر دیا اور اس کو ایسے مقامات پر لگایا جس کا آقا نے حکم نہ دیا اور اس سے تجارت کی جو آقا نے نہ کہی تو ایسا غلام یقیناً نقصان میں ہے امام غزالی فرماتے ہیں کہ تمام سعادتیں اور لذتیں بلکہ ہر مطلوب کا نام نعمت ہے مگر حقیقی نعمت آخرت کی سعادت ہے اس کے علاوہ کو سعادت کہنا غلط ہے یا مجاز ہے جیسے سعادت دنیویہ جو آخرت کا باعث نہ بنے اسے سعادت کہنا محض غلط ہے البتہ جو چیزیں سعادت آخرت میں مددگار یا واسطہ بنیں انہیں نعمت کہنا بجا ہے کیونکہ وہ نعم حقیقیہ تک پہنچانے والی ہیں۔

پہلی نعمت پہلا سوال

۴۲/۵۰۶۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ مَا يُسْاَلُ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ النَّعِيْمِ اَنْ يُّقَالَ لَهُ اَلَمْ نُصِحَّ جِسْمَكَ وَنُرَوِّكَ مِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٥/٤١٨ حدیث رقم ٣٣٥٨۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن بندے سے جن نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا ان میں پہلی نعمت یہ ہوگی کہ اسے کہا جائے گا کیا ہم نے تمہارے جسم کو صحت نہ دی اور کیا تجھے ٹھنڈے پانی سے سیراب نہ کیا۔ (ترمذی)

تشریح ۞ نُرَوِّكَ مِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ: کیونکہ ٹھنڈا پانی اور تندرستی بڑی نعمت ہیں ایک شیخ نے اپنے مرید سے کہا کہ پانی ٹھنڈا کر کے پی تا کہ دِل سے شکر نکلے حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میرے والد گرامی جب ٹھنڈا پانی پیتے تو بے خود ہو جاتے پھر جب اپنے حال پر لوٹتے تو فرماتے سبحان اللہ! سبحان یہ کیا جو ہر ہے پھر ذوق توحید میں عجیب کلمات فرماتے اس میں ایک عجیب حکایت ہے کہ ایک بادشاہ کو جنگل میں پیاس لگی ہلاکت کے قریب پہنچا ایک فرشتہ سامنے آیا اور کہنے لگا اگر میں تجھے پانی پلاؤں تو مجھے کیا دے گا اس نے کہا آدھا ملک! اس نے اس وعدے پر پانی پلایا پھر اس کا پیشاب بند ہو گیا یہاں تک کہ ہلاکت تک نوبت پہنچی پھر فرشتے نے ظاہر ہو کر کہا کہ اگر تیرے مرض کا علاج کیا جائے تو کیا دے گا تو اس نے کہا آدھا ملک اس نے علاج کیا وہ اسی وقت صحیح ہو گیا تو اس نے کہا بادشاہ کو کہ اپنا ملک لے اور اس کی قیمت پہچان اور اس کی رونق و بہار پر مغرور نہ ہونا۔

اس روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحت اور پانی کی نعمت جمع کر کے اس طرف اشارہ فرمایا کہ یہ دو بڑی نعمتیں ملک وسلطنت سے بھی بڑھ کر ہیں۔ واللہ اعلم۔

پانچ سوال کے جواب کا مطالبہ

۴۳/۵۰۶۴ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزُوْلُ قَدَمَا ابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُسْاَلَ عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَا اَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَا اَبْلَاهُ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيْمَا اَنْفَقَهُ وَمَاذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ۔ (رواه الترمذی وقال هذا حدیث غریب)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤/٥٢٩ حدیث رقم ٢٤١٦۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندے کے قدم اس وقت تک بارگاہ الٰہی سے نہ ہٹیں گے یہاں تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں سوال کیا جائے: ① عمر کس چیز میں فنا کی' ② جوانی کس چیز میں گزاری' ③ مال کہاں سے کمایا اور ④ کہاں خرچ کیا' ⑤ جو کچھ جانا اس پر کتنا عمل کیا۔ (ترمذی)

تشریح ۞ قَالَ لَا تَزُوْلُ قَدَمَا ابْنِ آدَمَ: حضرت ابو الدرداء کی روایت میں اس طرح فرمایا: اے عویمر جب قیامت

کے دن یہ کہا جائے گا تو تیرا کیا حال ہو کہ تو عالم تھا یا جاہل اگر کہے گا کہ عالم تھا تو کہا جائے گا کہ تو نے اپنے علم پر کیا عمل کیا اور اگر یہ کہے گا کہ جاہل تھا تو کہا جائے گا کہ علم نہ حاصل نہ کرنے کا تیرے پاس کیا عذر ہے؟

الفصل الثالث:

فضیلت والا افضل

۴۴/۵۰۶۵ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ اِنَّكَ لَسْتَ بِخَیْرٍ مِنْ اَحْمَرَ وَلَا اَسْوَدَ اِلَّا اَنْ تَفْضُلَهٗ بِتَقْوٰی۔ (رواہ احمد)

اخرجه احمد في المسند ۱۵۸/۵۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم کسی سرخ وسیاہ سے افضل نہیں ہو مگر یہ کہ تم تقویٰ کے اعتبار سے کسی سے سبقت لے جاؤ۔ (احمد)

تشریح ۞ اِنَّكَ لَسْتَ بِخَیْرٍ مِنْ اَحْمَرَ: یعنی شکل وصورت اور رنگ وروپ پر دارومدار نہیں ان دونوں رنگوں کا یعنی سرخ وسیاہ کو ذکر کرنے کا مقصد آقا اور غلام کا تذکرہ ہے عموماً آقا گورا اور غلام کالا ہوتا ہے۔ طیبیؒ کہتے ہیں کہ سرخ رنگ سے مراد عجم کا رنگ ہے کہ ان میں سرخی کا غلبہ ہوتا ہے اور سیاہ رنگ سے مراد عرب ہیں کہ ان میں سیاہی اور سبزی کا غلبہ ہوتا ہے مقصود یہ ہے کہ حقیقی فضیلت کا مدار تقویٰ اور عمل صالح ہے ان کے بغیر فضیلت کی نسبت کچھ حقیقت نہیں رکھتی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان اکرمکم عند الله اتقکم تقویٰ کے کئی مراتب ہیں (۱) شرک جلی سے بچنا (۲) معاصی، ممنوعات اور شرک خفی ریاکاری ودکھلاوا سے بچنا (۳) یہ سب سے اعلیٰ درجہ ہے اللہ کی بارگاہ میں دائم الحضور رہے اور ماسوی اللہ کا خیال بھی نہ آئے۔

زہد سے حکمت کا چشمہ

۴۵/۵۰۶۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَازَهِدَ عَبْدٌ فِی الدُّنْیَا اِلَّا اَنْبَتَ اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْحِکْمَةَ فِیْ قَلْبِهٖ وَاَنْطَقَ بِهَا لِسَانَهٗ وَبَصَّرَهٗ عَیْبَ الدُّنْیَا وَدَاءَ هَا وَدَوَائَهَا وَاَخْرَجَهٗ مِنْهَا سَالِمًا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ۔ (رواه البیهقی فی شعب الایمان)

اخرجه البيهقي في شعب الايمان ۳۴٦/۷ حديث رقم ۱۰۵۳۲۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بندہ دنیا سے زہد اختیار کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں حکمت کا چشمہ جاری کر دیتے ہیں اور اس کی زبان پر حکمتوں کو چڑھا دیتے ہیں اور دنیا کی برائیاں اور اس کے عیب اس کو آنکھوں سے دکھا دیتے ہیں اور اس کے علاج کو مطلع کر دیتے ہیں اور اس کو دنیا سے سلامتی کے گھر کی طرف نکال لے جاتے ہیں۔ (بیہقی)

تشریح: اَخْرَجَهٗ مِنْهَا سَالِمًا اِلٰى دَارِ السَّلَامِ: دارالسلام سے مراد جنت ہے اس میں اشارہ کردیا کہ سلامتی کامل ومکمل دارآخرت اور بہشت میں ہے لوگوں نے ایک درویش سے پوچھا تمہارا کیا حال ہے اس نے کہا اگر جنت میں داخل ہوگیا تو خیر وسلامتی ہے۔

کامیاب خالص ایمان ودِل والا

۵۰۶۷/۴۶ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَخْلَصَ اللّٰهُ قَلْبَهٗ لِلْاِيْمَانِ وَجَعَلَ قَلْبَهٗ سَلِيْمًا وَلِسَانَهٗ صَادِقًا وَنَفْسَهٗ مُطْمَئِنَّةً وَخَلِيْقَتَهٗ مُسْتَقِيْمَةً وَجَعَلَ اُذُنَهٗ مُسْتَمِعَةً وَعَيْنَهٗ نَاظِرَةً فَاَمَّا الْاُذُنُ فَقَمْعٌ وَاَمَّا الْعَيْنُ فَمُقِرَّةٌ لِمَا يُوْعِي الْقَلْبُ وَقَدْ اَفْلَحَ مَنْ جَعَلَ قَلْبَهٗ وَاعِيًا۔

(رواه احمد والبيهقى فى شعب الايمان)

اخرجه البيهقى فى شعب الايمان ۱۳۲/۱ حديث رقم ۱۰۸ واحمد فى المسند ۱۴۷/۵۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص کامیاب ہوگیا کہ جس کے دِل میں ایمان کو خالص کردیا اور اس کے دِل کو سلیم بنادیا اور اس کی زبان پر سچائی جاری کردی اور اس کے نفس کو مطمئنہ بنا دیا اور اس کی عادات کو سنوار دیا اور اس کی آنکھ کو صحیح دیکھنے والا اور اس کے کان کو غور سے سننے والا اور آنکھ کو دیکھنے والا بنا دیا رہے کان تو وہ اس کے دِل کا برتن ہیں اور رہی آنکھ تو وہ جو دِل محفوظ کرتا ہے اس کو پختہ کرنے والی ہے اور جس نے اپنے دِل کو بات محفوظ کرنیوالا بنالیا وہ کامیاب ہوگیا۔ یہ روایت بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کی ہے اور احمد نے بھی نقل کی ہے۔

تشریح: فَاَمَّا الْاُذُنُ فَقَمْعٌ: کان کو قیف سے تشبیہ دی ہے کیونکہ وہ حق کا کلمہ تک پہنچانے کیلئے قیف کا کام دیتا ہے۔

اَمَّا الْعَيْنُ فَمُقِرَّةٌ: اور آنکھ اس چیز کو ثابت اور قائم رکھنے والی ہے جس کو دِل نگاہ میں رکھتا ہے یا جس کا ظرف اور برتن دِل ہے مطلب یہ ہوا کہ آنکھ کے راستے سے بھی چیزیں آکر دِل میں قرار پکڑتی ہیں اور اسی طرح قائم رہتی ہیں جس طرح کان سے دِل تک پہنچنے والی چیزیں۔

قَدْ اَفْلَحَ: اس میں دونوں باتوں کا حاصل بیان کردیا کہ وہ آدمی کامیاب ہے جس نے اپنے دِل کو حفاظت کرنے والا بنادیا۔

استدراجِ الٰہی

۵۰۶۸/۴۷ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاَيْتَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُعْطِي الْعَبْدَ مِنَ الدُّنْيَا عَلٰى مَعَاصِيْهِ مَا يُحِبُّ فَاِنَّمَا هُوَ اسْتِدْرَاجٌ ثُمَّ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى اِذَا فَرِحُوْا بِمَا اُوْتُوْا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَاهُمْ مُّبْلِسُوْنَ۔ (رواه احمد)

[illegible]جه احمد فى المسند ۱۴۵/۴۔

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اس کے گناہوں کے باوجود اس کو منشاء دے رہا ہو یہ استدراج ہے پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا تا مُبْلِسُوْنَ ۔ ''پس جب وہ نصیحت کو بھول گئے تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب وہ دی ہوئی چیزوں پر اترانے لگے تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا تو اچانک مایوس ہو جانے والے تھے۔'' (احمد)

تشریح ۞ اِسْتِدْرَاجْ : لغت میں اس کا معنی قریب کرنا کسی کو درجہ بدرجہ لے جانا اللہ تعالیٰ کی طرف سے استدراج یہ ہے کہ بندہ جب بھی نافرمانی کرے تو وہ بندے کو تازہ بتازہ نعمت عنایت فرمائے اور اس کو مہلت دے یہاں تک کہ وہ گمان کر لے کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر راضی ہیں اور اس کا یہ لطف وکرم ہے اور اپنے گناہ پر پختہ ہو جائے توبہ واستغفار کی طرف نہ آئے بلکہ مغرور ہو کر سرکش ہوتا جائے گویا اسے درجہ بدرجہ عذاب کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔ اعاذنا الله منها

ایک دینار سے ایک داغ

۵۰۶۹/۴۸ وَعَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ اَنَّ رَجُلاً مِنْ اَهْلِ الصُّفَّةِ تُوُفِّیَ وَتَرَكَ دِيْنَاراً فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيَّةٌ قَالَ ثُمَّ تُوُفِّیَ اٰخَرُ فَتَرَكَ دِيْنَارَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَيَّتَانِ ۔

(رواه احمد والبيهقى فى شعب الايمان)

اخرجه احمد فى المسند ٥/٢٥٨ والبيهقى فى شعب الايمان ٥/٣٦٤ حديث رقم ٦٩٦٤۔

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب صفہ میں سے ایک شخص فوت ہو گیا اور اس نے ایک دینار چھوڑا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایک داغ ہے پھر ایک اور فوت ہو گیا اور اس نے دو دینار چھوڑے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دو داغ ہیں۔ (احمد، بیہقی)

تشریح ۞ اَنَّ رَجُلاً مِنْ اَهْلِ الصُّفَّةِ : یہ فقراء صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت تھی جو دن رات مسجد میں رہتے، صفہ مسجد کی ایک جانب کچھ جگہ تھی، جس پر چھت ڈالی گئی تھی۔ اصل میں یہ مسجد کا حصہ تھی جب قبلہ بیت المقدس تھا اور جب قبلہ کو کعبہ کی جانب بدل دیا گیا تو اس جگہ کو اس کام کے لئے استعمال کیا جانے لگا، ان صحابہ کی عمومی تعداد ستر ہوتی تھی اور کم زیادہ ہوتی رہتی تھی ان کے پاس مال، اولاد، مکان کوئی چیز نہ تھی۔ یہ زہد وتوکل کی حالت میں بیٹھے تھے۔ صبح وشام مسجد کی صفائی وانتظامات اور آپ کے گھروں کی ضروریات کے علاوہ ذکر، تلاوت، قرآن مجید کو حفظ کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو سننا اور ان کو محفوظ کرنا، انوارِ نبوت سے دِل وجان کو منور کرنا ان کا مقصد تھا یہ اللہ تعالیٰ کے مہمان تھے۔ اغنیاء صحابہ کرام ان کی خدمت کرتے کھانا وغیرہ مہیا کرتے اور گھروں میں بطور مہمان لے جاتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں سے ان کو کھانا مہیا کیا جاتا تھا اور بعض اوقات معجزات نبوت سے فیضیاب ہوتے کھانے کی کثرت ہو جاتی یہ ایک پیالہ دودھ سب کو کفایت کر جاتا۔

آپ کو انہی فقراء صحابہ کے ساتھ بیٹھنے کا حکم دیا گیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو وقتاً فوقتاً بلا کر فرماتے میں تم میں سے ہوں اور ان کو

آخرت میں اپنی معیت کی بشارت عنایت فرماتے اور بہشت میں میرے ساتھ جاؤ گے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی انہی میں شامل تھے۔

اہل تصوف کی نسبت معنوی انہی کی طرف ہے رضی اللہ عنہم ﴿۲﴾ آپ ﷺ نے ان کو دینار چھوڑنے پر وعید فرمائی اس کی حقیقت یہ ہے اگر چہ ایک دو دینار یا زیادہ رقم اپنی ضرورت وحاجت کے لئے جمع کرنے میں شرعی گناہ نہیں ہے۔ جس مال سے زکوۃ وحقوق واجبہ ادا کر دیئے جائیں اس کے ڈھیروں جمع کرنے میں بھی قباحت نہیں اگر زکوۃ اور حقوق فرضیہ جس مال سے روک لئے جائیں وہ ممنوع ہے مگر تارکین دنیا اور زہد وتقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز لوگوں کے مناسب نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب کی صحبت چھوڑ کر ان کی صحبت کا حکم دیا ہے گویا تجرید وفقیر کے دعویدار کو یہ توبیخ ہے چنانچہ راوی کہتے ہیں اصحاب صفہ میں سے ایک شخص فوت ہوا۔ درحقیقت زہد وفقر کے لئے نامزد نام اصحاب صفہ ذکر کیا ان کی صحبت میں بیٹھنا اور ان کی حالت کا دعویٰ وہ مال کے اپنے پاس جمع کے منافی تھا اگر چہ اوروں کے لئے رخصت ہے۔

درست توضیح:

وہ دونوں فوت شدگان ان فقراء کے ساتھ تھے جن پر لوگ نہایت فاقہ وحاجت مندی کی وجہ سے صدقہ کرتے تھے پس وہ تو بمنزلہ سائلین تھے ﴿۲﴾ از روئے حال یا قال وہ بمنزلہ سائلین تھے۔ حالانکہ جس کے پاس ایک دن کی خوراک ہو اسے سوال حلال نہیں پس دینار ہوتے ہوئے ان کو اس صدقہ کا کھانا حرام تھا۔

﴿۱﴾ اسی طرح وہ شخص جو اپنے آپ کو فقراء میں سے ظاہر کرے اور لباس فقراء یا وضع مشائخ بنائے اور اس کے پاس نقدی ہو یا وہ چیز ہو جو نقد کے قائم مقام ہو اور پھر وہ صدقہ لے اور کھائے تو اس کے لئے حرام ہے۔

﴿۲﴾ اسی طرح جو اپنے کو عالم یا صالح یا شریف ظاہر کرے اور واقع میں وہ ایسا نہ ہو اور لوگ اس کے علم وشرافت کی وجہ سے دیں تو وہ اس کے لئے حرام ہے۔

﴿۳﴾ شیخ ابو اسحاق گازرونی رحمۃ اللہ علیہ:

آپؒ نے فقراء کی ایک جماعت کو دیکھا جو اس کھانے کو کھا رہے تھے جو مستحقین کے لئے رکھا تھا تو انہوں نے فرمایا: اے حرام کھانے والو! وہ کھانے سے رک گئے تو شیخ نے فرمایا جس کے پاس دنیا کی کوئی چیز نہ ہو وہ کھائے ورنہ نہ کھاؤ چنانچہ بعض نے کھایا جب کہ دوسرے باز رہے پھر کہنے لگے سبحان اللہ ایک ہی کھانا ایک کے لئے حرام اور دوسرے کے لئے حلال ہے حرمین شریفین کے لوگوں کو اس سلسلہ میں خوب احتیاط کرنی چاہئے۔

﴿۴﴾ جو شرعی غنی ہیں اوقاف کے وہ اموال جو فقراء کے لئے ہیں اور وہ حجرات جو وقف برائے مساکین ہیں ان میں بقول تصریح ابن ہمام غنی کو رہائش کرنا و کھانا حرام ہے۔

﴿۵﴾ بعض نے اس روایت کا سہارا لیا کہ حرمین کے اوقاف تمام اغنیاء وفقراء کے لئے برابر ہیں بشرط صحت روایت بھی

ہمارے نزدیک اغنیاء کے لئے وقف کا استعمال جائز نہیں۔

جمع مال پر افسوس

۵۰۷۰/۴۹ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ اَنَّهُ دَخَلَ عَلٰی خَالِهٖ اَبِیْ هَاشِمٍ بْنِ عُتْبَةَ يَعُوْدُهٗ فَبَكٰی اَبُوْ هَاشِمٍ فَقَالَ مَايُبْكِيْكَ يَاخَالُ اَوَجَعٌ يُّشْئِزُكَ اَمْ حِرْصٌ عَلَى الدُّنْيَا قَالَ كَلاَّ وَلٰكِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهِدَ اِلَيْنَا عَهْدًا لَمْ اٰخُذْ بِهٖ قَالَ وَمَا ذٰلِكَ قَالَ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ اِنَّمَا يَكْفِيْكَ مِنْ جَمْعِ الْمَالِ خَادِمٌ وَمَرْكَبٌ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاِنِّیْ اُرَانِیْ قَدْ جَمَعْتُ۔ (رواه احمد والترمذی والنسائی وابن ماجة)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤/٤٨٨ حديث رقم ٢٣٢٧، والنسائی فی السنن ٨/٢١٨ حديث رقم ٥٣٧٢ وابن ماجه فی السنن ٢/١٣٧٤ حديث رقم ٤١٠٣ واحمد فی المسند ٥/٢٩٠۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنے ماموں ابو ہاشم بن عتبہ کی بیمار پرسی کے لئے ان کے ہاں حاضر ہوا میں نے کہا اے میرے ماموں آپ کیوں رو رہے ہیں کیا درد ہے جس کی وجہ سے آپ اضطراب میں ہیں یا دنیا کی حرص تو وہ کہنے لگے ایسا ہرگز نہیں لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ایک وعدہ لیا تھا جس کو میں پورا نہ کر پایا معاویہ کہنے لگے وہ کیا ہے وہ کہنے لگے میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تمہیں مال کے جمع کرنے میں اتنا مال ہی کافی ہے کہ تیرے پاس ایک خادم ہو اور جہاد میں جانے کے لئے ایک سواری ہو اور میں تو اپنے آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ میں نے مال جمع کیا ہے۔ (نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، احمد)

تشریح ۞ اِنِّیْ اُرَانِیْ: ہمزہ مضموم ہے اسکا معنی میں گمان کرتا ہوں، ہمزہ کا فتحہ ہو تو معنی یہ ہے میں دیکھتا ہوں یا جانتا ہوں۔

دشوار گھاٹی سے بوجھل نہیں گزر سکتا

۵۰۷۱/۵۰ وَعَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ قَالَتْ قُلْتُ لِاَبِی الدَّرْدَاءِ مَالَكَ لَاتَطْلُبُ كَمَا يَطْلُبُ فُلَانٌ فَقَالَ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اَمَامَكُمْ عَقَبَةً كَؤُدًا لَا يَجُوْزُهَا الْمُثْقِلُوْنَ فَاُحِبُّ اَنْ اَتَخَفَّفَ لِتِلْكَ الْعُقْبَةِ۔

اخرجه البيهقی فی شعب الايمان ٧/٣٠٩ حديث رقم ١٠٤٠٨۔

ترجمہ: حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے ابو درداء سے پوچھا کہ تم اس طرح طلب نہیں کرتے جس طرح فلاں فلاں کرتا ہے تو وہ کہنے لگے میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تمہارے آگے دشوار گزار گھاٹیاں ہیں جن سے بوجھل لوگ نہ گزر سکیں گے مجھے یہ پسند ہے کہ ان گھاٹیوں کی خاطر ہلکا رہوں۔ (بیہقی)

تشریح ۞ اِنَّ اَمَامَكُمْ عَقَبَةً: مشکل گھاٹی تمہارے اور جنت کے درمیان حائل ہے اور اس سے مراد موت، قبر، حشر، قیامت کی ہولناکیاں ہیں۔

اَلْمُثْقِلُوْنَ: گراں بار، مال وجاہ کی وجہ سے بوجھل اس وجہ سے ہلکے پھلکے لوگوں کو عبور کرنے والے اور بوجھلوں کو ہلاک ہونے والے فرمایا گیا ہے۔

دُنیادار کی عجیب تشبیہ

۵۱/۵۰۷۲ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مِنْ اَحَدٍ يَمْشِىْ عَلَى الْمَآءِ اِلَّا ابْتَلَّتْ قَدَمَاهُ قَالُوْا لَايَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَذَالِكَ صَاحِبُ الدُّنْيَا لَايَسْلَمُ مِنَ الذُّنُوْبِ ۔ (رواهما البيهقى فى شعب الايمان)

اخرجه البيهقى فى شعب الايمان ٧/٣٢٣ حديث رقم ١٠٤٥٧ ۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایسا شخص ہوسکتا ہے جو پانی پر چلے اور اس کے قدم تر نہ ہوں صحابہ نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا دار گناہوں سے اسی طرح نہیں بچ سکتا۔ (بیہقی)

تشریح ۞ لَايَسْلَمُ مِنَ الذُّنُوْبِ: دنیا رکھنے والے کے لئے سخت خطرہ ہے کہ وہ گناہ میں مبتلا نہ ہوجائے اس میں زہد دنیا کی ترغیب دی گئی ہے اور آخرت کو دنیا سے ترجیح دی گئی ہے فقراء کا جنت میں پانچ سو برس پہلے داخلہ اغنیاء کو نقصان کے لحاظ سے کافی ہے۔

موت تک تسبیح کا حکم

۵۲/۵۰۷۳ وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ مُرْسَلاً قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اُوْحِىَ اِلَىَّ اَنْ اَجْمَعَ الْمَالَ وَاَكُوْنَ مِنَ التَّاجِرِيْنَ وَلٰكِنْ اُوْحِىَ اِلَىَّ اَنْ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ السّٰجِدِيْنَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۔ (رواه فى شرح السنة وابو نعيم فى الحلية عن ابى مسلم)

اخرجه البغوى فى شرح السنة ١٤/٢٣٧ حديث رقم ٤٠٣٦ ۔

ترجمہ: حضرت جبیر بن نفیر رحمہ اللہ سے مرسلا روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہ وحی نہیں کی گئی کہ میں مال جمع کروں اور تاجر بن جاؤں بلکہ مجھے یہ وحی کی گئی ہے: سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ...... "کہ تم اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرو اور ساجدین میں سے ہوجاؤ اور موت تک اپنے رب کی عبادت کرو"۔ یہ ابونعیم فی الحلیہ اور شرح السنۃ کی روایت ہے۔

تشریح ۞ وَلٰكِنْ اُوْحِىَ اِلَىَّ اَنْ: کہ میں ہمہ وقت عبادت میں مشغول رہوں یہاں تک کہ عمر کا آخری لمحہ آجائے مجھے تجارت وخرید وفروخت میں مشغولیت کی فرصت کہاں۔ (۲) البتہ حسب ضرورت جو کفایت کرے اس کے لئے کوشش کرتا رہ وہ بھی ذکر الٰہی کی نیت سے ہو۔

فخر ومقابلہ کے لئے مال غضب الٰہی کا سبب

۵۳/۵۰۷۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا حَلَالًا اِسْتِعْفَافًا عَنِ الْمَسْئَلَةِ وَسَعْيًا عَلٰى اَهْلِهِ وَتَعَطُّفًا عَلٰى جَارِهٖ لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَوَجْهُهٗ مِثْلُ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَمَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا حَلَالًا مُكَاثِرًا مُفَاخِرًا مُرَائِيًا لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانٌ ۔

(رواه البيهقی فی شعب الايمان وابو نعيم فی الحلية)

اخرجه البيهقی فی شعب الايمان ۲۹۸/۷ حديث رقم ۱۰۳۷۵ وابونعيم فی الحلية۸/۲۱۵۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے حلال دنیا کو تلاش کیا تا کہ وہ سوال سے بچا رہے اور اپنے گھر والوں کی خدمت کرے اور اپنے پڑوسی پر مہربانی کرے وہ اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن اس طرح ملاقات کرے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگا اور جس نے حلال دنیا کو مال بڑھانے اور مقابلے میں فخر اور دکھلاوے کے لئے حاصل کیا تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوں گے۔ (بیہقی، حلیہ)

تشریح ۞ مَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا حَلَالًا: اے عزیز جب مال کو حلال انداز سے حاصل کرنے میں تکبر وفخر شامل ہوتو وہ حرام ہو جاتا ہے اور حرام کا کیا حال ہوگا طلب گار حرام کا ذکر شاید اس وجہ سے نہ فرمایا ہو کہ یہ اہل اسلام کو بات جڑتی نہیں۔ ۞ اس لئے ذکر نہیں کیا وہ سیاقِ کلام سے خود سمجھ آ رہا ہے۔

مال خیر کی چابی ہے

۵۴/۵۰۷۵ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ هٰذَا الْخَيْرَ خَزَآئِنُ لِتِلْكَ الْخَزَآئِنِ مَفَاتِيْحُ فَطُوْبٰى لِعَبْدٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِفْتَاحًا لِلْخَيْرِ مِغْلَاقًا لِلشَّرِّ وَوَيْلٌ لِعَبْدٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ مِفْتَاحًا لِلشَّرِّ مِغْلَاقًا لِلْخَيْرِ ۔ (رواه ابن ماجة)

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۸۷/۱ حديث رقم ۲۳۸۔

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ مال خزانے ہیں اور یہ ان خزانوں کی چابیاں ہیں وہ بندہ بڑا خوش نصیب ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے خیر کی چابی اور شر کا تالہ بنایا اور اس بندے کے لئے ہلاکت ہے جس کو شر کی چابی اور خیر کو بند کرنیکا آلہ بنایا۔ (ابن ماجہ)

تشریح ۞ اِنَّ هٰذَا الْخَيْرَ: ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ یہ پوشیدہ خیر محسوس خزائن کی طرح ہیں جن کی بہت سی اقسام بندوں کے مابین پوشیدہ رکھی گئیں اور جمع کی گئیں ہیں اور ان خزائن کی چابیاں اس کے بندوں کے ہاتھ ہیں جو بندے وکلاء کی طرح ہیں اور وہ خیر کی چابیاں ہیں یعنی علم وعمل کے اعتبار سے یا مال اور حال کے اعتبار سے۔

شر کی کنجیاں:

یعنی وہ کفر، گناہ، تکبر، سرکشی، بخل، بدسلوکیاں مسلمانوں کے ساتھ اختیار کرنے والے ہیں۔

امام راغب کا قول:

خیر وہ چیز ہے جس کی طرف تمام راغب ہوں مثلاً عقل، عدل، فضل، نفع بخش اشیاء وغیرہ اور شر اس کی ضد کو کہا جاتا ہے۔ اور خیر و شر فائدہ دیتے ہیں اور یہ بھی مال کی طرح ہے کہ ایک کے لئے وہ خیر تو دوسرے کے لئے شر ہے مثلاً زید کے لئے وہ خیر اور عمرو کے لئے وہ شر ہے۔ (انتہی کلام الشیخ) اسی طرح علم بعض کے لئے حجاب اور سبب عذاب ہے اور دوسروں کے لئے قربت الٰہی کا باعث ہے دیگر عبادات کو بھی اسی پر قیاس کر لو ان میں سے بعض بعض کے لئے عجب وغرور کا باعث ہیں اور بعض بعض کے لئے نور و سرور کا باعث ہیں جیسے تلوار اور گھوڑا کہ کبھی تو آلات جہاد ہیں جن کے ذریعہ کفار سے جنگ کی جاتی ہے اور کبھی ان سے انبیاء واولیاء قتل کئے جاتے ہیں اور ان سے وہ دوزخ کے اسفل سافلین میں جا پہنچتا ہے۔

بے برکت مال پانی مٹی کی نذر

۵۵/۵۰۷۶ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا لَمْ يُبَارَكْ لِلْعَبْدِ فِيْ مَالِهٖ جَعَلَهٗ فِي الْمَاءِ وَالطِّيْنِ۔

اخرجه البيهقي في شعب الايمان ۳۹٤/۷ حديث رقم ۱۰۷۱۹۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی بندے کے مال میں برکت نہیں دی جاتی تو اللہ تعالیٰ اس مال کو پانی اور مٹی میں خرچ کروا دیتے ہیں۔ (بیہقی)

تشریح ❁ **جَعَلَهٗ فِي الْمَاءِ وَالطِّيْنِ:** پانی مٹی میں لگانے کا مطلب عمارات پر لگانا ہے۔

بربادی کی جڑ

۵۶/۵۰۷۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اتَّقُوا الْحَرَامَ فِي الْبُنْيَانِ فَاِنَّهٗ اَسَاسُ الْخَرَابِ ۔ (رواهما البيهقي في شعب الايمان)

اخرجه البيهقي في شعب الايمان ۳۹٤/۷ حديث رقم ۱۰۷۲۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تعمیر میں حرام مال سے بچو کیونکہ یہ بربادی کی جڑ ہے۔ (بیہقی)

تشریح ❁ **اتَّقُوا الْحَرَامَ فِي الْبُنْيَانِ:** ① اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حلال مال عمارت پر لگائے تو وہ موجب خرابی

نہیں۔ ② بعض نے کہا معنی یہ ہے عمارت بنانے میں ارتکاب حرام سے بچو جو عمارت بنانے میں لازم آتا ہے اس لحاظ سے وہی عمارت حرام ہوگی جو خلاف شرع ہو۔ فی کا معنی اس طرح ہے جیسے کہتے ہیں اس حلقہ میں دو کلو لوہا ہے حالانکہ اس سے مراد بذات خود حلقہ کا وزن ہے۔ وہ حلقہ کا ظرف مراد ہے پس یہاں سے معلوم ہوا کہ اگر حلال عمارت پر صرف کیا جائے تو کچھ حرج نہیں۔ ③ اس حرام سے بچو جو عمارت بنانے میں لازم آتا ہے اس صورت میں وہ عمارت بذات خود حرام ہوگی۔ ④ خراب سے مراد یا تو دین کی خرابی ہے یا خرابی عمارت مراد ہے کیونکہ وہ آخر برباد ہوگی جیسا کہ روایت میں وارد ہے۔ لدو اللموت وابنوا للخرب...... ۔ ⑤ اس کا معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عمارت فسق فجور کے لئے نہ بنائی جائے کیونکہ فسق و فجور والی عمارت برباد ہو جاتی ہے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں:

① اس حدیث سے دلالت ملتی ہے کہ مال حلال عمارت میں لگانا درست ہے۔ ② حلال مال کے عمارت پر خرچ کرنے پر دلالت نہیں کرتی یہ دوسری بات باب کے زیادہ مناسب ہے۔

دُنیا اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہ ہو

۵۰۷۸/ ۵۷ وَعَنْ عَائِشَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدُّنْيَا دَارُ مَنْ لَّا دَارَ لَهٗ وَمَالُ مَنْ لَّا مَالَ لَهٗ وَلَهَا يَجْمَعُ مَنْ لَا عَقْلَ لَهٗ۔ (رواہ احمد والبیهقی فی شعب الایمان)

اخرجه احمد فی فی المسند ٦/ ٧١ والبیهقی فی شعب الایمان ٧/ ٣٧٥ حدیث رقم ١٠٦٣٨۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو اور اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہ ہو اور اس کو وہ شخص جمع کرتا ہے جس میں کوئی عقل نہ ہو۔ (مسند احمد، بیہقی)

تشریح ۞ الدُّنْيَا دَارُ مَنْ لَّا دَارَ لَهٗ : چونکہ فنا و زوال کے گھاٹ اترنے والی ہے پس اس میں مکمل خوش زندگانی ممکن نہیں پس جس نے دنیا کو گھر بنایا، گویا اس کا گھر نہیں، اسی طرح جس نے دنیا کے مال کو اصل سمجھا گویا اس کے لئے مال نہیں ہے کیونکہ مال سے مقصود یہ ہے کہ سارے اللہ تعالیٰ کی مرضی اور بھلائیوں میں خرچ کیا جائے اور جب اسے خواہشات و شہوات میں اڑا دیا جائے تو وہ ضائع ہو کر اس کی مالیت سے خارج ہو جانے والا ہے پس گویا اس کا مال ہے ہی نہیں۔

② بعض نے کہا دنیا کو گھر اور اس کے مال کو مال نہ کہنا چاہئے کیونکہ یہ فنا پذیر اور حقیر ہے۔

③ یہ بھی مراد ہوسکتی ہے کہ دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کے لئے آخرت میں گھر نہ ہو اور یہ اس کا مال ہے جس کو قیامت میں غنا میسر نہ آئے گی یعنی جو دنیا پر مطمئن ہو کر اسی کو گھر بنا بیٹھا اور اس نے مال جمع کیا اس طور پر کہ وہ مال باقی رہنے اور ہمیشہ رہنے والا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا ......﴾ (یونس : ۷) اور دوسری جگہ فرمایا: یحسب ان ماله اخلده...... ایسے شخص کے لئے نہ آخرت میں گھر ہے اور نہ غنا ہے جو شخص

دنیا کو بقاء قرار دے کر جمع کرتا ہے تا کہ کل فائدہ حاصل کرے گا تو وہ محض بے عقل ہے۔

مَنْ لاَّ عَقْلَ لَـہٗ: لہ میں لام زائدہ ہے یعنی دنیا وہ شخص جمع کرتا ہے جس میں عقل نہیں پس روایت کا مجمل معنی یہ ہے کہ دنیا اس بات کے لائق نہیں کہ اسے گھر شمار کیا جائے البتہ اس کے لئے یہ گھر ہے جس کے لئے آخرت کا گھر نہیں اور دنیا میں مال کہلانے کی بھی صلاحیت نہیں ہاں اس شخص کے لئے یہ مال ہے جس کے لئے کوئی مال یعنی آخرت میں نہ ہو۔

اصل مقصود:

دنیا کی تحقیر اور نگاہوں سے اس کے رتبہ کا ساقط کرنا مقصود ہے کہ جس کی قرارگاہ آخرت اور مال آخرت کی نعمتیں ہوں تو دنیا اس کے لئے نہ گھر کہلانے کی حقدار ہے اور نہ اس کا مال مال کہلانے کا حقدار ہے

دُنیا کی محبت ہر غلطی کی چوٹی ہے

۵۰۷۹/۵۸ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ خُطْبَتِهِ الْخَمْرُ جُمَّاعُ الْاِثْمِ وَالنِّسَآءُ حَبَائِلُ الشَّيْطَانِ وَحُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ قَالَ وَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ اَخِّرُوا النِّسَآءَ حَيْثُ اَخَّرَهُنَّ اللّٰهُ (رواه رزين وروى البيهقى منه فى شعب الايمان عن الحسن مرسلا) **حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ۔**

رواه رزين وردى عبدالرزاق فى المصنف عن ابن مسعودقوله (اخروهن حيث اخرهن الله)۱۴۹/۳ حديث رقم ۵۱۱۵۔ اخرجه البيهقى فى شعب الايمان ۳۸۸/۷ حديث رقم ۱۰۵۰۱۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ میں یہ فرماتے سنا کہ شراب گناہوں کا مجموعہ ہے اور عورتیں شیطان کا جال ہیں اور دنیا کی محبت ہر غلطی کی چوٹی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کو یہ فرماتے بھی سنا کہ عورتوں کو مؤخر کرو جیسے اللہ نے ان کو موخر کیا ہے۔ (بیہقی)

تشریح ۞ **اَلْخَمْرُ جُمَّاعُ الْاِثْمِ**: طبرانی نے مرفوع روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے۔ **الخمر ام الفواحش واكبر الكبائر من شربها وقع على امه وخالته وعمه......** ایک شخص کو بت کو سجدہ کرنے کی دعوت دی گئی اس نے انکار کر دیا پھر اسے قتل کرنے کا کہا گیا اس نے اس سے بھی انکار کیا پھر اسے زنا کی طرف بلایا گیا اس نے اس سے بھی انکار کیا پھر اسے شراب نوشی کی طرف بلایا گیا اس نے شراب پینا منظور کر لیا جب شراب پی لی تو وہ تمام افعال کر گزرا جن کا اس نے پہلے مطالبہ کرنے پر انکار کیا تھا۔

حُبُّ الدُّنْيَا: اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جس طرح ترک دنیا ہر عبادت کا سر ہے اسی طرح دنیا کی محبت برائیوں کی جڑ ہے کسی عارف نے کہا ہے دنیا کے عاشق کو تمام مرشد راہ پر نہیں لا سکتے اور تارک دنیا کو کوئی شیطان گمراہ نہیں کر سکتا۔

طیبی کا قول:

یہ تینوں کلمات جامع ہیں ان میں بہت سے گناہ آ گئے کیونکہ ہر ایک کئی گناہوں کی جڑ ہے۔
چیزوں (یعنی شراب' عورت اور دنیا کی محبت) میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ بہت سارے گناہوں کی جڑ ہے۔

خواہشات حق سے روکتی ہیں

۵۰۸۰/۵۹ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَتَخَوَّفُ عَلٰى اُمَّتِى الْهَوٰى وَطُوْلُ الْاَمَلِ فَاَمَّا الْهَوٰى فَيَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ وَاَمَّا طُوْلُ الْاَمَلِ فَيُنْسِى الْاٰخِرَةَ وَهٰذِهِ الدُّنْيَا مُرْتَحِلَةٌ ذَاهِبَةٌ وَهٰذِهِ الْاٰخِرَةُ مُرْتَحِلَةٌ قَادِمَةٌ وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا بَنُوْنَ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّاتَكُوْنُوْا مِنْ بَنِى الدُّنْيَا فَافْعَلُوْا فَاِنَّكُمُ الْيَوْمَ فِى دَارِ الْعَمَلِ وَلَا حِسَابَ وَاَنْتُمْ غَدًا فِى دَارِ الْاٰخِرَةِ وَلَا عَمَلَ۔

(رواه البيهقى فى شعب الايمان)

اخرجه البهيقى فى شعب الايمان ٧/ ٣٧٠ حديث رقم ١٠٦١٦۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ خطرہ خواہشات نفسانیہ اور لمبی امید کا ہے خواہشات تو حق سے روکتی ہیں اور لمبی امید آخرت کی بھاتی ہے اور یہ دنیا کوچ کرنے والی اور ختم ہونے والی ہے اور یہ آخرت کوچ کر کے آنے والی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے کچھ بیٹے ہیں اور اگر تم سے ہو سکے تو دنیا کے بیٹے نہ بننا اس لئے کہ آج تو تم دار العمل میں ہو جہاں حساب نہیں ہے اور کل تم آخرت کے گھر میں ہو گے اور وہاں عمل نہیں ہے۔ (بیہقی)

تشریح ۞ هٰذِهِ الدُّنْيَا مُرْتَحِلَةٌ: یہ دنیا کوچ کرنے اور جانے والی ہے، دنیا والا اپنے جانے کو اسی طرح نہیں جانتا جیسا کہ چلتی کشتی میں بیٹھنے والا نہیں جانتا اس سے معلوم ہوا کہ دنیا جلد فنا پذیر ہے۔ اگر آخرت اپنی جگہ رہتی اور دنیا اس کی طرف جاتی تو تب بھی دنیا سے گزر جانا تھا، اور اب تو آخرت ادھر سے ادھر آ رہی ہے اور دنیا ادھر سے ادھر جا رہی ہے اب تو دنیا درمیان راہ میں ہی ختم ہو جائے گی۔

دنیا کے بیٹے نہ بنو

۵۰۸۱/۶۰ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ ارْتَحَلَتِ الدُّنْيَا مُدْبِرَةً وَارْتَحَلَتِ الْاٰخِرَةُ مُقْبِلَةً وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا بَنُوْنَ فَكُوْنُوا مِنْ اَبْنَاءِ الْاٰخِرَةِ وَلَاتَكُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الدُّنْيَا فَاِنَّ الْيَوْمَ عَمَلٌ وَلَا حِسَابَ وَغَدًا حِسَابٌ وَلَا عَمَلَ۔ (رواه البخارى وفى ترجمة باب)

اخرجه البخارى فى صحيحه ١١/ ٢٣٥ فى باب رقم٤ باب فى الامل وطوله۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دنیا پیٹھ پھیر کر کوچ کر رہی ہے اور آخرت متوجہ ہو کر آ رہی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے کچھ بیٹے ہیں پس تم آخرت کے بیٹے بنو دنیا کے بیٹے نہ بنا اس لئے کہ آج عمل ہے اور حساب نہیں اور کل حساب کا دن ہے اور عمل نہیں۔ (بخاری)

تشریح ۞ الدُّنْیَا مُدْبِرَةً: ① یعنی ہماری طرف پشت کر کے جانے والی ہے مقبلہ ہماری طرف رخ کرنے والی ہے۔ ② اس روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے موقوفاً روایت کیا ہے مگر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس کا مرفوع ہونا نمایاں ہے کیونکہ مضمون ایک ہے۔

دُنیا ایک وقتی شے

۶۱/۵۰۸۲ وَعَنْ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ یَوْمًا فَقَالَ فِیْ خُطْبَتِهٖ اَلَا اِنَّ الدُّنْیَا عَرَضٌ حَاضِرٌ یَّاْكُلُ مِنْهُ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ اَلَا وَاِنَّ الْاٰخِرَةَ اَجَلٌ صَادِقٌ وَیَقْضِیْ فِیْهَا مَلِكٌ قَادِرٌ اَلَا وَاِنَّ الْخَیْرَ كُلَّهٗ بِحَذَافِیْرِهٖ فِی الْجَنَّةِ اَلَا وَاِنَّ الشَّرَّ كُلَّهٗ بِحَذَافِیْرِهٖ فِی النَّارِ اَلَا فَاعْمَلُوْا وَاَنْتُمْ مِنَ اللّٰهِ عَلٰی حَذَرٍ وَّاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ مَعْرُوْضُوْنَ عَلٰی اَعْمَالِكُمْ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ۔ (رواه الشافعی)

لم اقف علیه فی مسند الامام الشافعی۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا بلاشبہ دنیا ایک حاضر سامان ہے جس سے اچھے برے سب کھاتے ہیں اور بے شک آخرت سچا وقت مقرر ہے اور اس میں کامل قدرت والا بادشاہ فیصلے فرمائیگا سنو! بے شک تمام کی تمام خیر اپنے تمام اقسام سمیت جنت میں ہے۔ خبردار! بے شک تمام کا تمام شر اپنی تمام اقسام سمیت آگ میں ہے۔ خبردار ہو جاؤ اور جان لو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے مقام میں ہو اور تم یہ بھی جان لو کہ تمہیں اپنے اعمال پر پیش کیا جائے گا جس نے کسی ذرے کے برابر بھلائی کا عمل کیا ہوگا وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ایک ذرے کے بقدر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔ (شافعی)

تشریح ۞ اِنَّكُمْ مَعْرُوْضُوْنَ: ① اس کا ظاہری معنی یہ ہے کہ تم عملوں پر پیش ہو گے اور اس کا معنی الٹ ہے تمہارے عمل تم پر پیش کئے جائیں گے۔ ② تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہو گے جیسا کہ تمہارے اعمال ہیں۔ ③ ظاہر یہ ہے کہ تم اپنے افعال کے ساتھ اپنے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جاؤ گے اور تمہارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جیسا لشکر میدانِ جنگ سے واپسی پر امیر پر پیش کیا جاتا ہے۔ طیبیؒ کہتے ہیں حاضر وہ چیز ہے جس میں ثبات نہ ہو اور صراح میں اس کا ترجمہ مالِ دنیا کیا گیا ہے۔

آخرت کے بیٹے بنو

۶۲/۵۰۸۳ وَعَنْ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ الدُّنْیَا عَرَضٌ حَاضِرٌ یَاْكُلُ

مِنهَا الْبَرُّ وَالْفَاجِرُوَاِنَّ الْاٰخِرَةَ وَعْدٌصَادِقٌ يَحْكُمُ فِيهَا مَلَكٌ عَادِلٌ قَادِرٌ يُحِقُّ فِيهَا الْحَقَّ وَيُبْطِلُ الْبَاطِلَ كُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاۤءِ الْاٰخِرَةِ وَلَاتَكُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الدُّنْيَا فَاِنَّ كُلَّ اُمٍّ يَتْبَعُهَا وَلَدُهَا۔

ابو نعیم فی الحلیة ١/٢٦٤۔

ترجمہ: حضرت شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اے لوگو! بے شک دنیا حاضر سامان ہے اور اس سے ہر نیک و بد کھا رہا ہے اور بلاشبہ آخرت سچا وعدہ ہے جس میں کامل قدرت والا عادل بادشاہ فیصلہ فرمائے گا وہ اس میں حق کو ثابت کریگا اور باطل کو بے کار کردے گا تم آخرت کے بیٹے بنو اور دنیا کے بیٹے مت بنو ہر بیٹا اپنی ماں کے پیچھے جاتا ہے۔ (حلیۃ ابونعیم)

تشریح ۞ اِنَّ الدُّنْيَا عَرَضٌ: حاضر دنیا باطل ہے اور اس کا ٹھکانہ دوزخ اور آخرت حق ہے اور اس کی جگہ جنت ہے جو دنیا میں مستغرق ہیں وہ اس کے ساتھ دوزخ میں جائیں گے اور جو آخرت کے طلبگار ہیں وہ اس کے ساتھ جنت میں ہوں گے۔ (کذا قاری ملاعلی)

۞ آخرت کا بیٹا اس کے پیچھے جائے گا اور دنیا کا بیٹا دنیا کے لئے کام کرے گا اس کی پیروی کرے گا۔

لوگو! ربّ کی بارگاہ میں آؤ

۵۰۸۴/۶۳ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاطَلَعَتِ الشَّمْسُ اِلَّا وَبِجَنْبَتَيْهَا مَلَكَانِ يُنَادِيَانِ يُسْمِعَانِ الْخَلَائِقَ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ يَاۤاَيُّهَا النَّاسُ هَلُمُّوْا اِلٰى رَبِّكُمْ مَاقَلَّ وَكَفٰى خَيْرٌ مِمَّا كَثُرَوَاَلْهٰى ۔ (رواهما ابو نعيم فى الحلية)

احمد فی المسند ٥/١٩٧ وابونعیم فی الحلیة ١/٢٢٦۔

ترجمہ: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کی دونوں جانبوں میں دو فرشتے اعلان کرتے ہیں اور جن وانس کے علاوہ سب کو سناتے ہیں اے لوگو! اپنے رب کی بارگاہ میں آؤ جو تھوڑا اور کفایت کر جائے وہ اس سے بہت ہے جو زیادہ ہو اور غافل کردے۔ (حلیۃ ابونعیم کی روایت ہے)

تشریح ۞ يُسْمِعَانِ الْخَلَائِقَ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ: جن وانس کو نہ سنانے میں راز یہ ہے کہ معائنہ غیب کی وجہ سے انکا مکلف ہونا ختم نہ ہو جائے۔

ایک اشکال:

جب ثقلین کو خبردار کرنا ہے اور انہوں نے تو سنا نہیں تو خبرداری کیسے ہوئی؟

الجواب۔ سچے مخبر کی اطلاع کافی ہے پھر ثقلین میں صرف انسان کو اس لئے مخاطب کیا کہ یہ انسان حرص مال میں بہت آگے ہے اور نہایت غفلت کا شکار ہے جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف آتا ہی نہیں ان کو ازالہ غفلت کے لئے کہا گیا کہ

اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف آؤ۔

انسانوں کا قول پیچھے کیا چھوڑا

۶۴/۵۰۸۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهٖ قَالَ اِذَامَاتَ الْمَيِّتُ قَالَتِ الْمَلٰئِكَةُ مَاقَدَّمَ وَقَالَ بَنُوْ آدَمَ مَا خَلَّفَ۔ (رواه البیهقی فی شعب الایمان)

رواه البیهقی فی شعب الایمان ۷/ ۳۲۸ حدیث رقم ۱۰۴۷۵۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کوئی آدمی مرجاتا ہے تو فرشتے پوچھتے ہیں اس نے کیا آگے بھیجا اور انسان کہتے ہیں کہ اس نے کیا پیچھے چھوڑا۔ (بیہقی)

تشریح قَالَتِ الْمَلٰئِكَةُ مَاقَدَّمَ وَقَالَ بَنُوْا آدَمَ مَا خَلَّف :فرشتے پوچھتے ہیں اس نے آگے کیا بھیجا اور انسان پوچھتے ہیں اس نے کیا چھوڑا۔فرشتوں کی نظر نیک اعمال پر اور انسانوں کی نظر مال پر ہوتی ہے۔

تم آخرت کے گھر کی طرف رواں ہو

۶۵/۵۰۸۶ وَعَنْ مَالِكٍ اَنَّ لُقْمَانَ قَالَ لِاِبْنِهٖ يَا بُنَیَّ اِنَّ النَّاسَ قَدْ تَطَاوَلَ عَلَيْهِمْ مَايُوْعَدُوْنَ وَهُمْ اِلَی الْاٰخِرَةِ سِرَاعًا يَذْهَبُوْنَ وَاِنَّكَ قَدِ اسْتَدْبَرْتَ الدُّنْيَا مُنْذُ كُنْتَ وَاسْتَقْبَلْتَ الْاٰخِرَةَ وَاِنَّ دَارًا تَسِيْرُ اِلَيْهَا اَقْرَبُ اِلَيْكَ مِنْ دَارٍ تَخْرُجُ مِنْهَا۔

رواه رزین۔

ترجمہ: حضرت مالک سے روایت ہے کہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو کہا اے بیٹے لوگوں پر جزاء وسزا کا معاملہ طویل ہو گیا ہے وہ آخرت کی طرف بڑی تیزی سے بڑھ رہے ہیں؛ اور تم جب سے پیدا ہوئے ہو دنیا کو پیچھے چھوڑ رہے ہو اور آخرت کی طرف جا رہے ہو اور وہ گھر جس کی طرف تم جا رہے ہو وہ اس سے نزدیک تر ہے جس سے تم نکل رہے ہو۔ (یہ رزین کی روایت ہے)

تشریح قَدْ تَطَاوَلَ عَلَيْهِمْ :یعنی قیامت والا وعدہ لوگوں پر دراز اور بعید ہوا ہے حالانکہ وہ ہر گھڑی قافلہ کی طرح وعدہ گاہ کی طرف چلی جارہی ہے۔ مگر لوگ بھری ہوئی کشتی میں بیٹھنے والوں کی طرح غافل و بے خبر ہیں اور اس معنی کو انہوں نے اِنَّكَ قَدِ اسْتَدْبَرْتَ : اپنے بیٹے کو خاص خطاب کر کے بیان کیا اور مقصود تمام لوگوں ک بتلانا ہے۔

وَاِنَّ دَارًا تَسِيْرُ : جو شخص کی جگہ سے نکلتا ہے تو ہر گھڑی اور ہر قدم پر اس سے دور پڑتا ہے اور جسطرف جارہا ہوتا ہے اس کے قریب تر ہوتا ہے اور درمیانی مسافت کو ہر روز قطع کرتا جاتا ہے ایک وقت وہ مسافت تمام ہو کر منزل پر پہنچ جائے دراصل آخرت کے معاملہ میں غفلت کا دفع کرنا مقصود ہے۔

سب سے افضل کون؟

۵۰۸۷/۶۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَقَالَ قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَىُّ النَّاسِ اَفْضَلُ قَالَ كُلُّ مَخْمُوْمِ الْقَلْبِ صَدُوْقِ اللِّسَانِ قَالُوْا صَدُوْقُ اللِّسَانِ نَعْرِفُهٗ فَمَا مَخْمُوْمُ الْقَلْبِ قَالَ هُوَ التَّقِىُّ لَااِثْمَ عَلَيْهِ وَلَابَغْىَ وَلَا غِلَّ وَلَاحَسَدَ ۔ (رواه ابن ماجة والبيهقى فى شعب الايمان)

اخرجه ابن ماجه فى السنن ۲/۱۴۰۹ حديث رقم ۴۲۱۵۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے افضل کون ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر مخموم دِل سچی زبان والا صحابہ نے کہا ہم سچی زبان والے کو تو پہچانتے ہیں لیکن مخموم القلب کو ہم نہیں جانتے تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ صاف ستھرا متقی ہے کہ جس پر نہ گناہ نہ سرکشی نہ کینہ نہ حسد۔ (ابن ماجہ، بیہقی)

تشریح ❁ كُلُّ مَخْمُوْمِ الْقَلْبِ: اس کا معنی زمین اور کنوئیں سے خس وخاشاک سے صاف کرن مراد یہ ہے کہ اس کا دِل اغیار کے غبار اور برے اخلاق سے صاف ستھرا ہے اور اسی کو قلب سلیم کہا جاتا ہے جیسا فرمایا: الامن اتى الله بقلب سليم یعنی دِل وباطن پاک وصاف ہو اس میں غیر اللہ کی محبت نہ ہو۔ التقی برے عقائد اور خلاق سے بچا ہو۔

وجه دریافت: مغموم کے لفظ کا معنی صحابہ کرام کو معلوم نہ تھا پس انہوں نے دریافت کیا اور یہ بسا اوقات ہوتا کہ زبان عرب پر مہارت کے باوجود اس کا معنی نہ سمجھے۔ مغموم کی اضافت دِل کی اور اس کی معین مراد دریافت نہ کی پس آپ ﷺ نے خود بیان فرمادی۔ واللہ اعلم

چار فضائل

۵۰۸۸/۶۷ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ اِذَا كُنَّ فِيْكَ فَلَا عَلَيْكَ مَافَاتَكَ الدُّنْيَا حِفْظُ اَمَانَةٍ وَصِدْقُ حَدِيْثٍ وَحُسْنُ خَلِيْقَةٍ وَعِفَّةٌ فِىْ طُعْمَةٍ۔ (رواه احمد والبيهقى فى شعب الايمان)

احمد فى المسند ۲/۱۷۷ ورواه البيهقى فى شعب الايمان ۴/۳۲۱ حديث رقم ۵۲۵۸

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تیرے اندر چار خصلتیں ہوں تو تجھ سے جو دنیا فوت ہو جائے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ (۱) امانت کی حفاظت (۲) بات کی سچائی (۳) عمدہ عادات (۴) اور لقمے میں پاک بازی۔ (احمد، بیہقی)

تشریح ❁ فَلَا عَلَيْكَ: اخروی انعامات کے اصول حاصل ہوئے اور اس کی وجہ سے نفس کو کمال ونورانیت اور آخرت کا ثواب وجنت کی نعمتیں میسر آئیں اگر اس راہ میں دنیا کی کچھ لذتیں نہ ملیں تو کیا غم ہے بلکہ اگر وہ دنیا کی لذت ہوتیں تو جمعیت وحضور میں کثافت وظلمت آجاتی اور جمال ولطافت میں کمی ہو جاتی۔

عظمت کی راہ ترک لایعنی

۵۰۸۹/۶۸ وَعَنْ مَالِكٍ قَالَ بَلَغَنِیْ اَنَّهٗ قِیْلَ لِلُقْمَانَ الْحَکِیْمِ مَابَلَغَ بِكَ مَانَرٰی یَعْنِی الْفَضْلَ قَالَ صِدْقُ الْحَدِیْثِ وَاَدَآءُ الْاَمَانَةِ وَتَرْكُ مَالَا یَعْنِیْنِیْ۔ (رواہ فی المؤطا)

اخرجه مالك فی الموطأ ۲/ ۹۹۰ حدیث رقم ۱۷ من کتاب الاحکام۔

ترجمہ: حضرت مالک سے روایت ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ لقمان سے پوچھا گیا جس عظمت میں تو ہے اس تک تو کیسے پہنچا تو انہوں نے کہابات کی سچائی اور لایعنی کا ترک۔ (یہ موطا مالک کی روایت ہے)

تشریح ۞ **لُقْمَانَ الْحَکِیْمِ:** اصل حکمت تو راست گفتاری اور نیک کرداری ہے حضرت لقمان یہ حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے ہیں ② خالہ کے بیٹے تھے ان کے بارے میں صحیح بات یہ ہے کہ وہ ولی اور حکیم تھے انہوں نے انبیاء کی خدمت اور شاگردی اختیار کی۔ حضرت ابن عباس ؓ سے یہ منقول ہے کہ یہ نہ پیغمبر تھے اور نہ ہی بادشاہ بلکہ ایک سیاہ فام غلام تھے بکریاں چراتے تھے اللہ نے ان کو اپنا مقبول بنایا اور حکمت عنایت فرمائی اور ان کو جواں مردی اور عقل دی اور اپنی کتاب میں ان کا تذکرہ فرمایا۔

نماز اعمال میں سب سے آگے

۵۰۹۰/۶۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَجِیْءُ الْاَعْمَالُ فَتَجِیْءُ الصَّلٰوةُ فَتَقُوْلُ یَارَبِّ اَنَا الصَّلٰوةُ فَیَقُوْلُ اِنَّكَ عَلٰی خَیْرٍ فَتَجِیْءُ الصَّدَقَةُ فَتَقُوْلُ یَارَبِّ اَنَا الصَّدَقَةُ فَیَقُوْلُ اِنَّكَ عَلٰی خَیْرٍ ثُمَّ یَجِیْءُ الصِّیَامُ فَیَقُوْلُ یَارَبِّ اَنَا الصِّیَامُ فَیَقُوْلُ اِنَّكَ عَلٰی خَیْرٍ ثُمَّ تَجِیْءُ الْاَعْمَالُ عَلٰی ذٰلِكَ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّكَ عَلٰی خَیْرٍ ثُمَّ یَجِیْءُ الْاِسْلَامُ فَیَقُوْلُ یَارَبِّ اَنْتَ السَّلَامُ وَاَنَا الْاِسْلَامُ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّكَ عَلٰی خَیْرٍ بِكَ الْیَوْمَ اٰخُذُ وَبِكَ اُعْطِیْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ کِتَابِهٖ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔

اخرجه مالك فی الموطأ ۲/ ۹۹۰ حدیث رقم ۱۷ من کتاب الکلام واحمد فی المسند ۲/ ۳۶۲

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اعمال آئیں گے اور نماز سب سے آگے ہو اور وہ عرض کرے گی اے میرے پروردگار میں نماز ہوں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو خیر پر ہے پھر صدقہ آئے گا وہ عرض کریگا اے میرے پروردگار میں صدقہ ہوں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو بھی خیر پر ہے پھر روزہ آئیگا اور عرض کریگا اے میرے رب ہم روزے ہیں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم بھی خیر پر ہو پھر باقی اعمال بھی اسی طرح آئیں گے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم بھی خیر پر ہو پھر اسلام آئے گا عرض کریگا اے میرے رب تو سلام ہے اور میں اسلام ہوں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تو بھلائی پر ہے آج تیری وجہ سے میں گرفت کرونگا اور تیری وجہ سے میں عطا کروں گا اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ

الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ ۔ترجمہ جو شخص اسلام کے علاوہ اور کوئی دین تلاش کرتا ہے اس کو ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والے لوگوں میں ہوگا۔

تشریح ۞ **تَجِيْءُ الْاَعْمَالُ**: یعنی خاص طور پر نیک اعمال آئیں گے تا کہ وہ حجت بنیں اور شفاعت کریں یا وہ چھوڑنے والوں کے خلاف جھگڑا کریں اعمال یا تو اچھی صورتوں میں آئیں گے جو اللہ تعالیٰ ان کو عنایت فرمائیں گے جیسا کہ بعض احادیث اور آثار سے معلوم ہوتا ہے۔۞ یا ان کو اعراض ہی کی صورت میں پیش کیا جائے گا۔اے اللہ میں تیری نماز ہوں تیری بارگاہ میں قبولیت کے اعتماد سے بندے کی شفاعت کرنے آئی ہوں مجھے تو نے اپنے دین کا ستون بنایا اور مقام عزت وقربت میں جگہ دی اور خود بھی تو نے فرمایا کہ:﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ [العنکبوت : ۴۷] اور میں دنیا میں فسق وفجور سے منع کرتی تھی اور آج اس امید سے آئی ہوں کہ تیرے غضب اور عذاب سے مانع بنوں۔پس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اے نماز تو فلاح اور صلاح پر ہے یعنی تجھ کو بلاشبہ شرف وشرافت حاصل ہے لیکن شفاعت کا حق ایک دوسری صفت کو ہے جو تمام اچھی صفات کو جامع ہے اور وہ اسلام ہے یہاں ایک اور نکتہ قابل بیان ہے کہ شفاعت کا یہ مقام اس ذات کے لئے جائز ہے جو جامع کمالات ہو اور تمام اسماء وصفات کا مظہر ہو جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی۔کوئی پیغمبر بھی شفاعت کا دروازہ نہیں کھلوا سکے گا مگر آپ کی ذات گرامی کھلوائے گی۔اسی طرح اعمال میں وہ عمل شفاعت کریگا جو تمام صفات وکمال کا جامع ہے جیسا کہ حدیث کے آخر میں بیان ہوگا۔

فَتَجِيْءُ الصَّدَقَةُ: صدقہ کہے گا میں اس بندے کی شفاعت کرتا ہوں آپ نے مجھے اپنے لطف وکرم سے نوازا ہے اور میرے متعلق فرمایا الصدقة تطفي غضب الرب اللہ تعالیٰ اسے فرمائیں گے تو خیر پر ہے۔

ثُمَّ يَجِيْءُ الصِّيَامُ :روزہ کہے گا تو نے مجھے خاص جزاء کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور تیرے سوا مجھے اور کوئی نہیں جانتا تھا اے اللہ جس نے مجھے پایا اور حرمت وحق کا لحاظ رکھا تو نے اس کو بخشنے اور بہشت دینے کا وعدہ کیا۔اللہ تعالیٰ اس کو فرمائیں گے کہ تو بھی خیر پر ہے۔

ثُمَّ يَجِيْءُ الْاِسْلَامُ :پھر اسلام کلام کریگا اور وہ اپنے کلام کی ابتداء اللہ کی ثناء اور تعظیم سے کریگا جس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت سے پہلے اللہ کی حمد وثناء کریں گے پھر شفاعت کی درخواست کریں گے پھر اسلام اللہ تعالیٰ کو لفظ سلام کے ساتھ آواز دے گا اور اپنے آپ کو اس کا مطیع بندہ کہے گا اسی وجہ سے اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔۞ احتمال یہ ہے کہ اسلام سے مراد یہاں صفت رضا وتسلیم ہو اور ترک اختیار ہو اعلیٰ مقامات اور قرب واصطفاء والے اسی طرح کرتے ہیں جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا:﴿اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (البقرة : ۱۳۱) جب ابراہیم کو اس کے رب نے کہا تابعدار ہو جاؤ تو انہوں نے کہا میں رب العلمین کا تابعدار ہوں۔

ان تصاویر کو مٹا دو

۵۰۹۱/۷۰ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كَانَ لَنَا سِتْرٌ فِيْهِ تَمَاثِيْلُ طَيْرٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَاعَآئِشَةُ حَوِّلِيْهِ فَاِنِّیْ اِذَا رَاَيْتُهٗ ذَكَرْتُ الدُّنْيَا ۔ (المسند لأحمد بن حنبل)

اخرجه احمد فی المسند ٦/٢٤١۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہمارا ایک پردہ تھا جس میں پرندوں کی تصاویر بنی ہوئی تھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! ان تصاویر کو مٹادو اور میں جب ان کو دیکھتا ہوں تو مجھے دنیا یاد آجاتی ہے۔ (احمد)

تشریح ۞ فِيْهِ تَمَاثِيْلُ طَيْرٍ: دنیا کا یاد آنا یہ تعلیل اس بات کی دلیل ہے کہ یہ تصاویر بہت چھوٹی تھیں یا تصاویر کے حرام ہونے سے پہلے یہ بات فرمائی۔ اسی طرح اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایسے اسباب کو دیکھنا جن سے اغنیاء کو چین ملتا ہے ان اسباب سے فقراء کی حلاوت قلبی کو نقصان پہنچتا ہے۔

ہر نماز کو الوداعی خیال کرو

۵۰۹۲/۱۷ وَعَنْ اَبِیْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عِظْنِیْ وَاَوْجِزْ فَقَالَ اِذَا قُمْتَ فِیْ صَلَاتِكَ فَصَلِّ صَلٰوةَ مُوَدِّعٍ وَلَا تُكَلِّمْ بِكَلَامٍ تَعْذِرُمِنْهُ غَدًاوَاَجْمِعِ الْاِيَاسَ مِمَّا فِیْ اَيْدِی النَّاسِ۔

اخرجه ابن ماجه ٢/١٣٩٦ حديث رقم ٤١٧١ واحمد فی المسند ٥/٤١٢۔

ترجمہ: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آکر کہنے لگا مجھے نصیحت فرمائیں اور نہایت مختصر فرمائیں تو آپ نے فرمایا جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اس طرح نماز پڑھو جیسے الوداعی نماز پڑھ رہے ہو اور ایسی گفتگو نہ کرو کہ جس سے کل معذرت کرنی پڑے اور جو چیز لوگوں کے ہاتھ میں ہے اس سے اپنے کو مکمل طور پر مایوس کرلو۔ (احمد)

تشریح ۞ فَصَلِّ صَلٰوةَ مُوَدِّعٍ: ایک معنی تو رخصت کرنے کا وہ ہے جو ذکر ہوا۔ ممکن ہے کہ رخصت کرنے سے زندگی کا رخصت کرنا مراد ہو کہ یہ گویا تیری زندگی کی آخری نماز ہے جیسا کہ مشائخ اپنی وصیتوں میں فرماتے ہیں کہ طالب کو چاہئے کہ وہ ہر نماز ایسی پڑھے جس میں اس کی آخری نماز ہونے کا تصور ہو جب وہ یہ جانے گا تو ضرور حضور قلب سے نماز کی ادائیگی کرے گا حدیث کے آخر میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ لوگوں سے اُنس پکڑنا افلاس کی علامت ہے اور غناء قلبی یہ ہے کہ جو چیز لوگوں کے ہاتھ ہو اس سے ناامیدی ہو۔

۵۰۹۳/۷۲ وَعَنْ مُعَاذِبْنِ جَبَلٍ قَالَ لَمَّا بَعَثَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلَی الْيَمَنِ خَرَجَ مَعَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْصِيْهِ وَمُعَاذٌ رَاكِبٌ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِیْ تَحْتَ رَاحِلَتِهٖ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ يَا مُعَاذُ اِنَّكَ عَسٰی اَنْ لَّا تَلْقَانِیْ بَعْدَ عَامِیْ هٰذَا وَلَعَلَّكَ اَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِیْ هٰذَا وَقَبْرِیْ فَبَكٰی مُعَاذٌ جَشَعًا لِفِرَاقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ الْتَفَتَ فَاَقْبَلَ بِوَجْهِهٖ نَحْوَالْمَدِيْنَةِ فَقَالَ اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِیَ الْمُتَّقُوْنَ مَنْ كَانُوْا وَحَيْثُ كَانُوْا ۔

اخرجه احمد فی المسند ۵/۲۳۵۔

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کی طرف روانہ فرمایا تو آپ مجھے الوداع کہنے کے لئے باہر تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیدل چل رہے تھے اور مجھے سوار ہونے کا حکم دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم وصیت فرماتے جا رہے تھے جب ان نصائح سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا اے معاذ! شاید اس سال کے بعد تو مجھے نہ مل سکے اور تیرا گزر میری مسجد میری قبر کے پاس ہو۔ یہ بات سن کر معاذ جدائی کے صدمے سے رو پڑے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس لوٹے جب رخ مبارک مکمل طور پر مدینہ کی طرف کر لیا تو فرمایا میرے سب سے زیادہ قریب متقی لوگ ہیں وہ جو بھی ہوں اور جہاں بھی ہوں۔ (احمد)

تشریح ۞ فَاَقْبَلَ بِوَجْهِهٖ نَحْوَ الْمَدِيْنَةِ: اقبل کی فاء التفات کی تفسیر ہے شاید کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ سے اس لئے چہرہ پھیرا تا کہ ان کا رونا نہ دیکھیں اور وہ آپ کے رونے کا باعث نہ بن جائیں جو معاذ کے غم کو اور سخت کر دے۔ اس سے اشارہ تھا کہ دنیا کا چھوڑنا ضروری ہے اور آخرت کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اور اپنے فعل سے ان کو تسلی دی اور زبان مبارک سے ان کو وصیت فرمائی کہ تو مجھ سے جدا ہو چکا اور مدینہ منورہ سے جدا ہوگا اور تو مدینہ منورہ کو واپس آ کر دیکھے گا اور مجھ کو نہیں دیکھے گا اور اس سے اس طرف اشارہ فرما دیا کہ انبیاء اور اتقیاء کا مجمع دار البقاء میں ہے پھر فرمایا میری شفاعت کے سب سے زیادہ حقدار یا میرے مرتبے کے قریب تر متقی ہے خواہ جہاں بھی ہو مکہ میں یا مدینہ میں یا بصرہ کوفہ و یمن وغیرہ میں۔

چنانچہ اویس قرنی رحمہ اللہ کو دیکھو کہ یمن میں رہتے ہوئے کمال تقویٰ پایا اور حرمین شریفین کے شرفاء سے بھی آگے بڑھ گئے بلکہ حرمین کے کچھ معززین ترک تقویٰ کی وجہ سے شقی بن گئے اور اس وجہ سے انہوں نے آپ کو ایذائیں دیں اس وصیت میں حضرت معاذ کو تسلی دی کہ ہمارے فراق اور جدائی کا غم نہ کھاؤ اگر متقیوں میں سے ہو تو صورتِ جدائی کے باوجود ہمارے ساتھ ہو۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اس میں حضرت معاذ کو آپ نے اپنی رحلت کی خبر دینے کے بعد تسلی دی کہ جب تم یمن سے مدینہ آؤ تو میرے متصل ترین اور قریب ترین جو کہ متقی ہیں ان کی اقتداء کرنا اور بعض نے کہا کہ یہ حضرت ابوبکر صدیق سے کنایہ ہے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ ہوں گے جیسا کہ حضرت جبیر بن مطعم کی روایت میں وارد ہے کہ ایک عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کی چاہت ظاہر کی اور گفتگو کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر آنا تو وہ عورت کہنے لگی کہ میں آؤں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پاؤں تو کیا کروں یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے کنایہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکر کے پاس آنا۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد ان کی خلافت کا اشارہ فرمایا۔ اس روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقویٰ کی ترغیب دی جس میں بقیہ امت کے لئے تسلی ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا موقع نہیں پایا تو تقویٰ اختیار کرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل ہو جائے گا۔ اللّٰهم ارزقنا بهذه النعمة السابغة۔ (امین)

انشراحِ صدر کی علامت

۷۳/۵۰۹۴ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ النُّوْرَ اِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ انْفَسَخَ فَقِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لِتِلْكَ مِنْ عَلَمٍ يُعْرَفُ بِهٖ قَالَ نَعَمْ اَلتَّجَافِيْ مِنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْاِنَابَةُ اِلٰى دَارِ الْخُلُوْدِ وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ۔

رواه البيهقى فى شعب الايمان٣٥٢/٧ حديث رقم ١٠٥٥٢

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے :فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ ......" کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کی ہدایت کا ارادہ فرمالیں تو اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کھول دیتے ہیں'' اور آپ نے فرمایا جب نور ایمان سینہ میں داخل ہو جاتا ہے تو سینہ کھل جاتا ہے عرض کیا گیا کہ کیا اس بات کی کوئی علامت ہے کہ جس سے یہ نور پہچانا جائے تو فرمایا جی ہاں! دنیا سے بے رغبتی اور ہمیشگی کے گھر کی طرف رجوع اور موت کی آمد سے پہلے اس کی تیاری۔ (بیہقی)

تشریح ۞ اِنَّ النُّوْرَ اِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ یعنی اسلام کے تمام احکام کو قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ان احکام میں پیش آنے والی تلخی اسے شیریں معلوم ہوتی ہے یہ دِل حقیقت میں عرش رب ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے لا یسعنی ارضی ولاسمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المؤمن جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَا يَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا۔ دنیا رنج اور خرابی کی جگہ ہے اگر چہ نعمت کی صورت میں معلوم ہوتی ہے۔ اس کی حالت سراب جیسی ہے جو کہ محض دھوکہ ہے جس کو پیاسا آدمی پانی گمان کرتا ہے چنانچہ دنیا کے متعلق اسی دھوکے میں امراء اغنیاء اور بادشاہ پڑے ہوئے ہیں موت کے آنے یا اس کے مقدمات و مرض بڑھاپا کی صورت ظاہر ہونے پر جب کہ علم وعمل پر قدرت نہ رہے تو ایسے وقت کی ندامت کا کوئی فائدہ نہیں۔

صاحبِ حکمت کی علامت

۷۴/۵۰۹۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَاَبِیْ خَلَّادٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاَيْتُمُ الْعَبْدَ يُعْطٰى زُهْدًا فِى الدُّنْيَا وَقِلَّةَ مَنْطِقٍ فَاقْتَرِبُوْا مِنْهُ فَاِنَّهٗ يُلَقَّى الْحِكْمَةَ۔ (رواهما البيهقى فى شعب الايمان)

اخرجه ابن ماجه فى السنن ١٣٧٣/٢ حديث رقم ٤١٠١ والبيهقى فى شعب الايمان ٢٥٤/٤ حديث رقم ٤٩٨٥

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اسے دنیا سے بے رغبتی اور کم بولنے کی نعمت عطا ہوئی ہے تو اس کی صحبت اختیار کرو کیونکہ اس کو حکمت القاء کی جاتی ہے۔ (بیہقی)

تشریح ۞ پہلی روایت بہت سے طرق سے ثابت ہے بعض روایات میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سا مؤمن سب سے دانا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو موت کو بہت یاد کرتا ہے یا موت کے بعد والی زندگی کے لئے بہت

مستعدر ہتا ہے اس روایت میں الحکمت کا لفظ وارد ہے اس سے مراد نیک کردار اور راست گفتار ہے جس کو اللہ تعالیٰ حکمت عنایت فرمائے اس کی بڑی فضیلت ہے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا من یوتی الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا...... جس کو حکمت دی گئی واقعی اسے خیر کثیر میسر آ گئی۔

حاصل کلام: یہ ہے کہ وہ عالم عامل مخلص کامل ہے جس کا راہنما کامل ہو پس لازم ہے کہ ہر شخص اچھا ہم نشین طلب کرے، اسی لئے بعض عارفین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھو اگر ایسا نہ کر سکو تو اس کے ساتھ بیٹھو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھنے والا ہو اور اس کے صحیح احوال کی علامت اقوال وافعال کی درستی کے بعد وہی ہے جو اوپر حدیث علامت انشراح صدر میں گزری تا کہ اس کی صحبت مؤثر ہو اور وہ اپنے تمام دوستوں کو دنیا سے بے رغبت کرے یعنی حاجت سے زائد مال وجاہ کی طلب سے ہٹا کر اعمالِ صالحہ کی طرف موڑ دے جو عقبیٰ کا زادِ راہ ہے پس ایسا عارف انبیاء علیہم السلام کا خلیفہ ہے۔ رزقنا اللہ صحبتہ وخدمتہ۔

بَابُ فَضْلِ الْفُقَرَآءِ وَمَا كَانَ مِنْ عِيْشِ النَّبِيِّ ﷺ

فقراء کی فضیلت اور جناب نبی کریم ﷺ کی زندگی کیسی تھی؟

فضیلت سے یہاں اجر وثواب کا اضافہ مراد ہے۔

جمع کا نکتہ:

جناب رسول اللہ ﷺ کے اوقات گزر بسر بھی فقراء کی طرح تھے اور اکثر انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ کا یہی سلسلہ عموماً ہوتا ہے فقراء کی سعادت کے لئے یہ بات کافی ہے اسی وجہ سے دونوں مضامین کو جمع کیا ہے۔

اختلافِ علماء:

غنی شاکر افضل ہے یا فقیر صابر۔ بعض نے غنی شاکر کو اور بعض نے فقیر صابر کو افضل کہا کیونکہ غنی کے ہاتھ سے خیرات وتقرب کی چیزیں مثلاً زکوۃ وقربانی وغیرہ انجام پاتی ہیں اور جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : **ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء**۔ جیسا سابقہ باب میں روایت گزری غنی افضل ہے مگر اکثر علماء کہتے ہیں کہ فقیر افضل ہے کیونکہ آپ کا حال فقراء والا ہی تھا۔ اس باب کی روایات اس کی دلیل ہیں حق بات یہ ہے کہ فقر وغناء کی ماہیت میں مطلقاً اختلاف ہے اور اس کی کئی مختلف وجوہ ہیں اور خاص شخص کے لئے بھلائی کبھی فقر میں ہوتی ہے اور دوسرے وقت غناء میں جیسا کہ روایت میں وارد ہوا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ پر مہربان ہوتا ہے تو جس چیز میں اس کے حال کی درستی ہوتی ہے وہی دیتا ہے قطع نظر اس کے کہ فقر ہو یا غناء، خواہ صحت ہو یا مرض۔ اور تمام صفات متضادہ میں یہی حکم ہے۔ واللہ اعلم۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ:

منقول ہے کہ ان سے کسی نے دریافت کیا کہ فقیر صابر اور غنی شاکر میں کون بہتر ہے۔ فرمایا فقیر شاکر بہتر ہے اور اس میں فضیلت فقر سے اشارہ ہے۔ فقر ایک نعمت ہے اس پر شکر کرنا چاہئے وہ کوئی بلاؤ مصیبت نہیں کہ اس پر صبر کرنا چاہئے۔ شیخ عبدالوہاب متقیؒ اپنے شیخ سے نقل کرتے تھے کہ انہوں نے جب تک کہ ہم سے زبانی فقر کا اقرار نہ کرالیا اس وقت تک ہماری بیعت قبول نہ فرمائی اور فرمایا اس طرح کہو: ''الفقر افضل من الغناء'' کہ فقر غناء سے افضل ہے پھر ہاتھ پکڑ کر مرید کیا۔ بعض نے فقیر و مسکین میں فرق کیا ہے۔ فقیر وہ ہے جو نصاب کی مقدار کا مالک نہ ہو۔

اور مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو جب کہ دوسروں نے اس کا عکس کہا ہے فقراء سے یہاں مراد فقیر و مسکین دونوں ہی ہیں۔

الفصل الاول:

اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کر دیتے ہیں

۱/۵۰۹۶ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رُبَّ اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْاَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ٤/٢٠٢٤ حدیث رقم (١٣٨-٢٦٢٢)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہت سارے پراگندہ بالوں والے دروازوں سے دھکیلے ہوئے ایسے لوگ ہیں اگر وہ اللہ کے نام کی قسم اٹھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو ضرور پورا کر دیتے ہیں۔ (مسلم)

تشریح ۞ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ: دروازوں سے دھکیلے ہوئے یعنی دروازوں پر ان کو ہاتھ یا زبان سے روک دیا جاتا ہے مطلب یہ ہے اگر بالفرض وہ کسی کے دروازہ پر جا کر کھڑے رہیں تو کوئی ان کو گھر میں داخل نہ ہونے دے اس لئے کہ لوگ ان کو نہایت حقیر سمجھتے ہیں جب دروازوں سے ان کو ہٹا دیا جاتا ہے تو مجالس میں ان کو کون بیٹھنے دے گا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا حال مخلوق سے مخفی رکھنا چاہتا ہے تاکہ ان کو کسی غیر اللہ سے ذرا بھی انسیت حاصل نہ ہو۔

پس ان کو ظالموں کے دروازے پر جانے اور ان کے حرام مال کو کھانے سے بچالیتا ہے جس طرح مریض کو مضر طعام سے محفوظ کیا جاتا ہے۔ پس وہ اپنے مولیٰ کے دروازے پر ہی حاضر ہوتے ہیں اور کمال بے پروائی کی وجہ سے اس کے علاوہ کسی سے سوال نہیں کرتے۔ اس کا معنی یہ نہیں کہ وہ دنیاداروں کے دروازے پر جاتے ہیں اور وہ ان کو اپنے دروازوں میں داخل ہونے نہیں دیتے بلکہ دھکیل کر باہر نکال دیتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو ایسی مذلتوں سے بچاتے ہیں۔

لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ: یعنی اگر وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ اس کام کو کردے گا یا اللہ تعالیٰ اس فعل کو نہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان کو اس قسم میں سچا کر دیتا ہے جیسا کہ باب الدیت میں حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا واقعہ گزرا۔

حاصل کلام: یہ ہے کہ وہ اگرچہ لوگوں کی نگاہ میں ذلیل ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ اس قدر عزت والے ہیں کہ اگر وہ کسی کام کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کو سچا کر دیتا ہے۔

کمزوروں کی برکت سے تمہاری مدد کی جاتی ہے

۲/۵۰۹۷ وَعَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ رَاٰی سَعْدٌ اَنَّ لَهٗ فَضْلًا عَلٰی مَنْ دُوْنَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۸۸/۶ حدیث رقم ۲۸۹۶ واحمد فی المسند ۱۷۳/۱۔

ترجمہ: حضرت مصعب بن سعد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت سعد کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ان کو اپنے ماتحتوں پر عظمت حاصل ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری مدد نہیں کی جاتی اور تمہیں رزق نہیں دیا جاتا مگر تمہارے کمزوروں کی برکت ہے۔ (بخاری)

تشریح ❁ **هَلْ تُنْصَرُوْنَ**: چونکہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بڑے کمالات وفضائل حاصل تھے مثلاً سخاوت وشجاعت چنانچہ انہوں نے گمان کیا کہ انکا نفع اسلام میں دیگر لوگوں کی نسبت زیادہ ہے جو کہ ایسے نہیں ہیں پس آپ نے ان کے اس گمان کی درستی فرمائی کہ ایسا گمان مت رکھو بلکہ ضعفاء وفقراء کا خیال کرو اور نہ ان پر بڑائی ظاہر کرو۔ تم ان کی دعاؤں سے حصہ پاتے ہو۔

جنت کے باسی مساکین اور عورتوں کی اکثریت دوزخی

۳/۵۰۹۸ وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْتُ عَلٰی بَابِ الْجَنَّةِ فَكَانَ عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِيْنَ وَاَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوْسُوْنَ غَيْرَ اَنَّ اَصْحَابَ النَّارِ قَدْ اُمِرَبِهِمْ اِلَی النَّارِ وَقُمْتُ عَلٰی بَابِ النَّارِ فَاِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا النِّسَاءُ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۱۵/۱۱ حدیث رقم ۶۵۴۷ومسلم فی صحیحه ۲۰۹۶/۴ حدیث رقم (۹۳-۲۷۳۶) واحمد فی المسند ۲۰۵/۵۔

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا تو میں نے اس میں اکثر داخل ہونے والوں کو دیکھا کہ وہ مساکین ہیں اور مال والوں کو روکا گیا ہے سوائے ان آگ والوں کے جن کو آگ کا حکم ہو چکا اور میں دوزخ کے دروازے پر کھڑا ہوا تو وہاں زیادہ تر داخل ہونے والی عورتیں تھیں۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ❁ **اَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوْسُوْنَ**: اس دنیا میں عیش کرنے والوں کو میدان قیامت میں روک لیا جائے گا تا کہ

وہ حساب و کتاب دیں اور کثرتِ مال سے دکھ میں ہوں گے اور وسعت جاہ اور لذاتِ دُنیا کے حصول کے سبب پریشانی میں ہوں گے کیونکہ حلال دنیا اگر حساب کا سبب ہے تو حرام عذاب کا ذریعہ ہے اور فقراء اس سے بری ہوں گے ان سے نہ حساب لیا جائے گا اور نہ ان کو روکا جائے گا بلکہ جنت میں چالیس سال اغنیاء سے پہلے داخل ہوں گے اور داخلہ کی جلدی ان نعمتوں کا بدلہ ہے جو دنیا میں ان سے فوت ہوئیں۔

فقراء کو جنت میں دخولِ اولی ملے گا

۴/۵۰۹۹ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِطَّلَعْتُ فِى الْجَنَّةِ فَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا الْفُقَرَآءَ وَاطَّلَعْتُ فِى النَّارِ فَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا النِّسَآءَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤١٥/١١ حدیث رقم ٦٥٤٦ومسلم فی صحیحه ٢٠٩١/٤ حدیث رقم (٩٤-٢٧٣٧) والترمذی فی السنن ٦١٧/٤ حدیث رقم ٢٦٠٢ واحمد فی المسند ٢٣٤/١۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جنت میں جھانکا تو اس کے رہنے والوں کی اکثریت فقراء کو پایا اور میں نے دوزخ میں جھانکا تو وہاں اکثر عورتیں نظر آئیں۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ معراج کی رات آپ نے جنت میں جھانکا تو وہاں رہنے والوں کی اکثریت فقراء میں سے پائی اور دوزخ کو جھانکا تو اس میں اکثریت عورتوں کی پائی۔

فقراء مہاجرین جنت میں چالیس سال پہلے جائیں گے

۵/۵۱۰۰ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ فُقَرَآءَ الْمُهَاجِرِيْنَ يَسْبِقُوْنَ الْاَغْنِيَآءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَى الْجَنَّةِ بِاَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه٢٢٨٥/٤ حدیث رقم (٣٧-٢٩٧٩)وابن ماجه فی السنن ١٣٨١/٢ حدیث رقم ٤١٢٣ والدارمی فی السنن ٤٣٧/٢ حدیث رقم ٢٨٤٤ واحمد فی المسند ١٦٩/٢

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن فقراء مہاجرین اغنیاء سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔ (مسلم)

تشریح ۞ بِاَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا: خریف اس سے سال مراد ہے اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم فقراء مہاجرین کے ساتھ خاص ہے اور اغنیاء سے اغنیاء مہاجرین مراد ہیں۔ چالیس سال کی تقدیم ان فقراء کے لحاظ سے ہے جو کچھ نہ کچھ دنیا کی طرف راغب ہیں اور وہ زاہد جو بالکل تارک الدنیا ہیں انکا تقدم پانچ سو سال کے لحاظ سے ہے۔ فقراء کے پہلے داخلے کی وجہ عدم حساب ہے اور اغنیاء کو حساب کے لئے روک لیا جائے گا۔

ایک تنگدست مخلص پوری زمین کے خوشحالوں سے بہتر ہے

۶/۵۱۰۱ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ مَرَّرَجُلٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهٗ جَالِسٌ مَارَأْيُكَ فِيْ هٰذَا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ اَشْرَافِ النَّاسِ هٰذَا وَاللّٰهِ حَرِيٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ يُّنْكَحَ وَاِنْ شَفَعَ اَنْ يُّشَفَّعَ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ مَرَّرَجُلٌ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَارَأْيُكَ فِيْ هٰذَا فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا رَجُلٌ مِنْ فُقَرَآءِ الْمُسْلِمِيْنَ هٰذَا حَرِيٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ لَّايُنْكَحَ وَاِنْ شَفَعَ اَنْ لَّايُشَفَّعَ وَاِنْ قَالَ اَنْ لَّايُسْمَعَ لِقَوْلِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ مِّلْأِ الْاَرْضِ مِثْلَ هٰذَا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۷۲/۱۱ حدیث رقم ٦٤٤٧ و ابن ماجه فی السنن ۱۳۷۹/۲ حدیث رقم ٤١٢٠۔

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی کا گزر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہوا تو آپ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص سے فرمایا اس شخص کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے اس نے کہا کہ یہ شرفاء میں سے ہے اللہ کی قسم اگر یہ پیغام نکاح دے تو اس کا پیغام قبولیت کے قابل ہے اور اگر یہ سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے۔ پھر ایک اور آدمی گزرا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کو فرمایا کہ اس شخص کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے تو وہ کہنے لگا یارسول اللہ یہ تنگدست مسلمانوں میں سے ہے اور اگر یہ پیغام نکاح دے تو اس کے پیغام نکاح کو قبول نہ کیا جائے گا اور اگر یہ سفارش کرے تو اس کی سفارش کو منظور نہ کیا جائے اور اگر یہ بات کہے تو اس کی بات نہ سنی جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شخص پہلے جیسے لوگوں سے زمین بھری ہوئی ہو تو اس سے وہ اکیلا ہی بہتر ہے۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ❀ هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ مِّلْأِ: اگر تمام زمین ان جیسے آدمیوں سے بھر جائے جن کی تو نے تعریف کی ہے تو وہ ایک جس کو تو نے حقیر سمجھا ہے ان سب سے اللہ تعالیٰ کے ہاں بہتر ہے۔ ۲ ظاہر روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس سے آپ نے دریافت کیا وہ مالدار ہوگا۔ پس اس کے سوال و جواب میں فقراء کی فضیلت پر اسے خبردار کر دیا اور ایسی فضیلت جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقیر کی غنی پر بیان فرمائی اس کی وجہ یہ ہے کہ فقیر اپنے دِل کی صفائی کی وجہ سے اوامرِ الٰہی کو خوب قبول کرتا ہے اس کے بالمقابل مالدار عموماً سرکشی و تکبر میں مبتلا ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾...... (الاعراف: ١٤٦) ''عنقریب میں اپنی آیات سے ان لوگوں کو پھیر دوں گا جو ناحق تکبر کرنے والے ہیں'' یہ بات علماء کے شاگردوں اور صلحاء کے مریدوں میں نمایاں طور پر دیکھی جاسکتی ہے کہ ان میں سے فقراء ان کی بات کو جلد قبول کرتے اور اغنیاء اس سے حیل و حجت کرتے ہیں اور پہلا شخص تو مؤمن اغنیاء سے تھا وہ کفار میں سے نہیں تھا کیونکہ فضیلت میں تقابل ایمان والوں کے مابین ہے کافر و مؤمن میں نہیں کیونکہ کافر تو مطلقاً خیر سے محروم ہے۔

بعض علماء کا قول:

جس نے یہ کہا کہ: النصرانی خیر من الیھودی، اس پر بھی کفر کا خوف ہے کیونکہ ان میں خیر کا وجود نہیں البتہ اس کے کفر کا قطعی فتویٰ نہیں دیا کیونکہ بعض اوقات خیر کا معنی حق کے قریب تر کا بھی لیا جا سکتا ہے۔

آلِ محمد ﷺ نے دو روز مسلسل جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی

۷/۵۱۰۲ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ مَاشَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۴۹/۹ حدیث رقم ۵۴۱۶ ومسلم فی صحیحه ۲۲۸۲/۴ حدیث رقم (۲۲۔۲۹۷۰) واخرجه النسائی فی السنن ۲۳۶/۷ حدیث رقم ۴۴۳۲ واخرجه ابن ماجه ۱۱۱۰/۲ حدیث رقم ۳۳۴۳۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کے گھر والوں نے دو روز مسلسل جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے وفات پائی۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ يَوْمَيْنِ: یعنی ایک دن پیٹ بھرا تو دوسرے دن بھوکے رہے اس وجہ سے کہ آپ نے اس وقت فقر کو پسند فرمایا جب آپ ﷺ پر زمین کے خزائن پیش کئے گئے اور مکہ کے پہاڑوں کو سونے کا بنانے کی پیش کش ہوئی تو آپ ﷺ نے پسند کیا کہ ایک دن بھوکا رہوں اور صبر کروں اور ایک دن سیر ہوں اور شکر ادا کروں۔ اس میں ان لوگوں کی تردید ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اخیر عمر میں آپ ﷺ کو غناء حاصل ہوگئی تھی اتنی بات تو درست ہے کہ بہت سا مال آیا مگر آپ ﷺ نے اسے نہیں رکھا بلکہ رضائے الٰہی پر خرچ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دِل کا غناء عنایت فرمایا تھا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول:

آپ ﷺ کئی کئی راتیں بھوک میں گزارتے اور آپ کے اہل بھی شام کا کھانا نہ پاتے، آپ کی اکثر روٹی جو کی ہوتی تھی۔
حاصل کلام: اس سے معلوم ہوا کہ آجکل کے فقراء میں کوئی بھی آپ کی طرح زندگی گزارنے والا نہیں۔ آپ ﷺ افضل اور نبی ہیں اور آپ کے فعل میں بڑی تسلی تو فقراء کے لئے ہے۔
ضروری وضاحت: آپ کی یہ بھوک ترک دنیا کے ساتھ خود اختیاری تھی اور آپ ﷺ قوت لا یموت پر قناعت فرمانے والے تھے اور فقراء و مساکین اور ان کی حاجات کو اپنی حاجات پر ترجیح دیتے تھے۔

آپ نے جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی

۸/۵۱۰۳ وَعَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ مَرَّ بِقَوْمٍ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ شَاةٌ مَّصْلِيَّةٌ فَدَعَوْهُ فَاَبٰى اَنْ

يَأْكُلَ وَقَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الدُّنْيَا وَلَمْ يَشْبَعْ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٥٤٩/٩ حدیث رقم ٥٤١٤۔

ترجمہ: حضرت سعید مقبری نے حضرت ابو ہریرہ کے متعلق روایت کی ہے کہ ایک دن ان کا گزر کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جن کے سامنے بھنی ہوئی بکری تھی انہوں نے ان کو دعوت دی تو انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ جناب رسول اللہ ﷺ دنیا سے رخصت ہوئے اس حال میں کہ آپ ﷺ نے جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی تھی۔ (بخاری)

تشریح ۞ **سَعِيْدِ الْمَقْبُرِی**: یہ کیسان کے بیٹے ہیں تابعی ہیں ان سے امام احمد، مالک، لیث نے روایت کی ہے۔ قبرستان کے قریب رہنے کی وجہ سے مقبری کہلائے۔ بڑھاپے میں عقل جاتی رہی اس سے پہلے کی روایات درست ہیں۔

آپ ﷺ نے اپنی زرہ رہن رکھ کر یہودی سے جو لیے

۹/۵۱۰۴ عَنْ اَنَسٍ اَنَّهٗ مَشٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخُبْزِ شَعِيْرٍ وَاِهَالَةٍ سَنِخَةٍ وَلَقَدْ رَهَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْعًا لَهٗ بِالْمَدِيْنَةِ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ وَاَخَذَ مِنْهُ شَعِيْرًا لِاَهْلِهٖ وَلَقَدْ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ مَا اَمْسٰى عِنْدَ اٰلِ مُحَمَّدٍ صَاعُ بُرٍّ وَلَا صَاعُ حَبٍّ وَاِنَّ عِنْدَهٗ لَتِسْعَ نِسْوَةٍ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٣٠٢/٤ حدیث رقم ٢٠٦٩ وابن ماجه فی السنن ١٣٨٩/٢ حدیث رقم ٤١٤٧ واحمد فی المسند ١٣٣/٣

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جو کی روٹی اور پگھلی ہوئی پرانی چربی لے کر حاضر ہوا اور جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی زرہ ایک یہودی کے ہاں گروی رکھ کر اس کے بدلے میں اپنے گھر والوں کے لئے جو حاصل کئے اور میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا کہ محمد ﷺ کے گھر والوں نے اس حالت میں شام کی ہے کہ نہ ان کے ہاں گندم کا ایک صاع اور نہ غلے کا ایک صاع ہے اور اسوقت آپ ﷺ کے ہاں نو ازواج تھیں۔ (بخاری)

تشریح ۞ شاید یہودی سے قرض لینا اس وجہ سے ہوتا کہ آپ کا حال امت پر ظاہر نہ ہو۔ ۞ وہ شرما شرمی نہ دیں اور گراں بار نہ ہوں۔ ۞ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ امت سے بدلے لینے کی صورت سے بھی بچانا مقصود تھا جب کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح آپ سے اعلان کروایا گیا۔ **قل لا اسئلکم علیه من اجر ان اجری الا علی الله** الآیۃ اس کی نظیر وہ مسئلہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ احتیاط کرتے ہوئے مقروض کی دیوار کا سایہ بھی نہ لیتے تھے۔ اس کی دلیل وہ روایت ہے **کل قرض جر نفعا فھو ربوا**۔

ایک اشکال: احادیث میں وارد ہے کہ آپ نے اپنی ازواج کو ایک برس کا غلہ اکٹھا عنایت فرما دیا۔

جواب: ذخیرہ بالکل نہ رکھنا آپ کی ذات گرامی کے ساتھ خاص تھا رہا آل کا لفظ تو اس روایت میں وہ زائد ہے اور مراد آپ ﷺ کی ذات گرامی ہی ہے اور ذخیرہ کرنا وہ ازواج کے لئے تھا ان کے لئے اور کسی سے لینا ممکن نہ تھا پس روایات میں

منافات نہیں ہے۔

کفار کواُن کی طیبات دُنیا میں دیدی گئیں

۱۰/۵۱۰۵ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلٰى رِمَالِ حَصِيْرٍ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فِرَاشٌ وَقَدْ اَثَّرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِهٖ مُتَّكِئًا عَلٰى وِسَادَةٍ مِنْ اَدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ فَلْيُوَسِّعْ عَلٰى اُمَّتِكَ فَاِنَّ فَارِسَ وَالرُّوْمَ قَدْ وُسِّعَ عَلَيْهِمْ وَهُمْ لَايَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ فَقَالَ اَوَفِيْ هٰذَا اَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ اُولٰئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِيْ رِوَايَةٍ اَمَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْاٰخِرَةُ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاري في صحيحه ٦٥٧/٨ حديث رقم ٤٩١٣ ومسلم في صحيحه ١١٠٥/٢ حديث رقم (٣٠-١٤٧٩) وابن ماجه في السنن ١٣٩٠/٢ حديث رقم ٤١٥٣ واحمد في المسند ١٤٠/٣

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ آپ کے اور چٹائی کے درمیان کوئی بچھونا نہیں تھا اور چٹائی کی بناوٹ سے آپ کے جسم پر نشان پڑ گئے تھے۔ اس وقت آپ چمڑے کے تکیے پر جس میں کھجور کا چھلکا بھرا گیا تھا ٹیک لگانے والے تھے میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمائیں کہ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر وسعت کر دے بلاشبہ فارس وروم پر وسعت کی گئی ہے حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خطاب کے بیٹے کیا تم اس خیال میں ہو وہ ایسے لوگ ہیں جنہیں ان کی پاکیزہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ہی دے دی گئیں اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ ان کو وہ دنیا میں ملیں اور ہمیں آخرت میں۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ **عَلٰى رِمَالِ حَصِيْرٍ**: یعنی آپ کا بستر وہ بوریا تھا جو چارپائی پر ڈالا جاتا یا زمین پر پڑا رہتا۔ ۞ بعض عبارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ چارپائی کھجور کی پٹی سے بنی گئی تھی، جو کہ مختلف علاقوں میں پائی جاتی ہیں۔

رِمَال: یہ مرمول کے معنی میں ہے یعنی بنی ہوئی تھی۔

حَشْوُ: اس کی بھرتی یعنی تکیہ میں روئی کی بجائے کھجور کا چھلکا بھرا تھا مالدار روئی بھرتے تو فقراء کھجور کا چھلکا نرم کر کے بھر لیتے تھے۔

فَلْيُوَسِّعْ: اللہ تعالیٰ آپ کی امت پر فراخی کر دے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر کو اختیار فرمایا اور اسی حال میں رہتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ اس طرف گئی کہ فقراء امت اس کی تاب نہ لاسکیں گے اور تنگی میں مبتلا ہو جائیں گے تو ان کے ضعف کا خیال کر کے فراخی کے لئے عرض کیا۔

ی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقصود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فراخی کی طلب تھی لیکن آپ کی عظمت کے پیش نظر آپ کے لئے طلب دنیا کو مناسب نہ سمجھا جیسا کہ دوسری روایت میں موجود ہے کہ آپ اپنے گھر میں ایک بوریے پر آرام فرما ہیں اور گھر گرم وتاریک تھا اس کے کونوں میں نگاہ ڈالی تو چند چمڑے کے ٹکڑے اور ایک دو برتن پڑے پائے تو اس پر وہ رونے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رونے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میں آپ کو اس حال میں لیٹا دیکھتا ہوں جب کہ آپ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر رسول ہیں اور قیصر وکسریٰ ناز ونعم میں ہیں حالانکہ وہ بڑے کافر ہیں۔تمام روایت ذکر کی۔

اصحابِ صفہ کے جسم پر اوڑھنے کی چادر نہ تھی

۵۱۰۶/۱۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ لَقَدْ رَاَیْتُ سَبْعِیْنَ مِنْ اَصْحَابِ الصُّفَّةِ مَامِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَیْهِ رِدَاءٌ اِمَّا اِزَارٌ وَاِمَّا کِسَآءٌ قَدْ رَبَطُوْا فِیْ اَعْنَاقِهِمْ فَمِنْهَا مَایَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَیْنِ وَمِنْهَا مَا یَبْلُغُ الْکَعْبَیْنِ فَیَجْمَعُهٗ بِیَدِهٖ کَرَاهِیَةَ اَنْ تُرٰی عَوْرَتُهٗ۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۵۳۶/۱ حدیث رقم ۴۴۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ستر اصحاب صفہ کو اس حال میں دیکھا کہ ان کے جسم پر اوپر اوڑھنے کی چادر نہ تھی یا تو صرف تہہ بند تھی یا کمبل جسے وہ اپنی گردنوں سے باندھ لیتے جن میں سے بعض تو آدھی پنڈلی اور بعض ٹخنوں تک پہنچتا تھا اور ستر کے کھل جانے کے خطرے سے وہ اسے اپنے ہاتھوں سے سنبھالتے رہتے۔(بخاری)

تشریح ۞ اِمَّا اِزَارٌ وَاِمَّا کِسَآءٌ: اصحاب صفہ کے پاس ایک چادر ہوتی اسی کے وہ مالک تھے ان کے پاس دو کپڑے نہ ہوتے تھے۔

بلحاظِ دُنیا اپنے سے کم درجہ کو دیکھو

۵۱۰۷/۱۲ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَظَرَ اَحَدُکُمْ اِلٰی مَنْ فُضِّلَ عَلَیْهِ فِی الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی مَنْ هُوَ اَسْفَلُ مِنْهُ (متفق علیه وفی روایة لمسلم) قَالَ اُنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ هُوَ اَسْفَلَ مِنْکُمْ وَلَا تَنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ هُوَفَوْقَکُمْ فَهُوَ اَجْدَرُ اَنْ لَّا تَزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۲۲/۱۱ حدیث رقم ۶۴۹۰ومسلم فی صحیحه ۲۲۷۵/۴ حدیث رقم (۸-۲۹۶۳) والترمذی فی السنن ۵۷۴/۴ حدیث رقم ۲۵۱۳وابن ماجه ۱۳۸۷/۲ حدیث رقم ۴۱۴۲ واحمد فی المسند ۳۱۴/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص

کسی ایسے آدمی کو دیکھے جس کو مال اور ظاہری صورت میں برتری حاصل ہو تو اسے چاہئے کہ اس شخص کو بھی دیکھ لے جو اس سے نیچا ہو۔ یہ بخاری اور مسلم کی روایت ہے اور مسلم کی ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں تم اپنے سے نیچے والے کو دیکھو اپنے سے اوپر والے کو مت دیکھو یہ اس بات کے زیادہ مناسب ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی اپنے اوپر کی جانے والی نعمتوں کو حقیر قرار نہ دو۔

تشریح ۞ **اِذَا نَظَرَ اَحَدُکُم** : جب کوئی شخص تم میں سے ایسے شخص کو دیکھے جو اس سے بڑھ کر مال و دولت والا ہو اور لباس و جمال میں عمدہ ہو اور اس نے یہ نہیں سمجھا کہ اس کی وجہ سے آخرت میں وبال ہے تو اسے اپنے سے کم درجہ کی طرف نظر ڈال لینی چاہئے جس کے پاس مال و جمال اس سے کم ہے مگر آخرت میں عالی مراتب کا حقدار ہے۔

نکتہ: اس حدیث میں ثبوت مل گیا کہ عام لوگوں کی حالت معتدل ہوتی ہے اگرچہ کوئی کسی کی نسبت سے اعتدال رکھتا ہو اور دوسرا اور کسی کی نسبت سے۔ پس جس نے اپنے سے افضل کو دیکھ کر اپنے کم کی طرف بھی نگاہ ڈال لی وہ بہتر حالت میں رہے گا۔

اشارہ لطیفہ: اِس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو تمام مخلوق سے افضل ہو ہر لحاظ سے یا بعض لحاظ سے تو اس کو اپنے کم کی طرف نہ دیکھنا چاہئے۔ کہیں عجب و خود پسندی اور غرور، افتخار اور تکبر پیدا نہ ہو بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شکر گزار ہو۔

اور جو شخص اس طرح ہو کہ فقر میں اس سے کم تر کوئی نہ ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا اس بات پر شکر گزار ہونا چاہئے کہ اس نے اسے دنیا کے رنج و فکر میں نہیں ڈالا۔

مزاج شبلیؒ: جب کسی دنیادار کو دیکھتے تو یہ دعا کرتے: **اللّٰھم اسألك العفو و العافية فی الدنيا و العقبی ۔**

ایک شخص نے ولی اللہ کے مجلس وعظ میں ان سے شکوہ کیا کہ میں نے اتنی مدت سے کچھ نہیں کھایا۔ شیخ نے کہا تو جھوٹا ہے۔ اے دشمن خدا اگر تو سچا ہوتا تو اس راز کو افشاء نہ کرتا کیونکہ بھوک تو اس کے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کو آتی ہے۔

حاصل کلام: جب مؤمن کا دین خلل و زوال سے بچا ہوتا ہے تو مال و جاہ کے نقصان کی وہ چنداں پرواہ نہیں کرتا اور مشقتوں کے پہنچنے کی پرواہ نہیں کرتا جیسا کہ منقول ہے کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے کسی مرید کو کسی نے ضرب و شتم کیا اور قید و بند میں ڈالا۔ اس نے شکوہ کیا تو آپ نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ کا شکر کرو اسلئے کہ مصائب تو اس سے بھی بڑے ہوتے ہیں پھر وہ ایک کنوئیں میں قید کیا گیا اس نے پھر شکوہ کیا پھر وہی جواب ملا۔ پھر وہ ایک یہودی کے پاس جا پھنسا جو ہر گھڑی اسے ایذا پہنچاتا تھا اور زنجیر میں جکڑ کر اپنے پاس رکھتا۔ نہایت تنگدل ہوا اور پھر امام سے شکوہ کیا آپ نے صبر و شکر کا حکم فرمایا۔ اس نے بے قراری سے جواب دیا۔ اس سے زیادہ سخت بلا اور کونسی ہوگی۔ امام نے فرمایا وہ یہ ہے کہ تیری گردن پر کفر کا طوق رکھا جائے۔ ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ (ال عمران:۸)

الفصل الثانی:

فقراء پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے

۵۱۰۸/۱۳وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدْخُلُ الْفُقَرَاءُ الْجَنَّةَ قَبْلَ

الْاَغْنِيَاءِ وَبِخَمْسِ مِائَةِ عَامٍ نِصْفِ يَوْمٍ۔ (رواه البخاری)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤٩٩/٤ حديث رقم ٢٣٥٤ وابن ماجه فی ١٣٨٠/٢ حديث رقم ٤١٢٢ واحمد فی المسند ٣٤٣/٢

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فقیر لوگ جنت میں مالداروں سے پانچ سو سال پہلے جائیں گے یعنی آخرت کا آدھا دن پہلے۔ (بخاری)

تشریح ۞ **بِخَمْسِ مِائَةِ عَامٍ نِصْفِ يَوْمٍ**: قیامت کا دن ایک ہزار برس ہے تو اس کا نصف پانچ سو سال ہوتے ہیں یعنی دنیا کے سالوں کی گنتی کے لحاظ سے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ﴾ (الحج :٤٧) اور دوسری آیت میں فرمایا: ﴿فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ﴾ (المعارج : ٤) پہلی آیت سے یہ آیت خاص ہے کہ یہ طوالت کفار کے اعتبار سے ہوگی اور ایمان والوں کے لئے اس کو مختصر کر دیا جائے گا وہ نیکو کاروں کیلئے ایک گھڑی کی مانند ہوگا جیسا کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے: فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ (٨) فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ (٩) عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ (١٠) [المدثر]

ایک اشکال: اشرف کہتے ہیں کہ اس روایت اور پہلی میں تطبیق کیا ہوگی، کیونکہ اسمیں چالیس برس فرمایا گیا ہے۔

جواب: اوپر والی آیت میں خاص اغنیاء مہاجرین مراد ہیں یعنی فقراء مہاجرین اغنیاء مہاجرین سے چالیس برس پہلے جنت میں جائیں گے اور دوسرے روایت میں اغنیاء غیر مہاجرین کا تذکرہ ہے پس تناقض نہ رہا۔

بہترین جواب:

دو عدد سے کثرت مراد ہے تحدید مراد نہیں کبھی چالیس سے تعبیر کر دیا اور کبھی پانچ سو برس سے تعبیر کر دیا اور تفنن کلام کے لئے ایسی تعبیرات مستعمل ہوتی ہیں دونوں کا مقصود ایک ہے۔

② پہلے آپ کو چالیس برس کی وحی کی گئی اور پھر پانچ سو برس کی یہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے فقراء کو ایک خاص شان و مرتبہ ملا۔

ظاہر تر جواب:

یہ فقراء کے مراتب کے اعتبار سے ہے صبر، رضا، شکر میں جس کا جو حال ہوگا اس سے سلوک اسی کے مطابق ہوگا۔ یہ جامع الاصول کی تقریر کے موافق ہے جو تقریر اس طرح ہے دونوں روایات میں تطبیق یہ ہے کہ جہاں چالیس برس فرمایا تو اس سے مراد یہ ہے کہ فقیر حریص غنی حریص سے چالیس سال پہلے داخل ہوگا اور اس روایت میں پانچ سو سال کا ذکر ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ فقیر زاہد غنی راغب سے پانچ سو برس پہلے داخل ہوگا۔ واللہ اعلم

مساکین سے محبت کرو اور ان کو خالی نہ موڑو

۱۴/۵۱۰۹ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ فَقَالَتْ عَآئِشَۃُ لِمَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اِنَّھُمْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ قَبْلَ اَغْنِیَآءِ ھِمْ بِاَرْبَعِیْنَ خَرِیْفًا یَا عَآئِشَۃُ لَا تَرُدِّی الْمِسْکِیْنَ وَلَوْبِشِقِّ تَمْرَۃٍ یَا عَآئِشَۃُ اَحِبِّی الْمَسَاکِیْنَ وَقَرِّبِیْھِمْ فَاِنَّ اللّٰہَ یُقَرِّبُکِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (رواہ الترمذی والبیھقی فی شعب الایمان ورواہ ابن ماجۃ عن ابی سعید الی قولہ) زُمْرَۃَ الْمَسَاکِیْنِ۔

اخرجہ الترمذی فی السنن ٤/٤٩٩ حدیث رقم ٢٣٥٢ ۔ اخرجہ ابن ماجہ ٢/١٣٨١ حدیث رقم ٤١٢٦۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا یہ تھی: اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا ...... اے اللہ مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں موت دے اور مساکین کے ساتھ مجھے اٹھانا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یہ کس لئے تو آپ نے فرمایا وہ اغنیاء سے چالیس خریف پہلے جنت میں جائیں گے۔ اے عائشہ مساکین کو خالی نہ موڑنا اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو اے عائشہ! مساکین سے محبت کرنا اور ان کو قریب رکھنا اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا قرب عنایت فرمائیں گے۔ (ترمذی، بیہقی) ابن ماجہ نے اس کو زمرۃ المساکین تک ابوسعید سے نقل کیا

تشریح ۞ وَاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ: مساکین یہ مسکین کی جمع ہے مسکین یہ مسکنت سے مشتق ہے اس کا معنی انتہائی تواضع یا سکون و سکینت ہے۔ سکینت وقار و اطمینان قرار کے معنی میں آتا ہے۔ اس میں امت کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ فقراء کی فضیلت کو پہچانیں اور ان کی ہم نشینی پسند کریں تا کہ ان کی برکت حاصل ہو۔ اس میں مساکین کو تسلی دی ہے کہ تمہیں آخرت میں بلند درجات میسر ہوں گے۔

اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا: کا مطلب یہ ہے کہ میری روزی کو بقدر کفایت کر دیا جائے تا کہ مال کی مشغولیت نہ ہو کیونکہ کثرت مال مقربین کے حق میں محنت و بال کا باعث ہے۔

حکایت: فقراء و صلحاء کی ایک جماعت کے پاس سے ایک بادشاہ گزرا۔ انہوں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی بادشاہ کہنے لگا تم کون لوگ ہو۔ انہوں نے کہا ہم ایسا گروہ ہیں جن کی محبت و عداوت ترک دنیا اور ترک عقبیٰ کے معیار پر ہے۔ بادشاہ ان سے آگے گزرا اور ان سے درگزر کیا اور کہنے لگا ہم تمہاری محبت کی قدرت نہیں رکھتے اور تمہاری عداوت کی طاقت نہیں۔

قَبْلَ اَغْنِیَآءِ ھِمْ: ایک اشکال: فقراء کو جنت میں اغنیاء سے پہلے داخل کیا جائے گا خواہ وہ اغنیاء پیغمبر ہوں؟

جواب: آپ کا مقصود اس سے فقط یہ ظاہر کرنا ہے کہ عقل و شرف فقراء کے لئے ہے اور یہ اپنے تقدم کا اغنیاء انبیاء پر تقدم ظاہر کرتا ہے یہ خوف نہیں کہ فقراء غیر انبیاء سے متاخر جنت میں جائیں گے۔

یَا عَآئِشَۃُ اَحِبِّی الْمَسَاکِیْنَ: اس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو مساکین سے محبت کا حکم فرمایا۔ عطاء نے ابوسعید سے روایت کی ہے اے لوگو! تمہیں تنگی حرام ذرائع سے رزق پر آمادہ نہ کرلے کیونکہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرماتے تھے

اے اللہ مجھے فقر کی حالت میں موت آئے نہ کہ غناء کی حالت میں اور مساکین کے ساتھ میرا حشر کر" بد بخت ترین وہ شخص ہے جس پر فکر دنیا اور عذاب آخرت جمع ہوں۔ ابوالشیخ کہتے ہیں اس میں سلیمان بن عبدالرحمان سے یہ اضافہ بھی منقول ہے "میرا حشر اغنیاء کے ساتھ نہ کرنا" بندہ عرض کرتا ہے کہ فقیر صابر غنی شاکر سے بہتر ہے اس کی دلیل میں یہی روایت کافی ہے۔ رہی روایت الفقر فخری و افتخر به۔ محض باطل ہے اس کی کچھ اصل نہیں ابن حجر نے اس کی تصریح کی ہے اور : کاد الفقر ان یکون کفرا۔ یقیناً ضعیف ہے اور بالفرض اگر وہ درست ہو تو وہ فقر قلبی پر محمول ہے جو جزع فزع کا باعث اور جس سے تقدیر اعتراض کرے اور اللہ کی تقسیم پر راضی نہ ہو دیلمی نے الفقر شیٔ عن الناس وزین عند الله یوم القیامه نقل کی ہے

۱۵/۵۱۱۰ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْغُوْنِیْ فِیْ ضُعَفَائِکُمْ فَاِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ اَوْ تُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَاءِ کُمْ۔ (رواه ابوداؤد)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ۷۳/۳ حدیث رقم ۲۵۹٤ والترمذی فی السنن ۱۷۹/٤ حدیث رقم ۱۷۰۲ والنسائی فی السنن ٤٥/٦ حدیث رقم ۳۱۷۹ واحمد فی المسند ۱۹۸/٥

ترجمہ: حضرت ابودرداء جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ تم مجھے اپنے کمزور لوگوں میں تلاش کرو بلاشبہ تمہیں رزق اور مدد کمزوروں کی وجہ سے دی جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ اَبْغُوْنِیْ فِیْ ضُعَفَائِکُم یعنی اپنے فقراء کے ساتھ احسان کرنے سے مجھے ان میں تلاش کرو ۞ ضعیفوں سے مظلوم مراد ہیں خواہ وہ غنی ہوں یعنی مظلوم کی مدد کرو۔

حاصل یہ ہے کہ ان کو راضی کر کے میری رضا و پسند تلاش کرو۔

اَوْ تُنْصَرُوْنَ: او تنویع کے لئے ہے اس کی تائید ابوداؤد کی روایت سے ہوتی ہے۔ ۞ شک راوی کے لئے ہو۔

بِضُعَفَاءِ کُم: ان کے وجود کی برکت سے انکا وجود احسان اس لئے ہے کہ ان میں اقطاب و اوتار بھی ہیں اور ان کی وجہ سے بلاد و عبار کا انتظام ہے۔

ابن الملک: ابن الملک کہتے ہیں کہ ابغونی کا مطلب یہ ہے کہ ان کے حقوق کی حفاظت کرو اور ان کے دلوں کو خوش رکھو اور میں ان کے ساتھ ہوں بعض اوقات میں اور دل و جان کے ساتھ تمام اوقات میں جس نے انکا اکرام و احترام کیا اس نے میرا اکرام کیا اور جس نے ان کو ایذاء دی اس نے مجھے ایذاء دی اس کی تائید حدیث سے ہوتی ہے: من عادی لی ولیا فقد بارزنی بالحرب۔

فقراء مہاجرین کے توسل سے دُعائے فتح

۱٦/۵۱۱۱ وَعَنْ اُمَیَّةَ اَنَّ خَالِدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُسَیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ کَانَ یَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِیْكِ الْمُهَاجِرِیْنَ۔ (رواه فی شرح السنة)

اخرجه البغوی فی شرح السنة ۲٦٤/۱٤ حدیث رقم ٤۰٦۲

ترجمہ: امیہ بن خالد نے روایت کی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ غرباء مہاجرین کے توسل سے فتح طلب کیا کرتے تھے۔(شرح السنۃ)

تشریح ۞ صَعَالِيْكِ : صعلوك کی جمع ہے بمعنی فقیر۔ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ آپ فقراء مہاجرین کے واسطہ اور ان کی دعا کی برکت سے فتح طلب کرتے تھے۔

ابن الملک کہتے ہیں آپ فقراء مہاجرین کے واسطہ سے اس طرح فتح طلب کرتے تھے: **اللهم انصرنا علی الاعداء بعبادك الفقراء المهاجرين انتهٰی** :حضرت شیخ نے یہ معنی نقل کیا ہے پھر لکھا ہے کہ ان فقراء کی نہایت بزرگی آپ کی زبان سے ذکر کی گئی ہے اور اس بات سے ان کو مشرف کیا کہ ان کی برکت سے فتح طلب فرمائی ۔ع۔شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا۔

فاجر کی نعمت پر رشک نہ کرو

۱۷/۵۱۱۲ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَغْبِطَنَّ فَاجِرًا بِنِعْمَةٍ فَاِنَّكَ لَاتَدْرِیْ مَاهُوَلَاقٍ بَعْدَ مَوْتِهٖ اِنَّ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ قَاتِلاً لَايَمُوْتُ يَعْنِی النَّارَ۔ (رواه فی شرح السنة)

اخرجه البغوی فی شرح السنة ۲۹۴/٤ حديث رقم ٤١٠٣۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کسی تاجر کے پاس کسی نعمت کو دیکھ کر ہرگز رشک نہ کرو تمہیں کیا معلوم وہ اپنی موت کے بعد کس چیز کو پانے والا ہے اور اس کے لئے اللہ کے ہاں ایک ایسا قاتل ہے جو مرنے والا نہیں یعنی آگ۔(شرح السنۃ)

تشریح ۞ يَعْنِی النَّارَ: یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے راوی عبداللہ بن ابی مریم کی تفسیر ہے یعنی نعمت کے سبب وہ آگ میں ہے یعنی اس کی زندگی دراز کی اور کثرت سے اولاد دی۔مال وجاہ میں فراخی دیکھ کر اس پر رشک نہ کرنا چاہیے کہ تو بھی اسی طرح مال وجاہ کا طلبگار رہو۔

دنیا مؤمن کیلئے قید خانہ ہے

۱۸/۵۱۱۳ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَسَنَّتُهٗ وَاِذَا فَارَقَ الدُّنْيَا فَارَقَ السِّجْنَ وَالسَّنَةَ۔ (رواه فی شرح السنة)

احمد فی المسند ۱۹۷/۲

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا دنیا مؤمن کا قید خانہ اور قحط سالی ہے اور جب وہ دنیا سے جدا ہو جاتا ہے تو گویا قید خانے اور قحط سے چھوٹ جاتا ہے۔(شرح السنۃ)

تشریح ۞ الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ: مسلمان کے لئے دنیا قید خانہ اور قحط ہے کیونکہ وہ ہمیشہ سختی وتکلیف اور معاشی تنگی میں رہتا ہے اگر چہ اسے دنیا میں ناز ونعمت بھی ملی ہوئی ہے مگر دنیا کی یہ چیزیں ان نعمتوں کے مقابلے میں جو اس کے لئے آخرت

میں تیار کر رکھی ہے بمنزلہ جیل خانہ اور قحط کے ہیں کیونکہ وہ ہر وقت ریاضت کرتا ہے اور عیش پرستی کو راہ نہیں دیتا ہے۔ مؤمن کا شوق یہی ہے کہ اس محنت آباد (دنیا) سے اس کی جان چھوٹے اور روایت میں کہا گیا ہے۔ لا یخلو المؤمن قلة او ذلة و قد یجتمع للمؤمن الکامل جمیع ذلك مؤمن قلت، ذلت سے کبھی خالی نہیں ہوتا بسا اوقات کامل مؤمن کو یہ تمام چیزیں جمع ہو جاتی ہیں۔

اللہ اپنے پسندیدہ بندے کو دُنیا سے بچاتے ہیں

۱۹/۵۱۱۴ عَنْ قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ عَبْدًا حَمَاہُ الدُّنْیَا کَمَا یَظَلُّ اَحَدُکُمْ یَحْمِیْ سَقِیْمَہُ الْمَآءَ۔ (رواہ احمد والترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۳۳٤/٤ حدیث رقم ۲۰۳٦ واحمد فی المسند ٤۲۷٥

ترجمہ: قتادہ بن نعمان سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو اس کو دنیا سے بچاتے ہیں جس طرح کہ تم میں کوئی شخص اپنے بیمار کو پانی سے بچاتا ہے۔ (ترمذی، احمد)

تشریح ۞ حَمَاہُ الدُّنْیَا یعنی دنیا سے اس کو بچاتا ہے دنیا کے مال و منصب اور اس چیز سے اس کو بچاتا ہے جس سے اس کے دین میں ضرر و نقصان ہو یا آخرت میں نقصان ہو۔

حضرت اشرف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یعنی اس کو دنیا سے روکتا اور بچاتا ہے کہ وہ دنیا کی زینت اور لذات میں ملوث ہو اور زینت کا شکار ہو تاکہ اس کا دِل بیمار نہ ہو اور اس میں حب دنیا کی بیماری پیدا نہ ہو جائے۔

یَحْمِیْ سَقِیْمَہُ الْمَآءَ: اس سے ایسی بیماری مراد ہے جس میں پانی ضرر کرتا ہے مثلاً استسقاء اور ضعف معدہ وغیرہ۔

دو ناپسند مگر عمدہ چیزیں

۲۰/۵۱۱۵ وَعَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِیْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اثْنَتَانِ یَکْرَھُھُمَا ابْنُ اٰدَمَ یَکْرَہُ الْمَوْتَ وَالْمَوْتُ خَیْرٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ مِنَ الْفِتْنَةِ وَیَکْرَہُ قِلَّةَ الْمَالِ وَقِلَّةُ الْمَالِ اَقَلُّ لِلْحِسَابِ۔ (رواہ احمد)

اخرجه الحمد فی المسند ٤۲۷/٥۔

ترجمہ: محمود بن لبید روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو چیزیں ایسی ہیں جن کو ابن آدم ناپسند کرتا ہے: ① وہ موت کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ موت مؤمن کے لئے فتنے سے بہتر ہے۔ ② وہ قلت مال کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ قلت مال حساب کو بہت کم کرنے والا ہے۔ (احمد)

تشریح ۞ مِنَ الْفِتْنَةِ: فتنہ سے مراد شرک، کفر اور گناہ میں مبتلا ہونا ہے۔ ② ظالموں کا جبر و ظلم تاکہ یہ اللہ تعا

مناہی کا ارتکاب کرے اور دین کی ناپسندیدہ اشیاء کو اختیار کرے۔

خوب تر زندگی:

① جس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہو اور سیدھے راستہ پر استقامت و ثبات میسر آجائے اور ایمان کو صحیح سالم لے جائے ایمان کی سلامتی کے بغیر زندگی کسی کام کی نہیں ہے۔

② رہی اکراہ و جبر والی صورت تو اگرچہ دِل ایمان پر برقرار رہتا ہے مگر زبان پر کفر کا لانا اس کو مناسب نہیں یہ بھی فتنہ ہے۔

③ اگر فتنہ سے مراد ابتلاء دنیا اور شدت و مشقت نفس ہو تو یہ صرف گناہوں کا کفارہ ہی نہیں بلکہ درجات کی بلندی کا باعث ہے۔ ایسے شخص کو موت کی طلب درست نہیں کیونکہ اس کا حساب کمتر اور یہ عذاب سے بعید تر ہے، مسلمان کے لئے مناسب ہے کہ یہ اس حالت سے خوش ہو اس لئے کہ وہ اس کے لئے حساب آخرت میں کمی کا باعث ہے اور جو محنت و سختی اسے پہنچی ہے وہ سہل تر ہے۔

میرے عزیز مکرم! یہ تمام ایمان کی شاخیں ہیں جو شارع کے فرمان پر اپنے ایمان کو درست رکھتا ہے وہ یقیناً جانتا ہے کہ جو کچھ اس نے فرمایا ہے وہ حق ہے اور اگر عقل سلیم اور تجربہ رکھتا ہو تو یہ معلوم کرنا کوئی مشکل نہیں ہے کہ مال کی کثرت کے لئے محنت و مشقت میں گرفتاری اور ذلت و خواری کس قدر پیش آتی ہے اور جس قدر مال سے تعلق زیادہ اور اس پر نگاہ رکھی جائے اسی قدر آدمی کی محنت بڑھے گی جو فقر سے کم نہیں اور اگر دنیا سے تعلق ترک کر دے اور بے تعلقی اختیار کرے اور قناعت کرے اور بقدر حاجت پر اکتفاء ہو تو اس میں نفس کی صفائی اور پاکیزگی ہے۔

محبّ کی طرف فقر سیلاب کی طرح آتا ہے

۲۱/۵۱۱۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ اُحِبُّكَ فَقَالَ اُنْظُرْ مَا تَقُوْلُ فَقَالَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُحِبُّكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ قَالَ اِنْ كُنْتَ صَادِقًا فَاَعِدَّ لِلْفَقْرِ تِجْفَافًا لَلْفَقْرُ اَسْرَعُ اِلٰى مَنْ يُّحِبُّنِيْ مِنَ السَّيْلِ اِلٰى مُنْتَهَاهُ۔ (رواه الترمذی وقال هذا حديث غريب)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤/٤٩٨ حديث رقم ٢٣٥٠

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے فرمایا دیکھ لو کیا کہہ رہے ہو تو وہ کہنے لگا اللہ کی قسم بلاشبہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے اور اس نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو سچا ہے تو پھر فقر کے لئے حفاظتی سامان تیار کر لے کیونکہ جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے تو فقر اس کی طرف اس سیلاب سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ جاتا ہے جو اپنے مرکز کی طرف دوڑ رہا ہو۔ (ترمذی نے اس حدیث کو غریب کہا ہے)

تشریح ۞ تِجْفَافًا: گھوڑے پر ڈالی جانے والی پاکھر تاکہ اس کا جسم جنگ میں زخم سے محفوظ رہے جیسا کہ سوار کے زرہ۔ یہ صبر سے کنایہ ہے کیونکہ صبر فقر کو اسی طرح ڈھانک لیتا ہے جیسا کہ پاکھر و زرہ بدن کو یعنی صبر کے لئے تیار ہوتا کہ

تجھے بلند مرتبہ میسر ہو خصوصاً فقر پر زیادہ اجر ہے۔

مِنَ السَّیْلِ اِلٰی مُنْتَهَاهُ: اس پر فقر کی آمد اور مصائب کا اترنا اور شدائد کا آنا بکثرت لازم ہے کیونکہ روایات میں وارد ہے لوگوں میں سب سے تکلیف اٹھانے والے انبیاء علیہم السلام ہیں پھر دورے اچھے لوگ درجہ بدرجہ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہی میں سے تھے اور یہ ان سے محبت کا دعویدار ہے: ''المرء مع من احب'' (آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہے)۔فقر کی پاکھر یہ صبر سے کنایہ ہے اور یہ حالت فقر میں آنے والے مصائب میں ہلاکت سے محفوظ کرتا ہے اور انسان گھبراہٹ کے بھنور میں ڈوب کر غضب الٰہی کا شکار ہونے سے بچاتا ہے۔

دعویٰ محبت کا ایک ثبوت:

اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ آپ کے طریقہ پر چلنے میں ہے اور فقر اختیار کئے بغیر یہ دعویٰ جھوٹ ہے اور فی الحقیقت اتباع اور موافقت لوازم محبت سے ہے اور اتباع محبوب کے بغیر محبت کا دعویٰ درست نہیں کسی شاعر کا قول ہے ان المحب لمن یحب مطیع بلاشبہ محبّ اپنے محبوب کا مطیع ہوتا ہے مگر یہ صدق محبت اور کمال محبت کا نشان ہے۔

ماہیتِ محبت:

محبوب کی ذات وصفات کو اچھا جاننا اور اس کی خوبی وشکل وشمائل سے دِل کا بھرنا اور باطن کا اس کی طرف کھچاؤ ہے اگر کوئی محبوب کو سب سے اچھی نگاہ سے دیکھتا ہے اور سب سے خوب جانتا بھی ہے مگر اس کی باتوں پر عمل پیرا ہونے اور اس کی اتباع میں کمی ہے تو یہ ناقص محبت ہے جیسے ایمان بلا عمل۔اکمل واعلیٰ محبت تو کامل اتباع کی متقاضی ہے۔

مجھے اللہ کی خاطر بے شمار تکالیف دی گئیں

۲۲/۵۱۱۷ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ اُخِفْتُ فِی اللّٰهِ وَمَا يُخَافُ اَحَدٌ وَلَقَدْ اُوْذِيْتُ فِی اللّٰهِ وَمَا يُؤْذٰى اَحَدٌ وَلَقَدْ اَتَتْ عَلَیَّ ثَلٰثُوْنَ مِنْ بَيْنِ لَيْلَةٍ وَيَوْمٍ وَمَالِیْ وَلِبِلَالٍ طَعَامٌ يَاْكُلُهٗ ذُوْ كَبِدٍ اِلَّا شَیْءٌ يُوَارِيْهِ اِبْطُ بِلَالٍ (رواه الترمذی وقال معنٰی هذا الحديث حين خرج النبی ﷺ) هَارِبًا مِنْ مَّكَّةَ وَمَعَهٗ بِلَالٌ اِنَّمَا كَانَ مَعَ بِلَالٍ مِنَ الطَّعَامِ مَا يَحْمِلُ تَحْتَ اِبْطِهٖ۔

اخرجه الترمذی فی السنن ٤/٥٥٦ حديث رقم ٢٤٧٢ وابن ماجه فی السنن ١/٥٤ حديث رقم ١٥١ واحمد فی المسند ٣/١٢٠۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ کی خاطر اتنا ڈرایا گیا کہ اتنا اور کسی کو نہیں ڈرایا گیا اور اللہ کی خاطر مجھے اس قدر تکالیف دی گئیں کہ اور کسی کو اتنی تکالیف نہیں دی گئیں مجھ پر تیس دن رات ایسے گزرے ہیں کہ جب میرے اور بلال کے پاس کوئی ایسا کھانا نہیں تھا جسے کوئی صاحب جگر کھا سکے سوائے اس چیز کے جس کو بلال اپنی بغل میں دبا کر لائے۔یہ ترمذی کی روایت ہے اور یہ اس وقت کی بات ہے جب رسول اللہ مکہ مکرمہ

سے باہر نکلے اور بلال آپ کے ساتھ تھے اور بلال کے پاس اتنا سا کھانا تھا جسے وہ اپنی بغل کے نیچے دبائے ہوئے تھے۔

شدتِ فقر کا حال:

تشریح ۞ لَقَدْ اَتَتْ عَلَیَّ: مجھ پر اور بلال پر ایسی تیس راتیں گزریں کہ ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جس کو انسان تو درکنار کوئی صاحب جگر کھا سکے بس کوئی حقیر و قلیل چیز جو بلال بغل میں دبا کر لائے وہی تھی۔ ھاربا من مکۃ۔ اس میں حضرت بلال کے ساتھ ہونے کا تذکرہ ہے شاید یہ عام الحزن کی بات ہے جب کہ آپ کے دو بڑے محسن خواجہ ابوطالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا اور کفار کی سختیاں بڑھ گئیں تو آپ نے ۱۰ نبوی میں مدینہ سے طائف کا سفر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں کیا۔ اہل طائف کی طرف سے بجائے تعاون کے شدید ترین رویئے کا اظہار ہوا انہوں نے اپنے لونڈوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا جو استہزاء کرتے اور پتھر برساتے تھے آپ کی ایڑیاں خون سے لہولہان ہوگئیں جسم مبارک پتھروں سے شدید زخمی ہوگیا آپ نڈھال ہو کر بیٹھ جاتے تو وہ بازو پکڑ کر اٹھا دیتے جب چلتے تو پتھر برساتے زید بن حارثہ آپ سے پتھروں کو روکتے ہوئے زخمی ہوگئے آپ نے عتبہ بن ربیعہ کے باغ میں پناہ لی۔ جبرئیل امین حاضر ہوئے اور عرض کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کے رویے اور سلوک کو دیکھا یہ پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہے اس کو جو حکم چاہیں دیں اگر پسند ہو تو پہاڑوں کو جن میں طائف آباد ہیں ملا دیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے امید ہے کہ ان کی پشتوں میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے پرستار ہوں گے۔ اس واقعہ میں حضرت بلال کا ساتھ ہونا کسی روایت و حدیث و تاریخ میں نہیں ملتا البتہ زید بن حارثہ کا تذکرہ ملتا ہے۔

(سفر السعادۃ)

بھوک سے پیٹ پر پتھر باندھنا

۲۳/۵۱۱۸ وَعَنْ اَبِیْ طَلْحَۃَ قَالَ شَکَوْنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْجُوْعَ فَرَفَعْنَا عَنْ بُطُوْنِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنْ بَطْنِہٖ عَنْ حَجَرَیْنِ۔

(رواہ الترمذی و قال ھذا حدیث غریب)

اخرجه الترمذی فی السنن ٥٠٦/٤ حدیث رقم ٢٣٧١۔

ترجمہ: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھوک کی شکایت کی اور ہم نے اپنے پیٹوں پر بندھا ہوا ایک ایک پتھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھایا تو اس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔ (یہ ترمذی کی روایت ہے اور اس حدیث کو انہوں نے غریب کہا ہے)

تشریح ۞ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ بَطْنِہٖ: بھوک کے موقع پر پتھر باندھنے میں حکمت یہ ہے کہ پشت کو تقویت ہو اور وہ ٹیڑھی ہو کر کام سے عاجز نہ ہو جائے جب پیٹ خالی ہوتا ہے تو آنتیں کمر سے لگ جاتی اور کھنچ جاتی ہیں۔ شدت بھوک میں دو پتھر باندھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریاضت زیادہ تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو پتھر باندھ رکھے تھے۔

شدتِ بھوک میں صرف ایک کھجور

۲۴/۵۱۱۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ اَصَابَهُمْ جُوْعٌ فَاَعْطَاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَمْرَةً تَمْرَةً. (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵۵۷/۴ حدیث رقم ۲٤٧٤ واخرجه ابن ماجه ۱۳۹۲/۲ حدیث رقم ٤١٥٧۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب فقراء صحابہ کو بھوک کی شدت نے پریشان کیا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایک ایک کھجور عنایت فرمائی۔ (ترمذی)

تشریح ۞ ہر ایک کو ایک ایک کھجور عنایت فرمائی یہ فقر اور تنگی اس حد تک پہنچنے والی تھی کہ کبھی ایک کھجور پر گزارا کرنا پڑتا تھا۔ پھر بھی وہ صابر وشاکر تھے۔

صابر وشاکر لکھا جانے والا بندہ

۲۵/۵۱۲۰ وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَصْلَتَانِ مَنْ كَانَتَا فِيْهِ كَتَبَهُ اللّٰهُ شَاكِرًا صَابِرًا مَنْ نَظَرَ فِيْ دِيْنِهٖ اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَهٗ فَاقْتَدٰى بِهٖ وَنَظَرَ فِيْ دُنْيَاهُ اِلٰى مَنْ هُوَ دُوْنَهٗ فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلٰى مَا فَضَّلَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ كَتَبَهُ اللّٰهُ شَاكِرًا صَابِرًا وَمَنْ نَظَرَ فِيْ دُنْيَاهُ اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَهٗ فَاَسِفَ عَلٰى مَا فَاتَهٗ مِنْهُ لَمْ يَكْتُبْهُ اللّٰهُ شَاكِرًا وَلَا صَابِرًا (رواہ الترمذی وذکر حدیث ابی سعید) اَبْشِرُوْا يَا مَعْشَرَ صَعَالِيْكِ الْمُهَاجِرِيْنَ فِيْ بَابٍ بَعْدَ فَضَائِلِ الْقُرْاٰنِ۔

اخرجه الترمذی فی السنن ۵۷٤/٤ حدیث رقم ۲۵۱۲ وابن ماجه فی السنن ۱۳۸۷/۲ حدیث رقم ٤١٤٢

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص میں دو عادتیں ہوں اللہ تعالیٰ اس کو صابر وشاکر لوگوں میں لکھ دیتے ہیں۔ وہ شخص جو اپنے دین میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھے اور اس کی پیروی کرے اور اپنی دنیا میں اپنے سے کم تر کو دیکھے اور اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرے کہ اللہ نے اس پر فضل فرمایا ہے اور وہ شخص جس نے اپنے دین میں اپنے سے کم مرتبہ کو دیکھا اور اپنی دنیا میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھا اور اس نے اپنے سے فوت ہو جانے والی چیز پر افسوس کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو صابر وشاکر نہیں لکھتے۔ یہ ترمذی کی روایت ہے اور حضرت ابوسعید خدری کی روایت فضائل قرآن میں گزری جس کی ابتداء اس طرح ہے۔

تشریح ۞ فَاَسِفَ عَلٰى مَا فَاتَهٗ مِنْهُ: اس نے دو مذکورہ چیزوں میں سے ایک پر بھی صبر نہ کیا بلکہ کفران نعمت کا مرتکب ہوا اور دل وزبان سے ناشکری کی۔

يَكْتُبُهُ اللّٰهُ شَاكِرًا: سے مراد کامل مؤمن ہے کہ جس میں صبر وشکر والی ہر دو صفات ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ﴾ (ابراھیم : ۵) (بیشک اس میں ہر صابر شاکر کے لئے نشان عبرت ہیں) ایمان کے دو حصے ہیں نصف صبر اور نصف شکر ہے۔

صبر۔سیئات سے اپنے نفس کو روک کر رکھنا۔

شکر۔اطاعات کو اعضاء سے بجالانا۔

الفصل الثالث:

فقراء مہاجرین کون؟

۲۶/۵۱۲۱ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِیِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو وَسَاَلَهٗ رَجُلٌ قَالَ اَلَسْنَا مِنْ فُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِیْنَ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ اَلَكَ امْرَاَةٌ تَاْوِیْ اِلَیْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ اَلَكَ مَسْكَنٌ تَسْكُنُهٗ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَنْتَ مِنَ الْاَغْنِیَاءِ قَالَ فَاِنَّ لِیْ خَادِمًا قَالَ فَاَنْتَ مِنَ الْمُلُوْكِ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَجَآءَ ثَلٰثَةُ نَفَرٍ اِلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَاَنَا عِنْدَهٗ فَقَالُوْا یَا اَبَا مُحَمَّدٍ اِنَّا وَاللّٰهِ مَا نَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ لَا نَفَقَةٍ وَلَا دَابَّةٍ وَلَا مَتَاعٍ فَقَالَ لَهُمْ مَا شِئْتُمْ اِنْ شِئْتُمْ رَجَعْتُمْ اِلَیْنَا فَاَعْطَیْنٰكُمْ مَا یَسَّرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاِنْ شِئْتُمْ ذَكَرْنَا اَمْرَكُمْ لِلسُّلْطَانِ وَاِنْ شِئْتُمْ صَبَرْتُمْ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ فُقَرَآءَ الْمُهَاجِرِیْنَ یَسْبِقُوْنَ الْاَغْنِیَاءَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِلَی الْجَنَّةِ بِاَرْبَعِیْنَ خَرِیْفًا قَالُوْا فَاِنَّا نَصْبِرُ لَا نَسْاَلُ شَیْئًا۔

(رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲۲۸۵/٤ حدیث رقم (۳۷-۲۹۷۹)

ترجمہ: حضرت ابوعبدالرحمان الحبلیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا جب کہ ان سے ایک شخص نے پوچھا کہ کیا ہم فقراء مہاجرین نہیں ہیں تو عبداللہ نے اس سے سوال کیا کیا تمہاری بیوی ہے اس نے کہا جی ہاں! انہوں نے پوچھا کیا تیرا مکان ہے جہاں تو رہائش پذیر ہے اس نے کہا جی ہاں! تو آپ نے فرمایا کہ تو تو پھر مالداروں میں سے ہے وہ شخص کہنے لگا میرا تو ایک خادم بھی ہے تو عبداللہ کہنے لگے تو تو پھر بادشاہ ہے۔عبدالرحمان کہتے ہیں کہ تین آدمی حضرت عبداللہ کی خدمت میں آئے جب کہ میں ان کے پاس بیٹھا تھا تو وہ کہنے لگے اے ابومحمد ہمارے پاس کوئی چیز نہیں نہ خرچہ نہ سواری نہ گھریلو سامان تو آپ نے ان کو فرمایا تمہاری مرضی ہے اگر تم چاہو تو ہمارے پاس دوبارہ آنا تو ہم تمہیں جو اللہ نے میسر فرمایا دیں گے اور اگر تم مناسب سمجھو تو ہم تمہارا معاملہ بادشاہ کو پیش کر دیں گے اور اگر تم مناسب سمجھو تو صبر کرو اس لئے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ فقراء مہاجرین قیامت کے دن جنت میں چالیس خریف پہلے داخل ہونگے تو انہوں نے کہا ہم صبر کریں گے اور کسی چیز کا مطالبہ نہیں کریں گے۔(مسلم)

تشریح ✿ **اَلْحُبُلِیِّ**: انکا نام عبداللہ بن زید مصری ہے۔جلیل القدر تابعی ہیں انہوں نے حضرت ابوایوب' حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم سے حدیث سنی ہے۔

فقراء مہاجرین:

جن کی اللہ اوران کے رسول نے تعریف کی اور پہلے دخول جنت کی خوشخبری دی ہے۔

اَلَكَ مَسْكَنٌ: جب اس نے سنا کہ انہوں نے عورت اور گھر کی موجودگی کی وجہ سے فقراء میں شمار نہیں کیا تو کہنے لگے میرے پاس تو خادم بھی ہے۔

اِنْ شِئْتُمْ رَجَعْتُمْ :دوبارہ آنا اس وقت ہمارے پاس دینے کی کوئی چیز نہیں۔

ذَكَرْنَا اَمْرَكُمْ لِلسُّلْطَانِ: یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کا زمانہ تھا۔

فقراء مہاجرین کو خوشخبری ہو

۵۱۲۲/۲۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ بَيْنَ اَنَا قَاعِدٌ فِى الْمَسْجِدِ وَحَلْقَةٌ مِنْ فُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ قُعُوْدٌ اِذْ دَخَلَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَعَدَ اِلَيْهِمْ فَقُمْتُ اِلَيْهِمْ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُبَشِّرْ فُقَرَآءَ الْمُهَاجِرِيْنَ بِمَايَسُرُّ وُجُوْهَهُمْ فَاِنَّهُمْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْاَغْنِيَآءِ بِاَرْبَعِيْنَ عَامًا قَالَ فَلَقَدْ رَاَيْتُ اَلْوَانَهُمْ اَسْفَرَتْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنْ اَكُوْنَ مَعَهُمْ اَوْمِنْهُمْ۔

(رواه الدارمی)

اخرجه الدارمی فی السنن ۴۳۷/۲ حدیث رقم ۲۸۴۴

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا اور وہاں فقراء مہاجرین کا ایک گروہ بھی بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اوران کے پاس بیٹھ گئے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فقراء مہاجرین کو خوشخبری ہو ایسی بات سے جو ان کے چہرے کو خوش کردے گی کہ وہ مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔ میں نے دیکھا کہ ان کے رنگ چمک اٹھے تو عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ مجھے تمنا یہ پیدا ہوئی کہ کاش میں ان سے یا ان کے ساتھ ہوتا۔ (دارمی)

تشریح ۞ ① **بِمَايَسُرُّ وُجُوْهَهُم:** وجوہ یہ وجہ کی جمع ہے اس سے ذات مراد ہے۔ ② منہ یعنی تاکہ ان کے دِل خوش ہوں جس کا اثر ان کے چہروں پر ظاہر ہو۔

مَعَهُمْ اَوْمِنْهُم: ① تنویع کے لئے ہے۔ ② شک راوی کے لئے ہے میں نے پسند کیا کہ میں فقراء مہاجرین میں سے ہوتا۔ تنویع کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ میں فقیر نہیں مگر ان کی صحبت کا متمنی ہوں تاکہ ان کے انوار سے فائدہ اٹھاؤں یا فقیر ہو کر ان میں شمار ہو جاؤں۔

سات باتیں سات خزانے

۵۱۲۳/۲۸ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ اَمَرَنِیْ خَلِیْلِیْ بِسَبْعٍ اَمَرَنِیْ بِحُبِّ الْمَسَاکِیْنِ وَالدُّنُوِّمِنْهُمْ وَاَمَرَنِیْ اَنْ اَنْظُرَ اِلٰی مَنْ هُوَدُوْنِیْ وَلَا اَنْظُرَ اِلٰی مَنْ هُوَ فَوْقِیْ وَاَمَرَنِیْ اَنْ اَصِلَ الرَّحِمَ وَاِنْ اَدْبَرَتْ وَاَمَرَنِیْ اَنْ لَا اَسْئَلَ اَحَدًا شَیْئًا وَاَمَرَنِیْ اَنْ اَقُوْلَ بِالْحَقِّ وَاِنْ کَانَ مُرًّا وَاَمَرَنِیْ اَنْ لَا اَخَافَ فِی اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ وَاَمَرَنِیْ اَنْ اُکْثِرَمِنْ قَوْلِ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فَاِنَّهُنَّ مِنْ کَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ۔ (رواہ احمد)

اخرجه احمد فی المسند ۱۵۹/۵

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے دوست نے مجھے سات باتوں کا حکم دیا۔(۱) مساکین سے محبت رکھنا اور ان کو قریب کرنا (۲) مجھے یہ حکم فرمایا کہ اپنے سے کم درجہ کو دیکھو نہ کہ اپنے سے اوپر والے کو (۳) صلہ رحمی کروں اگر چہ وہ دور کا رشتہ دار ہو (۴) اور کسی سے کوئی چیز کا سوال نہ کروں (۵) سچی بات کہوں اگر چہ وہ کڑوی ہی کیوں نہ ہو (۶) اللہ کے معاملے میں کسی کی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ رکھوں (۷) لاحول ولاقوۃ کو کثرت سے پڑھتا رہوں۔ یہ کلمات عرش کے نیچے خزانہ میں ہیں۔(احمد)

تشریح ❁ فَاِنَّهُنَّ مِنْ کَنْزٍ: شیخ نے ھن کی ضمیر روایت میں مذکورہ سات باتوں کی طرف لوٹائی ہے۔

ملاعلی قاری رحمہ اللہ نے ھن کا مرجع صرف لاحول ولاقوۃ کو قرار دیا ہے اور کہا کہ یہ کلمات معنوی خزانہ ہے عرش رحمان کے نیچے رکھا گیا ہے جو کوئی ان کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے حول وقوت سے خزائن جنت کو پالیتا ہے کیونکہ عرش رحمان جنت کی چھت ہے اور انہوں نے فرمایا جس نے ضمیر کا مرجع سات فضائل کو قرار دیا انکا قول نہایت بعید ہے کیونکہ وہ فضائل سبعہ گنج سے نہیں ہیں یہ بات بلا دلیل ہے اور اس کے بالمقابل صحاح ستہ میں لاحول و لا قوۃ کو خزائن جنت میں سے ایک خزانہ قرار دیا گیا ہے۔

وجہ کنز میں اختلاف: ① یہ کنز کی طرح ہے یعنی نفیس اور لوگوں کی نگاہوں سے محفوظ ہے۔ ② یہ ذخائر جنت سے ہے۔ ③ کہنے والے کو جنت میں نفیس ذخیرہ کا ثواب ملتا ہے۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں میں نے آپ کے پاس پڑھا تو آپ نے فرمایا اس کی تفسیر جانتے ہو۔ میں نے عرض کیا: اللہ ورسولہ اعلم۔ آپ نے فرمایا گناہ سے پھرنا اور بچنا اس کی مدد سے ہے اور اطاعت کی قوت بھی اس کی مدد سے ہے۔ مشائخ شاذلیہ رحمہم اللہ نے اسے توفیق عمل کے لئے سفینہ مدد قرار دیا ہے۔

تین پسندیدہ چیزیں

۵۱۲۴/۲۹ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُعْجِبُهٗ مِنَ الدُّنْیَا ثَلٰثَةٌ اَلطَّعَامُ وَالنِّسَآءُ وَالطِّیْبُ فَاَصَابَ اثْنَتَیْنِ وَلَمْ یُصِبْ وَاحِدًا اَصَابَ النِّسَآءَ وَالطِّیْبَ وَلَمْ یُصِبِ الطَّعَامَ۔

(رواہ احمد)

اخرجه احمد فی المسند ۷۲/۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی تین چیزیں پسند تھیں: کھانا' عورتیں اور خوشبو۔ آپ نے دو چیزیں عورتیں اور خوشبو پائی مگر کھانا نہ پایا۔ (احمد)

تشریح ۞ یُعْجِبُهٗ مِنَ الدُّنْیَا: نفی مطلق مبالغہ کے اظہار کے لئے ہے کیونکہ پہلے گزر چکا ہے کہ مسلسل دو یوم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کی روٹی تادم وفات پیٹ بھر کر نہیں کھائی یہ فقر اختیاری تھا اور اس فقر کی بے شمار حکمتیں تھیں کہ کوئی غریب بحالت غربت فقر کو دین سے منہ موڑنے کا بہانہ نہ بنالے اور کسی تنگدستی میں دین کو ہاتھ سے نہ جانے دے اس لئے کہ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سخت وقت تو نہیں آیا ہے۔

نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے

۳۰/۵۱۲۵ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حُبِّبَ اِلَیَّ الطِّیْبُ وَالنِّسَآءُ وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوةِ۔ (رواہ احمد والنسائی وزاد ابن الجوزی بعد قولہ حُبِّبَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا)

احمد بن حنبل' المسند۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے لئے خوشبو اور عورتوں کو پسندیدہ بنایا گیا ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔ اس کو احمد و نسائی نے نقل کیا ہے اور ابن جوزی نے حُبِّبَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا کے بعد اضافہ کیا ہے۔

تشریح ۞ جُعِلَتْ قُرَّةُ عَیْنِیْ: یعنی مجھے نماز وہ ذوق، حضور اور راحت و سرور ملتا ہے جو اور کسی عبادت میں نہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ارحنا یا بلال! اے بلال! رنج و مشغولی سے راحت دلاؤ کہ وہ مناجات حق میں ہے۔

قُرَّةُ: قر سے مشتق ہے بمعنی قرار و ثبات یعنی لقاء محبوب سے صبر و قرار ملتا ہے۔ ۞ محبوب کو دیکھنے سے ایسا سکون آتا ہے کہ اور کسی طرف نگاہ اٹھانے کو دل نہیں مانتا۔ ۞ قُر سے مشتق ہے بمعنی سردی' ٹھنڈک یعنی دیدارِ محبوب سے آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں اور دشمنوں کو دیکھ کر آنکھیں جلتی ہیں۔ اسی وجہ سے اولاد کو قرۃ العین کہا جاتا ہے۔

ضروری وضاحت: روایت کے الفاظ طبرانی و حاکم میں موجود ہیں یہ شرط مسلم پر ہے۔ البتہ بعض الفاظ، جعلت من الدنیا میں اختلاف ہے۔ ثلاث کا لفظ بقول ابن حجر و حافظ عراقی کسی روایت میں نہیں البتہ اگر ہو تو پھر اشکال ہے کہ نماز دنیا کی چیز نہیں مگر اس کا جواب دیا گیا ہے کہ مجھے دو چیزیں امور دنیا اور ایک امور دینیہ سے پسند ہے۔ ۞ امور دنیا کو عبادت میں معاون ہونے کی وجہ سے ذکر فرمایا۔ ۞ بعض روایات میں تیسری چیز گھوڑا اور بعض میں طعام کا تذکرہ ہے۔ بعض صوفیوں نے شارحین حدیث کے الٹ قرۃ عینی سے حضرت فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کا نماز میں ہونا ذکر کیا جو کہ من گھڑت تشریح ہے۔

عیش پرستی سے بچو

۳۱/۵۱۲۶ وَعَنْ مُعَاذِبْنِ جَبَلٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَ بِهٖ اِلَی الْیَمَنِ قَالَ اِیَّاكَ

وَالتَّنَعُّمَ فَاِنَّ عِبَادَ اللّٰهِ لَيْسُوْا بِالْمُتَنَعِّمِيْنَ۔ (رواہ احمد)

اخرجه احمد فى المسند ٥/٢٤٣۔

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کی طرف روانہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ! عیش پرستی سے بچنا کہ اللہ کے بندے عیش پرست نہیں ہوتے۔

تشریح ✿ **اِيَّاكَ وَالتَّنَعُّمَ**: عیش پرستی کافر، فاسق غافل، جاہل لوگوں کا شعار ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **ذرهم ياكلوا ويتمتعوا**...... ان کو کھانے پینے اور عیش کرنے دیں۔ **ياكلون كما تاكل الانعام**...... وہ چوپایوں کی طرح کھاتے ہیں۔ مزید فرمایا: **انهم كانوا قبل ذلك مترفين**......۔ وہ اس سے پہلے خوش عیش تھے، تنعم۔ تعیش کو کہتے ہیں یعنی حرص کرنا کھانے اور خواہشات میں حرص کرنا۔

صابر کے لئے رضاءِ الٰہی

۳۲/۵۱۲۷ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَضِيَ مِنَ اللّٰهِ بِالْيَسِيْرِ مِنَ الرِّزْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِالْقَلِيْلِ مِنَ الْعَمَلِ۔

رواه البيهقى فى شعب الايمان ٤/١٣٩ حديث رقم ٤٥٨٥

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ کی طرف سے دیے ہوئے تھوڑے رزق پر راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ اس کے تھوڑے عمل پر راضی ہو جائیں گے۔ (بیہقی)

تشریح ✿ بھوک کو چھپانے والا بارگاہ الٰہی سے انعام کا مستحق ہے کیونکہ اس نے اپنی احتیاج لوگوں پر پیش نہیں کی اور قناعت کی۔

حاجت ظاہر نہ کرنے والے کی کفالت

۳۳/۵۱۲۸ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَاعَ اَوِاحْتَاجَ فَكَتَمَهُ النَّاسَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اَنْ يَّرْزُقَهُ رِزْقَ سَنَةٍ مِنْ حَلَالٍ۔ (رواهما البيهقى فى شعب الايمان)

اخرجه البيهقى فى شعب الايمان ٧/٢١٥ حديث رقم ١٠٠٥٤

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص بھوکا یا حاجتمند ہو مگر وہ لوگوں پر ظاہر نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اپنے اوپر لازم کر لیتے ہیں کہ اسے ایک سال کا حلال رزق عنایت فرمائیں۔ (بیہقی)

تشریح ✿ یہاں بھوک سے وہ بھوک مراد ہے جس کے ساتھ صبر متصور ہو اور اس کو چھپانا درست ہو۔ علماء نے واضح لکھا ہے کہ اگر کوئی بھوک کی وجہ سے مرنے کو ہو تو اسے سوال کرنا یا مردار کا کھانا ضروری ہے تاکہ جان بچ جائے ورنہ گناہ کی موت مرے گا۔

سوال سے بچنے والا پسندیدہ مؤمن

۳۴/۵۱۲۹ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ عَبْدَهُ الْمُؤْمِنَ الْفَقِيْرَ الْمُتَعَفِّفَ اَبَا الْعِيَالِ۔ (رواه ابن ماجة)

اخرجه ابن ماجه فى السنن ۲/ ۱۳۸۰ حديث رقم ۴۱۲۱۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ پارسا، فقیر اور سوال سے بچنے والے مؤمن کو پسند کرتے ہیں۔ (ابن ماجہ)

تشریح ۞ اَلْفَقِيْرَ الْمُتَعَفِّفَ: باوجود فقیر و مالدار ہونے کے اس نے حرام سے اپنے کو بچالیا ہے۔ اور سوال سے بھی محفوظ رکھا ہے یہ کامل مؤمن ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ بندہ ہے۔

کہیں ہماری پسندیدہ اشیاء کو دنیا میں نہ دے دیا ہو

۳۵/۵۱۳۰ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ قَالَ اسْتَسْقٰى يَوْمًا عُمَرُ فَجِيْءَ بِمَآءٍ قَدْ شِيْبَ بِعَسَلٍ فَقَالَ اِنَّهٗ لَطِيْبٌ لٰكِنِّيْ اَسْمَعُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ نَعٰى عَلٰى قَوْمٍ شَهَوَاتِهِمْ فَقَالَ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَاَخَافُ اَنْ تَكُوْنَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا فَلَمْ يَشْرَبْهُ۔

رواه رزين۔

ترجمہ: حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پینے کے لئے پانی طلب کیا تو ان کے پاس شہد ملا ہوا پانی لایا گیا آپ نے فرمایا کہ یہ بہت خوب پانی ہے لیکن میں نے اللہ سے یہ بات سنی ہے کہ اس نے کچھ لوگوں پر ان کی خواہشات کی وجہ سے عیب لگایا ہے اور ارشاد فرمایا: اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ ...... کہ کیا تم نے اپنی پسندیدہ اشیاء کو دنیا ہی کی زندگی میں حاصل کر لیا کہ ان سے نفع اٹھا لیا چنانچہ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں ہماری نیکیاں بھی ہمیں جلدی نہ دے دی گئی ہوں چنانچہ آپ نے اسے نوش نہ فرمایا۔ (رزین)

تشریح ۞ لٰكِنِّيْ اَسْمَعُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ: یعنی اگر میں یہ پانی استعمال کروں اور اس سے لذت اندوز ہوں اور سکون حاصل کروں تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں ہمارے اعمال کا ثواب دنیا میں تمام نہ کر دیا گیا ہو جیسا کہ کفار کا بدلہ دنیا میں چکا دیا گیا ہے آخرت میں ان کے نصیب میں کچھ نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **من كان يريد العاجلة عجلنا له فيها ما نشاء**۔ اگرچہ یہ آیت کفار کے حق میں اتری ہے مگر اعتبار عموم لفظ کا ہے خصوصی سبب کا نہیں ہے۔

فتح خیبر سے پہلے تنگدستی کا عالم

۳۶/۵۱۳۱ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَا شَبِعْنَا مِنْ تَمْرٍ حَتّٰى فَتَحْنَا خَيْبَرَ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه حدیث رقم ۴۲۴۳

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نے پیٹ بھر کر کھجوریں خیبر کی فتح سے پہلے نہیں کھائیں۔ (بخاری)

تشریح ۞ اس میں صحابہ کرام میں سے عمومی حضرات کی یہ کیفیت فقر ذکر کی گئی ہے اس کے باوجود دین سے ان کی وابستگی ان کی عظمت دینی کی دلیل ہے۔

الفصل الاول:

باب الْأَمَلِ وَالْحِرْصِ

باب حرص اور لمبی اُمیدوں کا بیان

حرص واُمید:

الامل :امید رکھنا۔

الحرص: ارادے اور آرزو میں زیادتی کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وان تحرص علی ھدٰھم** ......(اگر آپ ان کی ہدایت کے زیادہ خواہش مند ہیں)۔ صاحب قاموس کہتے ہیں بدترین حرص یہ ہے کہ اپنا حصہ لے کر دوسرے کے حصہ کی طمع کرنے لگے۔ انتہیٰ اور امل سے یہاں وہ لمبی امیدیں مراد ہیں جنہیں آدمی آخرت سے غافل اور موت کی تیاری سے بے خبر ہو کر دنیا کی لذات حاصل کرنے کے لئے لگائے، جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **ذرھم یا کلوا ویتمتعوا ویلھھم الامل**۔ (انہیں چھوڑ دیں کہ کھائیں پئیں اور امیدیں ان کو غافل رکھیں)۔

اگر کوئی آدمی نیک علم وعمل کی لمبی آرزو رکھتا ہو تو یہ بالا جماع درست ہی نہیں بلکہ قابل تعریف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **طوبٰی لمن طال عمرہ وحسن عملہ** (الحدیث)۔ وہ شخص قابل مبارک باد ہے جس کی عمر لمبی ہوئی اور عمل اچھے رہے۔ مثلاً اگر یوں کہتا ہے اگر میں جیتا رہا تو روزہ رکھوں گا۔ مال کو جمع کرنے کی حرص اور حصول مراتب کی حرص جب کہ مقصود صرف دنیا ہو بری ہے۔ مگر جہاد اور علوم کو حاصل کرنے اور پھیلانے اور نیک اعمال کرنے کی حرص بلاشبہ مستحسن ہے۔

حرصِ انسانی تو موت سے آگے گزرنے والی ہے

۱/۵۱۳۲ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ خَطَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا مُرَبَّعًا وَخَطَّ خَطًّا فِي الْوَسَطِ خَارِجًا مِّنْهُ وَخَطَّ خُطَطًا صِغَارًا اِلٰى هٰذَا الَّذِيْ فِي الْوَسَطِ مِنْ جَانِبِهِ الَّذِيْ فِي الْوَسَطِ فَقَالَ هٰذَا الْاِنْسَانُ وَهٰذَا اَجَلُهٗ مُحِيْطٌ بِهٖ وَهٰذَا الَّذِيْ هُوَ خَارِجٌ اَمَلُهٗ وَهٰذِهِ الْخُطَطُ الصِّغَارُ الْاَعْرَاضُ فَاِنْ

اَخْطَاہُ ھٰذَا نَھَسَہٗ ھٰذَا وَاِنْ اَخْطَاہُ ھٰذَا نَھَسَہٗ ھٰذَا۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۳۵/۱۱ حدیث رقم ٦٤١٧ والترمذی فی السنن ٥٤٨/٤ حدیث رقم ٢٤٥٤ وابن ماجه فی السنن ١٤١٥/٢ حدیث رقم ٤٢٣١ والدار می فی السنن ٣٩٣/٢ حدیث رقم ٢٧٢٩ واحمد فی المسند ٣٨٥١

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مربع خط کھینچا اور اس کے درمیان میں ایک خط کھینچا جو کہ اس سے باہر نکلا ہوا تھا اور چھوٹے چھوٹے خط اس درمیان والے کے ساتھ کھینچے اور فرمایا یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت اطراف سے اس کو گھیرے ہوئے ہے اور یہ جو باہر نکلا ہوا خط ہے یہ اس کی امید ہے اور یہ چھوٹے خطوط آفات ہیں اگر ایک آفت سے بچتا ہے تو دوسری اس کو ڈنگ مارتی ہے اگر اس سے بچتا ہے تو اگلی اسے کاٹ لیتی ہے۔ (بخاری)

تشریح ۞ حاصل یہ ہے کہ آدمی دور دراز امیدیں رکھتا ہے اور اپنے گمان میں امیدوں کو پالینا چاہتا ہے حالانکہ موت تیار کھڑی ہے اور امید تک پہنچنے کے بغیر جان دے دیتا ہے۔

موت تمناؤں کی تکمیل سے پہلے آلیتی ہے

۲/۵۱۳۳ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ خَطَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُطُوْطًا فَقَالَ ھٰذَا الْاَمَلُ وَھٰذَا اَجَلُہٗ فَبَیْنَمَا ھُوَ کَذٰلِکَ اِذَا جَآءَ ہُ الْخَطُّ الْاَقْرَبُ۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۳٦/۱۱ حدیث رقم ٦٤١٨ وابن ماجه فی السنن ١٤١٤/٢ حدیث رقم ٤٢٣١۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ خطوط کھینچے اور فرمایا یہ امید ہے اور یہ اس کا وقت مقررہ ہے۔ وہ اسی دوران میں ہوتا ہے کہ وہ قریب والا خط اس کو آلیتا ہے۔ (بخاری)

تشریح ۞ اِذَا جَآءَ ہُ الْخَطُّ الْاَقْرَبُ: آدمی کی چاہت یہ ہے کہ وہ امید کے بعید ترین خط کو پالے، اچانک موت کا وقت آجاتا ہے اور آرزوؤں کو پورا کرنے کے بغیر چلا جاتا ہے۔

بوڑھے کی دو جوان چیزیں

۳/۵۱۳۴ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَھْرَمُ ابْنُ اٰدَمَ یَشِبُّ مِنْہُ اثْنَانِ الْحِرْصُ عَلَی الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَی الْعُمْرِ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۳۹/۱۱ حدیث رقم ٦٤٢٠ ومسلم فی صحیحه ٧٢٤/٢ حدیث رقم (١١٤-١٠٤٦) والترمذی فی السنن ٤٩٣/٤ حدیث رقم ٢٣٣٨ وابن ماجه فی السنن ١٤١٥/٢ حدیث رقم ٤٢٣٣۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انسان تو بوڑھا ہو جاتا ہے مگر دو چیزیں جوان ہو جاتی ہیں۔ ایک مال کا حرص

دوسرا عمر پر حرص۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ یَشِبُّ مِنْهُ اثْنَانِ الْحِرْص : اگرچہ آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے مگر اس کی دو قوتیں شکستہ و ست پڑنے کی بجائے جوان ہوتی ہیں جب شہوات اس کی فطرت میں ہیں اور وہ شہوات مال و عمر کے بغیر پایہ تکمیل کو نہیں پہنچتیں اور ان کی قوت کی وجہ بدن کا کمزور ہونا ہے۔ اسی طرح قوت عقلیہ کا کمزور پڑنا اور یہی دو چیزیں حرص کا توڑ کر سکتی ہیں۔ بقول شاعر۔

بیخ ہائے خوی بہ محکم شدہ ☆ قوت بر کندن آن کم شدہ

''جو بری عادت جڑ پکڑے طاقت سے وہ کم ہی دور ہوتی ہے''

بوڑھے کے دِل میں جوان چیزیں حبّ دنیا وطولِ امل

۴/۵۱۳۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ قَلْبُ الْكَبِيْرِ شَآبًّا فِی اثْنَيْنِ فِیْ حُبِّ الدُّنْيَا وَطُوْلِ الْاَمَلِ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۳۸/۱۱ حدیث رقم ٦٤٢٠

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بوڑھے کا دِل دو باتوں کے لئے جوان رہتا ہے: ① دنیا کی محبت۔ ② لمبی امیدیں۔

تشریح ۞ لَا يَزَالُ قَلْبُ الْكَبِيْرِ : محبت دنیا کراہیت موت پیدا کرتی ہے اور عمل میں تاخیر کی وجہ طویل عمر کی آرزو ہی تو ہے۔

ساٹھ سالہ عمر بڑی مہلت

۵/۵۱۳۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَعْذَرَ اللّٰهُ اِلَى امْرِئٍ اَخَّرَ اَجَلَهٗ حَتّٰى بَلَغَهٗ سِتِّيْنَ سَنَةً۔

(رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۳۸/۱۱ حدیث رقم ٦٤١٩

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس بندے کا عذر قبول نہیں فرماتے جس کے مقررہ وقت کو مؤخر کر دیا جائے یہاں تک کہ اس کی عمر ساٹھ سال تک ہو جائے۔ (بخاری)

تشریح ۞ اَعْذَرَ اللّٰهُ اِلَى امْرِئٍ: یعنی اس قدر عمر اور فرصت دی اور اس نے پھر بھی فرصت کو غنیمت سمجھ کر نہ عذر خواہی کی اور نہ گناہ کو ترک کیا۔ اب عذر کا اور کیا موقع ہوگا نوجوان کہتا ہے بوڑھے ہو کر عمل کریں گے۔ ② بندے پر لازم ہے کہ وہ عذر خواہی اور توبہ واستغفار کرے اور اس میں کمی نہ چھوڑے۔

ابن آدم کی مال سے محبت کا حال

۶/۵۱۳۷ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْكَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغٰى ثَالِثًا وَلَا يَمْلَاُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّاالتُّرَابُ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۵۳/۱۱ حدیث رقم ٦٤٣٦ومسلم فی صحیحه ۷۲۵/۲ حدیث رقم (۱۱۸-۱۰٤۹)اخرجه الترمذی ٦٦٨/٥ حدیث رقم ۳۸۹۸وابن ماجه فی السنن ۱٤۱٥/۲ حدیث رقم ٤۲۳٤ والدارمی فی السنن ٤۱۰/۲ حدیث رقم ۲۷۷۸ واحمد فی المسند ۱۲۲/۳

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اگر ابن آدم کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ ضرور تیسری کی تلاش میں نکلے گا اور ابن آدم کے پیٹ کو مٹی ہی بھر سکتی ہے اور جو توبہ کرتا ہے اللہ اس کی توبہ قبول فرماتے ہیں۔

(بخاری، مسلم)

تشریح ۞ يَتُوْبُ اللّٰهُ: ① عمل ظاہر و باطن سے توبہ مقبول ہے۔ ② اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں سے اس پر رجوع فرماتے ہیں جس کو اپنی توفیق سے اس بری خصلت کے ازالہ کی ہمت دیتے ہیں اور اس کو مہذب بنا دیتے ہیں۔

تنبیہ: جبلت انسانی میں بخل موجود ہے جو کہ حرص کا باعث ہے۔ جب تک قبر میں نہیں جاتا حرص بڑھتی رہتی ہے یہ نہایت مذموم مرض ہے اللہ کے رسول نے اس سے پناہ مانگی ہے۔

دُنیا میں مسافر کی طرح رہو

۷/۵۱۳۸ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَخَذَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعْضِ جَسَدِىْ فَقَالَ كُنْ فِى الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْعَابِرُ سَبِيْلٍ وَعُدَّ نَفْسَكَ مِنْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۳۳/۱۱ حدیث رقم ٦٤۱٦ والترمذی فی السنن ٤۹۰/٤ حدیث رقم ۲۳۳۳وابن ماجه ۱۳۷۸/۲ حدیث رقم ٤۱۱٤ واحمد فی المسند ۲٤/۲

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے جسم کا کوئی حصہ پکڑ کر فرمایا تم دنیا میں اس طرح رہو گویا کہ اجنبی یا مسافر ہو اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو۔ (بخاری)

میرک کا قول:

روایت کے مذکورہ بالا الفاظ ترمذی کے ہیں پس ان کی نسبت بخاری کی طرف درست نہیں۔

اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ ① او تنویع کے لئے ② بل کے معنی میں ہے بر سبیل ترقی یعنی تو اس طرح ہو جا کہ تو راہ سے جانے والا ہے اس میں مبالغہ ہے کیونکہ مسافر تو چند دن ٹھہر بھی جاتا ہے مگر راہگیر تو چلتا جاتا ہے کسی چیز سے دِل نہیں لگاتا۔

شرح حدیث وحقیقت موت:

موت کی حقیقت یہ ہے کہ روح کا تصرف بدن پر ختم ہو جائے اور بدن سے روح کے خارج ہونے کا نام موت ہے۔ مگر بدن کے فنا سے روح فنا نہیں ہوتی۔ البتہ اس کا حال بدل جاتا ہے چنانچہ اس سے اس کے کان، آنکھیں، زبان، ہاتھ، پاؤں اور تمام اعضاء وحواس سلب (چھن) ہو جاتے ہیں۔

اِس سے اس کے اہل واولاد، رشتہ دار، دوست جدا ہو جاتے ہیں، اس کے گھوڑے لشکر غلام، لونڈیاں، چوپائے، سواریاں، زمین، محلات، اور تمام دنیوی اسباب وآلات اس سے جدا کر دیئے جاتے ہیں۔

پس مردوں میں سے ہونے کا معنی یہ ہے کہ علائق دنیوی اور بدنی سے اس کا تعلق حتی الامکان کاٹ دیا جائے تا کہ روح جوارح سے محرمات، مکروہات سے منقطع ہو جائے اور یہ یقین کریں کہ جو کچھ دنیا میں اس کے دست تصرف میں ہے وہ انسان کا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ وامانت ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے گم ہونے سے غمگین نہ ہو اور اس کے پالینے سے اترائے نہیں، بالکل اسی طرح اپنے اہل وعیال اور دوست واقارب سے جدا ہو جائے تا کہ ان کی وجہ سے کسی حرام کا مرتکب نہ ہو۔

پس جو بندہ ان صفات سے متصف ہو جائے گا وہ مردوں کے مشابہ ہونے کی وجہ سے ان کے حکم میں داخل ہوگا۔

مُردوں کے ساتھ مشابہت کا مطلب:

پھر ان آداب کا تذکرہ ہے جو مردوں اور قبر والوں میں پائے جاتے ہیں۔ ① ان میں سے ایک توبہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ باری تعالیٰ کے سوا ہر شئی سے بالاتر ہونا ہے۔ موت کا معاملہ بھی یہی ہے۔ ② زُہد۔ جس کا معنی دنیا اور اس کی محبت، شہوات ولذات سے باہر آنا ہے۔ جیسا کہ موت میں ہوتا ہے۔ ③ توکل ہے۔ یہ بھی اسباب کی قید سے موت کی طرح خارج ہونے کا نام ہے۔ ④ قناعت ہے وہ موت کی طرح خواہشات نفسانی سے نکلنا ہے۔ ⑤ توجہ الی اللہ ہے۔ موت کی طرح یہ ماسوی اللہ سے منہ پھیرنا ہے۔ پس مطلوب ومحبوب اللہ تعالیٰ کے سوا نہ رہا۔ ⑥ صبر ہے۔ اس کا مطلب مجاہدات کے ذریعہ نفس کا خواہشات سے باہر آنا ہے۔ جیسا کہ موت میں ہے۔ ⑦ رضا ہے۔ یہ نفس کی خوشنودی سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی، اس کے احکامات کو تسلیم کرنا اور اپنے تمام امور کو مکمل طور پر اسکے سپرد کرنا اور کسی حال میں بھی اعتراض وسوال نہ کرنا ہے اور موت میں بھی یہی حال ہوتا ہے۔ ⑧ ذکر ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ اپنے مولیٰ کے سواء کسی کی یاد نہ رہے اور موت کا معاملہ بھی یہی ہے۔ ⑨ مراقبہ ہے۔ یہ اپنی طاقت وقوت سے نکل آنے کا نام ہے جیسا کہ موت میں ہے۔

جب کسی انسان کو یہ صفات حاصل ہو جائیں تو اس کی مردوں سے مشابہت ہو جائے گی اور اسے اصحاب قبور میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی **وعد نفسك من اهل القبور** کا یہی مطلب ہے اور اسی طرح یہ فرمان: **موتوا قبل ان تموتوا** کا بھی یہی مطلب ہے۔ اس کو اختیاری موت کہا جاتا ہے شیخ عبدالوہاب متقی نے اپنے رسالہ فضل التوبہ میں اسی طرح لکھا ہے۔

الفصل الثانی:

موت کا معاملہ اس سے بھی تیز تر ہے

۸/۵۱۳۹ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ مَرَّ بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَا وَاُمِّیْ نُطَیِّنُ شَیْئًا فَقَالَ مَا هٰذَا یَا عَبْدَ اللّٰهِ قُلْتُ شَیْءٌ نُصْلِحُهٗ قَالَ الْاَمْرُ اَسْرَعُ مِنْ ذٰلِكَ۔ (رواہ احمد والترمذی وقال هذا حدیث غریب)

اخرجه ابوداؤد فی السنن ٤٠١/٥ حدیث رقم ٥٢٣٦ والترمذی فی السنن ٤٩١/٤ حدیث رقم ٢٣٣٥ وابن ماجه فی السنن ١٣٩٣/٢ حدیث رقم ٤١٦٠ واحمد فی المسند ١٦١/٢۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور میری والدہ کسی چیز کی مٹی سے لپائی کر رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گزرتے ہوئے فرمایا اے عبداللہ یہ کیا ہے۔ میں نے کہا اس چیز کو ہم درست کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا معاملہ تو اس سے بھی زیادہ تیز تر ہے۔ (احمد نے روایت نقل کی ہے اور ترمذی نے اسے غریب کہا ہے)

تشریح ✿ قَالَ الْاَمْرُ اَسْرَعُ مِنْ ذٰلِكَ: مطلب یہ ہے کہ موت اس گھر کے خراب ہونے سے زیادہ قریب ہے یعنی تو تو اس گھر کو اسلئے سنوار رہا ہے کہ کہیں تیرے مرنے سے پہلے گر نہ جائے اور معاملہ اس طرح ہے کہ تو اس کے گرنے سے پہلے مر جائے گا۔ پس گھر کی اصلاح سے عمل کی اصلاح تیرے لئے بہتر ہے۔ ① اس میں دِل لگانا عبث وفضول ہے۔ ② ظاہر مطلب یہ ہے کہ وہ مرمت ضروری نہیں ہوگی بلکہ عبداللہ اپنی والدہ کے ساتھ اس کی زینت ومضبوطی میں مصروف تھے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینت سے ہٹا کر آخرت کی طرف متوجہ ہونے کا فرمایا۔

شاید پانی تک پہنچنے کی مہلت نہ پاؤں

۹/۵۱۴۰ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ کَانَ یُهْرِیْقُ الْمَآءَ فَیَتَیَمَّمُ بِالتُّرَابِ فَاَقُوْلُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْمَآءَ مِنْكَ قَرِیْبٌ یَقُوْلُ مَا یُدْرِیْنِیْ لَعَلِّیْ لَا اَبْلُغُهٗ۔ (رواہ فی شرح السنة وابن الجوزی فی کتاب الوفآء)

اخرجه البغوی فی شرح السنة ٢٣٢/١٤ حدیث رقم ٤٠٣١ واحمد فی المسند ٢٨٨/١

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کے بعد تیمم فرما لیتے تو میں نے کہا یارسول اللہ پانی تو آپ سے قریب ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے شاید کہ میں اس پانی تک پہنچنے نہ پاؤں۔ (یہ شرح السنۃ اور الوفاء لابن جوزی کی روایت ہے)

تشریح ✿ مَا یُدْرِیْنِیْ لَعَلِّیْ لَا اَبْلُغُهٗ: یعنی مجھے خدشہ ہے کہ اس تک پہنچنے سے پہلے موت آجائے گی اور وضو کی فرصت نہ ملے تو میں تیمم کر لیتا ہوں تاکہ ایک طرح کی طہارت حاصل رہے۔

ابن آدم کا وقت مقررہ مگر اُمید لمبی

۱۰/۵۱۴۱ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هٰذَا ابْنُ اٰدَمَ وَهٰذَا اَجَلُهٗ وَوَضَعَ یَدَهٗ عِنْدَ قَفَاهُ ثُمَّ بَسَطَ فَقَالَ وَثَمَّ اَمَلُهٗ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤٩١/٤ حدیث رقم ٢٣٣٤ ابن ماجه فی السنن ١٤١٤/٢ حدیث رقم ٤٢٣٢ واحمد فی المسند ٢٥٧/٣۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ ابن آدم ہے اور یہ اس کا وقت مقررہ ہے اور آپ نے اپنا ہاتھ اپنی گدی پر رکھا اور پھر ہاتھ کو پھیلایا اور فرمایا اور اس جگہ اس کی امید ہے۔ (ترمذی)

تشریح ❁ قَالَ هٰذَا ابْنُ اٰدَمَ: شیخ نے اس طرح ترجمہ کیا کہ آپ نے اپنا ہاتھ اپنی گدی پر رکھ کر فرمایا یعنی قرب موت کی تمثیل وتصویر ظاہر کرنے کے لئے۔ ⓶ ملا علی القاریؒ: اس کا معنی کرتے ہیں کہ یہ ابن آدم ہے۔ ⓷ ظاہر یہ ہے کہ صورت معنویہ کی طرف اشارہ حسیہ سے سمجھایا۔ اسی طرح آپ کا قول هذا اجل کا مطلب سمجھ لینا چاہئے۔

وضاحت: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے زمین کی مسافت یا ہوا کی مسافت کے طول یا عرض کا اشارہ فرمایا اور فرمایا یہ ابن آدم ہے۔ پھر پیچھے ہٹایا اور اس جگہ کے قریب تر رکھا جہاں پہلے رکھا تھا اور فرمایا یہ اجل ہے۔ اور هذا ابن آدم وهذا اجله کہتے ہوئے اس سے ذرا پیچھے ہاتھ رکھا کہ جس مکان کی طرف هذا اجله سے اشارہ فرمایا تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ پھیلایا یعنی اپنی ہتھیلی اور انگلیوں کو خوب پھیلا کر کھول لیا۔ ⓶ بسط کا مطلب یہ ہے کہ اس جگہ سے کچھ فاصلے پر پھیلایا جس کی طرف هذا اجله کہہ کر اشارہ فرمایا تھا پھر ارشاد فرمایا اور دور جگہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہ آرزو ہے۔ اس اشارہ سے مقصود خواب غفلت سے بیدار کرنا تھا کہ ابن آدم کا وقت مقررہ اس کی آرزو سے نہایت قریب ہے اور اس کی آرزو اس کی اجل سے بہت دراز ہے۔

کسی شاعر نے اللہ اس پر اپنی رحمتیں نازل کرے کیا خوب کہا ہے۔

کل امری مصبح فی اهله ☆ والموت اقرب من شراك نعله

یہ مضمون وضاحت کے لئے میرے خیال میں آیا عرض کر دیا۔

اُمید پوری ہونے کے بغیر وقت مقررہ آ لگتا ہے

۱۱/۵۱۴۲ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ ۣالْخُدْرِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غَرَزَ عُوْدًا بَیْنَ یَدَیْهِ وَاٰخَرَ اِلٰی جَنْبِهٖ وَاٰخَرَ اَبْعَدَ فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ مَاهٰذَا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ هٰذَا الْاِنْسَانُ وَهٰذَا الْاَجَلُ اُرَاهُ قَالَ وَهٰذَا الْاَمَلُ فَیَتَعَاطَی الْاَمَلَ فَلَحِقَهُ الْاَجَلُ دُوْنَ الْاَمَلِ۔ (رواه فی شرح السنة)

اخرجه البغوی فی شرح السنة ۱٤/۲۸٦ حدیث رقم ٤۰۹۳ وابن ماجه ۲/۱٤۱٤ حدیث رقم ٤۲۳۲ واحمد فی السند ۳/۱۸۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سامنے لکڑی کا ایک تنکا گاڑھا اور اس کے دوسری جانب ایک اور گاڑھ دیا اور تیسرا اس سے دور کر کے گاڑھ دیا پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے انہوں نے کہا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ ۔فرمایا یہ انسان ہے اور یہ وقت مقررہ ہے اور میرا خیال ہے کہ فرمایا یہ امید ہے اور انسان امیدوں میں پڑا رہتا ہے یہاں تک کہ امید کے بغیر ہی وقت مقررہ اس کو آلیتا ہے۔(شرح السنۃ)

تشریح ❁ اس روایت کا حاصل بھی یہی ہے کہ انسان کی آرزو اور امید موت سے بھی آگے ہے حالانکہ موت اس کے قریب تر ہے اسی لئے آرزو کے پورے ہونے سے پہلے موت آملتی ہے۔

میری اُمت کی عمریں ساٹھ، ستر کے درمیان ہیں

۱۲/۵۱۴۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ عُمْرُ اُمَّتِیْ مِنْ سِتِّيْنَ سَنَةً اِلٰى سَبْعِيْنَ۔

(رواه الترمذی وقال هذا حديث غريب)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤/٤۸۹ حدیث رقم ۲۳۳۱۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی عمریں ساٹھ اور ستر کے درمیان ہیں۔(ترمذی)

تشریح ❁ میری امت کی عمر ابتداء ساٹھ برس ہے اور انتہاءً ستر برس ہے اور یہ اکثریت کے اعتبار سے ہے بعض اوقات اس سے بڑھ بھی جاتی ہے۔

اُمت کی عمروں کا تخمینہ

۱۳/۵۱۴۴ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْمَارُ اُمَّتِیْ مَابَيْنَ السِّتِّيْنَ اِلَى السَّبْعِيْنَ وَاَقَلُّهُمْ مَنْ يَّجُوْزُ ذٰلِكَ۔ (رواه الترمذی وابن ماجة وذكر حديث عبد الله بن الشخير فی باب عيادة المريض)

اخرجه الترمذی فی السنن ٥/٥۱۷ حدیث رقم ۳۵٥۰ وابن ماجه ۲/۱٤۱٥ حدیث رقم ٤۲۳٦

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت کی عمریں ساٹھ سے ستر کے مابین ہیں اور بہت ہی کم لوگ اس سے آگے گزریں گے۔اور عبداللہ بن شخیر کی روایت باب عیادۃ المریض میں گزری۔

تشریح ❁ اس امت کی عمومی عمر ستر اور ساٹھ کے درمیان ہے قلیل لوگ اس سے آگے گزریں گے چنانچہ صحابہ کرام میں سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی عمر ایک سو بیس سال اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی عمر ایک سو سال ہوئی اس وقت تک نہ ان کے دانت ٹوٹے تھے اور نہ ہی عقل میں کچھ خلل آیا۔حضرت حسان بن ثابت نے ایک سو بیس سال عمر پائی ساٹھ سال زمانہ کفر میں اور

ساٹھ سال زمانہ اسلام میں گزری۔ اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اڑھائی سو سال کی عمر پائی۔ واللہ اعلم بالصواب

الفصل الثالث:

اُمت کی پہلی اصلاح اور پہلا بگاڑ

۱۴/۵۱۴۵ وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَوَّلُ صَلَاحِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الْيَقِيْنُ وَالزُّهْدُ وَاَوَّلُ فَسَادِهَا الْبُخْلُ وَالْاَمَلُ۔

رواه البيهقي في شعب الايمان ٤٢٧/٧ حديث رقم ١٠٨٤٤۔

ترجمہ: عمرو بن شعیب نے اپنے والد اور انہوں نے اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت کی پہلی اصلاح یقین و زہد میں ہے اور اس کا پہلا بگاڑ بخل اور طول امل میں ہے۔ (بیہقی)

تشریح ۞ اَوَّلُ صَلَاحِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الْيَقِيْنُ: اس بات کا یقین کرنا کہ اللہ تعالیٰ ہی رازق اور متکفل رزق ہیں اور اس نے خود فرمادیا: ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا ……﴾ [هود : ٦] اور کوئی جاندار زمین پر چلنے والا نہیں مگر اللہ کے ذمے اس کا رزق ہے اور دوسری چیز دنیا سے زہد اور بے رغبتی اختیار کرنا۔ جب اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر یقین حاصل ہو جاتا ہے تو وہ شخص اس یقین کی وجہ سے کہ میرا رزق مجھے ضرور پہنچے گا بخل نہیں کرتا۔ بخل کا اصل سبب رزاقیت باری تعالیٰ پر بے یقینی ہے کہ نفس اس طرح کہتا ہے۔ اگر خرچ کر دیا تو کہاں سے کھاؤں گا۔

الزُّهْدُ: زہد کا فائدہ یہ ظاہر ہوگا کہ دنیا میں طویل بقاء کی امید نہ رہے گی اسی وجہ سے بخل و طویل آرزو کو اس امت کا اولین بگاڑ فرمایا گیا اور یہ دونوں چیزیں رزاقیت باری تعالیٰ میں بے یقینی کا شکار کرنے والی ہیں۔

شیخ عبدالوہاب متقی رحمہ اللہ:

فرماتے ہیں متکلمین و حکماء کے ہاں تو دلیل و برہان کے ساتھ اثبات حق اور اس پر جزم کو پہنچنے والا اعتقاد یقین ہے۔ مگر صوفیاء کے ہاں یقین یہ ہے کہ دِل پر تصدیق کا غلبہ ہو کر وہی تصدیق شریعت کی مرغوبہ چیزوں کی طرف جھکانے والی اور ممنوعات سے بیزار کرنے والی بن جائے، ان کے ہاں مخالف شرع سے روکنا یقین کے لئے کافی نہیں جیسا موت کی آمد پر تو تمام کو جزم و یقین ہے مگر اسے یقین نہیں کہتے بلکہ یقین یہ ہے کہ موت کی یاد اس پر متصرف و حاکم بن جائے یعنی اس کا نتیجہ اس صورت میں سامنے آئے گا کہ موت کے لئے مستعد رہے اور خوب ہمت سے اطاعات انجام دے اور گناہوں کو ترک کرے اور ایسا آدمی صاحب یقین ہے۔

یقین کے چار مقامات:

آپ نے فرمایا کہ تمام چیزوں پر یقین کرنا چاہئے مگر چار چیزیں انکا اصول ہیں سالک طریق کو ان پر یقین ضروری ہے۔

① توحید۔اس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات میں جو کچھ واقع ہو رہا ہے یہ اسی کی قدرت سے واقع ہو رہا ہے۔ ② توکل اور یقین کامل رکھنا کہ وہ مجھ تک رزق پہنچانے والے ہیں۔ ③ وہ اعمال جو ثواب وعذاب والے ہیں ان کے بدلے پر یقین کرنا۔ ④ اس بات کا یقین کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ بندوں کے حالات کی اطلاع رکھتا ہے۔

فوائد ① یقین میں توحید کا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ مخلوقات کی طرف ذرہ بھر التفات نہ کرے گا۔ ② رزق ملنے میں یقین کا فائدہ یہ ہے کہ اس کی طلب میں میانہ روی سے کام لے گا اور رزق کے فوت ہونے کی صورت میں اس پر تاسف کو جگہ نہ دے گا۔ ③ جزائے اعمال میں یقین کا فائدہ یہ ہوگا کہ اطاعات میں سبقت کرے گا اور گناہ سے دوری اختیار کرے گا۔ ④ اطلاعات خداوندی میں یقین کا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ ظاہر و باطن کی اصلاح میں خوب مبالغہ کرے گا۔ (کذا قال الشیخ)

مقصودِ حدیث:

اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر یقین ہو اور اس پر کامل بھروسہ کرلے اور اس کی رزاقیت پر اس کے ضمانت دینے کی بناء پر مکمل یقین کرے یہ وہ بلند مرتبہ ہے کہ اس کے بغیر سالک طریق کو چارہ کار نہیں اور عبادت کے لئے اپنے کو فارغ کرنے کا دارومدار بھی اسی پر ہے۔

شیخ شاذلی رحمہ اللہ:

حضرت ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ فرماتے تھے اللہ تعالیٰ کے قرب سے دو چیزیں رکاوٹ ہوتی ہیں۔

① رزق کی فکر ② خوف خلق۔اور ان میں رزق کا فکر زیادہ سخت رکاوٹ ہے۔

ایک اعرابی اور امام اصمعی:

فرماتے ہیں ایک اعرابی کے سامنے میں نے سورۃ الذاریات تلاوت کی جب میں اس آیت پر پہنچا: **وفی السماء رزقکم......** پر تو اعرابی کہنے لگا بس کرو پھر اس نے اونٹنی کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اسے نحر کر کے تمام لوگوں میں بانٹ دیا پھر اپنی تلوار اور کمان کو توڑ ڈالا۔پھر پیٹھ پھیر کر چلا پھر اس سے میری ملاقات مطاف میں اس وقت ہوئی جب کہ اس کا رنگ زرد اور جسم نہایت کمزور پڑ چکا تھا۔اس نے مجھے سلام دیا اور مجھے کہنے لگا وہی سورت تلاوت کرو۔میں نے تلاوت شروع کی جب اس آیت پر تلاوت کرتے ہوئے پہنچا تو اس نے ایک چیخ ماری اور کہنے لگا: **قد وجدنا ما وعدنا حقا**۔(تحقیق ہم نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا)۔پھر اعرابی کہنے لگا کیا اس کے علاوہ کچھ اور بھی ہے۔پھر میں نے یہ آیت پڑھی **فورب السماء والارض انه لحق**۔(پس قسم ہے آسمان و زمین کے رب کی یقیناً وہ (قرآن) برحق ہے) پھر اس نے ایک چیخ ماری اور کہنے لگا۔سبحان اللہ! وہ کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ کو غصہ دلایا یہاں تک کہ اس نے قسم کھائی اس نے اس کے قول کو سچا نہیں مانا حتی کہ اسے قسم کھانے کی تکلیف دی یہ بات اس نے تین مرتبہ کہی اور تیسری بار اس کی روح پرواز کر گئی۔

زہد کی حقیقت اُمید کو کوتاہ کرنا ہے

۱۵/۵۱۴۶ وَعَنْ سُفْيَانِ الثَّوْرِيِّ قَالَ لَيْسَ الزُّهْدُ فِي الدُّنْيَا بِلُبْسِ الْغَلِيْظِ وَالْخَشِنِ وَاَكْلِ الْجَشِبِ اِنَّمَا الزُّهْدُ فِي الدُّنْيَا قِصَرُ الْاَمَلِ۔ (رواه فی شرح السنة)

اخرجه البغوی فی شرح السنة ٢٨٦/١٤

ترجمہ: حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کہا کرتے تھے کہ دنیا میں زہد موٹے اور کھردرا کپڑا پہننے اور بے مزہ کھانا کھانے میں نہیں ہے بلاشبہ دنیا میں زہد امید کو چھوٹا کر لینا ہے۔ (شرح السنۃ)

تشریح ۞ بِلُبْسِ الْغَلِيْظِ وَالْخَشِنِ۔

غَلِيْظ: جس کپڑے کا دھاگہ موٹا ہو۔

خَشِن: جس کی بناوٹ سخت و کھردری ہو۔

اَلْجَشِب: نہایت بدمزہ۔ روٹی جو بغیر سالن کے ہو۔

موت کے لئے تیاری۔ اسی وقت ثابت ہوتی ہے جب کہ علم و عمل کو اختیار کرے اور جلد گناہوں سے توبہ کرے۔

حاصل: یہ ہے کہ صرف بے تکلفی والا لباس پہننے اور کم کھانے اور بدمزہ کھانا کھانے سے کام نہیں بنتا اصل چیز تو دنیا سے دلی طور پر بیزاری اور آخرت کی طرف رغبت کامل ہے۔ اگرچہ ظاہری قالب کی تبدیلی استقامت میں اپنی تاثیر آپ ہے اور سالک کے قالب پر دنیا کے نہ ہونے کو دنیا کی دلی محبت تباہ کر دیتی ہے۔ دل کشتی کے مشابہ ہے اگر پانی اس کے اندر گھس آئے تو کشتی والوں کو بمع مال و اسباب تباہ کر دیتا ہے اور اس کے گرداگرد اور باہر رہے تو اسے منزل مقصود تک پہنچاتا ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **نعم الما لاصالح الرجل الصالح**۔ (نیک آدمی کے ہاں حلال مال کیا خوب ہے) اس وجہ سے بعض صوفیاء نے عمدہ لباس اور عوام کا لباس استعمال کیا تاکہ لوگوں سے اپنے احوال کو چھپا سکیں۔

زہد دو چیزوں کا نام

۱۶/۵۱۴۷ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكًا وَسُئِلَ اَيُّ شَيْءٍ الزُّهْدُ فِي الدُّنْيَا قَالَ طِيْبُ الْكَسْبِ وَقِصَرُ الْاَمَلِ۔ (رواه البيهقی فی شعب الايمان)

رواه البيهقی فی شعب الايمان ٤٠٦٢/٧ حديث رقم ١٠٧٧٩

ترجمہ: زید ابن حسین کہتے ہیں کہ میں نے مالک سے سنا جب کہ ان سے زہد عن الدنیا کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا حلال کمائی اور چھوٹی امید۔ (بیہقی)

تشریح ۞ طِيْبُ الْكَسْبِ: کسب سے یہاں مکسوب یعنی کھانے پینے کی اشیاء مراد ہیں حلال وطیب کی قید اس لئے

لگائی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء ﷺ سے فرمایا۔اے رسولو! تم پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اعمال صالحہ اختیار کرو اور دوسری آیت میں ہے: ﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾ (البقرة: ۱۷۲) (اے ایمان والو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں دی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرو اگر تم خاص اس ہی کی عبادت کرنے والے ہو) مطلب یہ ہے کہ موت کے خطرے سے خوب عمل کرنا اور دنیا کے متعلق آرزو کو کم کرنا اور دنیا سے بے رغبتی آخرت کی طرف متوجہ کرنے والی ہے۔

ایک اشکال: زہد میں حلال کمائی کا کیا دخل ہے؟

حل: اس میں اس شخص کی تردید ہے جو زہد دنیا فقط موٹا کپڑا پہننے، خشک روٹی کھانے اور دنیا کے ترک کرنے کو قرار دیتا ہے۔یہاں اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ زہد وہ نہیں جو تو نے فرض کیا بلکہ اس کی حقیقت بقدر ضرورت پر کفایت اور آرزو کو قطع کرنا ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا زہد یہ نہیں کہ آدمی اللہ تعالیٰ کے حلال کو حرام قرار دے اور نہ ضیاع مال کا نام زہد ہے بلکہ زہد یہ ہے کہ تو اس چیز پر زیادہ پر اعتماد نہ ہو جو تیرے ہاتھوں میں ہے اس کے مقابلے میں جو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ (الحدیث) یعنی آخرت کی اشیاء پر دنیا کے مقابلہ میں زیادہ اعتماد ہو۔

بَابُ اسْتِحْبَابِ الْمَالِ وَالْعُمُرِ لِلطَّاعَةِ

خدا کی طاعت وعبادت کے لئے مال اور عمر سے محبت رکھنے کا بیان

الفصل الاول:

بندۂ گمنام اللہ کو پسند ہے

۱/۵۱۴۸ عَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِیَّ الْغَنِیَّ الْخَفِیَّ (رواه مسلم وذكر حديث ابن عمر) لَاحَسَدَ اِلَّا فِیْ اِثْنَیْنِ فِیْ بَابِ فَضَائِلِ الْقُرْاٰنِ۔

اخرجه مسلم فی صحيحه ۲۲۷۷/٤ حديث رقم (۱۱۔۲۹٦٥) واحمد فی المسند ۱۷۷/۱۔البخاری فی صحيحه ۷۷/۱ حديث رقم ٦٤٤٦ ومسلم فی ٦٢٦/٢ حديث رقم ۱۰۵۱

ترجمہ: حضرت سعد کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ متقی غنی اور مخفی بندے کو پسند کرتے ہیں۔(مسلم) ابن عمر کی روایت بَابِ فَضَائِلِ الْقُرْاٰنِ لَاحَسَدَ اِلَّا فِیْ اِثْنَیْنِ کے تحت گزر چکی ہے

تشریح ۞ التَّقِیّ: ممنوعات سے بچنے والا متقی ہے۔② جو اپنا مال فضولیات میں صرف نہ کرے۔③ جو حرام و شبہات سے اپنے کو بچائے اور خواہشات نفس اور مباحات میں بھی تورع سے کام لے۔

الْغَنِی: ① مال کے لحاظ سے صاحب حیثیت۔ ② دل سے غناء رکھے۔ یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہاں مال کی امارت مراد ہے اور یہ غناء نفس کے مخالف ومعاند نہیں کیونکہ نفس کا غناء تو اس کا کامل فرد ہے جس پر ہاتھ کے غناء کا مدار ہے۔ اور اس کی وجہ سے دنیا وآخرت میں درجات حاصل ہوتے ہیں اس سے شکرگزار بندے کا غناء مراد ہے۔ بعض نے اس کو غنی شاکر کی فضیلت کی دلیل قرار دیا مگر معتبر وراجح یہی ہے کہ فقیر صابر افضل ہے۔

الْخَفِیّ: نمبر ایسا گوشہ جو سب سے الگ ہو کر ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگ گیا۔ ② صرف مال کی قسم سے ہو یا اور کوئی نیکی جس کو لوگوں سے چھپا کر کرتا ہے اور فقیر بھی اسمیں شامل ہے اور یہ ظاہر تر قول ہے۔

بعض نے یہاں الحفی نقل کیا جس کا معنی احسان ومہربانی ہے مگر زیادہ صحیح پہلی روایت ہے گوشہ نشینی کو اختلاط سے افضل کہنے والوں نے اسی روایت سے استدلال کیا ہے۔

اختلاط کو افضل کہنے والوں کی طرف سے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس سے مراد ایسی گوشہ نشینی ہے جو شدید فتنہ کے وقت کی جائے۔ ② بروں کے اختلاط سے گوشہ نشینی مراد ہے۔

الفصل الثانی:

سب سے بہتر، سب سے بدتر

۲/۵۱۴۹ عَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ اَنَّ رَجُلاً قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ قَالَ مَنْ طَالَ عُمُرُهٗ وَحَسُنَ عَمَلُهٗ قَالَ فَاَیُّ النَّاسِ شَرٌّ قَالَ مَنْ طَالَ عُمُرُهٗ وَسَآءَ عَمَلُهٗ۔

(رواه احمد والترمذی والدارمی)

اخرجه الدارمی فی السنن ۳۹۸/۲ حدیث رقم ۲۷۴۲ والترمذی فی السنن ۴۸۹/۴ حدیث رقم ۲۳۳۱ واحمد فی المسند ۴۰/۵

ترجمہ: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے یہ سوال کیا کہ کون سا آدمی سب سے بہتر ہے تو آپ نے فرمایا جس کی عمر لمبی اور عمل اچھے ہوں دوسرا سوال یہ ہوا کہ کونسا آدمی سب سے بدتر ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی عمر لمبی اور عمل برے ہوں۔ (احمد، ترمذی)

تشریح ❁ **مَنْ طَالَ عُمُرُهٗ:** ظاہری تعبیر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم غالب کا بتلایا گیا ہے۔ اچھے غالب ہوں یا برے غالب ہوں۔ ② اور اگر نیک وبد برابر ہوں تو نیک غالب ہونے کی صورت میں تو خیر ہے اور برے غالب ہوں تو پھر برا ہے اور برابر والی صورت نادر ونایاب ہے۔

لمبی زندگی میں عمل صالح کا فائدہ

۳/۵۱۵۰ وَعَنْ عُبَیْدِ بْنِ خَالِدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ آخٰی بَیْنَ رَجُلَیْنِ فَقُتِلَ اَحَدُهُمَا فِیْ

سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ مَاتَ الْاٰخَرُ بَعْدَهٗ بِجُمُعَةٍ اَوْنَحْوِهَا فَصَلَّوْا عَلَیْهِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا قُلْتُمْ قَالُوْا دَعَوْنَا اللّٰہَ اَنْ یَّغْفِرَلَهٗ وَیَرْحَمَهٗ وَیُلْحِقَهٗ بِصَاحِبِهٖ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَیْنَ صَلٰوتُهٗ بَعْدَ صَلٰوتِهٖ وَعَمَلُهٗ بَعْدَ عَمَلِهٖ اَوْقَالَ صِیَامُهٗ بَعْدَ صِیَامِهٖ لَمَا بَیْنَهُمَا اَبْعَدُ مِمَّا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔ (رواہ ابودود النسائی)

اخرجه ابوداوٗد في السنن ۳۵/۳ حدیث رقم ۲۵۲۴ والنسائی فی السنن ۷۴/۴ حدیث رقم ۱۹۸۵ وابن ماجه فی السنن ۱۲۹۴/۲ حدیث رقم ۳۹۲۵ واحمد فی المسند ۵۰۰/۳۔

ترجمہ: حضرت عبید بن خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں میں بھائی چارہ کرادیا جن میں سے ایک جہاد میں شہید ہوگیا پھر دوسرا ایک جمعہ یا اس کے قریب قریب فوت ہوا صحابہ کرام نے اس کی نماز جنازہ پڑھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کے بارے میں کیا کہتے ہو تو انہوں نے کہا ہم اس کے بارے میں اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اس کو بخش دے اور اس پر رحمت فرمائے اور اس کے ساتھی کے ساتھ اس کو ملادے حضور نے فرمایا اس کی نمازیں اور اس کے وہ اعمال جو اس نے اس کے بعد کئے یا اس طرح فرمایا اس کے روزے جو اس کے بعد اس نے رکھے وہ کہاں گئے ان کے مابین تو اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان وزمین کے درمیان۔ (ابوداؤد، نسائی)

تشریح ❁ ثُمَّ مَاتَ الْاٰخَرُ بَعْدَهٗ بِجُمُعَةٍ: اس میت کا مرتبہ اس شہید سے اعلیٰ ہے۔

اشکال: اس شخص کا عمل ایک ہفتہ میں شہادت کے عمل سے کس طرح بڑھ گیا جب کہ درجہ شہادت جب کہ اظہار دین حق کے لئے شہادت کتنا بڑا اعزاز ہے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جب کہ معاونین کی قلت کی وجہ سے مراتب اعلیٰ ملتے تھے۔

جواب: بعد والا شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں سرحد اسلام کی حفاظت کرنے والا تھا اور اس کی نیت بھی شہادت کی تھی تو اس کی عمدہ نیت پر اس کو عمدہ جزاء مل گئی جیسا کہ فرمان ہے۔نیة المؤمن خیر من عمله۔

دُنیا چار آدمیوں کے لئے ہے' تین چیزیں جن پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اُٹھائی

۴/۵۱۵۱ وَعَنْ اَبِیْ کَبْشَةَ الْاَنْمَارِیِّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ ثَلٰثٌ اُقْسِمُ عَلَیْهِنَّ وَاُحَدِّثُکُمْ حَدِیْثًا فَاحْفَظُوْهُ فَاَمَّا الَّذِیْ اُقْسِمُ عَلَیْهِنَّ فَاِنَّهٗ مَانَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِنْ صَدَقَةٍ وَلَا ظُلِمَ عَبْدٌ مُظْلِمَةً صَبَرَعَلَیْهَا اِلَّا زَادَهُ اللّٰہُ بِهَا عِزًّا وَلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْئَلَةٍ اِلَّا فَتَحَ اللّٰہُ عَلَیْهِ بَابَ فَقْرٍ وَاَمَّا الَّذِیْ اُحَدِّثُکُمْ فَاحْفَظُوْهُ فَقَالَ اِنَّمَا الدُّنْیَا لِاَرْبَعَةِ نَفَرٍعَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰہُ مَالًا وَّعِلْمًا فَهُوَ یَتَّقِیْ فِیْهِ رَبَّهٗ یَصِلُ رَحِمَهٗ وَیَعْمَلُ لِلّٰہِ فِیْهِ بِحَقِّهٖ فَهٰذَا بِاَفْضَلِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰہُ عِلْمًا وَّلَمْ یَرْزُقْهُ مَالًا فَهُوَصَادِقُ النِّیَّةِ یَقُوْلُ لَوْاَنَّ لِیْ مَالًا لَعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَاَجْرُهُمَا سَوَاءٌ وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰہُ مَا لًا وَلَمْ یَرْزُقْهُ عِلْمًا فَهُوَ یَتَخَبَّطُ فِیْ مَالِهٖ بِغَیْرِ عِلْمٍ لَایَتَّقِیْ فِیْهِ رَبَّهٗ وَلَایَصِلُ فِیْهِ رَحِمَهٗ وَلَا یَعْمَلُ فِیْهِ بِحَقٍّ

فَهٰذَا بِاَخْبَثِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٍ لَّمْ يَرْزُقْهُ اللّٰهُ مَالاً وَّلَا عِلْمًا فَهُوَ يَقُوْلُ لَوْاَنَّ لِيْ مَالاً لَعَمِلْتُ فِيْهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ نِيَّتُهٗ وَوِزْرُهُمَا سَوَآءٌ۔ (رواه الترمذی وقال هذا حديث صحيح)

اخرجه الترمذی فی السنن ۴۸۷/۴ حديث رقم ۲۳۲۵ واخرجه ابن ماجه ۱۴۱۳/۲ حديث رقم ۴۲۲۸ واحمد فی المسند ۲۳۱/۴

ترجمہ: حضرت ابوکبشہ انماری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن پر میں قسم کھا سکتا ہوں اور میں تمہیں ایک بات بیان کرتا ہوں اس کو اچھی طرح یاد کرلو وہ باتیں جن پر میں قسم اٹھاتا ہوں یہ ہیں۔(۱) کسی بندے کا مال صدقے سے کم نہیں ہوگا۔(۲) اور جس بندے پر ظلم ہوا اور پھر اس نے صبر کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کی عزت میں اضافہ فرما دیتے ہیں (۳) اور جس بندے نے سوال کا دروازہ کھولا اللہ تعالیٰ اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتے ہیں اور وہ بات جو میں تمہیں بیان کرتا ہوں اس کو اچھی طرح یاد کرلو وہ یہ ہے۔ دنیا چار آدمیوں کے لئے ہے۔(۱) وہ بندہ جس کو اللہ نے مال اور علم دیا ہو اور وہ ان کے بارے میں اللہ سے ڈرے اور صلہ رحمی کرے اور حق واجب کے طور پر اللہ کی خاطر عمل کرے یہ بندہ سب سے اعلیٰ مراتب والا ہے۔(۲) دوسرا وہ بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے علم عنایت فرمایا اور اس کو مال نہیں دیا وہ سچی نیت والا ہے اور کہتا ہے کاش اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں جیسے کام کرتا ان دونوں کا اجر برابر ہے۔(۳) وہ بندہ جسے اللہ نے مال تو عنایت فرمایا مگر علم نہیں دیا وہ جہالت کے سبب اپنے مال میں ادھر ادھر ہاتھ مارتا ہے اور اس کے متعلق اپنے رب سے بھی نہیں ڈرتا اور نہ ہی صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ ہی اس میں حق ادا کرتا ہے یہ بدترین مقام میں ہے۔(۴) وہ بندہ جس کو اللہ نے مال نہ دیا نہ علم دیا اور وہ کہتا ہے کہ کاش میرے پاس مال ہوتا تو میں اس میں فلاں کی طرح کام کرتا تو اسے اس کی نیت کا بدلہ ملے گا اور ان دونوں کا گناہ برابر ہے۔(ترمذی)

تشریح ۞ **وَيَعْمَلُ لِلّٰهِ فِيْهِ**: حضرت شیخ عبدالحقؒ نے فیہ کی ضمیر کا مرجع مال بتایا ہے اور فرمایا وہ مال کے حقوق مثلاً زکوۃ، کفارات، مہمان داری، صدقہ، تبرعاً خرچ کرتا ہے جنکا اس مال کے سلسلہ میں حکم دیا گیا۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

فیہ کی ضمیر علم کی طرف راجع کر کے فرمایا کہ وہ علم کے حقوق ادا کرتا ہے اور اس پر خود بھی عمل پیرا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کا حق اور بندوں کا حق ہر دو ادا کرتا ہے۔

بن الملک رحمۃ اللہ علیہ:

ابن الملک نے وہی قول اختیار کیا ہے جس کو شیخ عبدالحقؒ نے نقل کیا ہے۔

خَبَّطَ: شیخ نے اس کا معنی خلط ملط کرنا لکھا ہے کہ وہ اپنے مال میں بلا علم و دانش اور بلا تامل و تمیز ہاتھ پاؤں مارتا ہے اور شر کا فرق نہیں کرتا ہے۔ ان مقامات پر صرف کرتا ہے جو ناحق ہیں جیسا فرمایا گیا **لا يبقىٰ من العلم الا علمه**۔

حضرت ملا علی القاریؒ نے اس کا معنی یہ لکھا ہے کہ مال کو جمع کرنا اس نے اوڑھنا بچھونا بنا لیا ہے اور آدمی کا حال مال خرچ

کرنے اور اس میں بخل کرنے میں مختلف ہوتا ہے۔

فَھُوَ نِیَّتُہٗ: یہاں نیت سے عزم مصمم مراد ہے کیونکہ اسی پر گرفت ہے۔

عزم کا معنی:

جو شخص کام کے لئے اس طرح کوشش کرے کہ اس کی طرف سے کام میں رکاوٹ نہ رہے اگرچہ کام نہ ہوا گر وہ کام کی قدرت پالیتا تو بلا توقف کر گزرتا اور وہ کام ہو جاتا مثلاً ایک شخص عازم زنا ہوا تو اس پر گرفت ہوگی اگرچہ عزم زنا زنا نہیں ہے مگر گناہ تو ہے۔

اس کی وضاحت یہ ہے کہ شروع میں شیطان کی طرف سے بلا اختیار وسواس آتے ہیں ان کو ہجس کہا جاتا ہے اس پر مواخذہ نہیں جب وہ وساوس دِل میں اس طرح بیٹھ جائیں کہ دِل میں تحریک پیدا کریں تو ان کو خاطر کہا جاتا ہے اس امت کو خواطر پر بھی معافی ہے مواخذہ نہیں یہ اس امت کی خصوصیت ہے نیکیوں میں محض قصد و نیت پر کامل نیکی کا ثواب ملتا ہے مگر گناہ میں ایسا نہیں۔ ۞ اس کے بعد عزم کا درجہ ہے اس پر مواخذہ ہے۔

موت سے پہلے توفیق الٰہی

۵/۵۱۵۲ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اِذَا اَرَادَ بِعَبْدٍ خَیْرًا اِسْتَعْمَلَہٗ فَقِیْلَ وَکَیْفَ یَسْتَعْمِلُہٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ یُوَفِّقُہٗ لِعَمَلٍ صَالِحٍ قَبْلَ الْمَوْتِ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٣٩٢/٤ حديث رقم ٢١٤٢ واحمد فی المسند ١٠٦/٣

تَرجَمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اللہ اس کو کام پر لگا دیتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیسے اللہ اس کو کام پر لگا دیتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موت سے پہلے اس کو اعمال صالحہ کی توفیق بخش دیتے ہیں۔ (ترمذی)

تشریح ۞ **یُوَفِّقُہٗ لِعَمَلٍ**: موت سے قبل توبہ و عبادت میسر آجاتی ہے اور خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے اس سے زندگی کی اہمیت واضح ہوئی کیونکہ اس میں آدمی نیک اعمال کر سکتا ہے۔

زیرک بندہ اور درماندہ بندہ

۶/۵۱۵۳ وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَہٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنِ اتَّبَعَ نَفْسَہٗ ھَوَاھَا وَتَمَنّٰی عَلَی اللّٰہِ۔ (رواہ الترمذی وابن ماجة)

اخرجه الترمذی فی السنن ٥٥٠/٤ حديث رقم ٢٤٥٩ واخرجه ابن ماجه ١٤٥٤/٢ حديث رقم ٤٢٦٠ واحمد فی المسند ١٢٤/٤

ترجمہ: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کو مطیع رکھے اور موت کے بعد والی زندگی کے لئے کام کرے اور عاجز ودر ماندہ وہ ہے جو خواہشات کی اتباع کرے اور اللہ تعالیٰ پر امید لگائے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

تشریح ۞ **وَالْعَاجِزُ مَنْ اتبَعَ نَفْسَهٗ**: اس کا حال تو اتباع ہوائے نفس ہے اور اس کی آرزو یہ ہے اور کہتا ہے میرا رب کریم ورحیم ہے بخش دے گا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یٰٓاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ ...... (تجھے رب کریم کے بارے میں کس چیز نے دھوکہ میں ڈال دیا) دوسرے موقعہ پر فرمایا: نَبِّئْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۔ وَ اَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ ...... (میرے بندوں کو خبردار کر دو کہ بیشک میں ہی بخشنے والا ہوں اور بیشک میرا عذاب وہی دردناک عذاب ہے)۔ اور ایک مقام پر فرمایا: اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ۔ (بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے) اور فرمایا: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ۔ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ عمل نہ کرے اور امیدوار بنا رہے یہ غلط ہے بلکہ عمل کرے اور رحمت کا امیدوار بنے اور اس کے عذاب سے ڈرتا رہے۔

شیخ ابن عباد شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اہل معرفت فرماتے ہیں کہ ایسی جھوٹی امید جو آدمی کو دھوکے میں ڈالے اور عمل سے غافل کرے گناہوں پر دلیل بنائے وہ حقیقت میں امید نہیں بلکہ شیطانی دھوکا ہے۔ (شرح فصوص الحکم)

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ:

عمل کے بغیر طلب جنت گناہ ہے کسی تعلق وسبب کے بغیر امید شفاعت لگانا نرا فریب ہے اور نافرمانی کرتے ہوئے رحمت کی امید رکھنا جہالت و بے وقوفی ہے۔

حضرت بصری رحمۃ اللہ علیہ:

اگر کچھ لوگ اس آرزو پر دنیا سے رخصت ہوں کہ اللہ بخشنے والا ہے حالانکہ انہوں نے نیکی نہیں کی تو ان کے متعلق یہ گمان کرنا کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دے گا جھوٹ ہے اگر وہ اتنی اعلیٰ آرزو رکھتے تھے تو نیک عمل کرتے اور فرمایا اے اللہ کے بندو! ایسی باطل آرزو سے دور رہو یہ احمقوں کا طریقہ ہے۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ ان باطل آرزوؤں پر نہ دنیا میں کچھ دیتا ہے اور نہ آخرت میں۔

حضرت عمر بن منصور:

حضرت عمر بن منصور نے ایک دوست کو لکھا تو اپنی عمر دراز چاہتا ہے۔ ادھر برے کاموں کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے آرزو

لگائے ہوئے ہے۔ہوش کر تو ٹھنڈا لوہا کوٹ رہا ہے یعنی بے کار کام میں مصروف ہے۔

دَانَ فرماں بردار کیا۔نوویؒ کہتے ہیں ترمذی اور دیگر علماء نے اس کا معنی اس طرح کیا ''جس نے اپنے نفس کا محاسبہ کیا اس کے افعال واقوال جانچے''۔اگر اچھے ہوں تو حمد کرے اور برے ہوں تو جلد توبہ کرے اور گزشتہ کا تدارک کرے فرائض کی ادائیگی کرے کل عقبیٰ میں حساب لیا جائے گا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:ولتنظر نفس ما قدمت لغد۔(ہر نفس کو دیکھ لینا چاہئے کہ وہ کل کے لئے کیا بھیج رہا ہے)اور ارشاد نبوت ہے:حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا۔(محاسبہ ہونے سے پہلے اپنا حساب کرلو......)۔

الفصل الثالث:

ڈرنے والے کے لئے غناء میں حرج نہیں

۷/۵۱۵۴ وَعَنْ رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنَّا فِيْ مَجْلِسٍ فَطَلَعَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَعَلٰى رَأْسِهٖ اَثَرُمَآءٍ فَقُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَرَاكَ طَيِّبَ النَّفْسِ قَالَ اَجَلْ قَالَ ثُمَّ خَاضَ الْقَوْمُ فِيْ ذِكْرِ الْغِنٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا بَأْسَ بِالْغِنٰى لِمَنِ اتَّقَى اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَالصِّحَّةُ لِمَنِ اتَّقٰى خَيْرٌ مِنَ الْغِنٰى وَطِيْبُ النَّفْسِ مِنَ النَّعِيْمِ۔ (رواہ احمد)

اخرجه ابن ماجه في السنن ۷۲۴/۲ رقم ۲۱۴۱ واحمد في المسند ۳۷۲/۵

ترجمہ: ایک صحابی رسول سے روایت ہے کہ ہم ایک مجلس میں تھے کہ اچانک ہمارے درمیان جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپ کے سر مبارک پر پانی کے آثار تھے۔ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم آج آپ کو شاداں فرحاں دیکھ رہے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا جی ہاں پھر لوگوں نے غناء کا تذکرہ شروع کر دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس شخص کے لئے غناء میں کچھ حرج نہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرا اور صحت کا حاصل ہونا تقویٰ والے کے لئے غناء سے بہتر ہے اور دِل کی خوشی نعمتوں میں ہے۔(احمد)

تشریح ۞ طِيْبُ النَّفْسِ مِنَ النَّعِيْمِ: اس پر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر واجب ہے بندے سے اس نعمت کا بھی سوال ہوگا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ۔ (التکاثر: ۸) (پھر تم سے ضرور اس دن نعمتوں کے متعلق باز پرس ہوگی)۔

محتاج سب سے پہلے دین کو قربان کرتا ہے

۸/۵۱۵۵ وَعَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ قَالَ كَانَ الْمَالُ فِيْمَا مَضٰى يُكْرَهُ فَاَمَّا الْيَوْمَ فَهُوَ تُرْسُ الْمُؤْمِنِ وَقَالَ لَوْلَا هٰذِهِ الدَّنَانِيْرُ لَتَمَنْدَلَ بِنَا هٰؤُلَاءِ الْمُلُوْكُ وَقَالَ مَنْ كَانَ فِيْ يَدِهٖ مِنْ هٰذِهٖ شَيْءٌ فَلْيُصْلِحْهُ فَاِنَّهٗ

زَمَانٌ اِنْ اِحْتَاجَ كَانَ اَوَّلُ مَنْ يَبْذُلُ دِيْنَهٗ وَقَالَ الْحَلَالُ لَا يَحْتَمِلُ السَّرَفَ ۔ (رواه في شرح السنة)

اخرجه البغوى فى شرح السنة ١٤/ ٢٩٠ حديث رقم ٤٠٩٨

ترجمہ: حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرمانے لگے گزشتہ دور میں مال ناپسند تھا لیکن آج مال مؤمن کی ڈھال ہے پھر فرمانے لگے اگر آج ہمارے پاس یہ دینار ہوتے تو یہ حکمران ہمیں رومال بنا لیتے پس جس کے پاس دولت ہو اس کو اسے محفوظ کر کے بڑھانا چاہیے کیونکہ اگر کوئی محتاج ہو جائے تو جو پہلی چیز وہ خرچ کرتا ہے وہ دین ہے۔ پھر فرمایا حلال مال میں تو فضول خرچی کی گنجائش نہیں۔ (شرح السنۃ)

تشریح ۞ قَالَ الْحَلَالُ لَا يَحْتَمِلُ السَّرَفَ: حلال مال میں اسراف نہ کرنا چاہئے۔ اس پر نگاہ رکھے اور احتیاط سے صرف کرے تاکہ کچھ باقی رہ جائے اور دین کی تقویت کا باعث بنے۔ ۞ حلال مال کم ہوا کرتا ہے اس قدر ہوتا ہی نہیں کہ اس میں اسراف ہو سکے یا کیا جا سکے۔

نصیحت کی عمر

۹/۵۱۵۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَادِىْ مُنَادٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَيْنَ اَبْنَآءُ السِّتِّيْنَ وَهُوَ الْعُمُرُ الَّذِىْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَوَلَمْ نُعَمِّرْ كُمْ مَايَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَ كُمُ النَّذِيْرُ۔

(رواه البيهقي في شعب الايمان)

رواه البيهقى فى شعب الايمان ٧/ ٢٦٤ حديث رقم ١٠٥٤

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ایک منادی یہ نداء دے گا۔ کہاں ہیں ساٹھ سال والے کیونکہ یہ وہ عمر ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَوَلَمْ نُعَمِّرْ كُمْ..... (کیا ہم نے تمہیں عمر نہیں دی جس میں نصیحت پا سکتا تھا وہ شخص جو نصیحت حاصل کرنا چاہے اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا)۔ (بیہقی)

تشریح ۞ اَيْنَ اَبْنَآءُ السِّتِّيْنَ: وہ لوگ جن کی عمر دنیا میں ساٹھ سال کو پہنچی تھی تو ان کی نسبت عمر کے ان سالوں کی طرف فرمائی جیسا کہتے ہیں: مات وهو ابن ثمانين او تسعين کہ فلاں اسی یا نوے سال کی عمر میں فوت ہوا۔

وَجَآءَ كُمُ النَّذِيْرُ: اس سے معلوم ہوا کہ جب تک منذر اور شریعت نہ آئے گی محض عقل پر مواخذہ نہ ہوگا۔

وہ مؤمن سب سے بہتر ہے جو نیکی کے ساتھ طویل عمر پائے

۱۰/۵۱۵۷ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ اِنَّ نَفَرًا مِّنْ بَنِىْ عُذْرَةَ ثَلٰثَةً اَتَوُا النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمُوْا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّكْفِيْنِيْهِمْ قَالَ طَلْحَةُ اَنَا فَكَانُوْا عِنْدَهٗ فَبَعَثَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا فَخَرَجَ فِيْهِ اَحَدُهُمْ فَاسْتُشْهِدَ ثُمَّ بَعَثَ بَعْثًا فَخَرَجَ فِيْهِ الْاٰخَرُ

فَاسْتُشْهِدَ ثُمَّ مَاتَ الثَّالِثُ عَلٰى فِرَاشِهٖ قَالَ قَالَ طَلْحَةُ فَرَاَيْتُ هٰؤُلَاءِ الثَّلٰثَةَ فِي الْجَنَّةِ وَرَاَيْتُ الْمَيِّتَ عَلٰى فِرَاشِهٖ اَمَامَهُمْ وَالَّذِي اسْتُشْهِدَ اٰخِرًا يَلِيْهِ وَاَوَّلُهُمْ يَلِيْهِ فَدَخَلَنِيْ مِنْ ذٰلِكَ فَذَكَرْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ فَقَالَ وَمَا اَنْكَرْتَ مِنْ ذٰلِكَ لَيْسَ اَحَدٌ اَفْضَلَ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ مُؤْمِنٍ يُعَمَّرُ فِي الْاِسْلَامِ لِتَسْبِيْحِهٖ وَتَكْبِيْرِهٖ وَتَهْلِيْلِهٖ۔

اخرجه احمد في المسند ۱/۱۶۳

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قبیلہ بنی عذرہ کے تین آدمی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہماری جانب سے ان کی کون خبر گیری کرے گا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے کو پیش کیا تو وہ ان کے ہاں ٹھہرے۔ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا تو ان میں سے ایک شخص ایک لشکر میں شہید ہو گیا پھر ایک اور لشکر روانہ کیا تو دوسرا ان میں گیا وہ بھی شہید ہو گیا اور تیسرا اپنے بستر پر فوت ہو گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ کہنے لگے میں نے ان تینوں کو جنت میں دیکھا اور بستر پر مرنے والے کو سب سے آگے آگے دیکھا اور دوسرے نمبر پر شہید ہونے والا وہ اس کے پیچھے اور سب سے پہلے شہید ہونے والا اس کے پیچھے تھا۔ میرے دِل میں ان سے متعلق خیال پیدا ہوا تو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں اس میں کس چیز پر تعجب ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ مؤمن سب سے افضل ہے جس کو اسلام میں طویل عمر ملی اور یہ افضلیت اس کی تکبیر، تسبیح اور کلمہ کی وجہ سے ملی۔ (احمد)

تشریح ۞ لَيْسَ اَحَدٌ اَفْضَلَ: تمام قولی و فعلی عبادتوں میں انکی مانند ہے۔ حاصل یہ ہے کہ جب دوسرے شہید کی عمر پہلے سے دراز ہوئی تو بلاشبہ وہ اجر و فضیلت میں بڑھ گیا اور اسی طرح جو بستر پر فوت ہوا اس کے اعمال دونوں شہداء سے زیادہ تھے۔ جہاد میں اسکی نیت بھی شہادت کی تھی اس کو نیت خالصہ کی وجہ سے رتبہ شہادت مل گیا۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔

تمام عمر سجدہ ریز کو بھی اپنی عمر اجر کے مقابلے میں حقیر نظر آئے گی

۵۱۵۸/۱۱ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ عُمَيْرَةَ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ عَبْدًا لَوْخَرَّ عَلٰى وَجْهِهٖ مِنْ يَوْمٍ وُلِدَ اِلٰى اَنْ يَّمُوْتَ هَرِمًا فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ لَحَقَّرَهٗ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَوَدَّ اَنَّهٗ رُدَّ اِلَى الدُّنْيَا كَيْمَا يَزْدَادَ مِنَ الْاَجْرِ وَالثَّوَابِ۔ (رواهما احمد)

اخرجه احمد في المسند ۴/۱۸۵

ترجمہ: حضرت محمد بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور یہ صحابی ہیں کہ جناب سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر کوئی بندہ ولادت کے دن ہی اپنے چہرے کے بل گر جائے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں بوڑھا ہو کر مر جائے تو وہ اس عبادت کو حقیر قرار دے گا اور تمنا کرے گا کہ اس کو دنیا میں دوبارہ لوٹایا جائے تاکہ وہ اور زیادہ اجر و ثواب حاصل کرے۔ (احمد)

تشریح ۞ ① اِنَّ عَبْدًا لَوْ خَرَّ: یعنی بالفرض ولادت سے تادم وفات سجدہ وعبادت میں رہے تب بھی قیامت کو یہ عبادات تھوڑی معلوم ہوں گی۔ ② اس سے مراد بلوغ کے بعد سے موت تک مراد ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤمن کی زائد عمر اس کے لئے باعث خیر ہے بشرطیکہ اطاعت الٰہی میں گزرے۔

بَابُ التَّوَكُّلِ وَالصَّبْرِ

توکل اور صبر کا بیان

توکل اور صبر کے بارے میں کچھ مفید باتیں:

وکل، وکول اس کا معنی سپرد کرنا اور باز رکھنا۔ وکالہ۔ یہ اسم ہے بمعنی سپردگی۔ توکل۔ اپنی کمزوری کا اظہار اور غیر پر اعتماد کا نام ہے۔ تکلان بھروسہ کو کہا جاتا ہے۔

شرعی توکل:

بندے کا اپنی طاقت وقوت اور تدبیر نفس سے نکل کر اپنے تمام معاملات کو ذات باری تعالیٰ کے حوالے کرنا۔ اس کا عام استعمال رزق میں ہوتا ہے۔

حقیقتِ توکل:

اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرنا کہ وہ تمام بندوں کے ارزاق کا ضامن ہے اس کے لئے یہ شرط نہیں کہ تمام اسباب واکساب کو چھوڑ دیا جائے البتہ اسباب پر نظر نہ رکھی جائے کیونکہ توکل دِل کا کام ہے پس جب اللہ تعالیٰ کی ضمانت پر یقین و توکل حاصل ہوگیا۔ جوارح کا تعطل شرط نہیں ہے اور نہ کام وکسب اس کے منافی ہے۔ درویش لوگ جو اسباب کو ترک کر دیتے ہیں تو ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مقام ریاضت و توکل کامل ہو جائے، اور نفس کی نظر ان سے اٹھ جائے اور اس بات پر یقین ہو جائے کہ حصول رزق میں اسباب کا وجود شرط نہیں۔

توکل کی ایک اور تفسیر:

اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر کامل وثوق واعتماد ہونے کی بناء پر اسباب کسب سے بالاتر ہونا توکل ہے۔ گزشتہ سطور میں جو کہا گیا یہ تو توکل کی ابتدائی حالت ہے۔ ② یا مراد یہ ہے کہ دِل سے ان اسباب کا تعلق نہ رہے۔ سالک طریق کے لئے انتہاء میں اسباب سے تعلق توکل کی راہ میں مانع نہیں اور اس کا یقین اسباب ہونے یا ترک اسباب کی صورت میں ایک ہی رہتا ہے مثلاً کھجور کا پودا کوئی شخص لگائے اور وہ آج ہی خلاف عادت پھل دے تو اس کا یقین اللہ تعالیٰ کی صنعت وقدرت پر یکساں ہوتا ہے

بلکہ اس کے لئے اسباب کی صورت اور اسباب پر اشیاء کا مرتب ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت کا مشاہدہ ہے اور اسباب کو ترک کرنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا تعطل لازم آتا ہے۔

صبر:

لغت میں روکنا، منع کرنا، نفس کو ہر چیز سے روکنا۔ فارسی میں شکیبائی بے صبری کے معنی میں لیا جاتا ہے۔

شرعی تعریف:

احکام شریعت اور نفسانی خواہشات کی کش مکش میں حکم شریعت کو غالب کرنا۔

شیخ نجم الدین کا قول:

مجاہدہ کے ساتھ خواہشات نفس سے باہر آنے اور نفس کو اس کی مرغوبات کے ذریعہ دِل کی خواہشات سے منقطع کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا افضل ترین صبر ہے۔

اقسام صبر:

صاحب عوارف لکھتے ہیں صبر کی کئی اقسام ہیں۔ ① فرض: ادائے فرائض اور ترک محرمات کے لئے صبر فرض ہے۔ ② نفل: فقر اور اس کی تکالیف کے وقت، صدقہ اولیٰ کے وقت، کتمان شکایت، ترک شکایت، اخفاء احوال و کرامات پر صبر کرنا نفل ہے۔

صبر فرض و نفل کی متعدد صورتیں ہیں بعض اوقات انسان صبر کی تمام اقسام و انواع پر عمل پیرا نہیں ہوسکتا اس کے لئے صبر کرنا با قاعدگی کے ساتھ، مراقبہ الی اللہ تعالیٰ کی حفاظت کرنا اور خیالات کو دور کرنا مشکل کام ہو جاتا ہے صبر کی اگر چہ بہت اقسام ہیں مگر اس کا استعمال مصائب و بلیات اور مکروہات کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ شکر کا رزق کے ساتھ اختصاص ہے۔

مطالبہ نفس کا علاج:

کھانے پینے کی فکر اور حوائج ضروریہ کی طلب عبادت سے رکاوٹ بنتی ہے۔ میں تمام چیزوں سے باز آیا اور میں نے زہد و تقویٰ کو تاج بنالیا ہے مگر تم یہ بتاؤ کہ خوراک و لباس وغیرہ ضروریات کا کیا علاج ہے اور مخلوق کے ساتھ مخالطت اور بغیر کسب کے یہ کیونکر ممکن ہے۔

الجواب:

اس کا حل اور علاج اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ ہے، اسی طرح کمالِ ایمان بھی توکل کے بغیر نہیں ملتا۔ اس کو چھوڑنے والا بڑے شدید خطرے میں ہے اس کو عبادت کے لئے فراغت اور عبادت کی حلاوت حاصل نہیں ہوتی اور کھانے پینے کا غم اس پر اس

طرح طاری ہوتا ہے کہ بھلائی کا کوئی کام بھی وہ یقین کی قوت سے نہیں کرتا۔

پس توکل ہرشخص پر واجب ہے ایک طویل روایت میں وارد ہے کہ جوشخص یہ چاہتا ہو کہ وہ سب سے زیادہ قوی بن جائے تو اس کوتوکل کرنا چاہئے۔

توکل کا معنی:

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے تمام امور کا وکیل بنائے اور اپنی اصلاح وبھلائی کا بھی اسی کو ضامن قرار دے اور اسی پر اعتماد وبھروسہ کرے۔ اور اس پر یقین کرے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اس کی قسمت میں لکھا ہے وہ اس سے نہیں رہ سکتا اور بندہ طلب کرے یا نہ کرے اس کے حکم میں تبدیلی نہ آئے گی اور یہ دماغ میں جما لے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کر کے: **وما من دابة فی الارض الا علی اللہ رزقها** ...... روزی کی ضمانت لے لی ہے بلکہ اس پر قسم اٹھائی ہے فرمایا: **فو رب السماء والارض انه لحق**...... ”آسمان وزمین کے رب کی قسم ہے بیشک وہ برحق ہے“

اگر اس کو اللہ تعالیٰ کے وعدے اور روزی پر اعتماد و یقین نہیں تو بندگی اور ایمان کہاں رہا۔

ہر مؤمن کو چاہئے کہ دنیا کے مال واسباب اور کمائی کو بہانہ اور سبب قرار دے رزاق حقیقی ذات باری تعالیٰ ہے وہ اسباب اور بلا اسباب دونوں طرح روزی پہنچاتا ہے۔ اسی کا ارشاد ہے **ومن یتوکل علی اللہ فهو حسبه الایه** جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ اس کے لئے کفایت کرنے والا ہے۔ اسبابِ کسب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور خیال کر کے اس پر دلی اعتماد نہ کر بیٹھے بلکہ وعدہ الٰہی پر دِل کو جمع رکھے اور یہ پیش نظر رکھے کہ اگر میں کسب نہ کرونگا تو بھی اللہ تعالیٰ روزی دے گا۔ ① درجہ ادنیٰ اور ایمان کا ضروری حصہ ہے اور عام مسلمانوں کا درجہ ہے جیسا کہ فرمایا: وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ...... اور اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پر بھروسہ کرو اگر تم مؤمن ہو

② اور اس سے اعلیٰ درجۂ درجۂ تسلیم ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے تمام امور کو اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت کے حوالے کر دے اور دِل میں اس کے متعلق ذرّہ بھر بھی تردد نہ لائے اور یہ اولیاء اللہ کا درجہ ہے جیسا کہ فرمایا: **وعلی اللہ فلیتوکل المتوکلون**...... (اور توکل کرنے والے اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پر بھروسہ کرتے ہیں) یہ آیت اسی طرف اشارہ کر رہی ہے۔

منافی توکل کسب وسبب:

کسب وسبب توکل کے منافی نہیں وہ کسب وغیرہ توکل کے منافی ہے جس میں دلی اعتماد کسب پر ہو اور یہ شرکِ خفی ہے پس جس کسب کرنے والے کا دلی اعتماد اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہو وہ من جملہ متوکلین سے ہے۔

اعلیٰ توکل:

تمام اسباب سے ہاتھ کو باز رکھے اور تمام امور میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرے اور تمام امور اسی کو سونپے مگر اس میں شرط ہے کہ تنگی وفراخی میں قوت ایمانی سے امید منقطع رکھے اور جو دکھ پیش آئے اس پر راضی وصابر رہ کر ذکر وسلوک اور عبادات

میں مشغول رہے ورنہ دِل کے اعتماد کے ساتھ اسباب میں مشغول ہونا افضل ہے اسی طرح عار سمجھ کر یا ریا کاری کی وجہ سے اسباب سے کسل وسستی درست نہیں ہے کیونکہ اکثر انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ نے کسب کیا اور اگر کوئی شخص کسب میں مشغولیت کی بناء پر اپنے اعمال واحوال میں قصور وکوتاہی دیکھتا ہوتو اسے ہر چیز سے انقطاع اختیار کر کے ذکر، فکر، مجاہدہ نفس میں مشغول رہنا چاہئے تا کہ واصل بحق ہو۔

عمومی غلطی کا ازالہ:

جس کام میں سبب کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا اس سبب سے قطعاً علیحدگی نہ اختیار کرے ایسی حرکت حرام ہے مثلاً ہاتھ سے کھانا کھانا نہ چھوڑ دے کہ میں متوکل ہوں۔ پس کھانا خود منہ میں آجائے گا یہ جنون وحماقت تو ہے توکل نہیں۔

درست طریقہ:

ایسے امور میں صحیح توکل یہ ہے کہ یہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی کھانا دیا اور اسی نے ہاتھ وغیرہ کو کھانے کا سبب بنایا ہے میں اسی کے حکم سے اس سے کھا رہا ہوں۔ بقیہ اس پر اعتماد نہ کرے کیونکہ ہاتھ کٹے لوگوں کے بھی تو وہ کھلا رہا ہے۔ البتہ ایسے اسباب سے ہاتھ کو باز رکھنا درست ہے جن کے ساتھ ان امور کا حصول قطعی نہ ہو مثلاً سفر کے لئے زادراہ لینا وغیرہ۔

کیونکہ اکثر اوقات دیکھا گیا ہے کہ سفرخرچ نہ لینے والوں کا سفر سہولت سے کٹ جاتا ہے اگر چہ سامان کا لینا بھی توکل کے منافی نہیں ہے جب کہ خرچ پر اعتماد نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد ہو بلکہ زاد راہ کا لینا سیرت سلف اور سنت نبوت ہے اور نہ لینا جب کہ کمال اعتماد ہو تو درجات عالیہ سے ہے۔ جب آدمی کے اہل وعیال ہوں اور اور وہ تنگی پر صابر نہ ہوں تو ایسے آدمی کو ترک کسب جائز نہیں اور اپنے اہل وعیال کے لئے ایک سال کا ذخیرہ اور چالیس روز کا ذخیرہ منافی نہیں ہے کیونکہ یہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

اسی طرح امراض کا معالجہ اور اشیاء ضرورت برتن کپڑے وغیرہ جو روز کام میں آنے والے ہیں منافی توکل نہیں ہے اگر کچھ بھی ذخیرہ نہ رکھے اور سب کچھ ترک کر دے اور اس کا دِل اللہ تعالیٰ کی ذات پر مطمئن ہو تو بلاشبہ یہ اعلیٰ درجہ ہے مگر اس کے لئے بڑا پختہ یقین چاہئے۔

پس وہ آدمی جس کو ذخیرہ کے علاوہ دلجمعی حاصل نہ ہو اسے ذخیرہ افضل ہے مگر نہ زبان سے شکوہ ہو اور نہ بیماری کے دکھ کا گلہ کرے اور غیر طبیب سے مرض چھپانا توکل کی شرط ہے۔

علماء کا قول:

علماء نے فرمایا کہ توکل زہد وتوحید سے درست رہ سکتا ہے۔ توحید یہ ہے کہ تمام مخلوق کا خالق وہی اور متصرف بھی وہی ہے جس کے دِل میں یہ بات جم جائے وہ متوکل بن گیا۔

فوائدصبر:

صبر واجب ہے تا کہ اس کا ایمان محفوظ رہے اور وہ عبادت میں مشغول ہو سکے کیونکہ جزع فزع میں عبادت کہاں۔دنیا وآخرت کی خیر کوصبر کے ساتھ ملایا گیا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:**فاصبر ان العاقبة للمتقين**...... (صبر کرو بیشک اچھا انجام متقین کا ہے)۔بر سے دشمنوں پر فتح یاب ہوگا۔۲ صبر کی وجہ سے وہ اپنی مراد کو پالے گا۔اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا: **وتمت كلمة ربك الحسنى على بني اسرائيل بما صبروا**۔(تیرے رب کی اچھائی والی بات بنی اسرائیل پرصبر کے سبب پوری ہوئی)۔۳ ان کومقتدااور رہنما بنادیا جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:**وجعلنا هم ائمة يهدون بامرنا لما صبرو** (اور ہم نے ان کومقتدا بنایااس لئے کہ وہ ہمارے حکم کے ساتھ رہنمائی کرتے تھے جب کہ انہوں نے صبر کیا)۴ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ قابل تعریف ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:**انا وجدنٰه صابرا نعم العبد انه اواب**۔بے شک ہم نے اس کوصبر والا بنایا بہت ہی خوب بندہ تھا وہ بے شک وہ رجوع کرنے والا تھا۔۵ اللہ کے ہاں خوشخبریوں کا حق دار بن جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:**وبشر الصابرين**۔۶ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:**ان الله يحب الصابرين**۔(بے شک اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں)۔۷ جنت کے اعلیٰ درجات کا مالک بن جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:**اولٓئك يجزون الغرفة بما صبروا** (ان لوگوں کوصبر کے سبب بالاخانہ دیے جائیں گے)۸ اللہ کی طرف ۷ سے سلام کا حقدار بن جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا**سلام عليكم بما صبرتم**۔صبر کے سبب تم پرسلام ہو۔۹ بغیر گنتی کے اجر کا حقدار بن جاتا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:**انما يوفى الصابرون اجرهم بغير حساب**۔اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صبر بڑی عظیم الشان خصلت ہے اس کا حصول جس قدر ہو سکے غنیمت ہے۔

صبر کی مراد:

اپنے نفس کو جزع فزع سے روکنا۔

جزع کی حقیقت:

اپنی عاجزی کا سختی کے ساتھ ذکر کرنا اور سختی کے ساتھ ہی اس سے چھوٹنے کا ارادہ کرنا تا کہ وہ سختی منقطع ہو جائے چنانچہ صبر اس جزع کے چھوڑ دینے کا نام ہی تو ہے۔

طریق صبر:

صبر اس طرح حاصل ہوگا کہ اس طریقہ سے غور کرے کہ میرے جزع فزع سے تقدیر تبدیل نہ ہوگی اور نہ ہی آگے پیچھے ہوگی اور نہ اس میں کمی بیشی ہوگی البتہ مفت میں صبر کا ثواب ضائع ہو جائے گا۔

اقسام صبر:

① اطاعت میں استقامت اختیار کر کے نفس کو اس کی خلاف ورزی سے روکنا۔② گناہوں کے کرنے سے نفس کو روکنا۔③ دنیا کی فضولیات سے اپنے آپ کو روکنا۔④ دینی اور دنیاوی مصائب پر صبر کرنا۔ چنانچہ جو شخص اس کو بجالائے تو وہ عبادت میں مستقیم اور گناہوں سے امن میں رہے گا اور دنیا کے مصائب اور آخرت کے عذاب سے چھوٹ جائے گا اور عظیم الشان ثواب کا حق دار ہوگا اور جزع فزع کرنے والا تمام نعمتوں سے محروم رہیگا اور دِل جمعی سے عبادت نہ کر سکے گا اور اگر کچھ کر بھی لی تو گناہوں سے باز نہ آنے کی وجہ سے وہ حبط ہو جائیگی۔ (بحر العلوم، مغنی الطالب)

الفصل الاول:

بلاحساب جنت میں جانے والے ستر ہزار مؤمن

۱/۵۱۵۹ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِىْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ هُمُ الَّذِيْنَ لَايَسْتَرْقُوْنَ وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ۔ (متفق عليه)

اخرجه البخارى فى صحيحه ۳۰۵/۱۲ حديث رقم ٦٤٧٢ومسلم فى صحيحه ۱۹۸/۱ حديث رقم (۳۷۲-۲۱۸) واخرجه الترمذى فى السنن ٥٤٠/٤ حديث رقم ۲٤۳۷ابن ماجه ۱٤۳۱/۲ حديث رقم ٤۲۸٦ والدارمى فى السنن ٤۲۲/۲ حديث رقم ۲۸۰۷ واحمد فى المسند ٤٤۱/٤۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت کے ستر ہزار افراد جنت میں بلاحساب داخل ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو جھاڑ پھونک نہیں کرتے اور نہ ہی برا شگون لیتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ **سَبْعُوْنَ اَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ**: یعنی ستر ہزار بغیر پیروکاروں کا لحاظ کئے۔ پس یہ روایت اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں یہ مذکور ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ستر ہزار ہوں گے۔

هُمُ الَّذِيْنَ لَايَسْتَرْقُوْنَ: جو جنتر منتر نہ کرتے تھے۔① مطلق مراد ہے۔② جو کلمات قرآن اور اسمائے الٰہیہ کے علاوہ ہوں یعنی جاہلیت کے تعویذات جو کہ قرآن و سنت کے خلاف تھے۔

وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ: اور وہ بدشگون نہیں لیتے۔ پرندوں کو اڑا کر یا آواز سن کر یا سامنے آنے سے جیسا کہ جاہلیت میں معروف تھا جیسا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا میں ہے **اللهم لا طير الا طيرك ولا خير الا خيرك ولا اله غيرك اللهم لا ياتى بالحسنات الا انت ولا يذهب بالسيات الا انت**۔ اے اللہ نہیں ہے کوئی بدشگونی مگر جو فال تیری طرف سے ہو اور نہیں ہے کوئی خیر مگر وہ خیر جو تیری طرف سے ہو اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور اے اللہ بھلائیوں کو تو ہی لانے والا ہے اور سیئات کو تو ہی دور کر سکتا ہے۔

صاحب نہایہ لکھتے ہیں کہ یہ ان اولیاء کاملین کی صفت ہے جو اسباب دنیا اور اس کے متعلقات سے اعراض کرنے والے ہیں اور متعلقات دنیا میں سے کسی چیز سے تعلق نہیں رکھتے اور یہ خواص کا درجہ ہے دوسرے لوگ ان کو نہیں پہنچ سکتے البتہ عام لوگوں کو علاج و دواء کی اجازت ہے اور عوام میں سے بھی جو شخص مصیبت پر صبر کرے اور اللہ کی طرف سے اس کے کھلنے کا منتظر رہے اا ور دعا پر بھروسہ کرے وہ بھی من جملہ خواص اولیاء میں سے ہو جائے گا اور جس کو صبر پر قدرت نہ ہو اس کو دم علاج اور دواء کی رخصت دی جاتی ہے۔ ذرا غور تو کرو! جب جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تمام مال صدقہ کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار نہ کیا اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے صبر اور یقین کا علم تھا۔ اور اس دوران ایک اور آدمی بیضہ کبوتر کے برابر سونا لایا اور کہنے لگا میرے پاس اس کے سوا کچھ نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مارا اور اس پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ واللہ اعلم

ظاہر روایت:

ظاہر روایت سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ جنتر منتر سے یہاں مراد وہ جاہلیت کا جنتر ہے جس کا کتاب وسنت سے کوئی تعلق نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جائز نہیں رکھا کیونکہ اس کی وجہ سے شرک میں پڑ جانے کا قوی اندیشہ ہے اور اس کے لئے قرینہ: **و لا یتطیرون** کے الفاظ ہیں۔ اس لئے کہ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ بدفالی عادات جاہلیت میں سے ہے اور ممنوع ہے اور تمام جاہلی عادات سے اجتناب کرنا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے باوجود اس بات کے کہ یہ افضل ہے اور اس کی وجہ سے جنت میں بلاحساب داخلے کا اعلان فرمایا گیا ہے مگر اکثر مسلمان اسباب میں گرفتار و مبتلا ہیں اور دور جاہلیت کے منتر کو چھوڑنا یہ بھی توکل کے من جملہ درجات میں سے ہے اور اس سے زیادہ بلند تر توکل کا مرتبہ یہ ہے کہ مطلقاً علاج معالجہ اور جھاڑ پھونک اور تدبیر کو ترک کر دیا جائے اور یہ چیز مقام توکل پر پختگی حاصل کرنے کے لئے اختیار کی جاتی ہے۔ توکل کا یہی معنی معروف ہے اسی لئے توکل کی تفسیر ان الفاظ سے کی گئی ہے کہ اللہ کی رزاقیت پر کامل اعتماد کر کے کسب واسباب کو ترک کر دینا جیسا کہ پہلے گزرا۔ اور یہ خاص اور متوسط لوگوں کا مرتبہ ہے۔ حدیث بالا میں مذکور فضیلت انہیں اضافہ سمیت ملے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **للذین احسنوا الحسنی و زیادۃ**۔ یعنی وہ لوگ جنہوں نے نیکی کی ان کے لئے جنت اور اس سے زیادہ ہے۔ تیسرا مرتبہ ان مقرب اور متقی لوگوں کا ہے جن کی نگاہ اسباب سے مکمل طور پر اٹھ چکی۔ ان کے لئے اسباب کا وجود اور عدم برابر ہے ان لوگوں کو بندوں والے اسباب کی مباشرت اور آزادی کا اختیار ہوتا ہے اسی حیثیت سے وہ عزیمت کی راہ اپناتے ہیں اور یہ مرتبہ اخص الخواص لوگوں کا ہے یعنی انبیاء علیہم السلام اور وہ اولیاء کا جو اپنے آپ کو فنا کر کے اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے زندہ ہوتے ہیں اور یہ مرتبہ توکل کی انتہاء اور حقیقت ہے اور اس کی جزاء تمام سے بلند تر ہے۔

تحقیق مقام اور اسباب کی اقسام:

اسباب کی تین قسمیں ہیں۔ یقینی، ظنی اور وہمی۔ ① یقین کی مثال لقمہ اٹھانا' منہ میں ڈالنا، چبانا، گلے سے اتارنا یہ قسم اسباب توکل کے منافی نہیں بلکہ ان کا ترک جہالت اور محض بے وقوفی بلکہ گناہ کا موجب ہے۔ ② ظنی اسباب وہ ہیں جن میں عام مخلوق کے لحاظ سے سنت اور تقدیر الٰہی جاری ہو مثلاً کسی کام کی تدبیر کرنا، ادویات سے علاج کرنا، اسی طرح نفس کو ہر اس چیز

سے روکنا جو عموماً ہلاکت کا باعث ہو۔ جیسے ایسی جگہ سونا جہاں سیلاب یا درندوں کی آمد ہو یہ قسم اہل توکل کے یقین سے ساقط ہو جاتی ہے کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر کامل یقین ہوتا ہے کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر ذرہ بھر حرکت نہیں کرتے اور کوئی چیز اللہ کی خلق اور تقدیر کے بغیر واقع نہیں ہو سکتی۔ ④ اسبابِ وہمیہ کا ترک واجب ہے کیونکہ یہ توکل کے منافی ہے مثلاً نفس کو ایسی جگہ سے روکنا جہاں شر کا محض وہم ہو۔ جس طرح تعویذ گنڈے وغیرہ۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کی نفی فرمائی ہے پس توکل کی شرط یہ ہے کہ ان چیزوں کا ترک کرے کیونکہ آپ ﷺ نے اس کو متوکلین کا وصف بتایا ہے باقی رہا درجہ متوسط کو اختیار کرنا جیسا کہ اطباء سے علاج معالجہ تو یہ توکل کے مخالف نہیں ہے۔ البتہ ظنی کا ترک کرنا ممنوع نہیں بعض کے لئے اس کا ترک کرنا افضل ہے اور بعض کے لئے دونوں درجوں کے درمیان وہ ایک گنجائش والا درجہ ہے ۔کذافی الفصول العمادیہ والعالمگیریہ۔

عکاشہ بن محصن بلاحساب جنت میں جانے والوں میں سے ایک

۲/۵۱۶۰ وَعَنْهُ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْاُمَمُ فَجَعَلَ يَمُرُّ النَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالنَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلَانِ وَالنَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّهْطُ وَالنَّبِيُّ وَلَيْسَ مَعَهُ اَحَدٌ فَرَاَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا سَدَّ الْاُفُقَ فَرَجَوْتُ اَنْ يَّكُوْنَ اُمَّتِيْ فَقِيْلَ هٰذَا مُوْسٰى فِيْ قَوْمِهٖ ثُمَّ قِيْلَ لِيْ اُنْظُرْ فَرَاَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا سَدَّالْاُفُقَ فَقِيْلَ لِيْ اُنْظُرْ هٰكَذَاوَهٰكَذَا فَرَاَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا سَدَّ الْاُفُقَ فَقِيْلَ هٰؤُلَاءِ اُمَّتُكَ وَمَعَ هٰؤُلَاءِ سَبْعُوْنَ اَلْفًا قُدَّامَهُمْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ هُمُ الَّذِيْنَ لَايَتَطَيَّرُوْنَ وَلَايَسْتَرْقُوْنَ وَلَا يَكْتَوُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ فَقَامَ عُكَاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ فَقَالَ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ قَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ اٰخَرُ فَقَالَ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ قَالَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَاشَةُ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۰۵/۱۱ حدیث رقم ۶۵۴۱ومسلم فی صحیحه ۱۹۹/۱ حدیث رقم (۳۷۴۔۲۲۰) والترمذی فی السنن ۵۴۴/۴ حدیث رقم ۲۴۴۶

ترجمہ: حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک دن باہر تشریف لائے اور فرمایا مجھ پر امتیں پیش کی گئیں اور میرے سامنے پیغمبر ؑ گزرنے لگے بعض کے ساتھ ایک آدمی اور بعض کے ساتھ دو آدمی اور بعض کے ساتھ ایک بڑا گروہ تھا اور بعض پیغمبر ایسے بھی گزرے جن کے ساتھ ایک بھی نہ تھا پھر میں نے ایک بڑی جماعت دیکھی جس نے افق کو بھر دیا میں نے یہ امید کی یہ میری امت ہوگی تو بتلایا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کی امت ہے۔ پھر مجھ سے فرمایا گیا کہ دیکھیں اس طرف جس نے افق کو بھر دیا تو مجھے بتلایا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار بندے ہوں گے جو کہ ان سے آگے آگے ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو بلاحساب جنت میں جائیں گے۔ یہ وہ لوگ ہونگے جو نہ فال بد لیتے ہوں گے اور نہ جھاڑ پھونک کرتے اور اور نہ داغ لگواتے ہوں گے۔ اور فقط اپنے رب پر ہی توکل کرتے

ہوں گے۔حضرت عکاشہ بن محصن کھڑے ہو گئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کر دے۔حضور ﷺ نے فرمایا ان کو ان لوگوں میں سے کر دے۔پھر دوسرا آدمی کھڑا ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے مجھے اللہ تعالیٰ ان میں سے کر دے۔فرمایا اس میں عکاشہ تم پر سبقت لے گئے۔(بخاری،مسلم)

جَعَلَ یَمُرُّ النَّبِیُّ: یہاں نبی سے مراد رسول ہیں کیونکہ ان کو تبلیغ کا حکم ہوا۔

مَعَ هٰؤُلَاءِ سَبْعُوْنَ اَلْفًا: ① علامہ نووی کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کے علاوہ تمہاری امت میں سے ستر ہزار ہوں گے۔② یہ بھی احتمال ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ انہی میں سے ستر ہزار ہوں گے اور اس کی تائید روایت کے ان الفاظ سے ہوتی ہے **هذه امتك ويدخلون الجنة من هولآء سبعون الفا**۔کہ آپ کی امت ہے اور ان میں سے ستر ہزار جنت میں داخل ہوں گے۔

وَلَا یَکْتَوُوْنَ: یعنی وہ داغ نہیں دیتے مگر بوقت ضرورت کیونکہ بعض صحابہ کرام سے ضرورت کے وقت داغنا منقول ہے۔ان میں سے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ عشرہ مبشرہ سے تھے۔② تقدیر پر راضی ہو کر وہ مطلقاً داغ نہیں لگواتے تھے بلکہ بلاء ومصیبت میں تلذذ محسوس کرتے ہیں اور حقیقی نافع وضار اللہ تعالیٰ کو قرار دیتے ہیں اور کوئی چیز اس کے حکم کے بغیر مؤثر نہیں ہے۔یہ لوگ مرتبہ شہود کو پانے والے ہیں۔انہوں نے اپنے نفوس کے حظوظ کو فنا کر دیا۔③ وہ ضرورت کے وقت داغ لگواتے ہیں مگر شفاء سے متعلق انکا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔فقط داغنے میں نہیں۔

وَلَا یَسْتَرْقُوْنَ: اس منتر سے مراد وہ دم ہے جو آیات قرآن اور روایات صحیحہ میں نہیں ہے اور وہ کہ جس کے متعلق اطمینان نہیں کہ آیا وہ شرک سے ہے یا نہیں۔اور وہ کسی جانور اور پرندہ سے شگون بد نہیں لیتے مثلاً کتا، بلی، کوئی چرندہ سامنے آنے پر کہ یہ منحوس سامنے آ گیا اب کام نہ ہو گا وغیرہ، مطلب یہ ہے کہ وہ اعمال جاہلیت کو ترک کرنے والے ہیں۔

سوال: ایسے لوگوں کی تعداد مذکورہ عدد سے بہت زیادہ ہے۔

جواب: یہاں عدد خاص مراد نہیں بلکہ کثرت مراد ہے۔

علامہ کرمانی کہتے ہیں:

داغ لگانا اسباب وہمیہ سے ہے اور احادیث میں اس سے ممانعت وارد ہوئی ہے اور ضرورت کے وقت طبیب حاذق کی رائے سے لگانا جائز ہے۔

قَامَ رَجُلٌ: ① آپ نے دوسرے شخص کے حق میں دعا نہ فرمائی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعا مانگنے کی اجازت ایک شخص کے حق میں تھی اور اسی مجلس میں تھی اور وہ عکاشہ نے پالی تو دوسرے کے لئے گنجائش نہ رہی۔② یہ شخص اس مرتبہ ومنزلت کا نہ تھا، اس کو صراحت سے نفی تو نہیں فرمائی بلکہ مشترک کلام سے جواب دے دیا اور یہ بھی بیان کر دیا کہ عکاشہ کے حق میں دعا کی وجہ اس کی سبقت ہے۔③ بعض نے کہا وہ شخص منافقین میں سے تھا۔اس لئے اس کے لئے دعا نہ مانگی بلکہ حسن خلق سے مجمل جواب مرحمت فرمایا۔④ بعض نے کہا کہ حضرت عکاشہ کے لئے دعا کی تخصیص وحی خفی کی وجہ سے تھی یہ قول سب سے درست

ہے۔۵ ایک روایت میں دوسرے شخص کا نام سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ مذکور ہے وہ مشہور انصاری صحابی ہیں۔۶ اس حدیث میں اس بات کی طرف دلالت کی گئی ہے کہ صالحین سے دعا کرانے اور نیک کاموں میں سبقت کرنی چاہیے۔

یہ بات مؤمن کے سوا کسی کو حاصل نہیں

۵۱۶۱/۳ وَعَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ لَهٗ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّآءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّآءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ٢٢٩٥/٤ حديث رقم (٦٤-٢٩٩٩) واخرجه الدارمی فی ٤٠٩/٢ حديث رقم ٢٧٧٧ واحمد فی المسند ١٧٧/١

ترجمہ: حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسلمان مرد پر تعجب ہے کہ اس کے تمام کام خیر ہیں اور یہ بات مؤمن کے سوا کسی کو حاصل نہیں اگر اسے راحت ملے تو وہ شکر ادا کرے کیونکہ راحت اس کے لئے بہتر ہے اور اگر اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرے اس لئے کہ صبر اس کے لئے بہتر ہے۔ (مسلم)

تشریح ۞ فَكَانَ خَيْرًا لَهٗ: صبر وشکر ہر دو مقام بلند ہیں اور ان پر اجر وثواب مرتب ہوتا ہے۔ آدمی کسی وقت بھی ان دو حال سے خالی نہیں ہوتا پس وہ بہر حال بہتر ہے۔ خیر تو مؤمن کامل کے لئے ہر حال میں میسر آنے والی ہے۔ غیر کامل کا حال تو یہ ہے کہ اگر اسے خوشی حاصل ہو تو تکبر اور خلافِ شرع باتیں کرنے لگتا ہے اور کوئی تکلیف آ جاتی ہے تو جزع فزع پر اتر آتا ہے اور نعمت کی ناشکری کرتا ہے۔ البتہ کامل مؤمن سے ایسی حرکات سرزد نہیں ہوتیں۔

اللہ تعالیٰ نے جو چاہا سو ہو گیا

۵۱۶۲/۴ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِىُّ خَيْرٌ وَّاَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيْفِ وَفِىْ كُلٍّ خَيْرٌ اِحْرِصْ عَلٰى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجِزْ وَاِنْ اَصَابَكَ شَىْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ اَنِّىْ فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا وَلٰكِنْ قُلْ قَدَّرَ اللّٰهُ وَمَا شَآءَ فَعَلَ فَاِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ٢٠٥٢/٤ حديث رقم (٣٤-٢٦٦٤) وابن ماجه فی ١٣٩٥/٢ حديث رقم (٣٤-٢٦٦٤) واخرجه احمد فی المسند ٣٧٠/٢

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طاقتور مؤمن اللہ تعالیٰ کے ہاں کمزور مؤمن سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اور ہر ایک میں خیر و بھلائی ہے پس نفع بخش چیز کی حرص کرو اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو اور ہاتھ پاؤں توڑ کر مت بیٹھو اور اگر کوئی تکلیف پہنچ جائے تو اس طرح مت کہو اگر میں ایسا کرتا تو اس طرح ہوتا بلکہ اس

طرح کہو اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا اور جو چاہا سو ہو گیا۔ اس لئے کہ کاش کا لفظ شیطان کے عمل کو کھولتا ہے۔ (مسلم)

تشریح ۞ لَوْ اَنِّیْ فَعَلْتُ کَانَ کَذَا وَ کَذَا: اس کہنے کا کوئی فائدہ نہیں اس لئے کہ ہوتا تو وہی ہے جو تقدیر میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ......۔ ''کہہ دیں ہرگز ہمیں نہ پہنچے گا مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے لکھ دیا''۔

پس لو کے لفظ سے اس مقام پر اسی لئے منع کیا گیا کیونکہ اس سے تقدیر کے ساتھ منازعت معلوم ہوتی ہے (اگرچہ اس کے ارادہ میں نہیں) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے منافقین مدینہ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: لو کنتم فی بیوتکم لبرز الذین کتب علیھم القتل......۔ (اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تو ضرور وہ لوگ ظاہر ہو کر رہتے جن کے لئے قتل ہونا طے ہو چکا تھا)۔ اور حج کے سلسلہ میں وارد ہے :لو استقبلت من امری ما استدبرت......۔ (اگر میں اپنے معاملے کو پہلے جان لیتا جو مجھے بعد کو معلوم ہوا تو میں ہدی روزانہ نہ کرتا)۔ تو ت کا استعمال بہت سی احادیث میں وارد ہوا ہے معلوم ہوا کہ کاش کا استعمال اس مقام پر ممنوع ہے جہاں تقدیر کا تقابل ہو اور بے فائدہ ہو۔ یہ نہی تنزیہی ہے تحریمی نہیں۔ اگر کوئی اطاعت الٰہی کے کسی فعل کے فوت ہونے پر یا متعذر ہونے پر کہے تو مضائقہ نہیں ہے۔

احادیث میں لو کے استعمال کو اسی پر محمول کیا گیا ہے بلکہ اطاعت کے فوت ہونے پر افسوس کرنا باعث ثواب گردانا گیا پس اس کو مستحب کہنا مناسب ہے۔ رازی نے کتاب مشیخہ میں ابوعمرو سے روایت کی ہے کہ جس نے دنیا کے فوت ہونے پر تاسف کا اظہار کیا وہ دوزخ کے ایک ہزار برس قریب ہوا اور جس نے آخرت کے فوت ہونے پر افسوس کیا وہ جنت کے قریب ہزار برس کے برابر ہو گیا۔ کتاب شیخہ (سیوطی فی الجامع)

الفصل الثانی:

پرندوں جیسا توکل کرو

۵/۵۱۶۳ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا۔

(رواہ الترمذی وابن ماجة)

اخرجه الترمذی فی السنن ۴۹۵/۴ حدیث رقم ۲۳۴۴ وابن ماجه ۱۳۹۴/۲ حدیث رقم ۴۱۶۴ واحمد فی المسند ۳۰/۱

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکل کرتے جس طرح اس کا حق ہے تو وہ تم کو اس طرح رزق عنایت کرے جیسا کہ پرندے صبح سویرے گھونسلے سے خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

تشریح ۞ حَقَّ تَوَكُّلِه: توکل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے اور ہر موجود یعنی مخلوق، رزق، عطاء، منع، نفع وضرر، فقر وغنی، صحت، مرض، موت وحیات وغیرہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور وہ اپنی مخلوقات کے لئے رزق کا ضامن ہے۔ اس پر اعتماد کر کے طلب کے لئے خوب کوشش کرے۔ مگر زیادہ تکلیف نہ اٹھائے کہ حرص اور افراط وتفریط سے کام لینے لگے اور اس میں حلال وحرام کی حدود کو توڑ ڈالے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ:

امام غزالی فرماتے ہیں کہ جو آدمی توکل کے متعلق یہ گمان کرتا ہو کہ وہ ڈالے ہوئے کپڑے کی طرح پڑا رہنے اور کسب کو چھوڑ دینے کا نام ہے وہ محض جاہل ہے۔

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ:

امام قشیری فرماتے ہیں کہ توکل کا مقام تو قلب ہے اور ظاہری حرکت توکل کے منافی نہیں جب کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد و بھروسہ ہو۔

اسی وجہ سے اس روایت میں پرندے سے تشبیہ دی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کر کے طلب قوت کے لئے نکلتا ہے اس نکلنے میں اشارہ ہے کہ طلب معاش میں درمیانہ درجہ کی کوشش منافی توکل نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **و کاین من دابة لا تحمل رزقها الله یرزقها و ایاکم**...... (بہت سے ایسے زمین پر چلنے والے جاندار ہیں جو اپنے سے رزق ساتھ اٹھائے نہیں پھرتے بلکہ اللہ تعالیٰ ان کو اور تمہیں رزق دیتا ہے) پس اس روایت سے اس بات پر آگاہی دی کہ کسب خود رزق نہیں بلکہ رزق تو اللہ تعالیٰ کے قبضہ واختیار میں ہے اس روایت سے یہ مقصود نہیں کہ کسب ترک کر دو کیونکہ توکل کی جگہ تو دِل ہے حرکت جوارح اس کے منافی نہیں کیونکہ بعض اوقات حرکت کے بغیر رزق دیا جاتا ہے اور بعض اوقات دوسروں کی حرکت کے سبب پہنچتا ہے بلکہ اس کی برکت کے سبب پہنچتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کا عموم یہی بات ظاہر کرتا ہے: ما من دابة فی الارض الا علی اللّٰہ رزقها (اور زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں کہ جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو)۔ منقول ہے کہ کوے کے بچے انڈے سے نکلنے کے وقت سفید ہوتے ہیں کوے کو یہ بات پسند نہیں آتی وہ ان کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ بچے اکیلے رہ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف مکھیاں اور چیونٹیاں بھیجتے ہیں وہ ان کی کھال کو چن چن کر کھاتے ہیں جس وہ سیاہ ہو جاتے ہیں پھر کوا واپس لوٹ کر انہیں سیاہ پاتا ہے اور انکا مالک بن کر بیٹھ جاتا ہے اور ان کی پرورش کرتا ہے تو ان جانداروں کو بلا سعی رزق پہنچتا ہے۔

<u>حکایت</u>: اللہ تعالیٰ نے عزرائیل علیہ السلام سے پوچھا کیا روح نکالتے ہوئے تو نے کسی پر رحم بھی کیا ہے۔ اس نے کہا جی ہاں! اے میرے رب! ایک کشتی ٹوٹی اور کچھ لوگ غرق ہو گئے ایک عورت ایک تخت پر بچے کو دودھ پلا رہی تھی۔ آپ نے اس عورت کی روح قبض کرنے کا حکم دیا۔ مجھے اس بچے پر رحم آیا تو اس بچے کو اللہ تعالیٰ نے ایک جزیرے میں ڈالا اور اس کی طرف ایک شیرنی کو بھیجا جو اسے دودھ پلاتی تھی یہاں تک کہ وہ بڑا ہوا پھر اس پر جناب کی ذمہ داری لگائی تاکہ وہ اسے تعلیم دیں چنانچہ وہ جوانی کو پہنچا اور پڑھے لکھے لوگوں میں داخل ہوا پھر اس کو امارت ملی یہاں تک کہ سلطنت کے مرتبہ کو پہنچا اور تمام زمین

کا حکمران بنا۔ پھر اس نے الوھیت کا دعویٰ کیا وہ اپنی عبودیت اور حقوق ربوبیت کو بھلا بیٹھا اور اسی کا نام شداد تھا۔ اللہ تعالیٰ بڑے رحیم ہیں وہ دشمنوں کو بھی رزق دیتا ہے تو وہ اپنے دوستوں کو کیوں نہ دے گا۔

تلاشِ رزق میں میانہ روی کرو رزق مقدر ملے گا

۶/۵۱۶۴ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّهَا النَّاسُ لَيْسَ مِنْ شَيْءٍ يُقَرِّبُكُمْ اِلَى الْجَنَّةِ وَيُبَاعِدُكُمْ مِنَ النَّارِ اِلَّا قَدْ اَمَرْتُكُمْ بِهٖ وَلَيْسَ شَيْءٌ يُقَرِّبُكُمْ مِنَ النَّارِ وَيُبَاعِدُكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ اِلَّا قَدْ نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ وَاِنَّ الرُّوْحَ الْاَمِيْنَ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَاِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِيْ رَوْعِيْ اَنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا اَلَا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ وَلَا يَحْمِلَنَّكُمُ اسْتِبْطَاءُ الرِّزْقِ اَنْ تَطْلُبُوْهُ بِمَعَاصِي اللّٰهِ فَاِنَّهٗ لَا يُدْرَكُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ اِلَّا بِطَاعَتِهٖ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَذْكُرْ وَاِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ۔

رواہ البیھقی فی شعب الایمان ۲۹۹/۷ حدیث رقم ۱۰۳۷۶ والبغوی فی شرح السنة ۳۰۳/۱۴ حدیث ۴۱۱۱

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے لوگو! ہر وہ چیز جو تمہیں جنت کے قریب اور دوزخ سے دور کر دے۔ میں نے تمہیں اس کا حکم دے دیا اور ہر ایسی چیز جو آگ سے قریب اور جنت سے دور لے جائے اس سے میں نے تمہیں منع کر دیا ہے اور بے شک جبرائیل علیہ السلام نے جبکہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ روح القدس نے میرے دِل میں یہ بات القاء کی کہ کوئی شخص دنیا کا رزق پورا کرنے کے بغیر نہ مرے گا۔ سنو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو! اور تلاش رزق میں میانہ روی اختیار کرو اور رزق میں تاخیر کی صورت تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے رزق تلاش کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی چیزیں اس کی اطاعت سے ہی حاصل کی جاسکتی ہیں۔ بیہقی۔ مگر بیہقی نے عن روح القدس کے الفاظ نقل نہیں کئے البتہ روح الامین کی جگہ روح القدس ہے دونوں سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

تشریح ❁ لَيْسَ مِنْ شَيْءٍ يُقَرِّبُكُمْ: اس روایت کے ابتدائی جملوں سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام امور نافعہ اور ضرر کو دفع کرنے والی چیزیں حاصل کی جاتی ہیں اور ان کا مدار کتاب وسنت ہیں اور کتاب وسنت کے علاوہ اور کسی چیز کا استعمال کرنا بلا فائدہ ہے۔

اِنَّ الرُّوْحَ الْاَمِيْنَ: روح جان کے معنی میں ہے اور دوسرا معنی اس کا وحی بھی آتا ہے حضرت جبریل علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ یہاں جبریل امین مراد ہیں اور ان کے اسم گرامی کے ساتھ امین کا لفظ لایا گیا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی امانت وحی اور علم کو انبیاء علیہم السلام تک پہنچایا اور ان کے نام کے ساتھ قدس کی بھی اضافت کی گئی اور قدس کا معنی پاکیزگی ہے اور کمال طہارت کی وجہ سے روح القدس فرمایا کیونکہ وہ نجاست سے پاک ہیں۔

وَاَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ: یہ اجمال سے ہے یعنی نیکی کرو اور اس کی طلب میں مبالغہ نہ کرو۔ اس لئے کہ تمہیں طلب رزق کے لئے مکلف نہیں بنایا گیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ

اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ۔ (اور میں نے نہیں پیدا کیا جن وانس کو مگر عبادت کے لئے اور میں نے نہیں ارادہ کیا ان سے رزق کا) اور دوسرے مقام پر فرمایا: **وامر اهلك بالصلوة واصطبر عليها لا نسئلك رزقا نحن نرزقك والعاقبة للتقوٰی** (اور اپنے اہل کو نماز کا حکم دو اور اس پر قائم رہو ہم تم سے رزق کا سوال نہیں کرتے ہم ہی تمہیں رزق دینے والے ہیں اور اچھا انجام تقویٰ کا ہے)۔ پس اس میں امر اباحت کے لئے ہے۔" حلال طلب کرو تو اس صورت میں امر وجوب کے لئے ہوگا اور اس کی تائید روایت کے ان لفظوں سے ہوتی ہے۔ **لا یحملنکم......** مطلب یہ ہے کہ رزق دیر سے ملنے پر مضطرب مت ہو جاؤ کہ حرام و مکروہ کی طرف منہ مارنے لگو مثلاً چوری، غصب، خیانت اور اظہار سیادت اور عبادت و دیانت ظاہر کر کے زیادہ وصول کرنے لگو۔

حقیقت میں رزق دیر سے نہیں پہنچتا جس وقت پہنچے اور جو پہنچے تمہارا مقدر ہی ملے گا اور گناہ سے زیادہ نہیں ہوتا اضطراب سے گناہ میں اضافہ کرو گے اور کچھ حاصل نہ ہوگا جو رزق گناہ کی وجہ سے حاصل کیا جاتا ہے وہ حرام ہوتا ہے پس گناہ کے ساتھ رزق مت طلب کرو۔ اور رزق حلال تو اطاعت سے میسر ہوتا ہے۔ یعنی اطاعت پر دوام و استقامت اختیار کرو جو رزق ملنا ہے ملے گا۔ اس کا حصول اطاعت سے کرو گے تو حلال ملے گا اور گناہ کو دخیل کرو گے تو وہ حرام ہوگا اور تم خود قابل مذمت بن جاؤ گے اور حلال کمائی کی صورت میں قابل مدح ہو گے۔ ② ما عند اللہ سے مراد جنت ہے۔ اجملوا کا معنی یہ ہے کہ مال کو اچھے انداز یعنی شرعی طریق سے حاصل کرو۔ استبطاء کا معنی ابطاء ہے سین و تاء مبالغہ کے لئے ہے جیسا کہ اس آیت میں **فلیستعفف** میں (بالکل سوال سے بچے)۔ (طیبی)

زُہد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ہاتھ والی چیز سے زیادہ بھروسہ

۵۱۶۵/۷ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الزَّھَادَۃُ فِی الدُّنْیَا لَیْسَتْ بِتَحْرِیْمِ الْحَلَالِ وَلَا بِاِضَاعَۃِ الْمَالِ وَلٰکِنَّ الزَّھَادَۃَ فِی الدُّنْیَا اَنْ لَّاتَکُوْنَ بِمَا فِیْ یَدَیْکَ اَوْثَقَ بِمَافِیْ یَدِی اللّٰہِ وَاَنْ تَکُوْنَ فِیْ ثَوَابِ الْمُصِیْبَۃِ اِذَا اَنْتَ اُصِبْتَ بِھَا اَرْغَبَ فِیْھَا لَوْ اَنَّھَا بَقِیَتْ لَکَ۔

(رواه الترمذی و ابن ماجة وقال الترمذی هذا حديث غريب وعمرو بن واقد الراوی منكر الحديث)

اخرجه الترمذی فی السنن ۴۹۳/۴ حديث رقم ۲۳۴۰ و ابن ماجه ۱۳۷۳ حديث رقم ۴۱۰۰۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ زہد یہ نہیں کہ آدمی حلال کو حرام کرنے میں ہے اور نہ مال برباد کرنے کا نام مگر دنیا میں زہد یہ ہے کہ اپنی مقبوضہ شئی پر اس سے زیادہ بھروسہ نہ کر جو اللہ کے قبضہ میں ہے۔ اور جب تم کسی مصیبت میں گرفتار ہو تو اس کے ثواب میں اتنی رغبت ہو کہ تو کہے کاش یہ مصیبت میرے لئے باقی رکھی جائے۔ (ابن ماجہ، ترمذی) ترمذی نے اس حدیث کو غریب کہا اس کا راوی عمر بن واقد منکر الحدیث ہے۔

تشریح ۞ الزَّھَادَۃُ فِی الدُّنْیَا: اور زہد صرف لذات و شہوات کو ترک کرنے کا نام نہیں اور نہ ہی حلال کو حرام کر لینے کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ ...... ان پاکیزہ چیزوں کو حلال مت کرو جو اللہ تعالیٰ نے

تمہارے لئے حلال کی ہیں''

جناب رسول اللہ ﷺ نے لذت والی اشیاء کو استعمال فرمایا ہے اور آپ ﷺ سے بڑھ کر کون کامل ہے۔ بعض جہلاء لذیذہ وپاکیزہ چیزیں مثلاً گوشت، حلوہ، میوہ جات اور لباس جدیدہ کے ترک کو کمال قرار دیتے اور اس کو زہد کا اعلیٰ درجہ خیال کرتے ہیں ۔ نکہ یہ زہد نہیں۔ اسی طرح یہ بھی زہد نہیں کہ مال کو غیر مناسب مقامات پر صرف کرے یا دریا میں پھینکے یا آگ میں جلائے یا مال غنی وفقیر کا امتیاز کئے بغیر بلا تحقیق دے ڈالے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ظاہری زہد کہ ہاتھ مال ظاہری سے بالکل خالی ہو اور معیشت میں احتیاج کے وقت مخلوق کی طرف دِل کا رخ ہو بلکہ زہد کا مدار زہد قلبی پر ہے یہ جذبہ قلبی اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور تیرے ہاتھوں میں اموال وصنائع اور اعمال ہوں۔

اَنْ لَّاتَكُوْنَ بِمَا فِیْ یَدَیْكَ اَوْثَقَ بِمَافِیْ یَدِی اللّٰهِ : یعنی ظاہر وباطن کے خزائن میں یعنی اللہ تعالیٰ کے تیرے ساتھ رزق پہنچانے کے جو وعدے ہیں اور انعامات کی جو تسلیاں ہیں ان پر تیرا یقین اس رزق سے بڑھ کر ہونا چاہئے جو تیرے ہاتھوں میں ہے جس کا تعلق جاہ سے ہو یا مال، زمین وصناعت، علم کیمیا گری ہو یا سیمیا گری سے یہ تمام ہلاکت کے گھاٹ اترنے والے ہیں اور خزائن باری تعالیٰ باقی رہنے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا: ﴿مَا عِنْدَكُمْ یَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ..... ﴾ (النحل : ۹۶) (جو کچھ تمہارے ہاں ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے وہ باقی رہنے والا ہے)۔

اَنْ تَكُوْنَ : اس کا عطف ان لا یکون پر ہے۔

زہد کی اور قسم:

دنیا کے آرام کی طرف ذرہ بھی توجہ نہ ہو اور نہ ہی نعمتوں سے لذت اٹھانے کی طرف دھیان ہو۔ بلکہ یہ خیال کرے کہ ان دنیاوی نعمتوں کی وجہ سے بلائیں اور مشقتیں اترتی ہیں اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ تیرا دِل دنیا کی اشیاء سے مانوس نہیں ہوگا۔ اس وقت تجھے مصیبت میں ثواب ملے گا اگر یہ مصیبت روکی جاتی تو اس سے بڑی تکلیف پہنچتی۔

ابقیت یہاں یہ لفظ لم یصب کی جگہ لایا گیا لو کا جواب وہی ہے جس پر اس کا ماقبل دلالت کرتا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ تیری رغبت مصیبت کے آنے سے متعلق اس سے بڑھ کر ہونی چاہئے جتنی کہ مصیبت کے نہ ہونے کی طرف ہوتی ہے۔ یہ دونوں امر تیرے زہد کی شاہد عدل ہیں کہ دنیا سے تو منہ موڑنے والا اور آخرت کی طرف رغبت کرنے والا ہے۔ زہد دراصل دنیا سے بے رغبتی اور دُنیاوی سامان اور شہوات کو ترک کرنے کا نام ہے۔ پس آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ مقام زہد فقط اسی سے کامل نہیں ہوتا جب تک کہ صبر وتوکل کا مقام ہاتھ نہ آئے اور بندہ آخرت کی رغبت میں اس حد تک نہ پہنچے کہ دنیا میں آنے والے مصائب وبلاء ثواب آخرت کی امید سے اس سے زیادہ محبوب ومرغوب ہوں جتنا کہ ان کا نہ ہونا محبوب ومرغوب ہے۔ اگر یہ بات حاصل ہوتی ہے تو زہد ہے ورنہ وہ حلال کو حرام کرنا اور مال کو ضائع کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت کر وہ تمہاری حفاظت کرے گا

۸/۵۱۶۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ يَاغُلَامُ اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ وَاِذَا سَاَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى اَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى اَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجُفَّتِ الصُّحُفُ۔ (رواه احمد والترمذى)

اخرجه الترمذى فى السنن ٥٧٥/٤ حديث رقم ٢٥١٦ واحمد فى المسند ٢٩٣/١

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا تو فرمایا اے جوان! حقوق الٰہی کی حفاظت کر۔ اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے گا اور تو اسے اپنے سامنے پائے گا۔ اور جب سوال کرو اللہ تعالیٰ سے مانگو جب مدد چاہو تو اللہ تعالیٰ سے چاہو اور یقین رکھو کہ اگر تمام لوگ اکٹھے ہو کر تجھے نفع دینا چاہیں تو نہیں دے سکتے سوائے اس چیز کے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دی۔ اور اگر اکٹھے ہو کر تجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کریں تو ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتے سوائے اس چیز کے جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دی۔ قلم اٹھ چکے اور دفتر خشک ہو چکے۔ (مسند احمد، ترمذی)

تشریح ✿ **تَجِدْهُ تُجَاهَكَ**: ① تو اس کو سامنے پائے گا گویا کہ وہ تیرے سامنے حاضر ہے اور تو اس کا مشاہدہ مقام احسان اور کمال ایمان میں کرنے والا ہے۔ گویا تو اسے اس نظر سے دیکھتا ہے کہ ماسوی اللہ تیری نظر میں فنا ہے تو پہلی حالت کو مراقبہ کہیں گے تو دوسری کو مقام مشاہدہ۔

② اس کا معنی یہ ہے کہ جب تو اکیلے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نگہبانی کرے گا تو جدھر تو مہمات میں متوجہ ہو گا وہ تیری مدد کرے گا اور جن امور کا تو قصد کرے گا ان کو وہ تیرے لئے آسان کر دے گا۔

③ تو اللہ تعالیٰ کی عنایت و مہربانی اپنے قریب پائے گا اور وہ تمام حالات میں ہر طرح تیری رعایت کرے گا۔ اور تو اللہ تعالیٰ سے سوال کر کیونکہ بخششوں کے خزائن بھی اسی کے پاس ہیں اور ہر انسان کو دنیا یا آخرت کی جو نعمت ملتی ہے وہ محض اس کی رحمت ہے اس میں کسی غرض کی آمیزش نہیں اور نہ کسی علت کا ضمیمہ ملانے کی حاجت ہے۔ اسی طرح جو عذاب خواہ دنیوی ہو یا اخروی دور ہوتا ہے وہ محض اس کی رحمت کی وجہ سے ہے اس میں کسی غرض و علت کا دخل نہیں ہے کیونکہ وہ جواد مطلق ہے اور ایسا غنی ہے کہ جس کے ہاں محتاجی کا گزر بھی نہیں وہی اس بات کے لائق ہے کہ تمام امیدیں اس کی رحمت سے جوڑی جائیں اور اسی کا عذاب ڈرنے کے قابل ہے اور تمام مصائب میں اسی سے التجاء کی جائے اور تمام امور میں بھروسہ و اعتماد اسی پر ہو۔

اس کے غیر سے نہ مانگ کیونکہ کسی کو نفع دینے اور نقصان کے دفع کرنے کی قدرت اس کے سوا نہیں ہے۔ دوسرے تو اپنے نفوس کے نفع و نقصان کے مالک نہیں اور نہ ان کو موت و حیات پر قدرت ہے چہ جائیکہ دوسروں کے حق میں انہیں اختیار ہو۔

اس کی ذات سے سوال زبان حال و قال سے ہر وقت کرتے رہنا چاہئے اس لئے کہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جس نے

اللہ تعالیٰ سے سوال نہ کیا اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس سے اپنی محتاجی اور عاجزی ظاہر ہوتی ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے

اللّٰہ یغضب ان ترکت سؤالہ ☆ وابناء آدم حین یسأل یغضب

''اللہ تعالیٰ سوال نہ کرنے سے ناراض ہوتے ہیں اور بندہ سوال سے ناراض ہوتا ہے''۔

لَوِ اجْتَمَعَتْ : اس کے معنی کا حاصل یہ ہے کہ نافع وضار اسی ہی کو یقین کرنا چاہئے۔ بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ میں اس شخص سے انقطاع اختیار کرتا ہوں جو میرے غیر سے امید رکھتا ہے اور اس کو لوگوں کے سامنے ذلت کا کپڑا پہنا دیتا ہوں اور اپنے قرب سے ہٹا دیتا ہوں اور اپنے وصل سے محروم کر دیتا ہوں وہ متفکر و حیران رہتا ہے مصائب وشدائد میں غیر سے امید رکھتا ہے حالانکہ یہ سب کچھ میرے ہاتھ میں ہے میں حی وقیوم ہوں۔ وہ اپنی فکر و سوچ میں غیروں کے دروازے کھٹکھٹاتا ہے حالانکہ تمام دروازوں کی کنجیاں میرے پاس ہیں اور تمام دروازے بند ہیں اور میرا دروازہ اس کے لئے کھلا ہے جو مجھ سے مانگے۔ انتہی۔

رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ: یعنی احکام کے لکھنے سے قلم اٹھا لئے گئے اور صحیفے خشک ہو گئے مطلب یہ ہے کہ قیامت تک کی مخلوق کے تمام فیصلے لکھے جا چکے اور وہ خشک ہو گئے اب لکھنے کے لئے قلم نہیں چلایا جاتا گویا تقدیر کی قسم میں سے ہے جو کچھ ہے وہ لکھ دیا گیا اب اس سے فراغت کے بعد اور کچھ نہ لکھا جائے گا۔ یہ گویا قضاو قدر سے سبقت کرنا قلم کا اٹھنا اور صحیفوں کا خشک ہونا یہ کاتب کی فراغت وکتابت سے تشبیہ دیکر سمجھایا گیا ہے پہلے یہ روایت گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے قلم بنایا اور فرمایا کہ لکھو اس نے عرض کیا میں کیا لکھوں اللہ نے فرمایا تقدیر پر لکھ دو چنانچہ اس نے جو کچھ ہوا اور ابد الآباد تک ہو گا وہ سب کچھ لکھ دیا۔

ایک اشکال:

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ روایت تو یمحو اللہ ما یشاء ویثبت کے خلاف ہے۔

الجواب:

① کہ محو واثبات ان ہی چیزوں پر ہے جن پر صحیفے خشک ہوئے کیونکہ قضا کی دو قسمیں ہیں مبرم اور معلق اور یہ بھی لوح محفوظ کے لحاظ سے قسمیں ہیں ورنہ علم الٰہی کی طرف نسبت کے لحاظ سے اس میں تغیر وتبدل نہیں ہے۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا عندہ ام الکتاب۔ ② بعض نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس دو کتابیں ہیں ایک تو لوح محفوظ ہے وہ ایسی ہے جس میں تبدیلی نہیں ہوتی دوسری وہ کتاب ہے جس میں فرشتہ مخلوق کے اعمال لکھتا ہے اور اس میں محو واثبات ہے۔

حاصل روایت:

اس حدیث میں توکل اور راضی برضائے باری تعالیٰ پر ترغیب دلائی گئی ہے اور اپنی حول وقوت کی نفی کی گئی ہے کیونکہ کائنات کا کوئی حادثہ جس کا تعلق سعادت وشقاوت، تنگی وفراخی، نفع وضرر، اجل ورزق میں سے کسی سے بھی ہو وہ اللہ کی ذات

سے متعلق ہے اور وہ آسمان و زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے قضا وقدر کا قلم چلا اور اس سے وہ لکھا گیا۔ پس اس میں تحرک وسکون برابر ہے پس حالت خوشی میں شکر واجب ہے اور حالت ضرر میں صبر لازم ہے اور حقیقت میں دشمن پر غلبہ محنت و بلا پر صبر کی وجہ سے ملتا ہے۔

حضرت شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

ہر مسلمان کو چاہیے کہ اس روایت کو اپنے دِل کا آئینہ بنائے اور تمام حرکات وسکنات میں اس پر عمل پیرا ہو تا کہ دنیا اور آخرت میں نقصان سے محفوظ رہے اور رحمت کی وجہ سے دونوں جہاں میں عزت پائے۔

روایات کا فرق:

بعض روایات میں **تجدہ تجاھك** کے بعد یہ الفاظ زائد وارد ہوئے ہیں **تعرف الی اللہ فی الرخاء یعرفك فی الشدائد**۔ یعنی شناسائی پہچان اور توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف کرو جب کہ آسانی کی حالت ہو یعنی اللہ کی اطاعت اختیار کرو اور اس کی نعمتوں کو پہچانو وہ سختی میں تمہاری حاجتیں پوری کرے گا۔ **فان استطعت ان تعمل للہ بالرضاء فی الیقین فافعل وان لم تستطع فان فی الصبر علی ما تکرہ خیر کثیر** یعنی اگر تو اللہ کی رضامندی کے لئے یقین کے ساتھ کام کر سکتا ہے تو اس کار عظیم کو کر اور اگر طاقت نہیں رکھتا تو جن چیزوں کو تو ناپسند کرتا ہے ان میں صبر کرنا یہ خیر کثیر کا باعث ہے یعنی اصل شکرگزاری تو اللہ تعالیٰ کی ہے جو کہ ہر حالت میں نعمتوں کے شامل ہونے اور ظاہر و باطن کے الطاف کی وجہ سے لازم ہے اور اگر یہ نہ ہو تو صبر ہر صورت میں کرنا چاہیے یہ بھی فضیلت والی بات ہے۔ **واعلم ان النصر مع الصبر والفرج مع الکرب**۔ اور یہ سمجھ لو کہ مدد صبر پر آتی ہے اور کشادگی دکھوں کے نتیجے میں حاصل ہوتی ہے یعنی مطلب یہ ہے کہ ہر تنگی کے بعد کشادگی اور ہر غم کے بعد راحت وخوشی ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا **ان مع العسر یسرا**۔ یعنی ہر سختی کے بعد آسانی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے **لن یغلب عسر یسرین** کہ ایک سختی دو آسانیوں پر ہرگز غالب نہیں آسکتی۔ مطلب یہ ہے کہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے العسر کو معرف باللام اور یسر کو نکرہ ذکر کیا۔ عربی قاعدہ یہ ہے کہ معرف باللام یعنی العسر اگرچہ دو دفعہ مذکور ہے مگر اس سے مراد ایک ہی ہے اور یسر جس کو نکرہ ذکر کیا اس سے مراد الگ الگ ہے اور مذکورہ بالا ارشاد نبوت میں اسی مفہوم کو ذکر کیا گیا ایک تنگی دو آسانیوں پر ہرگز غالب نہیں آسکتی۔ وہ تنگی اور سختی تو دنیا ہی کی مراد ہے اور آسانیوں میں ایک آسانی دنیا کی اور دوسری آخرت کی مراد ہے۔ جیسا کہ مسلمانوں نے دنیا میں دکھ اور سختیاں اٹھائیں پھر اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اپنی مدد سے آسانی عنایت فرمائی اور فتوحات کے دروازے کھول دیئے۔ اسی طرح مسلمان آخرت میں نعمت وراحت پائیں گے۔ یہ چین وسکون تو جنت کی شکل میں اور دیدار الٰہی اس سے زائد نعمت ملے گی۔ یہ تمام مضمون روایات احادیث میں وارد ہے جس کو صاحب مشکوٰۃ نے ذکر نہیں کیا۔

انسانی خوش بختی کا راز

۹/۵۱۶۷ وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ اٰدَمَ رِضَاهُ بِمَا قَضَى

اللّٰهُ لَهٗ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ اٰدَمَ تَرْكُهٗ اِسْتِخَارَةَ اللّٰهِ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ اٰدَمَ سَخَطُهٗ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهٗ۔

(رواہ احمد والترمذی وقال هذا حديث غريب)

اخرجه الترمذى فى السنن ۳۹٦/٤ حديث رقم ۲۱۵۱ واحمد فى المسند ۱٦۸/۱

ترجمہ: حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کی خوش بختی اس بات میں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی ہو جائے۔ اور انسان کی بدبختی اللہ تعالیٰ سے اس کا خیر مانگنا چھوڑ دینا ہے اس کی بدبختی یہ ہے کہ وہ اپنے متعلق اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو ناپسند کرتا ہے۔

تشریح ۞ **مِنْ سَعَادَةِ ابن آدم**: نیک بختی کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ سے بھلائی کا طالب ہو اور پھر اس پر جس کا اللہ نے حکم دیا اور اس کے مقدر میں کر دیا اس پر راضی ہو جائے۔ اور اس پر دلالت یہ ہے کہ اس کے مقابلے میں شقاوت کا لفظ لایا گیا ہے اور بدبختی یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ سے بھلائی کی طلب کو چھوڑ دے۔ مطلب یہ ہوا کہ بندے کو ہمیشہ اللہ سے خیر ہی طلب کرنی چاہئے۔

ایک اشکال: یہ فرمایا گیا کہ ہر حال میں راضی ہو تو اس سے وہم یہ پیدا ہوا کہ گناہ اور ناپسندیدہ باتوں پر بھی راضی ہو؟

جواب: بندے کو اللہ سے خیر ہی طلب کرنی چاہیے جو کہ اللہ کی پسندیدہ باتوں کی طرف لے جانے والی اور ناپسندیدہ باتوں کی طرف سے ہٹانے والی ہے۔ رضائے الٰہی پر راضی ہونا بہت بڑی چیز ہے اور اس کو سب سے عظیم مقام دیا گیا ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اپنی ناراضگی کو ترک کر دے یہ ابن آدم کی خوش نصیبی کی علامت ہے اس کا سبب دو چیزیں ہیں۔ ایک تو عبادت کے لئے اپنے آپ کو فارغ کرنا۔ جب وہ قضا وقدر پر راضی نہ ہوگا تو حوادث کے آنے کی وجہ سے اس کا دِل پریشان رہے گا اور یوں کہے گا ایسا کیوں ہوا ایسا کیوں نہ ہوا اور دوسری چیز کہ اللہ کے غضب سے بچنے کے لئے اپنے غضب کو چھوڑ دے بندے کا غضب یہ ہے کہ جس چیز کو اللہ نے قضا بنا دیا ہے تو اس کے علاوہ کو اپنے لئے اصلح اور اولیٰ سمجھے ان چیزوں میں کہ جن کے صلاح وفساد کا یقین نہیں ہے۔

استخارہ کی حقیقت:

استخارہ کی حقیقت یہ ہے کہ تمام معاملات میں اللہ سے خیر کا طلبگار ہو بلکہ اس سے آگے بڑھ کر یہ اعتقاد رکھے کہ انسان اپنے خیر وشر سے واقفیت نہیں رکھتا جیسا کہ اللہ نے فرمایا: **عسٰى ان تكرهوا شيئا وهو خيرلكم وعسٰى ان تحبوا شيئا وهو شرلكم والله يعلم وانتم لا تعلمون**۔ پھر اس سے ترقی کرتے ہوئے یہ یقین کرے کہ دنیا میں خیر کے علاوہ اور کوئی چیز واقع نہیں ہوتی۔ اس لئے روایات میں اس طرح وارد ہوا ہے۔ **الخير بيدك والشر ليس اليك**..... اور تمام امور آپ کے قبضہ واختیار میں ہیں اور برائی کی نسبت آپ کی طرف نہیں کی جاتی۔

پھر خوب مشورہ کے بعد دینی یا دنیوی معاملے میں استخارہ کرے اور اس کا کم از کم درجہ یہ ہے **اللهم خيرلى اخترلى فلا تكلنى الى اختيارى**۔ اے میرے اللہ میرے لئے خیر چن دے اور میرے لئے پسند فرما پس مجھے میرے اختیار کے حوالے نہ کر۔ اور اس سے زیادہ مکمل بات یہ ہے کہ دو رکعت نماز ادا کرے اور پھر دعائے استخارہ پڑھے جو کہ مسنون ہے اور طبرانی نے

اوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے'' کہ جس نے استخارہ کیا وہ نامراد نہ ہوا اور جس نے مشورہ کیا اسے شرمندگی پیش نہ آئی۔ اور میانہ روی کرنے والا تنگ دست نہ ہوا۔ (طبرانی اوسط)

قولِ حکماء:

جس کو یہ چیزیں میسر ہوگئیں اسے چار چیزیں مل جائیں گی۔ ا: جس کو شکر مل گیا وہ اضافے سے نہ روکا گیا۔ ۲: جس کو توبہ میسر ہو وہ قبولیت سے محروم نہ رہا۔ ۳: جس کو استخارہ مل گیا وہ خیر کو پانے والا بن گیا۔ ۴: جس کو مشورہ ملا وہ درست چیز کو پالینے سے روکا نہیں گیا۔

الفصل الثالث:

معجزۂ نبوت اور اظہارِ توکل کا عظیم واقعہ

۱۰/۵۱۶۸ عَنْ جَابِرٍ اَنَّهٗ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَلَمَّا قَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَفَلَ مَعَهٗ فَاَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِيْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاةِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَفَرَّقَ النَّاسُ يَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ سَمُرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهٗ وَنِمْنَا نَوْمَةً فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْنَا وَاِذَا عِنْدَهٗ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ عَلَيَّ سَيْفِيْ وَاَنَا نَائِمٌ فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِيْ يَدِهٖ صَلْتًا قَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ فَقُلْتُ اللّٰهُ ثَلٰثًا وَلَمْ يُعَاقِبْهُ وَجَلَسَ (متفق علیه وفی روایة) اَبِيْ بَكْرِ الْاِسْمَاعِيْلِيِّ فِيْ صَحِيْحِهٖ فَقَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ قَالَ اللّٰهُ فَسَقَطَ السَّيْفُ مِنْ يَدِهٖ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّيْفَ فَقَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ فَقَالَ كُنْ خَيْرًا اٰخِذٍ فَقَالَ تَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ لَا وَلٰكِنِّيْ اُعَاهِدُكَ عَلٰى اَنْ لَّا اُقَاتِلَكَ وَلَا اَكُوْنَ مَعَ قَوْمٍ يُقَاتِلُوْنَكَ فَخَلّٰى سَبِيْلَهٗ فَاَتٰى اَصْحَابَهٗ فَقَالَ جِئْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ خَيْرِ النَّاسِ هٰكَذَا فِيْ كِتَابِ الْحُمَيْدِيِّ وَفِي الرِّيَاضِ۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ۹۶/۶ حدیث رقم ۲۹۱۰ ومسلم فی صحیحه ۱۷۸۷/۴ حدیث رقم (۱۴-۸۴۳) واحمد فی المسند ۳۶۵/۳۔ اخرجه البخاری فی صحیحه ۹۷/۶ حدیث رقم ۲۹۱۳ واخرجه مسلم فی ۱۷۸۷/۴ حدیث رقم (۱۴-۸۴۳) واحمد فی المسند ۳۹۰/۳

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نجد کی طرف سفر جہاد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس لوٹے تو میں بھی آپ کے ساتھ واپس ہوا۔ ہمیں ایک خاردار درختوں والے جنگل میں دوپہر گزارنا پڑی لوگ درختوں کے سایہ کے لئے الگ الگ ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بلند درخت کے نیچے آرام فرما ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار اس

درخت سے لٹکا دی ہم ابھی سوئے ہوئے ہی تھے کہ آپ ﷺ نے ہمیں آواز دی، ہم نے دیکھا کہ ایک دیہاتی آپ کے پاس تھا آپ ﷺ نے فرمایا اس شخص نے مجھ پر تلوار سونت لی جب کہ میں سو رہا تھا میں جاگا تو تلوار اس کے ہاتھ میں تھی یہ کہنے لگا کہ تمہیں مجھ سے کون بچائے گا میں نے تین بار کہا اللہ! آپ ﷺ نے اس شخص سے بدلہ نہیں لیا وہ شخص بیٹھ گیا۔ (بخاری، مسلم) ابوبکر اسماعیلی نے اپنی صحیح میں ذکر کیا اس نے کہا تمہیں مجھ سے کون بچائے گا تو آپ ﷺ نے کہا کہ اللہ پس تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی اور وہ تلوار رسول اللہ نے لے کر فرمایا اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا تو اس نے لجاجت سے کہا آپ ہی بہتر تلوار لینے والے بن جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس کا رسول ہوں اس نے کہا نہیں لیکن میں آپ ﷺ سے معاہدہ کرتا ہوں کہ نہ تو میں خود آپ ﷺ سے لڑوں گا اور نہ آپ کے ساتھ لڑائی کرنے والوں کا ساتھ دوں گا تو آپ ﷺ نے اس کا راستہ چھوڑ دیا وہ اپنے ساتھیوں کے پاس جا کر کہنے لگا میں ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں جو لوگوں میں سب سے بہتر ہے۔ کتاب حمیدی اور ریاض میں اس طرح ہے۔

تشریح ۞ نَجْدِ: لغوی معنی بلند زمین ہے اور تہامہ کو نجد کہا جاتا ہے یہ سرزمین عراق تک کا علاقہ ہے۔

عِضَاۃِ: کانٹے والے درخت۔ اس کا واحد عضۃ ہے۔ بول کا درخت (مجمع البحار) اور یہی درخت زیادہ بڑا ہو جائے تو سمرۃ کہلاتا ہے۔

آیت کفایت: ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا﴾

۵۱۶۹/۱۱) وَعَنْ اَبِىْ ذَرٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِنِّىْ لَاَعْلَمُ اٰيَةً لَوْ اَخَذَ النَّاسُ بِهَا لَكَفَتْهُمْ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ (رواہ احمد وابن ماجۃ والدارمی)

اخرجه ابن ماجه فى السنن ۱۴۱۱/۲ حديث رقم ۴۲۲۰ والدارمى فى السنن ۳۰۹۲/۲ حديث رقم ۲۷۲۵ واحمد فى المسند ۲۴۸/۱

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں ایسی آیت جانتا ہوں اگر لوگ اسی پر عمل کر لیں تو ان کے لئے کافی ہو جائے گا۔ وہ آیت یہ ہے: وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ (دارمی)

تشریح ۞ قَالَ اِنِّىْ لَاَعْلَمُ اٰيَةً لَوْ اَخَذَ النَّاسُ بِهَا لَكَفَتْهُمْ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ: اس آیت کا بقیہ حصہ یہ ہے: وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَىْءٍ قَدْرًا ...... جو شخص تقویٰ اختیار کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے راہ نکال دیتے ہیں اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتے ہیں جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے گا پس وہ اس کے لئے کافی ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ اپنی مراد کو پہنچنے والے ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے ایک مقدار مقرر فرمائی'' آپ ﷺ کی مراد مکمل آیت تھی پس ① من يتق الله حيث لا يحتسب میں اشارہ اس بات کی طرف ہے مسلمان کو دنیا آخرت کے جن معاملات میں ناپسندیدگی کا خطرہ ہوتا ہے تو

اللہ تعالیٰ تمام کے لئے کفایت کرنے والے ہیں بشرطیکہ وہ متقی ہو۔ ② من یتو کل علی الله۔ سے اشارہ کیا کہ جن امور دنیا وآخرت کا انسان طلبگار ہے اللہ تعالیٰ ان میں کفایت کرنے والے ہیں" ③ قد جعل الله۔ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر توکل واجب ہے اپنے معاملے کو اسی کے سپرد کرنا چاہئے جب ہر چیز تقدیر الٰہی سے ہوتی ہے تو اب تقدیر کو تسلیم کرنے اور توکل کرنے کے بغیر چارہ نہیں۔

رزاق ذاتِ باری تعالیٰ ہے

۱۲/۵۱۷۰ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اَقْرَاَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنِّیْ اَنَا الرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ۔

(رواہ ابوداؤد والترمذی وقال ھذا حدیث حسن صحیح)

اخرجه الترمذی فی السنن ۱۷۶/۵ حدیث رقم ۲۹۴۰۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت مجھے اس طرح سکھائی: اِنِّیْ اَنَا الرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ۔ یہ ابوداؤد اور ترمذی کی روایت ہے اور انہوں نے حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

تشریح ❁ روایت میں قراءت شاذہ کے الفاظ ہیں قراءت مشہورہ یہ ہے: ان الله هو الرزاق ذو القوة المتين...... جب اسی طرح ہے تو اس کی ذات پر بھروسہ اور اپنے آپ کو اسی کے سپرد کرنا چاہیے۔

شاید تمہیں اس کی برکت سے روزی ملتی ہو

۱۳/۵۱۷۱ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ اَخَوَانِ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَكَانَ اَحَدُهُمَا يَاْتِی النَّبِیَّ ﷺ وَالْاٰخَرُ يَحْتَرِفُ فَشَكَا الْمُحْتَرِفُ اَخَاهُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهٖ۔

(رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث صحیح غریب)

اخرجه الترمذی فی السنن ۴۹۶/۴ حدیث رقم ۲۳۴۵

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں دو بھائی تھے جن میں سے ایک حضور کی خدمت میں آتا اور دوسرا کام کرتا ایک دن کام کرنے والے نے آپ ﷺ سے دوسرے بھائی کا شکوہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا شاید کہ تمہیں اس کی برکت سے روزی مل رہی ہے۔ (ترمذی)

تشریح ❁ فَقَالَ لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهٖ: یعنی اس کی غم خواری اور اس پر خرچ کرنے کی برکت سے تمہیں رزق ملتا ہو۔ یہ نہیں ہے کہ اس کو تیرے پیشے کی وجہ سے رزق دیا جاتا ہے۔ پس تمہیں اس پر احسان نہ دھرنا چاہئے۔ ② اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کو دنیا کا مشغلہ کر کے علم وعمل کی طرف متوجہ ہونا جائز ہے تاکہ مخلوق سے الگ ہو کر آخرت کا سودا جمع کرے۔ ③ اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ فقراء پر خرچ کرنا اور ان کی خبر گیری خصوصاً جب کہ وہ ذی رحم رشتہ دار ہوں تو یہ کثرت رزق اور اس میں برکت کا سبب ہے۔

انسانی دِل کی ہر وادی میں ایک شاخ

۱۴/۵۱۷۲ وَعَنْ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ قَلْبَ ابْنِ اٰدَمَ بِكُلِّ وَادٍ شُعْبَةٌ فَمَنِ اتَّبَعَ قَلْبُهُ الشُّعَبَ كُلَّهَا لَمْ يُبَالِ اللّٰهُ بِاَيِّ وَادٍ اَهْلَكَهُ وَمَنْ تَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ كَفَاهُ الشُّعَبَ۔ (رواه ابن ماجة)

اخرجه ابن ماجه ١٣٩٥ حديث رقم ٤١٦٦۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انسان کے دِل کی ہر وادی میں ایک شاخ ہے جس نے اپنے دِل کو ان شاخوں کی طرف لگا دیا تو اللہ تعالیٰ کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ اس کو کسی جنگل میں ہلاک کرے اور جو آدمی اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ان تمام گھاٹیوں کی طرف سے کافی ہو جاتے ہیں۔ (ابن ماجہ)

تشریح ۞ بِكُلِّ وَادٍ شُعْبَةٌ: اس سے مراد حصول رزق کے لئے خواہشات دلی اور انکا متفرق ہونا ہے۔

مَنِ اتَّبَعَ: اس سے خواہشات کا پیرو مراد ہے۔

بِاَيِّ وَادٍ اَهْلَكَه: نامعلوم کہ آخرت کی طرف اس کی روانگی کس حال میں ہوگی۔

كَفَاهُ الشُّعَبَ: اس کی تمام حوائج کو پورا کرے گا۔

ربّ کا حکم ماننے کی برکت

۱۵/۵۱۷۳ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَبُّكُمْ عَزَّوَجَلَّ لَوْاَنَّ عَبِيْدِىْ اَطَاعُوْنِىْ لَاَسْقَيْتُهُمُ الْمَطَرَ بِاللَّيْلِ وَاَطْلَعْتُ عَلَيْهِمُ الشَّمْسَ بِالنَّهَارِ وَلَمْ اُسْمِعْهُمْ صَوْتَ الرَّعْدِ۔ (رواه احمد)

اخرجه احمد فى المسند ٣٥٩/٢

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے رب نے یہ فرمایا ہے کہ اگر میرے بندے میرا حکم مانیں تو میں انہیں راتوں کو بارش دوں اور دن میں دھوپ نکالوں اور بجلی کی کڑک کی آواز بھی نہ سناؤں۔ (احمد)

تشریح ۞ اَسْقَيْتُهُمُ الْمَطَرَ: اس میں رات کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ کیونکہ اکثر رات کو بارش زیادہ مفید ہوتی ہے۔

وَلَمْ اُسْمِعْهُمْ: یعنی ان کو خوف نہ ہو بلکہ ان کو امن و سلامتی عطاء کروں۔

صحابیہ رضی اللہ عنہا کی کرامت

۱۶/۵۱۷۴ وَعَنْهُ قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ عَلٰى اَهْلِهٖ فَلَمَّا رَاٰى مَابِهِمْ مِنَ الْحَاجَةِ خَرَجَ اِلَى الْبَرِيَّةِ فَلَمَّا رَاَتِ امْرَاَتُهٗ قَامَتْ اِلَى الرَّحٰى فَوَضَعَتْهَا وَاِلَى التَّنُّوْرِ فَسَجَرَتْهُ ثُمَّ قَالَتْ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا فَنَظَرَتْ فَاِذَا الْجَفْنَةُ قَدِ امْتَلَاَتْ قَالَ وَذَهَبَتْ اِلَى التَّنُّوْرِ فَوَجَدَتْهُ مُمْتَلِئًا قَالَ فَرَجَعَ الزَّوْجُ قَالَ اَصَبْتُمْ بَعْدِىْ شَيْئًا قَالَتِ امْرَاَتُهٗ نَعَمْ مِنْ رَّبِّنَا وَقَامَ اِلَى الرَّحٰى فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَمَا اَنَّهٗ لَوْ لَمْ يَرْفَعْهَا لَمْ تَزَلْ تَدُوْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔ (رواه احمد)

اخرجه احمد في المسند ۵۱۳/۲

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی اپنے گھر والوں کے ہاں گیا جب ان کی تنگدستی کو دیکھا تو وہ جنگل کی طرف نکل گیا جب اس کی بیوی نے اسے دیکھا تو وہ چکی کی طرف گئی اور اس کو رکھا اور تنور کی طرف گئی اور اس کو بھڑکایا اور اس نے یہ دعا کی: اللھم ارزقنا۔ تو اس نے دیکھا کہ اچانک بڑا پیالہ بھر گیا اور وہ تنور کی طرف گئی تو اس کو روٹیوں سے بھرا ہوا پایا۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کا خاوند واپس لوٹا اور کہنے لگا تم نے میرے بعد کوئی چیز پائی۔ اس کی بیوی کہنے لگی ہاں اپنے رب کی طرف سے پائی۔ پس وہ شخص چکی کی طرف اٹھا اور یہ واقعہ جناب رسول اللہ کی خدمت میں ذکر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سنو! اگر وہ شخص چکی کا پاٹ نہ اٹھاتا تو یہ چکی قیامت تک گھومتی رہتی۔ (احمد)

تشریح ۞ لَوْ لَمْ يَرْفَعْهَا لَمْ تَزَلْ: یہ سب توکل وصبر کی برکت تھی۔ یہ آپ کے زمانے کا معاملہ ہے اگلی امت کا نہیں۔

رزق بھی موت کی طرح بندے کا متلاشی ہوتا ہے

۱۷/۵۱۷۵ وَعَنْ اَبِى الدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرِّزْقَ لَيَطْلُبُ الْعَبْدَ كَمَا يَطْلُبُهٗ اَجَلُهٗ۔

ابو نعيم في حلية الاولياء ۸۶/۶

ترجمہ: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رزق بندے کو اس طرح تلاش کرتا ہے جس طرح موت اس کو تلاش کرتی ہے۔

تشریح ۞ اِنَّ الرِّزْقَ لَيَطْلُبُ: یعنی دونوں کا پہنچنا یقینی ہے۔ جسطرح موت کو ضرورت نہیں کہ کوئی اس کو تلاش کرے بلکہ خود پہنچ جاتی ہے۔ اسی طرح رزق کو ضرورت نہیں ہے کہ اس کو تلاش کریں جو مقدر میں ہے وہ بالضرور پہنچتا ہے خواہ کو ڈھونڈے یا نہ ڈھونڈے۔ اگر رزق کو ڈھونڈیں تو ڈھونڈے سے نہیں ملتا ڈھونڈنا ہی اس کا مقدر ہے۔ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا چاہئے اور اس پر وثوق واعتماد کرے اور اضطراب نہ کرے اور طریقہ عبودیت کی ادائیگی کرتے ہوئے اس پر اعتماد کرتے ہوئے اگر متوسط انداز سے کچھ طلب کریں تو یہ بھی درست ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول:

رزق جلد اور پہلے پہنچنے والا ہے اور اس وقت تک موت نہیں آسکتی جب تک رزق سے فراغت نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **الله الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم** ......۔

میرک رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اس روایت کو بقول منذری ابن ماجہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا اور طبرانی نے بھی سند جید سے نقل کیا مگر ان الفاظ میں فرق کیا ہے۔ **ان الرزق یطلب العبد اکثر مما یطلبه اجله**۔ (طبرانی) اور بزار نے بھی اپنی مسند میں اسے ذکر کیا اور میری تقریر جو روایت بالا کے سلسلہ میں لکھی گئی ہے اس کی بین دلیل ہے۔ مزید روایت حلیہ کی یہ ہے۔ **لو ان ابن آدم هرب من رزقه كما يهرب من الموت لادركه رزقه كما يدركه الموت**۔ اگر انسان رزق سے بھی موت کی طرح بھاگے تو رزق بھی اسے موت کی طرح تلاش کر کے پالے۔

پتھر کھا کر بھی دُعائیں دیں

۵۱۷۶/۱۸ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْكِىْ نَبِيًّا مِنَ الْاَنْبِيَاءِ ضَرَبَهٗ قَوْمُهٗ فَاَدْمَوْهُ وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهٖ وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِىْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

(متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٥١٤/٦ حدیث رقم ٣٤٧٧ وابن ماجه فی السنن ١٣٣٥/٢ حدیث رقم ٤٠٢٥ واحمد فی المسند ٤٤١/١۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں گویا اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء میں سے ایک کا ذکر فرما رہے ہیں جن کو ان کی قوم نے اس قدر مارا کہ لہولہان کر دیا وہ خون کو اپنے چہرے سے پونچھ رہے تھے اور زبان پر یہ الفاظ تھے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِىْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ **كَاَنِّىْ اَنْظُرُ**: یہ بات اس لئے فرمائی تا کہ سامعین کو خبردار کر دیں کہ بات میں ایسے ہی نہیں کہہ رہا بلکہ مجھے اچھی طرح یاد ہے گویا وہ سارا منظر ابھی تک میری آنکھوں میں پھر رہا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِىْ: میری قوم کو اس بدسلوکی پر عذاب نہ دے کہ جس سے ان کی ہلاکت واستیصال ہو جائے۔

۞ مغفرت کا لفظ یہاں دنیا میں سزا دینے کے معنی میں ہے ورنہ یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ شرک وکفر کے ہوتے ہوئے کافر بخشش کا مستحق نہیں یہ بالاجماع ثابت ہے۔

۞ کمال خلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال حلم اور اعلیٰ حسن اخلاق ہے کہ گناہ وجرم تو قوم نے کیا مگر عذر آپ پیش کر رہے ہیں کہ ان

کی یہ حرکت اس وجہ سے ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کو اب تک جان پہچان نہیں سکے۔ ۞ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جہل سے کیا جانے والا گناہ اس گناہ کے مقابلہ میں سہل اور کم درجہ ہے جو جانتے بوجھتے کیا جائے اس وجہ سے وارد ہوا ہے **ویل للجاهل مرة وويل للعالم سبع مرات**۔ کہ جاہل تو ایک ہلاکت کا حقدار ہے اور عالم سات ہلاکتوں کا حقدار ہے۔

۵ ابن حجر کا قول:

اس پیغمبر کے متعلق مجھے واقفیت نہ ہوسکی جس کا اس روایت میں تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ یہ احتمال بھی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ ہو۔ انتہی۔ بعض اخبار میں یہ منقول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم اسقدر مارتی کہ وہ خون آلود ہو جاتے اور بیہوش ہو کر زمین پر پڑے رہتے پھر ہوش آنے پر اٹھتے اور قوم کو دعوت دیتے۔ ۞ بعض نے کہا کہ اس سے مراد آپ ﷺ کی ذات گرامی ہے اور اجمال وابہام کے انداز میں آپ ﷺ نے بات فرمائی۔ یہ قول ظاہر تر ہے اور یہ گفتگو غزوہ احد کے موقع پر آپ ﷺ سے نقل کی گئی ہے۔ واللہ اعلم

بَابُ الرِّيَاءِ وَالسُّمْعَةِ

ریا کاری اور شہرت کا بیان

ریاء کی تعریف ☆

ریاء رؤیت سے مشتق ہے صاحب صراح نے اسے کسرہ اور مد سے ذکر کیا ہے اپنے آپ کو مخلوق کے سامنے نیکی سے ظاہر کرنا۔

صاحب عین العلم:

نے کہا کہ ریا یہ ہے کہ عبادت کے ذریعہ لوگوں کی نگاہ میں مقام ومرتبہ چاہنا۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ ریا کا تعلق عمل ظاہر سے ہے۔ پس جو کام عبادت کی قسم سے نہ ہوگا وہاں ریا کاری نہ ہوگی۔ مثلاً کثرت مال ومتاع اور حفظ اشعار عمدہ، تیراندازی وغیرہ اگر وہاں پایا جائے گا تو وہ تکبر ہوگا ریا نہیں۔ ریا کاری میں طلب وجاہ بھی پایا جاتا ہے چنانچہ کئی مشائخ مریدین کے قلوب کو اپنی طرف جھکانے کے لئے جو کچھ کرتے ہیں وہ درحقیقت ریا میں شامل نہیں اگرچہ صورت وہی ہے۔ اس معنی کا لحاظ کر کے صدیقین کی ریا مریدوں کے اخلاص سے بہتر ہے۔

کذب ونفاق اور ریا میں فرق:

واضح طور پر جان لینا چاہیے کہ ایک آدمی میں اگر ایک کمال واقعۃً پایا جاتا ہے اور وہ اسے لوگوں کے سامنے اس غرض سے لاتا ہے تاکہ وہ لوگوں کے علم میں آجائے اگر وہ کمال اس میں نہیں اور وہ لوگوں کے سامنے ظاہر کرتا ہے تو یہ ریا نہیں بلکہ کذب ونفاق ہے۔ اسی طرح کہا جاتا ہے کہ غیبت یہ ہے کہ وہ عیب اس شخص میں ہو اور بیان کرنے والا بیان واقعہ کے طور پر اس کی غیر

موجودگی میں کہے اگر وہ عیب سرے سے اس میں نہ پایا جاتا ہو تو وہ افتراء و بہتان کہلائے گا۔

ریاء کی اقسام:

① اس میں بدترین قسم یہ ہے کہ اس عمل میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور عبادت مقصود نہ ہو بلکہ محض مخلوق کو دکھلاوے کے لئے کیا جائے اور ان سے مرتبہ کا طلب گار ہو۔ یہ چیز اللہ تعالیٰ کے عذاب وغضب کا سبب ہے لہذا اس کا یہ عمل باطل ہوگا حتی کہ بعض نے تو یہ کہہ دیا ہے کہ اس سے فرض کا ذمہ سے سقوط نہ ہوگا بلکہ اس پر قضاء لازم ہوگی۔

② اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جانب بھی مقصود ہو اور مخلوق کو دکھانا بھی مقصود ہو۔ اسکا حکم بھی پہلی سے کچھ مختلف نہیں ہے۔

③ دونوں ارادے برابر ہوں۔ اس صورت میں ظاہر یہی ہے کہ سود وزیاں برابر ہوگا۔ احادیث و آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول نہیں۔

④ نیت ثواب اور رضائے الٰہی کا حصول غالب ہو اس میں عمل کا نقصان ضرور ہے مگر بطلان نہیں نیت کے مطابق ثواب وعقاب ہوگا۔

ایک واضح فرق کی ضرورت:

ریاکاری کب عمل میں آتی ہے دیکھا جائے گا۔ اگر ابتداء میں پیش آئی تو یہ بدترین ہے اگر عمل کے بعد ریاکاری پیش آئی یہ کمتر بری ہے اور اگر درمیان عمل میں پیش آئی تو یہ بدتر ہے۔ (اعاذنا اللہ جمیع الاقسام) اگر ریاکاری عمل کے بعد پیش آئی تو اس سے عمل باطل نہ ہوگا۔

دوسرا فرق:

ریا کا عزم مصمم تھا۔ ② وسوسہ اندازی کی حد تک تھا۔ اول میں عزم کی وجہ سے گناہ ہوا اور دوسرے میں وسوسہ کے زائل ہونے سے عمل بچ گیا۔ ریاکاری سے بچنا غایت درجہ دشوار ہے اور اخلاص نہایت درجہ مشکل ہے۔ مثلاً اگر کسی سے اپنی تعریف سن کر خوش ہوتا ہے تو یہ علامت ریا ہے۔ اگر خلوت میں کام کیا لیکن دِل میں ریا رکھتا تھا تو یہ بھی ریاکاری ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے پناہ میں رکھے۔

ایک صورت اور بھی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے فضل ولطف اور رحمت سے خوش ہو کر اس نے گناہوں پر پردہ ڈال رکھا ہے اور عبادت اور دیگر معمولات کو اس ارادے سے کیا جائے کہ دین کا غلبہ ہو اور لوگ نیکی میں اقتداء کریں تو اچھا عمل ہے۔ ریاکاری نہیں جیسا کہ احادیث میں یہ نکتہ مذکور ہے تفصیل احیاء العلوم غزالی میں ملاحظہ کریں۔

سُمعہ کا مطلب:

یہ ریا کے ساتھ لفظ استعمال ہوتا ہے جن چیزوں کا تعلق حاسۂ بصر سے ہے ان کو ریا اور جنکا کان سے تعلق ہے ان کو سمعہ کہا جاتا ہے اور اصل وہی ہے کہ لوگوں کو سنانے اور دکھانے کے لئے جو کام کیا جائے۔

ریا کا دخل پانچ چیزوں میں:

① بدن کی نمود۔ ② ہیئت ولباس سے نمود۔ ③ قول میں نمود۔ ④ عمل میں نمود۔ ⑤ دوست احباب سے نمود۔ (احیاء)

ریا کے ارکان:

① قصد ریا۔ ② جس چیز سے ریا ہو اس کا اختیار کرنا۔ ③ جس کے واسطہ سے ہوا سے طلب کرنا۔ (احیاء جلد سوم)

الفصل الاول:

اللہ تعالیٰ شکل و مال کو نہیں دیکھتے بلکہ قلب و عمل کو دیکھتے ہیں

۱/۵۱۷۷ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَایَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۹۸۷/٤ حدیث رقم (٣٤-٢٥٦٤) وابن ماجه ١٣٨٨/٢ حدیث رقم ٤١٤٣ واحمد فی المسند ٢٨٥/٢۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں اور اموال کو نہیں دیکھتے بلکہ وہ قلوب اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔ (مسلم)

تشریح ۞ اِنَّ اللّٰهَ لَایَنْظُرُ: نظر سے مراد یہاں نظر رحمت وعنایت ہے کہ وہ تمہارے ان ظواہر پر نظر نہیں فرماتے کہ جو پسندیدہ سیرت سے مزین نہ ہوں اور ان اعمال کو بھی نہیں دیکھتے جو بھلائی اور قبولیت سے خالی ہوں۔

ریا کار کے عمل سے اللہ بیزار ہے

۲/۵۱۷۸ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَا اَغْنَی الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلاً اَشْرَكَ فِیْهِ مَعِیَ غَیْرِیْ تَرَكْتُهٗ وَشِرْكَهٗ وَفِیْ رِوَایَةٍ فَاَنَامِنْهُ بَرِیْءٌ هُوَ لِلَّذِیْ عَمِلَهٗ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ٢٢٨٩/٤ حدیث رقم (٤٦-٢٩٨٥) وابن ماجه فی السنن ١٤٠٥/٢ حدیث رقم ٤٢٠٢ واحمد فی المسند ٣٠١/٢

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں تمام شریکوں کے شرک سے سب سے زیادہ بے نیاز ہوں جس بندے نے کوئی ایسا عمل کیا کہ اس میں میرے ساتھ دوسروں کو

شریک ٹھہرایا تو میں اسے اس کے شرک کے ساتھ چھوڑ دوں گا اور دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں کہ میں اس کے اس عمل سے بیزار ہوں اور اس کا وہ عمل اسی کے لئے ہے جس کی خاطر اس نے کیا۔ (مسلم)

تشریح ❀ ① قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنَا اَغْنٰی: اس کائنات میں جتنے شرکاء ہیں وہ تو شرکت کے محتاج اور اسی پر راضی و خوش ہیں کہ اس چیز میں میرا دخل و شرکت ہو البتہ میری ذات اس بات کو پسند نہیں کرتی کہ عبادت میں شرکت ہو جب تک وہ میرے لئے خالص نہ کی جائے میں اس کو قبول نہیں کرتا۔ یہاں شرکاء کا لفظ غیروں کے لئے ہیں اس لئے لایا گیا کیونکہ بندوں نے ان کو شریک قرار دیا ہے اس سے اللہ تعالیٰ نے اپنی بے نیازی اور ناپسندیدگی کا اظہار کر دیا۔

② اس حدیث کے ظاہر سے واضح ہوتا ہے کہ ریاکاری عمل سے مل جائے تو اس کا ثواب ختم ہو جاتا ہے۔ مگر شارحین حدیث فرماتے ہیں اس کی دو صورتیں ہیں: ① مقصد صرف ریاکاری ہو اور ثواب کی چنداں غرض نہ ہو۔ ② ریا کا مقصد غالب ہو۔ ③ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ عبادت میں ریاکاری کے دخل پر زجر و توبیخ میں مبالغہ کیا گیا ہے

عمل میں دکھلاوے اور شہرت کا حال

۳/۵۱۷۹ وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰہُ بِہٖ وَمَنْ یُّرَائِیْ یُرَائِی اللّٰہُ بِہٖ۔

(متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱/۳۳۵ حدیث رقم ۶۴۹۹ومسلم فی صحیحه۲۲۸۹/۴ حدیث رقم (۴۸-۲۹۸۷) والترمذی فی السنن ۵۱۰/۴ حدیث رقم ۲۳۸۱وابن ماجه فی السنن ۱۴۰۷/۲ حدیث رقم ۴۲۰۷ واحمد فی المسند ۴۰/۳۔

ترجمہ: حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی شہرت کرنا چاہتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی شہرت کر دیتے ہیں اور جو آدمی دکھلاوا کرنا چاہتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے عمل کا دکھلاوا بنا دیتے ہیں۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ❀ یُرَائِی اللّٰہُ بِہٖ: ریاکار کو کہا جائے گا تم اسی سے بدلہ طلب کرو جس کی خاطر تم نے عمل کیا۔ ① بعض شارحین کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اعمال بد ظاہر کر دیئے جاتے ہیں تاکہ رسواء ہو۔ ② اس بات کو واضح کر دیتا ہے کہ اس کی نیت بد ہے اس نے یہ عمل رضائے الٰہی کے لئے نہیں کیا۔ ③ بعض نے کہا وہ بندہ جو اپنے اعمال اس لئے کرتا ہے تاکہ لوگ دیکھیں اور سنیں اللہ تعالیٰ اسے ثواب دکھائے گا کا عنایت نہ کرے گا تاکہ اپنے کرتوت پر حسرت ہو اس سے مراد یہ ہے کہ بندے نے یہ اعمال لوگوں کی خاطر کئے اس لئے لوگوں میں مقبولیت کے ذریعہ اس کا بدلہ عطا کر دیا اور آخرت کے ثواب سے محروم کر دیا۔

مؤمن کے عمل کی جلد ملنے والی بشارت

۴/۵۱۸۰ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرَاَیْتَ الرَّجُلَ یَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ

الْخَیْرِ وَیَحْمِدُہُ النَّاسُ عَلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ وَیُحِبُّهُ النَّاسُ عَلَیْهِ قَالَ تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَی الْمُؤْمِنِ۔

(رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲۰۳۴/٤ حدیث رقم (۱٦٦-۲٦٤۲)وابن ماجه ۱٤۱۲/۲ حدیث رقم ٤۲۲٥ واحمد فی المسند ۱٥٦/٥۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ حضرت اس بارے میں کیا حکم ہے کہ آدمی کوئی اچھا کام کرے اور لوگ اس کی اس پر تعریف کریں اور دوسری روایت میں ہے کہ لوگ اس کی وجہ سے اس سے محبت کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو مؤمن کو جلدی ملنے والی بشارت ہے۔(مسلم)

تشریح ۞ اَرَاَیْتَ الرَّجُلَ یَعْمَلُ: آخرت میں حصول ثواب سے قبل دنیا میں یہ ستائش و محبت حاصل ہو رہی ہے گویا یہ بندے کے لئے ثواب آخرت کی خوشخبری ہے۔ کیونکہ اس بندے کی نیت میں ریاکاری نہ تھی بلکہ اس کا مقصود ثواب آخرت کا حصول تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے اسے دنیا میں بھی ثواب عطا فرما دیا۔

الفصل الثانی:

ریاکار گویا شرک کرنے والا ہے

۵/۵۱۸۱ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ فُضَالَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جَمَعَ اللّٰهُ النَّاسَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ لِیَوْمٍ لَا رَیْبَ فِیْهِ نَادٰی مُنَادٍ مَّنْ کَانَ اَشْرَكَ فِیْ عَمَلٍ عَمِلَهٗ لِلّٰهِ اَحَدًا فَلْیَطْلُبْ ثَوَابَهٗ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ اَغْنَی الشُّرَکَاءِ عَنِ الشِّرْكِ۔ (رواہ احمد)

اخرجه الترمذی فی السنن ۲۹٤/٥ حدیث رقم ۳۱٥٤ واحمد فی المسند ٤٦٦/۳۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید بن ابوفضالہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو اس دن میں جمع فرمائیں گے جس کی آمد میں شبہ نہیں تو اس وقت ایک منادی اللہ کی طرف سے ندا دے گا کہ جس شخص نے اللہ کے لئے کیے جانے والے کام میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرایا تو وہ اس کا ثواب غیر اللہ سے تلاش کرے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ شریکوں کے شرک سے بے پرواہ ہے۔(احمد)

تشریح ۞ لِیَوْمٍ لَا رَیْبَ فِیْهِ: علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ لیوم میں لام جمع سے متعلق ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو ایسے دن میں جمع کریں گے جس کا آنا یقینی ہے اور اس کی آمد میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ وہ دن اس لئے ہے تا کہ ہر نفس کو اس کا بدلہ پورا پورا چکا دیا جائے۔ یوم القیامہ کے لفظ کو بطور تمہید ذکر کیا گیا ہے۔ ② یہ بھی درست ہے کہ یہ جمع کا ظرف قرار پائے جیسا کہ استیعاب میں یہ روایت ہے اذا کان یوم القیامة بجمع الله الاولین والآخرین لیوم لا ریب فیه...... اس تقدیر عبارت پر لیوم لفظ مظہر یہ مضمر کی جگہ آیا ہے: ای جمع الخلق یوم القیامة لیجزیهم فیه۔ مخلوقات کو

قیامت میں اس لئے جمع کرنا ہے تاکہ وہ ان کو اس میں بدلہ دے۔

شہرت والا ذلیل ہوگا

۶/۵۱۸۲ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمَّعَ النَّاسَ بِعَمَلِهٖ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ اَسَامِعَ خَلْقِهٖ وَحَقَّرَهٗ وَصَغَّرَهٗ۔ (رواه البيهقى فى شعب الايمان)

رواه البيهقى فى شعب الايمان ٣٣١/٥ حديث رقم ٦٨٢١ واحمد فى المسند ١٦٢/٢

ترجمہ: حضرت عبداللہ عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جس نے اپنا عمل لوگوں کو سنانے کے لئے کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے اس عمل کو مخلوق کے کانوں میں سنا دیتے ہیں اور اس آدمی کو حقیر و ذلیل بنا دیتے ہیں۔ (بیہقی)

اَسَامِعَ: یہ اسمع اور سمع کی جمع ہے جیسا کہ اکالب اور اکلب۔

سمع الناس: اعمال میں شہرت کا طلب گار ہونا۔

حَقَّرَهٗ وَصَغَّرَهٗ: دنیا و آخرت میں اس کی تذلیل کر دے گا۔

طالبِ آخرت کو غنا کا تحفہ

۷/۵۱۸۳ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَتْ نِيَّتُهٗ طَلَبَ الْاٰخِرَةِ جَعَلَ اللّٰهُ غِنَاهُ فِیْ قَلْبِهٖ وَجَمَعَ لَهٗ شَمْلَهٗ وَاَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِیَ رَاغِمَةٌ وَمَنْ كَانَتْ نِيَّتُهٗ طَلَبَ الدُّنْيَا جَعَلَ اللّٰهُ الْفَقْرَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَشَتَّتَ عَلَيْهِ اَمْرَهٗ وَلَايَاْتِيْهِ مِنْهَا اِلَّا مَا كُتِبَ لَهٗ۔

(رواه الترمذى ورواه احمد والدارمى عن ابان عن زيد بن ثابت)

اخرجه الترمذى فى السنن ٥٥٤/٤ حديث رقم ٢٤٦٥ وابن ماجه ١٣٧٥/٢ حديث رقم ٤١٠٥ واحمد فى المسند ١٨٣/٥۔ احمد فى المسند ١٨٣/٥۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس آدمی کی نیت طلب آخرت کی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے دِل میں غنا کو ڈال دیتے ہیں اور اس کی پراگندگی کو زائل کر دیتے ہیں اور دنیا ذلیل ہو کر اس کے پاس آتی ہے۔ اور جس کی نیت طلب دنیا کی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں کے درمیان فقر کو لکھ دیتے ہیں اور اس کے معاملے کو منتشر کر دیتے ہیں اور اس کو بس لکھا ہوا رزق ملتا ہے۔ (یہ ترمذی، احمد اور دارمی نے ابان سے نقل کی اور انہوں نے زید بن ثابت سے روایت کی ہے)۔

تشریح ① مَنْ كَانَتْ نِيَّتُهٗ: اسباب معیشت کے ذریعہ اس کو دلجمعی عنایت کر دیتا ہے اس کی کسی حاجت میں خواری کے بغیر معاش حاصل ہو جاتی ہے۔ ② طلب آخرت کی صورت میں دِل جمعی ہے اور آسانی سے رزق ملتا ہے مگر طلب دنیا کی

صورت میں پریشانی اوراضطراب ہے مگر ملنا مقدر ہے۔

دواَجروالانمازی

۸/۵۱۸۴ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَا اَنَا فِیْ بَیْتِیْ فِیْ مُصَلَّایَ اِذَا دَخَلَ عَلَیَّ رَجُلٌ فَاَعْجَبَنِی الْحَالُ الَّتِیْ رَاٰنِیْ عَلَیْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَكَ اللّٰهُ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ لَكَ اَجْرَانِ اَجْرُ السِّرِّ وَاَجْرُ الْعَلَانِیَةِ۔

(رواه الترمذی وقال هذا حدیث غریب)

اخرجه الترمذی فی السنن ٥١٢/٤ حدیث رقم ٢٣٨٤ وابن ماجه ١٤١٢/٢ حدیث رقم ٤٢٢٦

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں اپنے گھر میں مصلّی پر بیٹھا تھا کہ اچانک میرے پاس ایک آدمی آیا تو مجھے اپنی یہ بیٹھنے والی حالت پسند آئی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو ہریرہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے تمہیں دو اجر ملیں گے خفیہ نماز پڑھنے کا اور اعلانیہ نماز پڑھنے کی۔ (ترمذی نے اسے غریب کہا ہے)۔

تشریح ❁ **فَاَعْجَبَنِی الْحَالُ الَّتِیْ رَاٰنِیْ:** ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس لئے خوش ہوئے کہ یہ شخص میری اتباع کرتے ہوئے اس حال سے متصف ہو جائے گا۔ ② یا اس وجہ سے خوش ہوئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها......" "جس نے کوئی کار خیر شروع کیا اس کے لئے اجر ہے۔ اور اسے دیکھ کر کرنے والے کا اجر بھی اسے ملے گا" کے مطابق اس بات پر شکرانہ بھی ہوسکتا ہے کہ اسے عبادت کی توفیق ملی اور ارکان اسلام میں سے ایک قوی رکن نماز کی ادائیگی پر ایک مسلمان کی گواہی حاصل ہوگئی۔ روایت کے الفاظ سر وعلانیہ کے یہ معنی زیادہ مناسب ہے۔

دین سے دُنیا کمانے والے لباس بھیڑ میں بھیڑیے

۹/۵۱۸۵ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ رِجَالٌ یَخْتِلُوْنَ الدُّنْیَا بِالدِّیْنِ یَلْبَسُوْنَ لِلنَّاسِ جُلُوْدَ الضَّاْنِ مِنَ اللِّیْنِ اَلْسِنَتُهُمْ اَحْلٰی مِنَ السُّكَّرِ وَقُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الذِّئَابِ یَقُوْلُ اللّٰهُ اَبِیْ یَغْتَرُّوْنَ اَمْ عَلَیَّ یَجْتَرِءُوْنَ فَبِیْ حَلَفْتُ لَاَبْعَثَنَّ عَلٰی اُولٰٓئِكَ مِنْهُمْ فِتْنَةً تَدَعُ الْحَلِیْمَ فِیْهِمْ حَیْرَانَ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٥٢٢/٤ حدیث رقم ٢٤٠٤

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانے میں کچھ ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جو دین کے بدلے دنیا کمائیں گے جو ظاہر کرنے کے لئے بھیڑوں کی کھالیں لوگوں کے سامنے پہنیں گے ان

کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی اوران کے دِل بھیڑیوں جیسے ہوں گے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کیا یہ میری (مہلت) سے دھوکہ میں مبتلا ہوگئے یا مجھ پر یہ جرأت کرنے والے ہیں مجھے اپنی ذات کی قسم ہے میں ان لوگوں پر ایسا فتنہ مقرر کرونگا جوان میں بڑے حوصلے والے کو حیران کردے گا۔(ترمذی)

تشریح ۞ یَخْتَلُوْنَ: اس کا معنی یہ ہے کہ دنیا کو آخرت کے اعمال کے بدلے طلب کریں گے۔② دنیا کو دین کے بدلے اختیار کریں گے۔③ وہ دنیا کے لوگوں کو فریب دیں گے اورانکے سامنے دینی عمل ظاہر کریں گے اور تورع اختیار کر کے اور دینداری کا لباس بطورریاکاری اور سمعہ کے استعمال کریں گے۔جیسا کہ اس پر یَلْبَسُوْنَ لِلنَّاسِ کے الفاظ دلالت کرتے ہیں۔

زبانیں شکر سے زیادہ شیریں اور دِل ایلوے سے کڑوے

۵۱۸۶/۱۰وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَالَ لَقَدْ خَلَقْتُ خَلْقًا اَلْسِنَتُهُمْ اَحْلٰى مِنَ السُّكَّرِ وَقُلُوْبُهُمْ اَمَرُّمِنَ الصَّبْرِ فَبِيْ حَلَفْتُ لَاُ تِيْحَنَّهُمْ فِتْنَةً تَدَعُ الْحَلِيْمَ فِيْهِمْ حَيْرَانَ فَبِيْ يَغْتَرُّوْنَ اَمْ عَلَيَّ يَجْتَرِؤُنَ۔ (رواه الترمذی وقال هذا حديث غريب)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵۲۲/۴ حدیث رقم ۲۴۰۴۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے ایسی مخلوق بھی پیدا کی ہے جن کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی اور دِل ایلوے سے زیادہ کڑوے ہیں مجھے اپنی ذات کی قسم ہے میں ان میں ایسا فتنہ چھوڑونگا جو عاقل کو حیران کردے گا۔وہ میری نرمی سے دھوکہ کھاتے ہیں یا پھر مجھ پر جرأت کرتے ہیں۔(ترمذی)

تشریح ۞ اَمَرُّ مِنَ الصَّبْرِ: صبر۔یہ کڑوے درخت کا شیرہ ہے۔
لَاُ تِيْحَنَّهُمْ: تیح۔ایسا معاملہ کرنا کہ جس سے جو پیش آنا ہے وہ نہ آئے۔

ہر حرص میں ایک کمزوری ہے

۵۱۸۷/۱۱ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ شِرَّةً وَلِكُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةً فَاِنْ صَاحِبُهَا سَدَّدَ وَقَارَبَ فَارْجُوْهُ وَاِنْ اُشِيْرَ اِلَيْهِ بِالْاَصَابِعِ فَلَا تَعُدُّوْهُ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵۴۸/۴ حدیث رقم ۲۴۵۳ وابن ماجه ۱۴۰۵/۲ حدیث رقم ۴۲۰۱ واحمد فی المسند ۱۵۸/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا ہرشئی کی ایک حرص ہے اور ہر حرص میں ایک کمزوری ہے۔اگرخوشی والا درست رہے اور میانہ روی اختیار کرے تو مجھے امید ہے کہ وہ کامیاب ہوجائے اوراگراس کی طرف انگلیوں سے اشارے کئے جائیں تو اسے کسی شمار میں مت لاؤ۔(ترمذی)

تشریح ۞ اِنَّ لِکُلِّ شَیْءٍ: کسی چیز میں نشاط ورغب اور حرص کا اظہار کرنا۔ جوانی کا لطف ومزہ۔ شرۃ شدت حرص ہے(قاموس صراح) اس مقام پرافراط وانہماک مراد ہے۔

فَتْرَۃً: سکون، سستی۔ مراد اس سے تفریح وکوتاہی مطلب یہ ہوا کہ عابد شروع میں عبادت کے اندر افراط وتفریط کرتا ہے اور پھر سست ہوکر تھک جاتا ہے۔ اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ انسان حرص کے ساتھ کئی کاموں میں مشغول ہوتا ہے اور پھر اس میں مبالغہ کرتا ہے اور یہ حرص باعث سستی بن جاتی ہے۔ پھر اگر وہ تفریط وافراط کی دونوں جوانب سے بچ گیا اور صراط مستقیم کو اختیار کرلیا تو کامیاب کاملین میں سے بن جانے کی امید ہے۔

اِنْ اُشِیْرَ اِلَیْہِ بِالْاَصَابِعِ: اگر اس افراط کی راہ کو اختیار کیا جس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا گیا ہے تو ایسا شخص قابل التفات نہیں اور وہ صالح کہلانے کا حقدار نہیں۔

فَارْجُوْہُ: کے الفاظ سے بتلایا کہ عاقبت مبہم ہے کیونکہ تقدیر کا علم نہیں بس امید کے طور پر ظاہری قرائن سے کہا جاسکتا ہے۔ پس جو شخص سیدھی راہ پر چلتا رہا اور طریق اعتدال سے دور نہ ہٹا اور افراط تفریط سے بچ گیا تو وہ اچھے انجام والا اور رہائی پانے والا ہے۔ اگر اس طرح نہ ہو بلکہ فتن وفساد کے ساتھ انگشت نما ہوا تو اسے اہل فلاح سے شمار نہ کیا جائے گا دونوں کا انجام مبہم ہے۔ دراومدار خاتمہ پر ہے۔

حکم مستوری ومستی ہمہ بر خاتمہ است ☆ کس ندانست کہ آخر بچہ حالت گزرد

''ہر ایک کے خاتمہ پر پردہ ہے اسے معلوم نہیں کہ وہ کس حالت پر رخصت ہوگا''

لیکن یہ امید ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اطاعت کی توفیق دی ہے اسکا انجام بھی اچھا ہوگا اور رحمت الٰہی کا طریقہ جار یہ یہی ہے کہ وہ بدکار کو نیکی کی طرف لاکر نیکی کی توفیق دیتی ہے تا کہ نجات ہوجائے مگر نیکوکار کو بہت کم برائی کی طرف جانے دیتی ہے۔

اُنگلیوں سے اشارہ علامتِ شر ہے

۱۲/۵۱۸۸ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بِحَسْبِ امْرِیءٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یُّشَارَ اِلَیْہِ بِالْاَصَابِعِ فِیْ دِیْنٍ اَوْ دُنْیَا اِلَّا مَنْ عَصَمَہُ اللّٰہُ۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

رواہ البیہقی فی شعب الایمان ۳۶۷/۵ حدیث رقم ۶۹۷۸

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں انسان کے شر کی یہی علامت کافی ہے کہ اس کی طرف لوگ انگلیوں سے اشارہ کریں خواہ دین کا معاملہ ہو یا دنیا کا سوائے اس آدمی کے جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائیں۔ (بیہقی)

تشریح ۞ بِحَسْبِ امْرِیءٍ مِنَ الشَّرِّ: دنیا میں اشارے کا محل بنانا واضح ہے کیونکہ وہ محل آفت اور امن وسلامتی کی راہ سے دور ہٹتا ہے۔ رہا دین کا معاملہ تو اس میں بھی ریاکاری میں مبتلا ہونا اس طور پر ہے کہ سرداری کو پسند کرے اور امامت ومقدم ہونا اور لوگوں کا اعتقاد وتعظیم، نفسانی خواہشات نفس کے مکر اور شیاطین کے وساوس میں جن سے بچ کر کوئی شخص سلامت

بچتا ہے اور وہ نہایت مقرب اور دھیمے لوگ ہوتے ہیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ صدیقین کے تصور سے جو چیز سب سے آخر میں نکلتی ہے وہ حب جاہ ہے۔ پس خاموشی وگمنامی ہر حال میں بہتر اور سلامتی اور حفاظت سے قریب تر ہے۔

۞ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جس کے دِل میں محبت حکومت ومنصب اور یہ تصور ہو کہ لوگوں کے دلوں میں مجھے قبولیت حاصل ہو۔ رہا وہ شخص جو اس مرض سے بچا ہوا اور مخلص ہے وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں مخلص بندوں کے متعلق خود فرمایا ہے۔ واجعلنا للمتقین اماما۔ اے اللہ ہمیں متقین کا امام بنا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

آپ سے پوچھا گیا کہ آپ لوگوں کے اشارے کا محل ہیں حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مذمت فرمائی ہے تو آپ نے فرمایا آپ کے ارشاد کی مراد وہ شخص ہے جو دنیا میں بدعتی اور فاسق ہے۔ یعنی وہ شخص جو دنیا میں غنی کے ساتھ مشہور ہوا اور فسق وفجور کے پاس نہ گیا بلکہ طریق سنت اور اتباع نبوی کی راہ پر چلا وہ اس کلیہ کے تحت داخل نہیں ہے۔ وباللہ التوفیق

الفصل الثالث:

شہرت پسند قیامت کو رسوا ہوگا

۵۱۸۹/۱۳ عَنْ اَبِیْ تَمِیْمَةَ قَالَ شَهِدْتُّ صَفْوَانَ وَاَصْحَابَهٗ وَجُنْدُبٌ یُوْصِیْهِمْ فَقَالُوْا هَلْ سَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ شَاقَّ شَقَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالُوْا اَوْصِنَا فَقَالَ اِنَّ اَوَّلَ مَايُنْتِنُ مِنَ الْاِنْسَانِ بَطْنُهٗ فَمَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ لَّايَاْكُلَ اِلَّاطَيِّبًا فَلْيَفْعَلْ وَمَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ لَّايَحُوْلَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ مِلْءُ كَفٍّ مِنْ دَمٍ اَهْرَاقَهٗ فَلْيَفْعَلْ ۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۲۸/۱۳ حدیث رقم ۷۱۵۲

ترجمہ: حضرت ابوتمیمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضرت صفوان اور ان کے احباب کے ہاں گیا جب کہ حضرت جندب ان کو نصائح فرما رہے تھے۔ انہوں نے ان سے سوال کیا کہ کیا تم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہے۔ تو انہوں نے کہا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جو شخص دنیا میں اپنی شہرت کا طلب گار ہوگا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے رسوا کر دیں گے۔ اور جو مشقت میں ڈالے گا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن مشقت میں ڈالے گا'' لوگوں نے کہا ہمیں کوئی نصیحت فرمائیں تو فرمانے لگے انسان کی بگڑنے والی پہلی چیز پیٹ ہے جو شخص طاقت رکھے کہ طیب کے علاوہ کوئی چیز نہ کھائے تو اسے ضرور ایسا کرنا چاہئے اور جو طاقت رکھتا ہو کہ اس کے اور جنت کے مابین مٹھی بھر خون آڑ نہ بنے جسے وہ بہائے تو وہ ضرور ایسا کرے۔ (بخاری)

تشریح ۞ مَنْ شَاقَّ: جو لوگوں کو مشقت میں ڈالے یعنی ان سے ایسی چیز کا مطالبہ کرے جو ان کی طاقت میں نہ ہو

علامہ طیبیؒ نے اس کو عام قرار دیا اور فرمایا اس میں اپنی ذات بھی مراد ہو سکتی ہے یعنی اپنے نفس کو اس کی طاقت سے اس طرح بڑھ کر تکلیف میں ڈالنا جو حد سے زیادہ موجب خلل وضرر ہو وہ ممنوع ہے۔ ② بعض شارحین نے فرمایا ہے اس سے مراد مخلوق کے ساتھ اختلاف نزاع اور لڑائی برپا کرنا ہے بہر تقدیر اس کی جزاء بیان کی گئی ہے۔

مِلْءَ كَفٍّ مِنْ دَمٍ: ایسا نہ کرے کیونکہ ناحق خون دخول جنت کے منافی ہے اگر چہ وہ ایک چلو کے برابر ہو چہ جائیکہ اس سے زیادہ ہو اور یہ کام عقل سے بعید ہے کہ انسان یہ حقیر وخسیس عمل کرے جو دخول جنت جیسی عظیم الشان نعمت سے محرومی کا باعث ہو جائے۔

صَفْوَان: اس سے مراد صفوان بن سلیم ہیں یہ اہل مدینہ سے ہیں جلیل القدر تابعی ہیں چالیس برس پہلو پر لیٹ کر نہ سوئے ان کی پیشانی میں کثرت سجود کی وجہ سے سوراخ ہو گیا تھا۔ یہ بادشاہوں کی عطیات قبول نہ کرتے اور جندب بن عبداللہ بن سفیان بجلی رضی اللہ عنہ اکابر صحابہ میں سے ہیں یہ ابوذر غفاری کی کنیت سے معروف ہیں۔

ذرا سی ریا بھی شرک ہے

۵۱۹۰/۴وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّهٗ خَرَجَ يَوْمًا اِلٰى مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قَاعِدًا عِنْدَ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْكِيْ قَالَ مَا يُبْكِيْكَ قَالَ يُبْكِيْنِيْ شَيْءٌ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ يَسِيْرَ الرِّيَاءِ شِرْكٌ وَمَنْ عَادٰى لِلّٰهِ وَلِيًّا فَقَدْ بَارَزَ اللّٰهَ بِالْمُحَارَبَةِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْاَبْرَارَ الْاَتْقِيَاءَ الْاَخْفِيَاءَ الَّذِيْنَ اِذَا غَابُوْا لَمْ يُتَفَقَّدُوْا وَاِنْ حَضَرُوْا لَمْ يُدْعَوْا وَلَمْ يُقَرَّبُوْا قُلُوْبُهُمْ مَصَابِيْحُ الْهُدٰى يَخْرُجُوْنَ مِنْ كُلِّ غَبْرَاءَ مُظْلِمَةٍ۔

(رواه ابن ماجة والبيهقي في شعب الايمان)

اخرجه ابن ماجه في السنن ۱۳۲۰ حديث رقم ۳۹۸۹ والبيهقي في شعب الايمان ۳۲۸/۵ حديث رقم ۶۸۱۲ وهو عن معاذ

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن مسجد نبوی کی طرف گیا تو میں نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو قبر نبوی کے قریب بیٹھے روتے ہوئے پایا۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ تم کیوں رو رہے ہو؟ وہ کہنے لگے مجھے وہ چیز رلا رہی ہے جو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔ میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا کہ ذرا سی ریا کاری بھی شرک ہے۔ جس نے اللہ تعالیٰ سے دشمنی کی تو اس نے اللہ تعالیٰ کو مقابلہ کی دعوت دی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان ابرار، متقی اور مخفی لوگوں کو پسند کرتے ہیں کہ جب وہ غائب ہوں تو ان کو کوئی تلاش نہ کرے اور اگر وہ موجود ہوں تو ان کو دعوت نہ دی جائے اور نہ ان کو قریب کیا جائے ان کے دِل ہدایت کے چراغ ہیں۔ وہ ہر تاریک گرد سے نکلے جانے والے ہیں۔

تشریح ۞ اِنَّ يَسِيْرَ الرِّيَاءِ شِرْكٌ: ① یہ بڑا شرک ہے۔ ② یہ شرک کی ایک قسم ہے جس سے بہت کم کوئی بچتا ہے۔ طاقتور بھی اس کا شکار ہو جاتے ہیں چہ جائیکہ کمزور۔ حضرت معاذؓ کے رونے کا ایک سبب یہ ہے اور دوسرا سبب اولیاء

وصالحین کوایذاء پہنچانا ہے خصوصاً وہ لوگ جو کہ غیر معروف ہوتے ہیں جیسا حدیث قدسی میں ہے: **اولیائی تحت افنائی لا یعرفهم غیری**۔ انسان عموماً اپنے مسلمان بھائیوں سے بدزبانی کر بیٹھتا ہے جو کہ گناہ ہے پس **و من عادی للّٰه** کا یہی معنی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْاَبْرَار: نیکوں کو پسند کرتے ہیں یعنی وہ جو حق کی اطاعت اور مخلوق پر احسان کرتے ہیں اس وجہ سے بعض عارفین نے کہا کہ دین کا دارومدار اس بات پر ہے کہ آدمی امورالٰہیہ کی تعظیم کرے اور مخلوق پر شفقت کرے اور وہ شرک جلی و خفی سے پرہیز کرے، لہب ولعب اور مناہی سے باز رہے۔

الْاَخْفِیَآءَ: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی نگاہوں سے چھپے ہوتے ہیں اور ان کی مخاطبت اور معاشرت سے چھپے ہوتے ہیں۔

ان الله یہ جملہ مستانفہ ہے جو ان کی دلی حقیقت کو بیان کرنے والا ہے اور ان کے احوال ذکر کئے گئے ہیں کہ سفر میں ان کو کوئی تلاش نہیں کرتا۔ جب موجود ہوں تو مجلس میں بلائے نہیں جاتے۔ اگر حاضر ہوں تو ان کو قریب نہیں کیا جاتا اور ان کو جوتوں والے مقام میں ہی رہنے دیا جاتا ہے۔ گویا یہ اس روایت کی تفصیل ہے جس میں فرمایا گیا: **رب اشعث اغبر لایعبأبه لو اقسم علی الله لابره** ......۔

مَصَابِیْحُ الْهُدٰی: ان کے دِل ہدایت کے چراغ ہیں یعنی وہ راہ مستقیم کے راہنما ہیں اور ان کی نگہبانی کرنے چاہئے تا کہ ان سے ہدایت طلب کی جائے۔

یَخْرُجُوْنَ مِنْ کُلِّ غَبْرَآءَ: وہ ہر تاریک زمین سے نکلنے والے ہیں اس سے اشارہ کیا کہ ان کے مکانات کی تاریکی اور تیرگی اور خرابی کچھ حقیقت نہیں رکھتی ان کے ہاں کوئی ایسی چیز نہیں جس سے وہ اپنے مکانات کو مزین اور روشن کر سکیں۔ اس روایت میں اس بات پر خبردار کیا گیا ہے کہ اگر نیک صالح۔ متقی عالم کا ظاہری حال لباس ورہائش بہتر نہ ہو تو اس بناء پر اس کی تعظیم میں کمی نہ کی جائے۔ کس کو معلوم ہے کہ اس کے باطن میں کیا ہے۔

خاکساراں جہاں رابحقارت منگر ☆ توچہ دانی کہ دریں گرد سواری باشد

''گردآلود لوگوں کو حقیر نہ سمجھو۔ کیا معلوم کہ اس گرد میں عالم بالا کا شہ سوار ہو''

ایک اشارہ:

اس روایت میں یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ فقط فقر، ذلت و بے اعتباری کی کوئی حقیقت نہیں جب تک کہ اس کے ساتھ تقویٰ اور نورانیت باطن نہ ہو۔

ولی کی پہچان:

ولی اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کہ متقی ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، **ان اولیاء ہ الا المتقون الآیہ** بیشک اللہ تعالیٰ کے ولی پرہیزگار ہیں۔

صاحب شرح العقائد کا قول:

ولی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات حتی الامکان پہچاننے والا اور اطاعت میں مواظبت اور گناہوں سے مجتنب اور لذات وشہوت میں منہمک ومشغول رہنے سے معرض ہو۔ انتہیٰ

اللہ تعالیٰ کا سچا بندہ

۱۵/۵۱۹۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَاِذَا صَلّٰى فِي الْعَلَانِيَةِ فَاَحْسَنَ وَصَلّٰى فِي السِّرِّ فَاَحْسَنَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى هٰذَا عَبْدِیْ حَقًّا۔ (رواه ابن ماجة)

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۲/۱۴۰۵ حدیث رقم ۴۲۰۰

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ جب اعلانیہ نماز ادا کرتا ہے اور وہ بہت خوب ہے اور اگر وہ پوشیدہ نماز ادا کرتا ہے تو وہ بھی بہت خوب کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ میرا سچا بندہ ہے۔ (ابن ماجہ)

تشریح ۞ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نفلی عبادت سراً وجہراً ہر دو طرح کرنا درست ہے۔ (بشرطیکہ سرعام پڑھنے میں دکھاوا نہ ہو)

ظاہر کے دوست باطن کے دشمن

۱۶/۵۱۹۲ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَكُوْنُ فِیْ آخِرِالزَّمَانِ اَقْوَامٌ اِخْوَانُ الْعَلَانِيَةِ اَعْدَاءُ السَّرِيْرَةِ فَقِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ يَكُوْنُ ذٰلِكَ قَالَ بِرَغْبَةِ بَعْضِهِمْ اِلٰى بَعْضٍ وَرَهْبَةِ بَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضٍ۔

اخرجه احمد فی المسند ۵/۲۳۵

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آخری زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے جو ظاہر کے دوست اور باطن کے دشمن ہوں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یہ کیسے ہوگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایک دوسرے کی طرف رغبت اور ایک دوسرے سے خوف وخطرہ کی وجہ سے ہوگا۔

تشریح ۞ اِخْوَانُ الْعَلَانِيَةِ اَعْدَاءُ السَّرِيْرَةِ: اپنی غرض کی وجہ سے رغبت کرینگے اور دوستی ظاہر کرینگے اور غرض پوری نہ ہوگی تو ناواقفیت ظاہر کریں گے۔ اور غرض نہ حاصل ہونے کی صورت میں دشمن ہوں گے۔

حاصل یہ ہے:

یعنی ان کی محبت اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نہ ہوگی بلکہ اغراض فاسدہ کے لئے ہوگی اغراض کی خاطر کبھی کسی سے دوستی اور دوسرے سے دشمنی اختیار کریں گے۔ان کے سامنے انہی جیسی عادات ظاہر کریں گے۔خلاصہ یہ ہوا کہ مخلوق کی محبت کا اعتبار نہیں اسی طرح ان کی عداوت کا بھی یہی حال ہے ان کی بنیاد اغراض وشہوات ہیں۔

دکھلاوے کے لئے نیک عمل کرنے والا گویا شرک کا مرتکب ہے

۵۱۹۳/۱۷ وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى يُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ صَامَ يُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ تَصَدَّقَ يُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَكَ ۔ (رواهما احمد)

اخرجه احمد فی المسند ١٢٦/٤۔

ترجمہ: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جس نے دکھلاوے کے لئے نماز پڑھی اس نے گویا شرک کیا اور جس نے دکھلاوے کے لئے روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھلاوے کے لئے صدقہ کیا اس نے گویا شرک کیا۔ (مسند احمد)

تشریح ۞ ① جو عمل ریاکاری کی خاطر ہو وہ شرک خفی ہے۔جلی شرک کھلے طور پر بت پرستی وغیرہ کرنا ہے ریاکار نے وہی عمل غیر کے لئے کیا وہ بھی بت پرستی کرنے کی طرح ہے مگر پوشیدہ طور پر۔② اور علماء نے کہا ہے: **كل ماصدك عن الله فهو ضمك**۔ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ سے روک ہو وہ بت ہی ہے''

اشارہ لطیفہ: اس سے اشارہ ملتا ہے کہ ریا کو روزے میں دخل ہے۔بعض نے کہا کہ روزے کا مدار نیت پر ہے۔پس اس میں ریا کو دخل نہیں اور اسی طرح انہوں نے یہ بھی کہا کہ صحت نیت کے ہوتے ہوئے اس میں نہ کھانے اور نہ پینے کا کوئی دخل نہیں ہے۔مگر ان کی یہ بات اس لئے درست نہیں کیونکہ یہ اپنے مقام پر درست ہے کہ ریا مخفی روزے میں متصور نہیں مگر ریا کبھی مشترک طریق سے بھی ہوتا ہے مثلاً ایک طرف روزے سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مقصود ہو اور دوسری طرف اپنے متعلق بڑا روزہ دار ہونے کی شہرت مقصود ہو یا خواہ دوسری غرض برابر ہو یا ان میں ایک کا غلبہ ہو۔

اُمت پر خفیہ شہوت کا خطرہ

۵۱۹۴/۱۸ وَعَنْهُ اَنَّـهٗ بَكٰى فَقِيْلَ لَهٗ مَا يُبْكِيْكَ قَالَ شَیْءٌ سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فَذَكَرْتُهٗ فَاَبْكَانِیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَتَخَوَّفُ عَلٰى اُمَّتِیَ الشِّرْكَ وَالشَّهْوَةَ الْخَفِيَّةَ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَتُشْرِكُ اُمَّتُكَ مِنْ بَعْدِكَ قَالَ نَعَمْ اَمَا اِنَّهُمْ لَايَعْبُدُوْنَ شَمْسًا وَلَاقَمَرًا وَلَاحَجَرًا وَلَا وَثَنًا وَلٰكِنْ يُرَاؤُنَ بِاَعْمَالِهِمْ وَالشَّهْوَةُ الْخَفِيَّةُ اَنْ يُّصْبِحَ اَحَدُهُمْ

صَائِمًا فَتَعْرِضُ لَهٗ شَهْوَةٌ مِنْ شَهْوَاتِهٖ فَيَتْرُكُ صَوْمَهٗ. (رواه احمد والبیهقی فی شعب الایمان)

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۲/۱۴۰۶ حدیث رقم ۴۲۰۵ واحمد فی المسند ۴/۱۲۶ والبیهقی فی شعب الایمان ۵/۳۳۳ حدیث رقم ۶۸۳۰

ترجمہ: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ آپ روئے تو دریافت کیا گیا۔ آپ کو کونسی بات نے رلایا ہے۔ تو کہنے لگے ایک بات نے رلایا جو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی اور وہ مجھے یاد آ گئی۔ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ میں اپنی امت پر شرک اور خفیہ شہوت کا خوف کرتا ہوں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت شرک کرے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جی ہاں لیکن یاد رکھو! وہ لوگ نہ تو سورج و چاند کی پوجا کریں گے اور نہ پتھر و بت کی بلکہ وہ اعمال لوگوں کے دکھلاوے کے لئے اختیار کریں گے۔ اور خفیہ شہوت یہ ہے کہ ان میں سے ایک روزہ رکھے گا پھر اس کے سامنے اس کی خواہشات میں سے کوئی آ جائے گی تو وہ روزہ چھوڑ (توڑ) دے گا۔ (احمد، بیہقی)

تشریح ۞ **الشَّهْوَةُ الْخَفِيَّةُ**: یعنی غلبہ شہوت کی وجہ سے یعنی روزے کو بلاضرورت محض اپنی کسی خواہش کو پورا کرنے کے لئے توڑ ڈالا۔ یہ شہوت خفی اسی وجہ سے کہلائی کیونکہ یہ اس کے باطن میں پوشیدہ تھی۔ گویا جب اس نے روزے کی نیت کی تھی تو اس وقت اس کے دِل میں شہوت کا چور موجود تھا کہ جب وہ پیش آئے گی تو روزے کو توڑ ڈالے گا۔

علامہ طیبیؒ یہاں شہوت سے مراد کھانا وغیرہ لیتے ہیں۔ مگر ظاہر تر بات یہ ہے کہ شہوت سے یہاں وہ شہوت مراد ہے جو تمام شہوتوں میں کم پائی جاتی ہے۔ پس یہ اس کی طرف میلان اختیار کر کے شرع کا مطلقاً لحاظ نہ کرے اور شرعی عمل کو باطل کر دے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا و**لا تبطلوا اعمالکم**...... فعل تو رکنے سے لازم ہوتا ہے جب شروع کر کے واجب کر لیا تو اس کی تکمیل لازم ہوئی۔

شرکِ خفی نہایت خطرناک ہے

۱۹/۵۱۹۵ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَتَذَاكَرُ الْمَسِیْحَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِمَا هُوَ اَخْوَفُ عَلَیْكُمْ عِنْدِیْ مِنَ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ فَقُلْنَا بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الشِّرْكُ الْخَفِیُّ اَنْ یَّقُوْمَ الرَّجُلُ فَیُصَلِّیْ فَیَزِیْدُ صَلَاتَهٗ لِمَا یَرٰی مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ۔ (رواه ابن ماجة)

اخرجه ابن ماجه فی السنن ۲/۱۴۰۶ حدیث رقم ۴۲۰۴

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے۔ اس وقت ہم مسیح دجال کا تذکرہ کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسی چیز کی خبر نہ دوں جو میرے ہاں مسیح دجال سے زیادہ خطرناک ہے۔ ہم نے عرض کیا جی ہاں۔ بتلائیں یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ خفیہ شرک ہے یعنی یہ کہ آدمی نماز پڑھنے کھڑا ہو پھر وہ نماز کو اس لئے طویل کر دے کہ کوئی آدمی اسے دیکھ رہا ہو۔ (ابن ماجہ)

تشریح ۞ اَخْوَفُ عَلَيْكُمْ عِنْدِیْ مِنَ الْمَسِيْحِ الدَّجَّال: ریا کے خطرہ کو مبالغۃً خطرہ دجال سے بڑھ کر قرار دیا۔ کیونکہ دجال کے دجل کی علامات تو کھلی ہیں وہ فریب تو سامنے کھلا نظر آجائے گا مگر یہ تو نہایت پوشیدہ چیونٹی کی چال والا فریب ہے۔ جس کا علم ہر وقت ہر عمل میں ہر طرح سے کسی کو معلوم نہیں ہوسکتا مگر وہ کہ جس کو اللہ تعالیٰ روشن دِل عنایت فرما دے۔ اللّٰھم اجعلنا منھم۔

کسی فارسی شاعر نے کہا:

کلید در دوزخ است آن نماز ☆ کہ در چشم مردم گزاری دراز

ریا کاری شرکِ اصغر ہے

۲۰/۵۱۹۶ وَعَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَمَا الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ قَالَ الرِّيَآءُ (رواه احمد وزاد البیهقی فی شعب الایمان) يَقُوْلُ اللّٰهُ لَهُمْ يَوْمَ يُجَازِی الْعِبَادَ بِاَعْمَالِهِمْ اِذْهَبُوْا اِلَى الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُرَاءُ وْنَ فِی الدُّنْيَا فَانْظُرُوْا هَلْ تَجِدُوْنَ عِنْدَ هُمْ جَزَآءً اَوْخَيْرًا۔

رواه البیهقی فی شعب الایمان ۳۳۳/۵ حدیث رقم ۶۸۳۱۔

ترجمہ: حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے تمہارے متعلق شرک اصغر کا خطرہ ہے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ شرک اصغر کیا ہے تو ارشاد فرمایا وہ ریا کاری ہے۔ (احمد) بیہقی میں یہ اضافہ بھی منقول ہے کہ جب بندوں کو ان کے اعمال کا بدلہ عنایت فرمائیں گے تو ان کو فرمائیں گے تم ان کے پاس جاؤ جن کو تم دنیا میں اعمال دکھاتے رہے پس دیکھو کیا آج تمہیں ان کے ہاں بدلہ یا خیر مل جائے گی؟

تشریح ۞ الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ: بت پرستی بتوں کو معبود ماننا ہے۔ یہ شرک جلی اور قوی ہے اور کسی مخلوق کو دکھانے کے لئے کام کرنا شرک خفی ہے۔

جَزَآءً اَوْخَيْرًا: اَوْ شک راوی کے لئے ہے کہ ان میں سے کونسا لفظ فرمایا۔

مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ: ان کے صحابی ہونے سے متعلق بعض نے اختلاف کیا ہے مگر اصح قول یہی ہے کہ یہ صحابی ہیں۔ (کما ذکرہ البخاری)

خفیہ ترین عمل بھی اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں

۲۱/۵۱۹۷ عَنْ اَبِی سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْاَنَّ رَجُلًا عَمِلَ عَمَلًا فِیْ صَخْرَةٍ لَابَابَ لَهَا وَلَا كُوَّةَ خَرَجَ عَمَلُهٗ اِلَى النَّاسِ كَائِنًا مَا كَانَ۔

رواه البیهقی فی شعب الایمان ۳۵۹/۵ حدیث رقم ۶۹۴۰۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر کوئی شخص ایسی بند چٹان میں چھپ کر بھی عمل کرے جس کا کوئی دروازہ اور روشندان بھی نہ ہو تو اس کا وہ عمل بھی لوگوں کے سامنے کھل جائے گا خواہ جو بھی عمل ہو۔

تشریح ۞ صَخْرَةَ: بڑے پتھر کو کہا جاتا ہے یہاں یا تو غار مراد ہے یا مبالغہ فرمایا کہ اگر بالفرض ایسے پتھر کے اندر کوئی عمل کرے جس میں باہر سے کوئی رابطہ نہ ہو تو تب بھی وہ سامنے آجاتا ہے۔

کوۃ : وہ سوراخ جس سے جھانکا جاسکے یعنی روشندان بعض شارحین نے فرمایا اگر کھلا ہو تو کُوۃ اور اندر تک نہ ہو تو کوۃ بعض نے ایک اور فرق کیا ہے تاء کے بغیر بڑا سوراخ اور اگر تاء ہو تو چھوٹا سوراخ مراد ہے۔ یہاں تا اور پیش سے پس چھوٹا سوراخ مراد ہوگا اور موقعہ کے مناسب یہی ہے حاصل مقصود یہ ہے کہ خلوت میں کیا جانے والا پوشیدہ ترین عمل جس پر کسی مخلوق کو اطلاع کی صورت نہ بنتی ہو۔

كَائِنًا مَا كَانَ : ① جو عمل بھی ہو اس کے اظہار کی ضرورت نہیں تا کہ ریا ہو اور ثواب سے محرومی ہو۔ اگر وہ عمل اللہ تعالیٰ کے لئے ہوا اور اس کی حکمت کا تقاضا ہوا تو وہ اسے خود ظاہر کر دے گا۔

② مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اخلاص والے کو اپنا عمل چھپانا چاہئے اس میں پوری احتیاط سے کام لے کیونکہ عمل ظاہر ہو کر رہتا ہے کیونکہ بندے کو اس میں اختیار نہیں۔

ہر اچھی اور بری بات علامت سے ظاہر کر دی جاتی ہے

۲۲/۵۱۹۸ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ سَرِيْرَةٌ صَالِحَةٌ اَوْ سَيِّئَةٌ اَظْهَرَ اللّٰهُ مِنْهَا رِدَاءً يُعْرَفُ بِهٖ۔

رواه البيهقى فى شعب الايمان ٣٥٩/٥ حديث رقم ٦٩٤٢۔

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی جو اچھی یا بری عادت ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس کی علامت ظاہر فرما دے گا جس سے وہ پہچانا جائے گا۔

تشریح ۞ رِدَاء: چادر کو کہا جاتا ہے مگر یہاں علامت مراد ہے کہ جس سے وہ چیز پہچانی جاتی ہے مثلاً مرد چادر سے پہچانا جاتا اور ممتاز ہوتا ہے اور علامت سے مراد ہیئت وصورت ہے۔ حاصل یہ ہے کہ جو شخص اچھی یا بری عادت پوشیدہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کی ایک ہیئت ظاہر کرتا ہے جس سے وہ پہچانا جاتا ہے کہ یہ اسی طرح کا ہے۔

باتیں حکمت والی اور عمل ظالمانہ علامت نفاق ہے

۲۳/۵۱۹۹ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا اَخَافُ عَلٰى هٰذِهِ الْاُمَّةِ كُلَّ مُنَافِقٍ يَتَكَلَّمُ بِالْحِكْمَةِ وَيَعْمَلُ بِالْجَوْرِ ۔ (رواه البيهقى الاحاديث الثلثة فى شعب الايمان)

رواه البیهقی فی شعب الایمان ۲۸٤/۲ حدیث رقم ۱۷۷۷

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اپنی امت کے متعلق اس منافق کا خطرہ ہے جس کی باتیں حکمت والی اور عمل ظلم والے ہوں گے۔ (بیہقی)

تشریح ❁ **يَتَكَلَّمُ بِالْحِكْمَةِ**: یعنی لوگوں کے دکھاوے کے لئے بات اور کرتا ہے اور اس کا عمل اس کے خلاف ہے یہ منافقین کی صفت ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ایسے شخص سے امت کو نقصان پہنچنے کا خدشہ ہے۔

اطاعت گزار حکیم کو صلہ

۲۴/۵۲۰۰ **وَعَنِ الْمُهَاجِرِبْنِ حُبَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنِّيْ لَسْتُ كُلَّ كَلَامِ الْحَكِيْمِ اَتَقَبَّلُ وَلٰكِنِّيْ اَتَقَبَّلُ هَمَّهٗ وَهَوَاهُ فَاِنْ كَانَ هَمُّهٗ وَهَوَاهُ فِيْ طَاعَتِيْ جَعَلْتُ صَمْتَهٗ حَمْدًا لِيْ وَوَقَارًا وَاِنْ لَّمْ يَتَكَلَّمْ۔** (رواه الدارمی)

اخرجه الدارمی فی السنن ۹۱/۱ حدیث رقم ۲۵۲۔

ترجمہ: حضرت مہاجر بن حبیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میں حکمت والے کی ہر بات قبول نہیں کرتا ہوں بلکہ اسکے ارادہ اور خواہش کو قبول کرتا ہوں۔ اگر اسکا ارادہ اور خواہش ہماری اطاعت کے مطابق ہوتی ہے تو میں اس کی خاموشی کو اپنی حمد و وقار بنا دیتا ہوں خواہ اس نے اسے منہ سے نہ بھی بولا ہو۔

تشریح ❁ **اَتَقَبَّلُ هَمَّهٗ وَهَوَاهُ**: یعنی اگر وہ میری اطاعت اور محبت کی نیت رکھتا ہو تو اس کی خاموشی بھی محمود اور مایۂ علم و وقار ہے۔ گویا وہ شخص خاموشی کے وقت میری حمد و ثنا کرتا ہے اور اگر اس کی نیت میں خرابی ہو تو اس کا حکمت و علم سے پُر کلام بھی ضائع ہے کیونکہ وہ دکھلاوے اور سمعہ کے لئے ہے۔

بَابُ الْبُكَاءِ وَالْخَوْفِ

رونے اور خوفزدہ ہونے کا بیان

بکا۔ غم کے ساتھ آنسوؤں کا نکلنا۔ اور بکاء۔ آواز سے رونے کے ساتھ آنسوؤں کا نکلنا۔ یہ مد سے زیادہ مشہور ہے ظاہر ہے کہ اس جگہ غم کا معنی مراد ہے اور تباکی بتکلف رونے کو کہتے ہیں اسی طرح رلا دینے والی چیز کا سامنے لانا۔

ابکاء۔ کسی اور کو رلانا۔ الخوف۔ ڈرنا۔ اخافت و تخویف۔ ڈرانا۔

خوف کی تعریف:

خوف ایک پیش آنے والی حالت کو کہا جاتا ہے یہاں اللہ تعالیٰ کے خوف اور عذاب آخرت سے ڈرانا مراد ہے۔

الفصل الاوّل:

اگر تم آخرت کو جان لو تو ہنسو کم اور روؤ زیادہ

۱/۵۲۰۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَبَكَیْتُمْ كَثِیْرًا وَلَضَحِكْتُمْ قَلِیْلًا۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۱۹/۱۱ حدیث رقم ٦٤٨٥ ومسلم فی صحیحه ٦١٨/٢ حدیث رقم (١-٩٠١) والترمذی فی السنن ٤٨١/٤ حدیث رقم ٢٣١٣ وابن ماجه ١٤٠٢/٢ حدیث رقم ٤١٩١ والدارمی فی السنن ٣٩٦/٢ حدیث رقم ٢٧٣٥ ومالك فی الموطأ ١٨٦/١ حدیث رقم ١ من كتاب الصلاة واحمد فی المسند ٢٥٧/٢

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر تمہیں وہ معلوم ہو جائے جو میں جانتا ہوں تو تم زیادہ روؤ اور کم ہنسو! (بخاری)

تشریح ۞ لَبَكَیْتُمْ كَثِیْرًا: مطلب یہ ہے کہ خوف کو رجاء پر ترجیح دو اس میں اس امت کو اس چیز کے بارے میں خبردار فرمایا جو باعث غم اور رونے کا سبب ہے اور وہ خوف الٰہی ہے اور اس کی عظمت وجلال کا معلوم کرنا ہے۔ آدمی کو چاہئے کہ وہ ہنسنے اور راحت کے طرق سے گریز کرے کیونکہ یہ جاہلوں اور غافلوں کا طریقہ ہے۔ اگرچہ فی الجملہ ہنسنا اور طرقِ راحت کو اختیار کرنا اللہ تعالیٰ سے معافی و درگزر کی گنجائش رکھتا ہے۔

میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا ہوگا

۲/۵۲۰۲ وَعَنْ اُمِّ الْعَلَاءِ الْاَنْصَارِیَّةِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَا اَدْرِیْ وَاللّٰهِ لَا اَدْرِیْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤١٠/١٢ حدیث رقم ٧٠١٨۔

ترجمہ: حضرت ام العلاء انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نہیں جانتا۔ میں نہیں جانتا۔ حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا جائے گا۔ (بخاری)

تشریح ۞ لَا اَدْرِیْ: اس حدیث نبوی کا ظاہر بتلا رہا ہے کہ انجام کی خبر نہیں کہ کیا ہوگا اور کیا نہیں مگر یہ بات حضرات انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی دلائل قطعیہ سے نفی کی گئی ہے کہ ان ہستیوں کو اپنے انجام خیر وحسن کا یقین ہوتا ہے یہ ارشاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مطعون رضی اللہ عنہ کی وفات کے موقعہ پر فرمایا تھا۔ یہ جلیل القدر مہاجرین سے ہیں۔ ہجرت مدینہ کے بعد سب سے پہلے فوت ہونے والے مہاجر آپ ہی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وفات کے بعد ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور ان کے چہرے پر آپ کے آنسو گرے اور ان کو جنت

البقیع میں دفن کروایا اور اسی طرح کی بہت عنایات سے نوازا۔ اس موقع پر موجود ایک خاتون نے کہا۔ اے ابن مظعون تجھے جنت مبارک ہو کیونکہ تیرا انجام خیر پر ہوا ہے۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے اس عورت کو روکا اور یہ ارشاد فرمایا۔ درحقیقت اس کا مطلب بارگاہ نبوت میں بے ادبی ہے کہ اس نے غیب پر بلا دلیل حکم کیا اور اس پر وثوق کا اظہار کیا تو آپ ﷺ نے اس کے وثوق کو خوبصورت انداز سے رد فرمایا۔

خلاصہ: ① کلام یہ ہے کہ یہ کنایہ ہے کہ علم غیب کے متعلق از راہ ادب ایسی تصریح نہ کرنی چاہئے۔ حقیقت کلام مراد نہیں ہے۔ ② مراد یہ ہے کہ عاقبت کے تمام احوال تفصیلی طور پر معلوم نہیں کیونکہ دنیا ہو یا آخرت اس کے تمام غیبی احوال کی تفصیل سے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی واقف نہیں۔ اگرچہ مجمل طور پر معلوم ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی عاقبت بخیر ہی ہے۔ ② بعض نے کہا کہ یہاں مراد دنیاوی امور ہیں اخروی امور مراد نہیں۔ ③ مراد یہ ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ کن پر عذاب نازل ہوگا جس طرح سابقہ امم پر ہوا ہے۔ ④ بعض کی رائے یہ ہے کہ یہ تردد فتح مکہ کے وقت تھا مگر یہ معانی سیاق حدیث کے موافق نہیں۔ ⑤ حق یہ ہے کہ اس ارشاد کا ورود اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی سے پہلے ہے: **لیغفرلك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر ......** اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے بھول چوک پر بخشش کا اعلان فرما دیا ہے اس سے پہلے عاقبت کے متعلق ابہام تھا مگر اس آیت کے نزول کے بعد کامل یقین ہو گیا کہ عاقبت بالخیر ہی ہوگی۔ ⑥ مجھے یہ معلوم نہیں کہ آیا طبعی موت سے وفات پاؤں گا یا قتل و شہادت سے۔

بلّی کی وجہ سے سزا یافتہ عورت

۳/۵۲۰۳ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ النَّارُ فَرَاَيْتُ فِيْهَا امْرَاَةً مِنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ تُعَذَّبُ فِيْ هِرَّةٍ لَهَا رَبَطَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَدَعْهَا تَاْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ حَتّٰى مَاتَتْ جُوْعًا وَرَاَيْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرِ الْخُزَاعِيِّ يَجُرُّ قُصْبَهٗ فِي النَّارِ وَكَانَ اَوَّلَ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٥١٥/٦ حدیث رقم ٣٤٨٢ ومسلم فی صحیحه ٦٢٢/٢ حدیث رقم (٩-٩٠٤) والنسائی ١٣٧/٣ حدیث رقم ١٤٨٢ واحمد فی المسند ٣٣٥/٣۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے سامنے آگ لائی گئی تو میں نے اس میں بنی اسرائیل کی ایک عورت کو دیکھا جو اپنی ایک بلی کی وجہ سے عذاب میں مبتلا تھی اس نے بلی کو باندھے رکھا اسے نہ کھلایا اور نہ چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھا لیتی۔ یہاں تک کہ وہ بھوک کی وجہ سے ہلاک ہوگئی اور میں نے عمرو بن عامر الخزاعی کو دیکھا کہ وہ آگ میں اپنی انتڑیاں کھینچ رہا تھا۔ یہ وہ پہلا شخص تھا جس نے سائبہ جانوروں کی رسم ایجاد کی۔ (مسلم)

تشریح ۞ سَوَائِب: یہ سائبة کی جمع ہے اس سے مراد وہ اونٹنی ہے جس کو زمانہ جاہلیت میں نذر یا اور کسی وجہ سے آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں یہ طریقہ تھا جب ایک اونٹنی سے دس بچے ہو جاتے یا وہ دور دراز سفر سے لوٹتے یا بیماری سے صحت یاب ہوتے تو وہ اونٹنی کو آزاد چھوڑ دیتے اور اس پر سواری نہ کرتے وہ جہاں چاہتی، چرتی پھرتی اسے کھانے پینے سے کوئی

شخص نہ روکتا۔ اس عمل کو وہ اپنے بتوں کی عبادت اور ان کی قربت کا سبب تصور کرتے۔

پہلا موجد:

اس رسم کا پہلا موجد عمرو بن عامر خزاعی ہے۔ بعض نے کہا کہ سب سے پہلا شخص جس نے بت پرستی کی بنیاد ڈالی اور اس کو قربت الٰہی کا سبب قرار دیا وہ یہی شخص تھا۔ بعض روایات میں اس کا نام عمرو بن یحییٰ تھا۔ ان دونوں سے یہی شخص مراد ہے عامر اس کے باپ اور یحییٰ اس کے دادا کا نام ہے یا بالعکس ہے تو کہیں باپ اور کہیں دادا کی طرف نسبت کر دی گئی۔ علامہ کرمانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض لوگ آج بھی دوزخ کے عذاب میں گرفتار ہیں۔ انتہیٰ۔ عین ممکن ہے کہ احوال آخرت کو بطور کشف آپ پر ظاہر کر دیا گیا۔ (اس سے زیادہ ظاہر بات یہ ہے کہ لیلۃ المعراج میں انہے آپ کو دوزخ میں دکھایا گیا)

خَشَاش: اڑنے والا کیڑہ اور پرندہ۔ خشاش۔ چڑیا، زمینی کیڑے۔

نووی رحمۃ اللہ علیہ کا کوقول:

یہ فتحہ کے ساتھ اولیٰ ہے۔ حساس بھی درست ہے کیونکہ اس کا معنی کیڑے اور کمزور پرندے ہیں۔

قصب: انتڑیاں۔

عرب کے لئے قریبی شر مہلک ہے

۴/۵۲۰۴ وَعَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمًا فَزِعًا يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مِثْلُ هٰذِهٖ وَحَلَّقَ بِاَصْبَعَيْهِ الْاِبْهَامَ وَالَّتِىْ تَلِيْهَا قَالَتْ زَيْنَبُ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَنَهْلَكُ وَفِيْنَا الصَّالِحُوْنَ قَالَ نَعَمْ اِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۸۱/٦ حدیث رقم ۳۳٤٦ ومسلم فی صحیحه ۲۲۰۸/٤ حدیث رقم (۲۸۸/۲) والترمذی فی السنن ٤١٦/٤ حدیث رقم ۲۱۸۷ وابن ماجه ۱۳۰٥/۲ حدیث رقم ۳۹٥۳ و الحاکم فی الموطأ ۹۹۱/۲ حدیث رقم ۲۲ من کتاب الکلام واحمد فی المسند ۳۹۰/۲

ترجمہ: حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میرے ہاں ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں تشریف لائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گھبراہٹ کی کیفیت تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔ لا الہ الا اللہ! عرب کے لئے ویل ہو اس شر سے جو قریب آن پہنچا۔ آج یاجوج ماجوج کی دیوار سے اتنا حصہ کھول دیا گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انگوٹھے اور انگشت شہادت سے حلقہ بنایا۔ حضرت زینب کہتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم ہلاک کر دیئے جائیں گے جب کہ ہم

میں نیک لوگ موجود ہوں گے۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جی ہاں! جب کہ خباثت بڑھ جائے گی۔(بخاری، مسلم)

تشریح ۞ ① وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍ :شر سے فتنہ اور قتال مراد ہے جو عرب میں واقع ہونے والا تھا۔اس کی ابتداء حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ہوئی پھر یہ دائم و مسلسل ہو گیا اور اب تک ہے۔

② بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد فتوح اور غنائم کی آمد اور اس کے تنازعات اور اس کی طرف رغبت ہے۔اسی طرح حکومت میں تنازع وغیرہ کذا قال ابن حجرؒ۔

وَحَلَّقَ: آپ ﷺ نے دیوار میں سوراخ کی مقدار ظاہر کرنے کے لئے حلقہ بنایا اور فرمایا آج تک اس میں سوراخ نہیں ہوا آج حلقہ کی مقدار اس میں سوراخ ہو گیا اور یہ سوراخ ہونا قرب قیامت کی علامت سے ہے۔

اور عرب میں فتنوں کا وقوع یہ بھی قرب قیامت کی علامت سے ہے۔

② بعض نے کہا یہ چنگیز خان کے نکلنے کی طرف اشارہ ہے جس سے بغداد میں وہ کچھ ہوا جو ہوا۔

خَبَث : فسق و فجور اور شرک وکفر اس کا معنی ہے۔② بعض نے زنا ترجمہ کیا ہے۔مقصد یہ ہے کہ جب کسی جگہ آگ لگتی ہے اور بھڑکتی ہے تو جلا ڈالتی ہے جو چیز اس کے سامنے آتی ہے تر ہو یا خشکی وہ نجس و پاک میں فرق نہیں کرتی اور نہ منافق و مؤمن میں اور مخالف و موافق میں جو بھی سامنے آجائے۔جب کسی قوم پر عذاب آتا ہے تو سب ہلاک ہوتے ہیں مگر سب کا حشر ان کے اعمال کے مطابق ہوگا۔② خبث ہو تو اس کا معنی فواحش و فسق ہے۔

موسیقی اور شراب کو حلال کرنے والوں پر دنیا میں سزا

۵/۵۲۰۵ وَعَنْ اَبِیْ عَامِرٍ اَوْاَبِیْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَیَکُوْنَنَّ مِنْ اُمَّتِیْ اَقْوَامٌ یَسْتَحِلُّوْنَ الْخَزَّوَالْحَرِیْرَ وَالْخَمْرَوَ الْمَعَازِفَ وَلَیَنْزِلَنَّ اَقْوَامٌ اِلٰی جَنْبِ عَلَمٍ یَرُوْحُ عَلَیْهِمْ بِسَارِحَةٍ لَهُمْ یَاْتِیْهِمْ رَجُلٌ لِحَاجَةٍ فَیَقُوْلُوْنَ ارْجِعْ اِلَیْنَا غَدًا فَیُبَیِّتُهُمُ اللّٰهُ وَیَضَعُ الْعَلَمَ وَیَمْسَخُ اٰخَرِیْنَ قِرَدَةً وَخَنَازِیْرَاِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ (رواه البخاری وَفِیْ بَعْضِ نُسَخِ الْمَصَابِیْحِ الْحِرَّ بِالْحَاءِ وَالرَّاءِ الْمُهْمَلَتَیْنِ وَهُوَ تَصْحِیْفٌ وَاِنَّمَا هُوَ بِالْخَاءِ وَالزَّاءِ الْمُعْجَمَتَیْنِ نَصَّ عَلَیْهِ الْحُمَیْدِیُّ وَابْنُ الْاَثِیْرِ فِیْ هٰذَا الْحَدِیْثِ وَفِیْ کِتَا بِ الْحُمَیْدِیِّ عَنِ الْبُخَارِیِّ وَکَذَا فِیْ شَرْحِهِ الْخِطَابِیِّ تَرُوْحُ عَلَیْهِمْ سَارِحَةٌ لَهُمْ یَاْتِیْهِمْ لِحَاجَةٍ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی ۵۱/۱۰ حدیث رقم ۵۵۹۰ وابوداؤد فی السنن ۳۱۹/٤ حدیث رقم ٤٠٣٩

ترجمہ: حضرت ابو عامر یا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو باریک ریشم کے کپڑے، شراب اور آلات موسیقی کو حلال قرار دیں گے۔اور کچھ لوگ ایک پہاڑ کے پہلو میں اتریں گے جب ان کے پاس ان کے چرنے والے جانور آئیں گے تو اسی دوران ان کے ہاں ایک

ضرورت مند شخص آئے گا وہ اسے کل کے وعدہ پر لوٹا دیں گے رات کو ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے گا اور وہ ان پر پہاڑ گرائے گا اور پچھلوں کو قیامت تک بندر سور بنا دے گا۔ (بخاری) مصابیح کے بعض نسخوں میں الحز' لکھا ہے مگر وہ غلط ہے۔ حمیدی، خطابی، ابن اثیر نے اسی طرح کہا ہے۔

تشریح ۞ **ابو عامر**: امام بخاری کو اس سلسلے میں تردد ہے کہ آیا یہ حدیث حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جو کہ حضرت موسیٰ اشعری کے چچا ہیں یہ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہیں غزوہ حنین میں شرکت کی۔ ۞ ابو مالک اشعری سے مروی ہے جن کو اشجعی بھی کہتے ہیں یہ بھی مشہور صحابی ہیں۔ اور راوی کو کسی صحابی کے بارے میں تردد موجب طعن نہیں کیونکہ تمام صحابہ عدول ثقہ ہیں جس سے بھی مروی ہو روایت درست ہے۔

خَز: یہ مشہور کپڑا ہے۔ مجمع البحار میں علامہ طاہر پٹنی لکھتے ہیں قدیم زمانہ میں پشم وریشم سے بنے جانے والے کپڑے کو کہا جاتا تھا اور یہ جائز ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ نے اس کو استعمال فرمایا اس کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہ عجمی لباس کا حصہ ہے۔ یا اسی طرح اہل تنعم واہل تعیش سے مشابہت ہے آجکل جو خز معروف ہے یہ تمام ریشمی ہے اور یہ ممنوع ہے۔ یہ حدیث اسی پر محمول ہے حالانکہ کپڑے کی یہ قسم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں نہ تھی۔ پس یہ بطور معجزہ اخبار غیبیہ سے ہے۔ اس معنی کو سامنے رکھتے ہوئے اس پر حریر کا عطف تخصیص کے بعد تعمیم کی قسم سے ہے۔

مَعَازِف: اس کا معنی موسیقی کے آلات ہیں مثلاً بانسری، ڈھول یہ معزف یا عزف کی جمع ہے جن اور گھنٹی کی آواز جورات کو سنائی دے اس عزف کہتے ہیں۔ ۞ اس کا معنی ہے تیز ہوا (کذا فی القاموس)

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ شبہات وتاویلات کے ذریعہ حرام کو حلال شمار کریں گے' جیسا کہ بعض پرانے علماء نے ذکر کیا ہے کہ حریر وہ پہننا حرام ہے جو بدن سے ملا ہو۔ یعنی ابر حریر کا حرام نہیں ہے۔ ۞ چنانچہ جب بہت سے امراء اور عوام کو حریر کی حرمت بتلائی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں اگر حریر حرام ہوتا تو قضاۃ نہ پہنتے اور علماء استعمال نہ کرتے۔ چنانچہ وہ لوگ حرام کو حلال جاننے اور ماننے میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ۞ اسی طرح بعض علماء کا تعلق مزامیر کے ساتھ ہے۔ اسکا بیان طوالت کا باعث ہے۔

ابن ابی الدنیا کی روایت جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے **لیکونن فی هذه الامة خسف وقذف ومسخ وذلك اذا شربوا الخمر واتخذوا القينات وضربوا بالمعازف**...... اس امت میں دھنسنا، آسمان سے پتھروں کا آنا' صورتوں کا مسخ ہونا واقع ہوگا اور یہ اس وقت ہوگا جب وہ شرابیں پئیں گے اور گانے والی اشیاء بنائیں گے اور باجے بجائیں گے یعنی میری امت کے لوگ یہ اشیاء حلال سمجھ کر کریں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مصائب آئیں گے اور اس کی تصریح مؤلف نے حمیدی اور ابن اثیر کے قول کی تائید کرنے کے لئے کی ہے کہ انہوں نے الحز کو غلط قرار دیا ہے۔ صحیح الخز ہے۔

هٰذَا الْحَدِيْثِ سے یہ اشارہ ہے کہ الحر کا لفظ روایت ابوداؤد میں وارد ہے چنانچہ طیبیؒ نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور بخاری کی یہ روایت الخز دونوں نقطوں کے ساتھ ہے۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

بخاری کی روایات میں الحرواقع ہے اس کے مطابق دونوں روایتیں درست ہوئیں۔ واللہ اعلم۔

تَرُوْحُ: اس کا فاعل سارحۃ ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ پہلی روایت میں بازائدہ کے ساتھ سارحۃ آیا ہے جیسا کہ وجہ اول میں ہے۔ دونوں کتب میں یا تیھم لحاجۃ آیا اس میں رجل کا تذکرہ نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خسف ومسخ امت میں بھی واقع ہوگا۔ جیسا کہ اگلی امتوں میں ہوا ہے بعض روایات میں اس کی نفی کے دو معنی ہیں۔ ① اس سے مراد امت کا اول دور ہے جس کو خسف وغیرہ سے محفوظ رکھا گیا ہے اور آخری زمانہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ ② خسف مسخ تمام اجتماعی امت کا مراد ہو جیسا پہلی اقوام کا استیصال کر دیا گیا وہ نہ ہوگا، واللہ اعلم۔

عذاب میں سب مبتلا مگر حشر اعمال کے مطابق

۶/۵۲۰۶ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْزَلَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ عَذَابًا اَصَابَ الْعَذَابُ مَنْ کَانَ فِیْھِمْ ثُمَّ بُعِثُوْا عَلٰی اَعْمَالِھِمْ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۶/۱۳ حدیث رقم ۷۱۰۸ومسلم فی صحیحه ۲۲۰۶/۴ حدیث رقم (۸۴-۲۸۷۹) واخرجه احمد فی المسند ۴۰/۲۔

تَرْجَمَہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب بھیجتا ہے تو ان سب پر عذاب بھیج دیتا ہے جو وہاں ہوں پھر ان کا حشر ان کے اعمال کے مطابق ہوگا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ ثُمَّ بُعِثُوْا عَلٰی اَعْمَالِھِمْ: اگرچہ دنیا کے اندر عذاب میں سب شامل ہوں گے مگر آخرت میں ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دیا جائے گا اگر نیک ہے تو اچھا بدلہ پائے گا اور اگر برا ہے تو برا بدلہ پائے گا۔

جس پر موت اسی پر حشر

۷/۵۲۰۷ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُبْعَثُ کُلُّ عَبْدٍ عَلٰی مَامَاتَ عَلَیْہِ۔

(رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲۲۰۶/۴ حدیث رقم (۸۳-۲۸۷۸) واحمد فی المسند ۳۳۱/۳

تَرْجَمَہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بندے کو اسی پر اٹھایا جائے گا جس پر اس کی موت آئی۔ (مسلم)

تشریح ۞ یُبْعَثُ کُلُّ عَبْدٍ: ان میں سے ہر بندے کو اسی پر اٹھایا جائے گا جس پر اس کی موت آئی مثلاً ایمان پر یا کفر پر یا اطاعت پر یا معصیت پر۔ ذکر پر یا غفلت پر۔ پس اعتبار تو خاتمے کا ہوگا۔ دیکھیں گے کہ آخر میں کیا حالت گزری جیسا کسی نے

کہا ہے۔

حکم مستوری و مستی ہمہ بر خاتمہ است ☆ کس نہ دانست کہ آخر بچہ حالت گزرد

بعض عارفین نے کہا ہے جب کسی کو یادداشت اور حضور کا ملکہ حاصل ہو جو ہر ذکر کا دِل میں قرار پایا اگر موت کے وقت تکلیف اور بیتابی کی وجہ سے استحضار میں فتور اور فرق محسوس ہو تو اس سے کچھ نقصان نہیں مفارقت روح کے بعد وہ حال لوٹ آئے گا۔ پس چاہئے یہ کہ ذکر کا ملکہ حاصل کرے اللہ تعالیٰ توفیق بخشنے والے ہیں۔

الفصل الثانی:

خوفناک چیز سے بھاگنے والا سو رہا ہے

۸/۵۲۰۸ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَارَاَیْتُ مِثْلَ النَّارِ نَامَ هَارِبُهَا وَلَا مِثْلَ الْجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤/٦١٦ حدیث رقم ٢٦٠١۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے دوزخ جیسی کوئی خوفناک چیز نہیں دیکھی کہ جس سے بھاگنے والا سو رہا ہے اور جنت جیسی کوئی شاندار چیز نہیں دیکھی جس کا طالب سو رہا ہو۔ (ترمذی)

تشریح ۞ نَامَ هَارِبُهَا: جب کوئی اپنے دشمن سے ڈر کر بھاگتا ہے تو راہ میں کبھی نہیں سوتا اور نہ غفلت اختیار کرتا ہے بلکہ زیادہ سے زیادہ راہ طے کرنے کے لئے بھاگتا ہے مگر یہ عجیب بات ہے کہ دوزخ کی آگ شدت وشناعت کے ساتھ پیچھا کر رہی ہے اور یہ غفلت کی نیند میں مست ہے کوشش بھی نہیں کرتا اور پھر بھاگتے ہوئے بھی غافل ہے کہ دوزخ سے بھاگنا ترک گناہ اور لزوم اطاعت کے ساتھ ضروری ہے۔

نَامَ طَالِبُهَا: محبوب چیز کے طلبگار تو نہ غفلت کرتا اور نہ تساہل وسستی برتتا ہے اور اس کے پالینے کے لئے دوڑ دھوپ کرتا ہے مگر بہشت تمام خوبیوں اور راحتوں کے ساتھ موجود ہے مگر اس کی طرف دوڑ نا نہیں اگر ہے بھی تو اس شرط سے خالی ہے جو دوڑنے میں چاہئے کہ طاعات کی پابندی اور معاصی سے اجتناب ہو۔

آسمان بوجھ سے چرچر کرتا ہے

۹/۵۲۰۹ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ اَطَّتِ السَّمَآءُ وَحَقَّ لَهَا اَنْ تَاَطَّ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَافِیْهَا مَوْضِعُ اَرْبَعَةِ اَصَابِعَ اِلَّا وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهٗ سَاجِدًا لِلّٰهِ وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِیْلًا وَلَبَكَیْتُمْ كَثِیْرًا وَمَاتَلَذَّذْتُمْ

بِالنِّسَاءِ عَلَى الْفُرُشَاتِ وَلَخَرَجْتُمْ اِلَى الصُّعُدَاتِ تَجَارُوْنَ اِلَى اللّٰهِ قَالَ اَبُوْذَرٍّ يٰلَيْتَنِىْ كُنْتُ شَجَرَةً تُعْضَدُ۔ (رواه احمد والترمذی وابن ماجة)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤٨٢/٤ حديث رقم ٢٣١٣وابن ماجه فی السنن ١٤٠٢/٢ حديث رقم ٤١٩٠ واحمد فی المسند ١٧٣/٥

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ کچھ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے آسمان چر چر کرتا ہے اور اس کا حق ہے کہ وہ چر چر کرے۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اس آسمان میں چار انگلیوں کے برابر اتنی جگہ نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدہ ریز نہ ہو۔ اللہ کی قسم! اگر تم وہ چیزیں جان لیتے ہو جو میں جانتا ہوں تو تم تھوڑا ہنستے اور زیادہ روتے اور بیویوں سے بستروں پر لذت حاصل نہ کرتے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہوئے جنگلوں کی طرف بھاگ جاتے" حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ کاش میں درخت ہوتا جسے کاٹ دیا جاتا۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

تشریح ۞ **اَطَّتِ السَّمَآءُ**: اطیط۔ زمین اور پالان کا چر چر کرنا۔ اونٹنی کے بچے کا تھکاوٹ سے چیخنا، آسمان کا نالہ کرنا۔ سیاق روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کثرت وازدحام ملائکہ کی وجہ سے آواز نکالتا ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسا جانور بوجھ کی مشقت سے آواز نکالتا ہے۔ ۞ عین ممکن ہے کہ آسمان کا یہ نالہ وشیون خوف پروردگار کی وجہ سے ہو باوجودیکہ آسمان مقدس ملائکہ کی جگہ ہے وہاں تو گناہ ہی نہیں، اصل تو انسان کو رونا چاہیئے جو کہ گناہوں سے ملوث ہے یہ موقع کے مناسب مفہوم ہے۔

وَاضِعٌ جَبْهَتَهٗ: ① فرمانبرداری کرنے والے ہیں تاکہ قیام ورکوع وسجود والے سب فرشتوں کو شامل ہو۔ ② ہر ایک ایک آسمان کے ساتھ مخصوص کر رکھا ہے۔ اس سے ادھر بلا حکم نہیں جاتے۔ واللہ اعلم

الصُّعُدَات: جمع صعد اور یہ صعید کی جمع ہے اس کا معنی سطح زمین ہے۔ جیسا طرقات جمع طرق جمع طریق۔

يٰلَيْتَنِىْ كُنْتُ شَجَرَةً: درخت ہوتا تاکہ گناہوں سے آلودگی نہ ہوتی اور جس مقصد کے لئے بنائے گئے اسی میں بند رہتا۔ جن کو حاضری باری تعالیٰ کا حقیقی خوف ہوتا ہے تو اس سے لرزتے ہوئے وہ اس قسم کے کلمات کہتے ہیں حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کو جنت کی بشارتیں دی تھیں۔ ہمارا حال باعث تعجب ہے کہ گناہوں کے سات کچھ فکر آخرت نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ ان والا احساس عنایت فرمائے۔ آمین

کیا کیا نہ اپنے زہد وطاعت پہ ناز تھا ☆ بس دَم نکل گیا جو سنا بے نیاز ہے

اللہ کا سامان جنت ہے

۱۰/۵۲۱۰ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَافَ اَدْلَجَ وَمَنْ اَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ غَالِيَةٌ اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ الْجَنَّةُ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٥٤٦/٤ حدیث رقم ٢٤٥٠

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ڈرتا ہے وہ اندھیرے میں اٹھتا ہے اور اندھیرے میں اٹھنے والا منزل کو پالیتا ہے۔سنو! اللہ تعالیٰ کا سامان گراں ہے۔خبردار اللہ تعالیٰ کا سامان جنت ہے۔

تشریح ۞ **بَلَغَ الْمَنْزِلَ**: یعنی مطلوب کو پالینا۔علامہ طیبی رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ ایک مثال ہے جو سالک آخرت کے متعلق بیان فرمائی کہ نفس وشیطان انسان کے پیچھے لگا ہوا ہے اگر یہ راستہ چلنے میں ہوشیار رہا اور اس کی نیت اعمال میں خالص رہی تو شیطان سے مامون رہے گا۔شیطان اپنے مددگاروں سمیت اس پر ڈاکہ زنی کرنے والا ہے،آخرت کا راستہ مشکل و دشوار ہے اس کے لئے خوب کوشش کی ضرورت ہے۔

اِنَّ سَلْعَةَ اللّٰهِ : یہ متاع آخرت اعمال صالحہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **والباقیات الصالحات خیر عند ربك ثوابا وخیر املا**...... اور فرمایا **ان الله اشترٰی من المؤمنین انفسهم واموالهم بان لهم الجنة**......۔

جس نے مجھے ایک دن بھی یاد کیا ہو اس کو دوزخ سے نکال دو

۵۲۱۱/۱۱ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ جَلَّ ذِكْرُهُ اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ ذَكَرَنِيْ يَوْمًا اَوْ خَافَنِيْ فِيْ مَقَامٍ۔ (رواه الترمذی والبیهقی فی کتاب البعث والنشور)

اخرجه الترمذی فی السنن ٦١٣/٤ حدیث رقم ٢٥٩٤

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اس کو بھی آگ سے نکال لو جس نے مجھے ایک دن یاد کیا یا کسی جگہ میں مجھ سے ڈرا۔(ترمذی،بیہقی)

تشریح ۞ **اَوْخَافَنِیْ** :جو کسی مقام میں مجھ سے ڈرا یعنی گناہ کرنے میں گناہوں سے بچا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔**واما من خاف مقام ربه ونهی النفس عن الهوی فان الجنة هی الماویٰ الآیه**۔جو شخص اپنے رب کے روبر کھڑے ہونے سے ڈرا اور اس نے اپنے آپ کو خواہش نفس سے روک لیا پس بیشک جنت اس کا ٹھکانہ ہے"

علامہ طیبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

کہ ذکر سے اخلاص مراد ہے اور اس کی حقیقت اللہ تعالیٰ کو دِل سے ایک جاننا اور صدق نیت سے اس کو ایک ماننا ہے ورنہ تو تمام کافر کسی نہ کسی طرح اللہ تعالیٰ کا نام زبان پر لاتے ہیں البتہ دِل سے نہیں۔اس پر آپ کا یہ قول شاہد ہے۔**من قال لا اله الا الله خالصا من قلبه دخل الجنة**......۔جس نے دِل سے خلوص کے ساتھ **لا اله الا الله** کہا وہ جنت میں جائے گا۔

خوف سے مراد اعضاء کا گناہوں کو تلویث سے بچا کر رکھنا اور ان کو اطاعت میں لگائے رکھنا۔

حدیثِ نفس اور خوف میں فرق:

ایک ہولناک منظر دیکھنے کے وقت جو حرکت وسوسہ دِل میں گزرتا ہے اور منظر کے غائب ہونے سے دِل غفلت کی طرف لوٹ جاتا ہے یہ حدیث نفس ہے خوف نہیں خوف میں تو دِل غفلت کی طرف نہیں پلٹتا۔

حضرت فضیلؒ کا قول:

اگر تمہیں کوئی اس طرح کہے کہ آیا تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اس کے جواب میں خاموش رہو اس لئے کہ اگر تم نہ کہہ دو تو کافر ہوئے اور اگر ہاں کہو تو جھوٹ ہوا۔ تو اس سے اس خوف کی طرف اشارہ مقصود ہے جو اعضاء کو گناہوں سے باز رکھے

ایک بشارت:

اس روایت میں مسلمان کے لئے اس بات کی بشارت ہے کہ جس مسلمان نے ایک بار خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیا اور ایک وقت عذاب سے ڈرا۔ آخرت میں دوزخ کے عذاب سے محفوظ کر دیا جائے گا اور شروع ہی سے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء اسی کی صفت عالیہ سے ہے۔

لذت کو مٹانے والی موت کا تذکرہ کیا کرو

۱۲/۵۲۱۲ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَهُمُ الَّذِيْنَ يَشْرَبُوْنَ الْخَمْرَ وَيَسْرِقُوْنَ قَالَ لَا يَا بِنْتَ الصِّدِّيْقِ وَلٰكِنَّهُمُ الَّذِيْنَ يَصُوْمُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ وَيَتَصَدَّقُوْنَ وَهُمْ يَخَافُوْنَ اَنْ لَّا يُقْبَلَ مِنْهُمْ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ ۔ (رواہ الترمذی وابن ماجۃ)

اخرجه الترمذی فی السنن ۳۰۶/۵ حدیث رقم ۳۱۷۵ وابن ماجه فی السنن ۱۴۰۴/۲ حدیث رقم ۴۱۹۸ واحمد فی المسند ۱۵۹/۶

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا: ﴿ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا ...... ﴾ وہ لوگ جو کہ دیتے ہیں جو کچھ کہ دیتے ہیں اس حال میں کہ ان کے دِل ڈر رہے ہوتے ہیں'' کیا اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے اور چوری کرنے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے صدیق کی بیٹی! اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو روزے رکھتے، نماز پڑھتے اور صدقات دیتے ہیں (وہ یہ تمام کام کرتے ہوئے) اللہ تعالیٰ سے ترساں ولرزاں ہیں کہ کہیں انکا عمل مسترد نہ کر دیا جائے یہ لوگ بھلائیوں میں جلدی کرنے والے ہیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

تشریح ۞ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ: وہ لوگ جو اطاعت میں خوب رغبت کرنے والے اور ان کی

طرف دوڑنے والے ہیں پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس آیت کو شراب پینے والوں، چوری کرنے والوں اور تمام سیئات کے مرتکب لوگوں پر حمل کرنا درست نہیں ہے۔اس آیت میں: وجلة انهم الى ربهم راجعون اور اولئك يسارعون في الخيرات اور هم لها سابقون کے صیغے اعلیٰ قسم کے ایمان والوں پر دلالت کرتے ہیں۔اس آیت کی دو قراءتیں ہیں قراءت سبعہ کے مطابق تو مفہوم واضح ہے۔

البتہ قراءت شاذہ میں یہ یاتون ما اتوا ہے جس کا معنی وہی ہے جس کی بناء پر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا کہ وہ کرتے ہیں جو کچھ کہ کرتے ہیں اور علامہ طیبیؒ نے یہ بات تفسیر زجاج، کشاف سے نقل کی ہے مگر صاحب مصابیح نے تو آیت قراءت مشہورہ کے مطابق نقل کی ہے۔

حضرت ملا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ قراءت شاذہ میں جو آپ ﷺ کی طرف منسوب ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جو کچھ کہ اطاعت کی قسم سے کرتے ہیں وہ مراد نہیں جس کا گمان حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ہوا کہ وہ کرتے ہیں جو کچھ معصیت کی قسم سے کرتے ہیں۔ما کا عمومی معنی خیر وشر دونوں مراد نہیں کیونکہ وہ آیت کے بعد والے حصہ کے موافق نہیں ہے'' اولئك يسارعون في الخيرات۔پس الذين يصومون سے آخر تک یہ گویا والذين ياتون ما اتوا کی تفسیر ہے دونوں قراءتوں کے لحاظ سے۔اس سلسلہ میں آخری بات یہ کہی جاسکتی ہے کہ ہر ایک قراءت میں ایک چیز کو تغلیب دیکر ذکر فرمادیا۔پس قراءت مشہورہ کا تعلق عبادات مالیہ سے ہے اور قراءت شاذہ کا تعلق عبادات بدنیہ سے ہے۔

۞ قراءت مشہورہ کی تفسیر میں یہ کہا جاسکتا ہے'' وہ اپنے نفسوں کی طرف سے وہ چیز دیتے ہیں جو کہ دیتے ہیں اور نکالتے ہیں نفوس سے اطاعت کی قسم سے جو نکالتے ہیں پس اس لحاظ سے آیت دو طرح کی عبادات پر مشتمل ہوگی۔

اللہ کو یاد کرو...... کپکپا دینے والی آگئی

۱۳/۵۲۱۳ وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ قَامَ فَقَالَ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا اللّٰهَ اذْكُرُوا اللّٰهَ جَآءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ جَآءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ جَآءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٥٤٩/٤ حديث رقم ٢٤٥٧ واحمد فی المسند ١٣٦/٥

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ دو تہائی رات گزرنے پر بیدار ہوتے اور فرماتے !اے لوگو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو کپکپا دینے والی آگئی اس کے بعد پیچھے آنے والی آئے گی۔موت ان تمام تکالیف کے ساتھ آگئی جو اس میں ہیں۔موت ان تمام تکالیف کے ساتھ آگئی جو اس میں ہیں۔(ترمذی)

تشریح ۞ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا: الناس سے وہی لوگ مراد ہیں جو اس وقت غفلت سے سوتے تھے۔آپ ﷺ نے ان کو جگایا تا کہ ذکر اللہ میں مشغول ہوں اور تہجد ادا کریں۔

<u>ایک اشارہ</u>: اس سے اشارہ ملتا ہے کہ تہائی رات کا قیام مستحب ہے ایک نسخہ میں اذکروا اللہ تین بار وارد ہوا ہے۔

اُذْكُرُوا اللّٰهَ جَآءَتِ الرَّجْفَةُ : اللہ تعالیٰ کے انعامات اور راحتوں کو یاد کرو زلزلہ قیامت سر پر ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرف اشارہ ہے۔یوم ترجف الراجفة ......اور جاءت ماضی کا صیغہ یقینی وقوع کی وجہ سے لایا گیا گویا کہ وہ زلزلہ آچکا ہے اور مراد یہ ہے کہ اس کا آنا قریب ہے۔پس اس کے لئے تیاری کروتا کہ اس کا معاملہ سہل ہو۔

لطیف اشارہ: اس میں اشارہ کردیا کہ سونا موت کا حکم رکھتا ہے۔اس لئے کہ یہ پہلے نفخہ کا اثر ہے اور جاگنا دوسرے نفخے کا حکم رکھتا ہے یہ دونوں قیامت کے نشان ہیں اور اس کی یاد دلانے والے ہیں۔

لذت کومٹانے والی موت کا تذکرہ کیا کرو

۱۴/۵۲۱۴ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِصَلٰوةٍ فَرَاَی النَّاسَ كَاَنَّهُمْ یَكْتَشِرُوْنَ قَالَ اَمَا اِنَّكُمْ لَوْ اَكْثَرْتُمْ ذِكْرَهَا ذِمِ اللَّذَّاتِ لَشَغَلَكُمْ عَمَّا اَرَی الْمَوْتَ فَاَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ فَاِنَّهٗ لَمْ یَاْتِ عَلَی الْقَبْرِ یَوْمٌ اِلَّاتَكَلَّمَ فَیَقُوْلُ اَنَابَیْتُ الْغُرْبَةِ وَاَنَابَیْتُ الْوَحْدَةِ وَاَنَا بَیْتُ التُّرَابِ وَاَنَابَیْتُ الدُّوْدِ وَاِذَادُفِنَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ مَرْحَبًا وَاَهْلاً اَمَّا اِنْ كُنْتَ لَاَحَبَّ مَنْ یَمْشِیْ عَلٰی ظَهْرِیْ اِلَیَّ فَاِذَا وُلِّیْتُكَ الْیَوْمَ وَصِرْتَ اِلَیَّ فَسَتَرٰی صَنِیْعِیْ بِكَ قَالَ فَیَتَّسِعُ لَهٗ مُدَّبَصَرِهٖ وَیُفْتَحُ لَهٗ بَابٌ اِلَی الْجَنَّةِ وَاِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْفَاجِرُاَوِالْكَافِرُقَالَ لَهُ الْقَبْرُ لَا مَرْحَبًا لَهٗ وَلَا اَهْلاً اَمَّا اِنْ كُنْتَ لَاَبْغَضَ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی ظَهْرِیْ اِلَیَّ فَاِذَا وُلِّیْتُكَ الْیَوْمَ وَصِرْتَ اِلَیَّ فَسَتَرٰی صَنِیْعِیْ بِكَ قَالَ فَیَلْتَئِمُ عَلَیْهِ حَتّٰی تَخْتَلِفَ اَضْلَاعُهٗ قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِاَصَابِعِهٖ فَاَدْخَلَ بَعْضَهَا فِیْ جَوْفِ بَعْضٍ قَالَ یُقَیَّضُ لَهٗ سَبْعُوْنَ تِنِّیْنًا لَوْاَنَّ وَاحِدًا مِنْهَا نَفَخَ فِی الْاَرْضِ مَا اَنْبَتَتْ شَیْئًا مَا بَقِیَتِ الدُّنْیَا فَیَنْهَسْنَهٗ وَیَخْدِشْنَهٗ حَتّٰی یُفْضٰی بِهٖ اِلَی الْحِسَابِ قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْقَبْرُرَوْضَةٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّةِ اَوْحُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِالنَّارِ۔

(رواه الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ٥٥١/٤ حدیث رقم ٢٤٦٠ والنسائی فی السنن ٤/٤ حدیث رقم ١٨٢٤ وابن ماجه فی السنن ١٤٢٢/٢ حدیث رقم ٤٢٥٨

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے باہر تشریف لائے تو لوگوں کو دیکھا کہ وہ کسی بات پر ہنس رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم لذتوں کو مٹانے والی چیز کا تذکرہ کرتے تو وہ تمہیں اس سے روک دیتا جو میں دیکھ رہا ہوں۔لذتوں کو مٹانے والی موت کا تذکرہ کیا کرو اس لئے کہ قبر پر کوئی ایسا دن نہیں گزرتا کہ جس میں وہ بول کر اس طرح نہ کہتی ہو''میں غربت کا گھر ہوں میں تنہائی کا گھر ہوں۔میں کیڑوں کا گھر ہوں''اور جب مؤمن بندہ دفن کردیا جاتا ہے تو قبر مرحبا واھلا کہہ کر اس کا استقبال کرتی ہے اور کہتی ہے تو اپنے گھر میں آیا جو لوگ میری پشت پر چلتے ہیں ان میں تو مجھے بہت پیارا تھا اب جب کہ میں تیری ذمہ دار بنی اور تو میرے ہاں آیا تو اپنے ساتھ میرا برتاؤ

دیکھ لے گا۔ پھر وہ قبر حد نگاہ تک وسیع ہو جاتی ہے اور اس کے لئے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ اور جب فاجر و کافر کو دفن کیا جاتا ہے تو اسے قبر کہتی ہے تو میری پشت پر چلنے والوں میں مجھے سب سے زیادہ مبغوض تھا اب جب کہ میں تیری ذمہ دار بنی ہوں اور تو میری طرف لوٹ کر آیا ہے تو تو اپنے ساتھ میرا سلوک دیکھ لے گا۔ کہتے ہیں کہ پھر وہ قبر سکڑ جاتی ہے یہاں تک کہ مردہ کی پسلیاں ادھر سے ادھر ہو جاتی ہے۔ راوی کہتے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسری میں داخل فرما کر اشارہ کیا راوی کہتے ہیں کہ اس پر ستر اژدھے مسلط کر دیئے جاتے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک اژدھا زمین پر پھونک مار دے رہتی دنیا تک زمین پر کچھ نہ اُگے۔ وہ سانپ اسے کاٹتے اور نوچتے رہیں گے یہاں تک کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ لذات کو مٹانے والی کا اکثر تذکرہ کیا کرو۔ یہ غافلوں کے لئے خوب نصیحت ہے۔ موت کا یاد کرنا غافل کے دِل کو زندہ کرتا ہے۔

حضرت علی متقی رحمۃ اللہ علیہ کا طریق:

جب کوئی ان سے مرید ہوتا تو ایک تھیلی اس کے گلے میں ڈال دیتے جس پر موت کا لفظ لکھا ہوتا تھا تا کہ وہ تمنائیں کم سے کم کرے اور عمل خوب کرے بعض بادشاہ اپنے پیچھے موت کو یاد دلانے کے لئے آدمی مقرر کرتے تا کہ وہ الموت الموت کہتے رہیں اور ان کی بیماری کا علاج ہوتا رہے۔

فَاِنَّهٗ لَمْ يَاتِ: اس سے آپ ﷺ نے موت کو یاد رکھنے کی حکمت ذکر فرمائی۔ میں کیڑوں کا گھر ہوں پس تم کھانے پہننے کے سلسلے میں لذات میں مبتلا نہ ہو۔ کیونکہ انکا انجام فناء ہے اور وہاں تو عمل صالح کام آتے ہیں پس قبر عمل کا صندوق ہے۔ بعض نے کہا کہ بدبو سے کیڑے پیدا ہو کر جسم کو کھا جاتے ہیں پھر وہ ایک دوسرے کو کھا جاتے ہیں آخر میں ایک کیڑا رہ جاتا ہے وہ بھی آخر میں بھوک سے مر جاتا ہے اور انبیاء علیہم السلام اور شہداء اور اولیاء رحمہم اللہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ان **الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء الحديث**۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد کو کھائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے شہداء کے متعلق فرمایا: **ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتا بل احياء عند ربهم**...... ہرگز گمان مت کر وان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیے گئے مردہ بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں"۔

اور علماء باعمل جن کو اولیاء سے تعبیر کیا ہے ان کی سیاہی شہداء کے خون سے افضل ہے۔

روایت میں مراد:

بندہ سے فاسق اور اس کا فرد اکمل یعنی کافر مراد ہے کیونکہ اس کے مقابل بندہ مؤمن یعنی کامل مؤمن کہا گیا ہے،

قَالَ الْقَبْرُ مَرْحَبًا: زمین پر چلنے والوں میں تو میرے ہاں بہت مبغوض تھا قبر کا یہ قول اسی قسم سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **افمن كان مؤمنا كمن كان فاسقا**...... کیا وہ شخص جو مؤمن ہے اور وہ جو فاسق ہے برابر ہیں۔ کتاب وسنت

میں یہ طریقہ رائج ہے کہ فریقین کا حکم دنیا و آخرت کا بیان کر دیا جاتا ہے اور پردہ پوشی کے لئے مؤمن فاسق کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ④ یا پھر اس لئے اس کو چھوڑ دیا کہ وہ خوف و رجاء کی حالت میں ہے یہ نہیں کہ دو مرتبوں کے درمیان ایک مرتبہ بیان کرنے کے لئے چھوڑا۔ کما قال المعتزلہ۔

سبعون اس میں تحدید و تکثیر دونوں کا احتمال ہے اور دوسرے احتمال کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس میں عذاب قبر کے طور پر ننانوے اژدھے کا ذکر وارد ہوا ہے۔

ھود جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا

۱۵/۵۲۱۵ وَعَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ قَالَ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَیَّبَتْنِیْ هُوْدٌ وَاَخَوَاتُهَا۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی السنن ۵/ ۳۷۵ حدیث رقم ۳۲۹۷

ترجمہ: حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ بوڑھے ہو گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سورت ہود اور اس جیسی دوسری سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔ (ترمذی)

تشریح ۞ قَالَ شَیَّبَتْنِیْ هُوْد: یعنی جو سورتیں اسی طرح کی ہیں کہ ان میں قیامت کے مناظر کا تذکرہ ہے اسی طرح عذاب کا بیان آتا ہے، ان سورتوں کے مضامین سے مجھے امت کا غم ہوتا ہے کہ نہ جانے ان کا کیا حال ہوگا۔ اسی غم نے مجھے نڈھال کر دیا ہے۔

مجھے سورۂ ھود و مرسلات نے بوڑھا کر دیا

۱۶/۵۲۱۶ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَیَّبَتْنِیْ هُوْدٌ وَالْوَاقِعَةُ وَالْمُرْسَلٰتُ وَعَمَّ یَتَسَاءَلُوْنَ وَاِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ۔

(رواہ الترمذی و ذکر حدیث ابی ہریرۃ لا یلج النار فی کتاب الجهاد)

اخرجه الترمذی ۵/ ۳۷۵ حدیث رقم ۳۲۹۷

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ بوڑھے ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سورۃ ہود، الواقعہ، المرسلات، النبأ، اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ روایت جس کی ابتداء لایلج النار سے ہے وہ کتاب الجہاد میں مذکور ہے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ شَیَّبَتْنِیْ هُوْدٌ وَالْمُرْسَلٰت: کیونکہ ان سورتوں میں قیامت کے احوال اور آگ کے عذاب اور شدید وعیدوں کا تذکرہ ہے۔

الفصل الثالث:

کئی چھوٹے اعمال بھی ہلاک کن ہیں

۵۲۱۷/۱۷ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّكُمْ لَتَعْمَلُوْنَ اَعْمَالاً هِيَ اَدَقُّ فِيْ اَعْيُنِكُمْ مِنَ الشَّعْرِ كُنَّا نَعُدُّهَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُوْبِقَاتِ يَعْنِي الْمُهْلِكَاتِ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۲۹/۱۱ حدیث رقم ٦٤٩٢ والدارمی فی السنن ٤٠٧/٢ حدیث رقم ٢٧٦٨ واحمد فی المسند ٧٠/٦۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تم لوگ ایسے اعمال کرتے ہو جو تمہاری نگاہ میں بال سے زیادہ باریک ہیں ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ان کو ہلاک کرنے والا تصور کرتے تھے۔ (بخاری)

تشریح ۞ مِنَ الْمُوْبِقَاتِ: بڑے غور وفکر سے تم خیال کرتے ہو کہ یہ نیک عمل ہے حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ ۞ مراد یہ ہے کہ اس عمل کو تم حقیر سمجھ کر کرتے ہو۔ ۞ ہم تو ان کو ان اعمال سے خیال کرتے تھے جو مہلک ہیں یعنی کبائر سے۔

حقیر گناہ پر بھی مطالبہ ممکن ہے

۵۲۱۸/۱۸ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا عَائِشَةُ اِيَّاكِ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ فَاِنَّ لَهَا مِنَ اللّٰهِ طَالِبًا۔ (رواه ابن ماجة والدارمی والبیهقی فی شعب الایمان)

اخرجه ابن ماجه فی السنن ١٤١٧/٢ حدیث رقم ٤٢٤٣ والدارمی فی السنن ٣٩٢/٢ حدیث رقم ٢٧٢٦ واحمد فی المسند ٤٠٢/١۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عائشہ! تم حقیر اور معمولی گناہ سے گریز کرو۔ ان کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مطالبہ کرنے والا ہے۔ (ابن ماجہ، دارمی، بیہقی)

تشریح ۞ اِيَّاكِ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ: طالبًا۔ یعنی ان پر ایک طرح کا مطالبہ ہے ان پر ایک طرح کا عذاب ہے جس سے اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دیتا ہے۔ پس گویا گناہ اس حق تعالیٰ سے خود طلب کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے مطالبہ کو رد نہیں کرتا۔ طالبًا میں تنوین تعظیم کے لئے ہے: ای طالبًا عظیمًا۔ پس اس سے غفلت نہ کرنی چاہیے کیونکہ عموماً کرنے والے اس کو آسان جانتے ہیں۔ اور اس میں توبہ نہیں کرتے کہ معاف ہو جائے بلکہ ان کی طرف کوئی توجہ بھی نہیں کرتے یہ بھی کوئی خطرناک چیز ہے۔ وہ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ صغیرہ اصرار سے ہو تو وہ کبیرہ بن جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کے لحاظ سے تو وہ صغیرہ بھی کبیرہ ہے اس لئے کبھی اللہ تعالیٰ کبیرہ کو معاف کر دیتا اور صغیرہ پر پکڑ لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے بھی یہ بات حاصل ہوتی ہے۔ **ویغفر ما دون ذلك لمن یشاء الآیه**۔ وہ اس کے علاوہ جس کو چاہے بخش دے اور یہ ارشاد **ان تجتنبوا کبائر**

ما تنهون عنه نكفر عنكم سيئاتكم ۔اگر تم ان کبائر سے جن سے منع کیا جاتا ہے پرہیز کرو تو ہم تم سے تمہاری سیئات مٹا دیں گے''۔اس کا مطلب یہ ہے کہ صغیرہ گناہوں کی معافی کبائر سے بچنے کی صورت میں ملتی ہے۔واللہ اعلم۔ایک اور روایت میں ہے کہ تم اپنے آپ کو چھوٹے گناہوں سے بچاؤ حقیر گناہوں کی اس طرح مثال ہے جیسا کہ کچھ لوگ ایک ندی کے کنارے اترے پس وہ ایک لکڑی لایا اور اسی طرح ایک ایک لکڑی لاتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے اپنے لئے روٹی پکائی بلاشبہ اللہ تعالیٰ حقیر گناہ پر جب مواخذہ کرتا ہے تو اس کے کرنے والے کو ہلاک کر دیتا ہے۔

برابر سرابر چھوٹ جائیں تو بڑی بات ہے

۱۹/۵۲۱۹ وَعَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ بْنِ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ لِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ هَلْ تَدْرِیْ مَاقَالَ اَبِیْ لِاَبِیْكَ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَاِنَّ اَبِیْ قَالَ لِاَبِیْكَ یَا اَبَا مُوْسٰی هَلْ یَسُرُّكَ اَنَّ اِسْلَامَنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهِجْرَتَنَا مَعَهٗ وَجِهَادُنَا مَعَهٗ وَعَمَلُنَا كُلُّهٗ مَعَهٗ بَرَدَلَنَا وَاَنَّ كُلَّ عَمَلٍ عَمِلْنَا بَعْدَهٗ نَجَوْنَا مِنْهُ كَفَافًا رَاْسًا بِرَاْسٍ فَقَالَ اَبُوْكَ لِاَبِیْ لَاوَاللّٰهِ قَدْ جَاهَدْنَا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَّیْنَا وَصُمْنَا وَعَمِلْنَا خَیْرًا كَثِیْرًا وَاَسْلَمَ عَلٰی اَیْدِیْنَا بَشَرٌ كَثِیْرٌ وَّاِنَّا لَنَرْجُوْ ذَاكَ قَالَ اَبِیْ لٰكِنِّیْ اَنَا وَالَّذِیْ نَفْسُ عُمَرَ بِیَدِهٖ لَوَدِدْتُّ اَنَّ ذٰلِكَ بَرَدَلَنَا وَاَنَّ كُلَّ شَیْءٍ عَمِلْنَا بَعْدَهٗ نَجَوْنَا مِنْهُ كِفَافًا رَأْسًا بِرَأْسٍ فَقُلْتُ اِنَّ اَبَاكَ وَاللّٰهِ كَانَ خَیْرًا مِنْ اَبِیْ ۔ (بخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۵٤/۷ حدیث رقم ۳۹۱۵

ترجمہ: حضرت ابو بردہ بن ابوموسیٰ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ میرے والد نے تمہارے والد سے کیا کہا تھا؟ انہوں نے عرض کیا مجھے معلوم نہیں۔انہوں نے فرمایا میرے والد نے تمہارے والد سے کہا اے ابوموسیٰ! کیا تمہیں پسند ہے کہ ہمارا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اسلام لانا، ہجرت کرنا، جہاد کرنا اور ہمارے وہ تمام اعمال جو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں کئے وہ تمام ہمارے لئے برقرار رہتے اور وہ تمام اعمال جو ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کئے ان سے برابر سرابر چھوٹ جاتے۔تو تمہارے والد نے میرے والد سے کہا نہیں اللہ کی قسم! ہم نے آپ کے بعد جہاد کئے، نمازیں پڑھیں اور روزے رکھے اور بہت سے اچھے اعمال کئے، اور ہمارے ہاتھوں بہت سے لوگ ایمان لائے ہم اس کے اجر کی امید رکھتے ہیں۔میرے والد نے کہا لیکن مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ میں عمر کی جان ہے میں تو تمنا کرتا ہوں کہ وہ سب کچھ ہمارے لئے قائم و ثابت ہو اور آپ کے بعد جو کام کئے ہیں ان سے برابر سرابر نجات پا جائیں۔تو میں نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم! یقیناً تمہارے والد میرے والد سے بہتر تھے۔(بخاری)

تشریح ۞ كِفَافًا رَأْسًا بِرَأْسٍ: یعنی برابر سرابر چھوٹ جائیں نہ ان کا ضرر پہنچے اور نہ ہمیں ثواب ملے۔مطلب یہ ہے کہ اگر وہ ثواب کا موجب نہ ہو تو باعث عذاب بھی نہ ہو۔جیسا کہ کسی نے کہا۔طاعت ناقص ما موجب غفران نہ شود۔راضیم گر مدد علت عصیاں نشود۔

وہ اعمال جو ہم نے آپ کے سایہ تربیت میں انجام دیئے ان کی قبولیت کا گمان کرتے ہیں اور باقی رہنے کی امید کرتے ہیں۔باقی وہ اعمال جو آپ کے بعد میں کیے ہیں وہ خرابی سے خالی نہیں اگر برابر پورے ہو جائیں تو غنیمت ہے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تابع تو متبوع کا پیرو ہوتا ہے تو تابع کے علم وعمل کا صحت وفساد روشنی وضیاء متبوع کے صحت وفساد اور اعتقاد واخلاص پر مبنی ہے۔ذرا غور فرمائیں کہ مقتدی کی نماز کی صحت وفساد کا مدار امام پر ہوتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کئے جانے والے اعمال کی درستگی وکمال میں تو کوئی شبہ نہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کئے جانے والے اعمال حالات میں تغیر کی وجہ سے کم درجہ رکھتے ہیں جیسا کہ بعض صحابہ کرام نے فرمایا کہ ہم نے آپ کے دفن سے فراغت پا کر مٹی سے ہاتھ نہ جھاڑے تھے کہ دلوں میں تغیر پایا کیونکہ آفتاب نبوت کی روشنی وضیاء کی وجہ سے محروم ہو گئے۔پس برابر چھوٹ جانا بڑی غنیمت ہے۔

یہ بات تو جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نسبت سے تھی اور ان کے بعد تو طاعات عجب، ریا اور غرور سے بھری ہوئی ہیں ان کی کیا حیثیت بس رحمت الٰہی کی آنکھ اگر بدکاروں کو نیکوں کے ساتھ تار دے تو یہ اس کا فضل ہے۔

بعض عارفین نے کہا ہے کہ وہ معصیت جو عاجزی پیدا کرے وہ اس اطاعت سے بہتر ہے جو عجب وتکبر کو لازم کرے۔آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جب تمہارا والد مقام خوف وخشیت میں اس مرتبے کا ہے تو میرے باپ سے اس کا مقام اعلیٰ ہوگا۔﴿۲﴾ تعجب مقصود ہے کہ تیرا باپ جو اتنے بلند مرتبے والا اور میرے باپ سے بہتر ہے اس کی جب یہ حالت ہے پھر اس سے ظاہر ہوا کہ یہ مقام نہایت نازک ہے۔

بے مثال احکام

۲۰/۵۲۲۰ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنِیْ رَبِّیْ بِتِسْعٍ خَشْیَةِ اللّٰهِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَةِ وَکَلِمَةِ الْعَدْلِ فِی الْغَضَبِ وَالرِّضَا وَالْقَصْدِ فِی الْفَقْرِ وَالْغِنَا وَاَنْ اَصِلَ مَنْ قَطَعَنِیْ وَاُعْطِیَ مَنْ حَرَمَنِیْ وَاَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَنِیْ وَاَنْ یَکُوْنَ صَمْتِیْ فِکْرًا وَنُطْقِیْ ذِکْرًا وَنَظَرِیْ عِبْرَةً وَاٰمُرَ بِالْعُرْفِ وَقِیْلَ بِالْمَعْرُوْفِ ۔

رواہ رزین ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔میرے رب نے مجھے نو باتوں کا حکم دیا ہے۔﴿۱﴾ اللہ تعالیٰ کا خوف خفیہ اور ظاہر حالت میں۔﴿۲﴾ غصہ اور رضامندی دونوں میں عدل کرنا۔﴿۳﴾ فقر وغناء میں میانہ روی۔﴿۴﴾ اس سے جوڑنا جو توڑے اور اس کو دینا جو محروم کرے۔﴿۵﴾ اس کو معاف کروں جو مجھ پر زیادتی کرے۔﴿۶﴾ خاموشی بطور فکر ہو۔﴿۷﴾ گفتگو ذکر ہو۔﴿۸﴾ دیکھنا نگاہ عبرت سے ہو۔﴿۹﴾ اچھائی کا حکم دیتا رہوں عرف کی جگہ معروف کا لفظ بھی ہے۔(رزین)

تشریح ۞ ایک روایت میں بالعرف کی بجائے بالمعروف وارد ہوا ہے اور دونوں کے معنیٰ ایک ہیں معروف کا معنیٰ اچھی بات کرنا ہے۔نہی عن المنکر کو یہاں ذکر نہیں کیا۔کیوں کہ امر بالمعروف دونوں کو شامل ہے اچھی بات کرنا اور بری بات سے منع

کرنا اور یہ خصلت نو خصلتوں سے زائد ہے۔اور یہ تمام بھلائیوں اور اطاعت اور حقوق خلق وحق کو شامل ہے اور وہ اس میں سمیٹ کر ذکر کر دیئے گئے ہیں۔

معمولی آنسو کی قدر و منزلت

۲۱/۵۲۲۱ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ يَخْرُجُ مِنْ عَيْنَيْهِ دُمُوْعٌ وَاِنْ كَانَ مِثْلَ رَاْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ثُمَّ يُصِيْبُ شَيْئًا مِنْ حُرِّ وَجْهِهٖ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ۔

اخرجه ابن ماجه في السنن ۲/ ۱٤۰٤ حديث رقم ٤۱۹۷

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس بندہ کی آنکھوں سے مکھی کے سر کے برابر آنسو نکل آئے پھر وہ آنسو اس کے چہرے کے ظاہری حصہ کو چھوئے تو اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کو حرام کر دیں گے۔(ابن ماجہ)

تشریح ۞ اِنْ كَانَ مِثْلَ رَاْسِ الذُّبَابِ: یعنی وہ آنسو اس قدر قلیل ہو جو چھوٹائی میں مکھی کے سر کے برابر ہو۔۞ وہ آنسو آنکھ سے جاری ہو کر چہرے پر گرے۔

حُر: چہرے کا ظاہری حصہ اور اس کا مقابل۔حرالدار۔گھر کے درمیان کیلئے بولتے ہیں

بَابُ تَغَيُّرِ النَّاسِ

لوگوں میں تغیر وتبدل کا بیان

تغیر۔ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلنا۔یہاں اس سے مراد وہ تغیر ہے جو زمانہ نبوت میں لوگوں کی دین پر استقامت وثابت قدمی، اتباع حق، زہد دنیا، اور زیب وزینت سے نفرت کی صورت میں پایا جاتا تھا۔اور دنیا کی موجودگی، خدم وحشم، دبدبہ پر عدم غرور، پسندیدہ اعمال اور صفات حمیدہ، اخلاق عالیہ پر ثابت قدمی، نورانیت قلبی اور صفائے باطن سب کچھ موجود تھا اور آخری زمانہ میں اس کے الٹ باتوں کا لوگوں میں پیدا ہونا مراد ہے

الفصل الاول:

سو میں ایک اونٹ بھی سواری کے قابل نہیں

۱/۵۲۲۲ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا النَّاسُ كَالْاِبِلِ الْمِائَةِ لَاتَكَادُ

تَجِدُ فِيهَا رَاحِلَةً۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۳۳/۱۱ حدیث رقم ٦٤٩٨ومسلم فی صحیحه ۱۹۷۳/٤ حدیث رقم (۲۳۲-۲۰٤۷) والترمذی فی السنن ١٤١/٥ حدیث رقم ۳۸۷۲وابن ماجه ۱۳۲۱/۲ حدیث رقم ۳۹۹۰ واحمد فی المسند ۷۰/۲۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کی مثال ان سو اونٹوں کی طرح ہے جس میں ایک بھی سواری کے قابل نہ ہو۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ رَاحِلَةً :وہ اونٹ جو سفر کی قوت اور بوجھ اٹھانے کی طاقت رکھتا ہو۔اس میں تا مبالغہ کیلئے ہے۔مطلب یہ ہے کہ لوگ بہت ہیں مگر ان میں کام کے تھوڑے ہیں جیسا کہ اونٹ بہت مگر سواری کے قابل کوئی کوئی۔ ① آدمیوں میں کم ہی نبی کی صحبت کا حق بجالانے والے اوران کی مدد کرنے والے ہیں۔

② اس سے مراد قرون ثلاثہ کے بعد آنے والے ہیں۔جو کہ امت میں اس زمانہ میں نیک ہوں گے۔

③ حق یہ ہے کہ اس قید کی ضرورت نہیں۔کامل مسلمان اس زمانہ میں بھی کم ہوں کا مطلب یہ ہے کہ تمام پسندیدہ صفات والے کم ہوئے اور ہیں۔آخری زمانہ میں اور بھی کم ہیں ان تین قرنوں کی فضیلت و بھلائی بعد میں آنے والے لوگوں پر کثرت وقلت کے اعتبار سے باقی ہے۔

الْمِائَةِ :یہ کثرت کے لئے ہے تحدید کے لئے نہیں ہے پس مخلص عالم کا وجود سونے کی طرح ہے۔اس لئے بعض ارباب حال نے کہا یہ قحط الرجال کا زمانہ ہے۔سہل تستری مسجد سے نکلے اور لوگوں کا جم گھٹا پایا تو فرمایا اللہ والے بہت ہیں مگر مخلص کم ہیں۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : **قليل من عبادى الشكور** اور فرمایا: **الذين امنوا وعملوا الصالحات وقليل ماهم**......۔

یہود و نصاریٰ کی اتباعِ کامل

۲/۵۲۲۳ وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰى لَوْدَخَلُوْا جُحْرَضَبٍّ تَبِعْتُمُوْهُمْ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى قَالَ فَمَنْ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٤٩٥/٦ حدیث رقم ۳٤٥٦ومسلم فی صحیحه ۲۰٥٤/٤ حدیث رقم (۲٦٦۹/٦) واحمد فی المسند ٥١١/۲

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے سے پہلے لوگوں کے راستہ پر بالشت بالشت کے برابر اور ہاتھ ہاتھ کے برابر چلو گے۔یہاں تک کہ وہ اگر کسی گوہ کے سوراخ میں گھسے ہوں گے تو تم بھی ان کی پیروی کرو گے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا۔یارسول اللہ! کیا اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

پھر اور کون؟ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ سنن جمع سنت طریقہ کو کہا جاتا ہے خواہ اچھا ہو یا برا۔ یہاں خواہش پرست، بدعتیوں کا طرزِ عمل مراد ہے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کے بعد ان کے طرزِ عمل کو بدل ڈالا اور کتاب اللہ میں تحریف کے در پے ہوئے۔

نیک لوگوں کے جانے پر بقایا بھوسہ رہ جائے گا

۳/۵۲۲۴ وَعَنْ مِرْدَاسٍ الْاَسْلَمِيِّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْهَبُوْنَ الصَّالِحُوْنَ الْاَوَّلُ فَالْاَوَّلُ وَيَبْقٰى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ الشَّعِيْرِ اَوِ التَّمْرِ لَا يُبَالِيْهِمُ اللّٰهُ بَالَةً۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱/۲۵۱ حدیث رقم ٦٤٣٤۔

ترجمہ: حضرت مرداس اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک لوگ یکے بعد دیگرے چلے جائیں گے پھر بھوسہ رہ جائے گا۔ جیسا کہ جو یا چھوہاروں کا بھوسہ۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی پرواہ نہ ہوگی۔ (بخاری)

تشریح ۞ مِرْدَاسٍ الْاَسْلَمِيِّ: یہ اصحاب شجرہ سے ہیں۔ کوفہ کے مقیم صحابہ کرام سے ہیں۔

الْاَوَّلُ فَالْاَوَّلُ: یکے بعد دیگرے۔ ہر ایک کو بعد والے کے مقابلے میں پہلا فرمایا۔

حُفَالَةٌ: ردی، بیکار چیز، حثالہ کا لفظ بھی یہی معنی رکھتا ہے اسے رذالہ بھی کہتے ہیں۔ صاحب صراح کہتے ہیں حفالہ۔ بھوسہ، حثالہ، جو کا چھلکا، کھجور کا بھوسہ۔

لَا يُبَالِيْهِمُ اللّٰهُ: اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی کچھ قدر و منزلت نہ ہوگی

الفصل الثانی:

اکڑنے کی سزا بروں کا تسلط

۴/۵۲۲۵ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَشَتْ اُمَّتِي الْمُطَيْطَاءَ وَخَدَمَتْهُمْ اَبْنَاءُ الْمُلُوْكِ اَبْنَاءُ فَارِسٍ وَالرُّوْمِ سَلَّطَ اللّٰهُ شِرَارَهَا عَلٰى خِيَارِهَا۔

(رواه الترمذی وقال هذا حدیث غریب)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤/٤٥٦ حدیث رقم ۲۲٦۱

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میری امت اکڑ کر چلے اور فارس و روم کے شہزادے ان کی خدمت کریں تو اللہ تعالیٰ ان کے اچھوں پر ان کے بروں کو مسلط کر دے گا۔ (ترمذی)

تشریح ۞ سَلَّطَ اللّٰهُ شِرَارَهَا عَلٰى خِيَارِهَا: ظالموں کو مظلوموں پر مسلط کر دیں گے۔ یہ اطلاع غیب سے ہے جو اسی طرح واقع ہوئی ہے جیسے فرمایا روم و فارس کو فتح کر کے ان کو نوکر بنا دیا اور سلطنت مضبوط ہوئی۔ قاتلین عثمان (شریر) لوگوں

کو مسلط کر دیا۔ اور بنو امیہ کو بنی ہاشم پر اور انہوں نے جو کیا سو کیا۔ پھر بنو عباس کو بنو امیہ پر مسلط کیا ان کے ساتھ انہوں نے جو کیا تاریخ اس پر گواہ ہے۔

مَطِیطَاءَ: یہ مد و قصر دونوں طرح وارد ہوا ہے۔ اس کا معنی ہے۔ اترانا، ہاتھ لٹکا کر زمین پر چلنا۔ مط، تمط، تکبر سے رخسار و آبرو کا کھینچنا، اس لفظ کو بعض نے ایک یا سے اور بعض نے دو یا سے لکھا ہے۔ اسی کو راجح کہا گیا ہے۔ (مجمع البحار، صراح) قاموس کا رجحان پہلے کی طرف ہے۔

بدترین لوگ دُنیا کے وارث

۵/۵۲۲۶ وَعَنْ حُذَیْفَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَقْتُلُوْا اِمَامَکُمْ وَتَجْتَلِدُوْا بِاَسْیَافِکُمْ وَیَرِثُ دُنْیَاکُمْ شِرَارُکُمْ۔ (رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذی فی ٤٠٧/٤ حدیث رقم ٢١٧٠ وابن ماجه فی السنن ١٣٤٢/٢ حدیث رقم ٤٠٤٣ واحمد فی المسند ٣٨٩/٥۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک قیامت نہ آئے گی جب تک کہ تم اپنے امام کو قتل نہ کر دو گے اور ایک دوسرے پر اپنی تلواریں چلاؤ گے اور بدترین لوگ تمہاری دنیا کے وارث ہوں گے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ **تَجْتَلِدُوْا**: اجتلاء، تجالد مجالدہ ایک دوسرے پر تلوار چلانے کو کہتے ہیں۔

یَرِثُ دُنْیَاکُمْ: ظالموں اور فاسقوں کو حکومت و اقتدار مل جائے گا۔

خبیث ابن خبیث دُنیا کا کامیاب ترین آدمی

۶/۵۲۲۷ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَکُوْنَ اَسْعَدَ النَّاسِ بِالدُّنْیَا لُکَعُ ابْنُ لُکَعَ۔ (رواہ الترمذی والبیهقی وفی دلائل النبوة)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤٢٧/٤ حدیث رقم ٢٢٠٩ واحمد فی المسند ٣٨٩/٥

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ دنیا کا کامیاب ترین شخص خبیث ابن خبیث ہوگا۔ (ترمذی، بیہقی فی دلائل النبوۃ)

تشریح ۞ **اَسْعَدَ النَّاسِ بِالدُّنْیَا**: کثرت اموال، آسائش زندگی اور نفاذ حکم وغیرہ۔

لُکَعُ ابْنُ لُکَعَ: کمینے جن کی کوئی اصل نہ ہوگی۔ کمینہ، غلام، احمق جو صحیح حرف بولنے کی قدرت نہ رکھتا ہو۔ چھوٹا بچہ یہ تمام معانی ہیں جن میں اسے استعمال کیا جاتا ہے۔

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو

۵۲۲۸/۷ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ اَبِي طَالِبٍ قَالَ اِنَّا لَجُلُوْسٌ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَاطَّلَعَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ ابْنُ عُمَيْرٍ مَا عَلَيْهِ اِلاَّ بُرْدَةٌ لَهٗ مَرْفُوْعَةٌ بِفَرْوٍ فَلَمَّا رَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكٰى لِلَّذِيْ كَانَ فِيْهِ مِنَ النِّعْمَةِ وَالَّذِيْ هُوَفِيْهِ الْيَوْمَ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ بِكُمْ اِذَا غَدَا اَحَدُكُمْ فِي حُلَّةٍ وَرَاحَ فِي حُلَّةٍ وَوُضِعَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ صَحْفَةٌ وَرُفِعَتْ اُخْرٰى وَسَتَرْتُمْ بُيُوْتَكُمْ كَمَا تُسْتَرُ الْكَعْبَةُ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مِّنَّا الْيَوْمَ نَتَفَرَّغُ لِلْعِبَادَةِ وَنُكْفَى الْمُؤْنَةَ قَالَ لَا اَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرٌ مِّنْكُمْ يَوْمَئِذٍ۔

(رواہ الترمذی)

اخرجه الترمذي في السنن ٥٥٨/٤ حديث رقم ٢٤٧٦

ترجمہ: حضرت محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھے ایک ایسے شخص نے خبر دی جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے کہ اچانک ہمارے سامنے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ آئے جن کے جسم پر صرف ایک پیوند شدہ چادر تھی۔ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپ کو ان کی خوشحالی کا وہ منظر یاد آیا جس میں وہ کل تھے اور جس (تنگدستی) میں آج ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا کہ جب تم میں سے کوئی شخص ایک جوڑا صبح کو پہنے گا تو دوسرا شام کو اور اس کے سامنے کھانا کا ایک پیالہ رکھا جائے گا تو دوسرا اٹھایا جائے گا اور تم اپنے گھروں کو ایسے کپڑے پہناؤ گے جیسے کعبہ کو پہنائے جاتے ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا ہم اس دن آج کے دن سے اچھے ہوں گے کہ عبادت کے لئے فارغ ہوں گے اور مشقت سے کفایت ہو گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ آج کے دن تم اس کے مقابلہ میں اچھے ہو۔ (ترمذی)

تشریح: مصعب بن عمیر کو فقر و فاقہ کی اس حالت میں دیکھا، جمع الجوامع میں علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس حال میں آئے کہ انہوں نے بھیڑ کا چمڑہ کمر پر باندھا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کو دیکھو جس کے دِل کو اللہ تعالیٰ نے روشن و منور فرمایا ہے مجھے معلوم ہے کہ اس کے والدین اسے خوب اچھا کھلاتے پلاتے اور پہناتے تھے مگر آج اس کے جسم پر ایک ایسا کپڑا نظر آ رہا ہے جو ایک درہم سے بھی کم قیمت کا ہے مگر اس کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت میسر آ گئی ہے اور یہ حال ہو گیا جو تمہارے سامنے ہے۔ یہ مصعب قریشی تھے۔ کبار فضلاء سے ہیں۔ مدینہ کی طرف آپ کے مبلغ ہیں زمانہ جاہلیت میں خوب ٹھاٹھ والے تھے جب اسلام لائے تو تمام مال ترک کر کے زہد کو اختیار فرمایا۔ چالیس سال کی عمر میں احد میں شہادت پائی۔

خوشی کا رونا:

ظاہر سے تو یہ سمجھا گیا کہ آپ کا مصعب کو دیکھ کر رونا رحم وشفقت کی وجہ سے تھا کہ کہاں یہ تنعم میں مستغرق اور کہاں آج یہ عسرت مگر حقیقت اس طرح نہیں یہ واقعہ اس کی تردید کرتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں آئے۔ آپ اس وقت لیٹے ہوئے تھے۔ جسم پر کپڑا نہ ہونے کی وجہ سے چارپائی یا چٹائی کے نشان جسم اقدس پر نمایاں تھے۔ حضرت عمر کو کسریٰ وقیصر کا عیش وآرام سامنے آیا تو رونے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا اے عمر کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ ان کو یہ نعمتیں دنیا میں ملیں اور ہمیں آخرت میں ملیں۔ انتہی۔ پس اولیٰ یہ ہے کہ اسے خوشی کا رونا کہا جائے جو مال ودولت کے باوجود زہد کو اختیار کرنے کے سلسلہ میں اس امت میں پایا گیا۔

۲ رونے کو اس پر محمول کیا جائے کہ یہ غم ہی کا رونا تھا مگر اس بات پر تھا کہ عبادت کی مددگار اشیاء بھی ان کو میسر نہیں ہیں حالانکہ وہ لازمۂ عبادت ہیں مثلاً لباس وغیرہ۔ ہماری تاویل کی تائید روایت کے ان الفاظ سے ہوتی ہے :**ثم قال رسول الله ﷺ کیف بکم اذا غدا احدکم فی حلة وراح فی حلة**۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے بالمقابل تعیش کو ذکر فرما کر مذمت فرمائی۔

قَالَ لَا اَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرٌ مِّنْكُمْ يَوْمَئِذٍ تم آج بہتر ہو اس لئے کہ جو فقیر بقدر کفایت رکھتا ہو وہ اس غنی سے بہتر ہے جو دنیا میں اتنا مشغول ہو کہ وہ عبادت کے لئے اپنے کو فارغ نہیں کرتا جیسا کہ وہ شخص جو بقدر ضرورت مال رکھتا ہو اور کثرت اشتغال کی وجہ سے اپنے آپ کو عبادت کے لئے فارغ نہیں کرتا۔ پس اس روایت سے صراحت سے یہ دلالت مل گئی کہ فقیر صابر وشاکر غنی سے بہتر ہے۔

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو قوی الایمان ہیں غناء کی وجہ سے یہ حال ہے تو ہم ضعیف الایمان لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ اس کی دلیل وہ روایت ہے جو مسند فردوس میں دیلمی نے نقل کی ہے۔ **ماوزویت الدنیا عن احد الا کانت خیرہ له الحدیث** مرفوعًا۔ کسی سے دنیا سمیٹ لی جائے وہ اس کے لئے بہتر ہے۔ یہاں **عن احد** عموما پر دلالت کرتا ہے پس کافر فقیر کا عذاب کافر غنی کے مقابلہ میں خفیف تر ہوگا۔ جب فقیر کو فقر کا فائدہ اس دار فانی میں بھی ہے تو مؤمن صابر کو اس کا بدلہ آخرت میں کیونکر نہ ہوگا۔

دین پر ثابت قدم گویا چنگاری پکڑنے والا ہوگا

۸/۵۲۲۹ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِىْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ اَلصَّابِرُ فِيْهِمْ عَلٰى دِيْنِهٖ كَالْقَابِضِ عَلَى الْجَمْرِ ۔ (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب اسنادہ)

اخرجه الترمذی فی السنن ٤/٥٦٥ حدیث رقم ٢٢٦٠ واحمد فی مسنده ٢ / ٣٩٠ [illegible]

تَرْجَمَہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آرہا ہے کہ اس میں دین پر جما رہنے والا چنگاری کو ہاتھ میں لینے والے کی طرح ہوگا۔ (ترمذی نے اسے غریب کہا ہے)

تشریح ۞ کَالْقَابِضِ عَلَى الْجَمْرِ: انگارے کو پکڑنا اور اس کو دیر تک اپنے ہاتھ میں روک کر رکھنا نہایت مشکل ودشوار ہے تو اسی طرح دین پر ثابت قدم رہنا اور اخیر زمانہ میں اس پر استقامت اختیار کرنا مشکل ہے کیونکہ فسق وفجور کا ظہور اور فساق وفجار کا غلبہ ہوگا اور دین کی حمایت وموافقت کرنے والوں کی تعداد بہت کم ہوگی۔

جب امراء شریر اور معاملات عورتوں کے حوالہ ہوں تو بطن زمین پشت سے بہتر ہے

۹/۵۲۳۰ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ اُمَرَآءُ كُمْ خِيَارَكُمْ وَاَغْنِيَاءُ كُمْ سُمَحَائَكُمْ وَاُمُوْرُكُمْ شُوْرٰى بَيْنَكُمْ فَظَهْرُ الْاَرْضِ خَيْرٌلَّكُمْ مِنْ بَطْنِهَا وَاِذَا كَانَ اُمَرَاءُ كُمْ شِرَارَكُمْ وَاَغْنِيَاءُ كُمْ بُخَلَاءَ كُمْ وَاُمُوْرُكُمْ اِلٰى نِسَاءِ كُمْ فَبَطْنُ الْاَرْضِ خَيْرٌلَّكُمْ مِنْ ظَهْرِهَا۔ (رواه الترمذی وقال هذا حديث غريب)

اخرجه الترمذی فی السنن ۴۵۹/۴ حديث رقم ۲۲۶۶۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے امراء بہتر لوگ ہوں اور تمہارے مالدار سخی ہوں اور تمہارے معاملات مشورہ سے طے ہوں تو اس وقت زمین کی پشت اس کے باطن سے اچھی ہے اور جب تمہارے امراء تم میں سے شریر لوگ ہوں اور تمہارے مالدار بخیل ہوں اور معاملات تمہاری عورتوں کے ہاتھ میں ہوں تو زمین کا اندرون تمہارے لئے اس کی پشت سے بہت بہتر ہے۔ (ترمذی نے اسے غریب کہا ہے)

تشریح ۞ اُمُوْرُكُمْ اِلٰى نِسَاءِ كُمْ: تم معاملات کو عورتوں کے سپرد کرو گے حالانکہ وہ ناقصات العقل والدین ہیں ا ان کے متعلق وارد ہے کہ شاوروهن وخالفوهن اوران مردوں کا حکم عورتوں جیسا ہے جو حب مال وجاہ میں مبتلا ہیں اور دینی ضرر کو کوئی حیثیت نہیں دیتے اوراس کے نتائج بد سے واقف نہیں ہیں۔

۞ بظاہر عبارت اس طرح ہونی چاہیے تھی کہ تمہارا معاملہ تمہارے درمیان مختلف ہو جیسا کہ مشورہ کے مقابل یہی ہے مگر اس طرح فرمایا امورکم تو اس سے گویا اس طرف اشارہ کر دیا کہ اکثر تنازع اور اختلاف عورتوں کی پیروی کی وجہ سے ہوتا ہے اور ان کی رائے کو اختیار کرنے کے باعث ہوتا ہے۔

تم کثرت کے باوجود کوڑا کرکٹ کی طرح ہو گے

۱۰/۵۲۳۱ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ الْاُمَمُ اَنْ تَدَاعٰى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْاَكَلَةُ اِلٰى قَصْعَتِهَا فَقَالَ قَائِلٌ وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ قَالَ بَلْ اَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ وَلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ فِیْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنَ قَالَ قَائِلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْوَهْنُ قَالَ حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ۔ (رواه ابوداؤد والبيهقی فی دلائل النبوة)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ٤٨٣/٤ حدیث رقم ٤٢٩٧، واحمد فی المسند ٢٧٨/٥۔

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریب ہے کہ لوگ تم پر ایک دوسرے کو اس طرح دعوت دیں جیسے کھانے والا اپنے پیالہ کی طرف بلاتا ہے۔ایک شخص نے عرض کیا! کیا ہماری کمی کی وجہ سے ایسا ہوگا فرمایا بلکہ اس وقت تمہاری کثرت ہوگی مگر تم سیلاب کے کوڑا کرکٹ کی طرح ہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں بزدلی ڈال دے گا ایک کہنے والے نے کہا یارسول اللہ! وہن کیا ہوتا ہے فرمایا دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔ (ابوداؤد، بیہقی)

تشریح ❀ **یُوْشِكُ الْاُمَم**: کفار اور گمراہ لوگوں کے گروہ تم پر ایک دوسرے کو دعوت دیں گے تا کہ تمہاری شوکت کو توڑیں۔

كَمَا تَدَاعَى الْاٰكِلَة: جیسا کہ بلا رکاوٹ پیالہ کی طرف وہ کھانے کے لئے دور سے آتے ہیں اسی طرح کفار تمہاری ہلاکت اور تباہی کیلئے بلا خوف وخطر حملہ آور ہوں گے۔اس میں واضح اشارہ ہے کہ تم ان کے سامنے تر لقمہ کی طرح ہو گے وہ آسانی سے تمہیں ہلاک کر دیں گے۔ (آج کل یہ اظہر من الشمس ہے)

وَلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ: تم سیلابی پانی کے خس وخاشاک کی طرح ہو گے غثاء درختوں کے پرانے پتے جو سیلاب میں بہتے ہیں یعنی تمہاری قوت وشجاعت ختم ہو جائے گی۔

حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْت: جب دنیا سے محبت ہوگی تو اس کی طرف کثرت سے رغبت ہوگی اور جب آدمی دنیا میں مستغرق ہو تو وہ موت کو پسند نہیں کرتا یعنی تم دشمن سے مقابلہ کی طاقت نہ پاؤ گے۔

الفصل الثالث:

چار برائیوں کا خطرناک انجام

۱۱/۵۲۳۲ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَاظَهَرَ الْغُلُوْلُ فِیْ قَوْمٍ اِلَّا اَلْقَى اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ وَلَا فَشَا الزِّنَا فِیْ قَوْمٍ اِلَّا كَثُرَفِيْهِمُ الْمَوْتُ وَلَا نَقَصَ قَوْمٌ الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِلَّا قُطِعَ عَنْهُمُ الرِّزْقُ وَلَا حَكَمَ قَوْمٌ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّا فَشَافِيْهِمُ الدَّمُ وَلَا خَتَرَ قَوْمٌ بِالْعَهْدِ اِلَّا سُلِّطَ عَلَيْهِمُ الْعَدُوُّ۔ (رواه مالك)

اخرجه مالك فی الموطأ ٤١٠٠/٢ حدیث رقم ٢٦ من كتاب الجهاد۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب کسی قوم میں خیانت آ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں رعب کو ڈال دیتے ہیں اور جب کسی قوم میں زنا پھیل جاتا ہے تو ان میں موت کی کثرت ہو جاتی ہے اور جو قوم ماپ تول میں کمی کرتی ہے اللہ تعالیٰ ان سے رزق کو منقطع کر دیتے ہیں اور جس قوم میں ناحق فیصلے ہوتے ہیں ان میں خون ریزی پھیل جاتی ہے اور جو قوم عہد کو توڑتی ہے تو ان پر دشمن کو مسلط کر دیا جاتا ہے۔ (موطا مالک)

نَقَصَ قَوْمٌ: ناپ تول میں خیانت۔ **خَتَرَ**: دھوکہ دینا۔ دو فریقوں کا ایک دوسرے کو فریب دینا۔ قاموس میں

اس کا معنی غدر، فریب لکھا ہے۔

بَابٌ فِیْ ذِكْرِ الْاِنْذَارِ وَالتَّحْذِيْرِ

ڈرانے اور نصیحت کرنے کا بیان

مشکوٰۃ کے صحیح نسخوں میں تو فقط لفظ باب ہی مذکور ہے ترجمۃ الباب کوئی مذکور نہیں ہے مگر ابن الملک کہتے ہیں کہ باب انذار والتحذیر سے متعلق ہے گویا اس میں ایسی روایات لائیں گے جو انذار اور تحذیر سے متعلق ہوں۔

الفصل الاوّل:

خطبۂ نبوت، اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی کتاب دی جس کو پانی نہیں دھو سکتا

۱/۵۲۳۳ عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ الْمُجَاشِعِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاتَ يَوْمٍ فِیْ خُطْبَتِهٖ اَلَا اِنَّ رَبِّیْ اَمَرَنِیْ اَنْ اُعَلِّمَكُمْ مَاجَهِلْتُمْ مِمَّا عَلَّمَنِیْ يَوْمِیْ هٰذَا كُلُّ مَالٍ نَحَلْتُهٗ عَبْدًا حَلَالٌ وَاِنِّیْ خَلَقْتُ عِبَادِیْ حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ وَاِنَّهُمْ اَتَتْهُمُ الشَّيٰطِيْنُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِيْنِهِمْ وَحَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ مَا اَحْلَلْتُ لَهُمْ وَاَمَرَتْهُمْ اَنْ يُّشْرِكُوْا بِیْ مَالَمْ اُنْزِلْ بِهٖ سُلْطَانًا وَاِنَّ اللّٰهَ نَظَرَ اِلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ فَمَقَتَهُمْ عَرَبَهُمْ وَعَجَمَهُمْ اِلَّا بَقَايَا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ وَقَالَ اِنَّمَا بَعَثْتُكَ لِاَبْتَلِيَكَ وَاَبْتَلِیَ بِكَ وَاَنْزَلْتُ عَلَيْكَ كِتَابًا لَا يَغْسِلُهُ الْمَاءُ وَتَقْرَؤُهٗ نَائِمًا وَيَقْظَانَ وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِیْ اَنْ اُحَرِّقَ قُرَيْشًا فَقُلْتُ اِذًا يَثْلَغُوْا رَاْسِیْ فَيَدَعُوْهُ خُبْزَةً قَالَ اسْتَخْرِجْهُمْ كَمَا اَخْرَجُوْكَ وَاغْزُهُمْ نُغْزِكَ وَاَنْفِقْ فَسَنُنْفِقُ عَلَيْكَ وَابْعَثْ جَيْشًا نَبْعَثْ خَمْسَةً مِثْلَهٗ وَقَاتِلْ بِمَنْ اَطَاعَكَ مَنْ عَصَاكَ۔ (رواہ مسلم)

أخرجهُ مسلم فی صحیحه ٤/٢١٩٧ حدیث رقم ٦٣/٢٨٦٥ ـ وأحمد فی المسند ٤/٢٦٦ ـ

ترجمہ: عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ میں ارشاد فرمایا سنو! اے لوگو بے شک میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں وہ چیز سکھاؤں جس سے تم ناواقف ہو اور میرے رب نے آج مجھے یہ سکھایا ہے کہ: ① جو مال میں کسی بندے کو دوں تو اس کے لئے حلال ہے۔ ② میں نے اپنے تمام بندوں کو ایسے حال میں پیدا کیا کہ وہ سب برائیوں سے علیحدگی اختیار کرنے والے تھے ان کے پاس شیاطین آتے رہے اور انہوں نے ان کو ان کے دین سے پھیر دیا اور ان پر ان چیزوں کو حرام کر دیا جو میں نے ان کے لئے حلال کی تھیں۔ ③ اور ان شیاطین نے ان کو حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ ان کو شریک ٹھہرائیں جس کی میں نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور ④ اللہ تعالیٰ نے اہل ارض کی طرف دیکھا تو اللہ تعالیٰ ان کے عرب و عجم پر ناراض ہوئے سوائے ان لوگوں کے جو اہل کتاب سے باقی تھے اور فرمایا بے شک میں نے

آپ کواس لئے بھیجا ہے تا کہ میں آپ کو آزماؤں اور آپ کے ساتھ اور لوگوں کو بھی آزماؤں۔ ۵ اور میں نے آپ پر ایسی کتاب اتاری ہے جس کو پانی نہیں دھو سکتا آپ اس کو سوتے جاگتے پڑھیں گے۔ ۶ بیشک اللہ نے مجھے حکم دیا کہ میں قریش کو جلا ڈالوں تو میں نے عرض کیا پھر تو قریش میرے سر کو کچل دیں گے اور اس کو روٹی جیسا چپٹا کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں عنقریب ان کو نکال دوں گا جیسا انہوں نے آپ ﷺ کو نکالا ہے اور تم ان سے جہاد کرو ہم اس میں تمہاری مدد کریں گے اور تم خرچ کرو عنقریب تم پر خرچ کیا جائے گا تم لشکر بھیجو ہم اس کے پانچ گنا لشکر بھیجیں گے اور تم ان کو ساتھ لے کر لڑو جو تمہاری فرمانبرداری کریں ان لوگوں کے خلاف جو تمہاری نافرمانی کریں۔ (مسلم)

تشریح ✿ **حُنَفَاءَ**: جو باطل سے مائل یعنی حق و اطاعت کو قبول کرنے کے لئے ہر وقت مستعد و تیار ہوں اس سے فطرت اسلام کی طرف اشارہ کر دیا کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے بالفعل مسلمان ہونا مراد نہیں۔ ۲ اس سے عہد الست مراد ہے جس کے جواب میں سب نے جواب دیا اگرچہ اس کے بعد شرک واختلاف کیا۔

وَتَقْرَئُهٗ نَائِمًا وَيَقْظَان ۱ ایسی کتاب دیں گے جس پر اتنا ملکہ حاصل ہوگا کہ ہر وقت قرآن تیرے ذہن میں رہے گا اور تیرا نفس غالب احوال میں اس کی طرف متوجہ رہے گا پس سوتے جاگتے تو اس سے غافل نہ ہوگا۔ جس آدمی کو کسی کام کے کرنے کی قدرت ہو۔ اس کے متعلق یہی کہا جاتا ہے کہ یہ اسے سوتے جاگتے کرتا ہے۔ (کذا قال الطیبیؒ) خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید تمہارے دِل میں سونے کی حالت میں ہے۔

۲ آپ کے قلب اطہر سے متعلق تو اس تاویل کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ کا دِل بیدار رہتا تھا اور آنکھیں سوتیں تھیں اور امت کے بھی کئی لوگ نیند کی حالت میں پڑھتے دیکھے گئے ہیں۔

حکایت: ایک شخص اپنے شیخ سے قرآن مجید دس دس آیات کا دور کیا کرتا تھا جب شیخ فوت ہوئے تو اسی وقت میں وہ مرید شیخ کی قبر پر گیا وہاں دس آیات پڑھیں تو قبر سے دس آیات پڑھنے کی آواز آئی یہ سلسلہ بوقت تہجد اسی طرح چلتا رہا یہاں تک کہ مرید نے کسی اور کو بتلایا جس سے یہ سلسلہ منقطع ہوگیا۔

حَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ مَا اَحْلَلْتُ لَهٗ: شرعاً حلال کیں انہوں نے حرام قرار دیں اور بحیرہ سائبہ بنایا۔

الشَّيٰطِيْنُ: شیطان کا لشکر۔

لَا يَغْسِلُهُ الْمَاءُ: کا مطلب یہ ہے کہ اس میں تغیر و تبدل نہ ہوگا۔

ثلغ: کسی خشک وسخت چیز کو نرم و پست کرنا جیسا پھل درخت سے گر کر پاؤں تلے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔

غزا یغزو: غلبہ دینا غزی یغزی بھی اسی معنی میں آتا ہے۔

صفا کا پہلا وعظ اور ابولہب کا ردعمل

۲/۵۲۴۴ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ فَصَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّفَا فَجَعَلَ يُنَادِيْ يَابَنِيْ فِهْرٍ يَابَنِيْ عَدِيٍّ لِبُطُوْنِ قُرَيْشٍ حَتّٰى اجْتَمَعُوْا فَقَالَ اَرَاَيْتَكُمْ

لَوْاَخْبَرْتُکُمْ اَنَّ خَیْلاً بِالْوَادِیْ تُرِیْدُ اَنْ تُغِیْرَ عَلَیْکُمْ اَکُنْتُمْ مُصَدِّقِیَّ قَالُوْا نَعَمْ مَاجَرَّبْنَا عَلَیْکَ اِلاَّ صِدْقًا قَالَ فَاِنِّیْ نَذِیْرٌ لَّکُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ فَقَالَ اَبُوْلَهَبٍ تَبًّا لَکَ سَائِرَ الْیَوْمِ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا فَنَزَلَتْ تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ (متفق علیه وفی روایة) وَنَادٰی یَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ اِنَّمَا مَثَلِیْ وَمَثَلُکُمْ کَمَثَلِ رَجُلٍ رَاَی الْعَدُوَّ فَانْطَلَقَ یَرْبَأُ اَهْلَهٗ فَخَشِیَ اَنْ یَسْبِقُوْهُ فَجَعَلَ یَهْتِفُ یَاصَبَاحَاهُ.

اخرجه البخاری فی صحیحه حدیث رقم ٤٧٧٠ ومسلم فی صحیحه ١٩٣/١ حدیث رقم (٣٥٥-٢٠٨) والترمذی فی السنن ٤٢٠/٥ حدیث رقم ٣٣٦٣ والدارمی فی ٣٩٥/٢ حدیث رقم ٢٧٣٢ واحمد فی المسند ٣٠٧/١۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت: وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ ۔اتری تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پر چڑھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح آواز دینے لگے اے بنی فہر، اے بنی عدی، یعنی بطون قریش کو آپ نے بلایا یہاں تک کہ وہ سب جمع ہو چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر میں تمہیں اطلاع دوں کہ وادی میں ایک گھڑ سوار دستہ تم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے کیا تم میری تصدیق کرو گے انہوں نے کہا جی ہاں! اس لئے کہ ہم نے آپ کے متعلق سچائی ہی کا تجربہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا میں سخت عذاب سے پہلے تمہیں ڈرانے والا ہوں تو ابولہب بول اٹھا: تَبًّا لَکَ سَائِرَ الْیَوْمِ ترجمہ تیرے لئے سارا دن ہلاکت ہو کیا تم نے اسی کی خاطر ہمیں جمع کیا چنانچہ سورت تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ......اتری۔(بخاری، مسلم) اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا اے بنی عبد مناف میری اور تمہاری مثال اس آدمی جیسی ہے کہ جس نے دشمن کو دیکھ لیا تو وہ اپنے اہل وعیال کی حفاظت کے لئے چل دیا تو اسے خطرہ پیدا ہوا کہ دشمن کہیں اس سے پہلے نہ پہنچ جائے تو وہ زور زور سے آوازیں دینے لگا۔یا صباحاہ

تشریح ❁ **بُطُوْن**: یہ بطن کی جمع ہے اس کا معنی پیٹ ہے اصطلاح میں قبیلہ کی شاخ کو کہا جاتا ہے قریش یہ نضر بن کنانہ کی اولاد کو کہا جاتا ہے بطن کے بعد درجہ افخاذ کا ہے۔خلاصہ ہے کہ قبیلہ بمنزلہ جنس ہے جیسے قریش اور بطن بمنزلہ نوع جیسے بنو ہاشم فخذ بمنزلہ فصل جیسے عبدالمطلب کی اولاد یہ بطور استعارہ ایک دوسرے کے لئے استعمال ہوتے ہیں جیسے یہاں قریش میں سے بنی فہر ایک قبیلہ ہے مگر اسے بطن کا نام دیا ہے اور وادی سے مراد وادی فاطمہ ہے جو مکہ اور مدینہ کے مابین پائی جاتی ہے۔ابولہب جس کا نام عبدالعزیٰ تھا وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گستاخی کی وجہ سے ہلاک ہوا۔ہاتھوں کی ہلاکت سے ذات کی ہلاکت مراد ہے۔جیسا دوسری آیت میں فرمایا: ولا تلقوا بایدکم الی التهلکة......اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو ② دونوں ہاتھوں سے مراد دنیا و آخرت ہیں کہ اس کی موجود و آئندہ زندگی دونوں تباہ ہو گئیں۔

③ بعض نے کہا ہاتھوں کو ذکر اس وجہ سے کیا کہ آپ نے ابولہب کو خصوصا خطاب کر کے ڈرایا تو ابولہب نے پتھر اٹھایا تا کہ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مارے بعض روایات میں اس طرح منقول ہے۔

اے بنی عبد مناف میری اور تمہاری مثال اس آدمی جیسی ہے کہ جس نے دشمن کا ایک لشکر دیکھا اور وہ دشمن کی غارت گری سے قوم کو بچانا چاہتا ہے چنانچہ وہ ایک بلند ٹیلے پر چڑھا تا کہ اس کی آواز قوم تک پہنچ جائے۔اسے خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں قوم تک دشمن خبردار ہونے سے پہلے نہ پہنچ جائے چنانچہ اس نے کہنا شروع کیا یاصباحاہ یاصباحاہ۔

۞ یہ ہاشم کے والد کا نام ہے اور عبد شمس کا بھی والد ہے مناف ایک بت تھا جس کی پوجا کی جاتی تھی۔

یا صباحاہ کسی وحشت ناک معاملے سے ڈرانے کے لئے یہ کلمہ مستعمل تھا۔عرب میں عموماً لوٹ مار صبح کے وقت ہوتی تھی تو صبح کے وقت فریاد کرتے تا کہ اس سے آگاہ رہیں اس کا معنی یہ ہے۔اے قوم اس لوٹ سے خبردار ہو جاؤ جو کہ تمہارے چلے جانے کی وجہ سے دشمن تمہارے مال واسباب پر کرنا چاہتا ہے۔گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس عذاب سے بچو اور عذاب کے اترنے سے پہلے ایمان لے آؤ۔

قریش کو دعوتِ عام

۳/۵۲۳۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ دَعَا النَّبِیُّ ﷺ قُرَیْشًا فَاجْتَمَعُوْا فَعَمَّ وَخَصَّ فَقَالَ یَا بَنِیْ كَعْبِ بْنِ لُوَیٍّ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ یَابَنِیْ مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ یَابَنِیْ عَبْدِ شَمْسٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ یَابَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ یَابَنِیْ هَاشِمٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ وَیَا فَاطِمَةُ اَنْقِذِیْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْئًا غَیْرَ اَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَاَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا (رواه مسلم وفى المتفق عليه) قَالَ یَامَعْشَرَ قُرَیْشٍ اشْتَرُوْا اَنْفُسَكُمْ لَا اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْئًا یَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ لَا اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا یَاعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبِ لَا اُغْنِیْ عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا وَیَا صَفِیَّةُ عَمَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا اُغْنِیْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا وَیَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ سَلِیْنِیْ مَاشِئْتِ مِنْ مَالِیْ لَا اُغْنِیْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا۔

اخرجه البخاري في صحيحه ٣٨٢/٥ حديث رقم ٢٧٥٣ ومسلم في صحيحه ١٩٢/١ حديث رقم (٣٤٨-٢٠٤) والترمذي في السنن ٣١٦/٥ حديث رقم ٣١٨٥ والنسائي ٢٤٩/٦ حديث رقم ٣٦٤٤ واحمد في المسند ٣٣٣/٢ ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری و انذر عشیرتك الاقربین۔تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو بلایا پس وہ اکٹھے ہوئے تو آپؐ نے ہر خاص وعام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے بنی کعب بن لوی اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ۔اے بنی مرہ بن کعب اپنے آپ کو آگ سے چھڑاؤ اے بنی عبد شمس اپنے آپ کو آگ سے نکالو۔اے بنی عبد مناف اپنے آپ کو آگ سے چھڑاؤ' اے بنی ہاشم اپنے آپ کو آگ سے محفوظ کرو۔اے بنی عبد المطلب اپنے آپ کو آگ سے نکالو۔اے فاطمہ تو اپنے آپ کو آگ سے بچا۔میں تمہارے لئے اللہ کے مقابل کسی چیز کا مالک نہیں ہوں سوائے اس کے کہ میری تم سے رشتہ داری ہے جس کی تری سے میں تمہیں تر کر دوں۔یہ مسلم کی روایت ہے بخاری اور مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں اے قریش کے گروہ اپنی جانوں کو خرید لو میں اللہ سے بچانے کے لئے ذرہ برابر بھی تمہارے کام نہیں آسکتا۔اے بنی عبد مناف میں اللہ سے چھڑانے کے لئے ذرہ برابر بھی تمہارے کام نہیں آسکتا۔اے عباس بن عبد المطلب میں اللہ کے مقابل میں ذرہ بھر بھی تمہارے کام نہیں آسکتا۔اے رسول اللہ کی پھوپھی صفیہ میں تم سے اللہ کے مقابل کچھ بھی دور نہیں کر سکتا۔اے فاطمہ بنت محمد تم مجھ سے جو چاہو مانگ لو میں تم سے اللہ کے مقابل کچھ دور نہیں کر سکتا۔

تشریح ۞ لوی: یہ جداعلی کا نام ہے یہ غالب بن فہر کے بیٹے ہیں
مُرَّۃ: یہ قریش کی نسل سے ایک جد ہے عبد مناف یہ ہاشم وعبد شمس کا باپ ہے۔

بنی ہاشم یہ آپ کے جداعلی ہیں اس خطاب میں آپ کے چچا اوران کے بیٹے شامل ہیں اوراس انذار میں آپ ﷺ نے اپنی اولاد کو شامل فرمایا کہ میں عذاب الٰہی سے تمہیں بچانہیں سکتا اگر تمہیں اللہ تعالیٰ عذاب دینے کا ارادہ فرمائے اور یہ مفہوم آپ ﷺ نے قرآن مجید کی آیت سے لیا۔ قل فمن یملك لكم من الله شیئا ان ارادبكم ضرًا او ارادبكم نفعا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کرنے کا حکم فرمایا: قل لا املك لنفسی نفعاولا ضرًا الا ماشاء الله الآیہ آپ کہہ دیں کہ میں اپنے نفس کے لئے ذرہ بھر نفع اور ذرہ بھی نقصان کا اختیار نہیں رکھتا مگر جو چاہے اللہ تعالیٰ۔

رَحِمًا سَابُلُّهَا: ابل کا معنی صلہ رحمی اور احسان ہے۔ حاصل یہ ہے کہ میں قرابت والوں سے ہمیشہ صلہ واحسان کرتا ہوں اوران سے ظلم وزیادتی کو دور کرتا ہوں۔

صاحبِ نہایہ کا قول: بلال جمع بلل ہے جس کا معنی تری ہے اہل عرب اسے سلوک واحسان کے لئے استعمال کرتے ہیں جیسا کہ یبس یعنی خشکی کو قطع کے لئے استعمال کرتے ہیں جب تری کو چیزوں کی باہمی پیوستگی کا ذریعہ پایا تو اسے سلوک واحسان کے لئے استعمال کرلیا۔ گویا خشکی تفرق ہے اور بلل وتری استعارہ وصل ہوا۔ اس روایت میں خاندان واقرباء کو ڈرانے میں مبالغہ کیا تا کہ خبردار ہو کر وہ ایمان لائیں جنہوں نے ایمان کو قبول نہیں کیا۔ جوان میں سے ایمان لائے وہ اعلی بشارتوں کے حقدار ٹھہرے اسی طرح آپ کی شفاعت سے بھی بہت سے امت کے افراد کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بے پروائی سے خوف دلایا جو کہ ایسے حال کا متقاضی ہے۔ ۞ فضائل وشفاعت کے احکام بعد میں اتارے گئے۔

مَاشِئْتِ مِنْ مَالِیْ: بعض نے کہا کہ آپ کے پاس مکہ میں مال کہاں تھا مگر اس کی تردید اس آیت سے ہوتی ہے ووجدك عائلا فاغنٰی...... آپ کو محتاج پایا (خدیجہ کے مال سے) غنی کردیا مال مطلق تو تھوڑی بہت سب مقدار پر بولا جاتا ہے یہ تو کہیں سے معلوم نہیں کہ آپ کے پاس مال بالکل نہ ہو باقی یہ روایت بالفعل مال کی موجودگی کو ثابت نہیں کرتی۔ ۞ ممکن ہے یہ مطلب ہو کہ اگر کچھ مال میرے پاس ہوتا تو تمہیں دے دیتا۔

الفصل الثّانی:

اس اُمت کا عذاب فتن وزلازل ہیں

۴/۵۲۳۶ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُمَّتِیْ هٰذِهٖ اُمَّةٌ مَرْحُوْمَةٌ لَیْسَ عَلَیْهَا عَذَابٌ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابُهَا فِی الدُّنْیَا الْفِتَنُ وَالزَّلَازِلُ وَالْقَتْلُ۔ (رواہ ابوداؤد)

اخرجه ابوداوٗد فی السنن ٤٦٨/٤ حدیث رقم ٤٢٧٨ وابن ماجه ١٤٣٤/٢ حدیث رقم ٢٤٩٢ واحمد فی المسند ٤١٠/٤

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری یہ امت رحمت والی امت ہے اس پر آخرت میں عذاب نہ ہوا اور دنیا میں اس کا عذاب فتنے زلزلے اور قتل ہیں۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ لَيْسَ عَلَيْهَا عَذَابٌ: یعنی شدید عذاب نہ ہوگا ان کی سزا دنیا میں امراض اور مشقتوں سے اور قسما قسم کے مصائب سے ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں آیا ہے من يعمل سوء يجزبه الآيه جو برا کام کرے گا اسے اس کی سزا ملے گی واللہ اعلم اور معنی کی تائید اس قول سے بھی ہوتی ہے عذابها في الدنيا الحديث یہ روایت ان لوگوں سے خاص ہے جو کبائر کے مرتکب نہیں ممکن ہے کہ یہ صحابہ کرام کی جماعت ہو۔

مظہر کا قول: یہ روایت مشکل ہے کیونکہ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ اس امت کے مرتکب کبیرہ کو بھی عذاب قبر نہیں ہوگا بس اس کی تاویل کرنے کے بغیر چارہ کار نہیں کہ اس امت سے مراد وہ لوگ ہیں جو آپ کی کامل اتباع کرنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے ممنوعات سے گریزاں ہوں۔ جلیل القدر صحابی سعد بن معاذ کے ضغطہ قبر والی روایت واضح طور پر اس کے خلاف ہے۔ اسی طرح یہود پر عذاب قبر والی روایت بھی وارد ہے۔

الزَّلَازِل جمع زلزله حوادث زمانہ مراد ہیں وہ ان کے گناہوں کا کفارہ اور رفع درجات کی ذریعہ بنتا ہے۔

وَالْقَتْلُ: ① اگر یہ قتل کفار اور مبتدعین کے ہاتھ سے ہو تو یہ موجب شہادت اور باعث اجر ہے۔ ② اگر مسلمانوں کی آپس میں لڑائی کے باعث ہو تو اشتباہ و تاویل کی وجہ سے دونوں پر سلامتی ہے تاکہ برزخ میں گناہوں کی سزا بھگت کر آخرت میں پاک وصاف جائیں اور ایک صریح ظالم ہو تو پھر مظلوم ماجور ہوگا۔ ③ بعض علماء نے عذاب قبر کو اس امت کے خصائص سے شمار کیا مگر یہ درست نہیں جیسا کہ بہت سی روایات میں وارد ہے۔

نبوت ورحمت' پھر خلافت' پھر کاٹ کھانے والی بادشاہی

۵/۵۲۳۷ وَعَنْ اَبِیْ عُبَيْدَةَ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ بَدَءَ نُبُوَّةً وَّرَحْمَةً ثُمَّ يَكُوْنُ خِلَافَةً وَّرَحْمَةً ثُمَّ مَلَكًا عَضُوْضًا ثُمَّ كَائِنٌ جَبْرِيَّةً وَّعُتُوًّا وَفَسَادًا فِي الْاَرْضِ يَسْتَحِلُّوْنَ الْحَرِيْرَ وَالْفُرُوْجَ وَالْخُمُوْرَ يُرْزَقُوْنَ عَلٰى ذٰلِكَ وَيُنْصَرُوْنَ حَتّٰى يَلْقُوا اللّٰهَ۔

(رواه البيهقي في شعب الايمان)

اخرجه الدارمي في السنن ١٥٥/٢ حديث رقم ٢١٠٠ ـ والبيهقي في شعب الإيمان ١٦/٥ حديث رقم ٥٦١٦

ترجمہ: حضرت ابوعبیدہ بن الجراح اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ کام نبوت اور رحمت سے شروع ہوا پھر خلافت ورحمت ہوگی پھر کاٹ کھانے والی بادشاہت ہوگی اور پھر زبردستی وسرکشی اور فساد زمین میں پھیل جائے گا وہ لوگ ریشم اور شرمگاہوں اور شرابوں کو حلال قرار دیں گے اور اس کے باوجود ان کو رزق دیا جائے گا اور ان کی مدد کی جائے گی یہاں تک کہ وہ اللہ سے جاملیں۔ (بیہقی)

تشریح ۞ بَدَءَ: ظاہر ہونا شروع ہونا۔

نُبُوَّةً وَرَحْمَةً :اس دین کی ابتداء نزول وحی ورحمت سے ہوئی۔

ثُمَّ يَكُوْنُ خِلَافَةً : پھر زمانہ خلفاء راشدین تھا جو دین ودیانت کا انتظام رکھتا تھا اور وہ تیس برس کا زمانہ تھا اس میں ساڑھے نو برس خلفائے راشدین اور چھ ماہ خلافت حسنی کے یہ خلافت نبوت ہے اس میں حضرت امیر معاویہ کا حصہ نہیں ہے۔

ثُمَّ مَلَكًا عَضُوْضًا: بعض روایات میں ملوکا عضوضا ہے یعنی ظالمانہ بادشاہت یا ظالم بادشاہ جو لوگوں کو ناحق ایذاء دیں گے یہ اکثریت کے لحاظ سے ہے اور القلیل کالمعدوم۔ پس عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ پر اعتراض نہ رہے گا۔

فَسَادًا: زمین میں فساد بگاڑ خرابیاں، لوٹ مار رہی۔ ان ظالموں نے بطور تسلط یہ حکومت حاصل کی شروط امامت کی اس میں پاسداری نہ تھی رعایا پر ظلم ہوتے رہے انہوں نے اپنے دین کا قطعا خیال نہ کیا اور اولیاء صالحین اور علماء عاملین کی طرف التفات نہ کی۔

ہمارے زمانے کے سلاطین باہم قتال کی طرف لوٹ گئے ہیں کفار سے جہاد ترک کر دیا ہے اسی لئے بعض علماء نے ان کو سلطان عادل کہنے والے شخص کو کافر قرار دیا ہے۔ پس فساد بڑھ گیا بعض ازبکوں نے شہر میں بلاتفریق علماء، صلحاء، عورتوں، ضعفاء، بیماروں، اندھوں، اپاہجوں سب کو قتل کر ڈالا حالانکہ وہ سب لوگ اہلسنّت والجماعت تھے اور مدعی سلطنت کہتا تھا کہ میں تو علم وشریعت کی تعظیم کرتا ہوں۔

مَسْئَلَه: علماء فرماتے ہیں اگر کسی قلعہ کو مسلمان فتح کریں جہاں ہزاروں اہل حرب ہوں مگر ایک ذمی مجہول الحال مل جائے تو قتل عام کا حکم درست نہیں۔ لا حول ولا قوة الا بالله ومالم يشأ لم يكن واعلم ان الله على كل شئ قدير وان الله قد احاط بكل شیء علما۔ اب تو ہر طرف فساد ہے تا آنکہ سرزمین حرمین میں بھی اللہ تعالیٰ حرمین کا محافظ اور اپنے سچے دین کا مددگار رہے ہر گھڑی پہلے سے بدتر ہے۔

سب سے پہلے اسلام کو اُلٹ دیا جائے گا

۶/۵۲۳۸ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اَوَّلَ مَا يُكْفَأُ قَالَ زَيْدُ بْنُ يَحْيَى الرَّاوِيْ يَعْنِي الْاِسْلَامَ كَمَا يُكْفَأُ الْاِنَاءُ يَعْنِي الْخَمْرَ قِيْلَ فَكَيْفَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَقَدْ بَيَّنَ اللّٰهُ فِيْهَا مَا بَيَّنَ قَالَ يُسَمُّوْنَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا فَيَسْتَحِلُّوْنَهَا۔ (رواه الدارمی)

اخرجه الدارمی فی السنن ۱۵۵/۲ حدیث رقم ۲۱۰۰۔

تَرْجَمَه: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے جس بات کو الٹ دیا جائے گا وہ اسلام ہے زید بن یحییٰ راوی نے یہی تفسیر کی ہے اور وہ اس طرح الٹ جائے گا جس طرح کہ برتن کو الٹا جاتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ اس سے مراد شراب کا برتن ہے بعضوں نے سوال کیا یا رسول اللہ یہ کیسے ہوگا جب کہ اللہ نے اس میں ہر چیز واضح کر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا نام اور رکھ لیں گے اور اس کو حلال قرار دیں گے۔ (دارمی)

تشریح ۞ مَایُکْفَا: اس سے آگے راوی کی تشریح ہے خبر کو حذف کر دیا۔ کفاء برتن کو اوندھا کرنا اگر وہ پانی والا ہے تو الٹ دیا جائے تو اس میں کوئی چیز نہ پڑے اسی طرح اسلام کے احکام سے سب سے پہلے شراب کے حکم کو الٹ دیا جائے گا۔ اس کو اور ناموں سے پئیں گے اور اس کو حلال کرنے کے لئے مختلف بہانے بنائیں گے۔ اگر حلال سمجھیں گے تو کافر ہو جائیں گے اور اگر حرام سمجھ کر پئیں گے تو فاسق و فاجر ہوں گے۔

الفصل الثالث:

زمانہ نبوت وخلافت پھر بادشاہت

۵۲۳۹/۷ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكُوْنُ النُّبُوَّةُ فِيْكُمْ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةً عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ مَلَكًا عَاضًا فَيَكُوْنُ مَاشَآءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ مَلَكًا عَاضًا فَتَكُوْنُ مَاشَآءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ يَكُوْنُ مَلَكاً جَبْرِيَّةً فَيَكُوْنُ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةً عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ قَالَ حَبِيْبٌ فَلَمَّا قَامَ عُمَرُبْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ كَتَبْتُ اِلَيْهِ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اُذَكِّرُهٗ اِيَّاهُ وَقُلْتُ اَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنَ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بَعْدَ الْمُلْكِ الْعَاضِّ وَالْجَبْرِيَّةِ فَسُرَّبِهٖ وَاَعْجَبَهٗ يَعْنِيْ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ۔

اخرجه احمد فی المسند ٤/٢٧٣۔

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبوت تم میں رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ اس کو رکھنا چاہیں گے پھر اللہ تعالیٰ اس کو اٹھالیں گے پھر خلافت منہاج نبوت پر ہوگی اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہیں گے اس کو رکھیں گے پھر اللہ تعالیٰ اس کو اٹھالیں گے پھر کاٹ کھانے والی بادشاہی ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس کو جب تک چاہیں گے رکھیں گے پھر اللہ تعالیٰ اس کو اٹھالیں گے پھر جبری بادشاہی ہوگی اللہ تعالیٰ جب تک چاہیں گے اس کو رکھیں گے پھر اللہ تعالیٰ اس کو اٹھالیں گے پھر خلافت علیٰ منہاج نبوت ہوگی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ حبیب راوی کہتے ہیں کہ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنے تو میں نے ان کی طرف یہ روایت لکھی اور میں نے ان کو یاد دلایا کہ مجھے امید ہے کہ کاٹ کھانے والی بادشاہی اور جبری بادشاہی کے بعد آپ ہی امیر المؤمنین ہیں تو آپ اس پر بہت خوش ہوئے اور آپ کو یہ بات بڑی پسند آئی۔ (دلائل نبوت بیہقی)

فتنوں کا بیان

"فِتَن" اصل میں فِتْنَة کی جمع ہے جیسا کہ مِحَنْ، مِحْنَةٌ کی جمع ہے اس کے کئی معانی آتے ہیں آزمائش کسی کو پسند کرنا کسی پر فریفتہ ہونا گمراہ ہونا گمراہ کرنا گناہ کفر ذلت، عذاب۔ سونے چاندی کو پگھلانا، جنون، مال، اولاد کی محبت، لوگوں کا باہمی رائے میں اختلاف کرنا وغیرہ۔ (قاموس، صراح، نہایہ)

مؤلف مشکوۃ نے کتاب کے عنوان سے یہ آخری کتاب ذکر کی ہے آئندہ بہت سے غیر متعلق ابواب کو زور وزبردستی اس میں داخل کیا ہے مثلاً باب المناقب کا اس سے کوئی ربط وجوڑ نہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ جو کچھ اس میں بیان ہوا اس پر ہم اعتقاد کے پابند ہیں تو اس لحاظ سے تمام کتاب کی باتیں یہی حکم رکھتی ہیں بس تسامح کہہ لینا مناسب ہے واللہ اعلم

الفصل الاول:

قیامت سے پہلے وقوع پذیر فتنوں کا تذکرہ

۱/۵۲۴۰ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَكَ شَيْئًا يَكُوْنُ فِيْ مَقَامِهِ ذٰلِكَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِهٖ حَفِظَهٗ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ قَدْ عَلِمَهٗ اَصْحَابِيْ هٰؤُلَاءِ وَاِنَّهٗ لَيَكُوْنُ مِنْهُ الشَّيْءُ قَدْ نَسِيْتُهٗ فَاَرَاهُ فَاَذْكُرُهٗ كَمَا يَذْكُرُ الرَّجُلُ وَجْهَ الرَّجُلِ اِذَا غَابَ عَنْهُ ثُمَّ اِذَا رَاٰهُ عَرَفَهٗ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۴۹۴/۱۱ حدیث رقم ۶۶۰۴ ومسلم فی صحیحه ۲۲۱۷/۴ حدیث رقم (۲۳-۲۸۹۱) واخرجه ابو داؤد ۴۴۱/۴ حدیث رقم ۴۲۴۰ والترمذی فی السنن ۴۱۰/۴ حدیث رقم ۲۱۹۱ وابن ماجه فی السنن ۱۳۴۶/۲ حدیث رقم ۴۰۵۳ واحمد فی المسند ۳۸۵/۵۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس جگہ میں قیامت تک آنے والی ہر چیز کو بیان کیا جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا سو بھول گیا اور میرے

احباب اس بات کو جانتے ہیں ان واقعات میں سے کوئی چیز اگر رونما ہوتی ہے اور میں اس کو بھول چکا ہوتا ہوں تو دیکھ کر وہ مجھے یاد آ جاتی ہے جس طرح کہ کوئی آدمی دوسرے آدمی کی پہچان کر لیتا ہے پھر جب وہ اس سے غائب رہتا ہے تو پھر اس کو دیکھتے ہی پہچان لیتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ❁ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَةِ: مختصر و موجز خطبہ سے پیش آئندہ واقعات کی نشاندہی فرمائی، ان واقعات کو سمیٹ کر گویا کوزے میں سمندر بند کر دیا پس یاد رکھنے والوں نے یاد رکھا اور بھولنے والے بھول گئے۔ آج میں کئی واقعات کو مشاہداتی صورت میں اسی طرح دیکھ رہا ہوں جیسے آپ نے خبر دی تھی۔

دِلوں پر فتنوں کا ہجوم

۲/۵۲۴۱ وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ تُعْرَضُ الْفِتَنُ عَلَى الْقُلُوْبِ كَالْحَصِيْرِ عُوْدًا عُوْدًا فَاَىُّ قَلْبٍ اُشْرِبَهَا نُكِتَتْ فِيْهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ وَاَىُّ قَلْبٍ اَنْكَرَهَا نُكِتَتْ فِيْهِ نُكْتَةٌ بَيْضَاءُ حَتّٰى يَصِيْرَ عَلٰى قَلْبَيْنِ اَبْيَضَ مِثْلُ الصَّفَاءِ فَلَا تَضُرُّهُ فِتْنَةٌ مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَالْاٰخَرُ اَسْوَدُ مُرْبَادًا كَالْكُوْزِ مُجَخِّيًا لَا يَعْرِفُ مَعْرُوْفًا وَلَا يُنْكِرُ مُنْكَرًا اِلَّا مَا اُشْرِبَ مِنْ هَوَاهُ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱۲۸/۱ حدیث رقم (۲۳۱-۱۴۴) واحمد فی المسند ۴۰۵/۵

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ دلوں پر فتنے اس طرح پیش کئے جائیں گے جیسے چٹائی (بننے کے لئے) ایک تنکا (پتہ) اس پر پیش کیا جاتا ہے جس دل پر اس کا اثر ہو گیا تو اس پر ایک سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے اور جس دل نے اس کا انکار کر دیا تو اس پر سفید نکتہ پڑ جاتا ہے یہاں تک کہ لوگ دو قسم کے دلوں والے ہو جائیں گے۔ ایک سفید جو سفید سنگ مرمر کی طرح ہوگا پس اسے فتنہ نقصان نہ پہنچا سکے گا جب تک کہ آسمان و زمین باقی ہیں اور دوسرا سیاہ مٹیالہ جیسا کہ اوندھا برتن جو نہ بھلائی کی پہچان کرے اور نہ برائی کو اوپرا خیال کرے سوائے اس چیز کے کہ جس کی محبت اس کے دل میں رچ بس گئی۔ (مسلم)

تشریح ❁ فتنے بلائیں، مشقتیں نمبر۲ عقائد فاسدہ اور شہوات نفسانیہ۔

عُوْدًا: اس کو تین طرح روایت کیا گیا ہے یہ مشہور تر روایت ہے اس کا معنی یہ ہے کہ دل پر فتنے اسی طرح اثر کریں گے جس طرح بوریا بننے کی لکڑی بار بار اس میں داخل کی جاتی ہے۔ یہاں کھجور کی وہ شاخیں مراد ہیں جن سے وہ بوریا بنا جاتا ہے۔

نمبر۲ دل پر فتنے کو کھجور کی ان شاخوں سے تشبیہ دی جن سے چارپائی بنی جاتی ہے جیسے وہ ایک دوسرے میں داخل ہوتی ہے۔ اسی طرح دل پر پے در پے فتنے برپا ہوں گے۔

نمبر۳ اس سے مراد فتنے کا دل پر اثر انداز ہونا ہے جیسا کہ چٹائی سونے والے کے جسم کو چمٹ جاتی ہے۔

عُوْذًا: فتنے کے اثر سے پناہ مانگنا جیسا اس گفتگو کے بعد پناہ مانگی جاتی ہے جس میں کفریہ و شرکیہ کلمات ہوں نعوذ باللہ معاذ اللہ۔

عودا مراد فتنہ کا بار بار لوٹنا ہے یہاں مراد فتنوں سے اعتقادات فاسدہ اور شہوات نفسانیہ ہیں۔

اشرب: اشرب قلبه حبه۔ یعنی دل میں فتنہ کی محبت رچ بس گئی مراد فتنہ راسخ ہو گیا اور اس کا رنگ دل پر چڑھ گیا۔ جیسا کہ

رنگ کپڑے پر چڑھتا ہے گویا کپڑا اسے پیتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **واشربوا فی قلوبھم العجل** ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت رچ گئی۔

نکتہ: چھوٹی لکڑی سے زمین پر پڑنے والا نشان۔

یَصِیْر: یہ یا اور تا دونوں سے پڑھا گیا ہے جب یصیر ہو تو ضمیر کا مرجع انسان ہے۔ سیاق کلام سے یہی مفہوم ہوتا ہے۔ تصیر ہو تو قلوب کی طرف راجع ہے جو صراحۃً مذکور ہے۔

مُرْبَادًا: سیاہ، خاکستری رنگ۔ ربدہ اربد۔ خاکستر رنگ ہونا

امانت دِلوں کی گہرائی میں اتاری گئی

۳/۵۲۴۲ وَعَنْهُ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَدِيْثَيْنِ رَاَيْتُ اَحَدَهُمَا وَاَنَا اَنْتَظِرُ الْاٰخَرَحَدَّثَنَا اَنَّ الْاَمَانَةَ نَزَلَتْ فِيْ جَذْرِ قُلُوْبِ الرِّجَالِ ثُمَّ عَلِمُوْا مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ عَلِمُوْا مِنَ السُّنَّةِ وَحَدَّثَنَاعَنْ رَفْعِهَا قَالَ يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْاَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهٖ فَيَظَلُّ اَثَرُهَا مِثْلَ اَثَرِ الْوَكْتِ ثُمَّ يَنَامُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ فَيَبْقٰى اَثَرُهَا مِثْلَ اَثَرِ الْمَجْلِ كَجَمْرَةٍ دَحْرَجْتَهٗ عَلٰى رِجْلِكَ فَنَفِطَ فَتَرَاهُ مُنْتَبِرًا وَلَيْسَ فِيْهِ شَيْءٌ وَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُوْنَ وَلَا يَكَادُ اَحَدٌ يُؤَدِّي الْاَمَانَةَ فَيُقَالُ اِنَّ فِيْ بَنِيْ فُلَانٍ رَجُلًا اَمِيْنًا وَيُقَالُ لِلرَّجُلِ مَا اَعْقَلَهٗ وَمَا اَظْرَفَهٗ وَمَا اَجْلَدَهٗ وَمَا فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِيْمَانٍ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۳۳۳/۱۱حدیث رقم ۶۴۹۷ومسلم فی صحیحه ۱۲۶/۱حدیث رقم (۲۳۰-۱۴۳) والترمذی فی السنن ۴۱۱/۴حدیث رقم ۲۱۷۹ وابن ماجه فی السنن ۱۳۴۶/۲حدیث رقم ۴۰۵۳ واحمد فی المسند ۳۸۳/۵

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو خبریں دیں جن میں سے ایک تو میں نے دیکھ لی اور دوسری کا منتظر ہوں۔ نمبرا ہمیں یہ خبر دی کہ امانت لوگوں کے دلوں کی جڑ میں اتاری گئی پھر لوگوں نے قرآن مجید سیکھا پھر انہوں نے سنت کا علم سیکھا نمبر۲ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ امانت اٹھ جائیگی آدمی سوئے گا تو اس کے دل سے امانت قبض کر لی جائے گی پھر اس کا اثر وکت کی طرح رہ جائے گا پھر وہ سوئے گا اور اس کے دل سے امانت قبض کر لی جائے گی یہاں تک کہ اس کا اثر آبلے کی طرح ہوگا جس طرح چنگاری تم اپنے پاؤں پر لڑھکا دو تو اس سے آبلہ پڑ جاتا ہے اور ظاہر میں تو وہ پھولا ہوا اور ابھرا ہوا معلوم ہوتا ہے مگر اس میں کچھ بھی نہیں پھر لوگ باہمی خرید وفروخت کریں گے یہاں تک کہ کہا جائے گا کہ فلاں آدمی سب سے زیادہ امانت دار ہے اور کسی آدمی کے متعلق یہ کہا جائے گا کہ وہ شخص کتنا ہی عقلمند اور خوش طبع اور کس قدر مضبوط ہے حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ **فَتُقْبَضُ الْاَمَانَةُ**: ① امانت کا معروف معنی مراد ہے یعنی خیانت نہ کرنا۔ ② تمام تکالیف شرعیہ جو اس آیت میں مذکور ہیں: **انا عرضنا الامانة علی السمٰوٰت والارض الآیة** اور سب کی اصل ایمان ہے جیسا کہ روایت کے آخر میں اشارہ ہے۔ **وما فی قلبه مثقال حبة من ایمان** اور امانت کا وہ لفظ جو اس آیت میں مذکور ہے۔ **ولا یکاد احد یودی**

الامانۃ اسکا دارومدار بھی اسی پر ہے جیسا کہ فرمایا امانت ایمان والوں کے دلوں کی گہرائی میں پیدا کی گئی اوراس کو پختہ کر دیا گیا۔
جَذْرِ قُلُوْب: پہلے لوگوں کے دلوں میں ایمان اترا جوان کے دلوں میں پختہ ہوا اور کتاب وسنت پر عمل کا باعث ہوا۔
ثُمَّ عَلِمُوْا مِنَ الْقُرْاٰنِ: پھر احکام واجبہ یا نفل۔حرام ہوں یا مباح قرآن سے مستنبط ہوئے۔
ثُمَّ عَلِمُوْا مِنَ السُّنَّةِ: یعنی وہ احکام جو آپ نے بیان فرمائے اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کا پہلے ارادہ فرمایا پھر کتابیں اتاریں۔ وہ سابقہ ہدایت وعنایت جس کے لئے ثابت ہو وہ کتاب وسنت سے فائدہ اٹھانے والا ہے۔اس لفظ سے ایمان وامانت کا اعلی رتبہ بیان فرمایا اس ہدایت کو دلوں میں اتارنے کے باوجود کتاب وسنت سے اس کی تائید کر دی۔ یہ روایت اس قسم سے ہے جس کو انہوں نے عصر نبوت اور عصر خلفاء راشدین میں دیکھا اور دوسری روایت جس میں امانت کے اٹھ جانے کا تذکرہ ہے وہ آپ کے زمانہ سے بعد کی بات ہے۔
حَدَّثَنَا عَنْ رَفْعِهَا: یعنی ایمان اٹھ جائے گا اور ناقص ہو جائے گا یعنی ثمرات میں کچھ کمی آجائے گی یہ عصر صحابہ میں ہوا۔
يَنَامُ الرَّجُل: یہ حقیقتاً ہے یا کنایہ ہے اس بات سے کہ لوگ آیات سے نصیحت پکڑنے کتاب اللہ میں غور کرنے اور اتباع سنت سے غافل ہو جائیں گے یہ اسی کے بالمقابل ہے جو فرمایا گیا کہ وہ کتاب وسنت سے پھر جائیں گے۔
فَيَظَلُّ اَثَرُهَا: اثر اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی چیز کے علامت اور بقایا کے رہے اور وکْتٌ و کَتَةٌ کی جمع ہے کسی چیز کا رنگ کے خلاف اسکا نشان جیسے سفید رنگ میں سیاہ نقطہ۔نمبر۳ آنکھ کی سیاہی میں پیدا ہونیوالا نقطہ۔مطلب یہ ہے کہ ارتکاب گناہ اور غفلت کی وجہ سے امانت کا نور کم ہو جائے گا جب اس سے اطلاع پائے گا تو اس میں نقطہ کے برابر نشان سے زیادہ نور ایمان نہ پائیگا۔
ثُم يَنَامُ الرَّجُل: المجل آبلہ پڑنا اور ہاتھ کے چمڑے کا سخت ہونا جس کو گٹھا کہتے ہیں۔
كَجَمْرَةٍ: نمبر۱ اس آبلے میں خراب پانی ہے اس طرح یہ آدمی جس کے دل سے امانت کا اثر نکالا گیا یہ کارآمد نظر آتا ہے مگر اس کے باطن میں بھلائی اور کارآمد چیز نہیں ہے اس تقریر سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ وقت اور مجل دل میں امانت کے بقایا اثر کی مثال ہے لیکن اس تقریر میں اعتراض ہے کہ مجل کو بعد میں لانا چاہیے تھا وکت کو پہلے۔اس کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ مجل میں خالی بے فائدہ پانی ہے قلیل وحقیر ہونے کی وجہ سے کم ہوگا مگر یہ جواب نہایت کمزور ہے۔
نمبر۲ صاحب تحریر نے اس روایت کا معنی یہ لکھا ہے کہ امانت دلوں سے تدریج کے ساتھ زائل ہوگی جب اس کا پہلا جزو زائل ہوگا۔تو جزو اوّل سے نور زائل ہوگا اور اس کی تاریکی وکت کی طرح ہوگی اور وہ زنگ کا دل میں پیدا ہونا ہے جو کہ پہلے رنگ کے خلاف ہے جب کچھ اور نور زائل ہوگا تو وہ مجل کی طرح ہوگا اور وہ پختہ نشان ہے جو زائل نہیں ہوگا مگر کچھ مدت کے بعد یہ تاریکی اور زیادہ ہو جائے گی پھر اس کو نور کے جاتے رہنے اور دلوں سے امن کے نکلنے سے تشبیہ دی کہ وہ تاریکی دل کے اندر پختہ ہو جائے گی اس کے بعد آنے والی تاریکی کو انگارہ سے تشبیہ دی جس کو پاؤں پر لڑکھایا جائے یہاں تک کہ وہ اثر کرے پھر وہ انگارہ زائل ہو جائے اور آبلہ باقی رہے۔
بعض علماء نے لکھا ہے کہ دلوں سے امانت کے اٹھ جانے سے مراد یہ ہے کہ گناہوں کی سزا کے طور پر یہ امانت ان کے دلوں سے زائل کر دی جائے گی جب نیند سے بیدار ہوں گے تو دلوں کی پہلی حالت پر نہیں پائیں گے باقی رہا نشان تو کبھی وہ نفس آبلہ ہے اور یہ پہلے مرتبے سے کم ہے کیونکہ اس کو خالی چیز کے ساتھ تشبیہ دی برخلاف پہلے مرتبے کے کہ اس میں دل کے خالی ہونے کا

ارادہ کیا باوجودیکہ امانت نشان کی طرح اس میں باقی ہے۔

يُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُوْنَ: یعنی دنیاداروں میں سے جس کو مال وجاہ حاصل کرنے کی عقل ہوگی اور وہ شاعر فصیح وبلیغ اور قوی البدن اور بہادر وشوکت والا ہوگا۔

مَا اَعْقَلَهٗ: احتمال یہ ہے: ① کہ اصل ایمان کی نفی ہو۔ ② ممکن ہے کہ کمال کی نفی ہو۔ واللہ اعلم

الحاصل: حاصل یہ ہے کہ وہ لوگ اس کثرت اکل ظرافت وچالاکی پر تعجب کریں گے اوران کے ہاں علم نافع اور عمل صالح کی تعریف کے لئے ایک لفظ نہ ہوگا معلوم یہ ہوتا ہے کہ اصل کام تو ایمان وصلاح ہے خواہ دنیادار اس کو اچھا نہ سمجھیں اوراس کی وجہ سے اس کی تعریف نہ کریں اور معتبر تعریف وہ ہے جو تقویٰ اور قوت ایمانی کے ساتھ ہو۔

جہنم کے دروازوں پر کھڑے ہونے والے داعی

۵۲۴۳۱/۴ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَيْرِ وَكُنْتُ اَسْأَلُهٗ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ اَنْ يُدْرِكَنِيْ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا كُنَّا فِيْ جَاهِلِيَّةٍ وَشَرٍّ فَجَاءَ نَا اللّٰهُ بِهٰذَا الْخَيْرِ فَهَلْ بَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ قَالَ نَعَمْ فِيْهِ دَخَنٌ قُلْتُ وَمَا دَخَنُهٗ قَالَ قَوْمٌ يَسْتَنُّوْنَ بِغَيْرِ سُنَّتِيْ وَيَهْدُوْنَ بِغَيْرِ هَدْيِيْ تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ قُلْتُ فَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ دُعَاةٌ عَلٰى اَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ اَجَابَهُمْ اِلَيْهَا قَذَفُوْهُ فِيْهَا قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صِفْهُمْ لَنَا قَالَ هُمْ مِنْ جِلْدَتِنَا يَتَكَلَّمُوْنَ بِاَلْسِنَتِنَا قُلْتُ فَمَا تَأْمُرُنِيْ اِنْ اَدْرَكَنِيْ ذٰلِكَ قَالَ تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاِمَامَهُمْ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا اِمَامٌ قَالَ فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ اَنْ تَعَضَّ بِاَصْلِ شَجَرَةٍ حَتّٰى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَاَنْتَ عَلٰى ذٰلِكَ (متفق عليه وفى رواية) لِمُسْلِمٍ قَالَ يَكُوْنُ بَعْدِيْ اَئِمَّةٌ لَا يَهْتَدُوْنَ بِهُدَايَ وَلَا يَسْتَنُّوْنَ بِسُنَّتِيْ وَسَيَقُوْمُ فِيْهِمْ رِجَالٌ قُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الشَّيَاطِيْنِ فِيْ جُثْمَانِ اِنْسٍ قَالَ حُذَيْفَةُ قُلْتُ كَيْفَ اَصْنَعُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ اَدْرَكْتُ ذٰلِكَ قَالَ تَسْمَعُ وَتُطِيْعُ الْاَمِيْرَ وَاِنْ ضَرَبَ ظَهْرَكَ وَاَخَذَ مَالَكَ فَاسْمَعْ وَاَطِعْ۔

اخرجه البخارى فى صحيحه ٦١٥/٦حديث رقم ٣٦٠٦ومسلم فى صحيحه ١٤٧٥/٣حديث رقم (٥١-١٨٤٧) وابن ماجه ١٣١٧/٢ حديث رقم ٣٩٧٩

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ جناب رسول اللہ ﷺ سے خیر کے بارے میں سوال کرتے اور میں شر میں پڑ جانے کے خطرے سے شر کے متعلق سوال کرتا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم جہالت وبرائی میں مبتلا تھے اللہ تعالیٰ نے یہ خیر ہمیں عنایت فرمادی کیا اس خیر کے بعد بھی شر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جی ہاں! میں نے کہا کیا اس شر کے بعد بھی خیر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں! مگر اس میں کچھ دخن ہے۔ میں نے پوچھا دخن کیا چیز ہے۔ فرمایا کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو میری سنت کے علاوہ طریقے پر چلیں گے اور میری راہ کے علاوہ راہ اختیار کریں گے۔ ان کی بعض

باتیں تم پسند کرو گے اور بعض ناپسند کرو گے۔ میں نے پوچھا کیا اس خیر کے بعد کوئی شر ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! جہنم کے دروازوں پر کھڑے ہو کر لوگوں کو ان کی طرف بلانے والے ہونگے جو ان کی بات کو قبول کرے گا وہ اس کو دوزخ میں ڈال دیں گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کے کچھ حالات بیان کریں آپ ﷺ نے فرمایا وہ ہمارے گروہ سے ہوں گے اور ہماری زبانوں سے گفتگو کرنے والے ہوں گے میں نے کہا اگر میں ان کو پالوں تو آپ ﷺ مجھے کیا حکم دیتے ہیں تو فرمایا تم مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑو اور ان کے مقتدی کا ساتھ دے۔ میں نے کہا اگر ان کی کوئی جماعت نہ ہو اور مقتدا نہ ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا ان فرقوں سے الگ رہو اگر تمہیں درخت کی جڑ ہی کاٹنی پڑے یہاں تک کہ موت تمہیں آ لے اور تو اسی بات پر قائم رہو۔ یہ بخاری اور مسلم کی روایت ہے اور مسلم کی روایت میں اس طرح ہے میرے بعد کچھ ایسے رہنما ہوں گے جو میری رہنمائی سے راہ نہیں پائیں گے اور نہ ہی میری سنت کو اپنائیں گے اور ان میں کچھ ایسے آدمی کھڑے ہوں گے جو انسانوں کے جسموں میں شیاطین کے دل والے ہوں گے۔ حذیفہؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اگر میں ان لوگوں کو پاؤں تو میں کیا کروں فرمایا تو میری بات مان اور غور سے سن اگرچہ تمہاری پشت پر کوڑے لگائیں اور تمہارا مال لے جائیں تم ان کی بات سنو اور مانو۔

تشریح ۞ **کَانَ النَّاسُ یَسْأَلُوْنَ** : لوگ یا تو اطاعت کے بارے میں پوچھتے کہ اس کو بجالائیں یا وسعت رزق کے بارے میں پوچھتے ہیں تا کہ اس کے ساتھ خوش ہو اور اس سے مدد حاصل کریں آخرت کے لئے۔

وَکُنْتُ اَسْأَلُهٗ عَنِ الشَّرِ یعنی میں اس خوف سے شر کے بارے میں پوچھتا تا کہ شر بذات خود یا اس کا کوئی سبب لاحق نہ ہو جائے اور حکماء کا طریق یہی ہے اور بعض فضلاء نے یہ کہا کہ بیماری کو دور کرنے کے لئے پرہیز دوا سے اولیٰ ہے اور کلمہ توحید میں یہ اشارہ ہے کہ پہلے ماسوا اللہ سے نفی کی جائے گی پھر مولیٰ کے لئے ثابت کیا جائے گا علامہ طیبیؒ کہتے ہیں کہ یہاں شر سے فتنہ اور ارکان اسلام کا سست ہونا' گمراہی کا غالب آنا اور بدعات کا پھیلنا مراد ہے اور خیر سے اس کا عکس مراد ہے۔

اَنَّا کُنَّا فِیْ جَاهِلِيَّةٍ یعنی ان دنوں میں ہم پر توحید اور نبوت کے سلسلے میں ان چیزوں سے جو ان کے تابع ہیں بالکل جہالت تھی یعنی تمام احکام شریعت کو نہیں جانتے تھے اور شر سے یہاں مراد کفر ہے اس صورت میں تعمیم کے بعد تخصیص ہے یا یہ عطف تفسیری ہے۔

فَجَاءَ نَا اللّٰهُ بِهٰذَا الْخَیْرِ :یہاں اسلام مراد ہے جو آپ ﷺ کی بعثت کی برکت سے ملا اور اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفر و گمراہی کے قواعد کو نابود کر کے شر کو ہم سے دور کر دیا۔

فَهَلْ بَعْدَ هٰذَا الْخَیْرِ مِنْ شَرٍ :دخن کا معنیٰ دخان ہے یعنی دھواں یعنی خیر شر سے ملی ہوگی اور شروع والے مسلمانوں جیسا دلوں میں خلوص اور صفائی اور عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ اور قرن اول کے بادشاہوں جیسا عدل نہ ہوگا بلکہ برائیاں اور بدعات پیدا ہوں گی۔ اور برے نیکوں کے ساتھ اور اہل بدعت اہل سنت کے ساتھ مخلوط ہو جائینگے۔

قَوْمٌ یَسْتَنُّوْنَ بِغَیْرِ سُنَّتِیْ: نمبر ۱ یعنی منکر و معروف اور مشروع و نامشروع دونوں چیزیں ان میں جمع ہوں گی کیونکہ خیر و شر ان میں خلط ملط ہو جائے گا۔ آپ ﷺ کے ارشادات فیه دخن کا بھی یہی مطلب ہے جو یستنون کا ہے۔ نمبر ۲ بعض نے کہا کہ شر اول سے مراد وہ فتنہ ہے جو حضرت عثمان اور ان کے بعد واقع ہوا اور خیر ثانی سے مراد وہ کچھ ہے جو خلافت عمر بن عبدالعزیز میں ہوا اور **تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ** اس سے مراد وہ امراء ہیں جو ان کے بعد پیدا ہوئے کہ بعض ان میں سنت و عدل کو اپنانے والے تھے

اور بعض بدعات وظلم کو رائج کرنیوالے تھے یا ان میں سے بعض جو کبھی اچھے عمل کرتے اور کبھی اتباع خواہش نفسانی اور اغراض دنیا کے حصول کے لئے برے عمل کرتے ان کا مقصود اس سے دنیا ہی تھی۔ وہ آخرت کا ارادہ بھی نہ کرتے اور نہ اس کی رعایت کرتے جیسے کہ ہمارے زمانے کے حکام کا حال ہے۔ نمبر۳ بعض نے کہا کہ شراول سے مراد حضرت عثمانؓ کے زمانے میں پیدا ہونے والا فتنہ ہے اور خیر ثانی سے مراد حضرت حسن اور حضرت معاویہ کی صلح ہے اور دخن سے وہ واقعات مراد ہیں جو بعض امراء مثلاً زیاد وغیرہ سے عراق میں واقع ہوئے۔

قَالَ نَعَمْ دُعَاةٌ عَلٰی اَبْوَابِ جَهَنَّمَ: یعنی ایسی جماعت ہوگی جو لوگوں کو گمراہی کی طرف بلائے گی اور وہ اس کے لئے طرح طرح کے فریب اختیار کریں گے آپ ﷺ نے ان داعیوں کو اور ان کی بات قبول کرنے والے لوگوں کو جہنم کے دروازوں پر کھڑا ہونے والا قرار دیا اور گمراہی کی طرف ان کی فریب کاریوں کو بمنزلہ دروازہ دوزخ قرار دیا۔

مَنْ اَجَابَهُمْ: اور اس کو قبول کرنے کی وجہ سے وہ لوگ جہنم میں جائیں گے اور بعض نے کہا کہ بلانے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو ملک کو حاصل کرنے کے لئے اٹھیں گے جیسے خارجی اور رافضی۔ جن میں کرامات امانت اور ولایت کی شروط نہ ہوں گی اور جہنم کے دروازوں پر بلانے کا مطلب یہ ہے کہ ان کا انجام جہنم ہوگا یہ اسی طرح ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ **ان الذین یاکلون اموال الیتامٰی ظلما انما یاکلون فی بطونهم نارا** ۔

قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صِفْهُمْ: مطلب یہ کہ عربی میں گفتگو کریں گے یا قرآن وحدیث پڑھ کر کلام کریں گے یا نصیحت وحکمت کی باتیں بتلائیں گے حالانکہ ان کے دل میں بھلائی نہ ہوگی۔

قُلْتُ فَمَا تَاْمُرُنِیْ ...... اِنْ ضَرَبَ ظَهْرَكَ وَاُخِذَ مَالُكَ فَاسْمَعْ فَاَطِعْ: یعنی اگر تجھ پر ظلم کی جائے جس ظلم کا تعلق براہ راست تیری ذات سے ہو مثلاً تیری پیٹھ پر کوڑے لگائے جائیں تیرا مال لے لیا جائے تو اس وقت بھی خروج نہ کرنا اور فتنہ برپا نہ کرنا اور دین وملت پر قائم رہ کر صبر کرنا اور کسی نہ مشروع کا ارتکاب نہ کرنا اور اگر جبر کیا جائے تو وہاں اور بات بھی درست ہے لیکن اولیٰ کا اختیار کرنا بہتر ہے۔ آخر میں **فاسمع فاطع** کے الفاظ لا کر عدم خروج اور عدم فتنہ کی تاکید کردی۔

فتنوں کے زمانہ میں ایمان کو خطرہ

۵۲۴۴/۵ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ یُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَیُمْسِیْ كَافِرًا وَیُمْسِیْ مُؤْمِنًا وَیُصْبِحُ كَافِرًا وَیَبِیْعُ دِیْنَهٗ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْیَا۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۱/۱۱۰حدیث رقم (۱۱۸-۱۸۶) وابو داؤد فی السنن ٤٠/٤٥٧حدیث رقم ٤٢٥٩ والترمذی فی السنن ٤/٤٢٢حدیث رقم ٢١٩٥ وابن ماجه ٢/١٣٠٥حدیث رقم ٣٩٥٤ واحمد فی المسند ٢/٣٠٤

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نیک اعمال کو جلد انجام دو اس سے پہلے کہ ایسے فتنے ظاہر ہوں جو اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح ہوں گے کہ انسان کی صبح ایمان کی حالت میں ہوگی تو شام کو وہ کافر ہو جائے گا اور اگر شام ایمان کے ساتھ کرے گا تو اس کی صبح کفر کی حالت میں ہوگی اور دنیا کے تھوڑے سے سامان کے بدلے وہ اپنے دین کو بیچ ڈالے گا۔ (مسلم)

تشریح بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ: یعنی وہ فتنے رات کی طرح ہوں گے کہ ان کا سبب معلوم نہیں ہو سکے گا اور ان سے چھٹکارے کا راستہ بھی نہیں ہوگا یعنی اس سے پہلے کہ ایسے فتنے پیش آئیں نیک اعمال کرلو کیونکہ ایسے وقت میں آدمی محنت اور ابتلاء دینی میں مبتلا ہو کر نیک عمل نہیں کر سکتا ان فتنوں میں تو لوگوں کا تو اس طرح حال بن جائے گا کہ اگر صبح کے وقت اصل ایمان یا کمال ایمان سے موصوف ہوگا تو شام کے وقت حقیقتاً کافر ہو جائے گا یا کفران نعمت میں مبتلا ہو جائے گا یا کافروں کے مشابہ ہو جائے گا یا کافروں کے اعمال پر عمل پیرا ہو جائے گا۔

یُمْسِیْ مُؤْمِنًا: بعض نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ صبح کے وقت اللہ کی حرام کردہ چیز کو حرام جانتا ہوگا اور شام میں اسی کو حلال سمجھنا شروع کریگا حاصل یہ ہے کہ دین کے معاملے میں تذبذب کا شکار ہو جائیگا اور دنیا کے امراء کی اتباع اور پیروی کریگا۔

حضرت مظہر فرمایا کرتے تھے کہ اس کی کئی وجوہ ہیں (۱) مسلمانوں کی دو جماعتوں کی آپس میں لڑائی ہوگی جس کا مقصد سوائے عصبیت اور غصے کے کچھ نہ ہوگا چنانچہ وہ خون اور مال کو حلال قرار دیں گے۔ (۲) مسلمانوں کے حکام ظالم ہوں گے جو مسلمانوں میں خون ریزی کریں گے اور ان کا مال ناجائز طور پر لیں گے زنا کریں گے شرابیں پئیں گے۔ بعض لوگ ان کے بارے میں یہ اعتقاد کریں گے کہ یہ لوگ حق پر ہیں اور بعض علماء سوان کو فتنے میں مبتلا کریں گے اور اس خون ریزی اور اموال کے لینے اور حرام چیزوں کے اختیار کرنے میں جواز کا فتویٰ دیں گے۔ (۳) جو چیزیں ان لوگوں کے درمیان معاملات اور بیع وشراء کے سلسلے میں شریعت کے خلاف چل رہی ہیں ان کو وہ لوگ حلال قرار دیں گے۔

شیخ عبدالحق لکھتے ہیں: ① کہ یہ فتنہ اور امتحان دولتمندوں اور ارباب حکومت کیساتھ میل جول کی وجہ سے ہوگا اور اپنی ضروریات کی وجہ سے یہ شخص فتنوں میں گرفتار ہوگا اور اپنی ضرورت پوری کرنے کی وجہ سے ان کے تابع ہوگا اور ان کی موافقت میں مجبور ہوگا اور جو چیزیں دین اسلام میں نہیں ان میں ان کا ساتھ دے گا۔ ② یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ صبح تو مسلمان کے خون و مال کو اپنے لئے حرام قرار دینے والا ہو اور شام کو اس کے خون و مال کو حلال قرار دینے والا ہو۔ اس معنی کے لحاظ سے فتنوں سے مراد جنگ اور قتال ہے اور پہلا قول آپ ﷺ کے ارشاد کے زیادہ مناسب ہے۔

فتنوں سے پناہ ڈھونڈو

۶/۵۲۴۵ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَكُوْنُ فِتَنٌ اَلْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْمَاشِيْ وَالْمَاشِيْ فِيْهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِيْ مَنْ تَشَرَّفَ لَهَا تَسْتَشْرِفْهُ فَمَنْ وَجَدَ مَلْجَأً اَوْ مَعَاذًا فَلْيَعُذْبِهٖ (متفق علیه وفی روایة لمسلم) قَالَ يَكُوْنُ فِتْنَةُ النَّائِمِ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَقْظَانِ وَالْيَقْظَانُ فِيْهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِيْ مَنْ وَجَدَ مَلْجَأً اَوْ مَعَاذًا فَلْيَسْتَعِذْ بِهٖ۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦١٢/٦-٧٠حدیث رقم ٣٦٠١ومسلم فی صحیحه ٢٢١٢/٤حدیث رقم (١٠-٢٨٨٦) واخرجه الترمذی فی السنن ٤٢١/٤ حدیث رقم ٢١٩٤ واحمد فی المسند ٢٨٢/٢

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب ایسے فتنے ظاہر ہوں

گے کہ ان میں بیٹھ رہنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے اچھا ہوگا اور ان میں چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا اور جو شخص ان فتنوں کی طرف جھانکے گا تو وہ اس کو اچک لیں گے جو شخص کوئی پناہ گاہ یا ٹھکانہ پالے تو اسے اس کی پناہ لے لینی چاہیے۔ (بخاری، مسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ سونے والے کا فتنہ جاگنے والے سے بہتر ہوگا اور بیدار رہنے والا وہ کھڑے رہنے والے سے بہتر ہوگا اور ان میں کھڑا ہونے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا پس ان فتنوں سے جو آدمی پناہ گاہ یا ٹھکانہ پائے تو اسے اس میں پناہ اختیار کرنی چاہیے۔ (بخاری)

تشریح ؎ **اَلْقَاعِدُ** :بیٹھنے والے کو کھڑے ہونے والے سے ان فتنوں میں اس لئے بہتر قرار دیا گیا کیونکہ کھڑا آدمی اس چیز کو دیکھ اور سن رہا ہوتا ہے جب کہ بیٹھا ہوا اس کو نہ دیکھ رہا ہوتا ہے اور نہ سن رہا ہوتا ہے پس کھڑا ہونے والا دیکھنے کی وجہ سے اس فتنے کے عذاب سے قریب تر ہے جب کہ بیٹھنے والا اس سے دور ہے۔

نمبر۲ بیٹھنے والے سے اپنے مکان میں ثابت رہنے والا ہو فتنوں میں کوئی کردار ادا کرنے والا نہ ہو۔ جب کہ کھڑا ہونے والا وہ فتنے کا باعث اور داعی ہو اور فتنہ انگیزوں میں ہر طرف آتا جاتا ہو۔

مِنْ تَشَرَّفَ لَهَا : یعنی اس فتنے کی طرف جھانکنا اور اس کے قریب ہونا اس میں مبتلا ہونے کا باعث ہے پس اس کے شر سے نجات کا رستہ یہی ہے کہ اس سے دوری اختیار کرے۔

فَمَنْ وَجَدَ پس جو شخص پناہ کی جگہ یا ایسا شخص پائے جو پناہ دینے والا ہو یا ایسی چیز پائے جو اس کی پناہ گاہ بن سکتی ہو تو اسے اس پناہ گاہ کی طرف چلے جانا چاہیے۔

اَلنَّائِمِ فِيهَا :اگرچہ اس روایت میں سونے والے کا ذکر ہے مگر غافل بھی سونے والے کے حکم میں ہی ہے۔ خواہ وہ جاگنے والا ہو اور جاگنے والے سے مراد وہ شخص ہے جو فتنے سے واقفیت رکھتا ہو۔ خواہ بیٹھا ہو۔ لیٹا ہو۔ یا۔ کھڑا ہو اور چلنے والے سے مراد کہ جو فتنے میں دوڑ دھوپ کا باعث ہو۔ صاحب صراح نے لکھا ہے السعی۔ دوڑنا اور شتابی کرنا (تیزی کرنا) اور کسب اور کام کرنا روایت میں یہی آخری معنیٰ مراد ہے۔

فَمَنْ وَجَدَ: یعنی جو شخص پناہ کی جگہ پالے تو اسے اپنے آپ کو فتنے سے بچانے کے لئے ضرور اس پناہ گاہ کا سہارا لینا چاہئے تا کہ وہ فتنے سے بچ جائے۔

فتنوں کا شکار دوزخی

۷/۵۲۴۶ وَعَنْ اَبِىْ بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتَنٌ اَلَا ثُمَّ تَكُوْنُ فِتَنٌ اَلَا ثُمَّ تَكُوْنُ فِتَنٌ اَلَا ثُمَّ تَكُوْنُ فِتْنَةٌ الْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْمَاشِىْ وَالْمَاشِىْ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِىْ اِلَيْهَا اَلَا فَاِذَا وَقَعَتْ فَمَنْ كَانَ لَهٗ اِبِلٌ فَلْيَلْحَقْ بِاِبِلِهٖ وَمَنْ كَانَ لَهٗ غَنَمٌ فَلْيَلْحَقْ بِغَنَمِهٖ وَمَنْ كَانَتْ لَهٗ اَرْضٌ فَلْيَلْحَقْ بِاَرْضِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ مَنْ لَّمْ تَكُنْ لَّهٗ اِبِلٌ وَّلَا غَنَمٌ وَّلَا اَرْضٌ قَالَ يَعْمِدُ اِلٰى سَيْفِهٖ فَلْيَدُقَّ عَلٰى حَدِّهٖ بِحَجَرٍ ثُمَّ لِيَنْجُ اِنِ اسْتَطَاعَ النَّجَاءَ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ ثَلٰثًا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ اُكْرِهْتُ حَتّٰى يُنْطَلَقَ بِىْ اِلٰى اَحَدِ الصَّفَّيْنِ فَضَرَبَنِىْ رَجُلٌ بِسَيْفِهٖ اَوْ

يَجِيئَ سَهْمٌ فَيَقْتُلُنِيْ قَالَ يَبُوْءُ بِاِثْمِهٖ وَاِثْمِكَ وَيَكُوْنُ مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ ۔

اخرجه مسلم فی صحيحه ۲۲۱۲/۴حديث رقم (۱۲-۲۸۸۶) وابن ماجه فی السنن ۱۳۰۸/۲حديث رقم ۳۹۵۸ واحمد فی المسند ۴۸/۵۔

ترجمہ: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب فتنے ہوں گے سنو! پھر فتنے ہوں گے خبردار پھر فتنے ہوں گے کہ جن میں بیٹھنے والا چلنے والے سے اور چلنے والا ان میں دوڑنے والے سے بہتر ہوگا سنو جب یہ واقع ہو جائیں تو جس کے اونٹ ہوں اسے اپنے اونٹوں سے جاملنا چاہیے اور جس کے پاس بکریاں ہوں اسے اپنی بکریوں میں چلا جانا چاہیے اور جس کی زمین ہو تو اسے اپنی زمین میں چلے جانا چاہیے تو ایک شخص نے کہا یارسول اللہ جس کے پاس نہ اونٹ ہوں نہ بکریاں نہ زمین تو وہ کیا کرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اپنی تلوار لے کر اس کی دھار پتھر سے کوٹ ڈالے اور اگر وہ اپنے آپ کو بچا سکتا ہے تو اپنے آپ کو بچائے اے اللہ! میں نے لوگوں کو پیغام پہنچادیا یہ بات تین بار فرمائی تو ایک آدمی کہنے لگا یارسول اللہ اس وقت آپ کا کیا حکم ہے جب مجھے مجبور کر کے لے جانا چاہے کہ میں لڑنے والوں کی دونوں صفوں میں سے ایک میں شامل ہوں تو اس وقت کوئی آدمی مجھے اپنی تلوار سے ماردے یا کوئی تیر آکر ہلاک کردے تو ارشاد فرمایا وہ تیرا اور اپنا گناہ لے کر لوٹے گا اور وہ دوزخی ہوگا۔ (مسلم)

تشریح ۞ **قَالَ يَعْمِدُ اِلٰى سَيْفِهٖ**: یعنی وہ اپنے ہتھیار توڑ ڈالے تا کہ وہ لڑائی سے بچ جائے۔ اس لئے کہ مسلمان جو آپس میں لڑ رہے ہیں ان کی باہمی لڑائیوں میں شرکت نہ کرنی چاہیے۔ پھر اسے وہاں سے جلد بھاگنا چاہیے تا کہ وہ فتنے کا شکار نہ ہو جائے۔ یہ روایت اور اسی قسم کی دیگر روایات سے ان لوگوں نے دلیل پکڑی ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ فتنہ کے وقت کسی حال میں بھی قتال جائز نہیں اور وہ کہتے ہیں جب دو مسلمان گروہوں میں آپس کی لڑائی ہو تو لازم ہے کہ اس سے احتراز کیا جائے اور یکسوئی اور گوشہ نشینی اختیار کی جائے اور ہر دو فریق میں سے کسی ایک کی جماعت مناسب نہیں۔ مشہور صحابی ابوبکرہؓ کا یہی موقف تھا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ ابتداءً قتال تو نہ کیا جائے لیکن اگر کوئی قتال کرے اور حملہ آور ہو تو دفاع لازم ہے۔

مسلکِ جمہور:

جمہور صحابہ وتابعین کا مسلک یہ ہے کہ ان میں سے صاحب حق کی معاونت کرنا واجب ہے اور بعض کے خلاف قتال کرنا چاہیے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے گا تو فتنہ وفساد بڑھ جائے گا اور اہل بغاوت کو فتنہ انگیزی اور سرکشی کا خوب موقع ملے گا۔ ان کے اس مذہب کی دلیل اللہ پاک کا یہ ارشاد ہے۔ وان طائفتان من المومنين اقتتلوا (الآیہ) یہ آیت اس بات کی نشاندہی کر رہی ہے کہ جب مسلمانوں کی دو جماعتوں میں باہمی لڑائی ہو جائے تو ان میں صلح کرانی چاہیے اور اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو اس گروہ کے خلاف مدد کرنا ضروری ہے یہاں تک کہ وہ حق کی طرف لوٹ آئے چنانچہ آپؐ نے اپنے ارشاد میں فتنے کا حکم آگے ذکر فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ: اس عبارت کے دو معنی ہیں کہ جس نے تمہیں اس حالت میں قتل کر ڈالا تو وہ شخص تمہارے دفاع نہ کرنے کی بناء پر اس گناہ کے ساتھ لوٹے گا جو اس نے بالفعل کیا یعنی تمہیں مار ڈالا اور تیرا گناہ یہ ہے کہ اگر بالفرض وتقدیر تو اس کو مار ڈالتا اور اسکا گناہ تجھ پر ہوتا تو وہ گناہ بھی اسکے سر پر ہوگا اور اسکے اپنے گناہ بھی کئی گنا کر دیئے جائیں گے تا کہ اسکو اچھی طرح توبیخ ہو جائے۔

۲۔دوسرا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے گناہ کے ساتھ لوٹے گا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف بغض وعداوت رکھتا تھا اور وہی چیزیں تیرے قتل کا باعث بنیں اور تیرے قتل کا گناہ بھی اس کے سر پر ہوگا کیونکہ وہ گناہ اسی سے صادر ہوا۔

وَيَكُوْنُ مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ: اس سے یہ بات سمجھی گئی ہے کہ جب اس کا دوزخی ہونا بتلایا گیا تو اس مقتول کا جنتی ہونا خود ثابت ہو گیا اور چونکہ یہ بات کلام سے سمجھ آرہی ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر نہیں فرمائی۔

فتنوں سے بچنے کا ذریعہ بہترین مال

۸/۵۲۴۷ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُوْشِكُ اَنْ یَكُوْنَ خَیْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ یَتَّبِعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ یَفِرُّبِدِیْنِهٖ مِنَ الْفِتَنِ۔ (رواہ البخاری)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۶۹/۱ حدیث رقم ۱۹۰، واخرجه ابو داؤد فی السنن ۴۶۱/۴ حدیث رقم ۴۲۶۷ والنسائی ۱۲۳/۸ حدیث رقم ۵۰۳۶ وابن ماجه فی السنن ۱۳۱۷/۲ حدیث رقم ۳۹۸۰ واحمد فی المسند ۶/۲۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب مسلمان کا بہترین مال وہ بکریاں ہوں گی جن کو لے کر پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش کے اترنے کے مقامات پر جائے گا اور اپنے دین کو فتنوں سے بچا کر بھاگے گا۔ (بخاری)

تشریح ۞ **خَیْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ**: یعنی چند بکریاں اس کے پاس ہیں اور پہاڑ اور نالے اور چرنے کے مقامات چونکہ جنگل ہیں اور عموماً وہیں بارش ہوتی ہے تو ان مقامات کو تلاش کرے تا کہ وہاں رہ سکے اور اپنی خوراک کے لئے بکریوں کو چرا کر ان کے دودھ سے خوراک حاصل کر سکے۔

فتنے بارش کی طرح گر رہے ہیں

۹/۵۲۴۸ وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ قَالَ اَشْرَفَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اُطُمٍ مِنْ اٰطَامِ الْمَدِیْنَةِ فَقَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَا اَرٰی قَالُوْا لَا قَالَ فَاِنِّیْ لَاَرَی الْفِتَنَ تَقَعُ خِلَالَ بُیُوْتِكُمْ كَوَقْعِ الْمَطَرِ۔ (متفق علیہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۹۴/۴ حدیث رقم ۱۸۷۸ ومسلم فی صحیحه ۲۲۱۱/۴ حدیث رقم (۹-۲۸۸۵) واحمد فی المسند ۲۰۰/۵

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے قلعوں میں سے ایک پر تشریف لے گئے پھر فرمایا کیا تم وہ دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ عرض کیا نہیں فرمایا میں فتنوں کو دیکھ رہا ہوں جو تمہارے گھروں کے درمیان بارش کے گرنے کی طرح گر رہے ہیں۔ (بخاری، مسلم)

اُطُمٍ مِنْ اٰطَامِ الْمَدِیْنَةِ: اُطم بلند محل۔ پہاڑ کی چوٹی۔ قلعہ اور بلند مکان کو کہا جاتا ہے مدینہ منورہ کے اطراف میں یہودیوں کے کئی قلعے تھے جن میں وہ برسہا برس سے رہتے چلے آرہے تھے۔ حضرت اسامہؓ کا بیان ہے کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان قلعوں میں سے ایک قلعہ پر چڑھے۔

تشریح ۞ قَالَ فَاِنِّی لَاَرٰی: اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو فتنوں کا قریب ہونا اسوقت دکھلایا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قلعہ پر چڑھے۔ اور یہ اس لئے دکھلایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اطلاع دیں اور لوگ اپنے آپ کو ان فتنوں سے بچانے کی کوشش کریں تو آئندہ پیش آنے والے حالات کا بتانا یہ نبوت کے معجزات میں سے ہے۔

قریش کے نوخیزوں کے ہاتھوں امت کی ہلاکت

۱۰/۵۲۴۹ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هَلَكَةُ اُمَّتِیْ عَلٰی یَدَیْ غِلْمَةٍ مِنْ قُرَیْشٍ۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦١٢/٦ حدیث رقم ٣٦٠٥ واحمد فی فی المسند ٢٨٨/٢ (٢) الجامع الصغیر ٥٦٩/٢ حدیث رقم ٩٥٩٣۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کی ہلاکت قریش کے چند چھوکروں کے ہاتھوں ہوگی۔ (بخاری)

تشریح ۞ هَلَكَةُ اُمَّتِیْ: هلكة کا معنیٰ۔ ہلاکت اور امتی سے مراد یہاں صحابہ کرام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت ہیں۔ کیونکہ یہی لوگ بہترین امت ہیں اور غلمة یہ غلام کی جمع ہے جس کا معنی نوجوان ہیں۔ صاحب قاموس نے غلام اور بچہ دونوں معنیٰ لکھے ہیں اور اغتلام کا اصل معنی شہوت کا غلبہ اور ہیجان ہے۔ علامہ طیبیؒ نے اس کی تفسیر نوخیز بچوں سے کی ہے جو کوئی ڈر اور خوف نہ رکھتے ہوں اور علم وعقل والے لوگوں کے ساتھ ان کا سلوک ادب اور تمیز کا نہ ہو اور ان لڑکوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو فتنوں کا شکار ہوئے اور انہوں نے حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ وحسین رضی اللہ عنھم اجمعین جیسے لوگوں کو شہید کیا۔ صاحب مجمع البحار نے لکھا کہ ابوہریرہؓ ان لوگوں کو ان کے نام اور ان کی شخصیات کے ساتھ جانتے اور پہچانتے تھے مگر فساد کے بڑھ جانے کے باعث آپ سکوت فرماتے اور تعیین سے کسی کا نام نہ لیتے تھے۔ ان میں بنوامیہ کے لڑکے یزید ابن معاویہ، اور عبیداللہ بن زیاد وغیرہ ہیں اور بنوامیہ کے نوعمر سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے بعض کبار صحابہ، مہاجرین وانصار کو شہید کیا اور عبدالملک کے دور میں اس کے گورنر حجاج نے بہت سارے مظالم ڈھائے اسی طرح سلیمان بن عبدالملک اور اس کی اولاد نے جو خونریزیاں کیں وہ کسی صاحب شعور سے مخفی نہیں ہیں۔

فتنے اور ھرج کی کثرت

۱۱/۵۲۵۰ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَيُقْبَضُ الْعِلْمُ وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ وَيُلْقَى الشُّحُّ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قَالُوْا وَمَا الْهَرْجُ قَالَ الْقَتْلُ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ١٨٢/١ حدیث رقم ٨٥ ومسلم فی صحیحه ٢٠٥٧/٤ حدیث رقم (١١-١٥٧) وابو داؤد فی السنن ٤٥٤/٤ حدیث رقم ٤٢٥٥ وابن ماجه ١٣٤٥/٢ حدیث رقم ٤٠٥٢ واحمد فی المسند ٤٠٢/١

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمانہ چھوٹا ہو جائے گا اور علم اٹھالیا جائے گا اور فتنے ظاہر ہوں گے اور بخل ڈال دیا جائے گا اور ھرج کی کثرت ہوگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ ھرج کیا ہے

تو ارشاد فرمایا قتل ہے۔

تشریح ۞ یَتَقَارَبُ: دنیا کا زمانہ اور آخرت کا زمانہ قریب ہوگیا۔ پس اس سے مراد قیامت کا قرب ہے۔

۲۔ اس سے مراد آپس میں ایک دوسرے کے قریب ہونا۔ کہ وہ شر میں ایک دوسرے کے قریب ہیں۔

۳۔ شر میں زمانے کا ایک دوسرے کے قریب ہونا۔

۴۔ عمروں کا چھوٹا ہونا، یا دن رات کا چھوٹا ہونا۔ جیسا کہ دوسری روایت میں وارد ہے کہ آخری زمانے میں سال مہینے کے برابر ہو جائیں گے اور مہینے ہفتے کے برابر اور ہفتہ ایک دن کی طرح ہوگا۔ اور دولتیں اور حکومتیں مخلوق کے لئے پریشانی کا باعث ہونگی اور یہی عبارت کتاب الرؤیا میں لکھی ہے کہ تقارب الزمان میں لوگوں کو سچے خواب آئیں گے۔

یُلْقَی الشُّحُّ: یعنی بخل بہت زیادہ ہو جائے گا اور عمومی طور پر ہر لوگوں کے دلوں میں ڈال دیا جائے گا اور لوگ بخل کے پیچھے چلیں گے۔ یہاں تک کہ پینے والے پینے میں بخل کریں گے اور مال والے مال کے دینے میں۔ اصل بخل مراد نہیں ہے کیونکہ وہ تو جبلت انسان میں اب بھی پایا جاتا ہے۔ الا ماشاء اللہ

جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا: ومن یوق شح نفسه کہ جو شخص نفس کے بخل سے بچالیا گیا وہ کامیاب ہوگیا۔

وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ: ھرج کا معنی فتنہ اور لوگوں کا ایک دوسرے کے بارے میں فتنہ میں واقع ہونا ہے مگر اس روایت میں ھرج قتل کے معنی میں ہے اس وجہ سے کہ یہ فتنہ قتل کا باعث ہے اور اس کی طرف پہنچانے والا ہے پس اس میں الف لام عہد خارجی کا ہے۔

مقتول کو معلوم نہیں اسے کیوں قتل کیا گیا

۱۲/۵۲۵۱ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَأْتِیَ عَلَى النَّاسِ يَوْمٌ لَا يَدْرِی الْقَاتِلُ فِيْمَ قَتَلَ وَلَا الْمَقْتُوْلُ فِيْمَ قُتِلَ فَقِيْلَ كَيْفَ يَكُوْنُ ذٰلِكَ قَالَ الْهَرْجُ الْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِی النَّارِ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فی صحیحه ۲۲۳۱/٤ حدیث رقم (۵٦-۲۹۰۸)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم ہے جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی یہاں تک کہ قاتل کو یہ معلوم نہ ہوگا کہ اس نے کس وجہ سے قتل کیا اور نہ ہی مقتول کو علم ہوگا کہ اسے کس جرم میں قتل کیا گیا ہے عرض کیا گیا کہ یہ کیسے ہوگا۔ ارشاد فرمایا فتنہ کے عام ہونے کی وجہ سے۔ قاتل و مقتول دونوں دوزخی ہوں گے۔ (مسلم)

تشریح ۞ اَيَدْرِی الْقَاتِلُ: آیا سبب شرعی سے قتل کیا یا غیر شرعی سے۔ حاصل یہ ہے کہ ایسے ہی اشتباہ کی وجہ سے قتل کریں گے اور یہ امتیاز نہ کریں گے کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر ہے۔ چنانچہ یہ دونوں قسمیں آج کل تو کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ آئے روز بم دھماکے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔

قِيْلَ كَيْفَ: فتنہ اور اختلاط کثیر کی وجہ سے قتل مجہول کا امتیاز نہ ہو سکے گا۔ اس کا سبب فتنوں کا زور اور جوش زیادہ ہونا ہے۔

القاتل مارنے والا۔ مسلمان کو قتل کے باعث دوزخ میں جائے گا اور مقتول اس بناء پر کہ وہ بھی اس کے قتل کا طلب گار تھا اور اس

کی حرص رکھتا تھا کہ وہ اس کے قابو میں آجائے۔عزم معصیت کی وجہ سے ماخوذ ہوگا، یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ معلوم نہ ہو اور امتیاز نہ ہو۔ اور اگر اجتہاد میں خطا کی وجہ سے اور قری صورب میں ہو تو اگر چہ واقع میں ثواب نہ ہوگا۔

ایک دلیل: اس میں مذہب مشہور کی دلیل ہے جو گناہ کی نیت کرے اور نیت پر مصر ہو تو اگر چہ اسے نہ کرے اور نہ زبان سے بولے تب بھی اس کا گناہ ہوگا۔

قتل عام میں عبادت کا ثواب

۵۲۵۲/۱۳ وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْعِبَادَةُ فِي الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍ اِلَيَّ۔

اخرجه مسلم فی صحیحه ٢٢٦٨/٤ حدیث رقم (١٣٠-٢٩٤٨) واخرجه الترمذی فی السنن ٤/٤٢٤ حدیث رقم ٢٢٠١ وابن ماجه فی السنن ١٣١٩/٢ حدیث رقم ٣٩٨٥ واحمد فی المسند ٢٥/٥۔

ترجمہ: حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قتل عام کے زمانہ میں عبادت کرنا میری طرف ہجرت کرنے کی طرح ہے۔ (مسلم)

تشریح ۞ كَهِجْرَةٍ اِلَيَّ: یعنی اس کی عبادت کا ثواب اسقدر زیادہ ہے کہ جیسا کہ وہ شخص نے مکہ سے جب کہ وہ دارالحرب تھا ہجرت کی اور مدینہ میں آپ کی صحبت اختیار کی اور ثواب وافر کمایا اسی طرح اس شخص نے فتنہ وفساد کی ظلمت سے منہ پھیر کر عبادت مولیٰ میں مشغول ہو کر ثواب کو پایا۔

بعد والا زمانہ اور بدتر ہوگا

۵۲۵۳/۱۴ وَعَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ اَتَيْنَا اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فَشَكَوْنَا اِلَيْهِ مَا نَلْقٰى مِنَ الْحَجَّاجِ فَقَالَ اصْبِرُوْا فَاِنَّهٗ لَا يَاْتِيْ عَلَيْكُمْ زَمَانٌ اِلَّا الَّذِيْ بَعْدَهٗ اَشَرُّ مِنْهُ حَتّٰى تَلْقَوْا رَبَّكُمْ سَمِعْتُهٗ مِنْ نَبِيِّكُمْ ﷺ ۔

اخرجه البخاری فی صحیحه ١٩/١٣ حدیث رقم ٧٠٦٨ واحمد فی المسند ١٧٩/٣

ترجمہ: حضرت زبیر بن عدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ظلم حجاج کی شکایت کی۔ ارشاد فرمایا صبر کرو کیونکہ تم پر جو زمانہ آیا ہے بعد والا اس سے بھی برا ہوگا یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جاملو اور میں نے یہ جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ (بخاری)

تشریح ۞ لَا يَاْتِيْ عَلَيْكُمْ: پس تمہیں کیا معلوم کہ کہ اس کے بعد ظلم اور زیادہ ہو اور اس سے بڑا ظالم پیدا ہو پس تم صبر کرو چنانچہ ابوالعباس سفاح اور منصور نے ظلم کی داستانیں صفحہ تاریخ پر لکھیں۔

سَمِعْتُهٗ مِنْ نَبِيِّكُمْ: ① اس روایت پر یہ اشکال ہے کہ زمانہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ حضرت عیسیٰ و مہدی علیہما السلام کا زمانہ تو حجاج سے بدتر نہیں بلکہ بہترین ہے تو جواب یہ ہے کہ زمانے سے مراد زمانہ حجاج سے دجال تک کا سارا زمانہ ہے اور زمانہ عیسیٰ علیہ السلام اور مہدی اس سے مستثنیٰ ہیں اور اصل مقصود تو امت کو تسلی دینا اور صبر کی تلقین کرنا ہے۔

② زیادہ واضح یہ ہے کہ شارع کے کلام سے زمانہ عیسیٰ علیہ السلام مستثنیٰ ہے اور باقی زمانوں میں بدتری موجود ہے خواہ وہ

کسی صورت میں ہو علم، عمل، استقامت وغیرہ کے لحاظ سے عیاں ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ سے جس قدر بعد بڑھتا جا رہا ہے ان میں کوتاہی بڑھتی جا رہی ہے حتی کہ صحابہ کرام نے اپنے باطن کی صفائی کے باوجود آپ ﷺ کے دفن کے بعد اپنے احوال میں تغیر محسوس کیا بعض بزرگوں سے یہ بات منقول ہے کہ گناہ کا خطرہ ایک بار دل میں آیا پھر جاتا رہا۔ پھر ایک رات گزرنے پر وہ خطرہ اس طرح آیا کہ دور نہ ہوسکا اور بہت سوچنے پر اس کا سبب اور کوئی معلوم نہ ہوا سوائے اس بات کے کہ آپ ﷺ کے زمانہ سے بہت دوری ہوگئی ہے جس کی وجہ سے یہ ہجوم خطرات ہے۔ اللھم احفظنا من الخطرات

الفصل الثانی:

فتنوں کے قائدین کی نشاندہی

۱۵/۵۲۵۴ عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ وَاللّٰهِ مَا اَدْرِیْ اَنَسِیَ اَصْحَابِیْ اَمْ تَنَاسَوْا وَاللّٰهِ مَاتَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَائِدِ فِتْنَةٍ اِلٰى اَنْ تَنْقَضِیَ الدُّنْیَا یَبْلُغُ مَنْ مَّعَهٗ ثَلٰثَ مِائَةٍ فَصَاعِدًا اِلَّا قَدْسَمَّاهُ لَنَا بِاسْمِهٖ وَاسْمِ اَبِیْهِ وَاسْمِ قَبِیْلَتِهٖ۔ (رواه ابوداود)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ٤٤٣/٤ حدیث رقم ٤٢٤٣ (٥) فی المخطوطة (صحابته)۔

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ الہ کی قسم! مجھے معلوم نہیں کہ میرے ساتھی بھول گئے یا بھولے بن بیٹھے۔ اللہ کی قسم! رسول اللہؐ نے انقضائے دنیا تک کے آنے والے فتنوں میں سے کسی فتنہ کے قائد کو نہیں چھوڑا کہ جس کے پیروکاروں کی تعداد تین سو یا اس سے زیادہ تک پہنچے مگر ہمیں اس قائد کے باپ اور اسکے خاندان اور قبیلے کا نام بتلا دیا۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ مَنْ قَائِدِ فِتْنَةٍ: یعنی وہ شخص کہ فتنہ کا باعث بننے والا تھا مثلاً کسی عالم نے بدعت ایجاد کی اور لوگوں کو اس کے کرنے کا حکم دیا یا اسی طرح کوئی حکمران ظالم آیا اور وہ لوگوں میں قتل وقتال کا باعث ہوا

مَّعَهٗ ثَلٰثَ مِائَةٍ: بظاہر یہ تین سو کے عدد کی قید اس لئے بڑھائی کہ اس سے کم لوگوں کا فساد وفتنہ تو کوئی خاص ضرر کا باعث نہیں اس لئے اس سے کم مقدار کا اعتبار نہیں

گمراہ لیڈروں کا خطرہ

۱۶/۵۲۵۵ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا اَخَافُ عَلٰى اُمَّتِی الْاَئِمَّةَ الْمُضِلِّیْنَ وَاِذَا وُضِعَ السَّیْفُ فِیْ اُمَّتِیْ لَمْ یُرْفَعْ عَنْهُمْ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ۔

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ٤٥١/٤ حدیث رقم ٤٢٥٢ والترمذی فی السنن ٤٣٧/٤ حدیث رقم ٢٢٢٩ وابن ماجه فی ١٣٠٤/٢ حدیث رقم ٣٩٥٢ واحمد فی المسند ٢٧٨/٥۔

ترجمہ: حضرت ثوبان ؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے اپنی امت کے متعلق گمراہ کرنے والے لیڈروں کا خطرہ ہے۔ جب میری امت میں تلوار چل پڑے گی تو پھر قیامت تک نہ رکے گی۔ (ابوداؤد، ترمذی)

تشریح ۞ اَلْاَئِمَّةَ الْمُضِلِّيْنَ: وہ دوسرے لوگوں کو اپنی گمراہی میں مبتلا کرتے ہیں پس ان کی گمراہی کا ضرر بہت زیادہ اور نہایت برا ہے۔

وَاِذَا وُضِعَ السَّيْفُ: اس کی ابتداء حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے المناک واقعہ سے ہوئی اور اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر اور حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی باہمی لڑائیاں پیش آئیں اور اس وقت سے لے کر آج تک کوئی زمانہ بھی امت کی لڑائیوں سے خالی نہیں رہا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطلاع کے مطابق قیامت تک یہ لڑائی رہے گی۔ ائمہ یہ امام کی جمع ہے یہ مقتداء پیشوا قوم کے سردار کو کہا جاتا ہے اور اس شخص پر بھی بولا جاتا ہے جو لوگوں کو اپنے قول و فعل و اقتدار کی طرف بلائے۔

خلافت نبوت

۵۲۵۶/۱۷ وَعَنْ سَفِيْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْخِلَافَةُ ثَلٰثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا ثُمَّ يَقُوْلُ سَفِيْنَةُ اَمْسِكْ خِلَافَةَ اَبِيْ بَكْرٍ سَنَتَيْنِ وَخِلَافَةُ عُمَرَ عَشَرَةً وَعُثْمٰنَ اثْنَتَيْ عَشَرَةً وَعَلِيٍّ سِتَّةً۔ (رواہ احمد و جامع الترمذی و سنن ابوداود و احمد بن حنبل' المسند)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ٥/٣٦ حديث رقم ٤٦٤٦ والترمذی فی السنن ٤/٤٣٦ حديث رقم ٢٢٢٦ واحمد فی المسند ٥/٢٢٠

ترجمہ: حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ خلافت تیس سال ہے۔ پھر بادشاہت ہوگی پھر سفینہ کہتے ہیں خلافتِ صدیقی دو سال اور خلافت فاروقی دس سال اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت بارہ سال اور حضرت علی کی چھ سال۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد)

تشریح ۞ شیخ نے اپنے ترجمہ میں ملکا کے بعد عضوضا یعنی کاٹ کھانے والی، دکھ پہنچانے والی کا لفظ بھی نقل کیا ہے۔ اور کاٹ کھانے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں عدالت و دین پروری کے وہ ذرائع نہ ہوں جو ہونے چاہئیں۔ اگر مجازی معنی کو لیا جائے کہ خلف پیچھے آنے والے کو کہا جاتا ہے تو اس بعد والے کو خلیفہ کہا جا سکتا ہے مگر حقیقت خلافت کے لحاظ سے کہ جس کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا وہ خلافت خاصہ ہے جو کہ تیس برس رہے گی۔ یہ خلفاء اربعہ کی خلافت ہے اور ان بعد والے لوگوں کو امیر المؤمنین کہیں تو کچھ ممانعت نہیں کیونکہ یہ مسلمانوں کے والی و حکام تو بہر حال ہیں۔ شرح العقائد میں ہے کہ اس روایت پر اعتراض وارد ہوتا ہے کیونکہ اہل حل و عقد تو بعض خلفاء امویہ اور خلفاء عباسیہ پر متفق تھے مثلاً حضرت عمر بن عبدالعزیز وغیرہ۔

جواب: شاید اس سے مراد خلافت کاملہ ہو کہ جس میں مخالفت حق کی ملاوٹ نہ ہو وہ تیس سال کے بعد کبھی ہوگی اور کبھی نہ ہوگی۔ انتہیٰ۔

یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ مروانیوں میں سب سے پہلے یزید بن معاویہ پھر دوسرے نمبر پر اس کا بیٹا معاویہ بن یزید۔ تیسرے نمبر پر عبدالملک بن مروان پھر چوتھے نمبر پر ہشام بن عبدالملک پھر پانچویں نمبر پر ولید چھٹے نمبر پر سلمان ساتویں

نمبر پر عمر بن عبد العزیز۔ آٹھویں نمبر پر یزید بن عبد الملک نویں نمبر پر ولید بن یزید دسویں نمبر پر یزید بن ولید گیارہویں نمبر پر مروان بن مروان بن محمد پھر ان سے خلافت کا سلسلہ ختم ہو گیا اور خلافت اولاد عباس کی طرف منتقل ہو گئی۔

یَقُوْلُ سَفِیْنَۃُ یعنی حدیث کا راوی سفینہ مولیٰ رسول اللہ ﷺ عرض کرتا ہے خواہ اپنے شاگرد کو مخاطب کر کے یا عام لوگوں کو سمجھانے کے لئے عرض کرتا ہے کہ تیس کا یہ حساب اس طرح ہے کہ خلافت ابوبکر دو سال اور خلافت عمر دس سال اور خلافت عثمان بارہ سال اور خلافت علی چھ سال۔ یہ حساب کسر کو حذف کر کے تخمینی طور پر ذکر کیا ہے۔ صاحب جامع الاصول نے کسور کی وضاحت کے ساتھ اس طرح لکھا:

خلافت صدیقی:	برس ۲۔۔ ۴ ماہ	خلافت فاروقی:	۱۰ سال۔ ۶ ماہ
خلافت عثمانی:	۱۲ سال۔ ۹ ماہ	خلافت علوی:	۴ سال۔ ۹ ماہ

تو کل زمانہ خلافت خلفاء اربعہ ۲۹ سال اور سات ماہ بنتی ہے۔ دور خلافت حسینی ۵ ماہ تھی اس طرح تیس سال مکمل ہوئے۔
(جامع الاصول)

خیر کے بعد شر

۱۸/۵۲۵۷ وَعَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیَكُوْنُ بَعْدَ هٰذَا الْخَیْرِ شَرٌّ كَمَا كَانَ قَبْلَهٗ شَرٌّ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَمَا الْعِصْمَةُ قَالَ السَّیْفُ قُلْتُ وَهَلْ بَعْدَ السَّیْفِ بَقِیَّةٌ قَالَ نَعَمْ تَكُوْنُ اِمَارَةٌ عَلٰی اَقْذَاءٍ وَهُدْنَةٌ عَلٰی دَخَنٍ قُلْتُ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ یَنْشَاُ دُعَاةُ الضَّلَالِ فَاِنْ كَانَ لِلّٰهِ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةٌ جَلَدَ ظَهْرَكَ وَاَخَذَ مَالَكَ فَاَطِعْهُ وَاِلَّا فَمُتْ وَاَنْتَ عَاضٌّ عَلٰی جِذْلِ شَجَرَةٍ قُلْتُ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ یَخْرُجُ الدَّجَّالُ بَعْدَ ذٰلِكَ مَعَهٗ نَهْرٌ وَنَارٌ فَمَنْ وَقَعَ فِیْ نَارِهٖ وَجَبَ اَجْرُهٗ وَحُطَّ وِزْرُهٗ وَمَنْ وَقَعَ فِیْ نَهْرِهٖ وَجَبَ وِزْرُهٗ وَحُطَّ اَجْرُهٗ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ یُنْتَجُ الْمُهْرُ فَلَا یُرْكَبُ حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَةُ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ هُدْنَةٌ عَلٰی دَخَنٍ وَجَمَاعَةٌ عَلٰی اَقْذَاءٍ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْهُدْنَةُ عَلَی الدَّخَنِ مَا هِیَ قَالَ لَا تَرْجِعُ قُلُوْبُ اَقْوَامٍ عَلَی الَّذِیْ كَانَتْ عَلَیْهِ قُلْتُ هَلْ بَعْدَ هٰذَا الْخَیْرِ شَرٌّ قَالَ فِتْنَةٌ عَمْیَاءُ صَمَّاءُ عَلَیْهَا دُعَاةٌ عَلٰی اَبْوَابِ النَّارِ فَاِنْ مُتَّ یَا حُذَیْفَةُ وَاَنْتَ عَاضٌّ عَلٰی جِذْلٍ خَیْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ تَتَّبِعَ اَحَدًا مِنْهُمْ۔

اخرجه ابو داؤد فی السنن ٤٤٤/٤ حدیث رقم ٤٢٤٤ واخرجه ابن ماجه ١٣١٧/٢ حدیث رقم ٣٩٨١ واحمد فی المسند ٤٠٣/٥

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا اس خیر کے بعد شر ہو گا جیسا کہ اس سے پہلے تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جی ہاں! میں نے عرض کیا اس سے بچنے کی راہ کیا ہے ارشاد فرمایا۔ تلوار میں نے عرض کیا تلوار کے بعد کچھ بچے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جی ہاں! ناپسندیدہ حکومت ہو گی اور تکدر پر صلح ہو گی۔ میں نے عرض کیا پھر

کیا ہوگا۔ فرمایا پھر گمراہی کی طرف بلانے والے جنم لیں گے۔ پس اگر زمین میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہو اور وہ تمہاری پشت پر کوڑے لگائے اور تمہارا مال لے لے تو تم تب بھی اس کی فرمانبرداری کرنا ورنہ اس طرح مرجانا کہ کسی درخت کی جڑ کو دانتوں میں پکڑنے والے ہو۔ میں نے عرض کیا پھر کیا ہوگا۔ ارشاد فرمایا پھر خروج دجال ہوگا جس کے ساتھ پانی کی نہر اور آگ ہوگی پس جو شخص اس کی آگ میں گرے گا اس کے گناہ صاف ہو جائیں گے اور جو اس کے پانی کی نہر میں گرے گا اس کے گناہ پکے اور قائم ہو جائیں گے اور اس کا ثواب مٹ جائے گا۔ عرض کیا پھر کیا ہوگا۔ ارشاد فرمایا پھر گھوڑی بچہ جنے گی اور وہ ابھی سواری کے قابل نہ ہونے پائے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور ایک روایت اس طرح ہے کہ لوگوں کی صلح بتکدر اور اجتماع ناپسندیدگی پر ہوگا۔ عرض کیا گیا کہ تکدر کی حالت میں صلح کا کیا مطلب ہے فرمایا قوموں کے دل اس بات پر مجتمع نہ ہوں جس پر پہلے جمع تھے عرض کیا گیا کیا اس شر کے بعد خیر ہوگی۔ ارشاد فرمایا اندھے بہرے فتنے ہوں گے۔ کچھ لوگ دوزخ کے دروازوں کی طرف بلانے والے ہوں گے تو اے حذیفہ اگر تم ایسی حالت میں وفات پاؤ کہ تم کسی درخت کی جڑ دانت سے پکڑنے والے ہو تو یہ تمہارے لئے اس سے بہتر ہے کہ تم ان میں سے کسی کی پیروی کرو۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ **اَيَكُوْنُ**: کیا اس خیر یعنی دین اسلام کے بعد شر یعنی کفر آئے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جی ہاں۔

فَمَا الْعِصْمَةُ: اس سے بچاؤ کا کیا راستہ ہے تو فرمایا تلوار کے استعمال سے اس شر سے بچا جا سکتا ہے یا اس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ تم ان شر پسندوں کو تلوار سے مارو۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اس کا مصداق وہ لوگ ہیں جنہوں نے وفات رسول اللہ ﷺ کے بعد خلافت صدیقی میں ارتداد اختیار کیا اور صدیق اکبر نے علاج ٹھیک اس ارشاد نبوت کے مطابق کیا۔

اَمَارَةٌ عَلٰی اَقْذَاءٍ: اقذاء یہ قذی کی جمع ہے اور قذی یہ قذاۃ کی جمع ہے پانی اور آنکھوں میں پڑنے والا غبار اور تنکا۔ مطلب یہ ہے کہ امراء پر لوگوں کا اجتماع ظاہر ہوگا مگر دل میں ان کے متعلق خلش ہوگی وہ صفائی باطن سے ان پر مجتمع نہ ہوں گے جیسا کہ آنکھ میں تنکا پڑنے سے ظاہر تو آنکھ کا اچھا نظر آتا ہے مگر اندر سے آنکھ دکھتی رہتی ہے۔

قاضی کا قول:

امارت و حکومت میں کچھ بدعات اور ممنوعات کی ملاوٹ ہوگی خالص علی منہاج النبوۃ نہ ہوگی۔

هُدْنَةٌ عَلٰی دَخَنٍ: ھدنہ کا اصل معنی سکون آرام ہے یہاں صلح کے معنی میں لایا گیا۔ دخن بمعنی دھواں یعنی فریب سے صلح ہوگی یہ پہلے جملہ کی تاکید ہے اور اس میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صلح کی طرف اشارہ ہے کہ انہوں نے ملک امارت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر کے خود دستبرداری اختیار کی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نظام حکومت سنبھال لیا اس سے یہ معلوم ہوتا ہے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے صلح کر لینے کے باوجود خلیفہ نہ ہوئے جیسا کہ بعض نے وہم کیا ہے۔

(اگر دخن سے مراد وہ خارجی گروپ لیا جائے جو حضرت حسن کو یامذل المؤمنین کا طعنہ دے رہے تھے وہ صلح پر قطعاً راضی نہ تھے تو زیادہ مناسب ہوگا)

دُعَاةُ الضَّلَالِ: امراء کی ایک جماعت پیدا ہوگی جو لوگوں کو بدعات اور گناہوں کی طرف بلائیں گے۔

عَلٰی جَذْلِ شَجَرَةٍ: یعنی لوگوں سے علیحدگی اختیار کرو اور صبر و ضبط کے ساتھ جنگلوں کے درختوں کے نیچے زندگی گزارو اور

اگر فاقہ کشی کی وجہ سے گھاس چبانے اور لکڑی چبانے کی نوبت آئے تو اسے حفاظت ایمان کے لئے برداشت کرلو۔
نمبر۲ بعض نے جملہ و الا فمت کو قاطعۃ سے متعلق کیا ہے کہ اگر تم خلیفہ کی اطاعت نہ کرو گے تو حیرانی اور پریشانی میں مرو گے۔
نمبر۳ بعض نسخوں میں فمت کی بجائے قمت آیا ہے جس کا معنی کھڑا ہونا ہے یعنی اگر ایسا نہ ہو تو اٹھ جا اور کسی درخت کی جڑ میں پناہ لے۔

ثُمَّ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ : بعض نے کہا کہ واقعۃً اس کے ساتھ آگ اور پانی ہوگا۔ نمبر۲ یہ دونوں چیزیں محض تخیلاتی ہوں گی اور بطور سحر اور مسمریزم کے پانی اور آگ نظر آئے گا۔
نمبر۳ اس کا پانی حقیقت میں آگ ہوگا اور آگ پانی ہوگی انتہی۔ نمبر۴ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ ظاہر پر محمول ہے اور حقیقت مراد ہونے میں کوئی مانع نہیں اور یہ احتمال بھی ہے کہ لطف وقہر خداوندی اور وعدہ اور وعید مراد ہو۔

فَمَنْ وَقَعَ فِىْ نَارِهٖ: جس نے دجال کی مخالفت کی اور وہ اس کے نتیجہ میں آگ میں ڈالا گیا۔ آگ کی اضافت اس کی طرف کر کے اشارہ کر دیا کہ اس کی آگ حقیقی نہیں بلکہ محض سحر ہوگا تو ثابت قدم رہنے اور صبر کرنے کی وجہ سے اس کا اجر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ثابت وقائم ہوگیا اور وہ رضائے الٰہی کا طلب گار رہا اور گناہ صادر ہونے سے پہلے ہی اس کی گردن سے گناہ اتار دیا گیا اور اسے معافی مل گئی۔

وَمَنْ وَقَعَ فِىْ نَهْرِهٖ: دجال کی پیروی اور اتباع کی وجہ سے اسے اس کی نہر میں ڈالا گیا اس دجال پر ایمان لانے کی وجہ سے یہ جرم بھی اس کے ذمہ ثابت ہوگیا اور سابقہ اعمال بھی ثواب سے محروم کر دیئے گئے کیونکہ اس نے آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو ترجیح دے کر اسے اختیار کیا۔

ثُمَّ مَاذَا: فتج۔ تناج۔ انتاج۔ جنانے کی تدبیر، تولید کی خدمت وتدبیر کرنا جیسا کہ دایہ جننے والی عورت کی معاونت کرتی ہے اور انتاج وقت ولادت کو پہنچنا۔ مُهْرٌ۔ گھوڑے کا نر بچہ۔ مادہ کے لئے مهرةٌ آتا ہے۔ یرکب سواری کے قابل ہونا۔ اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ مراد ہے۔ اس وقت سے قیام قیامت تک سواری گھوڑوں پر نہ کی جائے گی کیونکہ نہ لڑائی کی حاجت اور نہ کفار کا وجود۔ نمبر۲ خروج دجال کے بعد وقوع قیامت تک کا زمانہ تھوڑا سا ہوگا زیادہ دراز نہ ہوگا اور قیامت اس قدر قریب ہوگی جتنی مدت میں ایک گھوڑی بچہ دیتی ہے اور وہ جواں ہو کر سواری کے لائق ہوتا ہے اور یہ معنی ظاہر اور دوسری حدیث کے موافق ہے۔

قَالَ فِتْنَةٌ عَمْيَاءُ: کہ لوگ اس فتنے میں نہ حق دیکھیں گے نہ سنیں گے اس روایت میں اندھے اور بہرے پن کی طرف فتنہ کی نسبت مجازی ہے اور حقیقت میں لوگ اس فتنہ کے وقت ایسے ہی ہو جائیں گے اور اس فتنہ کی طرف بلانے والی ایک جماعت ہوگی جو کہ فتنہ خود برپا کرنے پر آمادہ کرے گی اور وہ لوگ اس طرح ہوں گے گویا کہ وہ دوزخ کے دروازے پر کھڑے ہو کر لوگوں کو بلا رہے ہیں یہاں تک کہ اکٹھے اس میں داخل ہوں۔

مدینہ میں قتل کثیر کی پیشینگوئی

۱۹/۵۲۵۸ وَعَنْ اَبِىْ ذَرٍّ قَالَ كُنْتُ رَدِيْفًا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا عَلٰى حِمَارٍ

فَلَمَّا جَاوَزْنَا بُيُوْتَ الْمَدِيْنَةِ قَالَ كَيْفَ بِكَ يَا اَبَاذَرٍّ اِذَا كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ جُوْعٌ تَقُوْمُ عَنْ فِرَاشِكَ وَلَا تَبْلُغُ مَسْجِدًا حَتّٰى يُجْهِدَكَ الْجُوْعُ قَالَ قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ تَعَفَّفْ يَا اَبَا ذَرٍّ قَالَ كَيْفَ بِكَ يَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ مَوْتٌ يَبْلُغُ الْبَيْتَ الْعَبْدَ حَتّٰى اِنَّهٗ يُبَاعُ الْقَبْرُ بِالْعَبْدِ قَالَ قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ تَصْبِرُ يَا اَبَاذَرٍّ قَالَ كَيْفَ بِكَ يَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ قَتْلٌ تَغْمُرُ الدِّمَاءُ اَحْجَارَ الزَّيْتِ قَالَ قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ تَاْتِيْ مَنْ اَنْتَ مِنْهُ قَالَ قُلْتُ وَاَلْبَسُ السِّلَاحَ قَالَ شَارَكْتَ الْقَوْمَ اِذًا قُلْتَ فَكَيْفَ اَصْنَعُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنْ خَشِيْتَ اَنْ يَّبْهَرَكَ شُعَاعُ السَّيْفِ فَاَلْقِ نَاحِيَةَ ثَوْبِكَ عَلٰى وَجْهِكَ يَبُوْءُ بِاِثْمِكَ وَاِثْمِهٖ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه ابو داؤد في السنن ٤٥٨/٤ حديث رقم ٤٢٦١ وابن ماجه ١٣٠٨/٢ حديث رقم ٣٩٥٨ واحمد في المسند ١٤٩/٥

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک دن دراز گوش پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا۔ جب ہم مدینہ منورہ سے نکل گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوذر! تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب مدینہ میں عام بھوک ہوگی تم اپنے بستر سے اٹھ کر مسجد تک نہ پہنچ سکو گے۔ بھوک تمہیں مشقت میں مبتلا کر رہی ہوگی میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو بہتر معلوم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے ابوذر! پاکیزگی اختیار کرنا۔ پھر فرمایا! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب مدینہ میں عام موت پھیل جائے گی مکان غلام کی قیمت کو پہنچ جائے گا یہاں تک کہ ایک قبر ایک غلام کے عوض بکے گی۔ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں ارشاد فرمایا اے ابوذر! صبر کرنا۔ پھر فرمایا اے ابوذر تمہارا کیا حال ہوگا جب مدینہ میں قتل ہوگا یہاں تک کہ خون ریت کے پتھروں کو ڈبو دے گا۔ عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں ارشاد فرمایا ان میں چلے جانا جن میں سے تم ہو۔ عرض کیا کیا میں ہتھیار باندھ لوں۔ ارشاد فرمایا پھر تو تم قوم میں شریک ہوگئے عرض کیا یا رسول اللہ! پھر میں کیا کروں؟ فرمایا اگر تمہیں خدشہ ہو کہ تلوار کی شعاعیں آنکھوں کو چندھیا دیں گی تو اپنے کپڑے کا کنارہ اپنے چہرے پر ڈال لینا تا کہ وہ تمہارا اور اپنا گناہ لے کر لوٹے۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ **كُنْتُ رَدِيْفًا:** اس سے یہ دلالت مل رہی ہے کہ آپ صحابہ کرام کے ساتھ حسن سلوک اور کمال تواضع سے پیش آتے اور حضرت ابوذر غفاری کا کمال قرب اور روایت کے متعلق سننے اور یاد رکھنے میں انتہائی احتیاط ظاہر ہوتی ہے کہ اس موقع کو بھی ذکر کیا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی۔

حَتّٰى يُجْهِدَكَ الْجُوْعُ: یعنی بھوک کی وجہ سے اس قدر ضعف ہو جائے گا کہ باوجود مشقت تمام کے نماز کے لئے مسجد میں نہیں پہنچا جا سکے گا۔

قَالَ تَعَفَّفْ: یعنی بھوک کی ایذاء پر صبر کرو اور صلاح و تقویٰ کا دامن ہاتھ سے مت چھوڑو اور اپنے آپ کو حرام اور مشتبہ چیزوں سے محفوظ رکھو اور مخلوق کے سامنے ذلت اور طمع کی خاطر سوال مت کرو۔

اِذَا كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ مَوْتٌ: یہاں گھر سے مراد قبر ہے۔ ایک قبر کی جگہ اتنی قیمتی ہو جائے گی جتنی غلام کی قیمت ہے اور اس

کی وجہ یہ ہوگی کہ بہت لوگ مریں گے کہ کثرت اموات کی وجہ سے لوگوں کو قبروں کی جگہ ہاتھ نہ لگے گی اور اس میں اس حد تک تنگی پیش آئے گی کہ ایک قبر کی قیمت ایک غلام کے برابر ہوگی پھر آپ ﷺ نے اس ابہام کو اس طرح دور فرمایا۔

قَالَ تَصْبِرُ: کہ خبر امر کے معنی میں ہے یعنی مصائب پر صبر کرنا اور جزع فزع کا اظہار نہ کرنا اور تقدیر الٰہی پر راضی رہنا اور مدینہ سے مت بھاگنا۔

اِذَا کَانَ بِالْمَدِیْنَۃِ قَتْلٌ: احجار الزیت یہ ایک جگہ کا نام ہے یہ مدینہ کے مغربی جانب واقع ہے وہاں سیاہ پتھر ہیں جو اس طرح محسوس ہوتے ہیں جیسا کہ پتھروں پر زیتون کا تیل مل دیا گیا ہو آپ ﷺ نے اس ارشاد میں واقعہ حرہ کی طرف اشارہ فرمایا جو کہ یزید کے زمانہ میں پیش آیا اور یہ واقعہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد پیش آیا ایک بہت بڑا لشکر مدینہ منورہ بھیجا گیا جس نے اس شہر کی حرمت کا قطعاً لحاظ نہ کیا اور نہ ہی مسجد نبوی کا کچھ احترام کیا۔ صحابہ کرام اور تابعین کی ایک کثیر تعداد نے اس میں جام شہادت نوش کیا اور لشکر کے لوگوں نے بہت سی ناقابل بیان خرابیاں کیں مدینہ منورہ کو خراب کرنے کے بعد یہ لشکر مکہ مکرمہ پہنچا اور مکہ کا محاصرہ کرلیا ابھی محاصرہ باقی تھا کہ یزید کی ہلاکت کی اطلاع ملی تو محاصرہ اٹھالیا گیا۔

اَنْتَ مِنْہُ: یعنی تو اس کے پاس واپس لوٹ جا کہ جس کے پاس سے آیا اور نکلا ہے یعنی مطلب یہ ہے کہ تم اس کی موافقت کرو جو تمہارے دین اور تمہارے طرز عمل میں موافقت کرنے والا ہو اور قاضی کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ تو اپنے اہل واقارب کے پاس جا اور اپنے گھر میں بیٹھ جا مگر علامہ طیبیؒ کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تو اپنے امام کی طرف لوٹ جا جس کا تو تابع ہے اور یہ قول حضرت ابوذر کے قول کے زیادہ موافق ہے اور ظاہر کے لحاظ سے بہتر ہے۔

قَالَ شَارَکْتَ: یعنی ہتھیار پہن کر اگر تم لڑائی کرو گے تو گناہ اور فتنہ انگیزی میں اُن ہی کی طرح شمار ہو گے مطلب یہ کہ ہتھیار نہ پہننا مگر اپنے امام کے ساتھ رہنا اور ارباب صلاح کا ساتھ دینا اور مت لڑنا یہاں تک کہ تجھ کو کامیابی حاصل ہو۔ کذا قال الطیبی۔ مگر اس بات پر شبہ لازم آتا ہے کہ جب اس کا امام قتال کرے گا تو اس کا قتال سے باز رہنا کیسے ممکن ہے ورنہ اس کے ساتھ کا کیا معنی ہے؟ ابن الملک کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے ارشاد میں مشارکت کا لفظ خونریزی سے احتراز وزجر کے لئے ہے ورنہ وہ دشمن جو ناحق خونریزی کرے تو اس سے دفاع لازم ہے۔ کذا قال ابن الملک طیبیؒ نے بھی اس کو ذکر کیا اور اسی کو درست قرار دیا اور کہا کہ دفع کرنا اس وقت جائز ہے جب کہ وہ دشمن مسلمان ہو بشرطیکہ اس پر فساد مرتب نہ ہو بخلاف اس صورت کے کہ دشمن کافر ہو تو ایسی حالت میں امکان کی حد تک دفاع واجب ہے۔

فَاَلْقِ نَاحِیَۃَ ثَوْبِكَ: یعنی کپڑے کی جانب سے اپنے چہرے کو ڈھانپ لو اور اس معاملے سے تغافل اختیار کرو تا کہ نہ تم دیکھو اور نہ تم ڈرو مطلب یہ ہے کہ ان سے مت لڑو اگر وہ تم سے لڑنا بھی چاہیں تو اپنے آپ کو قتل کے حوالے کردو کیونکہ وہ اہل اسلام میں سے ہیں اور ان کے ساتھ لڑائی کو چھوڑ کر تابعداری اختیار کرنے میں بہتری ہے جیسا کہ اپنے اس قول سے اس طرف اشارہ فرمایا کہ وہ قاتل تیرہ گناہ لے کر لوٹے گا۔ یعنی اس کے اپنے گناہ بھی ہوں گے اور ساتھ دوسرے قتل کرنے کا گناہ بھی اس پر ہوگا۔

حرہ کا یہ افسوس ناک واقعہ ۶۳ ہجری میں پیش آیا اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی وفات خلافت عثمانی کے آخر ۳۲ھ میں ہوئی۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کو نہیں پایا اس واقعہ کے یہ حالات اللہ نے بلاتعیین وقت آپ کو وحی الٰہی سے بتا دیئے اور آپ ﷺ نے ان حالات کی اطلاع حضرت ابوذر غفاری کو دی اور ان کو صبر کرنے اور ثابت قدم رہنے کی تلقین فرمائی

اور اس بات کا بھی احتمال پایا جاتا ہے کہ انہوں نے بھوک کے واقعہ کو پایا ہو اور ان کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی ہو جیسا کہ عام الرماد وغیرہ پیش آیا یا اس کا معاملہ بھی اسی قیاس پر مبنی ہے جو کہ واقعہ حرہ کے سلسلے میں ذکر کر دیا گیا۔

فتنہ کے وقت اپنا خیال رکھو اور عوام سے بچو

۲۰/۵۲۵۹ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَیْفَ بِكَ اِذَا اُبْقِیْتَ فِیْ حُثَالَةٍ مِّنَ النَّاسِ مَرَجَتْ عُهُوْدُهُمْ وَاَمَانَتُهُمْ وَاخْتَلَفُوْا وَكَانُوْا هٰكَذَا وَشَبَّكَ بَیْنَ اَصَابِعِهٖ قَالَ فَبِمَ تَاْمُرُنِیْ قَالَ عَلَیْكَ بِمَا تَعْرِفُ وَدَعْ مَا تُنْكِرُ وَعَلَیْكَ بِخَاصَّةِ نَفْسِكَ وَاِیَّاكَ وَعَوَامَّهُمْ وَفِیْ رِوَایَةٍ اِلْزَمْ بَیْتَكَ وَاَمْلِكْ عَلَیْكَ لِسَانَكَ وَخُذْ مَا تَعْرِفُ وَدَعْ مَاتُنْكِرُ وَعَلَیْكَ بِاَمْرِ خَاصَّةِ نَفْسِكَ وَدَعْ اَمْرَ الْعَامَّةِ۔ (رواہ الترمذی وصححہ)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۲۵۱/۱۱ حدیث رقم ٦٤٣٤ وابو داؤد فی السنن ٥١٣/٤ حدیث رقم ٤٣٤٢ وابن ماجه فی السنن ١٣٠٧/٢ حدیث رقم ٣٩٥٧ والدارمی فی السنن ٣٩٠/٢ حدیث رقم ٢٧١٩ واحمد فی المسند ١٦٢/٢

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا جب تم لوگوں کے بھس میں رہ جاؤ گے ان کی امانتیں اور عہد و پیمان میں گڑبڑ ہوگی اور آپس میں اختلاف کریں گے تو اس طرح ہو جائیں گے۔ آپ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں ڈالا عرض کیا مجھے اس وقت کیا حکم ہے فرمایا جس کو بھلا سمجھو اسے مضبوط تھام لو اور جسے برا جانو تو اسے ترک کر دو تم اپنا خیال رکھو اور عوام سے بچو اور ایک روایت میں ہے کہ اپنے گھر کو لازم پکڑو اور اپنی زبان قابو میں رکھو اچھے کو اختیار کرو اور برے کو چھوڑ دو اور اپنا خاص معاملہ اختیار کرو اور تمام لوگوں کا معاملہ چھوڑ دو۔ (ترمذی)

تشریح ۞ اِذَا اُبْقِیْتَ فِیْ حُثَالَةٍ حثالۃ چاول اور جو کے بھوسے کو کہا جاتا ہے اسی طرح ہر ناکارہ چیز کے لئے بولا جاتا ہے جس میں خیر نہ ہو ان کا معاملہ درست نہیں ہوگا بلکہ ہر گھڑی اور ہر لحظہ علیحدگی کو ظاہر کرے گا۔

مرج العهد: اس کا معنی عہد کو پورا نہ کرنا ہے یعنی لوگ عہد کو پورا نہیں کریں گے اور امانتوں میں خیانت کریں گے۔

وَشَبَّكَ: آپ ﷺ نے ان کے اختلاف کی صورت کو سمجھانے کے لئے یہ مثال دی کہ اس طرح وہ ایک دوسرے سے نزاع اور جھگڑا رکھتے ہوں گے اور ایک دوسرے کی ہلاکت کے درپے ہوں گے اور ان کے دین کا معاملہ باہمی مخلط ہوگا کہ امین اور خائن کی پہچان اور نیک و بد کا امتیاز نہ ہو سکے گا۔ انگلیوں کو دوسری انگلیوں میں ڈالنا کبھی تو اجتماع اور الفت کو ظاہر کرنے کے لئے ہوتا ہے جیسا کہ تقسیم غنائم کے سلسلے میں آپ ﷺ نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے اتفاق کو ظاہر کرنے کے لئے اپنی انگلیوں کو انگلیوں میں ڈالا اور فرمایا کہ جاہلیت اور اسلام میں یہ اس طرح رہے اور تشبیک کا اصل معنی ملانا اور ایک دوسرے کا آپس میں مل جل جانا ہے چنانچہ یہ بات دونوں صورتوں میں ظاہر ہے۔

عَلَیْكَ بِمَا تَعْرِفُ: یعنی اپنے دین کی حفاظت کرو اور دوسرے لوگوں کے خیال میں مت پڑو اور یہ اس موقعہ سے متعلق ہے جب شریروں کی کثرت اور نیکوں کی قوت نہایت درجہ ضعیف ہو تو ایسے حالات میں امر بالمعروف کے ترک کر دینے کی

رخصت ہے اگرچہ اس وقت بھی اعلان حق ہی میں ہے۔

اِلْزَمْ بَیْتَکَ : اپنے گھر کو لازم پکڑ و اور لوگوں کے احوال کا تذکرہ مت کرو تاکہ تم ان کی ایذاء سے بچے رہو۔

اس بات میں کلام نہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو لوگوں کے ساتھ میل جول کی رخصت عنایت فرمائی اور اپنی ذات کی تربیت و اصلاح کا خصوصی طور پر حکم فرمایا اور لوگوں کے حالات سے تعرض نہ کرنے کا حکم دیا۔ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو تمام لوگوں سے الگ تھلگ جنگل و بیابان میں چلے جانے اور خلوت گزینی اختیار کرنے کا حکم فرمایا۔ یہ دونوں حکم ہر ایک حالات کے پیش نظر فرمائے جیسا کہ وہ مربی جو اسم الحکیم کے مظہر ہوتے ہیں وہ کیا کرتے ہیں۔

حقیقت الامر یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنی جوانی میں نہایت عابد و زاہد تھے ہمیشہ کا روزہ اور شب بیداری ان کا معمول تھا۔ بیوی کی طرف چنداں رغبت نہ کرتے ان کے والد گرامی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ان کو جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور ان کے حالات کا تذکرہ کیا۔ تو آپ ﷺ نے ان کو شدت ریاضت سے منع فرمایا اور تین روزے ہر ماہ میں اور رات کا تہائی حصہ یا چھٹا حصہ بیداری کے لئے حکم فرمایا اور والد کے حکم کی تعمیل کے لئے تاکید فرمائی۔ پس اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے والد گرامی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مشیر خاص تھے میل جول رکھتے تھے مگر اپنے کام میں مشغولیت کا حکم تھا اس لئے اپنے کام میں رہتے اور حق وصیت کو بجالاتے۔ لوگ ان کو کہتے کہ تم ہمارے ساتھ کیوں نہیں بیٹھتے تو وہ کہتے میں خیر میں تو تمہارے ساتھ ہوں مگر شر میں تمہارے ساتھ نہیں ان کو اہل بیت نبوت سے بہت محبت تھی ایک دن انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھا مگر آگے سے گزر گئے۔ صحبت میں نہ بیٹھے لوگوں نے قریب نہ جانے کی وجہ دریافت کی تو فرمانے لگے میں اس بات سے شرمندہ ہوں کہ میں ان میں سے ہوتے ہوئے بھی ان سے نہیں ہوں۔

اندھیری رات کے ٹکڑوں جیسے فتنے

۵۲۶۰/۲۱ **وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَةِ فِتَنًا کَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ یُصْبِحُ الرَّجُلُ فِیْهَا مُؤْمِنًا وَیُمْسِیْ کَافِرًا وَیُمْسِیْ مُؤْمِنًا وَیُصْبِحُ کَافِرًا الْقَاعِدُ فِیْهَا خَیْرٌ مِنَ الْقَائِمِ وَالْمَاشِیْ فِیْهَا خَیْرٌ مِنَ السَّاعِیْ فَکَسِّرُوْا فِیْهَا قِسِیَّکُمْ وَقَطِّعُوْا فِیْهَا اَوْتَارَکُمْ وَاضْرِبُوْا سُیُوْفَکُمْ بِالْحِجَارَةِ فَاِنْ دُخِلَ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْکُمْ فَلْیَکُنْ کَخَیْرِ بَنِیْ اٰدَمَ** (رواہ ابو داود وفی روایة له) **ذُکِرَ اِلٰی قَوْلِهٖ خَیْرٌ مِنَ السَّاعِیْ ثُمَّ قَالُوْا فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ کُوْنُوْا اَحْلَاسَ بُیُوْتِکُمْ وَفِیْ رِوَایَةِ التِّرْمِذِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِی الْفِتْنَةِ کَسِّرُوْا فِیْهَا قِسِیَّکُمْ وَقَطِّعُوْا فِیْهَا اَوْتَارَکُمْ وَالْزَمُوْا فِیْهَا اَجْوَافَ بُیُوْتِکُمْ وَکُوْنُوْا کَابْنِ اٰدَمَ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ۔**

اخرجه ابو داؤد فی السنن ٤٥٧/٤ حدیث رقم ٤٢٥٩ والترمذی فی السنن ٤٢٤/٤ حدیث رقم ٢٢٠٢ وابن ماجه فی السنن ١٣١٠/٢ حدیث رقم ٣٩٦١ واحمد فی المسند ٤١٦/٤۔

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت سے پہلے اندھیری رات

کے ٹکڑوں کی طرح فتنے ہیں ان میں آدمی صبح کے وقت مومن اور شام کو کافر ہو جائے گا۔ اور شام کو مومن اور صبح کے وقت کافر ہو جائے گا اس میں بیٹھا ہوا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہو گا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہو گا۔ اس میں اپنی کمانوں کو توڑ ڈالنا اور چلوں کو کاٹ دینا اور اپنی تلواروں کو پتھر پر مارنا اور اگر تم میں سے کسی کے پاس وہ فتنہ اندر داخل ہو جائے تو حضرت آدم علیہ السلام کے اچھے بیٹے کی طرح ہو جانا۔ (ابوداؤد) ایک اور روایت میں خیر من الساعی تک مروی ہے پھر لوگوں نے پوچھا کہ آپ ہمیں ایسے حالات میں کیا حکم فرماتے ہیں۔ ارشاد فرمایا۔ اپنے گھروں کی چٹائیاں بنا جانا۔ ترمذی کی روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فتنے کے دوران اپنی کمانوں کو توڑ ڈالنا اور کمانوں کے چلوں کو کاٹ ڈالنا اور اپنے گھروں کے اندرون کو لازم پکڑنا اور حضرت آدم کے بیٹے کی طرح ہو جانا۔ (ترمذی)

تشریح ۞ **کَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ**: یعنی وہ فتنے ہر گھڑی بدلتے رہیں گے اور اس میں ان کی حالت کا پتہ چل جائے گا وہ کبھی عہد باندھتا اور دوسرے وقت میں توڑ دیتا ہے اور کبھی وہ امانت داری اختیار کریں گے اور دوسرے وقت میں خیانت کریں گے۔ اگر ایک وقت سنت پر چلے تو دوسرے وقت بدعت کو اپنائیں گے کبھی مومن اور کبھی کافر وغیرہ تو ان میں بیٹھنے والا کھڑے سے بہتر ہو گا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہو گا یعنی ان سے جس قدر کوئی دور رہے گا تو ان کے قرب سے بہتر رہے گا اس کے متعلق تفصیل فصل اول میں گزری۔ جب تم یہ معاملہ دیکھو تو اپنی کمانیں توڑ ڈالو اس سے مبالغے کے انداز سے سمجھایا کہ جب کمان ٹوٹ جائے گی تو چلے کا فائدہ نہ رہے گا گویا بالکل علیحدگی اختیار کر لو۔

وَکُوْنُوْا کَابْنِ اٰدَمَ: آدم علیہ السلام کے بہترین بیٹے کی طرح ہو جاؤ یعنی صبر سے کام لو اور مقابلہ سے ہاتھ روک لو۔ یہاں تک کہ ہابیل کی طرح جان کی بازی لگا دو۔ قابیل کا طرز عمل اختیار نہ کرو۔

روایت کا فرق: اس میں فکروا فیہا کے الفاظ نہیں بلکہ خیر من الساعی کے بعد یہ عبارت ہے۔ ثم قالوا فما تأ مرنا۔

کُوْنُوْا اَحْلَاسَ بُیُوْتِکُمْ: جس طرح ٹاٹ ہمیشہ اچھے فرش کے نیچے بچھا رہتا ہے اسی طرح تم بھی اپنے گھروں میں رہنا باہر ہرگز نہ نکلنا تا کہ کہیں فتنے میں مبتلا نہ ہو جاؤ جو کہ تمہارے دین کو ملیا میٹ کر دے گا۔

فتنوں میں بہترین آدمی

۵۲۶۱/۲۲ وَعَنْ اُمِّ مَالِكٍ الْبُهْزِيَّةِ قَالَتْ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِتْنَةً فَقَرَّبَهَا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ خَيْرُ النَّاسِ فِيْهَا قَالَ رَجُلٌ فِيْ مَاشِيَتِهٖ يُؤَدِّيْ حَقَّهَا وَيَعْبُدُ رَبَّهٗ وَرَجُلٌ اٰخِذٌ بِرَاْسِ فَرَسِهٖ يُخِيْفُ الْعَدُوَّ وَيُخَوِّفُوْنَهٗ۔ (رواه الترمذي)

جامع الترمذي، كتاب الفتن، باب ما جاء كيف يكون الرجل في الفتنة، ح ۲۱۷۷۔ (ص: ۵۰۰: دارالسلام، رياض)

ترجمہ: حضرت ام مالک بزیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فتنوں کا ذکر فرمایا اور اسے قریب تر کہا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس میں بہترین آدمی کون ہو گا۔ ارشاد فرمایا وہ شخص جو اپنے جانوروں میں رہے اور انکا حق ادا کرے اور اپنے رب کی عبادت کرے اور وہ شخص جو اپنے گھوڑے کا سر پکڑے ہو وہ دشمن کو ڈرائے اور دشمن اسے ڈرائے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ بَهْزِيَّة : یہ بہز یہ امرء القیس کی طرف نسبت ہے یہ حجاز یہ صحابیہ ہیں۔
فَقَرَّبَهَا : خبر دی کہ اس کا وقوع قریب ہے۔
طیبیؒ کا قول: اس کے حالات خوب بیان کیے کسی چیز کی صفات کا تذکرہ اس کو ذہن وتخیل میں قریب تر کر دیتا ہے اور اس کا وجود متعین کی طرح ہو جاتا ہے۔
يُؤَدِّىْ حَقَّهَا : جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ففروا الى الله اور وتبتل اليه تبتيلا اور اس کے فرمان: واليه يرجع الامر كله فاعبده وتوكل عليه وما ربك بغافل عما تعملون۔
رَجُلٌ اٰخِذٌ : مسلمانوں کے باہمی قتال سے بھاگ کر کفار کا رخ کر کے ان سے لڑتا ہے وہ اس سے لڑتے ہیں تو یہ فتنے سے بچا اور اس نے ثواب پالیا۔

عرب پر چھا جانے والا فتنہ

۲۳/۵۲۶۲ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ تَسْتَنْظِفُ الْعَرَبَ قَتْلَاهَا فِي النَّارِ اَللِّسَانُ فِيْهَا اَشَدُّ مِنْ وَقْعِ السَّيْفِ۔ (رواه الترمذی وابن ماجة)

اخرجه ابو داؤد في السنن ٤/٤٦١ حديث رقم ٤٢٦٥ والترمذی في السنن ٤/٤١١ حديث رقم ٢١٧٨ وابن ماجه في السنن ٢/١٣١٢ حديث رقم ٣٩٦٧ واحمد في المسند ٢/٢١٢

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب ایک ایسا فتنہ ظاہر ہونے والا ہے جو پورے عرب کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا اس میں مقتول دوزخ میں جائے گا اور اس فتنہ کے موقع پر زبان کا کھولنا تلوار کے وار سے بھی زیادہ سخت ہوگا۔ (ترمذی)

تشریح ۞ سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ : اس سے مراد وہی فتنہ ہے کہ دو شخص مال وجان کی طمع میں لڑیں اس کا مقصد حق کی سربلندی اور اہل حق کی مدد نہ ہو جیسا کہ خانہ جنگی والوں کا حال ہوتا ہے کہ اندھا دھند آپس میں لڑتے ہیں۔

اندھے بہرے فتنے

۲۴/۵۲۶۳ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ صَمَّاءُ بُكْمَاءُ عَمْيَاءُ مَنْ اَشْرَفَ لَهَا اِسْتَشْرَفَتْ لَهٗ وَاِشْرَافُ اللِّسَانِ فِيْهَا كَوُقُوْعِ السَّيْفِ۔ (رواه ابو داود)

ابو داود' كتاب الفتن' باب في كف اللسان' ح ٤٢٦٤۔(ص : ٥٩٩ : دارالسلام' رياض)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عنقریب بہرے، گونگے، اندھے فتنے ظاہر ہونگے جو ان فتنوں کی طرف جھانکے گا اس کو وہ فتنے اچک لیں گے اور ان فتنوں میں زبان کا چلانا تلوار کے وار کی طرح ہوگا۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ فِتْنَةٌ صَمَّاءُ : اس فتنے سے نکلنے کی راہ نہ پائیں گے اور نہ حق وباطل میں تمیز کر سکیں گے، نصیحت کی بات نہ سنیں

گے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو نہ چاہیں گے ہر ایک حق کو خراب کرنے والی بات کرے گا۔

اِشْرَافُ اللِّسَان: تلوار سے بھی زیادہ اثر کرنے والی ہوگی جیسا شاعر کا قول ہے۔ جراحات السنان لها التيام۔ ولا يلتام ما جرح اللسان۔

کہ زبان کا زخم تلوار سے بھی زیادہ تیز تر ہے

فتنہ احلاس کی خبر

۵۲٦۴/۲۵ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا قُعُوْدًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْفِتَنَ فَاَكْثَرَفِيْ ذِكْرِهَا حَتّٰى ذَكَرَ فِتْنَةَ الْاَحْلَاسِ فَقَالَ قَائِلٌ وَمَا فِتْنَةُ الْاَحْلَاسِ قَالَ هِيَ هَرَبٌ وَحَرَبٌ ثُمَّ فِتْنَةُ السَّرَّاءِ دَخَنُهَا مِنْ تَحْتِ قَدَمَيْ رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ مِنِّيْ وَلَيْسَ مِنِّيْ اِنَّمَا اَوْلِيَائِيْ الْمُتَّقُوْنَ ثُمَّ يَصْطَلِحُ النَّاسُ عَلٰى رَجُلٍ كَوَرِكٍ عَلٰى ضِلَعٍ ثُمَّ فِتْنَةُ الدُّهَيْمَاءِ لَا تَدَعُ اَحَدًا مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا لَطَمَتْهُ لَطْمَةً فَاِذَا قِيْلَ انْقَضَتْ تَمَادَتْ يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيْهَا مُؤْمِنًا وَيُمْسِيْ كَافِرًا حَتّٰى يَصِيْرَ النَّاسُ اِلٰى فُسْطَاطَيْنِ فُسْطَاطِ اِيْمَانٍ لَانِفَاقَ فِيْهِ وَفُسْطَاطِ نِفَاقٍ لَااِيْمَانَ فِيْهِ فَاِذَا كَانَ ذٰلِكَ فَانْتَظِرُوا الدَّجَّالَ مِنْ يَوْمِهٖ اَوْمِنْ غَدِهٖ۔ (رواه ابوداود)

اخرجه ابو داؤد في السنن ٤٤٢/٤ حديث رقم ٤٢٤٢ واحمد في المسند ١٣٣/٢

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کا تذکرہ کیا اور بہت زیادہ تذکرہ کیا چنانچہ چلتے چلتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ احلاس کا ذکر کیا تو ایک کہنے والے نے یہ کہا کہ یہ احلاس کیا چیز ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ بھاگنا اور لڑنا ہے پھر ایک فتنہ سراء کا ذکر کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی انگیخت میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کے قدموں کے نیچے سے ہوگی اس کا اپنے بارے میں یہ خیال ہوگا کہ وہ مجھ سے ہے حالانکہ اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں میرے اولیاء تو متقی لوگ ہیں۔ پھر لوگ ایک آدمی پر باہمی صلح کرلیں گے جو پسلی پر گوشت کی طرح ہوگا پھر سیاہ رنگ کا فتنہ ہوگا جو اس امت کے کسی شخص کو بھی تھپڑ لگائے بغیر نہ چھوڑے گا جب لوگ کہیں گے کہ فتنہ ختم ہوگیا تو وہ اور دراز ہوجائے گا جس میں آدمی ایمان کی حالت میں صبح کرے گا اور شام کفر کی حالت میں ہوگی۔ یہاں تک کہ لوگ دو خیموں میں تقسیم ہوجائیں گے ایک ایمان کا خیمہ جس میں نفاق کا نشان نہیں اور دوسرا منافقین کا خیمہ کہ جس میں ایمان کا نشان نہ ہوگا جب ایسا ہو تو اسی دن یا اس سے اگلے دن دجال کے خروج کا انتظار کرو۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ **فِتْنَةُ الْاَحْلَاسِ**: اس فتنہ کا یہ نام رکھنے کی وجہ اس فتنہ کی طوالت اور درازی ہے۔ نمبر۲ احلاس جمع حلس ہے جس کا معنی ٹاٹ ہے۔ عمدہ فروش کے نیچے ٹاٹ ہمیشہ بچھا رہتا ہے اور اٹھایا نہیں جاتا۔ نمبر۳ حلس کے ساتھ اس فتنے کو سیاہی سے تشبیہ دی اور برائیاں بھی بمنزلہ سیاہی کے ہیں۔ نمبر۴ ٹاٹ سے اس طرف اشارہ کیا کہ جس طرح ٹاٹ گھر میں پڑا رہتا ہے تم بھی گھروں میں پڑے رہو اور گوشہ نشینی اختیار کرو۔

فِتْنَةُ السَّرَّاءِ : اس کا عطف حرب پر ہے۔ پس گویا اس طرح فرمایا کہ فتنہ احلاس ہرب وحرب اور فتنہ سراء کا ہے۔ نمبر۲ ایک روایت میں یہ منصوب ہے اور اس کا معطوف علیہ فتنۃ الاحلاس ہے یعنی فتنہ سراء کا ذکر فرمایا اس کو سراء اس لئے کہا کہ اس وقت لوگ خوب خوشحال اور کثیر المال ہوں گے۔ اور وہی مال اور خوشی اس کا باعث بنے گی۔ اس طرح نعمتوں میں اسراف شروع ہو جائے گا۔ نمبر۳ اس فتنہ کی آمد سے دشمنان دین خوشحال اور خوشدل ہو جائیں گے۔

رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ : یعنی نسب کے اعتبار سے تو وہ میرے اہل سے ہوگا مگر افعال کے لحاظ سے میرے اھل سے نہ ہوگا کیونکہ وہ فتنہ برپا کرنے والا ہوگا اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: انه ليس من اهلك۔ وہ حقیقت میں میرے دوستوں سے نہیں اور یہ قول اس کا مؤید ہے پرہیزگار میرے دوست ہیں''۔

كَوَرِكٍ عَلٰى ضِلَعٍ : یعنی وہ نہ تو خود استقامت والا ہوگا اور نہ منظم جیسا کہ کولہا پسلی کی ہڈی پر مستقیم نہیں ہوتا اور نہ جڑا ہوتا ہے یعنی وہ شخص قلت علم اور خفت رائے کی وجہ سے سرداری کے لائق نہ ہوگا اس سے بے موقع کام ہوں گے جیسا کہ کولہا پسلی پر بے موقع ہوتا ہے۔

فِتْنَةُ الدُّهَيْمَاءِ : یہ دھماء کی تصغیر ہے اس کا معنی سیاہ ہے۔ یہاں بھی رفع اور نصب اعراب پڑھ سکتے ہیں تصغیر تحقیر کے لئے لائے۔ نمبر۲ اس سے مراد داھیہ یعنی حادثہ اور وصیت اور اس حادثے کا نام دھیم اور دھیماء ہے۔

يَصِيْرُ النَّاس : نمبر۱ دو فرقے مراد ہیں۔ نمبر۲ دو شہر مراد ہیں خطاط خیمے کو کہتے ہیں اسے بول کر خیمے والے لوگ مراد لئے گئے ہیں۔ ایک خیمہ نفاق کا فرمایا اس سے مراد اصل کے لحاظ سے وہ منافق ہوں گے نمبر۲ منافقین جیسے اعمال کرنے والے ہوں گے مثلاً جھوٹ خیانت، عہد شکنی وغیرہ۔

فَانْتَظِرُوْا بروایت یہ حصہ مؤید ہے کہ فسطاط سے مراد دو شہر ہیں۔ امام مہدی اس وقت بیت المقدس میں ہوں گے۔ دجال اپنی فوج کے ساتھ گھیرے گا اس وقت حضرت عیسیٰ کا نزول ہوگا جس کی بناء پر دجال اس طرح گھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے وہ نیزے سے دجال کو ہلاک کریں گے جس سے وہ نہایت خوش ہوں گے۔

طیبی کا قول: فسطاط وہ خیمہ جس میں لوگ مقیم ہوں اس سے معلوم ہوا کہ یہ فتنہ بالکل اخیر زمانہ میں ہوگا۔ البتہ پہلے فتنوں کی تعیین میں کلام ہے خصوصاً فتنہ سراء اور وہ شخص جو اس کا باعث ہوگا۔

شاہ ولی اللہ: فرماتے ہیں فتنہ احلاس سے مراد عبد اللہ بن زبیر کا قتال ہے جو انہوں نے مدینہ سے مکہ چلے آنے کے بعد اہل شام سے کیا۔ فتنہ سراء سے مختار ثقفی کا فتنہ ہے جس نے نصرت اہل بیت کا علم بلند کیا اور محمد بن حنفیہ کو ساتھ ملایا اور کامیابی کے بعد مدعی نبوت بن بیٹھا۔ پھر مروان پر اجتماع اہل شام کہ جہاں سے اور فتنے اٹھے اور فتنہ دھیماء۔ تغلب ترک اور مسلمانوں کو لوٹنا پھر ان سے ملنے والا منافق ہے' انتہی۔

عربوں میں پھیلنے والا شر

۲۶/۵۲۶۵ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ اَفْلَحَ مَنْ كَفَّ يَدَهٗ ۔ (رواه ابو داود)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۱۱/۱۳ حدیث رقم ۷۰۵۹ ومسلم فی صحیحه ۲۲۰۷/٤ حدیث رقم (۱-۸۸۰ ۲) وابو داؤد فی السنن ٤٤٩/٤ حدیث رقم ٤٢٤٩ والترمذی فی السنن ٤١٦/٤ حدیث رقم ۲۱۸۷ وابن ماجه ۱۳۰۵/۲ حدیث رقم ۳۹۵۳ واحمد فی المسند ٤٤١/۲

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عربوں کے لئے اس شر سے ہلاکت ہو کہ جو شر قریب آن پہنچا اس میں جس شخص نے اپنا ہاتھ روکا وہ کامیاب ہوا۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ **وَيْلٌ لِلْعَرَبِ:** یعنی اس فتنے کا ظہور قریب ہے علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں اس سے مراد واقعہ حضرت عثمان اور واقعہ حضرت علی ومعاویہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ نمبر۲ یزید کا واقعہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آیا یہ معنی کے لحاظ سے قریب تر ہے۔ کیونکہ اس کا شر ہر عرب وعجم کے ہاں ظاہر ہے۔

كَفَّ يَدَهُ: ایذاء سے ہاتھ روکا نمبر۲ قتال کو ترک کردے جب کہ حق وباطل میں التباس واشتباہ ہو۔

خوش نصیب شخص

۵۲۶۶/۲۷ وَعَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ السَّعِيْدَ لِمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ اِنَّ السَّعِيْدَ لِمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ اِنَّ السَّعِيْدَ لِمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ وَلَمَنِ ابْتُلِيَ فَصَبَرَ فَوَاهًا۔

(رواه ابو داود)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ٤٦٠/٤ حدیث رقم ٤٢٦٣ (٤) الجامع الصغیر ۱۲۳/۱ حدیث رقم ۲۰۰۹ و الحدیث اخرجه ابو داؤد ٤٦٠/٤ حدیث رقم ٤٢٦٣۔

ترجمہ: حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا خوش نصیب وہ شخص ہے جو ان فتنوں سے محفوظ رکھا گیا۔ خوش نصیب شخص وہ ہے جو ان فتنوں سے بچالیا گیا۔ خوش نصیب وہ شخص ہے کہ جو ان فتنوں سے بچالیا گیا اور وہ بھی جو ان میں مبتلا کیا گیا مگر اس نے صبر کیا۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ **اِنَّ السَّعِيْدَ:** یہ ارشاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید واہتمام کیلئے تین بار دہرایا۔

وَلَمَنِ ابْتُلِيَ: لمن کا لام مجرور ہے اور فواھًا۔ یہ لفظ الگ ہے یہ حسرت وافسوس کے لئے آتا ہے یعنی اس پر افسوس ہے کہ وہ فتنہ سے دور نہیں ہوا اور اس میں مبتلا کیا گیا۔ اور ابتلاء کی صورت میں صبر نہ کیا۔ نمبر۲ واھًا تعجب کے لئے ہو کہ وہ آدمی بہت خوب ہے جو صبر کرنے والا اور فتنوں سے بچنے والا ہے۔ بعض نے اس صورت میں لام کو کسرہ ہی پڑھا ہے۔

بت پرستی اور تیس کذاب

۵۲۶۷/۲۸ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَ السَّيْفُ فِيْ اُمَّتِيْ لَمْ يُرْفَعْ عَنْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ اُمَّتِيْ بِالْمُشْرِكِيْنَ وَحَتّٰى تَعْبُدَ قَبَائِلُ مِنْ اُمَّتِي الْاَوْثَانَ وَاِنَّهٗ سَيَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِيْ كَذَّابُوْنَ ثَلٰثُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِيُّ اللّٰهِ وَاَنَا خَاتَمُ

النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَلَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِيْ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ لَايَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَاْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ (رواہ ابو داود والترمذی)

اخرجه ابوداود ٤٥١/٤ حديث رقم ٤٢٥٢ واخرجه الترمذى فى السنن ٤٢٤/٤ حديث رقم ٢٢٠٢ وابن ماجه ١٣٠٤/٢ حديث رقم ٣٩٥٢ واحمد فى المسند ٢٧٨/٥

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب میری امت میں تلوار چل پڑے گی تو وہ قیامت تک چلتی رہے گی یہاں تک کہ میری امت کے کچھ گروہ مشرکین سے جاملیں گے اور یہاں تک کہ میری امت کے کچھ گروہ بتوں کی پوجا کریں گے اور عنقریب میری امت میں تیس کذاب ہوں گے جن میں ہر ایک کا خیال یہ ہوگا کہ وہ اللہ کا نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری امت کا ایک گروہ غلبے کیساتھ حق پر قائم رہے گا جو ان کی مخالفت کرے گا اس کی مخالفت ان کو نقصان نہ پہنچا سکے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آ جائے گا۔

تشریح ۞ **اِذَا وُضِعَ السَّيْفُ**: اس کی ابتداء حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے ہوئی نمبر۲ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے ہوئی اور اب تک جاری ہے۔

تَلْحَقَ: اس کا کچھ حصہ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلافت صدیقی میں وقوع پذیر ہوا۔ بتوں کی پوجا حقیقت میں جیسے تعزیوں، علموں اور قبور کی پوجا وغیرہ اسی سے ہے۔ نمبر۲ معنوی پوجا دولت وخواہشات کی پوجا اور ان کی اتباع میں ایمان کو خیر باد کہنے والے آجکل بہت ہیں۔

اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ خاتم۔ تا کی زبر و زیر سے استعمال ہوتا ہے یہ جملہ حال ہے اور لا نبی بعدی والا جملہ وہ پہلے جملے کی تفسیر ہے۔

عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ: امر اللہ سے مراد قیامت ہے اور ظاہرین سے مراد دین کا ایسا غلبہ ہے جس سے زمین پر کفر کا اثر نہ رہے اور حتی یاتی کا جملہ لاتزال سے متعلق ہے۔

قیام دین ستر سال

۲۹/۵۲۶۸ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَدُوْرُ رُحَى الْاِسْلَامِ لِخَمْسٍ وَّثَلٰثِيْنَ اَوْسِتٍّ وَّثَلٰثِيْنَ اَوْسَبْعٍ وَّثَلٰثِيْنَ فَاِنْ يَّهْلِكُوْا فَسَبِيْلُ مَنْ هَلَكَ وَاِنْ يَّقُمْ لَهُمْ دِيْنُهُمْ يَقُمْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ عَامًا قُلْتُ اَمِمَّا بَقِيَ اَوْمَضٰى قَالَ مِمَّا مَضٰى۔ (رواہ ابو داود)

اخرجه ابو داوٗد فى السنن ٤٥٣/٤ حديث رقم ٤٢٥٤ واحمد فى المسند ٣٩٠/١۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اسلام کی چکی پینتیس یا چھتیس یا سینتیس سال گھومتی رہے گی پس اگر وہ ہلاک ہو گئے تو ہلاک ہونے کا راستہ یہی ہے جس پر ہلاک ہونے والے ہلاک ہوئے اور اگر ان کا دین قائم رہا تو پھر ستر سال قائم رہے گا۔ میں نے عرض کیا کیا ستر بقیہ میں سے ہوں گے یا گزرے ہوئے سالوں میں سے ہوں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گزرے ہوئے سالوں میں سے۔ (ابوداود)

تشریح ۞ تَدُوْرُ رُحَی الْاِسْلَامِ: اس سے مراد مستقر اور منظم ہونا ہے یعنی فتنوں سے محفوظ و مامون ہوگا اور احکام شریعت پورے طور پر جاری ہوں گے۔

خَمْسٍ وَّثَلٰثِیْنَ: یعنی پختہ انتظام کی مدت ۳۵ برس سے ۳۷ برس تک ہے اگر اس کی ابتداء سال ہجرت سے تسلیم کی جائے جس سے اسلام کا غلبہ اور فتوحات شروع ہوئیں تو اس میں ذرہ بھی اشتباہ نہیں کہ سب سے پہلا فتنہ جو شہادت عثمانؓ کی صورت میں ۳۵ھ میں پیش آیا اور واقعہ جمل ۳۶ھ اور واقعہ صفین ۳۷ھ میں پیش آیا لفظ اَوْ یہاں تنویع کو ظاہر کرتا ہے یا بل کے معنی میں ہے اور اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اس سال میں فرمائی جب عمر شریف کے چند سال باقی تھے تو مدت خلافت خلفاء اربعہ جو یہ تیس برس ہے جب عمر مبارک کے یہ سال اس کے ساتھ ملائیں تو پھر گنتی کی مدت پوری ہو جاتی ہے جس کی خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی اگر اس تکرار اور انتظام اور بدعات کے راہ نہ پانے اور شارح کے حکم کی پیروی کے لحاظ سے ہو تو یہ توجیہ بہتر ہے اور پہلی وجہ بہتر ہے جب اس تکرار و انتظام اور فتنہ و لڑائی اور خلافت کے لحاظ سے اعتبار کیا جائے۔ (۲) اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ وقت کی ابتداء ظہور وحی سے معتبر مانی جائے تو اس صورت میں ۳۵ کا عدد خلافت عمری پر پورا ہو جاتا ہے کیونکہ خلافت شیخین کے زمانے میں انتظام، امن و امان، محبت قلبی، سنت و جماعت کا اہتمام بہت زیادہ تھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کے پہلے دو سال گزر جانے کے بعد دلوں کی وحشت اور فتنوں کا ظہور شروع ہوا۔

فَاِنْ یَّھْلِکُوْا: یعنی اگر یہ لوگ دین کے انتظام کے بعد اس مذکور مدت میں اختلاف کریں اور دین کے معاملے میں سہولت کو چاہیں اور گناہوں کو اختیار کریں تو پھر ان کی راہ پہلی امتوں جیسی ہے یعنی پہلی امتوں کے لوگوں نے جس طرح حق سے کج روی اختیار کی اور حق میں اختلاف کیا اور دین کے معاملہ میں سستی کی اور اسباب ہلاکت کو اختیار کیا اور ہلاکت والی چیزوں میں مشغول ہو گئے تو ہلاک ہوں گے اور اگر دین پر قائم رہے اور امراء و حکام کی فرمانبرداری کی اور اسلام کو احکام و شوکت بخشی تو پھر یہ سلسلہ ۷۰ برس ہوگا شاید کہ امور مملکت کے لحاظ سے مذکورہ بالا امور کی خوب بندوبست اور کامل انتظام اس مدت میں رہے جیسا کہ مخبر صادق نے خبر دی اور بعد والے زمانوں میں ایسا نہ ہو۔ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خوب اس کی حقیقت کو جانتے ہیں۔ اب یہ ستر برس ان ۳۵ برس کے گزرنے کے بعد یا ابتداء اسلام یا وقت ہجرت سے شمار ہوں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اس حدیث کی شرح میں ہم نے مناسب کلام کر دیا ہے شارحین نے اس مقام پر بہت زیادہ لکھا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کا معنی یہ لکھا ہے کہ اسلام کے دائرے میں ۳۵ھ میں قتل عثمانؓ کے سبب ہل جل اور خرابی آ جائے گی اور ۳۶ھ میں جنگ جمل کی وجہ سے پس اگر باغیوں کے غلبے کی وجہ اور امام حسن کی مغلوبیت کی وجہ سے لوگ ہلاک ہوں تو ان کی ہلاکت کا راستہ وہی ہے جو اگلی امتوں میں پیش آیا۔ اسی طرح جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ مصالحت کیلئے مجبور ہوئے تو اگر بالفرض غلبہ امام کی وجہ سے یہ نظام قائم رہے گا تو ۷۰ برس تک یہ سلسلہ قائم رہے گا۔

الفصل الثالث:

تم اپنے سے پہلے لوگوں کی راہ پر چلو گے

۵۲۶۹/۳۰ عَنْ اَبِیْ وَاقِدِ اللَّیْثِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَرَجَ اِلٰی غَزْوَةِ حُنَیْنٍ مَرَّ

بِشَجَرَةٍ لِلْمُشْرِكِيْنَ كَانُوْا يُعَلِّقُوْنَ عَلَيْهَا اَسْلِحَتَهُمْ يُقَالُ لَهَا ذَاتُ اَنْوَاطٍ فَقَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْعَلْ لَنَا ذَاتَ اَنْوَاطٍ كَمَا لَهُمْ ذَاتُ اَنْوَاطٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللّٰهِ هٰذَا كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوْسٰى اِجْعَلْ لَنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَتَرْكَبُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ۔ (رواه الترمذی)

اخرجه البخاری فی صحيحه حديث رقم ۷۳۱۹ واخرجه الترمذی فی السنن ٤١٢/٤ حديث رقم ۲۱۸۰ وابن ماجه ١٣٢٢/٢ حديث رقم ٣٩٩٤ واحمد فی المسند ٣٤٠/٥

ترجمہ: حضرت ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ حنین کی طرف تشریف لے گئے تو لوگوں کا گزر مشرکین کے ایک ایسے درخت کے پاس سے ہوا جس پر وہ اپنا اسلحہ لٹکایا کرتے تھے اسے ذات انواط کہا جاتا تھا تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ہمارے لئے بھی کوئی ذات انواط مقرر کر دیں جیسا ان کے لئے ذات انواط تھا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ یہ تو اسی طرح کی بات ہے جیسے قوم موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ :اِجْعَلْ لَنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کی قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ تم اپنے سے پہلے لوگوں کی راہ پر چلو گے۔(ترمذی)

تشریح ۞ لَمَّا خَرَجَ اِلٰى غَزْوَةِ حُنَيْنٍ : یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین کے لئے تشریف لے گئے تو کئی نومسلم جو احکام اسلام کو قطعاً نہ جانتے تھے وہ بھی ہمراہ تھے اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک درخت کے پاس سے ہوا جس کو ذات انواط کہا جاتا تھا انواط یہ نوط کی جمع ہے اور ناط ینوط کا معنی ہے لٹکانا۔مشرکین اس پر ہتھیار لٹکاتے اور تعظیم کے طور پر اس کے اردگرد بیٹھے رہتے اور اس پر تبرک کے لئے اپنے ہتھیار بھی لٹکاتے تھے تو بعض نومسلموں نے ذات انواط کا مطالبہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تعجب وانکار کے سبحان اللہ کہا اور اس مطالبے کو بنی اسرائیل کے اس مطالبے کی طرح قرار دیا جو انہوں نے معبود کے سلسلے میں حضرت موسیٰ کلیم علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا مگر ان دونوں مطالبات میں تفاوت بالکل واضح ہے کیونکہ مشبہ بہ مشبہ سے قوی ہوتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے اس طرز عمل کو ذکر کر کے ان کے اس فعل کی مذمت فرمائی کہ اس قسم کی باتیں تو وہ لوگ کہتے ہیں جو گمراہی کے سبب حد سے آگے گزرنے والے ہوں جیسا کہ پہلی امتوں نے کیا۔

تین بڑے ابتلاء

۵۲۷۰/۳۱۳۰ وَعَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الْاُوْلٰى يَعْنِيْ مَقْتَلَ عُثْمَانَ فَلَمْ يَبْقَ مِنْ اَصْحَابِ بَدْرٍ اَحَدٌ ثُمَّ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الثَّانِيَةُ يَعْنِي الْحَرَّةَ فَلَمْ يَبْقَ مِنْ اَصْحَابِ الْحُدَيْبِيَةِ اَحَدٌ ثُمَّ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الثَّالِثَةُ فَلَمْ تَرْتَفِعْ وَبِالنَّاسِ طَبَاخٌ۔ (رواه البخاری)

اخرجه البخاری فی صحيحه ٣٢٣/٧ حديث رقم ٤٠٢٤

ترجمہ: حضرت سعید ابن مسیب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ پہلا فتنہ یعنی مقتل عثمان رضی اللہ عنہ پیش آیا تو اصحاب بدر میں سے کوئی نہ

رہا پھر دوسرا فتنہ یعنی واقعہ حرہ پیش آیا تو اصحاب حدیبیہ میں سے کوئی نہ رہا پھر تیسرا فتنہ پیش آیا تو وہ ابھی ختم نہ ہوا تھا کہ لوگوں کا یہ حال ہوا کہ ان میں قوت وفربہی نہ رہی۔ (بخاری)

تشریح عن ابن المسیب حضرت سعید ابن المسیب جلیل القدر تابعین سے ہیں یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے داماد ہیں انہوں نے خلفاء اربعہ کو پایا اور ان سے خوب استفادہ کیا۔

وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الْاُوْلٰی : حضرت ابن المسیب فرماتے ہیں کہ جب اصحاب بدر کی اکثریت فوت ہوگئی تو ۳۵ھ میں حضرت عثمان غنی کی شہادت کا واقعہ پیش آیا اور دوسرا واقعہ جب پیش آیا جو کہ واقعہ حرہ تھا تو اس وقت تک تمام اصحاب بدر فوت ہو چکے تھے یہ مطلب نہیں کہ مقتل عثمان میں تمام اصحاب بدر مقتول ہوئے اس کے بعد کے جملوں کا یہی مطلب ہے اور حاصل یہ ہے کہ غزوہ بدر کی برکت سے اللہ نے ان کو فتنوں سے محفوظ رکھا وہ فتنوں میں دوبارہ مبتلا نہیں ہوئے۔ جنگ حرہ سے چند سال پہلے حضرت سعد بن ابی وقاص کی وفات ہوئی اور اصحاب میں سب سے آخری بدری صحابی یہی ہیں۔

ثُمَّ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الثَّانِيَةُ : یعنی پھر دوسرا فتنہ حرہ کا پیش آیا حرہ مدینہ کے باہر ایک میدان ہے جس میں سیاہ پتھر بہت ہیں وہاں یہ مشہور واقعہ پیش آیا۔ مسلم بن عقبہ مری نے مدینہ منورہ کو لوٹا اور بے شمار ظلم کیا یہ جنگ ۶۳ھ میں پیش آئی۔

وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الثَّالِثَةُ فَلَمْ تَرْفَعْ وَبِالنَّاسِ طَبَاخٌ : طباخ اس کا معنی قوت وفربہی ہے پھر یہ اور معانی کے لئے بھی استعمال ہونے لگا مثلاً بے عقلی اور بے خبری کے لئے اور یہاں مراد ہے کہ اس فتنہ میں کوئی صحابہ میں سے اور تابعین میں سے نہیں رہا بعض حواشی نے یہ لکھا ہے کہ تیسرے فتنے سے مراد ابن حمزہ خارجی کا فتنہ ہے جس نے مروان بن محمد کے زمانہ میں فتنہ برپا کیا۔ علامہ کرمانی کہتے ہیں کہ تیسرے فتنے سے مراد حجاج اور ابن زبیر کی وہ لڑائی ہے جس میں اہل مکہ کو نقصان پہنچا اور خود بیت اللہ کی عمارت کو بھی نقصان پہنچا اور یہ لڑائی ۷۴ھ میں پیش آئی مگر اس بات کو تسلیم کر لینے سے یہ بات درست نہیں کہ صحابہ میں سے کوئی نہیں رہا کیونکہ اس میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت شامل تھی۔ پس پہلا قول ہی صحیح ہے۔

بَابُ الْمَلَاحِمِ

جنگ اور قتال کا بیان

ملاحم ملحمة کی جمع ہے اور اس کا معنی معرکہ اور قتال کی جگہ۔ یہ لحم سے لیا گیا ہے جس کا معنی گوشت ہے کیونکہ لڑائی میں مقتولین کا گوشت بکھرتا ہے یا یہ **لحمة الثوب** سے مشتق ہے یعنی کپڑے کا تانا بانا تو لوگ حالت جنگ میں دشمن کے ساتھ گتھم گتھا ہوتے ہیں جیسے کپڑے کا تانا بانا آپس میں خلط ملط ہوتا ہے پہلا معنی زیادہ اقرب اور مناسب تر ہے۔ ملحمة کا ایک معنی لڑائی اور واقعہ عظیمہ بھی آتا ہے اور صاحب صراح نے ذکر کیا ہے کہ ملحمة کا معنی بڑا فتنہ اور بڑی جنگ ہے اس باب میں ان لڑائیوں کا تذکرہ ہے جو مخصوص لوگوں کے درمیان مخصوص اوقات اور خاص مقامات پر پیش آئیں اور اسی بناء پر اس کو باب الفتن سے الگ باب کے طور پر ذکر کیا کیونکہ باب الفتن میں جن لڑائیوں کا تذکرہ ہے وہ اکثر مبہم اور اجمالی ہیں مگر اس باب میں لڑائیوں کا تذکرہ مقامات کی تفصیل کے لحاظ سے ہے۔

الفصل الاول:

دو مسلمان جماعتوں میں لڑائی کی خبر

۱/۵۲۷۱ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ عَظِیْمَتَانِ تَكُوْنُ بَیْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِیْمَةٌ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ وَحَتّٰی یُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِیْبٌ مِنْ ثَلٰثِیْنَ كُلُّهُمْ یَزْعَمُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَحَتّٰی یُقْبَضَ الْعِلْمُ وَیَكْثُرَ الزَّلَازِلُ وَیَتَقَارَبَ الزَّمَانُ وَیَظْهَرَ الْفِتَنُ وَیَكْثُرَ الْهَرَجُ هُوَالْقَتْلُ وَحَتّٰی یَكْثُرَ فِیْكُمُ الْمَالُ فَیَفِیْضَ حَتّٰی یُهِمَّ رَبَّ الْمَالِ مَنْ یَقْبَلُ صَدَقَتَهٗ وَحَتّٰی یَعْرِضَهٗ فَیَقُوْلُ الَّذِیْ یَعْرِضُهٗ عَلَیْهِ لَا اَرَبَ لِیْ بِهٖ وَحَتّٰی یَتَطَاوَلَ النَّاسُ فِی الْبُنْیَانِ وَحَتّٰی یَمُرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرِ الرَّجُلِ فَیَقُوْلُ یَالَیْتَنِیْ مَكَانَهٗ وَحَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا فَاِذَا طَلَعَتْ وَرَاٰهَا النَّاسُ اٰمَنُوْا اَجْمَعُوْنَ فَذٰلِكَ حِیْنَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْكَسَبَتْ فِیْ اِیْمَانِهَا وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ نَشَرَ الرَّجُلَانِ ثَوْبَهُمَا بَیْنَهُمَا فَلَا یَتَبَایَعَانِهٖ وَلَا یَطْوِیَانِهٖ وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ اِنْصَرَفَ الرَّجُلُ بِلَبَنِ لِقْحَتِهٖ فَلَا یَطْعَمُهٗ وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَهُوَ یَلِیْطُ حَوْضَهٗ فَلَا یَسْقِیْ فِیْهِ وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ رَفَعَ اُكْلَتَهٗ اِلٰی فِیْهِ فَلَا یَطْعَمُهَا۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ۸۱/۱۳حدیث رقم ۷۱۲۱ واخرجه مسلم ۱۳۷/۱حدیث رقم (۲۴۸-۱۵۷) واخرجه احمدفی المسند ۳۱۳/۲

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ دو بڑی جماعتوں میں باہم نہ لڑیں اور ان کے درمیان بہت بڑی لڑائی ہوگی ان دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا یہاں تک کہ تیس کے قریب جھوٹے دجال اٹھیں گے جن میں سے ہر ایک کا یہ دعوی ہوگا کہ وہ اللہ کا رسول ہے یہاں تک کہ علم قبض کر لیا جائے گا اور زلزلے کثرت سے ہوں گے اور زمانہ سمٹ جائے گا فتنے رونما ہونگے اور قتل کثرت سے ہو جائے گا یہاں تک کہ تم میں مال کی کثرت ہوگی۔ یہاں تک کہ مال والا یہ سوچے گا کہ اس کے صدقے کو کون قبول کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ اس کو پیش کرے گا تو جس کو دے گا وہ یہ کہے گا مجھے اس کی ضرورت نہیں یہاں تک کہ لوگ بڑی بڑی عمارتیں بنائیں گے اور ان پر فخر کریں گے یہاں تک کہ آدمی کا گزر کسی آدمی کی قبر کے پاس سے ہوگا تو کہے گا کاش میں اس کی جگہ پر ہوتا اور معاملہ یہاں تک پہنچے گا کہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا جب ادھر سے نکلے گا اور لوگ اسے دیکھیں گے تو تمام ایمان قبول کرلیں گے مگر یہ ایسا وقت ہوگا جب کسی کو کسی کا ایمان فائدہ نہ دے گا جو پہلے ایمان نہ لایا ہو یا جس نے اپنے ایمان میں نیک اعمال نہ کمائے ہوں اور قیامت قائم ہو جائیگی اس حالت میں کہ دو آدمی اپنا کپڑا اپنے درمیان پھیلائیں گے تا کہ اس کو فروخت کرسکیں اور وہ ابھی لپیٹنے نہ پائیں گے کہ قیامت قائم ہو جائیگی اور ایک شخص اپنی اونٹنی کا دودھ لے کر چلے گا وہ پی نہ سکیں گا کہ قیامت قائم ہو جائیگی حالانکہ کسی کا اپنا حوض ہوگا وہ اس میں اونٹوں کو پانی نہ پلا سکے گا یہاں تک کہ قیامت

قائم ہو جائے گی اور منہ تک لقمہ اٹھانے والا اپنا لقمہ نہ اٹھا سکے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائیگی۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ **حَتّٰی تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ عَظِیْمَتَانِ**: یعنی دونوں گروہ مسلمان ہوں گے اور دونوں کا دعویٰ دین اسلام ہوگا (۲) دونوں اپنی اپنی حقانیت کا دعویٰ کریں گے اور ہر ایک اپنے اپنے گمان واعتقاد میں حق پر ہوگا علماء کا بیان ہے کہ اس سے مراد حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی کے لشکر کے لوگ ہیں رضی اللہ عنہما، اور حضرت علی المرتضی ؓ کا یہ قول بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ **اخوانا بغوا علینا** اور روایات میں بھی یہ وارد ہے کہ حضرت امیر معاویہ کے لشکر کا ایک آدمی قید کر کے علی مرتضی کے پاس لایا گیا تو آپ کا ایک لشکری کہنے لگا کہ میں جانتا ہوں کہ یہ تو اچھا مسلمان تھا تو حضرت علیؓ نے فرمایا تم کیا کہتے ہو یہ تو اب بھی مسلمان ہے۔

ایک نکتہ: اس ارشادِ نبوت سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ علی اور معاویہ اور ان کے ساتھی دونوں مسلمان تھے پس خوارج کا قول ان کے بارے میں کہ وہ کافر ہیں باطل ہو گیا اسی طرح روافض کا یہ قول بھی باطل ہو گیا کہ مخالفت علی میں لڑنے والا کافر ہے۔

حَتّٰی یُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ: پہلے روایت گزر چکی ہے جس میں تیس دجالوں کی تعیین ہے۔ اور یہاں تقریب کا لفظ ذکر کیا تو اس روایت کو اس کے مطابق بنائیں کہ وہاں بھی تقریب ہی تھا مگر مسامحت سے تیس فرما دیا نمبر۲ یہ روایت پہلے کی ہے کہ جب وحی سے تعیین نہیں فرمائی گئی تھی اور وہ روایت بعد کی ہے۔ جس میں ۳۰ کا تعین کر دیا گیا۔ نمبر۳ اسی طرح یہ روایت طبرانی کی اس ابن عمرو والی روایت کے بھی خلاف نہیں جس میں فرمایا: **لا تقوم الساعة حتی یخرج سبعون کذابا** کیونکہ اس سے مراد کثرت ہے۔ نمبر۴ ان میں سے تیس ایسے ہوں گے جو نبوت کے مدعی ہوں گے اور دوسرے اس کے علاوہ ہوں گے۔ نمبر۵ یہ بھی ممکن ہے کہ ۷۰ ستر الگ ہوں اور یہ تیس الگ ہوں اور کل تعداد سو ہو۔ واللہ اعلم۔

حَتّٰی یُقْبَضَ الْعِلْمُ: کتاب وسنت کا علم جو کہ آخرت و دنیا میں دونوں میں نفع بخش ہے اور اس کا قبض ہونا علماء اہل سنت وجماعت کا دنیا سے فوت ہونا ہے، بقیہ بدعتی اور جاہل تو بہت سے ہونگے اور حق پرست عالم کی موت تو موت العالم ہے۔

یُکْثَرُ الزَّلَازِلُ: زلزے جیسا کہ وقتاً فوقتاً آتے ہیں۔ نمبر۲ معنوی زلزلے یعنی ہلا ڈالنے والی مصیبتیں۔

یَتَقَارَبَ الزَّمَانُ: اس سے امام مہدی کا زمانہ مراد ہے کہ جب زمین میں امن وسکون ہوگا تو زندگی کے گزرنے کا پتہ نہ چلے گا جیسا کہ عمومی طور پر آرام وراحت کا زمانہ قلیل اور سختی کا زمانہ دراز معلوم ہوتا ہے۔

یُکْثَرَ الْھَرَجُ ھرج کا معنی قتل ہے یعنی فتنہ کی وجہ سے قتل میں کثرت آ جائیگی یہ کسی راوی کی تفسیر ہے۔

حَتّٰی یُھِمَّ: اس عبارت کی کئی وجوہ ہیں۔ ① **یھمه رب اعمال۔ من یقبل** اس کا فاعل ہے جس کا مضاف فقدان محذوف ہے اس کا معنی یہ ہے کہ مال بہت ہوگا یہاں تک کہ صاحب مال کو نال قبول کرنے والے کا تلاش کرنا قلق واضطراب میں ڈال دے گا یعنی فقیر کو صدقہ دینے کی غرض سے بہت ڈھونڈے گا مگر محتاج کمیاب ہونے کی وجہ سے نہ مل سکیں گے کہ محتاجوں میں استغناء ہوگا۔

② **یھم رب المال** مال والا قصد کرے گا۔ **من یقبل** یہ مفعول ہے یعنی مال والا قبول کرنے والے کا قصد کرے گا اور بہت تلاش کرے گا تا کہ کوئی اس کا صدقہ لے لے۔

③ **یھمه** کا معنی غم کرنا۔ **رب المال**۔ مال والے کو فقیر کا فقدان غم میں ڈال دے گا۔ (اور ھم کا لفظ متعدی بھی استعمال ہوتا ہے) تا کہ وہ اس کا صدقہ قبول کر لے۔

يَتَطَاوَلُ فِي الْبُنْيَانِ: جس طرح آجکل بڑے بڑے مکانات بنانے پر فخر کرتے ہیں اور جو اچھے کاموں کے لئے مکان بنائے گئے ہیں انہیں گرادیتے ہیں (تطاول کا اصل معنی گردن دراز کرنا ہے) اور گھریا سیر کے باغ بناڈالتے ہیں۔

يَمُرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرٍ: نمبرا فتنوں اور مصائب کی کثرت کی وجہ سے یہ تمنا کرے گا کہ کاش مرچکا ہوتا اور یہ فتنے نہ دیکھ پاتا نمبر۲ امور دین کے معاملات میں شدید غم وفکر کی وجہ سے تمنا کرے گا۔ جب ایسے حالات ہو جائیں گے تو سورج مغرب سے طلوع ہوگا جس سے توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا: نمبرا تقدیر عبارت اس طرح ہے اگر کسی نے ایمان کو قبول نہ کیا تھا یا اچھے اعمال نہ کمائے تھے تو ان کو ایمان لانا اور اچھے اعمال اختیار کرنا فائدہ نہ دے گا اور نیکی سے مراد توبہ ہے یعنی کسی نفس کو اس کا ایمان لانا اور توبہ کرنا فائدہ مند نہ ہوگا۔ او کا لفظ یہاں بیان نوع کے لئے ہے پس گویا اس طرح فرمایا کہ کسی نفس کو اس کی شرک سے توبہ یا گناہوں سے توبہ فائدہ نہ دیگی۔

نَشَرَ الرَّجُلَانِ: دو آدمی تاجر و خریدار نے فروخت وخرید کے لئے کپڑا پھیلا رکھا ہوگا کہ قیامت آجائے گی اور کپڑے کی اضافت دوکاندار کی طرف مالک کی حیثیت سے ہے اور گاہک کی طرف خریدار کی حیثیت سے ہے۔

بِلَبَنِ لِقْحَتِهِ: یعنی اونٹنی کا دودھ گھر لاکر ابھی پیا نہ ہوگا کہ قیامت برپا ہو جائے گی۔

هُوَ يَلِيطُ حَوْضَهُ: یعنی لوگ اپنے اپنے کاروبار اور کام کاج میں مصروف ہوں گے کہ قیامت اچانک پہنچ جائے گی۔ یہ نفخہ اولیٰ کا تذکرہ ہے کہ جس کی علامات پہلے ظاہر کی جائیں گی گویا یہاں نفخہ اولیٰ جس سے تمام موجودین مرجائیں گے وہ مراد ہے

بالوں کے جوتوں والی قوم اور ترکوں سے لڑائی کی پیشین گوئی

۲/۵۲۷ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ وَحَتّٰى تُقَاتِلُوا التُّرْكَ صِغَارَ الْاَعْيُنِ حُمْرَ الْوُجُوْهِ ذُلْفَ الْاُنُوْفِ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاری فی صحيحه ۱۰۴/۶ حديث رقم ۲۹۲۸ ومسلم فی صحيحه ۲۲۳۳/۴ حديث رقم (۱۱-۲۹۱۲) اخرجه ابو داوٗد فی السنن ۴۸۶/۴ حديث رقم ۴۳۰۴ والترمذی فی السنن ۴۳۰/۴ حديث رقم ۲۲۱۵ والنسائی فی ۲۴/۶ حديث رقم ۳۱۷۷ وابن ماجه ۱۳۷۱/۲ حديث رقم ۴۰۹۶ واحمد فی المسند ۳۳۹/۲

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تمہاری لڑائی قوم سے ہوگی جن کے جوتے بالوں کے بنے ہوئے ہوں گے اور اس وقت تک قیامت نہ آئے گی یہاں تک کہ تم ترکوں سے لڑائی کرو گے جن کے چہرے سرخ اور آنکھیں چھوٹی، ناک اس طرح چپٹے گویا وہ تہہ بہ تہہ ڈھالیں ہیں۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا: اس سے اولاد یافث بن نوح مراد ہے جن کو ان کے بڑے باپ کی طرف نسبت سے ترک کہا جاتا ہے آگے ان کی شکلوں کی نشاندہی فرمائی۔

صِغَارَ الْاَعْيُنِ مَجَان: یہ مجن کی جمع ہے جس کا معنی سپر اور ڈھال ہے ان کے چہروں کو ڈھال سے تشبیہ دی اس لئے کہ ان کے چہرے پھیلے ہوئے اور گول ہوں گے۔ مطرقہ۔ چمڑے کی تہہ بہ تہہ ڈھال کو کہتے ہیں تو اس سے تشبیہ دی کیونکہ ان کے چہرے موٹے اور پر گوشت ہوں گے۔

نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ: بعض نے کہا کہ اس سے مراد ان کے بالوں کی طوالت ولمبائی ہے کہ وہ درازی میں پاؤں تک پہنچیں گے مگر یہ بعید ہے خواہ سر کے بال ہوں یا پنڈلیوں کے ہی کیوں نہ ہوں۔

ذُلْف: اذلف کی جمع ہے بمعنی پچکی ہوئی ناک۔

کرمان کے عجمیوں سے لڑائی

۳/۵۲۷۳ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا خُوْزًا وَكِرْمَانَ مِنَ الْاَعَاجِمِ حُمْرَ الْوُجُوْهِ فُطْسَ الْاُنُوْفِ صِغَارَ الْاَعْيُنِ وُجُوْهُهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ۔ (رواه البخاری وفی روایة له عن عمر وابن تغلب عراض الوجوه)

اخرجه البخاری فی صحیحه ٦٠٤/٦ حدیث رقم ٣٥٩٠ وابن ماجه فی السنن ١٣٧٢/٢ حدیث رقم واحمد فی المسند ٣١٩/٢۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تمہاری جنگ خوز، کرمان کے اعاجم سے نہ ہو ان کے چہرے سرخ، ناک چپٹی، آنکھیں چھوٹی ان کے چہرے تہہ بہ تہہ ڈھال کی طرح ہوں گے اور ان کے جوتے بالوں سے ہوں گے۔ (بخاری) عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ والی روایت میں عراض الوجوہ ہے۔

تشریح ۞ خُوْزًا وَكِرْمَانَ: خوزستان کے رہنے والے لوگوں کا ایک گروہ ہے جن کو خوز کہا جاتا ہے اور کرمان فارس و سجستان کے درمیان معروف شہر کا نام ہے۔

مسلمانوں سے یہود کی آخری جنگ

۴/۵۲۷۴ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُقَاتِلَ الْمُسْلِمُوْنَ الْيَهُوْدَ فَيَقْتُلُهُمُ الْمُسْلِمُوْنَ حَتّٰى يَخْتَبِئَ الْيَهُوْدِىُّ مِنْ وَرَاءِ الْحَجَرِ وَالشَّجَرِ فَيَقُوْلُ الْحَجَرُ وَالشَّجَرُ يَا مُسْلِمُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا يَهُوْدِىٌّ خَلْفِىْ فَتَعَالَ فَاقْتُلْهُ اِلَّا الْغَرْقَدُ فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرِ الْيَهُوْدِ۔ (رواه مسلم)

اخرجه البخاری فی صحیحه ١٠٣/٦ حدیث رقم ٢٩٢٦ ومسلم فی صحیحه ٢٢٣٩/٤ حدیث رقم (٨٢-٢٩٢٢) واحمد فی المسند ٤١٧/٢

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس وقت تک قیامت نہ آئے گی یہاں تک کہ مسلمان یہود سے جنگ کریں گے اور مسلمان یہود کو قتل کریں گے یہاں تک کہ جو یہودی پتھر یا درخت کے پیچھے چھپا ہوا ہوگا تو وہ پتھر مسلمان کو آواز دیکر کہے گا۔ اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے ہے اسے قتل کردو سوائے غرقد درخت کے کیونکہ یہ یہود کے درختوں میں سے ہے۔ (مسلم)

تشریح ۞ اِلاَّ الْغَرْقَدُ: یہ الشجر سے استثناء ہے یعنی غرقد نامی درخت کے علاوہ سب آگاہ کریں گے۔ غرقد ایک کانٹے دار جھاڑی ہے بقیع کے ایک حصہ کو بقیع غرقد کہنے کی وجہ بھی یہی ہے وہاں یہ درخت کثرت سے پائے جاتے تھے۔ یہ یہودی کو پناہ دے گا اور اس کی مخبری اور نشاندہی نہ کرے گا بلکہ یہودی کی حفاظت کرے گا۔

فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرِ الْيَهُوْدِ: یہود کا درخت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو یہود سے ایک گونہ نسبت ہے اس کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں ممکن ہے وحی سے اس نے اپنے رسول کو اطلاع دی ہو مگر ہمیں نہیں بتلایا گیا۔ نمبر۲ یہ معاملہ خروج دجال کے بعد ہوگا جب کہ دجال کی فوج مسلمانوں سے نبردآزما ہوگی اور ان کو آخری شکست ہوگی اور دجال مارا جائے گا۔

آل قحطان کا جابر

۵/۵۲۷۵ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَخْرُجَ رَجُلٌ مِنْ قَحْطَانَ يَسُوْقُ النَّاسَ بِعَصَاهُ۔ (متفق علیه)

اخرجه البخاري في صحيحه ٥٤٥/٦٥ حديث رقم ٣٥١٧ ومسلم في صحيحه ٢٢٣٢/٤ حديث رقم (٦٠-٢٩١٠) واحمد في المسند ٤١٧/٢۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت تک قیامت نہ آئے گی یہاں تک کہ آل قحطان کا ایک شخص آئے گا جو لوگوں کو اپنی لاٹھی سے ہانکے گا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ رَجُلٌ مِنْ قَحْطَانَ: اہل یمن کے جدامجد کا نام قحطان ہے اس کا زمانہ اور نام معلوم نہیں۔

يَسُوْقُ النَّاسَ بِعَصَاهُ: یہ اس سے کنایہ ہے کہ اس کی سختی اور غلبہ کی وجہ سے لوگ اس کی مجبوراً اطاعت کریں گے۔ نمبر۲ حقیقۃً ہانکنا بھی مراد لیا جاسکتا ہے ممکن ہے کہ یہ جہجاہ نامی شخص قحطانی ہو جس کا تذکرہ اگلی روایات میں آتا ہے۔

جہجاہ بادشاہ کی اطلاع

۶/۵۲۷۶ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْهَبُ الْاَيَّامُ وَاللَّيَالِيْ حَتّٰى يَمْلِكَ رَجُلٌ يُّقَالُ لَهُ الْجَهْجَاهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ حَتّٰى يَمْلِكَ رَجُلٌ مِنَ الْمَوَالِيْ يُقَالُ لَهُ الْجَهْجَاهُ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ٢٢٣٢/٤ حديث رقم (٦١-٢٩١١) والترمذي في السنن ٤٣٧/٤ حديث رقم ٢٢٢٨ واحمد في المسند ٣٢٩/٢۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دن رات وقت تک ختم نہ

ہونگے یہاں تک کہ جہجاہ نامی بادشاہ آئے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ موالی میں سے ایک بادشاہ نہ آئے جس کا نام جہجاہ ہوگا۔ (مسلم)

مَوَالِیْ: بعض میں جہجاء نام ہے اور بعض روایات میں مبہم موالی کا لفظ جس کا واحد مولیٰ یعنی غلام لوگوں پر حکمران ہوگا۔

مقام ابیض کا خزانہ

۵۲۷۷/۷ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَتَفْتَحَنَّ عِصَابَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ كَنْزَالِ كِسْرٰى الَّذِیْ فِی الْاَبْيَضِ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ٢٢٣٧/٤ حديث رقم (٧٨-٢٩١٩) واحمد في المسند ١٠٠/٥۔

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت آل کسرہ کے خزانے کو حاصل کرے گی جو کہ مقام ابیض میں ہے۔ (مسلم)

تشریح ۞ آل كِسْرٰى :اس لفظ آل کا زائد ہے۔ نمبر۲ اس سے مراد اہل وعیال اور پیروکار۔ کسریٰ یہ خسرو کا معرب ہے۔ اس زمانہ میں بادشاہ فارس کو کسریٰ کہتے تھے۔ جیسا کہ روم کے بادشاہ کا لقب قیصر اور چین کے بادشاہ کو خاقان اور مصر کے بادشاہ کو فرعون اور یمن کے بادشاہ کو قیل اور حبشہ کے بادشاہ کو نجاشی کہا جاتا ہے۔

اَبْيَض :یہ مدائن کے ایک قلعہ کا نام ہے فارسی لوگ اس کو سفید محل کہا کرتے تھے۔ اس وقت مدائن میں اس کی جگہ مسجد ہے۔ کسریٰ کا یہ خزانہ خلافت فاروقی میں مسلمانوں کو ملا

ہلاکت کسریٰ وقیصر کے بعد اور کسریٰ وقیصر نہ ہوگا

۵۲۷۸/۸ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا يَكُوْنُ كِسْرٰى بَعْدَهٗ وَقَيْصَرُ لَيَهْلِكَنَّ ثُمَّ لَايَكُوْنُ قَيْصَرُ بَعْدَهٗ وَلَتُقْسَمَنَّ كُنُوْزُهُمَا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَسَمَّى الْحَرْبَ خُدْعَةً۔ (متفق عليه)

اخرجه البخاري في صحيحه ١٥٨/٦ حديث رقم ٣٠٢٧ ومسلم في صحيحه ٢٢٣٧/٤ حديث رقم (٧٦-٢٩١٨) واخرجه الترمذي في السنن ٤٣١/٤ حديث رقم ٢٢١٦ واحمد في المسند ٣١٣/٢۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسریٰ ہلاک ہوگیا تو اس کے بعد کسریٰ نہ آئیگا اور قیصر ہلاک ہوگا پھر اس کے بعد قیصر نہیں ہوگا تم ضرور بضرور ان کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں تقسیم کرو گے اور لڑائی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدعہ (چال) سے تعبیر کیا۔ (بخاری، مسلم)

تشریح ۞ هَلَكَ كِسْرٰى: یہ جملہ خبریہ ہے مطلب یہ ہوا کہ عنقریب اس کا ملک ہلاک ہو جائے گا۔ ماضی کا صیغہ اس کے یقینی وقوع کی وجہ سے استعمال کیا گیا۔ نمبر۲ دعا اور تفاول ہے یعنی اللہ تعالیٰ کرے کہ یہ ہلاکت کا شکار ہو۔

فَلَا يَكُوْنُ یعنی یہ کسریٰ جو سلطنت کے مالک ہے اس کے بعد کافر نہ ہوں گے بلکہ مسلمان قیامت تک مالک بنیں گے یہ بات

آپ ﷺ نے اس وقت فرمائی جب کسریٰ نے آپ کا خط مبارک پھاڑ ڈالا۔
سَمَّى الْحَرْبُ خُدْعَةً: یہ قال رسول اللہ پر معطوف ہے یعنی راوی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے لڑائی کا نام خدعہ رکھا چونکہ اس قبل کسریٰ اور قیصر کی ہلاکت کا تذکرہ تھا اور ان کے خزائن کا لینا لڑائی کا ذریعہ ہوگا اور لڑائی میں اکثر فریبی انداز اختیار کرنا پڑتا ہے پس آپ نے صحابہ کرام کو اس بات کی اطلاع دی کہ یہ چیز لڑائی میں درست ہے تاکہ ان کے دماغوں میں یہ بات نہ آئے کہ فریب تو دھوکہ بازی اور خیانت کی قسم ہے۔ پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے میں فریب اور حیلہ کا سہارا حصول فتح کے لئے کیا جاتا ہے مثلاً اپنے لشکر کو دشمن کی نگاہ میں کثیر تعداد میں دکھایا جائے یا معرکہ کارزار میں ایک طرف کو سمٹ جائیں جس سے دشمن کو خیال ہو کہ وہ اب جنگ نہ کریں گے بلکہ یہاں سے چلے گئے ہیں اور دشمن غفلت کا شکار ہو تو اس پر یکبارگی حملہ کر دیا جائے۔ اسی قسم کے حیلے جائز اور درست ہیں۔ مگر عہد شکنی اس میں شامل نہیں اور نہ ہی اس کا کسی صورت میں جواز ہے جب تک دشمن اس کو نہ توڑے۔
خُدْعة۔ خَدُعَه خدعة یہ آخری سب سے زیادہ فصیح ہے۔

فارس و رُوم سے جنگ کی پیشینگوئی

۹/۵۲۷۹ وَعَنْ نَافِعِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَغْزُوْنَ جَزِيْرَةَ الْعَرَبِ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ فَارِسَ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ يَغْزُوْنَ الرُّوْمَ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ تَغْزُوْنَ الدَّجَّالَ فَيَفْتَحُهُ اللّٰهُ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ٢٢٢٥/٤ حديث رقم (٣٨-٢٩٠٠) وابن ماجه ١٣٧٠/٢ حديث رقم ٤٠٩١ واحمد في المسند ٢٣٨/٤۔

ترجمہ: حضرت نافع بن عتبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم جزیرہ عرب میں جہاد کرو گے تو اللہ تعالیٰ فتح عنایت فرمائیں گے تم فارس سے جنگ کرو گے تو اللہ تعالیٰ فتح دیں گے پھر روم سے تم جنگ کرو گے تو اللہ تعالیٰ فتح عنایت فرمائیں گے پھر تم دجال سے جہاد کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس پر فتح عنایت فرمائیں گے۔ (مسلم)

تشریح ❀ **تَغْزُوْنَ جَزِيْرَةَ الْعَرَبِ**: عرب علاقہ کو جزیرہ فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے چاروں طرف سمندر ہے اور وہ مکہ، مدینہ، یمامہ اور یمن ہے پس مطلب یہ ہے کہ تم عرب کے بقیہ قبائل سے جنگ کرو گے یا تمام جزیرہ سے جنگ کرو گے اس طور پر کہ اس میں کسی کافر کو رہنے نہ دیا جائے گا۔
فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ: یعنی اللہ تعالیٰ دجال کو مقہور و مغلوب کر دیں گے اور جو علاقہ اس کے ماتحت آیا ہوگا وہ تمہیں مل جائے گا۔ دجال کی ہلاکت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ہوگی۔ وہ امت کی نصرت کے لئے آسمان سے اتریں گے۔ اس میں بظاہر خطاب صحابہ کرام کو فرمایا گیا ہے مگر اس سے مراد امت ہے کیونکہ ظہور دجال تو امت کے آخری حصہ میں ہوگا۔

چھ بڑے واقعات

۱۰/۵۲۸۰ وَعَنْ عَوْفِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَهُوَ فِيْ قُبَّةٍ مِّنْ اَدَمٍ فَقَالَ اُعْدُدْ سِتًّا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَوْتِيْ ثُمَّ فَتْحُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ ثُمَّ مُوْتَانٌ يَاْخُذُفِيْكُمْ كَقُعَاصِ الْغَنَمِ ثُمَّ اسْتِفَاضَةُ

الْمَالِ حَتّٰى يُعْطَى الرَّجُلُ مِائَةَ دِيْنَارٍ فَيَظَلُّ سَاخِطًا ثُمَّ فِتْنَةٌ لَايَبْقٰى بَيْتٌ مِنَ الْعَرَبِ اِلَّادَخَلَتْهُ ثُمَّ هُدْنَةٌ تَكُوْنُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَنِى الْاَصْفَرِ فَيَغْدِرُوْنَ فَيَاْتُوْنَكُمْ تَحْتَ ثَمَانِيْنَ غَايَةً تَحْتَ كُلِّ غَايَةٍ اِثْنَا عَشَرَ اَلْفًا۔

رواه البخاری

ترجمہ: حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت چمڑے کے ایک خیمہ میں تشرف فرما تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت سے پہلے چھ چیزوں کو شمار کرلو۔(۱) میری وفات (۲) فتح بیت المقدس (۳) دو ایسی موتیں جو تم میں بکریوں کی وبا کی طرح پھیلیں گی (۴) مال کا اس طرح بہنا یہاں کہ آدمی کو سو دینار بھی دے دیئے جائیں تو تب بھی وہ ناراض رہے گا (۵) پھر ایک ایسا فتنہ ہوگا کہ جو عرب کے ہر گھر میں داخل ہوگا (۶) پھر ایک ایسی صلح ہوگی جو تمہارے اور رومیوں کے درمیان ہوگی وہ عہد کو توڑ کر تم پر حملہ آور ہونگے اور ان کا لشکر اسّی جھنڈوں کے زیر سایہ ہوگا اور ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار ۱۲۰۰۰ آدمی ہونگے۔(بخاری)

تشریح ۞ ثُمَّ فَتْحَ بَيْتِ الْمَقْدَسِ: یعنی جب تک بیت المقدس فتح نہ ہو قیامت نہ آئے گی مقدس۔ مقدس۔ اس کا معنی پاکیزہ جگہ اور پاک کیا ہوا۔

ثُمَّ مُوْتَانِ قعاص: یہ جانور کی بیماری ہے جس سے وہ ایک بار ہی ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اس سے مراد وہ طاعون ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں پیدا ہوئی اور تین روز میں ستر ہزار انسان فوت ہو گئے اس وقت مسلمانوں کی لشکر گاہ مقام عمواس تھا اس وجہ سے اس کا نام طاعون عمواس ہے اسلام کے زمانہ میں یہ پہلا طاعون تھا۔

حَتّٰى يُعْطَى الرَّجُلُ: اموال کی یہ کثرت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی جب کہ بیشمار فتوحات ہوئیں۔

ثُمَّ فِتْنَةٌ: علماء نے لکھا ہے کہ اس سے مراد حضرت عثمانؓ کا قتل ہے۔ نمبر ۲ اس سے وہ فتنہ مراد ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد واقع ہوا۔

ثُمَّ هُدْنَةٌ: بنو اصفر رومیوں کو کہا جاتا ہے کیونکہ اس کا بڑا باپ روم بن عیصر بن یعقوب علیہ السلام تھا۔ انکا رنگ زرد تھا جو کہ مائل سفیدی تھا۔ اس لئے ان کی اولاد کو بنو الاصفر کہا جانے لگا۔

فَيَاْتُوْنَ تَحْتَ :غایہ۔ جنگی نشان کو کہا جاتا ہے جو ذمہ دار لوگوں کے پاس ہوتے ہیں بعض روایات میں غابۃ بھی وارد ہوا ہے جس کا معنی جنگل ہے اس میں کثرت لشکر کو جنگل سے تشبیہ دی گئی ہے۔ لشکر کے متعلق اس قدر نشان دہی یہ زبان وحی ترجمان سے ہی ہوسکتی ہے۔ اصل مقصود کثرت تعداد کا بیان کرنا ہے۔

فتح قسطنطنیہ کی خبر

۱۱/۵۲۸۱ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَنْزِلَ الرُّوْمُ بِالْاَعْمَاقِ اَوْبِدَابِقَ فَيَخْرُجُ اِلَيْهِمْ جَيْشٌ مِنَ الْمَدِيْنَةِ مِنْ خِيَارِ اَهْلِ الْاَرْضِ يَوْمَئِذٍ فَاِذَا تَصَافُّوْا قَالَتِ الرُّوْمُ خَلُّوْا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الَّذِيْنَ سَبَوْامِنَّا نُقَاتِلْهُمْ فَيَقُوْلُ الْمُسْلِمُوْنَ لَا وَاللّٰهِ لَانُخَلِّىْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ اِخْوَانِنَا فَيُقَاتِلُوْنَهُمْ فَيَنْهَزِمُ ثُلُثٌ لَا يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ اَبَدًا وَيُقْتَلُ ثُلُثُهُمْ اَفْضَلُ الشُّهَدَآءِ عِنْدَ اللّٰهِ وَيَفْتَتِحُ الثُّلُثُ لَا يُفْتَنُوْنَ اَبَدًا فَيَفْتَتِحُوْنَ قُسْطُنْطِيْنِيَّةَ فَبَيْنَمَا هُمْ يَقْتَسِمُوْنَ الْغَنَائِمَ قَدْ عَلَّقُوْا سُيُوْفَهُمْ

بِالزَّيْتُوْنِ اِذْصَاحَ فِيْهِمُ الشَّيْطَانُ اِنَّ الْمَسِيْحَ قَدْخَلَفَكُمْ فِيْ اَهْلِيْكُمْ فَيَخْرُجُوْنَ وَذٰلِكَ بَاطِلٌ فَاِذَا جَاؤُا الشَّامَ خَرَجَ فَبَيْنَمَاهُمْ يَعُدُّوْنَ لِلْقِتَالِ يُسَوُّوْنَ الصُّفُوْفَ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَيَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَاَمَّهُمْ فَاِذَا رَاٰهُ عَدُوُّاللّٰهِ ذَابَ كَمَا يَذُوْبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ فَلَوْتَرَكَهُ لَاتَذَابُ حَتّٰى يَهْلِكَ وَلٰكِنْ يَقْتُلُهُ اللّٰهُ بِيَدِهٖ فَيُرِيْهِمْ دَمَهُ فِيْ حَرْبَتِهٖ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم فی صحيحه ٤/٢٢٢١ حديث رقم (٣٤-٢٩٩٧)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ رومی تمہارے مقابلہ کے لئے مقام اعماق یا دابق میں نہ اتریں ان کے مقابلے کے لئے مدینہ منورہ سے ایک لشکر نکلے گا جو اس وقت اہل زمین میں سب سے بہترین افراد ہوں گے۔ جب وہ ان کے بالمقابل صف بندی کر لیں گے تو رومی کہیں گے کہ ہمارے ان قیدیوں کو رہا کر دو جن کو پیچھے تم نے قید کیا ہے ہم ان سے لڑیں گے مسلمان کہیں گے اللہ کی قسم ہم اپنے بھائیوں کو تمہارے سپرد نہیں کریں گے پھر وہ ان سے لڑیں گے تو ایک لشکر کا تیسرا حصہ شکست کھا جائے گا جن کی توبہ کبھی قبول نہ ہوگی اور تیسرا حصہ شہید ہو جائے گا جو کہ اللہ کے ہاں افضل ترین شہید ہونگے اور ایک تہائی فتح پائے گا جو کبھی بھی پھر فتنہ میں مبتلا نہ کئے جائیں گے وہ قسطنطنیہ کو فتح کریں گے اور ابھی وہ مال غنیمت کی تقسیم میں مصروف ہوں گے اور انہوں نے اپنی تلواریں زیتون کے درختوں سے لٹکا رکھی ہوں گے کہ شیطان ان میں اعلان کرے گا کہ مسیح دجال تمہارے پیچھے تمہارے گھروں میں داخل ہو چکا ہے وہ نکلیں گے تو اس خبر کو غلط پائیں گے جب وہ شام میں پہنچیں گے تو مسیح دجال نکل چکا ہوگا تو اسی دوران وہ لڑائی کی تیاری کر کے صفوں کو درست کرنے میں مصروف ہوں گے جب اقامت کہی جائے گی تو عیسیٰ علیہ السلام اتر پڑیں گے اور ان کی امامت کروائیں گے پس یونہی ان کو اللہ کا دشمن دیکھے گا تو اس طرح پگھل جائے گا جس طرح پانی سے نمک پگھلتا ہے اگر اس کو اسی طرح چھوڑ دیا جائے تو پگھل کر ہی وہ ہلاک ہو جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ اس کو عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے قتل کروائے گا اور لوگوں کو اپنے نیزے سے اس کا خون دکھائیں گے۔ (مسلم)

تشریح ۞ حَتّٰى يَنْزِلَ الرُّوْمُ بِالْاَعْمَاقِ: اعماق۔ یہ مدینہ منورہ کا ایک مقام ہے جو کہ نواحی مدینہ سے ہے۔

وابق: یہ بازار مدینہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔ صاحب مفاتیح کہتے ہیں کہ یہ دونوں مقامات ہیں۔ لفظ او شک راوی کیلئے ہے۔

اِلَيْهِمْ جَيْشٌ: ان کے مقابلہ کے لئے ایک لشکر نکلے گا۔ ابن الملک کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ سے مراد بقول بعض حلب ہے اور اعماق، دابق اس کے قریب دو گاؤں کے نام ہیں۔ نمبر ۲ بعض نے اس سے دمشق مراد لیا ہے۔ صاحب ازہار نے لکھا ہے کہ مدینہ سے مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم مراد لینا ضعیف ترین قول ہے کیونکہ مدینۃ النبی تو اس وقت خراب ہو چکا ہوگا۔

مِنْ خِيَارِ اَهْلِ الْاَرْضِ: یہ جیش کا بیان ہے اور یومئذ کہہ کر زمانہ نبویہ سے احتراز مقصود ہے۔

قَالَتِ الرُّوْمُ: رومی لشکر کہے گا کہ ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان سے تم ہٹ جاؤ جنہوں نے جہاد کر کے ہمارے لوگوں کو قیدی بنایا ہے ہم تو ان سے لڑنا اور بدلہ لینا چاہتے ہیں۔ اس سے انکا مقصد مسلمانوں کو دھوکہ دینا اور ان کے مابین تفریق ڈالنا ہے۔

لَانُخَلِّيْ بَيْنَكُمْ: یہ اس سے کنایہ ہے کہ وہ کفر پر مریں گے اور عذاب میں مبتلا رہیں گے۔

اَفْضَلَ الشُّهَدَآءِ: نمبر ا یعنی یہ لوگ کسی ابتلاء میں نہ ڈالے جائیں گے اور نہ انکا لڑائی سے امتحان لیا جائے گا۔ نمبر ۲ وہ

کبھی عذاب میں مبتلا نہ کئے جائیں گے اس میں اس طرف اشارہ کر دیا کہ انکا خاتمہ خیر پر ہوگا۔

فَيَفْتَتِحُوْنَ قُسْطُنْطِيْنِيَّةَ: قسطنطنیہ یہ روم کا دار السلطنت تھا یہ بہت بڑا شہر ہے۔اس کو استنبول بھی کہا جاتا ہے۔اس کی فتح قیامت کی علامات سے ہے۔قسطنطنیہ کو آٹھویں ہجری کے بعد عظیم اسلامی سپہ سالار سلطان، محمد نے فتح کیا۔صحابہ کرام کے زمانہ میں اس پر لشکر کشی کی گئی اس میں حضرت ابوایوب انصاری میزبان رسول بھی شامل تھے۔

فَاِذَا جَاؤُا الشَّامَ: ظاہر یہ ہے کہ شام سے مراد بیت المقدس ہے اور وہ شام ہی کا علاقہ ہے اور بعض روایات میں اس کی تصریح موجود ہے۔

فَيَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ: درست نسخہ میں اذا الف کے ساتھ ہے۔یہ وہ وقت ہوگا جب کہ مؤذن نماز کی تکبیر کہنے کو ہوگا اس وقت آسمان سے عیسی علیہ السلام مسجد دمشق کے منارہ شرقی پر اتریں گے پھر وہ بیت المقدس میں آئیں گے۔

فَيُرِيْهِمْ: یعنی نماز اور سپہ سالاری میں امام ہوں گے اور جملہ مسلمانوں میں امام مہدی بھی ہوں گے۔اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام مہدی کو نماز کی امامت کے لئے بڑھائیں گے اور وجہ یہ بتلائیں گے کہ نماز (تکبیر) لئے قائم کی گئی ہے۔اور اس سے متابعت کا اشارہ ہے اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ میں مستقل امیر نہیں ہوں بلکہ مقرر اور مؤید ہوں پھر ہمیشہ عیسی علیہ السلام ان کی امامت کرتے رہیں گے۔پس اس ارشاد میں کہ وہ امام ہوں گے گویا تغلیب ہے۔نمبر۲ مجازاً امامت کرائیں گے یعنی اس وقت جو مسلمانوں کا امام ہوگا اسے امامت کا حکم فرمائیں گے۔اس وقت دجال مسلمانوں کو گھیرے ہوئے ہوگا۔

يَذُوْبُ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہیبت وخوف سے وہ پگھل جائے گا۔

فَلَوْ تَرَكَهٗ: اگر عیسی علیہ السلام اسے قتل نہ بھی کریں تب بھی وہ ہلاک ہو جائے گا۔

وَلٰكِنْ يَقْتُلُهُ اللّٰهُ: اللہ تعالیٰ کا حکم وفیصلہ اسی طرح ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے ہاتھوں قتل ہو۔

فَيُرِيْهِمْ دَمَهٗ: حضرت عیسی علیہ السلام اس کا خون اپنے نیزے پر ظاہر کر کے اس کے قتل کا اعلان کریں گے۔

خروجِ دجال سے پہلے پیش آنے والی لڑائی کا تذکرہ

۱۲/۵۲۸۲ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِنَّ السَّاعَةَ لَا تَقُوْمُ حَتّٰى لَا يُقْسَمَ مِيْرَاثٌ وَلَا يُفْرَحَ بِغَنِيْمَةٍ ثُمَّ قَالَ عَدُوٌّ يَجْمَعُوْنَ لِاَهْلِ الشِّيَامِ وَيَجْمَعُ لَهُمْ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ يَعْنِى الرُّوْمَ فَيَتَشَرَّطُ الْمُسْلِمُوْنَ شُرْطَةً لِلْمَوْتِ لَا تَرْجِعُ اِلَّا غَالِبَةً فَيَقْتَتِلُوْنَ حَتّٰى يَحْجُزَ بَيْنَهُمُ اللَّيْلُ فَيَفِىْءُ هٰؤُلَاءِ كُلٌّ غَيْرُ غَالِبٍ وَتَفْنِى الشُّرْطَةُ ثُمَّ يَتَشَرَّطُ الْمُسْلِمُوْنَ شُرْطَةً لِلْمَوْتِ لَاتَرْجِعُ اِلَّا غَالِبَةً فَيَقْتَتِلُوْنَ حَتّٰى يُمْسُوْا فَيَفِىْءُ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ كُلٌّ غَيْرَ غَالِبٍ وَتَفْنِى الشُّرْطَةُ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ الرَّابِعِ نَهَدَ اِلَيْهِمْ بَقِيَّةُ اَهْلِ الْاِسْلَامِ فَيَجْعَلُ اللّٰهُ الدَّبْرَةَ عَلَيْهِمْ فَيَقْتَتِلُوْنَهٗ مَقْتَلَةً لَمْ يُرَ مِثْلُهَا حَتّٰى اِنَّ الطَّائِرَ لَيَمُرُّ بِجَنْبَاتِهِمْ فَلَا يُخَلِّفُهُمْ حَتّٰى يَخِرَّ مَيِّتًا فَيَتَعَادُّ بَنُو الْاَبِ كَانُوْا مِائَةً فَلَا يَجِدُوْنَهٗ بَقِىَ مِنْهُمْ اِلَّا الرَّجُلُ الْوَاحِدُ فَبِاَىِّ غَنِيْمَةٍ يُفْرَحُ اَوْ اَىُّ مِيْرَاثٍ يُقْسَمُ فَبَيْنَا هُمْ كَذٰلِكَ اِذْ سَمِعُوْا بِبَاسٍ هُوَ اَكْبَرُ مِنْ ذٰلِكَ فَجَاءَ الصَّرِيْخُ

اِنَّ الدَّجَّالَ قَدْ خَلَفَهُمْ فِي ذَرَارِيْهِمْ فَيَرْفُضُوْنَ مَافِي اَيْدِيْهِمْ وَيُقْبِلُوْنَ فَيَبْعَثُوْنَ عَشَرَ فَوَارِسَ طَلِيْعَةً قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَعْرِفُ اَسْمَاءَ هُمْ وَاَسْمَاءَ اٰبَائِهِمْ وَاَلْوَانَ خُيُوْلِهِمْ هُمْ خَيْرُ فَوَارِسَ اَوْمِنْ خَيْرِ فَوَارِسَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ يَوْمَئِذٍ۔ (رواه مسلم)

اخرجه مسلم في صحيحه ٤/٢٢٢٣ حديث رقم (٣٧-٢٨٩٩)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ میراث تقسیم نہ ہو اور غنیمت پر خوشی کا اظہار نہ ہو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اہل شام کے مقابلہ میں لشکر جمع ہوگا اور اہل شام رومیوں کے مقابلہ کی تیاری کریں گے مسلمان موت کے لئے ایک دستہ منتخب کریں گے جو غالب ہو کر لوٹے گا وہ لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ رات ان کے راستے میں رکاوٹ بن جائے گی اور ہر ایک اس حال میں لوٹے گا کہ کوئی بھی ان میں غالب نہ ہوگا اور یہ دستہ فنا ہو جائے گا پھر مسلمان موت کے لئے دوبارہ شرط لگائیں گے بغیر غلبہ پائے نہ لوٹیں گے وہ شام تک لڑتے رہیں گے اور دونوں لشکر بغیر غلبہ کے نہ لوٹیں گے اور یہ دستہ بھی واپس لوٹے گا جب چوتھا دن آئے گا تو بقیہ اہل اسلام کفار کی طرف اٹھ کر جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر شکست کو مقرر کر دیں گے مسلمان بہت زیادہ قتل ہوں گے ایسا قتل پہلے دیکھنے میں نہ آیا ہوگا۔ یہاں تک کہ پرندہ ان کے پہلوں کے پاس سے گزرے گا وہ ان کو پیچھے نہ چھوڑے گا یہاں تک کہ مر کر گر پڑے گا۔ تو ایک باپ کی اولاد جن کی تعداد سو ہوگی وہ شمار کی جائے گی اور وہ ایک آدمی کے سوا ان میں سے کسی کو بچا ہوا نہیں پائیں گے پس کون سی خوشی اس غنیمت سے ہوگی اور کون سی میراث ان میں تقسیم کی جائے گی۔ اور وہ اسی حالت میں ہوں گے کہ وہ اس سے بڑی جنگ کی بات سنیں گے تو ایک چیخ سنیں گے کہ دجال ان کی اولاد میں گھس آیا ہے تو وہ اپنے ہاتھوں کی ہر چیز چھوڑ دیں گے اور ادھر ادھر متوجہ ہوں گے پھر دس شاہسواروں کو بطور جاسوس بھیجیں گے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ان سواروں کے نام ان کے آباء کے نام ان کے گھوڑوں کے رنگ پہچانتا ہوں۔ وہ بہترین شاہسوار ہوں گے یا سطح زمین پر بسنے والے تمام شاہسواروں سے بہتر ہوں گے۔ (مسلم)

تشریح ۞ حَتّٰى لَا يُقْسَمَ مِيْرَاثٌ: وہ بہت زیادہ مسلمانوں کے مارے جانے کی وجہ سے (۲) شریعت کے احکام نافذ نہ ہونے کی وجہ سے جیسا کہ آج کل کے زمانے میں یہ بات ظاہر ہے اسی قرضہ جات کی کثرت کی وجہ سے تقسیم تک نوبت ہی نہ پہنچے گی۔

لَا يُفْرَحُ بِغَنِيْمَةٍ: (۱) یعنی غنیمت نہ ملنے کی وجہ سے (۲) یا خیانت کے سبب اہل دیانت اسکے لینے پر خوش نہ ہوں گے۔

لَا تَرْجِعُ اِلَّا غَالِبَةً: یہ جملہ شرطیہ کے لئے صفت کاشفہ اور جملہ مبینہ موضحہ ہے مطلب یہ ہے کہ مسلمان لشکر کو اس پر بھیجیں گے کہ وہ میدان جنگ سے نہیں بھاگیں گے بلکہ ثابت قدم رہیں گے۔ یہاں تک کہ وہ مارے جائیں یا وہ غالب آجائیں۔ شرطۃ شین کے ضمہ کے ساتھ لشکر کا وہ حصہ جو مستعد ہو اور لشکر کے اول حصہ میں وہ حاضر ہو اور یتشرط ویشترط یہ افتعال کے بابوں سے صیغے لئے گئے ہیں۔

وَتَفْنِى الشُّرْطَةُ: یہاں شرطۃ کا لفظ جنس کے لئے آیا ہے یعنی جانبین کے فوجوں کے اگلے دستے بالکل ہلاک ہو جائیں گے حاصل یہ ہے کہ فوجیں دونوں اطراف سے دوبارہ آئیں گی اور غلبہ کسی کو بھی حاصل نہیں ہوگا۔ ورنہ غلبہ تو انہی لوگوں کا ہوتا ہے جن کا اول دستہ فنا نہ ہو حالانکہ یہاں ہر ایک کے بارے میں یہی کہا گیا ہے کہ وہ غالب نہ ہوگا پھر مسلمانوں کا ایک لشکر مرنے

کی بیعت پر روانہ ہوگا وہ لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ درمیان میں رات حائل ہو جائے گی پھر دونوں لشکروں کے لوگ اپنے اپنے خیموں میں واپس آ جائیں گے اور کوئی غالب نہ ہوگا البتہ فوج کا اگلا دستہ فنا ہو جائے گا پھر مسلمان ایک دستہ منتخب کریں گے جو کہ موت تک واپس نہ لوٹے گا یا غالب آ جائے۔ شام تک یہ لڑتے رہیں گے پھر دونوں اپنے خیموں کی طرف بلا غلبہ واپس لوٹ جائیں گے۔ اور فوج کے اگلے دستے فنا ہو جائیں گے جب چوتھا دن ہوگا تو مسلمان پھر کفار کے خلاف جنگ کا قصد کریں گے چنانچہ بقیہ لشکر اسلام کو اللہ تعالیٰ کفار پر فتح دیں گے۔

اَلدَّبَرَۃ: یہ ادبار سے اسم ہے اور بعض روایات میں دابر کا لفظ بھی ہے اور دونوں کا معنی ہزیمت و شکست ہے۔

حَتّٰی اِنَّ الطَّائِرَ: یعنی اگر جانور مرنے والوں کا معاینہ کرنا چاہے تو وہ اڑتے اڑتے گر پڑیگا کیونکہ ان کی لاشوں سے تعفن پھیل رہا ہوگا اور دور دراز علاقوں تک لاشیں پھیلی ہوں گی۔ فاصلے کے زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ اڑنے سے عاجز آ جائیں گے۔

فَیَتَعَادُّ بَنُو الْاَبِ: یعنی ایک جماعت جو کہ لڑائی میں حاضر ہوئے اور وہ ایک جد کی اولاد تھے اور ان کی تعداد سو تھی تو ان میں سے وہ ایک شخص کو پائیں گے خلاصہ یہ ہے کہ جب وہ اپنے نفوس کو گننا شروع کریں گے تو ہر جماعت اپنے اقارب میں سے سو میں سے ایک فیصد کو پائے گی۔

فَبِاَیِّ غَنِیْمَۃٍ یُفْرَحُ: اس میں فاء تفریعیہ یا فصیحیہ ہے علامہ طیبی کہتے ہیں کہ شرط محذوف کی جزاء ہے جو کہ مبہم تھی۔ پہلے ان الساعة **لَا تَقُوْمُ حَتّٰی لَا یُقْسَمُ مِیْرَاثٌ وَّلَا یُفْرَحُ بِغَنِیْمَۃٍ**: یہ مبہم فرمایا اس لحاظ سے کہ مطلق فرمایا پھر اس کو واضح کر دیا اپنے اس قول سے **عَدُوًّا اِلٰی اٰخِرِہٖ**: اس طرح کہ یہ اس صفت کے ساتھ مقید ہے یعنی تقسیم میراث اور غنیمت سے خوشی اس لئے حاصل نہیں ہوگی کہ وہاں اتنے مقتول ہوں گے کہ تقسیم کیسی اور خوشی کیسی پس اس صورت میں صحیح یہ ہوگا کہ اس طرح کہا جائے کہ جب ایسا واقعہ پیش آئے گا تو پھر کس غنیمت پر خوشی ہوگی یعنی کسی پر بھی خوشی نہ ہوگی۔ انتہیٰ

یَبْعَثُوْنَ عَشَرَ فَوَارِسَ طَلِیْعَۃً: یہ کریمۃ کے وزن پر ہے۔ اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کو دشمن کے حالات کی اطلاع کے لئے بھیجا جائے جیسا کہ جاسوس اور فعیلہ بمعنی فاعل کے ہے واحد اور جمع کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے۔ آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ میں ان شاہسواروں کے نام، ان کے باپوں کے نام ان کے گھوڑوں کے رنگ سے بھی واقف ہوں یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے اور اس میں اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز پر محیط ہے خواہ اس کا تعلق کلیات سے ہو یا جزئیات سے ہو اور وہ لوگ بہترین سواروں میں سے ہوں یا بہترین سواری کرنے والے ہوں گے۔

نعرۂ تکبیر کی برکت سے فصیل کا انہدام

۱۳/۵۲۸۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ سَمِعْتُمْ بِمَدِیْنَةٍ جَانِبٌ مِنْهَا فِی الْبَرِّ وَجَانِبٌ مِنْهَا فِی الْبَحْرِ قَالُوْا نَعَمْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَغْزُوَهَا سَبْعُوْنَ اَلْفًا مِنْ بَنِیْ اِسْحٰقَ فَاِذَا جَآءُوْهَا نَزَلُوْا فَلَمْ یُقَاتِلُوْا بِسَلَاحٍ وَلَمْ یَرْمُوْا بِسَهْمٍ قَالُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ فَیَسْقُطُ اَحَدُ جَانِبَیْهَا قَالَ ثَوْرُبْنُ یَزِیْدَ الرَّاوِیْ لَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا قَالَ الَّذِیْ فِی

الْبَحْرِ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ الثَّانِيَةَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ فَيَسْقُطُ جَانِبُهَا الْاٰخَرُ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ الثَّالِثَةَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ فَيُفَرَّجُ لَهُمْ فَيَدْخُلُوْنَهَا فَيَغْنِمُوْنَ فَبَيْنَا هُمْ يَقْتَسِمُوْنَ الْمَغَانِمَ اِذَا جَآءَ هُمُ الصَّرِيْخُ فَقَالَ اِنَّ الدَّجَّالَ قَدْ خَرَجَ فَيَتْرُكُوْنَ كُلَّ شَيْءٍ وَيَرْجِعُوْنَ۔ (رواہ مسلم)

اخرجه مسلم فى صحيحه ٤/٢٢٣٨ حديث رقم ٧٨۔ ٢٩٢٠۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم نے ایسے شہر کے متعلق سنا ہے جس کی ایک جانب خشکی میں اور دوسری جانب سمندر میں ہو گی ۔صحابہ نے عرض کیا جی ہاں! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے ستر ہزار آدمی جہاد کریں گے جب شہر کے پاس جا اتریں گے تو نہ وہ ہتھیاروں سے لڑائی کریں گے نہ وہ ان پر تیر پھینکیں گے وہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کا نعرہ بلند کریں گے تو اس شہر کی فصیل ایک جانب گر جائے گی۔ ثور ابن یزید راوی کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں مگر یہ کہ سمندر کی جانب والی فصیل گرے گی پھر وہ دوسری مرتبہ لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کہیں گے تو دوسری جانب والی فصیل گر جائے گی۔ پھر وہ تیسری مرتبہ لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کہیں گے تو ان کے لئے شہر میں داخلے کا راستہ کھول دیا جائے گا۔ چنانچہ اس میں وہ داخل ہو کر غنیمت حاصل کریں گے ابھی وہ تقسیم میں مصروف ہوں گے کہ ان کے کانوں میں ایک زوردار آواز پڑے گی کہ دجال نکل آیا وہ ہر چیز کو چھوڑ کر واپس لوٹ آئیں گے۔ (مسلم)

تشریح ۞ هَلْ سَمِعْتُمْ بِمَدِيْنَةٍ :ایک شارح نے لکھا ہے کہ اس سے مراد روم کا شہر ہے (۲) دوسروں نے کہا اس سے مراد قسطنطنیہ ہے جس کی فتح کو رسول اللہ نے علامات قیامت میں سے قرار دیا۔ (۳) ممکن ہے کہ اور کوئی شہر ہو ظاہر یہ ہے کہ قسطنطنیہ کچھ تو خون کے ساتھ فتح ہو گا اور یہ شہر تہلیل وتکبیر سے فتح ہوگا۔

حَتّٰى يَغْزُوَ هَا سَبْعُوْنَ اَلْفًا: ① مظہر کہتے ہیں کہ گروہ شام اولاد اسحاق سے تھے اور وہ مسلمان تھے۔ انتہی۔ ② یہ بھی احتمال ہے کہ ان کے ساتھ اولاد اسماعیل کے بھی کچھ لوگ ہوں اور وہ عرب ہیں یا ان کے علاوہ ہو اور مسلمان اور اختصار کے ساتھ انہی کا تذکرہ کیا بطور تغلیب کے کہ اکثریت ان کی ہوگی ان کے علاوہ کم ہوں گے۔ ③ یہ بھی احتمال ہے کہ خاص وہی ہوں۔

وَلَمْ يَرْمُوْا بِسَهْمٍ: یہ تعمیم کے بعد تخصیص ہے تاکہ عموم نفی تاکید کا فائدہ دے۔

اِنَّ الدَّجَّالَ قَدْ خَرَجَ: یعنی یہ بات سنتے ہی وہ دجال کے خلاف لڑائی کے لئے تیار ہو جائیں گے اور ہر چیز کو وہیں چھوڑ دیں گے۔

الفصل الثانی:

یثرب کی جنگ کا ظہور

۱۴/۵۲۸۴ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمْرَانُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ خَرَابُ يَثْرِبَ وَخَرَابُ يَثْرِبَ خُرُوْجُ الْمَلْحَمَةِ وَخُرُوْجُ الْمَلْحَمَةِ فَتْحُ قُسْطُنْطِيْنِيَّةَ وَفَتْحُ قُسْطُنْطِيْنِيَّةَ خُرُوْجُ الدَّجَّالِ ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه ابو داؤد فی السنن ٤٨٢/٤ حدیث رقم ٤٢٩٤ وابن ماجه فی السنن ١٣٧٠/٢ حدیث رقم ٤٠٩٢ واحمد فی المسند ٢٣٢/٥۔

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیت المقدس کی آبادی یثرب کی خرابی میں ہے اور یثرب کی بربادی وخرابی وہ جنگ کا ظہور ہے اور جنگ کا ظہور وہ قسطنطنیہ کی فتح ہے اور قسطنطنیہ کی فتح میں دجال کا خروج ہے۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ **عُمْرَانُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ**: کیونکہ بیت المقدس کی آبادی تک کفار کا غلبہ ہوگا کیونکہ وہ سب عیسائی ہوں گے اور وہ مدینہ منورہ کی خرابی کا باعث بنیں گے۔

يَثْرِبَ : یہ مدینہ منورہ کا پرانا نام ہے اور ثرب ہلاکت کو کہا جاتا ہے۔ مدینہ منورہ کے بخار نہایت مہلک تھے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی آب وہوا کے خوشگوار بنائے جانے کی دعا کی جو کہ قبول ہوئی۔ (۲) اس کافر کا نام ہے جس نے اس کو شروع میں آباد کیا۔ مدینہ منورہ کو یثرب کہنے سے منع فرمایا گیا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ارشاد اس سے پہلے کا ہے۔

خَرَابُ يَثْرِب :مطلب یہ ہے کہ یہ حوادث جن کا تذکرہ روایت میں مذکور ہے ایک دوسرے کے بعد ظہور پذیر ہوں گے۔ اور پہلے کا پیش آنا دوسرے کے پیدا ہونے کی علامت ہے خواہ ان میں کتنا ہی فاصلہ ہو علامہ طیبیؒ لکھتے ہیں کہ اس روایت میں فتح قسطنطنیہ کو خروج دجال کی علامت قرار دیا گیا ہے اور اوپر والی روایت میں یہ مذکور ہے کہ شیطان یہ جھوٹی آواز لگائے گا کہ دجال تمہارے پیچھے تمہارے اہل وعیال پر مسلط ہو گیا ہے جب وہ نکل کر معلوم کریں گے تو یہ بات جھوٹی ثابت ہوگی تب دونوں باتوں میں تطبیق کیسے ہوگی۔ جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح قسطنطنیہ کو خروج دجال کی علامت قرار دیا۔ یہ نہیں فرمایا کہ وہ اس کے بعد نکلے گا اور درمیان میں کوئی فاصلہ نہ ہوگا۔ رہا شیطان کا یہ آواز کرنا تو وہ ان کو تقسیم غنائم سے روکنے کے لئے ہوگا اور اگلی روایت اس بات کو ثابت کر رہی ہے کہ جنگ عظیم اور فتح قسطنطنیہ اور خروج دجال یہ سات ماہ میں پیش آئیں گے۔

قربِ قیامت جنگ عظیم کی خبر

۱۵/۵۲۸۵ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَلْحَمَةُ الْعُظْمٰى وَفَتْحُ قُسْطُنْطِيْنِيَّةَ وَخُرُوْجُ الدَّجَّالِ فِيْ سَبْعَةِ اَشْهُرٍ۔

اخرجه البو داؤد فی السنن ٤٨٣/٤ حدیث رقم ٤٢٩٥ والترمذی فی السنن ٤٤٢/٤ حدیث رقم ٢٢٣٨ وابن ماجه فی السنن ١٣٧٠/٢ حدیث رقم ٤٠٩٢ واحمد فی المسند ٢٣٤/٥

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑی جنگ اور فتح قسطنطنیہ اور خروج دجال سات مہینوں میں ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

تشریح ۞ **اَلْمَلْحَمَةُ الْعُظْمٰى**: بڑی جنگ سے مراد بعض نے وہی مراد لی جس کا تذکرہ پیچھے روایات میں گزر چکا جس میں سو میں سے ایک بچنے والا ہوگا۔ مگر زیادہ ظاہر بات یہ ہے کہ اس سے مراد اس شہر کی فتح ہے جو اسماء الٰہی کی عظمت سے فتح ہوگا جیسا کہ روایت ابو ہریرہؓ میں گزرا۔ اور سات ماہ میں ان چیزوں کا ظاہر ہونا بتلایا یہ اس لحاظ سے ہے کہ مسلمان ان دونوں شہروں کی طرف

متوجہ ہوں گے اور ظہور دجال کی طرف متوجہ ہوں گے اور پہلے دونوں شہر فتح ہوں گے اور پھر انکے بعد بغیر تاخیر کے ظہور دجال ہوگا۔

ظہورِ دجال کی خاص علامت

۵۲۸۶/۱۶ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَ الْمَلْحَمَةِ وَفَتْحِ الْمَدِيْنَةِ سِتُّ سِنِيْنَ وَيَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِي السَّابِعَةِ۔ (رواه ابوداود وقال هذا اصح)

اخرجه ابو داوٗد في السنن ٤/٤٨٣ حديث رقم ٤٢٩٦ وابن ماجه في السنن ٢/١٣٧٠ حديث رقم ٤٠٩٣ واحمد في المسند ٤/١٨٩۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑی جنگ اور فتح مدینہ کے درمیان سات سال ہوں گے اور ساتویں سال میں دجال کا ظہور ہوگا۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ قَالَ بَيْنَ الْمَلْحَمَةِ: اس روایت میں اور پچھلی روایت میں تضاد ہے مگر یہ روایت سند کے اعتبار سے صحیح ہے اور سابقہ روایت میں کلام ہے اس کے کئی روات مجروح و مطعون ہیں۔ پس حاصل یہ ہوا کہ بڑی لڑائی اور خروج دجال کے درمیان سات ماہ کے فاصلے والی روایت درست نہیں۔ اس کے مقابلے میں سات برس والی روایت صحیح ہے۔

قربِ قیامت میں مسلمانوں کا محصور ہونا

۵۲۸۷/۱۷ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ يُوْشِكُ الْمُسْلِمُوْنَ اَنْ يُّحَاصَرُوْا اِلَى الْمَدِيْنَةِ حَتّٰى يَكُوْنَ اَبْعَدَ مَسَالِحِهِمْ سَلَاحٌ وَسَلَاحٌ قَرِيْبٌ مِّنْ خَيْبَرَ۔ (رواه ابوداود)

اخرجه ابو داوٗد في السنن ٤/٤٤٩ حديث رقم ٤٢٩٩ واحمد في المسند ٢/٤٠٢۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قریب ہے کہ مسلمانوں کو مدینہ منورہ میں محصور کر دیا جائے۔ یہاں تک کہ ان کی بعید ترین سرحد مقام سلاح ہوگی اور راوی کہتے ہیں کہ سلاح خیبر کے قریب ایک مقام کا نام ہے۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ يُوْشِكُ الْمُسْلِمُوْنَ: یعنی دشمن میں وہ گھر جائیں گے یا مسلمان کفار سے بھاگیں گے اور مدینہ منورہ اور مقام سلاح کے درمیان جمع ہوں گے یہ سلاح خیبر کی ایک بستی کا نام ہے یا ان میں سے بعض لوگ مدینہ کے اندر داخل ہوں گے اور دوسرے لوگ اس کی حفاظت کے لئے ثابت قدم رہیں گے اور یہ معنی اگلے ارشاد کے زیادہ مناسب ہے۔

حَتّٰى يَكُوْنَ اَبْعَدَ: یہ سلاح نامی گاؤں مدینہ سے چند منزل پر واقع ہے اور یہ راوی کی تفصیل ہے بعض نسخوں میں یہ سلاخ خاء کے ساتھ منقول ہے۔

رومیوں کی عہد شکنی کا ذکر

۵۲۸۸/۱۸ وَعَنْ ذِيْ مِخْبَرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سَتُصَالِحُوْنَ الرُّوْمَ صُلْحًا اٰمِنًا فَتَغْزُوْنَ اَنْتُمْ وَهُمْ عَدُوًّا مِّنْ وَّرَاءِ كُمْ فَتَنْصُرُوْنَ وَتَغْنِمُوْنَ وَتَسْلَمُوْنَ ثُمَّ تَرْجِعُوْنَ حَتّٰى

تَنْزِلُوْا بِمَرْجٍ ذِیْ تُلُوْلٍ فَیَرْفَعُ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ النَّصْرَانِيَّةِ الصَّلِيْبَ فَيَقُوْلُ غَلَبَ الصَّلِيْبُ فَيَغْضَبُ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَيَدُقُّهٗ فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَغْدِرُ الرُّوْمُ وَتَجْمَعُ الْمَلْحَمَةَ وَزَادَ بَعْضُهُمْ فَيَثُوْرُ الْمُسْلِمُوْنَ اِلٰى اَسْلِحَتِهِمْ فَيَقْتَتِلُوْنَ فَيُكْرِمُ اللّٰهُ تِلْكَ الْعِصَابَةَ بِالشَّهَادَةِ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ٤٨١/٤ حدیث رقم ٤٢٩٢ وابن ماجه ١٣٦٩/٢ حدیث رقم ٤٠٨٩ واحمد فی المسند ٩١/٤

ترجمہ: حضرت ذی مخمر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ عنقریب تم رومیوں سے امن وامان والی صلح کرو گے پھر تم اور وہ اپنے پچھلے دشمنوں سے لڑائی کرو گے پس تم کامیاب ہو جاؤ گے اور غنیمت پاؤ گے اور سلامت رہو گے پھر تم واپس لوٹو گے یہاں تک کہ تم ٹیلوں والی چراگاہ میں اترو گے تو ایک نصرانی صلیب اٹھا کر اعلان کرے گا کہ عیسائیوں کو غلبہ حاصل ہو گیا تو ایک مسلمان اس پر غضب ناک ہو کر اس کو توڑ ڈالے گا تو رومی لوگ اس کو عہد شکنی شمار کریں گے اور مسلمانوں کے خلاف لڑائی کے لئے جمع ہو جائیں گے بعض روات نے اس روایت میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ مسلمان اپنے اسلحہ کی طرف پر جوش انداز سے جائیں گے چنانچہ وہ کفار سے جنگ کریں گے تو اللہ تعالیٰ اس جماعت کو شہادت کی عزت سے نوازیں گے۔ (ابوداوٗد)

تشریح ۞ سَتُصَالِحُوْنَ الرُّوْمَ: اہل نصرانیت سے مراد رومی ہیں وہی اس وقت عیسائیت پر قائم تھے۔ صلیب ایک لکڑی ہے جس کے متعلق عیسائیوں کا گمان یہ ہے کہ اس پر عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی گئی۔

فَیَغْضَبُ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ: وہ مسلمان اس لئے ناراض ہوگا کہ غلبہ کی نسبت غیر مسلموں کی طرف کی گئی۔ وہ صلیب کو توڑ ڈالے گا جس کی وجہ سے عیسائی لوگوں کو جمع کر کے مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کے خزانے نکالنے والا حبشی

۱۹/۵۲۸۹ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُتْرُكُوا الْحَبَشَةَ مَا تَرَكُوْكُمْ فَاِنَّهٗ لَا يَسْتَخْرِجُ كَنْزَ الْكَعْبَةِ اِلَّا ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ٤٩٠/٤ حدیث رقم ٤٣٠٩ والنسائی فی السنن ٤٤/٦ رقم ٣١٧٧، واحمد فی المسند ٣٧١/٥

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا حبشیوں کو چھوڑے رکھو جب تک وہ تمہیں چھوڑے رکھیں اس لئے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی بیت اللہ کے خزانے کو نکالے گا۔ (ابوداوٗد)

تشریح ۞ اُتْرُكُوا الْحَبَشَةَ: یعنی وہ امیر حبشہ کا ہوگا یا وہ لشکر ہی اہل حبش کا ہوگا۔

السُّوَيْقَتَيْنِ: یہ سویقۃ کا تثنیہ ہے جو کہ سَاقٌ کی تصغیر ہے اس کا معنی پنڈلی ہے اور حبشیوں کی پنڈلیاں عام طور پر چھوٹی اور باریک ہوتی ہیں اور کنز الکعبۃ سے مراد وہ خزانہ ہے جو کعبہ کے نیچے مدفون ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ اللہ نے اس کے نیچے پیدا فرمایا ہے جب کہ دوسروں کا قول ہے کہ یہ وہ مال ہے جو بطور نذرانہ بیت اللہ کو دیا جاتا ہے اور وہاں کے حکام اس کو جمع کر لیتے ہیں اسی

روایت کے اندر یہ وارد ہے کہ بیت اللہ کو دو چھوٹی پنڈلیوں والا شخص برباد کرے گا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مخالف نہیں حَرَمًا اٰمِنًا۔ کیونکہ یہ واقعہ قیامت کے قریب پیش آئے گا جب کوئی اللہ اللہ کہنے والا باقی نہ رہے گا۔ اور زیادہ ظاہر بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرم یا امن غالب اعتبار سے فرمایا ہے جیسا کہ اس پر واقعہ ابن الزبیر اور قرامطہ کے واقعات اور اسی طرح کے دیگر واقعات دلالت کرتے ہیں۔ (۲) حرم یا امن قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ وہ لوگوں کے لئے امن کا باعث ہے چنانچہ لوگ اس میں ایک دوسرے سے تعرض نہ کریں گے چنانچہ وارد ہے کہ جب قرامطہ کے سردار نے حرم میں قتل وغارت کے بعد کہا کہ کلام اللہ کا کہنا کدھر گیا **و من دخله كان امنا** تو بعض اہل توفیق نے اس کو کہا کہ اس ارشاد باری تعالیٰ کا معنیٰ تو یہ ہے کہ اس شخص کو امن دو جو اس میں داخل ہوا اور اس کا مال لوٹنے اور قتل کرنے پر اس سے تعرض نہ کرو۔

ترکوں سے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک ہدایت

۲۰/۵۲۹۰ وَعَنْ رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَعُوا الْحَبْشَةَ مَادَعُوْكُمْ وَاتْرُكُوا التُّرْكَ مَا تَرَكُوْكُمْ۔ (رواہ ابوداود والنسائی)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ٤٨٥/٤ حديث رقم ٤٣٠٢ والنسائی فی السنن ٤٤/٦ حديث رقم ٣١٧٧ (٣) فی المخطوطة (واقل) (٤) ملسم فی صحيحه ٥٩١/٢ حديث رقم ٨٦٥، واحمد فی المسند عن ابن عباس ٢٥٤/١ وعن ابن عمر ٢٥٤/١ وعن ابی هريرة ٨٤/٢

ترجمہ: اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ایک صحابی نے روایت کی کہ حبشیوں کو تم چھوڑے رکھو جب تک وہ تمہیں چھوڑیں رکھیں اور ترکوں کو تم چھوڑے رکھو جب وہ تمہیں چھوڑے رکھیں۔ (ابوداود، نسائی)

تشریح ❁ **دَعُوا الْحَبْشَةَ مَادَعُوْكُمْ**: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا: **قاتلوا المشركين كافة**۔ اور اس روایت میں فرمایا گیا کہ مشرکین کو چھوڑے رکھو **الجواب**۔ حبشہ اور ترک آیت کے اس عموم سے خاص ہیں یعنی خارج ہیں کہ ان کے شہر مسلمانوں سے بہت دور ہیں اور مسلمانوں اور ان کے درمیان دشت وبیابان حائل ہیں تو جب تک اسلام کے شہروں پر تعرض نہ کریں ان سے تعرض نہ کرنا چاہیے اور اگر وہ قہر وغلبہ کے ذریعے پہل کریں تو اس وقت ان سے قتال فرض ہے۔ (۲) آیت نے اس روایت کے حکم کو منسوخ کر دیا اسلام کے ابتدائی زمانے میں اہل اسلام کے ضعف کی وجہ سے یہ حکم دیا گیا تھا پھر منسوخ ہو گیا۔

ترکوں سے لڑائی کے احوال

۲۱/۵۲۹۱ وَعَنْ بُرَيْدَةَ عَنِ النَّبِيِّ ا فِيْ حَدِيْثٍ يُقَاتِلُكُمْ قَوْمٌ صِغَارُ الْاَعْيُنِ يَعْنِى التُّرْكَ قَالَ تَسُوْقُوْنَهُمْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ حَتّٰى تَلْحَقُوْهُمْ بِجَزِيْرَةِ الْعَرَبِ فَاَمَّا فِي السِّيَاقَةِ الْاُوْلٰى فَيَنْجُوْ مَنْ هَرَبَ مِنْهُمْ وَاَمَّا فِي الثَّانِيَةِ فَيَنْجُوْا بَعْضٌ وَيَهْلِكُ بَعْضٌ وَاَمَّا فِي الثَّالِثَةِ فَيُصْطَلِمُوْنَ اَوْ كَمَا قَالَ۔ (رواہ ابوداود)

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ٤٨٧/٤ حديث رقم ٤٣٠٥ واحمد فی المسند ٣٤٨/٥۔

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ تم سے چھوٹی آنکھوں والی ایک قوم یعنی ترک لڑیں گے پھر تم ان کو تین مرتبہ ہانکو گے یہاں تک کہ تم ان کو جزیرہ عرب میں داخل کردو۔ پہلی مرتبہ کے ہانکنے میں ان میں سے بھاگ جانے والا بچ جائے گا اور دوسری مرتبہ کے ہانکنے میں ان میں سے کچھ بچیں گے اور کچھ ہلاک ہوں گے اور تیسری دفعہ ان کو تہس نہس کر دیا جائے گا یا جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ فِیْ حَدِیْثٍ یُقَاتِلُکُم :یہ راوی کی تفسیر ہے کہ آیا وہ صحابی ہے یا تابعی۔

جَزِیْرَۃَ الْعَرَبِ :بعض نے کہا یہ عرب کے شہروں کا نام ہے کیونکہ ان کو سمندر اور دریا اطراف سے گھیرے ہوئے ہیں اور سمندر حبشہ اور فارس والا اور دریا دجلہ اور فرات اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حجاز، یمامہ اور یمن ہیں۔

اَوْ کَمَا قَالَ :یہ اس جگہ لفظ کہے جاتے ہیں کہ حدیث کو معنی کے اعتبار سے نقل کیا جائے اور خاص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نہ ذکر کیے جائیں تو اس وقت بتقاضہ تقویٰ راوی یہ الفاظ کہہ دیتے ہیں۔

بصرہ و دجلہ کا تذکرہ

۲۲/۵۲۹۲ وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ یَنْزِلُ اُنَاسٌ مِّنْ اُمَّتِیْ بِغَائِطٍ یُسَمُّوْنَہُ الْبَصْرَۃَ عِنْدَ نَھْرٍ یُقَالُ لَہٗ دَجْلَۃَ یَکُوْنُ عَلَیْہِ جَسْرٌ یَکْثُرُ اَھْلُھَا وَیَکُوْنُ مِنْ اَمْصَارِ الْمُسْلِمِیْنَ وَاِذَا کَانَ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ جَآءَ بَنُوْقَنْطُوْرَآءَ عِرَاضُ الْوُجُوْہِ صِغَارُ الْاَعْیُنِ حَتّٰی یَنْزِلُوْا عَلٰی شَطِّ النَّھْرِ فَیَتَفَرَّقُ اَھْلُھَا ثَلٰثَ فِرَقٍ فِرْقَۃٌ یَاْخُذُوْنَ فِیْ اَذْنَابِ الْبَقَرِ وَالْبَرِیَّۃِ وَھَلَکُوْا وَفِرْقَۃٌ یَاْخُذُوْنَ لِاَنْفُسِھِمْ وَھَلَکُوْا وَفِرْقَۃٌ یَجْعَلُوْنَ ذَرَارِیَّھُمْ خَلْفَ ظُھُوْرِھِمْ وَیُقَاتِلُوْنَھُمْ وَھُمْ شُھَدَآءُ۔ (رواہ ابوداود)

ترجمہ: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ ایک گہری جگہ اتریں گے جس کا نام وہ بصرہ رکھیں گے وہ ایک دریا کے پاس ہے جس کو دجلہ کہا جاتا ہے اس پر ایک پل ہوگا وہاں کے رہنے والوں کی آبادی بہت بڑھ جائے گی۔ اور مسلمانوں کے بڑے شہروں میں شمار ہوگا جب آخری زمانہ آئے گا تو بنوقنطوراء آئیں گے جن کے چہرے چوڑے، آنکھیں چھوٹی ہونگی اور وہ اس دریا کے کنارے پر اتریں گے تو اس کے رہنے والے تین گروہوں میں بٹ جائیں گے۔ ایک فرقہ وہ بیلوں کی دموں کو پکڑ کر جنگل کی طرف چلا جائے گا یہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے اور ایک گروہ کو اپنی جانوں کی پڑ جائے گی اور یہ بھی ہلاک ہوں گے اور ایک گروہ اپنی اولادوں کو پیٹھ پیچھے کر کے دشمن سے لڑیں گے یہ شہادت کے مرتبے کو پہنچیں گے۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ یَنْزِلُ اُنَاسٌ مِّنْ اُمَّتِیْ: بصرہ یہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں آباد کیا جانے والا شہر ہے۔ اسی سے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی اس لئے قریبی دریا کا نام دجلہ ہے اور یہی بغداد کا دریا ہے۔

یَکُوْنُ مِنْ اَمْصَارِ الْمُسْلِمِیْنَ: حلبی نے حاشیہ شفا میں لکھا ہے کہ اس شہر کو خلافت فاروقی میں حضرت عتبہ بن غزوان نے فاروق اعظم کے حکم سے آباد کیا اس شہر میں کبھی بھی بت پرستی نہیں ہوئی جو حدیث کے اس سلسلے میں موجود ہے اس میں بصرہ کا نام صراحتاً موجود ہے اور علماء نے کہا ہے کہ اس سے مراد بغداد ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ دجلہ اور کابل بغداد میں ہیں بصرہ میں

نہیں اور بغداد کا یہ شہر آپ ﷺ کے زمانہ میں موجودہ حالت میں نہیں تھا۔ بلکہ کئی بستیاں تھیں جو منتشر تھیں اور یہ بصرہ کے مضافات میں شمار ہوتا تھا اس لئے اس کی طرف نسبت کی گئی اور آپ ﷺ نے بطور معجزہ کے یہ بات ذکر فرمائی۔ اور اس کے بننے کی خبر دی اسی وجہ سے مضارع کا صیغہ استعمال فرمایا کہ وہ مسلمانوں کا بڑا شہر ہوگا اور اس میں رہنے والے بہت ہوں گے۔ ترکوں کے حملے کی اس کیفیت کے ساتھ کوئی خبر دار نہیں ہے اور نہ اہل تاریخ نے کوئی ایسی بات نقل کی ہے مگر بغداد کے بارے میں ایسی باتیں معروف اور مشہور ہیں۔ پس بصرہ کا ذکر روایت میں اس وجہ سے ہے کہ بصرہ سے بغداد قدیم ترین شہر ہے اور موضع اور بستیاں جو بغداد کی طرف منسوب ہیں پہلے وہ بصرہ کی طرف منسوب ہوتی تھیں اور بغداد کے باہر بھی ایک موضع کا نام بھی بصرہ ہے جو کہ بغداد کے باب البصرہ کے قریب واقع ہے۔ پس جناب نبی اکرم ﷺ نے بغداد کے بعض حصہ بصرہ کا ذکر کر کے بغداد ہی کو ذکر فرمایا۔ (۲) یا مضاف محذوف ہے۔ ای بغداد الْبَصْرَۃُ ۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے واسئل القریۃ۔ ای اھل القریۃ۔ اب معنی روایت کا یہ ہوا کہ میری امت کے بعض لوگ دجلہ کے قریب اتریں گے اور وہاں مستقل اقامت اختیار کریں گے اور وہ جگہ مسلمانوں کا شہر ہے اور وہ بغداد ہے اور اس کیلئے امصار کا لفظ استعمال فرمایا جو مصر کی جمع ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت بڑا شہر ہوگا۔ مصر کے لفظ کے بعد دوسرے نمبر پر مدینہ کا لفظ اور تیسرے پر بلدۃ کا لفظ اور چوتھے پر قریہ استعمال ہوتا ہے۔

اذا کان فی اخر الزمان آخری زمانے میں بنی قنطورا کے بڑے جد کا نام ہے وہ اس شہر پر حملہ آور ہوں گے۔

فَیَتَفَرَّقُ اَھْلُھَا ثَلٰثَ فِرَقٍ: (۱) یعنی کچھ لوگ تو لڑائی سے اعراض کریں گے اور زراعت میں مشغول ہوں گے اور کھیتی کے لئے بیلوں کو تلاش کریں گے تا کہ اس عمل کی وجہ سے اپنے آپ کو ہلاکت سے بچائیں۔ (۲) اپنے اہل وعیال اور سامان کو لے کر جنگل کی طرف نکل جائیں گے تا کہ ان کے شر سے بچ جائیں۔ یہ گروہ ہلاک ہوگا اور ان کے شر سے حفاظت کے لئے جو حیلہ استعمال کیا ان کو اس میں کامیابی نہ ہوگی کیونکہ شر کی آگ اس قوت سے بھڑکے گی کہ اس حیلے سے نہ اس کو بجھایا جا سکے گا۔ (۳) اور ایک گروہ بنی قنطورا سے امان طلب کرے گا تا کہ اپنی جانوں کو ہلاکت سے بچا سکے اور شاید کہ اس گروہ سے مراد مستعصم باللہ جو وقت کا خلیفہ تھا وہ اور اس کے ہمراہیوں نے اپنے اور اپنے ہمراہیوں کے لئے امان طلب کی اور ان کے ہاتھوں اہل بغداد ہلاک ہوئے اور ان میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑا گیا۔ ایک شارح نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے اگر بصرہ بول کر بغداد مراد لیا ہے کیونکہ بغداد ان دنوں بصرہ کی ایک بستی تھی تو پھر یہ واقعہ پیش آ چکا اور اگر بصرہ سے وہی بصرہ کا شہر مراد ہے تو پھر شاید یہ واقعہ پیش آئے کیونکہ اب تک کفار اس میں قتال کے لئے نہیں اترے۔

فِرْقَۃٌ یَجْعَلُوْنَ ذَرَارِیَھِم: یعنی ایک گروہ اپنی اولاد سے تغافل برتے گا یعنی ان سے محبت ومہر کا علاقہ قطع کر دیں گے یا ان کو اپنے ساتھ اپنی ہمراہی میں لے جائیں گے۔

یُقَاتِلُوْنَھُمْ وَھُمْ شُھَدَآءِ: یعنی حقیقی اور کامل شہادتیں ہوں گی کیونکہ طوفان فتنہ میں انہوں نے کمر ہمت باندھ کر مقابلہ کیا اور راہ خدا میں جان دے دی مطلب یہ ہے کہ یہ تیسرا گروہ غازی اور مجاہد ہوگا اور وہ ترکوں کے غلبہ سے پہلے ان سے لڑیں گے اور اسلام کی خاطر شہید ہوں گے ان میں سے تھوڑے بچیں گے۔

کذا ذکرہ الاشرف۔ دوسرے علماء نے کہا کہ یہ آپ کے معجزات میں سے ہے آپ کی اطلاع کے مطابق یہ واقعہ ۶۵۶ھ میں پیش آیا اور اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ وہ فتنہ اور قتل کی آگ بلاد اسلام کو جلا ڈالے گی اور تھوڑی مدت میں وہ آگ

لگے گی اور تھوڑی مدت میں اس کے شعلے بلند ہو جائیں گے اور اس سے پورا عالم اسلام جل جائے گا۔ تباہی بغداد کا واقعہ اس انداز کا ہے کہ پورے روئے مسکون میں اس جیسا واقعہ پیش نہیں آیا تاریخ کی کتابیں ان واقعات سے پُر ہیں۔

بصرہ کے بعض خصوصی حالات

۲۳/۵۲۹۳ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَا اَنَسُ اِنَّ النَّاسَ یُمَصِّرُوْنَ اَمْصَارًا وَاِنَّ مِصْرًا مِنْھَا یُقَالُ لَہُ الْبَصْرَۃُ فَاِنْ اَنْتَ مَرَرْتَ بِھَا اَوْ دَخَلْتَھَا فَاِیَّاکَ وَسِبَاخَھَا وَکَلَّأَھَا وَنَخِیْلَھَا وَسُوْقَھَا وَبَابَ اُمَرَآئِھَا وَعَلَیْکُمْ بِضَوَاحِیْھَا فَاِنَّہٗ یَکُوْنُ بِھَا خَسْفٌ وَقَذْفٌ وَرَجْفٌ وَقَوْمٌ یَبِیْتُوْنَ وَیُصْبِحُوْنَ قِرَدَۃً وَخَنَازِیْرَ۔

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ٤/٤٨٨ حدیث رقم ٤٣٠٧۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس لوگ کئی شہروں کو آباد کریں گے ان میں ایک شہر ہوگا جس کا نام بصرہ ہوگا اگر تمہارا گزر وہاں سے ہو یا تم اس میں داخل ہو تو وہاں کی شور یلی زمین سے اور وہاں کی گھاس اور کھجوریں اور بازار اور امراء کے دروازوں سے اپنے آپ کو بچانا اور اس کے اطراف کے علاقوں میں رہنا کیونکہ اس شہر میں صورتوں کو مسخ کیا جائے گا اور پتھر برسائے جائیں گے اور زلزلے ہوں گے اور کچھ لوگ رات گزاریں گے صبح اٹھیں گے تو وہ بندر اور سور ہوں گے۔ (ابوداود)

تشریح ❀ عَلَیْکُمْ بِضَوَاحِیْھَا فَاِنَّہٗ :یہ ضاحیۃ کی جمع ہے۔ اس کا معنی زمین کا کنارہ ہے جو کہ دھوپ میں کھلا اور ظاہر ہو۔ ضاحۃ البصرہ۔ یہ بصرہ کے ایک مقام کا نام ہے۔ (۲) بعض نے کہا اس سے مراد اس کے پہاڑ ہیں اس میں گوشہ نشینی اور کنارہ کشی کا حکم دیا گیا۔

یُصْبِحُوْنَ قِرَدَۃً :ان کے نوجوان بندر اور بوڑھے سور ہو جائیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس امت میں بھی مسخ ممکن الوقوع ہے اگر جائز نہ ہوتا تو پھر اس سے ڈرانے دھمکانے کا کوئی معنی نہیں اور احادیث میں اس کی وعید فرقہ قدریہ والوں کو بھی سنائی گئی۔ شارحین نے اسی وجہ سے کہا ہے کہ اس روایت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہاں فرقہ قدریہ ہوگا اس لئے وہاں مسخ و نسخ ہوگا اس امت میں تقدیر کے جھٹلانے والوں پر۔

کنان بصرہ میں ایک جگہ کا نام ہے بعض شارحین نے نقل کیا کہ دریا کے کنارے کو کہا جاتا ہے کیونکہ وہاں کشتیاں باندھی جاتی ہیں بعض نے کہا یہ جانور چرنے کی جگہ ہے اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ بعض نسخوں میں یہ تخفیف اور کسرہ کے ساتھ بھی آیا ہے اور اس کا معنی گھاس ہے اور شاید کہ ان مقامات پر وہاں کے لوگوں کی خباثت کی وجہ سے خسف کا معاملہ پیش آئے اور کھجوروں سے بچنے کا حکم بوجہ خوف عزت کے اور بازاروں سے بچنے کا حکم سبب غفلت کی وجہ سے اور کثرت لغویات اور فساد عقود کی بنا پر دیا۔ اور بادشاہوں کے دروازے پر جانے سے اس لئے روکا کہ وہاں ظلم کی کثرت ہے اصل کتاب میں راوی کا نام نہیں تھا مگر جوزی نے اس کو ابوداؤد سے نقل کر دیا۔ مگر اس کی سند پر جزم کا اظہار نہیں کیا اور راوی کا یہ کہنا کہ میں اس کے علاوہ سند نہیں جانتا اس کا مطلب یہ ہے کہ سند میں ایک آدمی داخل ہے اور اس کا تذکرہ نہیں اور اس طرح کہنا کہ اس حدیث کو موسیٰ ابن انس

نے انس ابن مالکؓ سے نقل کیا اس سے ابہام اور اشتباہ پر دلالت ہے۔ یہ موسیٰ ابن انس تابعی ہیں اور بصرہ کے قاضی رہے ہیں

ابلہ کی مسجد عشار

۲۴/۵۲۹۴ وَعَنْ صَالِحِ بْنِ دِرْهَمٍ يَقُوْلُ انْطَلَقْنَا حَاجِّيْنَ فَإِذَا رَجُلٌ فَقَالَ لَنَا إِلَى جَنْبِكُمْ قَرْيَةٌ يُقَالُ لَهَا الْأُبُلَّةُ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ مَنْ يَضْمَنُ لِيْ مِنْكُمْ أَنْ يُّصَلِّيَ لِيْ فِيْ مَسْجِدِ الْعَشَّارِ رَكْعَتَيْنِ أَوْ أَرْبَعًا وَيَقُوْلُ هٰذِهٖ لِأَبِيْ هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ خَلِيْلِيْ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَبْعَثُ مِنْ مَسْجِدِ الْعَشَّارِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شُهَدَاءَ لَا يَقُوْمُ مَعَ شُهَدَآءِ بَدْرٍ غَيْرُهُمْ (رواه ابوداود) وَقَالَ هٰذَا الْمَسْجِدُ مِمَّا يَلِي النَّهَرَ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ أَبِي الدَّرْدَاءِ إِنَّ فُسْطَاطَ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ بَابِ ذِكْرِ الْيَمَنِ وَالشَّامِ إِنْشَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

اخرجه ابو داوٗد فی السنن ٤٨٩/٤ حديث رقم ٤٣٠٨

ترجمہ: حضرت صالح بن درہم رحمہ اللہ کہا کرتے تھے کہ ہم حج کے لئے چلے تو ایک آدمی نے ہمیں کہا کہ تمہارے قریب کوئی ایسی بستی ہے کہ جس کا نام ابلہ ہو ہم نے کہا جی ہاں! اس نے کہا تم میں سے کون مجھے اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ وہ میرے لئے وہاں کی عشار میں دو یا چار رکعت ادا کرے گا اور یوں کہے گا کہ یہ ابوہریرہ ؓ کے لئے ہیں یعنی ان کا ثواب ابوہریرہؓ کو ملے میں نے اپنے خلیل حضرت ابوالقاسم ﷺ کو فرماتے سنا کہ اللہ جل شانہ قیامت کے دن مسجد عشار سے ایسے شہداء کو اٹھائے گا کہ جن کے علاوہ اور کوئی بھی شہداء بدر کے ساتھ کھڑا نہ ہوگا یہ ابوداؤد کی روایت ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ مسجد ہے جو دریا کے قریب ہے ہم عنقریب باب ذکر الیمن میں حضرت ابودرداء والی روایت نقل کریں گے جس کی ابتداء اس طرح ہے: إِنَّ فُسْطَاطَ الْمُسْلِمِيْنَ۔

تشریح ۞ **الْأُبُلَّةُ**: بصرہ کے قریب ایک بستی کا نام ہے۔

مَسْجِدِ الْعَشَّارِ: یہ ابلہ کی مسجد کا نام ہے وہاں نماز برکت حاصل کرنے کے لئے پڑھنے کی طلب کی۔

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَبْعَثُ مِنْ مَسْجِدِ الْعَشَّارِ: یہ ارشاد گرامی اس جماعت کے شہداء کے لئے بڑا اعزاز ہے اور ان کو بدر کے شہداء کے برابر قرار دیا گیا البتہ یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ اس امت کے شہداء ہوں گے یا پہلی امتوں کے پس جب یہ مسجد ایسی شرف اور فضیلت والی ہے تو اس میں نماز عظیم فضیلت اور عظیم ثواب رکھتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ بزرگ مقامات پر نماز ادا کرنا اور عبادت کرنا عظیم فضیلت کا باعث ہے۔ (۲) بدنی عبادت کا ثواب زندہ یا مردہ کو بخشنا جائز ہے اور ثواب پہنچتا ہے اور اکثر علماء کی رائے یہی ہے عبادات مالیہ کے ثواب کا بخشنا تو بالاتفاق جائز ہے۔

الفصل الثالث:

فتنوں کی راہ میں روک ایک دروازہ

۲۵/۵۲۹۵ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ أَيُّكُمْ يَحْفَظُ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي

الْفِتْنَةِ فَقُلْتُ اَنَا اَحْفَظُ كَمَا قَالَ قَالَ هَاتِ اِنَّكَ لَجَرِيٌّ وَكَيْفَ قَالَ قُلْتُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِيْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ وَنَفْسِهٖ وَوَلَدِهٖ وَجَارِهٖ يُكَفِّرُهَا الصِّيَامُ وَالصَّلٰوةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ فَقَالَ عُمَرُ لَيْسَ هٰذَا اُرِيْدُ اِنَّمَا اُرِيْدُ الَّتِيْ تَمُوْجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ قَالَ قُلْتُ مَالَكَ وَلَهَا يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابًا مُغْلَقًا قَالَ وَيُكْسَرُ الْبَابُ اَوْيُفْتَحُ قَالَ قُلْتُ لَابَلْ يُكْسَرُ قَالَ ذٰلِكَ اَحْرٰى اَنْ لَا يُغْلَقَ اَبَدًا قَالَ فَقُلْنَا لِحُذَيْفَةَ هَلْ كَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ مَنِ الْبَابُ قَالَ نَعَمْ كَمَا يَعْلَمُ اَنَّ دُوْنَ غَدٍ لَيْلَةً اِنِّيْ حَدَّثْتُهٗ حَدِيْثًا لَيْسَ بِالْاَغَالِيْطِ قَالَ فَهِبْنَا اَنْ نَسْاَلَ حُذَيْفَةَ مَنِ الْبَابُ فَقُلْنَا لِمَسْرُوْقٍ سَلْهُ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ عُمَرُ۔ (متفق علیه)

اخرجه مسلم فی صحيحه ٢٢١٨/٤ حديث رقم (٢٦-١٤٤) والبخاری فی صحيحه ١٣/حديث رقم ٧٠٩٦ والترمذی فی السنن ٤٥٤/٤ حديث رقم ٢٢٥٨ وابن ماجه فی السنن ١٣٠٥/٢ حديث رقم ٣٩٠٠ واحمد فی المسند ٣٨٦/٥

ترجمہ: حضرت شقیق نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے کہ انہوں نے فرمایا کہ تم میں سے کون شخص ہے جسے فتنوں کے سلسلے میں جناب رسول اللہ ﷺ کی حدیث یاد ہے میں نے کہا مجھے اسی طرح یاد ہے جس طرح آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا انہوں نے کہا بیان کرو۔ تم حدیث بیان کرنے میں بہت جری ہو آپ نے کس طرح فرمایا۔ میں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ آدمی کا فتنہ اس کے گھر میں اور اس کے مال میں اور اس کی جان میں اور اس کی اولاد میں اور اس کے پڑوسی میں ہے اور اس کا کفارہ روزے، نماز، صدقہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ حضرت عمر کہنے لگے میری یہ مراد نہیں۔ فتنے سے میری مراد وہ فتنہ ہے جو فوج بحر کی طرح موجزن ہوگا میں نے کہا آپ کو اس فتنے سے کیا غرض اور اس فتنے کو آپ سے کیا واسطہ ہے۔ اے امیر المومنین بے شک آپ کے اور اس کے درمیان ایک بند دروازہ ہے۔ انہوں نے پوچھا اس دروازے کو توڑا جائے گا یا کھولا جائے گا میں نے کہا اس کو کھولا نہ جائے گا بلکہ توڑا جائے گا تو وہ فرمانے لگے یہ ایسی بات ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پھر وہ دروازہ کبھی نہ بند کیا جا سکے گا۔ شقیق کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت حذیفہ سے عرض کیا کیا عمر کو معلوم تھا کہ وہ دروازہ کون ہے کہنے لگے جی ہاں! وہ اس کو اسی طرح جانتے تھے جیسا کل کے دن سے پہلے رات ہے میں نے ان کو ایسی حدیث سنائی تھی جو معمہ نہیں تھی۔ شقیق کہتے ہیں کہ ہم اس بات سے مرعوب ہو گئے کہ ہم حذیفہ سے اس دروازے کے بارے میں دریافت کریں تو ہم نے مسروق سے کہا تم ان سے پوچھو تو مسروق کے پوچھنے پر انہوں نے فرمایا وہ دروازہ عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ (بخاری)

تشریح ❁ **كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ**: حضرت حذیفہ نے صحابہ کے درمیان میں سے حضرت عمر کے سامنے یہ دعویٰ کیا کہ ان کو یہ حدیث حفظ ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات گراں گزری تو انہوں نے فرمایا کہ تو عجیب دلیر اور جرات کرنے والا ہے ایسی چیز پر جو میں بھی نہیں جانتا اور نہ تمہارے ساتھی جانتے ہیں تو یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ تجھے بعینہ یاد ہے جس طرح حضور ﷺ نے فرمایا۔ فاروق اعظم کے ان الفاظ میں حضرت حذیفہ کے حفظ کی تائید و تحسین مقصود ہے یعنی میں یہ جانتا تھا کہ تم شرور و فتن کے بارے میں آپ ﷺ سے پوچھنے میں بہت دلیر تھے البتہ یہ تمہیں معلوم ہوگا کہ یہ کس طرح ہے۔

فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِيْ اَهْلِهٖ: یعنی مرد کو ان کے حقوق کے سلسلہ میں اور ان حقوق کی ادائیگی کے معاملہ میں مبتلا کر دیا گیا چنانچہ جس طرح حقوق ادا کرنے چاہئیں ان میں کوتاہیاں کرتا ہے اور فرامین کے خلاف چلتا ہے اور ان کیلئے ممنوعات کا مرتکب ہوتا ہے ان سے رنج وتعب کو وہ دور کرتا اور انکی خاطر محنت ومشقت اٹھاتا ہے۔ پس مناسب یہی ہے کہ ان سیئات کا کفارہ حسنات سے دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **ان الحسنات يذهبن السيئات**۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے ارشاد میں اسی طرح اشارہ فرمایا۔

وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام سے یہ دریافت کیا کہ فتنہ والی روایت کسے یاد ہے۔ اس سوال کے اندر دو احتمال تھے۔ ایک یہ کہ فتنہ سے امتحان اور آزمائش مراد ہے جیسا کہ اللہ نے اس آیت میں فرمایا **ولنبلونكم بشئ من الخوف والجوع** کہ اولاد وغیرہ ہر چیز اس قسم کی اس آزمائش میں داخل ہے۔ (۲) فتنہ سے مراد لڑائی کا وقوع ہو۔ فاروق اعظم کی مراد یہی دوسری شق تھی۔ حضرت حذیفہ نے پہلی شق بیان کی تو حضرت عمر نے فرمایا میری اس سوال سے یہ مراد نہیں۔

اُرِيْدُ الَّتِيْ تَمُوْجُ: یعنی مراد فتنہ سے قتل وقتال اور لڑائیاں ہیں کہ جن کی مشقت اور شر وفساد لوگوں کو گھیر لے۔

قُلْتُ مَالَكَ وَلَهَا: یہ بند دروازہ یہ فاروق اعظم کے وجود سے کنایہ ہے۔ جیسا کہ حدیث کا آخری حصہ اس کی تفسیر کر رہا ہے یعنی جب تک تمہارا وجود درمیان میں ہے اس فتنے کو راستہ نہیں ملے گا اور جب تم اٹھ جاؤ گے تو فتنہ آجائے گا اور راہ پالے گا۔

وَيُكْسَرُ الْبَابُ: یعنی دروازہ ٹوٹنے اور کھلنے میں بہت فرق ہے جب ٹوٹ جاتا ہے تو راستہ مکمل طور پر کھل جاتا ہے اسے کوئی بند نہیں کر سکتا لیکن کھلنے کے بعد دروازہ بند کرنا ممکن نہیں اس میں فتنے کو گھر کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو کہ گھر امن کے بالمقابل ہے اور فاروق اعظم کی زندگی کو بند دروازہ سے اور ان کی موت کو اس دروازے کے کھلنے سے تعبیر کیا اور ان کے قتل کو دروازہ توڑنے سے کنایۃً بیان کیا۔ اور کھلنے کو موت سے کنایہ کیا تو جب حضرت عمر سمجھے کہ دروازہ ان کے وجود سے کنایہ ہے اور وہ فتنہ یہاں سے اٹھنے والا ہے تو پھر پوچھا کہ وہ قتل کے ساتھ ہے یا موت کے ساتھ۔

هَلْ كَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ: تو حضرت حذیفہ فرمانے لگے وہ علم یقین سے جانتے تھے جیسا کہ رات کے بعد کل کا دن ہے اور سوال کا مقصد حال کی تحقیق تھی۔

قسطنطنیہ کی فتح کی خوشخبری

۵۲۹۶/۲۶ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ فَتْحُ الْقُسْطُنْطِيْنِيَّةِ مَعَ قِيَامِ السَّاعَةِ۔ (رواه الترمذی وقال هذا حديث غريب)

اخرجه الترمذی فی السنن ۴۴۲/۴ حديث رقم ۲۲۳۹ واحمد فی المسند ۲۳۲/۵ (۲) فی المخطوطة للكفار۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قسطنطنیہ کی فتح قیامت کے قائم ہونے کے ساتھ ہے۔

تشریح ۞ اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کا قیام اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک قسطنطنیہ کا قلعہ فتح نہ ہوگا۔